رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

ہر جمعرات کو شائع ہوتا ہے

پیغامِ صلح

الصلح خیر

انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

ایڈیٹر: ایس محمد آصف بی۔ اے

جلد ۳۱ | لاہور یوم پنجشنبہ مطبوعہ ۳۰ ذی الحجہ ۱۳۶۱ھ مطابق ۷ جنوری ۱۹۴۳ء | نمبر ۱

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

موجودہ عذاب کے متعلق حضرت مسیح موعود کی پیشگوئی

"یاد رہے کہ خدا نے مجھے عام طور پر زلزلوں کی خبر دی ہے پس یقیناً سمجھو کہ جیسا کہ امریکہ میں زلزلے آئے ایسا ہی یورپ میں بھی آئے اور نیز ایشیا کے مختلف مقامات میں آئیں گے اور بعض ان میں قیامت کا نمونہ ہونگے اور اسقدر موت ہو گی کہ خون کی نہریں چلیں گی اس موت سے پرند چرند بھی باہر نہیں ہونگے۔ اور زمین پر اسقدر سخت تباہی آئیگی کہ اس روز سے کہ انسان پیدا ہوا ایسی تباہی کبھی نہیں آئی ہو گی اور اکثر مقامات زیر و زبر ہو جائیں گے کہ گویا ان میں کبھی آبادی نہ تھی۔ اور اسکے ساتھ اور بھی آفات زمین و آسمان میں ہولناک صورت میں پیدا ہونگی یہانتک کہ ہر ایک عقلمند کی نظر میں وہ باتیں غیر معمولی ہو جائیں گی ... میں تو دیکھتا ہوں کہ شائد ان سے زیادہ مصیبت کا منہ دیکھو گے۔ اے یورپ تو بھی امن میں نہیں۔ اور اے ایشیا! تو بھی محفوظ نہیں اور اے جزائر کے رہنے والو! کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کریگا۔ میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۵۶، ۲۵۷)

ہمارا اس سال کا پروگرام

ہر احمدی تبلیغ کے لئے میدان میں نکل آئے

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے خطبہ جمعہ مورخہ یکم جنوری ۱۹۴۳ء میں فرمایا:۔

"سب سے ضروری امر اس جدوجہد میں جس کی طرف میں اب توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ اس نعمت کی قدردانی ہے جو اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے امام وقت کے رنگ میں نازل فرمائی جس کا ہم جتنا بھی شکر کریں کم ہے یہ نعمت کوئی شخص اپنی عقل سے نہیں پا سکتا یہ محض خدا کا فضل ہوتا ہے ہماری آنکھوں کے سامنے مسلمان کس طرح پر اس نعمت سے محروم ہیں انہیں توفیق نہیں ملتی کہ اس نعمت کو قبول کریں . . . . . . یہ نعمت کی پہلی قدردانی ہے کہ ہم خود لوگوں کو جا کر سمجھائیں تم لوگ جنہوں نے اس نعمت کو پایا ہے اب یہ تمہارے ذمہ ہے کہ اسے لوگوں تک پہنچاؤ کوشش نعمت نہ چھوڑو اگر تمہیں رد کیا جائے اور دروازہ نہ کھلے تو یہ گھبرانے کی بات نہیں دروازہ کھلے گا . . . . . . لوگوں کے پاس بار بار پہنچو چھوڑ نہ دو صرف لوگوں کی قدردانی پر اکتفا نہ کرو ایک قدم اٹھا کر انہیں اور قریب لاؤ یہانتک کہ وہ تمہارے اندر آجائیں وغیرہ وغیرہ"

سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ہر فرد کا فرض ہے کہ وہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر لبیک کہے اس تبلیغی پروگرام کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنی طرف سے پوری جدوجہد کرے کہ مسلمان حضرت امام عصر حاضر کو پہچانیں اور سلسلہ میں داخل ہو کر غلبۂ اسلام کے لئے سعی کریں انفرادی تبلیغ جماعت احمدیہ کی نمایاں خصوصیت تھی یہ خصوصیت مرور زمانہ سے کسی حد تک کمزور ہو گئی ہے از سر نو اس انفرادی تبلیغ کے شوق کو زندہ کرنا چاہیئے کیونکہ یہی وہ طریقہ ہے جس سے حضرت کیا تھا لوگوں کو سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل کر سکتے ہیں جتنے لوگ آپ احمدیہ کے سواد میں نظر آتے ہیں ان میں سے کثیر حصہ انفرادی تبلیغ کے ذریعہ سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل ہوا ہے اگر دوست اس پروگرام کی طرف توجہ مبذول فرمائیں اور اس جماعت کو مستحکم اور وسیع کریں تمام دنیا میں اعلائے کلمۃ الحق کرنیوالی واحد جماعت ہے ۱۹۴۱ء میں اس تبلیغی پروگرام کے ذریعہ کافی کامیابی ہوئی تھی حضرت امیر ایدہ اللہ نے ۱۳ جنوری ۱۹۴۱ء کے خطبہ جمعہ میں جماعت کے سامنے دس یوں کو زیر تبلیغ لانیکا پروگرام رکھا تھا اور خدا تعالیٰ نے محض اپنے کرم سے ادارہ پیغام صلح کو اس تعمیری اور تبلیغی پروگرام کو جماعت کے پیش کرنیکی توفیق عطا فرمائی چنانچہ اس تبلیغی پروگرام کی وجہ سے جماعت میں عملی حرکت پیدا ہوئی اور سب دوستوں نے محسوس کیا کہ جماعت میں تبلیغ کے علاوہ انفرادی تبلیغ کا شوق اور جوش پیدا ہوا اور اس تبلیغ سے ۱۹۴۱ء میں قریباً دو سو اشخاص سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل ہوئے اب حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس تبلیغی پروگرام کو جماعت کے سامنے رکھا ہے امید ہے دوست اس پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کے لئے بھی زیادہ قوت عمل اور جوش کا ثبوت دیں گے اور مستقل طور پر جدوجہد کو جاری رکھیں گے اور ہر ایک احمدی دوست جس پر یہ تبلیغی فرض عائد ہوتا ہے میدان میں نکل آئے گا۔

اخبار انشاء اللہ تعالیٰ اپنی پوری قوت سے جماعت کو اس پروگرام کی طرف توجہ دلاتا رہے گا اور اس ضمن میں حضرت امیر ایدہ اللہ کے ارشادات کو احباب سلسلہ تک پہنچاتا رہے گا اخبار کا کام تو ایک فضا تیار کرنا ہوتا ہے لیکن اس فضا سے فائدہ اٹھانا ان دوستوں اور بزرگوں کا فرض ہے جن کے ہاتھ میں سلسلہ کا انتظام ہے، امید ہے جماعت کے تمام سیکرٹری اور صدر صاحبان اس کار خیر میں مرکز کے ساتھ مکمل تعاون فرمائیں گے جب تک اس پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ہماری جماعت کی انتظامی مشینری پوری قوت کیساتھ حرکت نہیں کریگی اس وقت تک خاطر خواہ نتائج نہیں پیدا ہو سکتے، امید ہے جماعت کے سب حلقے پوری توجہ اس طرف مبذول فرمائیں گے۔ آج یہ ایک مقصد اور پروگرام ہے کل کو یہی ایک کارنامہ ہوگا جسے آنیوالی نسلیں یاد کریں گی اس کارنامہ کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پنجہزاری فوج کی پوری قوت اور انہماک درکار ہے کہاں ہیں وہ احمدی جوان مجاہد جو اس کارنامہ کے لئے صرف اپنے اوقات ہی نہیں بلکہ نقد زلیست پیش کریں، ہمارے خیال میں جماعت احمدیہ کا ہر ایک فرد مجاہد ہے جو اعلائے کلمۃ الحق کے لئے ہر ایک قربانی کر سکتا ہے، دنیا اسکی نگاہوں میں ہیچ اور پوچ ہے اور دین ایک حقیقت ہے سوائے دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے بزرگوں! دوستو! بھائیو! اپنی تبلیغی قوت اور شوکت کا ثبوت دو اور جریدۂ عالم پر سنہری حروف سے اپنا نام ثبت کروا اور حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو عملی جامہ پہنانے کے لئے فوراً میدان میں نکل آؤ اور اس تبلیغی پروگرام کو پورا کرنے کے لئے ایک انتظام کے ساتھ کوشش کرو اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے فرائض کے سمجھنے اور انہیں عملی جامہ پہنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ؎

پیغامِ صلح کی اکتیسویں جلد کا آغاز!

موجودہ شیوع سے پیغام صلح کی اکتیسویں جلد کا آغاز ہو رہا ہے

آج یہ اخبار اپنی زندگی کے تیس سال پورے کر کے اس اشوع سے اکتیسویں سال میں داخل ہو رہا ہے اخبار پیغام صلح ایک ایسی جماعت کا سرکاری آرگن ہے جس کا مقصد وحید اشاعت اسلام ہے اخبار اس مقصد کو بار بار مختلف رنگوں میں جماعت کے سامنے پیش کرتا ہے اور غیر از جماعت اصحاب کو بھی اس جماعت میں شامل ہونے کی دعوت دیتا ہے اور ان روحانی اخلاقی اور اسلامی خصوصیات کو زندہ کرتا ہے جنہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس جماعت میں پیدا کیا اس کے علاوہ اخبار حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات اور مرکزی تحریکات کو جماعت تک پہنچاتا ہے اور ان اعتراضات کی مدافعت کرتا ہے جو معاندین سلسلہ کی طرف سے کئے جاتے ہیں، اخبار جماعت کے استحکام کا باعث ہے توسیع کا باعث ہے اخبار کی خدمات سے وہی لوگ انکار کر سکتے ہیں جنہیں علم نہ ہو کہ اس دور میں صحیفہ اور اخبار کتنی زبردست قوت ہے۔ لہذا ان خدمات کے پیش نظر اس گرانی کے زمانہ میں پیغام صلح کو قوم کے بزرگوں اور دوستوں کی سرپرستی اور تعاون کی سخت ضرورت ہے کاغذ اور دیگر سامان طباعت کی اور اشتہارات کی قلت نے اخبار کی مشکلات میں غیر معمولی اضافہ کر دیا ہے، ان مشکلات کا ازالہ اس صورت میں ممکن ہے کہ قوم اپنے اس آرگن کو زندہ رکھنے کیلئے غیر معمولی قدم اٹھائے اور ہر قربانی کر کے اسے زندہ رکھے اور اس کی توسیع اشاعت کی طرف بھی خاص توجہ دی جائے، امید ہے سال رواں میں بزرگان سلسلہ اخبار کی مشکلات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہر ممکن طریق پر اسے قوت پہنچانے کی کوشش فرمائیں گے ؎

علامہ مشرقی کی آمد

علامہ مشرقی قائد تحریک خاکسار ایک طویل نظربندی کے بعد ۱۳ جنوری کو لاہور واپس تشریف لائے آپکے استقبال کے لئے لوگ کثرت سے سٹیشن پر گئے لاہور سٹیشن کے باہر علامہ موصوف نے اجتماع کو خطاب کرتے ہوئے پہلے لوگوں کا شکریہ ادا کیا اور پھر خدا کے حضور دعا کی اور پھر بحیثیت ایک ریفارمر کے اپنی مماثلت حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے قائم کی اور لوگوں کو نیکی کرنے کی تلقین فرمائی وغیرہ وغیرہ

تحریک خاکسار کے بعض افادی پہلوؤں سے ہمیں اختلاف نہیں ہے یہ ایک مفید تحریک ہے اور دنیا کو نیکی کی تلقین کرنا بھی ایک بلند مقصد ہے لیکن علامہ موصوف نے اپنی مماثلت جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے قائم کی ہے اس سے صاف معلوم دیتا ہے کہ یہ دور ایسا ہی جیسے ایک عیسیٰ صفت مصلح کی ضرورت ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو مامور من اللہ تھے اور علامہ موصوف اللہ تعالیٰ کی طرف سے اصلاح خلق کے لئے مامور نہیں ہیں نیکی کے صحیح رجحانات صرف وہی برگزیدہ پیدا کر سکتا ہے جسے خدا تعالیٰ سے ایک زندہ تعلق ہو اور جس سے تعلق پیدا کر کے لوگ نیک بن جائیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جو زمانہ کی ضرورتوں سے خوب واقف ہے ایک مسیح کو دنیا کی اصلاح کیلئے بھیجا اور پہلے مسیح کی طرح لوگوں نے اسے قبول کرنے میں دیر کی لیکن وہ زمانہ دور نہیں جب اللہ تعالیٰ حضرت مسیح محمدی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی قبولیت کو عام کریگا اور مسلمان اپنے حقیقی امام کو پہچانیں گے سب سے پہلے اس دور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہی نیکی اور تقوے پر لوگوں کو جمع کرنیکی کوشش کی جیسا کہ حضور فرماتے تھے "یہ سلسلہ بیعت بمراد فراہمی طائفہ متقین یعنی تقوی شعار لوگوں کی جماعت کے جمع کرنے کے لئے ہے تاایسے متقیوں کا ایک بھاری گروہ دنیا پر اپنا نیک اثر ...

جلسہ سالانہ ۱۹۴۲ء کی مختصر روئیداد

قسط نمبر ۲

مورخہ ۲۶ر دسمبر کی کاروائی

جلسہ سالانہ کا دوسرا اجلاس دن کے ساڑھے گیارہ بجے زیر صدارت جناب الحاج شیخ میاں محمد صاحب لائلپوری منعقد ہوا۔ جناب ماسٹر فقیر اللہ صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں تلاوت قرآن مجید فرمائی نعت کے بعد جناب چوہدری سلطان علی صاحب بدوملہی نے اپنی ایک بلند پایہ نظم پڑھکر سنائی ——— سب سے پہلی تقریر جناب مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع مبلغ اسلام کی "اسلام اور آریہ سماج" کے موضوع پر ہوئی آپ نے فرمایا "آریہ سماج ہندو مذہب کی ایک شاخ ہے اس نے ہندو مذہب کی بہت خدمت کی۔ آریہ سماج کے بانی سوامی دیانند نے بت پرست پجاریوں کو توحید پرست بنا دیا آریہ سماج مسئلہ توحید میں اسلام کے نزدیک آگیا" پھر آپ نے بتایا کہ احمدیوں کی آریہ سماج سے مسئلہ تناسخ اور قدامت روح و مادہ پر بہت بحثیں ہوئیں جن میں ہم نے انہیں شکست دی اور مناظرہ کے میدان میں آریہ سماج ہمارا لتاڑا ہوا شکار ہے ——— یہ تو ہماری آریہ سماج پر فتح تھی لیکن آریہ سماج کے مقابلہ میں ہماری شکست بھی ہے۔ آریہ سماج نے ہائی سکول، کالج، یتیم خانے، ہسپتال بنائے اور قوم کی بہت خدمت کی لیکن آریہ سماج کے مقابلہ پر اتنے وسیع پیمانہ پر ہم یہ کام نہیں کرسکے اور دوسری شکست جو مجھے نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے دوارے قائم کئے جو فوجی تعلیم دے رہے ہیں لیکن میں آپ بھائیوں کی خدمت میں درخواست کرتا ہوں کہ ہمیں اپنی مساعی سے اس شکست کو فتح سے بدل دینا چاہیئے وغیرہ وغیرہ" اس کے بعد جناب مرزا صاحب نے نوجوانان لائلپور کی طرف سے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کی خدمت میں تلوار پیش کی اور حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ نے اس تحفہ کو قبول فرمایا ——— اس کے بعد ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن لائلپور کی طرف سے ایک سو روپیہ بغرض اشاعت اسلام حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں پیش کیا گیا اور حضرت ممدوح کی خدمت میں نوجوانان لائلپور کی طرف سے درخواست کی گئی کہ وہ مارچ ۱۹۴۳ء میں احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن لائلپور کے جلسہ کی صدارت فرمائیں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ نے اس صدارت کو قبول فرمایا اور لائلپور کے نہایت مخلص اور سرگرم نوجوانوں کی مساعی اور جناب مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع کے کام کی تعریف فرمائی جنہوں نے نوجوانان لائلپور کے قلوب میں اشاعت اسلام اور خدمت دین کے اعلیٰ جذبات پیدا کئے ہیں۔

حضرت مولٰنا صدرالدین صاحب کی تقریر

قرآن مجید کی تلاوت کے بعد حضرت مولانا صدرالدین صاحب نے "تعلیم اسلامی موجودہ مصائب کا کیا حل پیش کرسکتی ہے" کے عنوان پر تقریر فرمائی۔ حضرت مولانا نے فرمایا حضرت نبی کریم صلعم کہ میں پیدا ہوئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کے نتیجہ میں پیدا ہوئے عبدالمطلب نے ایک خواب دیکھا کہ میری پیٹھ سے ایک نقرئی زنجیر نکلی جو آسمان تک چلی گئی پھر وہ ایک درخت بن گیا اور اس کی شاخیں مشرق اور مغرب میں پھیل گئیں یہ خواب حضرت نبی کریمؐ کے دادا نے دیکھا اور اس کی تعبیر بعد میں اسلام کی صورت میں رونما ہوئی ——— جب اللہ تعالیٰ نے حضرت نبی کریم صلعم کو پیغمبر بنایا تو آپ کو حکم دیا گیا کہ آپ کو تمام بنی نوع انسان کے لئے رسول بنا کر بھیجا گیا تمام گوری اور کالی قوموں کے لئے رسول بنا کر بھیجا گیا یعنی نبی کریم صلعم کا دعوے بہت مشکل ہے تمام مذہبی، اقتصادی، معاشی اور سیاسی تمام امور قرآن مجید میں بیان کردی گئی ہیں۔ حضرت نبی کریمؐ نے فرمایا کہ میں اس قسم کا پیغام لایا ہوں کہ مجھ پر ہر قسم کی نبوت ختم ہوگئی اب اس کے بعد کسی پیغام کی ضرورت نہیں اسلام کے تمام اہم مسائل قرآن مجید کے اندر موجود ہیں مغرب نے آج روٹی کا مسئلہ پیدا کیا حضرت نبی کریمؐ نے اس روٹی کے مسئلہ کو خوب حل فرمایا ہے حضرت نے فرمایا کہ اسلام غریبوں سے شروع ہوا اور پھر ایک ایسا وقت آئے گا کہ اسلام غریبوں سے ہی ترقی کرے گا حضرت نبی کریم صلعم کی زندگی میں غریبوں کے ساتھ سچی ہمدردی نظر آتی ہے آپ کے قلب میں غریبوں کے لئے اس قدر جذبات رحم و کرم تھے کہ حضرت خدیجہ رضی نے آپ کی بعثت پر شہادت دی "آپ تو غریبوں، بیکسوں کے ہمدرد مصیبت میں لوگوں کے کام آنیوالے ہیں" اور ابو طالب بھی جب لوگ بار بار آکر مطالبہ کرتے تھے کہ محمد رسول اللہ کو ہمارے سپرد کرو کیونکہ یہ قوم کے معبودوں کو برا کہتا ہے ایک شعر میں آپ کے انہیں جذبات فیض و کرم کو بیان فرمایا ہے ؎

> وابیض یستقی الغمام بوجھہ
> ثمال الیتامیٰ عصمۃ للارامل

وہ پاکیزہ ہے بادل اس کے چہرہ سے پانی پیتے ہیں، وہ یتیموں کا مددگار ہے اور بیواؤں کی پشت و پناہ ہے۔ حضرت نبی کریم صلعم نے شادی کے بعد دعوت ولیمہ کو ضروری قرار دیا ہے لیکن حضور نے فرمایا ہے کہ سب سے بدتر دعوت ولیمہ وہ ہے جس میں امراء کو تو مدعو کیا جائے اور غریبوں کو ہانک دیا جائے ——— وہ سلطنت جس کی بنیاد غرباء پر ہے وہ اسلامی سلطنت ہے لیکن بیسویں صدی کے حکمرانوں کی بنیاد امراء پر ہے" حضرت مولانا نے متعدد مثالوں سے واضح فرمایا کہ حضرت نبی کریم صلعم اور خلفاء راشدین نے اپنے عمل سے روٹی کے مسئلہ کا حل کر دیا اور اس زمانہ کی معاشی مشکلات کا حل صرف اور صرف اسلام میں ہے ——— اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ حضرت نبی کریم صلعم نے مساوات کا وہ مقام پیدا کیا اور عملاً اس میں کامیاب ہوتے کہ قیامت تک کے لئے اس سے بڑھکر کوئی نمونہ قائم نہیں کیا جاسکتا وغیرہ وغیرہ" اس کے بعد آپ نے عام مسلمانوں کو امام وقت کو ماننے اور جماعت احمدیہ جو اشاعت اسلام کا شاندار کام کررہی ہے میں شامل ہونے کی دعوت دی فرمایا لوگو اس امام کو قبول کرو اور خدا کے رسول کے نام کو بلند کرکے نیکی سعادت حاصل کرو ——— حضرت مولانا صدرالدین صاحب کی تقریر کے بعد ایک نظم "خطابات امیرؐ" کے عنوان سے جناب میاں عطاء اللہ صاحب کیفرت نے پڑھی گئی اس کے بعد جناب مرزا مسعود بیگ صاحب نے انجمن کی سالانہ رپورٹ پڑھکر سنائی اس کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی تقریر "اسلام کے مستقبل کا روشن پہلو" پر شروع ہوئی حضرت ممدوح نے تلاوت قرآن مجید کے بعد فرمایا" ———

مستقبل اسلام یا آیندہ زمانہ میں اسلام اور مسلمانوں کے متعلق ہماری توقعات کیا ہیں جیسا کہ میری تقریر کا عنوان ہے "اسلام کے مستقبل کا روشن پہلو" تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مستقبل اسلام کا کوئی تاریک پہلو بھی ہے اور اگر غور کیا جائے تو تاریک پہلو فی الحقیقت اپنی پوری قوت میں رونما ہوچکا مسلمانوں کا سیاسی زوال اور ان کی حکومتوں کا یکے بعد دیگرے ہاتھ سے نکل جانا اور اس کے علاوہ ان کی اخلاقی گراوٹ ان چیزوں نے مسلمانوں کی آنکھوں سے اسلام کا روشن پہلو بالکل اوجھل کر دیا تھا اور تقریباً تمام دنیا کے مسلمان اس بات سے مایوس ہوچکے تھے اور ان کو یہ حالت نظر آتی تھی اب مسلمان دن بدن گرتے چلے جائیں گے اور ان کے برعکس دشمنان اسلام اپنے کمال کو پہنچ چکے تھے یعنی وہ اقوام جنہوں نے اسلام کو مٹانے کا تہیہ کیا ہوا تھا وہ اپنی ....ت میں ظاہر ہوئی تھیں مسلمانوں کے گرنے اور ان کے دشمنوں ....ھنے نے اسلام کے روشن پہلو کو مٹا دیا تھا۔ اور اس وجہ سے ....نوں کی ہمتیں بھی پست ہوچکی تھیں بلکہ اب تک ہیں اس تاریکی .... زمانہ میں جب چاروں طرف اسلام کے لئے کوئی روشن پہلو نظر نہ آتا تھا ایک شخص اٹھتا ہے اور اتنے بلند عزم کے ساتھ اٹھتا ہے کہ نہ تو وہ مسلمانوں کی گری ہوئی حالت کی پرواکرتا ہے اور نہ وہ ان مغربی اقوام کی ترقی اور عروج کی کوئی پرواکرتا ہے جنہوں نے اسلام کو مٹانے کا تہیہ کیا ہوا تھا یہ ایک حقیقت ہے کہ جس قدر اسلام کی مخالفت مغربی اقوام نے کی ہے اس کی اگر کوئی نظیر ملتی ہے تو ہمارے نبی کریم صلعم کے زمانہ میں اس زمانہ میں بھی اسلام کی شدید مخالفت ہوئی اور اسے مٹانے کی پوری کوشش کی گئی جس طرح کفار عرب نے اسلام کو مٹانے کی ٹھانی تھی بعینہ وہی حالت ہمیں اس زمانہ میں نظر آتی ہے وہ ابتدائی زمانہ کی مخالفت صرف عرب تک محدود تھی لیکن اس زمانہ میں وہ مخالفت تمام دنیا میں پھیل گئی اور مغربی اقوام نے پورا ارادہ کیا تھا کہ اسلام کو دنیا سے مٹایا جائے کیونکہ انہوں نے عزم کر لیا تھا کہ ان کے نزدیک اسلام ایک وحشیانہ مذہب تھا۔

میں آپ کو ایک تاریخی واقعہ بتانا چاہتا ہوں کہ اسلام کی مخالفت دو دفعہ زبردست ہوئی ایک تو حضرت نبی کریم صلعم کے زمانہ میں اور ایک زمانہ میں جبکہ مغربی عیسائی اقوام کا غلبہ ہے عیسائیوں نے اسکو بدترین دشمن سمجھا ایک عیسائی مؤرخ نے یہاں تک لکھا ہے "مخالفت اسلام کی صلیبی جنگوں میں ہوئی اس سے بہت زیادہ مخالفت بعد کے زمانہ میں ہوئی" یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلام کو مٹانے کی دونوں دفعہ بہت کوشش کی گئی پہلی مخالفت میں تو مسلمانوں نے مقابلہ کرکے اعدائے اسلام کے حوصلوں کو پست کر دیا اسلام ترقی کرکے دنیا میں پھیل گیا اور یہاں تک پھیل گیا کہ تمام دنیا اس میں آگئی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اسلام دنیا میں بڑھتا چلا جائیگا اور تمام دنیا کو جذب کرلیگا یہاں تک کہ مسلمانوں پر سیاسی زوال آیا ان کی حکومتیں رفتہ رفتہ مٹنی شروع ہوگئیں اور یورپ میں ترکی سلطنت یورپ کا مرد بیمار ہوکر رہ گیا عین اسوقت جب مسلمانوں کا زوال انتہاء کو پہنچ گیا .... ایک شخص قادیان کی بستی سے اٹھا یہ وہ زمانہ ہے جب مسلمانوں کا زوال ہی نہیں ہوا بلکہ عیسائیوں نے اسلامی ممالک پر تبلیغی یورشیں شروع کر دیں اور مسلمان اپنے اقتدار کی مرثیہ خوانی میں مصروف تھے عین ایسے وقت میں ایک شخص اٹھتا ہے ایک گاؤں کا رہنے والا وہ شخص ایسے وقت میں اٹھتا ہے کہ اسلام کی کامیابی کا زمانہ آگیا اور یہ مغربی اقوام وہ دجال اور یہ یاجوج ماجوج ہیں جن کا غالب آنا مقدر تھا اور ان کے غلبہ ہی اسلام کی کامیابی اور غلبہ کا زمانہ ہے۔ مسلمان تو اسلامیت رفتہ کی مرثیہ خوانی کر رہے تھے انہیں اسلام کے غلبہ کا خیال آسکتا تھا قرآن نے بھی عجیب الفاظ استعمال کئے ہیں حتیٰ اذا فتحت یاجوج وماجوج وھم من کل حدب ینسلون اور پھر ساتھ اقترب الوعد الحق یہ یاجوج ماجوج کے غلبہ کا وقت ہی وہ ہے جبکہ وعدہ حق قریب آگیا یعنی غلبۂ اسلام کا وقت آپہنچا مسلمانوں کا زوال انتہا کو پہنچ گیا اور اللہ تعالیٰ کی یہ فرمانا ہے کہ اس کے پورا ہونے کا وقت بھی قریب آگیا مگر یہ کس کی آنکھوں نے دیکھا اللہ تعالےٰ کا نور تھا جو ایک مرد کامل کے دل پر جلوہ گر ہوا اس شخص کا ساتھ دیتی تو ایک بات بھی تھی مگر ساری قوم اس کے خلاف ہے اس شدید مخالفت کے ہوتے ہوئے بھی وہ شخص عالم میں اشاعت اسلام کی بنیاد رکھتا ہے اللہ تعالیٰ نے

(باقی بر صفحہ ۴)

سالانہ تبلیغی پروگرام

جلسہ سالانہ کی بے نظیر کامیابی اٹھارہ ہزار روپیہ چندہ اور جماعت میں پانچ مسجدوں کا اضافہ ہوا۔

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ مورخہ یکم جنوری ۱۹۴۳ء

واذ تاذن ربکم لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید (سورۃ ابراہیم رکوع ۱)

شکر نعمت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تمہنے عام اعلان کر دیا ہے کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں زیادہ دوں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو میرا عذاب بھی سخت ہے۔ کفر کا لفظ بالمقابل پر بھی استعمال ہوا ہے اور ایمان کے مقابل پر بھی استعمال ہوا۔ حقیقت شکر کے معنی ہیں قدر کرنا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر کیا ہے؟ اس کی نعمتوں کی قدر کرنا۔ اور ان نعمتوں کی ناقدری یہ کفر یا کفران ہے۔ تعالیٰ کی طرف سے ایک انسان ظاہر ہوتا ہے جو بندوں کو نیکی کا راستہ بتاتا ہے تو اس انسان کی بعثت خدا تعالیٰ کی نعمت ہے تو اس نعمت کو رد کر دینا نعمت کی ناقدری ہی ہے اور کفر بھی۔ راستباز بندے بڑے شکر گذار ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام کے متعلق فرماتا ہے انہ کان عبداً شکورا شکر گذار بندہ تھا اور خدا خود بھی شاکر ہے یعنی اپنے بندوں کی قدر کرتا ہے ان اللہ شاکر علیم تو اللہ تعالیٰ نے یہ ایک عام قانون بیان فرمایا ہے لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید اگر نعمت کی اور زیادہ ملیگی اور اگر ناشکری کرو گے تو اس کا نتیجہ دکھ۔ گویا اپنی ترقی کا زیادہ حاصل کرنے کا رستہ بتایا ہے نعمیں کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے انسان کو قوتیں دئیے ہیں جب ان سے کام لیتا ہوا اسکے قانون کے مطابق عمل کرتا ہے تو بہت برکت ڈالتا ہے اور اسے بہت بڑھاتا ہے ایک طالب علم کا اس کے علم کو بڑھاتا ہے ایک کسان ہل چلاتا ہے اور خدا تعالیٰ اس کی محنت میں برکت ڈالتا ہے اور ایک ایک بیج سو دانے پیدا کرتا ہے۔ یہ لوگ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے بھی ایک نعمت ہے اس نعمت کی شکر گذاری کیا ہے؟ تعلیم پر چلنا اس نعمت کی شکر گذاری ہے یہاں زبان کی نہیں۔ منہ شکر گذاری کافی نہیں فی الحقیقت جب انسان اداد سے کام لیکر اسکو عمل میں لاتا ہے تو وہ شکر گذاری

جلسہ سالانہ کی عظیم الشان کامیابی جلسہ سالانہ جو ہم نے پانچ چھ دن ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھی آپ کی جماعت کو توجہ دلانا چاہتا ہوں جلسہ کی کامیابی کا انہیں ہو [illegible] کیا جائے کہ تقریروں کے لحاظ سے جلسہ عمدہ تھا شبہ نہیں اللہ تعالیٰ نے ہمارے احباب کو توفیق دی موثر اور بلند پایہ مضامین بیان کئے اگر کامیابی اس جماعت کی قوت کے رنگ میں ظاہر ہوتا ہے تو یہ بڑی

جماعت میں پانچ مسجدوں کا اضافہ ایک جلسہ میں بغیر کسی بڑی تحریک کے (کوئی تحریک نہیں کی گئی) جماعت میں پانچ مسجد بڑی بھاری کامیابی ہے چند سو کی تعداد اور اس جماعت کو اللہ تعالیٰ توفیق دیتا ہے کہ پانچ مقامات پر اسکے ذریعہ سے مسجدوں کے بنانے کا انتظام ہو جاتا ہے بلکہ میں تو سمجھتا ہوں کہ دنیا میں شاید ہی اتنی چھوٹی جماعت ہو جو اتنا بڑا کام کر رہی ہو۔ ویسے مسجد کا بن جانا محض ایک بنیاد ہے اصل ضرورت تو سجدہ کرنیوالوں کی ہے بہت سی مسجدیں اس وقت دنیا میں بنی پڑی ہیں جو سجدہ کرنیوالوں سے خالی ہیں یا وہاں سجدہ ہوتا ہے تو سجدہ کی غرض حاصل نہیں ہوتی تو جب میں خدا تعالیٰ کی اس نعمت کا ذکر کرتا ہوں کہ اس نے اس چھوٹی سی جماعت کو پانچ مسجدوں کے بنانے کی توفیق عطا فرمائی تو اسکے ساتھ ہی میں اپنے دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ ان کے اوپر نماز کی پابندی عائد ہوتی ہے۔ نماز کی پابندی کیسی ہے؟ مسجدیں آکر نماز کا باجماعت ادا کرنا یہ ذمہ داری ان پر اب پہلے سے بھی بڑھکر عائد ہوتی ہے مسجد بنے اور اسمیں سجدہ کرنے والے نہ ہوں! افسوسناک امر ہے وہ لوگ جو اسکے آس پاس رہتے ہیں ان کی ذمہ داری بڑھ جاتی ہے نماز کی پابندی کی عادت ڈالنا بڑی چیز ہے ——

سالانہ جلسہ پر اٹھارہ ہزار روپیہ چندہ ہوا ایک تیسرا پہلو جماعت کی مالی قوت کا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہی حاصل ہوتا ہے، آپ جانتے ہیں کہ ہمارے ہاں چندہ ماہوار کا باقاعدہ انتظام ہے اگر سالانہ جلسہ پر چندہ کا کوئی انتظام نہ ہو تو شکایت کی بات نہیں لیکن مالی قوت کے لحاظ سے بھی ۱۸۰۰۰ ہزار روپیہ سے کچھ اوپر اس سالانہ جلسہ پر جمع ہو گیا ہے یہ خدا تعالیٰ کا بڑا ہی فضل و احسان ہے۔ اتنی چھوٹی جماعت کے ذریعہ جو چندوں سے دبی ہوئی ہے پانچ مسجدوں کی تعمیر اور ۱۸۰۰۰ ہزار روپیہ کا اضافہ بڑی بات ہے ——

سچ بات پوچھیے ایک سال کے اندر اس جماعت کی حالت میں ایک معجزنما تغیر نظر آتا ہے ابھی ایک سال پہلے ہم محسوس کرتے تھے کہ جماعت قرضوں کے نیچے دب گئی لیکن آج اس کے بالمقابل نہ صرف وہ قرضے اتر گئے بلکہ اب اس کے پاس اتنا روپیہ ہے کہ جس سے نئے کام وہ آسانی سے شروع کر سکتی ہے، یہ نہ تو میری کوشش کا نتیجہ ہے اور نہ کسی اور شخص کی کوشش کا نتیجہ ہے بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ درد دل کی دعائیں اٹھی ہیں اور وہ قبول ہوئی ہیں اور ان کی قبولیت نے غیب سے یہ سامان پیدا کر دئیے۔

بیعت کرنے والے بیعت کرنے والوں کے لحاظ سے بھی حسب معمول کچھ لوگ شامل ہوئے اور خدا کے فضل سے تین چار نہایت قابل آدمیوں کا جماعت میں اضافہ ہوا ہے یہ بھی کامیابی کی علامت ہے۔

امام وقت ایک نعمت ہے اسکی قدر کرو ان نعمتوں کی قدر کے لئے میں آپکے سامنے ایک دو باتیں رکھنا چاہتا ہوں ایک بات یہ ہے کہ ہم کو سمجھ لینا چاہیئے کہ ہم اگر خدا تعالیٰ ہم کو اس نام کا مستحق ٹھہرائے مجاہدین کی ایک جماعت ہیں اسلئے ہم سب کو چھوٹے سے لیکر بڑے تک خدا تعالیٰ کے راستہ میں جدوجہد کرنا چاہیئے اور سب سے ضروری امر اس جدوجہد میں جس کی طرف میں اب توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ اس نعمت کی قدر دانی ہے جو اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے امام وقت کے رنگ میں نازل فرمائی جس کا ہم جتنا بھی شکر کریں کم ہے یہ نعمت کوئی شخص اپنی عقل سے نہیں پا سکتا یہ محض خدا کا فضل ہوتا ہے ہماری آنکھوں کے سامنے مسلمان کس طرح پر اس نعمت سے محروم ہیں اپنے آپ کو نقصان پہنچا رہے ہیں توفیق نہیں ملتی اس نعمت کو قبول کریں اور اسکی قدر کریں۔ سمجھ نہیں آتا کہ کونسی چیز حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قبولیت میں روک ہے اتنے صاف اور واضح عقائد کہ کوئی شخص ان کی مخالفت کی جرأت نہیں کر سکتا جس طرح اسلام ایک نہایت سادہ مذہب تھا یعنی خدا ایک ہے اور حضرت محمد صلعم اس کے رسول ہیں اور عمل کیلئے قرآن اور حدیث جس قدر انسان کو توفیق ملے عمل کرتا چلا جائے بڑی موٹی بات ہے کوئی پیچیدہ بات نہیں اچھا عمل ہے جزا ملیگی برا عمل کیا جائے گا سزا ملے گی کتنا صاف اور واضح اصول ہے جیسا عمل کرو گے ویسا نتیجہ ملیگا اس سادہ تعلیم کی وجہ سے اسلام دنیا میں پھیلتا چلا گیا حضرت مسیح موعود نے جو کچھ بتایا وہ بھی اسی طرح پر سادہ اور دل کو لگنے والا ہے کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو پیش کیا اور محمد رسول اللہ کو صحیح معنے میں خاتم النبیین مانا وہ جو خیال تھا کہ محمد رسول اللہ صلعم کے بعد بھی ایک نبی آئے گا تو ختم نبوت تو نہ رہی ایک طرف تو مسلمانوں کا ختم نبوت پر اتنا اصرار ہے کہ بعض دفعہ جب حضرت صاحب نے مجاز کے طور پر نبی کا لفظ استعمال کیا وہ بھی ناگوار ہے اور دوسری طرف ختم نبوت سے اتنا انکار کہ حضرت نبی کریم کے بعد ایک نبی کو لاتے ہیں حضرت نبی کریم کے بعد نبی نہیں خواہ نیا ہو یا پرانا کس قدر صاف اور واضح تعلیم ہے مسیح کی آمد کی پیشگوئی صحیح مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام بجسد عنصری دوبارہ تشریف نہیں لائیں گے ان پیشگوئیوں سے مراد ان کے رنگ میں آنیوالا اس امت کا کوئی مجدد ہے اس سے کوئی نکل کر دکھائے وہ حدیث کا ہی نہیں بلکہ قرآن مجید کا بھی انکار کرے گا اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں کہ مسیح موعود اس امت کا کوئی مجدد ہے لوکون ان پیشگوئیوں کا مصداق ہو سکتا ہے وہی شخص جس نے ان پیشگوئیوں پر سے پردہ اٹھا کر ہمارے سامنے رکھ دیا جو چیزیں دوسروں کے سامنے قصے و کہانیاں ہیں وہ جماعت احمدیہ کے سامنے ایک کھلا واقعہ ہے۔

نعمت کی قدردانی اس نعمت کی قدردانی کیا ہے؟ اول خود اس پر مضبوطی سے عامل ہوں اور اس کی غرض جماعت کو کمال تک پہنچائیں وہ غرض و غایت کیا ہے؟ خدا اور اس کے رسول کے نام کو دنیا کے کناروں تک پہنچانا —— دوسری قدردانی یہ ہے کہ جس نعمت کو ہم نے حاصل کیا ہے اسے دوسرے لوگوں تک آگے پہنچانا اس وقت تو ہمارے سامنے بڑی رکاوٹیں پیدا ہو گئی ہیں کاغذ نایاب ہو گیا بظاہر معلوم دیتا ہے کہ اشاعت تبلیغ کا کام بند ہو گیا لیکن فی الحقیقت اس نے ہمارے لئے ایک اور رستہ کھولا کہ ہم خود دوسروں کی طرف بڑھیں اور ان کی خدمت میں اپیل کریں کاغذ کی اپیل اور خود جا کر اپیل کرنا اسمیں بہت بڑا فرق ہے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ اس پہلو میں ہماری جماعت کچھ کمزور ہے۔ دوسروں کے پاس جانا اور ان تک یہ نعمت پہنچانا بہت بڑی خدمت ہے ہم نے کوئی جرم تو نہیں کیا کہ اس بات سے گھبرائیں ہمارے ہاتھ میں خدا کے رسول کی سنت ہے کہ تمہارے ہاں حدیث مجدد ہے کہاں ہے اس صدی کا مجدد؟ اگر اس صدی کے مجدد کو نہیں مانتے تو پہلے تیرہ صدیوں کے مجددین کو بھی چھوڑ دو ایک شخص تمہارے سامنے کھڑا ہو کر اعلان کرتا ہے کہ خدا مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے اور میں اس صدی کا مجدد اور مسیح موعود ہوں اس پر غور نہیں کرتے اگر اس کا دعوےٰ قرآن و حدیث کے مطابق ہے تو اس کے ساتھ ہو جاؤ۔ اگر قرآن و حدیث کے خلاف ہے تو بیشک اسے رد کر دو۔ یہ اس نعمت کی قدردانی ہو گی جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں دی ہے ہمیں چاہیئے کہ ہم خود جا کر لوگوں کو سمجھائیں تم لوگ جنہوں نے اس نعمت کو پہچانا ہے اب یہ تمہارے ذمہ ہے کہ اس نعمت کو لوگوں تک پہنچاؤ تمکو نہیں ہمت نہ ہارو۔ اگر تمہیں رد کیا جائے [illegible]

نہ کھلے تو یہ گھبرانے کی بات نہیں دوسرے دروازے پر جاؤ وہ بھی نہ کھلے تو تیسرے پر جاؤ چوتھے پر جاؤ اور چلتے جاؤ یقیناً کوئی دروازہ کھلے گا اگر تمہارے ذریعہ ایک شخص ہدایت پا جائے تو وہ دنیا کی سب دولتوں سے بہتر ہے معلوم نہیں ہو سکتا کہ کون شخص ہدایت پا جائے اس نعمت کے پہنچانے میں پہلا کام یہ کرو کہ تھکو نہیں اور ایک جگہ سے جواب پاکر دوسری جگہ اور دوسری سے جواب پاکر تیسری جگہ چلتے جاؤ یقیناً لوگ اسے قبول کریں گے۔

لوگوں کو جماعت میں شامل کرو

اور دوسری بات جو میں آپ کو کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ تھوڑی سی کوشش کر کے گھبرا نہ جاؤ اور تھوڑی سی محنت کر کے چھوڑ نہ دو واعطی قلیلا واکدی کا مصداق اپنے آپ کو نہ بناؤ مشکلات کی پرواہ مت کرو ایک شخص کے پاس بار بار پہنچو چھوڑ نہ دو اگر اس کے دل میں سلسلہ کے متعلق بغض تھا اور تمہاری کوشش سے وہ نکل گیا تو اتنی بات پر راضی نہ ہو جاؤ قدم آگے بڑھاؤ اور اس کو اپنا ہمدرد اور ہم خیال بناؤ پھر ہمدرد بنانے کو بھی کافی نہ سمجھو اسے اپنے اندر لانے کے لئے پوری قوت خرچ کرو صرف لوگوں کی قدردانی پر اکتفا نہ کرو ایک قدم اور اٹھاؤ اور انہیں قریب لاؤ یہاں تک کہ وہ تمہارے اندر آجائیں تو ان دو باتوں کی سخت ضرورت ہے لوگوں تک پہنچو اور پہنچنے کے بعد اپنی پوری قوت صرف کرو کہ وہ ہمارے اندر شامل ہو جائیں اور لوگوں کو اس حالت میں نہ چھوڑو کہ وہ معلق رہیں بلکہ انہیں اپنے اندر لاؤ [illegible] اس [illegible] اور کوشش کرتی ہوگی انہیں پورے طور پر اپنے رنگ میں رنگین کرو [illegible] دو مراحل کو مضبوطی سے پکڑو اسلام کی قوت انہیں سے اور تمہاری قوت بھی انہیں ہے اس پیغام کو اچھے رنگ میں بیان کرو اگر اس کے بعد کوئی نہ مانے تو تم بری ہو بشرطیکہ تم نے اپنی پوری قوت صرف کر دی اور اگر ادھورا کام کیا تو اس کا اجر خدا تعالےٰ کے ہاں بھی ادھورا ہی ملیگا۔ اس نئے سال سے اس کام کو شروع کرو یہ مت خیال کرو کہ یہ جماعت اس حالت پر رہے گی یہ ترقی کرے گی اگر ان دو باتوں پر عمل کیا جائے تو میں سمجھتا ہوں یہ جماعت بہت ترقی کر سکتی ہے جہاں اللہ تعالےٰ نے ہمیں کاموں کے لحاظ سے قوت پہنچائی ہے جہاں روپیہ کے ذریعہ سے مدد پہنچائی ہے اللہ تعالےٰ اس میدان میں بھی دستگیری فرمائے گا اور ہم کامیاب ہوں گے ضرورت محنت اور مستقل جدوجہد کی ہے تم بالآخر ایک بہت طاقتور جماعت بن جاؤ گے جو خدا کے دین کو دنیا میں نہایت قوت کے ساتھ پہنچا ئے گی اللہ تعالےٰ ہم سب کو اس کام کی توفیق عطا فرمائے آمین ؛

(بقیہ کاروائی جلسہ از صـ۲)

اس شخص کی دلی تڑپ کو کتنا پھل لگا کہ وہ پہلی سی اسلام کی مخالفت نہیں رہی اور وہ قومیں جو اسلام کو مٹانا چاہتی تھیں وہ آپس میں جنگ کرنا شروع کر دیتی ہیں یہ خدا کا عذاب ہے ان اقوام پر جو اسلام کی مخالفت کی وجہ سے ان پر نازل ہوا اور یہ جنگ اسوقت تک ختم نہیں ہوسکتی جب تک ان اقوام کا سر اسلام کے سامنے نہ جھکے۔

اس وقت میں صرف ایک بات آپکے سامنے رکھنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ اسلام کا روشن پہلو وہی ہے جو حضرت مرزا صاحب نے مسلمانوں کے سامنے پیش کیا اگر مسلمان اس پہلو کو اختیار کرتے تو آج شائد یہ جنگ بھی برپا نہ ہوتی یہ جماعت جو بہت قلیل ہے وہ اس پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے کام کر رہی ہے اس کا کام بظاہر معمولی ہے لیکن یہ نتیجہ خیز ثابت ہوگا اور مغربی اقوام اسلام کو قبول کریں گی گذشتہ جنگ ہوئی اور اب پھر جنگ ہو رہی ہے اور لوگوں کا خیال ہے کہ دنیا خدا اور روحانیت سے ہٹ گئی ہے اور مادہ پرستی ہی صرف مطمح نگاہ بن جائے گا لیکن یہ صرف خیال ہے خدا اپنے وعدہ کو آہستہ آہستہ پورا کرتا ہوا نظر آتا ہے اور یورپ کے اندر سے ہی ایسی آوازیں بلند ہونا شروع ہو گئیں ہیں جو اسلام کے حق میں ہیں مسا درووکنگ اور برلن کے مشنوں کے ذریعہ سے ان مغربی لوگوں میں سے بعض لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے وہ مخالفت اب کم ہوتی چلی جا رہی ہے اور وہ سارا روشن پہلو دنیا کے سامنے آرہا ہے اور ان لوگوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہو رہا ہے کہ اسلام کے بغیر دنیا کا امن ناممکن ہے یہ ایک ہوا ہے جو خدا کی طرف سے چل گئی ہے اور وہ لوگ بیدار ہو گئے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ آئندہ یورپ کا غالب مذہب اسلام ہوگا ——

یہ مغربی لوگ مذہب کی ایک تصویر کھینچتے ہیں اور وہ اسلام ہے یعنی یہ لوگ اسلام کی ضرورت محسوس کر رہے ہیں یہ وقت ہے کہ اسلام کی تعلیم کو ان تک پہنچایا جائے سو اس جنگ کے خاتمہ پر ہمیں . . . . .

. . . . . چاہیئے کہ ان اقوام تک اسلام کے پیغام کو پہنچائیں اور آپ لوگ دیکھیں گے کہ یہ لوگ گروہ در گروہ اسلام میں داخل ہونگے

کیونکہ مغربی دنیا اس طرف آ رہی ہے۔ اس مضمون کو نہایت وضاحت اور جامعیت سے بیان کرنے کے بعد حضرت ممدوح نے جماعت کو اس جنگ کے بعد تبلیغی کام کو نہایت وسیع پیمانہ پر سرانجام دینے کیلئے تحریک کی اور اسکے بعد اجلاس برخواست ہوا ؛

اخبار احمدیہ!

—— حضرت اللہ تعالےٰ کے فضل سے بخیریت ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں ہیں۔

—— مورخہ ۳ [illegible] ۱۹۴۲ء کو لاہور میں جناب ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب کی شادی ہوئی جماعت کے چند احباب بھی اس تقریب میں شریک تھے تقریب نہایت سادگی سے عمل میں آئی دعا ہے اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو جناب ڈاکٹر صاحب موصوف کے لئے بابرکت کرے آمین۔

—— جناب [illegible] صاحب نمبردار چک ۸۱ جنوبی کچھ عرصہ سے [illegible] نے انجمن کو پچاس روپے بطور صدقہ جاریہ دینے کا وعدہ کیا تھا سو [illegible] بھی تحریر فرماتے ہیں کہ احباب سلسلہ درد دل سے [illegible] کے لئے دعا فرمائیں نیز تحریر فرماتے ہیں کہ مکمل صحت یابی پر پچاس روپیہ انجمن کو مزید عطا فرمائیں گے

—— [illegible] پر چوہدری فضل الرحمٰن صاحب جاسوس خاص دربار بھی بعض اپنے احباب کے تشریف لائے

—— [illegible] کے صاحبزادہ محمد لطیف صاحب علوی بی اے عرصہ سے علیل ہے۔ بزرگان سلسلہ و احباب صحت کامل کے لئے خاص طور پر دعائیں فرمائیں۔

[illegible]ت رشتہ

[illegible] ان دوست کے لئے جو ایک پرائیویٹ فرم میں مبلغ چالیس روپے ماہوار لے رہا ہے۔ شہر میں زمین بھی رکھتا ہے رشتہ مطلوب ہے [illegible] داری سے واقف ہو۔ خط و کتابت [illegible]ئے۔

[illegible] محمد یار صاحب ایم اے۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

[illegible] ۱۲ ایکٹ امداد مقروضین [illegible] ۱۹۳۴ء

[illegible] مصالحت قرضہ پنجاب ۱۹۳۵ء

[illegible] نوٹس دیا جاتا ہے کہ [illegible] داس ولد رام کھال [illegible]پور تحصیل و ضلع گورداسپور نے زیر دفعہ [illegible] درخواست دے دی ہے اور یہ کہ بورڈ نے بمقام [illegible] کی سماعت کے لئے یوم مورخہ ۸/۲/۴۳ مقرر [illegible] و نیز پرمیشر داس کے جملہ قرضخواہ یا دیگر اشخاص متعلقہ [illegible] کے سامنے اصالتاً پیش ہوں ؛

مورخہ ۲۸/۱۱/۴۲

[illegible] بورڈ قرضہ شکر گڑھ گورداسپور ضلع گورداسپور

اخبارات کے لئے کاغذ کی بہم رسانی

میسرز جے این سنگھ اینڈ سنز کی قابل قدر خدمات

آج کل کاغذ کی قلت کی وجہ سے اخبارات کو جو دقتیں پیش آرہی ہیں ان کو ایک حد تک دور کرنے اور امریکہ سے اخباری کاغذ منگوانے کے لئے گورنمنٹ خاص انتظامات سے کام لے رہی ہے اور ہر اخبار کو حصہ رسدی کاغذ بہم پہنچانے کے لئے خاص اجازت نامے جاری کئے جا رہے ہیں۔

یہ امر موجب طمانیت ہے کہ پنجاب میں ان اجازت ناموں کے مطابق کاغذ بہم پہنچانے کی ذمہ داری لاہور کے مشہور تاجر کاغذ میسرز جے این سنگھ اینڈ سنز نے لے لی ہے۔ جن کے زیر اہتمام اخبارات کو وقت پر کاغذ مہیا کرنے میں پوری مستعدی سے کام لیا جا رہا ہے۔ پیغام صلح کا زیر نظر پرچہ میسرز جے این سنگھ اینڈ سنز ہی کے مہیا کردہ کاغذ پر طبع ہوا ہے اور ہمیں امید ہے کہ آئندہ ان کی طرف سے کاغذ کے حصول میں ہمیں کسی قسم کی دقت پیش نہیں آئے گی اور ہر اشاعت کے لئے حسب ضرورت وقت پر کاغذ مل جایا کرے گا جس کے لئے ہم ان کا دلی شکریہ ادا کرتے ہیں ؛

فہرست نومبائعین

بر موقعہ جلسہ سالانہ

(۱) فرحت بیگم صاحبہ۔ اہلیہ سراج الدین صاحب ذکی
(۲) رشیدہ بیگم صاحبہ اہلیہ شیخ عبداللہ صاحب، وزیرآباد۔
(۳) حمیدہ بیگم ہمشیرہ صاحبہ ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب
(۴) پیاری جان اہلیہ صاحبہ میر زمان صاحب مانسہرہ
(۵) سوسن جان ؍ ؍ عبدالرحمٰن ؍ ؍
(۶) صوبہ جان ؍ ؍ رحمت اللہ صاحب ؍ ؍
(۷) سکندر جان ؍ ؍ عبدالرحمٰن صاحب ؍ ؍
(۸) میر جان ؍ ؍ علی بہادر صاحب

امتی کو جو کچھ خدا کی طرف سے ملتا ہے بالواسطہ بطور استفادہ کے ملتا ہے

از قلم حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب

حضرت مسیح موعود نے بار بار اپنی تحریروں میں اصطلاح اسلام کے رو سے نبی کی تعریف کرتے ہوئے جہاں اس کے لئے شریعت یا احکام جدیدہ کا لانا ضروری قرار دیا ہے وہاں اس بات کو بھی ضروری قرار دیا ہے کہ "وہ نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے اور وہ براہ راست بغیر استفادہ کسی نبی کے خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں"، اور بتایا ہے کہ آپ خود محمد رسول اللہ صلعم کے امتی ہیں اور جو کچھ آپ کو خدا تعالیٰ سے تعلق ہے اور جو کچھ آپ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ملتا ہے وہ محمد رسول اللہ صلعم کی طفیل بالواسطہ ملتا ہے براہ راست نہیں ملتا۔

اس سے نتیجہ یہ نکلا کہ آپ کو جو مسیح موعود کے منصب پر کھڑا کیا گیا یہ امر بھی بالواسطہ ہے۔ اگر محمد رسول اللہ صلعم جامع کمالات نبوت نہ ہوتے اور آپ میں مسیحی صفات اور کمالات موجود نہ ہوتے تو ایک امتی میں صفات و کمالات مسیحی ظہور نہ پکڑ سکتے تھے۔ پس مسیح کے منصب پر جو ایک امتی کو کھڑا کیا گیا تو یہ محمد رسول اللہ صلعم سے بالواسطہ استفادہ کے رنگ میں ایسا ہوا۔ خدا نے اس امتی کو براہ راست اس منصب پر نہیں کھڑا کیا چونکہ اس نے فنافی الرسول ہو کر اپنے نبی متبوع کے کمالات سے حصہ لیا اسلئے جس امتی نے جمالی یا احمدی یا مسیحی کمالات سے حصہ لیا وہ مسیح یا بروز احمد کہلایا۔ صحابہ کرام نے چونکہ آنحضرت صلعم میں فنا ہو کر جلالی صفات و کمالات سے حصہ لیا وہ بروز محمد کہلانے کے مستحق ہیں جیسا کہ اربعین ۴ میں صفحہ ۱۳ پر حضرت مسیح موعود اپنی قلم سے تحریر فرماتے ہیں:-

"اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جلالی اور جمالی دونوں کے جامع تھے۔ مکہ کی زندگی جمالی رنگ میں تھی۔ اور مدینہ کی زندگی جلالی رنگ میں۔ اور پھر یہ دونوں صفتیں امت کیلئے اس طرح پر تقسیم کی گئیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو جلالی رنگ کی زندگی عطا ہوئی اور جمالی رنگ کی زندگی کے لئے مسیح موعود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مظہر ٹھہرایا۔ ...... ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مثیل موسیٰ بھی تھے اور مثیل عیسیٰ بھی۔ ...... ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مکی اور مدنی زندگی میں یہ دونوں نمونے جلال اور جمال کے ظاہر کر دیئے اور پھر چاہا کہ آپ کے بعد آپ کی فیض یافتہ جماعت بھی جو آپ کے روحانی وارث ہیں انہی دو نمونوں کو ظاہر کریں"

پس ایک امتی کا مسیح موعود ہونا اس وجہ سے ہے کہ وہ اپنے نبی متبوع میں فنا ہو کر جمالی یا مسیحی صفات سے حصہ لیتا ہے اگر اس کا نبی متبوع مثیل عیسیٰ نہ ہوتا تو وہ کبھی مثیل عیسیٰ یعنے مسیح موعود نہ ہو سکتا۔ پس اسے جو کچھ بھی ملا وہ بالواسطہ ملا ہے براہ راست نہیں ملا۔ حضرت عیسیٰ کو جو منصب ملا تھا وہ براہ راست خدا کی طرف سے ملا تھا۔ اس میں حضرت موسیٰ کی پیروی کو مطلق دخل نہ تھا۔ ان کی نبوت اور رسالت بلاواسطہ تھی۔ وہ اپنی ذات میں مستقل طور پر نبی تھے۔ لیکن ایک امتی میں نبوت و رسالت اس کی ذات میں مستقل نہیں ہو سکتی۔ اپنے نبی متبوع میں فنائیت کی وجہ سے جو نبوت و رسالت کی چادر اسے اُڑھائی جاتی ہے اسکے یہ معنے نہیں کہ وہ اپنی ذات میں نبی و رسول ہو جاتا ہے۔ ایسا کس طرح ہو سکتا ہے جبکہ اس نے براہ راست خدا کی طرف سے کچھ نہیں پایا۔ وہ کوئی نئی شریعت یا حکم نئی ہدایت نیا دین نہیں لایا۔ بلکہ اسی دین کو جو محمد رسول اللہ صلعم لائے تھے اور جس پر عمل کر وہ فنافی الرسول کے مقام پر پہنچا ہے دوسروں کو پہنچانے کے لئے مامور ہے پس اسکا اپنا کچھ بھی نہیں۔ جو کچھ ہے محمد رسول اللہ صلعم کا ہے۔ اس دین کو پہنچانا دراصل محمد رسول اللہ صلعم کا اپنا کام تھا۔ لیکن آپ کی وفات کے بعد آپ کا فیضان نبوت کسی امتی کے ذریعہ سے جو فنافی الرسول کے مقام تک پہنچ چکا ہو دنیا میں ظہور پکڑتا ہے۔ پس وہ امتی جو اس طرح بروزی طور پر نبی و رسول کہلاتا ہے کسی اپنی رسالت کا حامل نہیں ہوتا بلکہ محمد رسول اللہ کی ہی رسالت کی تبلیغ و دعوت کے لئے مامور ہوتا ہے اور خدا جو اس کی تائید اور نصرت کرتا ہے اور اسکے لئے غیرت دکھاتا ہے تو رسالت محمدیہ کے لئے وہ ایسا کرتا ہے نہ کہ اس شخص کی اپنی کوئی رسالت ہے جس کی تائید خدا کی طرف سے ہوتی ہے۔ پس ایسے شخص کا انکار کفر اور دائرہ اسلام سے خارج کرنے والا نہیں ہوتا کیونکہ منکر اصل یعنی رسالت محمدیہ کا منکر نہیں۔ وہ فقط اس شخص کا منکر ہے جو اس زمانہ میں رسالت محمدیہ کا حامل یعنی رسالت محمدیہ کی تبلیغ و اشاعت کے لئے مامور ہے۔ اسکا منکر قابل مواخذہ ضرور ہے لیکن کافر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ اصل کا منکر نہیں فقط ظل کا منکر ہے، ظل اپنی ذات میں نبی و رسول نہیں کہ اسکا منکر کافر ہو وہ فقط فنافی الرسول ہو کر رسالت محمدیہ کا حامل یعنے اس کی تبلیغ و اشاعت کے لئے مامور ہوتا ہے۔ وہ اگر آج بجائے رسالت محمدیہ کو منوانے کے آپ سے علیحدہ اپنی رسالت کو منوانے لگے تو رسالت تو رہی دور وہ سرے سے اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:-

"مجھے کب جائز ہے کہ میں نبوت کا دعوےٰ کر کے اسلام سے خارج ہو جاؤں اور کافروں کی جماعت سے جا ملوں" (حمامۃ البشریٰ صفحہ ۴۹)

یہ وہی براہ راست نبوت و رسالت ہے جس کا اگر ایک امتی دعوےٰ کر بیٹھے تو اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ کیا کسی شیشہ کو جو آفتاب کے عکس سے چمک رہا ہو آفتاب کے سامنے سے ہٹا دیا جائے تو وہ روشن رہ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ پس امتی کی روشنی اپنے نبی متبوع کے آفتاب کمالات سے استفادہ ہے اسکی اپنی ذات میں نبوت کی روشنی نہیں۔

الغرض اس بات کو یاد رکھنا چاہیئے کہ ایک امتی کو خواہ وہ کتنے بھی کمالات کا وارث ہو، براہ راست بغیر استفادہ اپنے نبی متبوع کے کچھ نہیں ملتا، مثلاً حضرت مسیح موعود کو جو الہامات میں احمد کے نام سے یاد کیا گیا۔ تو ظاہر ہے کہ یہ بھی بالواسطہ ہے۔ اگر آنحضرت صلعم احمد نہ ہوتے تو کبھی کوئی امتی احمد نہ کہلا سکتا۔ فنافی الرسول ہو کر آنحضرت صلعم کے احمدی کمالات سے حصہ لینے کی وجہ سے ایک امتی احمد کہلاتا ہے۔ پس قرآن کریم میں پیشگوئی مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کا مصداق حقیقی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں امتی بالواسطہ استفادہ کے رنگ میں اس نام میں شریک ہو سکتا ہے براہ راست اسکا مصداق نہیں ہو سکتا۔ ورنہ پھر وہ براہ راست رسول اور احمد ہوا اور یہ بقول حضرت مسیح موعود کفر ہے۔

اسی طرح ھوالذی ارسل رسولہٗ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہٗ علی الدین کلہٖ میں اصل رسول جس کا یہاں ذکر ہے وہ محمد رسول اللہ صلعم ہیں جیسا کہ اسکے معاً بعد ہی آیت آتی ہے محمد رسول اللہ والذین معہٗ الخ۔ محمد رسول اللہ صلعم ہی وہ رسول ہیں جو ہدایت اور دین حق لائے آپ نے ہی سب سے پہلے اس دین کو تمام دیگر ادیان پر غالب کیا۔ آپ کے بعد آپ کی اُمت میں جن لوگوں کے ہاتھ پر دیگر ادیان پر اسلام کے غلبہ کا ظہور ہو گا وہ بالواسطہ ہو گا۔ وہ محض فیضان محمدی سے استفادہ ہے۔ پس مسیح موعود کے متعلق جو کہا گیا کہ وہ لیظھرہٗ علی الدین کلہٖ کا مصداق ہو گا وہ بالواسطہ ہے۔ درحقیقت یہ فیضان رسالت محمدیہ ہے جو مسیح موعود کے ذریعہ ایک اُمتی کامل سے ظاہر ہو کر اسلام کو دیگر ادیان پر غالب کر دے گا۔ اگر فیضان محمدی نہ ہوتا تو خود امتی کچھ نہ کر سکتا۔

اسی طرح ھوالذی بعث فی الامیین رسولاً منھم .... واخرین منھم لما یلحقوا بھم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ رسول ہیں جو اوّلین و آخرین سب کے معلّم اور مزکی ہیں۔ آخرین کے لئے کوئی دوسرا نبی نہیں آ سکتا۔ اگر کوئی امتی آنحضرت صلعم سے استفادہ کر کے امت کی تعلیم و تزکیہ کرے گا تو اس کا یہ فعل بالواسطہ ہو گا وہ فیضان رسالت محمدیہ ہے جو ایک امتی کے ذریعہ کام کرتی ہے۔ پس اس امتی کا منکر کافر نہیں ہو سکتا۔ بیشک منکر تزکیہ اور تعلیم اور ان تمام ترقیات سے محروم رہ جائے گا جو بطور فیضان کے اس امتی کے ذریعہ مقدر تھا لیکن چونکہ وہ اصل رسول کا منکر نہیں اسلئے کافر و خارج از اسلام نہیں ہو سکتا۔

اسی طرح ماکنا معذبین حتی نبعث رسولاً میں بھی وہی رسول مراد ہو سکتا ہے جو کوئی شریعت لایا۔ حکم لایا۔ ہدایت لایا۔ جس کے انکار اور نافرمانی پر سزا وارد ہوا کرتی ہے جو کچھ بھی نہیں لایا اس کی کسی لائی ہوئی ہدایت کا انکار موجب سزا ٹھہر سکتا ہے۔ پس اگر ہم کسی امتی کے مامور ہونے پر اس آیت کو لگائیں گے تو بالواسطہ ہی لگا سکتے ہیں ایک امتی جو مامور ہے وہ دنیا کے سامنے فقط رسالت محمدیہ کو پیش کر کے لوگوں پر حجت تمام کرتا ہے وہ خود کوئی نئی ہدایت خدا کی طرف سے نہیں لایا جس کے انکار کی وجہ سے عذاب نازل ہو۔ پس منکر قوم پر جو یہ عذاب آئے گا وہ رسالت محمدیہ کے انکار کی وجہ سے آئے گا پیش کرنے والے مامور یا مجدد یا امام کو جو فقط امتی ہے اس آیت میں شامل کیا جائے گا تو بالواسطہ۔ بلاواسطہ ہرگز نہیں۔

الغرض جب حضرت مسیح موعود صاف لفظوں میں بار بار تحریر فرما چکے ہیں کہ آپ ایک امتی ہیں اور آپ کو جو کچھ ملا ہے وہ براہ راست نہیں بلکہ اپنے نبی متبوع حضرت محمد رسول اللہ سے بالواسطہ بطور استفادہ کے ملا ہے تو یہ ایک قاعدہ کلیہ کے طور پر یاد رکھنا چاہیئے کہ آپ کو نبوت، رسالت مسیحیت۔ مہدویت۔ احمدیت وغیرہ میں سے جو کچھ بھی ملا ہے براہ راست خدا کی طرف سے نہیں ملا کہ آپ اصطلاح اسلام میں نبی و رسول کہلائیں، یا احمد کی پیشگوئی کے حقیقی مصداق ٹھہریں آپ کو جو کچھ ملا ہے وہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم سے بالواسطہ بطور استفادہ کے ملا ہے۔ ہر ایک چیز حقیقی طور پر تو حضرت محمد رسول اللہ صلعم میں موجود ہے۔ امتی کو آپ کے فیضان سے بطور استفادہ ظل اور بروز کے رنگ میں وہ چیز مستعار ملتی ہے۔ پس جہاں کبھی امتی کو ان انعامات میں شامل کیا جائے گا جس کے مصداق حقیقی محمد رسول اللہ صلعم ہیں وہ بطور فیضان کے بالواسطہ ہو گا، بلاواسطہ ہرگز نہیں۔

میاں چنوں میں نماز عید

عید الاضحیٰ کی نماز جناب مولٰنا احمد صاحب ایم۔اے۔ نے پڑھائی۔ غیر احمدی احباب بھی کثرت سے نماز میں شامل ہوئے۔ جناب مولٰنا صاحب موصوف نے "فلسفہ قربانی" پر خطبہ دیا اور اشاعت اسلام کو مد نظر رکھتے ہوئے جماعت احمدیہ میں مسلمانوں کی شمولیت کو ضروری قرار دیا۔ عید فنڈ اور مساجد فنڈ میں قریباً پچاس روپے جمع ہوئے۔ جناب میاں شریف احمد صاحب جناب میاں الٰہ بخش صاحب نے مبلغ دس دس روپے اس فنڈ میں عنایت فرمائے۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء قریباً مبلغ پچاس روپے غیر از جماعت دوستوں نے اس فنڈ میں عنایت کئے۔ اللہ تعالیٰ ان سب دوستوں کو دین و دنیا میں سرخروئی عطا کرے۔ آمین۔

اسلام اور مسلمانوں کی فلاح و بہبودی کی دعا پر یہ مجلس ختم ہوئی۔

(نامہ نگار)

تحریکِ احمدیت اور فلسفۂ اقبال

از جناب سید اختر حسین صاحب گیلانی بی۔ اے مولوی فاضل۔

قسط نمبر ۲

مرزا محمود احمد صاحب نے دعوتِ مباہلہ کا جواب تو نہ دیا لیکن جماعت کے متعلق لوگوں کی بڑھتی ہوئی منافرت اور بے اطمینانی کے پیشِ نظر جماعت اور عامۃ المسلمین کی توجہ ان امور سے ہٹانے کے لئے ایک قابل سیاسی لیڈر کی طرح ایک جدید طریق اختیار کیا۔ گاندھی جی کے وقار کو جب کسی ایک طرف سے صدمہ پہنچے تو وہ دوبارہ اس کے حصول کے لئے کوئی نئی شاطرانہ چال پیدا کرتے ہیں اور کسی نئی تحریک کی ابتدا کیا کرتے ہیں۔ سوبھاش چندر کی صدارت کے نزاع میں ناکامی پر ریاست راجکوٹ کی سیاسیات میں الجھ پڑنا ایک ایسی چال تھی، مرزا محمود احمد صاحب نے بھی اپنے گم شدہ وقار کے حصول کے لئے ایسی ہی جدوجہد کی۔ سب سے پہلے انہوں نے سیاسیاتِ ہند میں حصہ لینا شروع کیا اور اگرچہ انہیں قرآن مجید کے تراجم کو یورپ میں پھیلانے کی توفیق نہ ملی لیکن انہوں نے "ہندوستان کے سیاسی مسئلہ کا حل" ضرور لکھا، اسے انگریزی میں ترجمہ کر کے ہوائی ڈاک کے ذریعہ انگلستان پہنچایا اور راؤنڈ ٹیبل کانفرنس کے مندوبین اور پارلیمنٹ کے ممبروں میں تقسیم کرایا۔ اس پر کوئی زیادہ دیر نہ گذری تھی کہ مرزا محمود احمد صاحب نے ریاست کشمیر کی سیاسیات میں دلچسپی لیکر اپنے آپ کو خیر خواہ مسلمین ثابت کرنے کی کوشش کی، آپ آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے صدر بن بیٹھے، اور اپنی جماعت کے ہمراہ کشمیر کی سیاسی اور مذہبی فضا میں ہلچل پیدا کرنے کی کوشش کی۔ اسی دوران میں ایک اور طبقہ جو مرزا محمود احمد صاحب ہی کی طرح اپنے گم شدہ وقار کو حاصل کرنے اور جلب منفعت کرنے کا متمنی رہتا تھا مجلس احرار کے نام سے لاہور سے اٹھا۔ اس طبقہ نے بھی شہرت و دولت کی کاشت کے لئے لالہ زارِ کشمیر کو ایک زرخیز وادی تصور کیا۔ مذہبی اختلافات کے دوش بدوش سیاسی تمناؤں اور آرزوؤں میں تصادم ہوا۔ رقابتیں اور عداوتیں بڑھتی گئیں حتیٰ کہ ۱۹۳۵ء میں احراری قادیانی نزاع کا طوفان بے تمیزی انتہائی عروج پر پہنچ گیا۔ تحریک احمدیت کے خلاف بیشمار مضامین لکھے گئے۔ بیشمار کتب و رسائل چھپے اور فروخت ہوئے احمدیوں سے کامل مقاطعہ کا اعلان ہوا۔ احمدیوں کے جنازوں کو قبرستانوں میں دفن کرنے سے روکا گیا، احمدیوں کو اسلامی انجمنوں کی رکنیت سے الگ کیا گیا، کوئی گالی تھی جو بانی تحریک احمدیت کو نہ دی گئی، کوئی طریق نہ تھا جو اس تحریک کا قلع قمع کرنے کے لئے اختیار نہ کیا گیا۔ اور وہ کچھ کیا گیا جس کا بیان حدِ امکان سے باہر ہے۔

یہ مخالفت کا طوفان عوام سے بڑھ کر بہت سے خواص کو بھی اپنی رو میں لپیٹ کر لے گیا۔ یہی وہ دور ہے جب علامہ اقبال "اسلام اور قادیان ازم" اور "اسلام اور احمد ازم" کے نام سے بیانات شائع کرتے نظر آتے ہیں اور یہی وہ زمانہ ہے جس کے بعد اقبال کے کلام میں تحریک احمدیت کے متعلق طنزیہ اشعار کا وجود نظر آتا ہے کہیں تو علامہ اقبال حضرت مجددِ عصر کو "مجوسی" کا نام دیتے ہیں کہیں "یہودی یا آریائی تصوف" کا حامل قرار دیتے ہیں کہیں "مذہبی چلتا پرزہ" نام رکھتے ہیں ـــــ اور آج اگرچہ سیاسی مصروفیتوں کے باعث براہِ راست تحریک احمدیت کے خلاف کوئی ہنگامہ نظر نہیں آتا لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں ہو سکتا کہ جمہور مسلمین کے دلوں میں ابھی تک اس عالمگیر طوفانِ مخالفت کے اثرات باقی ہیں اور تنافر و تباغض کے جذبات تا حال قلوب سے دور نہیں ہوئے۔ یہ سلسلہ وار تاریخی حقائق واضح کر دیتے ہیں کہ اس تحریک کے عروج کے رستے میں مرزا محمود احمد صاحب کی شخصیت کتنی زبردست روک ثابت ہوئی ہے۔ اگر وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت مولانا نورالدین صاحب کے مسلک پر قائم رہتے تو کیسے ممکن تھا کہ تحریک احمدیت عزت و عظمت کے اس مقام سے گرتی جس پر وہ مرزا محمود احمد صاحب کے دورِ خلافت سے قبل پہنچ چکی تھی۔

مرزا محمود احمد صاحب نے حضرت مسیح موعود کی ایک ہی وصیت کو نہیں بدلا، ان تمام اصولوں کو بدل دیا جو درحقیقت اس تحریک کی جان تھے، اور اس کا نتیجہ جو کچھ ہوا وہ آج ہمارے سامنے ہے۔ اگر مرزا محمود احمد صاحب انقطاعِ نبوت کے اس عقیدہ پر قائم رہتے کہ امت میں نہ کوئی نیا نبی آسکتا ہے نہ پرانا، اور حضرت مسیح موعود کو زمرۂ انبیاء میں شامل کر کے تمام عالمِ اسلامی کو دائرہ ایمان و اسلام سے خارج نہ کرتے تو کیسے ممکن تھا کہ علامۂ اقبال جو ۱۹۱۱ء میں جماعت احمدیہ کو "اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ" قرار دیتے تھے، ۱۹۳۶ء میں یہ اعلان کرتے کہ قادیانی جماعت دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اگر حضرت مسیح موعود کا قائم کردہ معیارِ اخلاق قائم رہتا تو کیونکر ممکن تھا کہ تحریک مباہلہ اور اس کے عواقب ظہور پذیر ہوتے، اگر حضرت مسیح موعود کا فیصلہ کہ تحریک احمدیت ہنگامی سیاسیات سے مجتنب رہ کر مسلمانوں کی مجلسی اور دینی حالت بہتر بناتے اور اشاعت اسلام میں مصروف رہتے تو کیونکر ممکن تھا۔ احراری قادیانی نزاع اور اس کے نتائج پیدا ہوتے اگر خود مرزا محمود احمد صاحب اس فتنہ کی آگ کو اپنے ہاتھوں نہ سلگاتے تو کیسے ممکن تھا کہ تمام جماعت احمدیہ حتیٰ کہ حضرت مسیح موعود کی ذات بھی اس کی لپیٹ میں آتی اور آپ کو مجوسی اور آریائی و اسرائیلی تصوف کا حامل قرار دیا جاتا۔ افسوس، فخلف من بعدھم خلف اضاعوا الصلوٰۃ واتبعوا الشھوات فسوف یلقون غیا (مریم ع ۴)

اقبال اور تحریکِ احمدیت

علامہ سر محمد اقبال کے ہی بیان سے واضح ہو چکا ہے کہ مرزا محمود احمد صاحب کے علم تکفیر بلند کرنے سے قبل انکے خیالات تحریک احمدیت کے متعلق کتنے اچھے تھے، خود ان کے بڑے بھائی احمدی تھے، علامہ اقبال نے خود متعدد مرتبہ حضرت مسیح موعود کی زندگی میں ان سے ملاقاتیں کیں آپ کا بڑا صاحبزادہ آفتاب اقبال تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان میں تعلیم حاصل کرتا تھا، جماعت احمدیہ میں اختلاف کے بعد بھی حضرت علامہ مولینا محمد علی صاحب، خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم اور ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب وغیرہ بزرگوں سے آپ کے نہایت مخلصانہ تعلقات تھے۔ سر محمد اقبال اکثر علمی مضامین کے سلسلہ میں حضرت علامہ مولینا محمد علی صاحب سے استصواب فرمایا کرتے تھے، تحریک احمدیت کے متعلق آپ کے آخری بیانات درحقیقت کسی محققانہ کاوش کا نتیجہ نہ تھے بلکہ اس ہنگامہ سے اثر پذیری کا نتیجہ تھے جو مرزا محمود احمد کی عنایت سے احراری قادیانی نزاع کے نام سے مشہور رہا، علامہ اقبال کے ایک نیازمند، جناب سید نذیر نیازی "علامہ اقبال کی آخری علالت" پر ایک مضمون لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"قادیانی احراری نزاع" سے متاثر ہو کر حضرت علامہ جن خیالات کا اظہار وقتاً فوقتاً کر چکے تھے اب انہیں کا تقاضا تھا کہ ایک مفصل بیان اس قضیئے کے متعلق شائع کریں"

(اقبال" ـ طبع جدید اقبال نمبر رسالہ اردو بابت اکتوبر ۳۸ء، انجمن ترقی اردو حیدرآباد دکن صفحہ ۳۱۲)

مرزا محمود احمد صاحب نے تو جو کہا سو کہا، لیکن یہ سچ ہے کہ یہ امر علامہ سر محمد اقبال جیسی شخصیت کے بھی شایاں نہ تھا کہ وہ ایک ہنگامہ سے متاثر ہو کر تحریک احمدیت کے خلاف ایسے مخالفانہ بیانات شائع کریں جن میں تحریک احمدیت کو مجوسی افکار کا مرقع اور کیا کچھ قرار دینے لگ جائیں، اگر ان کے بیانات محض قادیانیت کے خلاف ہوتے اور وہ بانی تحریک احمدیت اور جماعت احمدیہ لاہور کو نشانۂ اعتراض نہ بناتے تو اور بات تھی، لیکن انہوں نے اپنے بیانات میں کوئی ایسا استثناء نہیں کیا حالانکہ سر محمد اقبال کو قطعی طور پر معلوم تھا کہ نہ تو حضرت مرزا صاحب نے دعویٰ نبوت کیا اور نہ ہی غیر از جماعت مسلمانوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا، اور یہی مسلک جماعت احمدیہ لاہور کا ہے۔

نبوت و تکفیر

اگر سر محمد اقبال کو ذرا بھی خیال ہوتا کہ بانی تحریک احمدیت نے دعوئے نبوت کیا ہے، اور مخالف مسلمانوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے تو نا ممکن تھا کہ وہ خطبہ علیگڑھ میں تحریک احمدیت کو "اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ" قرار دے کر اسکی توصیف کرتے، آپ کی یہ تقریر ظاہر کرتی ہے کہ آپ کو یقین تھا کہ حضرت مرزا صاحب نہ مدعی نبوت ہیں نہ اپنے منکر کو کافر سمجھتے ہیں اور نہ غیر اسلامی مجوسی، اسرائیلی یا آریائی تصوف کے حامل ہیں، علامۂ اقبال کا یہ یقین اس حد تک پہنچا ہوا تھا کہ جب مرزا محمود احمد صاحب نے ۱۴ء میں اپنی خلافت کے ساتھ مسیح موعود کی نبوت اور مسلمانوں کی تکفیر کا اعلان کیا تو علامہ اقبال نے بیان بھی نہایت محفوظ الفاظ میں دیا کہ

"جو شخص نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی ایسے نبی کے آنے کا قائل ہو جس کا انکار مستلزم کفر ہے وہ خارج از دائرہ اسلام ہے، اگر قادیانی جماعت کا بھی یہی عقیدہ ہے تو وہ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہے"

گویا علامۂ اقبال جانتے تھے کہ حضرت مرزا صاحب نے نبی کا لفظ اپنی تحریرات میں استعمال کیا ہے لیکن اس معنے میں نہیں کیا کہ اس نبوت پر ایمان نہ لانے والے اسلام سے خارج ہو جائیں اور علامہ کے نزدیک اگر کوئی شخص کسی ایسے نبی کی آمد کا قائل ہو جس کا انکار مستلزم کفر نہیں تو وہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا، اسلام سے صرف اس وقت خارج ہوتا ہے جب کسی ایسے نبی کے آنے کا قائل ہو جس کا انکار مستلزم کفر ہے"

اس بیان میں علامہ اقبال بانی تحریک احمدیت اور جماعت احمدیہ لاہور کو کلیتہً مستثنیٰ کر دیتے ہیں، حضرت علامہ مولینا محمد علی صاحب نے ۲۵ء میں اس ضمن میں ایک شہادت شائع فرمائی جس سے اس مسئلہ پر مزید روشنی پڑتی ہے حضرت مولانا فرماتے ہیں:۔

"میں سر محمد اقبال کو اس واقعہ کا حوالہ دوں گا جو خود انہوں نے تھوڑا عرصہ ہوا مجھ سے بیان کیا جب میں اکتوبر ۳۲ء میں ان کی عیادت کے لئے گیا آپ نے فرمایا کہ بانی تحریک احمدیت سیالکوٹ میں تھے (سر محمد اقبال کو سن یاد نہ تھا لیکن جیسا کہ یہ واقعات ظاہر کرتے ہیں یہ سنہ ۱۹۰۴ء کی بات ہے) ـــ میاں سر فضل حسین ان دنوں سیالکوٹ میں وکالت کرتے تھے، ایک دن میاں صاحب مرزا صاحب کی ملاقات کے لئے جا رہے تھے۔ جب میں نے ان سے معلوم کیا کہ وہ مرزا صاحب کی طرف جا رہے ہیں تو میں بھی ان کے ساتھ چل پڑا۔ بانی تحریک احمدیت سے گفتگو کے دوران میں میاں سر فضل حسین نے سوال کیا کہ کیا آپ ان لوگوں کو جو آپ پر ایمان نہیں لاتے کافر سمجھتے ہیں تو مرزا صاحب فی الفور بول اٹھے کہ ہرگز نہیں"

(ملاحظہ ہو سر محمد اقبال کا بیان درباره اہل قادیان از مولینا محمد علی صاحب ص ۴)

اس شہادت کے شائع ہونے کے بعد علامہ اقبال اڑھائی سال سے زیادہ زندہ رہے لیکن آپ نے اس کی تردید نہیں فرمائی

(باقی دارد)

خط و کتابت کرتے وقت نمبر کا حوالہ ضرور دیں

خاتم الانبیاء خاتم الاولیاء

ازجناب آغا میر مدثر شاہ صاحب

قسط نمبر ۲

اب معزز حاضرین جلسہ غور فرماویں کہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے تو ... یہ کہا کہ مرزا صاحب کا دعوے نبوت سے انکار کرنا سراسر جھوٹ اور کذب ہے اور یہ انکار محض تقیہ و نفاق پر مبنی ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ (دین الحق یا چہار مذہب صفحہ ۳ سن ۱۹۱۰ء)

اور میاں محمود احمد صاحب نے ۱۹۱۵ء میں یہ کہا کہ "۱۹۰۱ء سے پہلے کے وہ حوالے جن میں آپ نے نبی ہونے سے انکار کیا ہے اب منسوخ ہیں اور ان سے حجت پکڑنی غلط ہے" (حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۲۱ ۱۹۱۵ء)

غرضیکہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے حضرت مسیح موعود کی جن تحریرات کو جھوٹا قرار دیا اور میاں صاحب نے حضرت مسیح موعود کی ان تحریرات کو منسوخ اور غلط قرار دیا۔

اسی طرح مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے ۱۹۰۲ء میں کہا کہ "مرزا صاحب نے نومبر ۱۹۰۱ء میں نبوت کا دعوے کیا تھا تو میاں صاحب نے بھی ۱۹۱۵ء میں یہ لکھا کہ "اس عقیدہ کے بدلنے کا پہلا ثبوت اشتہار ایک غلطی کا ازالہ ہے" جو نومبر ۱۹۰۱ء میں شائع ہوا۔ (حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۲۱)

اسی طرح مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی نے بہت عرصہ پہلے لکھا کہ مرزا صاحب کا اپنے آپ کو ظلی طور پر نبی و رسول کہنا سراسر مکر اور فریب ہے۔ اور میاں صاحب نے ۱۹۱۴ء میں کہا کہ اللہ تعالےٰ نے صاف لفظوں میں آپ کا (یعنے حضرت مسیح موعود کا) نام نبی اور رسول رکھا اور کہیں بروزی اور ظلی نہ لکھا اسلئے ہم خدا کے حکم کو مقدم کریں گے اور جن تحریرات میں انکساری اور فروتنی کا غلبہ ہے ان کو الہامات کے ماتحت کریں گے

اسی طرح ڈاکٹر عبدالحکیم خاں نے کہا کہ مرزا صاحب پر جو شخص ایمان نہیں لاتا خواہ اس نے مرزا صاحب کا نام بھی نہ سنا ہو وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے یہی بات میاں صاحب نے لکھی ہے۔

(آئینہ صداقت صفحہ ۳۵)

اب قادیانیوں کے تو وہی عقائد ہیں جو مکفر مولویوں کے عقائد ہیں گویا یہ قادیانی متبائع ہیں اور احمدیہ جماعت لاہور جن کے عقائد مکفر مولویوں کے عقائد کے سراسر مخالف ہیں وہ غیر متبائع۔ عرفی مرحوم فرماتے ہیں

میان ما و زاہد این قدر فرق است در ظاہر
کہ من در کوچہ و بازار او در خانہ میر قصر

اب حاضرین مجلس خود اپنے دل میں فیصلہ کرلیں کہ حضرت مسیح موعود کے متبائع کون ہیں اور مکفر مولویوں کے متبائع کون ہیں۔

بہرحال خاتم الانبیاء کے الفاظ سے حضرت صاحب کا ولی ہونا ثابت ہوتا ہے، مولوی اللہ دتہ صاحب رسالہ الفرقان میں یہ لکھتے ہیں کہ کیا نبی ولی نہیں ہوتا۔ اسجگہ ایک واقعہ قابل ذکر ہے۔ جماعت کے اختلاف کے بعد قادیانی جماعت نے برلن دار الخلافہ جرمنی میں تعمیر مسجد کے لئے چندہ کی اپیل بڑے زور وشور سے شائع کی تھی چنانچہ چندہ سے زمین واسطے تعمیر مسجد کے خرید کی گئی، لیکن جب یورپ کی سیر و سیاحت کے لئے میاں محمود احمد صاحب کو جانا پڑا تو اس مسجد کی زمین کو فروخت کیا گیا اور قادیان کے اخبارات میں اس واقعہ کو یوں ظاہر کیا گیا کہ برلن میں جو زمین مکان کے لئے خرید کی گئی تھی اسکو فروخت کیا گیا ہے۔ اخبار پیغام صلح نے اسپر یہ اعتراض کیا کہ برلن میں زمین تو مسجد کے لئے خریدی گئی تھی نہ کہ مکان کے لئے تو قادیانی اخبارات نے یہ جواب دیا کہ کیا مسجد مکان نہیں ہوتا پس جب ہمارے قادیانی دوست اپنے جدید علم کلام سے ایک مسجد کو مکان اور مکان کو مسجد بنا سکتے ہیں تو ایک ولی کو نبی بنا دینا ان کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے غرضیکہ قادیانی علما اور ان کے اخبارات اس قسم کے جواب دینے کے عادی ہو چکے ہیں۔ اس طرح تو اگر کسی جگہ آدمی کا لفظ بھی لکھا ہو تو قادیان کے مولوی فاضل اس کو نبی بنا سکتے ہیں۔ اور اگر کوئی اعتراض کرے کہ یہاں تو آدمی کا لفظ ہے تو وہ یہ جواب دے سکتے ہیں، کہ کیا نبی آدمی نہیں ہوتا۔ پس اسکو کوئی عقلمند نہیں مان سکتا کہ ایک نبی اپنے آپ کو ولی ظاہر کرے، کیا کوئی ایم اے ایسا ہے کہ اگر اس سے پوچھا جائے کہ آپنے کیا امتحان پاس کیا ہے تو وہ یہ جواب دے کہ میں میٹرک ہوں۔ یا کسی میٹرک سے پوچھا جائے تو وہ کہے کہ میں پرائمری پاس ہوں ہاں قادیانی دوستوں میں کوئی ایسا ایم اے یا میٹرک ہو تو تعجب کی جگہ نہیں۔ تو پھر حضرت مسیح موعود نے کس طرح نبی ہو کر اپنے آپ کو ولی ظاہر فرمایا۔ مولوی اللہ دتہ صاحب کہتے ہیں کہ کیا نبی ولی نہیں ہوتا۔ تو میں کہتا ہوں کہ کیا ایم اے میٹرک نہیں ہوتا یا میٹرک پرائمری نہیں ہوتا۔ حضرت مسیح موعود نے بار بار اپنی کتابوں میں یہ تحریر فرمایا ہے کہ "میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا بلکہ امتی نبی اور میری نبوت آنحضرت صلعم کا ظل ہے نہ کہ اصلی نبوت" حاشیہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۰ الوصیت صفحہ ۱۱ بلکہ حضرت مسیح موعود نے تحریر فرمایا ہے کہ "آیتوا لاعیسٰی بھی صرف ایک امتی ہے نہ اور کچھ" (براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۸۱) امتی نبی کی تشریح آپ ہمیشہ یہ کرتے چلے آئے ہیں کہ اس سے مراد محدث ہے۔

ازالہ اوہام پہلا ایڈیشن صفحہ ۲۳۲ (ضمیمہ النبوۃ صفحہ ۱۹)

مگر میاں محمود احمد صاحب اور ان کے علماء کی جرأت اور جسارت کو دیکھو کہ وہ حضرت مسیح موعود کی ان تشریحات کو غلط اور منسوخ قرار دیتے ہیں (حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۲۱) وہ یہ کہتے ہیں کہ امتی نبی سے مراد یہ نہیں کہ آپ نبی نہیں بلکہ یہ مراد ہے کہ آپ پہلے امتی نبی تھے اور پھر ترقی کرتے کرتے نبی ہو گئے۔ اور آپ امتی نہ رہے۔ اور نہ آپ آنحضرت صلعم کے غلام ہیں۔

(ازہاق باطل صفحہ ۳۱ میر قاسم علی ایڈیٹر فاروق صفحہ ۳۲ صفحہ ۳۴ (عقائد محمودیہ صفحہ ۲۲، وصفحہ ۲۳)

اب حضرت مسیح موعود کو امتی کہنا اور نبی نہ کہنا کفر عظیم اور کفر بعد کفر ہے (عقائد محمودیہ صفحہ ۲۱، اخبار الفضل قادیان جلد ۳ نمبر ۳ صفحہ ۷ کالم اول ۲۹ رجون ۱۹۱۵ء، زیر عنوان احمد نبی اللہ)

بلکہ سب انبیاء سے اقرار لیا گیا تھا بمعہ آنحضرت صلعم کے کہ مسیح موعود کی نبوت پر ایمان لانا (اخبار الفضل جلد ۳ نمبر ۳۸-۳۹ صفحہ ۷ کالم نمبر ۲- ۱۹، ۲۱ رستمبر ۱۹۱۵ء (عقائد محمودیہ نمبر ۱ صفحہ ۱۷)

میں پوچھتا ہوں کہ آج بہت ایم اے ہیں۔ اور ایم اے پہلے پرائمری کا امتحان پاس کرتا ہے اور پھر ترقی کرتے کرتے ایم اے ہو جاتا ہے مگر کیا کوئی ایسا ایم اے ہے جو یہ کہتا ہو کہ میں صرف ایم اے نہیں ہوں بلکہ پرائمری ایم اے ہوں۔ کئی پٹواری ترقی کرتے کرتے افسر مال ہو گئے۔ مگر کیا کوئی ایسا افسر مال ہے جو یہ کہتا ہو کہ میں صرف افسر مال نہیں ہوں بلکہ پٹواری افسر مال ہوں پس مولوی اللہ دتہ صاحب کا یہ کہنا کہ کیا نبی ولی نہیں ہوتا سراسر مغالطہ دینا ہے۔ نبی ولی بھی ہوتا ہے مگر ولی نبی نہیں ہوتا۔ اس امر کے متعلق میں حضرت مسیح موعود کا ایک حوالہ پیش کرتا ہوں اور وہ یہ ہے:۔

" ان پر واضح رہے کہ ہم بھی نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہیں اور آنحضرت صلعم کی ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں اور وحی نبوت نہیں بلکہ وحی ولایت ہے جو زیر سایہ نبوت محمدیہ اور باتباع آنجناب صلعم اولیاء اللہ کو ملتی ہے اس کے ہم قائل ہیں اور اس سے زیادہ جو شخص ہم پر الزام لگاوے وہ تقوےٰ اور دیانت کو چھوڑتا ہے ...... غرضیکہ جیسا کہ نبوت کا دعوے اس طرف بھی نہیں صرف ولایت اور محدثیت کا دعوےٰ ہے" (مجموعہ اشتہارات حصہ سوم صفحہ ۲۲۳ اپریل ۱۸۹۷ء ضمیمہ النبوۃ صفحہ ۱۸۷)

اب اس عبارت سے ثابت ہے کہ ولی اور محدث نبی نہیں ہوتا اور اگر ولی اور محدث بھی نبی ہوتا تو پھر حضرت صاحب کی عبارت مذکورہ بالا کی تقدیر یہ ہوگی کہ "میرا نبوت کا دعوےٰ نہیں ہاں میرا نبوت اور نبوت کا دعوےٰ ہے"۔

چوہدری محمد اسمٰعیل صاحب نے نہایت معقول اور مدلل بحث کی ہے اور بڑی خوبصورتی سے مولوی اللہ دتہ صاحب کی غلط بیانیوں اور تحریفات کو ثابت کیا ہے، یہ تو ان کی تحریرات کا مرقع ہے، میں ناظرین کو مولوی صاحب کی تقریر اور بالمشافہ بحث کا ایک دلچسپ ماجرا سناتا ہوں، عرصہ کی بات ہے کہ شہر سیالکوٹ میں ان کا اور میرا مباحثہ قرار پایا پورے زور شور سے منادی کی گئی- اس دن کچہریوں میں دو بجے دن کے رخصت کی گئی اور اہلکاران اور وکلا اور دیگر عہدہ داران مقام بحث پر آگئے ہزارہا لوگوں کا مجمع تھا، اثناء بحث میں میں نے مولوی صاحب سے یہ مطالبہ کیا کہ حضرت مسیح موعود کی کتابوں میں جابجا یہ لکھا ہوا تو ملتا ہے کہ خدا تعالےٰ نے مجازی طور سے یا اعزازی طور سے میرا نام نبی رکھا ہے مگر مجھے آپ کی کسی کتاب میں اس نبوت کا دعوےٰ نہیں ملا جس کو قادیانی جماعت نے بعد از اختلاف آپ کی طرف منسوب کیا۔ بلکہ برخلاف اس کے صدہا جگہ دعوےٰ نبوت سے انکار کیا ہے اور بعد آنحضرت صلعم کے مدعی نبوت کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے بلکہ جن لوگوں نے دعوےٰ نبوت آپ کی طرف منسوب کیا تھا ان کو مفتری اور کذاب قرار دیا ہے (سراج منیر صفحہ ۲۰۲ و قلمی ٹوٹ بک صفحہ ۴۷ و صفحہ ۴۸)

تو کیا آپ حضرت صاحب کی کسی کتاب سے یہ دکھلا سکتے ہیں کہ آپنے فرمایا ہو کہ میرا نبوت کا دعوےٰ ہے مولوی صاحب نے بڑے زور شور سے فرمایا کہ ہاں میں بتلا سکتا ہوں (حاشیہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۰ ضمیمہ النبوۃ صفحہ ۱۰۱ یاد رہے کہ بہت سے لوگ میرے دعوے میں نبی کا نام سنکر دھوکا کھاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں" میں اٹھ کھڑا ہوا ایک وقت تھا کہ احمدی جماعت کی دیانت اور امانت اور راستبازی کی شہرت تھی مگر آج برملا خیانت اور تحریف ہو رہی ہے۔

اب میں حضرت صاحب کی کتابوں سے چند عبارات پیش کرتا ہوں کہ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور نے اپنے آپ کو زمرہ اولیا میں شامل کیا ہے۔ (باقی دارد)

ارشاد امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

(۱) بچوں کو سات سال کی عمر سے نماز کی عادت ڈالو

(۲) بچوں کو سات سال کی عمر سے تبلیغ اسلام کے لئے کچھ خرچ کرنے کی عادت ڈالو۔

(۳) بچوں کو سات سال کی عمر سے قرآن کریم کا ترجمہ سکھانا شروع کرو۔

مرکزی نوجوانوں کا اجلاس

ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کا سال نو کا پہلا اجلاس حسب معمول بعد از نماز مغرب ۳ر جنوری ۱۹۴۳ء کو احمدیہ مسجد میں منعقد ہوا۔ جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب نے صدارت فرمائی۔ مولوی امیر علی صاحب کی تلاوت کے بعد غلام جیلانی صاحب متعلم اسلامیہ کالج لاہور نے "احمدی نوجوانوں کے نام" اپنی ایک نظم سے سامعین کو محظوظ کیا۔ غلام ربانی صاحب سیکنڈ ایر اسلامیہ کالج لاہور نے ایک کامیاب تقریر کی جس کا موضوع تھا "سلطان محمود کے ہندوستان پر حملے"۔ مولوی محمد حسین صاحب نے "حضرت مسیح موعود اور عشق قرآن" پر تقریر فرمائی حسب دستور انہوں نے اپنے مضمون کو بہت خوبی کے ساتھ نبھایا۔ چوہدری غفور احمد صاحب اور مولوی امیر علی صاحب اس دفعہ پھر سٹیج پر آئے اور متذکرہ بالا مضمون پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے رہے۔ اس کے بعد فنانشل اور اسسٹنٹ سکرٹری کے لئے علی الترتیب چوہدری غفور احمد صاحب اور مولوی محمد حسین صاحب کو حاضرین نے باتفاق رائے منتخب کیا اور میٹنگ برخاست ہوئی۔

آئندہ پروگرام بروز جمعرات ۷ر جنوری مسلم ہائی سکول میں بوقت ۳ بجے دوپہر جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب "دنیا اور اس سے بچنے کے طریق" پر تقریر فرمائیں گے۔ خیال رہے کہ یہ تقریر سکول میں ہوگی . . . . بروز اتوار ۱۰ر جنوری احمدیہ مسجد میں بعد از نماز مغرب جناب ڈاکٹر الٰہ بخش صاحب تقریر فرمائیں گے ان کا موضوع ہے "اتحاد بین المسلمین کے متعلق حضرت مسیح موعود کا رویہ"۔ یہ دونوں تقریریں بہت اہم ہیں اسلئے تمام دوست جلسوں میں شریک ہونے کی کوشش کریں۔ صدر جناب ملک محمد یعقوب خانصاحب ہیڈماسٹر مسلم ہائی سکول لاہور۔ شیخ محمد طفیل ایم اے سکرٹری ینگمینز احمدیہ ایسوسی ایشن۔ لاہور۔

نومبایعین

اصحاب ذیل حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں شامل ہوئے۔

(۱) محمد شفیع صاحب بنوں
(۲) میاں نظام جان صاحب پشاور۔
(۳) محمد رمضان صاحب بٹ۔ بدوملہی۔
(۴) محمد اسمٰعیل صاحب سرائے نورنگ ضلع بنوں۔
(۵) محمد ظفریاب صاحب۔ گوجرہ
(۶) محمد احمد صاحب سرائے نورنگ ضلع بنوں۔
(۷) محمد حسین صاحب تلونڈی عنایت خاں ضلع سیالکوٹ۔
(۸) محمد زبیر صاحب ڈاوڑ ضلع ہزارہ
(۹) عبدالقیوم صاحب شنکیاری ضلع ہزارہ
(۱۰) عبدالرحمان صاحب مغلپورہ، لاہور۔
(۱۱) شبلی صاحب ضلع بنوں
(۱۲) رفیع اللہ صاحب گیدڑپور ضلع ہزارہ
(۱۳) احمد بخش صاحب۔ لاہور۔
(۱۴) غلام حیدر صاحب گدیاں ضلع سیالکوٹ
(۱۵) فضل رب صاحب کوٹھہ منگس ریاست جموں۔
(۱۶) میاں محمد حنیف صاحب معمار پسرور ضلع سیالکوٹ } معرفت میاں عبدالرحمن صاحب بٹ دوکاندار احمدیہ بلڈنگس لاہور)
(۱۷) میاں محمد زکریا صاحب . . . .
(۱۸) اہلیہ صاحبہ گل محمد صاحب۔ لائلپور۔
(۱۹) بشیر احمد صاحب۔ لاہور۔

سکھ مسلم اتحاد تاریخی نقطۂ خیال سے

از جناب شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر اخبار نور قادیان

گذشتہ سے پیوستہ

تاریخی نقطۂ خیال کو دیکھا جائے تو شری گورونانک صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بہترین رفقاء میں سے بھائی مردانا مسلمان تھا اور شیخ فرید اور پیر جلال الدین قریشی کے ساتھ گورو صاحب کی بڑی محبت تھی۔ اور انہوں نے باہمی رفاقت سے بڑے بڑے لمبے سفر بھی کئے۔ دیکھو جنم ساکھی صفحہ ۳۶۲ و صفحہ ۳۵۵۔ یہ صحیح ہے کہ اس وقت ہندوؤں کے بڑے بڑے پنڈت بھی موجود تھے مگر آپ یہ کہیں نہیں پائیں گے کہ گورو صاحب نے اپنی رفاقت میں کسی پنڈت وغیرہ کو لیا ہو۔ اسی سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ گورو صاحب کن سے اپنے اتحاد کو ترجیح دیتے تھے۔ پھر سمت ۱۶۳۲ بکرمی میں اکبر بادشاہ کو چوتھے گورو رامداس جی ملے تو موضع سلطان ونڈ اور تنگ وغیرہ کے گرد و نواح میں ۸ ہزار بیگھہ زمین اور معقول نقدی گورو صاحب کی نذر کی اور گورو صاحب کے مریدوں کے لئے محصول زمینداری معاف کر دیا۔ سکھوں کا موجودہ دربار صاحب اسی زمین میں ہے اور محصول زمینداری کی معافی سے سکھوں کو تقویت ہوئی اور ترقی پہنچی اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ شاہان مغلیہ کو سکھ صاحبان کی کس قدر دلجوئی منظور تھی۔ اب سکھوں کو خود غور کرنا چاہیئے کہ ان کے لئے اتحاد کن لوگوں سے زیادہ مفید ہو سکتا ہے۔ اب پانچویں گورو ارجن دیو جی کا نمونہ ملاحظہ ہو۔ اس گورو صاحب نے جب ترنتارن کا گوردوارہ بنانا چاہا۔ تو بلاس پور کے مسلمان راجپوتوں نے سکھوں کے اس مندر کے لئے زمین دی۔ اور عبدالمجید خاں حاکم فتح آباد نے سند معافی لکھ دی۔ اور گورو صاحب کے کہنے سے جہانگیر بادشاہ نے زمین کا مالیہ ایک سال کے لئے معاف کر دیا کیونکہ ان دنوں ملک میں بہت قحط تھا۔ اس مالیہ کی معافی نے سکھ جماعت کو بڑی ترقی دی۔ کیونکہ وجہ سے سب کی ہمدردی سکھ گورو کیساتھ ہو گئی۔ اس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ اتحاد کرنے میں سکھوں کو کس قدر فائدہ پہنچتا رہا۔ پھر پانچویں گورو نے جب امرتسر کے دربار صاحب کی تعمیر شروع کی تو اس مقدس معبد کا جو سکھوں کے لئے سب سے زیادہ قابل احترام ہے کا بنیادی پتھر حضرت میاں میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے رکھوایا گیا۔ حالانکہ اس وقت بڑے بڑے پنڈت رشی اور منی کہلانے والے بھی موجود تھے۔ اسی سے صاف اندازہ لگا لو کہ گورو صاحب کن سے اپنا اتحاد قائم رکھنا چاہتے تھے۔ اور یا بالفاظ دیگر گورو صاحبان نے اپنے طریق کار سے صاف الفاظ میں بتلا دیا کہ سکھوں کا فائدہ مسلمانوں سے ہی اتحاد میں ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو وہ اس مقدس معبد کا بنیادی پتھر بجائے حضرت میاں میر کے پنڈت ہردیال سے رکھواتے۔ اب چھٹے گورو شری ہرگوبند صاحب کو لیجئے۔ ان کے زیادہ تعلقات شیخ جان محمد، شیخ محمد اسمٰعیل، شیخ کرم اللہ وشاہ دولہ صاحب گجرات کے ساتھ تھے۔ حالانکہ اس وقت بڑے بڑے پنڈت اور رشی منی کہلانے والے موجود تھے مگر سکھ تاریخ اس بات کو ثابت کرنے سے عاجز ہے کہ گورو صاحب کا تعلق کسی ہندو پنڈت سے بھی رہا ہو۔ اسی سے اندازہ لگا لو کہ گورو صاحبان کا عملی نمونہ کن سے اتحاد کا حامی ہے یعنی ہندوؤں سے یا مسلمانوں سے، اس سے بھی بڑھکر ایک اور بات سنیئے کہ گورو صاحب نے اپنے گاؤں شری ہرگوبند پورہ میں مسجد بنوائی جو آج تک شری ہرگوبند پورہ ضلع گورداسپور میں موجود ہے۔ جس کا دل چاہے وہاں جا کر دیکھ لے بیشک سکھوں کی تمام کتابیں اور تاریخ ٹٹول ڈالو کہیں بھی یہ نہیں ملیگا کہ سکھوں کے کسی گورو نے ہندوؤں کے لئے بھی کوئی ٹھاکر دوارہ یا مندر بنوا کر دیا ہو۔ اور خود سکھ لٹریچر میں مسجد کی بہت تعریف کیگئی ہے

مہر مسیت صدق مصلے حق حلال قرآن

یعنی مسجد میں جانے سے دل میں ڈر اور خدا کا خوف پیدا ہوتا ہے۔ مسجد بنوانے سے صاف ظاہر ہو گیا کہ گورو صاحب نے اپنے سکھوں کے لئے کیا ہدایت چھوڑی اور ان کے لئے مسلمانوں سے اتحاد کی تلقین کی یا ہندوؤں سے جب بعض ہندوؤں نے گورو ہرگوبند پر بغاوت کا الزام لگایا تو بادشاہ نے ہندوؤں کے کہنے پر اعتبار نہیں کیا گورو صاحب سے خود ملاقات کی اور ملاقات کے وقت یہ بات بالکل غلط ثابت ہوئی اور ملاقات پر بادشاہ اس قدر خوش ہوا کہ پانصد روپیہ روزانہ گورو صاحب کے لنگر کیلئے منظور کیا۔ رخصت ہونے کے وقت بادشاہ خود گورو صاحب سے ملنے کے لئے آئے۔ پانچ گھوڑے سونے چاندی کی کاٹھیاں۔ جڑاؤ دستہ کی تلوار یا تیز ار کا خلعت۔ موتی مالا۔ جڑاؤ کنٹھا اور ایک سو ایک اکبری مہریں گورو صاحب کی نذر کیں اور ساتھیوں کو قیمتی دوشالے دیئے۔ جب آٹھویں گورو ہرکشن جی حضرت اورنگ زیب عالمگیر سے ملاقی ہوئے تو گورو صاحب کے لئے اڑھائی سو روپے روزانہ مقرر فرمایا اور جب گورو صاحب کو چیچک نکلی تو اپنا شاہی طبیب معالجہ کے لئے بھیجا اور اورنگ زیب بھی جسے سکھ اور ہندو بدنام کرتے تھکتے نہیں۔ یہ تاریخی واقعات کافی حد تک اس طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ کہ سکھوں کے لئے اتحاد کن سے مفید ہو سکتا ہے۔ اب لیجئے دسویں گورو کا معاملہ جب سات پہاڑی راجاؤں بھیم چند، کرپال چند، کیسری چند، سکھ دیو، ہری چند، پرتھی چند، فتح چند نے مشترکہ طاقت سے گورو گوبند سنگھ جی پر حملہ کیا تو اس وقت پانصد علاوہ ماندہ کھانیوالے الگ ہو گئے اور انہوں نے لکھ کر دے دیا کہ نہ آپ ہمارے گورو نہ ہم آپ کے چیلے۔ کام آیا تو کون؟ ایک مسلمان سید بدھن شاہ ساڈھوری جس نے اپنے لڑکے کی زیر کمان دو ہزار فوج گورو صاحب کی مدد کے لئے بھیجی جس کے طفیل ان سات پہاڑی راجوں کو شکست فاش ہوئی۔ گو سید بدھن شاہ کا لڑکا اس میدان میں کھیت رہا۔ اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہندوؤں نے گورو صاحب سے کیا سلوک کیا اور مسلمانوں نے کیا کیا یہ تاریخی واقعات سکھوں کی رہنمائی نہیں کرتے ؟ کہ سکھوں کے لئے کن کے ساتھ اتحاد فائدہ مند ہو سکتا ہے۔ پھر پہاڑی راجاؤں سے دوسرے معرکہ میں جو انند پور میں ۱۶۵۹ء کو ہوا۔ ان راجاؤں کے ساتھ گورو صاحب کی طرف سے لڑنے کیلئے امیر بیگ اور مامون خاں نے بہادری کے وہ جوہر دکھلائے کہ جن کا اعتراف خود سکھوں کی تاریخ کو بھی ہے اور گورو صاحب کے باڈی گارڈ مسلمان پٹھان تھے۔ اس سے اندازہ لگا لو کہ گورو صاحب قابل بھروسہ کن کو سمجھتے تھے۔ کیا یہ واضح اور بیّن باتیں اور گورو صاحب کا نمایاں نمونہ سکھوں کی اس طرف رہنمائی نہیں کرتا کہ سکھوں کے لئے اتحاد کن سے مفید ہو سکتا ہے۔ اور پھر جب گورو صاحب انند پور سے شاہی فوج کی راست سے بھاگ کر ماچھی واڑہ پہنچے تو گورو صاحب کا اپنا مرید جو نہ صرف مرید ہی تھا بلکہ گورو صاحب کا کارکن یعنی نذرانہ اور چندہ کی وصولی پر بھی مامور تھا اور معقول مشاہرہ لیتا تھا۔ جس کا نام گلابا اس تھا گورو صاحب نے ماچھی واڑہ پہنچکر اس کے ہاں پناہ لینی چاہی مگر اس نے پناہ دینے سے صاف انکار کر دیا۔ ایسے مصیبت کے وقت میں کام آئے تو غنی خاں اور نبی خاں دو مسلمان پٹھان جنھوں نے اپنی جان پر کھیل کر گورو صاحب کو پناہ دی۔ جن کا گورو صاحب سے کچھ بھی تعلق نہ تھا۔ جب شاہی جاسوس ماچھیواڑہ پہنچے اور انہوں نے غنی خاں اور نبی خاں سے دریافت کیا تو انہوں نے گورو صاحب کو بچانے کیلئے ہر حیلہ سے کام لیا اور کہا کہ یہ گورو گوبند سنگھ نہیں ہیں اور ہمارے پیر ہیں اور اوچ شریف سے تشریف لائے ہیں۔ ان میں تاریخی واقعات

(ہر جمعرات کو شائع ہوتا ہے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایاں نام ما باشد

پیغام صلح

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

ایڈیٹر ایس محمد آصف، بی۔ اے

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بر و شد اختتام
آن کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازان روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

جلد ۳۱ | لاہور یوم پنجشنبہ۔ مطبوعہ ۷ محرم الحرام سنہ ۱۳۶۱ھ۔ مطابق ۱۴ جنوری سنہ ۱۹۴۳ء | نمبر ۲

شہید کربلا اور جماعت احمدیہ

حضرت امام حسینؑ کی شہادت میں دو عظیم الشان سبق

حضرت امام حسین کی شہادت پر رنج و قلق کا ہونا تو ایک لازمی امر ہے لیکن حقیقی سبق جو اس واقعہ سے اخذ کرنے کے قابل ہے وہ اس واقعہ کی روح شہادت اور روح صداقت ہے کہ حضرت امام حسین نے انتہائی مشکلات اور مصائب میں بھی صداقت کے دامن کو ہاتھ سے نہیں چھوڑا اور جس بہادری کے ساتھ اپنی اور اپنے خاندان کی قربانی پیش کی وہ قابل تقلید ہی نہیں بلکہ وہ اہل حق کے لئے بطور معیار کے ہے کہ اعلائے کلمۃ الحق کرنیوالی جماعتوں کو قربانی اور شہادت کے اس بلند معیار پر زندہ رہنا چاہیئے حضرت امام حسین علیہ السلام نے جبر، استبداد اور طلق العنانیت کے خلاف اپنی قربانی سے کتنا زبردست جہاد کیا اور اس قربانی کو پیش کرتے وقت انہیں دنیا کی کوئی طاقت مرعوب و خائف نہ کر سکی اور نہ یزید کی عارضی جبروت اور شوکت انہیں کلمۂ صداقت کہنے سے روک سکی۔

دوسرا رفیع الشان سبق جو ہمیں اس شہادت سے ملتا ہے وہ یہ ہے کہ جسمانی مغلوبیت درحقیقت مغلوبیت نہیں اور ضروری نہیں کہ حق ہمیشہ جسمانی لحاظ سے غالب آئے اور حق کا اندازہ ظاہری شان و شوکت سے نہیں کرنا چاہیئے حق اگر جسمانی اور عسکری لحاظ سے مغلوب بھی ہو جائے تو وہ حق ہی ہے اور سطوت باطل میں خواہ ظاہری طور پر کتنی طاقت ہو وہ ہمیشہ باطل ہی رہے گی وہ جماعتیں اور افراد جو اعلائے کلمۃ الحق کرتی ہیں انہیں باطل کے کر و فر کو دیکھکر مرعوب نہیں ہونا چاہیئے بلکہ اپنے پیغام کو نہایت بہادری اور جرأت کیساتھ پیش کرنا چاہیئے خواہ اسے پیش کرنے میں انہیں کیسی ہی بڑی قربانی کرنا پڑے جسمانی اور دنیوی شوکت ایک عارضی شے ہے جو آج بھی نہیں اور کل بھی نہیں اور اصل چیز جسے بقا ہے وہ صداقت ہے دنیا میں بڑے بڑے صاحب جبروت بادشاہ پیدا ہوئے لیکن ان کی طاقت اور عظمت کیا ہوئی؟ ان کے عصائے شاہی کہاں ہیں؟ ان کی ہڈیاں تک کرم خوردہ ہو کر صفحۂ ہستی سے ناپید ہو چکیں۔ لیکن اس امام شہید کا نام رہتی دنیا تک دنیا میں قائم ہے حتیٰ کہ آج اس پر ظلم کرنیوالے کو بھی دنیا اس کے ذریعہ سے جانتی ہے امام کے گرد نورانی اور درخشاں ہالہ ہے اور اس تیرہ بخت انسان کے ماتھے پر ظلم و عدوان کا ایسا ٹیکہ ہے جسے بحر ناپیدا کنار کا پانی بھی دھو نہیں سکتا اگر یزید کو آئندہ نسلوں کی نفرین اور اللہ تعالےٰ کے اٹل قوانین کی مکافات کا علم ہوتا تو شائد اس کے تصور سے ہی اس کا دل بیٹھ کر شق ہو جاتا لیکن جب انسانی آنکھوں کے سامنے دنیوی جاہ و جلال کی دھند چھا جاتی ہے تو انجام اس کی نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے

مسلمانوں کو عموماً اور جماعت احمدیہ کو خصوصاً حضرت امام حسین کی شہادت کو اپنی مساعی میں بطور معیار کے سمجھنا چاہیئے سلسلہ عالیہ احمدیہ بھی اپنے اندر ایک مظلومیت کا رنگ اور حسینی شان رکھتا ہے اس سلسلہ کی صرف ایک غرض ہے کہ وہ مشرق و مغرب میں اعلائے کلمۃ الحق کرے اور اس راستہ میں خواہ کیسی ہی مشکلات پیش آئیں انہیں برداشت کرے کیونکہ اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہمارا اسی راہ میں مرنا ہم ایک مٹھی بھر جماعت ہیں ہمارے گرد و پیش باطل کی قہرمانی فوجیں خیمہ زن ہیں سلسلہ کے اندر بھی ایک ایسا گروہ موجود ہے جو اپنی کثرت اور ایک پیر پرستانہ استبداد سے ہمیں مرعوب کرنا چاہتا ہے لیکن ہمیں کثرت اور دنیوی شان و شوکت کو کبھی معیار صداقت نہیں سمجھنا چاہیئے کیونکہ کثرت محض ایک فریب اور فریب نگاہ ہے اور وہ چیز جو کہ ابدالآباد تک زندہ ہے وہ صرف شہادت اور روح صداقت اگر اکثریت ہی صداقت کا معیار ہے تو پھر ٹڈی دل سب سے زیادہ صادق ہے اور اگر جسمانی اور عسکری غلبہ ہی صداقت کا سنگ امتحان ہے تو پھر تاتاری یورشوں سے بڑھکر آجتک دنیا میں صداقت کا قیام نہیں ہوا صداقت کو پھیلانے کے لئے آج تیر و تفنگ کی ضرورت نہیں بلکہ اس کے لئے شوکت کردار اور روحانی قوت چاہیئے اس کیلئے ایسے کوہ وقار مجاہد چاہئیں جو کہ دنیا کی تمام مادی طاقتوں کو دعوت مقابلہ دیں سلسلہ عالیہ احمدیہ دنیا میں بنیادی انقلاب چاہتا ہے، مادیت کی جگہ روحانیت قائم کرنا چاہتا ہے اس نقطۂ انقلاب کو حاصل کرنے کے لئے زبردست قربانیوں کی ضرورت پڑے گی ہم خدا تعالےٰ کے فضل و کرم سے نہایت وثوق کے ساتھ عرض کر سکتے ہیں کہ یہ ایثار پیشہ جماعت خدا کی راہ میں ہر قربانی پیش کرے گی اور اس وقت تک پیش کرتی جائیگی یہانتک کہ خدا کی مشیت پوری ہو اور اپنی پیہم قربانیوں سے اس مشابہت کو واشگاف کر دیگی جو اسے حضرت امام حسینؑ سے ہے اے خدا تو ہمیں یہ توفیق عطا فرما کہ ہم تیرے راستہ میں ایسی ہی قربانی پیش کریں۔ آمین ؛

خانصاحب کا خطاب

یہ خبر جماعت کے سب احباب کے لئے خوشی کا باعث ہوگی کہ ہماری جماعت بمبئی کے صدر محترم جناب عبد العزیز خانصاحب ڈپٹی

سپرنٹنڈنٹ پولیس بمبئی کو سال نو کے اعزازات میں حکومت نے خانصاحب کا خطاب عطا کیا ہے اللہ تعالےٰ خاں صاحب موصوف کو یہ اعزاز مبارک کرے اور اسے ان کی آئندہ دینی و دنیوی ترقیوں کا پیش خیمہ بنائے۔ آمین ؛

احمدی نوجوان زبانیں سیکھیں

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ نے سنہ ۱۹۴۱ء میں بھی ارشاد فرمایا تھا اور اب پھر حضرت ممدوح نے ارشاد فرمایا ہے کہ احمدی نوجوان دنیا کی زبانیں سیکھیں، قرآن مجید کی خدمت کے لئے ان کو استعمال کریں اور ان کے ساتھ عربی زبان بھی سیکھیں فرصت کے اوقات میں تھوڑا تھوڑا سیکھیں رفتہ رفتہ وہ اس قابل ہو جائیں گے تو وہ اس زبان میں اسلامی لٹریچر پیدا کر سکیں یا قرآن مجید کا ترجمہ کر سکیں، اگر احمدی نوجوان اس طرف توجہ دیں تو یہ یقیناً اسلام کی زبردست خدمت ہوگی احمدی نوجوان دوستوں کو چاہیئے کہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کے ارشاد پر لبیک کہتے ہوئے اس کام کو شروع کریں اور اپنے اس نیک اقدام سے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ یا سکرٹری صاحب انجمن کو اطلاع دیں تاکہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کو معلوم ہو سکے کہ کتنے نوجوانوں نے اس کام کو شروع کیا ہے، اور اس طرح سے ایک احساس ذمہ داری بھی پیدا ہو جائے گا، امید ہے احمدی نوجوان اس طرف اپنی فوری توجہ مبذول فرمائیں گے ؛

جماعت کے بزرگ وصیت کریں

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا "وہ بزرگ جو زندگی کی بہت سی منازل طے کر چکے ہیں ان سے میں کہتا ہوں کہ انہوں نے اپنی عمریں قوم کی خدمت میں صرف کر دیں اپنے پیچھے بھی کم و بیش اس کام کو جاری رکھنے کا انتظام کر دیں اور اپنے مالوں سے کچھ وصیت کریں تاکہ ان کے پیچھے وہ صدقہ جاریہ کا کام دے، حضرت صاحب نے دسواں حصہ خدمت دین کیلئے وقف کرنے کا حکم دیا ہے ورنہ جب میں جماعت کے بزرگوں کو دیکھتا ہوں تو ایسے ایسے قومی خدمت کے نمونے نظر آتے ہیں کہ بعض لوگوں نے تہائی حصہ تک وصیت کر دی ہے صرف لوگوں کو توجہ نہیں ورنہ یہ ایک بڑی عظیم الشان بنیاد ہے خدمت دین کی جو ان کے ہاتھوں سے رکھی جا رہی ہے"

ہماری جماعت کے قابل رشک بزرگ جنہوں نے حضرت امام عصر حاضر کے ہاتھ پر دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کیا ہے وہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد وصیت کو عملی جامہ پہنائیں تو اشاعت اسلام کے لئے ایک مستقل فنڈ قائم ہو سکتا ہے بزرگان سلسلہ کی خدمت میں التماس ہے

تحریکِ احمدیت اور فلسفۂ اقبال

از جناب سید اختر حسین صاحب گیلانی بی اے مولوی فاضل

(قسط نمبر ۳)

مزید برآں یکم جنوری ۱۹۳۸ء کو جب میں ان سے ملنے گیا تو دوران گفتگو میں آپ نے فرمایا۔

"مرزا محمود احمد کی غلطی ہے کہ مرزا صاحب کو مدعی نبوت قرار دیتا ہے اگر مرزا صاحب تسلسل نبوت کے قائل ہوتے تو انہیں 'ظلی' و 'بروز' کے الفاظ ساتھ لکھنے کی ضرورت نہ تھی"۔

لیکن بیانات کے دوران میں جہاں علامۂ اقبال تحریک احمدیت کے خلاف تمام مخالفانہ مظاہروں کا باعث تسلسل نبوت اور تکفیر مسلمین کے عقائد کو قرار دیتے ہیں، جن کی ایجاد کا سہرا درحقیقت مرزا محمود احمد صاحب کے سر ہے، نہ کہ بانی تحریک احمدیت کے ـــــ علامہ نے صرف یہی نہیں کہ [illegible] کا اعلان نہیں کیا بلکہ اس سے بڑھکر یہ کہ خود حضرت مرزا صاحب [illegible] کو ناحق مورد الزام بنا دیا۔ اور اصل حقیقت کا اعلان نہ کیا "قادیانی جواری ہنگامہ" کا شاعر کی طبیعت پر اس قدر اثر ہوا کہ اس نے تحریکِ احمدیت کے خلاف عجیب و غریب فلسفیانہ دلائل دیئے لیکن افسوس کہ ہنگامہ پرور طبقہ کے رعب سے انہیں یہ جرأت نہ ہوئی کہ یہ بھی اعلان کریں کہ بانی تحریک احمدیت اور جماعت احمدیہ لاہور کا دامن عقیدۂ تسلسل نبوت اور تکفیر مسلمین سے پاک ہے حالانکہ جب مولانا ابو الکلام آزاد کو انہی ایام میں کچھ بیان دینے پر مجبور کیا تو آپ نے لکھا تھا:۔

" لاہوری گروہ کو اس غلو سے انکار ہے، وہ نہ تو مرزا صاحب کی نبوت کا اقرار کرتا ہے نہ ایمان کی شرائط میں کسی نئی شرط کا اضافہ کرتا ہے"

(خطوط مولانا ابو الکلام۔ زمیندار لاہور ۲۷ر اگست ۱۹۳۶ء صفحہ ۶)

اقبال کے بیان پر آراء و تبصرے

علامہ اقبال نے اپنے پہلے بیان اسلام اور قادیانی ازم میں حکومت برطانیہ سے اپیل کی کہ وہ جماعت احمدیہ کو مٹانے میں مدد دے اس بیان پر مختلف تبصرے ہوئے۔ ڈاکٹر صاحب کے بعض انصاف پسند احباب نے بھی اسے ناپسند کیا، حضرت علامہ مولانا محمد علی صاحب نے اس بیان پر ایک تبصرہ شائع فرمایا۔ مشہور ہندو لیڈر پنڈت جواہر لال نے بھی رسالہ ماڈرن ریویو میں چند مضامین لکھکر علامۂ اقبال کو ان کے غلط رویہ کی طرف توجہ دلائی، علامہ نے پھر ایک مختصر بیان شائع کیا جس میں کہا کہ ان کا یہ مطلب نہیں کہ حکومت برطانیہ جماعت احمدیہ کو نابود کرنے میں مدد دے، بلکہ یہ مطلب ہے کہ اسے مسلمانوں سے الگ ایک قوم قرار دے دے۔

اقبال اور اقبالیات

ان بیانات کا جائزہ لیتے ہوئے جہاں ہم نے ان حالات کو ملحوظ رکھا ہے جن کا نتیجہ ان بیانات کی صورت میں ظاہر ہوا وہاں یہ بھی از بس ضروری ہے کہ ہم اس بحث کے دوران میں خود علامۂ اقبال کی نفسیات کو بھی فراموش نہ کریں۔

شاعرانہ فطرت

علامۂ اقبال ایک عالی پایہ مفکر اور عدیم المثال شاعر تھے اور شاعرانہ فطرت کے تمام خصائص کامل ترین صورت میں ان کے اندر جلوہ گر تھے، شاعر ایک عام آدمی سے بہت زیادہ داخلی اور خارجی کیفیات سے متاثر ہوتا ہے اگر ذرا سی بات اس کی [illegible] جب ہو جائے تو وہ عین موسم بہار میں کائنات کے ایک ایک ذرہ کو افسردہ محسوس کرنے لگتا ہے اور اگر اس کی طبیعت پر کسی مسرت کا اثر ہو تو موسم خزاں اسے بہار سے زیادہ پر لطف نظر آتا ہے، وہ معمولی سی راحت پر جنت کی آسائشوں کو قربان کرنے کا اعلان کر دیتا ہے اور ذرا سی تکلیف جسے دوسرے لوگ محسوس بھی نہیں کرتے وہ اسے عذاب جہنم سے بھی بدتر معلوم ہونے لگتی ہے، وہ اپنی طبیعت کو اس قدر حساس بنا لیتا ہے کہ ممکن ہے بعض اوقات بڑی سے بڑی راحت اسے پرلے درجے کا دکھ اور کسی کی بڑی سے بڑی خوبی (بالخصوص رقیب کی) اسے دنیا جہان کی برائیوں سے زیادہ بری نظر آتی ہو۔ سب سے بہتر شعر وہ اس وقت کہتا ہے جب وہ اعلیٰ عقلی قوتوں کو جواب دے کر داخلی جذبات و کیفیات، یا خارجی مناظر اور ہنگامی محرکات کے سامنے بے حس و حرکت اثر پذیری کے لئے تیار ہو جاتا ہے بلکہ حق یہ ہے کہ شاعرانہ طبیعت ایسے مواقع پر اثر پذیری کے لئے خود بخود مجبور ہو جاتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اسکا تخیل سائنسدان اور فلسفی کے تخیل کے برعکس بجائے اشیاء کے حقائق اور ان کی غرض و غایت پر غور کرنے کے ایسا طریق اختیار کرتا ہے جس سے ہم تھوڑی دیر کے لئے لطف اندوز تو ضرور ہو سکتے ہیں مگر اس سے ہماری زندگی کے بلند مسائل حل نہیں ہو سکتے اگر شاعر کا فلسفہ ہلال نو کو "عروس شام کی بالی" قرار دے تو اس سے ہمارے اندر مسرت زا کیفیت تو ضرور پیدا ہوتی ہے مگر چاند کی حقیقت اس بیان سے نہیں بدل سکتی۔

شاعر کبھی تو ہنگامی کیفیات سے متاثر ہو کر ایک چیز کی انتہائی مذمت کر بیٹھتا ہے اور کبھی اس چیز کو سب سے زیادہ قابل توصیف سمجھنے لگتا ہے۔ ہر آن اس کے قلب و دماغ جدید اور بعض اوقات پہلے سے متضاد واردات کی آماجگاہ بنے رہتے ہیں اور وہ خود وثوق سے نہیں کہہ سکتا کہ اس کی متضاد کیفیات، واردات یا اقوال و بیانات میں کونسے صحیح ہیں اور اسی لئے اس کی عملی قوتیں بیکار ہو جاتی ہیں، ظاہر ہے کہ ان دنوں حالات، کوئی سائنسدان، فلسفی، یا ماہر عمرانیات محض اس کے بیانات پر اعتماد کر کے دنیا کی رہنمائی کے لئے اپنے نظریات کی تخلیق نہیں کر سکتا

شاعرانہ فطرت اور فلسفیانہ فطرت میں کچھ بنیادی اختلافات ہیں اور ایک شخصیت میں ان کا امتزاج شاذ و نادر ہی کبھی ہوتا ہے۔ ایک مرتبہ آئی سی ایس کے امتحان میں ایک سوال آیا کہ "ثابت کرو اقبال بحیثیت شاعر، اقبال بحیثیت فلسفی سے برسرپیکار رہتا ہے اور اس سے نجات حاصل کرنا چاہتا ہے"۔

یہ ایک حقیقت ہے، کیونکہ اگر فلسفی کی یہ خصوصیت ہے کہ ہنگامہ خیزی سے مجتنب ہو کر کسی چیز کی حقیقت، ماہیت اور علت غائیہ پر نظر رکھے تو شاعر حقیقت، و ماہیت سے اعراض کر کے ہنگامہ کی رو میں بہنا یا بہانا چاہتا ہے، ۔ قرآن مجید جو خود خالق فطرت کا کلام ہے، جسے شاعرانہ فطرت کے نشیب و فراز کا کامل علم ہے، شاعرانہ فطرت کی اس بنیادی کمزوری کو بکمال بلاغت آشکار کرتا ہے۔

والشعراء یتبعهم الغاوٗن، الم تر انهم فی کل واد یهیمون وانهم یقولون ما لا یفعلون الا الذین اٰمنو وعملوا الصالحات وذکرو الله کثیرًا وانتصروا من بعد ما ظلموا وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔ (الشعراء ع ۹)

ترجمہ۔ اور شاعر ـــــ ان کی پیروی تو گمراہ کرتے ہیں، کیا تو نہیں دیکھتا کہ وہ ہر وادی میں سرگرداں پھرتے ہیں (یعنی اچھے مضامین ہی نظم نہیں کرتے برے بھی کرتے ہیں ایک وقت ایک بات کی تعریف کرتے ہیں تو دوسرے وقت اس کی مذمت بھی کرتے ہیں نیکی کا سبق دیتے ہیں تو بدی کے تاریک پہلوؤں کی طرف بھی راہنمائی کر دیتے ہیں لہذا ان سے عمل کی توفیق چھن جاتی ہے) اور وہ کہتے ہیں جو کرتے نہیں، سوائے ان کے جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کئے اور اللہ کا بہت ذکر کیا اور اس کے بعد جو ان پر ظلم کیا گیا تھا، بدلہ چاہا ـــــ اور وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا عنقریب جان لیں گے کہ وہ کس جگہ لوٹ کر جاتے ہیں۔

قرآن مجید نے نہ صرف شاعرانہ فطرت کی نفسیات سے آگاہ کیا ہے بلکہ اسکے نقائص کا علاج بھی بتا دیا ہے کہ یہ نقائص صرف ایمان کامل عمل صالح اور کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے سے دور ہوتے ہیں ان صفات کی کمی یا ان میں سے کسی ایک صفت کی کمی شاعر کی اتباع کو موجب خسران بنا دیتی ہے۔ یہ ایمان کامل، عمل صالح اور ذکر الٰہی کی کثرت تھی جس نے مولانا جلال الدین رومی کی شاعری سے خدا رسیدہ بزرگوں کا ایک طبقہ پیدا کیا، لیکن معلوم نہیں اس کا باعث دور حاضر کی مسموم فضا ہے یا اقبال کی شاعری، کہ جو طبقہ صبح سے شام تک اقبال کے کلام پر سر دھنتا ہے، اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ انہیں غم ملت فنا کر رہا ہے اس کی عملی حالت یہ ہے کہ نہ صرف ارکان اسلام کی بجا آوری سے غافل ہے بلکہ ان لوگوں پر استہزاء کرنے کو تیار رہتا ہے جو ان کی بجا آوری میں سبقت کرتے ہیں، تعلق باللہ، سحر خیزی، سجدہ ریزی، دعا و بکاء، عفت و عصمت، اکل حلال صرف چند الفاظ کا نام رہ گیا ہے جن سے زبان ضرور لطف اندوز ہوتی ہے مگر افسوس کہ حلق سے نیچے نہیں اتر سکتے قرآن مجید نے ایک اور غلط فہمی کا بھی ازالہ فرمایا ہے، جاہلیت قدیمہ اور جاہلیت جدیدہ میں پیغمبر اور شاعر کے فرق کو کوئی نہیں جانتا، کوئی تو پیغمبر اور شاعر کو ہم معنی الفاظ قرار دیتا ہے، اور کوئی شاعری جزویست از پیغمبری کا مصرعہ سنا کر شاعری کو جزوی نبوت قرار دیتا ہے مگر قرآن مجید کا ارشاد یہ ہے کہ پیغمبر چونکہ تزکیہ قلوب اور اصلاح حیات کے لئے آتا ہے اسلئے اسکی فطرت کو شاعرانہ فطرت سے کوئی مناسبت نہیں ہوتی وما علمناه الشعر، وما ینبغی له ان هو الا ذکر و قرآن مبین (یٰس ع ۵)

علامۂ اقبال کی شاعرانہ فطرت کی رنگا رنگیوں کا بیان کرنے کیلئے چند امثلہ کا ذکر کرنا بے سود نہ ہوگا۔

خلافت

کبھی تو آپ فرماتے ہیں، کہ ؎

"تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر (بانگ درا)

یا ؎ چاک کر دی ترک ناداں نے خلافت کی قبا (" ")
سادگی مسلم کی دیکھ اوروں کی عیاری بھی دیکھ

لیکن جب پنڈت جواہر لال نہرو ترکوں کے اس فعل پر معترض ہوتے ہیں تو علامہ اپنے بیان احمد ازم میں تحریر فرماتے ہیں، کہ ترک خلافت کی قبا چاک کرنے میں حق بجانب تھے،

It is only the spirit of Islam that has worked through Ataturk.

بلکہ یہ تو اسلامی روح ہی ہے جس نے اتاترک کے ذریعہ خلافت مٹانے کا قابل توصیف کارنامہ کیا (ملاحظہ ہو اسلام اینڈ احمد ازم شائع کردہ انجمن خدام الدین لاہور مطبوعہ جنوری ۱۹۳۶ء صفحہ ۳۸) (باقی وارد)

اسلام دنیا کو تاریکی سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے

قرآن مجید کی پیشگوئیوں اور حضرت مسیح موعود کی پیشگوئیوں کو بار بار لوگوں کے سامنے پیش کرو

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ مورخہ ۸ جنوری سنہ ۱۹۴۳ء

الرٰ کتٰب انزلنٰہ الیک لتخرج الناس من الظلمٰت الی النور باذن ربھم الی صراط العزیز الحمید۔ اللہ الذی لہ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض وویل للکٰفرین من عذاب شدید

صبار شکور۔ (سورۃ ابراھیم رکوع)

قرآن مجید کے بھیجنے کی غرض اس کتاب قرآن مجید کو بھیجنے کی اللہ تعالیٰ نے یہ غرض بیان فرمائی کہ لوگوں کو تاریکی سے نکال کر روشنی میں لے جانا۔ اندھیرے اور روشنی میں نمایاں فرق ہے۔ تاریکی میں انسان کچھ دیکھ نہیں سکتا۔ کوئی ترقی نہیں کر سکتا کسی چیز کے نفع اور نقصان کو معلوم نہیں کر سکتا روشنی میں آتا ہے وہ دیکھ لیتا ہے کہ کونسی چیز مجھے نقصان پہنچانیوالی ہے اس سے بچتا ہے اور کونسی فائدہ پہنچانیوالی ہے اس سے فائدہ اٹھاتا ہے اور قدم آگے بڑھاتا ہے اور ترقی کرتا ہے تو معلوم ہوا قرآن مجید کو دنیا میں بھیجنے کی غرض یہ ہے کہ انسان کو روشنی میں لا کر اسکو ترقی کی راہیں دکھائی جائیں۔

مادیت پرستوں کی زبردست دلیل جو لوگ آج لامذہبیت کا شکار ہو رہے ہیں انکی بڑی بھاری دلیل یہ ہے کہ مذہب درحقیقت انسان کو تاریکی میں رکھتا ہے اور جب انسان مذہب سے آزاد ہو جاتا ہے وہ روشنی میں آجاتا ہے اور اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کر کے قدم آگے بڑھاتا ہے واقعی یہ بات قابل غور ہے کہ آیا مذہب انسان کو تاریکی میں رکھتا ہے یا لامذہبیت انسان کو تاریکی میں رکھتی ہے۔

ارشاد الٰہی اللہ تعالیٰ ان آیات میں فرماتا ہے۔ کتٰب انزلنٰہ الیک لتخرج الناس من الظلمٰت الی النور باذن ربھم الی صراط العزیز الحمید۔ یہ کتاب جو ہم نے تیری طرف اتاری ہے تاکہ تو لوگوں کو انکے رب کے حکم سے اندھیرے سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائے اسکے رستہ کی طرف جو غالب تعریف کیا گیا ہے یعنی قرآن مجید کے نزول کی یہ غرض بیان فرمائی کہ انسان تاریکی سے نکل کر روشنی میں آجائے اور ترقی کے اس رستہ پر چلے جس کا نتیجہ (عزیز۔ حمید کی صفات) غلبہ اور تعریف ہیں اور اسکے بعد فرمایا وویل للکٰفرین من عذاب شدید ہم نے ہدایت کو کھول کر بیان کر دیا جو اسکو مان کر ان راہوں پر چلتے ہیں وہ غلبہ اور تعریف کے رستوں پر چلنے والے ہیں اور جو لوگ اسکا انکار کرتے ہیں وہ سخت دکھ اور تکلیف میں مبتلا ہو جاتے ہیں یہ کون لوگ ہیں الذین یستحبون الحیٰوۃ الدنیا علی الاٰخرۃ جو لوگ آخرت کی زندگی پر اس دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہیں اور صرف یہ ہی نہیں کہ وہ خود آخرت، روحانیت اور خدا تعالیٰ سے تعلق سے محروم رہتے ہیں بلکہ اس کیساتھ وہ کچھ اور کام بھی کرتے ہیں ویصدون عن سبیل اللہ ویبغونھا عوجا۔ اللہ کے بتائے ہوئے راستے سے لوگوں کو روکتے ہیں اور اس میں ٹیڑھاپن چاہتے ہیں۔ اولٰئک فی ضلٰل بعید۔ بڑی دور کی گمراہی میں یہ لوگ نکل جاتے ہیں۔

امر واقعہ یہ امر واقعہ ہے اور بہت کم لوگ اس سے انکار کرتے ہیں مادہ پرست بھی اسکا انکار نہیں کر سکتے کہ مادی فوائد کے حصول سے بالاتر بھی انسان کی کوئی زندگی ہے، اور وہ اسکی روحانی زندگی ہے یا اسے اخلاقی زندگی کہہ لو لامذہبیت کو اگر کوئی روشنی دینے کا دعوےٰ ہے تو وہ صرف جسمانی نفع نقصان کے لحاظ سے ہوتا ہے مگر روحانیت یا اخلاقی زندگی کے لحاظ سے وہ اسے کامل تاریکی میں رکھتی ہے پھر وہ خود بھی اس روحانی زندگی کی طرف توجہ کرنے سے محروم نہیں رہتے بلکہ دوسروں کو بھی اس رستے سے روکتے ہیں۔ جب یہ حالت پیدا ہو جائے تو اسکا لازمی نتیجہ عذاب ہوتا ہے جیسا کہ آجکل بھی اسی وجہ سے مادہ پرست دنیا پر خدا تعالیٰ کا عذاب مسلط ہے، وہ نہ خود روحانیت سے محروم ہوئے بلکہ اس مذہب کو بھی جو روحانیت کی طرف لانا چاہتا تھا مٹانے کے لئے پورا پورا زور لگایا آج اسی کی سزا بھگت رہے ہیں۔ آنحضرت صلعم نے ایک جہالت میں پڑی ہوئی قوم کو مخاطب کیا تمام ملک عرب ایک تاریکی کے اندر پڑا ہوا تھا فرمایا لتخرج الناس من الظلمٰت الی النور تمام لوگوں کو یعنی ساری دنیا کے لوگوں کو تاریکی سے نکال کر روشنی میں لے جاؤ اس میں مکانی وسعت بھی ہے اور زمانی وسعت بھی یعنی جو لوگ آئندہ پیدا ہونگے وہ بھی اس نور سے فائدہ اٹھائیں گے۔ ان آیات میں سے آخری آیت میں حضرت موسیٰ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے ولقد ارسلنا موسٰی باٰیٰتنا ان اخرج قومک من الظلمٰت الی النور اور ہم نے موسیٰ کو اپنی آیتوں کیسا تھ بھیجا کہ اپنی قوم کو اندھیرے سے روشنی کی طرف نکال لا۔ ایک کو حکم ہوتا ہے کہ صرف اپنی قوم کو تاریکی سے نکالو اور دوسرے کو حکم ہوتا ہے کہ تمام لوگوں کو تاریکی سے نکالو اور لوگ تو ہمیشہ رہتے ہیں اسلئے یہ پیغام سب دنیا پر اور سارے زمانہ پر پھیلا ہوا ہے اور یہ ایک تاریخی واقعہ ہے کہ کس طرح پر دنیا محمد رسول اللہ صلعم کی بدولت تاریکی سے نکل کر روشنی کی طرف آئی اور آجتک آرہی ہے

نقطۂ انقلاب اسلام تاریخ انسانی میں Turning point یعنی نقطۂ انقلاب ہے جہاں سے تاریخی واقعات کی رو بدل جاتی ہے پہلی جہالت کی جگہ نور نے لے لی یہ ایک واقعہ ہے۔ جہالت کا دور دورہ اٹھکر علم کی روشنی بھی پھیلنی شروع ہو جاتی ہے تو معلوم ہوا کہ وہ لوگ جو خدا سے تعلق رکھتے ہیں وہ لوگوں کو تاریکی سے روشنی کی طرف لاتے ہیں تو یہ دعوےٰ کہ مذہب تاریکی میں رکھتا ہے بالکل جھوٹا ہے کوئی ایسا تاریخی واقعہ دکھایا جائے کہ مذہب سے بیزار ہو کر لوگ بڑی ترقی کر گئے ہوں ایسی ترقی جس میں مادی فوائد کے ساتھ اخلاقی اور روحانی فوائد بھی ملے ہوئے ہوں۔ مذہب کے بغیر صرف دنیا کی زندگی کی ترقی کبھی بھی انسان کے فائدہ کا موجب نہیں ہوئی جب تک کہ اخلاق اور مذہب اسکے ساتھ شامل نہ ہوں ایسی زندگی یقیناً عذاب اور تباہی کا موجب ہوگی یہ ایک جھوٹا دعوےٰ ہے کہ مذہب تاریکی میں رکھتا ہے خدا تعالیٰ کیساتھ تعلق رکھنے والے ہی ہمیشہ لوگوں کو تاریکی سے روشنی کی طرف لاتے ہیں۔

اس زمانہ کی مثال آیئے اس زمانہ میں دیکھیں ایک شخص نے دعوےٰ کیا کہ مجھ کو خدا تعالیٰ نے مامور کیا ہے دیکھنے والی بات ہے کہ اگر وہ تاریکی سے نکال کر روشنی میں لایا تو وہ یقیناً اس گروہ میں سے ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اگر وہ ایسا نہیں تو پھر اس کا دعویٰ درست نہیں ٹھہرتا میں یہاں صرف ایک بات کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ حدیث کی وہ پیشگوئیاں جو اس تاریکی کے زمانہ سے متعلق تھیں جن کو آخری زمانہ کہا جاتا ہے ان پر ایک پردہ پڑا ہوا تھا اور وہ تاریکی میں تھیں میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ جو روشنی ان باتوں پر حضرت امام وقت نے ڈالی ہے اس سے وہ تاریکی دور ہو گئی جو ان باتوں پر تھی یہ دجال، یاجوج ماجوج اور آخری زمانے کے فتنے یہ مغربی تہذیب کی ترقی اور غلبۂ اسلام یہ اس زمانے سے تعلق رکھنے والی پیشگوئیوں کا پورا ہونا ان باتوں پر کس نے روشنی ڈالی؟ آج جو کچھ ہو رہا ہے وہ سب قرآن مجید کے اندر لکھا ہوا نظر آتا ہے دیکھیں کس نے ہمیں اس قابل بنایا کہ ہم ان واقعات کو قرآن مجید کی روشنی میں دیکھیں، اگر حضرت مرزا صاحب تشریف نہ لاتے تو ان باتوں پر پردہ پڑا رہتا اگر ان باتوں کو سمجھے تو صرف وہی لوگ جنہوں نے حضرت مرزا صاحب کے دامن کو پکڑا اسکا اثر باقی لوگوں پر بھی پڑا اور باقی لوگوں کو بھی معلوم ہو گیا کہ یہ فتنہ کیا ہے اور اس سے بچاؤ کا کیا طریقہ ہے، لوگ کہتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے آکر کیا کیا اگر کہیں کہ وفات عیسیٰ کو ثابت کیا تو وفات عیسیٰ کو سر سید نے بھی ثابت کر دیا میں آپ کو ایک لطیفہ سناتا ہوں رامپور کے دربار میں ایک مباحثہ ہوا جس میں ایک طرف حضرت خواجہ صاحب مرحوم اور غالباً حضرت مولانا محمد احسن صاحب مرحوم بھی تھے اور دوسری طرف بھی علماء کا گروہ تھا دربار لگا اور نواب صاحب نے علماء کے کہنے پر حضرت خواجہ صاحب مرحوم سے سوال کیا کیوں خواجہ صاحب سر سید بھی تو وفات مسیح کے قائل تھے؟ خواجہ صاحب نے بیساختہ جواب دیا کہ ہاں حضور کون عقلمند ہے جو وفات مسیح کو نہیں مانتا۔ اس جواب پر سب ساکت ہو گئے۔

حضرت مسیح موعود نے پردہ اٹھا دیا بیشک وفات مسیح پر لوگوں نے پہلے بھی لکھا ہے لیکن اسکی مثال ایسی ہے جیسے اندھیرے میں ٹٹول ٹٹول کر کوئی ایک چیز کا پتہ لگا لیتا ہے حضرت مرزا صاحب کا کمال یہ ہے کہ جس طرح کوئی بجلی کے بٹن کو دباتا ہے اور تمام کمرہ روشن ہو جاتا ہے اور آپ کو کمرہ میں ہر چیز ٹھیک قرینے سے رکھی ہوئی نظر آنے لگتی ہے بالکل یہی حالت حضرت صاحب کی ہے آپ نے گویا ایک بٹن دبایا اور ان سب پیشگوئیوں پر سے جو اس زمانہ سے متعلق تھیں پردہ اٹھ گیا اور وہ روشنی میں آگئیں یاجوج ماجوج کیا ہے دجال کیا ہے مغربی اقوام کا عروج کیا ہے نزول کیا ہے اور مسیح موعود اس امت کا ایک مجدد ہے ہر چیز کو واضح کر دیا اور پردہ اٹھا دیا ہم احمدی لوگ جب قرآن مجید کو پڑھتے ہیں تو ہمیں جو لطف موجودہ حالات کے پیش نظر آتا ہے وہ اور لوگوں کو نہیں آتا یہ تمام باتیں کس کی بدولت واضح ہوگیا حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی بدولت واضح ہوئیں۔

قرآن مجید کی پیشگوئیاں ہم قرآن مجید کو پڑھتے ہیں تو اس میں کس قدر پیشگوئیاں ہیں جو موجودہ حالات سے متعلق ہیں ان پر سے پردہ اٹھ گیا اس سے اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ایمان بڑھ جاتا ہے یہ جو آیا ہے الذین یستحبون الحیٰوۃ الدنیا علی الاٰخرۃ ویصدون عن سبیل اللہ جو لوگ دنیا کی اس زندگی سے آخرت سے بڑھکر محبت رکھتے ہیں اور لوگوں کو بھی اللہ تعالیٰ کے رستہ سے روکتے ہیں۔ کیا یہی حالت بعینہ مغربی اقوام کی نظر نہیں آتی اور پھر فرمایا وویل للکٰفرین من عذاب شدید اور کافروں پر سخت عذاب کی [illegible] افسوس ہے، قرآن مجید کے اس ارشاد کے مطابق مغربی اقوام پر عذاب آرہے ہیں کیونکہ وہ اس دنیا کی ترقی پر گر گئے اور روحانیت کے رستہ کو چھوڑ دیا بلکہ نہ خود چھوڑ دیا بلکہ دوسروں کو بھی اس راستہ سے روکنے لگے یہ عذاب اس کی وجہ سے ہے غرض جہاں سے بھی قرآن مجید کو پڑھو تو ایمان تازہ ہوتا ہے۔

آجکل ایام اللہ ہیں یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذکر میں ہے وذکرھم بایّٰم اللہ اور انکو اللہ کے دن یاد دلا، یہ ایام اللہ کیا ہیں یہ وہ ایام ہیں جب اللہ تعالیٰ کا عذاب یا انعام دنیا پر نازل ہوتا ہے آج بھی انہی ایام اللہ کو دیکھ لو جس طرح پہلے اسلام کو مٹانے کی کوشش کی گئی آج بھی عیسائیوں نے اسلام کو مٹانے کی کوشش کی جس طرح پہلے لوگوں نے وہ ایام اللہ دیکھے جن میں اللہ تعالیٰ کا کھلا کھلا عذاب مکذبین پر نازل ہوا آج ہم بھی ایام اللہ کو دیکھ رہے ہیں کیونکہ ہمارے زمانہ میں مکذبین پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہو رہا ہے۔ ہاں اگر ایک طرف اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہو رہا ہے تو دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی رحمت اور نعمت بھی نازل ہونیوالی ہے کہ یہ قومیں اس طرف آئیں اور اسلام قبول کریں اللہ تعالیٰ کا عذاب ہمیشہ اسکی رحمت کا پیش خیمہ ہوتا ہے ہمارا اب یہ فرض ہے کہ قرآن مجید اور احادیث میں جہاں اس زمانہ کے حالات کا ذکر ہے ایسا ہی حضرت مرزا صاحب کی وہ پیشگوئیاں جن کے اندر قیامت مراحل کے ساتھ ان واقعات کا ذکر ہے انہیں دنیا کے سامنے پیش کیا جائے [illegible] مضمون ہے قرآن و حدیث بھی اس زمانہ کے متعلق پیشگوئیوں سے [illegible] اور حضرت صاحب نے بھی اس کے متعلق بہت سی پیشگوئیاں کی ہیں [illegible] علاوہ بھی حضرت مرزا صاحب کی پیشگوئیاں ہیں جو عام واقعات اور [illegible]

(باقی بر صفحہ ۸)

مختصر روئیداد جلسہ سالانہ ۱۹۴۲ء

قسط نمبر ۳

مورخہ ۲۷ دسمبر ۱۹۴۲ء کو سالانہ جلسہ کا تیسرا اجلاس زیر صدارت جناب مولانا یعقوب خانصاحب ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول لاہور منعقد ہوا بعض وجوہ سے پروگرام اجلاس میں تبدیلی کی گئی اور وقت کی قلت کی وجہ سے جناب ڈاکٹر الٰہی بخش صاحب اور جناب مولانا آفتاب الدین احمد صاحب، مرزا مسعود بیگ صاحب اور حافظ محمد احسن صاحب کی تقاریر نہ ہو سکیں۔

صدارتی خطاب

تلاوت قرآن مجید اور نعت خوانی کے بعد جناب مولانا یعقوب خانصاحب صدر جلسہ نے سر سکندر حیات خان کی وفات پر جو گذشتہ رات کو واقع ہوئی تھی اظہار افسوس کیا اور بعد میں اس اندوہناک سانحۂ ارتحال کے متعلق ایک ریزولیوشن پیش کیا جس کی سب نے تائید کی اور جو پیغام صلح کی کسی گذشتہ اشاعت میں شائع ہو چکا ہے آپ نے فرمایا باوجود اس کے کہ مرحوم تمام مشاغل سیاسی تھے اور آپ کی عمر انہی مشاغل میں بسر ہوئی لیکن مرحوم کو تحریک اشاعت اسلام سے بھی دلچسپی تھی ــــ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ یہ اجلاس احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام ہو رہا ہے، خوشی کی بات ہے کہ ہمارے نوجوان بیش از بیش جماعت کے کاموں میں حصہ لینا چاہتے ہیں۔ نوجوانوں کی ذمہ واریاں بھی بہت ہیں۔ نیا نظام عالم جس کی دنیا کو ضرورت ہے اس کو دنیا کے سامنے پیش کرنا انہی نوجوانوں کا کام ہے اور وہ اس کام میں نمایاں حصہ لینے کیلئے بیتاب ہیں۔ کل مرزا مظفر بیگ صاحب نے فرمایا تھا کہ عیسائیت اور آریہ سماج ہمارے لتاڑے ہوئے شکار ہیں ان لتاڑے ہوئے شکاروں کو لتاڑنا خوبی کی بات نہیں بلکہ ہمارے سامنے زندگی کے اور مسائل ہیں ہمارے نوجوانوں کو ان مسائل کی طرف توجہ دینا چاہیئے اور ان نوجوانوں کو ان مسائل کے سلجھانے کے لئے اپنے ہتھیار خود بنانے پڑیں گے۔ مختلف سیاسی اور معاشی تحریکات کی صورت میں دجال دنیا پر اثر انداز ہے اسلئے جہاں تک دجال کو مارنے کا سوال ہے ہمارے نوجوانوں کا کام مشکل ہو رہا ہے اسلئے انہیں نہایت مستعدی سے کام کرنا پڑے گا ــــ خود مسلمانوں کی طرف سے بھی وہ نعال مخالفت نہیں رہی۔ مولویوں اور پیروں کی طرف سے تحریک احمدیت کی مخالفت ہوتی تھی وہ مرگئے اب آپ مرے ہوئے شکار کو نہ ماریں زندہ مسائل کا مقابلہ کریں اور انہیں سلجھانے کی کوشش کریں مسلمانوں میں بہت سی تحریکات پیدا ہوئیں جو تحریک احمدیت سے متاثر ہیں اور ہمارے مقاصد کو تقویت پہنچا رہی ہیں تصور اور تخیل کے میدان میں مسلمانوں میں دو نظریئے ہیں ایک علامہ اقبال کا فلسفۂ حیات اور دوسرا علامہ مودودی کا نظریہ اس میں شک نہیں کہ یہ تحریکات بھی صدق دل سے غلبۂ اسلام کے لئے کام کر رہی ہیں لیکن ان کے نظریات اور ہمارے نظریہ میں اختلاف ہے ہمارے نوجوانوں کا فرض ہے کہ وہ تحریک احمدیت کے نظریۂ غلبۂ اسلام کو دنیا کے سامنے پیش کریں احمدیت روحانی قوت سے دنیا پر اسلامی غلبہ چاہتی ہے اور مذکورہ تحریکات مادی اور سیاسی اقتدار سے وہ غلبہ چاہتی ہیں بہرحال یہ وہ مسائل ہیں جو آپ نوجوانوں کے سامنے پیش ہیں اسلئے میں سمجھتا ہوں کہ نوجوانوں کا کام بہت مشکل ہے اور انہیں نہایت مستعدی اور انہماک سے اس کام کو سرانجام دینا چاہیئے۔

شیخ محمد طفیل صاحب ایم اے کی تقریر

اس کے بعد شیخ محمد طفیل صاحب ایم اے سیکرٹری احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن نے ایک مختصر سی تقریر کی آپ نے کہا کہ صاحب صدر نے ہمارے سامنے جن مسائل کو رکھا ہے اور فرمایا ہے کہ ہم پرانے شکار کو لتاڑنا چھوڑ دیں اور نیا شکار کریں اسکے متعلق عرض ہے کہ پیشتر اس کے کہ ہم نئے شکار کو ہاتھ ڈالیں ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنے ہاتھوں کو مضبوط کریں کیونکہ کمزور ہاتھوں سے مضبوط ہاتھ شکار چھین کر لے جاتے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے مرکزی ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کے مشاغل پر روشنی ڈالی اور ایسوسی ایشن کی گذشتہ روئیداد پڑھ کر سنائی۔

جناب سید اختر حسین صاحب گیلانی کی تقریر

اس کے بعد جناب سید اختر حسین صاحب گیلانی۔ مولوی فاضل۔ بی اے۔ نے "تحریک احمدیت اور فلسفۂ اقبال" کے موضوع پر ایک نہایت موثر اور پر از معلومات تقریر فرمائی جو اقساط کے ساتھ پیغام صلح میں شائع ہو رہی ہے۔ جناب شاہ صاحب موصوف نے جس اسلوب سے اس موضوع پر روشنی ڈالی ہے اس اسلوب کو ہمارے نوجوانوں کو پیش نظر رکھنا چاہیئے کیونکہ یہی اسلوب آجکل تمام علمی حلقوں میں مقبول ہے اور اسی سے ہم موجودہ مسائل کا حل بھی پیش کر سکتے ہیں۔

محترم جناب شیخ عبدالرحمن صاحب مصری کی تقریر

اس کے بعد محترم جناب شیخ عبدالرحمن مصری نے باوجود علالت طبع کے ایک مختصر سی تقریر فرمائی جو اسی شیوع میں شائع ہو رہی ہے قارئین پیغام صلح ملاحظہ فرمائیں۔

جناب شیخ محمد انعام الحق صاحب کی مختصر تقریر

جناب شیخ محمد انعام الحق صاحب نے فرمایا "میں کوئی تقریر نہیں کرنا چاہتا میں صرف ایک پیغام آپ تک پہنچانا چاہتا ہوں حیدرآباد دکن کے دوستوں نے آپ کو سلام کہا ہے اور آپ کی خدمت میں دعا کی درخواست کی ہے حیدرآباد دکن میں خدا تعالےٰ کے فضل و کرم سے ایک باقاعدہ جماعت قائم ہو گئی ہے وہاں ہمارا تبلیغ کا طریقہ یہ ہے کہ ایک احمدیہ ریڈنگ روم ہے جس میں ہمارا لٹریچر اور اخبارات رکھے ہوتے ہیں لوگ آتے ہیں اور اس سے استفادہ کرتے ہیں، بر سبیل ڈاک بھی لوگوں کو لٹریچر بھیجا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ہماری کوشش ہے کہ دکن کی زبانوں میں ہم اپنے لٹریچر کا ترجمہ کریں اور اسے پھیلائیں اور اسکا انتظام بھی کیا جا رہا ہے اور ہماری یہ بھی کوشش ہے وہاں ایک مسجد تعمیر ہو جائے اور انجمن کا ایک مکان بن جائے وہاں کی جماعت کی خواہش ہے کہ تمام دوست دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں حیدرآباد دکن میں تبلیغ میں کامیابی عطا فرمائے آمین۔

محترم جناب مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی کی تقریر

تلاوت قرآن مجید کے بعد آپ نے فرمایا پیشتر اس کے کہ میں کچھ بیان کروں میں ایک اور بات کہنا چاہتا ہوں مولانا محمد یعقوب خانصاحب نے جو کہا ہے کہ آریہ سماج اور عیسائیت مر چکے ہیں مرے ہوئے کو کیا مارنا لیکن وہ لوگ جنہوں نے کارل مارکس اور ہیگل کے فلسفہ کا مطالعہ کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ خیالات مرا نہیں کرتے اسی طرح یہ خیال کرنا کہ آریہ سماج اور عیسائیت مر گئے ہیں غلط ہے انہوں نے اور پر پرزے نکال لئے ہیں وہ اب سنسکرت اور ہندی کو ملک میں رائج کرنا چاہتے ہیں اور اس بات میں ان کی امداد یورپ کے مستشرقین کر رہے ہیں وہ عربی زبان کی وقعت کو کم کرنا چاہتے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک رسالہ ام الالسنہ تحریر فرمایا تھا وہ کام خدا تعالیٰ کی کسی خاص مصلحت کی وجہ سے پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ سکا۔ یورپ کے فلاسفروں کا خیال ہے کہ سنسکرت زبان دنیا کی بہت سی زبانوں کی ماں ہے لیکن میں نے اس وقت یہ ثابت کرنا ہے کہ عربی زبان ام الالسنہ ہے اس کے بعد آپ نے نہایت فاضلانہ طریق پر جو آپ کا مخصوص انداز ہے ثابت کیا کہ عربی زبان کو سنسکرت زبان پر فوقیت حاصل ہے اور سنسکرت زبان عربی زبان سے بگڑ کر بنی ہے لہذا عربی زبان ام الالسنہ ہے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی تقریر

اس کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی اختتامی تقریر ہوئی حضرت ممدوح نے تلاوت قرآن مجید کے بعد فرمایا "برادران میں اس وقت دو باتیں کہنا چاہتا ہوں ایک تو عام طور پر ساری جماعت سے متعلق ہے اور دوسری بالخصوص اپنے نوجوان احباب سے متعلق ہے مگر قبل اس کے کہ میں وہ باتیں عرض کروں کچھ متفرق باتیں آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں ایک تو بعض احباب کی ناگزیر غیر حاضری ہے۔ مولوی محمد یحییٰ صاحب، چوہدری سرفراز خاں صاحب بدوملہی والے اور سیٹھ ملنگ احمد بادشاہ صاحب بوجہ علالت کے اس جلسہ میں شریک نہیں ہو سکے، ہمارے دوست شیخ عبدالرحمن صاحب مصری کئی ماہ سے بیمار ہیں شیخ عالم دین صاحب شیخوپورہ والے، شیخ عبدالحمید صاحب کپورتھلہ، حافظ محمد بخش صاحب اور چوہدری نظام الدین صاحب دونوں بھائی آئے ہوئے ہیں لیکن بیمار ہیں، مولوی عبداللطیف صاحب حیدرآباد دکن والے بھی علیل ہیں ان سب دوستوں کے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ انہیں صحت کامل عطا فرمائے آمین"

اس کے بعد حضرت ممدوح نے جماعت کو خوشخبری سنائی کہ جماعت میں ہمارے نہایت مخلص اور ایثار پیشہ دوستوں کی قربانی سے جماعت میں قریباً پانچ مسجدوں کی تعمیر کا انتظام ہو چکا ہے اور سیالکوٹ گجرات اور راولپنڈی وغیرہ مقامات میں وہ مساجد تعمیر ہو جائیں گی اور ان مساجد کی تعمیر میں مدد دینے کا وعدہ جن احباب نے کیا ہے ان کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔ جناب محمد اسمٰعیل صاحب راولپنڈی والے انہوں نے وعدہ فرمایا کہ دو مسجدیں اپنے خرچ سے بنوا دیں گے، جناب سراج الدین صاحب ذکی نے وعدہ فرمایا کہ وہ سیالکوٹ میں ایک مسجد بنوا دیں گے لیکن اس شرط پر کہ وہاں کی جماعت بھی چندہ کرے اور کچھ انجمن بھی امداد کرے جس قدر ان دونوں کی رقوم ہوں وہ اسی قدر رقم اپنی جیب سے دیں گے۔ گجرات کی مسجد کے لئے حافظ محمد حسن صاحب نے وعدہ فرمایا کہ اگر وہاں مسجد بنائی جائے تو زمین کا ٹکڑا وہ دیں گے کشمیر میں ہماری جماعت ہے اس جماعت کیساتھ بھی انجمن کا وعدہ ہے کہ وہاں مسجد بنوا دی جائے گی اور اس مسجد کی تعمیر میں تقریباً ساری جماعت نے حصہ لیا۔ دعا ہے اللہ تعالےٰ ان سب احباب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

اس کے بعد حضرت ممدوح نے مسجد سری نگر کے لئے جو ابھی نامکمل ہے تحریک فرمائی اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے احمدیہ جماعت لاہور کی خواتین اتنا بڑا کام کر رہی ہیں کہ کم عورتوں کو میسر آئے گا ہر سال انکی دستکاری سے انجمن کو قریباً ایک ہزار روپیہ کی امداد پہنچتی ہے میں امید رکھتا ہوں کہ یہ خواتین جس اولاد کی تربیت کرتی ہیں یقیناً اس اولاد کے دلوں میں دین کی محبت ہوگی میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ تحریک دستکاری کو اپنی جماعتوں میں رواج دیں میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس تحریک دستکاری سے قریباً ایک مشن کا خرچ نکل سکتا ہے یہ چھوٹی چھوٹی چیزیں جماعت کے لئے بڑی قوت کا موجب ہیں ہمارے حضرت خواجہ صاحب مرحوم خدا ان کے درجات بلند کرے ان کی صاحبزادی نے ووکنگ مسجد کا ماڈل تیار کیا اس سے ہماری جماعت کو ۲۵۰۱ روپیہ مل گیا اگر آپ ان چھوٹی چھوٹی باتوں کو رواج دیں تو خدا جانتے جماعت اس سے کتنی مضبوط ہو جائے۔

اس کے بعد میں اپنے نوجوانوں کو چند ایک نصائح کر کے جلسہ کو دعا پر ختم کرتا ہوں، میں اپنے نوجوان احباب کو ایک بہت مضبوط بات بتانا چاہتا ہوں کہ جس پر عمل کر کے وہ جماعت کی تقویت کا موجب بن جائیں گے نوجوانوں میں قوت عمل بہت زبردست ہوتی ہے لیکن انکی ذہنی قوتیں ابھی کمال کو نہیں پہنچی ہوئی ہوتیں اسلئے ان کو ہدایات اپنے بزرگوں سے لینی چاہئیں یہ وہ اصول ہے جسے قرآن مجید نے بیان فرمایا ہے جس قوم کے نوجوانوں کو آپ اچھی حالت میں دیکھیں گے وہ وہی ہونگے جو اپنے بزرگوں کی ہدایات پر عمل کرنے والے ہونگے جن لوگوں نے حکم ماننا نہیں سیکھا وہ حکم دینا نہیں جان سکتے جب تک نوجوان اس اصول پر کاربند نہیں ہوں گے اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتے اسلئے میں نوجوانوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ ہر جگہ اپنے آپ کو مضبوط اور منظم کریں اور دین کیساتھ دلچسپی پیدا کریں اور خدمت اسلام کے اعلیٰ جذبات پیدا کریں، قرآن مجید پڑھیں حدیث پڑھیں اور حضرت مسیح موعود کی کتابیں پڑھیں ــــ میں نے ایک اور درخواست آپ سے کرنی ہے

(باقی بر صفحہ ۶ کالم نمبر ۳)

جناب شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری کی تقریر!

نوٹ: محترم جناب شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری نے باوجود علالت طبع کے یہ مختصر سی تقریر جلسہ سالانہ پر فرمائی جس میں آپ نے مسئلہ ولایت نبوت کے متعلق ایک فیصلہ کن نکتہ بیان فرمایا ہے قارئین ملاحظہ فرمائیں۔

یہ بتانے کے بعد کہ میں محض ثواب کی نیت سے اس مقدس جلسہ میں شریک ہوا ہوں ورنہ میری صحت تقریر کرنے کی اجازت نہیں دیتی، آپ نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق اس بات کا فیصلہ کرنے کے لئے کہ حضور زمرۂ انبیاء کے فرد تھے یا زمرۂ اولیاء کے۔ اگر اصولی رنگ میں بحث کی جائے تو بہت جلد جھگڑا ختم ہو جائے۔ جناب میاں صاحب مکرم کے عقائد کی عمارت کا بنیادی پتھر یہ ہے کہ امتی نبی ابتدائے دنیا سے لیکر اس وقت تک حضرت مسیح موعود ہی ہوئے ہیں اور یہ کہ امتی نبی جماعت انبیاء کا ہی فرد ہوتا ہے اور یہ کہ نبی کریم صلعم کی ہی اطاعت سے امتی نبی بن سکتا ہے۔ آپ کے سوا اور کسی نبی میں امتی بنانے کی طاقت نہ تھی۔ جناب میاں صاحب مکرم کے اس اصل کے صحیح یا غلط ہونے کے فیصلے کے ساتھ ہی اصل مسئلہ کا بھی فیصلہ ہو جاتا ہے۔ پس جب ہم اس اصل پر غور کی نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں یہ اصل صریح طور پر حضرت اقدس کی تحریروں کے خلاف نظر آتا ہے۔ حضور ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم کے صفحہ ۱۳۸، ۱۳۹ پر فرماتے ہیں "وہ دین، دین نہیں ہے اور نہ وہ نبی نبی ہے جس کی متابعت سے انسان اللہ تعالیٰ سے اس قدر نزدیک نہیں ہو سکتا کہ مکالمات الٰہیہ سے مشرف ہو سکے۔ وہ دین لعنتی اور قابل نفرت ہے جو یہ سکھلاتا ہے کہ صرف چند منقولی باتوں پر انسانی ترقیات کا انحصار ہے اور وحی الٰہی آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گئی ہے اور خدائے حیّ وقیوم کی آواز سننے اور اس کے مکالمات سے قطعی نا امیدی ہے اور اگر کوئی آواز بھی غیب سے کسی کے کان تک پہنچتی ہے تو وہ ایسی مشتبہ آواز ہے کہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ خدا کی آواز ہے یا شیطان کی سو ایسا دین بہ نسبت اس کے کہ اس کو رحمانی کہیں۔ شیطانی کہلانے کا زیادہ مستحق ہوتا ہے۔ دین وہ ہے جو تاریکی سے نکالتا ہے اور نور میں داخل کرتا ہے اور انسان کی خدا شناسی کو صرف قصوں تک محدود نہیں رکھتا۔ بلکہ ایک معرفت کی روشنی اسکو عطا کرتا ہے۔ سو سچے دین کا متبع اگر خود نفس امارہ کے حجاب میں نہ ہو تو خدا تعالیٰ کے کلام کو سن سکتا ہے۔ سو ایک امتی کو اس طرح کا نبی بنانا سچے دین کی ایک لازمی نشانی ہے۔''

حضرت اقدسؑ کے اس حوالے سے صاف ظاہر ہے کہ گذشتہ انبیاء اور گذشتہ ادیان اسی طرح کا امتی نبی بناتے رہے ہیں جس طرح کا امتی نبی حضرت اقدسؑ خود ہیں۔ ورنہ وہ ادیان سچے ادیان کہلا سکتے ہیں اور نہ وہ نبی سچے نبی کہلا سکتے ہیں۔ پس جناب میاں صاحب مکرم کا یہ اصل کہ گذشتہ ادیان اور گذشتہ انبیاء کی پیروی سے کوئی شخص امتی نبی نہیں بن سکتا۔ حضرت اقدس کی اس تحریر سے باطل ثابت ہو گیا۔ اب جبکہ یہ بات واضح ہو گئی کہ حضرت اقدسؑ کے نزدیک گذشتہ انبیاء بھی اسی طرح کا امتی نبی بناتے رہے ہیں جس طرح کا امتی نبی حضرت اقدسؑ خود ہیں۔ تو اب دیکھنے والی بات یہ رہ جاتی ہے کہ حضرت اقدس امتی نبی سے کیا مراد لیتے ہیں۔ یہ بات مسلم فریقین ہے۔ کہ بنی اسرائیل کے تمام وہ انبیاء جن کے نام قرآن شریف میں مذکور ہیں وہ سب کے سب مستقل نبی تھے۔ یعنی انہوں نے نبوت براہ راست خدا سے پائی تھی نہ کہ موسےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی سے۔ سو ان میں سے ایک بھی امتی نبی نہ تھا۔ پھر وہ کونسے انبیاء ہیں جو موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور دیگر انبیاء کی پیروی سے امتی نبی بنے اس کا حل ہمیں صحیح احادیث سے ملتا ہے۔ بخاری اور مسلم کی حدیثوں میں آتا ہے کہ تم سے پہلی امتوں میں محدث ہوتے رہے ہیں۔ میری امت میں بھی ہونگے ان میں سے عمر بن خطاب ایک ہیں۔ پھر اسی محدث کی تشریح دوسری حدیث میں اس طرح آئی ہے کہ وہ وہ مرد ہوتے ہیں جن سے خدا کا مکالمہ مخاطبہ ہوتا ہے لیکن وہ نبی نہیں ہوتے۔ اور یہی تشریح امتی نبی کی حضرت اقدسؑ کے حوالے میں پائی جاتی ہے۔ پس حضرت اقدس کے حوالے اور حدیث کو ملانے سے صاف پتہ لگ گیا کہ امتی نبی درحقیقت محدث کا ہی دوسرا نام ہے۔ پس میاں صاحب کا یہ اصل بھی کہ امتی نبی جماعت انبیاء کا ہی فرد ہوتا ہے غلط ثابت ہو گیا۔

اگرچہ یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ جب سے انسان کی پیدائش ہوئی ہے دنیا میں دو قسم کی نبوتیں چلی آتی ہیں ایک اصلی اور حقیقی نبوت۔ جس کے حاملین خدا سے براہ راست فیض حاصل کرتے ہیں اور یہی لوگ حقیقی طور پر نبی اور رسول کہلانے کے مستحق ہوتے ہیں۔ دوسرے ان نبیوں کی نبوت کا عکس جن پر پڑتا ہے وہ بھی مجازی ظلی، بروزی، یا امتی نبی کہلاتے ہیں۔ لیکن حقیقی اور اصلی طور پر وہ نبی نہیں ہوتے بلکہ حقیقت کے لحاظ سے وہ ولی یا محدث ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حقیقی انبیاء تھوڑے ہوتے ہیں اور ان کے مقابل میں اولیاء کی تعداد بہت زیادہ ہوتی رہی ہے۔ کیونکہ ایک نبی کی پیروی سے کئی لوگ ولایت یا ظلی نبوت کے درجے کو حاصل کرتے رہے ہیں۔ کیونکہ ولی۔ ولی ہو سکتا ہی نہیں جب تک کہ وہ اپنے متبوع نبی کی نبوت کا ظل اپنے اندر جذب نہ کرے یہ دو قسم کی نبوت جس کا میں نے ذکر کیا ہے اسکا ثبوت بھی حضرت اقدس کے کلام سے ملتا ہے۔ حضرت اقدسؑ الحق لدھیانہ کے صفحہ ۱۱۱ پر فرماتے ہیں :-

" اور وہ خبر (تمیم داری) حرج سے خالی بھی نہیں کیونکہ تمیم داری کہتا ہے کہ اس دجال نے غیب کی باتیں اور آیندہ ہونے والی پیشگوئیاں کھلے کھلے طور پر سنائیں اور یہ امر قرآن شریف کے خلاف ہے کیونکہ اللہ جلشانہ فرماتا ہے لا یظھر علیٰ غیبہ احداً الا من ارتضیٰ من رسول یعنی خدا تعالیٰ کھلے کھلے طور پر کسی کو اپنے غیب پر بجز رسولوں کے یعنی بجز ان لوگوں کے جو وحی رسالت یا وحی ولایت کے ساتھ مامور ہوا کرتے ہیں اور منجانب اللہ سمجھے جاتے ہیں مطلع نہیں کرتا مگر دجال نے تو اس جگہ غیب کی پکی پکی خبریں سنائیں۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ رسولوں کی کس قسم میں سے تھا۔ کیا وہ حقیقی طور پر منصب رسالت رکھتا تھا یا نبی تھا یا محدث تھا؟"

اس حوالہ سے دو باتیں بالکل واضح ہیں۔ ایک تو یہ کہ قرآن شریف کی آیت میں غیب کے پانے والوں کو جو لفظ رسول سے پکارا گیا ہے اس سے دونوں قسم کی وحی پانیوالے یعنی وحی رسالت اور وحی ولایت پانیوالے مراد ہیں یعنی حقیقی اور مجازی دو قسم کے نبی مراد ہیں۔ دوسری بات جو اس حوالہ سے ظاہر ہو رہی ہے وہ یہ ہے کہ حقیقی منصب رسالت رکھنے والوں کے مقابلے میں مجازی منصب رسالت رکھنے والوں کو محدث کے لفظ سے پکارا گیا ہے جس سے پتہ لگا کہ مجازی یا ظلی نبی درحقیقت محدث کا ہی دوسرا نام ہے۔ اس کی تائید حضور کے دوسرے حوالہ سے بھی ہوتی ہے۔ جو تحفۃ الندوۃ صفحہ ۳ پر درج ہے جو یہ ہے "اور ایسا ہی یہ حکایتیں ہرگز ثابت نہیں ہو سکتیں جب تک کہ یہ ثابت نہ ہو کہ انکی تمام عمر کی مفتریات جن کو انہوں نے بطور افتراء خدا کا کلام قرار دیا تھا وہ اب کہاں ہیں اور ایسی کتاب ان کی وحی کی کس کس کے پاس ہے، تا اس کتاب کو دیکھا جائے کہ کبھی انہوں نے کسی قطعی یقینی وحی کا دعوے کیا اور اس بنا پر اپنے تئیں ظلی طور پر یا اصلی طور پر نبی اللہ ٹھہرایا۔"

یہ بات حضور نے ان لوگوں کے جواب میں فرمائی جنہوں نے حضور کے مقابل یہ دعویٰ کیا کہ دنیا میں ایسے لوگ گذرے ہیں جنہوں نے خدا پر افترا کرتے ہوئے جھوٹے الہام بنائے اور ۲۳ برس سے زیادہ عمر پائی اس حوالہ سے بھی بالکل عیاں ہے کہ حضور کے نزدیک نبی دو قسم کے ہوتے ہیں ایک اصلی اور ایک ظلی۔ پہلے حوالے میں حضور نے اصلی نبی کے مقابل میں ولی اور محدث کا لفظ رکھا تھا اور اس حوالے میں اصلی نبی کے مقابل ظلی نبی کا لفظ رکھا ہے جس سے صاف ثابت ہو گیا کہ حضور کے نزدیک ولی محدث اور ظلی نبی ہم معنی الفاظ ہیں۔ یعنی ولی اور محدث کو ہی ظلی نبی کہا جاتا ہے پس جناب میاں صاحب مکرم کا یہ کہنا کہ ظلی نبی درحقیقت جماعت انبیاء کا ہی فرد ہوتا ہے صرف نبوت کے حاصل کرنیکے طریق میں اختلاف ہے۔ پہلے نبی براہ راست نبوت حاصل کرتے تھے اور ظلی نبی نبوت کو نبی کریم صلعم کی پیروی سے حاصل کرتا ہے ان دونوں کی نبوت میں کوئی فرق نہیں حضرت اقدس کی تحریروں کے صریح خلاف ہونے کی وجہ سے بالکل غلط اور حضور کے مذہب کے خلاف ہے۔ اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ حضرت اقدسؑ جناب میاں صاحب مکرم کے خلاف ظلی نبی کو انبیاء کی جماعت میں نہیں بلکہ اولیاء اور محدثین کی جماعت میں داخل فرماتے ہیں۔

ایک سوال اور اس کا جواب

اب جبکہ میں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ امتی نبی محدث کا ہی دوسرا نام ہے اور یہ کہ ہر نبی جس کی کوئی امت ہوئی ہے اپنی امت کے بعض قابلیت رکھنے والے افراد کو امتی بناتا رہا ہے تو جناب میاں صاحب مکرم کے ایک سوال کا اس جگہ جواب دینا بھی نہایت ضروری ہے اور وہ سوال یہ ہے کہ اگر یہ بات درست ہے کہ ہر نبی امتی نبی بناتا رہا ہے اور یہ کہ امت محمدیہ میں بھی بیشمار امتی نبی پیدا ہوتے رہے ہیں اور یہ کہ امتی نبی درحقیقت محدث کا ہی دوسرا نام ہے تو پھر اسکی کیا وجہ ہے کہ حضرت اقدسؑ نے اپنی کتاب حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۳۹۱ پر یہ لکھا کہ نبی کا نام پانے کیلئے میں ہی مخصوص ہوں۔ امت کے دیگر اولیاء کو یہ نام نہیں دیا گیا سو اس کے جواب میں یاد رہے کہ امتی نبی ہونا اور چیز اور امتی نبی کا نام پانا اور چیز ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ جو امتی نبی ہو وہ امتی نبی کا نام بھی ضرور پاتے۔ ان دونوں باتوں میں جو فرق ہے اس کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ہی جناب میاں صاحب کے دل میں یہ سوال پیدا ہوا ہے۔ سو واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی صفت کا اطلاق کسی شخص پر اس وقت تک نہیں کیا جاتا جب تک کہ وہ صفت اس شخص میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اپنے انتہائی کمال تک نہ پہنچے۔ اس سے قبل قبل یہ تو کہا جا سکتا ہے کہ فلاں صفت فلاں انسان میں پائی جاتی ہے۔ لیکن وہ صفت بطور نام کے اسی وقت استعمال کی جائے گی جبکہ وہ اپنے انتہائی کمال پر پہنچ جائے گی۔ اس امر کو واضح کرنے کے لئے حضرت اقدسؑ کی کتب میں بعض مثالیں دی گئی ہیں۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلعم سے پہلے جس قدر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام گذرے ہیں وہ سب ہی محمد اور احمد تھے یعنی وہ خود بھی اللہ تعالیٰ کی حمد کرنیوالے تھے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے بھی ان کی تعریف کیجاتی تھی۔ لیکن چونکہ محمد اور احمد ہونے کی صفات ان کے اندر اپنے انتہائی کمال کو نہ پہنچی تھیں اسی لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو محمد اور احمد کے ناموں سے نہیں پکارا گیا۔ لیکن جب یہ دونوں صفتیں نبی کریم صلعم کے وجود مبارک میں اپنے انتہائی کمال کو پہنچ گئیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنحضرت صلعم کا نام محمد اور احمد رکھدیا گیا اسی طرح حضور فرماتے ہیں کہ اگرچہ دنیا میں بہت سے افراد اور قومیں اللہ تعالیٰ کے رستے سے بھٹکی ہوئی موجود تھیں لیکن ضال نام عیسائی قوم کو دیا گیا۔ کیونکہ صفت ضلالت اسی قوم میں اپنے انتہائی کمال کو پہنچی۔ پس ان مثالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت اقدس کو جو امتی نبی کا نام دیا گیا اس کے یہ معنی نہیں کہ اور کوئی امتی نبی دنیا میں ہوا ہی نہیں بلکہ اسکا صرف اتنا ہی مطلب ہے کہ تمام اولیاء اور محدثین امتی نبی تو تھے اور حضرت اقدس بھی اسی جماعت کے ایک فرد ہیں لیکن وہ بات جس کی وجہ سے محدث اور ولی کو امتی نبی کا نام دیا جاتا ہے حضرت اقدس سے قبل ابھی اپنے انتہائی کمال کو نہیں پہنچی تھی اسلئے حضرت اقدس سے قبل محدثین کو گو وہ بھی امتی نبی تھے "امتی نبی" کا نام نہ دیا گیا۔ لیکن حضرت اقدس کے وجود میں جب وہ بات اپنے انتہائی کمال کو پہنچ گئی تو حضور کو یہ نام بھی عطا کر دیا گیا تا یہ نام اس بات پر دلالت کرے کہ حضور نے محدثیت کے تمام کمالات کو ختم کر لیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ محدثیت کو نبوت سے مشابہت ہوتی ہے۔ اسی لئے حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے کہ محدث کے لئے ضروری ہے کہ وہ کسی نہ کسی نبی کا مثیل ہو۔ پس جبکہ محدثیت کو نبوت سے مشابہت

(باقی بر صفحہ ۶)

روئیداد اجلاس ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور

(۱) ۷ر جنوری کو جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب نے مسلم ہائی اسکول لاہور میں نمونیہ پر ایک پر از معلومات تقریر کی صحت کے متعلق یہ ڈاکٹر صاحب کی دوسری تقریر ہے ہماری کوشش ہے کہ آئندہ بھی یہ سلسلہ جاری رہے۔

(۲) ۱۰ر جنوری کو بعد از نماز مغرب جناب مولانا محمد یعقوب خانصاحب (ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول لاہور) کے زیر صدارت نوجوانوں کا اجتماع ہوا مولوی امیر علی صاحب نے تلاوت فرمائی، رشید احمد صاحب جماعت ہشتم مسلم ہائی سکول نے ایک نظم پڑھی۔ شیخ بشیر احمد صاحب نے احمدیت اور دیگر تحریکات پر اپنی تقریر پڑھکر سنائی۔ ان کا سٹیج پر آنے کا پہلا موقعہ تھا امید ہے اگر وہ اسی طرح مشق کرتے رہے تو ایک کامیاب مقرر ثابت ہونگے۔ جناب صدر نے ان کی تقریر کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ اس وقت جتنی تحریکیں ہمارے سامنے ہیں مثلاً سیرت کمیٹی، جماعت اسلامی، پاکستان خاکسار وغیرہ ان میں اخلاص تو ضرور ہے لیکن سب میں کچھ اصولی خامیاں بھی ہیں جو آج نہیں تو کل ضرور نمایاں ہو جائیں گی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صاحب نے جو لائحہ عمل پیش کیا تھا اس پر کوئی تحریک اضافہ نہیں کر سکی اور وقت آئیگا کہ تمام مسلمان ٹھوکریں کھا کر احمدیت کی طرف لوٹیں گے۔

جناب ڈاکٹر الہ بخش صاحب نے اپنی تقریر "اتحاد بین المسلمین اور حضرت مسیح موعودؑ کا رویہ" میں اس امر کو واضح کیا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے حقیقتاً اتحاد اسلامی کی صحیح بنیاد رکھی۔ اور وہ اس صورت میں ممکن تھی جب اسلام کے بنیادی اصولوں پر از سر نو ایمان تازہ کیا جائے مذہب اسلام کی امتیازی خصوصیت وحی الٰہی یا زندہ خدا پر ایمان ہے۔ علامہ مودودی وغیرہ کی جو تحریکات ہیں ان کے پاس وہ مضبوط بنیاد نہیں جس پر وہ عظمت اسلام کی عمارت تعمیر کر سکیں۔ ڈاکٹر صاحب عنقریب اپنی تقریر کو ایک ٹریکٹ کی صورت میں چھپوا دیں گے۔

(۳) ینگ مینز لاہور کی مجلس منتظمہ کا اجلاس بھی ۱۴ر جنوری کو منعقد ہوا جس میں جماعت کے نوجوانوں کے سامنے رکھنے کے لئے ایک پروگرام تجویز کیا گیا جس کی عنقریب دوستوں کو اطلاع دی جائے گی مرکز کی طرف سے جو خطوط باہر دوستوں کو بھیجے جائیں مہربانی فرما کر ان کا جلد از جلد جواب ارسال کرنے کی کوشش کی جائے۔

(۴) آئندہ کا پروگرام:- (ا) جناب شیخ منیر احمد صاحب گورنمنٹ ہوپ "حضرت مسیح موعودؑ بحیثیت ایک انسان"

چوہدری غفور احمد صاحب ۔ "مسلمانوں کو ایک مجدد کی ضرورت"

چوہدری فضل الرب صاحب ۔ "مصلح موعود کی بیس علامات"

(ب) اسی دن اتوار ۱۷ر جنوری کو ینگ مینز کا ایک اجلاس لاہور چھاؤنی میں ہوگا۔ لاہور چھاؤنی کی جماعت اس اجلاس کو کامیاب بنانے کے لئے کوشش فرمائیں

(ڈاکٹر محمد طفیل ایم اے سکرٹری ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور)

ینگ مینز ٹی سٹال (جلسہ سالانہ)

جناب شیخ یوسف احمد صاحب اور جناب عزیز احمد صاحب کی مخلصانہ کوشش سے اسدفعہ ینگ مینز ٹی سٹال کا انتظام بہت کامیاب رہا جس کے لئے مذکورہ بالا دوست مبارکباد کے مستحق ہیں۔ امسال ٹی سٹال میں سے قریباً ۹۰ روپے منافع ہوا جو ینگ مینز کے فنڈ میں منتقل کر دیا گیا، یوسف احمد اور عزیز احمد صاحبان کیساتھ غلام جیلانی صاحب اور دیگر دوست بھی انکا ہاتھ بٹاتے رہے جن کیلئے مرکزی ایسوسی ایشن انکا تہ دل سے شکریہ ادا کرتی ہے۔

سلسلہ میں شمولیت

مندرجہ ذیل اصحاب نے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر حضرت امیر ایدہ اللہ تعالے کے ہاتھ پر بیعت کی۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ استقامت عطا فرمائے اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

۲۸ میاں احمد حسین صاحب (کارخانہ شیخ صاحبان امرتسر) سکنہ محمود پور ضلع بجنور

۲۹ میاں وہاج الدین صاحب (کارخانہ امرتسر) ضلع بجنور

۳۰ شوکت علی صاحب سکنہ موضع پوریبی - بدایوں (یوپی) حال امرتسر (کارخانہ)

۳۱ منشی سردار علی صاحب سکنہ بھلائی پور ضلع امرتسر (کارخانہ)

۳۲ جناب حکیم محمد رمضان صاحب چک ۵۶۶ ضلع سرگودھا۔ معرفت ڈاکٹر نامدار صاحب۔

۳۳ محمد اکرم صاحب ولد محمد عبداللہ صاحب گجرات پنجاب۔

۳۴ برکت علی صاحب، چک ۸۱ جنوبی ضلع سرگودھا۔

۳۵ چوہدری خیر الدین صاحب ولد نتھو چک ۸۱ جنوبی سرگودھا

۳۶ چوہدری مہرداد صاحب چک ورکاں (گوجرانوالہ)

۳۷ نذر حسین صاحب، ولد عبداللہ صاحب چک ورکاں (گوجرانوالہ)

۳۸ محمد ولد دوست محمد لائل پور (کارخانہ)

۳۹ محمد صادق صاحب ولد میاں تاج الدین صاحب بھگل لائل پور کارخانہ

۴۰ عبدالعزیز صاحب ولد میاں غلام قادر صاحب جیونگل ضلع گجرات۔ پنجاب

۴۱ سردار خاں ولد میراں بخش صاحب جیونگل گجرات

۴۲ ملا عبدالرحمٰن صاحب، ولد محمد جی سکنہ کوٹ نجیب اللہ ضلع ہزارہ

۴۳ خان محمد ولد عبداللہ بتوال خاور ملز امرتسر

۴۴ خان محمد صدیق خانصاحب اسسٹنٹ سٹیشن ماسٹر چناب برج ملتان ڈویژن ؛

بقیہ روئیداد جلسہ سالانہ

کہ آپ دنیا کی زبانیں سیکھیں اور اس سے قبل قرآن مجید، حدیث، آنحضرت صلعم کی سیرت اور صحابہ کی سیرت پڑھیں، یہ چیزیں آپ کے اندر نور پیدا کریں گی۔ ہر ایک آپ میں سے مبلغ اسلام بنے اور اس کے لئے سب سے پہلی بات قرآن مجید کا مطالعہ ہے اور یہ مطالعہ اب آپ کے لئے آسان ہو گیا ہے۔ اگر تم قرآن مجید کے خادم بن جاؤ تو بادشاہ بھی تمہارے خادم بن جائیں، بزرگ بھی اپنی اولاد پر اثر ڈالیں اور انہیں اس کام پر لگائیں ـــــ میں کہہ رہا تھا مبلغ اسلام بنو دنیا کا جو کام بھی کرو اس میں مدنظر خدمت اسلام ہو وہ نوجوان دوست جو سرکاری ملازمت میں جاتے ہیں اگر وہ ملازمت کے آغاز سے تھوڑا تھوڑا علم دین اور غیر زبانوں کا علم حاصل کرتے جائیں تو جب وہ نوکری سے ریٹائر ہوں گے تو وہ مکمل مبلغ بن جائیں گے ہمیں مبلغ بھی ایسے ہی چاہئیں کہ جن کے قویٰ لئے جسمانی ڈھیلے پڑ چکے ہوں کیونکہ غیر ملکوں میں بڑی آزمائشیں ہیں اور نوجوانوں کے لئے وہاں بڑی مشکل ہے، آج جو اس کام کو شروع کرے گا وہ دس پندرہ سال میں مبلغ بن جائے گا یا چیز کیا ہیں سو کچھ حصہ وقت کا تعلیم دین کے لئے وقف کرو اس کے لئے کوئی اصلاح لینا چاہو تو ہم دینے کو تیار ہیں۔ ہمیں تمام دنیا کے ممالک کے لئے مبلغین کی ضرورت ہے، اس کے علاوہ خدا تعالے کے راستہ میں خرچ کرنے کی عادت ڈالو خوب اچھی طرح کماؤ لیکن میری آرزو ہے کہ ہر ایک نوجوان دسواں حصہ اپنی آمد کا پہلے دن سے ہی نکالنا شروع کر دے اور جو عہد آپ سے لیا گیا ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم کروں گا اس پر عمل کرو، نوجوان دوست اپنی آمدنیوں کا دسواں حصہ دین کے لئے وقف کریں۔ اس کے بعد حضرت ممدوح نے دینی ریسرچ کے لئے تلقین فرمائی جس کے متعلق پہلے لکھا جا چکا ہے۔ اور اس کے بعد دعا پر ہمارا جلسہ سالانہ ختم ہوا؛

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

تعظیم امام حسین رضی اللہ عنہ

حسین رضی اللہ عنہ طاہر مطہر ہے اور بلاشبہ ان برگزیدوں سے ہے جن کو خدا تعالے اپنے ہاتھ سے صاف کرتا ہے اور اپنی محبت سے معمور کر دیتا ہے اور بلاشبہ وہ سرداران بہشت میں سے ہے اور ایک ذرہ کینہ رکھنا اس سے موجب سلب ایمان ہے اور اس امام کا تقویٰ اور صبر اور استقامت اور زہد اور عبادت ہمارے لئے اسوۂ حسنہ ہے اور ہم اس معصوم کی ہدایت کی اقتدا کرنے والے ہیں جو اسکو ملی تھی تباہ ہو گیا وہ دل جو اسکا دشمن ہے اور کامیاب ہو گیا وہ دل جو عملی رنگ میں اسکی محبت ظاہر کرتا ہے اور اسکے ایمان اور اخلاق اور شجاعت اور تقویٰ اور استقامت اور محبت الٰہی کے تمام نقوش انعکاسی طور پر کامل پیروی کیساتھ اپنے اندر لیتا ہے جیسا کہ ایک صاف آئینہ ایک خوبصورت انسان کا نقش۔ یہ لوگ دنیا کی آنکھوں سے پوشیدہ ہیں کون جانتا ہے انکی قدر مگر وہی جو انہی میں سے ہے دنیا کی آنکھ انہیں شناخت نہیں کر سکتی کیونکہ وہ دنیا سے بہت دور ہیں یہی وجہ حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی تھی کیونکہ وہ شناخت نہیں کیا گیا۔ دنیا نے کس پاک اور برگزیدہ سے اس کے زمانہ میں محبت کی تا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی محبت کی جاتی غرض یہ امر نہایت درجہ کی شقاوت اور بے ایمانی میں داخل ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ کی تحقیر کی جائے اور جو شخص حسین رضی اللہ عنہ یا کسی اور بزرگ کی جو ائمہ مطہرین میں سے ہے تحقیر کرتا ہے یا کوئی کلمہ استخفاف ان کی نسبت اپنی زبان پر لاتا ہے وہ اپنے ایمان کو ضائع کرتا ہے (فتاویٰ احمدیہ حصہ دوم صفحہ ۸۷)

(بقیہ تقریر از صفحہ ۵)

ہے تو جب یہ مشابہت کسی محدث میں اپنے کمال کو پہنچ جائے گی تو مجازاً اور استعارۃً اس محدث پر نبی کا اطلاق کر دیا جائے گا۔ اور چونکہ محدث کے لئے ضروری ہے کہ وہ کسی نبی کا امتی ہو اور اسی میں فنا ہو کر اسی کی وساطت سے سب فیوض آلٰہی حاصل کرے اسلئے وہ "امتی نبی" کہلائے گا پس اس کا مجازاً یا استعارۃً نبی کہلانا اور امتی نبی کے لقب سے ملقب ہونا محدثین اور اولیا کے گروہ میں ہی اسے رکھتا ہے یہ بات اسے انبیاء کے گروہ میں شامل نہیں کرتی اس کی ایسی ہی مثال ہے جیسے کہ چند بہادر ہوں اور وہ بہادری میں شیر کے مانند ہوں اور ایک ان میں سے ایسا ہو جس نے صفت بہادری کو انتہائی کمال تک پہنچا دیا ہو اس وجہ سے اسے شیر کی مانند نہیں کہا جائے گا بلکہ "شیر" کہا جائے گا۔ پس اسکو شیر کہنا اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ بہادر انسانوں کی جنس سے نکل کر شیروں کی جنس میں داخل ہو گیا ہے بلکہ اسکا صرف اتنا ہی مطلب ہوتا ہے کہ اس انسان کو صفت بہادری میں شیر سے اتم مشابہت ہے اسی طرح کسی محدث کو نبی کا نام دینے سے صرف اسی بات کا اظہار کرنا مقصود ہوتا ہے کہ اس محدث کو نبیوں سے اتم مشابہت ہے۔ اس سے جناب میاں صاحب کا یہ سوال بھی حل ہو جاتا ہے کہ خدا تعالے نے حضرت اقدس کو جو نبی کا نام دیا ہے کیا وہ بغیر حقیقت کی موجودگی کے یونہی دے دیا ہے۔ سو یاد رہے کہ یہ نام بے حقیقت نہیں دیا گیا بلکہ اس کے اندر بہت بڑی حقیقت ہے اور وہ حقیقت یہی ہے کہ اس نام کا دیا جانا بتا رہا ہے کہ آپ تمام محدثین کے سرتاج ہیں جس طرح نبی کریم صلعم نے نبوت کے تمام کمالات کو جمع کیا ہوا ہے۔ پس یہ نام تمام محدثین میں آپ کو ایک ممتاز حیثیت دیتا ہے

سکھ مسلم اتحاد تمدنی نقطۂ نگاہ سے

از جناب شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر
اخبار "نور" قادیان

گذشتہ سے پیوستہ

تمدنی نقطۂ خیال سے سکھوں کا اتحاد مسلمانوں سے مفید رہ سکتا ہے یا ہندوؤں سے۔ اوّل سکھوں کے ہاں دعا کا بہت رواج ہے۔ اور جیسا کہ مسلمانوں کے ہاں ہے اور ان کے ہاں دعا کو "اَرداس" کے لفظ سے یاد کیا جاتا ہے۔ "اَرداس" دراصل عرضداشت کی بگڑی ہوئی یا ترقی یافتہ صورت ہے پھر ان کے ہاں شام کی عبادت کا جو فرض ہے اسے "راہو راس" سے یاد کیا جاتا ہے جو یقیناً راہ راست کا مخفف ہے۔ ارداس اور راہو راس کے بجا لانے سے پہلے ان کے ہاں پنج اشنانہ کیا ہے منہ دھونا کہنیوں تک دونوں ہاتھ اور پھر دونوں پاؤں گویا پنج اشنانہ وضو کی دوسری صورت کا نام ہے اس سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ان مذہبی یا تمدنی طریق کے نقطۂ خیال سے سکھ مسلمانوں کے زیادہ قریب ہیں یا ہندوؤں کے اور اس صورت میں سکھوں کے لئے مسلمانوں کے ساتھ اتحاد مفید ہو سکتا ہے یا ہندوؤں کے ساتھ۔ پھر جیسے مسلمانوں کے ہاں یہ طریق ہے کہ ایک شخص ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا ہے اور باقی کے ہاتھ اٹھا کر دل ہی دل میں اس کا ساتھ دیتے ہیں بعینہٖ یہی صورت سکھوں میں ہے فرق صرف اتنا ہے کہ مسلمانوں کے ہاں ہاتھ اٹھائے جاتے ہیں اور سکھوں کے ہاں ہاتھ جوڑے جاتے ہیں۔ پھر جیسے مسلمانوں کے ہاں اکٹھے بیٹھ کر کھانا جائز ہے سکھوں کے ہاں بھی یہی صورت ہے چنانچہ جب انکے ہاں رسم پوہل ادا کی جاتی ہے تو اس وقت سب پوہل لینے والوں کو ایک برتن میں کھلایا جاتا ہے جیسے اور جیسے مسلمانوں کے ہاں یہ دستور ہے کہ سفر پر روانگی کے وقت ایک امیر جماعت ہوتا ہے یہی صورت سکھوں کے ہاں بھی ہے ان کے ہاں سفر میں جتھے دار ہوتا ہے۔ ہندوؤں میں یہ صورت نہیں۔ جیسے مسلمانوں کے ہاں قریبی رشتہ داروں میں شادی جائز ہے یہی صورت سکھوں میں بھی ہے۔

گائے۔ اب میں گائے کی عظمت کے سوال کو لیتا ہوں۔ ہندوؤں کے ہاں جو قدر گائے کی عظمت کا جذبہ ہے اور اس کے زیر اثر آئے روز ہندوؤں اور مسلمانوں میں جو سر پھٹول ہوتی رہتی ہے وہ آج کسی تشریح کی محتاج نہیں یقیناً آپ یہ امر حیرانی سے سنیں گے کہ سکھوں کے ہاں گائے کی عظمت کا کوئی سوال ہی نہیں چنانچہ شری گرنتھ صاحب راگ بسنت میں یہ لکھا ہے کہ:۔

"گوبر جھوٹا چونکا جھوٹا جھوٹی دینی کارا" یعنی گائے کا گوبر ناپاک اور اس کے ذریعہ سے باورچی خانہ میں جو چونکا دیا جائے وہ بھی ناپاک پھر رہت نامہ بھائی چوپا سنگھ میں لکھا ہے کہ "لنگر میں نہ گائے کا گوبر جلائے اور نہ گائے کے گوبر سے پوچا دے"۔ پھر سردار بہادر بھائی کاہن سنگھ جی آنجہانی نابھہ نواسی جو سکھ مذہب کے سب سے زبردست فاضل سمجھے جاتے تھے اور ان کی ذات پر سکھوں کو بجا فخر تھا وہ اپنی مشہور تصنیف "ہم ہندو نہیں" کے صفحہ ۲۰۹ پر ہندوؤں کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آپ کے مذہب میں جو پاکیزگی کے لئے گائے کا پیشاب اور پنجگویہ دیا جاتا ہے سکھ مذہب میں اس کے ناجائز ہونے کا اسی سے اندازہ لگاتے ہیں کہ باورچی خانہ میں گائے کے گوبر کا پوچا دیا جائے یا گائے کے گوبر کے اوپلے جلائے جائیں وہاں کڑاہ پرشاد یعنی متبرک حلوے کا تیار کرنا ناجائز ہے اور یہ طریق آج سے نہیں بلکہ گورو صاحبان کے وقت سے ہی چلا آرہا ہے اس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ گائے کی پوجا یا عظمت کے نقطۂ خیال سے سکھوں کا اتحاد مسلمانوں سے مفید ہو سکتا ہے یا ہندوؤں سے۔ اور پھر سؤر کو جیسا مسلمانوں کے ہاں ناپاک قرار دیا گیا ہے یقیناً ویسا ہی سکھوں کے ہاں بھی ناپاک قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ شری گرنتھ صاحب آد میں یہ درج ہے ؎

ایک بھگت بھگوان جنہہ پرانی کے ناہیں من۔ جیسے سوکر سوان نانک جانو تاہی تن

یعنی وہ آدمی جس کے دل میں ایک خدا کی محبت نہیں وہ ایسا ہی ناپاک، نجس اور پلید ہے، جیسا کہ کتا اور سؤر۔ کھانے پینے کی چیزوں میں بھی کافی حد تک سکھوں اور مسلمانوں میں اتفاق ہے سکھوں کے ہاں کڑاہ پرشاد یعنی حلوہ کی جو قدر ہے وہ اظہر من الشمس ہے مگر یہ مسلمانوں کے ہاں ایک مشہور و معروف مقولہ ہے **المومن حلوٌ یحب الحلو** گویا جس جہت سے بھی دیکھیں سکھوں کے لئے مسلمانوں سے اتحاد ہی زیادہ مفید ہو سکتا ہے مسلمانوں کے ہاں گورو صاحبان کو خاص عزت و احترام سے دیکھا جاتا ہے۔ چنانچہ گورو نانک دیو جی کو ولی اللہ اور رحمۃ اللہ علیہ کہا جاتا ہے یہ وہ لقب ہے جو مسلمانوں کے ہاں کسی بڑے سے بڑے ولی اور عارف باللہ کے لئے ہو سکتا ہے برخلاف اس کے ہندوؤں کے نمائندہ اعظم سوامی دیانند جی نے اپنی مشہور تصنیف ستیارتھ پرکاش میں "نقل کفر کفر نباشد" شری گورو نانک دیو جی مہاراج کو "دنبھی" کہا ہے اب للہ سکھ ٹھنڈے دل سے غور کریں کہ ان کا اتحاد ان لوگوں سے زیادہ مفید ہو سکتا ہے جو شری بابا نانک جی کو ولی اللہ اور رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ یا ان سے جو نعوذ باللہ شری گورو صاحب کو "دنبھی" کہتے ہیں۔ خداوند تعالےٰ میرے سکھ دوستوں کی رہنمائی فرمائے اور وہ "دنبھی" اور رحمۃ اللہ علیہ میں بخوبی فرق کر سکیں۔

اب میں اس کا سیاسی پہلو آپ لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ اوّل ہندوستان میں مسلمان قریباً دس کروڑ ہیں اور سکھ صرف چالیس لاکھ۔ اگر چالیس لاکھ دس کروڑ سے اتحاد کر لیں تو یقیناً دس کروڑ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا مگر چالیس لاکھ کو یقیناً یقیناً فائدہ پہنچ سکتا ہے، ہو سکتا ہے کہ کسی کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ اگر زیادہ تعداد کے ساتھ وابستہ ہونے سے فائدہ ہو سکتا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ یہ وابستگی ہندوؤں کے ساتھ نہ کی جائے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جبکہ ادنیٰ اقوام کو الگ کر کے بھی ہندوؤں کی تعداد ہندوستان میں بیس کروڑ ہے بادی النظر میں یہ بات بہت اچھی معلوم ہوتی ہے کہ چالیس لاکھ بجائے دس کروڑ کے ۲۰ کروڑ کے ساتھ وابستہ رہیں مگر جب ہم اس پر ذرا غور سے کام لیتے ہیں تو یقیناً یہ اتحاد سکھوں کے لئے بہت مضر اور باعث ہوتا ہے کیونکہ اور تو اور اس اتحاد میں سکھوں کو خود اپنی ہستی سے بھی ہاتھ دھونے پڑتے ہیں وہ اس طرح کہ ایک "امر سنگھ" امر سنگھ رہتا ہوا اپنے سر پر بال وغیرہ رکھتا ہوا آریہ یا سناتنی ہو سکتا ہے اور اس کے آریہ یا سناتنی ہونے کا بہت کم لوگوں کو علم ہو سکتا ہے مگر ایک امر سنگھ بغیر محمد عبداللہ بنے اور بغیر اپنے سر کے بالوں کا صفایا کرائے مسلمان نہیں ہو سکتا لہٰذا اس سے صاف ثابت ہوا کہ چالیس لاکھ کا بیس کروڑ میں موجودہ حیثیت کذائی کے ساتھ جذب ہو جانا بہت ہی آسان ہے مگر دس کروڑ میں چالیس لاکھ کا موجودہ حیثیت کذائی کے ساتھ جذب ہو جانا قطعی ناممکن۔ چنانچہ اس چالیس لاکھ کے بیس کروڑ میں جذب ہو جانے کے آثار ابھی سے ظاہر ہونے شروع ہو گئے ہیں جبکہ پچھلے دنوں ڈاکٹر کرت کوٹی شنکر آچاریہ اور سیٹھ برلا نے علی الاعلان یہ کہا کہ سکھ ہندو ہیں۔ ہندو اور آریہ اخبارات نے اس اعلان کو موٹے حروف میں شائع کیا۔ اور اب آریہ اور ہندو پریس علی الاعلان یہ کہہ رہا ہے کہ سکھ ہندو ہیں اور سکھ اسے برداشت کر رہے ہیں۔ حالانکہ آج سے چند سال قبل سکھ خواب میں بھی یہ لفظ سننے کے لئے تیار نہ تھے اور پھر یہ تو ابھی ابتدائے عشق ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔

بحیثیت مجموعی مسلمان بھی سپاہی ہیں اور سکھ بھی سپاہی ہیں مسلمانوں کے ساتھ اتحاد سے سکھ اپنی سپاہیانہ سپرٹ کو قائم رکھ سکتے ہیں۔ ہندوؤں کے ساتھ اتحاد کر کے ہو سکتا ہے کہ وہ اونچے اونچے ڈیوڑھے سوائے کے بیوپار تو زیر بار کر لیں مگر یقیناً اپنی فوجی سپرٹ کو کھو دیں گے۔

(۳) مسلمانوں کی اقتصادی حالت بھی کمزور اور سکھوں کی بھی اور یہ دونوں ہی اس اقتصادی پہلو میں ایک تیسری سرمایہ دار قوم کے پنجہ کی گرفت میں ہیں چونکہ اس رنگ میں دونوں کے مفاد یکساں ہیں اسلئے مسلمانوں کے ساتھ اتحاد کرنے سے تو یقیناً سکھوں کو فائدہ پہنچ سکتا ہے چونکہ یہ دونوں اقوام اپنی اپنی اقتصادی حالت کو بہتر بنانے کے درپے ہیں۔ مگر ہندوؤں کے ساتھ اتحاد کرنے میں انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا کیونکہ اس پہلو میں ہندوؤں کو جو ایک سرمایہ دار قوم ہے سکھوں سے کوئی خاص ہمدردی نہیں پیدا ہو سکتی۔

(۴) پنجاب میں سکھ بھی عام طور پر زراعت پیشہ ہیں یا کرتی ہیں اور مسلمان بھی اسلئے ہر دو کے مفاد اس شق میں ایک دوسرے سے وابستہ ہیں۔ مگر ہندوؤں کے مفاد ان سے مختلف اسلئے سکھوں کا اتحاد مسلمانوں سے ہی زیادہ مفید ہو سکتا ہے۔

(۵) سکھوں کو پنجابی بہت عزیز ہے مگر ہندوؤں کو ہندی اور یہی وجہ ہے کہ آریہ اور ہندو اپنے مدارس اور پاٹھ شالوں وغیرہ میں بجائے پنجابی کے ہندی کو ترجیح دیتے ہیں۔ مگر مسلمان پنجابی کے زندہ رکھنے والے ہیں اور آج تک جو پنجابی زندہ ہے تو محض مسلمان شاعروں کے طفیل وارث شاہ، فضل شاہ، بلھے شاہ، غلام رسول، ہدایت اللہ کون تھے؟ مسلمان جن کی شاعری پنجابی کا ذکر سنتی ہے اور کر رہی ہے اس کے بالمقابل کوئی ہندو شاعر نہیں جس نے پنجابی کی کوئی خدمت کی ہو۔ ان شعراء میں سے مولوی غلام رسول و بلھے شاہ اور ہدایت اللہ کا کلام خاص اہمیت رکھتا ہے۔ کیونکہ کافیاں بلھے شاہ، یوسف زلیخا، چٹی رمی، بارہ ماہ ہدایت اللہ کو کئی ایک مسلمان خاص احترام کی نظر سے دیکھتے ہیں اور پڑھتے ہیں اور ہندوؤں کی محبت اور وابستگی براہ راست ہندی کے ساتھ ہے

(۶) اگر ہندو سکھوں کے واقعی ہمدرد ہیں اور حقیقی معنوں میں سکھوں سے اتحاد کے خواہشمند ہیں تو انہیں چاہئیے کہ اپنی مشہور کتاب ستیارتھ پرکاش سے شری گورو نانک صاحب کے متعلق جو خطرناک ریمارک موجود ہیں انہیں نکال دیں کم از کم سکھ بھائی ہی آریوں سے یہ مطالبہ کریں کہ وہ اپنی کتاب سے شری گورو نانک صاحب کے متعلق "دنبھی" کا نہایت ہی دلآزار فقرہ نکال دیں اگر وہ نہیں نکال سکتے تو سکھ خود ہی اپنے دل میں فیصلہ کریں کہ ان کی غیرت ان لوگوں کے ساتھ وابستہ رہنا چاہتی ہے جو ان کے واجب الاحترام گورو کو "دنبھی" کہتے ہیں یا ان کے ساتھ جو ان کے واجب الاحترام گورو کو رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں سکھوں کو مسلمانوں کے خلاف کرنے کے لئے عام طور پر یہ دو باتیں نہایت شدومد سے پیش کی جاتی ہیں۔

اول گورو گوبند سنگھ جی کے لڑکوں کا حادثہ

دوم گورو ارجن دیو جی کا معاملہ

سب سے اول میں گورو گوبند سنگھ کے لڑکوں کے قتل کی حقیقت کو واضح کرنا چاہتا ہوں۔ جب گورو گوبند سنگھ صاحب آنند پور کے قلعہ میں محصور ہو گئے تو گورو صاحب نے کسی طریقہ سے رات کے وقت اپنے دو بچوں معہ اپنی بوڑھی والدہ کے اپنے ایک معتبر آدمی کیساتھ قلعہ سے نکال دیا آنند پور سے نکل کر وہ ضلع کھیڑی اپنے خاندانی پروہت گنگو برہمن کے ہاں رات کو ٹھہرے۔ برہمن کا دل بدل گیا اول اس نے جو نقدی اور زیورات تھے ان پر قبضہ کیا۔ پھر نواب سرہند کو اطلاع دی۔ نواب سرہند نے بچوں کو دربار میں بلایا اور حاضرین سے ان بچوں کے متعلق مشورہ طلب کیا۔ نواب شیر محمد خاں والئے مالیر کوٹلہ جو اتفاق سے اس وقت دربار میں موجود تھے انہوں نے پر زور الفاظ میں یہ مشورہ دیا کہ اگر برسر جنگ ہے تو ان کا باپ ان معصوم بچوں کا کیا قصور انہیں فوراً چھوڑ دینا چاہیئے۔ چنانچہ دربار انہیں رہا کر دینے پر آمادہ ہو گیا۔ یہ دیکھکر دیوان سچا نند وزیر دربار نے کہا کہ ان لڑکوں کا چھوڑنا خطرناک غلطی ہے اور یہ بھی کہا کہ "افعی را کشتن و بچہ اش را نگہداشتن کار خردمندان نیست چرا کہ گرگ زادہ آخر گرگ شود"

دیوان سچا نند کے زور دینے پر بیشک بچوں پر ظلم ہوا اور میں اس بیجا ظلم کے ارتکاب کرنیوالوں پر علانیہ پھٹکار بھیجتا ہوں مضائقہ نہیں خواہ وہ ہندو ہو یا مسلمان۔ غور کرو سچا نند کون تھا اور شیر محمد کون تھا۔ یہ ظلم ہوا اور ایسا ظلم کہ سیاست بھی روا نہ رکھے مگر یہ ظلم نہ تو سلطنت کے حکم سے ہوا اور حضرت اورنگ زیب کو جب اس واقعہ کی اطلاع پہنچی تو انہوں نے نواب سرہند کو معزول کر دیا۔ اس وقت کی نوابی کوئی شخصی عہدہ نہ تھی بلکہ نسلاً بعد نسلٍ چلتی تھی گویا دوسرے الفاظ میں بادشاہ وقت نے نواب سرہند کے خاندان کو ہی تباہ کر دیا اور پھر اکوائری بتلاتی ہے کہ خود گورو گوبند سنگھ جی بھی حضرت اورنگ زیب اور ان کی سلطنت کو اس ظلم سے مبرا سمجھتے تھے چنانچہ اس واقعہ کے بعد گورو گوبند سنگھ صاحب نے حضرت اورنگ زیب کو جو فارسی منظوم خط لکھا اس کے چند اشعار زیر بحث معاملہ پر کافی روشنی ڈالتے ہیں جو درج ذیل ہیں ؎

۱ شہنشاہ اورنگ زیب عالمین ؛ کہ دارا دور است دور از زمین (۱) شہنشاہ او بندہ چاکریم ؛ اگر حکم آید بجان حاضریم
۲ چو تشریف در قصبہ کانگڑ کنید ؛ وزاں پس ملاقات باہم خود (۲) زبند گر شاہ فرماں بود ؛ [illegible]
۳ بیاں شاہ خود را نہانی کنم ؛ بروئے شاہ مہربانی کنم — غور کیجئے اس نظم میں حضرت اورنگ زیب کی
لم کے اسب شائستہ مقصد ہزارہ بیا تا بگیری تو من این دیار — کس قدر تعریف کی گئی ہے اگر گورو صاحب کے

خاتم الانبیاء اور خاتم الاولیاء

از جناب آغا میر محمد شاہ صاحب

قسط نمبر ۳

"ہم ابھی لکھ چکے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں مذہبی پہلو کے لحاظ سے ۱۹ خصوصیتیں ہیں جن کا اسلام کے آخری خلیفہ میں پایا جانا ضروری ہے تا اس میں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں مشابہت تامہ ثابت ہو۔ اوّل موعود ہونے کی خصوصیت ہے۔ اسلام میں اگرچہ ہزارہا ولی اور اہل اللہ گذرے ہیں مگر ان میں کوئی موعود نہ تھا۔ لیکن وہ جو مسیح کے نام پر آنیوالا تھا وہ موعود تھا ایسا ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پہلے کوئی نبی موعود نہ تھا صرف مسیح موعود تھا۔"

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۲۹ سنہ ۱۹۰۴ء)

اس عبارت سے ثابت ہے کہ اسلام میں ہزارہا ولی اور اہل اللہ گذرے ہیں مگر ان اولیاء میں کوئی موعود نہ تھا۔ لیکن اولیاء میں سے ایک ولی موعود تھا جو مسیح کے نام پر آنیوالا تھا۔ پس اس سے آپ کا ولی ہونا ثابت ہوتا ہے۔

پھر ان الفاظ پر غور کرو کہ "ایسا ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پہلے کوئی نبی موعود نہ تھا صرف ایک مسیح موعود تھا۔ تو اب ظاہر ہے کہ جو نبی موعود نہیں وہ بھی نبی اور جو نبی موعود تھا وہ بھی نبی غرضیکہ غیر موعود اور موعود سارے کے سارے زمرۂ انبیاء میں ہیں۔ اسی طرح غیر موعود ولی اور موعود ولی سب کے سب زمرۂ اولیاء میں ہیں۔

پھر اسی کتاب یعنی تذکرۃ الشہادتین کے صفحہ ۳۷-۳۸ پر فرماتے ہیں کہ:

"پھر بعد اس کے یہ فیصلہ بھی قرآن شریف نے ہی سورۂ نور میں لفظ منکم کے ساتھ ہی کر دیا ہے کہ اس دین کے تمام خلیفے اسی امت میں سے پیدا ہونگے اور وہ خلفاء سلسلہ موسوی کے مثیل ہوں گے اور صرف ایک ان میں سے سلسلہ کے آخر میں موعود ہوگا جو عیسے ابن مریم کے مشابہ ہوگا باقی موعود نہیں ہونگے یعنی نام لیکر ان کے لئے کوئی پیشگوئی نہیں ہوگی"

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۳۷-۳۸ سنہ ۱۹۰۴ء)

پس موعود ہونے کی وجہ سے نہ تو حضرت عیسے علیہ السلام نبیوں کے زمرہ سے نکل سکتے ہیں اور نہ ہی حضرت مسیح موعود ولیوں کے زمرہ سے نکل سکتے ہیں۔ تو اب قادیانی منطق کے مطابق یہ ہزارہا ولی اور اہل اللہ سارے کے سارے نبی ہونے کیونکہ کیا نبی ولی نہیں ہوتا تعجب ہے کہ جب حضرت صاحب اپنے آپ کو ولی فرما دیں تو قادیانی دوست یہ فقرہ سنا دیتے ہیں کہ کیا نبی ولی نہیں ہوتا اور اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام دوسرے بزرگان و اہل اللہ کہیں تو قادیانی علماء کے منہ اور دل پر مہر سکوت

ختم اللہ علی قلوبہم و علی افواہہم

یہ اور حوالہ اس کتاب تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۴۳ سنہ ۱۹۰۴ء

"میں نے ایک موقعہ پر ایک اعتراض کا جواب بھی انکو (یعنی صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب کو) بھیجا تھا جس سے وہ بہت خوش ہوئے تھے اور وہ یہ کہ جس حالت میں آنحضرت صلعم مثیل موسےٰ ہیں اور آپ کے خلفاء مثیل انبیاء بنی اسرائیل ہیں تو پھر کیا وجہ کہ مسیح موعود کا نام احادیث میں نبی کر کے پکارا گیا ہے مگر دوسرے تمام خلفاء کو یہ نام نہیں دیا گیا سو میں نے انکو یہ جواب دیا کہ جب آنحضرت صلعم خاتم الانبیاء تھے اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں تھا۔ اسلئے اگر تمام خلفاء کو نبی کے نام سے پکارا جاتا تو امر ختم نبوت مشتبہ ہو جاتا (یہ کیوں مشتبہ ہو جاتا بلکہ امر ختم نبوت ثابت ہو جاتا)۔ اور اگر کسی ایک فرد کو بھی نبی کے نام سے نہ پکارا جاتا تو عدم مشابہت کا اعتراض باقی رہ جاتا۔ کیونکہ موسےٰ کے خلفاء نبی ہیں۔ اسلئے حکمت الٰہی نے یہ تقاضا کیا کہ پہلے بہت سے خلفاء کو برعایت ختم نبوت بھیجا جائے۔ اور ان کا نام نبی نہ رکھا جائے اور یہ مرتبہ ان کو نہ دیا جائے تا ختم نبوت پر یہ نشان ہو۔" نبیوں کا آنا ختم نبوت کیلئے بقول علماء قادیان نشان ہے نہ کہ نہ آنا اور ختم نبوت کی رعایت تو یہ ہے کہ نبی آتے رہیں کیونکہ ختم نبوت کے یہی معنے ہیں۔

ختم نبوت کا ایک اور حوالہ دیکھو قلمی نوٹ بک صفحہ ۸۱/۸۲

نوٹ (قلمی نوٹ کے بعد عبارت ذیل کو پڑھا جائے)

"قادیانی علماء یہی کہتے ہیں کہ ختم کے معنے پنجابی۔ اردو۔ فارسی میں آخری اور انقطاع کے بیشک ہیں مگر عربی زبان میں بجز افضل اور صاحب کمال کے اور کوئی معنے نہیں آتے۔"

(احمدیہ تبلیغی پاکٹ بک صفحہ ۱۲۵)

اور مثال کے طور پر وہ پیش کرتے ہیں کہ خاتم الشعراء، خاتم المحدثین خاتم المہاجرین تو وہ کہتے ہیں کہ کیا خاتم الشعراء کے بعد شاعر اور خاتم المحدثین کے بعد محدث اور خاتم المہاجرین کے بعد مہاجر نہیں ہوئے۔ تو پھر کیوں خاتم الانبیاء کے بعد نبی نہیں ہو سکتے۔ کیا کسی انسان کا کسی شاعر کو خاتم الشعراء کہنا یا کسی محدث کو خاتم المحدثین کہنا اور خدا تعالیٰ کا کسی نبی کو خاتم الانبیاء کہنا برابر ہو سکتے ہیں۔ اگر کوئی شخص کسی شاعر کو خاتم الشعراء کہتا ہے تو اس کا بھی یہ منشا ہوتا ہے کہ اب شاعری اس پر ختم ہو چکی اس کے بعد کسی نے کیا شعر کہنا ہے گویا وہ ان پر علم کے رو سے یہ حکم لگا دیتا ہے کہ یہ آخری شاعر ہے مگر چونکہ انسان کا علم نا تمام اور ناقص ہوتا ہے نہ وہ عالم الغیب ہوتا ہے اور نہ ہی اسکو آنے والے واقعات کا علم ہوتا ہے اسلئے اس کی رائے آیندہ زمانہ کے متعلق غلط نکلتی ہے۔ ہو سکتا ہے اور بہت ممکن ہے کہ اس سے بڑھکر کوئی اور شاعر کسی دوسرے ملک میں موجود ہو بلکہ اسی شہر میں موجود ہو جس کا علم اسکو نہ ہو۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آیندہ زمانہ میں کوئی اور عظیم الشان شاعر پیدا ہو جائے جو گذشتہ شعراء کو مات کر دے جنگ عظیم یورپ کے متعلق دنیا کے بہترین دماغوں نے یہ فتوے دیدیا تھا کہ اب یہ آخری جنگ ہے اور جنگوں کا خاتمہ ہو گیا ہے مگر لوگوں کا یہ نظریہ سراسر غلط نکلا اور دنیا نے دیکھ لیا کہ گذشتہ جنگ یورپ کو موجودہ جنگ سے کوئی نسبت ہی نہیں۔ پس کیا اگر خداوند تعالیٰ کسی کو خاتم الشعراء یا خاتم الانبیاء فرمائے تو وہ بھی لوگوں کی انکل پچو باتوں کی طرح نعوذ باللہ غلط نکل آتا ہے نہیں نہیں خدا تعالیٰ کا فرمودہ کبھی غلط نہیں نکلتا۔ ومن اصدق من اللہ قیلا وہ علام الغیوب ہے۔ قادیانی علماء کا دماغ بھی عجیب واقعہ ہوا ہے کہ وہ شاعروں کی بات پر اللہ تعالیٰ کی بات کو بھی قیاس کرتے ہیں۔

"قادیانی جماعت کا یہ کہنا" کہ ختم کے معنے پنجابی۔ اردو۔ فارسی میں آخری اور انقطاع کے بیشک ہیں مگر عربی زبان میں بجز افضل اور صاحب کمال کے اور کوئی معنے نہیں آتے"

(احمدیہ تبلیغی پاکٹ بک صفحہ ۱۲۵)

یہ قول سراسر غلط اور بے بنیاد ہے۔ اگر قادیانی جماعت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو عربی زبان اور لغت کا عالم و فاضل مانتی ہے تو میں آپکے چند حوالجات پیش کرتا ہوں:۔

"واما النبوۃ التی تامۃ کاملۃ جامعۃ جمیع کمالات الوحی فقد آمنا بانقطاعہا من یوم نزل فیہ وما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین" (توضیح المرام صفحہ ۱۰ سنہ ۱۸۹۱ء)

ترجمہ:۔ اور وہ نبوت جو تامہ کاملہ ہے جو اپنے اندر رکھتی ہے سارے کمالات وحی کے سو ہم اس کے انقطاع پر ایمان لا چکے اس دن سے جب یہ نازل ہوا کہ نہیں ہیں محمد باپ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ لیکن وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔

اب اس عبارت میں خود حضرت مسیح موعود نے ختم کے مفہوم کو انقطاع سے تعبیر فرمایا بلکہ یہ بھی فرمایا کہ انقطاع نبوت پر ہمارا ایمان ہے مگر برخلاف اس کے قادیانی جماعت کا انقطاع نبوت پر ایمان نہیں کیا یہی لوگ ہیں جو اپنے آپ کو مبائع کہتے ہیں۔

ایک اور حوالہ:۔

"والنبوۃ قد انقطعت بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم ولا کتاب بعد الفرقان الذی ہو خیر الصحف السابقہ ولا شریعۃ بعد الشریعۃ المحمدیہ"

(الاستفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۴ سنہ ۱۹۰۷ء)

اب اس عبارت سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد نبوت منقطع ہے اور قرآن کے بعد کوئی کتاب نہیں۔ اور شریعت محمدیہ کے بعد کوئی شریعت نہیں۔ ایک اور حوالہ:۔

"وان رسولنا خاتم النبیین وعلیہ انقطعت سلسلۃ المرسلین" (الاستفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۴)

ترجمہ:۔ تحقیق ہمارے رسول صلعم خاتم النبیین ہیں اور ان پر رسولوں کے آنے کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ لیکن اگر تھوڑی دیر کے لئے قادیانی دوستوں کی اس بات کو تسلیم بھی کر لیا جائے کہ ختم کے معنے عربی زبان میں بجز افضل اور صاحب کمال کے اور کوئی معنے نہیں آتے تو پھر بھی ان کا مدعا ثابت نہیں ہوتا اسی بناء پر قادیانی دوست خاتم الانبیاء کا یہ معنی کرتے ہیں کہ افضل الانبیاء اور صاحب کمال نبی یعنے نبیوں میں سے سب سے بڑا نبی اور صاحب کمال نبی تو پھر خاتم الاولیاء کا یہ معنی ہوگا کہ اولیاء میں سے سب سے بڑا ولی اور صاحب کمال ولی۔

حضرت صاحب کی دو حیثیتیں ہیں ایک اصلی اور دوسری مجازی مجددیت اور مسیحیت اصلی ہے، نبوت مجازی اور غیر حقیقی ہے۔ اصلی حیثیت قابل تبلیغ ہے یعنے مجددیت اور نبوت قابل تبلیغ نہیں ہے حضرت نے اس کی اشاعت کی ممانعت فرما دی اپنی جماعت میں بھی غیر لوگوں کو کیوں تبلیغ کی جائے اسکو فتنہ قرار دیا۔ الہام دنیا میں ایک نذیر آیا۔ الوصیت صفحہ ۱۰ میں فرمایا کہ اس کا کامل متبع صرف نبی نہیں کہلا سکتا

(بقیہ خطبہ)

متعلق ہیں ان کو پڑھنے کے بعد کوئی شبہ باقی نہیں رہتا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے اپنے بندے پر ظاہر فرمائے۔ میں نے اسلئے ان پیشگوئیوں کا ذکر کیا ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ ان چیزوں کو دنیا کے سامنے پیش کریں اس سے ایمان پیدا ہوتا ہے ان باتوں کو اپنے اخبارات رسائل میں بار بار پیش کریں اس بات سے تھکنا نہیں چاہیئے انہیں تازہ رکھنا چاہیئے ایک بڑی بھاری مخلوق ہے جن کے ہاتھ میں یہ اخبارات جاتے ہیں ان پر اثر پڑتا ہے ایک ترتیب کے ساتھ ان باتوں کو لیجئے اور دنیا کے سامنے بار بار پیش کیجئے لوگ یقیناً ان سے اثر پذیر ہونگے حضرت صاحب کے زمانہ میں کیا ہوتا تھا شرفت وفات مسیح وفات مسیح یہانتک کہ لوگ تھک جاتے تھے لیکن جو نئے آدمی آتے تھے انکے لئے تو یہ بات نئی ہوتی تھی اور ان پر اس کا اثر پڑتا تھا سو ان باتوں کو بار بار لوگوں کے سامنے لانے سے انکا ایک فائدہ یہ ہوگا کہ ایمان پیدا ہوگا اور دوسرے لوگ ان باتوں کی طرف آسکیں گے جن باتوں کی طرف آپ انہیں لانا چاہتے ہیں سو ان کو پیش کرتے ہوئے تھکنا نہیں چاہیئے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسکی توفیق عطا فرمائے آمین۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

لوائے ماپنہر سعید خواہد بود ٭ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا مقتدر آرگن

پیغامِ صلح

ایڈیٹر ایس محمد آصف بی۔ اے

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل رب
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیت

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آیندہ ہوگی۔
۴۔ سب صلحاء اور آئمہ قابل احترام ہیں۔ سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا

جلد ۳۱ | لاہور پنجشنبہ مطبوعہ ۱۴ محرم الحرام ۱۳۶۱ھ مطابق ۲۱ جنوری ۱۹۴۳ء | نمبر ۳

غلبہ اسلام کے متعلق حضرت مسیح موعود کی پیشگوئی

تحریک احمدیت اسلام کی شانِ جمالی کی آئینہ دار ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے غلبۂ اسلام اور اسلام کے روحانی اقبال کے متعلق نہایت واضح الفاظ میں پیشگوئی فرمائی ہے اور ساتھ یہ بھی حضور کا ارشاد موجود ہے کہ یہ زمانہ اسلام کی روحانی تلوار کا ہے اور اسلام اس روحانی حربہ سے فتح پائے گا جیسا کہ حضور فرماتے ہیں:۔

"یقیناً سمجھو کہ اس لڑائی میں اسلام کو مغلوب اور عاجز دشمن کی طرح صلح جوئی کی حاجت نہیں بلکہ اب زمانہ اسلام کی روحانی تلوار کا ہے، جیسا کہ وہ پہلے کسی وقت میں ظاہری طاقت دکھلا چکا ہے یہ پیشگوئی یاد رکھو کہ عنقریب اس لڑائی میں بھی دشمن ذلت کیساتھ پسپا ہوگا اور اسلام فتح پائے گا حال کے علوم جدیدہ کیسے ہی زور آور حملے کریں کیسے ہی نئے نئے ہتھیاروں کے ساتھ چڑھ چڑھ کر آویں مگر انجام کار ۔ ۔ ان کے لئے ہزیمت ہے میں شکرِ نعمت کے طور پر کہتا ہوں کہ اسلام کی اعلیٰ طاقتوں کا مجھے علم دیا گیا ہے جس علم کی رو سے میں کہہ سکتا ہوں کہ اسلام نہ صرف فلسفۂ جدیدہ کے حملوں سے اپنے تئیں بچائے گا بلکہ حال کے علوم مخالفہ کی جہالتیں ثابت کر دے گا۔ اسلام کی سلطنت کو ان چڑھائیوں سے کچھ بھی اندیشہ نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس کے اقبال کے دن قریب ہیں میں دیکھتا ہوں کہ آسمان پر اس کی فتح کے نشان نمودار ہیں یہ اقبال روحانی ہے اور فتح بھی روحانی" (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۱۹۸)

حضرت اقدس علیہ السلام کی اس مندرجہ بالا پیشگوئی سے واضح ہوتا ہے کہ اس زبردست کشمکش کے بعد اسلام فتح پائے گا اور کامران ہوگا اور اسلامی اقبال اور غلبۂ روحانی ہوگا یعنی حضرت بانئے سلسلہ عالیہ احمدیہ اسلام کے ایک روحانی غلبہ کے علمبردار ہیں اور تحریک احمدیت اسلام کی شان جمالی اور زبردست روحانی تحریک کی آئینہ دار ہے یہ تحریک دنیا میں ایک زبردست روحانی اور اسلامی انقلاب پیدا کرنا چاہتی ہے اور اسکے لئے پیہم اور مسلسل کوششوں اور مساعی کو بروئے کار لانا چاہتی ہے اور یہ کوشش اور مساعی کسی خاص زمانہ اور کسی خاص مکان کے متعلق نہیں ہیں اس خالص اسلامی تحریک کا جہاد اس وقت تک دنیا میں جاری رہے گا جب تک وہ مذکورہ بالا روحانی غلبہ رونما ہو اور دنیا کی اقوام خواہ وہ سیاہ ہوں یا سفید حلقہ بگوش اسلام نہ ہوں اور اسلام کے اخلاقی اور روحانی نظام کو تسلیم نہ کریں اور کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار نہ کریں نسلاً بعد نسلاً لوگ اس خالص روحانی تحریک میں شامل ہوں گے اور دنیا کی طاغوتی اور شیطانی قوتوں کے خلاف جہاد کریں گے اور اپنے استقلال صبر اور شکیب سے اور اپنی اخلاقی سطوت اور روحانی شوکت سے اکناف عالم کے مادی اور فلاسفی مرکزوں میں جرأت اور بہادری کے ساتھ محمد رسول اللہ علیہ وسلم کے پیغام کو پہنچائیں گے اور اس راستہ میں ہر قسم کی جسمانی مالی اور جانی مشکلات کو خندہ جبینی کے ساتھ برداشت کریں گے اور یہ خواہش اور توقع ہرگز نہیں کریں گے کہ انہیں فوراً ان خدمات اور مساعی کے نتیجہ میں کامیابی اور کامرانی عطا کی جائے بلکہ وہ روحانی جہاد صرف اسلئے کریں گے کیونکہ انہیں ایسا کرنے کا حکم ہے اور کامیابی اور ناکامی تو خدا تعالےٰ کے ہاتھ میں ہے وہ جب چاہتا ہے کامیابی عطا کرتا ہے اور ایک مومن اور مسلمان کیلئے کیا یہ مسرت کم ہے کہ وہ اپنے خدا اور رسول کے حکم پر بغیر چون و چرا نقد زیست پیش کرتا ہے اور اس کے عوض کسی انعام اور صلہ کا طالب نہیں ہوتا۔

سو تحریک احمدیت صبر و استقلال ہمت، روحانی جہاد ایسی اعلےٰ خصوصیات کی حامل ہے آج سواد اسلامی میں جماعت احمدیہ جیسا خلوص و ایثار رکھنے والی اور اعلائے کلمۃ الحق کرنیوالی جماعت کہاں ہے؟ ایسی جماعت کہاں ہے جس کا مطمح نگاہ صرف اور صرف اشاعت اسلام اور غلبۂ اسلام ہو اور وہ دنیا کی تمام سیاسی، مادی اور اشتراکی تحریکوں سے قطع نظر کر کے صرف اشاعت اسلام اور تبلیغ قرآن پر اپنی ساری قوتوں کو صرف کر رہی ہو جماعت احمدیہ لاہور کا غلبۂ اسلام کے متعلق حضرت بانئے سلسلہ عالیہ احمدیہ کی پیشگوئی اور ارشاد کے مطابق یہی ایمان اور مطمح نگاہ رہے گا کہ یہ اسلام کی روحانی فتح کا زمانہ ہے اور اسلام روحانی حربہ سے فتح پائے گا۔

جلسہ سالانہ کے موقعہ پر ۹۵ اصحاب جماعت میں شامل ہوئے

اس دفعہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہمارا جلسہ سالانہ بہت ہی کامیاب رہا جبکہ بغیر کسی ... ۸۰۰ روپیہ چندہ جمع ہوا اور جماعت میں مختلف مقامات پر پانچ مسجدوں کی تعمیر کا انتظام ہوا وہاں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۵۶ اصحاب جماعت میں شامل ہوئے دعا ہے اللہ تعالیٰ ان اصحاب کو استقامت عطا فرمائے اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے قیام کی حقیقی غرض و غایت سمجھنے اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ٭

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ خیریت سے ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

— حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کچھ عرصہ کے لئے بمبئی تشریف لے گئے ہیں حضرت ڈاکٹر صاحب قبلہ کا پتہ درج ذیل ہے۔

معرفت:۔ جناب نصیر احمد صاحب فاروقی آئی۔ سی۔ ایس کلکٹر تھانہ بمبئی۔

— محترم جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور کچھ دنوں سے بعارضہ انفلوئنزا بیمار ہیں احباب سلسلہ ڈاکٹر صاحب موصوف کی صحت کے لئے صدق دل سے دعا فرمائیں۔

— اخویم مکرم جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب احمدیہ بلڈنگس سے اپنی صاحبزادی کے علاج کے لئے ماڈل ٹاؤن لاہور میں کچھ عرصہ کیلئے فروکش ہوگئے ہیں تمام احباب سلسلہ ڈاکٹر صاحب موصوف کی صاحبزادی کی صحت کے لئے حضور قلب سے دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ صاحبزادی مذکورہ کو صحت کامل عطا فرمائے آمین۔

— جناب چوہدری سرفراز خاں صاحب ساکن ... بدستور صاحب فراش ہیں احباب سلسلہ کی خدمت میں التماس ہے کہ انکی کامل صحت کیلئے دعا فرمائیں۔

تحریک مساجد فنڈ میں حصہ لینے والے احباب توجہ کریں

جلسہ سالانہ پر حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ نے بعض مقامات پر مساجد بنانے کے لئے چندہ کی تحریک فرمائی تھی جس میں کئی اصحاب نے نہایت جوش اور اشتیاق سے حصہ لینے کا وعدہ کیا ایسے تمام احباب کو فرداً فرداً ان کے وعدوں کی یاد دہانیاں کرائی جا رہی ہیں امید ہے کہ وہ جلد موعودہ رقوم بھیجنے کی سعی فرمائیں گے تا کہ مساجد کی تعمیر کا کام جلد شروع کیا جا سکے اور جس نیک غرض کے لئے انہوں نے یہ قدم اٹھایا ہے اس میں زیادہ تاخیر واقع نہ ہو اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے اور ... نیک عزائم کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائے۔

دفتر سے جو خطوط اس سلسلہ میں احباب کی خدمت میں بھیجے جا رہے ہیں امید ہے احباب ان کا جواب دینے میں تاخیر نہ فرمائیں گے۔ والسلام

عبداللہ۔ جنرل سکرٹری ۱۹ ۱/۴۳

ضروری اعلان

انجمن نے کاغذ کی گرانی کی وجہ سے کتب میں جو رعایت کی ہوئی تھی وہ منسوخ کر دی ہے اور جن کتب پر رعایت نہ دی گئی تھی ان کی قیمت میں ۲۵ فیصدی ایزادی کر دی گئی ہے۔ عبداللہ جنرل سکرٹری

ضرورت رشتہ

میاں علم الدین ولد ڈاکٹر نظام الدین صاحب گگے زئی پنشنر لدھیانہ کے لئے جو ایف اے تک تعلیم یافتہ ہے اور اس وقت فوجی محکمہ بجلی میں ۔/۱۰۰ روپیہ ماہوار پر ملازم ہے جس کی عمر قریباً بیس سال ہے اور ابتک کنوارا ہے رشتہ کی ضرورت ہے لڑکی ککے زئی خاندان سے ہو تو ترجیح دی جائیگی خط و کتابت سکرٹری کے ذریعہ ہو مخفی رکھی جائے گی۔ عزیز بخش

مغربی اقوام کی آویزش اور غلبۂ اسلام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک کشف جماعت احمدیہ لاہور کو مشخص کر دیتا ہے

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ مورخہ ۱۵ جنوری ۱۹۴۳ء

وترکنا بعضھم یومئذ یموج فی بعض ونفخ فی الصور فجمعنٰھم جمعا .... ذالک جزاؤھم جھنم بما کفروا واتخذوا اٰیتی ورسلی ھزوا۔ (سورۃ الکھف رکوع ۱۰۹،۶)

مذکورہ بالا آیات اور حضرت مسیح موعود ان آیات کے متعلق جو میں نے ابھی پڑھی ہیں آپ بہت کچھ سنتے رہے ہیں میں بھی کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں لکھ بھی چکا ہوں اس وقت میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود نے ان آیات کے متعلق کیا لکھا ہے، یاجوج ماجوج کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ عیسائی اقوام ہی ہیں اور استدلال قرآن کریم کی ان آیات سے کیا ہے کیونکہ ان کے مابعد یعنی یاجوج ماجوج کے ذکر کے بعد فرمایا ہے افحسب الذین کفروا ان یتخذوا عبادی من دونی اولیاء انا اعتدنا جھنم للکفرین نزلا۔ کیا جو کافر ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ میرے مقابل میں میرے بندوں کو کارساز بنا سکیں گے ہم نے دوزخ کو کافروں کے لئے مہمانی کے طور پر تیار کیا ہے گویا ان لوگوں کا ذکر ہے جنہوں نے خدا تعالےٰ کے ایک بندے کو معبود بنا لیا اور پھر فرماتے ہیں آگے انہیں اقوام کی صنعتوں کا ذکر ہے الذین ضل سعیھم فی الحیٰوۃ الدنیا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا۔ وہ جن کی کوشش دنیا کی زندگی میں برباد ہو گئی اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ صنعت کے اچھے اچھے کام بنا رہے ہیں اور پھر انہیں لوگوں کے متعلق ارشاد ہے اولٰئک الذین کفروا بایٰت ربھم ولقائہ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی باتوں اور اس کی ملاقات کا انکار کیا یعنی روحانی زندگی کا انکار کرنے والے ہیں۔

اسلام کیلئے دو عزتیں اس کے ساتھ ہی فرماتے ہیں کہ اسلام کے لئے یہ مقدر تھا کہ دو ذلتوں کے بعد دو عزتیں اس کو حاصل ہوں اس موقعہ پر آپ نے ایک اور لطیف استدلال بھی کیا ہے ولقد نصرکم اللہ ببدر (اور یقیناً اللہ نے تم کو بدر میں مدد دی) فرماتے ہیں ایک وہ مدد اور عزت ہے جو اللہ تعالیٰ نے بدر کے میدان میں مسلمانوں کو عطا فرمائی اور ایک دوسری عزت کے وقت کا اشارہ بدر یعنی چاند میں ہے یعنی وہ چودھویں صدی میں ملنے والی ہے ہلال چودھویں رات کو بدر بنتا ہے۔ تو گویا چودھویں صدی میں اسلام کا نور کامل طور پر دنیا پر چھا جائے گا اور اس کی بنیاد چودھویں صدی کے مجدد نے رکھی، اگر غور کیا جائے تو دو دفعہ اسلام کی تکذیب ہوئی اور دو دفعہ یہ تکذیب نیست و نابود ہو کر اس کی قبولیت کا عام ہونا یہ سلسلہ قرآن و حدیث میں برابر چلتا ہے بدء الاسلام غریبا وسیعود کما بدء جس طرح اسلام غربت کی حالت میں شروع ہوا تھا پھر وہی حالت پیش آئے گی یعنی اس کی تکذیب ہو گی جس طرح پہلے ہوئی۔

اسلام اور عیسائی اقوام کی آویزش سو قرآن مجید اور حدیث اور حضرت صاحب کی کتابوں میں بڑی کثرت سے یہ مضمون پایا جاتا ہے کہ اسلام کے لئے ضروری تھا کہ عیسائیوں کے ہاتھ سے بہت کچھ رکاوٹیں دیکھے جن سے قریب ایسا معلوم ہو کہ اسلام کو نابود کر دیں گی۔ اس کے بعد پھر اسلام اٹھیگا تو ان آیات کے متعلق وترکنا بعضھم یومئذ یموج فی بعض ونفخ فی الصور فجمعنٰھم جمعا...... فرماتے ہیں کہ یہ اقوام ایک دوسرے پر چڑھائی کریں گی ذرا غور کیجئے حضرت صاحب کا زمانہ اس مغربی آویزش سے پہلے کا ہے اس وقت یہ کشمکش شروع ہوئی تھی اور نہ اس کے کوئی آثار پائے جاتے تھے اور ان کے متعلق حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ یہ اقوام ایک دوسرے پر چڑھائی کریں گی اور اس کے آگے جو الفاظ آتے ہیں ونفخ فی الصور فجمعنٰھم جمعا اور صور پھونکا جائیگا۔ پس ہم ان کو ایک جماعت کے رنگ میں اکٹھا کر دیں گے حضرت صاحب نے اس کے معنے یوں کئے ہیں کہ نفخ فی الصور درحقیقت مسیح موعود کا ظہور ہے اور پھر ہم ان کو اسلام پر جمع کر دیں گے یعنی پہلے ان میں جنگ ہو گی اور پھر ان کو اسلام پر جمع کرایا جائے گا۔ اس کے بعد پھر اسی دن ترکنا بعضھم یومئذ یموج فی بعض کا ذکر یوں کیا وعرضنا جھنم یومئذ للکفرین عرضا اور اس دن ہم دوزخ کو دنیا میں ہی ان کے سامنے لے آئیں گے یہ وہ حالت ہے جس کا نظارہ آج یہ لڑائیاں جو مغربی دنیا کر رہی ہے کن لوگوں کے سامنے لے آئیں گے؟ الذین کانت اعینھم فی غطاء عن ذکری وکانوا لایستطیعون سمعا۔ جو اللہ تعالیٰ کے ذکر قرآن کو نہ دیکھنا چاہتے تھے اور سننا بھی برداشت نہ کرتے تھے۔

موجودہ آویزش کا آخری نتیجہ غلبۂ اسلام ہے اس موقعہ پر حضرت صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ ایک ہوا چلیگی جو ان لوگوں کو اسلام کی طرف لائے گی اور فی الواقعہ معلوم یہی ہوتا ہے کہ آخری غلبۂ اسلام کا اس ذریعہ سے ہونیوالا ہے کہ جو قومیں سب سے زیادہ اسلام کی مخالف تھیں وہ اس کے سامنے سر جھکا دیں، اور اسلام کو ان پر فتح حاصل ہو اور کثرت سے لوگ اسلام کی طرف رجوع کریں ـــــ جہاں یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی ایک مصلحت کے ماتحت ہو رہا ہے وہاں یہ بھی خدا تعالیٰ کی مصلحت ہے کہ موجودہ آویزش کا آخری نتیجہ یہ ہو کہ اسلام دنیا پر غالب آ جائے بڑا زبردست اسکا یقین حضرت صاحب کے دل میں تھا، چاروں طرف مخالفت کی آگ بھڑکی ہوئی تھی۔ سامان کوئی نظر نہیں آتا تھا لیکن یہ زبردست یقین آپ کے دل میں تھا کہ یہی اسلام کے غالب آنے کا وقت ہے یقین کامل تھا کہ یہ قومیں جو اسلام کی سخت ترین دشمن ہیں اسلام میں داخل ہونیوالی ہیں اگلے دن مجھ سے کسی نے یہ سوال کیا تھا کہ بعثت ثانی کا کیا مطلب ہے؟ اور کیا اس کا ذکر قرآن و حدیث میں ہے فی الحقیقت بعثت ثانی کیا ہے اسلام کا از سر نو دنیا پر غالب آ جانا ایک دفعہ گر کر پھر اس کا اٹھنا۔ مجاز کے طور پر ہم اسے بعثت ثانی کہتے ہیں اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضرت نبی کریم صلعم ہی فی الواقعہ دوبارہ تشریف لائینگے بلکہ حضور کی صفات کا ایک دفعہ پھر ظہور ہو گا ان صفات کے ظہور سے اسلام دنیا پر غالب آ جائے گا۔

ایک پیشگوئی اور جماعت احمدیہ اللہ تعالیٰ نے غلبۂ اسلام کا کام جس جماعت کے ہاتھ میں دیا ہے وہ بھی ایک پیشگوئی کے ماتحت ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر۔ اب دیکھئے کہ اسلام کا ابتدائی زمانہ تو وہ ہے کہ سارے کے سارے مسلمان ایک ایسی جماعت تھے جو دعوت الی الخیر کا کام کرتے تھے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ...... اس زمانہ میں جب مسلمانوں سے دعوت الی الخیر کا کام اٹھ جائے تو اس وقت اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے ایک جماعت کھڑی کر دے گا اور یہ نفخ فی الصور کے ماتحت ہے۔ عام مسلمانوں میں تبلیغ کا خیال اور غلبۂ اسلام کا خیال بھی پیدا نہیں ہوتا ایک طرف یہ آیت قرآنی ہے اور دوسری طرف حدیث سے بھی ہمیں ایسا ہی معلوم ہوتا ہے بخاری میں ایک حدیث ہے نبی کریم فرماتے ہیں لا یزال طائفۃ من امتی ظاھرین حتی یاتیھم امر اللہ وھم ظاھرون میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ غالب رہے گا۔ ایک روایت میں ہے علی الحق یعنی ان کا غلبہ حق پر ہونے کی وجہ سے ہو گا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ جائے گا اس اللہ کے حکم اور ایسا ہی اللہ کے وعدہ سے اسلام کا غلبہ مراد ہے جب یہ گروہ ساری دنیا پر غالب آ جائیگا پہلا غلبہ محدود غلبہ ہے اور پھر وہ غلبہ ہے جو عالمگیر ہے ایسا ہی حدیث ابوداؤد میں ہے لا تزال طائفۃ من امتی یقاتلون علی الحق ظاھرین من ناواھم میری امت میں سے ایک گروہ حق پر قائم رہ کر مقابلہ کرتا رہیگا اور بالآخر ان لوگوں پر غالب آ جائیں گے جو ان کے دشمن ہونگے

اس حدیث کی شرح اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ یقاتلون علی الحق میں بہادر سپاہی بھی شامل ہیں جو حقیقی طور سے جنگ کرتے ہیں اور فقیہہ بھی شامل ہیں جو شرائع و مسائل دین کہتے ہیں اور محدثین یا اولیاء اللہ بھی شامل ہیں اور زاہد لوگ بھی شامل ہیں، اسلئے کہ وہ دین کی نصرت کے لئے دعائیں کرتے ہیں اور پھر اور کئی قسم کے لوگ وہ سب اس میں شامل ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں میں مقابلہ اور جہاد کا لفظ اتنا مقید اور محدود نہ تھا جتنا کہ آجکل مسلمانوں میں ہے یہی یقاتلون علی الحق میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو دین اسلام کو دنیا میں پھیلانے کے لئے جدوجہد میں مصروف ہیں، یہ طائفہ ہمیشہ چلا آیا ہے اس زمانہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے ایک جماعت کو کھڑا کیا ہے جو مقابلہ کرتی اور حق کو پھیلانے کے لئے جنگ کرتی ہے جہاد کرتی ہے۔

حضرت مسیح موعود کا ایک رؤیا خود حضرت مسیح موعود نے اسے جنگ ہی کی سی شکل دی ہے بلکہ آپ کے ایک رؤیا میں ان کو دین کے سپاہیوں کی فوج ہی کہا گیا ہے فرماتے ہیں "کشفی حالت میں اس عاجز نے دیکھا کہ انسان کی صورت پر دو شخص ایک مکان میں بیٹھے ہیں ایک زمین پر اور ایک چھت کے قریب بیٹھا ہے تب میں نے اس شخص کو جو زمین پر تھا مخاطب کر کے کہا کہ مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے مگر وہ چپ رہا اور اس نے کچھ بھی جواب نہ دیا تب میں نے اس دوسرے کی طرف رخ کیا جو چھت کے قریب اور آسمان کی طرف تھا اور اسے میں نے مخاطب کر کے کہا کہ مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے وہ میری اس بات کو سن کر بولا کہ ایک لاکھ نہیں ملیگی مگر پانچ ہزار سپاہی دیا جائے گا تب میں نے اپنے دل میں کہا اگرچہ پانچ ہزار تھوڑے سے آدمی ہیں پر اگر خدا تعالیٰ چاہے تو تھوڑے بہتوں پر فتح پا سکتے ہیں اور اس وقت میں نے یہ آیت پڑھی کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ"

(ازالہ اوہام صفحہ ۹۷، ۹۸، حاشیہ)

یہ فوج، سپاہی، جنگ اور جہاد کے الفاظ روحانی جنگ میں استعمال ہوئے ہیں۔

یدعون الی الخیر کرنیوالی صرف ایک جماعت ہے واقعات کے لحاظ سے دیکھا جائے تو دنیا میں یدعون الی الخیر کرنیوالی صرف ایک جماعت نظر آتی ہے مسلمان ملکوں کو دیکھ لیجئے جہاں مسلمانوں کی حکومت ان کو بھی دیکھ لیجئے جہاں نہیں مگر کثرت مسلمانوں کی ہے ان کو بھی دیکھ لیجئے صرف ایک جماعت اس کام کو کرنیوالی آپ کو نظر آئیگی یہ ایک واقعہ ہے حضرت صاحب بھی اسے اسی رنگ میں لیتے ہیں جیسا کہ مذکورہ کشف سے واضح ہے۔

مذکورہ کشف اور میاں صاحب کا اعتراف یہ کشف ایک مدت تک اخفا کی حالت میں رہا چند سال قبل ہماری نظروں سے گذرا غالباً ۱۹۲۷ء کا واقعہ ہے کہ جناب میاں صاحب نے کسی انگریز یا امریکن سے گفتگو کرتے ہوئے جماعت لاہور کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا کہ یہ لوگ یعنی جماعت لاہور کے افراد بانئ سلسلہ کو صرف مجدد مانتے ہیں نبی نہیں مانتے، ہماری تعداد کے

(باقی بر صفحہ ۵)

اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجددِ اعظم حصہ سوم کی تکمیل

(از قلم حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب)

الحمد للہ ثم الحمد للہ ثم الحمد للہ۔ آج ۹ جنوری ۱۹۴۲ء کو اس عاجز پر اللہ تعالیٰ کا یہ فضل و احسان بے پایاں ہوا کہ مجددِ اعظم حصہ سوم کا مسودہ اپنی تکمیل کو پہنچ گیا۔ جب اپنی مخدوش صحت اور علمی فرومائیگی اور عجز و بے بسی کی طرف نظر کرتا ہوں تو حیرت سے انگشت بدنداں رہ جاتا ہوں کہ یہ کام کیسے ہو گیا۔ ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کی جناب میں میری روح سجدۂ شکر میں گرتی ہے کہ جو کچھ کیا اس نے تو اپنے فضل سے کیا۔ اور نام کسی بندہ کا مفت میں ہو گیا۔ یہ بندہ نوازیاں ہیں۔ غریب نوازیاں ہیں۔ ورنہ من آنم کہ من دانم۔ حضرت مسیح موعودؑ نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

خود کنی و خود کنانی کار را ٭ خود دہی رونق تو آں بازار را

اس کتاب کے لکھنے میں جس جس طرح جناب الٰہی نے تائیدات غیبی کے نظارے دکھائے ہیں وہ نہایت ایمان افروز ہیں۔ بعض دفعہ [illegible] کی ضرورت پیش آئی اور میں بوجہ اپنے عجز و ضعف اور تنہائی کے [illegible] تلاش میں بہت دشواری محسوس کرتا تھا۔ وہ نہایت آسانی سے خود بخود سامنے آ جاتے تھے۔ بعض دفعہ بہت پرانے حوالے یکا یک پیغام صلح میں کسی غیبی تحریک سے کہ [illegible] چھپ گئے اور میں ششدر رہ گیا کہ یہ کیا ہوا۔ یہ کس نے تحریک کی کہ یہ حوالے چھپ جانے چاہئیں۔ غرضیکہ بڑی بڑی [illegible] ورنہ یہ کام میرے بس کا نہ تھا۔ آج سے ۳۸ برس پہلے ۱۹۰۵ء میں حضرت اقدس نے رؤیا میں مجھ سے فرمایا کہ ہم نے آپ کا نام آسمان پر "محرر مجددِ ہند" لکھ دیا ہے۔ آنکھ کھلی تو قلب بہت متاثر تھا۔ مگر ساتھ ہی حیران تھا کہ مجھے تو ایک سطر بھی لکھنی نہیں آتی۔ میں مجدد کا محرر کیسے بن سکتا ہوں۔ اس کے کئی سالوں کے بعد میں کچھ کچھ مضامین تحریر کرنے لگا۔ میں نے سمجھا کہ یہی محرری ہے جو مجدد ہند کے طفیل نصیب ہو گئی۔ یہ خیال روز بروز ترقی پکڑتا گیا۔ لیکن **حضرت مجدد ہند** کی سوانح عمری لکھنے پر مجھے سمجھ آئی کہ مطلب یہ تھا کہ اس مجدد کی سوانح عمری کی جس کا ظہور ہند میں ہوا **محرری** کی خدمت کا شرف مجھے بخشا جائیگا۔ گویا اس کتاب کا دوسرا نام "**مجدد ہند**" ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے اور حضرت اقدس کا فیض ہے۔ جیسا کہ رؤیا میں آپ نے فرمایا کہ ہم نے آپ کا نام آسمان پر محرر مجدد ہند لکھوا دیا ہے آپ کا [illegible] تھا کہ یہ سب فیض مسیحیت ہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اس کتاب [illegible] حضرت مسیح موعود [illegible] معرفت بیش از بیش حاصل ہوئی اور امت [illegible] نظر آئی جو کسی مجدد کو حاصل نہیں۔ اور اسی لئے **مجدد اعظم** کا نام آپ کے لئے نہایت موزوں حال نظر آیا۔ ان پر افسوس جنہوں نے اس مجدد اعظم کا زمانہ پایا اور شناخت نہ کیا یا شناخت کیا تو غلو کر کے آپ کی اصلی پوزیشن کو بگاڑ کر ساری خوبصورتی کو ملیا میٹ کر کے رکھ دیا۔ اور ان پر بھی افسوس ہے جو آج اس مجدد زمانہ کی سوانح عمری [illegible] فائدہ نہیں اٹھاتے۔ کئی دوست ہیں جو دوسرے اس کتاب کو [illegible] ضروری سمجھا۔ ورنہ قیمت کم ہو یا زیادہ۔ انسان ضروری چیز کو خرید کر رہتا ہے۔ یا خریدا تو پڑھا نہیں۔ الماری میں ڈال چھوڑا۔ یا پڑھا تو کہیں کہیں سے پڑھا بالاستیعاب نہ پڑھا۔ اب انشاءاللہ تعالیٰ یہ تیسرا حصہ نکل رہا ہے یہ بالکل علمی حصہ ہے کیونکہ اس میں فقط حضرت اقدس کی دینی خدمات کا ذکر ہے۔ اسے پڑھنا اور بھی مشکل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو نافع الناس بنا دے اور لوگوں کو اس کے پڑھنے کی توفیق عنایت فرمائے۔

اب سوال اس کی طباعت کا ہے۔ کاغذ کی گرانی بڑی روک ہے۔ کتاب قریباً ۵۰۰ صفحوں کی ہوگی۔ یعنی پہلی جلدوں سے نصف۔ تاہم گرانی طباعت کے لئے زیادہ رقم چاہتی ہے۔ اگر ایک ہزار بھی چھپوائی جائے تو تین ہزار یا دو ہزار جلدوں کی لاگت پڑ جائے گی۔ لیکن جس خدا پر بھروسہ کر کے کتاب لکھی ہے اسی پر نگاہ ہے کہ وہ کس کے دل میں اس نیک کام کی تحریک ڈالتا ہے کہ ان مشکلات کو فتح کر کے تو ہر مقصود کو حاصل کرنے کا موجب بنے۔ خدا کے کام ہیں۔ انشاءاللہ تعالیٰ ہو کر رہیں گے۔ لیکن مبارک ہے وہ جو اس کی تکمیل میں حصہ لیتا ہے۔ جتنی زیادہ مشکلات کا سامنا ہوتا ہے اتنا ہی زیادہ خدا کے ہاں اجر بھی ہے۔ بفضلہ تعالیٰ اسلام کو تمام دنیا میں پھیلانے کا تہیہ کرنیوالے ان مشکلات سے گھبرایا نہیں کرتے۔ اور حضرت مسیح موعود کو تو الہاماً بتایا گیا تھا کہ ینصرک رجال نوحی الیہم من السماء کہ تیری وہ لوگ مدد کریں گے جن کے دلوں میں ہم آسمان سے وحی کریں گے یعنی اللہ تعالیٰ روح القدس کے ذریعہ ان کے دلوں میں تیری نصرت کی تحریک کرے گا۔ سو اب میں منتظر ہوں کہ کس کے دل میں خدا کی طرف سے حضرت مسیح موعود کی سوانح عمری کے اس آخری حصہ کی طباعت کے لئے نصرت کی تحریک ہوتی ہے۔

وذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء
واللہ ذو الفضل العظیم

خطاباتِ امیر

یہ نظم جناب حافظ شفیق احمد صاحب مہر نے [illegible] حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں جلسہ سالانہ پر پڑھ کر سنائی۔

جہاں میں اہل [illegible] ہیں جسکو بالیقیں تو ہے ٭ بلا شک شارحِ آیاتِ قرآنِ مبیں تو ہے
حقائق کھل گئے ہیں منکشف تفسیر نے تیری ٭ ہوا امت کا آگاہ رموز علم دیں تو ہے
تری توجیہ قرآن سے یہی معلوم ہوتا ہے ٭ مسائل کی صحیح تحقیق میں کامل تریں تو ہے
[illegible] حقیقت کیا ہے پیچیدہ سوالوں کی ٭ جواب معترض مفتوں بہ لوح جبیں تو ہے
نمایاں ہو رہا ہے صاف تبلیغ و اشاعت سے ٭ کہ گلزار عمل کی زینت افزا گل زمیں تو ہے
جماعت میں فضیلت [illegible] بڑھ کر اور کیا ہوگی ٭ امیر ملت بیضا [illegible] صدر دیں تو ہے
ترے اعمال ملتے ہیں سلف [illegible] ٭ بجا ہے گر تجھے کہئے امیر المومنیں تو ہے
[illegible] سے ہوتا حل عقدے [illegible] تو نے ٭ دقیق اسرار کا حلال و معنی آفریں تو ہے
بشارت دی ہے جو تیری امارت پر ٭ کہ صدر آرائے ایوان ملن کا مکیں تو ہے
کیا ہے جمع یکجا منتشر اجزائے ملت کو ٭ زمیں بلت [illegible] سر رشتہ حبل المتیں تو ہے
دقیقوں کے تدبر کو کیا تو نے غلط ثابت ٭ تفاسیر کہن کا حرف گیر و نکتہ چیں تو ہے
تری تالیف اور تصنیف سے ہوتا ہے یہ ظاہر ٭ ترقی خواہ امت حامی دین متیں تو ہے
مجدد کے دعاوی کو کیا تصدیق ہے تو نے ٭ نمایاں صفحۂ تجدید پر مہر مبیں تو ہے
مسلماں میں جو ہونے چاہئیں اوصاف ہیں تجھ میں ٭ محب اسلام کا ہے حسن نیت کا حسیں تو ہے
ترا منصب ہے خدمت اسلام دنیا میں ٭ زمیں گم کردہ راہوں کیلئے شہراہ دیں تو ہے
وہی کہ منتشر افراد کو جس نے ملایا ہے ٭ انہی مخزن کا اک والا گہر در ثمیں تو ہے
وہ سمجھایا مسلمانوں کو جو سمجھے نہ تھے اب تک ٭ معانی فہم تو ہے نکتہ داں تو ہی ذہیں تو ہے
محمد اور علی دو پاک ناموں کا ہے مجموعہ ٭ غرض ان ہر دو اسمائے گرامی کا امیں تو ہے

سوا اس کے شفیق [illegible] مقصد نہیں تیرا
طلبگار فیوضِ رحمۃ للعالمین تو ہے

حضرت مولانا صدر الدین صاحب کا مکتوب

نوٹ: مندرجہ ذیل خط حضرت مولانا صدر الدین صاحب نے ایک نوجوان دوست کو لکھا ہے جو حال ہی میں جماعت میں باقاعدہ شامل ہوئے ہیں۔

عزیزم میاں مرغوب احمد صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی بیعت کی فارم اور خط ملے خط پڑھ کر بڑی خوشی حاصل ہوئی میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو دین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے اور میری دعا ہے کہ آپ کے ذریعہ بہت سے لوگ اس سلسلہ میں شامل ہوں عزیزم آفتاب احمد صاحب [illegible] اور [illegible] کریں تا کہ لوگ اس سلسلہ کو شناخت کر سکیں [illegible] میں شمولیت اختیار کریں۔ ہمارا دین [illegible] فرقہ بندی [illegible] یہ ایک جماعت ہے [illegible] دین اسلام کی خدمت کا جوش رکھتی ہے۔ ہم حضرت مرزا صاحب کو [illegible] ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔

آپ [illegible] تعلق بہت [illegible] ہے۔ آپ کے دادا صاحب مرحوم و مغفور حکیم شمس الدین صاحب میرے ساتھ بہت محبت و اخلاص رکھتے تھے۔ اسی طرح آپ کے والد صاحب حکیم خورشید عالم صاحب نہایت اخلاص اور محبت سے بھرے ہوئے ہیں آپ کے بڑے بھائی کا فرط اخلاص اور محبت بہت قابل قدر ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اس خاندان کا درخشندہ ستارہ بنائے اور آپکے ذریعہ سے لوگوں کی رہنمائی فرمائے آپ نمازوں میں باقاعدگی کریں اور بڑے خضوع و خشوع کے ساتھ نماز ادا کیا کریں۔ اپنے اندر ایک امتیاز پیدا کریں اور وہ امتیاز تقوےٰ اور نیکی سے پیدا ہوتا ہے اس امتیازی رنگ کے بغیر نہ اپنے آپ کو فائدہ پہنچتا ہے اور نہ ہی دوسروں کے لئے کشش پیدا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ سے بڑے بڑے کام لے۔

میں ہوں آپ کا خیر خواہ صدر الدین ۱۵ جنوری ۱۹۴۳ء

ایک نوجوان دوست کی سلسلہ میں شمولیت

جناب بشیر احمد صاحب قریشی ایام جلسہ میں جماعت میں شامل ہوئے ہیں ان کے والد ماجد جناب عبدالعزیز صاحب قریشی دہلوی [illegible] پرانے سلسلہ میں ہیں۔ یہ رشید نوجوان طبعاً دیندار تھے لیکن انہوں نے کسی پیر کی بیعت کر لی تھی جس کا ان کے والد ماجد کو بہت دکھ تھا لیکن خدا کا فضل انکے شامل حال ہوا اور وہ پھر لقائے احمدیت میں داخل ہوئے ہم اس شمولیت سلسلہ پر بشیر احمد صاحب قریشی کے والد محترم جناب عبدالعزیز صاحب قریشی دہلوی کی خدمت میں مبارکباد عرض کرتے ہیں دعا ہے اللہ تعالیٰ اس نوجوان دوست کو استقامت عطا فرمائے اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی توفیق دے۔ آمین

مسیح موعود کے لئے نبوت شرط نہیں

”میں حضرت مرزا صاحب کو واقعی مسیح موعود مانتا ہوں“

(از حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب)

ایک دوست نے مجھے الفضل مجریہ ۱۳ جنوری دکھایا جس میں میرے ایک مضمون کے ایک حصہ پر جو پیغام صلح مجریہ ۷ جنوری میں شائع ہوا تھا ایک محمودی مولوی صاحب کی طبع آزمائی تھی مضمون کو پڑھتے ہوئے مجھے خیال ہوا کہ یہ ”ظلی مولوی فاضل محمد نذیر لائلپوری“ کا مضمون ہونا چاہیئے۔ خاتمہ پر پہنچا تو انہی کا نام نامی درج تھا۔ مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ میرا قیاس غلط نہ نکلا آج سے نہیں سالہا سال سے ان بزرگ کے دماغ سے ظل اور اصل کے فرق کا احساس مٹ چکا ہے۔ بہت برس ہوئے جب انہوں نے ایک مضمون لکھا کہ ”ظلی نبی نبی ہوتا ہے۔ اور ظلی مومن مومن ہوتا ہے“۔ ان کی اس عجیب غریب تحقیقات پر بنیاد رکھتے ہوئے میں نے اس وقت یہ عرض کیا تھا کہ پھر مولوی فاضل ”محمد نذیر لائلپوری“ کو اگر یوں لکھدوں کہ ”ظلی مولوی فاضل ظلی محمد نذیر ظلی لائلپوری“ تو دونوں ایک دوسرے کے مترادف ہونگے؟ اس پر یہ بزرگ بہت سیخ پا ہوئے کہ ہمارا مذاق اُڑایا گیا۔ لیکن مجھے سمجھ نہیں آتا کہ اس میں مذاق کی کونسی بات تھی۔ ان کی اپنی تحقیقات کی بنا پر ایک دوسرا قضیہ جب ان کے سامنے رکھدیا گیا تو انہیں خود وہ مذاق نظر آیا اس لئے کہ اپنی تحقیقات کی لغویت نظر آگئی۔ اب اسی مضمون میں ملاحظہ فرمائیے میں نے لکھا تھا کہ امتی کو جو انعام ملتا ہے وہ اپنے نبی متبوع کی وساطت سے بطور ظل اور بروز کے ملتا ہے براہ راست کچھ نہیں ملتا۔ چنانچہ اس زمانہ کے مجدد کو جو مسیحیت عطا ہوئی تو اس وجہ سے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جامع کمالات ہونے کی وجہ سے اپنے اندر کمالات مسیحیت رکھتے تھے۔ اگر حضور کمالات مسیحیت نہ رکھتے ہوتے تو امتی بھی ان کمالات سے حصہ نہ لے سکتا تھا۔ پس جب مجدد وقت کو فنا فی الرسول ہونے کیوجہ سے خصوصیت سے کمالات مسیحیت سے حصہ ملا تو اُسے مسیح کا نام دیا گیا مگر یہ مسیحیت بالواسطہ بطور ظل کے ہے براہ راست نہیں اگر محمد رسول اللہ صلعم میں کمالات مسیحیت نہ ہوتے تو امتی کو بھی اس سے حصہ نہ ملتا۔ پس امتی جو مسیح ہے وہ بالواسطہ ہے۔ بلاواسطہ نہیں۔ اسی طرح احمد۔ نبی اور رسول کے نام سب بطور ظل اور بروز کے بالواسطہ امتی کو ملتے ہیں۔ براہ راست نہیں ملتے۔ امتی اپنی ذات میں نبی اور رسول اور احمد نہیں ہوتا بلکہ اپنے نبی متبوع کا ظل اور بروز ہونے کی وجہ سے بالواسطہ ان ناموں میں شامل ہوجاتا ہے۔ اس پر ظلی مولوی فاضل صاحب بہت خوش ہونے بلکہ اندر بیٹھ کر بہت ہنستے ہونگے کیونکہ وہ ہنسی ان کی تحریر سے ٹپکی پڑتی ہے۔ چنانچہ اسی خوشی میں ایک مقالہ تحریر فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب آنحضرت صلعم کا ظل ہونے کی وجہ سے حضرت مجدد وقت مسیح موعود بن گئے اور واقعی مسیح موعود بن گئے تو آنحضرت صلعم کا ظل ہونے کی وجہ سے آپ واقعی نبی و رسول بھی بن گئے اور حضرت اقدس کا حوالہ بھی پیش کیا کہ آپنے تحریر فرمایا ہے کہ جو مجھے ”واقعی مسیح موعود نہیں مانتا وہ میری جماعت میں سے نہیں“ یہ تیر چلا کر ظلی مولوی فاضل صاحب بہت خوش ہوئے لیکن مجھے تعجب ہوا کہ لائلپور سے قادیان ہجرت کر جانے اور دامن خلافت کے نیچے بسرا کرنے کے باوجود دماغ کا وہ ظل اور اصل کو ایک سمجھ لینے کا چکر گیا نہیں۔ اللہ تعالیٰ شفا عطا فرمائے۔ سنئے ظلی مولوی فاضل صاحب! میں حضرت اقدس مجدد وقت کو **واقعی مسیح موعود مانتا ہوں۔** میں انہیں حضرت مریم صدیقہ کا بیٹا مسیح ابن مریم نہیں مانتا کہ وہ اصل مسیح تھا۔ میں انہیں حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلعم نہیں مانتا جنہیں جامع کمالات نبوت ہونے کی وجہ سے فی الواقعہ مسیح بھی کہا جاسکتا تھا۔ میں حضرت اقدس مرزا صاحب کو حضرت نبی کریم صلعم کا بروز مسیحیت ہونے کی وجہ سے وہ مجدد وقت مانتا ہوں جسے ظلی اور بروزی طور پر مسیح یا ابن مریم کا نام دیا گیا اور اسی ظلی و بروزی طور پر ابن مریم یا مسیح کا نام پانیوالے کو ”مسیح موعود“ کہا جاتا ہے۔ یعنی وہ مسیح جس کے آنے کا اس امت کو وعدہ دیا گیا تھا۔ اور جس مسیح کے آنے کا اس امت کو وعدہ کیا گیا تھا اس کی نسبت حضرت اقدس مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ:-

”اگر یہ اعتراض پیش کیا جائے کہ مسیح کا مثل بھی نبی چاہیئے کیونکہ مسیح نبی تھا تو اس کا اول جواب تو یہی ہے کہ آنیوالے مسیح کیلئے ہمارے سید و مولیٰ نے نبوت شرط نہیں ٹھہرائی بلکہ صاف طور پر یہی لکھا ہے کہ وہ ایک مسلمان ہوگا اور عام مسلمانوں کے موافق شریعت فرقانی کا پابند ہوگا اور اس سے زیادہ کچھ بھی ظاہر نہ کرے گا کہ میں مسلمان ہوں اور مسلمانوں کا امام ہوں“ (توضیح مرام صفحہ ...)

پس میں حضرت اقدس کو واقعی مسیح موعود مانتا ہوں کیونکہ مسیح موعود تو وہی ہے جو امتی ہے جس کے سب کمالات بالواسطہ اپنے نبی متبوع کے ہیں جو مسیح اس لئے کہلایا کہ وہ آنحضرت صلعم کے کمالات مسیحیت کا ظل اور بروز ہے۔ وہ اصلی ابن مریم نہیں۔ وہ اصلی احمد مجتبیٰ صلعم نہیں اسے یہ نام بطور مجاز اور استعارہ کے دیئے گئے ہیں کیونکہ یہ کمالات اس نے اپنے نبی متبوع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع سے بالواسطہ پائے ہیں۔ اسی طرح اُسے نبی یا رسول کا نام محمد رسول اللہ صلعم کا ظل اور بروز ہونے کی وجہ سے بالواسطہ دیا گیا وہ دراصل نبی و رسول نہیں۔ نبوت و رسالت تو محمد رسول اللہ صلعم کی ہے جس کا دامن قیامت تک دراز ہے امتی بالواسطہ ظل اور بروز کے رنگ میں نبی اور رسول کا نام پاتا ہے۔ اسلئے اسے ان نام سے پکارا جانا بطور مجاز کے ہوتا ہے نہ کہ حقیقت کے طور پر جیسا کہ خود حضرت اقدس مرزا صاحب بھی فرماتے ہیں کہ سمیت نبیاً من اللہ علی طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقۃ۔ کہ نبی کا نام اللہ کی طرف سے مجھے مجاز کے طور پر دیا گیا نہ کہ حقیقت کے طور پر۔ پس حضرت اقدس مرزا صاحب کو آنے والا موعود کا مسیح یا دوسرے لفظوں میں ”مسیح موعود“ وہی مانتا ہے جو ان تمام صفات اور تعریفوں کے ساتھ مانتا ہے۔ جو اس کے خلاف چلتا ہے وہ آپ کو مسیح موعود نہیں مانتا۔ جو ظل کو اصل بنا دے وہ تناسخ کا قائل ہے مسیح موعود کا قائل نہیں جیسا کہ ظلی مولوی فاضل محمد نذیر لائلپوری ہیں۔ آخر میں میں ان کی خدمت میں عرض کروں گا خدا کرے کہ وہ اس پر غور کریں کہ ؎

سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجا است

آپ کوئی اور کام کرتے تو اچھا ہوتا۔ ناحق یہاں جوت دیئے گئے۔

(بقیہ خطبہ از صفحہ ۳)

متعلق اس شخص سے میاں صاحب نے یہی کہا کہ جماعت لاہور کی تعداد پانچہزار کے قریب ہے انکی یہ گفتگو رسالہ ریویو آف ریلیجنز ۱۹۳۵ء میں چھپی ہوئی موجود ہے اس کے بعد یہ کشف ہماری نظروں سے گذرا گو ہمیں میاں صاحب کے مذکورہ بالا مکالمہ کا کوئی علم نہ تھا ہم نے اس کشف کو شائع کیا اور لکھا کہ اس کشف میں حضرت صاحب کو دو آدمی دکھائے گئے ہیں ایک زمین پر ہے اور دوسرا چھت کے قریب پہلا کثیر تعداد کا مالک ہے لیکن اس کے باوجود حضرت مسیح موعود کے مطالبہ پر بالکل خاموش بنا ہے اور دوسرا ایک قلیل گروہ کا نمائندہ ہے وہ حضرت مسیح موعود کے ارشاد پر عرض کرتا ہے میں پانچہزار سپاہی پیش کرسکتا ہوں بات بالکل صاف ہے۔

یہ کشف جماعت لاہور کو مشخص کردیتا ہے

ہمیں پہلے اس کشف کی طرف توجہ نہیں ہوئی لیکن جب ہوئی تو واضح ہوگیا کہ پانچہزار فوج کس کی ہے؟ دل میں چور تھا اب تحریک جدید میں پانچہزار پورا کیا جاتا ہے جسے اخبار الفضل میں پانچہزاری فوج لکھا جاتا ہے لیکن سمجھ نہیں آتا کشف میں دو الگ الگ شخص ہیں ایک چھت پر ہے اور ایک زمین پر زمین والا خاموش ہے جس غرض کیلئے حضرت صاحب کو فوج کی ضرورت ہے وہ اسکے لئے فوج دینے کو تیار نہیں اس سے مایوس ہوکر حضرت صاحب چھت والے شخص کی طرف متوجہ ہوتے ہیں وہ کہتا ہے کہ پانچہزار حاضر ہے یہ کشف اس طرح پر جماعت احمدیہ لاہور کو مشخص کردیتا ہے نام لیکر یاد کرنے سے بھی زیادہ واضح کشف ہے اور یوں بھی دیکھ لیجئے ایک شخص زمین پر بیٹھا ہے یعنی اسکی توجہ دنیا کی طرف زیادہ ہے اور دنیا کس قدر آئی ہے دولت صنعت حرفت، جتھا، عہدے، مرتبے سب کچھ قادیان میں موجود ہے ان دنیا حاصل کرنا بھی خوشی کی بات ہے وکان ابوھما صالحا میاں صاحب ایک صالح انسان کی اولاد ہیں اگر خدا نے انکو مال و دولت دی ہے تو صالح باپ کی وجہ سے ہے وہ بڑا عظیم انسان صالح تھا اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کے مطابق دولت دی ہے۔

ہم میں سے ہر ایک کو سپاہی بننا چاہیئے

لیکن میں آپکو پھر اصل بات کیطرف توجہ دلانا چاہتا ہوں قرآن مجید بھی ایک جماعت کا ذکر کرتا ہے حضرت مسیح موعود کا کشف بھی ایک جماعت کو ظاہر کرتا ہے جن کی نظر اونچی ہو زمینی چیزوں کی طرف نظر نہ ہو بلکہ صرف خدا کے دین اور اسکے فضل کی طرف ہو۔ وہ کونسی جماعت ہے؟ یہ بات آج دن کی طرح روشن ہے بالخصوص اسطرف توجہ دلانا چاہتا ہوں یہ جو حضرت صاحب کا کشف ہے کہ پانچہزار سپاہی دیا جائیگا ہمیں فی الواقع اپنے آپ کو سپاہی بنانا چاہیئے کیا کام ہے سپاہی کا میں انشاء اللہ پھر کسی وقت بتاؤں گا اگر کوئی شخص اپنی زندگی کو خدا کیلئے وقف کرتا ہے یا کوئی شخص مال کماکر اسے خدا کی راہ میں خرچ کرتا ہے یہ سب سپاہی ہیں حضرت مسیح موعود کی جماعت میں شامل ہوکر سپاہی بننا اس عہد کو توڑنا ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا اگر قادیانی جماعت کو اسبات کا خیال ہے کہ انکے دس لاکھ بیعت کنندگان میں صرف پانچہزار سپاہی رہ گئے ہیں تو انہیں چھوڑ دو مگر ہم میں سے ہر ایک کو سپاہی بننا چاہیئے جو فی الواقع خدا کے راستہ میں جنگ کرنیوالا ہو، جہاں مغربی اقوام کی موجودہ جنگ ختم

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

اس صدی کا مجدد مسیح موعود ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ ہر ایک صدی پر ایک مجدد کا آنا ضروری ہے سب بانیے علاوہ کہ جو بظاہر اتباع حدیث کا دم بھرتے ہیں انصاف سے بتلاویں کہ کس نے اس صدی کے سر پر خدا تعالیٰ سے الہام پاکر مجدد ہونیکا دعویٰ کیا ہے یوں تو ہمیشہ دین کی تجدید ہو رہی ہے مگر حدیث کا تو یہ منشاء ہے کہ وہ مجدد خدا تعالیٰ کی طرف سے آئیگا یعنی علوم لدنیہ و آیات سماویہ کے ساتھ اب بتلاویں کہ اگر یہ عاجز حق پر نہیں ہے تو پھر وہ کون آیا جس نے اس چودھویں صدی کے سر پر مجدد ہونیکا ایسا دعوے کیا جیسا کہ اس عاجز نے کیا، کوئی الہامی دعاوی کیساتھ تمام مخالفوں کے مقابل پر ایسا کھڑا ہوا جیسا کہ یہ عاجز کھڑا ہوا تفکروا و تدبروا واتقوا اللہ ولا تغلوا۔ اور اگر یہ عاجز مسیح موعود ہونے کے دعویٰ میں غلطی پر ہے تو پھر آپ لوگ کچھ کوشش کریں کہ مسیح موعود جو آپکے خیال میں ہے انہیں دنوں میں آسمان سے اُتر آوے کیونکہ میں تو اس وقت موجود ہوں مگر جس کی انتظار میں آپ لوگ ہیں وہ موجود نہیں۔ اور میرے دعویٰ کا ٹوٹنا صرف اسی صورت میں متصور ہے کہ اب وہ آسمان سے اُتر ہی آوے تا میں ملزم ٹھہر سکوں۔ آپ لوگ اگر سچ پر ہیں تو سب مل کر دعا کریں کہ مسیح ابن مریم جلد آسمان سے اُترتے دکھائی دیں۔ اگر آپ حق پر ہیں تو یہ دعا قبول ہوجائے گی۔ کیونکہ اہل حق کی دعا مبطلین کے مقابل پر قبول ہوجایا کرتی ہے لیکن آپ یقیناً سمجھیں کہ یہ دعا ہرگز قبول نہیں ہوگی۔ کیونکہ آپ غلطی پر ہیں مسیح تو آچکا لیکن آپنے اسکو شناخت نہیں کیا اب یہ امید موہوم آپ کی ہرگز پوری نہیں ہوگی یہ زمانہ گذر جائیگا اور کوئی ان میں سے مسیح کو اترتے نہیں دیکھے گا۔ حالانکہ تیرھویں صدی کے اکثر علماء چودھویں صدی اس کا ظہور معین کر گئے اور بعض تو چودھویں صدی والوں کو بطور وصیت یہ بھی کہہ گئے کہ ان کا زمانہ پاؤ تو ہمارا السلام علیکم انہیں کہو۔ شاہ ولی اللہ صاحب رئیس المحدثین بھی انہیں میں سے ہیں۔

(ازالہ اوہام صفحہ ۱۰۱)

مکتوبات امیر

نوٹ:- مندرجہ ذیل دو خطوط حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک دوست کے بعض استفسارات کے جواب میں لکھے۔

(۱) اخویم مکرم - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا خط پہنچا۔ آپ کے سوالات کا جواب حسب ذیل ہے:-

(۱) سوال:- کیا قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں آنحضرت کی آمد ثانی کا صریح ذکر موجود ہے؟

(۱) جواب:- آنحضرت صلعم کی آمد ثانی یا بعثت ثانی کے الفاظ جب ہم استعمال کرتے ہیں تو احادیث میں مہدی کے آنے کا ذکر ہے اور اس مہدی کی صفات میں یہ فرمایا ہے کہ اس کا اسم میرا اسم ہے یعنی وہ میری صفات کو لئے ہوئے ہوگا۔ اسکو دوسرے الفاظ میں آمد ثانی کہدیا جاتا ہے۔ اسی طرح احادیث میں ابن مریم کے آنے کا ذکر ہے اس سے بھی مراد ایسے شخص کا آنا ہے جو مسیحی صفات اپنے اندر رکھتا ہو۔

(۲) سوال:- کیا خلفاء آنحضرت اور مجددین اور محدثین امت میں سے کوئی بزرگ آمد ثانی کا مصداق قرار نہیں پا سکتا؟

(۳) سوال:- آنحضرت صلعم کی آمد ثانی کے مصداق کی امتیازی شان (مطابق پیشگوئی قرآن وحدیث) کیا ہے جس کے پائے جانے کی وجہ سے حضرت مرزا صاحب کو پہچانا اور دوسرے بزرگوں سے بزرگ تر مانا جائے۔

(۳) جواب:- آنحضرت صلعم کی صفات کم وبیش تمام مجددین محدثین اولیاء کے اندر منعکس ہوتی ہیں مگر آمد ثانی کا مصداق وہی شخص قرار پائے گا جس میں یہ صفات کسی ممتاز رنگ میں ظاہر ہوں۔ اسلام کے مٹانے کے لئے دو زبردست کوششیں ہوئی ہیں۔ ایک آنحضرت صلعم کی زندگی میں عرب کے مشرکوں نے کی۔ اور دوسری مرتبہ اس کے مٹانے کی زبردست کوشش مغربی اقوام عیسائیوں نے کی اور دونوں دفعہ یہ مقدر تھا کہ اسلام مغلوب ہونے کی بجائے طاقت کیساتھ ظاہر ہو۔ چودھویں صدی کے مجدد نے اس دوسرے غلبہ کی بنیاد رکھی اور اس وقت جبکہ مسلمان قومیں دنیوی اور سیاسی اقتدار کے لحاظ سے انتہائی پستی میں گر گئی تھیں اور اسلام کے پیغام کو دنیا میں پہنچانے کیطرف سے توجہ ہٹ چکی تھی ان لوگوں میں تبلیغ اسلام کا کام شروع کیا جو اسلام کے مٹانے کے متمنی تھے اسلئے ہم اس مجدد کو مجازاً آنحضرت صلعم کی آمد ثانی یا بعثت ثانی کہتے ہیں۔ تکذیب اول کا قلع قمع خود آنحضرت صلعم کے ہاتھوں سے ہوا۔ تکذیب ثانی کے قلع قمع کے لئے اور ان اقوام کو نور اسلام سے منور کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کے ایک شاگرد مجدد سے کام لیا۔

سوال:- آنحضرت کی آمد ثانی مثل آمد اول کے اپنے بعد میں آنیوالے زمانہ پر محیط ہوگی یا گذشتہ مجددین امت محمدیہ کے سلسلوں کی طرح صدی کے آخر پر سلسلہ کا انجام بھی ہو جائے گا۔

جواب:- آنحضرت صلعم کے بعد جو مجددین کا سلسلہ چلتا ہے وہی قیامت تک چلے گا مگر چونکہ اس صدی کے مجدد کا کام محض دینی تجدید نہیں بلکہ اسلام کو دنیا میں غالب کرنے کی بنیاد اس کے ظہور کے ساتھ رکھی گئی ہے اور یہ غلبہ قیامت تک چلا جائے گا۔ ... رہے گا اسلئے اس سلسلہ کا انجام بھی کوئی نہیں ہر مجدد اپنے وقت کا امام ہوگا اور غلبہ اسلام کی جن راہوں پر وہ چلائے چلنا ہوگا خواہ وہ وہی ہوں جن پر اس صدی کے مجدد نے چلنے کے لئے ... ہے اور خواہ کوئی اور ہو۔

سوال:- کیا اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا صاحب آنحضرت کے آمد ثانی کے مصداق ہونا بذریعہ الہام واضح کیا تھا اور آپ نے اس دعوے کو دنیا کے سامنے علی الاعلان پیش کیا۔

جواب:- حضرت مسیح اور مہدی کے مقام پر آپ اللہ تعالیٰ کے الہام سے کھڑے ہوئے ہیں اور ان دعاوی کو آپ نے علی الاعلان پیش کیا ہے اور آنحضرت صلعم کی آمد ثانی بھی کہا ہے۔

سوال:- کیا آمد ثانی پر ایمان لانا آنحضرت کی طرح ضروری ہے یا مثل مجددین سابق عمومیت کا رنگ رکھتا ہے۔

(۶) جواب:- آنحضرت صلعم کے بعد نبوت نہیں صرف مجددین کا سلسلہ ہے مجددین کا ماننا اور ان کا ساتھ دینا ضروری ہے مگر ان کے انکار سے کوئی شخص کافر نہیں ہوتا انبیاء کے انکار سے کافر ہو جاتا ہے۔ والسلام

خاکسار محمد علی

(۲) اخویم مکرم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ڈاکٹر نظام الدین صاحب کے ہاتھ آپ کا ایک مفصل خط مل گیا تھا۔ تھا کہ آپ جلسہ سے فراغت کے بعد ملیں گے تو اس پر مفصل گفتگو کروں گا۔

آپ نے زیادہ تر حضرت ابوبکرؓ و عمر رضی اللہ عنہما کے حالات، سادہ زندگی، خدا کا خوف، خدمت مخلوق کا بلند جذبہ، کا ذکر کر کے یہ لکھا ہے کہ اگر مجھ میں یہ باتیں ہیں تو آپ مجھے امیر ماننے کے لئے تیار ہیں۔ جواباً عرض ہے کہ جس کی بدولت مجھے اسلام کی خدمت کا تھوڑا سا موقع ملا جو اس صدی کا مجدد تھا اور ان پیشگوئیوں کا مصداق جو اس امت میں ایک مسیح کے آنے کے متعلق تھیں آپ سے جب کسی نے حضرت ابوبکر و عمر کے مرتبہ کی نسبت دریافت کیا تو فرمایا کہ میرے لئے یہ کافی فخر ہے کہ میں ان بزرگوں کی خاک پا ہوں۔ اور میرے لئے یعنی راقم الحروف کے لئے یہ کافی فخر ہے کہ میں اس کہنے والے کا خاک پا ہوں۔ ہاں دل میں تڑپ ضرور ہے کہ مجھے بھی ان بزرگوں کی خاک پا کے طور پر ہی صحیح علم حاصل ہو جائے اور ان کے نمونہ کی پیروی کر سکوں۔ اور یہ بھی آرزو ہے کہ مجھ سے اللہ تعالیٰ اپنے دین کی خدمت کا کچھ کام لے اور جو کام میں کر رہا ہوں اسے وہ قبول فرمائے اور عمل میں پورا اتروں یا نہ اتروں مگر اپنے ساتھیوں سے یہ توقع رکھتا ہوں کہ وہ مجھ میں کوئی کجی پائیں تو مجھے سدھا کریں اور یہ بھی ان سے بار بار کہدیتا ہوں کہ اگر اس کام کو چلانے کے لئے جس کے لئے یہ جماعت کھڑی ہوئی ہے یعنی تبلیغ اسلام کے جہاد کیلئے کوئی اور زیادہ موزوں آدمی مل سکے تو وہ مجھے الگ کر کے اپنے اپنا امیر منتخب کریں۔ دوسری یہ بات عرض کر دینا ضروری ہے کہ میں حضرت مرزا صاحب کو امام وقت مانتا ہوں ایسا امام وقت جسے حفاظت اور تبلیغ کا کام سپرد کیا گیا ہے اور بالخصوص چوں دور سے پیش قوم مسیحی دادہ اند + ابن مریم مصلحت را نام من بنہادہ اند، کا مصداق بنایا گیا ہے اور اس دینی جہاد کے لئے آپ نے ایک جماعت بنائی۔ پھر جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد آپ کے پیروؤں کے دو حصے ہوگئے ایک کثیر گروہ جنہوں نے غلو کر کے اور بعض مجازی کلمات کو حقیقت کا جامہ پہنا کر ایک نبی کو خدا بنا دیا اور ایک قلیل گروہ جو آپ کی نبوت کا قائل رہا۔ اسی طرح اس مثیل مسیح کے پیروؤں کے بھی دو گروہ ہوگئے ایک کثیر گروہ جنہوں نے غلو کر کے اور مجازی کلمات کو جسے خود امام وقت نے بالتصریح مجاز کہا تھا "محدثیت کو اگر ایک مجازی نبوت قرار دیا جائے تو کیا اس سے نبوت کا دعویٰ لازم آگیا" (ابتدائی تحریر ازالہ اوہام صفحہ ۴۲۲)

سمیت نبیا من اللہ علیٰ طریق المجاز لا علیٰ وجہ الحقیقت

(آخری تحریر حقیقۃ الوحی ضمیمہ صفحہ ۶۵) ان کھلے مجازی کلمات کو حقیقت بنا کر ایک مجدد کو نبی بنا دیا اسی دوسرے قلیل گروہ نے جو حضرت مرزا صاحب کو مجدد مانتا ہے اس دینی جہاد کے لئے مجھے اپنا امیر بنایا ہے اور حدیث میں ہے کہ تین آدمی بھی ایک کام کے لئے نکلیں تو ایک کو امیر بنالیں اور یہ بھی آتا ہے کہ الجھاد

واجب علیکم مع کل امیر براً کان او فاجراً جہاد تم پر

واجب ہے امیر کے ساتھ ہو کر خواہ وہ امیر اچھا ہو یا بُرا۔ صرف اس وجہ پر کوئی شخص جہاد کو ترک نہیں کر سکتا کہ اسوقت امیر بُرا ہے اور اگر ایک ناقص امیر کے ساتھ آپ شامل ہو جائیں گے تو اس سے آپ کے ثواب میں کوئی نقص واقع نہ ہوگا۔ آپ نے اپنے خط کے آخر میں یہ بھی فرمایا ہے کہ قرآن حکیم کا پیغام لوگوں تک پہنچانا آپ کی بڑی خواہش ہے لیکن اگر آپ کے ہمارے ساتھ وابستگی کا علم لوگوں کو ہو جائے گا تو آپ کا دائرہ عمل تنگ اور محدود ہو جائیگا اور آپ کو آپکے اپنے عزیز اچھوت سمجھنے لگیں گے۔ دوسری بات تو شاید ایک حد تک درست ہے مگر میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ کا دائرہ عمل بہت وسیع ہو جائے گا کیونکہ جہاں جہاں یہ جماعت خدا کا نام دنیا میں پہنچا رہی ہے اس میں آپ بھی شامل ہوں گے اور گو یہ جماعت کتنی بھی کمزور ہو اس وقت پیغام حق کے پہنچانے میں اس جماعت کا دائرہ وسیع تر ہو رہا ہے۔ اسلئے آپ لا یخافون لومۃ لائم پر عمل کرتے ہوئے ہمارا ساتھ دیں۔ لوگ بُرا کہیں مگر اللہ کے نزدیک یہ فعل اچھا ہوگا۔ والسلام۔ خاکسار محمد علی

جناب سید اختر حسین صاحب گیلانی ملتان تشریف لے گئے

جناب سید اختر حسین صاحب گیلانی مولوی فاضل بی اے اپنے ایک گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں:-

"مجھے ۲۰ جنوری سے ۶ جنوری تک ملتان میں ایام رخصت گذارنے کا موقعہ ملا۔ مکرم خان عبدالعزیز خانصاحب پروپرائٹر پنجاب موٹر کمپنی کی معیت میں سب احباب جماعت سے ملاقات ہوئی، عزیز سید ریاض حسین بخاری کی وساطت سے ایک نئے دوست ملک خدا بخش صاحب سے ملاقات کا موقعہ ملا۔ آپ جماعت میں سے نہیں لیکن بلند پایہ علمی مذاق رکھتے ہیں آپ نے ۲۰ جنوری کی شام کو ایک دعوت چائے دی جس میں چند اہل علم اور سنجیدہ مزاج اصحاب مدعو تھے، ایک صاحب مقامی کالج کے پروفیسر اسلامیات اور پی ایچ ڈی تھے۔ دو گھنٹے تک اسلام کے موجودہ دور تحریک احمدیت کی پوزیشن پر گفتگو جاری رہی، جو سب احباب نے محبت سے سنی ۲۰ دسمبر کو دوپہر کے وقت ڈاکٹر سید رضا حسین صاحب رضوی ہیلتھ آفیسر نے کھانے پر بلایا، ۲۱ دسمبر کی شام کو خان عبدالعزیز خانصاحب کے مکان پر ایک مختصر سا اجتماع ہوا خانصاحب نے حاضرین کی تواضع چائے سے کی، تو بجے تک اسلام اور تحریک احمدیت کے مختلف پہلوؤں پر گفتگو کا موقعہ ملا۔ اس کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ نے خاص مواقع بہم پہنچائے جن میں دوستوں سے ملاقات کا موقع ملا۔ ایک غیر از جماعت دوست کے لئے مجدد اعظم بغرض مطالعہ بہم پہنچائی گئی۔ اور دہلی بھیجکر کچھ رسائل۔ اور فاؤنڈر آف دی احمدیہ موومنٹ کی ایک جلد بطور ہدیہ روانہ کی گئی۔

وما توفیقی الا باللہ

سلسلہ میں شمولیت

مندرجہ ذیل حضرات حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل ہوئے ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ استقامت عطا فرمائے اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

(۴۵) حکیم مولوی منظور الملک صاحب پٹیالہ۔

(۴۶) دین محمد ولد نور محمد خان - - - - - تحصیل ڈیرہ غازیخان۔

(۴۷) Shaikh Umar Moqawar (Goa)

(۴۸) مقبول الرحمن سکنہ چکر بانبیاں کابل (ضلع ہزارہ)

(۴۹) محمد اسمٰعیل صاحب ولد چودہری عمر الدین صاحب سکنہ صفا بستہ بدوملہی

(۵۰) بشیر احمد صاحب ولد تاج الدین صاحب " " " " " "

(۵۱) عبدالرحمن صاحب ولد امام الدین صاحب " " " " "

(۵۲) محمد شریف صاحب ولد تاج بخش صاحب " " " " "

(۵۳) احمد ال بی بی بنت تاج الدین صاحب " " " "

(۵۴) رابعہ بی بی " " " " " " " " "

(۵۵) شریفہ بی بی " " " " " " " " "

(۵۶) ہاجرہ بنت امام الدین صاحب " " " " "

خط وکتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں

لا نبی بعدی کے معنے ۔ مولوی اللہ دتہ صاحب اور دیگر قادیانی علماء کو انعامی چیلنج

(از جناب مولانا عمر الدین صاحب شملوی)

سید اختر حسین شاہ صاحب گیلانی بی اے مولوی فاضل نے دسمبر ۱۹۴۲ء بر قادیانی جماعت کو پانصد روپے کا انعامی چیلنج دیا صرف اس بات کیلئے کہ وہ ایک حدیث نبوی پیش کر دیں جس میں آنحضرت صلعم نے خاتم النبیین کے معنے بجائے لا نبی بعدی کے افضل النبیین یا زینت النبیین کے کئے ہوں۔ اس چیلنج کو مولوی اللہ دتہ صاحب نے بہت ہیر پھیر کے بعد بظاہر قبول کر لیا لیکن چونکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ ایسی کوئی حدیث موجود نہیں جو سید صاحب کے مطالبہ کو پورا کر سکے اسلئے مولوی اللہ دتہ صاحب نے اپنی ہزیمت کو کم کرنے کے لئے لکھا کہ میں احادیث نبوی سے ثابت کرونگا کہ قادیانی جماعت جو خاتم النبیین کے معنے کرتی ہے وہ درست ہیں۔ تب ان کو اصل مقصد سے بھاگتا ہوا دیکھ کر سید صاحب نے اس پر بھی ان کا منشا منظور کر لیا اور بجائے اس کے کہ وہ قادیانیوں سے یہ مطالبہ کرتے کہ وہ جس امر کے مدعی ہیں اس کے خلاف ثبوت ملنے پر وہ سید صاحب کو انعام دیں۔ سید صاحب نے ان کو گھر تک پہنچانے کے لئے اس پر بھی اپنی طرف سے یکصد روپیہ انعام مقرر کر دیا۔

اب مولوی اللہ دتہ صاحب نے اس سے بچنے کی بھی بارہا کوشش کی اور الفضل میں ایسے مضامین لکھے کہ لا نبی بعدی کے معنے یہ ہیں کہ صاحب شریعت نبی نہیں آسکتا بغیر شریعت نبی آسکتا ہے چنانچہ مولوی اللہ دتہ صاحب نے سالانہ جلسہ ۱۹۴۲ء سے چند روز پہلے (۱۵ دسمبر ۱۹۴۲ء کے قریب) الفضل میں ایک مضمون لا نبی بعدی کے معنوں پر زور اور فخر سے لکھا۔ میں نے یہ مضمون تمام کا تمام پڑھا اور ایک قادیانی دوست کو بھی پڑھایا۔ اس میں سید صاحب کے مطالبہ کا کہیں ذکر نہیں ہے بلکہ لا نبی بعدی کے معنوں پر بحث کی دعوت ہے۔ چونکہ اس مضمون میں مولوی اللہ دتہ صاحب نے اس خاکسار کے ایک مضمون سے بھی یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ لا نبی بعدی کے یہ معنے نہیں کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں بلکہ یہ معنے ہیں کہ نبوت تشریعی ختم ہے۔ [illegible] میں نے مولوی اللہ دتہ صاحب کو خط لکھا کہ آپ کا یہ مضمون ایک مغالطہ ہے اور آپ نے سید صاحب کے مطالبہ کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اس امر پر بحث کی کیا ضرورت ہے کہ لا نبی بعدی کے کیا معنے ہیں۔ آپ اس سے کچھ مجھیں ہمیں بحث نہیں آپ ایک حدیث نبوی دکھائیں جس کا یہ مضمون ہو کہ خاتم النبیین کے معنے افضل النبیین یا زینت النبیین کے ہیں ہم آنحضرت صلعم کو تمام انبیاء سے کلی طور پر ہر شان میں افضل مانتے ہیں اور بلاشبہ آنحضرت کا وجود مبارک تمام انبیاء کے سلسلہ کی زینت ہے مگر یہ تو خاتم النبیین کے معنے ہیں کہ لا نبی بعدی کے ۔۔۔ یہ دوسری بات ہے کہ خاتم النبیین کے لئے افضل الانبیاء ہونا لازمی امر ہے۔ اور وہ افضل یقیناً باعث زینت ہوتا ہے لیکن سید صاحب کا مطالبہ اس سے الگ ہے جس پر پانچ صد روپیہ انعام مقرر ہے مگر آپ ادھر آتے ہی نہیں۔

ایک سو روپیہ مزید انعام اب آپ نے جو لا نبی بعدی کے معنوں پر بحث کی ہے اور ہم لوگوں کو مقابل پر بلایا ہے تو مولوی صاحب آپ کو علم ہے کہ سید صاحب نے پہلے بھی ایک سو روپیہ انعام مقرر کیا ہوا ہے۔ اور اب میں لا نبی بعدی [illegible] ایک سو روپیہ انعام مقرر کرتا ہوں آپ سید صاحب [illegible] اس حدیث کے معانی کے متعلق بحث کریں اور فیصلہ غیر جانبدار منصفوں سے کرا لیں۔ اگر سید صاحب یہ بحث منظور نہ کریں تو میں خود اس بحث کے لئے موجود ہوں۔

میں نے یہ بھی لکھ دیا کہ آپ کو پہلے مباحثہ مجھ سے کرنا ہوگا وہ تبدیلی تعریف نبوت کے متعلق ہوگا۔ پھر سید صاحب سے خاتم النبیین اور لا نبی بعدی کے متعلق بحث کرنی ہوگی۔ یہ میں نے اسلئے لکھا ہے کہ تا مولوی صاحب پہلے مناظروں سے بچنے کے لئے اس نئے انعامی چیلنج کو آڑ نہ بنالیں کیونکہ وہ فرار کی پوری تیاری کر چکے ہیں۔ اور ناظرین پیغام صلح کو پہلے بھی علم ہو چکا ہے اور واقعات آئندہ بھی ہمارے بیان پر شاہد ہونگے انشاء اللہ تعالے

انعامی چیلنج اگرچہ مولوی اللہ دتہ صاحب کو یہ خوب علم ہے کہ آج تک ہر دفعہ جب ان کو کسی امر پر فیصلہ کن مناظرہ کے لئے انعامی چیلنج دیا گیا وہ ہر دفعہ حیلہ و بہانہ سے ٹالتے رہے ہیں۔ مگر چونکہ مولوی اللہ دتہ صاحب بظاہر یہی کہے جاتے ہیں کہ وہ تو مباحثہ کے لئے بلا انعام بھی تیار ہیں کوئی ان کے مقابل آئے تو سہی اسلئے میں قادیانی حضرات پر اصل حقیقت واضح کرنے کے لئے ذیل میں تمام انعامی چیلنجوں کو درج کر دیتا ہوں۔

پہلا انعامی چیلنج مناظرہ راولپنڈی کے دوران میں جب مولوی اللہ دتہ صاحب نے ایک حوالہ اربعین سے یہ مغالطہ دینے کی کوشش کی کہ حضرت مسیح موعود نے اپنی وحی کو وحی نبوت قرار دیا ہے تو میں نے ان کو فوراً ایک سو روپیہ انعام دینے کا وعدہ کیا بشرطیکہ وہ مسیح موعود کی تحریروں سے یہ ثابت کر دیں کہ حضرت اقدس نے اپنی وحی کو بجائے وحی ولایت کے وحی نبوت قرار دیا ہو۔ اس چیلنج کو میں نے بارہا دہرایا مگر مولانا صاحب آج تک خاموش ہیں گویا ان کو اس چیلنج کی خبر ہی نہیں۔

دوسرا انعامی چیلنج اگست یا ستمبر ۱۹۴۲ء میں کشمیر سے مولوی صاحب نے مجھے ایک ٹریکٹ "غیر مبائعین کے چھ اہم سوالات کے مفصل جوابات" بھیجا۔ اس میں دوسرا سوال نبوت مسیح موعود کے متعلق ہے جس کا جواب مولانا صاحب نے یہ دیا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے عقیدہ نبوت میں تبدیلی کی ہے اس کا اصل باعث تعریف نبوت کی تبدیلی ہے اور وہ یہ کہ حضرت اقدس پہلے تو نبی کے لئے شارع ہونا اور غیر امتی ہونا ضروری جانتے تھے لیکن بعد میں خدا سے علم پا کر آپ نے فرمایا کہ نبی کے لئے شارع ہونا شرط نہیں اور نہ یہ ضروری ہے کہ وہ غیر امتی یا مستقل ہو۔ میں نے وہیں مولانا کو ان کی اس غلطی پر مفصل خط کے ذریعہ اطلاع دی اور لکھا کہ اگر آپ یہ ثابت کر دیں کہ تعریف نبوت میں وہ تبدیلی ہوئی جو آپ کے ٹریکٹ میں مذکور ہے تو میں آپ کو [illegible] یکصد روپیہ انعام دونگا۔ مگر مولوی صاحب آج تک اس سے بھی بچنے کی پوری کوشش کرتے رہے ہیں۔ میں متعدد خطوط لکھتا رہا اور وہ بھی جوابی [illegible] مولانا جواب نہیں دیتے مگر خدا کا شکر ہے کہ دسمبر گذشتہ میں انہوں نے [illegible] ہے کہ اب تمام امور کا تصفیہ کر کے مناظرہ [illegible] تاریخ مقرر کی [illegible] لاحول ولا قوۃ۔ دو سال متواتر خط و کتابت [illegible] تمام امور طے ہو چکے ہوئے ہیں۔ انعام کی رقم مولوی صاحب کے پاس امانتاً رکھی ہوئی ہے لیکن اب محض وقت گذاری کے لئے از سر نو تصفیہ شرائط کا سلسلہ شروع کر دیا ہے۔ میں نے مولانا کو لکھ دیا ہے کہ آپ طے شدہ شرائط کو اپنے [illegible] لکھ کر مجھے اور ثالثوں کو بھیج دیں۔ اگر کوئی ضروری ترمیم ہو تو وہ بھی کر لیں مگر مجھے ایسی امید نہیں کہ مولوی صاحب سیدھی طرح بحث کریں۔ ویڈیا۔

تیسرا انعامی چیلنج جناب سید اختر حسین شاہ صاحب گیلانی نے دسمبر ۱۹۴۲ء کے سالانہ جلسہ پر تمام قادیانی علماء کو پانصد روپیہ انعام کا اعلان کیا بشرطیکہ وہ ایک ہی حدیث ایسی دکھا دیں جس میں خاتم النبیین کے معنے افضل النبیین یا زینت الانبیاء وغیرہ کئے گئے ہوں۔ مولوی اللہ دتہ صاحب نے ہیر پھیر کر کے اس چیلنج کو بظاہر قبول کر لیا۔ مگر اس بحث سے بچنے کیلئے پورا زور لگا رہے ہیں۔ اور میں یہ دعوے سے کہتا ہوں کہ کبھی مولوی اللہ دتہ صاحب اس بحث کو نہ کریں گے۔ اس سے بچنے کے لئے انہوں نے حدیث لا نبی بعدی کے معنوں پر بحث شروع کر دی ہے اور لکھ دیا کہ ہم ثابت کریں گے کہ معنے خاتم النبیین کے قادیانی جماعت کرتی ہے وہ صحیح ہیں منجملہ تلک حدیث لو عاش ابراھیم ۔ ۔ ۔ وغیرہ کو پیش کر کے اجرائے نبوت کا ثبوت دیں۔ اس پر سید صاحب نے جانتے ہوئے مولوی صاحب کو پھر پکڑ لیا اور کہا کہ اچھا آپ یہ بحث بھی کر لو تو ہم اس پر بھی آپ کو ایک سو روپیہ انعام دیں گے۔ مولوی صاحب کوئی بے خبر نہیں ہیں جو اس بحث میں پھنس جائیں مجھے یقین ہے کہ وہ یہ بحث ہرگز نہ کریں گے۔

چوتھا انعامی چیلنج دسمبر ۱۹۴۲ء میں مولوی اللہ دتہ صاحب کو پھر خیال آیا اور خفت مٹانے کے لئے ایک مضمون لکھا جس میں لا نبی بعدی کے معنوں پر بحث کی ہے اس میں میری ایک تحریر سے بھی مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے اسلئے میں نے مولوی صاحب کو لکھا کہ اگرچہ اس قسم کی بحث کے لئے سید اختر حسین شاہ صاحب نے آپ کے لئے ایک سو روپیہ کا انعام مقرر کیا ہوا ہے اور آپ مقابلہ سے عاجز ہیں جس کی وجہ سے آپ لا نبی بعدی کے معنوں پر بحث کیلئے ہم لوگوں کو بلاتے ہیں چنانچہ میں اپنی طرف سے اس بحث کے لئے بھی آپ کے لئے خاکسار دوسرے قادیانی علماء کیلئے عموماً ایک سو روپیہ انعام مقرر کرتا ہوں کسی طرح آپ میدان میں نکلیں تو سہی۔ لیکن تبدیلی تعریف نبوت پر جو میرا پہلا چیلنج ہے پہلے اس کا فیصلہ ہوگی۔ میں منتظر ہوں کہ مولانا کیا کرتے ہیں یقیناً مولانا اس بحث سے بھی حیلہ حسب عادت بھاگ جائیں گے۔

پانچواں انعامی چیلنج سید اختر حسین شاہ صاحب نے اپنے پانصد روپیہ انعامی چیلنج کے ضمن میں جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے مولوی اللہ دتہ صاحب کو احادیث نبویہ سے اجرائے نبوت پر بحث کے لئے یکصد روپیہ کا انعامی چیلنج دیا جس سے مولوی اللہ دتہ صاحب آج تک بچنے کی کوشش کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔

چھٹا انعامی چیلنج مولوی اللہ دتہ صاحب نے اپنے رسالہ الفرقان میں حضرت امیر مولانا محمد علی صاحب ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے ایک مذاقی بیان پر بحث کی اور یہ ثابت کرنے کی بیفائدہ کوشش کی کہ گویا حضرت امیر مسیح موعود کے زمانہ میں پہلے یہ مانتے تھے کہ حضرت اقدس نبی [illegible] پر ریویو کرتے ہوئے جناب چوہدری محمد اسمٰعیل صاحب [illegible] جہاں مولوی اللہ دتہ صاحب کے دلائل کو باطل کر دیا وہاں [illegible] حضرت اقدس کا دعوے از روئے تحفہ گولڑویہ نبوت [illegible] مولوی اللہ دتہ صاحب تحفہ گولڑویہ سے حضرت مسیح موعود کو غیر امتی ثابت کرنے کی کوشش کرتے تھے اسلئے مکرمی جناب چوہدری صاحب [illegible] پر بھی ثالثی فیصلہ کی دعوت دی اور ایک سو روپیہ انعام مقرر کیا [illegible] اب اس امر پر بھی خاموشی سے اپنا پیچھا چھڑانا چاہتے ہیں۔ مجھے امید نہیں کہ مولوی اللہ دتہ صاحب جیسا چالاک آدمی کبھی یہ جرأت کرے [illegible] صاحب جیسے انسان کیساتھ ثالثی فیصلہ کے لئے میدان مقابلہ میں آئے۔

جیسا پیر ویسے مرید جبکہ حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کیساتھ اسلام اور نبوت کے متعلق قادیانی [illegible] جناب میاں محمود احمد صاحب آجتک بحث سے گریز کرتے ہیں اور کبھی حضرت مولانا محمد علی صاحب کے ساتھ بحث نہیں کرتے [illegible] اپنے پیر کے نقش قدم کی پیروی کی ہے تو یہ کوئی تعجب کی بات [illegible]

(بقیہ صفحہ ۲)

آقا لوگ بنانے آئے تھے، وہ شخص جس کی نگاہ مادی سیاسیات میں الجھی ہوئی ہو، اس کے سامنے سب سے بڑا مسئلہ "سلاطین پرستی" سے نجات دلانا ہوتا ہے لیکن جو شخص انوار آلہیہ سے فیضیاب ہے وہ سب سے بڑا مسئلہ شیطان پرستی سے نجات دلانے کو قرار دیتا ہے، انبیاء و مامورین دلوں پر نقش لا الٰہ الا اللہ قائم کرنے آتے ہیں، جب قلوب شیطان کی حکومت سے آزاد ہو جائیں، تو سلاطین پرستی سے بھی نجات مل جاتی ہے لیکن ضروری نہیں کہ سلاطین پرستی سے نجات ملنے کے بعد شیطان پرستی سے نجات مل جائے بلکہ اکثر حالت یہ ہے کہ حریت کے وہ علمبردار جن کو دین سے کم واسطہ ہوتا ہے شیطان کے پنجہ میں گرفتار ہوتے ہیں یا آزادی کے بعد ہو جاتے ہیں، سلاطین پرستی سے آزادی نہایت ادنیٰ نصب العین ہے۔ حضرت مرزا صاحب کی نظر بلند مقصد پر تھی وہ حضرت مسیح علیہ السلام کے مثیل تھے اور انہی کی طرح دلوں پر خدا کی بادشاہت قائم کرنے آئے تھے۔ آپ کا انگریز سے جہاد بالسیف نہ کرنا اگر سلاطین پرستی یا رگ حشیش تھا۔ کیونکہ بقول علامہ ؎

وہ نبوت ہے مسلماں کیلئے برگ حشیش ۔ جس نبوت میں نہیں قوت و شوکت کا پیام

تو خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ علامہ کا ان کثیر التعداد انبیاء و مامورین کے متعلق کیا عقیدہ ہوگا جنہوں نے کافر حکومتوں کے خلاف علم جہاد بلند نہ کیا بلکہ بعض اوقات ان حکومتوں کے امور مہمہ کو سرانجام دیا، جیسے حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر کی حکومت میں۔

جہاد

حضرت مرزا صاحب فی الواقع یہی سمجھتے تھے، اس زمانہ میں جہاد بالسیف کی شرائط نہیں پائی جاتیں چنانچہ آپ نے فرمایا

ان وجوہ الجہاد معدومۃ فی ھذا الزمن و ھذہ البلاد

(عربی ضمیمہ تحفہ گولڑویہ) صرف سلاطین پرستی کا جذبہ آپ کے رستہ میں روک نہ تھا، اگر سلاطین پرستی کا جذبہ ذرا بھی کارفرما ہوتا تو نہ حکومت وقت کے "خداوند" اور "منجی" یسوع مسیح کی موت اور کشمیر میں قبر ثابت کر کے اس کے مذہب کی بیخکنی کرتے، نہ ہی عیسائیوں کو دجال، اور مغربی تہذیب کو دجالی تہذیب کا نام دیتے، اگر سلاطین پرستی کا جذبہ ہوتا تو حضرت مرزا صاحب کے مرید اور افغانستان کے مسلمہ پیر و مرشد صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب علامہ اقبال کی طرح امیر کابل کی شان میں کوئی مدحیہ نظم فرماتے اور اس بے بسی سے سنگسار کئے جانے کی بجائے انعام و اکرام پاتے لیکن یہاں تو اصول کا سوال تھا یہ خوف نہ تھا کہ فرنگی کے خدا کی موت ثابت کرنے اور فرنگی کو دجال قرار دینے سے فرنگی ناراض ہوتا ہے یا فرنگی ناراض ہوتا ہے حضرت مرزا صاحب دیکھتے تھے کہ پنجاب میں سکھوں کی حکومت کے دور میں مسلمانوں کے فرائض مذہبی کی ادائیگی پر کس قدر پابندیاں تھیں اور انگریزی حکومت میں مسلمان ان فرائض کی بجا آوری میں پورے آزاد تھے وہ خوب سمجھتے تھے کہ قوم جدید آلات سے مسلح نہیں، اندرونی لطافت و افتراق، ایک مرکز پر جمع ہونے نہیں دیتا مقابل پر منظم اور مسلح قوم ہے آپ نے قوم کی مجلسی اور دینی اصلاح شروع کی اور ان اصول پر شروع کی جس کا نتیجہ بالآخر سیاسی غلبہ کی صورت میں بھی ظاہر ہو سکتا تھا یہی وجوہ تھیں جن کی بنا پر حضرت مسیح علیہ السلام نے رومیوں کے خلاف علم جہاد بلند نہ کیا اور مورد طعن و تشنیع بنے اور یہی وہ وجوہ ہیں جن کی بنا پر مسیح موعود نے حکومت وقت کے خلاف علم جہاد بلند نہ کیا اور مورد الزام ٹھہرے۔

آزاد اسلام

میرے اس قول سے کہ حکومت برطانیہ کے زیر سایہ مسلمان فرائض مذہبی کی بجا آوری میں پورے آزاد تھے، شائد کسی کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہو کہ اس حکومت میں تو قرآن مجید کے بیان کردہ تعزیرات اور اسلامی سیاست اور معاشیات کے اصول نافذ نہیں، تو آزادی کیا صرف ناک رگڑنے کی ہے، علامہ نے بھی فرمایا تھا۔

ملا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت ۔ ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد

اگرچہ یہ سچ ہے کہ سب سے پہلے ملا جنہوں نے یہ درس دیا کہ ہندوستان میں مسلمان امور مذہبی کی بجا آوری میں آزاد ہیں، سر سید احمد خاں مرحوم تھے جن کے متعلق خود علامہ کا اپنا ارشاد ہے کہ وہ اس دور میں بہترین دل و دماغ رکھنے والے مسلم رہنماؤں میں سے تھے، لیکن ناراض ہونے کی ضرورت نہیں، آپ کی خوشنودی خاطر کے لئے یہ تسلیم ہے کہ ہندوستان میں اسلام قطعاً محکوم ہے۔ مگر کیا ترکی، مصر، ایران اور دولت متحدہ افغانستان میں اسلام آزاد ہے، کیا وہاں اسلامی آئین یا سیاسیات، معاشیات کا نفاذ ہے، کیا بالخصوص ترکی، ایران اور مصر میں اسلامی تعزیرات نافذ ہیں، چور کے ہاتھ کاٹے جاتے ہیں، زانی کو سنگسار کیا جاتا ہے یا کم از کم درّے لگائے جاتے ہیں، شراب نوشی اور اس کی درآمد برآمد ناجائز ہے۔ رقص و سرود کی محفلوں کی ممانعت ہے، اگر نہیں اور ان آزاد اسلامی حکومتوں نے ان خرافات کو قانوناً جائز قرار دیا ہوا ہے تو سوال یہ ہے کہ "ملا" کا فتوے یہاں کیا ہے، کیا وہاں بھی ناک رگڑنے کی ہی آزادی ہے۔

ملا کو جو ترکی میں ہے تبلیغ کی اجازت ۔ ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد

ملا کو جو ہے مصر میں سجدے کی اجازت ۔ ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد

ملا کو ہے ایران میں جو سجدے کی اجازت ۔ ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد

اگر حقیقت یہی ہے تو حضرت مرزا صاحب پر طعن کرنا اور دوسرے بلاد اسلامیہ کی آزادی کو پُرشوکت الفاظ میں بیان کرنا انصاف کے خلاف ہے حضرت مرزا صاحب نے تو وہ پروگرام پیش کیا تھا جس سے صرف ہندوستان ہی نہیں بلکہ تمام بلاد اسلامیہ میں اسلام آزاد ہو سکتا ہے ان کی نظر صرف اس مملکت پر نہیں تھی جس کا مرکز دہلی ہے بلکہ اس پر بھی جس کا مرکز کعبۃ اللہ ہے۔ حضرت صاحب نے جہاد بالسیف سے قبل جہاد بالنفس، جہاد بالقرآن اور جہاد بالقلم کی طرف توجہ دلائی، جہاد بالقلم کے نام پر مسکرایئے نہیں حضرت مرزا صاحب کی بات اگر سمجھ میں نہ آئے تو اپنے سیاسی راہنماؤں کی بات پر ہی کان دھریئے مسلم لیگ کے انگریزی روزنامہ ڈان دہلی میں Jehad of the pen یا جہاد بالقلم کے نام سے ایک مضمون چھپا ہے جس میں لکھا ہے :-

"یعنی بدقسمتی سے بعض مسلمانوں میں یہ غلط خیال پایا جاتا ہے کہ جہاد صرف تلوار سے ہی کیا جا سکتا ہے۔ اور کسی اور ہتھیار سے نہیں کیا جا سکتا ...... ہمیں جس چیز کی اشد ضرورت ہے وہ تلوار نہیں، بلکہ ایک مضبوط پریس ہے جو ہمارے لئے لڑ سکے، ہمارے مخالفین یعنی ہنود کا سب سے بڑا ہتھیار ان کا پریس ہے جسے نیشلسٹ پریس کہا جاتا ہے جو ہمارے خلاف خطرناک پروپیگنڈا کر رہا ہے اور ہر اس چیز کے خلاف پروپیگنڈا کر رہا ہے جس سے لئے اسلام کھڑا ہے، ہمارے جائز مطالبات کو غلط طریق پر بیان کیا جاتا ہے ہمارے لیڈروں پر طعن کیا جاتا ہے۔ ہمارا بحیثیت ایک قوم وجود الگ ہونا، اس ہتھیار یعنی قلم کے ذریعہ خطرہ میں ڈال دیا گیا ہے، ہمارا فرض ہے کہ ان کی ناپاک کوششوں کے خلاف اسی ہتھیار سے زبردست دفاعی حملے کریں، یعنی اسی قوت کیساتھ دفاعی پروپیگنڈا کریں"

(ڈان دہلی ۲ر نومبر ۱۹۴۲ء صفحہ ۵)

اس سے آپ کو معلوم ہو سکتا ہے کہ جہاد بالقلم کس قدر اہم چیز ہے لیکن سیاسیات کے ایک وقتی مسئلہ کی خاطر یا سیاسی لیڈروں کی حمایت کی خاطر جہاد کرنا تو جہاد بالقلم کا ایک ادنیٰ تصور ہے، اسلام کی ابدی صداقت اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی عالمگیر نبوت کے متعلق پیدا شدہ غلط فہمیوں کو دور کرنے اور پیغام اسلام کو دنیا کے کناروں تک پہنچانا ہی درحقیقت جہاد بالقلم کا صحیح مفہوم ہے اور حضرت مسیح موعود پہلے شخص تھے جنہوں نے اسلام کی اس ضرورت کو محسوس کر کے اسلام پر تمام حملوں کے خلاف ایک محاذ قائم کیا اور جرائد و مجلات، کتب و رسائل اور اشتہار رسالت کے ذریعہ ان حملوں کا دفاع کیا جو اسلام اور بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پر کئے جاتے تھے۔ بلکہ اسی ہتھیار سے فرنگی اقوام کے مرکزوں میں جا کر حملہ شروع کر دیا۔ اس ہتھیار کے بغیر اس زمانہ میں کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی، حضرت مرزا صاحب نے اسی ہتھیار سے کام لیا اور حفاظت و اشاعت اسلام کا ایک زبردست تحریری محاذ (پریس) قائم کیا، آپ فرماتے ہیں :-

صف دشمن کو کیا ہم نے بحجت پامال ۔ سیف کا کام قلم سے ہے دکھایا ہم نے

(باقی آئندہ)

ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور کا اجلاس

۱۷ر جنوری بعد از نماز مغرب زیر صدارت جناب ڈاکٹر محمد عبد اللہ صاحب نوجوانوں کا اجتماع ہوا۔ مولوی میر علی صاحب بنگالی نے تلاوت قرآن کریم فرمائی۔ عزیزی اقبال احمد خلف الرشید جناب مولانا آفتاب الدین احمد صاحب نے "حضرت مسیح موعود کا عشق قرآن" پر ایک کامیاب مختصر سی تقریر کی جس پر جناب صدر نے مبارکباد دی۔ جناب محمد اعظم صاحب علوی نے اصلاحی رباعیات پڑھ کر سنائیں ان کی رباعیات بہت عمدہ اور پُر از جذبات تھیں، جناب صدر نے اس پر اپنے خیالات کا اظہار فرماتے ہوئے کہا کہ ایسی رباعیات وقتاً فوقتاً پیغام صلح میں شائع ہونی چاہئیں جن سے قارئین بھی مستفید ہو سکیں۔ بعد ازاں جناب چوہدری غفور احمد صاحب نے "مسلمانوں کو ایک مجدد کی ضرورت" پر ایک کامیاب تقریر فرمائی۔ موضوع کے عمدہ ہونے کی وجہ سے ذیل کے صاحبان نے بڑی دلچسپی سے اس میں حصہ لیا اور اپنے خیالات کا اظہار فرمایا۔ مولوی امیر علی صاحب بنگالی اور پروفیسر مخدوم سعد اختر صاحب۔

اس کے بعد جناب شیخ میاں محمد صاحب گورنمنٹ کالج لاہور نے "حضرت مسیح موعود بحیثیت ایک انسان" پر ایک پُر از معلومات تقریر فرمائی جس میں یہ ثابت کیا کہ حضرت مسیح موعود بحیثیت ایک انسان جو کام بھی کرتے تھے وہ خدا کی خوشنودی کے لئے کرتے تھے، اس پر حضرت مولانا عزیز بخش صاحب نے حضرت مسیح موعود کی زندگی کے چند واقعات بیان فرمائے :

آئندہ کا پروگرام

(۱) غلام ربانی صاحب سیکنڈ ایر اسلامیہ کالج "اسلامی تحریکات میں احمدیت کا مقام"

(۲) جناب مولوی امیر علی صاحب بنگالی "احمدی اور غیر احمدی میں فرق"

(۳) جناب چوہدری محمد امین صاحب "حضرت مسیح موعود اور عشق رسول"

ینگ مینز کی مجلس منتظمہ کے ممبران کے اسمائے گرامی :-

لاہور :- جناب مولانا آفتاب الدین احمد صاحب سابق امام مسجد ووکنگ

جناب شیخ محمد آصف صاحب بی اے۔ ایڈیٹر پیغام صلح

شیخ محمد طفیل۔ ایم۔ اے۔

کاٹھگڑھ :- جناب رشید احمد صاحب مرحمت

جناب رشید احمد صاحب

جناب فضل احمد صاحب

ایبٹ آباد :- جناب محمد احمد صاحب بی اے۔ ایل ایل بی۔ ایڈوکیٹ۔

مانسہرہ :- جناب قاضی عبد الرشید صاحب سیٹھی۔ بی اے ایل ایل بی ایڈوکیٹ۔

پشاور اور مردان :- جناب فضل علی خان صاحب۔ ۔ بابا جیرد

جناب محمد فردوس احمد خان صاحب ۔ ۔ شیخ محمد علی۔

جناب محمد احمد صاحب ہیڈ ٹیچر پرائمری سکول ضلع مردان

شیخوپورہ (ملیاں کلاں) جناب سید حسن شاہ صاحب پٹواری

دیگر جماعتوں کے نوجوانوں سے درخواست ہے کہ وہ جلد از جلد مرکز سے ارسال کردہ خطوط کا جواب دیں۔ جہاں خطوط نہ پہنچیں ان جماعتوں سے اخبار کے ذریعہ التماس ہے کہ وہ اپنے ہاں کی جماعت سے ایسے نوجوانوں کے نام ارسال فرمائیں جن میں خدمت دین کا پورا جذبہ ہو۔ جہاں دس یا دس سے کم نوجوان ہوں وہاں سے ایک نام بھیجا جا سکے جہاں تعداد بیس ممبروں سے تجاوز کر جائے وہاں سے دو ممبروں کے لئے کم سے کم بیس کی تعداد ضروری ہے۔ عنقریب ینگ مینز کی مجلس منتظمہ کا مرکز میں اجلاس بلایا جائیگا۔

رشید محمد طفیل ایم اے۔ سیکرٹری ینگ مینز ایسوسی ایشن۔

جنگ کے بعد پاس مجاہدین کی ضرورت خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ صفحہ ۳ پر ملاحظہ فرمائیں

جلد ۳۱ | لاہور یوم پنجشنبہ مطبوعہ ۲۱ محرم الحرام ۱۳۶۱ھ م ۲۸ جنوری ۱۹۴۳ء | نمبر ۴

قادیان کا ظلّی حج

ایک عظیم الشان فتنہ کا پیش خیمہ

ایک مدت ہوئی جناب میاں محمود احمد صاحب نے قادیان کے جلسہ سالانہ کو "ظلی حج" قرار دیا تھا اور یہاں تک کہہ دیا تھا کہ مکہ معظمہ کی چھاتیوں کا دودھ اب خشک ہو چکا ہے، ہماری طرف سے اسی وقت اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی گئی اور یہ لکھا گیا کہ یہ محمد رسول اللہ صلعم کے دین کو بدلنے اور آپ کی غلامی سے نکلنے کا ایک اور قدم ہے، پہلے ظلی نبی کو اصلی نبی بنایا گیا اور لفظ ظل کا مفہوم محض ذریعہ حصول نبوت (متابعت رسول) تک محدود قرار دے کر نفس نبوت میں مسیح موعودؑ اور دوسرے انبیاء کی نبوتوں کو ایک قرار دیا گیا بلکہ یہاں تک کہہ دیا گیا کہ ظل اور بروز وغیرہ الفاظ حضرت مسیح موعودؑ نے محض کسرِ نفسی سے استعمال کئے ہیں، خدا کے الہام میں ایسے الفاظ موجود نہیں، وہاں آپ کو صرف نبی کہکر پکارا گیا ہے تو جب نفس نبوت کے لحاظ سے ظل اور اصل میں کوئی فرق نہیں رہا تو قادیان کے جلسہ سالانہ کو "ظلی حج" کہنے والے کل کو کیوں اسے اصلی حج قرار نہ دیں گے، بالخصوص جب ان کے نزدیک مکہ معظمہ کی چھاتیوں کا دودھ بھی خشک ہو چکا ہے تو اس کی طرف جانے کی ضرورت ہی انہیں کیا ہوگی۔

ہمارے اس احتجاج پر ایک مدت تک قادیان سے کوئی آواز نہ اٹھی اب پھر میاں محمود احمد صاحب نے سالہا سال کے بعد اسی پرانی لَے کو دہرایا ہے اور قادیان کے جلسہ سالانہ کو "حج کا ایک ظل" قرار دیا ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں:-

"غیر معمولی طور پر یہ جلسہ جمعہ سے شروع ہوا ہے مجھے اس میں ایک بڑی فال نیک نظر آتی ہے اور وہ یہ کہ اس دفعہ حج بھی جمعہ کے دن ہوا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قادیان کو بھی اس حج کا ایک ظل قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ بھی اسکا خدا نے ایک رنگ میں ظہور بنایا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں ع ہجوم خلق سے ارض حرم ہے
نادانوں نے اسکی حکمت کو نہ سمجھتے ہوئے کہدیا کہ قادیانی لوگ اپنے جلسہ کو حج کہتے ہیں حالانکہ یہ پاگل پن کی بات ہے نہ ہم اسے حج کہتے ہیں اور نہ جسے خدا نے حج قرار دیا اسے کوئی اور شخص منسوخ کر سکتا ہے ...... جو کچھ ہم کہتے ہیں وہ یہ ہے کہ **ہمارا جلسہ حج کا ایک ظل ہے** اور کسی چیز کو ظل قرار دینے سے اصل کی شان بڑھا کرتی ہے کم نہیں ہوا کرتی"

بجا ارشاد فرمایا، لیکن یہ بھی فرما دیجئے، کہ آیا یہاں بھی ظل کا وہی مفہوم ہے جو حضرت مسیح موعودؑ کی ظلی نبوت کا مفہوم ہے یا کچھ اور؟ اگر وہی مفہوم ہے تو آپ لاکھ دفعہ کہیں کہ ہم حج کو منسوخ نہیں کرتے اور ظل سے اصل کی شان بڑھتی ہے، عملاً اور مفہوم کے لحاظ سے آپ قادیان کے جلسہ اور مکہ معظمہ کے حج کو ایک ہی چیز قرار دے رہے ہیں، یوں کہہ لیجئے کہ قادیان کا جلسہ مکہ معظمہ کی متابعت کا نتیجہ ہے لیکن حج وہ بھی ہے اور حج یہ بھی، مکہ معظمہ کا حج منسوخ نہ سہی، لیکن قادیان کے جلسہ کو حج ماننے والے، مکہ معظمہ کی چھاتیوں کا دودھ خشک سمجھنے والے اس کی طرف جانے اور مکہ کے حج کا عزم کیوں کرنے لگے، قادیان نزدیک ہے آسانی سے وہاں تین دن جلسہ سالانہ میں شریک ہو کر حج کا ثواب حاصل کیا جا سکتا ہے۔

کس قدر بہتان ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قادیان کو بھی اس حج کا ایک ظل قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ بھی اس کا خدا نے ایک رنگ میں ظہور بنایا ہے" کہاں فرمایا ہے؟ کاش کوئی اس کا حوالہ دیا ہوتا، جو مصرع آپ کا نقل کیا گیا ہے اس میں تو ایسا کوئی مفہوم نہیں، پورا شعر سن لیجئے ؎ زمینِ قادیان اب محترم ہے
ہجوم خلق سے ارض حرم ہے

کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ قادیان مکہ معظمہ کا ظل ہے؟ کیا اس کا یہ مفہوم ہے کہ قادیان کا جلسہ حج کعبۃ اللہ کا ظل ہے؟ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ سخن فہمی کا اگر یہی رنگ ہے تو وائے اگر پس امروز بود فردائے۔

خدا کے بندو! سوچو کہ آپ نے اس شعر میں زمین قادیان کو صرف ہجوم خلق کی وجہ ارض حرم کی مثال قرار دیا ہے، یعنے جس طرح ارض حرم میں ہجوم خلائق ہوتا ہے قادیان میں بھی ہو رہا ہے، اور اس زمین کو محترم کہا جا رہا ہے اس کا یہ مفہوم کہاں ہے کہ یہ مکہ معظمہ کا ظل ہے اور یہ ہجوم خلق جو یہاں ہوتا ہے کعبۃ اللہ کے حج کا ظل ہے اور اگر یہی اس کے معنے کرتے ہیں تو کم از کم حضرت مسیح موعودؑ کے ذہن میں ظل کا یہ مفہوم کبھی پیدا نہیں ہوا جو قادیان کی نئی لغت میں تصنیف کیا گیا ہے، آپ ظل کو محض ایک سایہ ہی سمجھتے تھے اور اصل اور ظل میں وہی فرق سمجھتے تھے جو حقیقت اور مجاز میں ہوتا ہے اسی لئے بار بار اس بات پر زور دیا کہ میری نبوت آنحضرت صلعم کی ظل ہے نہ کہ اصلی نبوت۔ سمیت نبیا من اللہ علی طریق المجاز لا علیٰ وجہ الحقیقت، لیکن جس قوم نے آج ظل کا ایک دوسرا مفہوم قرار دے کر اصل اور ظل کے فرق کو مٹا دیا اور فتنہ کی بنیاد رکھ رہی ہے جس کی تردید نہایت ضروری ہے۔

ہم جناب میاں صاحب کی خدمت میں بارہا عرض کر چکے ہیں اور اب پھر عرض کرنا چاہتے ہیں، کہ جس گدی کے لئے انہوں نے اتنی تگ و دو کی وہ اب پورے طور پر مستحکم ہے، اور قوم کا ایک بڑا حصہ ان کے ایک ایک اشارہ پر چل رہا ہے، اس سے یہ فائدہ اٹھانا کہ محمد رسول اللہ صلعم کی جگہ ایک نیا نبی کھڑا کر دیا جائے، تمام مسلمانوں کو کافر قرار دے دیا جائے اور کبھی کبھی یہ کہدیا جائے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات اور قرآن کریم کی وحی میں کوئی فرق نہیں اور سب سے بڑھ کر اب مکہ معظمہ کے حج کو بھی منسوخ نہیں متروک ٹھیرانے اور اس طرح مسلمانوں کی وحدت کے استیصال کی کوشش کی جائے یہ اس شخص کو کسی طرح سزاوار نہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جانشینی کا دعویدار ہے ؎ حافظا مے خور و رندی کن و خوش باش و لے
دام تزویر مکن چوں دگراں قرآں را

دوست محمد

تاجدار بھوپال کا عطیہ

یہ خبر تمام علمی اور مذہبی حلقوں میں مسرت سے سنی جائے گی کہ اعلیحضرت ہز ہائینس تاجدار بھوپال خلد اللہ ملکہٗ نے شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر "نور" کے گورمکھی ترجمہ کے جدید ایڈیشن کے لئے پانچہزار روپیہ کی گرانقدر رقم عطا فرمانے کی منظوری دی ہے، فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔

اعلیحضرت تاجدار بھوپال کا یہ خسروانہ عطیہ نہ صرف اس لحاظ سے خاص طور پر قابل قدر ہے کہ اس سے قرآن کریم کی خدمت و اشاعت کا عظیم الشان کام لیا جائے گا بلکہ اس لحاظ سے بھی قابل تحسین ہے کہ ہمارے ہمسایہ گورمکھی دان دوست کلام مجید کی مقدس تعلیم سے آگاہ ہو سکیں گے اور یہ ملک کی فضا کو خوشگوار بنانے کا ایک موثر ذریعہ ہوگا۔

ایک استفسار

فرقان میں متعدد دفعہ محترم جناب شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری کی ایک شہادت شائع ہو چکی ہے جناب شیخ احمد محمود ادارہ فرقان سے استفسار فرماتے ہیں "کیا یہ مذکورہ شہادت مکمل شائع کی جا رہی ہے اور اس کا کوئی حصہ ایسا تو نہیں جو شائع نہ کیا گیا ہو، خواہ ادارہ فرقان کے نزدیک وہ حصہ کتنا ہی غیر ضروری کیوں نہ ہو" امید ہے اس استفسار کا جواب جلد شائع کر دیا جائے گا۔

غلبۂ اسلام کی پہلی شرط فوجی ورزش ہی یا ایمان کامل

غیر دینی سیاست کا شجرۂ خبیثہ

(از جناب سید اختر حسین صاحب گیلانی بی اے مولوی فاضل)

ایسوسی ایٹڈ پریس کا بیان ہے کہ:— علامہ عنایت اللہ خاں المشرقی نے ۸ جنوری کو بادشاہی مسجد لاہور میں تقریر کرتے ہوئے خاکسار تحریک کی غیر سیاسی اور غیر فرقہ وارانہ حیثیت پر زور دیا، آپ نے فرمایا یہ الزام غلط ہے کہ تحریک خاکسار ایک مذہبی یا اسلامی جماعت ہے، یہ جماعت مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے آدمیوں سے مرکب ہے اور خدمت خلق کے لئے کھڑی ہوئی ہے، کانگرس اور مسلم لیگ نے گذشتہ تین سال میں بڑی کوشش کی، کہ تحریک خاکسار کو اپنے ساتھ ملا لیں لیکن خاکسار اپنی الگ حیثیت قائم رکھیں گے (قریباً نصف درجن ہندو سکھ خاکساروں نے بھی اپنی تقاریر میں اس الزام کی تردید کی کہ خاکسار مذہبی جماعت ہے، اور ہندوؤں اور سکھوں کو مٹانا چاہتی ہے (ملاحظہ ہو روزنامہ ڈان دہلی ۹ جنوری ۱۹۴۳ء)

پہلا سبق | یہ خبر اگرچہ مختصر ہے لیکن اہمیت کے اعتبار سے بہت عظیم الشان ہے۔ ہم اپنے رسالہ "اسلامی تحریکات پر نظر" میں مسلمانوں کی سیاسی اور اجتماعی تحریکات کی خامیوں کو واضح کر چکے ہیں۔ علامہ مشرقی کے اس اعلان سے کہ ان کی تحریک کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہمیں افسوس نہیں اسلئے کہ یہ مصیبت تمام عالم اسلامی میں عام ہے کہ مسلمانوں کی بڑی بڑی عظیم تحریکات جب کسی حادثہ (Crisis) سے دوچار ہوتی ہیں تو وہ اپنی "غیر فرقہ دارانہ" اور "غیر مذہبی" حیثیت کا اعلان کر دیتی ہیں۔ ترکوں نے بین الاقوامی سیاسیات میں اپنی جگہ بنانے کے لئے بھی ایسا ہی طرز عمل اختیار کیا، یہی حال دوسرے اسلامی ممالک کی سیاسی اداروں کا ہو رہا ہے کہ چاہے کتنے ہی اسلامی جوش خروش کا اظہار کریں مگر تھوڑی سی گوشمالی ان کو غیر فرقہ دار (Non Communal) بنا دیتی ہے۔ علامہ مشرقی کی تصانیف کا مطالعہ کرنیوالے اور ان سے اور ان کے رفقاء سے ملنے والے جانتے ہیں کہ اب تک یہ لوگ آزاد اسلامی ریاست کا خیال پیش کرتے رہے ہیں، اور اس کے لئے فوجی نظام کو ابتدائی مرحلہ قرار دیتے رہے ہیں یہی وجہ تھی کہ انہوں نے حکومت پنجاب کے سامنے اسلامی بیت المال کے قیام کا سوال بھی رکھا تھا اور لاہور میں "اصحاب بدر" کی مثال قائم کرنے کے لئے ۳۱۳ خاکسار سر بکفن باندھ کر نکلے تھے۔ اور شہادت کی تمنا کی تھی لیکن اب معلوم ہو کہ یا تو علامہ مشرقی مسلمانوں کو بیوقوف بنا رہے تھے تا کہ انہیں خاکسار بنا کر ہی عروج حاصل ہو جائے۔ اور یا حکومت کے معمولی سے مقابلہ نے انہیں یقین دلا دیا ہے کہ وہ اس مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے اگر اس قسم کے زعماء کے ذریعہ غلبۂ اسلام ہونے کا خیال ہے تو مسلمانوں کو ایسا خام خیال دماغ سے نکال دینا چاہیئے، جن لوگوں کی ایمانی حالت اس قدر کمزور ہے انہیں اگر فوجی نظام سے غلبہ حاصل بھی ہو گیا تو وہ اسلام کے ساتھ ویسا ہی سلوک کریں گے جیسا ترک زعماء نے کیا ہے، لیکن یہاں تو یہ حالت ہے کہ غلبہ سے پہلے ہی ایسا اعلان ہو رہا ہے کہ خاکسار تو ہندوؤں، سکھوں اور مسلمانوں کی متحدہ جماعت ہے۔ ہمارے نزدیک تحریک خاکسار کا خاتمہ اس دن نہیں ہوا تھا جس دن حکومت نے ان پر پابندیاں عائد کی تھیں، بلکہ اس دن ہوا ہے جس دن علامہ مشرقی نے اس تحریک کو اسلام سے علیحدہ کر دیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون،

دوسرا سبق | تحریک خلافت کے زمانہ سے لیکر اب تک ہندی مسلمانوں کی تاریخ یہ ظاہر کرتی ہے کہ جس مسلمان زعیم کے اردگرد کچھ آدمی جمع ہو کر زندہ باد کا نعرہ لگا دیں وہ فوراً اپنی اور قوم کی حیثیت کو فراموش کر بیٹھتا ہے۔ محمد علی جناح کے سوا شاید ہی کوئی مسلم لیڈر ایسا گذرا ہو جس کا دماغ زندہ باد کے نعروں نے خراب کیا ہو اور اس نے اپنی لیڈری کے جوش میں مسلمانوں کا خون نہ کرایا ہو مصیبت یہ ہے کہ یہ لوگ "اسلام" کا نام لیکر اٹھتے ہیں، تحریکات شروع کرتے ہیں اور مسلمانوں کا خون کرا کے سب کچھ ختم کر کے بیٹھ جاتے ہیں، مثال کے طور پر تحریک خلافت و ہجرت افغانستان اور تحریک اتحاد ملت برائے حصول مسجد شہید گنج کو یاد کیجئے، اب علامہ مشرقی نے بھی لاتعداد مسلمانوں کا خون کرا کے اور انہیں خانماں برباد کر کے اپنے مطالبات درباره براڈکاسٹنگ اسٹیشن و قیام اسلامی بیت المال وغیرہ سے دستبرداری کر لی ہے اور انہیں شرائط پر صلح کر کے معافی مانگی ہے جو شرائط گورنمنٹ منوانا چاہتی تھی اور خاکسار زعماء ان کو نہیں مانتے تھے، اور عصیان (نافرمانی) کرتے تھے،— یہ ہے ہماری قومی رہنمائی کی حالت، شاید ہماری سیاسی دنیا میں محمد علی جناح پہلا مسلمان زعیم ہے جسے مسلمانوں کے خون کی قدر و قیمت کا صحیح اندازہ ہوا ہے، اگرچہ اسلام کے غلبہ کا کوئی واضح تصور اس کے سامنے بھی اب تک نہیں ہے، لیکن اس نے مثال ضرور قائم کی ہے کہ مسلمانوں کا سیاسی قائد کیسا ہونا چاہیئے۔

تیسرا سبق | مسلمانوں میں لیڈروں کی بڑی کثرت ہے، ہر مولوی، اخبار نویس، شاعر، افسانہ نگار اور نعت خواں لیڈری کا دعوے کرتا ہے۔ بلکہ "ہم چو ما دیگرے نیست" کا اعلان بھی کرتا ہے، مگر حالت یہ ہے کہ اپنی لیڈری کو قائم رکھنے کی خاطر قوم کو قربان کر دیتا ہے، لیکن قوم کی سربلندی کی خاطر اپنے آپ کو گزند نہیں پہنچنے دیتا، یہی وجہ ہے کہ علامہ مشرقی بھی اپنی قیادت سے دستبردار ہو کر مسلم لیگ میں شامل ہونے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔

نتیجہ | مسلمانوں کی سیاسی تحریکات کی یہ حالت ظاہر کرتی ہے کہ ان کے لیڈر زیادہ سے زیادہ مغربی سیاست پیشہ طبقہ کی طرح پارٹیاں بنا کر کامیاب تو ہو سکتے ہیں، لیکن ان لوگوں سے "اسلام" کا غلبہ ہونا ناممکن ہے۔ اسلام کا غلبہ اس انقلابی جماعت کو چاہتا ہے جس کی تعریف میں قرآن مجید میں لکھا ہے کہ وہ اس قدر کامل الایمان ہوں گے کہ ان مکناهم فی الارض اقاموا الصلوة واتوا الزكوة وامروا بالمعروف

الآیہ (الحج ع) کہ اگر انہیں حکومت حاصل ہو جائے تو وہ نمازوں کو قائم کریں گے اور زکوٰۃ دیں گے اور بھلائی کا حکم دیں گے— کیا موجودہ سیاسی راہنماؤں میں ایسا طبقہ ہے جو اس معیار پر پورا اترے یا جس کے متعلق یقین سے کہا جا سکے کہ وہ خلفاء راشدین کی طرح نظام اسلامی قائم کرے گا اور فواحش کا انسداد کریگا۔ اگر ایسا کامل الایمان طبقہ موجود نہیں تو غلبۂ اسلام کے لئے سب سے پہلی ضرورت یہ ہے کہ سب سے پہلے یہ لیڈر خود زندہ ایمان پیدا کرنے کی کوشش کریں، یہ ایمان موجودہ سیاست پیشہ راہنماؤں سے حاصل نہ ہوگا نہ اخبار نویسوں، نعت خوانوں اور شاعروں کے بیانات سے ہوگا۔ کسی اللہ کے بندے کسی مجدد کسی مکلم من اللہ سے تعلق کے ساتھ پیدا ہوگا۔ جب یہ ایمان پیدا ہوگا ہم غلبۂ اسلام کے لئے کھڑے ہونگے تو دنیا کی کوئی طاقت ہمارے عزم کو نہ بدل سکے گی، اگر اسلامی سیاست کے شجر کو ایمان و عرفان کے پانی سے نہ سینچا گیا تو اس کی حالت کشجرة خبيثة اجتثت من فوق الارض ما لها من قرار (ابراہیم ع) اس گندے درخت کی طرح ہوگی جسے زمین کے اوپر سے ہی اکھاڑ کر پھینک دیا جاتا ہے اور اسے قرار نہیں آتا— تمہارے لیڈروں اور ان کے نصب العینوں کو بھی کوئی قرار نصیب نہیں ہوتا۔ يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت في الحيوة الدنيا والآخرة و ... الله الظالمين و ... الله ما يشاء (ابراہیم ع) اللہ مومنوں کو قول ثابت سے ہی دنیا میں اور آخرت میں مضبوط کرے گا۔ اور ظالموں کو جو قول ثابت اور ایمان کامل سے محروم ہیں ان کے متعلق مشیت الٰہی یہی ہے کہ وہ ناکام ہوں:

مکرم جناب سید اختر حسین صاحب گیلانی کی ترکی وفد سے ملاقات

ترکی اخبار نویسوں کا وفد ۱۶ جنوری کی صبح کو دہلی پہنچا اسی دن ۱۲ بجے مکرم سید اختر حسین صاحب گیلانی میڈن ہوٹل میں جہاں وفد ٹھہرا ہوا تھا پہنچے اور موسیو لیٹے مدیر اعلیٰ روزنامہ "اولوس" انقرہ و رکن مجلس ملی کبیر ترکی (ٹرکش گرینڈ نیشنل اسمبلی) سے جو اس وفد کے صدر ہیں ملاقات کی۔ موسیو لیٹے نہایت تپاک سے ہاتھ پھیلا کر بڑھے اور سید صاحب سے بغلگیر ہوئے، رسمی گفتگو کے بعد سید صاحب نے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی طرف سے حضرت امیر قوم کے انگریزی ترجمۃ القرآن کی ایک اعلیٰ قسم کی کاپی جو سبز مراکو چمڑے کی چمکدار جلد رکھتی تھی پیش کی اور رسالہ "تحریک احمدیت مغرب کی نگاہ میں" (انگریزی) بھی پیش کیا۔ اور تحریک احمدیت اور اس کے اغراض و مقاصد اور کارناموں سے کما حقہٗ واقف کرایا۔ صدر وفد نے نہایت اخلاص اور دلچسپی سے گفتگو کی اور بے حد اطمینان اور مسرت کا اظہار کیا۔ قرآن مجید کے ہدیہ کو قبول کرتے ہوئے شکریہ ادا کیا اور کہا کہ زندگی میں پہلی مرتبہ اس خوبصورتی سے طبع شدہ ترجمہ کلام اللہ نظر سے گذرا ہے۔ مسٹر لیٹے نے سید صاحب کا تعارف اپنے رفقائے سفر (۱) موسیو صادق صدر شعبہ نشر و اشاعت حکومت ترکیہ و مدیر اعلیٰ روزنامہ اکسشم۔ (۲) موسیو موفق مناہیج اوگلو ناظم اناطولین پریس ایجنسی (۳) موسیو برہان بلگ نائب ناظم شعبہ نشر و اشاعت حکومت ترکیہ (۴) برہان فلک (۵) اور موسیو صلاح الدین عزیل سے کرایا۔ ضمناً ترکی میں اسلام کے حال و مستقبل پر بھی گفتگو ہوئی:

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بخیر و عافیت ہیں اور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

— حضرت مولانا صدر الدین صاحب ہر روز نماز فجر کے بعد قرآن کریم کا درس دیتے ہیں اور نماز مغرب کے بعد حدیث کا، جو بہت سے دینی و روحانی فوائد اور ازدیاد علم و ایمان کا موجب ہوتا ہے،

— حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے متعلق سابقہ اشاعت میں یہ اطلاع دی جا چکی ہے کہ آپ کچھ عرصہ کے لئے بمبئی تشریف لے گئے ہیں۔ یہ بھی اطلاع ملی ہے کہ آپ کی طبیعت ناساز ہے، احباب کرام اس نیک اور نافع الناس وجود کی صحت کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں

— اخویم مکرم شیخ محمد آصف صاحب بعارضہ انفلوئنزا بیمار ہیں اور تین روز کی رخصت پر ہیں، ان کی غیر حاضری میں یہ پرچہ ایڈٹ کیا جا رہا ہے اور اس کی ادارت کی ذمہ داری خاکسار پر عائد ہے۔ (دوست محمد)

— جمعدار عبد الجلیل صاحب انبالہ چھاؤنی سے لکھتے ہیں کہ میری صحت خراب ہے دمہ کی پرانی بیماری نے پھر سر اٹھایا ہے احباب کرام سے دعائے صحت کی درخواست ہے۔

— شیخ عطاء الرحمن صاحب برادرزادہ شیخ نیاز احمد صاحب عرصہ سے بیمار ہیں اب اپنے بھائی شیخ عبد الرحیم صاحب انجینئر کے پاس لاہور تشریف لائے ہیں احباب سے ان کی صحت کے لئے دعا کی درخواست ہے:

جنگ کے بعد پچاس مجاہدین کی ضرورت

جماعت کے تعلیمیافتہ اور سرکاری ملازمین سے خطاب

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ مورخہ ۲۲ جنوری ۱۹۴۳ء

انزل من السماء ماء فسالت اودیۃ بقدرھا فاحتمل السیل زبدًا رابیًا ط ومما یوقدون علیہ فی النار ابتغاء حلیۃ او متاع زبد مثلہ ط کذالک یضرب اللہ الحق والباطل ۵ فاما الزبد فیذھب جفاءً ج واما ماینفع الناس فیمکث فی الارض ط کذالک یضرب اللہ الامثال (سورۃ الرعد رکوع ۲)

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ایک مثال بیان فرمائی ہے جب پانی بادل سے اترتا ہے تو نالیاں اپنی قدر یعنی اندازے کے مطابق اس پانی کو لیتی ہیں پھر وہ ایک سیلاب کی صورت اختیار کرتا ہے جس کے اوپر جھاگ ہوتی ہے۔ جھاگ رائیگاں جاتی ہے اس سے کسی کو فائدہ نہیں پہنچتا اور جو چیز لوگوں کو نفع پہنچاتی ہے وہ زمین کے اندر ٹھہر جاتی ہے فرمایا یہ حق و باطل کی مثال ہے ایک وقت ایسا بھی ہوتا ہے کہ باطل بظاہر غالب نظر آتا ہے لیکن باطل کا وہ عارضی غلبہ کام کی چیز نہیں ہوتی وہ رائیگاں جانیوالی چیز ہوتی ہے اور بجائے یوں فرمانے کے کہ پانی زمین کے اندر ٹھہر جاتا ہے یوں فرمایا واما ماینفع الناس فیمکث فی الارض ط اور وہ چیز جو لوگوں کو نفع پہنچاتی ہے وہ زمین کے اندر ٹھہری رہتی ہے۔

نافع الناس کی زندگی دائمی ہوتی ہے

قرآن مجید کے یہ الفاظ بڑے پُرمعنی ہیں جس طرح پر پانی ایک ایسی چیز ہے کہ وہ زمین کے اندر ٹھہر جاتا ہے اور وہ فی الحقیقت ضائع نہیں ہوتا لوگوں کو کام دیتا ہے اسی طرح اگر انسان کی زندگی کو دیکھو تو اس کی بھی یہی مثال ہے انسان کی زندگی میں ایک حصہ تو وہ ہے جو اس کی جسمانی خواہشات کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اس کے خاندان کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور ایک حصہ وہ ہے جو لوگوں کے نفع کے لئے خرچ ہوتا ہے یہ حصہ انسان کا باقی رہ جاتا ہے جو انسان ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی زندگیوں سے لوگوں کو نفع پہنچتا ہے ان کی زندگی دائمی صورت اختیار کر لیتی ہے۔

جماعت احمدیہ لوگوں کے نفع کیلئے ہے

یہی اصول ہم کو ان لوگوں کی زندگیوں میں کام کرتا ہوا نظر آتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ارشاد سے کسی کام کے لئے اٹھتے ہیں اس زمانہ میں حضرت مسیح موعودؑ نے ایک جماعت بنائی جو ماینفع الناس کے اصول کے مطابق لوگوں کے نفع کے لئے قائم کی گئی، بڑا بھاری نفع لوگوں کی اخلاقی اصلاح اور خدا کے آگے جھکانا ہے کیونکہ اس کے ساتھ ہی انسان کی جسمانی آسائش بھی وابستہ ہے جسمانی آسائش بھی اگر اطمینان قلب حاصل ہو تو انسان کو فائدہ پہنچاتی ہے ورنہ یہ ایک آنی نفع ہوتا ہے جو حاصل ہوتا ہے اور چلا جاتا ہے۔ ہماری غرض بھی یہی ہونی چاہیئے کہ اپنی زندگی کو لوگوں کے لئے نافع بنائیں ہر ایک احمدی نوجوان کو اپنی زندگی کا یہی مقصد رکھنا چاہیئے کہ اس کے وجود سے لوگوں کو فائدہ پہنچے۔

جماعت کے تعلیمیافتہ طبقہ سے خطاب

اس وقت میں بالخصوص جماعت کے تعلیمیافتہ طبقہ کو مخاطب کرنا چاہتا ہوں خواہ وہ سرکاری ملازمت میں ہوں یا ۔ ۔ ۔ یا تجارت کرتے ہوں یا اور کوئی کام ہو بالخصوص ان کو جو سرکاری ملازمت میں ہیں ——— یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ ہماری جماعت ایک چھوٹی سی جماعت ہے لیکن اس کے سامنے مقصد بڑا عظیم الشان ہے دونوں کو آمنے سامنے رکھا جائے تو بعض اوقات طبیعت بہت پریشان بھی ہوتی ہے۔ اتنی چھوٹی جماعت اور اتنا بڑا کام دنیا کی اصلاح کے کام کو اتنی چھوٹی سی جماعت کس طرح پر سرانجام دے سکتی ہے لیکن فی الحقیقت کثرت سے وہ کام نہیں ہوتے جو بعض وقت چھوٹی جماعتیں کر لیتی ہیں۔ ہمارے خلاف جو ایک چھوٹے سے مقابلہ کا رنگ قادیان کی جماعت کی صورت میں پیدا ہوا ہے اس مقابلہ میں قادیانی جماعت اپنی کثرت پر بڑا گھمنڈ کرتی ہے جلسہ سالانہ کے اجتماع پر تو وہ خاص طور پر بڑا فخر کرتے ہیں، کہیں ہمارے اخبار میں پچھلے سال جماعت میں شامل ہونے والوں کی فہرست شائع ہوئی تو اس پر الفضل نے لکھا۔

"۱۹۴۲ء میں جناب مولوی محمد علی صاحب اور ان کے ساتھیوں کی پوری جدوجہد کے باوجود سال بھر میں ۲۰۰ آدمی بھی بیعت نہیں کر سکے دوسری طرف ..... ۱۹۴۲ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے ذریعہ بیعت کرنے والوں کی تعداد ۳۰۰۷ ہے" (الفضل مورخہ ۱۲ جنوری ۱۹۴۳ء)

صحیح بات ہے ہمیں اس بات کا اعتراف ہے کہ ایک سال میں صرف دو سو آدمی جماعت میں شامل ہوئے لیکن ان کی اتنی بڑی جماعت کے لئے ایک سال میں تین ہزار کا اضافہ کوئی بڑی بات نہیں ان کی تعداد ہم سے پچاس گن زیادہ ہے اگر پچاس گنا کوشش کر کے نتائج صرف پندرہ گنا ہیں تو یہ کوئی قابل فخر بات نہیں۔ ان کے ہاں مبلغین کی کثرت ہے اور ہمارے ہاں مبلغین کی قلت ہے۔ عیسائی کتنا روپیہ خرچ کرتے ہیں اور ہر جگہ ان کے مبلغین پھیلے ہوئے ہیں اس ہندوستان میں ہر مردم شماری میں ان میں ایک لاکھ آدمی کا اضافہ ہو جاتا ہے، اگر عیسائی اس بات پر فخر کریں کہ ہماری تبلیغ سے اتنے آدمی بڑھ جاتے ہیں اور قادیانی اتنے نہیں بڑھتے تو یہ کامیابی ان کے مبلغین کی تعداد اور اخراجات کی نسبت کے لحاظ سے کوئی فخر کی بات نہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ کے کشف میں قلت کا غلبہ

ہمیں اعتراف ہے کہ ہم تھوڑے ہیں، میں نے پچھلے جمعہ میں آپ کو حضرت صاحب کا ایک کشف سنایا تھا جس میں بتایا گیا ہے کہ کام کرنے والوں کی تعداد تھوڑی ہی ہوگی اور بڑی تعداد اس کام کو کرنے سے انکار کر دے گی جیسے حضرت مسیح موعود نے کہا ہے اسی کشف میں حضرت صاحب فرماتے ہیں:۔

"تب میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگرچہ پانچہزار تھوڑے سے آدمی ہیں پر اگر خدا تعالیٰ چاہے تو تھوڑے بہتوں پر فتح پا سکتے ہیں اس وقت میں نے یہ آیت پڑھی کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ"۔ تو میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ قلت سے گھبرانا نہیں چاہیئے، ہماری جماعت میں جتنے بھی آدمی ہیں اگر اتنے ہی آدمی اپنی پوری قوت صرف کریں تو وہ دنیا میں ایک انقلاب پیدا کر سکتے ہیں۔

مسیح موعودؑ کی جماعت کا سردار کون ہے؟

اس کشف کے متعلق میں ایک اور بات بتانا چاہتا ہوں یہ کشف ازالہ اوہام میں ہے حضرت مسیح موعود ابوداؤد کی حارث والی حدیث بیان کر کے فرماتے ہیں:۔

"فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک شخص پیچھے نہر سے نکلے گا یعنی بخارا یا سمرقند اس کا اصلی وطن ہوگا اور وہ حارث کے نام سے پکارا جائے گا یعنی باعتبار اپنے آباؤ اجداد کے پیشہ کے کہ افواہ عام اس گورنمنٹ کی نظر میں حارث یعنی زمیندار کہلائے گا پھر آگے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کیوں حارث کہلائے گا اس وجہ سے حراث ہوگا یعنی ممتاز زمینداروں میں سے ہوگا اور کھیتی کرنے والوں میں ایک معزز خاندان کا آدمی شمار کیا جائے گا اس کے بعد فرمایا کہ اس کے لشکر یعنی جماعت کا سردار سرگروہ ایک توفیق یافتہ شخص ہوگا جس کو آسمان پر منصور کے نام سے پکارا جائے گا کیونکہ خدا تعالیٰ اس کے خادمانہ ارادوں کا جو اس کے دل میں ہوں گے آپ ناصر ہوگا" پھر اس منصور کے ارادوں کی تشریح یوں فرمائی ہے:۔

"اس جگہ اگرچہ منصور کو سپہ سالار کے طور پر بیان کیا ہے مگر اس مقام میں درحقیقت کوئی ظاہری جنگ و جدل مراد نہیں ہے بلکہ یہ ایک روحانی فوج ہوگی کہ اس حارث کو دی جائے گی"

پھر اس کے آگے حضرت صاحب کا وہ کشف آتا ہے جس کا ذکر میں نے پچھلے خطبہ میں کیا تھا حضرت صاحب فرماتے ہیں:۔

"جیسا کہ کشفی حالت میں اس عاجز نے دیکھا کہ ایک انسان کی ... پر دو شخص ایک مکان میں بیٹھے ہیں ایک زمین پر اور ایک چھت کے قریب بیٹھا ہے تب میں نے اس شخص کو جو زمین پر تھا مخاطب کر کے کہا مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے مگر وہ چپ رہا اور اس نے کچھ جواب نہ دیا تب میں نے اس دوسرے کی طرف رُخ کیا جو چھت کے قریب آسمان کی طرف تھا اور اسے میں نے مخاطب کر کے کہا کہ مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے وہ میری اس بات کو سن کر بولا کہ ایک لاکھ نہیں ملے گی مگر پانچہزار سپاہی دیا جاوے گا" اس کے آگے ہی وہ الفاظ آتے ہیں "تب میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگرچہ پانچہزار تھوڑے سے آدمی ہیں پر اگر خدا تعالیٰ چاہے تو تھوڑے بہتوں پر فتح پا سکتے ہیں اس وقت میں نے یہ آیت پڑھی کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ" اس کے آگے لکھتے ہیں "پھر وہ منصور مجھے کشف کی حالت میں دکھایا گیا اور کہا گیا خوشحال ہے مگر خدا تعالیٰ کی کسی حکمت خفیہ نے میری نظر کو اس کے پہچاننے سے قاصر رکھا لیکن امید رکھتا ہوں کہ کسی دوسرے وقت دکھایا جائے گا"

خادمانہ ارادے رکھنے والا کون ہے؟

اب حضرت صاحب نے یہ جو کشف بیان فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ وہ منصور کبھی دوسرے وقت میں دکھایا جائے گا سو وہ فی الحقیقت دوسرے وقت میں دکھایا گیا۔ حضرت صاحب کا رؤیا ہے

"مولوی محمد علی صاحب کو رؤیا میں کہا۔ آپ بھی صالح تھے اور نیک ارادہ رکھتے تھے آؤ ہمارے ساتھ بیٹھ جاؤ"

(البدر ۱۶ جولائی ۱۹۰۴ء)

قادیانی اس کی یہ تشریح کرتے ہیں کہ آپ بھی صالح تھے اور نیک ارادہ رکھتے تھے کسی پہلے زمانہ میں مگر اب نہیں اب ناپاک ہو گئے اور ہمارے ساتھ بیٹھ جاؤ کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت صاحب کہتے ہیں کہ ہمارے ساتھ بیٹھ جاؤ مگر نہیں بیٹھتا اگر اس طرح اپنے پاس سے الفاظ بڑھا کر کسی کلام کی تشریح کرنی ہو تو جس کلام سے جو معنے چاہو نکال لو بات نہایت صاف ہے۔ حضرت صاحب اپنی معیت میں مجھے لیتے ہیں اسلئے کہ میں صالح تھا اور نیک ارادے رکھتا تھا اپنے پاس بٹھا لیتے ہیں یہاں ایک واقعہ یاد آیا حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں ایک لوئی صاحب تھے ان کو الہام ہوا "مرزا صاحب کا فرشتہ" حضرت صاحب فرماتے تھے

یہ عجیب بات ہے کہ خلانے کا ذکر کیا تھا تو اس قدر ادب کے ساتھ صاحب کا لفظ بڑھایا یہاں اگر میرا فاسق ہونا اور مفسد ہونا بیان کرنا تھا تو اس بڑھانے کے کیا معنے۔ لیکن میں ایک اور بات کی طرف اس وقت (توجہ) دلانا چاہتا ہوں۔ اس منصور والے رؤیا میں بھی یہ لفظ ہیں اللہ تعالے ان کے خادمانہ ارادوں کی وجہ سے اس کی نصرت فرمائے گا اور یہاں بھی نیک ارادوں کا ذکر ہے تو اس سے اور پانچ ہزار کی تعداد سے جو ہماری جماعت پر صادق آتی ہے یہ صاف ظاہر ہے کہ یہ دونوں رؤیا ایک ہی شخص کے متعلق ہیں۔

میری خدمات کا اعتراف

مجھے اپنی کمزوریوں کا اعتراف ہے اور یہ محض خدا تعالے کا فضل ہے کہ جس قدر لوگوں نے میرے متعلق میری زندگی میں میری خدمات کا اعتراف کیا ہے وہ کم لوگوں کو میسر آتا ہے۔ مارماڈیوک پکتھال جنہوں نے قرآن مجید کا ترجمہ کیا ہماری طرف سے لوگوں نے ان کے دل میں بدگمانیاں پیدا کر رکھی تھیں اور شاید کچھ رقابت کا رنگ بھی ہو لیکن خدا کی شان ہے کہ میری کتاب ریلیجن آف اسلام کو پڑھ کر ان پر اس قدر اثر ہوتا ہے کہ ان کے قلم سے یہ الفاظ نکلتے ہیں:-

Probably no man living has done longer or more valuable service for the cause of revival of Islam than Maulana Muhammad Ali

یہ ایک غیر کے قلم سے خدمت اسلام کا اعتراف موجود ہے۔ تجدید اسلام کا اتنا طویل اور قیمتی کام اس زمانہ میں اور کسی نے نہیں کیا۔ یہ تو حضرت صاحب کے مجدد ہونے کی صداقت پر گواہی تھی مگر قادیانی احباب اس کی بھی پروا نہیں کرتے۔ مجھے حیرت ہوتی ہے قادیان کے دوستوں کو ان کتابوں میں کوئی خوبی نظر نہیں آتی یہ لوگ میرے کام کو ایک ناول نویس کے کام کی طرح ہی سمجھتے ہیں کہ کتابیں لکھیں اور پیسے کمائے لیکن آج ایک دنیا شاہد ہے کہ اللہ تعالے نے ان کتابوں کو وہ مقبولیت عطا فرمائی کہ جس کو بیان نہیں کیا جا سکتا، مجھے ایک دفعہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے شملہ میں کہا تھا "مجھے اس بات کا اعتراف ہے کہ آپ نے خدمت اسلام کا بڑا کام کیا ہے"۔

بے سامانی اور نصرت الٰہی

میں اب آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں اور دیر سے میرے دل میں یہ بات تھی کہ اس جنگ کے بعد وسیع پیمانہ پر تبلیغ اسلام کا کام کیا جائے۔ اس وقت تک ہماری جماعت نے جو تبلیغ کا کام کیا ہے ہمارے پاس تو اس کا بھی سامان نہیں تھا جب انگریزی ترجمۃ القرآن لکھا تو اس وقت بھی سامان نہیں تھے کیسے خیال تھا کہ ایسا خوبصورت قرآن چھپ جائے گا، حال ہی میں ترکی اخبار نویسوں سے سید اختر حسین نے جب ملاقات کی اور یہ قرآن مجید پیش کیا تو انہوں نے کہا:- "زندگی میں پہلی مرتبہ اس خوبصورتی سے طبع شدہ ترجمہ کلام اللہ نظر سے گذرا ہے"

برلن مسجد کی تعمیر کے لئے بھی ہمارے پاس سامان نہیں تھا۔ ڈچ ترجمۃ القرآن کے لئے بھی ہمارے پاس سامان نہیں تھا، لیکن خدا تعالے نے ان سب نیک ارادوں کو پورا کر دیا اسلئے میں سمجھتا ہوں کہ اس وسیع پیمانہ پر تبلیغ کے کام کے لئے بھی اللہ تعالے سامان پیدا کر دے گا بشرطیکہ ہمارے پاس کام کرنے والے موجود ہوں۔

جماعت کے سرکاری ملازمین سے خطاب

اس وقت میرا ارادہ ہے کہ وہ لوگ جو حکومت کی ملازمت میں ہیں انہیں کہوں کہ ان میں سے ہر ایک شخص اپنے آپ کو تبلیغ اسلام کے لئے تیار کرے ان ملازمت پیشہ لوگوں کو بعض دفعہ دو دو سال کی رخصت مل جاتی ہے وہ بغیر خرچ کے دو سال کے لئے تبلیغ اسلام کا کام کر سکتے ہیں پھر جو لوگ پنشن لیتے ہیں ان کے پاس کوئی کام نہیں ہوتا اگر اپنے آپ کو تبلیغ اسلام کے لئے تیار کیا ہوا ہو تو یہ لوگ بھی تبلیغ اسلام کا کام خوب کر سکتے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ چالیس سال کے بعد ہی تبلیغ کا وقت ہوتا ہے

پچاس مجاہدین کی ضرورت

میرا ارادہ ہے کہ سوالات کا ایک سلسلہ تیار کر کے دوستوں کے پاس بھیجوں میں چاہتا ہوں کہ اس جنگ کے ختم ہونے پر کم از کم پچاس آدمی ہمارے پاس تیار ہوں جو جنگ کے بعد باہر ملکوں میں جا کر تبلیغ کریں میں سمجھتا ہوں کہ پانچ ہزار آدمیوں میں سے پچاس آدمیوں کا نکل آنا مشکل بات نہیں پھر میں امید رکھتا ہوں کہ اگر آدمی تیار ہو گئے ان کے دلوں میں تبلیغ اسلام کی تڑپ ہو گی تو اللہ تعالے کوئی سامان بھی پیدا کر دے گا انشاء اللہ روپیہ بھی آ جائے گا مگر پہلی ضرورت ہے کہ ہم اپنے آپ کو تیار کریں جب آدمی تیار ہوں گے تو روپیہ آ جائے گا یقیناً یاد رکھو کہ اللہ تعالے نے خدمت اسلام کے لئے اور دنیا میں ایک انقلاب پیدا کرنے کے لئے اس جماعت کو پیدا کیا ہے اپنے آپ کو تیار کرو اس بلند مقصد کے لئے تیار کرو ایک احمدی دین کی اتنی واقفیت رکھتا ہے کہ اگر وہ اس کام پر اپنا تھوڑا سا وقت لگا دے تو وہ تبلیغ کا بہت بڑا کام کر سکتا ہے، میں انشاء اللہ جماعت کے دوستوں کو لکھوں گا کہ وہ اپنے آپ کو اس کام کے لئے پیش کریں میں چاہتا ہوں کہ جنگ کے بعد تبلیغ کا کام وسیع پیمانہ پر ہو سکے، جیسا کہ قرآن مجید، حدیث، اور حضرت مسیح موعودؑ کی کتابوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک انقلاب آنے والا ہے اور اسلام کی قبولیت اور غلبہ کا زمانہ نزدیک ہے اس غلبہ کے لئے تیار ہو جانا چاہیئے اللہ تعالیٰ کامیابی کے سامان بھی یقیناً پیدا کر دے گا اللہ تعالے ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ایک علمی نقصان

حیدرآباد سے واپسی پر میرا ایک ٹرنک جو ۲۲ دسمبر ۱۹۴۲ء کو بک کر کے ریلوے کے سپرد کیا گیا تھا راستہ میں کہیں گم ہو گیا ہے اس کی بلٹی موجود ہے مگر جس گاڑی میں وہ بمبئی سے روانہ کیا گیا تھا اس کا باقی سامان لاہور پہنچ گیا ہے میرا ٹرنک اور ایک اور صاحب کا سامان اس میں سے گم ہے یہ ٹرنک بی بی اینڈ سی آئی ریلوے کے راستہ روانہ ہوا تھا اس میں ذیل کی کتب متفرق تھیں چونکہ یہ کتب اور مسودات غیر مطبوعہ میری برسوں کی محنت کا اندوختہ ہے اس لئے مجھے اس کے گم ہو جانے کا سخت صدمہ ہے اگر کسی صاحب کو ان کتب میں سے کوئی کتاب یا مسودہ ملے تو وہ براہ کرم مجھے فوراً اطلاع دیں میں ان کا نہایت مشکور ہوں گا۔

(۱) رگوید سنسکرت جس پر میرے ہاتھ سے اکثر حاشی اردو میں لکھے ہوئے ہیں۔
(۲) یورپ کی قدیم زبانوں کی گرامر تین جلدوں میں
(۳) میثاق النبیین جسکے اوراق کیسا ایک ایک سادہ ورق لگایا گیا ہے اس پر کئی نوٹ لکھے ہوئے ہیں۔
(۴) قرآن مجید جس میں ایک ایک ورق سفید ہوا اس پر بکثرت باریک خط میں نوٹ لکھے ہوئے ہیں۔
(۵) پدم چندر کرشن سنسکرت کی لغت مجلد
(۶) میثاق النبیین کے ہم نسخے
(۷) اتھروید بھاش ترجمہ پنڈت راجہ رام پروفیسر ڈی اے وی کالج۔ لاہور
(۸) تعلیمات وید پر ایک علمی کتاب کی نوٹ بک
(۹) عربی زبان اور سنسکرت تحقیق پر ایک کاپی۔
(۱۰) میثاق النبیین کا دوسرا حصہ غیر مطبوعہ مہاتما بدھ کی پیشگوئیوں پر مشتمل ہے۔
(۱۱) ستیارتھ پرکاش جس پر میرے قلمی نوٹ ہیں۔
(۱۲)

اس کے علاوہ اور بھی بہت سے چھوٹے چھوٹے ٹریکٹ اور کتب ہیں۔

عبدالحق ودیارتھی نمبر ۲ ... لاہور

اصحاب قادیان کی سخن فہمی

جلسہ سالانہ کے موقعہ پر نوجوانان لائل پور کی طرف سے حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں ایک تلوار پیش کی گئی، اور اس سلسلہ میں مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع نے ایک تقریر بھی کی، جس میں آریہ سماج پر جماعت احمدیہ کی علمی فتوحات کا ذکر کرنے کے بعد دو شکستوں کا بھی ذکر کیا، جن میں سے ایک یہ ہے کہ آریہ سماج نے ایسے ادارے قائم کئے جو فوجی تعلیم دے رہے ہیں، لیکن جماعت احمدیہ نے اس طرف توجہ نہیں کی مرزا صاحب نے فرمایا کہ "میں آپ بھائیوں کی خدمت میں درخواست کرتا ہوں کہ ہمیں اپنی مساعی سے اس شکست کو فتح سے بدل دینا چاہیئے"۔

افسوس ہے کہ قادیانی صحیفہ الفضل نے حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں اس پیشکش اور مرزا صاحب کی اس تقریر سے یہ نتیجہ اخذ کرنے کی کوشش کی ہے کہ گویا نوجوانان لائلپور نے تلوار پیش کر کے بتایا ہے کہ حضرت امیر کی علمی خدمات کو وہ کافی نہیں سمجھتے اور اس کے ساتھ سیاسی مشغلہ اختیار کرنا بھی ضروری ہے"

اس من گھڑت قیاس کی بنا پر الفضل نے "غیر مبائع نوجوانوں کا سیاست کی طرف میلان" کے عنوان سے ایک طویل لیڈر لکھ مارا ہے، جس میں کبھی تو ہمارے اس طعنہ کو اتارنے کی کوشش کی گئی ہے کہ قادیانی جماعت کا میلان سیاست کی طرف ہے بلکہ یہی ان کا مشغلہ بن چکا ہے اور کبھی حضرت امیر ایدہ اللہ پر یہ طعن کیا گیا ہے کہ تمام عمر قلم چلاتے رہے اور کتابیں لکھ لکھ کر رائلٹی اور کمیشن حاصل کرتے رہے اب آخری عمر میں وہ تلوار کیا کریں گے ہم حیران ہیں کہ ان سخن ناشناس لوگوں کے ایسے بے سر و پا اعتراضات کا کیا جواب دیں، میاں محمود احمد صاحب نے بسا اوقات بھرے مجمعوں میں اپنی قوم کے ہر فرد کو لاٹھیاں رکھنے کی تلقین کی، ان کی سواری کے گرد تلواروں کے پہرے لگائے گئے، قادیان میں فوجی کوریں بنائی گئیں اور مولوی سرور شاہ جیسے پیر فرتوت نکریں پہن پہن کر اس میں شامل ہوئے ہم نے کبھی نہ کہا کہ یہ کوئی برا کام کیا جا رہا ہے، سیاست کی طرف قادیانی جماعت کا میلان جن باتوں میں ہے وہ اور ہیں جن کو پھر کسی موقعہ پر پیش کیا جائے گا۔ لیکن اپنی حفاظت کا سامان بہم پہنچانا ہر ایک کا فرض ہے اور اسی فرض کو مرزا مظفر بیگ صاحب نے اپنی تقریر میں اور لائلپوری نوجوانوں نے تلوار پیش کر کے یاد دلایا اگر مولوی سرور شاہ صاحب جیسے بوڑھے اس عمر میں بھی لاٹھی چلا سکتے ہیں تو حضرت امیر تلوار کیوں نہیں اٹھا سکتے، آپ کا اسے قبول فرمانا ہی اس بات کا ثبوت ہے کہ خدا کے فضل سے آپ نرے قلم ہی کے دھنی نہیں بلکہ موقعہ پیش آنے پر شمشیر زنی بھی کر سکتے ہیں، ہاں آپ کتابیں لکھ کر رائلٹی اور کمیشن حاصل کرتے رہے کیونکہ لوگوں کے نذرانوں اور تین لاکھ کی تھیلیوں پر آپ کی نظر نہیں آپ حلال محنت کی کمائی کھاتے ہیں اور رسول اللہ کا ارشاد ہے الکاسب حبیب اللہ ۔

(دوست محمد)

پیغام صلح کا آئندہ حجم

موجودہ جنگ نے جہاں دوسری اشیا کی کمیابی و گرانی کی وجہ سے زندگی کے مختلف شعبوں پر ناخوشگوار اثر پیدا کیا ہے، وہاں اخبارات کو بھی کاغذ کی کمیابی اور گرانی کی وجہ سے بہت کچھ نقصان اٹھانا پڑا ہے، اور کئی ایک اخبارات و رسائل محض اسی وجہ سے بند ہو چکے ہیں اور بہت سے اخبارات کے حجم کم ہو گئے ہیں "پیغام صلح" بھی اس گرانی سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکا اور گذشتہ سال اسی وجہ سے اخبار کو سہ روزہ سے ہفتہ وار کرنا پڑا، افسوس ہے کہ اب اسکا حجم بھی کم کرنے کی ضرورت پیش آ گئی ہے اور انجمن نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ آئندہ آٹھ صفحہ کے بجائے اس کا حجم صرف چار صفحہ ہو، اسلئے آئندہ اشاعت سے اخبار چار صفحات پر شائع ہوا کرے گا مضمون نگار حضرات آئندہ خامہ فرسائی فرماتے ہوئے صفحات کی اس کمی کو پیش نظر رکھ لیا کریں۔

تحریکِ احمدیت اور فلسفۂ اقبال

از جناب سید اختر حسین صاحب گیلانی بی اے مولوی فاضل

قسط نمبر ۲

مذہب و ریاست علامہ اقبال چرچ اور سٹیٹ یا مذہب و ریاست کے جدا ہونے کو سخت ناپسند فرماتے تھے ایک مرتبہ آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ:-

"مسیحیت نے یہ تعلیم دی کہ دین انفرادی اور پرائیویٹ ہے جس سے بدبخت یورپ میں یہ بحث پیدا ہوئی کہ دین چونکہ پرائیویٹ عقائد کا نام ہے، اس واسطے انسانوں کی اجتماعی زندگی کی ضامن صرف سٹیٹ ہے، یہ اسلام ہی تھا جس نے بنی نوع انسان کو سب سے پہلے یہ پیغام دیا کہ دین نہ قومی ہے نہ نسلی نہ انفرادی اور پرائیویٹ بلکہ خالصۃً "انسانی" ہے (مولینا حسین احمد کے بیان پر تبصرہ روزنامہ احسان لاہور ۹ر مارچ ۱۹۳۸ء) پھر فرمایا:-

لوتھر کی اصلاح، غیر سلیم عقلیت کا دور، اصول دین کا سٹیٹ کے اصولوں سے افتراق بلکہ جنگ یہ تمام قوتیں یورپ کو دھکیل کر کس طرف لے گئی ہیں: مانی اور دہریت اور اقتصادی جنگوں کی طرف، کیا مولینا حسین احمد یہ چاہتے ہیں کہ ایشیا میں اس تجربہ کا اعادہ ہو؟ (" " " " " ")

یہ بھی آپ کا ہی ارشاد ہے کہ

جلال پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو ؛ جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

لیکن جب ترکوں کے متعلق سوال ہوا کہ انہوں نے دین اور سیاست کو الگ الگ کر دیا ہے تو علامہ نے فرمایا:-

کہ دین کو ریاست سے جدا کرنے کا خیال اسلام میں کوئی نئی چیز نہیں ہے (احمدازم)

ووکنگ مسجد علامہ اقبال کے جماعت احمدیہ لاہور اور ووکنگ مسلم مشن کے ساتھ اچھے روابط تھے، ووکنگ مسجد میں آپ نے بارہا خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم کی اقتداء میں نمازیں ادا کیں لیکن قادیانی احراری نزاع سے آپ کی طبیعت اس قدر متاثر ہوئی کہ آپ اپنے سابقہ عمل کو بھی فراموش کر بیٹھے اور فرمایا۔

کہ روس نے بابی مذہب سے رواداری کا برتاؤ کیا اور انہیں عشق آباد میں اپنا پہلا تبلیغی مرکز قائم کرنے کی اجازت دی، انگلستان نے احمدیوں کو ووکنگ میں اپنا پہلا تبلیغی مرکز قائم کرنے کی اجازت دیکر ایسی ہی رواداری سے کام لیا۔ (احمدازم صفحہ ۲۹)

علامہ اس حقیقت بینہ سے بے خبر نہ تھے کہ بہائیت یا بابیت کا مقصد قرآن مجید کو منسوخ قرار دیکر جدید کتاب شریعت کی نشر و اشاعت کرنا ہے اور تحریک احمدیت خالص اسلامی تحریک ہے بلکہ "اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ"۔

فروعات میں کہیں عوام کو اس سے اختلاف ہو تو الگ بات ہے ورنہ اس میں کلام نہیں ہو سکتا کہ اس کا مقصد قرآن مجید کی تبلیغ کرنا اور غیر مسلمین کو اسلام کا پیغام پہنچانا ہے نہ کہ مسلمانوں کو ارتداد پر آمادہ کرنا، تاکہ وہ بابی تحریک سے مشابہ قرار دی جا سکے، ووکنگ میں اسلامی مشن قائم کرنے کی اجازت انگلستان نے نہیں دی، سرکار بھوپال خَلَّدَ اللہُ مُلْکَہٗ وَ اِجْلَالَہٗ نے دی جہاں سے علامہ ممدوح کو تا دم زیست پانسو روپیہ ماہوار وظیفہ ملتا رہا ووکنگ مسجد کا نام بھی شاہجہان مسجد ہے جو مرحومہ بیگم بھوپال اعلیحضرت شاہجہان بیگم کے نام پر رکھا گیا ہے، جنہوں نے اسے تعمیر کرایا، علامہ نے سرکار بھوپال کے احسانات کے طفیل ووکنگ مشن کے قیام کے سلسلہ میں ان کا نام نہ لیتے اڑایا چاہیے کہ تھا ہی نہیں اگر بجائے سرکار بھوپال کے سرکار روس نے یہ مسجد بنوائی ہوتی اور فرمانروائے روس قیام مشن کی اجازت دیتے تو علامہ اعلیٰ علامہ سر اکبر حیدری کی طرح کن سخت الفاظ میں ان کی ہجو کرتے اور اگر محض سرکار کے احسانات کے عوض میں ایک امر کے اظہار میں جسے علامہ "امر حق" خیال فرماتے ہونگے کوئی اور شخص اس طرح اخفاء اور چشم پوشی سے کام لیتا تو علامہ اسے سلاطین پرستی اور سرکار پرستی، اور نواب پرستی کا نام دے کر کتنے وجد آفرین اور سحور کن اشعار نظم فرماتے۔

پیغمبر اور پھر چلتا پرزہ علامہ سر محمد اقبال، اپنے بیانات میں تحریک احمدیت کے مخالف مسلمانوں کو (Orthodox) یا راسخ العقیدہ مسلمان قرار دیتے ہیں اور اپنے آپ کو بھی انہی راسخ العقیدہ مسلمانوں کا ایک فرد سمجھتے ہیں جن کو تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوت پر کامل ایمان ہے، اور جنہیں یقین ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام ایک راستباز نبی تھے، اور ان کی تمام مساعی ان کی اپنی ذاتی غور و فکر یا ان کی خود غرضیوں کا نتیجہ نہ تھیں، بلکہ امر الٰہی کی تعمیل میں تھیں لیکن علامہ پر ہنگامہ کا اس قدر اثر ہوا کہ آپ آپے سے باہر ہو گئے اور بانی تحریک احمدیت پر "مذہبی چلتا پرزہ" کا فقرہ چست کرتے وقت حضرت مسیح علیہ السلام پر بھی یہی فقرہ چست کر دیا، فرماتے ہیں:-

"یعنی جہانتک اسلام کا تعلق ہے، یہ کہنے میں مبالغہ نہیں کہ حکومت برطانیہ کے ماتحت ہندوستان میں ملت اسلامیہ کا اتحاد اس سے بھی بہت کم محفوظ ہے جس قدر یسوع (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ ناقل) کے زمانہ میں یہودیوں کا اتحاد رومی حکومت کے ماتحت محفوظ تھا۔ ہندوستان میں ہر "مذہبی چلتا پرزہ" اپنی جلب منفعت کے لئے ایک نئی جماعت بنا لینے کی خاطر جو دعوے چاہے کر سکتا ہے یہ ہماری آزاد منش سرکار اصل جماعت (Parent Community) کی وحدت کی قطعاً ذرہ بھر پرواہ نہیں کرتی، بشرطیکہ مذہبی چلتا پرزہ حکومت کو اپنی وفاداری کا یقین دلا دے اور اس کے متبعین حکومت کے محصول ادا کرنے میں پابند ہوں، ہمارے مشہور شاعر اکبر الہ آبادی نے حکومت کی اسلام کے متعلق اس پالیسی کا مفہوم نہایت صریح طریق پر سمجھا تھا، اکبر اپنے مخصوص مزاحیہ انداز میں کہتا ہے ؎

گورنمنٹ کی خیر یارو مناؤ ؛ انا الحق کہو اور پھانسی نہ پاؤ

کہ اے دوستو انگریز کے نام کے گیت گاتے رہو، بیشک "انا الحق" (یعنی میں خدا ہوں) کہہ دو لیکن جس طرح ایران کے صوفی ولی اللہ کو بیڑیاں پہنائی گئیں اور صلیب پر لٹکایا گیا اور ہزار ذلت ہوئی، تمہیں بیڑیوں صلیب اور ندامت سے دوچار نہ ہونا پڑے گا (قادیان ازم انگریزی شائع کردہ انجمن قادیان بیگ صفحہ ۱۲)

گویا مسیح علیہ السلام "چلتے پرزے" کو تو رومی حکومت کیفر کردار تک پہنچانے کی کوشش کی مگر مرزا صاحب "چلتے پرزے" کو کیفر کردار تک پہنچانے میں حکومت برطانیہ نے کوتاہی کی، مسیح علیہ السلام ایک راستباز پیغمبر ہیں، مگر مذہبی چلتا پرزہ اور "واجب القتل" بھی ہیں اسی طرح ایران کا صوفی حسین بن منصور الحلاج ولی اللہ بھی ہے، اور واجب القتل بھی — علامہ اقبال کے ان افکار کا نام فلسفہ رکھئے شاعرانہ تخیلات رکھئے لیکن اس قدر بالکل واضح ہے کہ یہ ایک راسخ العقیدہ مسلمان کے ارشادات نہیں ہو سکتے اور نہ اس کا تعلق اسلامی تعلیمات سے ہو سکتا ہے

پیغمبر اور ولی کا قتل اور پھر قابل تحسین فعل ایک راسخ العقیدہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے علامہ اقبال کا ایمان ہونا چاہیئے کہ ایک راستباز پیغمبر اور راستباز ولی اللہ کا ناحق قتل سراسر غضب الٰہی کا محل بنا دیتا ہے اور یہود اسی لئے مغضوب علیہم کہلائے کہ انہوں نے انبیاء کو قتل کرنے کی کوششیں کیں لیکن آپ رومی حکومت کے اس فعل کو بنظر تحسین دیکھتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام کو تختہ دار پر لٹکا دیا یہود کے اس فعل کو بالکل جائز سمجھتے ہیں کہ انہوں نے مسیح علیہ السلام کے قتل کا مطالبہ کیا کیونکہ بقول علامہ سر محمد اقبال اس طرح ان کی ملی "وحدت" افتراق سے محفوظ ہو گئی، علیٰ ہٰذا القیاس علامہ کے نزدیک حسین بن منصور صوفی ولی اللہ بھی ہیں لیکن حکومت ایران کا یہ فعل کہ ان کے جسم کے پرزے پرزے اڑا دیئے بالکل واجبی، اور قابل فخر کارنامہ ہے — غیظ و غضب جب کسی انبیاء و اولیاء کے حفظ مراتب سے بھی بے نیاز کر دے تو اس کا علاج کیا ہو سکتا ہے۔

مجدد عصر حاضر ہی مثیل مسیح ہے لیکن ہمارے لئے علامہ کے ان بیانات میں چاہے وہ کس قدر غیظ و غضب اور بغض عداوت کے نشہ میں سرشار ہو کر لکھے گئے ہوں۔ کچھ اطمینان خاطر کا سامان بھی ہے، اور یہ بیانات مجدد وقت اور اس کے مشن کی حقانیت کے بیش بدوش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات درباره "نزول مسیح" پر ہمارے ایمان و عرفان کے ازدیاد کا موجب بھی ہوتے ہیں۔ مسیح موعود کی ہزار مخالفت سہی لیکن افکار غیر شعوری طور پر اس طرف حرکت کرتے ہیں کہ یہ زمانہ مسیح علیہ السلام کے زمانہ سے مشابہ ہے، حکومت برطانیہ رومی حکومت سے مشابہ ہے، جو غلامانہ حیثیت بنی اسرائیل کی رومی حکومت کے ماتحت تھی، وہی حیثیت آج مسلمانوں کی حکومت برطانیہ کے ماتحت ہے جس طرح مسیح علیہ السلام نے یہود کی اصلاح، اور بنی اسرائیل کے غلبہ کا وعدہ دلایا اور یہود نے ان کے قتل کے درپے ہو کر حکومت سے استمداد کی اسی طرح حضرت مجدد وقت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے مسلمانوں کی اصلاح اور اسلام کے غلبہ کا وعدہ دلایا، لیکن مسلمان ان کے قتل کے درپے ہو گئے اور حکومت سے ان کی تحریک کو نابود کرنے کی درخواست کی حضرت مرزا صاحب کی شخصیت اگر کسی سے شدید مماثلت رکھتی تھی تو مسیح علیہ السلام سے ہی رکھتی تھی جس طرح یہود نے یہ کہا کہ مسیح علیہ السلام دعوئے الوہیت کرتے ہیں اور ان کے وہ متبعین جو ان کو خدا مانتے ہیں مسیحیت کی مسلک پر صحیح طریق پر قائم ہیں اسی طرح حضرت مرزا صاحب کے مخالفین نے بلکہ علامہ اقبال تک نے فرمایا۔

"کہ میں ان وجوہ کی بنا پر جنہیں ابھی واضح کیا جائے گا یہ یقین رکھتا ہوں کہ ایک کامل نبی کا تصور جس کا انکار منکر کو اسلام سے خارج کر دے، احمدازم کا ایک لازمی جزو ہے اور قادیانیوں کا سردار اس تحریک کی حقیقی روح سے زیادہ مطابق ہے بہ نسبت لاہوریوں کے امام کے" (احمدازم صفحہ ۴۹)

ان سب امور کا واضح اعتراف علامہ اقبال کے بیان میں موجود ہے اور اگر وہ ذرا غیظ و غضب کو بالائے طاق رکھکر غور فرماتے تو یہی امور انہیں حضرت مرزا صاحب کے مسیح اور مجدد من اللہ ہونے کے دلائل نظر آتے اور انہیں یہ ضرورت نہ رہتی کہ نزول مسیح متواتر احادیث نبویہ کو خلاف عقل دیکھ کر انہیں مجوسی طرز فکر کا آئینہ قرار دے دیں، یا حضرت مرزا صاحب کے کسی قول و عمل کو نشانہ اعتراض نہ بنائیں۔

ایک تاریخی حقیقت یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ بنی اسرائیل پر دو عظیم الشان عذاب آئے تھے، ایک اس وقت جب بخت النصر شاہ بابل نے حضرت مسیح سے چھ سو سال قبل یروشلم پر حملہ کر کے ہیکل کو جلا دیا، اور اسرائیلیوں کو قید کر کے جلاوطن کر دیا، اور دوسرا اس وقت جبکہ حضرت مسیح سے ستر سال بعد طیطوس رومی نے یروشلم کو تباہ کیا۔ ان واقعات کا ذکر قرآن مجید میں بھی موجود ہے (انعام ۳ و بنی اسرائیل ۱) اور اس حقیقت سے بھی کسی کو انکار نہیں کہ مسیح علیہ السلام کو مصلوب کرنے کی کوششیں کوئی ایسا قابل فخر کارنامہ نہ تھا کہ اس کے بعد یہود کی حالت پہلے سے بہتر ہو جاتی، اس کے برعکس اس ظلم عظیم کی پاداش میں ان کی حالت بد سے بدتر ہوتی چلی گئی اور ان کا افتراق روز افزوں ہوتا چلا گیا، مگر علامہ اقبال کو اس حقیقت سے اتفاق نہیں آپ کے نزدیک حضرت مسیح علیہ السلام کو مصلوب کرنے کی کوشش سے رومن قوم کے ماتحت یہود کا اتحاد محفوظ ہو گیا علامہ اقبال تاریخ عالم کے بہت بڑے ماہر تھے، انہوں نے کچھ سوچ سمجھ کر ہی ایسا ارشاد کیا ہوگا

حاسد خدا اور کاہن نبی ایک راسخ العقیدہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے علامہ اقبال کو ایمان ہونا چاہیئے تھا، کہ قرآن مجید میں جو انبیاء و رسل کے مخالفین کو زلزلوں، وبائی امراض اور دیگر قسم کے مختلف قسم کے عذابوں سے ہلاک کرنے کا ذکر آتا ہے، جیسے قوم فرعون، قوم لوط اور عاد و ثمود وغیرہم کی ہلاکت کا، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی ظلم کا نتیجہ نہیں بلکہ ان اقوام کے اپنے اعمال کا نتیجہ تھا ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ (آل عمران ع ۱)

اسی طرح انہیں اس امر پر بھی یقین ہونا چاہیئے تھا کہ انبیاء و رسل کاہن نہیں

اقوام کو نزول عذاب کی پیشگوئی کے ساتھ انذار کرنا عین حکمت الٰہیہ کے مطابق تھا اور محض اس کے رحم و کرم کا نتیجہ تھا کہ آخری وقت بھی اگر انسان اپنی اصلاح کر لے تو عذاب سے بچ جائے ــــ لیکن علامہ کا دماغ تحریک احمدیت کے خلاف اس قدر مشتعل ہوتا ہے کہ آپ "نزول عذاب الٰہی" کو یہودیانہ خیال قرار دیتے ہیں اور اس خدا کو جو عذاب نازل کرے "حاسد خدا" کا خطاب دیتے ہیں، اور آپ کے خیال مبارک میں یہ بات آ ہی نہیں سکتی کہ کوئی ایسا خدا بھی ممکن ہے جس کے زلزلوں اور طاعونوں کا خزانہ ختم ہونے میں ہی نہ آئے، ارشاد ہوتا ہے:۔

"یعنی قادیان ازم کا ایک حاسد خدا کا تصور جس کے ساتھ زلزلوں اور طاعونوں کے غیر متناہی خزانے ہیں، اس کا پیغمبر کا ایک کاہن کا سا تصور۔۔۔ ۔۔۔ ایسے قطعی طور پر یہودی تصورات ہیں کہ یہ تحریک بآسانی قدیم یہودیت کی طرف رجعت قہقری قرار دی جا سکتی ہے (قادیان ازم صفحہ ۲)

گویا علامہ کے نزدیک خدا کے زلزلوں اور طاعونوں کے خزانے لامتناہی نہیں بلکہ ختم ہو چکے ہیں زلزلے اور طاعون کا عذاب صرف قدیم یہود پر نازل ہوتا تھا ورنہ آج قوانین الٰہیہ کے عصیان سے زلزلہ اور طاعون وغیرہ کے عذاب نازل نہیں ہوتے کیونکہ ایسی غیر معقول بات تسلیم کرنے سے بقول علامہ تین نقصانات ہیں، خدا کو حاسد ماننا پڑتا، اس کے خزانوں کو لامتناہی ماننا پڑتا ہے، اور یہودیت اور قادیان ازم سے مشابہت لازم آتی ہے، لیکن قرآن مجید قدم قدم پر علامہ کے اس فلسفہ کے ابطال کا اعلان کر رہا ہے، جیسے فرمایا:۔

(ا) وان من شیئ الا عندنا خزائنہ وما ننزلہ الا بقدر معلوم (الحجر ع ۲)

ترجمہ:۔ اور کوئی چیز نہیں جس کے ہمارے پاس خزانے نہ ہوں اور ہم اسے ایک مناسب انداز سے ہی اتارتے رہتے ہیں۔

(ب) اذا زلزلت الارض زلزالھا واخرجت الارض اثقالھا وقال الانسان مالھا (الزلزال)

ترجمہ:۔ (زلزلوں کے خزانے ختم نہیں ہوئے) ایک وقت ہوگا جب زمین اپنے زلزلے سے ہلائی جائے گی اور زمین اپنے بوجھ نکال دے گی اور انسان کہے گا کہ اسے کیا ہو گیا۔

(ج) ءامنتم من فی السماء ان یخسف بکم الارض فاذا ھی تمور۔ ام امنتم من فی السماء ان یرسل علیکم حاصبا فستعلمون کیف نذیر ولقد کذب الذین من قبلھم فکیف کان نکیر (الملک ع ۲)

ترجمہ:۔ (کیا تم اس سے نڈر ہو جو آسمان میں ہے کہ وہ تمہیں زمین میں دھنسا دے (یا نابود کر دے) اور وہ (زمین) ناگہاں کانپنے لگ جائے، کیا تم اس سے نڈر ہو جو آسمان میں ہے کہ وہ تم پر پتھر برسائے، سو تم جان لو کہ میرا ڈرانا کیسا تھا اور یہ بھی یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے ان احکام اور عذاب سے انذار کو) انہوں نے بھی جھٹلایا جو ان سے پہلے تھے، سو میری ناراضگی کا انجام کیسا ہوا)

اور ایسی آیات کریمہ قرآن مجید میں بکثرت ہیں، اس لئے ہم صرف اتنا عرض کرتے ہیں کہ ؎

جو اس پر بھی نہ سمجھیں تو پھر ان سے خدا سمجھے!

کیا تحریک احمدیت مجوسی افکار کا مرقع ہے

علامہ فرماتے ہیں:۔

"حتی کہ مسیح موعود کا محاورہ بھی مسلمانوں کے دینی شعور کا نتیجہ نہیں، یہ ایک "غیر صالح" اصطلاح ہے، جس کی بنیاد اسلام سے قبل مجوسی افکار میں ملتی ہے، اس کا وجود ہمیں اسلام کی ابتدائی دینی اور تاریخی ادبیات میں نہیں ملتا اور اس عظیم الشان حقیقت کی وضاحت پروفیسر ڈاکٹر اے ونسنک (A. E. Wensinck) کی المعجم المفہرس لالفاظ الحدیث النبوی سے ہوتی ہے جو گیارہ کتب حدیث اور تین قدیم ترین اسلامی کتب تاریخ پر مشتمل ہے"۔

مجوس و مجوسیت

اس ارشاد پر غور کرتے ہوئے ذرا یہ مدنظر فرما لیجئے کہ مجوس اور مجوسی افکار سے کیا مراد ہے ــــ

مجوس ایک قبیلہ کا نام تھا، جو جناب زرتشت سے قبل ایران میں (اور بعض محققین کے نزدیک سندھ اور دجلہ کے تمام درمیانی علاقوں میں) اقامت گزین تھا، مشہور مسلمان مورخ البیرونی لکھتا ہے کہ:۔

"کہ مجوس زرتشت سے قبل بھی موجود تھے، مگر اب کوئی ان کا خالص، غیر مخلوط عنصر باقی نہیں جو دین زرتشت کا پیرو نہ ہو" ــــ غالباً یہی وجہ ہے کہ عرب مورخین جناب زرتشت کو بھی سردار مجوس قرار دیتے رہے ہیں۔

جناب زرتشت ساتویں صدی قبل مسیح میں ایران میں پیدا ہوئے آپ مصلحین عالم میں ایک ممتاز حیثیت رکھتے ہیں علامہ ابو محمد علی بن احمد بن حزم المتوفی ۴۵۶ھ اپنی تصنیف کتاب الفصل فی الملل والاھواء والنحل میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"واما زرداشت، فقد قال کثیر من المسلمین بنبوتہ" (الجزء الاول صفحہ) (مطبوعہ ادبیہ۔ مصر)۔

کہ کثیر التعداد مسلمانوں کے نزدیک جناب زرداشت ایک پیغمبر تھے۔ جناب زرتشت کی تعلیم ایران میں بہت مقبول ہوئی اور اس کا اثر ایران دوم کی ہوس ملک گیری اور باہمی چپقلش کے دوران میں بنی اسرائیل پر بھی کافی اثر پڑا، بلکہ یہاں تک بھی دعوے کیا گیا ہے کہ جناب زرتشت کے ظہور سے قبل یہود میں بعث بعد الموت کا تصور ہی موجود نہ تھا، بلکہ یہ خیال بھی ایران سے آیا ہوا ہے، اس باہمی اختلاط کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب مجوسی ثقافت یا تہذیب کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں تو اس سے مراد یہودی عیسائی کلدانی، صابی، اور زرتشتی مذاہب اور ثقافتیں ہوتی ہیں اور اس کا اعتراف خود علامہ اقبال کے بیان میں بھی موجود ہے:۔

The concept of Magian culture, according modern research, includes cultures associated with Zoroastrianism, Judaism, Jewish Christianity, Chaldean and Sabean religions. (Qadianism P.2)

موجودہ تحقیقات کی رو سے مجوسی ثقافت ان تمام ثقافتوں پر مشتمل ہے جو زرتشتیت۔ یہودیت۔ یہودی نصرانیت اور

کیا ہر مجوسی تصور قابل مذمت ہے

اب علامہ کے اس ارشاد کی کہ "مسیح موعود" ایک مجوسی تصور ہے، قدر و قیمت کا صحیح اندازہ کرنے کے لئے چند اصولی امور کا طے کر لینا نہایت ضروری ہے، سب سے پہلے یہ دیکھنا ہے کہ آیا ہر وہ تصور جس کی بنیاد مجوسی تہذیب و ثقافت میں مل جائے، اس قابل ہے کہ اسے رد کر دیا جائے۔

علامہ اقبال کے ارشاد سے بالتصریح یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ایسا ہی کرنا چاہیئے، میری دانست میں علامہ جیسی شخصیت کے انسان کا ایسے کمزور اصل پر اپنے تحقیقی مقالہ (Thesis) کی بنیاد رکھنا، صد درجہ تعجب خیز امر ہے کیونکہ اگر ہر ایسا خیال جس کی اصل مجوسی ادیان و مذاہب میں مل جائے اس قابل ہے کہ اسے رد کر دیا جائے تو اسلامی تعلیم کے ایک کثیر حصہ کو ترک کرنا پڑے گا۔

توحید باری تعالیٰ کا تصور، ملائکہ اور شیطان کا تصور، صوم و صلوٰۃ کا تصور، جنت و جہنم کا تصور ــــ یہ سب کچھ مردود و مطرود قرار دینا پڑے گا۔ کیونکہ کسی نہ کسی انداز میں یہ سب کچھ مجوسی ادیان، و مذاہب میں موجود تھا، بلکہ اسلام کا جنت و جہنم کا تصور تو زرتشتی مذہب سے اس قدر مماثل ہے کہ اکثر مستشرقین کو علامہ اقبال کی طرح یہ غلط فہمی ہوئی کہ اسلام محض مجوسیت کی ہی صدائے بازگشت ہے، لیڈن یونیورسٹی کا معلم تاریخ ادیان، سی۔ پی۔ ٹیل (C. P. Tiele) لکھتا ہے:۔

"کہ جس دین کی محمدؐ نے بنیاد رکھی، وہ محض سامی[1] ہے، کیونکہ اصول اور نظام عمل میں وہ خالصۃً "انبیائی ریاست" کو پیش کرتا ہے، خدا، کامل اور مختار مطلق، بادشاہ ہے، جو دنیا کے خلاف مخاصمانہ طریق پر کھڑا ہے اور اپنے ارادوں کو مشین کی طرح اپنے انبیاء بالخصوص اپنے آخری نبی کے ذریعہ ظاہر کر رہا ہے جس کے الفاظ اور احکام کی اندھا دھند تعمیل کرنی چاہیئے، محمدؐ خود اپنے محاسن، و معائب میں ایک خالص سامی شخصیت کا مالک تھا۔ اس کی تعلیمات کسی جدید چیز پر مشتمل نہیں یہ تمام اس سے پہلے پیش کی جا چکی تھیں اور محمدؐ نے انہیں یہودیت، مشرقی مسیحیت اور حنیفیت سے اخذ کیا تھا، بلکہ اوائل میں محمدؐ خود حنیف کہلاتا تھا"۔

ایک اور مستشرق ڈینس ساسر (Denis Saurat) لکھتا ہے:۔

"مذہب زرتشت کا اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب پر بھی اثر ہوا ہے "مسیحا" "منجی" ــــ ارمگادان، روح کا غیر فانی ہونا، جسم کا دوبارہ اٹھایا جانا خدا اور شیطان، کا ہمیں بخوبی علم ہے، علامہ اقبال تو صرف مسیحا کو ہی مجوسی تصور قرار دے کر مردود فرما رہے تھے، علامہ سے زیادہ غائر نظر والے انسان کو روح کی ابدیت، بعثت بعد الموت، خدا اور شیطان، بلکہ اسلام کا تمام فکری اور عملی نظام ہی مجوسی تصورات کا مرقع نظر آیا، تو کیا جس عقیدہ کی اساس پہلی ثقافتوں میں مل جائے اسے ترک کر دیا جائے۔

جنت و جہنم کے متعلق اسلام اور زرتشتی مذہب کے تصورات کا موازنہ کرنے کے لئے اسی کتاب کا ایک اور حوالہ سنئے:۔

"یعنی دین زرتشت کے مطابق، موت کے بعد تین دن رات تک روح میت کے پاس رہتی ہے۔۔۔۔۔ چوتھی صبح کو ایک ہوا کا جھونکا آتا ہے جو میت کے اعمال کے مطابق معطر ہوتا ہے یا بدبودار ہوتا ہے اور ارواح کو اڑا کر اس کے اعمال کے مطابق ایسی جگہ لے جاتا ہے جہاں اسے ایک حسین لڑکی (حور) ملتی ہے یا ایک چڑیل ملتی ہے، ہوا بالآخر انہیں عدل کے پل (صراط مستقیم یا "پل صراط") پر لاتی ہے یہاں ایرانی قوانین کا ایک عجیب اصول عمل میں لایا جاتا ہے "گناہ" کو اس کی ذاتی حیثیت سے نہیں دیکھا جاتا بلکہ ملزم کی تمام زندگی دیکھی جاتی ہے، اگر اس کی نیکیوں کا پلڑا بھاری نکلتا ہے تو وہ آزاد ہو جاتا ہے (فاما من ثقلت موازینہ فھو فی عیشۃ راضیۃ واما من خفت موازینہ فامہ ھاویہ ــــ القارعہ)[2] فیصلہ صادر ہونے کے بعد روح پل پر سے گذرتی ہے، نیک بندوں کے لئے تو پل چوڑا ہی چوڑا ہوتا چلا جاتا ہے مگر بدکاروں کے لئے وہ اس قدر تنگ ہو جاتا ہے کہ استرے کی دھار کے برابر ہو جاتا ہے اس طرح گمراہ شدہ روح آگ کے بھڑکتے ہوئے گڑھے میں گر جاتی ہے۔

(باقی دارد)

---

[1] سامی اقوام وہ ہیں جو سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد ہیں انہی کے مذہب کو سامی مذاہب کہا جاتا ہے۔ بنی اسمٰعیل، بنی اسرائیل، ارامی اور اشیری سب سامی نسل سے ہیں بنی اسمٰعیل و بنی اسرائیل ارفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد ہیں، ملاحظہ ہو عہد نامہ عتیق پیدائش ۱۰، ۲۲ ۔ اور سیرت ازامام ابو محمد عبدالملک بن ہشام جزو اول۔ ذکر سرد النسب الزکی)

[2] یعنی جس کی نیکیوں کا پلڑا بھاری ہو گیا وہ خوشی کی زندگی میں ہوگا، اور جس کی نیکیوں کا پلڑا ہلکا ہو گیا اس کا ٹھکانا دوزخ ہوگا۔ (القرآن)

ذبیحہ بمقابلہ جھٹکا

از جناب مولانا عمر الدین صاحب شملوی

ایک سکھ حکیم صاحب جو بہت آزاد خیال اور نیک آدمی ہیں میرے دوست ہیں۔ ایک دن ان کی اور میری گفتگو ذبیحہ اور جھٹکے کے متعلق ہوئی جو درج ذیل ہے:۔

سکھ حکیم:۔ مولوی صاحب آپ لوگ جانور کو جب ذبح کرتے ہیں تو وہ بہت دیر تک تڑپتا رہتا ہے اسلئے ہمارے گرو صاحب جھٹکا کرنے کا طریق بتایا ہے جس سے آناً فاناً جانور مر جاتا ہے اور اسے تکلیف ذبحہ نہیں ہوتی۔

احمدی:۔ سردار صاحب آپکے اصل گرو صاحب حضرت بابا نانک صاحب نے تو کبھی جھٹکا نہیں کیا اور نہ اس کا حکم دیا بلکہ وہ ذبیحہ کے قائل تھے کیونکہ وہ قرآن مجید کو آخری پیغام الٰہی تسلیم کرتے ہیں جیسا کہ گرنتھ صاحب میں انکا قول ہے کہ:۔

کل پروان کتیب قرآن پوتھی پنڈت، رہے پران
نانک ناؤں بھیا رحمان کر کرتا تو ایکو جان

کلجگ میں پوتھی پنڈت پران کا حکم منسوخ ہے اور قرآن مجید اب آلہی فرمان ہے خدا کا نام رحمان ہے جو سب کا ایک ہی خالق ہے۔ قرآن میں ذبیحہ کا حکم ہے نہ جھٹکے کا۔ اب اس گرنتھ صاحب کے پرمان (authority) کے ماتحت باوا صاحب کا وہ قول حجت تسلیم کرنا ہوگا جسے بھائی بالا صاحب نے یوں لکھا ہے:۔

آتش دوزخ ہاویئے پایا تہاں نصیب ٭ بہشت حلالی کھاونا کیتا جہاں پلیت

حلالی کھاونا دوسرے لفظوں میں ذبیحہ کا نام ہے۔ جانور کو ذبح کرنے کو حلال کرنا ایک عام محاورہ ہے۔ اس شبد کی رو سے جو لوگ ذبیحہ کو ناپاک ٹھیراتے ہیں انہیں دوزخی قرار دیا گیا ہے۔

سکھ حکیم۔ مگر مولوی صاحب میں نے تو جانوروں کے دیر تک تڑپنے کو مدِنظر رکھ کے جھٹکا کرنے کو ترجیح دی تھی اسکا آپنے کیا جواب دیا۔

احمدی۔ سردار صاحب ذبح کرنے میں حکمت یہ ہے کہ جسم میں سے تمام خون نکل جاتا ہے اور خون چونکہ بذات خود زہر ہے اسلئے اس کو نکالنا ہی بہتر ہے اسلئے جھٹکا بہتر نہیں ہے کیونکہ اس سے زندگی کے دفعتہً ختم ہو جانے سے قلب کی حرکت بند ہو جانے کے باعث تمام خون کبھی نکل نہیں سکتا۔ اور اسلام نے ذبح کرنے کو "اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ" کے الفاظ سے بیان کیا ہے اور زکیتم کے معنے ہیں تم نے پاک کیا اور پاک کرنا اسی لئے کہا کہ ذبح کرنے سے تمام خون بہ کر نکل جاتا ہے۔ خون بذات خود کھانے کے لائق نہیں ہے۔ خون تو جسم حیوانی میں پرورش کے لئے خوراک پہنچانے کی گاڑی ہے نہ کہ خود خوراک۔

سکھ حکیم:۔ مگر مولوی صاحب میں نے دیکھا ہے کہ جن جانوروں کو ذبح کیا جاتا ہے وہ بُری طرح دیر تک تڑپتے رہتے ہیں اور یہ منظر بہت خراب ہے۔ اسلئے ہم لوگ ایک ہی وار میں سر تن سے الگ کر کے رکھدیتے ہیں اور اس طرح بہت جلد جانور کی زندگی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

احمدی:۔ محض تڑپنا اس بات کی دلیل نہیں کہ جانور کو تکلیف بہت ہو رہی ہے کیا مرگی زدہ انسانوں کو تڑپتے نہیں دیکھا وہ بری طرح تڑپتے ہیں پھر ان کو اس کا احساس بھی نہیں ہوتا، اسی طرح جب شاہ رگ کٹ جاتی ہے تو جانور تڑپتا ضرور ہے کیونکہ زندہ ہے اور جب تک تمام خون بہ کر نکل جائے گا وہ تڑپتا ہی رہیگا مگر اسکا کوئی ثبوت نہیں کہ جانور کو اب تکلیف بہت زیادہ ہو رہی ہے۔ اس تڑپنے کو کم کرنے کے لئے جھٹکا کرنا خلاف حکمت ہے کیونکہ اس سے زندگی کا خاتمہ ہو جانیکے باعث پورا تزکیہ حاصل نہیں ہوتا جسے جانور کے تڑپنے پر اتنا رحم آتا ہے چاہیئے کہ وہ جانور کی جان لینے کو ظلم قرار دے کر تارک بن جائے۔ کیونکہ اس انتظام عالم میں تو شیر اور شکاری جانور خدا کے ہی پیدا کردہ ہیں جن کی خوراک طبعی گوشت ہونے کی وجہ سے وہ دوسرے جانداروں کا شکار کرتے ہی رہتے ہیں اور وہ اپنے شکار کو بری طرح پکڑتے ہیں اور پھاڑتے ہیں۔ جینی لوگ اس قسم کی حالتوں کی وجہ سے[۴]

مجھ سا ناچیز! ملے خالقِ رحماں مجھکو

از جناب سید عبد المجید صاحب لیودھانہ

پوچھتے کیا ہو کہ کیا ہے مرا قرآں مجھکو
شکر صد شکر ملا قالبِ انساں مجھکو
میرے اندوہ والم میں بھی ہے وہ ساتھ مرے[۱]
جب وہ ہو ساتھ تو پھر دشت ہو ویرانہ ہو
چاک داماں ہو کہ ہو چاک گریباں کچھ ہو
خار میں پھول ہیں اور پھول بھی ہیں روح افزا
رحمتیں تیری ہیں چھائی ہوئی ہر ذرہ پر[۲]
انا لِلّٰہ پہ عمل جب سے ہوا ہے اپنا[۳]
لِلّٰہ الحمد وہ حاصل ہے سکون و راحت
شکر کے واسطے الفاظ کہاں سے لاؤں
تیرے محبوب کے قدموں میں مرے اے خالق
لطف ہے اس کے ہوا جذبۂ عرفاں پیدا
یہ مصائب جو ہیں وہ پھل ہیں بد اعمالی کے
سب مرے اپنے ہیں[۴] پہ ایک نظر آتے ہیں
میرے اعمال ہیں کیا! خوبیٔ تقدیر ہے یہ
اے خدا دے مجھے توفیق چلوں میں وہ طریق

سچ تو یہ ہے کہ یہ ہے کوثرِ عرفاں مجھکو
اور اس دل میں بلا مسکنِ یزداں مجھکو
راحتِ جان ہیں تیری تو غمِ دوراں مجھکو
میری نظروں میں ہیں یہ رشکِ گلستاں مجھکو
کر سکا ان میں سے کوئی نہ پریشاں مجھکو
خلد آتا ہے نظر عالمِ انساں مجھکو
لے گیا خلد میں ہی یہ ترا فرماں مجھکو
کر سکا لاکھ بھی صدمہ نہ پریشاں مجھکو
جھونپڑا بھی ہے مرا قصرِ سلیماں مجھکو
کر دیا ہے ترے الطاف نے حیراں مجھکو
بنتا آتا ہے نظر چشمۂ حیواں مجھکو
حشر تک بھولے گا اس کا نہ یہ احساں مجھکو
دنیا آتی ہے نظر خانۂ زنداں مجھکو
ہندو، و خالصہ، عیسائی، مسلماں مجھکو
مجھ سا ناچیز! ملے خالقِ رحماں مجھکو
تیری رحمت سے ملے قلبِ درخشاں مجھکو

اللّٰہ اکبر

میرے خالق نے مجھے اتنا دیا ہے عاقم
ہو گیا شکوۂ کوتاہیٔ داماں مجھکو

[۱] وھو معکم اینما کنتم ۴: ۵۷، اور تم جہاں کہیں ہو وہ تمہارے ساتھ ہے
[۲] ورحمتی وسعت کل شیٔ ۷: ۱۰۰، ہماری رحمتیں سب چیزوں پر شامل ہیں۔
[۳] وبشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبة قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون اولٰئک علیھم صلوات من ربھم ورحمة واولٰئک ھم المھتدون ۲: ۱۵۱-۱۵۲) خوشنودی کی بشارت سنا دو ان لوگوں کو جن پر جب کوئی مصیبت واقع ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم خدا کا ہی مال ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں یہی لوگ ہیں جن پر ان کے پروردگار کی مہربانی اور رحمت ہے اور یہی راہ راست پر ہیں۔
[۴] کان الناس امة واحدة ۲: ۲۰۹ نوع انسانی امت واحد ہیں

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

مسیح کا نزول

بخاری میں ایک حدیث ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ مجھے مسیح سے بہ شدت مناسبت ہے اور اسکے وجود سے میرا وجود ملا ہوا ہے، پس اس حدیث میں حضرت مسیح کے اس فقرہ کی تصدیق ہے کہ وہ نبی میرے نام پر آئیگا، سو ایسا ہی ہوا۔ کہ ہمارا مسیح صلی اللہ علیہ وسلم جب آیا تو اس نے مسیح ناصری کے تمام کاموں کو پورا کیا اور اس کی صداقت کے لئے گواہی دی اور ان تہمتوں سے اسکو بری قرار دیا جو یہود اور نصاریٰ نے اس پر لگائی تھیں۔ اور مسیح کی روح کو خوشی پہنچائی۔

یہ مسیح ناصری کی روحانیت کا پہلا جوش تھا جو ہمارے سید، ہمارے مسیح خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے اپنی مراد کو پہنچا۔ فالحمد للہ۔

پھر دوسری مرتبہ مسیح کی روحانیت اُس وقت جوش میں آئی کہ جب نصاریٰ میں دجالیت کی صفت اتم اور اکمل طور پر آگئی ...... پس اس زمانہ میں دوسری مرتبہ حضرت مسیح کی روحانیت کو جوش آیا اور انہوں نے دوبارہ مثالی طور پر دنیا میں اپنا نزول چاہا اور جب ان میں مثالی نزول کیلئے اشد درجہ کی توجہ اور خواہش پیدا ہوئی تو خدا تعالیٰ نے اس خواہش کے موافق دجال موجودہ کے نابود کرنیکے لئے ایسا شخص بھیجدیا جو ان کی روحانیت کا نمونہ تھا۔ وہ نمونہ مسیح علیہ السلام کا روپ بن کر مسیح موعود کہلایا...... موجودہ فتنوں کے لحاظ سے مسیح کا نازل ہونا ہی ضروری تھا، کیونکہ مسیح کی ہی قوم بگڑی تھی۔ اور مسیح کی قوم میں ہی دجالیت پھیلی تھی، اسلئے مسیح کی روحانیت کو ہی جوش لائق تھا۔

یہ وہ دقیق معرفت ہے کہ جو کشف کے ذریعہ اس عاجز پر کھلی ہے اور یہ بھی کھلا کہ یوں مقدر ہے کہ ایک زمانہ گزرنے کے بعد کہ خیر اور صلاح اور غلبۂ توحید کا زمانہ ہوگا، پھر دنیا میں فساد اور شرک اور ظلم عود کرے گا اور بعض بعض کو کیڑوں کی طرح کھائیں گے اور جاہلیت غلبہ کرے گی اور دوبارہ مسیح کی پرستش شروع ہو جائے گی اور یہ سب فساد عیسائی مذہب سے اس آخری زمانہ کے آخری حصہ میں دنیا میں پھیلیں گے۔ تب پھر مسیح کی روحانیت سخت جوش میں آکر جلالی طور پر اپنا نزول چاہے گی۔ تب ایک قہری شبیہ میں اس کا نزول ہوکر اس زمانہ کا خاتمہ ہو جائے گا۔ تب آخر ہوگا اور دنیا کی صف لپیٹ دی جائے گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسیح کی امت کی نالائق کرتوتوں کی وجہ سے مسیح کی روحانیت کے لئے یہی مقدر تھا کہ تین مرتبہ دنیا میں نازل ہو۔"

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۴۴-۳۴۶)

ہم خدا کے کرتا ہونے کے منکر ہیں۔

سکھ حکیم:۔ مولوی جی ذبیحہ سے جس طرح اور جتنا خون نکلتا ہے اسی طرح اور اتنا ہی جھٹکے سے نکلتا ہے۔

احمدی۔ سردار صاحب آپ تو حکیم ہیں آپ کو تو ایسی حکمت کے خلاف بات نہ کہنی چاہیئے، آپ جانتے ہیں کہ خون کا دورہ قلب کی حرکت پر موقوف ہے جتنی جلدی قلب کی حرکت بند ہوگی اتنی ہی جلدی خون کا جاری ہونا بند ہوگا۔ اسلئے لازماً دفعتہً بالحصہ کی صورت میں خون کم نکلے گا، آپنے دیکھا ہوگا کہ جو لوگ دفعتاً کٹ کر مر جاتے ہیں ان میں سے خون کم نکلتا ہے۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ جھٹکا کرنیکے لئے بہت زیادہ طاقت چاہیئے اور ذبیحہ کے لئے بہت کم طاقت خرچ ہوتی ہے۔ ذبیحہ کی راہ سے جانور کو مارنا جیسے بعض شکاری جانور بھی شاہ رگ کاٹ دیتے ہیں اور اس طرح آسانی سے اپنے شکار کو مار لیتے ہیں، پس سیدھی راہ چھوڑ کر الٹی راہ اختیار کرنا حکمت کے خلاف ہے اور اس کی حکمت سمجھی ہو تو کبھی چھوٹے کو جھٹکا کر کے کیا لینا۔ چھوٹے کو ایک معمولی تیز چھری سے ایک منٹ کے اندر چند سیکنڈ میں ذبح کر سکتے ہیں لیکن جھٹکا کرنا

ینگمینز احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور کے مشاغل

(۱) نوجوانان جماعت لاہور کا ایک اجتماع ۲۴ جنوری بروز اتوار بعد نماز مغرب زیر صدارت جناب مولوی محمد حسین صاحب آف بالاکوٹ منعقد ہوا۔ مولوی امیر علی صاحب کی تلاوت قرآن مجید کے بعد عزیزی سید احمد جماعت چہارم نے ایک نظم پڑھی۔ عزیزان اقبال احمد اور رشید احمد (مسلم ہائی سکول نمبر) نے جناب محمد اعظم صاحب علوی منشی فاضل کی لکھی ہوئی ایک نظم "احمدی بچوں کا گیت" سنایا جسے حاضرین نے بہت پسند فرمایا۔ شریف احمد صاحب جماعت دہم (مسلم ہائی سکول) نے "زندہ رسول" کے موضوع پر ایک مختصر مگر کامیاب تقریر کی جناب غلام ربانی صاحب سیکنڈ ایر اسلامیہ کالج لاہور نے اپنا پر از معلومات لیکچر پڑھا جس کا عنوان تھا "عالم اسلامی میں تحریک احمدیت کا مقام"۔ غلام ربانی صاحب ان پرجوش قابل اور مخلص احمدی نوجوانوں میں سے ہیں جن کے نام انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں۔ اس کے بعد چوہدری محمد امین صاحب نے "حضرت مسیح موعود اور عشق رسول" پر تقریر فرمائی۔ آخر میں جناب چوہدری فضل ارب صاحب نے اپنا پرچہ پڑھا جس کا عنوان تھا "مصلح موعود کی بیس علامات"۔ اس میٹنگ میں مولوی امیر علی صاحب نے سکرٹری کے فرائض سرانجام دیئے۔

آیندہ پروگرام:
جناب غلام جیلانی صاحب نظم
جناب محمد اعظم صاحب علوی نظم "احمدی نوجوانوں کے نام"
پروفیسر مخدوم سعد اختر صاحب ایم اے تقریر "ساکنانِ آسمان"۔

(۲) لاہور کے نوجوانوں کی طرف سے احمدیہ بلڈنگس میں ایک ہومیوپیتھک ڈسپنسری کھولنے کا انتظام ہو رہا ہے۔ نیز احمدیہ بلڈنگس میں ہومیوپیتھک کلاس بھی جاری ہے جس سے سلسلہ کے نوجوان فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

(۳) مرکز سے جو خطوط باہر کے نوجوانوں کی خدمت میں بھیجے گئے ہیں ان کا جواب اس بقیہ مندرجہ ذیل پتہ پر آجانا چاہیئے۔ سکرٹری ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن احمدیہ بلڈنگس لاہور۔

شیخ محمد طفیل۔ ایم۔ اے۔ سکرٹری

ینگمینز احمدیہ ایسوسی ایشن لائل پور کا سالانہ اجلاس

سال گذشتہ کی رپورٹ اور انتخاب عہدیداران

۱۰ جنوری ۱۹۴۳ء جامع احمدیہ لائلپور میں ینگمینز احمدیہ ایسوسی ایشن کا سالانہ اجلاس ہوا۔ دعا کے ساتھ کارروائی کو زیر صدارت میاں رشید احمد صاحب مسرت شروع کیا گیا۔ سب سے پہلے سال بھر کی کارگذاری کی رپورٹ سنائی گئی اور بیان کیا گیا۔ کہ کن مایوس کن حالات میں اس ایسوسی ایشن کی بنیاد رکھی گئی مگر خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے ایسوسی ایشن کو خلاف توقع کامیابی عطا فرمائی۔ وہ لائلپور جس میں احمدی جماعت سے انتہائی بغض و عناد کی روایات پرورش پا رہی تھیں۔ ایسوسی ایشن کی شبانہ روز ساعی کی بدولت ایسا انقلاب آیا۔ کہ اہالیان لائلپور اس کے جلسوں میں بصد شوق شامل ہونے لگے اور معاندین کے غلط پراپیگنڈا کے باوجود اس کے کاروبار کو فروغ ہوتا چلا گیا۔ ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع مبلغ مشرقی کے کئی پبلک لیکچر ہوئے جن کا لائل پور کی پبلک پر نہایت خوشگوار اثر ہوا۔ احمدیت کے متعلق لوگوں کی غلط فہمیاں بہت حد تک دور ہو گئیں اس کے علاوہ ایسوسی ایشن کے اپنے اجلاس ہوتے رہے جس میں مختلف مضامین پر ممبران ایسوسی ایشن بولنے کی مشق کرتے رہے اس دوران میں ایسوسی ایشن کی مالی حالت حوصلہ افزا رہی۔ چنانچہ سال بھر کے تمام اخراجات کے علاوہ اس سالانہ جلسہ کے موقعہ پر ایسوسی ایشن نے اپنی طرف سے ایک خوبصورت تلوار اور مبلغ دس روپیہ نقد بغرض اشاعت اسلام حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں پیش کیا۔

رپورٹ کے بعد ایسوسی ایشن کے عہدیداروں کا انتخاب ہوا سابق صدر میاں رشید احمد صاحب کی صدارت کو باتفاق بحال رکھا گیا اور ممبران نے ان کی زریں خدمات پر انہیں مبارکباد پیش کی نائب صدر باتفاق صوفی محمد مظفر صاحب منتخب ہوئے۔ سکرٹری خاکسار راقم الحروف (رشید احمد) کو منتخب کیا گیا۔ سکرٹری مالیات میاں فضل احمد صاحب باتفاق منتخب ہوئے۔ اسسٹنٹ سکرٹری۔ میاں حمید احمد صاحب

جائنٹ سکرٹری صاحبان:۔ میاں محمد صادق۔ مسٹر احمد حسن اور میاں فضل احمد صاحب باتفاق منتخب ہوئے۔

مجلس منتظمہ کی تشکیل برطبق قواعد ایسوسی ایشن پریزیڈنٹ صاحب کے دفتر میں انتخاب عہدیداران کے بعد قرار پایا کہ مارچ کے مہینہ میں سالانہ جلسہ کیا جاوے۔ جلسہ کے متعلق فرائض کو مرتب کیا گیا اور ایک کمیٹی بنائی گئی جس کے سپرد جلسہ کا انتظام کیا گیا۔

جلسہ کی اصل تاریخ کا اعلان پھر کیا جاوے گا، میٹنگ کی کارروائی دعا پر ختم کی گئی۔

نوٹ:۔ اگر کوئی صاحب ایسوسی ایشن کے عہدیداران سے خط و کتابت کرنا چاہیں تو مندرجہ ذیل پتہ پر کریں۔

ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن پوسٹ بکس نمبر ۸ لائلپور

(خاکسار رشید احمد)

فارم نوٹس زیر دفعہ ۱۲ ایکٹ امداد مقروضین پنجاب ۱۹۳۴ء

قاعدہ ۔ ۱ منجملہ قواعد مصالحت قرضہ پنجاب ۱۹۳۵ء

بذریعہ تحریر ہذا نوٹس دیا جاتا ہے کہ سندر سنگھ ولد ہری سنگھ نند سنگھ ولد دریام سنگھ ذات جٹ سکنہ جھن مان سنگھ تحصیل ... گڑھ ضلع گورداسپور نے زیر دفعہ ۹۔ ایکٹ مذکور ایک درخواست ... بمقام ... دی ...

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفٰے مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفرست و خسران و تباب

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ؛ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد
الصلح خیر
احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

پیغامِ صلح

ایڈیٹر
ایس - محمد آصف - بی - اے -
جائینٹ ایڈیٹر - شیخ محمد انعام الحق -

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا -
۲- کوئی کلمہ گو کافر نہیں
۳- قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی
۴- سب صحابہ اور آئمہ قابلِ احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے -
۵- اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا -

جلد ۳۱ | لاہور - یوم پنجشنبہ - مطبوعہ ۲۸ محرم الحرام ۱۳۶۲ھ م ۴ فروری ۱۹۴۳ء | نمبر ۵

ترکی اخبار نویسوں کا وفد

نظریۂ قومیت اسلامی تعلیمات کے منافی ہے

۲۹ جنوری کو لاہور میں مسلم اخبار نویسوں کی طرف سے ترکی اخبار نویسوں کے اعزاز میں چائے کی دعوت دی گئی جس میں لاہور کے بہت سے اخبار نویس پنجاب کے وزراء اور بعض دوسرے معزز اصحاب شریک ہوئے اس موقعہ پر ارکان وفد سے متعدد سوالات کئے گئے ایک سوال کے جواب میں ترک وفد کی طرف سے کہا گیا "ہم پہلے ترک ہیں اور بعد میں مسلمان" ایک اور استفسار کے جواب میں کہا گیا "ترکی میں مذہب کو قابل احترام درجہ حاصل ہے مگر وہاں مذہب سیاسیات میں مداخلت کا باعث نہیں مذہب کو فرد کا ذاتی اور پرائیویٹ معاملہ خیال کیا جاتا ہے" وغیرہ وغیرہ

دولت عثمانیہ ترکیہ یقیناً ایک زمانہ میں اسلامی تعلیمات کی حامل اور اسلام کے لئے باعث فخر رہی ہے اور ترکی میں اسلام زینت طاقِ نسیان نہیں بلکہ ایک زندہ قوت بھی رہا ہے اور ترکوں کی زندگی کے تمام شعبوں کو اس نے متاثر بھی کیا ہے اور یہ وہ زمانہ تھا جبکہ ترک اسلام کے حامل تھے اور تمام اسلامی دنیا ان کی طرف رہنمائی کے لئے دیکھتی تھی لیکن اب زمانہ بدل گیا مغرب کی دجالی اور مادی تہذیب نے جہاں دنیا کی دیگر اقوام کو متاثر کیا وہاں ترک بھی ان غیر اسلامی اور دجالی خیالات اور تصورات سے نہ بچ سکے اور گزشتہ چند سالوں میں جوان کے ہاں سیاسی تحریک ہوا نوجوان ترکوں نے حیات کے متعلق اپنے نقطۂ نگاہ کو بدلا وہاں انہوں نے یہ بھی اعلان کیا :-

" حکومت ترکیہ آج سے جہاں جمہوری ہے قومی ہے، عمومی ہے، انقلابی ہے وہیں خالص دنیوی اور غیر مذہبی بھی ہے "

سو ترکی اخبار نویسوں کا یہ وفد اس مذکورہ بالا قومی اور غیر مذہبی حکومت کا تربیت یافتہ ہے اور اس وفد کے جوابات ترکی کی موجودہ فالیسی کے بنیادی اصولوں کے مطابق ہیں اور اسلامی تعلیمات کے سراسر خلاف ہیں - اسلام کسی اسلامی ملک میں قومی اور غیر مذہبی حکومت کا قائل نہیں اور اسلام میں قومیت کا تصور اسی طرح فتنہ کا باعث ہے جس طرح آنحضرت صلعم کے بعد کسی جدید نبوت کا تصور یہ دجالی تصور ہیئت اجتماعیہ اسلامیہ کے لئے زبردست خطرہ ہے چنانچہ قومیت کے تصور نے عالمگیر اسلامی برادری کو جو نقصان پہنچایا ہے وہ کسی تشریح کا منت کش نہیں اور چنانچہ یہ اسی تصور ہی کا کرشمہ ہے کہ کہا جاتا ہے "ہم پہلے ترک ہیں اور بعد میں مسلمان مذہب فرد کا ذاتی اور پرائیویٹ معاملہ ہے" یہ اسی قومیت کا ہی نتیجہ ہے کہ آج ترکی میں بجائے قانون محمدؐ کے سوئٹزرلینڈ کا قانون نافذ ہے، بعض مسلمان صحیفہ نگاروں نے ترکی وفد کے اس بیان کہ "ہم پہلے ترک ہیں اور بعد میں مسلمان" کی حمایت کی ہے ہمارے خیال میں ترکوں نے اگر کوئی غلطی کی ہے تو یہاں کے مسلمانوں کو جو یہ سمجھتے ہیں کہ قومیت کا تصور رنگ، نسل اور اوطان پر قائم ہونے کی وجہ سے اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے انہیں اس غلطی کے سامنے سر جھکانا چاہیئے اور اس غلطی کی حمایت نہیں کرنا چاہیئے اور اس غلطی کو منطقی ایچا پیچیوں میں ملفوف نہیں کرنا چاہیئے اسلام کسی صورت میں بھی اور کسی حالت میں بھی خواہ مسلمانوں کی کتنی ہی اکثریت کیوں نہ ہو نظریہ قومیت کو جو رنگ و نسل پر قائم ہے جائز قرار نہیں دیتا، وہ صحیفہ نگار جو قادیانیت کی صرف اسلئے مخالفت کرتے ہیں کہ وہ خاتم النبیین کے بعد ایک جدید نبوت کو پیش کرتی ہے اسلئے وہ امت میں ایک زبردست فتنہ اور افتراق کا باعث ہے انہیں ترکوں کی اس قومیت پرستی کو بھی اخلاقی جرأت سے کام لیتے ہوئے تعلیمات اسلامی کے خلاف قرار دینا چاہیئے کیونکہ یہ نظریۂ قومیت بھی ویسا ہی مہلک ہے - بیشک ترکوں نے ایک زمانہ میں اسلام کی بڑی خدمت کی ہے اور آج بھی ترک ایک فعال قوم ہے لیکن غلطی بہر حال غلطی ہے اس کی حمایت ہرگز نہیں کرنا چاہیئے اور پھر ایسی زبردست غلطی جو اسلام کے بنیادی اصولوں سے متصادم ہوتی ہو :

راجہ محمود آباد کی تقریر

لکھنؤ یکم فروری

راجہ محمود آباد نے یو - پی کی صوبجاتی مسلم طلبہ کانفرنس کا افتتاح کرتے ہوئے مسلم طلبہ سے اپیل کی کہ وہ قرآن حکیم کے پیغام کو سمجھیں اور اسے دنیا میں پھیلائیں آپ نے فرمایا کہ قرآن کامل کتاب ہے اور آدمی کو کامل انسان بنا دیتی ہے اسلام قرآن کا مذہب ہے ہمارا فرض ہے کہ ہم اس پیغام کو پھیلائیں اور قرآن کے پیغام کو حتی الوسع ہر جگہ پہنچائیں " (انقلاب)

راجہ صاحب محمود آباد نے اپنے اس افتتاحی خطبہ میں جس امر کی طرف توجہ دلائی ہے وہی مسلمان کا حقیقی نصب العین ہونا چاہیئے اگر مسلمان اعلائے کلمۃ الحق کو فراموش نہ کرتے تو آج وہ اتنے پسماندہ بھی نہ ہوتے لیکن مسلمانوں کو باوجود اپنی اس بدحالی کے اس طرف توجہ نہیں اول تو مسلمانوں میں اس طرف توجہ دلانے کے لئے کوئی آواز نہیں اٹھتی اور اگر اٹھتی ہے تو وہ معاشی، سیاسی تحریکات کے غوغا میں ڈوب کر رہ جاتی ہے خدا کرے راجہ صاحب محمود آباد کی یہ آواز صدا بصحرا ثابت نہ ہو اور مسلمان طلباء میں سے بعض ایسے مجاہد پیدا ہو جائیں جو اس طرف توجہ دیں :

جناب مولوی غلام حسن خانصاحب پشاوری وفات پا گئے

یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت رنج اور افسوس کیساتھ سنی جائیگی کہ مولوی غلام حسن خانصاحب پشاوری مورخہ ۲ فروری کو قادیان میں وفات پا گئے انا للہ وانا الیہ راجعون، ہمیں ان کے انتقال پر مرحوم ومغفور کے صاحبزادگان سے نہایت گہری ہمدردی ہے دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں اور دیگر لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے آمین -

سانحۂ ارتحال

نہایت افسوس کے ساتھ اطلاع دیجاتی ہے کہ مکرم معظم جناب شیخ نیاز احمد صاحب رئیس اعظم وزیر آباد کے برادر زادہ شیخ عطاء الرحمٰن صاحب طویل علالت کے بعد عین جوانی کے عالم میں ۲۶ برس فوت ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون - مرحوم نہایت نیک اور قابل نوجوان تھے اپنے پیچھے تین بچے اور اہلیہ چھوڑ گئے ہیں اللہ تعالیٰ انکو اور تمام لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کو جنت نصیب کرے

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

عربی تمام زبانوں کی ماں ہے } (۱) انہ صرف قلبی الی تحقیق الالسنۃ واعان نظری فی تنقید اللغات المتفرقۃ وعلمنی ان العربیۃ امّھا وجامع کیفھا وکمّھا - وانھا لسان اصلی لنوع الانسان ولغۃ الھامیۃ من حضرۃ الرحمٰن - وتتمۃ لخلقۃ البشر من احسن الخالقین -

اس نے زبانوں کی تحقیق کی طرف میرے دل کو پھیر دیا - اور میری نظر کو متفرق زبانوں کے پرکھنے کے لئے مدد کی - اور مجھ کو سکھلایا کہ عربی تمام زبانوں کی ماں اور ان کی کیفیت کمیت کی جامع ہے اور وہ نوع انسان کے لئے ایک اصلی زبان اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک الہامی لغت ہے - اور پیدائش کا تتمہ ہے جو احسن الخالقین نے ظاہر کیا ہے " (منن الرحمٰن ص ۲۲)

تعلیمی پرنٹنگ پریس لاہور میں باہتمام شیر محمد اختر پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا

خدا نے ہمارا نام مسلم رکھا ہے

مسلمانوں پر مغربی دجالیت کا اثر

اسلامی اخوت قومیت کے تصور سے بہت بلند ہے

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ مورخہ ۲۹ جنوری ۱۹۴۳ء

وجاھدوا فی اللہ حق جھادہ ھو اجتبٰکم وما جعل علیکم فی الدین من حرج ملۃ ابیکم ابراھیم ھو سمٰکم المسلمین من قبل وفی ھذا لیکون الرسول شھیدا علیکم وتکونوا شھداء علی الناس فاقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ واعتصموا باللہ ھو مولٰکم فنعم المولٰی ونعم النصیر (سورہ الحج رکوع ۱۰)

خدا کا نام پھیلانے کیلئے جہاد کرو اس مذکورہ بالا آیت میں ارشاد ہوتا ہے خدا کے بارے میں، خدا کا نام دنیا میں پھیلانے کے لئے اللہ کی ہستی اور اسکی توحید کو منوانے کے لئے جہاد کرو۔ اتنی عظیم الشان کوشش کرو جو خدا تعالیٰ کی ہستی کے شایان شان ہے۔ تم لوگ اپنی چھوٹی چھوٹی اغراض کے لئے ایک وقتی حظ کیلئے کس قدر کوشش کرتے ہو، کس قدر مال خرچ کرتے ہو اس بات کا خیال رکھو کہ خدا کے نام کو دنیا میں پھیلانا بڑی زبردست کوشش کو چاہتا ہے اس لئے جو اس کوشش کا حق ہے وہ ادا کرو ھو اجتبٰکم اللہ نے تم کو چن لیا جیسا کہ وہ ہر قوم کے اندر اس کام کے لئے رسولوں کو چن لیا کرتا تھا۔ آج تم کو یعنی امتِ محمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لئے چن لیا۔

دین میں کوئی تنگی نہیں وما جعل علیکم فی الدین من حرج اور دین تمہارا آسان بنایا اس میں تمہارے لئے تنگی نہیں رکھی اس قدر آسان بنایا کہ اس کی نظیر نہیں ملتی۔ ہر مذہب کے اندر تنگی نظر آتی ہے، کوئی کہتا ہے موسےٰ کو مانو مگر اس طرح کہ خدا نے بنی اسرائیل کے علاوہ کبھی اور سے کلام نہیں کیا، اور کوئی کہتا ہے کہ عیسےٰ کو مانو مگر اس طرح کہ وہ خدا کا بیٹا ہے اور باقی جو کچھ قوانین اس نے نازل فرمائے وہ سب جھوٹ تھے اور کوئی کہتا ہے ویدوں کو مانو مگر اس طرح کہ خدا نے ابتدائے آفرینش میں ہندوستان کے چند رشیوں سے کلام کیا اور کسی سے نہ کیا نہ کبھی کرے گا لیکن کس قدر آسان بنایا تمہارے لئے دین کو کہ خدا تمام دنیا کے لوگوں کے ساتھ کلام کرتا رہا اور تمام قوموں میں خدا تعالےٰ کے رسول آئے اسلئے تم تمام قوموں کے اتحاد کے لئے کوشش کرو

سب مسلمان مخاطب ہیں ملۃ ابیکم ابراھیم یاد رکھئے یہاں سب مسلمان مخاطب ہیں حالانکہ اب کا لفظ صرف باپ کے لئے آتا ہے بظاہر عرب لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے تھے مگر سب مسلمانوں کو کہا کہ وہ تمہارے باپ ابراہیمؑ کا مذہب ہے بات یہ ہے کہ باپ نسل کے لحاظ سے بھی بولتے ہیں اور باپ تعلیم کے لحاظ سے بھی استعمال کرتے ہیں وہ لوگ جو دنیا کی اخلاقی اصلاح کرتے ہیں وہ اس باپ سے بڑھ کر ہیں جو صرف جسمانی پرورش کرتا ہے

تعلیم پر چلنے والے ذریت میں ہی داخل ہیں قرآن مجید میں جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا ذکر ہے وہاں ارشاد ہوتا۔ ربنا واجعلنا مسلمین لک ومن ذریتنا امۃ مسلمۃ اے ہمارے رب! اور ہم کو اپنے فرمانبردار بنا اور ہماری نسل سے ایک گروہ اپنا فرمانبردار بنائیو۔ درحقیقت جو تعلیم کو تسلیم کرتے ہیں وہ ذریۃ میں ہی داخل ہو جاتے ہیں۔

خدا نے تمہارا نام مسلم رکھا ہے اس آیت میں دو باتوں کا ذکر ہے ایک تو خدا کے نام کو دنیا میں پھیلانے کا حکم ہے اور دوسرے فرماتا ہے ھو سمٰکم المسلمین خدا نے تمہارا نام مسلم رکھا ہے ھو سمٰکم المسلمین من قبل وفی ھذا لیکون الرسول شھیدا علیکم وتکونوا شھداء علی الناس یہ اتنا بڑا بلند مقام ہم نے تم کو اسلئے دیا ہے کہ جس طرح رسول تمہارا معلم اور مزکی ہے اس طرح پر تم لوگوں کے معلم اور مزکی بن جاؤ اور تمام دنیا کی قوموں کے رہنما بن جاؤ فاقیموا الصلوٰۃ دیکھو خدا سے بھی تعلق قائم کروانے کے لئے ضرورت ہے اس بات کی کہ نماز قائم کرو یعنی خدا کے آگے جھکو واٰتوا الزکوٰۃ اور مخلوق خدا کی خدمت بھی کرنا سیکھو اس کے لئے زکوٰۃ کا سلسلہ قائم کیا ہے واعتصموا باللہ اور اللہ کے دامن کو مضبوط پکڑ لو دنیا کی کشش خواہ کتنی کھینچنے والی ہو اس سے بچ کر رہو ھو مولٰکم فنعم المولٰی ونعم النصیر کیونکہ وہی تمہارا آقا ہے سو کیا ہی اچھا آقا ہے اور کیا ہی اچھا مددگار ہے۔

دجالیت کا اثر اور قومیت کا تصور اللہ تعالےٰ نے ہمارا نام مسلم رکھا ہے، آج دجالیت کا اثر دنیا پر اس قدر پھیلا ہوا ہے کہ لوگ مسلمان کہلانے کو پیچھے رکھنا چاہتے ہیں اور ہر قوم میں یہ آواز اٹھ رہی ہے کہ ہم ہندوستانی پہلے ہیں اور مسلمان پیچھے ہیں ہم ترک پہلے ہیں اور مسلمان پیچھے ہیں، ہم افغان پہلے ہیں اور مسلمان پیچھے ہیں، ہم مصری پہلے ہیں اور مسلمان پیچھے ہیں۔ یہ مسلمان جنہیں خدا تعالےٰ نے کہا تھا کہ خدا نے تمہارا نام مسلمان رکھا تو اس کے مقابلہ میں یہ ترکیت، مصریت، ہندوستانیت اور افغانیت کیا چیزیں ہیں کیا حقیقت ہے ان کی اس نام کے سامنے جو خدا نے رکھا ہے۔

زمینداروں پر دجالیت کا اثر آجکل یہ ایک فیشن بن گیا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ قومیت کا تصور عیسائیت کی ایک چال تھی اسلام کو توڑنے کے لئے قومی تفرقات پیدا کر دینا یہ دجال نے خیال پیدا کیا ہے اور لوگ بلا سوچے سمجھے اس سے متاثر ہوتے چلے جاتے ہیں جس طرح ہمارے ملک میں زمیندار نہایت جرأت کے ساتھ یہ لکھوا دیتے ہیں کہ ہم قرآن پر عمل نہیں کریں گے ہم رسم و رواج پر عمل کریں گے یہ بھی دجال کی ایک چال ہے اسلام سے پیچھے ہٹانے کے لئے ان کو یہ لکھواتے ہوئے شرم نہیں آتی

ترک قومیت کا تصور اسلامی تعلیم کے منافی ہے

اسی طرح پڑھے لکھے مسلمان کہتے ہیں ہم ہندوستانی پہلے ہیں اور مسلمان بعد میں، ترک پہلے ہیں اور مسلمان پیچھے مذہب کیا ہے وہ ہمارا پرائیویٹ معاملہ ہے یہ دجالیت کا اثر ہے بڑے بڑے خواندہ لوگوں کے منہ سے یہ الفاظ سننے میں آتے ہیں، اللہ تعالےٰ کہتا ہے کہ میں نے تمہارا نام مسلم رکھا ہے ہم خدا کے اس کلام کی توہین کرتے ہیں کہ ہم ترک یا ہندوستانی پہلے ہیں اور مسلمان پیچھے مقدم نام وہی ہے جو خدا نے رکھا۔ ایک وقت تھا کہ ہندوستان میں ان الفاظ کو برا سمجھا جاتا تھا، لیکن اب چونکہ ترکوں کے منہ سے بھی یہی بات نکلتی ہے اور اس قوم کو بوجہ ان کی خدمات کے جو اسلام کے لئے کیں ایک عظمت حاصل ہے اسلئے اس کا تتبع کرتے ہیں، ترکوں نے ایک زمانہ میں اسلام کی خدمت کی تھی اگر آج ایک شخص ان میں پیدا ہوا اور اس نے قوم کی خدمت کی تو اس کی وہ خدمت بیشک قابل قدر ہے لیکن اگر اس نے کوئی غلطی کی جو اسلام کی تعلیم کے منافی ہے تو اس کے سامنے سر نہیں جھکانا چاہیئے یہ قومیت کا خیال عام مسلمانوں میں پھیل رہا ہے، کانگرسی مسلمانوں میں یہ خیال بہت راسخ ہو گیا ہے۔

اسلامی اخوت قومیت کے تصور سے اعلیٰ ہے

دیکھئے یہ قومیت کیا ہے؟ ایک برادری ہے ہندوستان کے رہنے والے ایک برادری بن گئے، افغان ایک برادری بن گئے، ترک ایک برادری بن گئے، مصری ایک برادری بن گئے، لیکن یہ برادریاں کہاں سے پیدا ہوئیں نسل اور اوطان کی حدبندیوں سے مگر وہ جو خدا نے برادری بنائی ہے وہ ساری دنیا پر پھیلی ہوئی ہے وہ اوطان اور نسلوں تک محدود نہیں وہ ساری دنیا پر پھیلی ہوئی ہے اور پھیل سکتی ہے، اگر کہو کہ ہندوستانیت، ترکیت یا مصریت دنیا پر پھیل جائے تو یہ بے معنی بات ہے یہ پھیل نہیں سکتیں البتہ اسلامی اخوت پھیل سکتی ہے اور اس اسلامی اخوت کی یورپ کے عیسائیوں نے بھی تعریف کی ہے چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ یہ اخوت جو اسلام نے پیدا کی ہے اس کا یورپ بھی محتاج ہے مگر ہم یہ کہیں کہ ہم ہندوستانی پہلے ہیں اور مسلمان بعد میں تو یہ اسلام سے بہت بڑی ناواقفیت ہے اور توہین بھی۔

ہم مسلمان پہلے ہیں یہی خیال مسلمانوں کے مختلف فرقوں میں بھی پیدا ہونا شروع ہو گیا ان کے نزدیک ان کا فرقہ سب کچھ ہے اور مسلمان پیچھے ہیں، احمدیوں کے ایک گروہ میں بھی یہ خیال پیدا ہو رہا ہے کہ ہم احمدی پہلے ہیں اور مسلمان پیچھے ہیں مگر خوب یاد رکھو کہ یہ مسلمان نام خدا نے رکھا ہے ہم مسلمان پہلے ہیں اور احمدی بعد میں۔

مسیح موعودؑ کو نبیوں کے زمرے میں لانیکی کوشش

اور اس کے لئے کس قدر دور از کار باتیں بنالی گئیں ہیں مسیح موعود کو نبیوں کے زمرے میں لانے کی کوشش اسی ذیل میں ہے۔ مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے جب میں قادیان کے اخباروں میں دیکھتا ہوں کہ ایسی شہادتیں شائع کی جاتی ہیں کہ ہم ۹۹-۱۸۹۸ء میں بھی حضرت صاحب کو نبی مانتے تھے اور استعارہ اور مجاز نہیں جانتے تھے، یہ اس قدر بے شرمی ہے کہ میں اور کچھ اس کے متعلق کہہ نہیں سکتا حضرت مسیح موعودؑ تو ۱۸۹۱ء میں بھی کہیں اور بار بار دہرائیں کہ لفظ نبی سے دھوکا نہ کھاؤ یہ استعارہ اور مجاز ہے اور ۱۹۰۷ء میں بھی یہی کہیں کہ سمیت نبیا من اللہ علی طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقۃ۔ اور یہ کہیں کہ ہم ۱۸۹۱ء میں استعارہ اور مجاز نہیں جانتے تھے ہم تو آپ کا نبی مانتے تھے یہ دجالیت ہے اور مغربی دجالیت کا ان لوگوں پر بھی اثر ہو گیا ہے کہ یہ بڑھا نے بڑھاتے حضرت صاحب کو اس مقام پر لے گئے کہ جہاں حضرت نبی کریم صلعم کی توہین لازم آتی ہے۔

خدا کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا یاد رکھو یہ باتیں چل نہیں سکتیں کیونکہ خدا تعالےٰ کا یہ وعدہ ہے ھو الذی ارسل رسولہ بالھدٰی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ اسلام غالب آئیگا اور ترکیت، ہندوستانیت اور مصریت غالب نہیں آئیں گی اور نہ حنفیت اور احمدیت اسلام کا نام مٹا سکیں گی بلکہ اسلام غالب آئے گا۔

حضرت مسیح موعودؑ اور دین و دنیا کا تعلق یہی بات ہے جسے حضرت مسیح موعود نے پیش کیا اور اس آیت کو وجاھدوا فی اللہ حق جھادہ ..... کو جس طرح سے اللہ تعالےٰ نے حضرت صاحب کے قلب پر وارد کیا اس مقام پر کوئی شخص اپنی عقل سے نہ پہنچ سکتا تھا، آپ نے ایک فقرہ کے اندر اس آیت کے مفہوم کو لے لیا "میں دین کو دنیا پر مقدم کروں گا" یعنی خدا کے نام کو دنیا میں پھیلانے کے لئے جہاد کروں گا جو اس کے جہاد کا حق ہے یہ دین اور دنیا کا تعلق ہے اسلام یا احمدیت دنیا کو چھڑواتے نہیں تم کماؤ جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ قل ان کان اٰباؤکم وابناؤکم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال اقترفتموھا وتجارۃ تخشون کسادھا ومسٰکن ترضونھا احب الیکم من اللہ ورسولہ وجھاد فی سبیلہ فتربصوا حتی یاتی اللہ بامرہ واللہ لا یھدی القوم الفسقین (سورہ توبہ ۲۴) کہو اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیبیاں اور تمہارے کنبے اور مال جو تم کماتے ہو اور تجارت جس کے مندا پڑ جانے سے تم ڈرتے ہو اور مکان جن کو تم پسند کرتے ہو تمہارے نزدیک اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو یہانتک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت

(باقی بر صفحہ ۱۲)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ — بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم — رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود — ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

پیغام صلح

ایڈیٹر ایس محمد آصف بی۔ اے

جائنٹ ایڈیٹر شیخ محمد انعام الحق۔

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام او ست
بادۂ عرفانِ ما از جام او ست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آیندہ ہوگی
۴۔ سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

جلد ۳۱ — لاہور۔ یوم پنجشنبہ مطبوعہ ۵ صفر ۱۳۶۲ھ م۔ ۱۱ فروری ۱۹۴۳ء — نمبر ۶

تبلیغی پروگرام کیطرف خاص توجہ کی ضرورت

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد امسال تبلیغی پروگرام کے متعلق ہم پہلے ۲۸ جنوری ۱۹۴۳ء کے پرچہ میں احباب سلسلہ کے سامنے پیش کر چکے ہیں اب پھر پیش کرتے ہیں حضرت امیر ایدہ اللہ کا ارشاد ہے ”حضرت امام وقت جو خدا تعالیٰ کی ایک نعمت ہے اسکی پہلی قدر دانی یہ ہے کہ ہم خود لوگوں کو جا کر سمجھائیں تم لوگ جنہوں نے اس نعمت کو پہچانا ہے اب تمہارے ذمہ ہے کہ اسے لوگوں تک پہنچاؤ انکو نہیں ہمت نہ ہارو، اگر تمہیں رد کیا جائے اور دروازہ نہ کھلے تو گھبرانے کی بات نہیں دروازہ کھلے گا، لوگوں کے پاس بار بار پہنچو چھوڑ نہ دو صرف لوگوں کی قدر دانی پر اکتفا نہ کرو ایک قدم اور اٹھا کر انہیں اور قریب لاؤ یہاں تک کہ وہ تمہارے اندر آ جائیں“

یہ امسال کا تبلیغی پروگرام ہے جسے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے جماعت کے سامنے پیش کیا ہے جماعت کے تمام حلقوں کا فرض ہے کہ وہ اس تبلیغی پروگرام کیطرف خاص توجہ مبذول فرمائیں اور جماعت کے صدر اور سیکرٹری صاحبان کا فرض ہے کہ وہ جماعت کے دوستوں کو اس کام پر لگائیں اور ان سے باقاعدہ تبلیغی رپورٹیں لیکر مرکز میں بھجوائیں دنیا کا کوئی کام جب تک ایک قاعدہ، انتظام اور تسلسل سے نہ کیا جائے اس وقت تک اسمیں کامیابی نہیں ہو سکتی اور تبلیغ کا کام تو خاص طور پر ان مذکورہ خصوصیات کو چاہتا ہے اور ان کے بغیر کامیابی مشکل ہے جبتک ایک بلند مقصد کے عقب میں ایک نہایت اعلیٰ درجہ کی عملی حرکت نہ ہو اس وقت تک کامیابی نہیں ہو سکتی، پچھلے سالوں میں جب بھی اس تبلیغی پروگرام پر عمل کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں کامیابی عطا فرمائی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ میدان تو موجود ہے ضرورت ہے صرف ہمت اور کوشش کی امید ہے احباب سلسلہ اس تبلیغی پروگرام کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے اسے عملی جامہ پہنانے کی کوشش کریں گے کیونکہ یہی پروگرام ہے جس سے احمدیت کے متعلق پھیلی ہوئی غلط فہمیاں دور ہو سکتی ہیں اور تبلیغ اسلام کے بلند اور وسیع مقصد کو تقویت پہنچ سکتی ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے فرائض کے سمجھنے اور انہیں عملی جامہ پہنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ‌٭

سانحۂ ارتحال

یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں انتہائی افسوس کیساتھ سنی جائیگی کہ جناب مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع مبلغ اسلام کے والد بزرگوار جناب مرزا منور بیگ صاحب ۸ فروری ۱۹۴۳ء کو وفات پا گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہمیں اس سانحۂ ارتحال پر جناب مرزا صاحب موصوف اور انکی دیگر لواحقین سے گہری ہمدردی ہے دعا ہے اللہ تعالیٰ جناب مرزا صاحب کو صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ آمین

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی طبیعت گذشتہ چند دنوں سے علیل ہے۔ حضرت ممدوح کو نزلہ زکام اور کھانسی کی شکایت ہے گذشتہ جمعہ باوجود علالت طبع کے جمعہ حضرت ممدوح نے ہی پڑھایا اور نماز جمعہ کے بعد جناب مولوی غلام حسن خان صاحب نیاز کا جنازہ غائبانہ پڑھا احباب سلسلہ حضرت ممدوح کی صحت کیلئے دعا فرمائیں۔

— جناب شیخ محمد یوسف صاحب گرہتی تحریر فرماتے ہیں:- ”میں ۱۵ سے آخر ماہ فروری تک دورہ پر ہونگا مقامات دورہ حسب ذیل ہیں:- چندر کے منگولے۔ کالی صوبے خاں۔ مالوکے۔ ویروالہ موکھل۔ پسرور چانگریاں“ احباب سلسلہ مطلع رہیں۔

— چوہدری قادر بخش صاحب اٹس پریزیڈنٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام سامانہ کے ہاں اللہ تعالیٰ نے پوتا عطا فرمایا ہے، دعا ہے اللہ تعالیٰ مولود مسعود کو نیک اور صالح بنائے اور لمبی عمر عطا فرمائے۔ آمین

— جناب چوہدری محمد حسین صاحب مبزار تحریر فرماتے ہیں کہ انکے صاحبزادہ صاحب بیمار ہیں انکے لئے احباب سلسلہ دعا فرمائیں۔

— جناب چوہدری فضل الرحمٰن صاحب قمر سامانوی کی والدہ محترمہ بیمار ہیں انکی صحت کیلئے دعا کی درخواست ہے

— محمد زمان خانصاحب کرشل ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول میانوالی تحریر فرماتے ہیں ”میری صحت کاملہ کیلئے احباب سلسلہ کی خدمت میں درخواست دعا ہے“

— چوہدری رحمت خاں صاحب بدر مرحوم کا چھوٹا لڑکا بعارضہ بخار بیمار ہے اس کی صحت کے لئے دعا کی جائے، اللہ تعالیٰ اسے صحت عطا فرمائے۔ آمین ‌٭

مسٹر فلپس نمائندہ روزویلٹ سے ملاقات

کچھ دنوں سے پریزیڈنٹ امریکہ کے نمایندہ خاص مسٹر فلپس ہندوستان آئے ہوئے ہیں اور مختلف مقامات کا دورہ کر رہے ہیں، ان کے دہلی پہنچتے ہی سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے انکو لکھا کہ وہ انہیں اور ان کے ذریعہ سے پریزیڈنٹ روزویلٹ کو اسلام کے متعلق بعض مستند کتب پیش کرنا چاہتے ہیں، اس کے جواب میں انہوں نے خوشی کا اظہار کیا اور انجمن کے نمایندہ سے ملنے کی خواہش کی بعد میں معلوم ہوا کہ وہ لاہور تشریف لا رہے ہیں، انہیں لکھا گیا کہ اگر لاہور میں کوئی وقت دیا جائے تو انجمن کا نمایندہ ان سے مل کر کتابیں پیش کر سکتا ہے، اسکو بھی انہوں نے پسند کیا اور ۶ فروری ۱۹۴۳ء کو جب لاہور تشریف لائے تو اسی دن چار بجے نمائندہ انجمن سے ملنے کی خواہش ظاہر کی چنانچہ ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ جنرل سکرٹری انجمن اور مولانا آفتاب الدین احمد بی۔ اے۔ نے گورنمنٹ ہاؤس میں ان سے ملاقات کی ممدوح نہایت خوشدلی کیساتھ کچھ دیر باتیں کرتے رہے، ان سے پوچھا گیا کہ موجودہ جنگ کے بعد دنیا کے نظام کے متعلق ان کا کیا خیال ہے اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا ہمارے نمایندگان نے انہیں بتایا کہ موجودہ جنگ دراصل اس تباغض [illegible] کا نتیجہ ہے جو قومی تفریقات نے دنیا میں پیدا کر رکھا ہے اور یہ تباغض شائد اس وقت تک ختم نہیں ہو سکتا جب تک قومیت کی جگہ مذہب کو نہ دی جائے اور مذہب بھی وہ ہو جو تمام دنیا کو اپنے آغوش محبت میں لانے کی قابلیت رکھتا ہو۔

مسٹر فلپس نے اس نظریہ کو بہت سراہا اور کہا کہ یہ بالکل [illegible] ہے اور اس صورت میں جنگ کے بعد آپ لوگوں کے لئے بہت بڑا کام ہوگا انہیں جب یہ معلوم ہوا کہ ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب جرمنی میں اور مولانا آفتاب الدین احمد صاحب انگلستان میں تبلیغ اسلام کا کام کرتے رہے ہیں تو انہوں نے پوچھا کہ کیا امریکہ میں آپ نے اپنا مشن قائم نہیں کیا، اس کا جواب نفی میں دیا گیا، انہوں نے کہا کہ وہاں بھی آپکا مشن پہنچنا چاہیئے، نمایندگان انجمن نے انہیں یقین دلایا کہ جنگ کے بعد امریکہ میں بھی تبلیغ اسلام کا کام شروع کیا جائے گا، یہ گفتگو قریباً ۲۰ منٹ تک جاری رہی، اور اس کے بعد ذیل کی کتابیں انہیں پیش کی گئیں، انگریزی ترجمۃ القرآن بلا متن، ریلیجن آف اسلام۔ ارلی کیلیفیٹ۔ محمد دی پرافٹ۔ ٹیچنگز آف اسلام۔ احمدیہ موومنٹ اینڈ دی ویسٹ سنڈرائز۔ اسلام اینڈ دی پریزیڈنٹ ار- ان کتابوں کو انہوں نے نہایت خوشی سے قبول کیا بالخصوص ریلیجن آف اسلام کو بہت پسند کیا، اور کہا کہ اس سے اسلام کے متعلق بہت سی معلومات حاصل ہوں گی۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اور ان کے ذریعہ سے تمام اہل امریکہ کے دلوں کو اسلام کے لئے کھول دے اور انہیں اسلام کے متعلق بصیرت عطا فرمائے۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

نبوت کا جھوٹا الزام — جھوٹے الزام مجھ پر مت لگاؤ کہ حقیقی طور پر نبوت کا دعوےٰ کیا، کیا تم نے نہیں پڑھا کہ محدث بھی ایک مرسل ہوتا ہے۔ کیا قرأت وما محدث کی یاد نہیں رہی پھر کیسی بیہودہ نکتہ چینی ہے۔ کہ رسل ہونیکا دعوےٰ کیا ہے۔ اے نادانوں بھلا بتلاؤ کہ جو بھیجا گیا ہے اسکو عربی میں مرسل یا رسول ہی کہینگے یا اور کچھ کہیں گے مگر یاد رکھو کہ خدا کے الہام میں ایسی جگہ حقیقی معنے مراد نہیں۔ جو صاحب شریعت سے تعلق رکھتے ہیں، بلکہ جو مامور کیا جاتا ہے وہ مرسل ہی ہوتا ہے یہ سچ ہے کہ وہ الہام جو خدا نے اپنے اس بندہ پر نازل فرمایا اس میں اس بندہ کی نسبت نبی اور رسول اور مرسل کے لفظ بکثرت موجود ہیں۔ سو یہ حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں ولکل ان یصطلح سو خدا کی یہ اصطلاح ہے جو اس نے ایسے لفظ استعمال کئے“ (سراج منیر)

تعلیمی پرنٹنگ پریس لاہور میں باہتمام شبیر احمد اختر پرنٹر پبلشر چھپکر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔

قوموں کا عروج و زوال اور خدا کا قانون

مسلمانوں کی اصلاح حضرت مجدد وقت کے ذریعہ ہوگی

ہمیں اپنے اندر امتیازی رنگ پیدا کرنا چاہئے

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ مورخہ ۲۲ جنوری سنہ ۴۳ء

اللہ یعلم ما تحمل کل انثیٰ وما تغیض الارحام وما تزداد وکل شیءٍ عندہٗ بمقدار .... لہٗ معقبٰت من بین یدیہ ومن خلفہٖ یحفظونہٗ من امر اللہ ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتیٰ یغیروا ما بانفسھم واذا اراد اللہ بقومٍ سوءً فلا مرد لہٗ وما لھم من دونہٖ من وال۔ (سورہ الرعد رکوع ۲)

خدا کا قانون قرآن شریف زندگی کے بڑے اعلیٰ اصولوں سے بھرا پڑا ہے جو انسانوں اور قوموں کی حالت پر ہمیشہ صادق آتے رہیں گے ان میں سے ایک یہ بھی خدا کا قانون ہے جو مذکورہ بالا آیات میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے اعمال انسانی کا ذکر کیا اور ان اعمال کا ذکر کرکے یہ بھی فرمایا کہ ہر فعل اور کام جو انسان کرتا ہے لہٗ معقبٰت من بین یدیہ ومن خلفہٖ یحفظونہٗ من امر اللہ اس کے لئے اس کے آگے اور پیچھے اعمال کا پیچھا کرنے والے ہیں جو اسے اللہ کے حکم سے محفوظ کر لیتے ہیں۔ یعنی ہر عمل کو محفوظ کر لیا جاتا ہے۔ وہ ضائع نہیں جاتا، کوئی نہ کوئی اس کا نتیجہ ہوتا ہے۔

قوم اور اعمال اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتیٰ یغیروا ما بانفسھم۔ یقیناً اللہ کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک کہ وہ اپنے نفسوں کی حالت کو نہ بدلیں۔ بڑا زبردست قانون ہے خدا کا جو اس دنیا پر حاوی ہے کہ قوموں کی حالت تبدیل نہیں ہوتی جب تک کہ اس کے افراد کے کیرکٹر تبدیل نہ ہوں اچھی قوم بری نہیں بنتی جب تک اس کے افراد کے اعمال نہ بدلیں اور نہ بری قوم اچھی بنتی ہے جب تک اس کے اعمال میں کوئی اعلےٰ درجہ کی تبدیلی نہ ہو۔

مسلمان قوم کی موجودہ حالت مسلمان ایک قوم ہے جس کی قومیت نہایت اعلیٰ درجہ کے اصول پر مبنی ہے لیکن آج مسلمان قوم کسی ملک میں حکومت اور بادشاہت رکھتی ہو نہ رکھتی ہو ان کی حالت اور ان کا کیرکٹر وہ نہیں جو اس مسلمان قوم کی حالت ابتدا میں تھی قوم کے افراد کے اعمال بدل گئے، کیرکٹر بدل گئے، گر گئے، لوگ، اسلئے قوم بھی گر گئی اسلئے کہ خدا کا قانون یہ ہے کہ ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتیٰ یغیروا ما بانفسھم۔ جب تک مسلمان قوم کے افراد کے کیرکٹر اور نفسوں کی اصلاح نہ ہوگی اس وقت تک یہ قوم بدل نہیں سکتی اور نہ ترقی کر سکتی ہے۔

مسلمان اور پاکستان کئی رنگوں میں قوم کے سامنے بڑے بڑے بلند مقاصد آتے ہیں اور شاید اس وقت ہندوستان میں مسلمان قوم کے سامنے جو مقصد ہے اس کے لئے ایک لفظ خاص بن گیا ہے وہ مقصد "پاکستان" کے نام سے موسوم ہے وہ "پاکستان" اس لحاظ سے ہے کہ مسلمان قوم کے ایک حصہ کو اس ملک کے بعض حصوں میں حکومت مل جائے اس لحاظ سے اسے پاکستان کہہ سکتے ہیں، لیکن دراصل وہ ان کے کیرکٹر کو بلند کرنیوالی چیز نہیں

مسلمان مصلحین نے نفسوں کی اصلاح نہیں کی سچی بات یہ ہے کہ اس وقت جتنے عالی دماغ لوگ مسلمانوں کی اصلاح کے لئے اٹھے اور انہوں نے قوم کی بڑی بڑی خدمات کیں مگر ان خدمات کے اندر نفسوں کی اصلاح کرنیوالی چیز مفقود ہے نفسوں کو بدلنے والی چیز صرف ایک جگہ آپ کو نظر آئے گی وہ جس کی طرف حضرت مجدد وقت نے توجہ دلائی ہے۔

تعلیم اور حکومت سے اخلاق بلند نہیں ہوتے

بعضوں نے کہا تعلیم حاصل کرو، بیشک تعلیم اچھی چیز ہے مگر صرف تعلیم سے اخلاق بلند نہیں ہوتے بعضوں نے کہا حکومت حاصل کرو بلاشبہ حکومت اعلےٰ درجہ کی چیز ہے مگر صرف حکومت سے اخلاق بلند نہیں ہوتے آج جہاں مسلمانوں کی حکومت ہے وہاں بھی مسلمانوں کی حالت گری ہوئی ہے میں اس سے انکار نہیں کرتا پاکستان کا نظریہ مسلمانوں کو اٹھانے کے لئے اچھی چیز ہے مگر اس سے مسلمانوں کی اصلاح نہیں ہو سکتی۔

اصلاح حضرت مجدد وقت کے ذریعہ ہوگی اگر کبھی اصلاح ہوئی تو ان ذرائع سے ہوگی جن کی طرف حضرت مجدد وقت نے توجہ دلائی ہے، صرف روحانیت سے مسلمانوں کی اصلاح ہو سکتی ہے اور یہ تمام ذرائع مادی ہیں، روحانیت یعنی خدا کے آگے جھکنا اور خدا کے کلام کو دنیا میں پہنچانا اس ذریعہ سے مسلمان قوم کی اصلاح کرنیوالا صرف مجدد وقت اور اس کی جماعت ہے گویا ان تمام مصلحین کے اندر جو اس وقت یہ کام کرتے ہوئے نظر آتے ہیں موجودہ نسل کے اندر یا اس سے چند سال پیشتر حضرت مرزا صاحب ہی کی یہ خصوصیت نظر آتی ہے کہ روحانیت کے ذریعہ قوم کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں اور تمام تر زور آپ کا اسی بات پر ہے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ ایک ایسا ذریعہ ہے کہ جلدی دنیا میں مقبول نہیں ہوتا اور دنیا اس کو رد کرتی ہے اور لوگ طرح طرح کی اغراض میں مبتلا ہوتے ہیں اور اس طرف توجہ نہیں کرتے مگر اصل چیز یہی ہے اور دیرپا چیز یہی ہے۔

کام کو جاری رکھیں یہ روحانیت جس کی طرف حضرت مجدد وقت نے توجہ دلائی ہے اس کے ذریعہ سے اصلاح کرنا صرف اس جماعت کا کام ہے جو حضرت مجدد وقت نے بنائی اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ آپ اس کام کو جاری رکھیں یہ پھیلتا پھیلتا بالآخر کامیاب ہوگا اور اس میں شک نہیں کہ یہ کامیابی بتدریج ہوگی۔

امتیازی رنگ کی ضرورت ہم لوگوں کو تو بھی اس بات کو مدنظر رکھنا چاہیئے کہ اگر ہمارے اندر وہی باتیں موجود ہیں جو عام طور پر مسلمانوں میں موجود ہیں تو ہمیں وہ مقصد حاصل نہیں ہو سکتا جو ہم حاصل کرنا چاہتے ہیں اگر وہ پست اغراض ہمارے اندر بھی موجود ہیں جو مسلمانوں کے اندر موجود ہیں تو ہم اس بلند مقصد کو حاصل نہیں کر سکتے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ ہماری جماعت میں بڑے اور چھوٹوں میں مردوں اور عورتوں میں ایک امتیازی رنگ پیدا ہو جائے۔

مسلمانوں سے علیحدگی کی اصلاح نہیں ہوگی اس بات کو یاد رکھیئے کہ بعض وقت لوگ اس امتیاز کو صرف ظاہری رنگ دینا چاہتے ہیں اور باقی مسلمانوں سے علیحدگی کو اپنا امتیاز سمجھتے ہیں، کوئی جماعت جس کے اندر اس قسم کا امتیازی رنگ ہے وہ مسلمانوں کی اصلاح نہیں کر سکتی مسلمانوں کے اندر رہ کر تو اصلاح ممکن ہے مگر علیحدہ ہو کر اصلاح نہیں ہو سکتی، اگر ہمارا علیحدہ اڈہ بن جائے کہ مسلمان ہم ہی ہیں اور باقی مسلمان نہیں ہیں تو یاد رکھئے اس طرح اصلاح نہیں ہو سکتی بیشک مجددین اصلاح کے لئے آتے ہیں مگر وہ اصلاح اس طرح نہیں ہو سکتی کہ ہم اسلام کے ٹھیکیدار بن جائیں اور باقیوں کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھیں وہ اصلاح ہو سکتی ہے مسلمانوں کے اندر رہ کر، اگر ہم اعمال کی وجہ سے ہم اپنے آپ کو ممتاز پاتے ہیں تو بلاشبہ ہم مسلمانوں کی اصلاح کر سکتے ہیں، اس کفر و اسلام کے جھگڑے سے اصلاح نہیں ہو سکتی۔

نفسوں کے اندر تبدیلی پیدا کرو یہ تو مجھے کبھی سمجھ نہیں آتا کہ ایک شخص مسلمان قوم کی اصلاح کے لئے اٹھے اور اپنے آپ کو مسلمان قوم سے علیحدہ کر دے ہم کو اپنے نفسوں اور کیرکٹر کے اندر تبدیلی پیدا کر کے اپنے آپ کو ممتاز کرنا چاہیئے، خوب یاد رکھو اس مقصد کے لئے بڑی جدوجہد درکار ہے ہم میں سے ہر ایک کو کوشش کرنا چاہیئے اور خود اپنے اعمال کا محاسبہ کرنا چاہیئے کہ آیا ہم میں اصلاح ہو گئی ہے اور ہم میں سے وہ کمزوریاں نکل گئی ہیں جو مسلمانوں میں ہیں۔

نماز میں امتیازی رنگ اگر ہم نماز پڑھتے ہیں اور ہماری نمازوں کے اندر خشوع اور خضوع نہیں تو خوب یاد رکھئے وہ امتیازی چیز ابھی ہمارے اندر پیدا نہیں ہوئی نماز کا ایسے رنگ میں پڑھنا کہ ہمارے دلوں کی حالت ایسی ہو جائے کہ ہم واقعی یہ سمجھیں کہ ہم خدا کے حضور میں کھڑے ہیں اور یہ ایک چیز ہے جو ہماری امتیازی خصوصیت ہونی چاہیئے۔

قرآن پڑھنے میں امتیازی رنگ ہم قرآن مجید کو سوچ سمجھ کر اور غور سے پڑھیں، اس سے بھی زیادہ ضروری چیز یہ ہے کہ ہم دیکھیں کہ آیا قرآن مجید ہمارے دلوں پر حاکم ہے یا اسی طرح پر ہم رسم و رواج میں جکڑے ہوئے ہیں جس طرح پر عام مسلمان جکڑے ہوئے ہیں قرآن تو وہ بھی پڑھتے ہیں لیکن قرآن مجید ان کے قلوب پر حاکم نہیں اگر اسی طرح ہمارے قلوب پر بھی قرآن مجید حاکم نہیں تو ہم نے کوئی امتیاز اپنے اندر پیدا نہیں کیا یہ دو بڑی موٹی باتیں ہیں جو ہمیں اپنے اندر پیدا کرنی چاہئیں۔

خدا کے راستہ میں خرچ کرو تیسری بات یہ ہے کہ ہمارے قلوب میں تڑپ ہونی چاہیئے کہ ہم خدا کے راستہ میں خرچ کریں اور محض رسم کے طور پر خرچ نہ کریں آپ کسی برادری میں چلے جائیں اس کے اندر خرچ کرنے کے کوئی نہ کوئی رسم و رواج ہونگے کہ فلاں فلاں موقعہ پر روپیہ خرچ کیا جائے ان مخصوص مواقع پر وہ بے دریغ روپیہ خرچ کرتے ہیں اگر اسی طرح ہم نے خیال کر لیا کہ ہماری برادری میں رواج یہ ہے کہ ہم نے تبلیغ کے لئے خرچ کرنا ہے تو ہمارے اندر ابھی امتیاز پیدا نہیں ہوا محض رسم کے طور پر خرچ نہیں کرنا چاہیئے بلکہ تمہارے قلوب میں تڑپ ہونی چاہیئے کہ ہم نے اپنی آمدنیوں کا ایک حصہ خدا کے راستہ میں خرچ کرنا ہے اور اس کے لئے بھی خود موقعہ تلاش کرنا چاہیئے کہ کس طرح ہمارے مال کا کچھ حصہ خدا کی راہ میں نکلتا ہے

دو گروہ خدا کے راستہ میں خرچ کریں اس جنگ کے زمانہ میں بیشمار لوگ مالی مشکلات میں مبتلا ہیں اور بہت ایسے بھی ہیں جو خوب کماتے ہیں، ایک گروہ ہے زمینداروں کا اور ایک گروہ ہے تاجروں کا اور ان تاجروں میں ٹھیکیدار بھی شامل ہیں یہ لوگ خوب روپیہ کماتے ہیں، اگر دلوں میں تڑپ موجود ہو تو یہ دو گروہ ہماری جماعت کو اور اعلائے کلمۃ الحق کے مقصد کو بڑی تقویت پہنچا سکتے ہیں۔

ہماری جماعت میں امتیاز ہونا چاہیئے یہ مثال کے طور پر میں نے کہا مگر میں کہنا چاہتا ہوں کہ ہماری جماعت میں جہاں نماز اور قرآن کے پڑھنے میں ایک امتیاز ہونا چاہیئے اسی طرح ان میں یہ امتیاز ہونا چاہیئے کہ اگر خدا نے تھوڑا دیا ہے تو بھی ہم خدا کے راستہ میں خرچ کریں اور اگر زیادہ دیا ہے تو ہم اس کے راستہ میں زیادہ خرچ کریں ان دو تین باتوں کو یاد رکھئے۔

اعمال کا امتیاز و رہنمائی یہ مثال کے طور پر میں نے بیان کی ہیں انہیں پیش نظر رکھئے کہ وہ قوم جس کی رہنمائی کے لئے آپ کھڑے ہوئے ہیں اگر آپ میں ان کے مقابل اعمال میں امتیاز پیدا ہو گیا ہے تو پھر آپ رہنمائی کے قابل ہیں اور اگر نہیں تو پھر ظاہر طور پر اپنے آپ کو ممتاز خیال کرنا کچھ نہیں ہے ہر ایک شخص تم میں سے اعمال کی اصلاح میں لگ جائے

خدا کے انتخاب کو باطل نہ کرو صرف دعاوی سے بھی کام نہیں چلتا ہم میں جب تک دیوانہ وار ایک وجد پیدا نہیں ہوتی اس وقت تک وہ امتیاز حاصل نہیں ہو سکتا اگر تم وہ حقیقی امتیاز پیدا کر لو جس کی طرف میں نے ابھی توجہ دلائی ہے تو تم اس صورت میں مسلمانوں کی اصلاح کر سکتے ہو اس وقت تم لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اس کام کیلئے منتخب کیا ہے اب خدا کے انتخاب کو باطل نہ کرو قرآن کی حکومت

تحریکِ احمدیت اور فلسفۂ اقبال

از جناب سید اختر حسین صاحب گیلانی بی۔اے مولوی فاضل

قسط نمبر ۳

اجماع یا سازش امت کا یہ عظیم الشان اجماع ثابت کرتا ہے کہ نزول مسیح کا عقیدہ نہ تو کسی نے بطور خود افتراء کر کے کتب حدیث میں داخل کیا ہے اور نہ کسی نے مجوسیت سے چرا کر اسلام میں داخل کیا ہے بلکہ اس کی بنیاد قرآن و سنت کی نصوص بینہ پر ہے، ورنہ اگر یہ تصوف اور قطعی غیر اسلامی تصور ہے، اس کی بنیاد قرآن و سنت پر نہیں بلکہ مسلمانوں نے اسے خود ایجاد کیا ہے، اور مسلمانوں کے تمام فرقوں نے جو اطراف و اکناف عالم میں بستے ہیں جن میں باہم تکفیر و تفسیق کے فتاوے چل رہے ہیں اور جن کا اتنی بڑی سازش کے لئے جمع ہو جانا قطعًا مشکل ہے، اس عقیدہ کو ایجاد کر لیا ہے۔ اور پھر اس کی اس حد تک اشاعت کی ہے کہ اُسے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے سُنی ہوئی حدیث ثابت کر دکھایا ہے۔ اور یہ سازش اس حکمت و تدبر سے کی ہے کہ تمام غیر مسلم اقوام میں سے کسی ایک شخص کو بھی اس کی کانوں کان خبر نہیں ہونے دی ـــ تو پھر علامہ اقبال کو اسے "مجوسی عقیدہ" قرار دینے کے ساتھ اس حقیقت کا بھی اعتراف کرنا پڑے گا، کہ مسلمانوں سے زیادہ بدبخت اور مفتری علی اللہ قوم صفحۂ ہستی پر کوئی پیدا نہیں ہوئی جو اتنی عظیم الشان سازش کرنے کی مقدرت رکھتی ہے۔ معلوم نہیں کہ پھر قرآن مجید کی صحت پر کیا دلیل ہوگی، کیونکہ جو قوم اس عالمگیر اور عمیق طرز پر افتراء کی سازش کر سکتی ہے اس کے لئے کیا بعید ہے کہ اُس نے قرآن مجید کو یا اس کے بعض حصص کو خود لکھا ہو، اور اس کا انتساب اپنے پیغمبر کی طرف کر کے اسے شہرت دینا اور حفظ کرنا شروع کر دیا ہو، صرف اسی بات پر غور کیجئے تو صاف معلوم ہوگا کہ علامہ اقبال کا خیال کس قدر بے بنیاد ہے، اور اگر امت کی بدقسمتی سے ان کے ارشادات کا علم زویمر اور ونسنک جیسے معاند اسلام مستشرقین کو ہو جائے تو وہ اس کو کس برے انداز میں استعمال کریں گے، اور اس سے اسلام اور اہل اسلام کی عظمت پر کتنا حرف آئے گا، اللہ تعالےٰ اس فلسفے سے اُمت کو محفوظ رکھے!

ونسنک کی مفتاح علامہ نے جس سادہ لوحی، یا کمال دانائی سے "مسیح موعود" کا محاورہ تلاش کرنے کے لئے ونسنک کی معجم کی ورق گردانی فرمائی وہ حد درجہ قابل رحم ہے، ان کی یہ کوشش ہی بے سود تھی، کیونکہ اتنی بات حدیث کا ایک ادنیٰ متعلم بھی جانتا ہے کہ حدیث میں کہیں یہ نہیں لکھا کہ کیف انتم اذا انزل فیکم المسیح الموعود وامامکم منکم ـــ کہ تمہاری کیا حالت ہوگی جب مسیح موعود تم میں نازل ہوگا اور تمہارا امام ہوگا۔ لیکن ایسا نہ ہونے سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ نزول مسیح کے تصور کی بنیاد کلام رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نہیں، بلکہ مجوسیت پر ہے۔ قابل غور امر تو یہ ہے کہ کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم وامامکم منکم اور ہمتم قسم احادیث کتب احادیث میں بکثرت موجود ہیں یا نہیں، اور ان کے لئے بھی ونسنک کی معجم کی ورق گردانی کرنے کی ضرورت نہیں، بخاری، مسلم، ترمذی اور دیگر کتب حدیث میں انہیں آسانی سے تلاش کیا جا سکتا ہے، لیکن اگر ونسنک کی معجم سے ہی مدد لینی ہو تو "مسیح موعود" کو تلاش نہ کیجئے، بلکہ ابن مریم، عیسےٰ، امام، حکم اور عدل، وغیرہ عنوانات کے تحت تلاش فرمایئے، وہاں یہ سب احادیث مذکور نظر آئیں گی، لیکن آپ نے بجائے ابن مریم یا حکم و عدل کے الفاظ کے تحت ان احادیث کو تلاش کرنے کے "مسیح موعود" کا محاورہ تلاش کرنا شروع کر دیا یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی نادان قرآن مجید سے حرمت شراب کا ذکر تلاش کرنے کے لئے مفتاح القرآن میں سے "خمر" کے لفظ کی بجائے شراب کا لفظ تلاش کرتا پھرے اور "حرمت شراب" کا ذکر نہ پائے تو یہ اعلان کر دے کہ حرمت شراب کا تو تصور ہی غیر اسلامی ہے، کیونکہ مفتاح القرآن سے کوئی ایسی آیت نہیں مل سکی، یا مفتاح القرآن سے قمار کا لفظ نہ پا کر یہ اعلان کر دے کہ قرآن مجید میں جوئے کی حرمت کا کہیں ذکر نہیں اور آیۂ انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان (المائدہ ع۱۲) پر نظر نہ ڈالے، یا کوئی شخص مفتاح القرآن یا ونسنک کی معجم میں "الارض الموعودہ" یا "الخلافۃ الموعودہ" یا "الخلافۃ الراشدہ" کے الفاظ نہ پا کر یہ دعوےٰ کر بیٹھے کہ بنی اسرائیل کو ارض موعودہ دیئے جانے کا خیال قرآن و حدیث میں کہیں مذکور نہیں، یا اس امت میں خلافت کا یا خلافت راشدہ کا وعدہ قرآن مجید میں کہیں نہیں دیا گیا، اور اس پر یہ اضافہ کرے کہ ایسے الفاظ کا وجود مفتاح القرآن یا ونسنک کی معجم میں نہ ہونا ظاہر کرتا ہے، کہ یہ الفاظ مسلمانوں کے دینی شعور کا نتیجہ نہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسی تحقیق انتہائی افسوسناک ہوگی۔

یا تو علامہ اقبال کا یہ خیال تھا کہ ہندوستان سے علم حدیث اس طرح اُٹھ گیا ہے کہ وہ اس ضمن میں جو بھی فتوے فرمائیں گے ملت اسلامیہ اسے اندھا دھند قبول کرے گی۔ اور یا انہوں نے احادیث نزول ابن مریم کو رد کرنے کا ایک جدید حیلہ تلاش کیا، کہ یہ تو نام نہ لیا کہ ابن مریم کے نزول کا ذکر کہیں ہے یا نہیں، مبادا کہ اس سے "تجا و بدمنزل" میورو ڈ لاہور پر مظاہرے شروع ہو جائیں اور کہہ دیا کہ "مسیح موعود" کا لفظ نہ ونسنک کی معجم میں ہے نہ کسی حدیث کی کتاب میں "احراری" بھی ناراض نہ ہوئے اور تحریک احمدیت پر زد بھی لگ گئی ورنہ بات صاف تھی، مسلمانوں کو جس خلافت کا وعدہ دیا گیا تھا، اسے خلافت موعودہ کہدیا جاتا ہے جس زمین کا بنی اسرائیل کو وعدہ دیا گیا تھا ـــ اسے ارض موعودہ کہا جاتا ہے جس چیز کو قرآن مجید خمر اور میسر کے نام سے موسوم کرتا ہے اسے ہم عام طور پر شراب اور قمار یا جوا کہکر پکارتے ہیں اسی طرح احادیث میں جس مسیح کے نزول کا وعدہ دیا گیا ہے۔ ہم اسے "مسیح موعود" کہتے ہیں معلوم نہیں کہ ایسا کہنے سے اصل حقیقت میں کیا فرق پیدا ہو جاتا ہے اور اس سے یہ کیسے ثابت ہوتا ہے کہ یہ الفاظ مسلمانوں کے دینی شعور کا نتیجہ نہیں، علامہ کا تو اپنا ارشاد تھا، کہ ؎

الفاظ کے پیچوں میں الجھتے نہیں دانا
غواص کو مطلب ہے صدف کہ گہر سے

لیکن یہاں خود انہوں نے گہر کو چھوڑ کر صدف پر ہاتھ مارا، اور لفظی ایچا پیچیوں میں اُلجھ گئے۔

تحریکِ احمدیہ کی پوزیشن تحریک احمدیت کو سمجھنے میں لوگوں کو بہت غلط فہمی ہوئی ہے اور اس کو سمجھنے میں اسی تعصب سے کام لیا گیا ہے جو تحریک اہل حدیث یا دیگر مفید تحریکات کو سمجھنے میں برتا گیا تھا، تحریک احمدیت وفات مسیح کے دلائل، نزول مسیح، دجال اور یاجوج ماجوج کی ایک مخصوص تشریح کا نام نہیں اور نہ امور تحریک احمدیت کے وجود میں مستقل عناصر Permanent elements کی حیثیت نہیں رکھتے۔ خود حضرت مجدد زماں ارشاد فرماتے ہیں:۔

"جاننا چاہیئے کہ مسیح کے نزول کا عقیدہ کوئی ایسا عقیدہ نہیں ہے جو ہماری ایمانیات کی جز یا ہمارے دین کے رکنوں میں سے کوئی رکن ہو، بلکہ صدہا پیشگوئیوں میں سے ایک پیشگوئی ہے، جس کو حقیقت اسلام سے کچھ بھی تعلق نہیں، جس زمانہ تک یہ پیشگوئی بیان نہیں کی گئی تھی، اس زمانہ تک اسلام کچھ ناقص نہیں تھا، اور جب بیان کی گئی تو اس سے اسلام کچھ کامل نہیں ہو گیا۔"

(ازالہ اوہام۔ بعنوان "ہمارا مذہب" صفحہ ۱۴۰) یہ امور سب عارضی ہیں، اور اگر ایسی احادیث نہ بھی ہوتیں تو بھی تحریک احمدیت کی پوزیشن اس قدر محفوظ ہے کہ اس پر کوئی حرف نہ آتا۔ کیونکہ اسکا مستقل عنصر صرف یہ ہے کہ یہ تحریک غلبۂ اسلام کے لئے قائم ہوئی ہے اور اس کی ابتداء اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تعمیل میں ہوئی ہے کہ

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولٰئک ھم المفلحون (آل عمران ع۱۱)

اور چاہیئے کہ تم میں ایک جماعت ہو جو بھلائی کی طرف بلاتے۔ اور اچھے اچھے کاموں کا حکم دے اور برُے کاموں سے روکے۔ اور وہی لوگ کامیاب ہوں گے

اس مستقل عنصر کے بعد، وفات مسیح کا اعلان نزول مسیح، دجّال اور یاجوج ماجوج کی پیشگوئیوں کی ایک خاص تعبیر، برلن اور ووکنگ کے مشن قرآن مجید اور سیرت نبویہ کی مختلف زبانوں میں نشر و اشاعت، یہ سب امور اس مستقل عنصر کے لئے تائیدی امور اور مظاہر ہیں اور اس مقصد کے حصول کا ذریعہ بن گئے ہیں، وفات مسیح سے عیسائیت کی الوہیت مسیح اور کفارہ کی عمارت دھڑام سے گر جاتی ہے، "نزول مسیح" کے قدیم مفہوم سے جو تقویت عیسائیت کو ہوتی تھی، وہ اس جدید تعبیر سے ختم ہو گئی، دجّال، یاجوج ماجوج کی پیشگوئیوں کے پورا ہونے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور قوت کشفی کا کمال دنیا پر ظاہر ہو گیا۔ مکالمۂ الٰہیہ کے وجود اور مجددین کی بعثت سے اسلام کا زندہ مذہب ہونا ثابت ہوا، تبلیغی مشنوں اور نشر و اشاعت کے فیض کے ذریعہ غیر مسلم دنیا اسلام کی روشنی سے منور ہونی شروع ہو گئی، غرضیکہ تحریک احمدیت کا مستقل عنصر تو اس کا غلبۂ اسلام کا عزم ہے اس کے لئے یہ تحریک مختلف ہتھیاروں سے مسلح ہو کر ظاہر ہوئی ہے اگر بالفرض یہ ہتھیار نہ ہوتے تو کوئی اور ہتھیار تلاش کر لئے جاتے۔ اس مستقل عنصر کو عوام نے بہت کم دیکھا ہے، علامہ اقبال مرحوم نے ضرور دیکھا تھا، تبھی تو فرمایا تھا کہ "یہ تحریک اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ" ہے لیکن مرزا محمود احمد صاحب نے گرد و غبار اڑا کر مسلمانوں کی سیاسی اور مذہبی فضا کو اس قدر مکدر کیا کہ علامہ کی نظر سے اصل حقیقت اوجھل کر دی اور بس گرد ہی گرد سامنے رہ گئی۔

اگر یہ احادیث نہ بھی ہوتیں، دجال اور یاجوج ماجوج کا ذکر بھی نہ ہوتا تو بھی ایسے وقت جبکہ اسلام انواع اقسام کی مصائب میں محصور تھا اگر حضرت مرزا صاحب علیہ السلام، نحن انصار اللہ کا نعرہ بلند کرتے باب دعوت کا افتتاح کرتے، جانی اور مالی قربانی کرتے معقولی دلائل و براہین کے دوش بدوش مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے اسلام کی سچائی ثابت کرتے تو بھی ہر مسلمان کا فرض تھا کہ ان کا ساتھ دیتا "وہ مسیح موعود نہ کہلاتے مجدد کہلا لیتے کیونکہ مسیح موعود کوئی مجدد سے بڑا یا اہم مرتبہ نہیں، حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں:۔

"یاد رکھنا چاہیئے کہ مسیح موعود ہونے کا دعویٰ ملہم من اللہ اور مجدد من اللہ کے دعوے سے کچھ بڑا نہیں (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۴۱)

اور اگر مجدد والی حدیث بھی نہ ہوتی تو آپ قرآن مجید کی اصطلاح میں "خلیفہ" کہلاتے، کیونکہ "مسیح موعود" یا "مجدد" یا "خلیفۂ وقت" کے الفاظ ایک ہی حقیقت کو ادا کرنے کے مختلف طریق ہیں جب اس حقیقت پر تمہیں اعتراض نہیں تو الفاظ پر کیوں معترض ہوتے ہو۔

چونکہ احادیث موجود ہیں بانی تحریک احمدیت کا اگر کچھ قصور ہے تو صرف یہ ہے کہ انہوں نے احادیث نبویہ کو اپنی ذاتی رائے سے رد نہیں کیا، بلکہ ان کے سامنے سر جھکا دیا اور ان کی تشریح فرمائی جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نئے یا پرانے نبی کا آنا ختم نبوت کے منافی ہے، لہٰذا یاجوج ماجوج کے ظہور کے وقت جس مسیح کے مبعوث ہونے کا وعدہ دیا گیا ہے وہ اس امت کا ہی ایک فرد ہے جیسا کہ حدیث نزول کے الفاظ "امامکم منکم" سے ظاہر ہے ـــ اس قسم کا وعدہ دیا جانا کوئی جدید امر نہیں بنی اسرائیل کو الیاس علیہ السلام کے دوبارہ آنے کا وعدہ دیا گیا تھا اور ان کا ظہور حضرت مسیح علیہ السلام کے ظہور سے قبل ہونا ضروری تھا جب مسیح علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ اگر وہ مسیح ہیں تو پھر الیاس کہاں ہیں تو آپ نے حضرت یحیٰی کی طرف اشارہ فرمایا اور کہا کہ یہی الیاس ہیں کیونکہ یہ الیاس کی خو بو پر آئے ہیں۔ الہامی کتب میں کسی شخص کو اس طرح کسی دوسرے بزرگ سے خو بو میں مشابہ ہونے کے باعث اس کا نام دے دیا

ینگمینز ایسوسی ایشن احمدیہ لاہور کا اجلاس

(۱) ۷ر فروری ۳۴ء کو نوجوانان جماعت لاہور کا ایک اجلاس زیر صدارت جناب مخدوم سعد اختر صاحب ایم اے منعقد ہوا۔ مندرجہ ذیل پروگرام پر عمل کیا گیا:۔ تلاوت۔ مولوی امیر علی صاحب نظم جناب غلام ربانی صاحب۔ احمدی بچوں کا گیت عزیزی سعید احمد جماعت چہارم۔ تقریر عربی زبان کی قدامت مولوی محمد حسین صاحب۔ جناب مولوی صاحب نے اپنی تقریر کو بڑی کاوش سے تیار کیا تھا، آیندہ وہ اس سلسلہ میں عربی زبان کی وسعت پر اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں گے۔

(۲) جمعہ ۱۳ر فروری کو حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ احمدیہ ہومیوپیتھک دارالشفا کا افتتاح فرمائینگے

شیخ محمد طفیل۔ ایم۔ اے۔ سیکرٹری

نتیجہ امتحان دینیات

جو ۷ار جنوری ۳۴ء کو ہوا

(ا) مضمون تاریخ درجہ اول میں امید واران مندرجہ ذیل نے ۱۰۰ میں سے جو نمبر حاصل کئے وہ ان کے ناموں کے سامنے درج ہیں:۔

خواجہ محمد عبداللہ صاحب ۔۔ ۴۰ نمبر
سید سکندر شاہ صاحب ۔۔ ۴۰ ″
محمد رمضان صاحب ۔۔ ۴۵ ″
[illegible] الدین صاحب ۔۔ ۴۵ ″
منظور احمد صاحب ۔۔ ۴۵ ″
بشارت احمد صاحب ۔۔ ۵۶ ″

مضمون تاریخ درجہ دوم میں ڈاکٹر عطاء اللہ صاحب نے ۱۰۰ میں ۵۱ نمبر حاصل کئے۔

(ب) مضمون قرآن کریم میں امید واران مندرجہ ذیل نے جو نمبر حاصل کئے وہ ان کے ناموں کے سامنے درج ہیں:۔

درجہ سوم

کے امتحان میں عبدالجلیل صاحب ۱۰۰ میں سے ۴۰ نمبر

درجہ اول

عبدالباقی صاحب، ۱۰۰ میں سے ۴۰ نمبر

عزیز بخش جائنٹ سکرٹری ۲/۲/۳۴

ضرورت ہے

انجمن کے مرکزی دفتر کے لئے ایک کارکن کی ضرورت ہے جو کم از کم میٹرک پاس ہو۔ درخواستیں مع مصدقہ نقول سرٹیفکیٹ وسفارش سکرٹری یا صدر مقامی جماعت یا ممبر جنرل کونسل آنی چاہئیں، تقرر سردست امتحاناً ہوگا۔ تنخواہ ۲۰ روپے ہوگی، قحط الاونس ۵ روپے [illegible] [illegible]

مکرم جناب سید اختر حسین صاحب گیلانی کا خطبہ اینگلو عربک کالج دہلی میں

(ا) مکرم جناب سید اختر حسین صاحب گیلانی نے حسب تجویز حضرت امیر قوم ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی زیر ہدایت ادارہ علمیہ کے قیام کے لئے جلسہ سالانہ پر احمدیہ کانفرنس میں کی تھی تاکہ ان مسائل کی حقیقت واضح کی جائے جو اس وقت دنیا میں اضطراب کا موجب بن رہے ہیں اور جنکو واضح نہ کرنے سے اسلام کا مستقبل خطرے میں ہے۔ اس پر جناب سید صاحب نے بڑی کوشش اور محنت سے عمل شروع کر دیا ہے۔ اس ضمن میں آپ کی پہلی تقریر "ملت اسلامیہ کی وحدت کے بنیادی اصول" ۲۸ر جنوری کو اینگلو عربک کالج دہلی میں پروفیسروں اور طلبا کی مشترکہ ڈبیٹنگ سوسائٹی میں ہوئی یہ تقریر سید صاحب کی جدید علمی تحقیقات پر مبنی تھی اور نہایت دلچسپی سے سنی گئی اختتام تقریر پر پرنسپل عربک کالج نے جو صدر مجلس تھے اس عالمانہ تقریر کی بیحد تعریف کی اور کہا کہ "مولانا سید اختر حسین صاحب گیلانی کی تقریر نے افکار کو منور کر دیا ہے" سید صاحب سے درخواست کی گئی کہ وہ اپنی تقاریر سے ڈبیٹنگ سوسائٹی کو مستفید کرتے رہیں۔ پروفیسر صاحبان نے بھی مجلس برخواست ہونے پر نہایت مسرت امتنان کا اظہار کیا۔

(ب) "عالم بشریت کا واحد اور سب سے اعظم ترین مرکز" مکرم سید اختر حسین صاحب گیلانی نے اینگلو عربک کالج ہال دہلی میں پروفیسرز اور طلبہ کے خصوصی اجتماعات میں متواتر دو دن یعنی ۲، ۳ فروری کو تقاریر کیں۔ موضوع "عالم بشریت کا واحد اور عظیم ترین مرکز" تھا۔ جناب سید صاحب مکرم نے ان خطبات میں "تحویل قبلہ" کا ایک جدید لیکن پر از حقیقت و معرفت فلسفہ پیش کیا، دونو تقاریر نہایت مقبول ہوئیں۔

سید صاحب مکرم ایک عرصہ سے بعض مسائل مہمہ پر سرگرم تحقیق تھے، اور اب وہ پوری بصیرت سے ان کو بیان کرنا چاہتے ہیں۔ آیندہ آپ مندرجہ ذیل مضامین پر خطبات و مقالات پڑھیں گے۔

(۱) پہلی تقریر "ملت اسلامیہ کی وحدت کے بنیادی اصول" جو زیر رپورٹ ۲۸ جنوری کو ہو چکی ہے
(۲) حکومت اسلامی کے ابتدائی مراحل
(۳) ملوکیت، امریت، جمہوریت اور خلافت،
(۴) انتخاب مجلس شوریٰ
(۵) غیر مسلم جماعتوں کے آئینی حقوق نظام اسلام میں یعنی ان کا حق رائے دہندگی، نظام حکومت میں حصہ۔ مجلس شوریٰ کی رکنیت کیا ایسے ہی ہوگی جیسے اب ہے، یا عام جمہوری حکومتوں میں اقلیتوں کی ہوتی ہے یا کچھ اور۔ اور کیوں۔ اسلامی نظام سیاست کی خصوصیت اور افضلیت۔
(۶) قومیت اور بین الاقوامیت۔ وغیرہ۔ (نامہ نگار)

فارم نوٹس زیر دفعہ ۱۲ ایکٹ امداد مقروضین پنجاب ۱۹۳۴ء

قاعدہ ۱۰ منجملہ قواعد مصالحت قرضہ پنجاب ۱۹۳۵ء

بذریعہ تحریر ہذا نوٹس دیا جاتا ہے کہ کرم سنگھ ولد بالو ذات جٹ سکنہ لکھووال تحصیل و ضلع گورداسپور نے زیر دفعہ ۹۔ ایکٹ مذکور ایک درخواست دے دی ہے اور یہ کہ بورڈ۔ نے بمقام گاڑی درخواست کی سماعت کے لئے یوم مورخہ ۹/۳/۴۳ مقرر کیا ہے۔ لہٰذا جائے مذکور پر کرم سنگھ کے جملہ قرضخواہ یا دیگر اشخاص متعلقہ تاریخ مقررہ پر بورڈ کے سامنے اصالتاً پیش ہوں۔ مورخہ ۲۸/۱۲/۴۲

دستخط۔ چیئرمین مصالحتی بورڈ قرضہ شکرگڑھ گورداسپور ضلع گورداسپور

انصاف پسند قادیانی دوستوں کے پتے درکار ہیں

حبیب الرحمٰن صاحب صادق ببئی سے تحریر فرماتے ہیں:۔

"خدا ترس اور انصاف پسند قادیانی دوستوں کے مفصل پتے درکار ہیں میں ایک ایک سال کیلئے بارہ قادیانی دوستوں کے نام اپنی طرف سے اخبار پیغام صلح جاری کرانا چاہتا ہوں احباب سلسلہ اپنے اپنے حلقہ سے انصاف پسند قادیانی بھائی کا پتہ

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ٭ ندائے فتح نمایان نام ما باشد

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

پیغام صلح

ایڈیٹر ایس۔ محمد آصف بی۔ اے

جائنٹ ایڈیٹر ۔ شیخ محمد انعام الحق۔

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست محمود خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آن کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جام اوست
یک قدم دوری ازان روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آیندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ و ائمہ قابل احترام ہیں سب مجددین و اولیا کا ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

جلد ۳۱ | لاہور ۔ یوم پنجشنبہ مطبوعہ ۱۲ صفر ۱۳۶۲ھ م ۱۸ فروری ۱۹۴۳ء | نمبر ۷

احمدی دوستوں کا فرض

جب سے مسلمان زوال پذیر ہوئے ہیں اس وقت سے مسلمانوں کو زندہ کرنے کے لئے اسلامی دنیا میں مختلف تحریکات پیدا ہوئیں لیکن ان میں سے کوئی تحریک بھی زیادہ دیر تک زندہ نہیں رہ سکی کیونکہ وہ زوال کا حقیقی سبب معلوم کرنے سے قاصر رہیں، کسی نے سمجھا کہ مسلمانوں کے زوال کا حقیقی سبب سیاست اور سیاست کا زوال ہے کسی نے کہا عسکریت ثقافت اور علوم و فنون کا زوال ہے لیکن کسی نے نہ سمجھا کہ زوال کا حقیقی سبب ایمان کا فقدان ہے ــــ ان سب تحریکات کا متعاقب تمام طور پر منصۂ شہود پر آنا ظاہر کرتا ہے کہ مسلمانوں کی عمرانی زندگی میں ایک زبردست بے چینی اور اضطراب موجود ہے اور ایک ایسا خلل پیدا ہو چکا ہے جسے فطرت دور کرنا چاہتی ہے اور ساری امت مسلمہ ایک ایسی تحریک کی طرف کھنچنے کے لئے تیار ہے جو اس کے حقیقی امراض کا علاج کر سکے اور اسے پھر ایمان کی انہیں بلندیوں پر پہنچا سکے، جہاں سے کہ یہ امت گری ہے ــــ

وہ زبردست روحانی تحریک جو مسلمانوں کے جملہ عوارض کا علاج کر سکتی ہے وہ تحریک احمدیت ہے، لیکن مسلمانوں کو ابھی اس تحریک کی اسلامی اور روحانی شان کا احساس نہیں ہوا اس لئے وہ اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے، کیونکہ یہ تحریک زبردست سیاسی معاشی روحانی اور عمرانی الجھنوں کے درمیان اٹھی ہے، اس لئے اس کی حقیقی شان کا جلد احساس نہیں ہو سکتا، لیکن احمدی دوست جنہوں نے اس تحریک کی عظمت کا احساس کیا ہے اور اس کی حقیقی روح کو اپنے اندر جذب کیا ہے ان کا یہ فرض ہے کہ وہ اس تحریک کے پیغام کو نہایت جرأت اور بہادری کے ساتھ مسلمانوں تک پہنچائیں اور ان غلط فہمیوں کو دور کریں جو اس تحریک کے متعلق پیدا ہو چکی ہیں اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ اس سال تبلیغی پروگرام کو نہایت منظم طور پر بروئے کار لائیں اور اتحادی قوت سے تحریک احمدیت کی روحانی شوکت کو آشکارا کریں اس کام کی ذمہ داری صرف احمدی احباب پر عائد ہوتی ہے کہ وہ اس خلا کو پر کریں جو مسلمانوں کی روحانی اور تمدنی زندگی میں پیدا ہو چکا ہے امید ہے سب دوست اپنی پوری توجہ اس طرف مبذول فرمائیں گے ٭

اخبار احمدیہ

ــــ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ خیریت سے ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

ولادت باسعادت یہ خبر تمام حلقوں میں نہایت مسرت سے سنی جائیگی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مؤرخہ ۱۳ فروری ۱۹۴۳ء بروز ہفتہ، اخویم مکرم شیخ محمد آصف صاحب ایڈیٹر پیغام صلح کو فرزند نرینہ عطا فرمایا ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مولود مسعود کو عمر دراز عطا کرے اور خادم دین بنائے، شیخ صاحب مکرم اور مولود مسعود کے نانا بزرگوار اخویم مکرم شیخ غلام قادر صاحب کی خدمت میں مبارکباد عرض ہے، احباب کرام سے درخواست ہے کہ مولود مسعود اور اس کی والدہ محترمہ کی صحت و عافیت کے لئے دعا فرمائیں ٭ (دوست محمد)

ــــ ۲۰ فروری ۱۹۴۳ء کو مسلم ہائی سکول لاہور کا جلسہ تقسیم انعامات منعقد ہو رہا ہے اس جلسہ کی صدارت آنریبل نواب شوکت حیات خان صاحب وزیر پنجاب نے قبول فرمائی ہے

ــــ جناب فردوس احمد صاحب شیخ عمری سے تحریر فرماتے ہیں "قادیانی دوستوں نے ہمیں مسجد سے نکال دیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہماری عزت افزائی کے لئے غیرت دکھا کر مسجد کیلئے زمین عنایت فرمائی اور مسجد تقریباً مکمل ہو چکی ہے کچھ تھوڑا سا حصہ زیر تعمیر ہے، مجھے خدا کے فضل سے امید ہے کہ مسجد مارچ تک مکمل ہو جائے گی، نماز جمعہ کا انتظام اپنی مسجد میں کر دیا گیا ہے ٭"

ــــ جناب شیخ عبدالحق صاحب دہلوی آج کل انجمن کے ضروری کام کے سلسلہ میں لاہور تشریف فرما ہیں۔

ــــ جماعت کے بعض احباب بیمار ہیں اور بعض مالی مشکلات میں مبتلا ہیں ان کی صحت اور آسودگی کیلئے خاص طور پر دعا کی جائے

شذرات

(از محمد انعام الحق م۔)

ہندوستان کی آبادی میں اضافہ حالی میں مسٹر ایمری وزیر ہند نے دار العوام میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ ۱۹۴۱ء کی مردم شماری کے مطابق ہندوستان کی آبادی ۳۸ کروڑ ۹۰ لاکھ ہے ۱۹۳۱ء میں آبادی ۳۳ کروڑ ۸۱ لاکھ اور ۱۹۲۱ء میں ۳۰ کروڑ ۲۹ لاکھ ۹۵ ہزار تھی۔ گویا گذشتہ بیس سال کے عرصہ میں قریباً پونے نو کروڑ افراد کا اضافہ ہوا ہے جسے معقول کیا غیر معمولی کہا جا سکتا ہے۔

ملکوں اور قوموں کی اس تیزی کے ساتھ بڑھتی ہوئی آبادیاں ان کے لئے لازمی طور پر بہت سے اہم معاشی، اقتصادی، اخلاقی، تعلیمی اور سیاسی مزید مسائل پیدا کر دیا کرتی ہیں جن کا بروقت و مدبرانہ حل ضروری ہوتا ہے ورنہ یہ تعدادی ترقی نفع کی بجائے نقصان کا موجب بن جاتی ہے۔ ہندو اور ملک کی دوسری اقوام اپنے اپنے حالات و مقاصد کے مطابق اس طرف عملی طور پر متوجہ ہیں، لیکن کیا مسلمانوں کو بھی جن کی تعدادی ترقی کی رفتار غالباً ہندوستان کی تمام اقوام سے نسبتاً بڑھی ہوئی ہے اس کا احساس ہے؟ ــــ افسوس حالات کا جواب نفی میں ہے ٭

غرور رنگ و نسل کا عبرت انگیز نظارہ کراچی کی اطلاع ہے کہ وہاں ۵ فروری ۱۹۴۳ء کو سٹی مجسٹریٹ کی عدالت میں ایک اینگلو انڈین عورت کی حرکت نازیبا نے سنسنی پیدا کر دی۔ یہ عورت کمرہ عدالت میں اپنے کتے کو لئے بیٹھی تھی تو سماعت مقدمات کے وقت بھونکنے لگا۔ مجسٹریٹ نے عورت کو حکم دیا کہ اگر وہ کمرہ عدالت میں بیٹھنا چاہتی ہے تو کتے کو باہر چھوڑ آئے یا مقدمہ کی سماعت تک بیرون کمرہ انتظار کرے، لیکن اس نے مجسٹریٹ کا حکم ماننے سے صاف انکار کر دیا۔ اس حکم عدولی کی وجہ سے اس پر توہین عدالت کے جرم میں مقدمہ چلا کر دو سو روپیہ جرمانہ یا بصورت عدم ادائی جرمانہ ایک ماہ قید محض کی سزا دی گئی ــــ مادام نے جیل جانا پسند کیا، جب اپنے پہلو میں کتے کو بٹھانے والی اس گوری عورت کو ہندوستانی پولیس کی حفاظت میں کمرہ عدالت سے باہر لے جایا جا رہا تھا تو اس نے اپنے سفید چہرے سے غرور ریز ہوتی ہو کر اصرار کیا کہ مجھے ہندوستانی "کالا لوگ" کے ساتھ نہیں بلکہ یورپین افسروں کی حفاظت میں جیل میں لے جایا جائے۔

یہ اپنی نوعیت کا کوئی انوکھا واقعہ نہیں موجودہ نازک ایام میں بھی اسی ہندوستان کے اندر ان لوگوں کی طرف سے اس قسم کی حرکتیں ہوتی ہی رہتی ہیں۔ جو ہمارے خیال میں افسوسناک باعث افتراق ہونے کے علاوہ عبرت انگیز بھی ہیں۔ رنگ و نسل کا غرور یقیناً دنیا کے لئے ایک بہت بڑی لعنت ہے ــــ موجودہ جنگ کے ہولناک خونیں مناظر کی ایک بڑی وجہ یہ لعنت بھی ہے، اب تک امتیاز رنگ و نسل کے شیطانی بت پر بے اندازہ انسانی خون چڑھایا جا چکا ہے۔ اولاد آدم کی بھلائی اسی میں ہے کہ اس بت کو ــــ خواہ یورپین اقوام کے غرور رنگ کی شکل میں نمودار ہو یا برہمن و اچھوت کے پندار برتری کے روپ میں ضرب مساوات سے پاش پاش کر دیا جائے اسلام کے سوا اور کون اس (باقی بر صفحہ ۸)

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

محدثیت کا دعویٰ "نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے، جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے اور اس میں کیا شک ہے کہ محدثیت بھی ایک شعبہ قویہ نبوت کا اپنے اندر رکھتی ہے جس حالت میں رؤیا صالحہ نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے تو محدثیت جو قرآن شریف میں نبوت کے ساتھ ساتھ رسالت کے ہم پہلو بیان کی گئی ہے جس کے لئے صحیح بخاری میں حدیث بھی موجود ہے اسکو اگر ایک مجازی نبوت قرار دیا جائے یا ایک شعبہ قویہ نبوت کا ٹھہرایا جائے، تو کیا اس سے نبوت کا دعوےٰ لازم آگیا ٭"

(ازالہ اوہام ۴۲۱، ۴۲۲)

تعلیمی پرنٹنگ پریس لاہور میں باہتمام شیر محمد اختر مدیر جاری کردہ دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا

خُدا کی ربوبیّت کا کرشمہ

موجودہ جنگ عذاب بھی ہے اور رحمت بھی ہے

دعا کرو کہ موجودہ جنگ لوگوں کو خدا کے حضور جھکانے کا موجب بن جائے

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ مورخہ ۱۲ فروری ۱۹۴۳ء

خوشخبری } سورہ فاتحہ پڑھ کر فرمایا۔ سورہ فاتحہ قرآن کریم کی سب سے پہلی سورۃ اور قرآن کریم کا خلاصہ ہے اس کی ابتدا اس جملہ سے ہوتی ہے الحمد للہ رب العالمین اور اگر غور کیا جائے تو فی الحقیقت ایک رنگ میں قرآن کریم کا خلاصہ اس ایک جملہ کے اندر آجاتا ہے، بڑی عظیم الشان وہ صداقت ہے جو ان چار لفظوں میں ظاہر کی گئی ہے اور اس کے اندر بڑی بھاری خوشخبری ہے، سب تعریف اللہ کیلئے ہے جو تدریجاً کمال کو پہنچانیوالا ہے تمام مخلوق کو تمام انسانوں کو تمام قوموں کو، صداقت اس کے اندر کیا ہے؟ یہ کہ خدا کی یہ مخلوق جو ہم کو نظر آتی ہے یہ تدریجاً ترقی کی طرف چل رہی ہے، خوشخبری یہ ہے کہ انسان بھی بالآخر ترقی کرتا ہوا اپنے کمال کو پہنچے گا اور خدا کے سامنے اپنا سر جھکائے گا۔

جنت کیا ہے؟ } یہ تو میں نے کہا کہ یہ قرآن کریم کی سورۃ فاتحہ کے ابتدائی الفاظ ہیں، مگر انہی الفاظ کو ان لوگوں کے مونہوں سے نکلوایا ہے جو اللہ تعالیٰ کی کمال ربوبیت کو دیکھ چکے ہونگے، یعنی وہ لوگ جو جنت میں ہونگے، وہ جنت کیا ہے؟ خدا کی ربوبیت کے آخری مدارج جس کے اندر پھر ایک نئے رنگ میں ربوبیت چلتی ہے جس کی کوئی انتہا نہیں، تو فرمایا جو جنت میں ہونگے ان کی آخری پکار بھی یہی ہوگی و آخر دعوٰہم ان الحمد للہ رب العالمین سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے اپنی مخلوق کو ایک مرتبہ سے دوسرے مرتبہ کی طرف ترقی دیتے ہوئے کمال تک پہنچایا، پھر حمد کے لفظ کو یہاں لاکر یہ بھی بتا دیا کہ اس دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ خدا کی حکمتوں، مصلحتوں اور ارادوں کے ماتحت ہو رہا ہے اتفاقی طور پر نہیں ہو رہا اسلئے وہ تعریف کا مستحق ہے، گویا جو کچھ اس دنیا میں ہوتا ہے وہ اس کی ربوبیت کی ایک منزل اور مرحلہ ہوتا ہے۔

موجودہ عذاب عظیم } اس وقت ہمارے سامنے دنیا پر ایک عذاب عظیم مسلط ہے، ایسا عذاب جو دنیا کو دوزخ کا نظارہ دکھا رہا ہے مگر فی الحقیقت یہ بھی انسانوں کی ربوبیت کا ایک مرحلہ یا منزل ہے، بڑا ہی قرآن کا احسان ہے کہ ان تمام روحانی امور پر جو پہلی کتابوں میں کھلے نہیں ابہام رہا ہے ان کو کھول کر بتا دیا یہاں تک کہ وہ دوزخ جس کے عذاب کے مختلف نقشے کھینچے ہوئے ہیں وہ بھی ربوبیت کا ہی ایک مرحلہ ہے کیونکہ وہ بھی ان غلاظتوں سے پاک کرنے کے لئے ہے، جو انسان اپنے ساتھ لیکر جاتا ہے اور اسی کا ایک نقشہ اس دنیا میں دکھا دیا اور بتا دیا کہ یہ جو کشت و خون ہو رہا ہے اور انسانوں کی تباہی و ہلاکت کے مناظر دیکھنے میں آرہے ہیں، یہ بھی انسانوں کی ربوبیت کا ایک حصہ ہے، بعض وقت ایسے موقعے آجاتے ہیں کہ اس کی ربوبیت کو ایسے رنگ میں کام کرنا پڑتا ہے جو ظاہر دکھ اور تکلیف کا موجب ہوتا ہے یہ جنگ بھی اس کی اس ربوبیت کا کرشمہ ہے، جب لوگ خدا کو بھول جاتے ہیں خدا کو بھولنا اپنے قلبی اطمینان کو بھولنا ہے اس وقت خدا ان پر ایسا عذاب مسلط کرتا ہے جو انہیں پھر اس کے آگے جھکا دے۔

عذاب اور خدا کا قانون } تو یہ جنگ خدا کا قانون بھی ہے مگر ایک رحمت بھی ہے کہ اسکے ذریعے دنیا کے لئے ربوبیت کا سامان کیا گیا، خدا کا یہ قانون اٹل ہے کہ جس قدر اس کے عذاب آئے ہیں ان کے نیچے رحمت الٰہی کا سامان ہوتا ہے، دوسری جگہ فرمایا وما ارسلنا فی قریۃ من نبی الا اخذنا اھلھا بالباساء والضراء لعلھم یضرعون۔ دکھ اور تکلیفیں اور عذاب اسلئے آتے ہیں کہ وہ عاجزی اختیار کریں خدا کے آگے جھکیں۔

جنگ رحمت کا سامان ہے } تو فی الحقیقت یہ جو جنگ نظر آرہی ہے یہ رحمت کا سامان بھی ہے، اسی رحمت کے سامان کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک مجدد کو اس زمانہ میں بھیجا جسکو اس وجہ سے کہ ایک نئی زندگی کی روح پھونک دے گا مسیح بھی کہا یا اس وجہ سے کہ وہ قومیں جو اسلام سے دور پڑی ہوئی تھیں، دور ہی نہیں بلکہ اسلام کو ملیامیٹ کرنے کے درپے تھیں ان کو خدا کی طرف جھکانے اور اسلام کی روشنی پہنچانے کا سامان کرے

چوں مرا نورے پئے قوم مسیحی دادہ اند
مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند

مسیح کی آمد اور روحانی جنگ } مسیحی قوم جس کے لئے یہ مقدر تھا کہ اسلام کے مٹانے کے لئے پورا زور لگائے اس کی زندگی کا سامان اس دوسرے مسیح کے ذریعہ سے بھیجا تو اللہ تعالےٰ نے اس زمانہ میں اپنی رحمت کا سامان یوں اکٹھا کر دیا ایک طرف اس جنگ کو عذاب کے رنگ میں بھیجا دوسری طرف اس مسیح کو بھیجا کہ تم ان کو توجہ دلاؤ کہ خدا کی طرف جھکیں، جس طرح یہ ظاہری جنگ ہو رہی ہے اللہ تعالےٰ نے ایک روحانی جنگ کا بھی ارادہ ظاہر کیا اور اپنے ایک مقرب بندے کو اس کام کے لئے اٹھایا اور اس روحانی جنگ کے لئے جس جماعت کی ضرورت ہے اسکو بنایا اور اس کے پیچھے اسکو قائم رکھا تاکہ اس کے کام کو چلائے۔

ہمیشہ رہنے والی چیز } یہ بھی یاد رکھو کہ قوموں کی جنگ سے ایک وقتی یا عارضی فیصلہ ہوتا ہے، ایک قوم ایک وقت تک دوسری پر غالب آگئی کتنے وقت کے لئے یہ معلوم نہیں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے یہ دولت یہ حکومت ہمیشہ کسی کے پاس نہیں رہتی تلک الایام نداولھا بین الناس اپنی نظر کو وسیع کرو، نسل انسانی کی تاریخ پر ایک نظر ڈالو، ان صدیوں کو جو نسل انسانی پر گذر رہی ہیں دنوں کی طرح تصور کرو اور پھر دیکھو کہ ایک قوم ایک دن غالب ہے تو دوسرے دن مغلوب ہے، ایک دن اعلیٰ سے اعلیٰ مقام پر پہنچی ہوئی ہے تو دوسرے دن اتھاہ گڑھے میں گری ہوئی ہے، تو یہ حکومتیں یہ دولت اور مال کے جھگڑے اسی طرح چلیں گے لیکن ہمیشہ رہنے والی چیز حق ہے وہ کبھی نہیں بدلتا ہاں آج ہم اس جنگ و جدل میں کیا دیکھتے ہیں، اگر ذرا گہری نظر سے دیکھا جائے تو آج اللہ تعالیٰ کی ہستی کھلی کھلی نظر آرہی ہے جس طرح میدان محشر میں لوگوں کے اعمال کا فیصلہ ہوگا آج بھی خدا تعالےٰ لوگوں کے اعمال کی پاداش میں سزا وار کر رہا ہے

خدا کی ہستی ظاہر ہو گئی } تو میں نے کہا اللہ تعالیٰ نے اس وقت اپنی ہستی کو ایسا ظاہر کر دیا ہے کہ سب اسے دیکھ سکتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کیوں ان کے ایمان پختہ ہو گئے تھے اسلئے کہ انہوں نے خدا کے کلام کو پورا ہوتے دیکھکر خدا کی ہستی کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا، اسی طرح آج آپ نے بھی خدا کی ہستی کو دیکھ لیا اسلئے آپ کا ایمان خدا کی ہستی پر مشاہدہ کا ایمان ہونا چاہیئے۔

چھوٹی چھوٹی اغراض اور قربانیاں } دوسرے یہ جنگ یہ سبق دیتا ہے کہ چھوٹی چھوٹی اغراض کے لئے بھی لوگوں کو کس قدر قربانیاں کرنی پڑتی ہیں، مال، جان سب کچھ جھونکے جاتے ہیں، یہ تو ایک عارضی چیز کے لئے اس قدر قربانیاں ہو رہی ہیں مگر جس چیز کے لئے آپ کھڑے ہیں حق کی تائید جس کے اندر تغیر و تبدل نہیں ہوتا، وہ اٹل ہے، اس چیز کے لئے اس کے حاصل کرنے کے لئے بھی قربانیوں کی ضرورت ہے وہ جنگ کشت و خون کیلئے نہیں وہ محبت و اتحاد کو قائم کرنے کے لئے ہے تم جتنے بھی ہو جس قدر زیادہ اپنے آپ کو قوت اور شدت کے ساتھ اس کام میں لگا دو گے اتنا ہی کامیاب ہوگے، جس قدر سست ہو گے اسی قدر نتائج کے دیکھنے میں دیر لگے گی۔

توجہ کی ضرورت } اس وقت ایک چیز کیطرف توجہ دلاتا ہوں، ضرورت ہے کہ ہمارے دلوں کے اندر درد ہو کہ اللہ تعالےٰ اس عذاب کو دور کرے اور اس جنگ کو ربوبیت کا سامان کر دے یہ قربانیاں جو آج ہو رہی ہیں بیسود نہ جائیں محمد رسول اللہ کے دل کا وہ درد ہی تھا جیسا کہ حضرت مجدد نے فرمایا ہے

من نمے دانم چہ دردے بود اندوہ و غمے
کاندراں غارے دراورد ش حزین و دلفگار

ہر ایک کے دل میں درد ہو } چاہیئے کہ تم میں سے ہر ایک دل کے اندر وہی درد پیدا ہو کہ یہ جو انسانوں کی قربانیاں ہو رہی ہیں یہ ضائع نہ جائیں اور لوگوں کو خدا کی طرف جھکانے کا موجب ہوں۔

خدا کے آگے جھکو } یہ عذاب کی آگ جو اس وقت دنیا کو خاک کر رہی ہے خدا کی رحمت کا دریا بن جائے، مگر یہ درد پیدا نہیں ہوتا جب تک تم خود خدا کے آگے نہ جھکو بالخصوص پچھلی رات اس تنہائی کے وقت میں جب خدا اور بندہ کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہوتی اس سے دعا کرو کہ وہ دنیا کے سروں کو اسلام کے آگے جھکا دے۔

خدا یقیناً سنیگا } حدیث میں آتا ہے کہ خدا تعالیٰ پچھلی رات میں سماء اول پر نازل ہوتا ہے اور یوں اس کی آواز آتی ہے ھل من السائل ہے کوئی سوال کرنیوالا؟ اگر تم اس وقت اس کے آگے التجا کرو گے تو وہ یقیناً سنے گا خوب یاد رکھو یہ حقائق ہیں جو خود بلاتا ہے سائل کو کیا وہ دینے کے لئے تیار نہ ہوگا؟ محمد رسول اللہ صلعم اور ان کے ساتھی سائل بنے اور انہوں نے سب کچھ پا لیا آج تم نے بھی مجدد وقت کی بدولت خدا کی ہستی کو دیکھ لیا ہے اب اس کے در پر سائل بن کر گر جاؤ، اٹھو اور دیکھو کہ کیا اس کی آواز گونج رہی ہے یا نہیں؟ کہ کوئی مجھ سے سوال کرے، پھر اس وقت دعا کرو کہ اے خدا جس نے اپنے رسول کو پہلوں کے لئے رہنما بنایا آج اسی مخلوق کیلئے بھی جو ہمارے سامنے ہے اسکو رہنما بنا ✽

جلسۂ خواتین

احمدیہ ینگ وومن ایسوسی ایشن کا ماہوار جلسہ ۱۲ فروری کو بعد نماز جمعہ احمدیہ مسجد کی گیلری میں منعقد ہوا، بیبی سیدہ بیگم صاحبہ نے تلاوت قرآن مجید نہایت خوش الحانی سے کی رذکیہ بنت مولوی دوست محمد صاحب نے نعت پڑھی۔

بیگم صاحبہ حضرت مولانا محمد علی صاحب نے تاریخ اسلام میں عورتوں کے حالات پر قیمتی خیالات کا اظہار فرمایا محترمہ موصوفہ نے بتایا کہ کس طرح پر ازواج مطہرات اور دیگر مسلم خواتین نے اپنے تن من دھن سے اسلامی خدمات سرانجام دیں اور فرمایا کہ ہمیں بھی صحابیات کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنے مذہبی کاموں میں خاص دلچسپی لینی چاہیئے اور مذہبی کتب کا مطالعہ کرتے رہنا چاہیئے تا ہم میں بھی خدمت دین کا جذبہ پیدا ہو جو قرون اولیٰ کی مسلم خواتین میں تھا۔

دوسری تقریر بیگم صاحبہ ملک کرم الٰہی صاحب نے کی۔ لائق مقررہ نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں مختلف قسم کی مخلوق پیدا کی ہے لیکن انسان کو اللہ تعالیٰ نے افضل المخلوقات کا خطاب دیا ہے اور یہ فضیلت جو انسان کو دی گئی ہے یہ اس کی روحانی زندگی اور خدا سے تعلق لگانے کے سبب ہی ہے مقررہ نے بتایا کہ جسم اور روح کا تعلق گھوڑے اور سوار کا سا ہے لیکن بسا اوقات انسان بڑا ہی کوتاہ اندیش ہو جاتا ہے کہ جسم کی پرورش اور نشو و نما کے سب سامان کرتا ہے لیکن روح کو بھول جاتا ہے، مقررہ نے کہا کہ روح کی پرورش کا سامان اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کے ذریعہ کیا اور اس کی تعلیم سے قرآن مجید بھرا پڑا ہے، ہم مسلمانوں کو روحانی غذا کے لئے ہمیشہ قرآن کریم کا مطالعہ کرنا چاہیئے اور اس پر عمل پیرا ہونا چاہیئے

سیکرٹری ینگ وومن ایسوسی ایشن

تحریک احمدیت اور فلسفۂ اقبال

از جناب سید اختر حسین شاہ صاحب گیلانی بی اے مولوی فاضل

قسط نمبر ۵

اور اسی کے مطابق اس امت کے ایک مجدد کو ابن مریم کہدیا گیا کیونکہ اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تو بو پر آنا تھا۔ عہد نامہ عتیق کی اس مثال سے بھی ظاہر ہو جاتا تھا کہ آنے والا مسیح۔ مسیح ناصری علیہ السلام سے مختلف ہے، لیکن حضرت مرزا صاحب نے اس امر کو احادیث سے بھی واضح کیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جو حلیہ مذکور ہے اس میں انہیں سرخ رنگ، گھنگریالے بال اور چوڑے سینے والا بتایا گیا ہے (بخاری کتاب الانبیا) اور جہاں اس مسیح کا ذکر آتا ہے جس نے دجال اور یاجوج و ماجوج کے وقت ظہور کرنا ہے وہاں اسے گندم گوں اور سیدھے بالوں والا بتایا گیا ہے (بخاری کتاب الانبیاء) یہ دو مختلف حلیے دو مختلف اشخاص کا ذکر ہے جو دو مختلف نسلوں سے تعلق رکھتے ہیں آنیوالے شخص کو اس لئے مسیح کا نام دیا گیا ہے کہ اس کے حالات مسیح علیہ السلام سے ہی مشابہ ہیں جسطرح حضرت مسیح، حضرت موسےٰ کے تیرہ سو سال بعد آئے اسی طرح اس امت کا مسیح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تیرہ سو سال بعد آیا اور ایسے زمانہ میں ظاہر ہوا جو حضرت مسیح علیہ السلام کے زمانہ سے مشابہ ہے، وہاں یہود پر رومن قوم مسلط تھی، یہاں مسلمانوں پر فرنگی اقوام مسلط ہیں جس طرح یہود میں باہم تفنت و افتراق تھا اور تکفیر و تفسیق کا بازار گرم تھا، اسی طرح مسلمانوں کا حال ہے، جیسے یہود کا خیال تھا کہ مسیح کے ظہور سے انہیں غلبہ حاصل ہوگا، ایسے ہی مسلمانوں کا خیال تھا، جس طرح یہود نے مسیح علیہ السلام کا ظہور اپنی دیرینہ امیدوں کے مطابق نہ پاکر اس کی تکفیر کی، اور در پئے قتل ہوئے اسی طرح مسلمانوں نے اس مسیح کے ظہور کو اپنی امیدوں کے خلاف پایا اور اس کی تکفیر کی، اور واجب القتل ٹھہرایا، حضرت مسیح علیہ السلام مدعی نبوت تھے مخالفین نے انہیں مدعی الوہیت جان کر فتاوے لکھے، اس امت کا مسیح مجدد ہونے کا مدعی تھا، مخالفین نے اسے مدعی نبوت جان کر فتاوے صادر کئے حضرت مسیح کے بعد اس کے پیروؤں کا کثیر حصہ اس کے مرتبہ میں غلو کر گیا اور آپ کو مقام نبوت سے اٹھا کر مقام الوہیت پر لے گیا۔ اس امت کے مسیح کی متبعین کا کثیر حصہ اسے مجددیت کے مقام سے بلند کر کے مقام نبوت تک لے گیا ـــــــ غور فرمایئے کہ اس سے بڑھکر حضرت مسیح علیہ السلام سے کون شخص مماثل ہو سکتا ہے، اگر علم بیان کا یہ قاعدہ درست ہے کہ:-

اطلاق اسم الشئی علیٰ ما یشابہ فی اکثر خواصہ وصفاتہ جائز حسن (تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۶۸۹)

ایک چیز کا نام کسی ایسی دوسری چیز پر اطلاق کرنا جو اس کے اکثر خواص و صفات میں مشابہت رکھتی ہو نہایت عمدہ چیز ہے اور اسی کا نام استعارہ ہے اور اسی کے مطابق ہم اپنے بہترین پہلوان کو "رستم" اور بہترین جرنیل کو "خالد" کا نام دیتے ہیں، تو سوچئے کہ اس مجدد کو اگر کسی نام سے پکارا جاتا۔ تو سوائے "مسیح" کے اور کونسا نام اس کے لئے موزوں ہو سکتا تھا۔ سو اگرچہ یہ احادیث نہ ہوتیں تب بھی سلسلہ احمدیہ کو ضعف نہ پہنچتا لیکن چونکہ ایسی احادیث موجود ہیں۔ اور ان کی صداقت واقعات سے ثابت ہو چکی ہے، دجال و یاجوج ماجوج کا بھی خروج ہو چکا اور مسیح موعود بھی اپنے تمام وعدوں سے ظاہر ہو چکا تو اسے قبول کر کے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو پورا ہوتے دیکھکر ایمان تازہ نہ کرنا بلکہ ان احادیث کو کترنے کے در پے رہنا اپنے نفس پر ہی ظلم نہیں بلکہ اس مقدس ذات کے ساتھ بے انصافی ہے جس کی دور بین نگاہ نے تیرہ سو سال بعد آنے والے واقعات کو من و عن دیکھ لیا۔

مسیح موعود کا نام کیوں اختیار کیا گیا؟

اب جبکہ اسی صفت مجدد کا ظہور ہو چکا ہے، اگر ہم چاہیں تو اسے حدیث نبوی کے مطابق بطور استعارہ ابن مریم کے نام سے پکار سکتے ہیں، اور اگر جماعت احمدیہ بانی تحریک احمدیت کو "ابن مریم" کے نام سے ہی یاد کرتی تو علامہ اقبال ونسنک کی "معجم" میں بجائے مسیح موعود کے "ابن مریم" کا لفظ تلاش کرتے اور اللہ تعالےٰ کے فضل سے انہیں فوراً وہ احادیث مل جاتیں جن میں "نزول ابن مریم" کا ذکر ہے اور کم از کم انہیں یہ کہنے کی جرات نہ ہوتی کہ ابن مریم کا لفظ مسلمانوں کے دینی شعور کا نتیجہ نہیں اور ان کے مغالطات کی فہرست میں سے ایک بڑا مغالطہ کم ہو جاتا۔ لیکن جماعت احمدیہ میں "ابن مریم" کی بجائے "مسیح موعود" کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مسیح محمدی اور مسیح ناصری علیہ السلام کی شخصیتوں میں ایک واضح فرق قائم ہو جائے اور اس حد تک فرق قائم ہو جائے کہ ایک عامی کو بھی یہ غلطی نہ لگے یہ جماعت یہ عقیدہ رکھتی ہے کہ وہی ابن مریم بجسدہ العنصری دوبارہ آسمان سے اترا ہے، یا اسی ابن مریم کا روح دوبارہ نئے قالب میں جلوہ گر ہوئی ہے، درحقیقت یہ ایک نہایت قابل توصیف احتیاط ہے اور بانی تحریک احمدیت کے صحیح اسلامی شعور کا نتیجہ ہے، کہ آپ نے اس امت کے مسیح کے لئے "مسیح موعود" کی اصطلاح استعمال فرمائی، تا کہ محض اس اصطلاح سے ہی معلوم ہو جائے کہ یہ مسیح اپنے روح اور جسم میں مسیح ناصری سے مختلف ہے صرف خو بو میں اس سے مشابہ ہے۔

سامی آریائی تصوف اور نزول ابن مریم

علامہ سر محمد اقبال نے صرف اسی بناء پر کہ تحریک احمدیت اس امت کے مسیح کو "مسیح موعود" کے نام سے پکارتی ہے کبھی سامی اور آریائی تصوف کی عجیب مخلوط شکل[1] اور کبھی آریائی اور مجوسی طرز فکر کا نتیجہ قرار دیا اور یہ غور نہیں فرمایا کہ آریائی اور مجوسی الٰہیات میں "تناسخ ارواح" کا تصور پایا جاتا ہے، جس کا مقصد یہ ہے کہ روح اپنے اعمال کی جزا و سزا میں مختلف قالبوں میں ظاہر ہوتی ہے، یا کسی بزرگ مثلاً جناب کرشن کی روح ہر فساد عظیم کے وقت انسانی قالب میں آکر دنیا کی رہنمائی کرتی ہے جیسے فیضی نے ان کے کلام کا ترجمہ کیا ہے:-

> چوں بنیاد دیں سست گردد بسے
> نمائم خود را بشکل کسے

یہ گویا روح کے تسلسل کا عقیدہ ہے اور یہودی تصور یہ تھا کہ شخص موعود وہ جو گذشتہ زمانہ میں گذر چکا ہے دوبارہ بجسدہ ظاہر ہو، جیسا کہ ایلیا کے بجسدہ مسیح علیہ السلام سے قبل آنے کا انتظار تھا۔ افسوس کہ علامہ نے دیدہ و دانستہ ایک غلط الزام دیا کہ تحریک احمدیت سامی آریائی اور مجوسی تصوف کی مخلوط شکل ہے۔ حالانکہ تحریک احمدیت نہ تناسخ ارواح کی قائل ہے اور نہ کسی وفات یافتہ شخص کے بجسدہ العنصری دوبارہ دنیا میں آنے کی، بانی تحریک احمدیت کے ذریعہ جہاں حیات مسیح علیہ السلام اور ان کے دوبارہ دنیا میں آنے کی تردید ہوئی وہاں اس امر کی بھی تردید ہوئی، کہ آیہ انھم لا یرجعون (یٰسین ع) کے مطابق وفات یافتہ انسان دوبارہ دنیا میں رجوع نہیں کرتے، افسوس کہ تناسخ ارواح کا قائل اس جماعت کو قرار دیا جاتا ہے جس نے "آریائی و مجوسی الٰہیات" کے اس مسئلہ کے پرخچے اڑا کر رکھ دیئے اور اس کے خلاف قرآن مجید سے دلائل و براہین قائم کئے کہ جو علامہ کے وہم و گمان میں بھی نہ ہوں گے اور "تسلسل احیاء" کا قائل اس تحریک کو کہا جاتا ہے جس نے مسیح علیہ السلام کی وفات بلکہ ان کی قبر تک کا نشان بتا دیا، اور کسی انسان کے دوبارہ دنیا میں آنے کو قرآن مجید کی تعلیمات اور اللہ تعالےٰ کی مصلحت کے خلاف قرار دیا ـــــ اگر فی الواقعہ کسی کا بجسدہ العنصری دوبارہ آنا "سامی و اسرائیلی" عقیدہ ہے، تو کاش کہ علامہ اقبال غور فرماتے کہ اس عقیدہ کا استیصال تو بانی تحریک احمدیت ہی نے کیا تھا ـــــ کاش کہ علامہ میں اس قدر جرأت و ہمت ہوتی کہ وہ بجائے بانی تحریک احمدیت پر زبان طعن کھولنے کے ان لوگوں کو اس عقیدہ کے خلاف کچھ سمجھاتے جنہیں وہ "راسخ العقیدہ مسلمان" قرار دے کر ان کی نمائندگی کا دعوےٰ فرماتے ہیں آہ! کس قدر عبرت انگیز منظر ہے، کہ ملت کا جلیل القدر مفکر، اور محبوب راہنما یہ علم رکھتے ہوئے کہ "سامی آریائی الٰہیات" کا تحریک احمدیت سے کچھ تعلق نہیں، بلکہ اسکا تعلق تو اس کے اپنے رہنماؤں سے ہے، قلم کو اظہار حقیقت کے لئے جنبش دینے سے کترا جاتا ہے، زبان سے کلمۂ حق ادا کرنے سے لرزتا ہے، محض اسلئے کہ اگر یہ حقیقت ظاہر ہوگئی تو اگلے ہی دن قادیان اور احمدیہ بلڈنگس کی طرح "جاوید منزل" پر سوقیانہ مظاہرے شروع ہو جائیں گے۔ جس کی تاب مقابلہ اس میں نہیں لہذا اپنا اور اپنے راسخ العقیدہ مسلمانوں کا قصور بانی تحریک احمدیت کے سر تھوپ کر سب و شتم شروع کر دیتا ہے:-

> ومن یکسب خطیئۃ او اثما ثم یرم بہ بریا فقد احتمل بھتانا و اثما
> (النساء ع ۱۶)

ترجمہ۔ اور جو شخص خود قصور یا گناہ کرے پھر ایک بے گناہ پر اس کی تہمت لگائے تو وہ اپنے اوپر بہتان اور کھلے گناہ کا بوجھ لیتا ہے۔

اظہار حقیقت میں اس فقدان ہمت کے مقابل حضرت بانی تحریک احمدیت کے عزم و استقلال کو بھی ملاحظہ فرمایئے۔ فرنگی قوم کو جو حاکم وقت ہے یاجوج و ماجوج کا خطاب دیا، ان کی الٰہیات اور تہذیب و تمدن کو دجل کا نام دیا، ان کے فتنہ کو دجالی فتنہ قرار دیا، ان کے خدا کو زمین پر مدفون ثابت کر دیا، عوام کے شور و غوغا سے بے نیاز ہو کر نزول مسیح کی ایک خاص تعبیر کی اور "تجدید دین" کے اہم کام کو شروع کر کے کمال تک پہنچا دیا، آپ کا ارشاد کتنا سچ تھا کہ:-

> کجا غوغائے شان بر خاطر من وحشتے آرد
> کہ صادق بر دلے نہ بود و گر ہستہ قیامت ہا

علامہ اقبال کی مصلحانہ حیثیت تو صرف اس قدر ہے کہ جب تاڑنے والوں نے اندازہ لگا لیا کہ علامہ کے ان بیانات میں درحقیقت تحریک احمدیت کی مخالفت کا تو نام ہے ورنہ عامۃ المسلمین کے مسلمہ معتقدات پر ضرب لگ رہی ہے، تو علامہ کے پاس متعدد وفود پہنچے، بالآخر علامہ نے یادل ناخواستہ مولوی محمد حنیف صاحب ندوی خطیب مسجد مبارک لاہور کو لکھ کر دے دیا کہ میرے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر زندہ موجود ہونا عقلاً محال نہیں علامہ کے اس بیان کو اشتہار کی صورت میں شائع کیا گیا، اور لاہور کے اخبارات نے بھی اسے درج کیا، یہی شاعر اور لاہور کی فطرت کا بین فرق ہے

> آئین جوانمرداں حق گوئی و بے باکی
> اللہ کے بندوں کو آتی نہیں روباہی

ظل و بروز کی اصطلاحات

علامہ سر محمد اقبال کو "ظل و بروز" کی اصطلاحات پر بھی اعتراض ہے، اور آپ کا ارشاد ہے کہ:-

اسلامی فارس میں اسلام سے پہلے کے مجوسی تصورات کے اثرات سے ملحدانہ تحریکات نے "بروز" "حلول" اور "ظل" کے الفاظ ایجاد کئے تا کہ شخصی تناسخ کا مفہوم ادا ہو سکے ضروری تھا کہ مجوسی تصور کے لئے جدید اصطلاحات وضع کی جائیں تا کہ اسے مسلمانوں کے قلوب کے لئے کم اضطراب کا موجب بنایا جائے، حلول کی اصطلاح تحریک احمدیت میں کبھی استعمال نہیں ہوئی، اور اگر علامہ اقبال کی تحقیق یہی ہے کہ ظل و بروز کی اصطلاحات کو تناسخ کا مفہوم ادا کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے تو وہ بانی تحریک احمدیت کی کوئی ایک ہی تحریر پیش فرماتے جس سے انہوں نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ تحریک احمدیت میں یہ اصطلاحات بھی استعمال ہوتی ہیں جن معنی میں فارس کی ملحدانہ تحریکات میں استعمال ہوتی ہیں۔ لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا اس سے بڑھکر یہ کہ وہ اس حقیقت کو بھی نظر انداز فرما گئے کہ یہ اصطلاحات صلحائے امت نے ایک خاص مفہوم میں استعمال کی ہیں ان کا وجود امام محی الدین ابن عربی سے لیکر سید اسمٰعیل شہید تک تمام بزرگوں کی تصانیف میں پایا جاتا ہے، حضرت مرزا صاحب کے ساتھ ان سب بزرگوں کو ملحدانہ تحریکات میں گرفتار قرار دینا بڑی ناانصافی ہوگی

(باقی آئندہ)

[1] ملہ اعلان ... صفحہ [illegible]

بقیہ شذرات

عظیم الشان اور کٹھن کام کو انجام دے سکتا ہے؟ لیکن افسوس فرزندان اسلام کا جذبۂ تبلیغ و صلح خود ملتوں سے خوابیدہ و افسردہ ہے؟؟؟

محمودیوں کا شور بے جا

محمودیوں کو "ظالم مظلوم نما" بننے میں کمال حاصل ہے۔ پہل اور زیادتی خود کریں گے اور رو رو کر شکایت "پیغامیوں" کی کرتے جائیں گے۔ اب کچھ عرصہ سے انہوں نے پھر خاص طور پر یہ رٹ لگانی شروع کی ہے کہ پیغامی ہمیں گالیاں دیتے ہیں۔ غلط بیانی، خلط مبحث، تحریف اور تصویر کا صرف ایک رُخ پیش کرنا "ظالم مظلوم نما" قسم کے لوگوں کا شیوۂ قدیم ہے۔ چنانچہ محمودیوں نے بھی یہی نامحمود طرز عمل اختیار کر رکھا ہے ہماری تحریروں کا کہیں ادھر ادھر سے ایک آدھ فقرہ لیکر "الفضل" و "فرقان" میں دُوہائی دے دیتے ہیں کہ دیکھو ہمیں یہ گالی دی ہے۔ فرقان کے ایک تازہ پرچہ میں بھی چوکھٹے کے اندر اسی حرکت کا ارتکاب کیا گیا ہے، اندھی عقیدت رکھنے والے مریدوں اور ناواقف پڑھنے والوں کو سیاق و سباق کا علم نہ یہ پتہ کہ وہ تحریر جس کا نامکمل (بعض اوقات تحریف شدہ) اقتباس پیش کیا جاتا ہے کب اور کس چیز کے جواب میں لکھی گئی ــــ دراصل یہ اسلام اور احمدیت کے باطل پرست مخالفین کا طرز عمل ہے جس کی پیروی بدنصیبی سے محمودیوں نے شروع کر دی ہے؟؟؟

فیصلہ کی ایک آسان ترکیب

ہم محمودی حضرات اور ان کے خلیفہ صاحب کی طرح فرشتہ صفت ہونیکے تو مدعی نہیں، ممکن ہے ان لوگوں کی مسلسل سخت کلامیوں۔ دشنام طرازیوں اور دلآزار تحریروں اور تقریروں کے جواب میں مجبوراً ہمارے بعض افراد نے کبھی کبھی چند ایسی باتیں کی یا لکھی ہوں جن کا نہ کہنا اور نہ لکھنا صبر و تحمل کے لحاظ سے زیادہ اچھا ہوتا۔ ورنہ عام طور پر بحیثیت مجموعی دیکھا جائے تو پہل اور زیادتی ہمیشہ محمودیوں ہی کی طرف سے ہوئی ہے ہم نے بالعموم ہمیشہ درگذری سے کام لیا ہے ــــ ہاں ہمارے معقول دلائل، مسکت جوابات۔ وزنی اعتراضات اور خدمت اسلام کی کامیاب مساعی کی وجہ سے ان لوگوں کو رنج و تکلیف پہنچی ہو تو وہ علیحدہ بات ہے ــــ لیکن اس میں ہمارا کیا قصور!

اگر محمودی اصحاب کو ہماری بیان کردہ اس حقیقت سے انکار ہے تو ہم انہیں موازنہ کی ایک فیصلہ کن اور سہل تجویز یاد دلاتے ہیں جو کافی عرصہ ہوا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمائی تھی وہ یہ کہ محمودی ہماری وہ تحریر پیش کر دیں جو انکے نزدیک سب سے زیادہ سخت دل آزار اور قابل اعتراض ہو۔ ہم بھی انکی ایسی تحریر پیش کر دیتے ہیں۔ تو فیصلہ ہو جائیگا۔ چنانچہ ہماری طرف سے میاں صاحب کا گوبھی شلجم کے چھلکوں والا دشنام خوانی پیش کیا گیا اور محمودیوں نے اس کے مقابلہ پر اب تک ہماری کوئی تحریر پیش نہیں کی۔ ہم انکی خدمت میں پھر درخواست کرینگے کہ وہ ہمارے خلاف غلط بیانیوں اور الزام تراشیوں کا سلسلہ ترک کر دیں یا ہماری کوئی ایسی تحریر پیش کریں جو انکے نزدیک میاں صاحب کے گوبھی شلجم کے چھلکوں والے

مرکزی نوجوانوں کی سرگرمیاں

(ا) احمدیہ ہومیوپیتھک دار الشفاء کا افتتاح ۱۲ فروری بروز جمعہ کو

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے جناب مولانا آفتاب الدین احمد صاحب کے مکان پر مرکزی احمدیہ ہومیوپیتھک دار الشفا کا افتتاح فرمایا۔ اس تقریب میں مجلس منتظمہ کے ممبر ہومیوپیتھک کلاس کے طالب علم اور چند دیگر دوست شامل تھے۔ مولانا آفتاب الدین احمد صاحب نے دار الشفا کی غرض و غایت پر روشنی ڈالی۔ حضرت امیر نے اپنی افتتاحی تقریر میں نوجوانوں کی کوششوں کو سراہا اور خدمت خلق کیطرف توجہ دلائی لیکن اسکے ساتھ ہی انہوں نے فرمایا ہمیں اس امر کا خیال رکھنا چاہیئے کہ جہانتک ہماری کوششوں کا تعلق ہے ہم کوشش کریں لیکن اپنے خاص دائرے سے باہر قدم رکھنے کی جرأت نہ کریں۔ کوئی بھی علاج ہو اس میں اللہ تعالیٰ کی مدد کی استدعا کرنی چاہیئے، ہومیوپیتھک آسان اور سستا طریق علاج ہے اور اس جنگ کے زمانہ میں جبکہ ضروریات زندگی کا مہیا ہونا دشوار ہے ہومیوپیتھک علاج غربا کیلئے ایک نعمت ہے آپنے انفرادی طور پر اور جماعتی طور پر دار الشفاء کی امداد کا وعدہ فرمایا اس کے بعد دار الشفاء کی کامیابی کیلئے دعا کی گئی حضرت مولانا صدر الدین صاحب نے ۵ روپے عطا فرمائے، جزاہ اللہ احسن الجزاء، اس تقریب میں حضرت امیر اور نائب صدر کے علاوہ جناب ڈاکٹر سید طفیل حسین شاہ صاحب۔ جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب، جناب مولوی محمد یعقوب خانصاحب، جناب میاں محمد صادق صاحب، جناب شیخ عبدالرحمن صاحب مصری، جناب مولانا عزیز بخش صاحب کی شمولیت خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ احمدیہ ہومیوپیتھک دار الشفا میں مولانا آفتاب الدین احمد صاحب اور خاکسار ڈاکٹری کے فرائض سرانجام دیں گے، مریضوں کو دیکھنے کا وقت صبح نو بجے سے دس بجے تک، بروز اتوار صبح دس بجے سے گیارہ بجے تک ہوگا۔

(ب) حسب معمول ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور کی میٹنگ ۱۳ فروری کو بعد از نماز مغرب منعقد ہوئی صدر۔ مولوی میر علی صاحب۔ نظم۔ عزیزی سعید احمد گانا عزیزی رشید احمد۔ تقریر چوہدری غفور احمد صاحب حضرت مسیح موعودؑ کے اخلاق فاضلہ (چوہدری صاحب نے اپنے مضمون کو بہت متانت اور سنجیدگی کیساتھ نبھایا) تقریر مولوی محمد حسین صاحب۔ عربی زبان کی وسعت (یہ اس سلسلہ کی دوسری تقریر تھی) مولوی صاحب موصوف کی تقریر بہت دلچسپ اور پُر از معلومات تھی ان کی تقریر کا ایک دلکش انداز ہے جو صرف انہیں کا حصہ ہے) مولوی امیر علی صاحب کی صدارتی تقریر کے بعد میٹنگ برخواست ہوئی۔ اس مجلس میں جناب محمد اعظم صاحب علوی نے بطور سکرٹری کام کیا۔

شیخ محمد طفیل۔ ایم۔ اے۔ سکرٹری

احباب قادیان کیلئے چند غور طلب واقعات

(از جناب خان بہادر میاں محمد صادق صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس)

ایڈیٹر صاحب پیغام صلح۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

فرقان ماہ جنوری ۱۹۴۳ء کے صفحہ ۱۸ پر ایک اعلان شائع ہوا ہے کہ "جو غیر مبائع دوست چاہیں اپنے سوالات ادارہ فرقان میں بھجوا کر ان کے جوابات حاصل کر سکتے ہیں، حسب گنجائش ان کے سوالات ان کے اپنے الفاظ میں شائع ہوں گے اور تحقیقی جواب پیش ہوتے رہیں گے انشاء اللہ۔ غیر مبائع احباب کو عام دعوت ہے"

یہ ایک مبارک تحریک ہے، میں اس سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں، لیکن "حسب گنجائش" کے خوف سے اپنے چند ایک سوالات ان کی خدمت میں بھیجکر ادارہ فرقان سے ملتجی ہوں کہ حسب اعلان دعوت تو وہ میرے سوالات میرے الفاظ میں شائع فرما کر اپنے جوابات ساتھ ساتھ شائع فرما کر مجھے اور قارئین فرقان کو شکریہ کا موقعہ دیکر ثواب حاصل کریں۔ سوالات حسب ذیل ہیں:۔

سوال نمبر (۱) جماعت قادیان کو اس سے انکار نہ ہونا چاہیئے کہ حضرت مسیح موعودؑ اس زمانہ کے حکم و عدل ہیں۔ انہوں نے اپنی ایک ۱۹۰۷ء کی تصنیف حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۱۱۱ پر تحریر فرمایا ہے

"اور اگر خدا تعالیٰ کی تمام کتابوں کو غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ تمام نبی یہی سکھلاتے آئے ہیں، کہ خدا تعالیٰ کو واحد لاشریک مانو اور ساتھ اس کے ہماری رسالت پر بھی ایمان لاؤ اسی وجہ سے اسلامی تعلیم کا ان دو فقروں میں خلاصہ تمام امت کو سکھلایا گیا کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ"

اس عبارت سے صاف طور پر ثابت ہے کہ حضرت مسیح موعود کے نزدیک نبی کے ذمے کہ اللہ تعالیٰ کی توحید کے ساتھ ساتھ اپنی رسالت پر بھی ایمان لانے کے لئے دعوت دے چنانچہ ۱۹۱۰ء تک جبکہ دار الامان قادیان سے میر قاسم علی صاحب مرحوم نے ایک کتاب "دین الحق یا ہمارا مذہب" شائع فرمائی اور بعد میں بھی جو شرائط بیعت شائع ہوتے رہے اس میں نبوت اور رسالت پر ایمان لانے کی شرط کا کہیں نام تک نہیں"۔ میرا سوال ہے کہ بقول احباب قادیان اگر حضرت مسیح موعودؑ نبی اور رسول تھے، جیسا کہ اب قادیان سے اعلان کیا جا رہا ہے، تو کیا وجہ ہے کہ حضرت صاحب کی مطبوعہ شرائط بیعت میں ان کی رسالت و نبوت پر بیعت کرنے کی شرط درج نہیں ہوئی، بلکہ ان شرائط بیعت میں تو بجائے بیعت کے "عقد اخوت" کا ذکر درج ہے۔ حالانکہ نبی کا اپنی افراد امت کے ساتھ روحانی ابوت کا تعلق ہوتا ہے جیسا کہ "ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین" سے ہی ظاہر ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود کو سابقہ انبیاء علیہم السلام کی طرح رسالت و نبوت کا دعوےٰ نہ تھا

اسی سوال کو کچھ عرصہ ہوا میں نے بخدمت خلیفہ صاحب قادیان کی خدمت میں حاضر ہو کر بھی پیش کیا تھا۔ اس کا جواب تو انہوں نے دیا۔ مگر میرے سوال کی صورت کو بدل کر جس کا خلاصہ یہ تھا کہ بیعت میں نبوت پر ایمان لانے کی شرط کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ظاہر ہے کہ یہ میرے سوال کا جواب نہیں بلکہ اس زمانہ کے حکم و عدل کے ایک مسلمہ اور مشتہرہ اصول کے بھی خلاف ہے جو حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۱۱۱ پر شائع ہو چکا ہے۔ اور جو میں نے پہلے نقل کر دیا ہے۔ اب ادارہ فرقان کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ اس امر پر تحقیقی جواب شائع فرما کر مشکور فرما دیں، تاکہ دیکھا جاوے کہ آیا اس زمانہ کے حکم کا فیصلہ قابل تسلیم ہے یا خلیفہ صاحب قادیان کا۔

سوال نمبر ۲۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ۲۶ حدیث ذیل درج ہے:۔

ترجمہ:۔ براء بن عازب نبی صلعم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا جب مومن کو اپنی قبر میں بٹھایا جاتا ہے تو (فرشتے) آتے ہیں پھر وہ گواہی دیتا ہے کہ معبود صرف خدا ہی ہے اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کا مطلب ہے اللہ مومنوں کو مضبوط بات کیساتھ مضبوط رکھتا ہے دنیا کی زندگی اور آخرت میں بھی

احباب قادیان کا اس حدیث کی نسبت کیا خیال ہے۔ اگر ان کے نزدیک یہ درست ہے کہ قبر میں یہ سوالات و جوابات ہوں گے تو از راہ کرم وہ اعلان فرما کر مشکور فرما دیں۔ کہ اس وقت ان کی طرف سے کیا جواب ہوگا یہ جواب کہ محمد اللہ کے رسول ہیں یا حضرت مرزا غلام احمد صاحب؟ اگر ان کا جواب وہی ہوگا جو حدیث میں مذکور ہے، تو سوال ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود کی رسالت و نبوت پر ایمان لانے کی کیا ضرورت ہے۔

سوال نمبر ۳۔ تحفہ گولڑویہ حضرت مسیح موعودؑ کی آخری تصنیفات میں سے ہے جو ۱۹۰۲ء میں شائع ہوئی، اس میں صفحہ ۴۴ سے ۴۹ تک حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے الہامات درج فرمائے ہیں۔ جہاں جہاں نبی اور رسول کے الفاظ آئے ہیں۔ ان پر حضرت نے نشان دے کر . . . تحریر فرمایا ہے یہ الفاظ (نبی و رسول) مجازاً و استعارہ کے طور پر استعمال ہوئے ہیں۔ احباب قادیان اکثر کہا کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود کو الفاظ نبی اور رسول سے بلا اضافہ مجاز یا استعارہ مخاطب فرماتا ہے تو حضرت مسیح موعود نبی اور رسول ہیں ہمارا حق نہیں کہ ہم مجاز و استعارہ کے الفاظ اپنی طرف سے لگاویں لیکن حضرت مسیح موعودؑ نے انہی الفاظ (نبی اور رسول) کو الہامات میں بطور استعارہ و مجاز استعمال ہونا شائع فرمایا ہے۔ میں پوچھتا ہوں کہ اس زمانہ کے حکم و عدل نے جو الہامات کا مفہوم سمجھا ہے وہ درست ہے یا جو احباب قادیان نے سمجھا ہے۔

باقی سوالات آئندہ (محمد صادق)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

پیغامِ صلح

ایڈیٹر

ایس۔ محمد آصف (بی اے)

جائنٹ ایڈیٹر

شیخ محمد انعام الحق۔

حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آن کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا نہ نیا نہ پرانا
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آیندہ ہو گی
۴۔ صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

جلد ۳۱ لاہور۔ یوم پنجشنبہ مطبوعہ ۱۹ صفر ۱۳۶۲ھ م۔ ۲۵ فروری ۱۹۴۳ء نمبر ۸

جماعتہائے احمدیہ کے سالانہ جلسے

جماعتہائے احمدیہ کے سالانہ جلسوں کے متعلق ایک ضروری اعلان ۲ سے صفحہ پر درج ہے بیرونی جماعتوں کو چاہیئے کہ اپنے ان جلسوں کو کامیاب بنانے کی ہر ممکن کوشش کریں کیونکہ جلسوں کی کامیابی جماعت کی زندگی اور قوت کی علامت ہے ان جلسوں میں غیر از جماعت لوگوں کو شامل کرنا چاہیئے تاکہ ان تک تحریک احمدیت کا پیغام پہنچ سکے اور اللہ تعالےٰ انہیں اس پیغام کو قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے غیر از جماعت احباب کو دعوت دینے سے ہمارے امسال کے تبلیغی پروگرام پر بھی نہایت خوشگوار اثر پڑے گا کیونکہ انفرادی تبلیغ کے علاوہ اجتماعی تبلیغ بھی اس پروگرام کا جزو ہے۔ کارپردازان کو جلسوں کے پروگراموں کو نہایت غور کے بعد مرتب کرنا چاہیئے، فرسودہ موضوع چھوڑ دینے چاہئیں اور ایسے موضوع انتخاب کرنے چاہئیں جو زمانہ کے حالات کے مطابق ہوں اور جن پر روشنی ڈالنا اشد ضروری ہے، زمانہ بدل چکا ہے اس کی ضروریات اور تقاضے بدل چکے ہیں اس کے مطابق ہمیں بھی اپنے اسلوب تبلیغ کو بدل دینا چاہیئے اور اپنے تبلیغی نظام میں زمانہ کے مطابق حرکت پیدا کرنا چاہیئے، مثلاً موجودہ معاشی، سیاسی روحانی، مشکلات کا جو حل اسلام پیش کرتا ہے اس پر روشنی ڈالنی چاہیئے، اس کے علاوہ احمدیت کے متعلق ملک کے طول و عرض میں جو غلط فہمیاں پیدا ہو گئی ہیں ان غلط فہمیوں کا نہایت اعلیٰ طریق سے تجزیہ کرنا چاہیئے تاکہ لوگوں کو جو غلط پروپیگنڈا کا شکار ہیں معلوم ہو سکے کہ ان غلط فہمیوں کی وجوہ کیا ہیں اور انہیں تحریک احمدیت اور حضرت بانئے سلسلہ عالیہ احمدیہ کا حقیقی مقام نظر آ جائے اس کے علاوہ جو بات نہایت شدت کے ساتھ پیش کرنے کے قابل ہے وہ یہ ہو کہ مسلمانوں کے سامنے واقعات سے اس امر کو بالکل واضح کر دیا جائے کہ تحریک احمدیت جو پروگرام اور مقاصد پیش کرتی ہے اس کے ذریعے ہی غلبۂ اسلام ہو سکتا ہے باقی سب تحریکات جو پروگرام پیش کرتی ہیں ان کی بنیاد مغربی تصورات پر ہے جن سے مسلمانوں کے مرض کا علاج نہیں ہو سکتا وغیرہ وغیرہ، اسی طرح کے اور متعدد موضوع انتخاب کئے جا سکتے ہیں جلسوں کا اعلےٰ انتظام اور تقریروں کے لئے بہترین موضوع کا انتخاب یقیناً جلسوں کو کامیاب کرے گا اور ان جلسوں کی کامیابی سے ہمارے تبلیغی مقاصد کو بہت تقویت ملے گی، ہم بیرونی جماعتوں کے صدر صاحبان اور سکرٹریان کی خدمت میں درخواست کرتے ہیں کہ وہ ان جلسوں کو کامیاب بنانے کی ہر ممکن سعی فرمائیں، دعا ہے اللہ تعالیٰ ان مساعی میں ان کا حامی و ناصر ہو۔ آمین۔

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ خیریت سے ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مشغول ہیں

— مورخہ ۲۰ فروری ۱۹۴۳ء مسلم ہائی سکول لاہور کا جلسہ تقسیم انعامات ہوا میجر شوکت حیات خان صاحب وزیر حکومت پنجاب نے صدارت فرمائی لڑکوں کو انعامات میں سرٹیفکیٹ دیئے گئے، اور دو صد روپیہ جو انعامات پر خرچ ہونا تھا میجر شوکت حیات کی خدمت میں اس غرض سے پیش کیا گیا کہ وہ ان بہادر سپاہیوں کیلئے خرچ کیا جائے جو ہندوستان کی حفاظت میں مصروف پیکار ہیں۔

— جناب محمد فضل الرحمٰن صاحب ٹی ٹی۔ ای ہوڑہ (ای آئی ریلوے) لکھتے ہیں کہ میری والدہ صاحبہ بنارس میں علیل ہیں اور بھاگلپور میں اہلیہ اور بچے بیمار ہیں حضرت صاحب اور احباب جماعت کی خدمت میں عرض ہے کہ ان لوگوں کی صحت کیلئے دعا فرمائیں میری صحت

ضروری اعلان

ہماری بیرونی جماعتوں کے سالانہ جلسے حسب معمول سابقہ ماہ مارچ میں مختلف جگہوں پر منعقد ہو رہے ہیں، جماعت وزیرآباد کا سالانہ جلسہ بروز جمعہ مورخہ ۵ مارچ کو ہوگا۔

جماعت جموں کا سالانہ جلسہ ۶ اور ۷ مارچ بروز ہفتہ و اتوار منعقد ہوگا۔

حضرت مولانا صدرالدین صاحب مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی اور شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی مذکورہ جلسوں میں شرکت فرمائینگے

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

امتِ محمدیہ میں محدّث ہوں گے

امام ربانی صاحب اپنے مکتوبات کی جلد ثانی میں جو مکتوب پنجاہ و یکم ہے۔ اس میں صاف لکھتے ہیں۔ کہ غیر نبی بھی مکالمات و مخاطبات حضرت احدیت سے مشرف ہو جاتا ہے اور ایسا شخص محدث کے نام سے موسوم ہے اور انبیاء کے مرتبہ سے اسکا مرتبہ قریب واقع ہوتا ہے اور امت محمدیہ میں محدثیت کا منصب اسقدر بکثرت ثابت ہوتا ہے جس سے انکار کرنا بڑے غافل اور بے خبر کا کام ہے، پہلی امتوں کے کاملین کا حال بیان کر کے کہنا ہے کہ مریم صدیقہ والدہ عیسٰی اور ایسا ہی والدہ حضرت موسیٰ اور نیز حضرت مسیح کے حواری اور نیز خضر جن میں سے کوئی بھی نبی نہ تھا۔ یہ جب ملہم من اللہ تھے۔ اور بذریعہ وحی علام اسرار غیبیہ پر مطلع کئے جاتے تھے۔ اب سوچنا چاہیئے کہ اس سے کیا نتیجہ نکلتا ہے کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ امت محمدیہ کے کامل متبعین ان لوگوں کی نسبت بوجہ اولیٰ ملہم و محدث ہونے چاہیئے، کیونکہ وہ حسب تصریح قرآن شریف خیر الامم ہیں، آپ لوگ کیوں قرآن شریف میں غور نہیں کرتے اور کیوں سوچنے کے وقت غلطی کھا جاتے ہیں۔ کیا آپ صاحبوں کو خبر نہیں کہ صحیحین سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم اس کیلئے بشارت دے چکے ہیں کہ اس امت میں بھی پہلی امتوں کی طرح محدث پیدا ہونگے اور محدث بفتح دال وہ لوگ ہیں جن سے مکالمات و مخاطبات الٰہیہ ہوتے ہیں (براہین احمدیہ حصہ پنجم)

شکریہ

حضرت والد بزرگوار مرحوم و مغفور کی وفات پر مجھ ناچیز سے جن بزرگوں اور دوستوں نے جس رنگ میں اظہار ہمدردی فرما کر میرے غم میں شرکت کی اس کے لئے میں تمام حضرات کا شکریہ تہ دل سے ادا کرتا ہوں۔ اللہ کریم سب کو جزائے خیر دے آمین۔

حضرت والد مرحوم و مغفور کی وفات کے بعد قریباً تمام ذمہ داریاں میرے کمزور کندھوں پر آ پڑی ہیں۔ اسلئے میں احباب اور بزرگوں کی دعاؤں کا اب پہلے سے کہیں زیادہ محتاج ہوں خدا کے فیصلے اس کی ذات کی طرح بے عیب ہیں مجھے اپنے اس غم میں سوائے سبحان ربی العظیم و سبحان ربی الاعلیٰ کے اور کچھ نہیں کہنا، اگرچہ باپ کے بابرکت سایہ سے میں محروم ہو چکا ہوں مگر خدا کی رحمت کا سایہ اب بھی سر پر ہے اپنی جماعت کے مشہور و معروف ملہم اور ولی اللہ حضرت سید اسد اللہ شاہ صاحب قبلہ کا خاص طور پر شکر گذار ہوں کہ اس ناچیز کے لئے درد دل سے دعائیں فرماتے رہتے ہیں، حضرت شاہ صاحب قبلہ کو اس ناچیز کے حق میں مختلف ایام میں یکے بعد دیگرے تین الہامات ہوئے ہیں جو حسب ترتیب درج ذیل ہیں۔

(۱) "زندۂ جاوید" (۲) "تنویر الملک بیگ"۔ (۳) "تنویر الاسلام"۔ اول الذکر الہام حضرت شاہ صاحب کو حضرت امیر ایدہ اللہ کے دولتکدہ پر ۲۸ دسمبر کی شب کو ہوا۔ آخری دو الہامات لدھیانہ میں ہوئے جن کی اطلاع مجھے حضرت شاہ صاحب قبلہ نے بدیں الفاظ دی ہے،

"میں آپکے لئے دعا کر رہا تھا کہ مجھے آواز آئی "تنویر الملک بیگ" یہ اس وقت الہام ہوا جبکہ میں نماز تہجد میں آپ کے لئے دعا کرنے کے بعد آپکا تاریخی نام سوچ رہا تھا، سو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تاریخی نام کی ضرورت نہیں ہم اس کو ایسی شہرت دیں گے کہ آپ کے باعث ملک منور ہو جائے گا۔ پھر چند یوم ہوئے میں آپ کے لئے دعا کر رہا تھا کہ میری حالت پر غنودگی سی طاری ہو گئی اور آواز آئی "تنویر الاسلام" گویا آپکے ذریعہ اسلام کا چہرۂ منور ظاہر ہوگا"

یہ سب اس مولا کریم کی شان کریمی اور شان ستاری ہے کہ اس گنہگار پر نظر کرم ہے دعا ہے کہ خدا کے الفاظ پورے ہوں اور مجھے یہ سعادت نصیب ہو۔ سچ تو یہ ہے کہ اپنے ان غم کے ایام میں ان الہامات نے میری کمر کو مضبوط کر دیا اور میرے دل کو امن و اطمینان سے بھر دیا۔ فالحمد للہ علےٰ ذالک

مرزا مظفر بیگ ساطع مبلغ اسلام لائیلپور

(تعلیمی پرنٹنگ پریس لاہور میں باہتمام بشیر محمد اختر پرنٹر پبلشر چھپکر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا)

خدا کی شانِ تخلیق اور انسانی بے بسی

حضرت مرزا صاحب نے دعا پر ایمان کو ازسرِنو زندہ کیا

نماز کے ذریعہ قلوب میں اضطرار پیدا کرو

خُطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ مؤرخہ ۱۹ فروری ۱۹۴۳ء

امن خلق السموات والارض وانزل لکم من السماء ماءً ج فانبتنا بہ حدائق ذات بھجۃ ج .... امن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوء ویجعلکم خلفاء الارض ء الٰہ مع اللہ قلیلاً ما تذکرون (النمل رکوع ۵)

خدائی شانِ تخلیق بڑے بلند مقام یعنی خلق السموات سے شروع کرکے اللہ تعالےٰ کی توحید پر اس کی قدرت پر یہ آیات بالآخر اس مقام تک پہنچاتی ہیں جو انسان کے لئے بے بسی کا انتہائی مقام ہے۔ وہ خدا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا بڑی قوت کا مالک ہے بالخصوص اس زمانہ میں جب مخلوق کی وسعت انسان کی آنکھوں کے سامنے کھل گئی ہے اللہ تعالیٰ کی یہ قدرت اور بھی نمایاں نظر آتی ہے۔ پھر آسمانوں کی تخلیق کے بعد زمین کو قرار بنانے کا ذکر کیا اس کے اندر پانیوں کے چلانے کا، اس کے اوپر عظیم الشان پہاڑ بنانے کا ذکر کیا جس سے یہ زمین انسان کی رہائش کے قابل ہوئی۔

خدا انسان کی دعا کو سنتا ہے پھر تیسری جگہ فرمایا کہ وہی مقتدر ہستی جس نے یہ سب کچھ بنایا۔ امن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوء۔ بھلا کون اضطرار والے کو جواب دیتا ہے جب وہ اسے پکارتا ہے اور مصیبت کو دور کرتا ہے یعنی وہی خدا جس نے بڑے بڑے آسمانی کُرے پیدا کئے ہیں جن کے سامنے یہ زمین سمندر میں ایک قطرہ سے بھی کم ہے وہی ایک عاجز اور بے کس انسان کا جب وہ اس کے دروازے پر آگرے مددگار بن جاتا ہے۔ اس ترتیب کو لاکر بتایا کہ جس طرح یہ حق ہے کہ خدا نے آسمانوں اور زمین کو بنایا اسی طرح یہ بھی ایک حق ہے کہ وہ خدا دعا کو سنتا ہے اور وہ بھی کس انسان کی جو انتہائی بے بسی کی حالت کو پہنچ چکا ہو۔

حضرت مرزا صاحب کا احسان حضرت مرزا صاحب کے احسانات میں سے یہ ایک بڑا بھاری احسان ہے کہ آپ نے اس زمانہ میں جبکہ دہریت کا اثر پھیلا ہوا ہے اور سائنس کے تنگ نظریہ نے لوگوں کو ایمان سے محروم کر دیا ہے دعا کی قبولیت کی طرف توجہ دلائی اور یہ بتایا کہ دعا ایک زبردست طاقت ہے جس سے وہ انسان بھی فائدہ اٹھا سکتا ہے جو دوسرے سب سامانوں سے محروم ہو چکا ہو۔ مضطر کسے کہتے ہیں؟ یہ ضُر سے نکلا ہے اور اسی سے ضرورت یعنی حاجت ہے مضطر اسے کہتے ہیں جس کے سامنے سے سارے سامان جاتے رہے اور بے کسی اور بے بسی کی انتہا کو پہنچ جائے حضرت مرزا صاحب نے دعا پر ایمان کو زندہ کیا ورنہ یہ ایمان مسلمانوں کے قلوب سے مرا جا رہا تھا آپ نے ایک جماعت کے قلوب میں قبولیت دعا پر ایک زبردست ایمان پیدا کر دیا کہ خدا تعالیٰ دعا کو سنتا ہے۔

جنگِ بدر میں نبی کریمؐ کی دعا اگر آپ تاریخ کے واقعات کو غور سے دیکھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اس دعا کے ہتھیار سے مسلمانوں کو بہت کام دیا ہے، وہ بدر کی جنگ جس میں ۳۱۳ مسلمان شریک ہوئے تھے جن کی تعداد دشمن کے مقابلہ میں ایک تہائی سے بھی کم تھی اور وہ ضروری ہتھیاروں سے بھی محروم تھے اور دوسری طرف دشمن کی کثرت تھی اور ہتھیاروں سے مسلح بھی، ابوجہل خانہ کعبہ سے دعا کرکے نکلا تھا اللھم من کان منا افسد فی الارض واقطع الرحم فاحنہ الیوم۔ اے خدا جو شخص ہم میں سے زمین کے اندر زیادہ فساد کرنیوالا ہے اور تعلقات قرابت کو زیادہ کاٹنے والا ہے آج کے دن اسے برباد کر دے اور محمد رسول اللہ صلعم ساری رات ایک جھونپڑی میں جہاں حضرت ابوبکرؓ پہرہ پر تھے دعا میں مشغول رہے یا حی یا قیوم برحمتک استغیث اور خدا تعالےٰ کے حضور گڑگڑاتے رہے اللھم ان تھلک ھذہ العصابۃ لا تعبد فی الارض ابداً اگر یہ گروہ ہلاک ہو گیا تو پھر تیری عبادت زمین پر نہ ہوگی، حضرت نبی کریمؐ کی گریہ زاری دیکھ کر حضرت ابوبکرؓ جیسے انسان نے کہا یا رسول اللہ آپ نے تو بہت گریہ وزاری کی کیا خدا کے وعدے آپکے ساتھ نہیں ہیں تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ خدا کے وعدے ہیں لیکن وہ غنی بھی ہے ــــ یہ دعا تھی جس میں مسلمانوں کے لئے زبردست سبق ہے ممکن ہے کہ اضطرار کی حالت میں انسان ایک پست مقصد کے لئے دعا کرے یا خدا کے وعدہ یا قانون کے خلاف کرے تو وہ نہ سنی جا سکے، لیکن بلند مقاصد کے لئے اضطرار کی دعا کو اللہ تعالےٰ ضائع نہیں کرتا تاریخ اسلام کے ہر صفحہ پر یہ سبق لکھا ہوا نظر آتا ہے، کتنی ناکامیوں کے وقت ایک اضطرار کی دعا نے نقشہ بدل دیا ہے۔

محمود غزنوی کا ایک واقعہ محمود غزنوی کا مشہور واقعہ ہے کہ دشمن کے ملک میں جب اس نے دیکھا کہ اس کی فوجیں پیچھے ہٹ رہی ہیں تو وہ گھوڑے پر سے اترا اور گڑگڑا کر دعا کی اور اسے فتح اور کامرانی حاصل ہوئی یہ خدا کا قانون ہے کہ وہ دعا کو سنتا ہے۔

گاندھی جی کا برت مجھے تو رحم آتا ہے ان سیاسی رہنماؤں پر، گاندھی جی نے برت رکھ لیا ہے جس سے کچھ حاصل نہیں سوائے اس کے کہ ملک میں ایک شور برپا ہو یہ کوئی روحانی حربہ نہیں، اگر گاندھی مسلمان ہوتے تو اپنے آپ کو بے بسی کی حالت میں پاکر خدا تعالےٰ کے حضور گرتے اور دعا کرتے اور روحانی حربہ سے وہ قوت حاصل کرتے جو نہ مال و دولت سے مل سکتی ہے نہ ایسے برت سے جس کی سند کسی روحانی پیشوا سے نہیں ملتی۔ ہمارے مسلمان لیڈر بھی اگر چاہیں تو اضطرار کی دعا کے روحانی حربہ سے عظیم الشان قوت اپنے مقاصد میں پیدا کر سکتے ہیں امن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوء۔ میں آپ سے بھی کہتا ہوں کہ آپ کے سامنے جو مقصد عظیم ہے، دنیا میں خدا کا نام بلند کرنا۔ اس کے پیغام کو دنیا میں پہنچانا اس کے لئے خدا تعالےٰ کے حضور گرو اضطرار کی حالت اسلام پر موجود ہے، مسلمانوں کو اس کا احساس نہیں اسلام کی آئندہ فتح اور غلبہ کے لئے دعا کرو اس سے زیادہ بے بسی اور بے کسی کیا ہوگی کہ خدا کے پیغام کو دنیا تک پہنچانے کی طرف مسلمانوں کی توجہ نہیں۔

اضطرار پیدا کرو بڑا زبردست ہتھیار حضرت مرزا صاحب نے تمہیں دیا ہے کہ جب کسی بے بسی کی حالت میں اپنے آپ کو پاؤ تو اس کو استعمال کرو تو پھر دیکھو خدا تعالےٰ تمہاری تکلیفوں کو دور کرتا ہے یا نہیں تمہیں دنیا کا رہنما بناتا ہے یا نہیں، ضرورت ہے کہ ہم میں سے ہر ایک شخص اپنے اندر اضطرار پیدا کرے، میں نے پچھلے خطبہ میں بھی اس طرف توجہ دلائی تھی کہ قبل اس کے کہ تم دنیا کو خدا تعالےٰ کا پیغام پہنچاؤ پہلے اپنے قلوب میں درد اور تڑپ پیدا کرو اور اسلئے رات کا تھوڑا سا وقت جب دوسرے افکار سے انسان کا دل خالی ہوتا ہے اس وقت اٹھکر خدا تعالےٰ کے حضور گرو اور دعا کرو کہ اس وقت جو عذاب دنیا پر نازل ہو رہا ہے خدا تعالےٰ اسے دور کرے اور اس عذاب سے ہی اقوام عالم کی توجہ اسلام کی طرف پھر جائے اور یہ لوگ خدا کے حضور گر جائیں۔

اضطرار پیدا کرنے کا نسخہ یہ ایک بڑا مشکل کام ہے، لیکن ہمیں تو خدا تعالےٰ نے ایسا نسخہ دیا ہے کہ ہم آسانی سے اپنے اندر اضطرار کی حالت پیدا کر سکتے ہیں۔ یہ نماز خدا نے تمہیں سکھائی ہے اس نماز کے اندر تم وہ خضوع و خشوع پیدا کر سکتے ہو اگر کوئی شخص تہجد کے لئے نہیں اٹھ سکتا تو چاہیئے کہ صبح کے وقت دن کے اوقات میں سونے سے پیشتر انسان تھوڑی دیر کے لئے خدا کے حضور گرے اگر ذرا انسان نماز کے معنوں پر غور کرے اور اسے توجہ سے ادا کرے تو اس توجہ کا اثر یہ ہوگا کہ دل میں ایک خاص کیفیت پیدا ہوگی۔

سورۂ فاتحہ الحمد للہ رب العالمین جس وقت انسان یہ کہتا ہے تو اس کے ساتھ ہی اس کے دل سے یہ دعا نکلنی چاہیئے کہ اے خدا جو تمام قوموں کی ربوبیت کرنے والا ہے تو محمد رسول اللہ اور اسلام کے ذریعہ سے قرآن کے ذریعہ سے رہنمائی فرما الرحمان تو نے رحمانیت سے اپنا قرآن اس غرض کے لئے اتارا، الرحیم تو انسان کی چھوٹی چھوٹی کوششوں کو بار آور فرماتا ہے جلدی تھوڑی سی کوشش قرآن کو دنیا میں پہنچانے کی ہے تو اسے بہت پھل لگا مالک یوم الدین، تو مالک ہے گنہگاروں کو بخش بھی سکتا ہے یہ تیرے بندے جو اپنے فسق و فجور سے اپنے ہاتھوں سے اس عذاب کو اپنے اوپر لے آئے ہیں تو ان کے گناہوں کو بخش کر اب ان کی صحیح رستے کی طرف رہنمائی فرما۔

حضرت عیسیٰ کی دعا خود حضرت عیسےٰ نے عرض کیا ان تعذبھم فانھم عبادک وان تغفر لھم فانک انت العزیز الحکیم اگر تو ان کو عذاب دے تو وہ تیرے ہی بندے ہیں سزا کو خود اپنے اوپر لائے ہیں، اور اگر تو معاف کرے تو بیشک تو غالب حکمت والا ہے۔ انہوں نے اسلام کو مٹانے کی کوشش کی اور اس سزا کے مستحق ہوئے مگر تیری حکمت کا تقاضا یہی ہے کہ تو اب ان کی رہنمائی فرمائے اور ان کو اسلام کا خادم بنائے۔ ایاک نعبد ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں تیرے نام کو دنیا میں پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں وایاک نستعین اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں، کیونکہ یہ کام بہت بڑا ہے ہم تیری مدد کے بغیر اس کام کو نہیں کر سکتے، اھدنا الصراط المستقیم تو ہم کو سیدھے رستے پر چلا صراط الذین انعمت علیھم انبیاء، شہدا اور صلحا کے راستے پر چلا، جنہوں نے اپنی زندگیاں تیرے نام کو بلند کرنے کے لئے وقف کر دیں اور دنیا کے لئے ہدایت اور رہنمائی کا موجب بن گئے، سورہ فاتحہ کو پڑھو اور اس کے ایک ایک لفظ کو خدا تعالےٰ کے دین کی نصرت اور غلبہ کیطرف لے جاؤ اور اپنے قلوب میں یہ تڑپ پیدا کرو کہ اللہ تعالیٰ اس پیغام کو دنیا تک پہنچانے کی تمہیں توفیق عطا فرمائے، اسی طرح اور مقامات بھی نماز میں ہیں سبحان ربی العظیم، سبحان ربی الاعلیٰ۔ اے عظمت اور علو کے مالک بادشاہ ہماری بھی اسی طرح ربوبیت فرما کہ ہم تیرے نام کو دنیا میں پہنچانے میں کامیاب ہو جائیں۔

التحیات اور درود شریف اسی طرح التحیات اور درود شریف میں بھی خدا کے نام کو بلند کرنے کی دعا ہی دعا ہے السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یہی دعا درود شریف میں ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم کی قبولیت دنیا میں پھیلے جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قبولیت دنیا میں پھیلی ہوئی ہے، یہ نماز کا ایک چھوٹا سا خاکہ پیش کیا ہے تاکہ تمہارے قلوب میں اس طرح نماز پڑھنے سے اعلائے کلمۃ الحق کا صحیح درد اور تڑپ پیدا ہو جائے، ہمیشہ تبلیغ اسلام کے مقصد کو پیشِ نظر رکھو کوئی تمہیں نہیں مٹا سکتا حضرت مرزا صاحب کو مٹانے کی دنیا نے

تحریک احمدیت اور فلسفۂ اقبال

از جناب سید اختر حسین صاحب گیلانی بی اے مولوی فاضل

قسط نمبر ۹

ان اصطلاحات کا استعمال قطعاً ان معنوں میں نہیں ہوتا جن معنوں میں تناسخ کا لفظ استعمال ہوتا ہے، بلکہ جب کسی ولی میں کسی خاص نبی کی صفات مخصوصہ کا غلبہ پایا جائے تو اسے اس نبی کا ظل یا بروز کہہ دیا جاتا ہے، کسی کا مسیح صفت ہونا یہ معنی نہیں رکھتا کہ مسیح علیہ السلام کی روح اس کے اندر جلوہ گر ہے۔ ان مصطلحات کو استعمال کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنا پیغام قوم کی زبان اور اس کی مصطلحات میں پیش کرے۔ اور حضرت مرزا صاحب نے اپنا مفہوم قوم کی مصطلحات میں ادا فرمایا۔ خود علامہ سر محمد اقبال نے بھی "خودی" "بے خودی" وغیرہ کی اصطلاحات کے ذریعہ اپنے پیغام کو پیش کیا ہے، حالانکہ اگر ہم علامہ کی سی تحقیق کے درپے ہو جائیں اور ان اصطلاحات کو "مفتاح القرآن" یا ونسنک کی "معجم" میں تلاش کرنا چاہیں تو کہیں ان کا نشان نہیں ملے گا، اور نہ اسکا وجود مسلمانوں کی تاریخی دینی اور فلسفیانہ ادبیات میں ملے گا، اگر ملیگا تو نیٹشے میک ٹیگرٹ اور ڈیسکارٹ، یا دیگر ملحد یا نیم ملحد فلاسفہ کے کلام میں ملیگا جن سے یورپ کے موجودہ جاہلی دور کی انتہائی ملحدانہ تحریکات کی ابتدا ہوتی ہے تو کیا اجازت ہو گی کہ یہ عرض کر دیا جائے۔ چونکہ علامہ کی مستعمل اصطلاحات کا وجود "ونسنک" کی معجم میں نہیں، لہذا یہ مسلمانوں کے دینی شعور کا نتیجہ نہیں ہو سکتیں۔ ان کی اساس یورپ کی ملحدانہ ادبیات میں ملتی ہے، اور علامہ نے انہیں اسلامی رنگ دے کر اسلئے پیش کیا ہے کہ یہ تصورات مسلمان کے لیے تنفر کا موجب نہ بن جائیں۔

یا درست کہئے کہ جس طرح علامہ کے کلام سے ایسا سلوک کرنا ناانصافی ہو گی اسی طرح بانیٔ تحریک احمدیت کے متعلق علامہ کا ایسی غلط فہمی پھیلانا سراسر ناانصافی ہے؟ اسی ضمن میں یہ بھی سوچنے کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا کلام قرآن مجید جس قوم کی زبان میں نازل کیا اس قوم کی مصطلحات کو استعمال کیا ہے یا نہیں، حج، کعبہ، صلوٰۃ، رکوع، سجدہ وغیرہ الفاظ اسلام سے قبل زبان عرب میں استعمال ہوتے تھے یا نہیں۔ تو کیا یہ اچھا طریق ہے کہ تو یہ شروع کر دیا جائے، کہ یہ کیا غضب ہے، کہ خدا تعالیٰ نے مشرکین کے الفاظ و محاورات استعمال کرنے شروع کر دیئے۔ اگر یہ کہا جائے کہ اسلام نے ان الفاظ کو استعمال کیا، لیکن ان کے مفہوم کو بدل دیا تو یہی جواب "ظل و بروز" کی مصطلحات کے متعلق سمجھ لیا جائے کہ بانیٔ تحریک احمدیت نے انہیں استعمال کر کے ان کا مفہوم بدل دیا۔

مرد کامل کا انتظار } علامہ اقبال فرماتے ہیں:- جدید تحقیقات کے مطابق مجوسی ثقافت" کا اطلاق مذہب زرتشت، یہودیت مسیحیت اور کلدانی اور صابی مذاہب پر ہوتا ہے۔ ان مذہبی جماعتوں میں "تسلسل نبوت" کا تصور ایک امر لازم تھا، لہذا یہ جماعتیں مسلسل انتظار کی حالت میں رہتی تھیں۔ غالباً مجوسی انسان نفسیاتی طور پر اس مسلسل انتظار کی حالت میں لذت محسوس کرتا تھا، اس مجوسی طرز عمل کا نتیجہ یہ ہوا کہ قدیم جماعتیں متفرق ہوتی چلی گئیں اور تمام قسم کے مذہبی "چلتے پرزوں" کے طفیل نئی جماعتیں بنتی رہیں۔"

علامہ اقبال اس بیان میں انبیاء و مجددین کو دوبارہ مذہبی چلتے پرزے کا نام دے کر کسی نبی یا مجدد کے انتظار کو انسانی ترقی میں حارج قرار دیتے ہیں۔

اسی سلسلے میں علامہ کا ایک ارشاد بھی قابل غور ہے، آپ "تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ" میں جو آپ کے چند خطبات پر مشتمل ہے "اسلامی ثقافت کی حقیقت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:-

"نوع انسان کے انحطاط کے دور میں انسان کی نفسیاتی قوت نے شعور نبوت کی صورت اختیار کر لی جس کا مقصد یہ تھا، انفرادی خواہشات اور خیالات کے بے جا استعمال کو بنے بنائے فیصلوں اور مجوزہ راہ عمل کے ذریعہ روک دیا جاتے ــــ مگر انسان کی فہم و ادراک اور نظر و فکر کی قوتوں کے ظہور کے بعد زندگی نے اپنے ہی فائدہ کے لئے ان تمام غیر معقول راستوں کا سدباب کر دیا جن کے ذریعہ ارتقائے انسانی کی ابتدائی منزل میں شعور نبوت کا ظہور ہوا کرتا تھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اسلام میں نبوت اسلئے تکمیل کو پہنچی ہے کہ وہ خود اپنے ختم ہونے کی ضرورت کو معلوم کر رہی ہے۔ اس میں یہ نکتہ پنہاں ہے، کہ زندگی کو ہمیشہ قیود کا پابند نہیں رکھا جا سکتا اور ضروری ہے کامل طور پر شعور ذات حاصل کرنے کے لئے انسان کو اپنی ذاتی قوتوں پر چھوڑ دیا جائے۔"

یہ تمام بیانات حکمت ارسال مرسل اور فلسفۂ انقطاع نبوت کو سمجھنے میں انواع و اقسام کی غلطیوں پر مشتمل ہیں۔ علامہ کو ایک بنیادی غلط فہمی یہ ہوئی ہے کہ آپ کے نزدیک کسی "مرد حق" کے ظہور کا انتظار اقوام میں یہ خیال پیدا کر دیتا ہے کہ جب شخص موعود آئے گا تو ہم خود بخود کامیاب ہو جائیں گے، اور اس خیال سے انہیں اعتماد علی النفس نہیں رہتا اور ان کی قوت عمل مفقود ہو جاتی ہے حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے، قرآن مجید نے تمام انسانی قوتوں کو صحیح راہ پر چلانے اور مسلسل جدوجہد میں مصروف رہنے کی تعلیم دی ہے، لیکن اگر ایسے حالات سے بھی سابقہ پڑے، جب ایک قوم اپنی تمام کوششوں کے باوجود اپنی شوکت کو قائم نہ رکھ سکے تو بھی یہ ایمان کہ اللہ تعالیٰ کسی "مرد حق" کے ذریعہ دوبارہ اس قوم کو غالب کرے گا، اس قوم کو فنا سے محفوظ رکھ سکتا ہے، اس کے برعکس جو قوم اس ایمان سے محروم ہو اور اسے محض اپنی ان طاقتوں پر بھروسہ ہو جو انقلاب کے تلاطم میں بیکار ہو گئی ہیں تو اس کے مٹ جانے کا زیادہ امکان ہے۔ قدیم اقوام و ملل میں سے یونان، مصر اور روما کی عظیم الشان اقوام کے نابود ہو جانے اور یہود و نصاریٰ اور ہنود کا باقی رہنے کا ایک باعث یہ بھی ہے کہ ان میں تا حال کسی نہ کسی عظیم الشان شخصیت کے ظہور کا تصور باقی ہے۔

علامہ اقبال اس سے بھی بے خبر نہ تھے، نیٹشے کے فوق الانسان (Superman) کے تصور نے جرمن قوم کی قوت عمل کو بیکار نہیں کیا بلکہ اور زیادہ جوش سے آمادۂ عمل کیا ہے، اسی تصور سے متاثر ہو کر علامہ تو "مرد کامل" یا "مرد حق" کا تصور پیش کرتے رہے، کیا ان کا بھی یہ مقصد تھا کہ قوم کی قوت عمل کو بیکار کریں۔

مزید برآں یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ تمام عظیم الشان انبیاء و رسل "موعود" تھے اور ان کی اقوام ان کے ظہور کے لئے چشم براہ تھیں۔ یہود کو مسیح علیہ السلام کے ظہور کا انتظار دلایا گیا تھا۔ پھر یہود و نصاریٰ دونوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار دلایا گیا، قرآن مجید اسی کے ذکر میں فرماتا ہے کہ "یہ وہ نبی ہے جس کا ذکر تورات و انجیل میں لکھا پاتے ہیں (اعراف رکوع ۱۹) جو تورات کی پیشگوئی کے مطابق مثیل موسیٰ ہے (المزمل ع) اور انجیل کی پیشگوئی کے مطابق احمد ہے (الصف ع) بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان، اور آپ کی نصرت کرنے کا میثاق تمام انبیاء کے ذریعہ ان کی امتوں سے لینے کا ذکر بھی فرماتا ہے (آل عمران ع۹) اور جدید تحقیقات نے ثابت کر دیا ہے کہ دنیا کی کوئی قوم نہیں جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی بشارت نہ دی گئی ہو۔[1] کیا ان سب بشارات و مواثیق کا مقصد، محض قوت عمل کو کمزور کرنا تھا۔

حکمت انقطاع نبوت } علامہ اقبال کا ارشاد ہے کہ ارتقائے نسل انسانی کے ابتدائی مراحل میں انسان کی نفسیاتی قوت "نبوت" کی صورت میں ظاہر ہو کر اس کی رہنمائی کرتی تھی، اور آج فہم و ادراک اور نظر و فکر سے اس کی رہنمائی کرتی ہے، یہ خیال انہیں اس لئے پیدا ہوا ہے کہ وہ وحی الٰہی کو انسان کی ایک داخلی آواز ہی سمجھتے تھے اور اس کے عالم بالا سے نزول کے قائل نہ تھے۔ حالانکہ قرآن مجید نزول وحی کو نزول باراں سے تشبیہ دیتا ہے اور اس کے نزول کا مقصد فہم و ادراک اور فکر و نظر کی قوتوں کو جلا دینا قرار دیتا ہے اسلئے عقلی قوتیں، وحی الٰہی کا بدل نہیں ہو سکتے مگر علامہ اقبال نبوت کو غیر معقول رستوں سے آنے والی، غیر معقول چیز قرار دیتے ہیں، جس کی اس دور کو جو فہم و ادراک میں بہت ترقی کر گیا ہے ضرورت نہیں، علامہ اقبال نبوت کو ایک "قید" قرار دیتے ہیں حالانکہ نبوت کا مقصد تمام قیود سے آزاد کر کے اور صحیح راہ پر گامزن کرنا ہے، علامہ اقبال کے نزدیک نبوت کی اتباع کا نام قید اور ذاتی قوتوں پر اعتماد کا نام آزادی ہے، حالانکہ ذاتی قوتوں کو صحیح راہ پر چلانے کے لئے سوائے نبوت کے اور کہیں سے روشنی نہیں مل سکتی ــــ حیرت ہوتی ہے کہ ایک طرف تو علامہ اقبال راسخ العقیدہ مسلمانوں کی نمایندگی فرما کر تحریک احمدیت پر ضرب لگانا چاہتے ہیں اور دوسری طرف نبوت اور ختم نبوت کی وہ تصویر پیش کرتے ہیں کہ جسے دیکھ کر ان طبائع کے لئے جو پہلے ہی دور حاضر کے اثرات کے تحت دہریت کے قریب ہو گئی ہیں سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں کہ وہ نبوت کے ساتھ دین و ایمان کو بھی ایک غیر معقول چیز ــــ ایک قید محض (بلکہ قید بامشقت) سمجھ کر اس سے کنارہ کش ہو جائیں، اللہ تعالیٰ اس فلسفہ کے ابتلا سے محفوظ رکھے۔

انقطاع نبوت کی اصل حکمت کی طرف علامہ کا ذہن نہیں گیا، اُن کے نزدیک ارسال رسل مجوسیت ہے اور نبوت قید محض اور فہم و ادراک کی بدولت اس سے رہائی ہوتی ہے، حالانکہ قرآن مجید نے اسلام سے پہلے ارسال رسل کو ایک الٰہی حکمت قرار دیا۔ قرآن کا خدا رب العالمین ہے اس نے ہر قوم کی روحانی تربیت کا سامان کیا اور جب انسان کے باہمی میل جول میں سفر کی مشکلات حائل تھیں، ہر قوم میں انبیاء و رسل مبعوث فرمائے باوجودیکہ نسل انسانی "امت واحدۃ" تھی، مگر جب تک اس عالمگیر وحدت "نسل انسانی" کے تصور کے عملاً قیام کے رستہ میں مشکلات تھیں ضرورت تھی کہ تمام اقوام عالم کی تربیت اور تزکیۂ نفس اور تعلق باللہ کے لئے ہر خطے میں جداگانہ ہدایات نازل ہوتی رہیں، انہیں ضروریات کے مطابق اللہ تعالیٰ نے انبیاء و رسل کا ایک متواتر سلسلہ جاری رکھا، تا آنکہ نوع انسانی کی عالمگیر وحدت کے قیام کے آثار ظہور پذیر ہو گئے، اس موقعہ پر ان متفرق اقوام کو ایک رشتۂ وحدت میں منسلک کرنا ضروری تھا مگر اس کے لئے ایک ذہنی انقلاب پیدا کرنے کی ضرورت تھی، اور نوع انسانی کو اول یہ یقین دلانے کی ضرورت تھی کہ ان سب کا خالق و مالک ایک ہی ہے، وہی ہے جو اسود و احمر یا مشرقی اور مغربی اقوام کا رب ہے۔

دوم یہ کہ تمام نوع انسانی السنہ کے ظاہری اختلافات کے باوصف ایک "امت واحدۃ" ہے

سوم۔ اور اللہ تعالےٰ نے جس طرح تمام نوع انسانی کو ایک ظاہری قانون الٰہی کے ماتحت کیا ہے اسی طرح انسان کی بہتری اسی میں ہے کہ وہ روحانی طور پر ایک ہی الٰہی قانون کے ماتحت ہو۔

چہارم۔ یہ کہ تمام نوع انسان ایک ایسے ہادی سے رہنمائی حاصل کرے جو اپنے وجود میں سب اقوام کے لئے نمونہ بن سکتا ہو اور سب کا تزکیہ نفس کر سکتا ہو۔

پنجم۔ یہ کہ تمام نوع انسانی کے لئے ایک ہی مرکز تجویز کر دیا جائے۔

یہ اصول خمسہ، ہماری حواس خمسہ کی طرح نوع انسانی کی وحدت کے بقاء کے لئے ضروری تھے، اور ان کے بغیر اس وحدت کا قیام ناممکن تھا، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے ساتھ نوع انسانی کو ان اصول خمسہ سے روشناس کر دیا گیا، یہ آپ ہی کا پیغام ہے جس میں توحید کو پورے طور پر بیان کرنے کے ساتھ رب العالمین[1] اور رب المشارق والمغارب[2] کا تصور پیش کیا

---

[1] ملاحظہ ہو میثاق النبیین، اردو یا انگریزی از جناب مولانا عبد الحق صاحب ودیارتھی، مطبوعہ دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور۔

[2] یضع عنہم اصرھم والاغلال التی کانت علیہم (اعراف ع ۱۹)

[1] الفاتحہ [2] المعارج ع

(باقی بر صفحہ ۸)

قبولِ اسلام!

قصبہ سلطانپور واقع تحصیل علی پور کے مندرجہ ذیل افراد ۲۳ تا ۲۵ جنوری ۱۹۳۴ء کو مبلغ اسلام قاضی شیر محمد صاحب کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ استقامت عطا فرمائے آمین

نمبر شمار	سابقہ نام	قومیت	عمر	اسلامی نام	کیفیت
۱	بگو ولد ماچھی	خاکروب	۲۳ سال	واحد بخش	
۲	جمہ " "	"	۲۰ "	خدا بخش	
۳	نازو " "	"	۱۸ "	محمد نواز	
۴	دھانو بنت ماچھی	"	۲۷ "	عظمت خاتون	زوجہ کریما
۵	مانڈو " "	"	۱۷ "	ریحان خاتون	زوجہ کھنڈو
۶	مادھو ولد حیدرو	"	۴۰ "	غلام علی	
۷	سخقو " "	"	۳۷ "	اللہ وسایا	
۸	خیرو " "	"	۳۲ "	خیر محمد	
۹	بچی " "	"	۲۴ "	اللہ بچائی	زوجہ نہالا
۱۰	کوڑا ولد بدل	"	۱۹ "	محمد بخش	
۱۱	حامد " "	"	۲۳ "	حامد علی	
۱۲	زہرہ " "	"	۲۱ "	غلام زہرہ	زوجہ مانجھی
۱۳	دوڈی ولد خمیسہ	"	۱۴ "	عبدالرحیم	
۱۴	لعل " "	"	۲۱ "	عبدالرحمان	
۱۵	گنڈی " "	"	۱۲ "	غلام فاطمہ	
۱۶	یارو " "	"	۱۶ "	یار محمد	
۱۷	بالہ ولد جانہ	"	۳۹ "	بشیر احمد	
۱۸	پناہ " "	"	۱۹ "	محمد پناہ	
۱۹	ساہو " "	"	۱۵ "	سالار دین	

(بقیہ از صفحہ ۳)

گیا ہے جس میں تمام اقوام عالم کو ایک ذکر وانثیٰ[۳] کی اولاد اور امت واحدہ[۴] قرار دیا گیا ہے جس میں ہر قوم کو اپنے پیغمبروں کے ساتھ اقوام عالم کے پیغمبروں پر ایمان لانے کی تاکید کیگئی[۵] ہے تاکہ یہ رشتۂ اخوت و محبت عملاً مستحکم ہو جائے اور ہر قوم کی رہنمائی کے لئے اس کی جداگانہ تاریخ — اسرائیلی، ایرانی، رومی اور انگریزی تاریخ کی بجائے — ایک عالمگیر انسانی تاریخ انسان کے پیش نظر ہے۔ جس تاریخ کے بنانیوالے لوگ سلاطین نہ ہوں، بلکہ انبیاء و صلحا و علماء ہوں
(باقی دارد)

[۳] انا خلقنٰکم من ذکر و انثیٰ (الحجرات ع ۲)
[۴] کان الناس امۃ واحدۃ (البقرہ ع ۲۶)
[۵] وما اوتی النبیون من ربھم (البقرہ ع ۱۶)

ضرورت ہے

انجمن کے مرکزی دفتر کے لئے ایک کارکن کی ضرورت ہے جو کم از کم میٹرک پاس ہو۔ درخواستیں معہ مصدقہ نقول سرٹیفکیٹ سفارش سکرٹری یا صدر مقامی جماعت یا ممبر جنرل کونسل آنی چاہئیں۔ تقرر سر دست امتحاناً ہوگا۔ تنخواہ ۲۵ روپے ہوگی، فحط الاؤنس ۵ روپے ہوگا۔ تجربہ کار آدمی کو تنخواہ ۳۰ روپے تک مل سکے گی۔ درخواستیں صرف وہی دوست بھجوائیں جنہیں دین سے محبت ہو اور جو دین کے لئے اپنی زندگی وقف کریں۔

عبداللہ۔ جنرل سکرٹری۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

انصاف پسند قادیانی دوستوں کے پتے درکار ہیں

جبیب الرحمٰن صاحب صادق بمبئی سے تحریر فرماتے ہیں:۔

"خداترس اور انصاف پسند قادیانی دوستوں کے مفصل پتے درکار ہیں ایک ایک سال کے لئے بارہ قادیانی دوستوں کے نام اپنی طرف سے اخبار پیغام صلح جاری کرانا چاہتا ہوں احباب سلسلہ اپنے حلقہ سے انصاف پسند قادیانی بھائی کا پتہ مندرجہ ذیل پتہ پر بھیجکر ممنون فرمائیں۔"

پتہ
جبیب الرحمٰن صادق پوسٹ بکس نمبر ۹۳۵
بمبئی

معاونین اخبار سے ضروری گذارش

دفتر اخبار پیغام صلح کی طرف سے معاونین کی خدمت میں چندہ کی ادائیگی کے متعلق متعدد یاد دہانیاں کرائی جاتی ہیں مگر احباب اس طرف توجہ نہیں فرماتے، آجکل جبکہ کاغذ اشد گراں ہے بلکہ نایاب ہے احباب کا فرض ہے کہ اخبار کی توسیع میں خاص طور پر توجہ فرمائیں اور دفتر سے جو وقت ادائیگی چندہ کے بارہ میں انہیں وی۔پی ملیں وصول فرما کر عنداللہ ماجور ہوں
(منیجر)

تبرک

مکرم و محترم جناب داروغہ نبی بخش صاحب المتخلص بہ شیدا ہماری قوم کے ان چیدہ بزرگوں میں سے ہیں جن کا وجود از حد مغتنمات میں سے ہے داروغہ صاحب مکرم ایک عرصہ سے بیمار ہیں اپنی پیرانہ سالی اور طویل علالت کے اندر بھی حضرت مسیح موعود اور سلسلہ عالیہ کی محبت انہیں بے قرار رکھتی ہے ذیل کے اشعار اسی بیقراری کے اثرات ہیں ان میں سے چند اشعار جن پر x کا نشان ہے انہوں نے اپنی قبر کے کتبہ کے لئے تجویز کئے ہیں اور باقی صرف احباب کرام تک بطور تبرک پہنچانے کے لئے مرحمت فرمائے ہیں، ان کا ارادہ تھا کہ جلسہ سالانہ پر ان اشعار کو خود پڑھکر سنائیں، لیکن علالت کی وجہ سے ایسا نہ کر سکے، اب ان کے حسب خواہش درج اخبار کئے جاتے ہیں (ایڈیٹر)

x میرا ہے فرض تم کو حق بات کا سنانا — تم نے بھی سن کر اس سے کچھ فائدہ اٹھانا
x شیدا نے کی وصیت اولاد کو یہ اپنی — مرقد پہ میرے کتبہ لکھوا کے یہ لگانا
x خواجہ و عصمت اللہ دونوں کی تربتوں میں — اے احمدی عزیزو مرقد میرا بنانا
x پھر اس کے بعد ل کر شیدا کی قبر پر تم — اک بار فاتحہ تم للہ پڑھتے جانا
x کیوں اسقدر ہے جلدی گھر جانے کی عزیزو — آخر تمہیں بھی واپس اک دن یہاں ہے آنا
x پھر جب کبھی ہو آنا اس جگہ پر تمہارا — اسوقت بھی دعا سے شیدا کو مت بھلانا
x اک عرض اور میری تم سے ہے عاجزانہ — اسکو بھی تم خدارا اک بار سنتے جانا
x مرزا غلام احمد سچا مسیح و مہدی — ملانوں کے نہ ہرگز بہکانے میں تم آنا
x مرزا مسیح بنا ہے انکو بھی گلہ ہے — بس اس بنا پر اسکو کافر انہوں نے جانا
جب بن گئے یہودی یہ سب کے سب ملانے — اصلاح کو پھر ان کی لازم تھا جسکے آنا
x ان کے نتاولی سے کیا کوئی ولی بچا ہے؟ — تم ہی بتاؤ کس کو سچا انہوں نے جانا
x منصور کو انا الحق کہنے پہ کیا کہیں گے؟ — یہ پوچھ کر پھر ان سے مرزا کی طرف آنا
x ہر اک درخت کو تم پہچانتے ہو پھل سے — بس اس اصول پر ہی مرزا کو آزمانا
x وہ دین کا تھا خادم مانو یہ بات میری — اس کا تھا کام دیں سے تہمات کو اٹھانا
x لکھکر براہین اس نے یہ کام کر دکھایا — پر ان یہودیوں نے کافر ہی اسکو جانا
اس کے غلاموں کو بھی ہر وقت فکر دیں ہے — ان کا ہے کام دیں کو ہر ملک میں سنانا
اس پر بھی یہ ملانے کہتے ہیں اسکو کافر — کیا ہیں یہ ملاں سچے اب تم ہی خود بتانا
جن کو کہیں یہ کافر وہ تو بنائیں مسلم — اور مسلموں کو کافر انہوں نے ہے بنانا
تبلیغ دیں خدا بھی کفار سے کرائے؟ — ایسی نظیر ہم کو کہیں اور بھی دکھانا
اس فعل سے خدا کے مسلم ہوئے وہ ثابت — لیکن انہوں نے پھر بھی مسلم نہ اسکو جانا
کافر کو یہ ملانے مسلم بنائیں کیونکر — جب مسلموں کو کافر انہوں نے ہے بنانا
ان مردہ شوؤں کا اسلام ہے تو یہ ہے — مردوں کا مال کھا کر تو ندوں کو ہے بڑھانا
ان کو غرض کیا ہے دیں کی مصیبتوں سے — یہ تو صرف جانتے ہیں حلوا منڈا ہی کھانا
ملتے ہیں ان کے محراب میں ہیں انکی ریشیں — بہروپ ہے یہ ان کا ہرگز نہ بھول جانا
اک ہاتھ میں عصا ہے اور دوسرے میں تسبیح — اس طرح تقویٰ اپنا لوگوں کو ہے جتانا
بھیڑوں کی شکل میں ہیں بھیڑیئے ملانے — خود ان سے تم نے بچنا اور انکو بھی بچانا

شیدا نے چند باتیں جو عرض کی ہیں تم سے — ان کو نہ اپنے دل سے ہرگز کبھی بھلانا

نوجوانانِ لاہور کا ہفتہ وار اجلاس

۲۱ر فروری بروز اتوار بعد از نماز مغرب احمدیہ مسجد میں زیر صدارت جناب مولانا آفتاب الدین احمد صاحب جلسہ منعقد ہوا، مولوی امیر علی صاحب نے تلاوت قرآن کریم فرمائی۔ عزیزی سعید احمد نے نعت پڑھی۔ بعد ازاں جناب شیخ بشیر احمد صاحب نے "شمائل مسیح موعود" پر تقریر فرمائی جناب شیخ صاحب نے اپنے مضمون کو بڑی خوش بیانی اور خوش اسلوبی سے نبھایا، دوسری تقریر جناب شریف احمد صاحب مسلم ہائی سکول کی ہوئی جس کا موضوع مقدس مسافر تھا اس کے بعد جناب اسسٹنٹ سکرٹری صاحب نے نوجوانوں کی ہمت کے متعلق چند تلمیحات فرمائیں اور فرمایا کہ نوجوانوں کی ہمت قابل داد ہے اگر ہمارے نوجوان باہمت رہے تو وہ اس قابل ہوں گے کہ آئندہ نظام کی روح رواں بن سکیں۔ جناب مولانا مصطفیٰ خان صاحب نے ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کی توسیع کے ذرائع بیان فرمائے آپ نے فرمایا۔

(۱) ہمارے نوجوان جو ایسوسی ایشن کے ممبر ہوں ان پر یہ فرض ہے کہ وہ دوسروں کو ہمارے جلسوں میں شرکت کرنے کی دعوت دیں۔

(۲) ہماری میٹنگ کے اشتہارات مختلف اخبارات میں جلنے چاہئیں۔

جناب صدر نے حاضرین کا شکریہ ادا کیا اور دعا پر میٹنگ ختم ہوئی۔

شیخ محمد طفیل ایم۔اے سکرٹری

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ٭ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار

آرگن

پیغامِ صلح

ایڈیٹر

ایس۔ محمد آصف

(بی۔ اے)

جائنٹ ایڈیٹر۔ شیخ محمد انعام الحق

جلد ۳۱ | لاہور۔ یوم چہارشنبہ مطبوعہ ۲۵ صفر ۱۳۶۲ھ م ۳ مارچ ۱۹۴۳ء | نمبر ۹

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نیا نہ پرانا
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت یا حرف بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

وصیت کیطرف توجہ کی ضرورت

وصیت کی اہمیت اور ضرورت کے متعلق متعدد دفعہ اخبار میں لکھا جا چکا ہے اور حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بھی کئی دفعہ ارشاد فرما چکے ہیں "میں اپنے بزرگ دوستوں سے کہنا چاہتا ہوں کہ وہ اپنے مالوں کا ایک حصہ خدا کی راہ میں وصیت کریں، وصیت کا حکم قرآن کریم میں موجود ہے حضرت امام وقت نے اس حکم کو از سر نو زندہ کیا اور تجویز کیا کہ مالوں اور جائیدادوں کے کم از کم دسویں حصہ کی وصیت خدا کی راہ میں کی جائے اس میں کچھ شک نہیں کہ ہم نے عرصہ تک اس کی طرف سے غفلت برتی لیکن اب کئی سال سے یہ تحریک احباب کے سامنے ہے اگر اس کی پابندی کی جائے تو تبلیغ اسلام اور اشاعت قرآن کے لئے ایک بڑا بھاری مستقل فنڈ قائم ہو سکتا ہے۔"

ہماری جماعت کے بزرگ اخلاص کے نمونے ہیں انہیں کسی ایسے کار خیر کی طرف توجہ دلانا جس سے اسلام کو تقویت پہنچی ہو اور اشاعت اسلام کا کام بہت مضبوط بنیادوں پر قائم ہو سکتا ہو سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے انہوں نے اپنی عمریں خدا تعالیٰ کے دین کیلئے وقف کر دیں لیکن اگر وہ اپنی مساعی جمیلہ میں اس قربانی کا بھی اضافہ کر دیں کہ اپنے مالوں سے کچھ حصہ وصیت کریں تو انکی مساعی کمال کو پہنچ جاتی ہیں اور ان کے بعد بھی اس کام کے جاری رہنے کا مستقل سامان ہو جاتا ہے آخر کوئی بات تھی کہ حضرت امام عصر حاضر نے وصیت کرنے پر اسقدر زور دیا ہے امید ہے وصیت کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے [illegible]

> **شکریہ** متعدد بزرگوں اور دوستوں نے خاکسار مدیر پیغام صلح کو بچہ کی ولادت پر مبارکباد کے خطوط لکھے ہیں ان سب بزرگوں اور دوستوں کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اس موقعہ پر اپنی محبت اور خلوص کا اظہار فرمایا، اللہ تعالیٰ ان سب بزرگوں اور دوستوں کو جزائے خیر دے آمین ٭

اخبار کا آئندہ حجم

یہ خبر خریداران اور قارئین پیغام صلح کیلئے یقیناً خوشی کا باعث ہوگی کہ انجمن نے اخبار پیغام صلح کا حجم بجائے چار صفحات کے آئندہ سے آٹھ صفحات کر دیا ہے احباب دعا فرمائیں کہ آئندہ کاغذ مہیا ہوتا رہے تاکہ اس حجم کو برقرار رکھا جا سکے اسکے علاوہ آئندہ سے پیغام صلح بجائے جمعرات کے بدھ کو شائع ہوا کرے گا ٭

خبر احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ خیریت سے ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

— حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب۔ تھانہ بمبئی میں بیمار ہیں انکی صحت کیلئے حضور قلب سے دعا کیجئے، اللہ تعالیٰ انہیں صحت عطا فرمائے

— اخویم مکرم جناب ڈاکٹر الہ بخش صاحب علیل ہیں احباب سلسلہ انکی صحت کے لئے دعا فرمائیں۔

— مکرم جناب ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب جنرل سیکرٹری انجمن کی طبیعت بھی ناساز ہے انکی صحت کیلئے دعا کی جائے۔

— جناب شیر محمد صاحب اختر کا بچہ بعارضہ ٹائیفائیڈ بیمار ہے احباب سلسلہ بچہ کی صحت کیلئے درد دل سے دعا فرمائیں اللہ بچہ کو صحت کامل عطا فرمائے۔

— چوہدری نذیر احمد صاحب باجوہ فوجی ملازمت کے سلسلہ میں منٹگمری ۔۔۔ [illegible]

جلسہ فنڈ کی ادائیگی کی طرف توجہ فرمائیں

گذشتہ جلسہ سالانہ سے پہلے احباب کی خدمت میں فرداً فرداً چٹھیاں لکھکر درخواست کی گئی تھی کہ وہ جلسہ کے اخراجات کیلئے کچھ رقم جو ان کے نام لکھدی گئی تھی پیشگی مرحمت فرمائیں بیشتر اصحاب نے اسکے جواب میں تجویز کردہ رقوم یا کم و بیش بھیجدیں، لیکن بعض احباب ابھی تک خاموش ہیں اور انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا جسکی وجہ سے اخراجات جلسہ اور جلسہ فنڈ کی آمد میں تقریباً تین سو روپیہ کا فرق ہے۔ اگر وہ تمام احباب جنہوں نے ابھی تک جلسہ فنڈ میں کچھ بھی مرحمت نہیں فرمایا اس طرف توجہ فرمائیں تو یہ فرق آسانی سے پورا ہو سکتا ہے اسی غرض سے ایسے احباب کو فرداً فرداً بذریعہ خطوط توجہ دلائی جا رہی ہے، امید ہے احباب کرام جلد تر ان خطوط کا جواب دیکر اور رقوم بھیجکر ممنون فرمائیں گے والسلام

خاکسار۔ عبداللہ مہتمم جلسہ سالانہ

کلرک کی ضرورت

مسلم ہائی سکول لاہور کے لئے ایک کلرک کی ضرورت ہے جو میٹرک پاس ہونا چاہیئے ٹائپ جاننے والے کو ترجیح دیجائیگی درخواستیں ہیڈ ماسٹر صاحب کے نام آنی چاہئیں

(مسلم ہائی سکول لاہور)

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

نبوتِ ناقصہ یعنی محدثیت!

وہ امتی لوگوں کے موافق صرف قال اللہ وقال الرسول کا پیرو ہوگا اور حل مغلقات و معضلات دین نبوت سے نہیں بلکہ اجتہاد سے کرے گا اور نماز دوسروں کے پیچھے پڑھے گا۔ اب ان تمام اشارات سے صاف ظاہر ہے کہ وہ واقعی اور حقیقی طور پر نبوت تامہ کی صفت سے متصف نہیں ہوگا۔ ہاں نبوت ناقصہ اس میں پائی جائے گی جو دوسرے لفظوں میں محدثیت کہلاتی ہے اور نبوت تامہ کی شانوں میں سے ایک شان اپنے اندر رکھتی ہے، سو یہ بات کہ اسکو امتی بھی کہا اور نبی بھی، اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دونوں شانیں امتیت اور نبوت کی اس میں پائی جائیں گی۔ جیسا کہ محدث میں ان دونوں شانوں کا پایا جانا ضروری ہے۔ لیکن صاحب نبوت تامہ تو صرف ایک شان نبوت ہی رکھتا ہے۔ غرض محدثیت دونوں رنگوں میں رنگین ہوتی ہے۔ اسی لئے خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں بھی اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۵۳۲ و ۵۳۳)

شذرات

(از محمد انعام الحق)

"ترقی پسند ادب" کی اخلاق سوزیاں

بدقسمتی سے بعض اخلاق دشمن یورپ زدہ نوجوان اردو رسائل کے ذریعہ "ترقی پسند ادب" کے پُر فریب نام سے مادر پدر آزادی اور لامذہبی کی شیطانی تبلیغ میں مصروف ہیں۔ بعض عیاش اور مذہب دشمن شعراء کی "سرپرستی" بھی انہیں حاصل ہے۔ ان کی اخلاق سوز حرکتوں سے قوم کے اندر فحش نگار مردوں اور عورتوں کی خاص جماعت پیدا ہو گئی ہے جو اپنی عریاں نگاری و عریاں پسندی پر برملا نازاں ہے ——— دجالی تہذیب کے یہ شکار کہتے ہیں کہ ادب اور آرٹ میں اخلاق کا مطلق دخل اور شرم و حیا اور عصمت و پاکبازی کا قطعی کوئی درجہ نہیں ہونا چاہیئے، اسی گروہ کی ایک عریانی پسند مسلمان کہلانیوالی شریف زادی ایک مسلمان کہلانیوالے نوجوان کے رسالہ میں عریانی کی حمایت میں اس طرح رقمطراز ہیں:-

"ذرا شانہ سے دوپٹہ ڈھلکا اور ان کی آنکھوں میں خون اترا۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ اس خاص حصہ جسم سے کیوں جلتی تھیں، معلوم ہوا کہ محترمہ خود چونکہ نہایت مرجھائی ہوئی کھٹائی کی شکل کی تھیں لڑکیوں کے جسم کو دیکھکر کوئلہ ہو جاتی تھیں۔ نہ جانے کتنی خالائیں اور نانیاں جوانی کھو کر لڑکیوں کی سوتیں بن جاتی ہیں ۔۔۔۔ سمجھ میں نہیں آتا آخر عریانی نظر آتی ہے تو لوگ بلبلا کیوں اٹھتے ہیں"

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ کیا مسلمان قوم کے ذمہ دار بزرگ "ترقی پسند ادب" کی اس اخلاق کش اور عصمت سوز وبا کا کوئی علاج نہیں سوچیں گے؟ اور کچھ نہیں ہو سکتا تو "ترقی پسند" رسائل کا مقاطعہ کر کے اپنے گھروں اور اپنی آئندہ نسلوں ہی کو اس غلاظت سے بچانا چاہیئے ٭

وطن پرستی کے نتائج

کچھ عرصہ ہوا مشہور کانگریسی لیڈر پنڈت جواہر لعل نہرو روس تشریف لے گئے تھے واپس آکر انہوں نے انگریزی اخبارات میں اس ملک کے حالات کے متعلق متعدد مضامین لکھے جو بعد ازاں کتابی صورت میں بھی چھپے لاہور کے ایک تاجر کتب نے اس کا اردو ترجمہ "سیاحت روس" کے نام سے شائع کیا جو اس ہفتہ ہماری نظر سے گذرا ——— پنڈت جی برلن سے ماسکو گئے تھے۔ راستے میں پولینڈ بھی پڑا اپنے اس سفر کے حالات میں ایک جگہ لکھتے ہیں:-

"ٹرین میں ایک جرمن رہبر جو ہمارے ساتھ تھا اسے پولینڈ سے اور پولینڈ کی ہر ایک شئے سے بڑی نفرت تھی اس کے خیال میں جرمنی کی سرحد پر تہذیب ختم ہو گئی اور پولینڈ والے وحشی ہیں"

جرمنوں پر ہی موقوف نہیں اس زمانہ میں دنیا کی قریباً تمام "وطن پرست" اقوام و افراد کا کم و بیش یہی حال ہے۔ دوسروں کو حقیر و ذلیل سمجھنا ان بے ایمان لوگوں کا شعار ہے اس افتراق انگیز جذبہ اور تنگ دلی سے اقوام کے درمیان بے اعتباری اور غرض پرستی پیدا ہو گئی اور ترقی کر گئی ہے جس کا نتیجہ باہمی عداوت و جنگ ہے ——— موجودہ

(باقی بر صفحہ نمبر ۲)

[illegible] تعلیمی پرنٹنگ پریس بیرون اکبری دروازہ لاہور میں باہتمام شیخ محمد اختر پرنٹر و پبلشر چھپکر دفتر اخبار پیغام صلح۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا

سورہ الفتح میں اسلام کے غلبہ کی بشارت

اسلام صلح اور امن کی حالت میں ترقی کرتا ہے

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ مورخہ ۲۶ فروری ۱۹۴۳ء

انا فتحنا لك فتحا مبينا۔ ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر ويتم نعمته عليك ويهديك صراطا مستقيما۔ وينصرك الله نصرا عزيزا ....
هو الذى ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله وكفى بالله شهيدا ...... وعد الله الذين امنوا وعملوا الصلحت منهم مغفرة واجرا عظيما۔
(سورۃ الفتح)

روح اور دل کو غذا کی ضرورت جس طرح پر انسانی جسم کو ایک غذا کی ضرورت ہے جو اس کے قائم رکھنے کے لئے سہارے کا موجب ہو اسی طرح پر انسان کی روح کو اس کے دل کو بھی ایک غذا کی ضرورت ہے جو اس کو قائم رکھنے اور سہارا دینے کا موجب ہو، یہ غذا اللہ تعالےٰ نے ہمارے لئے اپنے کلام قرآن مجید میں مہیا فرمائی ہے انسان کا دل اور انسان کی روح بغیر اس غذا کے قائم نہیں رہ سکتے۔

فتح اور غلبہ کی بشارت اس وقت جو آیات میں نے پڑھی ہیں یہ سورہ الفتح کی پہلی تین آیتیں اور اس کی دو آخری آیتیں ہیں، شروع میں فرمایا کہ ہم نے تیرے لئے ایک کھلی فتح کی راہ کھول دی ہے اور آخر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کو کل ادیان پر غالب کریگا گویا یہی وہ فتح ہے جس کی بشارت شروع میں دی اور پھر آخری آیت میں بتایا کہ یہ فتح بتدریج حاصل ہوگی بالکل اس بیج کی طرح جسے زمین میں ڈالا جاتا ہے اور اس کی سوئی نکلتی ہے اور وہ بتدریج پھلتا پھولتا ہے۔

صلح حدیبیہ کا واقعہ یہ فتح مبین کی خوشخبری کس وقت دی گئی یہ اس وقت کا ذکر ہے جب بظاہر مسلمانوں کو ایک بڑا زبردست دھکا لگا یعنی صلح حدیبیہ کے نام سے جو واقعہ تاریخ اسلام میں مشہور ہے، حدیبیہ کے مقام پر بعض ایسی شرائط پر حضرت نبی کریمؐ نے کفار سے صلح منظور کر لی جس میں مسلمانوں کو اپنی ذلت نظر آتی تھی یہانتک کہ حضرت عمرؓ کے منہ سے یہ الفاظ نکلے "ہم اپنے دین کے بارے میں ذلت کیوں گوارا کریں"۔

سورۃ الفتح کا نزول یہ صلح کر کے حضرت نبی کریمؐ مدینہ تشریف لا رہے تھے کہ راستہ میں یہ سورۃ نازل ہوئی انا فتحنا لك فتحا مبينا۔ بظاہر تو مسلمانوں کو ناکامی ہوئی یہ حج نہ کر سکے اور ایسی شرائط پر صلح کرنے پر مجبور ہوئے جن میں اسلام کا پہلو مغلوب نظر آتا تھا مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خوشخبری ملی کہ اس ظاہری مغلوبیت سے حقیقی غلبہ اور فتح کا رستہ کھل گیا اور یہ سورت اس وقت جب مسلمانوں کے دل ٹوٹے ہوئے تھے ان کی روحوں کی غذا ان کے دلوں کی قوت کا موجب بن گئی۔

جنگ سے اسلام کی ترقی رکی رہی فتح کا لفظ ہماری زبان میں عام ہے لیکن عربی میں فتح کے اصل معنے کھول دینے کے ہیں۔

تو فتحنا لك فتحا مبينا میں یہ خوشخبری ہے کہ اس صلح کے ذریعہ سے جس میں بظاہر مسلمانوں کی مغلوبیت کا پہلو نظر آتا ہے کامیابی کے رستے کھول دیئے گئے ہیں اور یہ ایک کھلی فتح ہے اور فی الحقیقت یہ بڑی کھلی فتح ثابت ہوئی یہ ہجرت کا چھٹا سال تھا اور پہلے پانچ سال میں کفار عرب اپنی پوری قوت اسلام کو مٹانے کے لئے صرف کر چکے تھے اور تین ان کے زبردست حملے مدینہ پر ہو چکے تھے اور آخری حملہ جو تھا جو غزوۂ احزاب کے نام سے مشہور ہے جس میں قریش، یہود اور قبائل عرب سب متحد ہو کر مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے تھے۔

صلح سے ترقی کے راستے کھل گئے تو یہ چھ پانچ سال جنگ میں گذرے تھے اور اسلام کی ترقی بھی بوجہ جنگ کے رکی رہی لیکن صلح کے ساتھ اسلام کے ان لوگوں میں پھیلنے کے راستے کھل گئے چنانچہ یہ ایک تاریخی واقعہ ہے کہ اس ڈیڑھ سال کے اندر اندر جو صلح حدیبیہ سے لیکر فتح مکہ تک ہے اس کثرت سے لوگ اسلام میں داخل ہوئے تھے کہ پہلے پانچ سال میں اتنے نہ ہوئے تھے، حالانکہ صلح میں یہ شرط تھی کہ اگر کافروں میں سے کوئی مسلمان ہو کر مدینہ آئے گا تو آنحضرت صلعم اسے اپنے پاس نہ رکھ سکیں گے۔ مگر باہر لوگ اس کثرت سے اسلام میں داخل ہوتے چلے گئے کہ وہی ذلت کی صلح ایک عظیم الشان کامیابی کا پیش خیمہ بنگئی اور اسلام کے لئے حالت امن و صلح میں راستہ کھل گیا وہ کافر جو اسلام کو برباد کرنے پر تلے ہوئے تھے وہ اس قابل ہو گئے تھے کہ مسلمانوں کی باتوں کو غور سے سنیں، جب انہوں نے سنا تو ان کے دل قبولیت حق کے لئے کھل گئے۔

یہ قصہ نہیں خوشخبری ہے میں اس واقعہ کو صرف ایک قصہ کے طور پر بیان نہیں کرنا چاہتا مسلمانوں کو بظاہر ذلت اٹھانی پڑی اور قرآن نے تسلی دی یہ صرف گذشتہ کا ہی ایک واقعہ نہیں بلکہ آج بھی جب چاروں طرف اسلام کی مغلوبیت کا نظارہ نظر آتا ہے ہمارے لئے ان آیات میں ایک عظیم الشان خوشخبری ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر ويتم نعمته عليك ويهديك صراطا مستقيما۔

ذنب کے معنی ذنب کہتے ہیں کسی چیز کے پچھلے حصہ کو اور ذنب ہر اس فعل کا نام ہے جس کا انجام ناگوار ہو فی الحقیقت ذنب کا لفظ صرف گناہ کے لئے خاص نہیں بلکہ چھوٹی سے چھوٹی باتیں جو انسان سے غلطی کے طور پر سرزد ہوتی ہیں ان پر بھی ذنب کا لفظ بولا جاتا ہے بلکہ ہر وہ روک جو انسان کے مقصد کے حصول میں حائل ہو جاتی ہے، اسے ذنب کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے اسی لئے استغفر الله ربى من كل ذنب کی تعلیم ہر ایک مسلمان کو دی جاتی ہے حضرت مسیح موعود تین باتوں کی بہت تاکید فرماتے تھے، کثرت استغفار۔ سورۃ فاتحہ کا ورد اور درود شریف کی کثرت۔ خود حضرت نبی کریم صلعم بہت استغفار کرتے تھے استغفار کا مطلب ہے خدا کی حفاظت طلب کرنا۔ ہر اس بات سے جو انسان کی ترقی میں روک ہے یا اس کے مقصد کے حصول میں روک ہے۔ نماز پڑھنا ایک نیک کام ہے لیکن عین نماز کی حالت میں انسان کا خیال کسی دوسری طرف چلا جانا یہ بھی نماز کے اصل مقصد کے حصول میں ایک روک ہے اسی لئے سب لوگوں کے ذنوب بھی یکساں نہیں۔

یہاں فرمایا ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر تو اس میں درحقیقت یہ بتایا کہ تمہارے لئے اس صلح سے فتح کا رستہ کھل گیا ہے اور وہ روکیں دور ہو گئی ہیں جو اسلام کے پھیلنے کے رستے میں حائل تھیں۔

صلح حدیبیہ نے روک کو دور کر دیا حضرت نبی کریمؐ کے راستہ میں وہ کوئی روک تھی جسے صلح حدیبیہ نے دور کر دیا وہ تھا کفار عرب کا آپ کی طرف غلط طور پر بعض جھوٹی باتیں منسوب کرنا۔ جنگ کی حالت میں ایسے بے بنیاد الزامات لگائے جاتے ہیں جنگ کی حالت میں کفار عرب بھی طرح طرح کے الزامات حضرت نبی کریم صلعم کی طرف منسوب کرتے تھے یہی روک تھی، جب صلح ہو گئی تو لوگ غور کرنے کے لئے تیار ہو گئے اور لوگوں نے دیکھا یہ رحم مجسم ہے یہ ہم کو نیکی کی راہیں دکھاتا ہے وہ جو غلط باتیں آپ کی طرف منسوب کی جاتی تھیں اللہ تعالےٰ نے اس صلح کے ذریعہ انہیں دور کر دیا چنانچہ انہیں باتوں کے دور کرنے کے متعلق فرمایا ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر ويتم نعمته عليك ويهديك صراطا مستقيما۔

اتمام نعمت اور بہت سی غلط باتیں جو دشمنان اسلام نے مشہور کر رکھی تھیں ان کو ذنب کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے اور جو صلح ہوئی اور مسلمانوں اور مشرکوں کا باہم میل جول ہوا اور اصل حقیقت پر انہیں آگہی ہوئی تو انہیں معلوم ہوا کہ یہ باتیں نادرست ہیں اور آنحضرت صلعم کے اخلاق کے گرویدہ ہو گئے اور اسلام میں داخل ہونے لگے یہی آنحضرت صلعم پر اتمام نعمت تھا کہ لوگ راہ حق قبول کر کے آپ کے حلقہ بگوش ہوں اور یہی وہ ہدایت ہے یعنی منزل مقصود پر پہنچنا جس کا یہاں ذکر ہے کیونکہ آپ کی منزل مقصود یہی تھی کہ ملک عرب نور اسلام سے منور ہو جائے۔

نصرت کیا تھی پھر فرمایا وينصرك الله نصرا عزيزا اور اللہ تجھے زبردست نصرت سے مدد دے اور وہ نصرت کیا تھی اس کا قرآن مجید میں ذکر ہے اذا جاء نصر الله والفتح۔ ورايت الناس يدخلون فى دين الله افواجا۔ جب اللہ کی مدد اور فتح آگئی اور تو نے لوگوں کو اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوتے دیکھ لیا۔

اسلام کو فتح صلح کی حالت میں ہی ملتی ہے تو خوب یاد رکھو اسلام کی فتح دراصل کبھی میدان جنگ میں فتح و شکست کا نام نہیں اسلام کو فتح صلح اور امن ہی کی حالت میں حاصل ہوتی ہے اسلئے آپ دیکھیں کہ قرآن مجید نے صلح پر بہت زور دیا ہے، ارشاد ہوتا ہے وان جنحوا للسلم فاجنح لها اور اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو تو بھی ان کی طرف جھک جا بلکہ یہانتک فرمایا کہ ان يريدوا ان يخدعوك فان حسبك الله اگر وہ صلح کے ذریعہ تجھے دھوکہ دینا چاہتے ہیں تو اس کی بھی پرواہ مت کر اللہ آپ کے لئے کافی ہے۔ اسی طرح جہاں میاں بیوی کے جھگڑوں کے متعلق ذکر ہے فرمایا ہے الصلح خير صلح اچھی چیز ہے۔

آئندہ بھی اسلام غلبہ حاصل کریگا مگر یہاں ایک اور بھی خوشخبری ہے فرمایا کہ جس طرح ما تقدم من ذنبك کو اللہ تعالیٰ نے دور کر دیا اور وہ بری باتیں جو آپ کے متعلق کہی جاتی تھیں اسوقت دور کر دیں اسی طرح اسکا وعدہ ما تاخر کے متعلق بھی ہے یعنی وہ بری باتیں جو پچھلے زمانہ میں آپ کے متعلق کہی جائیں گی ان کو بھی اللہ تعالیٰ دور کر دے گا اور اسلام کی دوسری مغلوبیت کے بعد پھر اس کے غلبہ کے رستے کھول دیگا چنانچہ ہمیں کوئی شبہ نہیں کہ اسلام کی ترقی کے رستہ میں وہ باتیں روک بن گئی ہیں جو عیسائیت نے اسلام اور محمد رسول اللہ کے متعلق دنیا میں پھیلائی ہیں تو ما تقدم من ذنبك کیساتھ ما تاخر لا کر یہ بتایا کہ فتح کی خوشخبری صرف اس وقت کے لئے ہی نہیں بلکہ آئندہ بھی اللہ تعالیٰ ان روکوں کو دور کرتا رہے گا۔ جو لوگ پیدا کریں گے اور فتح کے دروازے آپ پر کھولتا رہیگا اسلئے میں نے اس آیت کو پڑھا ہے کیونکہ اس میں اسلام کے غلبہ اور فتح کی پیشگوئی ہے۔ هو الذى ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کیساتھ بھیجا تاکہ اسے سب دینوں پر غالب کرے لیکن ہوگا یہ بتدریج جس طرح ایک بیج زمین میں بویا جاتا ہے سوئی نکلتی ہے جو آہستہ آہستہ مضبوط ہوتی ہے اور پھلتی پھولتی ہے کزرع اخرج شطاه فازره فاستغلظ فاستوى على سوقه یہی حالت اسلام کی ہوگی۔ اب دیکھئے اسلام کو مٹانے کے لئے کس قدر زور لگایا گیا لیکن اللہ تعالیٰ نے اسلام کو ترقی دی تو فرمایا ليظهره على الدين كله یہ ترقی کرتا کرتا تمام ادیان پر غالب آجائیگا تو میں اس واقعہ کو بطور واقعہ کے بیان نہیں کر رہا بلکہ بطور پیشگوئی کے بیان کر رہا ہوں۔

اب بھی یہ آیات صادق آرہی ہیں آجکل قومیں اس قدر ایکدوسرے کی مخالف ہو گئی ہیں یوں معلوم دیتا ہے کہ اسوقت تک دم نہیں لیں گی جبتک کہ وہ ایکدوسرے کو مٹا نہ دیں یہ آویزش اسلام کیلئے راستے کھولنے کیلئے ہے حضرت نبی کریمؐ پر اس زمانہ میں پہلے زمانہ سے بھی بڑھکر جھوٹے الزامات لگائے گئے ہیں جو اسلام کے رستہ میں روک ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اس روک کو بھی اٹھا دیگا اور اس وقت بھی یہ آیات صادق آرہی ہیں انا فتحنا لك فتحا مبينا ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر ويتم نعمته عليك ويهديك صراطا مستقيما۔ اسلام یقیناً اس زمانہ میں بھی غالب آئیگا ضرورت اس بات کی ہے کہ ایک گروہ اس کام کیلئے نکل پڑے جبکہ اللہ تعالیٰ نے راستے کھول دیئے ہیں، اس جنگ کے بعد جب صلح ہو تو تبلیغ اسلام کیلئے نکل کھڑے ہوں اور اس ظاہری صلح اور جنگ پر بھی نہ جانا چاہیئے ہم جانتے ہیں کہ جو کچھ ہوگا اسلام کے فائدہ کے

حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے نبوۃ کی حقیقت بیان کرنے میں کیا مسلمانوں کے خیالات کی پیروی کی یا قرآن کریم کی؟

(از محترم جناب شیخ عبدالرحمان صاحب مصری)

اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول

حضرت مسیح موعودؑ نے نبوت کی حقیقت بیان کرتے ہوئے ایک امر یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ "اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں یا نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے اور براہ راست بغیر استفادہ کسی نبی کے خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں اسلئے ہوشیار رہنا چاہیئے کہ اس جگہ بھی یہی معنی نہ سمجھ لیں"۔ (خط حضرت مسیح موعودؑ از اخبار الحکم نمبر ۲۹ جلد ۳، ۱۷ اگست ۱۸۹۹ء)

جناب میاں صاحب کا اختراع کردہ اصل

چونکہ نبوت و رسالت کی اس حقیقت کی رو سے حضرت اقدسؑ کسی صورت میں بھی زمرۂ انبیاء کے فرد نہیں قرار دیئے جا سکتے اور جناب میاں صاحب مکرم حضرت اقدسؑ کو زمرۂ انبیاء کا فرد یقین کرتے ہیں اسلئے حضور کی بیان کردہ نبوت و رسالت کی اس حقیقت کو کالعدم بنانے کیلئے انہیں ایک اصل اختراع کرنا پڑا جو جناب میاں صاحب مکرم کے اپنے ہی الفاظ میں یہ ہے:- "یہ تعریف عام طور پر مسلمانوں میں مسلم تھی چونکہ انبیاء کی یہ سنت ہے کہ وہ اس وقت تک کسی کام کو نہ شروع کرتے ہیں نہ چھوڑتے ہیں جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم نہ آئے اس لئے اسی احتیاط انبیاء سے کام لیکر حضرت مسیح موعودؑ بھی اس عقیدہ پر قائم رہے کہ نبی میں مذکورہ بالا تینوں باتیں پائی جانی ضروری ہیں اور چونکہ آپ میں ان باتوں میں سے ایک بھی نہ پائی جاتی تھی اس لئے آپ اپنے الہامات کی یہ تاویل فرماتے کہ نبی سے مراد محدث ہے اور آپ کا درجہ محدثیت کا ہے نہ کہ نبوت کا اور نبی آپ کا نام صرف بعض جزئی مشابہتوں کی وجہ سے رکھ دیا گیا ہے یا صرف لغت کے معنوں کے لحاظ سے کیونکہ نبوۃ کے معنی خبر دینے کے ہیں پس جو شخص خبر دے وہ جزئی طور پر نبی کہلا سکتا ہے اور رسول کا نام پا سکتا ہے" (حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۲۳)

پھر اس کتاب کے صفحہ ۱۲۱ پر فرماتے ہیں "جن کتب میں آپ نے اپنے نبی ہونے سے صریح الفاظ میں انکار کیا ہے اور اپنی نبوت کو جزئی اور ناقص اور محدثوں کی نبوت قرار دیا ہے وہ سب کی سب بلا استثناء ۱۹۰۱ء سے پہلے کی کتب ہیں"۔

دو قسم کی نبوت

جناب میاں صاحب مکرم کی مندرجہ بالا دونوں تحریروں سے جہاں یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ نبوۃ دو قسموں میں منقسم ہے ایک نبوۃ وہ جو اولیاء اور محدثین کو ملتی رہی ہے اور ایک وہ جو نبیوں کو ملتی رہی ہے وہاں یہ بات بھی واضح ہے کہ ان کے نزدیک بھی ایک زمانہ حضرت اقدسؑ پر ایسا رہا ہے کہ حضور اپنی نبوۃ کے متعلق یہی فرماتے رہے ہیں کہ یہ وہ نبوۃ ہے جو محدثوں اور اولیاء اللہ کو ملتی رہی ہے نہ وہ نبوۃ جو انبیاء اور رسل کو ملتی رہی ہے اور باوجود اپنے الہامات میں نبی کے نام سے پکارے جانے کے حضورؑ اپنے آپکو جماعت اولیاء کا ہی فرد قرار دیتے رہے ہیں۔

ہمارا اور جناب میاں صاحب مکرم کا اختلاف

ہمارے اور جناب میاں صاحب مکرم کے خیالات میں فرق صرف یہ ہے کہ ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ حضرت اقدسؑ کو فی الحقیقت وہی نبوت ملی جو محدثین اور اولیاء کو ملتی ہے اور حضور اسی نبوت کے اخیر عمر تک مدعی رہے نبیوں والی نبوت جو اصلی اور حقیقی نبوت ہے وہ نہ کسی امتی کو مل سکتی ہے اور نہ آپکو وہ ملی اور نہ آپ کبھی اس کے مدعی ہوئے۔ اس لئے آپ شروع سے آخر تک اپنے آپ کو جماعت اولیاء و محدثین کا فرد ہی قرار دیتے رہے کبھی بھی آپ نے اپنے آپ کو جماعت انبیاء کا فرد نہیں قرار دیا اس کے برخلاف جناب میاں صاحب مکرم کا یہ اعتقاد ہے کہ ۱۹۰۱ء تک تو حضرت مسیح موعودؑ اس حقیقت کی بناء پر جو آپ میں پائی جاتی تھی بیشک اپنے آپ کو جماعت اولیاء کا ہی فرد سمجھتے رہے لیکن ۱۹۰۱ء کے بعد باوجود اس کے کہ وہی حقیقت حضورؑ کے اندر رہی حضورؑ اپنے آپ کو جماعت انبیاء کا فرد قرار دینے لگ پڑے۔

ایک سوال اور اسکا جناب میاں صاحب مکرم کی طرف سے جواب

اب سوال یہ ہے کہ جب کہ حقیقت شروع سے آخر تک ایک ہی رہی تو پھر کیوں ایک زمانہ تک اس حقیقت کو محدثوں اور اولیاء والی نبوۃ قرار دیا جس کے متعلق جناب میاں صاحب مکرم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ وہ درحقیقت نبوت نہیں ہوتی بلکہ بعض جزئی مشابہتوں کی وجہ سے نبوۃ کے اسم سے موسوم ہوتی ہے اور پھر دوسرے وقت میں اسی حقیقت کو نبیوں والی نبوت کے نام سے نامزد کیا اس سوال کا جواب جناب میاں صاحب مکرم نے وہی دیا ہے جو میں اوپر درج کر آیا ہوں یعنی یہ کہ حضرت اقدسؑ اس خیال کی پیروی میں جو عام طور پر مسلمانوں میں پھیلا ہوا تھا اسی عقیدہ پر قائم تھے کہ نبیوں والی نبوۃ کی حقیقت میں یہ بات داخل ہے کہ ایسی نبوت کا حامل یا تو کامل شریعت یا شریعت کا کوئی حصہ لائے یا کم از کم براہ راست بغیر استفادہ کسی نبی کے خدا سے تعلق رکھے اور یہ بات چونکہ آپ میں نہیں پائی جاتی تھی اسلئے آپ نے نبیوں والی نبوت کے حامل ہونے سے انکار کر دیا اور اپنی نبوت کو محدثوں والی نبوت کے مفہوم تک محدود رکھا لیکن جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو یہ حکم آ گیا کہ وہ حقیقت جو آپکے اندر موجود ہے وہ نبیوں والی نبوت کی حقیقت ہے تو آپ نے اپنی نبوت کو نبیوں والی نبوت قرار دینا شروع کر دیا اور یہی انبیاء کی سنت ہے کہ وہ بغیر خدا کی طرف سے حکم آنے کے قوم کے خیالات کو نہیں چھوڑتے۔

اس جواب میں جناب میاں صاحب مکرم نے دو دعوے کئے ہیں اور نہایت افسوس سے اس امر کا اظہار کرنا پڑتا ہے کہ یہ دونوں دعوے ہی بلا دلیل ہیں، پہلا دعویٰ تو ان کا یہ ہے کہ نبوت کی حقیقت جو حضرت مسیح موعودؑ نے بیان فرمائی ہے اس کی بناء نہ تو قرآن شریف کے اور نہ احادیث صحیحہ پر بلکہ ان غلط خیالات پر ہے جو مسلمانوں میں عام طور پر نبوت کے متعلق پھیلے ہوئے تھے۔

دوسرا دعویٰ ان کا یہ ہے کہ ان غلط خیالات کی پیروی حضورؑ نے اس وقت چھوڑی جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے چھوڑنے کا حکم آ گیا۔ اپنے ان دونوں دعووں کی تائید میں جناب میاں صاحب مکرم حضرت مسیح موعودؑ کی کتب میں سے ایک لفظ بھی نقل نہیں کر سکے اور نہ ہی آج تک اس وقت کی تعیین کر سکے ہیں جس وقت حضورؑ کے قلب صافی پر اس حکم کا انکشاف ہوا کہ وہ حقیقت جو حضور میں پائی جاتی ہے وہ نبیوں والی نبوت کی حقیقت ہے نہ کہ محدثین والی نبوت کی حقیقت اصل بات یہ ہے کہ جب ایسا کبھی ہوا ہی نہیں تو اس کے وقت کی تعیین کس طرح کی جائے، بہرحال ان دعووں کے متعلق تو میں اس مضمون میں تفصیلی بحث نہیں کرنا چاہتا اس پر انشاء اللہ کسی اور وقت روشنی ڈالوں گا اسلئے اس اجمالی تنقید پر ہی اکتفا کرتے ہوئے جناب میاں صاحب مکرم کے پہلے دعویٰ کو لیتا ہوں۔

حضرت مسیح موعودؑ کے نزدیک نبوۃ کے متعلق غیر احمدی علماء کا عقیدہ

جناب میاں صاحب مکرم نے حضرت مسیح موعودؑ کی طرف نبوۃ کے متعلق جو تبدیلی عقیدہ کو منسوب کیا ہے اسکی بناء اس بات پر ہے کہ غیر احمدی علماء نبوت کے متعلق یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ نبی کے لئے کامل شریعت کا لانا یا جزو شریعت کا لانا یا براہ راست ہونا ضروری ہے اور حضرت اقدسؑ بھی ایک وقت تک انہی کے عقیدہ کی پیروی کرتے رہے بقول جناب میاں صاحب جو غلطی حضورؑ سے سرزد ہوئی وہ اسی پیروی کی وجہ سے تھی لیکن اگر یہ بناء ہی غلط ہو یعنی یہ ثابت ہو جائے کہ غیر احمدی علماء کا یہ عقیدہ ہی نہ تھا یا کم از کم حضرت مسیح موعودؑ ان کی طرف یہ عقیدہ منسوب نہیں کرتے تو جناب میاں صاحب مکرم کے عقائد کی عمارت کی بنیادی اینٹ ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے اور اس کیساتھ ہی اس عمارت کا گرنا بھی لازمی ہے جو وہ ۲۸ سال سے تیار کر رہے ہیں۔

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کا عدالت میں بیان

جناب میاں صاحب مکرم اور ان کے رفقاء ضرور اور غور سے اس مضمون کو پڑھیں اور اپنی غلطی پر آگاہ ہو کر للہ اسے واپس لیکر قوم کو بھی اس غلطی سے نکالیں جس میں قوم محض ان کی غلطی کی وجہ سے مبتلا ہو چکی ہوئی ہے اللہ تعالیٰ انہیں ایسی ہی توفیق عطا فرمائے آمین۔

مکرم میاں صاحب دیکھیں کہ نبوۃ کی مندرجہ بالا حقیقت میں دو جزو ہیں اول شریعت کا لانا خواہ وہ کامل ہو یا ناقص دوم براہ راست بغیر استفادہ کسی نبی کے خدا سے تعلق رکھنا۔

امر اول یعنی اس بات کے ثبوت کے لئے کہ غیر احمدی علماء نبوت کے لئے شریعت کا لانا ضروری نہیں سمجھا کرتے مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کا وہ بیان ملاحظہ فرماویں جو انہوں نے یکم جون ۱۹۰۳ء کو مولوی کرم الدین آف بھیں کے مقدمہ میں عدالت میں ہماری جماعت کے ہی وکلاء کی جرح کے جواب میں دیا جو رسالہ فرقان کے عدالتی بیان نمبر کے صفحہ ۹ پر شائع ہوا ہے اس بیان میں وہ لکھواتے ہیں "بعض نبی نئی شریعت لیکر آئے ہیں اور بعض پہلی شریعت کے تابع آئے ہیں"۔ اس بیان سے عیاں ہے کہ غیر احمدی علماء کے نزدیک بعض انبیاء ایسے بھی آئے ہیں جو کسی قسم کی شریعت نہیں لائے اگر ان کے نزدیک شریعت کا لانا نبی کے لئے ضروری ہوتا تو وہ کبھی تسلیم نہ کرتے کہ بعض شریعت لائے ہیں اور بعض پہلوں کی شریعت کے تابع ہو کر آئے ہیں، پس اس بیان سے اس امر کا تو فیصلہ ہو جاتا ہے کہ غیر احمدی علماء نبی کے لئے شریعت کا لانا ضروری خیال کرتے تھے یا نہیں،

دوسرے امر کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کا اپنا فیصلہ

اب رہا دوسرا امر یعنی یہ کہ نبی کے لئے ضروری ہے کہ وہ براہ راست بغیر استفادہ کسی نبی کے خدا سے تعلق رکھے اسکے متعلق خود حضرت مسیح موعودؑ کا اپنا فیصلہ غور سے پڑھیں حضور اپنی کتاب چشمہ مسیحی مصنفہ ۱۹۰۶ء کے صفحہ ۴۳ و ۴۴ پر فرماتے ہیں "مسلمانوں میں سے سخت نادان اور بدقسمت وہ لوگ ہیں جو اسکے (خدا تعالیٰ کے) کمال حسن و احسان کے انکاری ہیں ایکطرف تو اس کی مخلوق کو اس کی صفات خاصہ میں حصہ دار و شریک کر کے توحید باری پر دھبہ لگاتے اور اس کے حسن وحدانیت کی چمک کو شراکت غیر سے تاریکی کیساتھ بدل دیتے ہیں اور پھر دوسری طرف آنحضرت صلعم کے ابدی فیض سے ایسا اپنے تئیں محروم جانتے ہیں کہ گویا آنحضرت صلعم نعوذ باللہ زندہ چراغ نہیں ہیں جن کے ذریعہ سے دوسرا چراغ روشن نہیں ہو سکتا وہ اقرار رکھتے ہیں کہ موسیٰ نبی زندہ چراغ تھا، جس کی پیروی سے صدہا نبی چراغ ہو گئے اور مسیح اسی کی پیروی تیس برس تک کر کے اور توریت کے احکام بجا لا کر اور موسیٰ کی شریعت کا جوا اپنی گردن پر لیکر نبوت کے انعام سے مشرف ہوا مگر ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد صلعم کی پیروی کسی کو کوئی روحانی انعام عطا نہ کر سکی"

حضرت اقدسؑ کی یہ تحریر غیر احمدی علماء کے عقیدہ دربارہ نبوت کے بیان کرنے میں کسی مزید تشریح کی محتاج نہیں اس میں نہایت ہی واضح الفاظ میں بغیر کسی قسم کے ابہام کے اس امر کو تسلیم کیا گیا ہے کہ مسلمان یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ موسیٰ نبی کی پیروی اور انہی کی شریعت کی اتباع سے صدہا نبی نبوت کے انعام سے مشرف ہوئے اور حضرت عیسیٰ بھی انہی نبیوں میں سے ہیں جنکو نبوۃ حضرت موسیٰ کی پیروی سے ملی جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضورؑ کے نزدیک غیر احمدی علماء کا نہ تو یہ عقیدہ تھا کہ نبی کے لئے براہ راست نبوۃ کا پانا ضروری ہے اور نہ ہی یہ عقیدہ تھا کہ نبی کے لئے شریعت کا لانا ضروری ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی تحقیق مستقل تحقیق ہے

غیر احمدی علماء کے عقیدہ کے واضح ہو جانے کے بعد اس امر کو تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں کہ حضرت اقدسؑ نے نبوت کی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے اس کیلئے جو شریعت کا لانا ضروری ٹھہرایا ہے وہ نہ صرف یہ کہ غیر احمدی علماء کی تقلید میں نہ تھا کہ حضور کو اسے تبدیل کرنے کی ضرورت پیش آتی بلکہ ان کے عقیدہ کے بالکل برعکس تھا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضورؑ کی اپنی مستقل تحقیق تھی جس کی بناء قرآن شریف اور احادیث صحیحہ پر تھی اور یہی وجہ ہے کہ حضورؑ ہمیشہ اپنے اس عقیدہ کی تائید میں آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ پیش فرماتے رہے کبھی اس کی تائید میں حضورؑ نے کسی مسلمان عالم کا قول پیش نہیں کیا، میں امید کرتا ہوں کہ جناب میاں صاحب مکرم حضرت اقدسؑ کی اس تحریر پر غور فرما کر الرجوع الی الحق خیر من التمادی فی الباطل پر عمل کرتے ہوئے اپنی غلطی کی اصلاح فرما کر عنداللہ ماجور ہوں گے۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

تحریک احمدیت اور فلسفۂ اقبال

(از جناب سید اختر حسین شاہ صاحب گیلانی بی۔ اے مولوی فاضل)

قسط نمبر ۱۰

یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا پیغام ہے جس میں تمام نوع انسانی کی عملی وحدت کے قیام کے لئے ایک کامل قانون (الیوم اکملت لکم دینکم مائدہ ع) کی طرف بلایا گیا ہے، جو ذکر للعالمین (التکویر ع) ہے، یعنی تمام اقوام کے لئے موجب شرف و مجد ہے ——— اور ایک ہادی کی طرف بلایا گیا ہے جو رحمۃ للعالمین (انبیاء رکوع ۶) ——— تمام اقوام کے لئے رحمت، اور موجب خلق عظیم ہے جس کا اسوۂ حسنہ ہر زمانہ میں نوع انسانی کا تزکیہ نفس کر سکتا ہے ——— یہ حضور کا ہی پیغام ہے جس میں تمام اقوام عالم کو ایک ایسے مرکز وحدت پر جمع ہونے کی دعوت دی گئی ہے جو ھدی للعالمین (آل عمران ع)

جب ان اصول خمسہ کا قیام اسی نبوت کے ذریعہ بطریق احسن عمل میں آیا ہے۔ تو یہی نبوت ہے جو ابد تک نوع انسانی کو معراج کمال تک پہنچا سکتی ہے یہی نبوت ہے جس کے لئے لازم ہے، کہ وہ آخری نبوت قرار دی جائے، تاکہ ایک ہی دین ابد تک رہنمائی کرتا رہے، اور ایک ہی عالمگیر ذات کا سایہ نوع انسانی پر پڑتا رہے۔ جس کے ارد گرد جمع ہونے کے بعد کسی اور ہستی کے ارد گرد جمع ہونے کی ضرورت نہ رہے تاکہ وحدت نوع انسانی میں خلل واقع نہ ہو، اس نبوت کے بعد دین میں بافیضانِ نبوت میں کوئی کمی نہیں جسے پورا کرنے کے لئے کسی نبی کی ضرورت پیش آئے اور اگر کوئی اور نبی آجائے تو اس سے حکمت الٰہیہ کا بطلان ہوتا ہے، جس کے ماتحت نسلی اور قومی نبوتوں کے بعد عالمگیر نبوت کا ظہور ہوا۔ ختم نبوت کا یہ مطلب نہیں کہ نبوت ایک قید تھی جس سے رہائی مل گئی بلکہ یہ کہ کفر و ضلالت کی ظلمتوں سے رہنمائی کے لئے ایک ابدی روشنی ہاتھ آگئی — یہ نبوت ختم ہو کر ہم سے رخصت نہیں ہوئی بلکہ اس کا فیضان جاری ہے یہ نبوت ہمیشہ کے لئے ملہمین و مکلمین اور آئمہ مجددین کو پیدا کرتی ہے اور انفاق کی طرح نفس میں بھی اپنا پرتو ڈالتی ہے، پس ہمیشہ کے لئے اسی سے وابستگی کا نام فوز و فلاح اور اسی سے دوری کا نام کفر و ضلالت اور خسران مبین ہے اللھم صل علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد

جماعت احمدیہ لاہور اور انقطاع نبوت

علامہ اقبال نے تو ۱۹۳۵ء میں یہ ارشاد فرمایا کہ :-

"محمدؐ کا سادہ مذہب، دو اصولوں پر قائم ہے خدا ایک ہے، اور محمدؐ آخری نبی ہیں" (احمدازم صفہ)

لیکن بانی تحریک احمدیت حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے پچاس سال قبل، کلمہ طیبہ کی یہ طیب تفسیر فرمائی کہ :-

ادحی الیّ ان الذین ھو الاسلام وان الرسول ھو المصطفیٰ السید الامام فلما ان ربنا واحد یستحق العبادۃ وحدہ فکذالک رسولنا المطاع واحد لانبی بعدہ ولا شریک معہ وانہ خاتم النبیین (منن الرحمٰن صفحہ ۲۰)

اور میری طرف اللہ تعالے نے وحی کی کہ دین درحقیقت اسلام ہی ہے اور رسول مصطفیٰ ہے جو سید اور امام ہے پس جس طرح ہمارا رب احد ہے اور وہ اکیلا عبادت کا مستحق ہے اسی طرح ہمارا رسول مطاع واحد ہے اور اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں۔ اور خاتم النبیین ہے۔

کلمہ طیبہ کا پہلا جزو اگر توحید الٰہی کا بیان کرتا ہے تو اس کا آخری جزو توحید نبوت کا ذکر کرتا ہے۔ اب نہ خدا کا کوئی شریک ہے، نہ رسول کا کوئی شریک ہے، خدا پر ایمان کے بعد کسی اور کو خدا تجویز کرنا ضلالت ہے تو نبی پر ایمان کے بعد کسی اور کو نبی تجویز کرنا بھی ضلالت ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے ۲۳ اکتوبر سنہ ۱۸۹۱ء کو دہلی کی مشہور جامع مسجد میں یہ اعلان فرمایا :-

"میں جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس کو بیدین اور دائرۂ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں"

(اشتہار تقریر واجب الاذعان مندرجہ دین الحق یا چار مذہب صفحہ ۲۹)

پھر فرمایا :-

"ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد اس امت کے لئے کوئی نبی نہیں آئے گا نیا ہو یا پرانا" (نشان آسمانی طبع اول صفحہ ۳۰)

جماعت احمدیہ لاہور کا اسی بات پر ایمان ہے اہل قادیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین تسلیم کر کے ایک ایسی تاویل کرتے ہیں جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک امتی کو نبی ماننا پڑتا ہے، عامۃ المسلمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مان کر ایک ایسی تاویل کرتے ہیں جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک پرانے نبی کو ایک امتی بنا کر اتارنا پڑتا ہے، یہ دونو گروہ ختم نبوت کو کامل طور پر قبول نہیں کرتے، اگر فی الواقع علامہ اقبال از روئے انصاف اس مسئلہ پر بحث فرماتے تو ان کا فرض تھا کہ ان لوگوں کے خلاف بھی بیان دیتے جو خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک قدیم نبی کی آمد کے قائل ہیں۔

اقبال پر احمدیت کے اثرات

علامہ اقبال نے غضب میں آکر نزول مسیح کے تصور کو مجوسی عقیدہ قرار دے دیا ورنہ درحقیقت وہ خود تحریک احمدیت سے متاثر تھے اور احادیث یاجوج و ماجوج کی وہی تشریح کرتے تھے جو حضرت مسیح موعود نے فرمائی۔ جیسا کہ آپ کا یہ مشہور شعر ظاہر کرتا ہے کہ :-

کھل گئے یاجوج اور ماجوج کے لشکر تمام
چشم مسلم دیکھ لے تفسیر حرف ینسلون

اس میں آپ نے بالتصریح اقوام مغرب کو یاجوج ماجوج قرار دیا ہے، جب یاجوج، ماجوج کی پیشگوئیاں اسلامی ہیں اور مجوسی اثرات کا نتیجہ نہیں تو مسیح موعود کی پیشگوئی بھی مجوسی اثرات کا نتیجہ نہیں قرار دی جا سکتی کیونکہ "مسیح موعود" ہی وہ شخصیت ہے جو یاجوج و ماجوج کے مقابل علم اسلام بلند کرنے والی تھی، ان کے دیگر افکار پر جس قدر تحریک احمدیت اثر انداز ہوئی اس پر ہم کسی آیندہ موقعہ پر بحث کریں گے، مختصراً ذکر کر دیا جاتا ہے، کہ علامہ اقبال کا سنہ ۱۹۱۱ء میں "علیگڈھ" کو یہ مشورہ دینا کہ اسلامی سیرت کے لئے "قادیان" کو راہنما بنانا چاہیئے، یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ خود کس قدر اسلامی سیرت کے اس مخصوص نمونہ سے متاثر تھے، اور اس نمونہ کا کس قدر گہرا اثر ان کی فکری پرواز پر پڑا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے یہ مشورہ کچھ سوچ سمجھ کر ہی دیا ہوگا، اور انہیں یہ مشورہ دیتے وقت کم از کم اتنا یقین ہوگا کہ اس مشورہ سے علیگڈھ میں کوئی اضطراب پیدا نہ ہوگا ——— اور انہوں نے یہ مشورہ اسی لئے دیا ہوگا کہ اصحاب علیگڈھ کے بھی بالعموم تحریک احمدیت کے متعلق ایسے ہی خیالات ہوں گے، اور وہ بھی یہی رہنمائی کے لئے تحریک احمدیت کی طرف دیکھتے ہوں گے علامہ نے صرف ان کے افکار کی ترجمانی کر دی،

ملت کی خوش قسمتی

علامہ سر محمد اقبال نے احراری قادیانی نزاع سے متاثر ہو کر جس انداز سے تحریک احمدیت پر نظر ڈالی ہے اسے دیکھکر خیال ہوتا ہے کہ یہ ملت اسلامی کی خوش قسمتی تھی کہ علامہ موصوف ایک مسلمان تھے، ورنہ اگر وہ کسی اور مذہب سے تعلق رکھتے تو عین ممکن بلکہ اغلب تھا کہ کفر و دین سکے اس معرکہ میں جو گذشتہ صدی میں مسلمانوں کے زوال کے بعد شروع ہوا، اور اسلام پر مغرب سے انواع و اقسام کی بہتان تراشیاں کی گئیں، علامہ اسلام پر بھی ایسی ہی نظر ڈالتے اور تمام اسلامی عقائد و اعمال کو کسی قدیم ثقافت کا نتیجہ قرار دیکر مردود ٹھیراتے، کیونکہ جو طرز فکر انہوں نے اختیار کیا ہے، اگر اسی کے مطابق اسلام پر نظر ڈالی جائے تو اسلام کا کچھ بھی باقی نہیں رہتا،

گر تو قرآں بدیں نمط خوانی
ببری رونق مسلمانی

اتحاد المسلمین و غلبۂ اسلام

علامہ اقبال اپنے بیان میں شکوہ فرماتے ہیں، کہ امت کا اتحاد، فرنگی حکومت کے تحت اتنا بھی محفوظ نہیں جتنا یہود کا اتحاد اہل روما کے ماتحت محفوظ تھا اور امت کے اتحاد کے قیام کے سلسلہ میں فرنگی قوم سے استمداد کرتے ہیں اور اس حقیقت کو فراموش فرما دیتے ہیں کہ اتحاد المسلمین اس وقت قائم ہوگا جب خود اہل اسلام کے قلوب میں کلمہ طیبہ کی صحیح منزلت قائم ہوگی، جب کلمہ محض زبانوں سے ادا نہیں ہوگا، بلکہ دل کی اس تصدیق کے ساتھ ادا ہوگا کہ جو شخص اس کلمہ طیبہ کا اقرار کرتا ہے، اس کی جان، مال اور عزت دوسرے مسلمانوں پر حرام ہے، اور اتحاد اسلامی کا قیام اس وقت ہوگا جب علماء و زعماء ملت اس نکتہ معرفت تک رسائی کر لیں گے، کہ مسلمان کے سپرد تبلیغ کا کام کیا گیا ہے (جس کا مقصد مسلمان بنانا ہے) نہ کہ تکفیر کا (جس کا مقصد کافر بنانا ہے) ——— ورنہ اگر مسلمانوں کی ہر جماعت یہ عزم کئے ہوئے ہے کہ دوسری جماعتوں کو دائرۂ اسلام سے خارج قرار دے، اگر مسلمانوں کا اتحاد لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے پرچم کے نیچے جمع ہونے سے قائم نہیں ہو سکتا تو اس سے بڑھکر مضحکہ خیز کوئی خیال نہیں ہو سکتا کہ کسی فرنگی قوم کے جھنڈے کے نیچے ان کا اتحاد قائم ہو جائے گا۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

بقیہ شذرات

ہولناک جنگ بھی دراصل اسی وطن پرستی ہی کا ایک خونین نتیجہ و مظاہرہ ہے ——— تو پھر کیا اس قسم کی وطن پرستی اولاد آدم کے لئے ایک بہت بڑی لعنت نہیں ہے؟

مذہب کی طاقت

اپنی اسی کتاب میں پنڈت جی روس میں مذہب کی کیفیت بیان کرتے ہوئے اپنے مشاہدات کی بناء پر لکھتے ہیں :-

"بعض بڑے گرجاؤں کو عجائب خانوں میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ لیکن اکثر گرجے اب بھی دھارمک (مذہبی) لوگوں کے لئے کھلے ہیں۔ سویٹ گورنمنٹ کسی صورت میں بھی مذہب کی حوصلہ افزائی نہیں کرتی اور وہاں ایسی سوسائٹیاں بھی ہیں جو مذہب کے خلاف پروپیگنڈا کرتی ہیں اور جو تعلیم مدرسوں اور کالجوں میں دی جاتی ہے اس میں مذہب کا شائبہ تک نہیں ہوتا لیکن...... بہت سے آدمی خاص کر دیہاتی ابھی تک گرجاؤں میں جاتے ہیں۔ "قصر کریملین" سے دائیں طرف حضرت مریم کے نام پر ایک پرانا گرجا بنا ہوا ہے۔ اس کے تقدس کا دور دور شہرہ ہے۔ وہاں لوگ دور دور سے زیارت کیلئے آتے ہیں۔ ہم نے دیکھا کہ بہت بڑا ہجوم جس میں زیادہ تر عورتیں تھیں گرجا جا رہا ہے ...... لیکن اس راہ سے گزرنے والا کوئی شخص برابر کی دیوار پر ایک عبارت کو پڑھے بغیر نہیں رہ سکتا جو موٹے حرفوں میں لکھی ہوئی ہے ...... جس کے الفاظ ہیں "مذہب انسانوں کے لئے افیون ہے"۔

حکومت روس کی مذہب دشمنی مشہور عالم ہے۔ اس نے مذہب کے خلاف انتہائی شدت و اہتمام سے پروپیگنڈا کیا عیسائیت دوسرے ممالک کی طرح روس میں بھی لوگوں کی روحانی و ذہنی تسکین و رہنمائی میں ناکام رہی ہے۔ روسی پادریوں نے تو عہد زار میں شاہ پرستوں اور سرمایہ داروں کا آلۂ کار بن کر اپنے اعمال و افکار کے ذریعہ وہاں مذہب کی نہایت گھناؤنی تصویر پیش کی ———

لیکن باایں روس کی کثیر آبادی کے اندر مذہب سے وابستگی باقی ہے ——— کیا یہ مذہب کی بے پناہ طاقت اور اس کی ضرورت کا ایک ناقابل انکار ثبوت نہیں ہے؟

ذرا سوچو اگر روس اور دوسرے مذہب دشمن ممالک کے اندر اسلام ـ جیسے صحیح و مکمل مذہب کا پیغام پہنچا یا جائے تو کامیابی کا کس قدر امکان ہے ——— احمدی نوجوانو! یاد رکھو یہ تمہارا فرض ہے۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ۔ رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ۔ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

پیغام صلح

ایڈیٹر ایس۔ محمد آصف۔ بی۔ اے

جائینٹ ایڈیٹر شیخ محمد انعام الحق۔

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بر و شد اختتام
آن کتاب حق کہ قرآن نام او
بادہ عرفان ما از جام او
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ و آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

جلد ۳۱ | لاہور ۔ یوم چہارشنبہ مورخہ ۳ ربیع الاول ۱۳۶۲ ھ ۔ ۱۰ مارچ ۱۹۴۳ء | نمبر ۱۰

تحریک دستکاری اور خواتین سلسلہ

مرکزی خواتین کا قابل تعریف اقدام

ہماری جماعت کی فعال اور اشاعت اسلام کا جوش رکھنے والی خواتین اپنی لاگت پر گھر کے استعمال اور آرائش کی چیزیں بنا کر بھیجتی ہیں، جنہیں جلسہ سالانہ کے موقعہ پر بذریعہ نمائش دستکاری فروخت کیا جاتا ہے جس سے ہر سال اشاعت اسلام کے لئے قریباً ایک ہزار روپیہ کی رقم جمع ہو جاتی ہے، یہ تحریک دستکاری نہایت مفید تحریک ہے، اس سے اشاعت اسلام کے مقصد کو تقویت مل سکتی ہے اور اگر اس تحریک کو باقاعدہ اور منظم طور پر فروغ دیا جائے تو ایک مشن کے اخراجات کی یہ تحریک متحمل ہو سکتی ہے۔ نہایت خوشی کی بات ہے کہ اس تحریک کو فروغ دینے کے لئے جماعت کی مرکزی خواتین نے سال کے شروع میں ہی ایک شاندار عملی قدم اٹھایا ہے اس اقدام سے امید ہے کہ اس تحریک کی آمد کئی گنا بڑھ جائے گی مرکزی ینگ وومن احمدیہ ایسوسی ایشن کی کارپردازان نے یہ فیصلہ کیا ہے "کہ تحریک دستکاری کو فروغ دینے کے لئے ہر جمعہ کو خواتین تھوڑی دیر کیلئے مسجد احمدیہ بلڈنگس لاہور کی گیلری میں جمع ہوا کریں اور مل کر دستکاری کا کام کیا کریں اس کا نام انہوں نے **اتحاد عمل** رکھا ہے۔ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ نے گذشتہ جمعہ مورخہ ۵ مارچ کو اس **اقدام** کی بہت تعریف فرمائی اور اس تحریک کی کامیابی کے لئے دعا بھی فرمائی۔

حضرت ممدوح نے فرمایا:۔

"مجھے اس اقدام کے بھاری فائدے نظر آتے ہیں، کیونکہ انسان سست ہو جاتا ہے اور اس طرح اکٹھے مل کر کام کرنے سے باقاعدگی اور کام کرنے کی نیک روح پیدا ہو جائے گی اور آئندہ نسل پر بھی اس تحریک کا بہت شاندار اثر پڑے گا۔ یہ بہت ہی مبارک تحریک ہے وہ دوست جن کی خواتین یہاں نہیں آتیں وہ اپنی خواتین کو یہاں لائیں اور اس تحریک میں شامل کریں تاکہ وہ جمعہ کے روز پند و نصائح بھی سن سکیں اور اپنے ہاتھ سے خدا اور اس کے رسول کے لئے کچھ کام بھی کریں اور سب سے بڑھکر میں بیرونی جماعتوں کی خواتین سے اپیل کرنا چاہتا ہوں کہ وہ ہر جگہ اس تحریک کو فروغ دیں اور مرکزی خواتین کی طرح مل کر اس کام کو کریں اور مجھے یقین ہے کہ اس طرح کام کرنے سے دستکاری کی آمد کئی گنا زیادہ ہو جائے گی اور اشاعت اسلام کے مقصد کو اس سے بہت قوت ملے گی"۔ اس کے بعد حضرت ممدوح نے اس تحریک کی کامیابی کے لئے دعا فرمائی۔

امید ہے سب خواتین سلسلہ متحد ہو کر اس تحریک کو کامیاب بنانے کی انتہائی کوشش کریں گی یہ ایک جہاد ہے جو بہت بڑے ثواب کا موجب ہے، ہر احمدی خاتون کو چاہیئے کہ اس ثواب کے کام میں حصہ لے اور اپنی شاندار قوت عمل اور زندگی کا ثبوت دے، اور ایک انتظام اور باقاعدگی کے ساتھ اس تحریک کو کامیاب بنانے کی کوشش کرے۔

خریداران اخبار سے ضروری گذارش

دفتر اخبار پیغام صلح کی طرف سے خریداران کی خدمت میں چندہ کی ادائیگی کے متعلق یاد دہانیاں کرائی جاتی ہیں مگر احباب اس طرف توجہ نہیں فرماتے آجکل جبکہ کاغذ اشد گراں ہے بلکہ نایاب ہے احباب کا فرض ہے کہ اخبار کی توسیع میں خاص طور پر توجہ فرمائیں اور دفتر سے جس وقت ادائیگی چندہ کے بارہ میں انہیں یاد دہانیاں کرائی جائیں تو ادائیگی فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

مجددین ہی اُمت محمدیہ کے مصلح ہیں!

"جو لوگ خدا تعالیٰ کی طرف سے مجددیت کی قوت پاتے ہیں۔ وہ نرے استخوان فروش نہیں ہوتے بلکہ وہ واقعی طور پر نائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور روحانی طور پر آنجناب کے خلیفہ ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ انہیں ان تمام نعمتوں کا وارث بناتا ہے جو نبیوں اور رسولوں کو دی جاتی ہیں"۔ (فتح اسلام صفحہ ۶)

"ہر ایک صدی کے سر پر اور خاصکر ایسی صدی کے سر پر جو ایمان اور دیانت سے دور پڑ گئی ہے اور بہت سی تاریکیاں اپنے اندر رکھتی ہے ایک قائم مقام نبی کا پیدا کر دیتا ہے، جس کے آئینہ فطرت میں نبی کی شکل ظاہر ہوتی ہے اور وہ قائم مقام نبی متبوع کے کمالات کو اپنے وجود کے توسط سے لوگوں کو دکھلاتا ہے"۔ (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۴۲)

"ماسوا اس کے امت کو ہر ایک زمانہ میں نئی مشکلات بھی تو پیش آتی ہیں۔ اور قرآن جامع جمیع علوم ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ ایک ہی زمانہ میں اس کے تمام علوم ظاہر ہو جاویں۔ بلکہ جیسی جیسی مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔ ویسے ویسے قرآنی علوم کھلتے ہیں، اور ہر ایک زمانہ کے مناسب حال ان مشکلات کو حل کرنے والے روحانی معلم بھیجے جاتے ہیں جو وارث رسل ہوتے ہیں اور ظلی طور پر رسولوں کے کمالات کو پاتے ہیں۔ اور جس مجدد کی کاروائیاں کسی ایک رسول کی منصبی کاروائیوں سے شدید مشابہت رکھتی ہیں وہ عنداللہ اسی رسول کے نام سے پکارا جاتا ہے"۔ (شہادت القرآن صفحہ ۵۰)

"جبکہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امام الزمان کی ضرورت ہر ایک صدی کے لئے قائم کی ہے اور صاف فرما دیا ہے کہ جو شخص اس حالت میں خدا تعالیٰ کی طرف آئیگا کہ اس نے اپنے زمانہ کے امام کو شناخت نہ کیا وہ اندھا آئے گا اور جاہلیت کی موت مرے گا"۔ (ضرورۃ الامام صفحہ ۴)

بیرونی جماعتوں کے سالانہ جلسے

قبل ازیں بعض بیرونی جماعتوں کے سالانہ جلسوں کے متعلق ایک اعلان کیا جا چکا ہے جس میں سب سے پہلے وزیر آباد اور جموں کے جلسوں کا ذکر تھا جو ۵-۶-۷ مارچ ۱۹۴۳ء کو منعقد ہونے والے تھے لیکن بعض لیکچرار صاحبان کے بیمار ہو جانے کی وجہ سے ان کو ملتوی کرنا پڑا، اور اب ماہ مارچ میں سردست حسب ذیل جلسے منعقد ہوں گے:۔

وزیر آباد:۔ ۱۲ مارچ ۱۹۴۳ء
جموں ۔ ۱۳، ۱۴ مارچ "
دہلی ۔ ۲۶، ۲۷، ۲۸ مارچ ۱۹۴۳ء

ان تمام جلسوں میں جماعت کے سرکردہ اصحاب اور لیکچرار صاحبان شمولیت فرمائیں گے، گرد و نواح کے احباب کو نہ صرف خود شامل ہونا ضروری ہے بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی جہاں تک ممکن ہو ساتھ لے جانے کی کوشش کرنی چاہیئے دوسرے مقامات پر جو جلسے منعقد ہونے والے ہیں ان کا اعلان بعد میں کیا جائے گا۔ والسلام

خاکسار عبداللہ جنرل سکرٹری

ایک افسوسناک موت

میں ابھی حضرت والد بزرگوار مرحوم و مغفور کی وفات کے غم سے فارغ نہ ہوا تھا کہ مجھے حضرت مرحوم و مغفور کے پھوپھی زاد بھائی کی افسوسناک موت کی خبر ملی۔ مرحوم راولپنڈی میں صوبیدار میجر تھے اپنے کام سے سائیکل پر گھر آ رہے تھے کہ راستہ میں ایک تانگہ سے ٹکر ہو گئی تانگے کا بم سینے میں لگا اور لگتے ہی دم نکل گیا

انا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت والد بزرگوار مرحوم و مغفور کی وفات کے بعد میں دو روز راولپنڈی رہا۔ برابر دو روز میرے پاس آ کر مجھے تسلی دیتے رہے۔ آہ مجھے کیا معلوم تھا کہ یہ تسلی دینے والا بھی پندرہ روز کے بعد جدائی کا داغ دے جائے گا۔ سبحان ربی العظیم۔ سبحان ربی الاعلےٰ۔ ع

سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

مرزا مظفر بیگ ساطع مبلغ اسلام
محلہ طارق آباد۔ لائل پور

شذرات

(از محمد انعام الحق)

میاں صاحب کا گوبھی شلغم کے چھلکوں والا خطبہ

ایک گذشتہ اشاعت میں ہم نے محمودیوں کے اس افسوسناک اور خلاف دیانت طرز عمل کا ذکر کرتے ہوئے کہ وہ سخت کلامی اور دشنام طرازی خود کرتے ہیں اور الزام ان کا جماعت لاہور کو دیتے ہیں، جناب میاں صاحب کے گوبھی شلغم کے چھلکوں والے خطبے کا حوالہ دیا تھا۔ بعض اصحاب نے اس خطبہ کے متعلق دریافت کیا ہے۔ یہ خطبہ کافی پر دشنام ہونے کے ساتھ کافی طویل بھی ہے۔ ذیل میں بطور نمونہ اس کی چند سطریں انتہائی افسوس کے ساتھ درج کی جاتی ہیں۔

"اگر ایک بدترین دشمن ہندوؤں سے لیا جائے اور ایک بدترین دشمن عیسائیوں سے لیا جائے اور ایک بدترین دشمن پیغامیوں سے لیا جائے تو یقیناً پیغامی دشمنی اور بغض میں دہریہ، عیسائی اور ہندو سے بڑھا ہوا ہوگا۔ ان کے خالی ہیں بغض کے مجھے ہیں اگر کسی نے زمین پر چلتی پھرتی آگ دیکھنی ہو تو ان لوگوں کو دیکھ لے ...... جہاں تک تاریخ سے پتہ چلتا ہے ان لوگوں کا بغض سب سے بڑھا ہوا ہے۔ ایسی گندی ذہنیت رکھنے والوں کے متعلق کرید کرید کر پوچھنا کہ ان کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں سوائے اس کے کچھ معنی نہیں رکھتا کہ اپنے دل کا گند ظاہر کیا جائے"

(خطبہ جمعہ مندرجہ الفضل ۱۵ جنوری ۱۹۳۱ء)

ایک قابل ذکر امر

واضح رہے یہ خطبہ جماعت لاہور کی کسی تحریر و تقریر کے متعلق نہیں دیا گیا تھا کہ ہماری کسی حق گوئی یا معقول دلیل یا مضبوط گرفت پر طیش آگیا ہو بلکہ جناب خلیفہ صاحب نے اپنے ایک مرید کے اس سوال کے جواب میں کہ جماعت لاہور کے افراد کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں ہمیں گالیاں ارشاد فرمائی ہیں۔ کاش جناب خلیفہ صاحب کے ان "ارشادات عالیہ" کو ملاحظہ فرما کر کسی محمودی کی پیشانی پر عرق انفعال کے چند قطرے ہی نمودار ہوں۔

ہماری درخواست ہے کہ مولوی اللہ دتہ صاحب جالندھری اپنے رسالہ کے "خلافت نمبر" میں جناب خلیفہ صاحب کی خوش بیانی کے اس "اخلاقی شہ پارہ" کو موٹے سیاہ حاشیہ کے اندر جلی حروف میں درج فرما دیں تاکہ ان کے ناظرین کو محمودیوں کی ذہنیت، اخلاق، اور ان کے جماعت لاہور کے خلاف الزامات کی حقیقت معلوم ہو سکے۔

قرآن مجید کامل ترین کتاب اور بزرگ ترین معجزہ ہے

مکرم سید اختر حسین صاحب گیلانی کی تقریر اینگلو عربک کالج دہلی میں

(ا) "ملت اسلامیہ کی وحدت کے بنیادی اصول" کے سلسلہ میں مکرم جناب سید اختر حسین صاحب گیلانی کی چوتھی تقریر ۱۸ فروری کو اینگلو عربک کالج ہال میں پروفیسرز اور طلباء کے اجتماع میں ہوئی اور اس میں آپ نے وحدت اسلامی کے اصل یعنی قرآن مجید پر بصیرت افروز مقالہ پڑھا اس کا عنوان تھا "قرآن مجید جو کامل ترین کتاب اور بزرگ ترین معجزہ ہے"۔ آپ نے قرآن مجید کی کاملیت کے ان تمام پہلوؤں کو واضح کیا جن کے باعث صرف اس قانون کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ اس پر اتحاد امم کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے اور جس سے مشرق و مغرب، اسود و احمر، حاکم و محکوم، سرمایہ و محنت کے مسائل کا صحیح حل ہو سکتا ہے۔ یہ مقالہ بہت پسند کیا گیا اور صدر مجلس نے اس بصیرت افروز مقالہ کے لئے تمام مجلس کی طرف سے خراج تحسین ادا کرتے ہوئے اظہار تشکر و امتنان کیا۔

(ب) سیرت رسول کی اہمیت

"ملت اسلامیہ کی وحدت کے بنیادی اصول" کے سلسلہ میں مکرم سید اختر حسین صاحب گیلانی کی پانچویں تقریر ۲۵ فروری کو اینگلو عربک کالج ہال میں "سیرت رسول کی اہمیت" پر پروفیسرز اور طلباء کے اجتماع میں ہوئی۔ اس میں آپ نے بڑی وضاحت کے ساتھ سیرت رسول کی اہمیت کو ثابت کیا۔ آپ کی تقریر بڑی بصیرت افروز تھی۔ اسے بہت پسند کیا گیا اور صدر جلسہ نے اس بصیرت افروز مقالہ کے لئے تمام مجلس کی طرف سے خراج تحسین ادا کرتے ہوئے اظہار تشکر و امتنان کیا۔ (نامہ نگار)

ینگمینز احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور کا اجلاس

(ا) جناب مولانا آفتاب الدین احمد صاحب کی زیر صدارت ایک میٹنگ ۲۸ فروری اتوار کو منعقد ہوئی۔ مولوی امیر علی صاحب نے انسان کامل پر ایک کامیاب تقریر فرمائی جس میں انہوں نے نفس انسانی کے کمال پر سورۃ الشمس سے روشنی ڈالتے ہوئے رسول کریم کے اخلاق فاضلہ پر بحث کی اور یہ بتلایا کہ نفس انسانی کے کمال کے لئے ضروری ہے کہ وہ آپ کی پیروی کرے۔ مولوی محمد حسین صاحب نے بعد میں اپنے خیالات کا اظہار کیا، صدارتی تقریر کے بعد مجلس برخواست ہوئی۔ چوہدری غفور احمد صاحب نے سکرٹری کے فرائض انجام دیئے۔

(ب) بروز اتوار ۷ مارچ کو ینگمینز احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور کا اجلاس احمدیہ مسجد میں جناب ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب کی صدارت میں منعقد ہوا مولوی امیر علی صاحب نے انسانی زندگی کا مقصد پر تقریر فرمائی۔ جناب مولوی نقیر اللہ صاحب نے ان کی تقریر سے خوش ہو کر انہیں دو روپے انعام دیئے اس کے بعد ذیل کے حضرات نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ خواجہ سعد اختر صاحب جناب صدر، جناب مولوی عزیز بخش صاحب اور محمد طفیل۔

احمدیہ ہومیو پیتھک دار الشفا کے لئے جناب م... ۴ میاں بشیر احمد صاحب نے ایک سو ادویہ ہمیں ہدیۃً بھیجی ہیں۔ جس کے لئے ہم ان کے بہت شکر گزار ہیں۔ شیخ بشیر احمد صاحب نے ۸ ر عنایت فرمائے۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء

شیخ محمد طفیل ایم اے

سکرٹری ینگمینز احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور

مکتوبات

ایک ہندو دوست کا مکتوب حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے نام جس میں حضرت مسیح موعود کی ایک بلند پایہ تصنیف پر خراج تحسین

نوٹ۔ ایک معزز ہندو دوست نے حضرت مسیح موعود کی کتاب "اسلامی اصول کی فلاسفی" کا ترجمہ جو حضرت امیر ایدہ اللہ نے (Teachings of Islam) کے عنوان سے کیا تھا مطالعہ کر کے حضرت امیر کی خدمت میں ایک خط ارسال کیا جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ وہ اس کتاب کے مطالعہ سے بہت متاثر ہوئے ہیں اور حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی دینی خدمات نہایت شاندار ہیں اس خط کے ایک حصہ کا ترجمہ درج ذیل ہے۔ (مدیر)

محترم و معظم مولانا صاحب۔ آداب عرض۔

نہایت ادب کے ساتھ میں یہ لکھنے کی جرات کرتا ہوں کہ میری موجودہ چند دنوں کے لئے صاحب فراش فی الواقعہ زحمت کے بھیس میں رحمت ثابت ہوئی کیونکہ اس نے میرے لئے موقعہ مہیا کر دیا کہ میں کتاب موسومہ "اسلامی اصول کی فلاسفی" مصنفہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو غیر معمولی دلچسپی کے ساتھ مطالعہ کر سکوں یہ کتاب عرصہ سے میری الماری میں پڑی تھی۔

میں اس مذکورہ کتاب کے بلند مرتبت مصنف کی اعلیٰ دماغی اور قلبی خصوصیات پر پرجوش خراج تحسین ادا کرتا ہوں جنہوں نے لارڈ کرشنا اور زمنہ قدیم کے روشن ضمیر بزرگوں کی طرح سادہ اور روح کو گرمانے والا دعویٰ کیا "میں ایک بہت بڑی ناانصافی کا مرتکب ہونگا اگر میں اس حقیقت کو چھپاؤں کہ میں اس بلند روحانی مقام پر اٹھایا گیا ہوں" اس کے علاوہ میں آپ کا شکریہ ادا کئے بغیر نہیں رہ سکتا جیسا کہ کسی نے کہا ہے نگاہیں کاملوں پر پڑ ہی جاتی ہیں زمانہ میں۔ کہیں چھپتا ہے اکبر پھول پتوں میں نہاں ہو کر آپ نے اس کتاب کا ترجمہ نہایت صاف اور رد عمیق اسلوب میں کیا ہے۔

میں اس مذکورہ کتاب کے متعلق نہایت وثوق کے ساتھ عرض کر سکتا ہوں کہ یہ کتاب انسانیت کے تمام عوارض کے لئے اکسیر اعظم ہے اور یہ بھی درحقیقت بہت فرحت بخش ہے کہ میں اس کتاب کے ذریعہ اس قابل ہوا کہ اسلامی تعلیمات اور عقائد کے متعلق کچھ معقول اور حقیقی معلومات حاصل کر سکوں ایک لفظ میں اسلام کو بیان کیا جا سکتا ہے کہ یہ اعتدال کا مذہب ہے جو زندگی کے تمام مدارج اور مشاغل میں میانہ روی کی تعلیم دیتا ہے۔ جیسے عربی کی ایک ضرب المثل میں نہایت صحیح طور پر بیان کیا گیا ہے خیر الامور اوسطها

میری ناچیز رائے میں اسلام کے جھنڈے کے نیچے مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی قوت اور استحکام کا باعث اسلامی عقاید اور تعلیم ہے جو آزادی مساوات، اخوت اور جمہوریت کی محبت پیدا کرتی ہے اور معقول پسند روح پیدا کرتی ہے۔ یہی خصوصیات دنیا میں اسلام کے پھیلنے کا باعث ہوئی ہیں۔

یہ بالکل بجا تعریف ہے جب میں یہ کہوں کہ آپ کا ایثار و قربانی وہ تقت نہ صرف ان دماغوں کو فرحت بخشیں گے جو کہ تاریک آفاق میں سرگرداں ہیں بلکہ یہ اس مقدس مقصد کی پائندہ اور مستقل یادگار رہیں گے جو آپ کو اس قدر پیارا ہے" وغیرہ وغیرہ۔

آپ کا مخلص۔ آر۔ بی۔ سیٹھی۔ آفس منیجر دی۔ دی ریسرچ انسٹیٹیوٹ۔ لاہور

مکتوب بغداد

اخویم سید تصدق حسین صاحب قادری بغداد سے اپنے خط مورخہ ۵ فروری ۱۹۴۳ء میں تحریر فرماتے ہیں کہ "مسٹر عثمان وو چینی مسلم لیڈر کی ملاقات کا کئی مرتبہ موقعہ ملا۔ ایک مرتبہ ایک ٹی پارٹی کے موقعہ پر ایک قادیانی دوست نے ان سے دریافت کیا کہ آپ جماعت احمدیہ سے ہندوستان میں متعارف ہوئے یا اس سے قبل بھی جانتے تھے۔ موصوف نے جواب میں فرمایا کہ میں دس بارہ برس سے اس جماعت سے متعارف ہوں ان کا لٹریچر میں نے چین میں پڑھا۔ میں "محمد علی" کو جانتا ہوں ایک سیاسی لیڈر اور دوسرا مذہبی لیڈر۔ مولانا محمد علی نے قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ کر کے اسلامی دنیا پر احسان عظیم کیا ہے۔ یہ کام عربوں کا تھا۔ مصریوں کا تھا جو ان سے نہ ہو سکا اور مولانا محمد علی نے کیا۔ میرے دل میں مولانا کی بڑی قدر ہے"

"نیا نظام عالم"

اس ٹریکٹ کے متعلق سید تصدق حسین صاحب قادری تحریر فرماتے ہیں کہ کئی اردو دان دوستوں کو پڑھنے کو دیا۔ میں نے خود پڑھا۔ آیت کریمہ یجاهدون فی سبیل اللہ ولا یخافون لومة لائم کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر گیا دنیا کی تمام مشکلات کا حقیقی حل مختصر مگر جامع الفاظ میں پیش کیا ہے اس کا ایک ایک لفظ مخلوق خدا کی ہمدردی کے جذبہ سے لبریز ہے۔ یہ پیغام حق دنیا کی مختلف زبانوں میں ترجمہ ہو کر علمبرداران نظام جدید کے ہاتھوں میں پہنچنا چاہیئے تاکہ ان کی سمجھ میں آ جائے کہ جس آب حیات کی تلاش میں وہ سرگرداں ہیں اس کا چشمہ یہ ہے۔

اسلامی کلچر کے دو ستون

دعا اور صدقہ سے آنکھوں کو ٹھنڈک اور سکون قلب حاصل ہوتا ہے

وہ دوست جنہوں نے تحریک صدقہ و قرضہ میں حصہ نہیں لیا وہ اس تحریک میں حصہ لیں

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت ایدہ اللہ تعالیٰ مورخہ ۵ مارچ سنہ ۴۳ء

انما یومن بایتنا الذین اذا ذکروا بھا خروا سجداً وسبحوا بحمد ربھم وھم لا یستکبرون۔ تتجافی جنوبھم عن المضاجع یدعون ربھم خوفاً وطمعاً ومما رزقنٰھم ینفقون۔ فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین جزاءً بما کانوا یعملون (سورۃ السجدۃ رکوع ۲)

کون لوگ ایمان لاتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہماری آیتوں پر صرف وہی لوگ ایمان لاتے ہیں کہ جب وہ احکام آیات ان کے سامنے بیان کر دیئے جائیں اور ان کو بتا دیا جائے کہ حکم الٰہی یوں ہے اور ان کی خواہش کچھ اور ہو اور رسم و رواج کا اتباع کچھ اور چاہتا ہو وہ گر جاتے ہیں فرمانبرداری کرتے ہوئے اور اپنے رب کی حمد کیساتھ تسبیح کرتے ہوئے اور سمجھتے ہیں جو راہ خدا تعالےٰ نے بتائی ہے فی الحقیقت وہی فلاح کی راہ ہے اور خدا کے مقابل پر تکبر اختیار نہیں کرتے خدا تعالےٰ پر ان کا ایمان اتنا زبردست ہوتا ہے کہ رات کے وقت جب نیند غالب ہوتی ہے ان کے پہلو بستروں سے الگ ہو جاتے ہیں اور وہ اپنے رب سے دعا میں لگ جاتے ہیں خوفاً وطمعاً کچھ ڈر سے بھی کہ ہمارا کوئی گناہ ہماری کوئی نافرمانی ہمارے لئے باعث عذاب نہ بن جائے اور کچھ اچھی باتوں کی خواہش رکھتے ہوئے خدا کا فضل شامل حال ہو اور آسائش حاصل ہو ایک تو یہ بات ان میں پائی جاتی ہے کہ خدا تعالےٰ کے حضور گرتے ہیں اور دوسری یہ بات ان میں پائی جاتی ہے کہ رات کو اٹھکر خدا کی عبادت کو ہی کافی نہیں سمجھتے بلکہ ومما رزقنٰھم ینفقون اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اس سے خرچ بھی کرتے ہیں فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین جزاءً بما کانوا یعملون یہ اچھے کام جو شخص بجا لاتا ہے وہ نہیں جانتا کہ اس کے لئے اللہ تعالےٰ نے کس قدر آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا سکون مخفی کر رکھا ہے یہ ان کے اعمال کی جزا ہے جو کرتا ہے خدا اسکو دیتا بھی ہے۔

زندگی کا ایک اصول الذین آیتوں میں زندگی کا ایک اصول بتایا ہے اور یہ بتایا ہے کہ وہ چیز جس کے پیچھے ہر انسان دوڑتا ہے یعنی آنکھوں کی ٹھنڈک آنکھوں کی ٹھنڈک کیا چیز ہے؟ راحت خوشی اعلیٰ درجہ کا سکون قلب یہ چیز اس شخص کو ملتی ہے جو ان دو باتوں کو اپنی زندگی میں سامنے رکھ لیتا ہے، راحت ایک ایسی چیز ہے کہ فی الحقیقت اگر غور کیا جائے تو ہر انسان اس کا طالب نظر آتا ہے باقی جتنی چیزیں ہیں وہ حصول راحت کے لئے بطور ذرائع کے ہیں۔

دولت اور حکومت کی خواہش انسان چاہتا ہے اسکو حکومت مل جائے اسکو دولت مل جائے مگر فی الحقیقت کوئی انسان نہیں جس کی درحقیقت غرض حکومت یا دولت ہو، دراصل وہ راحت طلب کرتا ہے چاہتا ہے دل کی خوشی مل جائے تمام دنیا کو آپ دیکھ لیں کہ مال اور حکومت کیلئے کس طرح دیوانہ ہیں اسلئے کہ یہ سمجھتے ہیں کہ راحت حکومت اور مال کے ذریعہ ملتی ہے۔

حصول راحت اور قرآن مجید قرآن مجید نے راحت کے حصول کے لئے اور ذریعے بتائے ہیں، اس راحت کے لئے جو انسان کی زندگی کا اصل مقصد ہے حکومت اور دولت کو نظر انداز کر دیا ہے ان کے ذریعہ حقیقی راحت میسر نہیں آتی، دولتمندوں اور شہنشاہوں کو اصل راحت میسر نہیں آتی حکومت اور مال ان کے لئے مصیبت کا موجب بن جاتے ہیں یہ دو چیزیں جن کو انسان نے اپنی راحت کا موجب سمجھ رکھا ہے فی الحقیقت یہی دنیا میں انسان کے لئے دکھ لاتی ہیں، یہی مال جہنم بھی لاتا ہے جیسا کہ فرمایا الذی جمع مالا اور اسکا نتیجہ فرمایا لینبذن فی الحطمۃ۔

مال اور حکومت سے خوشی نہیں ملتی مال اور حکومت جن کو انسان اپنی خوشی کا ذریعہ سمجھتا ہے اور آنکھیں بند کرکے ان کے حصول کے لئے کوشش کرتا ہے اور یہ بھی پرواہ نہیں کرتا کہ یہ مال اس کے کام بھی آتا ہے یا نہیں بنک میں کئی لاکھ بقایا دیکھ کر خوش ہوتا ہے پھر بھی اصلی خوشی حاصل نہیں ہوتی اسلام نے راحت حاصل کرنے کے لئے دو باتیں بتائیں قرۃ قرار سے ہے اور قرار سکون کی حالت کو کہتے ہیں یہ زبان عربی کا بڑا بھاری کمال ہے کیونکہ فی الحقیقت ٹھنڈک ایسی چیز کا نام ہے جس سے سکون پیدا ہوتا ہے۔

سکون قلب حاصل کرنیکے طریقے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر ٹھنڈک اور سکون قلب چاہتے ہو تو اس کے دو طریق ہم بتاتے ہیں۔ ایک دعا کرنا اور ایک مال کو خدا تعالےٰ کے راستہ میں خرچ کرنا اب کس طرح یہاں دو باتوں کو ان دو باتوں کے بالمقابل رکھا ہے جن کے پیچھے دنیا دیوانہ ہے، حکومت کے بالمقابل یہاں راحت حاصل کرنے کا ذریعہ گر جانے کو رکھا اپنے آپ کو نیچا کرنا مگر کس کے آگے؟ خدا کے آگے اور ادھر مال کے جمع کرنے کے بالمقابل مال کے خرچ کرنے کو رکھا یہ دو باتیں قرآن مجید میں بار بار بیان ہوئی ہیں

حقیقی راحت کن لوگوں کو حاصل ہے

خدا سے لینا اور انسانوں کو دینا یہ ہے فی الحقیقت دعا اور صدقہ اور یہ وہ دو راہیں ہیں جن پر چل کر انسان ایک طرف حاصل کرتا ہے اور دوسری طرف دیتا ہے غور کیجئے کہ آیا حقیقی راحت ان لوگوں کے قلب میں پیدا ہوئی جو ان دو باتوں پر عمل پیرا ہوں یا ان لوگوں کو حاصل ہوئی جنہوں نے صرف دولت اور حکومت کو ہی اپنے پیش نظر رکھا، تاریخ اٹھا کر دیکھو جن لوگوں نے حکومت اور دولت کو اپنا مطمح نگاہ بنایا ان کا انجام بہت برا ہوا اور جنہوں نے دعا اور صدقہ کو اپنا مطمح نگاہ بنایا ان کا انجام کتنا اچھا ہوا۔

جنت اور دوزخ اس زندگی کے بعد جنت ایک حقیقت ہے اور دوزخ بھی ایک حقیقت ہے، خوب یاد رکھیئے کہ وہ لوگ جو حصول حکومت کو اپنا مقصد بناتے ہیں ان کی یہی زندگی دوزخ ہو جاتی ہے اور وہ لوگ جو مال کے حصول کو ہی اپنی زندگی کا مقصد بنا لیتے ہیں ان کی زندگی بھی دوزخ ہو جاتی ہے لیکن جو لوگ دعا اور خیرات پر عمل پیرا ہوتے ہیں ان کو جنت اسی زندگی میں حاصل ہو جاتی ہے

اسلامی کلچر کے ستون دعا اور صدقہ اسلامی کلچر کے دو ستون ہیں، حکومت بھی خدا سے مانگو، دولت بھی خدا سے مانگو اولاد بھی خدا سے مانگو اپنی ادنیٰ سے ادنیٰ چیزیں بھی خدا سے مانگو آپ حدیثوں میں دیکھیں گے کہ ہر کام کرنے کے لئے دعا ہے مسجد میں آؤ تو یوں دعا کرو غرضیکہ ہر کام کے لئے دعا کرنا سکھایا ہے، حصول حکومت کی خواہش بھی بیشک ہو حصول مال کی خواہش بھی بیشک ہو لیکن یہ ہماری زندگی کا مقصد نہ ہو، زندگی کا مقصد صرف خدا کے آگے گرنا خدا سے تعلق پیدا کرنا ہو اسلئے اپنے لئے چھوٹی چھوٹی چیزیں بھی خدا سے مانگو مگر ایک بلند مقصد کو اپنے سامنے رکھو۔

قبولیت دعا کا درجہ جو شخص قبولیت دعا کے درجہ کو پہنچنا چاہتا ہے وہ ہر وقت صرف اپنے لئے ہی چیزوں کو نہ مانگے یہ تو خود غرضی ہوگی تو خود غرض انسان قبولیت دعا کے درجہ تک نہیں پہنچتا اس درجہ تک وہی شخص پہنچتا ہے جو کسی بلند مقصد کو سامنے رکھکر دعا کرتا ہے مثلاً تم خدا کے نام کو دنیا میں پھیلانے کو اپنا مقصد بنا لو تم نے پہلے ہی بنایا ہوا ہے۔ ہم نے کیا بنانا تھا ایک شخص ہم میں ظاہر ہوا اور اس نے اس مقصد کو زندہ کیا مسلمان اس مقصد کو بھول چکے تھے ایک شخص اٹھا اور اس نے کہا کہ خدا کے نام کو دنیا میں پھیلانے کو اپنا مقصد بنا لو۔ سو تم میں سے ہر ایک شخص قبولیت دعا کے درجہ کو پہنچ سکتا ہے اگر وہ ہر وقت دعا کرے اے خدا تیرا کلام میرے ہاتھ سے دنیا میں پھیلے۔ یہی اس کی آرزو ہو جو شخص اسکو اپنا مقصد بنا لیتا ہے قبولیت دعا کے درجہ کو پہنچ جاتا ہے من کان اللہ کان اللہ لہ جو شخص اللہ کے لئے ہو جاتا ہے خدا اس کے لئے ہو جاتا ہے، جو شخص خدا کے کام کے لئے نکل کھڑا ہو خدا اس کو بہت دیتا ہے ہاں دعا کرتے ہوئے۔

صبر اور قبولیت دعا یہ بھی نہ سمجھو کہ ادھر دعا کی تو ادھر قبول ہو جائے اہل اللہ کہتے ہیں بعض دفعہ برسوں تک ایک مقصد کے حصول کے لئے دعا کرنا پڑتی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کو دیکھو اور آنحضرت صلعم کی دعاؤں کو دیکھو بڑی دور کی دعائیں ہیں اور بڑے بلند مقصد ان دعاؤں میں ہیں، خدا تعالےٰ سے دعا کرو اور شکایت کا حرف زبان پر نہ لاؤ خدا تعالےٰ سب کچھ دیتا ہے مگر وہ تم کو یہ بھی سکھانا چاہتا ہے کہ تمہارے اندر صبر اور استقامت پیدا ہو

خدا کے حضور گرنیکی تڑپ اگر تم سکون اور ٹھنڈک چاہتے ہو تو ایک چیز کو مضبوط پکڑ لو۔ خدا کے حضور گرنا اور صبر کے ساتھ مانگنا اور بے صبری کا اظہار نہ کرنا بعض دفعہ انسان پر مصیبت آتی ہے وہ اس کی بہتری کا موجب ہوتی ہے خدا ہماری جانوں کے بہت قریب ہے بہ نسبت کہ ہم اپنی جانوں کے قریب ہیں وہ ہم کو اس سے بہتر جانتا ہے جتنا ہم اپنے آپ کو جانتے ہیں، جب تم اس پر چھوڑ دو گے وہ سب کچھ کر دے گا اسی کے حضور گرو اور اسی سے مانگو اور قرآن کے اس ارشاد پر پورے اترو تتجافی جنوبھم عن المضاجع یدعون ربھم خوفاً وطمعاً خدا کے حضور گرنے کی تڑپ اس قدر ہو کہ اس کے حضور گرنے سے کوئی چیز نہ روک سکے بلکہ وہ بیقرار ہو کر رات کے وقت بستر سے بھی الگ ہو جائے سینما کو دیکھو لوگ سینما دیکھ کر رات کے بارہ بارہ بجے گھروں کو واپس آتے ہیں اور خرچ بھی کرتے ہیں یہ تو انسان سب کچھ کرتا ہے مگر خدا کے حضور رات کو گرنا مشکل ہے سو یاد رکھو کہ جو خدا کے لئے کرتا ہے خدا اس کے لئے بھی سب کچھ کرتا ہے۔

صدقہ کرو دوسرے یہ سمجھ لو کہ خدا نے مال تمہیں اسلئے دیا ہے کہ اس کے راستہ میں خرچ کرو اور صدقہ کرو مجھے بعض دفعہ حضرت نبی کریم صلعم کی اس دعا پر مزا آتا ہے اللھم ارزق آل محمد کفافاً اے خدا تو آل محمد (آنحضرتؐ کے سچے پیرؤوں) کو اتنا دے کہ ان کے لئے بس ہو، ضرورت کے لئے انہیں دوسروں کے آگے ہاتھ نہ پھیلانا پڑے مگر مال کو جمع کرتے جانے کی خواہش بھی ان کے دلوں میں نہ ہو۔ حدیث میں آتا

بعض انسان ایسے ہوتے ہیں جیسے وہ جانور جو کھاتا جاتا ہے اور اس کا پیٹ نہیں بھرتا یا کل ذلک ینبغی آج لوگ حکومت اور دولت چاہتے ہیں اور حاصل کرتے چلے جاتے ہیں اور ان کی حرص کم نہیں ہوتی حتیٰ کہ ساری دنیا بھی ان کے پیٹ میں پڑ جائے، تو پیٹ نہیں بھرتا یہ چیزیں درحقیقت سکون اور راحت پیدا نہیں کرتیں اصل چیز جو ہے وہ دعا اور صدقہ ہے جس کے ذریعہ سکون حاصل ہوتا ہے جسے یہ حاصل ہو گئی اسے سب کچھ حاصل ہو جاتا ہے مال کوئی بڑی چیز نہیں اسے حاصل کرو مگر خدا کے راستہ میں بھی خرچ کرو۔

تحریک صدقہ قرضہ کی کامیابی

مجھے نی الواقعہ اس بات کی خوشی ہے کہ میں نے ۱۹۴۱ء کے آخر میں ایک تحریک کی تھی جس کا نام تحریک صدقہ قرضہ رکھا تھا اس تحریک کو اللہ تعالیٰ نے بہت کامیاب فرمایا میرے وہم سے بڑھ کر کامیاب فرمایا میں کل ہی اخبار پڑھ رہا تھا اس میں ایک لطیفہ لکھا تھا کہ ایک پولیس آفیسر کو ٹریننگ دی جا رہی تھی اس پر سوال کیا گیا کہ اگر تم نے کسی گروہ کو منتشر کرنا ہو تو کیا کرو گے؟ اس نے کہا میں اپنی ٹوپی لیکر ان کے سامنے چلا جاؤں گا یعنی ان سے چندہ کی اپیل کروں گا اور لوگ خود بخود منتشر ہو جائیں گے۔

حضرت مرزا صاحب کی قوت قدسی

عام لوگوں کی یہی حالت ہے لیکن اس جماعت کو دیکھو کہ ان کے سامنے میں نے ایک اپیل کی ان کے نام پر رقم لکھدیں کہ اتنی اتنی رقم اس موقعہ پر صدقہ کرو تاکہ اللہ تعالیٰ ہم پر سے مصائب کو دور کر دے اور آنے والی بلاؤں کو ٹال دے میں ایک ایک نام پر ایک رقم بولتا جاتا تھا اور لبیک کی آواز سنتا جاتا تھا۔ یہ میری آواز کا اثر نہ تھا میں تو بہتیرے لوگوں کے نزدیک طرح طرح کے اعتراضات کا محل ہونگا یہ قوت قدسی امام وقت کی پیدا کردہ تھی کہ وہ مجھ جیسے کمزور انسان کی آواز پر بے اختیار لبیک کہتے چلے جاتے تھے۔

اس تحریک کا نتیجہ

اس تحریک کا نتیجہ دو رنگوں میں کھلا کھلا نظر آ رہا ہے ایک تو یہ کہ اس وقت انجمن کی حالت سخت مشکلات کی تھی انجمن بہت مقروض تھی اور کوئی راستہ نظر نہیں آتا تھا مگر اس تحریک کے بعد انجمن کی تاریخ ہی بدل گئی یہ نہیں کہ اس تحریک سے روپیہ بہت آیا کافی روپیہ آیا مگر اصل کامیابی ہوئی جو ہمارے وہم و گمان میں نہ تھی کہ اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے انجمن کی حالت کو بدل دیا۔ دوسرے یہ کہ اس صدقہ سے ایک بلا ٹل گئی میں نے اس وقت جبکہ میں خطبہ جمعہ دے رہا تھا اور میں نے یہ کہا تھا کہ صدقہ سے بلا رد ہوتی ہے آؤ اس وقت جب کہ ہمارے ملک پر جنگ کے بادل منڈلا رہے ہیں اور لوگ سخت پریشانی کی حالت میں ہیں ہم بحیثیت جماعت اس بلا سے نجات کے لئے صدقہ کریں ہم تھوڑے ہیں مگر بعض وقت اللہ تعالیٰ تھوڑوں کی شفاعت کو بہتوں کے حق میں قبول فرما لیتا ہے ہم خدا کی رضا کے لئے اس کے دین کو قوت پہنچانے کے لئے تبلیغ اسلام کی بنیادوں کو مضبوط کرنے کے لئے سب مل کر صدقہ کریں۔ اور اس بات کو مد نظر رکھا کریں کہ خطرہ ٹل جائے کیونکہ اس وقت ہندوستان پر حملہ کا بہت اندیشہ تھا، خدا نے اس حملہ کی بلا کو بھی ٹال دیا ——— سو خوب یاد رکھو دعا اور صدقہ مسلمان کے دو زبردست ہتھیار ہیں ایک کو دائیں ہاتھ میں اور دوسرے کو بائیں میں رکھو پھر دیکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہارا راستہ کس طرح صاف کر دیتا ہے۔

ایک دوست کا مکتوب

ہمارے ایک دوست محمد اسمٰعیل صاحب ہیں اصل چنیوٹ کے رہنے والے ہیں، ان کا مجھے ایک خط آیا ہے کسی زمانہ میں، ان کی بہت اچھی حالت تھی، اس کے بعد وہ بڑی مصیبت کے دور سے گذر رہے تھے۔ چند دن ہوئے ان کا خط آیا اور خط میں ۲۰ روپے کا ڈرافٹ بھی تھا انہوں نے لکھا کہ جب تحریک صدقہ قرضہ ہوئی ہے ان دنوں میری حالت اچھی نہیں تھی لیکن میں اس تحریک میں حصہ لینا چاہتا تھا میں نے دعا کی کہ اے خدا مجھے ایسی جگہ نے چل کہ جہاں پہنچکر میں اس قابل ہو سکوں کہ اس تحریک میں حصہ لے سکوں چنانچہ میں مدراس میں آیا اور اس قابل ہوا کہ اس تحریک میں حصہ لے سکوں، یہ حضرت مرزا صاحب کی جماعت کی حقیقی روح ہے جو اس مذکورہ بالا خط سے ظاہر ہے۔

تحریک صدقہ میں حصہ لیں

میں اس تحریک صدقہ کو ۳۱ مارچ ۴۳ء کو ختم کرنا چاہتا ہوں، لیکن میں چاہتا ہوں کہ وہ دوست جنہوں نے ابھی تک اس تحریک میں حصہ نہیں لیا وہ ضرور کچھ نہ کچھ اس تحریک میں حصہ لیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو دعا اور صدقہ پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم سب کے قلوب میں حقیقی سکینت پیدا کر دے جو ان باتوں کا نتیجہ ہے میں دعا کرتا ہوں اور آپ بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان باتوں کی توفیق عطا فرمائے جن سے یہ سکون قلب حاصل ہوتا ہے۔

متفرق خیالات

(از جناب شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر اخبار نور قادیان)

سکھ اور مسلمان

(۱) ہر معزز سکھ اپنے کو سردار کہلاتا ہے یہ فارسی لفظ ہے جسے مسلمان اپنے ساتھ لائے مسلمانوں سے پہلے سردار کی بجائے مکھیا کا رواج تھا۔

(۲) سکھ لوگ لبا کرتہ اور پاجامہ پہنتے ہیں یہ مسلمانوں کا لباس ہے۔

(۳) اکالی جماعت سیاہ لباس پہنتی ہے، عباسیوں کا امتیازی نشان تھا۔

(۴) تمام سکھ ڈاڑھی رکھتے ہیں۔ یہ بھی اسلامی شعار ہے۔

(۵) سکھ لوگ ہمیشہ پارٹیاں بنا کر سفر کرتے ہیں۔ جن میں ایک شخص ضرور جھنڈے دار ہوتا ہے۔ طریق سفر وہ ہے جس کی اسلام نے خاص طور پر ہدایت کی ہے۔

(۶) سکھ گوشت استعمال کرتے ہیں۔

(۷) سکھوں میں عبادت سے پہلے پنج اشنان کا رواج ہے۔ یعنی منہ، کہنیوں تک ہاتھ اور ٹخنوں تک پاؤں دھونا۔ یہ چیز صریح وضو کی طرح ہے۔

(۸) سکھ بوقت پول سب مل کر کھاتے ہیں۔

(۹) سکھوں میں ایک شخص دعا کرتا ہے اور باقی اس کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں۔

(۱۰) سکھوں میں کثرت ازدواج بھی ہے اور نکاح بیوگان بھی۔

(۱۱) سکھ خدا کی وحدت کے قائل اور بت پرستی کے خلاف ہیں۔

(۱۲) سکھوں میں نہ جنیو پہننے کا عقیدہ ہے نہ چھوت چھات ہے نہ پیپل اور گائے وغیرہ کی پوجا۔

دعا اور آریہ سماج

۲۰ فروری کا پرتاب لکھتا ہے، کہ پروفیسر اندر سکرٹری انٹرنیشنل آریہ لیگ نے ایک بیان جاری کیا ہے جس میں ہر ہندوستانی خاص کر ہر آریہ سماجی سے اپیل کی گئی ہے کہ وہ مہاتما گاندھی کی درازی عمر کیلئے دعا کریں" دعا کی برکت کسی تشریح کی محتاج نہیں مگر پروفیسر اندر کا آریہ ہو کر آریہ لوگوں کو دعا کے لئے کہنا یہ ایک اچنبا کی بات ہے کیونکہ سوامی دیانند صاحب بانی آریہ سماج ستیارتھ پرکاش میں قبولیت دعا سے انکار کرتے ہیں انہوں نے صاف الفاظ میں یہ لکھا ہے کہ انسان کو صرف اس کے کرموں کا پھل ملتا ہے اس لئے دعا سے کچھ فائدہ نہیں۔ لہذا ان حالات میں ایک آریہ سماجی کا آریہ لوگوں کو دعا کیلئے کہنا یہ ایک بے معنی سی بات ہے۔

اُردو اور کانگرس

۱۰ دسمبر کا پرتاب لکھتا ہے، کہ جب یو۔پی کانگرس کی وزارت تھی تو لاہور کے ایک جرنلسٹ کو وہاں جانے اور وزیر اعظم پنڈت پنت سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ جرنلسٹ نے یونہی باتوں باتوں میں کہا۔ سنا ہے یو۔پی میں اُردو کا بہت زور ہے۔ کیا یہ سچ ہے؟ پنڈت جی نے جواب دیا نظر کم ہی آتا ہے! اس سال اردو اور ہندی کی جو کتابیں چھپی ہیں وہ کچھ اور ہی ظاہر کرتی ہیں۔ اوسط یہ ہے کہ اردو کی کتابیں اگر پچاس ہیں تو ہندی کی چار سو پچاس اب اندازہ خود ہی لگا لیجئے۔ اردو کے ساتھ یہ سلوک تھا۔ کانگرسی وزارتوں کا صرف یو۔پی کی وزارت پر ہی منحصر نہیں۔ کانگرس کا جہاں جہاں بھی بس چلا ہے اس نے اردو کے ساتھ بہت ہی بے رحمی کا سلوک کیا ہے ان حالات میں اگر مسلمان یہ کہیں کہ کانگرس دراصل ہندو مہا سبھا کا دوسرا روپ ہے اور مسلمانوں کی خیر پاکستان میں ہی ہے تو یقیناً مسلمان حق بجانب ہیں اور یہ سب کانگرس کی ہندو مہا سبھائی ذہنیت کا نتیجہ ہے۔ ع

اے باد صبا ایں ہمہ آوردۂ تست

اُردو کے پروردہ اُردو دشمن

یہی اخبار آگے چل کر لکھتا ہے کہ حال ہی گوسوامی گنیش دت جی ایک آل انڈیا دھارمک سمیلن میں شامل ہوئے تو حاضرین میں سے چند اصحاب نے کہا۔ آپ ہندی کے اتنے بڑے حامی ہیں تو پھر آپ نے اُردو میں اخبار کیوں جاری کر رکھا ہے۔ گوسوامی جی نے فرمایا کہ مہاشے کرشن اور مہاشہ خوشحال چند نے بھی تو اُردو میں دو اخبار جاری کر رکھے ہیں"۔ واقعی یہ بات باعث حیرت ہے۔ کہ اُردو کے طفیل ہی ان اخبارات ویر بھارت، پرتاب، ملاپ وغیرہ کی اشاعتیں ہزاروں تک پہنچی ہوئی ہیں اور اگر یہ لوگ آج اپنے اخباروں کو ہندی میں کر دیں تو یقیناً یقیناً ان کی اشاعتیں ہزاروں سے گر کر سینکڑوں نہیں بیسیوں پر آ رہیں اور پھر انہیں آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہو جائے۔ اس اصول پرستی کے بھی کیا کہنے کہ جس درخت کے سایہ تلے آرام کرنا اسی کی جڑھوں پر تبر رکھنا۔

ہمارا بھی قصور ہے

۸ دسمبر کا کانفرنس گزٹ علیگڈھ لکھتا ہے کہ "غیر مسلموں نے اسلامی عقائد اسلامی تعلیم و تہذیب کو ایسی مکروہ صورت میں پیش کیا۔ اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حیات طیبہ اور شبانہ روز کے اعمال پر تاریکی رنگ میں ایسی نکتہ چینی کی۔ کہ عوام کا ذکر کیا ہے۔ اچھے خاصے پڑھے لکھے لوگ یہ سمجھنے لگے کہ اسلام واقعی دنیا کے لئے ایک مصیبت اور انسانی ترقی میں سنگ راہ ہے"۔ اس میں ہمارا بھی غیر مسلموں سے کچھ کم قصور نہیں ہے کیونکہ ہم نے آج تک یہ بہت ہی کم کوشش کی کہ غیر مسلموں کی اپنی السنہ میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی مقدس زندگی کو ان کے سامنے رکھا جاتا اور اگر ہم آج سے ایک سو سال قبل ایسا کرتے تو کم از کم ہندوستان کا نقشہ تو اس وقت تک کافی بدلا ہوا ہوتا مجھے خداوند تعالیٰ نے ہندی و گورمکھی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حیات طیبہ غیر مسلموں کے

۴ سامنے پیش کرنے کی توفیق دی۔ جن جن غیر مسلم اصحاب کے سامنے حضور پر نور کی مقدس زندگی آئی یقیناً یقیناً ان کا نکتہ نگاہ بہت حد تک بدل گیا۔ اور ان میں سے اکثروں نے اعلانیہ اسبات کا اظہار کیا۔ اب ہم مسلمانوں سے دوستی پیدا کرنا موجب فخر سمجھتے ہیں۔

قادیانیت کی خطرناک علمی شکست

خط و کتابت مابین جناب سید اختر حسین صاحب گیلانی و مرزا محمود احمد صاحب قادیانی

تمہید (ا) اہل قادیان کو میرا مشورہ یہ تھا کہ وہ حماسہ اور متنبی کے اشعار سے خاتم النبیین کے معنی کیلئے محاورات تلاش کرنے کی بجائے خود نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کلام سے دکھائیں کہ کبھی آپ نے انا خاتم النبیین لا نبی بعدی کی طرح خاتم النبیین کا کے معنی افضل وغیرہ کیا ہو اسی مقصد کے لئے پانسو روپیہ کا انعامی چیلنج دیا تھا، اسکو ٹالنے کی بہت کوششیں ہوئیں، مگر خدا تعالےٰ نے قادیانیت کو ایک اور رنگ میں شکست دی، ذیل کی خط و کتابت خوب ظاہر کرتی ہے کہ مرزا محمود احمد صاحب میں اس چیلنج کو منظور کرنے کی قطعاً ہمت نہیں، اور مجھے یقین ہے کہ صرف انہی امور کو مد نظر رکھنے سے ایک شخص بڑی بڑی مجلدات کا مطالعہ کئے بغیر انقطاع نبوت کو سمجھ سکتا ہے اور قادیانی مغالطات کے جال میں الجھنے سے بچ سکتا ہے۔

(ب) مرزا محمود احمد صاحب ہی اس عقیدہ کے موجد ہیں، اور وہی اس پر بہترین طریق پر روشنی ڈال سکتے ہیں، لیکن ان کی اس بے بسی کے بعد جس کا مظاہرہ اس خط و کتابت میں ہو رہا ہے مجھے ضرورت نہیں کہ اس انعامی چیلنج کے سلسلہ میں ان کے ایک ایک مرید کی بے تعلق باتوں کے جواب میں اپنا وقت ضائع کروں۔ میرے چیلنج کے ضمن میں جس کسی نے کچھ لکھا ہے۔ اسکا بہترین جواب اسی خط و کتابت میں موجود ہے ۔ ذیل میں اصل چیلنج اور خط و کتابت کو درج کیا جاتا ہے۔

(سید اختر حسین گیلانی)

چیلنج حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خاتم النبیین کے معنی نہ تو نبیوں کی مہر کئے ہیں نہ نبیوں کی انگوٹھی کئے ہیں نہ نبیوں کی زینت کئے ہیں اور نہ نبیوں کی تصدیق کرنے والا کئے ہیں بلکہ یہ کئے ہیں کہ انا خاتم النبیین لا نبی بعدی مرزا محمود احمد صاحب اور ان کے رفقاء کو جو خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کی بجائے نبیوں کی مہر یا انگوٹھی یا زینت کرتے ہیں میرا یہ چیلنج ہے کہ وہ صرف ایک حدیث نبوی ایسی پیش کر دیں جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہو کہ میں خاتم النبیین ہوں یعنی میں نبیوں کی مہر یا انگوٹھی یا زینت ہوں یا تصدیق کرنیوالا ہوں یا میں خاتم النبیین ہوں یعنی افضل النبیین ہوں ایسی ایک حدیث پیش کر دینے پر خواہ وہ ادنیٰ پایہ کی ہو میں مبلغ پانصد روپیہ آپ کی خدمت میں پیش کروں گا اگر وہ ایسا نہ کر سکیں اور ہرگز نہ کر سکیں گے تو یاد رکھیں کہ اس مسئلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح فیصلہ کو رد کر کے وہ اپنے ایمان کو خطرہ میں ڈال رہے ہیں۔ فلا وربک لا یومنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما (النساء ع)۔ ترجمہ تیرے رب کی قسم وہ ایمان ہی نہیں لانے جب تک وہ تجھے اس میں حکم نہ بنائیں جو ان میں آپس میں اختلاف ہو پھر اپنے دلوں میں اس سے کوئی تنگی نہ پائیں جو تو فیصلہ کرے اور پوری پوری فرمانبرداری کریں،،

سید صاحب کا خط بنام مرزا محمود احمد صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

۴۷۔ صدیق بلڈنگ قطب روڈ۔ پہاڑ گنج دہلی

۲۵ نومبر ۱۹۴۲ء۔

مخدوم و مکرم جناب صاحبزادہ صاحب

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

اگر جناب کی نظر سے اخبار پیغام صلح گزرتا ہے تو آپ کو اس چیلنج کا یقیناً علم ہوگا جو خاتم النبیین کے معنوں پر راقم حروف کی طرف سے قریباً ایک سال سے شائع ہو رہا ہے۔ لیکن اگر اسکا علم جناب کو نہ ہو تو میں اس رجسٹرڈ خط میں اپنے دو مضامین مطبوعہ پیغام صلح ۱۷ فروری ۱۹۴۲ء و پیغام صلح ۱۹ نومبر ۱۹۴۲ء بغرض ملاحظہ ارسال کر رہا ہوں جس سے آپ کو اس کی حقیقت پر کما حقہ آگاہی ہو جائے گی۔ موخر الذکر مضمون میں میرا خطاب براہ راست جناب کیطرف[1] ہے، امید ہے کہ آپ اسکا جواب جس قدر جلد ممکن ہوگا اخبار میں شائع فرما دیں گے۔ سر دست یہ گذارش ہے یہ خط ملاحظہ فرماتے ہی مندرجہ ذیل امور کا مختصر جواب خاکسار کے پتہ پر ارسال فرما کر متشکر فرمایا جائے ۔

(۱) کیا آپ کے علم میں کتب حدیث میں کوئی ایسی حدیث نبوی ہے جس میں انا خاتم النبیین لا نبی بعدی کی طرح خاتم النبیین کے معنی نبیوں میں سے افضل یا نبیوں کی زینت یا نبیوں کا مصدق یا نبیوں کی انگشتری یا نبیوں کی مہر کئے گئے ہوں؟

(۲) کیا آپ کے علم میں اسلامی لٹریچر کی کسی کتاب میں کسی شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یہ قول منسوب کیا ہے کہ میں خاتم النبیین ہوں یعنی میں نبیوں میں سے افضل ہوں یا نبیوں کی زینت ہوں، یا نبیوں کا مصدق ہوں یا نبیوں کی انگشتری ہوں یا نبیوں کی مہر ہوں؟

(۳) کیا آپ کے علم میں غیر اسلامی لٹریچر تک میں کوئی ایسی کتاب ہے جس میں کسی کاذب تک نے یہ دعویٰ کیا ہو کہ محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ میں خاتم النبیین ہوں یعنی میں نبیوں میں سے افضل ہوں یا نبیوں کی زینت ہوں یا نبیوں کا مصدق ہوں یا نبیوں کی انگشتری ہوں یا نبیوں کی مہر ہوں،

(۴) اگر آپ کے نزدیک خاتم النبیین کے معنی "آخری نبی" اور لا نبی بعدی کے معنی "میرے بعد کوئی نبی نہیں" نہیں ہو سکتے تو کیا آپ واضح فرمائیں گے کہ اگر اللہ تعالےٰ یہ بیان کرنا چاہتا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں، یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرمانا چاہتے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں تو کونسے الفاظ استعمال کرنے سے یہ مفہوم ادا ہو سکتا تھا ۔ واضح رہے کہ راقم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افضل النبیین یا مصدق النبیین ہونے کا منکر نہیں اس پر قرآن و سنت کی نصوص قطعیہ کی شہادت موجود ہے۔ سوال صرف خاتم النبیین کے معنوں کا ہے کہ آیا اس کے معنی آخری نبی یا نبیوں کا ختم کرنیوالا ہیں یا کچھ اور۔

یا ایھا الذین آمنوا کونوا قوامین بالقسط شھداء للہ ولو علی انفسکم او الوالدین والاقربین ان یکن غنیاً او فقیراً فاللہ اولیٰ بھما فلا تتبعوا الھوی ان تعدلوا وان تلوا او تعرضوا فان اللہ کان بما تعملون خبیراً (النساء ع)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو انصاف پر قائم رہنے والے۔ خدا کے لئے گواہی دینے والے ہو جاؤ گو (معاملہ) تمہاری اپنی ذات یا والدین یا قریبیوں کے خلاف ہو اگر کوئی امیر ہو یا غریب ہو تو اللہ ان دونوں سے زیادہ قریب ہے تم خواہش کی پیروی نہ کرو تاکہ عدل نہ کر سکو اور اگر تم پیچدار بات کرو یا (سچی گواہی سے) اعراض کرو تو یقیناً جو تم کرتے ہو اللہ اس سے خبردار ہے،

سید اختر حسین گیلانی

[1] یہ مضمون پیغام صلح کی مذکورہ اشاعت میں مرزا محمود احمد صاحب کو ۵۰۰ + ۱۰۰۰ روپیہ کے انعامات" کے عنوان سے چھپا تھا،

مرزا محمود احمد صاحب کا جواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مکرمی مولوی اختر حسین صاحب گیلانی۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

آپ کا مکتوب مورخہ ۲۰ نومبر ۱۹۴۲ء حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں موصول ہوا حضور نے جواب میں مندرجہ ذیل ارشاد فرمایا،۔

" چیلنج آپ نے دیا ہے اور اب جو وہ چیلنج قبول کر لیا گیا ہے۔ آپ حوالے مجھ سے پوچھتے ہیں یہ کام میرا نہیں اگر آپ کے نزدیک امام کا کام حوالے نکال کر دینا ہوتا تو مولوی محمد علی صاحب موجود ہیں ان سے حوالے نکلواتے رہیں " والسلام

خاکسار (دستخط)

پرائیویٹ سکرٹری خلیفۃ المسیح الثانی قادیان

۲ / ۱۹۲۱ (ھش)

سید صاحب کا خط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

جناب والا! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

میرے عریضہ مرسلہ ۲۰ نومبر کے جواب میں ارشاد نامہ مورخہ ۲ دسمبر ۱۹۴۲ء صادر ہوا عرض خدمت ہے کہ ،۔

(ا) اگر ایک امام جسے اللہ تعالیٰ نے دنیا کی رہنمائی کے لئے کھڑا کیا ہو اپنے کسی دعوے کی تائید میں ایک سائل کو کوئی دلیل، یا کوئی حوالہ تلاش کر کے بھی ارسال کرے تو عاجز کی رائے میں اس لطف و کرم سے اس کی شان امامت دوبالا تو ضرور ہوتی ہے مگر اس پر کوئی حرف نہیں آتا۔

(ب) لیکن میں نے تو جناب والا کو اتنی بھی تکلیف دینے کی کوشش نہیں کی۔ محض یہ استفسار کیا تھا کہ کیا آپ کے علم میں فلاں فلاں امور ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ یا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی کا مفہوم ادا کرنا چاہتے تو کن الفاظ میں ادا کرتے۔ لیکن یہ بات بھی جناب کی ناپسندیدگی کا موجب بن گئی۔

(ج) مجھے حیرت ہوئی ہے کہ دعوے تو جناب والا خود فرماتے ہیں اور اسکی تائید میں حوالجات یا دلائل یا کسی معمولی سی شہادت طلب کرنے پر سائل کو حضرت امیر جماعت احمدیہ لاہور کی طرف جو آپ کے اس مسلک سے بعد بین المشرقین رکھتے ہیں رجوع کرنے کا ارشاد فرماتے ہیں۔

(د) دوبارہ ملتمس ہوں کہ یہ مطالبات اس اختلافی مسئلہ کے حل کے لئے مفتاح کی حیثیت رکھتے ہیں لہٰذا ان کے جواب سے جلد مطلع فرمایا جائے ورنہ ناگوار نہ فرمائیں۔ اگر ان کے جواب سے اعراض کی صورت میں یہ یقین کر لیا جائے کہ فی الواقع جناب کے علم میں کوئی ایسے امور نہیں اور نہ جناب کوئی ایسے الفاظ تجویز فرما سکتے ہیں جو خاتم النبیین یا لا نبی بعدی کے سوا آخری نبی کا مفہوم ادا کرنے کے لئے استعمال کئے جا سکیں۔

منتظر جواب، خاکسار سید اختر حسین گیلانی

مرزا محمود احمد صاحب کا جواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

قادیان دارالامان - ۱۷ دسمبر ۱۹۴۲ء

مکرمی السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

آپ کا مکتوب مورخہ ۷ دسمبر ۱۹۴۲ء حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں موصول ہوا، حضور جواب میں فرماتے ہیں،۔

آپ نے لکھا ہے کہ آپ نے مجھ سے حوالے طلب کئے تھے حالانکہ آپ ۲۰ نومبر کے خط میں ایسا کر چکے ہیں مثلاً آپ نے لکھا تھا کہ کیا آپ کے علم میں اسلامی لٹریچر کی کسی کتاب میں کسی شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یہ قول منسوب کیا ہے الخ، کیا اس کا مطلب حوالے طلب کرنا نہیں؟ یہ درست ہے کہ کسی طالب حق سائل کا کوئی حوالہ یا دلیل پوچھنا ممنوع نہیں اور نہ ہی امام کو بتانے میں حرج ہے۔ لیکن ایک چیلنج دے کر جسے پورا کرنے کے لئے میرا ایک مرید تیار ہے۔ اس کے متعلق حوالجات مجھ سے پوچھنا غلط طریق ہے کیونکہ مناظرہ سے قبل آپ کا مجھ سے وہ حوالجات طلب کرنا اور میرا بتانا اصل غرض کو فوت کر دیگا نیز آپ کو چاہیے کہ اگر یہ کام امام کا ہوتا ہے۔ تو اپنے مسلک کی تائید میں نہ میرے دعوے کی تائید میں حوالجات مولوی محمد علی صاحب سے نکلوایا کریں"

والسلام - خاکسار دستخط پرائیویٹ سکرٹری خلیفۃ المسیح الثانی۔ قادیان

۱۷-۱۲-۱۳۲۱ھش

سید صاحب کا خط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

۴۷۔ صدیق بلڈنگ قطب روڈ پہاڑ گنج دہلی

۱۲ - جنوری ۱۹۴۲ء۔

مخدوم و مکرم جناب میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب امام جماعت قادیان۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ مکرمت نامہ مورخہ

ملہ نقل مطابق اصل

۱۷ دسمبر صادر ہوا تھا۔ لیکن آپ کی جلسہ سالانہ کے سلسلہ میں مصروفیات کے خیال سے جلد جواب عرض نہ کیا۔ جنابؔ نے میرے مطالبہ کے مطابق حوالجات ادا کرنے سے پھر یہ کہکر اعراض فرمایا ہے کہ گویا میں آپ سے حوالجات طلب کر رہا ہوں اور حوالجات بتانا خلاف مصلحت ہے۔ میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا اور اب پھر مودّبانہ التماس کرتا ہوں کہ

میں حوالجات ہرگز طلب نہیں کر رہا۔ آپ میرے پہلے تین مطالبات کا جواب بالترتیب صرف ہاں یا نہیں میں دے دیں۔ اور اسی کی ضرورت ہے تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ جس طرح آیہ خاتم النبیین کی تفسیر میں ہم اپنی تائید میں حدیث لا نبی بعدی رکھتے ہیں آیا اسی طرح آپ کے علم میں بھی اپنے معنی کی تائید میں کوئی ارشاد نبوی انا خاتم النبیین اعنی انا افضل النبیین وغیرہ موجود ہے یا نہیں۔ گویا آپ کے بیان کردہ معانی محض آپ کی اپنی رائے کا نتیجہ ہیں یا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسا ارشاد فرمایا ہے۔ میرے چوتھے مطالبہ کے جواب میں آپ یہ بیان فرمائیں کہ اگر اللہ تعالیٰ یا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی کا مفہوم ادا کرنا چاہتے تو خاتم النبیین یا لا نبی بعدی کی بجائے کن الفاظ میں ادا کرتے اگر آپ نے ان مطالبات کا جواب دے دیا، تو انقطاع و تسلسل نبوت ہمیشہ کے لئے حل ہو جائے گا۔

جناب نے مجھے مشورہ دیا ہے کہ "آپ اپنے مسلک کی تائید میں نہ میرے دعوے کی تائید میں حوالجات مولوی محمد علی صاحب سے نکلوایا کریں" ــــ عرض ہے کہ اگر مجھے اپنے مسلک کی تائید میں کسی شہادت یا بالفرض کسی حوالہ کی ضرورت پڑی تو ضرور حضرت امیر جماعت احمدیہ لاہور کی طرف رجوع کروں گا۔ اور وہ ایسے موقعہ پر راہنمائی فرمانے سے اعراض نہیں کیا کرتے۔ لیکن اس وقت تو سوال جناب والا کے اپنے دعوے کی تائید میں آپ کی اپنی شہادت کا ہے کیا آپ بھی اس کے لئے تیار ہیں؟ آپنے جو یہ فرمایا ہے کہ آپ کے ایک مرید نے چیلنج منظور کر لیا ہے اس کے متعلق عرض ہے کہ میرے ان مطالبات کے جواب میں خود جناب والا بحیثیت پیر و مرشد جو کچھ ارشاد فرمائیں گے اسی سے یہ ظاہر ہو جائے گا کہ آیا آپ یا آپ کے مریدین اپنے مسلک میں اتنی مضبوطی پاتے ہیں یا نہیں کہ اس چیلنج کو مطلوبہ طریق پر منظور کریں۔ کیونکہ اگر جناب والا بحیثیت امام جماعت بھی پہلے تین مطالبات کے جواب میں صرف "ہاں" تک کہنے کی جرأت نہیں کر سکتے تو آپ کے کسی مرید کا چیلنج کو مطلوبہ طریق پر منظور کر کے یہ اعلان کرنا کہ، ۔ میں ایک ایسا ارشاد نبوی پیش کر سکتا ہوں جس میں انا خاتم النبیین لا نبی بعدی کی طرح انا خاتم النبیین اعنی انا افضل النبیین وغیرہ کہا گیا ہے ــــ اور پھر کوئی ایسا ارشاد نبوی پیش کر سکنا بہت ہی دور کی باتیں ہیں،

اب پھر یہ گذارش کرنے کی معافی چاہتا ہوں کہ اگر آپ ان مطالبات کے جواب سے اعراض فرمائیں گے تو صاف عیاں ہو جائے گا کہ آپ

علم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا قول کہیں بھی مذکور نہیں اور نہ آپ کوئی ایسے الفاظ تجویز فرما سکتے ہیں جو خاتم النبیین اور لا نبی بعدی کی بجائے آخری نبی کا مفہوم ادا کرنے کے لئے استعمال کئے جا سکیں ــــ یعنی اگرچہ آپ اعلان تو عقیدہ تسلسل نبوت کا کرتے ہیں لیکن آپ کی ضمیر اس کے برعکس یہ شہادت دے رہی ہے کہ آپ کا مسلک خلاف قرآن و سنت ہے۔ بل الانسان علی نفسہ بصیرۃ ولو القی معاذیرہ (القیامۃ) خاکسار سید اختر حسین گیلانی۔

نوٹ:۔ یہ رجسٹرڈ خط جناب مرزا محمود احمد صاحب کو ۱۴ جنوری ۱۹۴۳ء کو موصول ہوا۔ محکمہ ڈاک کی طرف سے ایک رسید مجھے موصول ہوئی جس پر مرزا محمود احمد صاحب کے دستخط ہیں۔ مگر خود جناب مرزا محمود احمد صاحب سے میرے مطالبات کا یا خط کا پھر کوئی جواب نہیں بن آیا چونکہ اخبار الفضل میں میرے خطوط کی طرف اشارہ کر کے یہ غلط بیانی کی گئی ہے، کہ گویا میں نے ان سے حوالجات طلب کئے ہیں، لہٰذا اظہار حقیقت کی غرض سے اصل خط و کتابت ہدیہ قارئین ہے۔
(سید اختر حسین گیلانی)

افسوسناک خبریں

ــــ چوہدری فضل داد صاحب محصل انجمن تحریر فرماتے ہیں:۔ جناب چوہدری محمد حسین صاحب نمبردار چک ۸۱ جنوبی کا حقیقی بھائی قضاء الٰہی سے دو تین یوم ہوئے بعارضہ بخار بیمار رہ کر فوت ہو گیا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور چوہدری محمد حسین صاحب و دیگر پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین

ــــ سید محمد حسین صاحب نقیب جماعت سیالکوٹ اطلاع دیتے ہیں کہ مستری قادر بخش صاحب سیالکوٹی محلہ کمہاراں جو کہ پرانے احمدی تھے عرصہ دو ماہ بیمار رہ کر اس دار فانی سے انتقال کر گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ــــ مسٹر محمد عبید اللہ افریقی مارگوا (ڈگوا) سے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ شیخ یعقوب صاحب سالاسکا رکی خورد سال بچی کا انتقال ہو گیا ہے۔ دعائے مغفرت کی جائے۔

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں

ضرورت ہے

انجمن کے مرکزی دفتر کے لئے ایک کارکن کی ضرورت ہے جو کم از کم میٹرک پاس ہو درخواستیں معہ مصدقہ نقول سرٹیفکیٹ و سفارش سکرٹری یا صدر مقامی جماعت یا ممبر جنرل کونسل آنی چاہئیں تقرر سردست امتحاناً ہوگا۔ تنخواہ ۲۵ روپے ہوگی مہنگائی الاؤنس ۵ روپے ہوگا۔ تجربہ کار آدمی کو تنخواہ ۳۰ روپے تک مل سکے گی۔ درخواستیں صرف وہی دوست بھجوائیں جنہیں دین سے محبت ہو اور جو دین کے لئے اپنی زندگی وقف کریں۔

عبد اللہ
جنرل سکرٹری۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

ان کا پہلا اور پچھلا رنگ

بجواب "اُن کا رنگ" مندرجہ الفضل مورخہ ۲۴ فروری ۱۹۴۳ء

(از جناب خان بہادر میاں محمد صادق صاحب ریٹائرڈ سپرنٹنڈنٹ پولیس)

نوٹ:۔ الفضل مورخہ ۲۴ فروری میں میر اسمٰعیل صاحب جو جناب میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان کے ماموں ہیں نے ایک نہایت عامیانہ اور سوقیانہ نظم "اُن کا رنگ" کے عنوان سے کہی ہے جس میں میر صاحب نے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے متعلق نہایت ہی دلی اشارات کئے ہیں جو انکی پست ذہنیت کے آئینہ دار ہیں۔ میر صاحب کو اس قسم کی سوقیانہ نظمیں کہنے کا پرانا شوق ہے سنا ہے کہ ایک دفعہ انہوں نے ڈلہوزی میں جناب مولوی محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم کے متعلق ایک نہایت بیہودہ نظم کہی تھی جس پر انہیں جناب خلیفہ صاحب نے ڈانٹا تھا لیکن یہ لپکا اب پھر عود کر آیا ہے۔ اس کے جواب میں محترم جناب خانبہادر میاں محمد صادق صاحب نے ایک نظم "ان کا پہلا اور پچھلا رنگ" کے عنوان سے لکھی ہے امید ہے جناب میاں صاحب کی یہ نظم میر صاحب کے لئے سبق آموز ثابت ہوگی اور وہ آئندہ اس قسم کی حرکات سے مجتنب رہیں گے۔
(ایڈیٹر)

چھایا تھا قادیاں پہ کبھی مومنانہ رنگ — مشہور دور دور تھا وہ مسلمانہ رنگ
دارالامان و ارضِ حرم اس کا نام تھا — اور اسکے ساکنان کا تھا غازیانہ رنگ
درس قرآن و ذکرِ رسول کریم پر — ہوتا تھا سامعین کا اک والہانہ رنگ
ہوتی تھی عید جب کبھی ملتے تھے احمدی — ہر فرد کا تھا اسکے لئے عاشقانہ رنگ
قدرت نے گرچہ پیدا کئے رنگ بیشمار — رنگوں میں تھا نرالا مگر قادیانہ رنگ
ممکن نہیں کہ گردشِ لیل و نہار سے — بدلے ہر ایک چیز نہ بدلے زمانہ رنگ
اہل غرض نے تاک کے موسم بہار کا — اسکے لئے پسند کیا غالبانہ رنگ
اڑنے لگا ہوا کی طرح مخلصانہ جوش — سایہ کی طرح پھیل گیا معندانہ رنگ
دارالامان منبعِ تکفیر بن گیا — ہر بام سے جھلکنے لگا کافرانہ رنگ
کافر بنا کوئی کوئی فاسق ہوا شمار — بھیڑوں نے اختیار کیا قاتلانہ رنگ
ہر کام انکا رنگِ سیاست میں ڈھل گیا — ہر بات سے ٹپکنے لگا تاجرانہ رنگ
وہ قادیاں کہ چشمہ تھا دیں کے علوم کا — قبضہ وہاں جمانے لگا جاہلانہ رنگ
تھا نازاں اپنے زہد پہ جس کو کبھی ندیم — اس نے بھی اختیار کیا شاعرانہ رنگ
بنتے ہیں دوست ساتھ ہی دیتے ہیں گالیاں — کیسا عجیب آپکا ہے واعظانہ رنگ
مُردوں پہ وار کرنے سے بھی چوکتے نہیں — گرچہ ذلیل و خوار ہے یہ عامیانہ رنگ
چلتے ہیں دیں کا کام نکلتا نہیں کوئی — سچ کہئے کیا نہیں یہ [illegible] رنگ
واقف ہے سب کے حالِ دروں کا فقط خدا — موزوں نہیں ہے تیرے لئے مفتیانہ رنگ
الہام حق نے "صالح" جن کو دیا قرار — ناداں بتا رہے ہیں اُسے فاسقانہ رنگ
"والقلم وما یسطرون" بھی کیا یاد ہے تمہیں — وابستہ جسکے ساتھ ہے [illegible] رنگ
دربارِ خاص سے جسے بخشا گیا قلم — کیوں عار اسکے [illegible] رنگ
حضرت کو بھی تو غیروں نے منشی ہی تھا کہا — تم نے بھی اختیار کیا دشمنانہ رنگ
ریش دراز میر پہ اے دل نہ جائیو — کہ اس پہ چڑھ رہا ہے نرالا ڈبا رنگ
تو ایسے رہزنوں سے الٰہی بچائیو — ہیں جن کے دل سیاہ مگر پارسا رنگ
تیرے غریب بندوں کو کرتے ہیں جو شکار — یا ساقیانہ رنگ دبا شاہدانہ رنگ
دنیا کی کیا دولت ایماں بھی لُوٹ لیں — پر کیا مجال اس کو کہیں سارقانہ رنگ
جو کچھ میں لکھ رہا ہوں مشکل جواب ہے — پیش نظر ہے میرے فقط ناصحانہ رنگ
آپس میں لڑ کے دین کی مٹی خراب کی — کب تک جمائے جاؤ گے یہ مجرمانہ رنگ
بچھڑے ہوئے ہیں کون ملائے تیرے سوا — مطلوب اسکے واسطے ہے معجزانہ رنگ
پھر ایک بار میرے مسیحا کے باغ میں — لوٹے وہی بہار لئے دلستانہ رنگ
یہ قادیاں جو تیرے مسیح کا دیار ہے — یا رب ہو اسکو پھر عطا صادقانہ رنگ

ن والقلم وما یسطرون ـ حضرت مسیح موعود کا کشف

سائنس اور اسلام

سائنس اور اسلام گو جداگانہ چیزیں ہیں لیکن وہ ایک دوسرے سے متضاد نہیں ہیں دونوں کے اثر کے دائرے اور تحقیقات کے طریقے بالکل مختلف ہیں لیکن کسی صورت میں متنازعہ فیہ نہیں ہیں۔ ابتدائی زمانہ اسلام کے مسلمان سائنس کے گرویدہ تھے۔ اور انہیں سے جدید فنون اور علوم یورپ کی ابتدا ہوئی۔ یہ امر محض ہماری کم علمی اور سطحی معلومات پر مبنی ہے کہ ہم تعلیمات اسلام اور قوانین سائنس کو ایک دوسرے سے منافی سمجھتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ دونوں میں مصالحت نہیں ہو سکتی

تعریف الاسلام

اسلام ایک عقلی اور جمہوریت پسند مذہب ہے لیکن اس میں ایک جاہل کا گذارہ نہیں ہے۔ کیونکہ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ علم حاصل کرے یہ دوسری بات ہے کہ آجکل کے مسلمان تعلیم کے بہت شائق نہیں ہیں لیکن یہ خاصکر ان کے علم مذہبی سے بے توجہی اور بے پروائی کا ثمرہ ہے۔ یہ ان کی کمزوری اور غلطی کی بات ہے۔ یا تو انہوں نے اپنے مذہب کے اصل منشاء میں غلط فہمی کی ہے یا وہ قصداً جاہل بنے ہیں۔ اسلام تو وہ مذہب ہے جس میں علوم اور سائنس کی تعلیم اس قدر ہے کہ غیر مسلم بھی اس کے مداح (ورثنا خوان)۔ پروفیسر ٹی۔ ڈبلیو۔ آرنالڈ نے اپنی کتاب "اشاعت اسلام" میں ایک فرانسیسی مصنف کے قول کا حوالہ دیا ہے وہ لکھتا ہے:۔

"اسلام عملی اور تاریخی ہر دو اعتبار سے ایک معقول پسند مذہب ہے اور عقلیت کی اصلاح جس کی بنا مذہبی اصولوں کے دلائل اور براہین پر قائم کرنا ہے اسلام پر بہت صادق ہے"

تعلیمات اسلام کی سادگی اور صفائی

یقیناً تعلیمات اسلام کی سادگی اور صفائی مذہب کی اشاعت میں نمایاں ذرائع کامیابی میں سے ہے، اس امر سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ بت پرستی کے اصول و بہتان اور نیز بدعت سے توہمات جن میں پیروں اور مرشدوں کی پرستش سے لیکر تسبیح مالا اور تعویذ گنڈوں کے استعمال تک شامل ہوں ایسے ہیں جو مذہب اسلام میں داخل ہو گئے ہیں لیکن اس کے اصلی جزو نہیں ہیں جس مذہب کے اصول اس قدر بدیہی اور پیچیدگیوں سے پاک ہوں کہ معمولی فہم کی بھی رسائی ہو سکے تو اس کی بابت ضرور یہ گمان کیا جا سکتا ہے اور درحقیقت یہ درست بھی ہے کہ اس کے اندر انسان کے دلوں کو مسخر کرنے کی تعجب انگیز طاقت ہے۔

علماء کی تعریف قرآن پاک سے

قرآن مجید جو کلام اللہ ہے علماء اور ان لوگوں کی تعریف سے پر ہے جو اس کی مخلوق اور خلقت ارض و سما پر غور و خوض کرتے ہیں۔ وہ جو عالم ہیں اور الراسخون فی العلم خدا کی قوتوں کی قدر بہ نسبت ان لوگوں کے جو جہالت کی تاریکی سے گھیرے ہوئے ہیں کہیں زیادہ احسن طریقہ سے کر سکتے ہیں، کلام پاک میں ایک آیت ہے انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء یعنی درحقیقت عالم لوگ خدا سے خوف کھاتے ہیں یہاں پر یہ بھی فرمایا ہے کہ راس الحکمۃ مخافۃ اللہ یعنی اللہ کا خوف فلسفہ کی ابتداء ہے، یہ بات بالکل صاف ہے کہ جس قدر انسان معجزات آفرینش کی کنہ کو پانے کی کوشش کرتا ہے اسی قدر زیادہ وہ نظام الٰہی کی عظمت کا اعتراف کرتا ہے۔ خالق اکبر کا تصور جس قدر زیادہ بلندی پر پہنچتا ہے اسی قدر زیادہ اس کا دل صاف ہوتا جاتا ہے بشرطیکہ نیم حکیم خطرہ جان۔ نیم ملا خطرہ ایمان" کی مثل کا مصداق بن کر اسکا سر نہ پھر گیا ہو۔

خدا کی عظمت کا اعتراف عظیم الشان منظروں میں

ایک عام مثال دینے کے لئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ دماغ انسانی ہموار میدانوں اور روزمرہ کی نظروں میں عبادت کرنے کی بہ نسبت بڑے عظیم الشان پہاڑوں اور مثل ان کے اور رعب و داب والے قدرتی منظروں میں عبادت کرنا زیادہ پسند کرتا ہے محض اس وجہ سے کہ قدرت باری تعالیٰ کی عظمت کا خیال ہماری ہستی کو اس کی مخلوق کے بڑے سمندر کے ایک ادنےٰ قطرہ کی صورت میں دکھلا دیتا ہے چنانچہ ایک سائنسدان جو ہر لحظہ اس جاہ و جلال والی صنعتوں کے روبرو رہتا ہے اور یہ چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی چیزیں جن کا مشاہدہ کرتا ہے حتیٰ کہ خوردبین سے دیکھے جانیوالے چھوٹے سے چھوٹے جانور اور دقیقات البرق سے لیکر بے تعداد نجمی دنیاؤں تک میں اس کو ہو رہا ہے بغیر ایک خدا پرست اور خدا ترس انسان بنے نہیں رہ سکتا اور ہم یقین کرتے ہیں کہ یہی وہ راز ہے جو رسول مقبولؐ کے ہر حکم میں جو مسلمانوں کی رہبری کے لئے دیا پنہاں ہے۔

تحصیل علم کی ہدایت

ہم کو علم سیکھنے کی نہ صرف تحصیل علم ہی کے واسطے ترغیب دی گئی ہے۔ بلکہ ہم سے یہ بھی وعدہ کیا گیا ہے کہ تحصیل علم خود ایک تقوےٰ اور زہد کا کام ہے اور تعلیم دینا ایک بڑی سخاوت ہے مسلمانوں کو بار بار اسرار الٰہی کے علم کے وسیلہ سے تحقیق کرنے کی تاکید کی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ لفظ علم مجموعی طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ دراصل ایک مسلمان کی تعلیم کے ابتدائی مراحل علوم اسلامی کم از کم قرآن پاک پر احادیث شریف پر کامل دسترس حاصل کرنا ہیں۔ لیکن اس کا علم بحیثیت ایک دنیاوی آدمی ہونے کے اس وقت تک تکمیل کو نہ پہنچے گا، جب تک کہ وہ سائنس سیکھ کر قدرت سے شناسائی نہ پیدا کرے۔

مسلم عقیدہ

مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ ان کے تمام کاموں کا نتیجہ خیر و شر کی نیک و بد نیت پر مبنی ہے۔ "الاعمال بالنیات" اس لئے اگر ایک مسلمان سائنس اس غرض سے سیکھتا ہے کہ وہ خدا تعالےٰ کی قدرت سے زیادہ واقفیت پیدا کرے تو اسکو اسکی نیت کے مطابق ہی انعام ملے گا اور یہی باعث ہے کہ ہم کو خدا اور رسول صلعم کے حقیقی طالب بننے کا حکم دیتے ہیں۔

حوالہ احادیث

ہم یہاں پر چند احادیث نقل کرتے ہیں جو علم کی عظمت پر دال ہیں اور طلب علم کو مسلمانوں کے لئے لازمی قرار دیتے ہیں۔ لاحسد الا فی اثنین رجل اتاہ اللہ مالا فسلطہ علی ھلکتہ فی الحق و رجل اتاہ اللہ الحکمۃ فھو یقضی بھا و یعلمھا یعنی دو شخص دراصل قابل رشک ہیں۔ ایک تو وہ جو دولتمند ہے اور اپنی دولت کو نیک راستوں میں صرف کرتا ہے اور دوسرا وہ جس کو خدا نے فلسفہ کی نعمت عطا کی ہے اور وہ اس کے مطابق اپنے کام کرتا ہے اور دوسروں کو بھی اس کی تعلیم دیتا ہے۔ علم کی قلت اور قحط قرب قیامت کے آثاروں میں بیان کئے گئے ہیں۔

عالم کی برتری ایک زاہد پر

فضل العالم علی العابد کفضل القمر لیلۃ البدر علی سائر الکواکب وان العلماء ورثۃ الانبیاء۔ یعنی ایک عالم کی ایک زاہد پر برتری کی ایسی مثال ہے، جیسے پورے چاند کی ستاروں پر اور عالم لوگ انبیاء کے وارث ہیں۔ تمام مسلمانوں پر تحصیل علم لازمی ہے۔ ابوہریرہ سے روایت ہے۔ عن ابی ھریرۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔ اذا مات الانسان انقطع عنہ عملہ الا من ثلثۃ من صدقۃ جاریۃ او علم ینفع بہ او ولد صالح یدعو لہ۔ یعنی ابوہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جب کوئی شخص مر جاتا ہے تو اسکو تین چیزوں کے علاوہ اور ہر چیز کا صلہ ملنا بند ہو جاتا ہے اور تین چیزیں یہ ہیں۔

ایک تو کوئی ایسی سخاوت جو قائم رہنے والی ہو مثلاً مسجد۔ کنواں وغیرہ۔ دوئم وہ علم اور تجربات جو انسان کے واسطے مفید ہوں۔ مثلاً کوئی تصنیف یا کوئی ایجاد یا تحقیق اور تیسری چیز اولاد صالح ہے۔

ماسوا اس کے علم کے مفاد اور ضرورت پر زور دینے کے لئے یہ فرمایا گیا ہے کہ ایک طالب علم کی روشنائی ایک شہید کے خون سے زیادہ متبرک ہے اور نیز یہ کہ من خرج فی طلب العلم فھو فی سبیل اللہ حتی ترجع۔ یعنی جو شخص اپنے وطن کو علم کی تلاش میں چھوڑتا ہے وہ تادم واپسی راہ خدا میں سفر کرتا ہے۔ خالق کے انتظام اور قدرت پر گھنٹہ کا مراقبہ ستر برس کی عبادت سے بہتر ہے۔ مسلمانوں کو ان علوم کی تحصیل کی طرف بیحد متوجہ ہونا چاہیئے جن سے تعلیمات اسلام کا کچھ بھی تعلق ہے کیونکہ رسول مقبول صلعم کا فرمان ہے کہ جو شخص اسلام کی طرفداری کی غرض سے حصول علم میں فنا ہو جاتا ہے اس کے اور پیغمبروں کے درمیان بہشت میں صرف ایک درجہ کا فرق ہوگا۔ "من جاء الموت وھو یطلب العلم یحیی بہ الاسلام فبینہ و بین النبیین درجۃ واحدۃ فی الجنۃ"

علم کے ناجائز استعمال سے پرہیز

اور آخر میں علم کے ناجائز استعمال سے پرہیز اور بچاؤ کرنے کے لئے رسول مقبول صلعم فرماتے ہیں الا ان شر الشر شرار العلماء وان خیر الخیر خیار العلماء یعنی علماء کا بد ہونا ان کو بد سے بدتر بنا دیتا ہے اور ان کا باعمل اور نیک ہونا افضل سے افضل تر کر دیتا ہے۔

اصل منشاء اسلام

اوپر بیان شدہ حوالہ قرآن مجید و حدیث شریف سے یہ بات بالکل عیاں ہے کہ اسلام کا خاص منشا ہرگز حصول علم کے منافی نہیں۔ بلکہ سائنس کا مطالعہ مسلمانوں کے واسطے خاص طور پر مفید بتلایا گیا ہے۔

قرون اولیٰ کے مسلمانوں کا علمی شوق

آپ کوئی اسلامی تاریخ لے لیجئے اس میں آپ کو بہت سے ایسے لوگ نظر آئیں گے جنہوں نے تمام عمر سائنس کی تکمیل میں صرف کر دی۔ انہوں نے پیدل ہی ہزاروں میل کا سفر محض ان جڑی بوٹیوں کے خواص جاننے کی غرض سے کیا جو ان کے ملک میں نہیں پائی جاتی تھیں، فی الحقیقت انہیں لوگوں میں علمی جوش تھا۔

ہماری جہالت کی وجہ

ہمارے موجودہ تنفر علمی کی وجہ محض ہماری قابل افسوس مذہبی بے توجہی ہے۔ قرون اولےٰ کے مسلمان اپنے مذہبی علوم و فنون میں کامل مہارت رکھتے تھے اور اس وجہ سے تحصیل علم میں بہت کوشاں تھے۔

خلیفہ منصور اور حقیقت میں چند اور مسلمان حکمران بھی سائنس کے بڑے شائق تھے ان کے یہاں ان کے ذاتی رصد خانے تھے۔ چنانچہ ایک روایت ہے کہ بادشاہ شارلمین شاہ فرانس نے مسلمانوں سے ایک نادر تحفہ حاصل کیا تھا یہ تحفہ بارہ دروازوں کی گھڑی تھی جس میں ہر گھنٹہ کے گذرنے پر ایک سوار ہر دروازے سے نکل آتا تھا۔ جس سے دن کے اوقات کا اندازہ کیا جاتا تھا۔ فرانس کے درباری اس تعجب خیز گھڑی کی ساخت سمجھنے سے قاصر تھے۔

علم ہیئت

علم ہیئت کا مسلمانوں نے خاص طور پر مطالعہ کیا تھا اور زمین کے قطر کی پیمائش منصور کے عہد میں ایک نہایت آسان طریقہ سے کی گئی تھی یعنی ایک مقررہ فاصلہ میں مسافت طے کر چکنے کے بعد قطب ستارہ سے جاتے مقام میں جو فرق ہو جاتا تھا اس کے فاصلہ کو ناپ لیا جاتا تھا۔

عربی اعداد

وہ اعداد جن کو عربی اعداد سے موسوم کرتے ہیں قرون اولےٰ کے مسلمانوں کے علمی عروج کے قائم رہنے والی یادگار ہیں ڈاکٹر الفریڈ رسل ویلیس کا خیال ہے کہ انسان نے تمام قرنوں میں صرف بیس معلومات اور اختراعات اول درجہ کی کی ہیں

. . . .

. . . .

وہ اس میں سے تیرہ کا شمار انیسویں صدی عیسوی میں کرتا ہے اور صرف سات کی بابت لکھتا ہے کہ یہ وہ ہیں جن کی تکمیل انسان نے تمام پچھلے زمانوں میں کی ہے۔ ان سات میں میں نے عربی اعداد کو ایک ممتاز جگہ دی ہے۔ اگر ہم ایک لمحہ کے واسطے اس اعدادی پیمانہ کے فوائد پر غور کریں اور پہلے زمانہ کے تکلیف دہ طریقہ شمار کے مقابلہ میں اس کی سادگی اور سہولت کا اندازہ لگائیں اور نیز اس واقعہ پر خیال کریں کہ عربی طریقہ کی ایجاد کے تبدیلی وترقی تک میں بھی کوئی اصلاح نہیں ہوئی۔ تو ہم کو معلوم ہو جائے گا کہ قرون اولیٰ کے مسلمانوں کے علمی شوق کا دنیا پر ایک گرانبار احسان ہے اور ہم یقین

کرتے ہیں کہ ڈاکٹر ویلیس نے جو اسے تاریخ تہذیب میں انسان کی عظیم الشان کامیابیوں میں شمار کیا جاتا ہے تو بالکل حق بجانب ہے اگر عربوں کے ایجاد کردہ حروف تہجی و اعداد شمار نہ ہوتے تو دنیا کی ترقی میں بڑی بھاری رکاوٹ پیدا ہو جاتی۔

علم جبر و مقابلہ و کیمیا

نیز جیسا کہ خود لفظ الجبرا سے ظاہر ہوتا ہے جبر مقابلہ مسلم ذہانت ہی کا نتیجہ ہے۔ موسیٰ ابن جابر کا کمال علم کیمیا میں کسی سے پوشیدہ نہیں ہے اس زمانہ میں چھاپہ خانہ کی قسم سے کوئی چیز نہ تھی اس وجہ سے بہت افسوس ہے کہ مسلمان ان خزانوں کو کھو بیٹھے جن کو ان کے آباؤ اجداد نے بڑی محنت و جانفشانی سے حاصل کیا تھا۔ ان کی طلب علم اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ وہ ان لوگوں کو جو علم ہیئت اور علم تشریح الابدان پر کافی دسترس نہ رکھتے تھے۔ ذات باری تعالیٰ کو اچھی طرح پہچاننے کے لائق نہ سمجھتے تھے۔ من لم یعرف الہیئت والتشریح فھو عنین فی معرفۃ اللہ

یورپ کا اخلاقی تنزل

جب یورپ کی مسیحی سلطنتیں اخلاقی طور پر تنزل پذیر حالت میں تھیں اور بدسمت سائنس کا معیار انجیل تھی، تب یہ مسلمانوں ہی کا کام تھا کہ انہوں نے سائنس کو علاوہ جاری رکھا تھا۔ اور اس کو یورپ کے قرون مظلمہ کی جاں موت سے بچایا۔ ایک مشہور فاضل (شمس العلماء علامہ شبلی نعمانی مرحوم سے مراد ہے) کا نہایت محققانہ قول ہے کہ یونانی فلسفہ اور جدید سائنس کے درمیان ایک ناقابل گذر دریا حائل ہے اور دونوں کے درمیان اگر کوئی رابطہ اتصال ہے تو وہ فلسفہ اسلام ہے ڈاکٹر وہیرل کے قول کے مطابق قرون وسطیٰ میں یورپ کے اوپر ایک جہالت کی گھٹا چھائی ہوئی تھی۔ یہ وہ ذلت تھی جبکہ خیالات فاسد ہو گئے تھے اور جیسا کہ ہمیشہ ہوتا ہے۔ اجتہادات مذہبی مسائل سائنس بلا دلیل قبول کرانے سے علمی روح بالکل مردہ ہو گئی تھی۔ قدرتی واقعات بجائے اس کے کہ طبعی اسباب سے منسوب کئے جاتے، خلاقی وجود سے ہم رشتہ کئے جاتے تھے اور قوت متخیلہ نے علمی غور و خوض کی جگہ لے لی تھی۔ چونکہ پاتال کے رہنے والوں کا انجیل میں کہیں تذکرہ نہ تھا اسلئے ان کے وجود سے انکار کیا جاتا تھا۔ جب اس طرح رکاوٹیں پیدا کی گئی تھیں۔ تو سائنس کے ہونے کی کیا امید کی جا سکتی تھی۔ بالآخر یورپ میں ایک مدت دراز تک علمی تحقیق کا مذاق قطعی بند رہا جس کا نتیجہ دماغی سستی اور بیکاری نکلا۔

اسلامی علم و ادب اور تہذیب کا شباب

ایسے نازک موقعہ پر جبکہ تمام یورپ۔ ناشائستگی جہالت میں غرق تھا مسلمان ہی تھے جو علوم و فنون کا بیج بو رہے تھے اور مشعل علم سے دنیا کی رہنمائی کر رہے تھے۔ اسلامی تہذیب اس وقت جبکہ یورپ کی تہذیب محض ابتدائی مدارج طے کر رہی تھی اپنے شباب پر تھی۔ یا اسلام ہی کے اثرات کا ظہور تھا

یورپ کی آنکھوں میں روشنی کی جھلک پڑی۔ یہ بڑے فخر کا مقام ہے کہ ہم باوجود اس قدر شاندار ترقی حاصل کر چکنے کے اب اپنے آپ کو ایسا بنا لیں کہ ہمارا شاگرد یورپ اسلام کو وہ مذہب بتلائے جو ترقی اور سائنس کے خلاف ہے۔

یونان و اٹلی کا علمی تنزل

جب یونان اور اٹلی جہالت میں ڈوبے تو قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے علم کی شمع روشن کی اور یہاں تک عروج حاصل کیا کہ ایک نئی سائنس کے موجدین گئے مصر سے جہاں وہ ارسطو کے فلسفہ و علم کیمیا سے واقف ہوئے تھے شمالی افریقہ میں ہوتے ہوئے اسپین میں داخل ہوئے اور یہاں ادب اور علوم ان کی زیر حکومت سلطنتوں میں سرسبز و شاداب ہوئے

اسپین کے مدارس علوم

اسپین کے مدارس علوم تھوڑے سے عرصہ میں تمام اطراف و جوانب کی مسیحی سلطنتوں کے طلباء سے بھر گئے تعلیم یورپ کے تمام مشہور ملکوں میں جاری ہو گئی اور تیرھویں صدی عیسوی میں عربی طرز کے تعلیم یافتہ فن کیمیا کے استاد مقرر کئے گئے۔ اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ گو قرون وسطےٰ کی خشک سالی میں عربی ذہانت اعلیٰ پیمانہ پر کام کر رہی تھی۔ اسپین میں مسلمانوں کے داخل ہوتے ہی نظم علم اور حسن مذاق نے اپنا سکہ جمایا۔ جب ایک مسیحی کسان کسی مرض سے لاچار ہو کر گرجا کی طرف رخ کرتا تھا ایک مسلمان ایک طبیب حاذق سے رجوع کرتا تھا۔

عربی عنصر جدید سائنس میں

عربی عنصر جدید سائنس کی اصطلاحات میں بھی پایا جاتا ہے۔ یہ الحسن ایک عربی سائنسدان ہی تھا جس نے افلاطون کے اس بے ہودہ خیال کو کہ روشنی کی شعاعیں آنکھ سے نکلتی ہیں جڑ و بنیاد سے کھود کر پھینک دیا۔ الحسن نے انحراف کو بھی معلوم کیا اور بطور ایک نتیجہ کے ثابت کیا کہ ہم سورج اور چاند کو ان کے غروب ہو جانے کے بعد دیکھتے رہتے ہیں اس نے سورج اور چاند میں جو افق کے نزدیک ظاہرا فراخی پیدا ہو جاتی ہے اس کی بھی تشریح کی اس نے مرکز ثقل کے اصولوں کو بخوبی سمجھ لیا تھا اور اس کی امداد سے میزانوں اور دیہاتی پیمانوں کی تحقیقات میں کام لیا۔

اس نے ثقل کو محض ایک کشش قرار دیا اور اس کی قوت کا انحصار (اگرچہ یہ غلط فہمی ہے) فاصلہ کی کمی و بیشی پر مبنی رکھا اور اس کا تعلق محض زمین سے بتایا۔ الحسن نے مقیاس الماء کی اصلاح کے نسبتی اوزان جن کو الحسن نے معلوم کیا تھا وہ ہمارے موجودہ زمانہ کے اوزان سے ملتے جلتے ہیں اس امر کو دیکھتے ہوئے اس میں کوئی تعجب نہیں ہے کہ ڈاکٹر ڈریپر اس طریق عمل اور ان تجویزوں پر اظہار افسوس کرتے ہیں جن کے ذریعہ یورپ کے علم و ادب سے ان احسانات کو جو مسلمانوں نے یورپ پر کئے ہیں نظر انداز کرنے اور مٹانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

ڈاکٹر ڈریپر کا قول

امر ما بعد کے ثبوت میں ڈاکٹر ڈریپر کے قول کا ایک حوالہ دیتے ہیں "عربوں کا سائنس آن علم و ادب کے ساتھ ہی چل رہی تھی جو نصرانی سلطنتوں میں جنوبی فرانس اور سسلی کے راستوں سے داخل ہوئے تھے۔ پولیس کا اوگنان کو جلاوطن کیا جانا اور مذہبی اختلافات کا کھیل ہوا اس کے حق میں بہت مفید ثابت ہوا کیونکہ اس نے پھر اٹلی کے شمالی حصص میں اپنا قدم بڑے استقلال سے جمالیا۔ جب ادیرڈ ابن رشد کا بگڑا ہوا (انگریزی)

نے ارسطو کے استقرائی فلسفہ کو عربی جامہ پہنا کر پیش کیا تو اس کے نہ صرف چند ظاہری بلکہ بہت سے خفیہ دوست پیدا ہو گئے اور بہت آدمیوں میں اس سے دلچسپی اور ان کے حصول کی قابلیت پائی گئی منجملہ ان کے میغارڈ ڈیویس تھا جس نے ایک اصول بنیادی کا اس امر پر اظہار کیا کہ صرف تجربہ اور مشاہدہ دلائل سائنس کے لئے قابل اعتماد بنیادیں ہیں اور یہ کہ صرف تجربہ ہی قانون فطرت کا قابل اعتبار ترجمہ ہے اور یہی فطرتی قوانین کی تحقیقات میں لازم و ملزوم شئے ہے۔

لاہور چھاؤنی میں درس قرآن کریم

ہر ہفتہ بروز بدھ و اتوار جناب مولانا احمد یار صاحب ایم اے لاہور چھاؤنی میں برمکان جناب قاضی ثناء اللہ صاحب بعد از نماز مغرب درس قرآن حکیم دیتے ہیں سوال و جواب کا بھی موقعہ دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے خوب رونق ہو جاتی ہے تمام ان دوستوں سے درخواست ہے جو چھاؤنی میں مقیم ہیں کہ درس میں شریک ہو کر علوم قرآنی سے مستفید ہوں (نامہ نگار)

فارم نوٹس زیر دفعہ ۱۲ ایکٹ امداد مقروضین پنجاب ۱۹۳۴ء

قاعدہ ۱۰ انجمن قواعد مصالحت قرضہ پنجاب ۱۹۳۵ء

بذریعہ تحریر ہذا نوٹس دیا جاتا ہے کہ فضل الدین ولد عمر بخش ذات گوجر سکنہ بھینی کانیاں تحصیل ضلع گورداسپور نے زیر دفعہ ۹۔ ایکٹ مذکور ایک درخواست دے دی ہے اور یہ کہ بورڈ نے بمقام چھاولہ درخواست کی سماعت کیلئے یوم مورخہ ۲۱ ۴/۴۳ مقرر کیا ہے لہذا جملہ مذکور فضل الدین کے جملہ قرضخواہ یا دیگر اشخاص متعلقہ تاریخ مقررہ پر بورڈ کے سامنے اصالتاً پیش ہوں۔

مورخہ ۲۴ ۲/۴۳

دستخط۔ چیئرمین مصالحتی بورڈ قرضہ ڈنگر گڑھ گورداسپور۔ پٹھانکوٹ۔ ضلع گورداسپور

اشتہار زیر دفعہ ۵۔ رول ۲۰ مجموعہ ضابطہ دیوانی

بعدالت چوہدری محمد شفقت صاحب ایم اے ایل ایل بی سب جج بہادر درجہ چہارم بٹالہ

دعوی یا اپیل دیوانی نمبر ۵ ۱۹۴۳ء۔ لالہ بخشی لال کھتری ساکن شاہورہ حال امرتسر

بنام بھانا ولد کیسر قوم خاکروب ساکن اودو والی کلاں تحصیل بٹالہ

دعوے واپسی زر رہن

مقدمہ مندرجہ عنوان بالا میں مسمی بھانا مذکور تعمیل سمن سے دیدہ دانستہ گریز کرتا ہے اور روپوش ہے اسلئے اشتہار ہذا بنام مدعا علیہ مذکور جاری کیا جاتا ہے کہ اگر مذکور تاریخ ۱۷ ۳/۴۳ کو مقام بٹالہ حاضر عدالت ہذا نہیں ہو گا تو اس کی نسبت کاروائی یکطرفہ عمل میں آ جائے گی

آج بتاریخ ۱۷ کو بدستخط اور مہر عدالت کے جاری ہوا

دستخط حاکم

اسوۂ حسنہ

(از جناب مولانا احمد یار صاحب ایم۔ اے)

ملاقات کے وقت ہاتھ کا چومنا عن عبد اللہ ابن عمر قال کنا نقبل ید النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ یعنی حضرت عبد اللہ ابن عمر فرماتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کو بوسہ دیا کرتے تھے (مگر حضور منع نہیں فرماتے تھے)

(۲) عن سفیان قال قبل ابو عبیدۃ ید عمر ابن الخطاب

حضرت سفیانؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو عبیدہؓ نے حضرت عمر فاروقؓ کے دست مبارک پر بوسہ دیا (مگر آپ نے منع نہیں فرمایا)

ملاقات کے وقت گلے لگانا ومن حدیث الشعبی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لما قدم جعفر ابن ابی طالب فالتزمہ وقبل بین عینیہ۔

یعنی شعبی نے ایک روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا ہے کہ جب حضرت جعفر حبشہ سے واپس تشریف لائے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں گلے لگایا اور پیشانی پر بوسہ دیا۔

نرمی سے بات کرنا قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اطیبوا الکلام وافشوا السلام واطعموا الایتام وصلوا باللیل والناس نیام۔

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں سے نرمی کے ساتھ کلام کرو اسلام کو پھیلاؤ۔ یتیموں کو کھانا کھلاؤ اور رات کو نماز پڑھو جبکہ لوگ سوئے ہوتے ہیں۔

خندہ پیشانی سے پیش آنا عن ابی ذر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تحقرن من المعروف شیئاً ولو ان تلقی اخاک بوجہ طلیق۔ حضرت ابو ذرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیکی کے کاموں میں سے کسی چیز کو حقیر مت سمجھو اپنے بھائی سے کشادہ پیشانی کے ساتھ ملنا بھی ایک نیکی ہے۔

عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان من المعروف ان تلقی اخاک بوجہ طلق وان تفرغ من دلوک فی اناء اخیک۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اپنے بھائی سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملنا بھی ایک نیکی ہے اور یہ بھی ایک نیکی ہے کہ تو اپنے ڈول میں سے کچھ پانی اپنے بھائی کے برتنوں میں ڈال دے۔ (باقی آئندہ)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ۔ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

پیغامِ صلح

ایڈیٹر
ایس ۔ محمد آصف ۔ بی ۔ اے

جائنٹ ایڈیٹر ۔ شیخ محمد انعام الحق ۔

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آن کتاب حق کہ قرآن نام او
بادۂ عرفان ما از جام او ست
یک قدم دوری ازان روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں نہ نیا نہ پرانا
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آیندہ ہو گی۔
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

جلد ۳۱ | لاہور ۔ یوم چہارشنبہ ۱۰ ربیع الاول سنہ ۱۳۶۲ھ م ۱۷ مارچ سنہ ۱۹۴۳ء ۔ | نمبر ۱۱

عیدِ میلاد نبیؐ

حضرت نبی کریمؐ سے اکتساب نور کر کے اسلامی نظام اخلاق کو زندہ کریں

میلاد النبی کا دن تاریخ انسانی میں ایک نقطۂ انقلاب ہے ایسے عظیم الشان دن کی یاد کو محض زبان اور قلم سے ادا کرنا حقیقی شکر اور سپاس نہیں بلکہ حق تو یہ ہے کہ قلب و دماغ کو ان تمام آلائشوں سے پاک کر کے جو انسانی فطرت کو مکدر کرتی ہیں ہر مسلمان کو ایک عمیق اور نہایت ہی پاکیزہ جذبہ کیساتھ خالق کائنات کے حضور جھک جانا چاہیئے اور پھر حضور قلب کیساتھ اس عہد کی تجدید کرنا چاہیئے جس میثاق کے لئے آنحضرت صلعم دنیا میں تشریف لائے اور ان ارکان کو ایک جوش اور قوت سے زندہ کرنا چاہیئے جنہیں آنحضرت صلعم نے زندہ کیا۔ ورنہ محض جلسوں اور جلوسوں سے ایک عارضی اور روایتی خوشی کا سامان کر لینا کچھ حقیقت نہیں رکھتا لطف تو جب ہے کہ اس دن کی یاد میں انسانی قلب کا ہر تار مرتعش ہو کر رہ جائے مذہبی اور اخلاقی لحاظ سے ایک نمایاں تبدیلی پیدا ہو جائے اور اگر یہ نہیں تو کچھ بھی نہیں سب مظاہرے ہنگامی اور عبث ہیں حضرت امام عصر حاضر نے خدا اور خدا کے رسول پر ایک زندہ ایمان پیدا کیا ہے اور رسمی ایمان کا بالکل خاتمہ کر دیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آنحضرت صلعم سرور کائنات کی ذات سے اسقدر عشق تھا کہ اس سے آپ کی تمام تصنیفات اور صحیفے بھرے پڑے ہیں۔ آپ جدانی اور روحانی لحاظ سے آنحضرت صلعم کی ذات سے اسقدر قریب ہو گئے تھے کہ اس قرب سے غیروں کو مغالطہ ہوا اور اپنوں کو ٹھوکر لگی، حالانکہ جب تک آپکو آنحضرت کی ذات سے اتنا قرب حاصل نہ ہوتا اور حضور صلعم کے فیوض سے آپ استقدر بہرہ ور نہ ہوتے اس وقت تک دنیا کی اصلاح مشکل تھی، جیساکہ آپ فرماتے ہیں :-

"بلاشبہ یہ بات سچ ہے کہ حقیقی طور پر کوئی نبی بھی آنحضرت صلعم کے کمالات قدسیہ سے شریک مساوی نہیں ہو سکتا بلکہ تمام ملائکہ کو بھی اسجگہ برابری کا دم مارنے کی جگہ نہیں چہ جائیکہ کسی اور کو آنحضرت صلعم کے کمالات سے کچھ نسبت ہو (خداوند کریم) نے اس طرح اپنی کمال حکمت اور رحمت سے انتظام کر رکھا ہے کہ بعض افراد امت محمدیہ کو جو کمال عاجزی اور تذلل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت اختیار کرتے ہیں اور خاکساری کے آستانہ پر پڑ کر بالکل اپنے نفس سے گئے گذرے ہوتے ہیں، خدا ان کو فانی اور ایک مصفا شیشہ کی طرح پا کر اپنے رسول مقبول کی برکتیں ان کے وجود مزد کے ذریعہ ظاہر کرتا ہے اور جو کچھ منجانب اللہ انکی تعریف کی جاتی ہے یا کچھ آثار اور برکات و آیات ان سے ظہور پذیر ہوتے ہیں حقیقت میں مرجع تام ان تمام تعریفوں کا اور مصدر کامل ان تمام برکات کا رسول کریم ہی ہوتا ہے۔ اور حقیقی اور کامل طور پر وہ تعریفیں اسی کے لائق ہوتی ہیں اور وہی ان کا مصداق اتم ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ۔" (براہین احمدیہ)

اس مندرجہ بالا اقتباس سے آنحضرت صلعم کے مرتبہ اور مقام کی خوب وضاحت ہوتی ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ محدثین اور آئمہ کو آنحضرت کی ذات سے کیا نسبت اور کیا رشتہ ہے اور اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان اور عظمت سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی مرتبہ کا پتہ چلتا ہے کہ جس شخص کی غلامی میں ایسے عظیم الشان انسان ہیں وہ کس مرتبہ اور مقام کا انسان ہوگا۔ جماعت احمدیہ کو آنحضرت صلعم کی عظمت کو اپنے قلوب پر قائم کر کے انکی حقیقی شان اور سطوت کو دنیا کے سامنے پیش کرنا چاہیئے اور حضور کی حقیقی صفات اور فیوض سے کتساب نور کرنا چاہیئے اور اس نور کو دنیا میں عام کر دینا چاہیئے وہ بصیرت جو اس جماعت کو حضرت مسیح موعود کے ذریعہ حاصل ہوئی اس کا تقاضا ہے کہ ہم دنیا میں خدا اور خدا کے رسول پر ایک زندہ ایمان پیدا کریں اور اس سے اسلامی نظام اخلاق کو زندہ کریں اور دنیا میں وہ انقلاب پیدا کریں جو انقلاب خداوند تعالیٰ اسلام کے ذریعہ دنیا میں پیدا کرنا چاہتا ہے۔ عید میلاد النبی کے موقعہ پر ہمیں اس انقلاب کو پیدا کرنے کیلئے اپنے آپ کو تیار کرنا چاہیئے کیونکہ یہ دن دنیا کیلئے ایک زبردست پیغام انقلاب کا حامل ہے اور اگر ہم اس مبارک موقعہ پر اپنے قلوب کو ایک سچے اور رفیع جذبہ سے سرشار نہ کریں تو ہم میں اور عام مسلمانوں میں عملی اور ایمانی لحاظ سے کوئی فرق نہیں حقیقی جذبۂ عقیدت سے سرشار ہونا یہی ہے کہ ہم ان اخلاقی اور روحانی اداروں کو دنیا میں زندہ کریں جنہیں آنحضرت صلعم نے دنیا میں قائم کیا اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عہد کو استوار کریں جو ہم نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھ پر کیا ہے اس عقیدت کا اظہار اگر ہم نہیں کرتے تو پھر سب دعوے فضول ہیں۔ عید میلاد النبی کا دن نہایت ہی مبارک دن ہے تمام احمدی بزرگوں، دوستوں اور بھائیوں کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ اس دن اپنے قلوب میں ایک روحانی اور اخلاقی انقلاب پیدا کریں اور سچے دل سے عہد کریں کہ وہ اپنی زندگی کے تمام اوقات میں اٹھتے بیٹھتے گرتے سنبھلتے آنحضرت صلعم سے اپنی سچی عقیدت کا ثبوت دیں گے یعنی ان کے لائے ہوئے دین کو اپنی زندگیوں میں قائم کریں گے اور اقوام عالم میں قائم کرنے کی کوشش کریں گے، اور اپنی تبلیغی مساعی میں اپنے عملی قوٰی کی سب قوتوں کو بروئے کار لائیں گے

~~~

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام

پس اس میں شک نہیں کہ توحید اور خدا دانی کی متاع رسول کے دامن سے ہی دنیا کو ملتی ہے بغیر اس کے ہرگز نہیں مل سکتی اور اس امر میں سب سے اعلیٰ نمونہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھایا کہ ایک قوم کو جو نجاست پر بیٹھی تھی ان کو نجاست سے؟ نکال کر گلزار میں پہنچا دیا۔ اور وہ جو روحانی بھوک اور پیاس سے مرنے لگے تھے ان کے آگے روحانی اعلیٰ درجہ کی غذائیں اور شیریں شربت رکھ دیئے۔ ان کو وحشیانہ حالت سے انسان بنایا۔ پھر معمولی انسان سے مہذب انسان بنایا پھر مہذب انسان سے کامل انسان بنایا . . . . اور اس قدر ان کے لئے نشان ظاہر کئے کہ خدا ان کو دکھلا دیا اور ان میں ایسی تبدیلی پیدا کر دی کہ انہوں نے فرشتوں سے ہاتھ جا ملائے۔ یہ تاثیر کسی اور نبی سے اپنی امت کی نسبت ظہور میں نہ آئی کیونکہ ان کے صحبت یاب ناقص رہے۔ پس میں ہمیشہ تعجب کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمد (ہزار ہزار درود و سلام اس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا، وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا۔ اس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع انسان کی ہمدردی میں اسکی جان گداز ہوئی اسلئے خدا نے جو اس کے دل کے راز کا واقف تھا اسکو تمام انبیاء اور تمام اولین و آخرین پر فضیلت بخشی۔ اور اس کی مرادیں اس کی زندگی میں اسکو دیں۔ وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے اور وہ شخص جو بغیر اقرار افاضہ اس کے کسی فضیلت کا دعوےٰ کرتا ہے وہ انسان نہیں ہے بلکہ ذریت شیطان ہے کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کنجی اسکو دی گئی ہے اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اسکو عطا کیا گیا ہے جو اس کے ذریعہ سے نہیں پاتا وہ محروم ازلی ہے ہم کیا چیز ہیں اور ہماری کیا حقیقت ہے۔ ہم کافر نعمت ہونگے اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحید حقیقی ہم نے اسی نبی کے ذریعہ پائی اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اسی کامل نبی کے ذریعہ سے اور اس کے نور سے ملی ہے۔ اور خدا کے مکالمات اور مخاطبات کا شرف بھی جس سے ہم اس کا چہرہ دیکھتے ہیں اسی بزرگ نبی کے ذریعہ سے ہمیں میسر آیا ہے۔ اس آفتاب ہدایت کی شعاع دھوپ کی طرح ہم پر پڑتی ہے اور اسی وقت تک ہم منور رہ سکتے ہیں جب تک ہم اس کے مقابل کھڑے ہیں :

بیرونی جماعتوں کے جلسوں کا پروگرام

ماہ اپریل میں مندرجہ ذیل مقامات پر ہماری بیرونی جماعتوں کے جلسے منعقد ہو رہے ہیں۔

بدوملہی :- ۳، ۴ اپریل بروز ہفتہ و اتوار۔ حضرت مولانا صدر الدین صاحب، جناب مولانا عبد الحق صاحب ودیارتھی یا جناب مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع جناب شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی جناب مولانا احمد یار صاحب تقاریر فرمائیں گے

جہلم :- ۱۰، ۱۱ اپریل ہفتہ اتوار۔ حضرت مولانا صدر الدین صاحب۔ جناب مولانا عبد الحق صاحب ودیارتھی، جناب شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی و جناب مولانا احمد یار صاحب تقاریر فرمائیں گے

راولپنڈی :- ۱۳، ۱۴ اپریل منگل، بدھ۔ حضرت مولانا صدر الدین صاحب جناب مولانا عبد الحق صاحب ودیارتھی جناب شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی، جناب مولانا احمد یار صاحب تقاریر فرمائیں گے۔

پشاور :- ۱۷، ۱۸ اپریل ہفتہ اتوار حضرت مولانا صدر الدین صاحب جناب مولانا عبد الحق صاحب ودیارتھی جناب شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی جناب مولانا احمد یار صاحب تقاریر فرمائیں گے

تعلیمی پرنٹنگ پریس لاہور میں باہتمام شیخ محمد اختر پرنٹر پبلشر چھپکر دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔
~~~

شذرات

از محمد انعام الحق

وطن و نسل کے شیدائیوں کیلئے ایک لمحۂ فکریہ

گذشتہ دنوں لندن سے موصول شدہ مندرجہ ذیل خبر بعض اردو انگریزی روزناموں میں شائع ہوئی تھی:-

"بلغاریہ میں ترکی آبادی کو جو ترکی بلغاروی سرحدوں کے قریب کے علاقوں میں رہتی تھی، سرحد سے دور مقامات میں منتقل کر دیا گیا ہے، مزید براں سرگرم پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے جسکا مقصد بلغاریہ میں رہنے والے مسلمانوں کو یہ یقین دلانا ہے کہ فی الحقیقت وہ سلاوی نسل سے ہیں لیکن انہیں جبراً مسلمان بنایا گیا اور ترکی ثقافت ان میں بلغاریہ پر ترکی کے تسلط کے دوران میں سرایت کر گئی تھی گذشتہ جنگ میں جبکہ بلغاریہ روس کے خلاف جنگ میں ترکی کا حلیف تھا اس نظریہ کی سرکاری طور پر حمایت کی گئی تھی کہ بلغاروی اصلاً ترک ہیں اور بعد میں ان پر سلاوی تہذیب کا رنگ و روغن چڑھ گیا" (رہبر دکن ۲ مارچ ۱۹۴۳ء)

ہمارے وہ روشن خیال اور یورپ زدہ دوست جو مذہب کی بجائے وطنوں اور نسلوں کو اقوام کی بنا قرار دینے پر مصر ہیں اس خبر پر ذرا ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں گے؛ ان کی ایک بڑی دلیل یہ ہوا کرتی ہے کہ مذہب ایک تو دختیار کردہ مسلک ہے جو آسانی سے تبدیل کیا جا سکتا ہے لہٰذا اس میں قوم کی بنیاد بننے کی اہلیت نہیں ہے اس کے بخلاف وطن و نسل مستقل چیزیں ہیں جو تبدیل نہیں ہو سکتیں ہیں —— کیا وہ نہیں دیکھ رہے کہ حکومتوں کے پروپیگنڈے کا زور اور ریسرچ سکالروں کی نت نئی سیاسی قسم کی تحقیق دن کس طرح تبدیل کرتی رہتی ہے —— باقی رہیں ملکوں اور وطنوں کی حدود سو وہ تو ہمارے اور آپ کے دیکھتے دیکھتے بیسیوں مرتبہ بنی اور بگڑی ہیں؛

نواب ظہیر یار جنگ بہادر کا خطبۂ صدارت

اس مرتبہ آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کا سالانہ اجلاس بمقام علی گڑھ حیدر آباد دکن کے جواں سال امیر پائیگاہ نواب ظہیر یار جنگ بہادر کی ممتاز صدارت میں کامیابی کے ساتھ منعقد ہوا۔ نواب صاحب ممدوح کے لئے اس قسم کے کل ہند اجتماع کی صدارت کا غالباً یہ پہلا موقع تھا لیکن اس کے باوجود انہوں نے فرائض صدارت خوش اسلوبی اور قابلیت کے ساتھ انجام دیئے۔ اور نہایت مؤثر، موزوں اور جامع خطبۂ صدارت ارشاد فرمایا جو ملک کے متعدد اخبارات میں شائع ہو کر خراج تحسین حاصل کر چکا ہے۔ اس خطبہ میں آپ نے ملک کے مسائل تعلیم، ہندوستان بالخصوص مسلمانان ہند کی تعلیمی ضروریات و مسلک پر اظہار خیال فرماتے ہوئے بعض اہم تجاویز پیش فرمائی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ممدوح نے تعلیمی معاملات کا گہری نظر سے مطالعہ کر کے ان پر خوب اچھی طرح غور و فکر فرمایا ہے۔ کم عمری کے باوجود مسائل تعلیم کے متعلق آپ کی اکثر آراء دونی ویز دانشمندانہ اور دقیع ہیں۔

نواب صاحب ممدوح خاندانی وجاہت اور ذاتی اوصاف کے لحاظ سے دولت آصفیہ کے امرائے عظام میں بہت ممتاز درجہ رکھتے ہیں۔ آپ کا اسٹیٹ سب سے بڑا ہے۔ علمی امور سے دلچسپی اور تعلیمی اداروں کی سرپرستی تو گویا آپ نے ورثہ میں پائی ہے۔ اس بارہ میں آپ بالکل اپنے عالی مرتبہ بزرگوں کے نقش قدم پر چل رہے ہیں، —— اس دور بے حسی میں ایک جواں سال امیر کبیر کی قومی امور سے یہ دلچسپی و وابستگی بہت ہی قابل قدر اور فال نیک ہے؛

ایک امید افزا تبدیلی

چونکہ محمودی جماعت نے تکفیر المسلمین کا افسوسناک مشغلہ اختیار کر کے حضرت مسیح موعود کے متعدد فتاوے کے خلاف غیر از جماعت کی نماز جنازہ کو قطعی ناجائز قرار دے رکھا ہے اسلئے یہ لوگ کسی غیر از جماعت وفات یافتہ کے نام کے ساتھ مرحوم کا لفظ نہیں لکھتے ان کے ہاں اس بات کا سختی کے ساتھ خیال رکھا جاتا ہے۔ مخالفین کے علاوہ جو لوگ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مداح و معاون ہیں ان کے لئے بھی "مرحوم" کا لفظ اور دعائے مغفرت ان کے ہاں جائز نہیں ہے۔ بارہا دیکھا گیا ہے کہ قادیانی اخبارات نے مرنے والے کے احساس اسلامی و دینی اور سلسلہ عالیہ سے محبت و عقیدت کے ذکر کے باوجود اس کے لئے دعائے مغفرت اور مرحوم کا لفظ لکھنے سے احتراز کیا ہے۔ ہمیں اچھی طرح یاد ہے کہ علیا جناب بیگم بھوپال مرحومہ کی وفات پر "فاروق" نے اخبار "تہذیب نسواں" سے ان کے متعلق ایک مضمون نقل کیا تو اس میں "مرحومہ" کا لفظ کاٹ کر اجنبیہ بنا دیا تھا۔

لیکن حال ہی میں قادیانی اخبار "نور" نے اپنی ۱۷ فروری ۱۹۴۳ء کی اشاعت میں سر سکندر حیات خاں کے نام کے ساتھ تین چار مرتبہ "مرحوم" کا لفظ لکھا ہے۔ اس سکوت عن الحق کے سناٹے میں "نور" کی یہ جرأت قابل تعریف و مستحق حوصلہ افزائی ہے —— خدا کرے تکفیر المسلمین سے متنفر دوسرے محمودیوں کی مہر سکوت بھی ٹوٹے جو کچھ ان کے دل میں ہے وہ ان کی زبان قلم پر آجائے؛

حکومت پنجاب اور مذہبی تعلیم

حال ہی میں آنریبل میاں عبدالحی صاحب وزیر تعلیم پنجاب نے بمقام منٹگمری ایک کانفرنس کی صدارتی تقریر میں فرمایا:-

"سکھوں، ہندوؤں اور مسلمانوں کو مذہبی اور روحانی واقفیت اور اس امر کے پیش نظر کہ وہ اپنی مقدس کتابیں پڑھ سکیں گورنمنٹ کے آئندہ بجٹ میں رقوم مخصوص کر دی گئی ہیں"

(انقلاب ۲۴ فروری ۱۹۴۳ء)

یہ اعلان بہت مختصر اور تشنۂ تفصیل ہے۔ بعض ذمہ دار اصحاب کا قیاس ہے کہ حکومت پنجاب کا یہ عزم سرکاری تعلیم گاہوں میں مذہبی تعلیم کے دیرینہ مطالبہ کی تکمیل کا دیباچہ ہے —— اگر یہ صحیح ہے تو بڑی مبارک بات ہے۔ جہاں تک مسلمان طلباء کا تعلق ہے ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ان کی مذہبی تعلیم صحیح طریق و اصول پر اور اس کا انتظام مسلمانوں کے باخبر ذمہ دار اور اہل الرائے افراد کے مشورہ کے مطابق ہونا چاہیئے۔ علاوہ ازیں اس کام کے لئے جو رقم مخصوص کی گئی ہے اس کی تقسیم میں بھی انصاف اور مسلمانوں کی تعداد کو ملحوظ رکھا جانا چاہیئے؛

میاں صاحب کے جلالی خطبہ کی وجہ تسمیہ

ایک صاحب نے پوچھا کہ جناب "خلیفہ" قادیان کے جس پر دشنام جلالی خطبہ کا ذکر "پیغام صلح" کی گذشتہ اشاعتوں میں ہوا ہے اسے "گوبھی شلجم کے چھلکوں والا خطبہ" کیوں کہا جاتا ہے؟ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس خطبہ میں موصوف نے اظہار عتاب کی ابتدا ان الفاظ سے فرمائی ہے:-

"غیر مبائعین کے پیچھے نماز کا فتوے جواز کا فتوے نہیں فساد کا فتوے پوچھا جاتا ہے۔ فتوے پوچھنے والا پہلے میلے کے ڈھیر سے اٹھا کر سڑے ہوئے ٹکڑے کھائے شلجم اور گوبھی کے چھلکے کھائے بوسیدہ کپڑے پہنے اور باوجود استطاعت کے ایسے بوسیدہ مکان میں رہے جو معمولی بارش سے بھی ٹپکنے لگے جو قت اس کی خوراک نجس ہوگی۔ پوشاک نجس ہوگی اس وقت اگر وہ یہ سوال پوچھے گا تو میں کہوں گا چونکہ تیرا ہر کام نجس ہے۔ اس واسطے تیرے لئے یہ نجس بھی جائز ہے"۔

(الفضل مورخہ ۱۵ جنوری ۱۹۳۱ء)

ہم پھر ایک مرتبہ مولوی اللہ دتہ صاحب جالندھری سے درخواست کریں گے کہ وہ اپنے "خلیفہ" صاحب کے اس "شاہکار" کو "فرقان" میں موٹے سیاہ حاشیہ کے اندر جلی حروف میں درج فرما دیں۔ اس قسم کے "ارشادات عالیہ" کی اشاعت انشاء اللہ بہت مفید ثابت ہوگی؛

رسول اللہ کا ایک خطبہ

ان دماءکم و اموالکم حرام علیکم کحرمۃ یومکم ھذا فی شھرکم ھذا فی بلدکم ھذا الا کل شیء من امر الجاھلیۃ تحت قدمی موضوع ودماء الجاھلیۃ موضوعۃ وان اول دم اضع من دمائنا دم ابن ربیعۃ بن الحارث کان مسترضعا فی بنی سعد فقتلہ ھذیل وربا الجاھلیۃ موضوع واول ربا اضع من ربانا ربا العباس بن عبد المطلب فانہ موضوع کلہ فاتقوا اللہ فی النساء فانکم اخذتموھن بامان اللہ واستحللتم فروجھن بکلمۃ اللہ ولکم علیھن ان لا یوطئن فرشکم احدا تکرھونہ فان فعلن ذالک فاضربوھن ضربا غیر مبرح ولھن علیکم رزقھن وکسوتھن بالمعروف وقد ترکت فیکم ما لن تضلوا بعدہ ان اعتصمتم بہ کتاب اللہ وانتم تسئلون عنی فما انتم قائلون قالوا نشھد انک قد بلغت وادیت ونصحت فقال باصبعہ السبابۃ یرفعھا الی السماء وینکبھا الی الناس اللھم اشھد اللھم اشھد اللھم اشھد۔ (مسلم جزاول صفحہ ۳۹۷)

ترجمہ

تحقیق تمہارے خون اور تمہارے مال تم پر حرام ہیں جیسے اس تمہارے دن کی حرمت ہے اس تمہارے مہینہ میں اس تمہاری بستی میں جان لو کہ حالت جاہلیت کی ہر چیز میرے دونوں قدموں کے نیچے ہے اور جاہلیت کے خون دبا ڈالے گئے اور البتہ اپنے خونوں سے پہلا خون جسے میں دبائے ڈالتا ہوں ابن ربیعہ بن حارث کا خون ہے جو بنی سعد میں دودھ پیتا تھا اور اسے قوم ہذیل نے مار ڈالا اور جاہلیت کا بیاج دبا ڈالا گیا، میرے یہاں سب سے پہلا بیاج عباس بن عبد المطلب کا ہے وہ سب دبا ڈالا گیا پس اللہ سے ڈرو عورتوں کے معاملہ میں کیونکہ تم نے ان کو خدا کی امان سے قابو میں کیا ہے اور خدا کے حکم سے وہ تم پر حلال ہوئیں اور تمہارا حق ان پر یہ ہے کہ جسے تم نہ چاہو اسے گھر میں نہ آنے دیں پس اگر وہ ایسا کریں تو ایسی سزا دو جس سے زیادہ تکلیف نہ ہو اور عورتوں کا تم پر دستور کے موافق کھانا کپڑا دینے کا حق ہے اور مقرر میں تم میں وہ چیز چھوڑے جاتا ہوں کہ اس کے بعد بھی تم کبھی گمراہ نہ ہوگے اگر تم اسکو مضبوط پکڑے رہو گے وہ کتاب اللہ ہے اور تم سے قیامت میں میری نسبت سوال ہوگا کیا کہو گے لوگ کہنے لگے ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے خدا کا پیغام پہنچایا اور خوبی ادا کیا اور نصیحت کی۔ پس آپ نے کلمے کی انگلی آسمان کی طرف اٹھا کر لوگوں کی طرف جھکا کر فرمایا خداوندا گواہ رہیو۔ خداوندا

اسلام اور عیسائیت کی دعاؤں میں فرق

ہم مسلمانوں اور قادیانیوں پر تعجب کرتے ہیں لیکن اپنے اوپر نہیں کرتے

بیرونی ممالک کیلئے پچاس مبلغین کے علاوہ جماعت کو وسیع کرنیکے لئے مبلغین کی ضرورت

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ مورخہ ۱۲ مارچ سنہ ۱۹۴۳ء

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

قوموں کا میلان اور دعا قوموں کا اور مذہبوں کا میلان ان دعاؤں میں بھی نظر آجاتا ہے جو ان مذاہب میں یا ان اقوام کو سکھائی گئی ہیں یہ ایک دعا قرآن مجید کی میں نے آپ کے سامنے پڑھی ہے، ایک بڑی مشہور دعا انجیل میں بھی ہے جس کو عیسائی قوم کے میلان کا ایک نشان سمجھنا چاہیئے جس طرح یہ ہماری دعا اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم مسلمان قوم کے رجحان کی علامت ہے اسی طرح پر عیسائیوں کی بڑی مشہور دعا ہے جسے "خداوند کی دعا" کہا جاتا ہے جس میں سکھایا گیا ہے "ہماری روزینہ کی روٹی آج ہم کو بخش" (متی ۶:۱۱) فی الحقیقت اگر آپ غور کریں گے تو قرآن مجید نے بھی حضرت عیسیٰ کی اس دعا کا ذکر کیا ہے۔ قال عیسی ابن مریم اللھم ربنا انزل علینا مائدۃ من السماء تکون لنا عیدا لاولنا واخرنا وایۃ منک (المائدہ ۱۱۴) عیسیٰ ابن مریم نے کہا اے اللہ ہمارے رب ہم پر آسمان سے کھانا نازل کر وہ ہمارے لئے عید ہو ہمارے پہلوں کے لئے اور ہمارے پچھلوں کے لئے اور تیری طرف سے نشان ہو۔

عیسائیت کی مادی تہذیب کا کمال فی الحقیقت تو روٹی ملی اس قوم کو اور بہت روٹی ملی یہاں تک کہ احادیث میں بھی دجال کا نقشہ کھینچا ہے معہ جبال الخبز اس کے ساتھ روٹیوں کے پہاڑ ہوں گے فی الحقیقت عیسائی اقوام آج کل روٹیوں کی ماتا ہیں اس لئے جس کو روٹی کی تلاش ہو دجال کی پیروی میں لگ جائے یہ اشارہ تھا عیسائیت کی مادی تہذیب کے کمال تک پہنچنے کا روٹی، پیٹ کا دھندا اسمیں عیسائی اقوام منہمک ہو گئیں حضرت عیسیٰ کی دعا کی اس رنگ میں قبولیت نظر آتی ہے۔

ایک عبد کی دعا اس کے بالمقابل ایک عبد کی دعا جو خدا نے اسے سکھائی اھدنا الصراط المستقیم پیٹ کا دھندا اسے چھوڑ دیا اس کی فکر انسان خود کر لیتا ہے، انسان کیا حیوان بھی فکر کر لیتا ہے ذخیرہ بھی کر لیتا ہے چیونٹیاں تک اپنے لئے ذخیرہ جمع کر لیتی ہیں یہاں بلند روحانی مقصد سامنے رکھا ہے سیدھا راستہ ہمیں دکھا یہ کیا سیدھا راستہ ہے کوئی ابہام نہیں چھوڑا اتنی چھوٹی سورۃ سات آیتوں کی جسے قرآن کریم کا خلاصہ کہا گیا ہے اس میں اس سیدھے راستہ کی وضاحت فرما دی یہ جو بڑے لوگ ہوتے نبیء، ولی، صلحا، اور انبیاء جن پر تیرے انعام ہوئے ان لوگوں کے راستہ پر ہمیں چلا۔

روحانی خواہش جس طرح پر وہاں ایک مادی خواہش ہے روٹی کی اسی طرح پر یہاں ایک روحانی خواہش ہے اس راستہ کی جس راستہ پر انبیاء اور صلحا چلے وہ کیا راستہ تھا؟ آجکل وہ مسلمان جو بہت بڑے کمال کو پہنچ گئے وہ اتنا سمجھتے ہیں ذرا ذکر الٰہی کے ذریعہ سے قلب انسان کا صاف ہو جائے بس یہاں پر انتہا ہو جاتی ہے بڑے بڑے پیر جو واقعی صالح ہیں (گمراہی میں ڈالنے والے پیر نہیں) جو صالح پیر ہیں ان کے پاس بیٹھ کر بھی جو لوگ سمجھتے ہیں ہم نے کمال کو حاصل کر لیا وہ یہی سمجھتے ہیں کہ خدا کی یاد میں دل لگ جاتا ہے نماز اور تہجد کی توفیق مل جاتی ہے۔

اسلام اور عیسائیت میں فرق لیکن یہاں دعا ہے انعمت علیھم کے راستہ پر چلنے کے متعلق یہ وہی گروہ ہے جنہوں نے خدا کا نام مخلوق تک پہنچایا اور مخلوق خدا کو خدا کے دروازے پر جھکنا سکھایا یہ چیزیں انہیں ممتاز کرتی ہیں تو فی الحقیقت پہنچانے کے لئے، دنیا کو ہدایت کی طرف بلانے کے لئے بس یہ بین فرق ہے ان دونوں قوموں اور مذہبوں کے درمیان ایک کا کمال مادی رنگ پر آکر ختم ہو گیا اور دوسرے کا کمال روحانی رنگ پر آکر ختم ہو گیا اسلام میں انسان کا مقصد صرف یہ نہیں کہ مسلمان صرف خود اچھے بن جائیں بلکہ لوگوں کے بھی ہادی بن جائیں وکذلک جعلنکم امۃ وسطا لتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدا اور اسی طرح ہم نے تمہیں ایک اعلیٰ درجہ کا گروہ بنایا ہے تاکہ تم لوگوں کے پیشرو بنو اور رسول تمہارا پیشرو ہو، فی الحقیقت اس کو صراط مستقیم اور انعمت علیھم کے اندر رکھا گیا ہے جب ہم یہ دعا کرتے ہیں تو کہتے ہیں اے خدا ہماری یہ خواہش ہے کہ تیرے نام کو دنیا میں پھیلائیں تیری مخلوق کو تیرے در پر جھکنا سکھائیں نیکی کے معلم بن جائیں۔

خواہش اور عمل اب غور کر کے دیکھو کہ جس شخص کے دل میں جیسی ایک خواہش ہوتی ہے کے مطابق وہ ذریعہ بھی استعمال کرتا ہے۔ کبھی تم یہ نہیں کہو گے کہ ہماری زمینیں ہوں ان میں اعلےٰ درجہ کی فصلیں پیدا ہوں لیکن ہم ہاتھ نہیں ہلائیں گے یہ کبھی عقلمند انسان نہیں کرتا جس چیز کی خواہش ہوا سکے لئے وہ اپنا پورا زور لگا دے گا جب مسلمان پانچ وقت یہ دعا کرتے ہیں اے خدا یہ ہماری خواہش ہے کہ ہم بھی ان لوگوں میں سے ہو جائیں جنہوں نے دنیا کو تیری طرف بلایا دنیا میں تیرے نام کو بلند کیا اب دنیا کے ساٹھ کروڑ مسلمان مل کر یہ کہتے ہیں ہم تیرے نام کو دنیا تک پہنچائیں مگر اے خدا ہم انگلی نہیں ہلائیں گے اور ایک پیسہ خرچ نہیں کریں گے آج کل یہی حالت مسلمانوں کی ہے اگر دل سے یہ دعا نکلتی ہے تو قبول ہوگی اگر دل سے نہیں نکلی تو قبول کیا ہوگی۔

جماعت کو خطاب اوروں کو کیا میں اپنی جماعت کو مخاطب کرتا ہوں کہ آیا فی الواقعہ ہمارے دل میں یہ تڑپ موجود ہے کہ خدا کا نام دنیا میں پھیلے اگر تڑپ ہے تو فی الواقعہ ہم نے اس کے لئے کیا قدم اٹھایا؟ انسان دوسرے کے معیوب فعل کو دیکھکر تعجب کرتا ہے لیکن آپ وہی فعل کر کے اسے حیرت نہیں ہوتی کہ میں کیا کر رہا ہوں۔

مسلمانوں کی حالت ہم تعجب کرتے ہیں مسلمانوں پر کہ مسلمان تو ایک سڑے ہوئے لنگوٹی پوش بلکہ ننگے دیوانے مجذوب کے پیچھے لگنے کو تیار ہو جاتے ہیں ان سے فیض طلب کرتے ہیں اور ان کے علاوہ مکار پیروں سے فیض طلب کرتے ہیں لیکن اگر نہیں آئیں گے تو اس شخص کی طرف جس کو خدا نے مجدد بنا کے بھیجا ہے، اس شخص کو مسیح بنا دیں گے جو انسانی جسم کا علاج کر دے ایک طبیب جو ایک شخص کو چند دنوں کے لئے موت سے بچا لیتا ہے اسکو کہدیتے ہیں مسیح الملک شفا دینے میں مسیح لیکن وہ شخص جو ابدی زندگی کی طرف بلاتا ہے وہ اگر کہہ دے مجھے خدا نے مسیح بنا کر بھیجا ہے یہ بات بڑے دکھ کی نظر آتی ہے جہاں اسکا نام سنا تو غصہ سے بھر گئے اندھیر ہو گیا اس شخص نے اپنے کو مسیح کہدیا تم جو چاہو بنا لو لیکن یہ شخص گردن زدنی ہے ـــــ جس طرح پر تمہارے جسمانی طبیب مسیح بن جاتے ہیں تو روحانی طبیب مسیح کیوں نہیں ہو سکتے۔

اپنے اوپر تعجب نہیں کرتے ہم نے کہا کہ مسلمانوں کو دعا سکھائی گئی اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم باوجود پانچ وقت یہ دعا مانگنے کے مسلمانوں کا اس طرف قدم نہیں اٹھتا تم اپنے بھائیوں پر تعجب کرتے ہو آنحضرت کی حدیث کے مطابق پہلے مجدد آتے رہے اب کیوں مجددوں کا آنا بند ہو گیا مسیح اگر مر گیا اور اس امت کے اندر اگر مسیح پیدا ہو گیا تو کیا قیامت ہے یہ تو ہم تعجب کرتے ہیں لیکن کیا ہم نے اپنے اوپر بھی تعجب کیا ہے کہ ہم نے اس آواز کو پہنچانے میں کتنا کام کیا ہے،

اس آواز کو پہنچانیکے لئے قدم اٹھاؤ ہم ایک مضمون لکھکر ہم کہتے ہیں کہ اتمام حجت ہو گیا اپنے گھر میں ایک بات کہدی اور یہ اتمام حجت ہے چاہیے ہم اپنے والدین، بیٹوں اور رشتہ داروں کو نہ بتائیں گھروں میں اپنی بیویوں اور بہنوں کو اور بیٹیوں کو نہ بتائیں کہ مسیح موعود ہے لیکن دل میں ہم سمجھتے ہیں کہ ہم نے ساری دنیا پر اتمام حجت کر دیا معاش کی فکر کرتے ہیں یا گھروں میں بیکار بیٹھے رہتے ہیں، معاش کی فکر بیشک کرو لیکن اس آواز کو پہنچانے کے لئے بھی قدم اٹھاؤ کسی کے گھر تک چلے جاؤ اور اسے پڑھنے کے لئے ٹریکٹ دو میں کہتا ہوں ہندوستان میں غیر مسلم بہت ہیں جنہیں اسلام کی صحیح تعلیم کی کوئی خبر نہیں ان تک اس پیغام کو پہنچائیں۔

ایک معزز ہندو کا مکتوب مجھے حال ہی میں ایک معزز ہندو آر۔ بی سیٹھی صاحب کا خط ملا ہے جو انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب اسلامی اصول کی فلاسفی پڑھکر لکھا ہے (یعنی اسکا انگریزی ترجمہ ٹیچنگس آف اسلام) یہ خط پیغام صلح میں بھی چھپا ہے لکھتے ہیں:۔

"کہ میری موجودہ چند دنوں کے لئے صاحب فراشی فی الواقعہ زحمت کے بھیس میں رحمت ثابت ہوئی کیونکہ اس نے میرے لئے موقعہ مہیا کر دیا کہ میں کتاب موسومہ اسلامی اصول کی فلاسفی مصنفہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو غیر معمولی دلچسپی کے ساتھ مطالعہ کر سکوں یہ کتاب عرصہ سے میری الماری میں پڑی تھی ایں اس کتاب کے بلند مرتبت مصنف کی اعلیٰ دماغی اور قلبی خصوصیات پر پرجوش خراج تحسین ادا کرتا ہوں جنہوں نے لارڈ کرشنا اور ازمنہ قدیم کے روشن ضمیر بزرگوں کی طرح سادہ اور روح کو گرمانے والا دعوٰے کیا۔ . . . . . میں اس مذکورہ کتاب کے متعلق نہایت وثوق کے ساتھ عرض کر سکتا ہوں کہ یہ کتاب انسانیت کے تمام عوارض کے لئے اکسیر اعظم ہے. . . . . . . ایک لفظ میں اسلام کو بیان کیا جا سکتا ہے کہ یہ اعتدال کا مذہب ہے جو زندگی کے تمام مدارج اور مشاغل میں میانہ روی کی تعلیم دیتا ہے وغیرہ وغیرہ"

ہم کوشش نہیں کرتے ان تک یہ کتاب پہنچی اور انہیں سب کچھ پتہ لگ گیا لیکن ہم کیا کرتے ہیں؟ کیا ہم میں سے ہر ایک شخص اس تلاش میں رہتا ہے کوئی رسالہ، کوئی کتاب یا ٹریکٹ ان لوگوں تک پہنچائے؟ اس قدر مسلمان ہیں جن کو احمدیت کے متعلق کوئی خبر نہیں کیا ہم میں سے ہر ایک شخص یہ کوشش کرتا ہے کہ ان تک احمدیت کا لٹریچر پہنچاتے اور انہیں یہ بتاتے کہ یہ اشاعت اسلام کا کام ہے جو حضرت مسیح موعودؑ اور ان کی جماعت نے کیا ہے اس وقت دنیا میں جنگ ہو رہی ہے اور قومیں ایک دوسرے سے لڑ رہی ہیں ان تک صلح کا پیغام یعنی اسلام پہنچائیں ہم لوگ کوشش نہیں کرتے ہمارے قدم سست ہیں۔

ہمارا قادیانیوں پر تعجب ہم تعجب کرتے ہیں کہ یہ قادیانی ایک طرف تو کہتے ہیں کہ ہم ختم نبوت کے قائل ہیں اور ختم نبوت کے باوجود کہتے ہیں کہ ایک نبی آگیا یہ کیا تماشہ ہے جس شخص کو یہ نبی بناتے ہیں وہ تو یہ کہتا ہے "نبوت کا دعوٰے نہیں بلکہ محدثیت کا دعوٰے ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے" اور اس کے علاوہ کہتا ہے

"میں صرف اس وجہ سے نبی کہلاتا ہوں کہ عربی اور عبرانی زبان میں نبی کے معنی ہیں خدا سے الہام پا کر بکثرت پیشگوئی کرنیوالا" اور قادیانی کہتے ہیں یہ خدا کا دیا ہوا علم نہیں یہ تو مولویوں کی غلط باتیں تھیں جو مرزا صاحب لئے پھرتے تھے۔ جسے نبی بناتے ہیں وہ کہے جبرائیل کا وحی لیکر آنا ہمیشہ کے لئے روک دیا گیا اور یہ کہتے ہیں کہ اس پر جبرائیل اترتا تھا۔ جسے نبی بناتے ہیں وہ کہتا ہے میری وحی وحی نبوت نہیں وحی ولایت ہے مگر قادیانی کہتے ہیں کہ یہ وحی نبوت ہے وہ کہتا ہے "قرآن کریم بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا خواہ وہ نیا رسول ہو یا پرانا" اور یہ کہتے ہیں ختم نبوت کے بعد بھی نبی آتے رہیں گے۔ وہ کہتا ہے ہم مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں یہ کہتے ہیں ہم اسی کو مدعی نبوت بنائیں گے

ہماری [illegible] حتمی مایوسی

ہم کو تعجب ہوتا ہے لیکن اپنے اوپر ہم کو تعجب نہیں ہوتا کہ آیا فی الواقعہ قادیانی جماعت تک ہم نے اس پیغام کو پہنچانے کی کوشش کی ہے، صرف اخبار پیغام صلح میں اس کے متعلق شائع ہوتا رہتا ہے وہ اخبار تو ان لوگوں تک نہیں پہنچتی۔ اور بغیر ان تک اپنی باتوں کو پہنچانے کے ہم مایوس بھی ہو جاتے ہیں کہ پیر پرست قوم ہے توجہ پردا نہیں کرتی

شیخ عبدالرحمن مصری اور مسئلہ نبوت

آپ نہیں دیکھتے کہ ہر سال ان میں سے کتنے آدمی نکل آتے ہیں اور بعض دفعہ بہت بلند پایہ آدمی آ جاتے ہیں یہ دیکھ لیجئے شیخ عبدالرحمن صاحب مصری انھیں ہیں پہلے عرصہ تک مسئلہ نبوت کی وضاحت ان پر نہ ہوئی اسلئے کہ اس کی طرف ان کی توجہ ہی نہیں ہوئی تھی انہیں غور کرنیکا موقعہ نہ ملا لیکن ہم میں سے بہت سے پرانے لوگ ہونگے جن پر اس صفائی سے یہ مسئلہ نہیں کھلا جتنا کہ اب ان پر کھلا ہے

پچاس مبلغین کیلئے تحریک

میں نے کچھ عرصہ ہوا تحریک کی تھی کہ جماعت میں سے کچھ آدمی تبلیغ کے لئے نکل پڑیں ہمارے پاس اتنا سامان نہیں کہ ہم باقاعدہ تبلیغی ادارہ قائم کریں اس جماعت میں سے لوگ نکلیں جو اپنے آپ کو تبلیغ کے لئے تیار کریں اس جماعت میں وہ لوگ ہیں جو بہت علم رکھتے ہیں ایک معمولی احمدی ایک عیسائی اور ہندو سے نہایت معقول بات کر سکتا ہے میں نے ایک خطبہ جمعہ میں کہا تھا کہ اس جنگ کے ختم ہونے پر کم از کم پچاس آدمی ہمارے پاس تبلیغ کے لئے تیار ہوں جو جنگ کے بعد باہر ملکوں میں جا کر تبلیغ کریں اور اس جنگ کے بعد بہت وسیع اور منظم طریقہ پر تبلیغ اسلام کا کام کیا جائے اور اس وسیع پیمانہ پر تبلیغ کے کام کے لئے اللہ تعالیٰ ضرور سامان پیدا کر دے گا۔

جماعت کو وسیع کرنیکا کام

میں اس تحریک کے اندر اس پہلو کو چھوڑ گیا تھا کہ صرف یہی ضرورت نہیں ہے کہ ہم تبلیغ اسلام کے لئے آدمی تیار کریں بلکہ اس جماعت کو وسیع کرنے کے لئے بھی جو اس اشاعت اسلام کو کرتی ہے مبلغین کی ضرورت ہے اس توجہ کے لئے جو تبلیغ اسلام کے لئے تیار ہو رہی ہے بھرتی کرنے کا کام بھی ہے۔ وہ لوگ جو باہر نہیں جا سکتے وہ یہ ریکروٹ کرنے کا کام کریں یہ کام ہم میں سے ہر ایک آدمی گھر میں بیٹھا بھی کر سکتا ہے، ہم اپنے وقت کو کیوں ضائع کریں ہم میں سے ہر ایک شخص کیوں اس کام کو اپنے ذمہ نہیں لیتا اگر ہم میں اتنی یہ عزم پیدا ہو جائے کہ ہم نے یہ کام کرنا ہے تو اس کے لئے وقت بھی نکل آئے گا جہاں ہم کو ضرورت ہے کہ ایک مبلغین کا گروہ تیار ہو جائے جو غیر ممالک میں جا کر اسلام کا پیغام پہنچائے وہاں ایک گروہ ایسا بھی ہونا چاہیئے جو اس فوج کو وسیع کریں، کچھ لوگ نکلیں جو لٹریچر کو لوگوں تک پہنچائیں اور پھر دیکھیں خدا تعالےٰ کس طرح پر اس محنت سے وہ فصل پیدا کرتا ہے جو دلوں کو خوش کرنیوالی ہے ؛

عید میلاد النبی صلعم کی تقریب پر لیکچر

۷ / مارچ کو شب کے نو بجے حضور سرور کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم ولادت کی خوشی میں مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن لائلپور کی طرف سے ڈسٹرکٹ بورڈ کے وسیع ہال میں دعوت طعام کا انتظام کیا گیا مقامی کالجوں کے طلباء کے علاوہ شہر کے معززین وافسران بھی مدعو تھے۔ کھانے سے فراغت پر قرآن کریم کی تلاوت کی گئی، پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں نعت خوانی کی گئی۔ اس کے بعد مولوی محمد مسلم صاحب نے پندرہ منٹ تقریر کی کہ مسلمان کی شان سپاہیانہ ہونی چاہیئے۔ ان کے بعد ۲۵ منٹ میری تقریر ہوئی اس مختصر وقت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان ایسے رنگ میں سامنے آئی کہ تمام ہال صدائے تحسین سے گونج اٹھا تقریر کے بعد ہال کے دروازے پر بہت سے معززین نے مجھ سے مصافحے کئے اور تقریر کی کامیابی پر مبارکباد دی۔ ایک ایم۔ ایل۔ اے نے کہا کہ ہم جیسی آپ کی تعریف سن رہے تھے ویسا ہی آپ کو پایا۔

(مرزا مظفر بیگ ساطع مبلغ اسلام لائل پور)

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ خیریت سے ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

— مولوی عبدالرشید صاحب مبلغ سندھ تحریر فرماتے ہیں "اللہ تعالیٰ کے فضل سے میری اہلیہ تندرست ہو چکی ہیں اس کے شکریہ میں ایک روپیہ اشاعت اسلام کیلئے ارسال خدمت ہے اور نیز خدا نے مجھے ایک لڑکا بھی عطا فرمایا ہے اس خوشی میں دو روپیہ اشاعت اسلام کے لئے پیش کرتا ہوں" دعا ہے اللہ تعالیٰ مولود مسعود کو نیک اور صالح بنائے اور لمبی عمر عطا فرمائے۔ آمین

— جناب محمد امین صاحب منڈوہ تحصیل ٹبری ضلع کوہاٹ صوبہ سرحد نے ۱۰ روپے اپیل مقدمہ کی کامیابی کی خوشی پر ارسال فرمائے ہیں اور ساتھ ہی لکھا ہے کہ ۲۶/۳ کو سیشن عدالت میں [illegible]

بجواب تاثرات ثاقب زیروی
رسالہ فرقان مطبوعہ دسمبر ۱۹۴۲ء

(از جناب ر۔ح۔س۔ شفیق صاحب میرٹھی کلرک مقبول فلور ملز امرتسر)

تمہیں کہہ دو یہ کس کی فتنہ سامانی نہیں جاتی
ہماری یا تمہاری تنگ دامانی نہیں جاتی

یہ سچ ہے تم کو آئینہ دکھائے گا کوئی آ کر
حقیقت تم سے اپنی آپ پہچانی نہیں جاتی

مجدد کا خود اپنا قول ہے تریاق میں دیکھو[1]
نہ مانے گر کوئی مجھ کو مسلمانی نہیں جاتی

غلط دعووں کو براہین و دلائل سے ہے کیا نسبت
پشیماں تو تمہاری کیوں پشیمانی نہیں جاتی

خلیفے[2] کی اطاعت میں تو ہے ایمان کا خطرہ
کیے جاتے ہو پھر بھی تم مسلمانی نہیں جاتی

ہمارا دل تو فیض نور ایماں سے منور ہے
تمہاری ہی نمود سوز پنہانی نہیں جاتی

مجدد یا محدث مان لینا ہے روا ثاقب
نبوت کی دلیل بے سند مانی نہیں جاتی

جی ہاں ہم نے امام العصر کی باتوں کو سمجھا ہے
وہ کیا سمجھے گا جس کی خود تن آسانی نہیں جاتی

اسے سمجھائیں کیا جس کی زبان ہر بن مو سے
بشیر الدین احمد کی ثنا خوانی نہیں جاتی

سنے کیا اس کی ان بیہودہ باتوں کو شفیق آخر
بلوغت میں بھی جس کی خوئے طفلانی نہیں جاتی

[1] تریاق القلوب صفحہ ۱۳۹ [2] خلیفہ قادیان

سلسلہ میں شمولیت

نوٹ:۔ مندرجہ ذیل احباب حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے دست مبارک پر بیعت کر کے سلسلہ میں شامل ہوئے ہیں دعا ہے اللہ تعالیٰ استقامت عطا فرمائے۔ آمین۔

(۵۷) غلام محمد ولد رجب ڈار ضلع سیالکوٹ
(۵۸) حکیم محمد احمد ولد محمد عبداللہ صاحب۔ امرتسر
(۵۹) مرغوب عالم صاحب بی۔ ایس۔ سی سیالکوٹ
(۶۰) محمد سلطان صاحب ولد سراج الدین صاحب گوجرانوالہ
(۶۱) سید محمد حسین شاہ صاحب۔ لائلپور
(۶۲) عبدالحمید صاحب۔ نواکدل۔ سری نگر
(۶۳) اسد اللہ شاہ صاحب۔ اسلام آباد۔ سری نگر
(۶۴) عبدالستار خان صاحب سری نگر کشمیر
(۶۵) عبدالکریم صاحب مدرس۔ مجددواہ
(۶۶) شیخ مہتاب الدین صاحب ضلع شیخوپورہ
(۶۷) محمد اسمٰعیل صاحب۔ سیالکوٹ۔
(۶۸) عبدالغنی صاحب ضلع سیالکوٹ
(۶۹) " " " " " " "
(۷۰) منشی غلام حسین صاحب۔ ریاست پٹیالہ۔
(۷۱) میاں محمد صاحب۔ ضلع جھنگ ؛

میری جلسہ سالانہ کی تقریر اور

برادرم قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری کا جواب

{از محترم جناب شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری}

کیا حضرت صاحب کے کلام میں تناقض ہے؟

جناب صاحب مکرم کا مذہب ہے کہ امتی نبی ابتداء دنیا سے لیکر اس وقت تک صرف حضرت مسیح موعود ہی ہوئے ہیں اور یہ کہ نبی کریم صلعم کے سوا اور کوئی نبی ایسا نہیں ہوا جو اپنے امتی کو امتی نبی بنا سکے میں نے گذشتہ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر جناب میاں صاحب مکرم کے اس نظریہ پر تقریر کرتے ہوئے یہ ثابت کیا تھا کہ ان کا یہ نظریہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی تحریر کے صریح خلاف ہے اور حضرت اقدسؑ کی وہ عبارت بھی پیش کی تھی جو ان کے اس نظریہ کو غلط ثابت کرتے ہوئے یہ بتا رہی تھی کہ نہ وہ نبی نبی ہے اور نہ وہ دین دین ہے جو ایک امتی کو ایسا نبی نہ بنائے جیسا کہ حضور ہیں۔ میری یہ تقریر پیغام صلح میں شائع ہوئی حضرت اقدس کے الفاظ ایسے صاف اور واضح تھے کہ مجھے یقین تھا کہ ان کے شائع ہونے پر جناب میاں صاحب مکرم اور ان کے رفقاء ضرور اپنے خیال کی اصلاح فرما کر اسے حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیم کے تابع کر لیں گے مگر اس جواب سے جو برادرم محترم قاضی محمد نذیر صاحب لائل پوری کی طرف سے الفضل میں شائع کیا گیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دل میں پرانے جمے ہوئے لیکن غلط خیال سے انہیں نجات دلانے کے لئے ابھی مزید کوشش کی ضرورت ہے یہ کوشش تو خدا تعالیٰ کے فضل سے اس مضمون کے ذریعہ شروع کر دی گئی ہے۔ لیکن مضمون شروع کرنے سے قبل اس جواب کے متعلق میں چند الفاظ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کیونکہ یہ جواب سخت حیران کن ہے ایک محقق اور دوسرے کو تسلی دلانے کی خواہش رکھنے والے مجیب کی حیثیت سے محترم قاضی صاحب کا فرض تھا کہ وہ سب سے پہلے حضرت اقدس کی اس تحریر پر روشنی ڈالتے جس سے میں نے استدلال کیا تھا اور میرے استدلال کی غلطی کو دلائل سے واضح کر کے اس عبارت کا جو صحیح مفہوم ان کے نزدیک تھا وہ بتاتے اور وہ براہین لکھتے جن سے ہر ایک پر ان کے اختیار کردہ مفہوم کی صحت ثابت ہو جاتی، لیکن احباب کرام یہ سنکر حیران ہوں گے کہ انہوں نے اپنے جواب میں میرے استدلال کو توڑنا اور اس کو غلط ثابت کرنا تو کجا اس کو چھوا تک بھی نہیں اور نہ ہی حضرت اقدس کی تحریر کا میرے پیش کردہ مفہوم کے علاوہ کوئی اور مفہوم بتلایا ہے بلکہ کیا تو صرف یہ کہ حضرت اقدس کی بعض ادھوری بعض غیر متعلق اور بعض ایسی تحریریں جن کا مفہوم بگاڑ دیا گیا ہے پیش کر کے خاکسار سے یہ دریافت کیا ہے کہ اگر خاکسار کی پیش کردہ عبارت کا وہی مفہوم ہے جو خاکسار نے پیش کیا ہے تو پھر ان کی پیش کردہ عبارتوں میں جو کچھ ان کے نزدیک حضرت اقدس نے بیان فرمایا ہے وہ کیونکر درست ہو سکتا ہے میرے نزدیک تو حضور کی وہ تمام تحریریں جو اس جواب میں پیش کی گئیں ہیں میری پیش کردہ تحریر کے نہ صرف یہ کہ خلاف نہیں بلکہ سب کی سب اس کی مؤید اور مصدق ہیں اور خدا تعالیٰ کے فضل و کرم اور اسی کی عطا کردہ توفیق اور اسی کے دیئے ہوئے علم سے خاکسار ثابت کر دے گا کہ حضور کا کلام تناقض سے کلیۃً پاک ہے اور حضورؑ کی تمام تحریروں میں نہ صرف یہ کہ ایک کلمہ بھی ایسا نہیں جو اس خیال کی تغلیط کرتا ہو کہ ہر نبی کے ذریعہ امتی نبی بنتے رہے ہیں بلکہ حضورؑ کی تحریروں میں جا بجا اس خیال کی تائید پائی جاتی ہے جیسا کہ عنقریب ہی احباب کرام پر روشن ہو جائے گا لیکن کیا ہی[1] اس طرز کا جو انہوں نے جواب میں اختیار کی ہے بجز اس کے کوئی اور مفہوم ہو سکتا ہے کہ آپ حضور کے کلام میں تناقض ثابت کر رہے ہیں میری پیش کردہ عبارت کا مفہوم تو بالکل واضح ہے کہ ہر سچے دین اور سچے نبی کی یہ لازمی نشانی ہے کہ وہ ایک امتی کو ایسا نبی بنائے جو مکالمات و مخاطبات الٰہیہ کے انعام سے مشرف ہو جیسا کہ حضرت اقدسؑ ہوئے پس اگر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سچے نبی تھے اور ان کا دین سچا دین تھا تو انہوں نے لازمی طور پر اپنی امت کے بعض افراد کو ایسا نبی بنایا جو مکالمات و مخاطبات الٰہیہ کے انعام سے سرفراز ہوئے لیکن آپ حضرت اقدسؑ کی بعض تحریروں کو پیش کر کے اس کے بالکل برعکس یہ نتیجہ نکال رہے ہیں کہ ایک امتی کو ایسا نبی بنانے کے لئے بجز نبی کریم صلعم کے اور کسی نبی کو قوت قدسیہ عطا ہی نہیں کی گئی ان دونوں باتوں میں کیا کھلا کھلا تناقض نہیں، کیا ایک سچے احمدی ہونے اور احمدیت کے مبلغ ہونے کی حیثیت سے آپ کا یہ فرض نہ تھا کہ اس تناقض کو بیان کرنے پر ہی اکتفا نہ کرتے بلکہ ان دونوں بظاہر متخالف عبارتوں میں تطبیق دے کر اس تناقض کو دور فرما کر حضرت اقدسؑ کی علمی پوزیشن کو صاف کرتے اب اس موجودہ صورت میں جبکہ محض تناقض کے بیان کرنے پر ہی اکتفا کیا گیا ہے ایک غیر احمدی اگر آپ کے جواب کو پڑھے گا تو کیا اس کے دل میں حضرت اقدس کی کوئی علمی عظمت قائم ہو سکتی ہے آپ خود ہی غور فرمائیں کہ کیا آپ کے اس جواب کو پڑھکر وہ اپنے دل میں حضور کی تحریروں کے متعلق یہ اثر لیکر اٹھے گا کہ یہ اس شخص کے قلم سے نکلی ہوئی ہیں جس کا دعویٰ تھا کہ خدا نے اسے سلطان القلم کے لقب سے ملقب کیا ہوا ہے یا اس شخص کی قلم سے نکلی ہوئی ہیں جس کی نعوذ باللہ دماغی حالت یہ ہے کہ ایک جگہ ایک بات لکھتا ہے اور پھر دوسری جگہ بالکل اس کے خلاف دوسری بات لکھ جاتا ہے خدارا کسی مضمون پر قلم اٹھاتے وقت حضرت اقدسؑ کے مقام کا احترام تو مدنظر رکھ لیا کریں اور سیاسیات کو تو دیکھ لیا کریں کہ آپ کی تحریر کا کم از کم غیر احمدی پبلک پر حضورؑ کے متعلق کیا اثر پڑے گا تا ایسا نہ ہو کہ آپ نادان دوست کا پارٹ ادا کرنے والے کہلائیں۔

محترم قاضی صاحب آپ نے اس تناقض کو دور کرنے کا بوجھ خاکسار پر ڈالا ہے خاکسار جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہے ضرور انشاء اللہ بتوفیقہ اس تناقض کو دور کر دیگا جو آپ نے پیش کیں ہیں لیکن خاکسار چاہتا ہے کہ جناب پہلے اس امر کا صاف اور واضح الفاظ میں اعتراف کریں کہ میری پیش کردہ عبارت کا وہی مفہوم ہے جو میں نے بیان کیا ہے اور یہ کہ آپ اس تناقض کو دور کرنے سے عاجز ہیں جس وقت آپ کی طرف سے ایسا اعلان ہو جائے گا تو خاکسار ان تحریروں کا حل پیش کر دے گا جو آپ نے حضور کی اس جواب میں پیش کی ہیں میں اس کے متعلق دو ہفتہ تک انتظار کروں گا اگر اس عرصہ میں آپ کی طرف سے اس مفہوم کا کوئی اعلان شائع نہ ہوا تو آپ کی خاموشی کو ہی میں آپ کے عجز کا اقرار قرار دے کر آپ کی پیش کردہ تحریروں کا انشاء اللہ حل لکھنا شروع کر دوں گا لیکن اس سے قبل اس مقالہ میں میں اسی بات پر مزید روشنی ڈالنا چاہتا ہوں کہ حضرت اقدسؑ کا یہی مذہب تھا کہ تمام انبیاء امتی نبی بناتے رہے ہیں اور اس کام کے لئے سب کو ہی قوت قدسیہ عطا کی گئی تھی یہ الگ امر ہے کہ کسی کو زیادہ عطا کی گئی اور کسی کو کم مگر عطا سب کو کی گئی۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

جناب قاضی صاحب محترم نے اپنے جواب میں میری طرف یہ منسوب کیا ہے کہ میں یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ ہر ایک سچے مذہب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرح اور آپ کی شان کے امتی نبی ہوتے رہے ہیں چونکہ اس سے میرے عقیدہ کے متعلق غلط فہمی پیدا ہونے کا اندیشہ ہے اس لئے اصل مضمون کو شروع کرنے سے قبل میں یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ بالکل غلط ہے کہ میں پہلے امتی نبیوں اور حضرت اقدس مسیح موعودؑ کو شان میں برابر سمجھتا ہوں میری تحقیق میں نہ صرف یہ کہ کسی مذہب میں کوئی امتی نبی ایسا نہیں ہوا جو شان میں حضرت اقدسؑ کی برابری کا دم مار سکے بلکہ ایسا ہونا ہی ناممکن تھا میرا مذہب یہ ہے کہ بیشک جنس سب امتی نبیوں یا بالفاظ دیگر سب محدثوں کی ایک ہی ہے لیکن شان کے لحاظ سے حضرت اقدس مسیح موعود تمام امتی نبیوں کے سرتاج ہیں اور یہ ٹھیک اسی طرح ہے جس طرح حضرت نبی کریم صلعم کو جنس نبوت میں سب نبیوں کے ساتھ شریک ہیں لیکن اپنے مقام اور رتبہ کے لحاظ سے سب سے بڑھکر ہیں جس طرح حضرت نبی کریم صلعم کو خاتم الانبیاء ہیں کیونکہ تمام کمالات نبوت آنحضور صلعم پر ختم ہو گئے اور یہ شرف کسی اور نبی کو حاصل نہیں ہوا لیکن پھر بھی آنحضور صلعم انبیاء کی جماعت کے ہی ایک فرد ہیں اسی طرح حضرت اقدس مسیح موعودؑ بھی گو آپ پر تمام کمالات محدثیت و ولایت ختم ہو گئے ہیں اور یہی وجہ آپ خاتم الاولیاء ہیں لیکن آپ محدثین اور اولیاء کی جماعت کے ہی ایک فرد ہیں پس جنس میں شرکت اسبات کو مستلزم نہیں کہ دیگر محدثین اور حضرت مسیح موعودؑ شان میں بھی برابر ہوں اور یہی بات میں نے اپنی تقریر میں کہی تھی اور یہی پیغام صلح میں شائع ہوئی اور اس سے قبل بھی میری تقریروں اور تحریروں میں اس خیال کا اظہار ہوتا رہا، پھر نہ معلوم جناب قاضی صاحب محترم کو یہ غلط فہمی کیوں پیدا ہوئی کہ انہوں نے میری طرف یہ منسوب کر دیا کہ میں پہلے امتی نبیوں کو شان میں حضرت اقدس کے برابر سمجھتا ہوں۔

امتی نبی کا مفہوم اور امتی نبی بنانا سچے دین کی لازمی نشانی ہے

اس غلط فہمی کو دور کرنے کے بعد اب میں بعون اللہ و توفیقہ اصل مضمون کو شروع کرتا ہوں سب سے پہلے میں اسی حوالہ کو دوبارہ درج کرتا ہوں جس کا ذکر میری تقریر میں آچکا ہے اور یہ حوالہ بھی اس کتاب کا ہے جو ۱۹۰۵ء میں تصنیف ہوئی تھی جس پر جناب میاں صاحب مکرم ابھی تک تو خط نسخ کھینچنے کی جرأت نہیں کر سکے اور وہ حوالہ یہ ہے۔

"وہ دین۔ دین نہیں ہے اور نہ وہ نبی نبی ہے جس کی متابعت سے انسان خدا تعالیٰ سے اس قدر نزدیک نہیں ہو سکتا کہ مکالمات الٰہیہ سے مشرف ہو سکے وہ دین لعنتی اور قابل نفرت ہے جو یہ سکھلاتا ہے کہ صرف چند منقولی باتوں پر انسانی ترقیات کا انحصار ہے اور وحی الٰہی آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گئی ہے اور خدائے حی و قیوم کی آواز سننے اور اس کے مکالمات سے قطعی نومیدی ہے اور اگر کوئی آواز بھی غیب سے کسی کے کان تک پہنچتی ہے تو وہ ایسی مشتبہ آواز ہے کہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ خدا کی آواز ہے یا شیطان کی سو ایسا دین بہ نسبت اس کے کہ اس کو رحمانی کہیں شیطانی کہلانے کا زیادہ مستحق ہوتا ہے دین وہ ہے جو تاریکی سے نکالتا اور نور میں داخل کرتا ہے اور انسان کی خداشناسی کو صرف قصوں تک محدود نہیں رکھتا بلکہ ایک معرفت کی روشنی اسکو عطا کرتا ہے ... دین کا متبع اگر خود نفس امارہ کے حجاب میں نہ ہو خدا تعالیٰ کے کلام کو سن سکتا ہے سو ایک امتی کو اس طرح کا نبی بنانا سچے دین کی ایک لازمی نشانی ہے"

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۳۸-۱۳۹)

تحریر محولہ بالا سے ایک تو یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ حضرت اقدس کے نزدیک ہر وہ امتی خواہ وہ کسی نبی کا امتی ہو نفس امارہ کے حجابوں کو دور کر کے خدا تعالیٰ کی طرف مکالمات و مخاطبات کے انعام سے مشرف کیا جاتا اور امتی نبی کہلاتا ہے اور دوسرے یہ بات واضح ہے کہ ہر سچے دین کا یہ فرض ہے کہ اپنے ہر اس متبع کو جو نفس امارہ کے تمام پردوں کو کامیابی کے ساتھ چاک کر دیتا ہے امتی نبی بنائے۔

امتی نبی ولی ہی کا دوسرا نام ہے

اب اس بات کو واضح کر دینے کے بعد کہ ہر سچا دین اور ہر سچا نبی اپنے کامل متبع کو لازماً امتی نبی بناتا ہے اس امر کو بھی واضح کر دینا

---

[1] اور ان تمام عبارتوں کا صحیح مفہوم بیان کر دے گا

ضروری ہے کہ حضرت اقدس امتی نبی کا لفظ **ولی** کے ہی مترادف استعمال فرماتے ہیں اگر نبی کے صرف یہ معنے کئے جائیں کہ اللہ جل شانہٗ اس سے مکالمہ و مخاطبہ رکھتا ہے اور بعض اسرار غیبیہ اس پر ظاہر کرتا ہے تو اگر ایک امتی ایسا نبی ہو جائے تو اس میں حرج کیا ہے خصوصاً جبکہ خدا تعالےٰ نے قرآن شریف میں اکثر جگہ یہ امید دلائی ہے کہ ایک امتی شرف مکالمہ الٰہیہ سے مشرف ہو سکتا ہے اور خدا تعالےٰ کو اپنے اولیاء سے **مکالمات اور مخاطبات ہوتے ہیں**" حوالہ مندرجہ بالا سے پانچ باتیں عیاں ہیں (۱) بعض وقات حضرت اقدس نبی کا لفظ بول کر اس سے مراد امتی نبی لیا کرتے ہیں، جیسا کہ اس حوالہ میں کیا گیا ہے (۲) امتی نبی وہ ہوتا ہے جو کسی نبی کی اتباع سے مکالمہ مخاطبہ سے مشرف کیا جائے اور غیب کے بعض اسرار اس پر کھولے جائیں (۳) قرآن شریف امت محمدیہ کو امید دلاتا ہے کہ اس کے افراد امتی نبی بن سکتے ہیں یعنی شرف مکالمہ سے مشرف ہو سکتے ہیں (۴) حضرت اقدس بھی اسی وجہ سے امتی نبی ہیں کہ انہیں مکالمہ مخاطبہ کا شرف حاصل ہے (۵) ایسے امتی جو شرف مکالمہ مخاطبہ کی وجہ سے امتی نبی کہلاتے ہیں اپنی حقیقت کے لحاظ سے اولیا ہوتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ **امتی نبی اور ولی** دو مترادف الفاظ ہیں یعنی ولی کو ہی امتی نبی کہا جاتا ہے اسلئے امتی نبی جماعت اولیاء کا ہی فرد ہوگا نہ کہ جماعت انبیاء کا۔

دوسرا ثبوت کہ ہر نبی امتی یا ظلی نبی بناتا ہے

اگرچہ اسی حوالہ سے جو میں نے اوپر پیش کیا ہے یہ بات کما حقہ پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ امتی نبی بنانے کے لئے ہر نبی کو قوت قدسیہ عطا کی جاتی ہے لیکن مزید تسلی اور اتمام حجت کی خاطر میں ایک اور حوالہ بھی اس کی تائید میں پیش کر دیتا ہوں تا جناب میاں صاحب مکرم اور ان کے رفقاء کو غور کرنے میں سہولت ہو حضرت اقدس اپنی کتاب چشمہ مسیحی کے صفحہ ۵۹ پر فرماتے ہیں (یہ کتاب بھی ۱۹۰۶ء کی تصنیف شدہ ہے اسلئے منسوخ نہیں) "نبی کا کمال یہ ہے کہ وہ دوسرے شخص کو ظلی طور پر نبوت کے کمالات سے متمتع کر دے اور روحانی امور میں اس کی پوری پرورش کر کے دکھلا دے [illegible] سے نبی آتے ہیں اور ملن کی طرح حق کے طالبوں کو گود میں لیکر خداشناسی کا دودھ پلاتے ہیں"

حضرت اقدس کی یہ تحریر بھی اپنے مطلب کو واضح کرنے میں کسی تشریح کی محتاج نہیں جناب میاں صاحب مکرم اور ان کے رفقاء اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ جس شخص کو نبوت کے کمالات حاصل ہو جائیں وہ نبی بن جاتا ہے اور اس تحریر میں حضور صاف و بین الفاظ میں فرماتے ہیں کہ نبی کا کمال ہی یہی ہے کہ وہ دوسرے شخص کو ظلی طور پر نبوت کے کمالات سے متمتع کرے اور اسی غرض سے نبی کو دنیا میں بھیجا جاتا ہے۔ پس اگر جناب میاں صاحب مکرم کی تشریح ہم یہ تسلیم کر لیں کہ نبی کریم صلعم کے سوا اور نبی کو ظلی نبی بنانے کے [illegible] قوت قدسیہ عطا نہیں کی گئی [illegible] صلعم کے سوا کسی اور نبی [illegible] امتی یا ظلی [illegible]

بنایا تو ماننا پڑے گا کہ نبی کریم صلعم سے قبل کوئی نبی بھی ایسا نہیں گذرا جس نے اپنے اس کمال کا اظہار کیا ہو جو اس کی فطرت میں ودیعت کیا ہوا تھا اور یا اس غرض کو پورا کیا ہو جس کے لئے وہ مبعوث کیا گیا تھا اور یہ عقیدہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان میں جس قدر گستاخی کو مستلزم ہے وہ کسی عقلمند سے پوشیدہ نہیں خدا ہم سب کو اس بات سے بچائے کہ ہمارے کسی قول یا فعل سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان میں گستاخی سرزد ہو یا ہماری کوئی حرکت ان کے مناسب احترام میں کسی کمی پر دلالت کرنے والی ہو آمین۔

حضرت موسیٰ کی امت میں امتی نبی کی مثال

حضرت اقدس کی تحریروں سے حضور کے اس مذہب کو ثابت کرنے کے بعد کہ نبی کریم صلعم سے قبل کے انبیاء بھی اپنی امت کے افراد کو امتی یا ظلی نبی بناتے رہے ہیں اب میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ حضور نے اپنے مذہب کو اصولی طور پر ہی بیان کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ مثال سے بھی اسکو مضبوط کیا ہے، یہ بات کسی سے مخفی نہیں کہ حضرت موسےٰ کے بعد حضرت یوشع بن نونؑ حضور کے پہلے خلیفہ ہوئے اور حضرت یوشع کا رسول ہونا مسلم ہے چنانچہ جن مسلمانوں نے رسول کی یہ تعریف کی ہے کہ رسول وہ ہوتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ شرعی احکام کے پہنچانے کے لئے خلق کی طرف بھیجتا ہے اس پر دوسرے مسلمانوں نے یہی اعتراض کیا ہے کہ اس تعریف کی رو سے حضرت یوشع رسولوں کی فہرست سے باہر نکل جاتے ہیں کیونکہ وہ شرعی احکام پہنچانے کے لئے مبعوث نہیں ہوئے تھے بلکہ موسےٰ کے دین کو قائم کرنے کے لئے مبعوث کئے گئے تھے اسی طرح علمائے قادیان کو بھی یوشع کا نبی ہونا مسلم ہے چنانچہ جماعت میں اختلاف کے بعد جولائی ۱۹۱۴ء کے تشحیذ الاذہان میں جناب ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب کی قلم سے ایک مضمون قدرت ثانیہ کے ہیڈنگ کے ماتحت شائع ہوا ہے جس کے صفحہ ۱۰ پر وہ لکھتے ہیں "اب دوسری مثال لیجئے یہاں حضرت موسےٰ کی وفات کا ذکر ہے اس وقت ان کی موت پر خدا تعالےٰ نے حضرت یوشع بن نونؑ کو قدرت ثانیہ کے رنگ میں اس جماعت میں کھڑا کیا اور اس طرح پے در پے انبیاء اور خلفاء اس سلسلہ میں مبعوث ہوتے رہے" اس تحریر سے بھی واضح ہے کہ حضرت یوشع کو انبیاء میں شامل کیا گیا ہے شاید کسی دوست کو خیال گذرے کہ جناب ڈاکٹر صاحب انبیاء کے ساتھ خلفاء کا لفظ بھی استعمال کیا ہے [illegible] انہوں نے یوشع کو [illegible]

خلیفہ ہوتے ہیں اس لئے ان کا نبی ہونا بھی یقینی ہے۔

حضرت اقدس کے نزدیک یوشع کا بروزی نبی ہونا

اب جبکہ یہ ثابت ہو گیا کہ یوشع نبی اور رسول تھے تو اب یہ دیکھنا باقی رہ جاتا ہے کہ وہ اصلی اور حقیقی نبی تھے یا ظلی اور بروزی نبی اس امر کے فیصلہ کے لئے ہم حضرت اقدس کی کتب کیطرف رجوع کرتے ہیں تو وہاں ہمیں صاف طور پر ان کا بروزی نبی ہونا ملتا ہے چنانچہ حضور اپنی کتاب ازالہ اوہام کے صفحہ ۴۱۸ پر فرماتے ہیں "اسی طرح حضرت موسےٰ کلیم اللہ کو جو کنعان کی فتح کی بشارتیں دی گئیں تھیں بلکہ صاف صاف حضرت موصوف کو وعدہ دیا گیا تھا کہ تو اپنی قوم کو کنعان میں لے جائے گا اور کنعان کی سرسبز زمین کا انہیں مالک کر دے گا یہ وعدہ حضرت موسےٰ کی زندگی میں پورا نہ ہو سکا اور وہ راہ میں ہی فوت ہو گئے لیکن یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ پیشگوئی غلط نکلی جواب تک تورات میں موجود ہے کیونکہ **موسےٰ کی وفات کے بعد موسوی قوت اور موسوی روح اس کے شاگرد یوشع کو عطا ہوئی اور وہ خدا تعالیٰ کے حکم کر اس کے نفخ روح سے موسےٰ میں ہو کر اور موسوی صورت پکڑ کر وہ کام بجا لایا جو موسےٰ کا کام تھا سو خدا تعالےٰ کے نزدیک وہ موسےٰ ہی تھا** کیونکہ اس نے موسےٰ میں ہو کر اور موسےٰ کی پیروی میں پوری فنا اختیار کر کے اور خدا تعالیٰ سے موسوی روح پا کر اس کام کو کیا تھا" اس عبارت میں یوشع کو حضرت موسےٰ کا شاگرد قرار دیا گیا ہے اور یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ جو کچھ حضرت یوشع نے حاصل کیا وہ سب موسےٰ میں ہو کر اور موسےٰ کی پیروی میں پوری فنا اختیار کر کے اور خدا کے نزدیک موسیٰ کا ہی نام پا کر حاصل کیا اور اسی کو بروز کہتے ہیں گویا بالفاظ دیگر حضرت یوشع نے جو نبوت کا انعام پایا وہ حضرت موسےٰ کا کامل بروز بن کر پایا پس گو حضرت اقدس کی اس عبارت سے ہی حضرت یوشع کا بروزی نبی ہونا اور حضرت موسےٰ کا بروزی نبی بنانے کے لئے قوت قدسیہ رکھنا اظہر من الشمس ہے لیکن چونکہ یہ کتاب ۱۹۰۱ء سے قبل کی ہے اسلئے ممکن ہے کہ جناب میاں صاحب مکرم اس حوالہ کو منسوخ قرار دے دیں اسلئے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ اس حوالہ کی تائید میں اس کتاب سے بھی الفاظ نقل کر دوں جو جناب میاں صاحب مکرم کے نزدیک تمام کتب کی ناسخ ہے یعنی کتاب "ایک غلطی کا ازالہ"، حضور اس میں فرماتے ہیں: "بھلا اگر مجھے قبول نہیں کرتے تو یوں سمجھ لو کہ تمہاری حدیثوں میں لکھا ہے کہ مہدی موعود خلق و خلق میں ہمرنگ آنحضرت صلعم ہوگا [illegible]

جیسا کہ حضرت موسےٰ کا یشوع بروز تھا

اس تحریر سے صاف عیاں ہے کہ حضرت اقدس اپنے آپ کو نبی کریم صلعم کا اس طرح کا بروز قرار دیتے ہیں جس طرح کا یشوع حضرت موسےٰ کا بروز تھا چنانچہ جس طرح اپنے آپ کو حضرت نبی کریم صلعم کی روح کا روپ قرار دیا ہے ازالہ اوہام میں اسی طرح یشوع کو حضرت موسےٰ کی روح کا روپ قرار دیا ہے جس طرح یہاں روحانیت کی رو سے اپنے آپ کو نبی کریم صلعم سے نکلا ہوا قرار دیا اسی طرح یشوع کو حضرت موسےٰ سے نکلا ہوا قرار دیا ہے جس طرح اپنے آپ کو خدا کے نزدیک محمد اور احمد نام پانے والا قرار دیا ہے اسی طرح یشوع کو خدا کے نزدیک موسےٰ کا نام پانے والا قرار دیا ہے غرضیکہ جس طرح اپنے آپ کو نبی کریم صلعم کا کامل بروز بتایا ہے اسی طرح یشوع کو حضرت موسےٰ کا کامل بروز بیان کیا ہے۔

بروز کی حقیقت

حضرت یشوع کو حضرت موسےٰ کا بروز قرار دینے کے بعد بروز کی حقیقت بیان کرتے ہوئے حضور فرماتے ہیں: "یہ ضرور ہے کہ روحانیت کے تعلقات کے لحاظ سے شخص مورد بروز صاحب بروز میں سے ہو اور ازل سے باہمی کشش اور باہمی تعلق درمیان ہو" پھر فرماتے ہیں: "پس چونکہ نبوت بھی نبی میں ایک کمال ہے اس لئے ضروری ہے کہ تصویر بروزی میں وہ کمال بھی نمودار ہو تمام نبی اسبات کو مانتے چلے آئے ہیں کہ وجود بروزی اپنے اصل کی پوری تصویر ہوتی ہے...... تمام انبیاء علیہم السلام کا اس پر اتفاق ہے کہ بروز میں دوئی نہیں ہوتی، کیونکہ بروز کا مقام اس مضمون کا مصداق ہوتا ہے کہ

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تاکس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری"

اس حقیقت سے جو حضرت اقدس نے بروز کی بیان فرمائی ہے اسبات کو تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں کہ یشوع میں حضرت موسےٰ کی نبوت کا کمال بھی نمودار ہوا ورنہ وہ حضرت موسیٰ کے بروز ہی نہیں کہلا سکتے پس بروز کی اس حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ ماننا پڑے گا کہ یشوع نے حضرت موسےٰ کے بروز ہونے کے لحاظ سے حضرت موسےٰ کی نبوت کے عکس کو حاصل کیا تھا اور اسی وجہ سے وہ بھی بروزی نبی تھے اور یہ کہ حضرت موسےٰ میں بروزی یا امتی نبی بنانے کی قوت قدسیہ موجود تھی۔

موسوی اور عیسوی امت کے امتی نبیوں کا قرآن شریف میں ذکر

یشوع کی بروزی نبوت ثابت کرنے کے بعد میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ حضرت اقدس [illegible] [illegible]

(باقی بر صفحہ [illegible])

ملّتِ اسلامیہ کی وحدت کے بنیادی اصول
نسلیت اور وطنیت کا استیصال

(از جناب سید اختر حسین صاحب گیلانی مولوی فاضل بی۔ اے)

یعنی وہ مقالہ جو جناب سید اختر حسین صاحب گیلانی بی۔ اے۔ مولوی فاضل نے ۲۸ جنوری ۴۷ء کو اینگلو عربک کالج ہال دہلی میں پروفیسروں اور طلباء کے عام اجتماع میں پڑھا۔

ہر قوم کی وحدت کی اساس کچھ ایسے آسان اور جاذب طبع اصول پر رہی ہے کہ جن کا محض تصور ہی ہر خاص و عام میں عصبیت کی وہ لہر پیدا کر دے جو حیات ملی کی شرط اولین ہے یہ اصول ہمیشہ شعوب و قبائل اور السنہ و الوان کے امتیازات پر مبنی رہے ہیں، انسان آغوش مادر سے ہی جہاں اپنی ہستی کا احساس اور شعور حاصل کرنا شروع کرتا ہے اور اس کے بقاء کے لئے جد و جہد کرنا سیکھتا ہے وہاں والدین اور عزیز و اقارب کی شیریں محبت کا سبق بھی سیکھتا ہے جو محض خونی علائق پر مبنی ہوتی ہے۔ اسلئے اگر ایک وقت وہ والدین اور عزیز و اقارب سے بڑھکر اپنے شعوب و قبائل کے خونی علائق کو محسوس کرکے ان کی محبت کا سبق بھی سیکھ لے تو کوئی تعجب کی بات نہیں، کیونکہ یہ بات بآسانی سمجھ میں آسکتی ہے کہ جس طرح ایک فرد، ایک کنبہ کا جزء ہے، اسی طرح ایک کنبہ ایک قوم کا جزء ہے، جس طرح ایک فرد کی عافیت ایک حد تک کنبہ کی عافیت سے وابستہ ہے اسی طرح ایک کنبہ کی عافیت بہت حد تک اپنے قبیلہ یا نسل کی مجموعی عافیت سے وابستہ ہے لہذا اگر کوئی فرد، یا کنبہ، یا قبیلہ یا نسل اپنے حفظ و بقا اور اپنے امن و عافیت کی کوشش کرے تو یہ عین تقاضائے فطرت ہے۔

"حکم جاہلیت" اور اسلام

لیکن انسان کی یہ فطری کمزوری ہے کہ جب وہ اپنے حفظ و بقا اور امن و عافیت کے لئے جد و جہد کرتا ہے تو پھر کسی حد بندی کا پابند نہیں ہوتا وہ صرف یہی نہیں چاہتا، کہ اسے آسائش (Comforts) اور عیش و عشرت (Luxuries) کے سامان بھی بڑھ چڑھکر حاصل ہو جائیں اور اس مقصد کے حصول کی خاطر افراد افراد کے حقوق کو غصب کرنے کی کوشش میں لگ جاتے ہیں۔ جماعتیں جماعتوں کی آزادی کو سلب کرنے اور ان کے رزق کے خزانوں پر قابض ہونے کے لئے تیار ہو جاتی ہیں ہر جماعت یہ چاہتی ہے کہ اپنے مخصوص نسلی امتیازات پر اپنے افراد کو رشتۂ وحدت میں منسلک کرکے اپنے آبا و اجداد کے کارناموں کو یاد کرتی ہے ان کے رسم و رواج اور تہذیب تمدن کی عزت و حرمت کی خاطر کٹ مرنے کے لئے تیار ہو جاتی ہے اور اپنی قابل فخر اور "ممتاز" نسلی روایات کے قیام کی خاطر دوسری جماعتوں پر غلبہ و استیلاء کو اپنا فطری حق سمجھنے لگ جاتی ہے اور یہی وہ تصورات ہیں جو کبھی تو قبیلہ پرستی کی صورت میں اور کبھی قوم پرستی، نسل پرستی اور وطن پرستی کی مذموم صورت میں دنیا میں رونما ہوتے ہیں، نوع انسانی کی اس باہمی پیکار کو مد نظر رکھتے ہوئے کسے انکار ہو سکتا ہے کہ کسی ایسے قانون کی ضرورت ہے جو افراد کے افراد سے اور جماعتوں کے جماعتوں سے تعلقات کو معین کردے، تاکہ ان حدود سے کوئی فرد یا جماعت تجاوز نہ کرنے پائے اور اگر کوئی فرد یا جماعت ان حدود سے تجاوز کرنے کی کوشش کرے، تو سزاوار سرزنش ٹھہرے، مگر ایسا قانون بنائے کون؟ اوّل تو تمام نوع انسانی میں نہ کوئی ایسا فرد پایا جاتا ہے نہ جماعت جو یہ دعوےٰ کر سکے کہ وہ فطرت انسانی کے تمام نشیب و فراز سے واقف ہے لہذا ایسا قانون تیار کرنے میں اس سے کسی ایسی غلطی کا صدور ناممکن ہے جس سے کسی انسان یا کسی جماعت کے ساتھ ناانصافی لازم آئے لیکن اگر کسی انسان کو یہ حق بھی دے دیا جائے کہ وہ ایسا قانون تیار کرے تو مشکل یہ ہے کہ جس طرح ایک فرد کے لئے یہ ممکن ہے کہ وہ اپنی ذات کی خاطر جد و جہد کرتے ہوئے دانستہ یا نادانستہ دوسرے انسانوں کے حقوق کی پامالی کا مرتکب ہو جائے اسی طرح اس کے لئے یہ بھی ممکن ہے کہ دانستہ یا نادانستہ قانون کی ایسی دفعات تجویز کرے جو نوع انسانی کے کسی طبقہ کے حقوق کی پامالی کا موجب بن جائیں اور اگر انسانوں کی ایک جماعت کے لئے یہ ممکن ہے کہ وہ شاہراہ ترقی پر گامزن ہونے کے نشہ میں دوسری جماعتوں کو پستی کے گڑھے میں دھکیلنے کو روا سمجھ لے تو اس سے یہ بھی ممکن ہے کہ اگر اس کے ہاتھ میں قانون سازی کے اختیارات دے دیئے جائیں تو وہ ایسے قوانین بنائے، جو نوع انسانی کے دوسرے طبقوں کے لئے عرصۂ حیات تنگ کرنے کا موجب ہو جائیں ہمیشہ ہمیشہ سے دنیا کے تجربہ نے یہی ظاہر کیا ہے کہ اگر انسان کے ہاتھ میں قانون سازی کی مشین آئی تو اس نے دوسرے انسانوں کے ساتھ کبھی انسانیت کا برتاؤ نہیں کیا، اس بیسویں صدی کے روشن زمانہ میں بھی مغربی اقوام مشرقی اقوام کے لئے ایسے قواعد و ضوابط تیار کرتی ہیں جن کا نتیجہ یہ کہ مشرق ہمیشہ مغرب کے جلب منفعت کا تختۂ مشق بنا رہے اور ہندوستان کی ہندو اکثریت ایسے قوانین وضع کرنا چاہتی ہے کہ ہریجن اور مسلمان ہمیشہ اس کے ماتحت ذلت و رسوائی کی زندگی بسر کرتے رہیں۔ پھر حالت جب یہ ہو کہ ہر جماعت اپنی اپنی اغراض کو ملحوظ رکھکر قوانین وضع کرتی ہو تو اگر کسی انسان یا کسی جماعت نے اپنی فطری کمزوری کے باوصف ایک قانون کی چند دفعات مرتب بھی کرلیں جو سب افراد اور جماعتوں کے حقوق متعین کردیں، تو اسے مانے گا کون؟ جب ہر جماعت اپنے آپ کو قانون سازی کا حقدار سمجھتی ہے۔ اور اپنی ذاتی اغراض کی خاطر جد و جہد میں مصروف ہے تو وہ کس حجت کی بناء پر تسلیم کرے گی اس کا طریق کار غلط ہے، جسے چھوڑ کر اسے اس جدید نظریۂ حیات کو قبول کرنا چاہیئے جو حق و صداقت پر مبنی ہے، اس سے بڑھ کر یہ کہ "حق" "و صداقت"۔ اور "انصاف" و "عدالت" کا معیار کیا ہوگا۔ جب افلاطون کے زمانہ سے لیکر اب تک فلاسفہ کا کسی مفہوم پر اتفاق نہیں ہوا، تو تمام انسانی جماعتیں کس طرح ایک انسان یا ایک جماعت کے وضع کردہ اصول پر متحد ہو جائیں گی، اس قسم کا قانون وہی ہستی بنا سکتی ہے جو فطرت انسانی کے نشیب و فراز سے کامل طور پر واقف ہو اور جس سے حق و صداقت اور انصاف و عدالت میں کسی غلطی کا صدور ممکن نہ ہو اور وہ صرف اللہ تعالےٰ ہی کی ذات ہے، وہی ہے جس کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کا دیا ہوا قانون تمام عیوب سے مبرا ہے، یہی وجہ ہے الٰہی قانون کو پس پشت ڈال کر جس قدر کوششیں دنیا نے از خود آئین ہائے حیات مرتب کرنے میں کی ہیں ان سب کا نام قرآن مجید "حکم جاہلیت" رکھتا ہے اور کہتا ہے کہ خدا سے بہتر کوئی قانون ساز نہیں ہو سکتا جیسے فرمایا:-

وان احکم بینھم بما انزل اللہ ولا تتبع اھواءھم واحذرھم ان یفتنوک عن بعض ما انزل اللہ الیک فان تولوا فاعلم انما یرید اللہ ان یصیبھم ببعض ذنوبھم وان کثیرا من الناس لفاسقون، افحکم الجاھلیۃ یبغون ومن احسن من اللہ حکما لقوم یوقنون (المائدہ ع)

ترجمہ:- اور ان کے درمیان اسی کے مطابق فیصلہ کر جو اللہ نے اتارا ہے اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کر، اور ان سے ہشیار رہ مبادا کہ جو کچھ خدا نے نازل کیا ہے اس سے ڈگمگا دیں (اور اس کی تعمیل انفاذ میں رکاوٹ پیدا ہو جائے) پھر اگر وہ روگردانی کریں تو جان لے کہ اللہ کو یہی منظور ہے کہ ان کے بعض گناہوں کی وجہ سے ان پر مصیبت ڈالے اور بہت سے انسان نافرمان ہیں۔ پھر (یہ اللہ کا حکم نہیں چاہتے تو) کیا جاہلیت کا حکم چاہتے ہیں، اور ان لوگوں کے لئے جو یقین رکھتے ہیں اللہ سے بہتر حکم دینے والا کون ہو سکتا ہے؟

یہی چیز جسے یہاں "حکم جاہلیت" قرار دیا ہے اسے دوسرے مقام پر "غیر دین اللہ" یا "غیر آئینی قانون" قرار دیا ہے، جیسے فرمایا:-

افغیر دین اللہ یبغون ولہ اسلم من فی السموات والارض طوعا وکرھا والیہ یرجعون (آل عمران ع)

ترجمہ:- تو کیا وہ اللہ کا دین چھوڑ کر کوئی دین ڈھونڈ نکالنے کی فکر میں ہیں؟ حالانکہ آسمان و زمین میں جو کوئی بھی ہے طوعاً و کرہاً اسی کی فرمانبرداری میں ہے، اور بالآخر سب اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں

اس تمام کائنات کا توازن کسی غیر آلٰہی قانون کے باعث قائم نہیں، بلکہ محض اللہ تعالےٰ کے قانون کے باعث قائم ہے لہذا نوع انسانی میں بھی توازن اسی آلٰہی قانون کے ذریعہ پیدا ہوگا جس کا نزول انبیاء و رسل کے ذریعہ ہوتا ہے۔

لقد ارسلنا رسلنا بالبینات و انزلنا معھم الکتاب والمیزان لیقوم الناس بالقسط (الحدید ع)

اور ہم نے اپنے رسولوں کو بینات کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان اتاری تاکہ انسان، انصاف و عدالت کے مقام پر قائم ہو سکیں،

اسی "میزان" کے قیام کی خاطر انبیاء علیہ السلام وقتاً فوقتاً مبعوث ہوتے رہے، لیکن انسانی تاریخ میں ایک طویل زمانہ تک بین الاقوامی حالات ایسے رہے کہ کسی پیغمبر کا تمام اقوام کی طرف مبعوث ہونا ناممکن تھا، لہذا تمام نبوتیں قومی اور نسلی رہیں، ہر قوم اپنی اپنی جگہ مختلف طبقات میں منقسم تھی کوئی زبردست کوئی زیردست، کوئی حاکم کوئی محکوم، کوئی براہمن کوئی شودر، کوئی کسی قبیلہ کا فرد کوئی کسی کا، ہر جاتی اور ہر قبیلہ اپنے اپنے آباؤ اجداد کی روایات کا پابند تھا، انہیں کے معبودوں کی پرستش کرتا تھا اور جب اپنی بڑائی کا اعلان کرتا تھا تو انہیں آباؤ اجداد کے نام سے کرتا تھا، ہر قوم مختلف اقوام میں اور ہر امت مختلف امتوں میں منقسم تھی اور قوم کا ہر طبقہ اپنے اپنے نسلی امتیازات پر اپنے آپ کو ایک امت سمجھتا تھا،

ام آتینٰھم کتابا من قبلہ فھم بہ مستمسکون بل قالوا انا وجدنا آباءنا علی امۃ وانا علی آثارھم مھتدون وکذالک ما ارسلنا من قبلک فی قریۃ من نذیر الا قال مترفوھا انا وجدنا آباءنا علی امۃ وانا علی آثارھم مقتدون (الزخرف ع)

کیا ہم نے انہیں اس سے پہلے کوئی کتاب دی تھی جس سے وہ دلیل پکڑتے ہیں بس صرف یہی کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو ایک "امت"[1] پر پایا اور ہم لوگ انہیں کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں اور اسی طرح ہم نے تجھ سے پہلے کسی بستی میں کوئی نذیر نہیں بھیجا، مگر وہاں کے آسودہ حال لوگوں نے کہا کہ ہم نے اپنے آبا و اجداد کو ایک "امت" پر پایا، اور ہم لوگ انہی کے نقش قدم کی اقتدا کرتے ہیں،

فسادِ بحر و بر

پیغمبر کا مقصد یہ تھا کہ وہ ان سب طبقوں کو ان کے جاہلی نظامات سے بچا کر اور انہیں ہر قسم کی ذہنی اخلاقی، روحانی اور اجتماعی پستی سے نکال کر ایک ایسے آلٰہی نظام حیات کی اطاعت کیطرف راغب کرے، جس کے اصول تمام انبیائے عالم کی تعلیم میں مشترک اور تمام نوع انسانی کو امن کے معراج کمال تک پہنچانے کا واحد ذریعہ

[1] امت کے معنی طریقہ بھی ہیں۔

پیغام صلح کی توسیع اشاعت کرنا ہر ایک دوست کا فرض ہے

تھے۔ لیکن ان ابدی اصول کا ظہور قومی نبوتوں کے ذریعہ نہایت محدود قومی دائروں میں ہوتا رہا۔ لیکن جب مرورِ زمانہ سے اقوام کا صحیح دینی جذبہ کمزور پڑنا شروع ہو گیا اور قولاً و عملاً تحریف و تبدیل کا دور شروع ہو گیا اور ان اصول پر پھر انہی جاہلی تصورات کا رنگ چڑھنا شروع ہو گیا، حتیٰ کہ انبیاء کی تعلیمات کو بھی ان قومی اور نسلی تصورات کے تابع کر دیا گیا۔ پہلے اگر ہر قبیلہ اپنی اپنی آبائی امت پر فخر کرتا تھا، تو اب زیادہ سے زیادہ یہ ہوا کہ بڑی بڑی اقوام ایک امت کی شکل میں متحد ہو گئیں۔ سب نے اپنے اپنے قومی خداؤں کی پرستش شروع کر دی، نبوت اور اخوت بشری کا مفہوم بھی اپنے اپنے دائروں میں محدود کر لیا۔ بنی اسرائیل کا اپنے خدا یہوداہ پر ایمان تھا، جو بنی اسرائیل کا خدا تھا، اپنے ہی قومی پیغمبروں پر ایمان تھا اور اپنا ہی ایک قومی مرکز تھا، یہی حال چینیوں، ہندیوں، ایرانیوں اور دیگر اقوام کا ہو گیا تھا۔ اگرچہ قومیت اور وطنیت کا فلسفہ ایک اطالوی مدبر منزینی نے ۱۸۳۱ء میں مدون کیا، لیکن نسلیت اور قومیت کے جراثیم بہت دیر سے دنیا میں موجود ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے قبل اگرچہ کوئی قوم نسلیت اور قومیت کے اس فلسفہ سے واقف نہ تھی جو آج پیش کیا جا رہا ہے۔ لیکن یہ تعصبات پورے طور پر رونما ہو چکے تھے، اگر جزیرہ نمائے عرب میں سلیم عامر، اوس، اور بنی مناج وغیرہ قبائل کی باہمی پیکار تھی تو عرب سے باہر بھی دنیا میں وسیع پیمانہ پر قومی تعصبات کی بنا پر ایک بین الملی تصادم کی ابتدا ہو رہی تھی، رومی و ایرانی، اسرائیلی و اسماعیلی، عربی و عجمی، آریہ و غیر آریہ مناقشات ظاہر ہو چکے تھے اگر قدیم زمانہ میں افراد کی افراد سے اور جماعتوں کی جماعتوں سے پیکار کا سلسلہ ایک نسل تک محدود تھا، تو اب یہ سلسلہ بین الاقوامی حیثیت اختیار کر رہا تھا اور کوئی بھی قوم خواہ وہ کسی مذہب و ملت کی پابند تھی یا نہیں اور کسی کتاب اللہ کو ماننے کا دعوے کرتی تھی یا محض شرک اور بت پرستی پر قائم تھی، قومی اور نسلی تعصبات سے پاک نہ تھی، یہی وہ حالت ہے جسے قرآن حکیم نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ:۔

ظهر الفساد فى البر والبحر بما كسبت ايدى الناس ليذيقهم بعض الذى عملوا لعلهم يرجعون (الروم ع ۵)

خشکی اور تری میں لوگوں کے اپنے اعمال کے باعث فساد رونما ہو گیا ہے تاکہ جو کچھ انہوں نے کیا ہے اس کا کچھ مزہ ان کو چکھا دے۔

بین الملی پیغمبر کا ظہور سو جس طرح نوع انسانی کے ابتدائی عہد میں ان فسادات سے بچانے کے لئے ہر قوم میں کوئی نہ کوئی پیغمبر ظاہر ہوتا تھا، ضرور تھا کہ اس وقت بھی جبکہ تاریخ انسانی کا ایک جدید اور بین الاقوامی دور شروع ہو رہا تھا، اور بحر و بر ایک عالمگیر فتنہ کی آغوش میں آ رہے تھے، کوئی عظیم الشان پیغمبر مبعوث ہو جس کی نبوت کا دائرہ قومی اور نسلی حدود سے نکل کر تمام عالم بشریت پر محیط ہو جائے اور جو ایک ایسا جامع و مانع دستورِ حیات پیش کرے جس کے ذریعہ نہ صرف افراد اور جماعتوں کے باہمی تعلقات متعین ہو جائیں بلکہ اقوام اور اقوام کے مابین وہ میزانِ عدل قائم ہو جائے جسے ملحوظ رکھنے سے تمام فسادات ختم ہو جائیں۔

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور اسی ضرورتِ حقہ کو پورا کرنے کے لئے ہوا، آپ سب سے پہلے پیغمبر ہیں جنہوں نے نسلی اور قومی حدود سے بلند ہو کر، عرب و عجم، روم و شام اور مشرق و مغرب کو مخاطب فرمایا اور آپ سب سے پہلے پیغمبر ہیں جنہوں نے اس حقیقت کو بے نقاب کیا کہ جب تک نوعِ انسانی بحیثیت مجموعی شعوب و قبائل، السنہ و الوان اور انسال، اوطان کے تعصبات کا شکار رہے اس وقت تک امن عالم خطرہ میں ہے، اور جب تک تمام اقوام اپنی اپنی مخصوص نسلی اور وطنی روایات نسلی اور وطنی ادیان، نسلی اور وطنی قوانین اور نسلی اور وطنی مراکز پر اپنی اپنی وحدت کی بنیاد سمجھتی ہیں، اس وقت تک نوع انسانی کے خرمن عافیت پر برابر بجلیاں گرتی رہیں گی۔ اور آپ ہی وہ پہلے پیغمبر ہیں جنہوں نے یہ اعلان فرمایا کہ انسال و اوطان اور السنہ و الوان کے فطری امتیازات موجب شرف و مجد نہیں، اور آپ کا دین قومی اور نسلی نہیں بلکہ خالصۃً انسانی ہے، جس کا مقصد یہ ہے کہ تمام فطری امتیازات کے باوصف نوع انسانی کو ایک رشتہ وحدت میں منسلک کر دیا جائے جس میں عزت و عظمت کا معیار صرف اخلاقی اور روحانی جوہر ہوں نہ کہ نسلی، وطنی اور مالی امتیازات،

يا ايها الناس انا خلقناكم من ذكر وانثى وجعلناكم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اكرمكم عند الله اتقاكم ان الله عليم خبير (الحجرات ع ۲)

اے انسانو! (اگر تم آبا ؤ اجداد پر ہی فخر کرتے ہو) تو سن لو کہ تم سب ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہو) ہم نے تمہیں ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمہاری (چھوٹی بڑی) شاخیں اور قبیلے اس لئے بنائے کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو (ورنہ یہ بڑائی کا موجب نہیں ہیں) تم میں سب سے زیادہ شریف وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے (اور تمہاری اخلاقی اور روحانی حالت کے متعلق) اللہ علیم و خبیر ہے، (باقی وارد)

ینگمینز احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور کا اجلاس

(۱) ۱۴ مارچ بعد از نماز مغرب نوجوانان جماعت لاہور کا ایک اجلاس زیر صدارت جناب لوہی دوست محمد صاحب منعقد ہوا۔ چوہدری غفور احمد صاحب نے مسئلہ جہاد اور حضرت مسیح موعود کے موضوع پر روشنی ڈالی انکی یہ تقریر ہر لحاظ سے کامیاب تھی۔ جناب صدر نے بعد میں اپنے قیمتی خیالات سے حاضرین کو مستفید فرمایا خاکسار کی غیر حاضری میں جناب محمد اعظم صاحب غلوی نے سکرٹری کے فرائض انجام دیئے

(۲) خاکسار کو جماعتہائے وزیرآباد اور جموں کے سالانہ جلسوں پر وہاں کے نوجوانوں سے ملاقات کا موقعہ بھی ملا دونوں جماعت کے نوجوانوں میں خاص ولولہ اور جوش پایا جاتا ہے دعا ہے اللہ تعالیٰ انکے نیک ارادوں کو پورا کرے۔ شیخ محمد طفیل (بی اے) سکرٹری ینگمینز

بقیہ از صفحہ ۵

من بعده بالرسل آیا ہے اور یہ نہیں آیا کہ تقفینا من بعده بالانبیاء پس یہ اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ رسل سے مراد مرسل ہیں خواہ وہ رسول ہوں یا نبی ہوں یا محدث ہوں" اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ حضور تسلیم کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں بھی محدث آتے رہے ہیں اور یہ کہ قرآن شریف میں ان محدثوں کو بھی رسول کے لفظ سے ہی پکارا گیا ہے اور یہ بات مسلم ہے کہ محدث نبی متبوع سے ہی فیض لیتا ہے پس قرآن شریف میں محدثوں کو رسول کہنا صاف اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت موسیٰ کے ذریعہ سے ان کی امت میں ایسے رسل بھی ہوتے رہے ہیں جو انہی سے فیض لیکر رسول بنتے تھے اس لئے وہ لازماً ظلی اور بروزی اور امتی نبی ہوں گے پس اس سے بھی ثابت ہوا کہ حضرت موسیٰ میں امتی نبی بنانے کی قوت قدسیہ موجود تھی اسی طرح سورۂ یٰسین میں حضرت عیسیٰ کے شاگردوں کو مرسلوں کے لفظ سے پکارا گیا ہے اور وہ بھی مستقل نبی تو ہو نہیں سکتے بروزی نبی ہی ہو سکتے ہیں پس اس سے حضرت عیسیٰ کا امتی اور بروزی نبی بنانا بھی ثابت ہے۔

قرآن شریف کا امت محمدیہ کے محدثین کو رسول کا نام دینا اسی طرح امت محمدیہ میں جس قدر مجددین و محدثین ہوئے ہیں ان سب کو بھی اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف میں رسول کے لفظ سے ہی پکارا ہے ثبوت کے لئے حضرت اقدس کی ذیل کی تحریر ملاحظہ فرمائیں حضور اپنی کتاب تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۴۹، ۱۴۸ پر فرماتے ہیں:۔

"اور پھر ما سوا اس کے سورہ مرسلات میں ایک آیت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرب قیامت کی ایک بھاری علامت یہ ہے کہ ایسا شخص پیدا ہو جس سے رسولوں کی حد بست ہو جائے یعنی سلسلہ استخلاف محمدیہ کا آخری خلیفہ جس کا نام مسیح موعود اور مہدی معہود ہے ظاہر ہو جائے اور وہ آیت یہ ہے اذا الرسل اقتت یعنی وہ آخری زمانہ جس سے رسولوں کے عدد کی تعیین ہو جائے گی یعنی آخری خلیفہ کے ظہور سے قضا و قدر کا اندازہ جو مرسلین کی تعداد کی نسبت مخفی تھا ظہور میں آجائے گا یہ آیت بھی اسبات پر نص صریح ہے کہ مسیح موعود اسی امت میں سے ہوگا، کیونکہ اگر پہلا مسیح ہی دوبارہ آجائے تو وہ افادہ تعیین عدد نہیں کر سکتا کیونکہ وہ تو بنی اسرائیل کے نبیوں میں سے ایک رسول ہے جو فوت ہو چکا ہے اور اسجگہ خلفاء سلسلہ محمدیہ کی تعیین مطلوب ہے ...... پس یہی معنی آیت واذا الرسل اقتت کے ہیں جن کو خدا تعالےٰ نے میرے پر ظاہر فرمایا..... پس اس آیت کریمہ کے یہ معنی ہیں کہ مسیح موعود کے ظہور سے دونوں طرف سلسلہ خلافت محمدیہ کے معین اور مشخص ہو جائیں گے گویا یوں فرمایا واذا الخلفاء بين تعدادهم وحد عددهم بخليفة هو آخر الخلفاء الذى هو المسيح الموعود فان آخر كل شئى يعين مقدار ذالك الشئى تعداده فهذا هو معنى واذا الرسل اقتت۔ اس تحریر سے بھی واضح ہے کہ حضور کے نزدیک آیت اذا الرسل اقتت میں لفظ رسل سے مراد سلسلہ محمدیہ کے تمام خلفا ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ خلفاء سلسلہ محمدیہ سب کے سب محدث تھے پس قرآن شریف کا ان کو رسول کہنا انہی معنوں سے ہو سکتا ہے کہ وہ سب بروزی اور امتی رسول تھے ورنہ حقیقی رسول تو وہ تھے ہی نہیں کہ انہیں رسول کہا جاتا اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ہر محدث امتی نبی ہوتا ہے اور یہ کہ حضرت اقدس نے پہلے محدثین کی جماعت میں ہی اپنے آپ کو بھی داخل کیا ہے، پس جناب میاں صاحب مکرم کا یہ کہنا کہ پہلے محدثین بروزی نبی نہ تھے اور یہ کہ حضرت اقدس محدثیت سے کوئی بالا مقام رکھتے تھے حضرت اقدس کی تحریروں کے صریح خلاف ہے حوالے تو اور بھی بہت ہیں لیکن طوالت کے خوف سے صرف انہی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

جناب میاں صاحب مکرم اور ان کے رفقاء سے ایک مطالبہ جس قدر حوالے میں نے نقل کئے ہیں وہ اسبات کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں کہ نبی کریم صلعم سے قبل کے انبیاء بھی امتی نبی بنانے کی قوت قدسیہ رکھتے تھے اور یہ کہ وہ ظلی بروزی امتی نبی بناتے رہے ہیں اور یہ کہ امتی نبی درحقیقت محدث کا ہی دوسرا نام ہے اور یہ کہ حضرت اقدس درجہ اور شان کو الگ رکھ کر انہی معنوں میں امتی نبی تھے جن معنوں میں دوسرے محدثین تھے اور یہ کہ آپ محدثین کی جماعت کے ہی ایک فرد تھے نہ کہ انبیاء کی جماعت کے اس بحث کو ختم کرنے سے قبل میں جناب میاں صاحب مکرم اور آپ کے رفقا سے یہ مطالبہ کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اگر ان کو اب بھی اپنے عقیدہ کی صحت پر اصرار ہے کہ نبی کریم صلعم سے قبل کسی نبی میں امتی نبی بنانے کی قوت قدسیہ نہ تھی تو وہ اپنے اس خیال کی تائید میں حضرت اقدس کا ایک ہی قول نقل فرمائیں لیکن وہ قول اسی طرح کا صاف اور واضح ہونا چاہیئے جس طرح کے واضح اور صاف اقوال میں نے پیش کئے ہیں ان کے اپنے قیاسات اور استدلالات درکار نہیں بلکہ حضرت اقدس کی نص درکار ہے۔

والسلام على من اتبع الهدى وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين؛

ضروری تصحیح

محترم جناب شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری کا ایک مضمون مسئلہ نبوت کے متعلق پیغام صلح ۳ مارچ ۴۳ء کے صفحہ ۸ پر شائع ہوا ہے اس کے کالم ۲ میں آخری ضمنی سرخی کے نیچے "حضرت اقدس نے نبوت کی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے اس کے لئے جو شریعت کا لانا" کے آگے" یا براہ راست نبوت حاصل کرنا" فقرہ کاتب سے رہ گیا ہے احباب تصحیح فرمالیں۔ (مدیر)

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ۔ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

پیغامِ صلح

ایڈیٹر — ایس محمد آصف ۔ بی اے

جائنٹ ایڈیٹر — شیخ محمد انعام الحق

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب
ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آن کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادہ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفراست و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات
۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آیندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں
سب مجددوں کا ماننا ضروری۔
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

جلد ۳۱ | لاہور ۔ یوم چہارشنبہ ۱۷ ربیع الاول ۱۳۶۲ھ م ۲۴ مارچ ۱۹۴۳ء | نمبر ۱۲

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ ..... الخ

اس آیت کی مصداق سوائے جماعت احمدیہ کے اور کوئی اسلامی جماعت نہیں

آج سے تقریباً نصف صدی قبل جب حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے اعلائے کلمۃ الاسلام کے لئے ایک خالص اسلامی اجتماع کی بنیاد رکھی تو مولویوں نے شور اور غوغا بلند کرنا شروع کر دیا تھا کہ یہ ایک بدعت ہے جس کے جواب میں حضرت بانی سلسلہ نے فرمایا تھا۔

"یہ نادان یہ بھی نہیں جانتے کہ تدبیر اور انتظام کو بدعات کی مد میں داخل نہیں کر سکتے۔ ہر یک وقت اور زمانہ انتظام جدید کو چاہتا ہے اگر مشکلات کی جدید صورتیں پیش آویں تو بجز جدید طور کی تدبیروں کے اور ہم کیا کر سکتے ہیں پس کیا یہ تدبیریں بدعات میں داخل ہو جائیں گی؟"

یہ وہ زمانہ تھا جبکہ عام مولوی! نام نہاد مولوی! اسلام کی ترقی احیاء اور اعلاء کیلئے نظام اور تدبر کو بدعت سمجھتے تھے اور ان کی سمجھ میں ہی یہ بات نہ آسکتی تھی کہ احیائے اسلام کے لئے ایک جمعیتہ اسلام کا قیام اشد ضروری ہے اور یہ قرآن مجید کے ارشاد کے مطابق ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :- ولتكن منكم امة يدعون الى الخير ويامرون بالمعروف وينهون عن المنكر واولئك هم المفلحون لیکن حضرت بانی سلسلہ کو ہی عالم اسلام میں سب سے پہلے اس امر کا شعور ہوا کہ حالات بالکل بدل چکے ہیں اسلئے ان کے مطابق ہی ہمیں دین اسلام کی ترقی اور نصرت کے لئے کوشش کرنا چاہئے کیونکہ اسی سے وہ جمود ٹوٹ سکتا ہے، جو کہ مسلمانوں کے انحطاط کی علامت ہے اور اسلام کے تبلیغی نظام میں حرکت پیدا کی جا سکتی ہے سو آج سے بہت عرصہ پہلے جمعیتہ اسلامیہ کا قیام معرض وجود میں آیا اور اشاعت اسلام کے لئے ایک جماعت کی بنیاد رکھی گئی اور یہ وہ جماعت ہے جس کے متعلق ڈاکٹر سر اقبال مرحوم بھی ۱۹۱۱ء کے خطبہ میں یہ کہنے پر مجبور ہو گئے تھے کہ اگر ٹھیٹھ اسلامی اخلاق اور سیرت کا نمونہ دیکھنا ہو تو قادیان میں جا کر دیکھو" آج بھی صرف یہی جمعیتہ اسلامیہ ہے جو کہ دنیا میں جماعت احمدیہ کے نام سے مشہور ہے اسلامی تعلیمات کی حامل ہے اور اسلامی تمدنی روح سے لبریز ہے اور اسکے خضر راہ کارل مارکس، نطشہ اور مکیاولی نہیں بلکہ خدا اور خدا کے برگزیدہ رسول محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اور وہ اکناف عالم میں اشاعت اسلام کے عظیم الشان پروگرام کو بروئے کار لانے کے لئے ہر وقت کوشاں ہے اور یہ جماعت کسی فلاسفر اور مفکر کی قائم کردہ نہیں اور نہ ان مذاہب میں جن کی بنیاد وحی اور تنزیل پر ہوا کرتی ہے۔ کوئی عمرانی مفکر احیاء کا کام کر سکتا ہے اس لئے اللہ تعالےٰ نے یہ وعدہ فرمایا انا نحن نزلنا الذكر وانا له لحافظون (۹:۱۵) ترجمہ :- ... اس دین کا احیاء قیامت تک کے لئے خدا تعالےٰ نے اپنے ذمہ لیا ہے جب کبھی اسلامی اصولوں پر مردنی چھانے لگے گی تو اس امت کے سواد سے ہی اللہ تعالےٰ ایسے مرد کامل کو کھڑا کرے گا جو قرآن مجید اور اسلام کے محاسن کو اجاگر کرے اور اسلامی تمدن اور سیرت کی حقیقی روح کو از سر نو زندہ کریگا جیسا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ان الله تعالىٰ يبعث لهذه الامة على راس كل مائة سنة من يجدد لها دينها - ترجمہ :- اللہ تعالےٰ اس امت میں ہر صدی پر ایک مجدد پیدا کرے گا جو دین اسلام میں اپنی روح صداقت سے ایک تازگی اور نئی زندگی پیدا کرے گا چنانچہ اس زمانہ میں بھی اللہ تعالےٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق ایک مرد کامل کو احیائے دین اسلام کے لئے مبعوث فرمایا

مسلمان مدبر اور مفکر سارے اسلامی سواد میں زمان و مکان کے لحاظ سے نگاہ دوڑا کر دیکھ لیں تو انہیں سوائے جماعت احمدیہ کے کوئی اور جمعیتہ اسلامیہ ایسی نظر نہ آئے گی جو اسلامی تعلیمات کی حامل ہو اور اسلامی تمدنی روح سے لبریز ہو کر اس کی نشر و اشاعت کے لئے کوشاں ہو اور ہر وقت اس جہاد میں منہمک ہو اور جو کام دین کی نصرت اور خدمت کا خدا تعالےٰ نے اس جماعت سے لیا ہے وہ کسی اور جماعت نے کر دکھایا ہو اگر ہے تو اسے پیش کیا جائے۔ اگرچہ ایک سالوں میں دو ایک تبلیغی ادارے قائم بھی ہوئے ہوں گے تو وہ جماعت احمدیہ کی تقلید میں اور انہیں اصولوں پر کام کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور جماعت احمدیہ کی رہنمائی کے۔ اپنی روش سے معترف ہیں لیکن انہیں اس وقت تک وہ کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی جو کہ جماعت احمدیہ کو حاصل ہے۔ جب تک وہ ایک زندہ تعلق عصر حاضر کے امام کے ساتھ پیدا نہ کریں اور آج جس جمعیتہ اسلامیہ کو ان اغراض و مقاصد کے لئے قائم کرنے کی کوشش کی جائیگی یہ کوشش اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک کہ اس جمعیتہ اسلامیہ کو حضرت امام وقت کی رہنمائی حاصل نہ ہو۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

ختم نبوت

ظاہر ہے کہ یہ بات مستلزم محال ہے کہ خاتم النبیین کے بعد جبرئیل علیہ السلام کی وحی رسالت کیساتھ آمد و رفت شروع ہو جائے۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۵۸۳)

"لیکن خدا تعالیٰ ایسی ذلت اور رسوائی اس امت کے لئے اور ایسی ہتک اور کسر شان اپنے نبی مقبول خاتم الانبیاء کے لئے ہرگز روا نہیں رکھے گا کہ ایک رسول کو بھیجکر جس کے آنے کیساتھ جبرائیل کا آنا ایک ضروری امر ہے اسلام کا تختہ ہی اُلٹ دیوے، حالانکہ وہ وعدہ کر چکا ہے کہ بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کوئی رسول نہیں بھیجا جائے گا"۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۵۸۶)

" قرآن کریم بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا خواہ وہ نیا رسول ہو یا پرانا ہو کیونکہ رسول کو علم دین بتوسط جبرائیل ملتا ہے اور باب نزول جبرائیل بہ پیرایہ وحی رسالت مسدود ہے، اور یہ بات خود ممتنع ہے کہ دنیا میں رسول تو آوے مگر سلسلہ وحی رسالت نہ ہو" (ازالہ اوہام صفحہ ۷۶۱)

"کیونکہ یہ بات اللہ عزوجل کے اس قول کے مخالف ہے جو آیت ذیل میں ہے۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی ایک شخص کے باپ تو نہیں مگر اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں، کیا نہیں جانتے کہ خدائے کریم و رحیم نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر کسی استثناء کے خاتم الانبیاء قرار دیا ہے۔ اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور تفسیر آیت مذکور فرمایا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں"۔ (ترجمہ از حمامۃ البشریٰ صفحہ ۲۰)

تحریک صدقہ قرضہ کے متعلق ضروری اعلان

جماعت کے وہ احباب جنہوں نے ابھی تک تحریک صدقہ قرضہ میں حصہ نہیں لیا ان میں سے جو دوست اس تحریک میں حصہ لینا چاہیں وہ ۳۱ مارچ ۱۹۴۳ء تک حسب توفیق رقم بھیجدیں۔ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی یہ خواہش ہے جیسا کہ حضرت ممدوح نے ایک گذشتہ خطبہ جمعہ میں ارشاد فرمایا کہ جماعت کے سب احباب اس مبارک تحریک میں حصہ لیں امید ہے جماعت کے وہ دوست جنہوں نے ابھی تک اس تحریک میں حصہ نہیں لیا وہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کے اس ارشاد پر ۳۱ مارچ ۱۹۴۳ء تک ضرور لبیک کہیں گے۔

شذرات

(از محمد انعام الحق)

سادہ غذا کے فوائد ہز ہائی نس نیام صاحب نانگر ... سابق والی ... نے ۱۱ مارچ کو بمقام حیدر آباد دکن صحافتی مجلس میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے اپنے مشاہدات کی بنا پر فرمایا کہ انگلستان میں:-

"اغذیہ پر سختی کے ساتھ عمل کی تحدید عائد ہے کھیل تماشے یا سامان تفریح مفقود ہیں۔ ڈنر کے موقعوں پر جہاں سابق میں چھ سات قسم کے کھانوں کا رواج تھا اب اسکو صرف ... تک محدود کر دیا گیا ہے متوسط اور ادنیٰ درجہ کے باشندوں کی صحت بہت اچھی ہو رہی ہے، اسلئے کہ اب انہیں سادہ غذائیت دار غذا مل رہی ہے۔ اعلیٰ طبقہ ابھی نسبتاً زیادہ صحت مند ہے کیونکہ اب انہیں اپنی عادت سے بہت کم غذا میسر آ رہی ہے۔"

اس بیان کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ جنگ کی وجہ سے پیدا شدہ قلت غذا اہل انگلستان کے لئے نقصان کی بجائے فائدہ کا موجب ہوئی ہے اور یہ طبی دنیا کی ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ ننانوے فیصدی حالتوں میں انسان کو قلت غذا سے بہت زیادہ نقصان چٹورپن اور بسیار خوری سے پہنچتا ہے۔ سادہ نفری متوازن سادہ غذا جسمانی لحاظ سے صحت بخش ہونے کے علاوہ انسان کی روحانی صحت اور اس کے اخلاق و کردار کے لئے بھی ازبس مفید ہے اور اسکو دلی اطمینان و آسودگی بخشتی ہے۔ اسلام نے بسیار خوری اور چٹورپن سے منع کیا ہے۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم، خلفائے راشدین اور بیشمار بزرگان دین و اولیائے امت نے اپنے ارشادات و عمل سے مسلمانوں کو کم خوری سادہ غذا کی تلقین فرمائی ہے۔

دور حاضرہ کا مسلمان زبان کے چسکے اور کھانے کے تکلفات کی وجہ سے خراب و برباد ہو رہا ہے۔ اگر جنگ کی مشکلات میں وہ اپنی اس تباہ کن عادت کو چھوڑ کر سادہ غذا کا عادی ہو جائے تو سامان خورد و نوش کی موجودہ ہوشربا گرانی و کم یابی اس کے لئے زحمت و پریشانی کی بجائے بہت بڑی حد تک رحمت بن سکتی ہے۔

سر جوگندر سنگھ کا مذہبی جذبہ کچھ عرصہ ہوا ہز ایکسیلینسی وائسرائے ہند کی کونسل کے سکھ رکن آنریبل سر جوگندر سنگھ نے نشرگاہ دہلی سے ایک مذہبی تقریر "گورو نانک کی تعلیمات" کے عنوان سے نشر کی تھی جو ... حکومت ہند کے پندرہ روزہ پرچہ "مرکزی اطلاعات" میں بھی شائع ہوئی۔ یہ تقریر ... کے دوست ماجد مسر ... سنگھ کی ایک ... تصنیف سے ماخوذ ہے۔

اخبار بین حضرات اس امر سے بخوبی واقف ہوں گے کہ سر جوگندر سنگھ ایک مشہور انگریز دان اور ماہر قانون اور وائسرائے کی کونسل کے پہلے سکھ ممبر ہیں۔ لیکن یہ انگریزی دانی ... اور ... منصب ان کو اپنے دھرم اور مقدس مذہبی پیشوا کے متعلق سرکاری نشرگاہ سے یہ تقریر کرنے سے نہ روک سکا۔ اپنے مذہب کے ساتھ وابستگی اور اس کا دلیرانہ اظہار انتہائی قابل تعریف ہونے کے علاوہ ان ... زدہ اور بزدل مسلمانوں کے لئے سبق آموز بھی ہے جو اعلیٰ سرکاری عہدوں پر پہنچنے کے بعد اسلام کے متعلق کوئی کلمہ زبان پر لانا اپنی شان و مصلحت کے خلاف سمجھتے ہیں۔

ہندو و سکھ ریاستوں کی اردو دشمنی یہ امر نہایت افسوسناک اور باعث تشویش ہے کہ کچھ عرصہ سے بہت سی ہندو و سکھ ریاستوں میں اردو زبان کی مخالفت غیر معمولی شدت کے ساتھ کی جا رہی ہے۔ جنگ سے پیدا شدہ حالات مسلمانوں اور انصاف پسند غیر مسلموں کے مسلسل احتجاج کے باوجود ... اردو کو بلا وجہ مٹانے کی ظاہر ... کوششیں پیہم جاری ہیں۔ گوالیار کے سرکاری دفاتر اور عدالتوں سے مہاجائی اور کانگریسی ہندو ملک کی اس مشترکہ زبان کو خارج کرا چکے ہیں اب ... کے بہت سے ... اس مقصد کے لئے کوشاں ہیں۔ گذشتہ دنوں وہاں گاندھی جی کے ایک مقلد نے اردو کو حدود ریاست سے خارج کرانے کی خاطر مرن برت رکھ لیا تھا جس سے مرعوب ہو کر حکومت جے پور کو اردو دشمنوں کے حسب منشاء ایک اعلان جاری کرنا پڑا جس میں بہت جلد اردو کو ریاست بدر کا وعدہ کیا گیا ہے اس اعلان پر سارا اسلامی ہند اور تمام ہی خواہان اردو مضطرب ہیں۔

جن لوگوں کے زیر اثر ہندو و سکھ ریاستیں اردو دشمنی کے یہ افسوسناک مظاہرے کر رہی ہیں وہ اردو کے علاوہ ان ریاستوں اور ان کے سارے ... کے بھی دشمن ہیں ـــــ لیکن افسوس ہندو و سکھ روسا سب کچھ جاننے کے باوجود آنکھیں بند کئے ہوئے ہیں ـــــ صرف ہی خواہان اردو کی موثر جد و جہد اور قسم ... بانیاں ہی انہیں اردو کشی کے ظلم سے باز رکھ سکتی ہیں۔

دکن کی ایک معاون جماعت

اللہ تعالیٰ کے فضل سے حیدر آباد دکن میں ہمارا مشن رفتہ رفتہ خاموشی کے ساتھ کامیابی کے مراحل طے کر رہا ہے اس کے ذریعہ سلسلہ کا لٹریچر سلطنت آصفیہ کے علاوہ وسطی ہند میں بھی موثر طریق پر پھیل رہا ہے۔ دار السلطنت حیدر آباد میں ہماری باقاعدہ جماعت قائم ہو چکی ہے۔ اس مشن اور مقامی جماعت کے قیام سے قبل دکن میں بالعموم محمودی عقائد ہی کو احمدیت سمجھا جاتا تھا۔ جماعت لاہور کے وجود اور احمدیت کے صحیح عقائد کا لوگوں کو بہت کم علم تھا۔ لٹریچر کے پھیلنے سے ... سابقہ غلط فہمیاں دور ہو رہی ہیں اور پبلک ہماری جماعت، اس کے عقائد اور خدمات دینی سے واقف ہو رہی ہے اور اس کے ساتھ ہی انہیں محمودی جماعت کی حیثیت اور اصلی مقام بھی معلوم ہو رہا ہے۔

دکن میں حیدر آباد و سکندر آباد کے علاوہ تماپور، یادگیر و دیگر مقامات پر محمودیوں کی کافی قدیم اور خاصی جماعتیں موجود ہیں۔ الحمد للہ اس علاقہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک مخلص معاون دے دیا ہے جو اپنی بساط کے مطابق خلوص و خاموشی کے ساتھ خدمت دین کے کام میں مصروف ہیں۔ ان کے ذریعہ ہمارا لٹریچر ... علاقہ کے بہت سے لوگوں تک پہنچ رہا ہے۔ بعض مصلحتوں کی بنا پر سردست اخبار میں ان کے نام کی اشاعت مناسب نہیں لیکن احباب کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ خلوص دل سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ان معاون کی مساعی، ہمت اور جوش عمل میں برکت دے اور جگہ جگہ ان جیسے بہت سے معاون خدمت دین کے لئے پیدا کر دے۔ آمین ثم آمین۔

لاہور میں ایک خطرناک خفیہ ہندو جماعت معزز معاصر "انقلاب" کا بیان ہے کہ لاہور میں:-

"ایک خفیہ ہندو جماعت ہے جس کا اڈا راوی روڈ پر ایک ہندو یتیم خانے میں بتایا جاتا ہے۔ سنا ہے کہ یہ گروہ سخت متعصب اور خطرناک ہندوؤں کا ہے جو مسلمانوں کے خلاف ایک تشدد پسند پارٹی کو منظم کر رہے ہیں۔ ... ضرورت اس امر کی ہے خفیہ پولیس کے آدمیوں کو اس گروہ کا سراغ لگانے پر متعین کیا جائے تاکہ ان کا راز فاش ہو جائے۔ وہ شہر کے امن و امان کو خطرے میں نہ ڈال سکیں"۔

(۲۲ فروری ۱۹۴۳ء)

قبل ازیں بھی متعدد اصحاب و اخبارات کی طرف سے اس قسم کے خطرات کا اظہار ہو چکا ہے حال ہی میں پولیس کی بعض خانہ تلاشیوں سے جو نتائج ظاہر ہوئے ہیں ان سے بھی ان اندیشوں کو تقویت پہنچتی ہے۔ لہٰذا ہم معاصر محترم "انقلاب" کے مطالبہ کی تائید کرتے ہوئے حکومت پنجاب سے خواہاں ہیں کہ وہ بیان کردہ خفیہ جماعت کا سراغ لگانے کی پوری کوشش کرے اور یہ کام خفیہ پولیس کے کسی ہوشیار، تجربہ کار اور دیانتدار افسر کے سپرد کیا جائے۔

ذمہ دار امن دوست اور اتحاد پسند ہندو لیڈروں سے بھی ہماری درخواست ہے کہ وہ اپنی قوم میں اس قسم کی تشدد پسند جماعتوں کے قیام اور ان کے فروغ کو روکیں جس کا ایک موثر طریق یہ ہے کہ ان کے خلاف برملا اظہار ملامت کیا جائے اور ان کو قانونی گرفت سے محفوظ رکھنے کی بجائے قانون کے سپرد کرنے میں امداد دی جائے۔ ایسی تشدد پسند امن دشمن اور ہمسایہ کش جماعتیں خواہ وہ ہندوؤں میں ہوں یا مسلمانوں، سکھوں اور عیسائیوں میں قطعاً کسی رعایت یا ہمدردی کی مستحق نہیں ہیں۔

پبلک جلسہ

ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور کا عید میلاد النبیؐ کے سلسلہ میں ایک خاص اجلاس بروز اتوار ۱۴ مارچ کو بعد از نماز مغرب زیر صدارت مولانا مولوی محمد یعقوب خانصاحب منعقد ہوا مولوی امیر علی صاحب کی تلاوت قرآن مجید کے بعد جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی۔ عزیزان رشید احمد، اقبال احمد نسیم اور کلیم نے نظمیں سنائیں جناب محمد اعظم صاحب علوی نے اپنے تازہ کلام سے حاضرین کو محظوظ کیا۔ جناب صدر کی افتتاحی تقریر کے بعد حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ پر حضرت مولانا مولوی صدرالدین صاحب مبلغ انگلستان و جرمنی نے ایک بصیرت افروز تقریر فرمائی۔ جسے حاضرین نے بہت پسند فرمایا۔ دعا پر جلسہ برخاست کیا گیا۔

شیخ محمد طفیل ایم۔ اے

سکرٹری ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور۔

باجلاس خان محمد سرفراز خاں ایم۔ ایس۔ سی۔ ایل۔ ایل۔ بی۔

سب جج صاحب بہادر ٹوبہ ٹیک سنگھ لورالائی

بمقدمہ فرم سردار پشاور سنگھ تیندر سنگھ، بیر سنگھ واقعہ بازار فورٹ سنڈیمن بذریعہ سردار پشاور سنگھ ولد جوالا سنگھ ذات سکھ حال فورٹ سنڈیمن مدعی۔

بنام

سردار ی لال ولد نامعلوم قوم ہندو سکنہ ڈسکہ ضلع سیالکوٹ سابق حلوائی فورٹ سنڈیمن مدعا علیہ۔

دعوے ۹۲/۴

مقدمہ مندرجہ صدر میں مدعا علیہ روپوش ہے اور باوجود تلاش کے کچھ پتہ مدعا علیہ کا نہیں ملا اسلئے یہ اشتہار دیا جاتا ہے کہ اگر مدعا علیہ صدر بتاریخ ۸-۴-۴۳ اصالتاً یا وکالتاً بمقام فورٹ سنڈیمن بوقت ۱۰ بجے صبح حاضر عدالت ہو کر پیروی مقدمہ نہیں کرے گا۔ تو بموجب آرڈر ۹ قاعدہ ۶ مجموعہ ضابطہ دیوانی تجویز مقدمہ یکطرفہ عمل میں آوے گی۔

دستخط اور مہر عدالت سے آج بتاریخ ۱۵ مارچ ۱۹۴۳ء جاری ہوا۔

دستخط حاکم

(مہر عدالت)

ملتِ اسلامیہ کی وحدت کے بنیادی اصول

نسلیت اور وطنیت کا استیصال

(از جناب سید اختر حسین صاحب گیلانی مولوی فاضل۔ بی اے)

گذشتہ سے پیوستہ

یہ بھی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک خصوصیت ہے کہ آپ نے صرف تعلیم پیش کرنے پر اکتفا نہیں کیا، اچھے آدمی ہمیشہ اچھی باتیں کیا کرتے ہیں۔ مگر محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم صرف اچھی باتیں ہی نہیں کرتے بلکہ ان سب کو بہترین طریق پر عمل میں لاکر ایک بہترین نمونہ بھی قائم کرتے ہیں، اگر سب کچھ اسی تعلیم تک منحصر ہوتا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم انسانی وادوطان اور السنہ والوان کے بتوں کو جنہوں نے نوع انسانی کو ٹکڑے ٹکڑے کر رکھا ہے، عملاً اسی طرح توڑ کر نہ دکھاتے جس طرح لات، منات، عزیٰ اور ہبل کو توڑ کر دکھایا تھا، تو ہمارے لئے اس خوبصورت وعظ میں بہت کم کشش کا سامان ہوتا، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام زندگی حق و باطل کا ایک معرکہ ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف شجر و حجر کے اصنام کو توڑ کر دکھایا بلکہ ان تمام اصنام کو ریزہ ریزہ کر دیا جو انسان کی ذہنی، علمی، تمدنی، اخلاقی، روحانی، سیاسی اور اجتماعی ترقی میں روک بن رہے تھے۔

تعمیرِ ملت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ملت اسلامیہ کی تشکیل بالکل نئے انداز پر کی، اور آج اس زمانہ میں بھی محسوس ہو رہا ہے کہ ملت اسلامیہ اور دیگر اقوام و ملل کے اصول میں کچھ بنیادی اختلاف ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس جمعیت کی بنیاد رکھی وہ مختلف النوع اجزاء پر مشتمل تھی، اس میں ابو بکر رض، عمر رض، عثمان رض، علی رض، طلحہ رض، زبیر رض، عبدالرحمان بن عوف رض، سعد بن ابی وقاص وغیرہم قریشی النسب بھی تھے،

عبداللہ بن سلام، اور مخیریق رض جیسے فاضل حبر اور ثعلبہ رض بن سعیہ، اسید رض بن سعیہ اور اسد بن عبید (جو تینوں بنی قریظہ سے تھے) اسرائیلی النسب بھی تھے، ابو کبشہ، فیروز دیلمی اور سلمان (جو اصفہان کے تھے) ایرانی النسل بھی تھے، صہیب رومی یا یونانی بھی تھے، بلال اور انسہ حبشی النسل بھی تھے، ابو موسےٰ اشعری، معاذ بن جبل، ابو ہریرہ یمنی بھی تھے۔ اور منذر بن عائذ بھی تھے، جو بحرین کے تھے،

یہ صرف اس جمعیت کے چند افراد ہیں جو خود پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں قائم ہوئی خلفائے راشدین کے عہد اور بعد کی اسلامی تاریخ کا ذکر کرنے کی ضرورت نہیں جس میں مشرق و مغرب کے مختلف خطوں اور مختلف نسلوں سے تعلق رکھنے والے لوگوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہکر اپنی زندگیاں اس مقصد کی خاطر وقف کر دیں، مقام غور ہے کہ پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسے مختلف النوع اجزاء پر مشتمل جمعیت کی تشکیل کی، تو وہ کیا اصول تھے، جنہوں نے اسرائیلی و اسمٰعیلی، عربی اور عجمی، حبشی اور رومی کو اس رشتہ اخوت میں منسلک کر دیا، جس کی نظیر خونی رشتوں میں بھی نظر نہیں آتی ظاہر ہے کہ کوئی قومی اور نسلی اصول نہ تو اس جمعیت کی اساس بن سکتے تھے اور نہ اسلام کے اس اعلان (Declaration) کے ساتھ موافقت رکھ سکتے تھے، جن میں شعوب و قبائل کو محض ذریعہ تعارف ہی قرار دیا گیا اسلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نوع انسانی کو اس سطحیت سے بلند کیا، اور **ایک خدا، ایک رسول، ایک کتاب، ایک مرکز** کے دینی، الٰہی، اور آفاقی اصول پر اس جمعیت کی بنیاد رکھی۔ اس ملت کو اگرچہ استحکام مدینہ میں نصیب ہوا لیکن اسکی ابتداء عہد نبوت کی ابتداء سے ہی ہو گئی تھی۔

بیعت عقبہ ثانیہ کے موقعہ پر جب براء بن معرور نے جو مدینہ سے آنے والے گروہ کے سردار تھے کہا کہ آپ کی مدینہ میں تشریف آوری پر ہم آپ کی کماحقہ نصرت کریں گے، تو ابوالہیثم بن التیہان نے کہا: "یا رسول اللّٰہ ان بیننا وبین الرجال حبالا وانا قاطعوھا یعنی الیھود فھل عسیت ان نحن فعلنا ذلک ثم اظھرک اللہ ان ترجع الیٰ قومک وتدعنا" کہ اے رسول اللہ ہمارے اور دیگر لوگوں یعنی یہود کے درمیان کچھ علائق ہیں اور ایسا تو نہیں ہوگا کہ ہم آپ کی نصرت کریں اور جب اللہ تعالیٰ آپ کو غالب کردے تو آپ اپنی قوم (قریش) کی طرف لوٹ جائیں اور ہمیں چھوڑ جائیں، فتبسم رسول اللّٰہ صلے اللہ علیہ وسلم ثم قال بل الدم الدم والھدم الھدم انا منکم وانتم منی۔ احارب من حاربتم واسالم من سالمتم۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور کہا خون، خون ہے، اور حرمت، حرمت ہے جس سے تم لڑو گے اس سے میں لڑوں گا، اور جس سے تم صلح کرو گے اس سے میں صلح کروں گا[1] اور اعلان کر دیا کہ ملت اسلامیہ کا تعلق تمام خونی رشتوں سے زیادہ واجب الاحترام ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے ارشادات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ عصبیت کی بنا پر تنظیم کرنا، اور عصبیت کی خاطر لڑنا جھگڑنا عند اللہ کس قدر برا ہے۔

معرکہ کفر و اسلام کا باعث یہ ملت چونکہ بالکل جدید بنیادوں پر قائم تھی، ایک خدا کے تصور پر جو رب العالمین ہے، اور سب قوموں کا رب ہے، ایک رسول کے تصور پر جو رحمۃ للعالمین اور خاتم النبیین ہے، سب قوموں کیلئے رحمت ہے، اور سب سے آخری رسول ہے، ایک کتاب پر جو ذکر للعالمین ہے اور تمام قوموں کے لئے موجب شرف و مجد ہے ایک مرکز پر جو ھدی للعالمین ہے اور تمام قوموں کے لئے امر حق کی طرف رہنمائی کا موجب ہے، اس لئے یہ ملت، نسلیت، وطنیت، اور قومیت کے پرستاروں کو ایک آنکھ نہ بھاتی تھی، کیونکہ اس کا یہ مطلب تھا کہ قریشیوں اور غیر قریشیوں کا اسرائیلیوں، اور اسماعیلیوں کا، رومیوں اور ایرانیوں کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ خیر الامم ہیں بالکل باطل ہے، اور اسی لئے سب قوموں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو ناکام کرنے کے لئے ایڑی سے چوٹی تک کا زور لگایا، ابو جہل جو بدر کے میدان میں تلوار لیکر نکلا تھا، تو اس لئے نہیں کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم لات و منات کے منکر ہیں، بلکہ اسلئے بھی کہ وہ سمجھتا تھا، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے آبائی رسم و رواج، قومی روایات، نسلی مفاخر اور ہر اس چیز کا جو جاہلی نظام حیات کی بنیاد ہے قلع قمع کرنا چاہتے ہیں اور بالکل اسی جذبہ کے ماتحت جس کے مطابق دنیا آج فرنگیت، اطالویت، اور جرمنیت کی خاطر لڑتی ہے وہ قریشیت کی عظمت برقرار رکھنے کی خاطر لڑائی کے لئے نکلا۔

نسلیت کا بت ٹوٹا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگوں پر بہت اعتراض ہوئے ہیں لیکن جس قدر تباہ کاریاں اس وقت اقتصادی جنگوں سے ہو رہی ہیں، ان کے مقابل تو ان جنگوں کو جنگ کہنا بھی زیب نہیں دیتا، بدر کے مقام پر صرف تین سو تیرہ مسلمان نکلے تھے، جو بے سر و سامانی کی حالت میں تھے، مقابل پر ایک ہزار کی تعداد میں قریشی فوج تھی[2] پہلے تین سو تیرہ اور پھر ایک ہزار مسلمانوں کا لڑائی کے لئے نکلنا انسانی لڑائیوں کی تاریخ میں کوئی اہمیت نہیں رکھ سکتا، **لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ لڑائیاں اگرچہ نہایت مختصر گروہ نے لڑیں لیکن تمام انسانی تاریخ میں پہلی لڑائیاں تھیں جو ایک خاص مقصد کی خاطر لڑی گئیں۔ ان دونوں لڑائیوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش ہی کو شکست نہیں دی بلکہ اسلام نے نسلیت کے بت کو ریزہ ریزہ کر کے رکھ دیا۔**

یہ تین سو تیرہ اصحاب بدر تو وہ تھے جن میں قریشی بھی ہیں اور غیر قریشی بھی بلالؓ حبشی بھی ہیں اور صہیب رومی یا یونانی بھی ابو کبشہ ایرانی بھی ہیں اور اوس و خزرج کے افراد بھی جن کو کسی نسل اور رنگ کے عقیدہ نے نہیں بلکہ ایک دینی اور آلہٰی تصور نے اور ایک ایمانی قوت نے بنیان مرصوص کی طرح مضبوط کیا تھا، جو محض اس لئے نکلے تھے کہ انہیں دین اللہ کی پیروی سے اور اللہ تعالےٰ کی عظمت کے اظہار سے روکا جاتا تھا۔ اسلئے وہ تو فی سبیل اللہ نکلے تھے اور خدا تعالےٰ کے دین کی عظمت کو قائم رکھنے کے لئے نکلے تھے، لیکن ذرا لشکر قریش کی حالت کو دیکھئے، ان کا تمام دارومدار اپنے نسلی امتیازات پر تھا، اور وہ اپنی نسلی عظمت کے ہی قیام کی خاطر نبرد آزما ہونے کے لئے نکلے تھے۔

ابو جہل کا نسلی فخر ولما رأی ابوسفیان انہ قد احرز عیرہ ارسل الیٰ قریش انکم انما خرجتم لتمنعوا عیرکم ورجالکم واموالکم فقد نجاھا اللہ۔ فارجعوا فقال ابو جھل بن ھشام واللہ لا نرجع حتی نرد بدرا وکان بدر موسما من مواسم العرب یجتمع لھم بہ سوق کل عام فنقیم علیہ ثلاثا فننحر الجزور، ونطعم الطعام ونسقی الخمر وتعزف علینا القیان وتسمع بنا العرب وبمسیرنا وجمعنا فلا یزالون یھابوننا ابدا بعدھا فامضوا۔ چنانچہ جب ابوسفیان نے دیکھا کہ اس نے اپنا قافلہ بچا لیا ہے، قریش کو پیغام بھیجا کہ تم اپنے قافلہ، اور آدمیوں، اور ان کی حفاظت کے لئے نکلے تھے، سو خدا نے انہیں بچا لیا، اس لئے لوٹ آؤ، ابو جہل بن ہشام بولا واللہ ہم اس وقت تک نہ لوٹیں گے جب تک کہ ہم بدر کے مقام پر نہ پہنچیں (بدر عرب کے میلوں میں سے ایک میلہ کی جگہ تھی جہاں ہر سال بازار لگتا تھا) اور وہاں تین دن ٹھہریں، جانور ذبح کریں، خوب کھلائیں، کھلوائیں اور خوب شراب کے دور چلائیں اور تمام اقوام عرب ہمارے متعلق اور ہمارے سفر اور ہمارے اجتماع کے متعلق سنیں، تاکہ ہمیشہ ہم سے ڈرتی رہیں لہٰذا بڑھتے چلو[3]

اس موقعہ پر قریش کے قائدین کے تمام رجزیہ اشعار، ان کے نعرے، ان کے جھنڈے محض قرشیت کی عظمت کا اظہار کر رہے تھے، اور ابو جہل نہ صرف ملت اسلامیہ پر اپنی نسلی عظمت کا سکہ بٹھانا چاہتا تھا بلکہ تمام اقوام عرب پر قرشیت کا رعب جمانے کا ارادہ رکھتا تھا

حضرت علی کا رجز حضرت علی رض نے اسلام اور کفر کے اس معرکہ کی حقیقت کو کیا ہی خوب سمجھا جب انہوں نے بدر کے مقام پر فرمایا:-

فجاء بفرقان من اللہ منزل
مبینۃ آیاتہ لذوی العقل
فآمن اقوام بذاک وایقنوا
فامسوا بحمد اللہ مجتمعی الشمل
وانکر اقوام فزاغت قلوبھم
فزادھم ذو العرش خبلا علی خبل

---

[1] سیرت از امام ابو محمد عبدالملک بن ہشام المصری المتوفی ۲۱۳ھ۔ ذکر البیعۃ الثانیہ الکبیرۃ بالعقبہ

[3] سیرت ابن ہشام ذکر امرا شراب بنی کنانہ وقریش وتحاجزھم عنہ وقعۃ بدر

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن مجید لے کر تشریف لائے جس کی آیات عقلمندوں کے لئے نہایت واضح ہیں سو مختلف اقوام اس پر ایمان لائیں اور اس پر یقین کیا اور اس کی بدولت ایک رشتۂ وحدت میں منسلک ہو گئیں اور کچھ اقوام نے اس کا انکار کیا جس کے سبب اللہ تعالےٰ نے انہیں بربادی پر بربادی ... حضرت علی خوب سمجھتے تھے کہ اقوام کے ... کے علاوہ ملت اسلامیہ کی بنیاد قرآنی اصول پر ہے اور ان اصول کا تقاضا ہے کہ نسل اور رنگ کی تفریقات کے باوجود اقوام مجتمع الشمل کر دیں، اور ایک رشتۂ وحدت میں منسلک کر دیں۔

حرث بن ہشام کا جواب { ابوجہل کے بھائی حرث بن ہشام

بن مغیرہ نے جو ان ابیات کا جواب دیا، وہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ وہ خوب سمجھتا تھا کہ قریش کے صنادید کس مقصد کی خاطر لڑ کر کٹ مرے کفار مقتولین کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے:۔

اصیبوا کراما لم یبیعوا عشیرة
بقوم سواھم نازحی الدار والاصل

کہ وہ بزرگی حاصل کر گئے کیونکہ انہوں نے اپنے قبیلہ کو کسی بے اصل اور بے خانماں قوم کے ہاتھ نہیں بیچا۔ گویا اس کے نزدیک ملت اسلامیہ جو مختلف اجزاء پر مشتمل تھی، چونکہ سب قومی اور نسلی علائق منقطع کر کے قائم ہوئی تھی لہٰذا نہ گھر رکھتی تھی نہ گھاٹ، وہ کہتا ہے کہ محمد (صلعم) نے تو اپنے قبیلہ کو ایسے لوگوں کے ہاتھ بیچ دیا جو نہ گھر کے ہیں نہ گھاٹ کے، مگر عمرو بن ہشام (ابوجہل) اور دیگر صنادید قریش نے یہ کمال کیا کہ اپنی نسل کی عظمت کی خاطر جانیں دے دیں ـــــ خوب غور کرو اگر جس جذبہ کو قریش لے کر اٹھے تھے کیا یہ چھوٹے پیمانہ پر وہی جذبہ نہیں جو آج جرمنی کی آریہ نسل کو یورپ کی دیگر نسلوں کو دنیا پر غلبہ اور استیلا کے لئے مجبور کر رہا ہے، بدر اور احد کے مقام پر جو جنگیں ہوئیں وہ اس اعتبار سے عدیم المثال ہیں کہ تاریخ انسانی میں پہلی مرتبہ یہ جنگیں نسلیت اور اسلام کے درمیان واقع ہوئیں قریش نسلیت کا ایک بہترین پیکر تھے ......

اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اس امر کو خوب سمجھتے تھے ... فلما راٰھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تصوب من العقنقل وھو الکثیب الذی جاؤا منہ الی الوادی۔ قال اللھم ھذہ قریش قد اقبلت بخیلاءھا وفخرھا تحادک وتکذب رسولک اللھم فنصرک الذی وعدتنی اللھم احنھم الغداۃ[1]۔ جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے قریش کو ٹیلے سے اترتے دیکھا تو کہا اے اللہ یہ ہے تیری قوم جو اپنے پورے کبر و نخوت کے ساتھ آئی ہے تاکہ تیری مخالفت کرے اور تیرے رسول کی تکذیب کرے، سو ایسی نصرت کی ضرورت ہے جس کا تو نے وعدہ دیا۔ اے اللہ انہیں آج ہلاک کر دے،

آپ کو معلوم تھا کہ یہ ایک خاص نوعیت کی جنگ ہے۔ اس میں قریش کو اگر غلبہ نصیب ہو گیا، ان کا کبر و نخوت (خیلاء) قائم ہو گیا تو بالفاظ دیگر نسلیت کے بت کی شوکت قائم ہو گئی اور یہی وجہ تھی کہ آپ نے بدر کے مقام پر سجدہ ریز ہو کر یہ دعا فرمائی، اللھم ان تھلک ھذہ العصابۃ لاتعبد کہ اے اللہ اگر آج یہ جمعیت جس کی بنیاد تیرے دین پر رکھی گئی ہے ہلاک ہو گئی تو پھر تیری عبادت دنیا پر نہ ہو گی[2]۔

بدر اور احد دونوں مقامات پر اسلام اور قرشیت کا تصادم ہوا فئۃ تقاتل فی سبیل اللہ واخری کافرۃ (آل عمران ع) ایک وہ گروہ تھا جو محض اللہ تعالےٰ کی خاطر لڑ رہا تھا، اور دوسرا وہ جو کا ذاتی امتیازات کی خاطر، ان دونو مواقع پر قرشیت کو شکست ہوئی اور ثابت ہو گیا کہ اسلام کے مقاصد میں داخل ہے کہ "نسلیت" کے بت کو ریزہ ریزہ کر دے۔

وطنیت اور قومیت کا استیصال { تاریخ گواہ

ہے کہ قریش کی نسلیت کا بت ٹوٹنے کے بعد ان میں یہ ہمت نہ ہو سکی کہ قرشیت کے نام پر دوبارہ ملت اسلامیہ کے مقابل نبرد آزمائی کے لئے نکلیں، عرب کے تمام شعوب و قبائل نے محسوس کر لیا کہ اگر یہ دین قائم رہا تو ان سب کی نسلی عظمت و شوکت خاک میں مل جائے گی، اسلئے ملک کے طول و عرض میں نقیب دوڑ گئے، کہ اسلام سب کا یکساں دشمن ہے اس کے مقابل سب متحد ہو جاؤ، اور عرب قومیت اور وطنیت کی بنا پر، مختلف اقوام نے ایک طرح کی تحریک وحدت عربیہ (Pan Arabian Movement) شروع کی جس کا نتیجہ جنگ احزاب کی صورت میں ظاہر ہوا، جبکہ قریش، بنی کنانہ، اہل تہامہ، بنی غطفان، بنی اسد، بنی سلیم، بنی سعد، دس ہزار کی تعداد میں مدینہ منورہ پر بڑھے، اور بالآخر مدینہ کی یہودی قوم بنی قریظہ بھی ان کے ساتھ مل گئی، جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے عرب کی تمام طاقتوں کو اس طرح اسلام کے استیصال کے لئے جمع دیکھا تو سعد بن عبادہ بن دلیم الساعدی، کو جو بنی خزرج کے سردار تھے اور سعد بن معاذ بن النعمان کو جو بنی اوس کے سردار تھے بلایا، قومیت کے اس بت کو توڑنے کے لئے تجاویز ہوئیں، اور دوران گفتگو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ واللہ ما اصنع ذلک الا لانی رأیت العرب قد رمتکم عن قوس واحدۃ وکالبوکم من کل جانب فاردت ان اکسر عنکم من شوکتھم الی امرما۔ کہ میں نے جو تجویز پیش کی ہے وہ صرف اسلئے ہے کہ میں دیکھتا ہوں کہ اس وقت تمام عرب تم پر ایک واحد کمان سے تیر چلا رہا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ ان کی اس قوت کو بھی توڑ کر رکھ دوں[1]

یہ اقوام عرب جو اسلام کے مقابل وطنیت اور عربی قومیت کے نام پر اس طرح متحد ہو کر تیر چلا رہی تھیں، کہ گویا ایک فرد واحد تیر چلا رہا ہو تقریباً ایک ماہ تک مدینہ منورہ کا محاصرہ کئے رہیں لیکن اللہ تعالےٰ نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں اس قومیت اور وطنیت کے بت کو بھی ریزہ ریزہ کرانا چاہتا تھا، اسلئے اللہ تعالیٰ کی نصرت نے مسلمانوں کی دستگیری کی، اور اتحادی فوجیں بری طرح تتر بتر ہو کر پسپا ہوئیں، یہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا بے نظیر کارنامہ تھا، کہ مدنی زندگی کے دس سال کے اندر اندر ملک عرب میں وہ انقلاب پیدا کر دکھایا کہ اگر ایک طرف وہ قوم جو بت پرستی، شراب نوشی، قماربازی بے حیائی اور لامذہبی میں اپنی نظیر نہ رکھتی تھی، تمام اقوام سے زیادہ آستانہ توحید پر جھکنے والی ہو گئی اور اپنی اخلاقی اور روحانی حالت کے اعتبار سے بلند ترین مقام پر پہنچ گئی، تو دوسری طرف انہی دس سال کے دوران میں عرب سے نسلیت اور قومیت کے جاہلی تصورات اس طرح غائب ہوئے کہ وہ وادیاں جو نحن بنو سلیم اور نحن بنو عامر جیسے نعروں سے ہزارہا سال سے گونج رہی تھیں اب ہمیشہ ہمیشہ کے لئے گنگ ہو گئیں اور پھر اگر وہاں سے کوئی آواز اٹھی تو نسلی برتری کی آواز نہ تھی، بلکہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کی آواز تھی اور "اللہ اکبر" کی آواز تھی یا "نحن مسلمون" کی آواز تھی، فتح مکہ پر جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کے تمام اصنام تڑوا دیئے تو خطبہ دیا۔

یا معشر قریش ان اللہ قد اذھب عنکم نخوۃ الجاھلیۃ وتعظمھا بالآباء۔ الناس من آدم وآدم من تراب ثم تلا ھذہ الآیہ یا ایھا الناس انا خلقناکم من ذکر وانثیٰ الآیۃ[2]۔ کہ اے قوم قریش اللہ نے تم سے جاہلیت کی نخوت، اور آباء پر فخر کرنا دور کر دیا ہے، سب انسان آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے ہے پھر حضور نے آیہ یا ایھا الناس انا خلقناکم من ذکر وانثیٰ وجعلناکم شعوباً وقبائل لتعارفوا، پوری کی پوری تلاوت فرمائی ـــــ حضور کا یہ خطبہ واضح کرتا ہے کہ آپ بخوبی سمجھتے تھے کہ شجر و حجر کے اصنام کے ساتھ ہی انساب و اوطان کے اصنام کا بھی آپکے ذریعہ خاتمہ ہو چکا ہے۔

کرد ثابت بر جہاں عجز بتاں
وانمود زور آں یک قادرے
تیر او تیزی بہ میداں نمود
تیغ او ہر جا نمودہ جوہرے
پہلوان حضرت رب جلیل
بر میاں بستہ ز شوکت خنجرے
(مسیح موعودؑ)

(باقی)

لائلپور میں عید النبی صلعم پر جلسے اور دعوتیں

۱۹ مارچ شب نو بجے جامعہ احمدیہ لائلپور میں عید میلاد النبی صلعم کی مبارک تقریب منائی گئی۔ میاں فضل حق صاحب نے قرآن کریم کی تلاوت فرمائی منشی فضل احمد صاحب و مسٹر احمد حسن صاحب نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں نعت خوانی کی۔ اس کے بعد میاں نصیر احمد صاحب بی ایس سی، الحاج شیخ میاں مولا بخش صاحب۔ الحاج شیخ میاں محمد صاحب۔ میاں ظہور احمد صاحب بی اے میاں فضل احمد صاحب بی اے۔ اور مرزا مظفر بیگ صاحب سابق مسلم مشنری کی تقریریں ہوئیں، ان تمام تقاریر میں سرکار دوعالم حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے پاکیزہ حالات اور حضور کے کمالات پر سیر کن بحث کی گئی جس کو حاضرین نے بڑی توجہ سے سنا۔ تقاریر کے بعد الحاج شیخ میاں محمد صاحب کی طرف سے شیرینی تقسیم کی گئی اور دعا کی گئی۔ رات بارہ بجے یہ بابرکت مجلس ختم ہو گئی۔

۲۰ مارچ دن کے پانچ بجے قیصری باغ میں مسلمانان لائلپور کی طرف سے حضرت نبی کریم صلعم کی یوم پیدائش کی خوشی میں وسیع پیمانہ پر ایک ٹی پارٹی کا انتظام کیا گیا ضلع کے ڈپٹی کمشنر، حکام، وکلاء، رؤساء اور معززین مدعو تھے، ہندو، مسلمان، سکھ، عیسائی غرض ہر طبقہ کے معززین کو دعوت تھی، سینکڑوں مہمان جمع ہوئے۔ انتظام بہت اعلیٰ تھا۔ سب سے پہلے مہمانوں کی تواضع چائے کیک پیسٹری اور مٹھائی سے کی گئی۔ ازاں بعد قرآن پاک کی تلاوت کی گئی۔ بہت سے شعرا نے اپنا نفیس کلام سنایا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدموں میں عقیدت کے منظوم پھول پیش کئے۔ غیر مسلم شعراء نے بھی حضور کی شان میں گیت گائے اور اس کے بعد مولوی اللہ دتہ صاحب جالندھری مبلغ قادیان، مرزا مظفر بیگ صاحب سابق مسلم مشنری اور مولوی نصر اللہ خان عزیز مدیر "مسلمان" لاہور کی تقریریں ہوئیں۔ تینوں تقریروں کو پبلک نے کامل سکون اور دلچسپی سے سنا۔ تقریروں میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اخلاق فاضلہ اور علو شان پر روشنی ڈالی گئی۔ مرزا صاحب نے اپنی تقریر میں حضور سرور کائنات کے متعلق ویدوں میں پیشگوئیوں کو بھی پیش کیا۔ غرض یہ دلچسپ اور پر رونق جلسہ نماز مغرب کے وقت ختم ہوا۔ جس کی یاد مدتوں دلوں میں رہے گی۔

۲۰ مارچ رات نو بجے پریمیر فلور ملز کے وسیع احاطہ میں الحاج شیخ میاں محمد صاحب کی طرف سے وابستگان ملز کو میلاد النبی کی خوشی میں دعوت طعام دی گئی جس کے انتظامات بہت وسیع تھے، امیر و غریب کا امتیاز مٹا دیا گیا تھا۔ غیر مسلم و مسلم کارکنان ملز نے بھائیوں بھائیوں کی طرح مل کر کھانا کھایا۔ کھانے کے بعد حاضرین کی پھلوں سے تواضع کی گئی۔ مہمانوں کی تعداد دو سو کے لگ بھگ ہو گی۔ کھانے سے فراغت پر تلاوت قرآن کریم کی گئی۔ پھر نعت خوانی ہوئی۔ اس کے بعد چوہدری نیاز محمد صاحب منیجر کارخانہ نے اپنے نیک دل مالکان کی خدمت میں ایک ایڈریس پیش کر کے انکے حسن سلوک کو سراہا اور ان کے اقبال میں مزید ترقی کی دعا کی۔ اس کے بعد میاں حمید احمد صاحب ذوالفقار فرزند رشید الحاج شیخ میاں محمد صاحب نے "اسلام ایک فطری مذہب ہے" کے عنوان سے تقریر کی۔ ذوالفقار صاحب سے یکایک تقریر کی درخواست کی گئی اور انکی اسکے لئے کوئی تیاری نہ تھی مگر خدا کے فضل واحسان سے انہوں نے خوبی سے اپنا مضمون ادا کیا۔ اس کے بعد [illegible] (نامہ نگار)

---

[1] سیرت ابن ھشام۔ ذکر ما قیل من الشعر فی یوم بدر

[1] سیرت ابن ہشام
[2] سیرت ابن ہشام

[1] سیرت ابن ھشام ذکر الخندق والقریظۃ والنضیر
[2] سیرت ابن ہشام، ذکر فتح مکہ۔

اسلام اور عقلِ انسانی

دنیا کے مذاہب میں اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو اپنے پیروؤں کو یہ ہدایت کرتا ہے کہ وہ قدرت کے وسیع نظارہ کا مطالعہ کریں اور فلسفہ اور علوم کی تحقیقات کریں، اسلام ہی ایک مذہب ہے جو نسل انسانی سے یہ چاہتا ہے کہ وہ اپنی عقلوں کو بھی تیز کریں اور نور قلب سے بھی کام لینا سیکھیں۔ دوسرے مذاہب کی کتب مقدسہ کے خلاف براہین و دلائل سے کام لینا سکھاتا ہے اور خود جو بات بتاتا ہے اس کے وجوہات بھی ساتھ دیتا ہے، خلاف عقل کبھی اور بلاوجہ کسی بات کو نہیں منواتا، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پر جب سب سے پہلی وحی نازل ہوئی وہ بھی علم قال کی طرف ہی ہدایت کرتی ہے اور وہ وحی یہ ہے اقرا باسم ربک الذی خلق خلق الانسان من علق اقرا و ربک الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان ما لم یعلم۔ پڑھ اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا انسان کو ایک خون کے لوتھڑے سے۔ پڑھ اور تیرا رب بڑا صاحب کرم ہے وہ جس نے قلم کے ساتھ علوم سکھائے، انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا (العلق) سب سے پہلی وحی میں پڑھنے اور لکھنے کی طرف قرات اور قلم کے ذریعہ علوم حاصل کرنے کی طرف توجہ دلانے میں اسلام کی پاک کتاب کے مقابل پر کوئی دوسری کتاب نہیں۔

فلسفہ اور حکمت انسان کو دوسری مخلوق پر ممتاز کرنیوالی چیزیں ہیں سو قرآن نے عجیب عجیب پیرایوں میں مسلمانوں کو فلسفہ اور حکمت کی طرف توجہ دلائی ہے، اسلام کا خدا خود ایک حکیم خدا ہے یعنی اس کے ہر ایک کام میں حکمت اور ہر ایک بات کے نیچے فلسفہ ہے۔ پھر وہ علیم بھی ہے یعنی سب کچھ جانتا ہے، اور ساری باتوں کا علم رکھتا ہے وانک لتلقی القرآن من لدن حکیم علیم (النمل) تجھ کو قرآن اس ذات پاک کی طرف سے سکھایا جاتا ہے جو صاحب حکمت تامہ اور صاحب علم کامل ہے، ساری مخلوقات کا پیدا کرنے والا، سب کی نشو و نما کرنے والا، سب کو اپنے کمال تک پہنچانے والا وہی ہو سکتا ہے جو علم اور حکمت کا سرچشمہ ہو اور جس کا علم و حکمت سب پر حاوی ہو۔ پھر وہی جب انسان کو اپنی صورت پر پیدا کرتا ہے تو کچھ شک نہیں کہ اس کے اندر علم اور حکمت اور فلسفہ کے حاصل کرنے کی خواہش بھی اسنے ضرور رکھی ہے، کہ علم کی فوقیت اور فضیلت کے اظہار کو قرآن کریم ایک جگہ بطور سوال کے رنگ میں ظاہر فرماتا ہے ھل یستوی الذین یعلمون والذین لایعلمون کیا وہ جو علم رکھتے ہیں اور وہ جو علم نہیں رکھتے برابر ہو سکتے ہیں اور ایک جگہ فرماتا ہے ھل یستوی الاعمیٰ والبصیر کیا اندھا اور بصارت والا برابر ہو سکتے ہیں، خود قرآن کو بھی حکمت اور فلسفہ کی کتاب کہا گیا ہے۔ تلک آیات الکتٰب الحکیم یہ پُر حکمت کتاب کی آیات ہیں۔

پھر اس کتاب کے اندر یہ تعلیم دی گئی ہے کہ مخلوقات بھی ایک اصول پر اور ایک قانون کے ماتحت پیدا کی گئی ہے اور اس عالم کے کل امور قوانین کے ماتحت چلتے ہیں۔ لغو طور پر اور اتفاقی طور پر کوئی امر نہیں ہوتا چنانچہ فرماتا ہے:۔ ما خلقنا السمٰوات والارض وما بینھما الا بالحق واجل مسمّی ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے حق و حکمت کے اقتضاء سے ہی اور ایک وقت مقررہ کے لئے پیدا کیا پھر بڑے پُر زور الفاظ میں قدرت کے نظاروں کی طرف توجہ دلاتا ہے۔

تنزیل الکتاب من اللہ العزیز الحکیم ان فی السمٰوات والارض لآیات للمؤمنین وفی خلقکم وما یبث من دابۃ آیات لقوم یوقنون واختلاف اللیل والنھار وما انزل اللہ من السماء من رزق فاحیا بہ الارض بعد موتھا وتصریف الریٰح آیات لقوم یعقلون۔ (الجاثیہ ۲-۵)

اس کتاب کا اتارا جانا اللہ کی طرف سے ہے جو غالب حکمت والا ہے، آسمانوں میں اور زمین میں مومنوں کے لئے یقیناً نشان ہیں اور تمہاری اپنی پیدائش میں اور حیوانوں میں جن کو زمین میں پھیلاتا ہے ان لوگوں کے لئے جو یقین رکھتے ہیں نشان ہیں، اور رات اور دن کے اختلاف میں اور اس رزق میں جو آسمان سے اللہ تعالیٰ نازل کرتا ہے پھر اس کے ساتھ زمین کو مر جانے کے بعد زندہ کرتا ہے اور ہواؤں کے تغیرات میں ان لوگوں کے لئے نشان ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں

پھر فرماتا ہے ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیراً کثیراً یعنی جس شخص کو حکمت دے دی جائے اس کو عظیم الشان خیر و برکت کا مالک بنا دیا جاتا ہے۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوتا ہے ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن لوگوں کو اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ تو وہ بھی حکمت سے اور اچھی نصیحت سے بلاؤ۔ اور جب ان کے ساتھ بحث کرو، تو احسن طریق پر۔

خود نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔ طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم ومسلمۃ علم کا طلب کرنا ہر مسلم مرد اور مسلم عورت پر فرض ہے۔

علوم پر اس قدر زور دینے کا ہی یہ نتیجہ تھا کہ مسلمانوں کے زمانہ میں ہسپانیہ میں علم کا وہ چرچا تھا کہ فرانس، جرمنی اور انگلستان کے طالب علم ہسپانیہ میں موروں سے علم حاصل کرنے کے لئے دوڑے چلے آتے تھے، اندلس کے سرجن اور ڈاکٹر علوم کے پیشرو تھے۔ عورتوں کو بھی علوم کے حاصل کرنے میں ترغیب دی جاتی تھی اور کارڈوا میں لیڈی ڈاکٹر بھی موجود تھیں، علم ہندسہ، علم نجوم علم نباتات، تاریخ فلسفہ اور اصول قانون میں کمال حاصل کرنے کے لئے اگر کوئی جگہ دنیا میں تھی تو وہ صرف مسلمان ہسپانیہ ہی تھا۔ ہر ایک قسم کے فنون۔ زراعت کا فن۔ آبپاشی کی علمی تجاویز۔ جہاز بنانے کا کام، کپڑا بننے کے اعلیٰ سے اعلیٰ سامان۔ سنگتراشی کا کمال۔ برتنوں کا بنانا اور عمارت کا فن غرضیکہ انسانی ضروریات کے متعلق ہر ایک قسم کے فنون کو ہسپانیہ کے مسلمانوں نے . . . تکمیل کو پہنچا دیا اور ان کے سارے فنون کے ساتھ ساتھ فنونِ جنگ میں بھی وہ سب پر غالب تھے غرض ہر چیز جو ایک سلطنت کو بڑا اور با اقبال بنا سکتی ہے، ہر وہ بات جو شائستگی اور تہذیب سکھاتی ہے اسلامی ہسپانیہ میں پائی جاتی تھی ( ) بہت سے مسلمانوں کے نام جنہوں نے علوم اور فلسفہ کو ترقی دی ہمیشہ کے لئے دنیا کی تاریخ میں روشن رہیں گے۔ یہی مسلمان فلاسفر اور ماہرین علوم ہی درحقیقت یورپ کے معلم ہوئے ہیں۔ شیم ایک یوروپین مؤرخ لکھتا ہے لاطینیوں کا فلسفہ صرف ایک علم منطق یا علم مناظرہ پر ختم ہو جاتا تھا اور ابھی کو وہ انسانی حکمت کا خلاصہ اور ماحصل سمجھتے تھے، یہ بالکل صحیح ہے کہ عرب کے فلاسفروں نے ہسپانیہ اور اٹلی میں بہت سے سکول بنا رکھے تھے۔ جہاں علم کے طالب گروہ در گروہ جاتے تھے اور فلسفہ عرب کے اصول اور قوانین کو سیکھ کر انہیں کو عیسائی سکولوں میں ترجیح دیتے تھے۔ یہ اقرار کرنا پڑتا ہے کہ سارا علم خواہ وہ علم طبیعات ہو یا علم نجوم یا فلسفہ یا علم ریاضی جس کا یورپ میں دسویں صدی میں چرچا نظر آتا ہے وہ سب عربی درسوں سے اخذ کیا گیا تھا اور ہسپانیہ کے مسلمان خصوصیت سے یوروپین فلسفہ کے پیدا کنندہ کہلانے کے مستحق ہیں۔"

چیمبرس انسائیکلوپیڈیا لکھتا ہے "عام طور پر کہا جا سکتا ہے کہ نویں صدی سے تیرھویں صدی تک مسلمان ہی وحشی یورپ کے مہذب معلم تھے۔ عربی۔ فلسفہ۔ علم طب۔ جغرافیہ تاریخ گرامر۔ علم فصاحت وغیرہ میں بہت سی ایسی تصنیفات کو پیدا کیا جو ہمیشہ کے لئے زندہ رہیں گی اور لوگوں کی تعلیم کا ذریعہ رہیں گی جب تک کہ تعلیم حاصل کرنیوالے رہیں گے"۔

قدوائی "معجز محمد صلعم" میں لکھتا ہے "یہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم ہی تھے جنہوں نے تمدن اور تہذیب کی اس بلند عمارت کا بنیادی پتھر رکھا تھا اس وقت سے ایک دنیا کی زینت کا باعث رہا ہے۔ مسلمانوں کو حکم تھا کہ علم پڑھا کریں کیونکہ خدا میں لگے رہیں قل رب زدنی علماً اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ فرمایا تھا کہ الحکمۃ ضالۃ المؤمن اخذھا حیث وجدھا حکمت اور دانائی کی بات تو مومن کا حق ہے اسے وہ اپنی ہی گمشدہ چیز سمجھے

حضرت مسیح موعودؑ کی تحریر

یشوعؑ کے نبی ہونے کے متعلق

(از محترم جناب شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری)

۱۷ مارچ ۱۹۴۳ء کے پیغام صلح میں میرا ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں میں نے ثابت کیا ہے کہ ظلی بروزی امتی نبی نبی کریم صلعم سے قبل کے انبیاء بھی بناتے رہے ہیں اور یہ کہ ظلی بروزی امتی نبی اپنی حقیقت کے لحاظ سے اولیاء ہی ہوتے ہیں مثال کے طور پر میں نے حضرت موسےٰ کے پہلے خلیفہ حضرت یشوعؑ بن نون کو پیش کیا ہے جنہیں حضرت اقدسؑ نے حضرت موسیٰ کا کامل بروز تسلیم کیا ہے اور جن کے متعلق صاف لکھا ہے کہ انہوں نے جو کچھ پایا حضرت موسیٰ کی کامل پیروی اور ان میں فنا ہو کر اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک انہی کا نام حاصل کر کے پایا حضرت یشوعؑ کے نبی ہونے کے متعلق علماء اسلام اور اصحاب قادیان کے اقوال تو میں نے اس مضمون میں پیش کر دیئے ہیں لیکن افسوس ان کے نبی ہونے کے متعلق حضرت اقدسؑ کی تحریر اس مضمون میں درج ہونے سے رہ گئی سو وہ تحریر بھی درج کی جاتی ہے احباب اس مضمون میں اسے بھی نوٹ کر لیں۔ حضرت اقدسؑ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت یشوعؑ کے درمیان مشابہتیں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں "مگر یشوع نبی کی طرح خدا کے پاک کلام سے ابوبکر صدیقؓ کو قوت ملی" (تحفہ گولڑویہ تقطیع خورد ص۹۶) اب جبکہ ایک طرف حضرت اقدسؑ حضرت یشوعؑ کو نبی تسلیم کرتے ہیں اور دوسری طرف یہ مانتے ہیں کہ جو کچھ انہوں نے پایا وہ سب حضرت موسیٰؑ میں فنا ہو کر اور انہی کی کامل پیروی سے پایا تو اس بات کے ماننے میں ایک احمدی کیلئے کیا عذر باقی رہ جاتا ہے کہ حضرت یشوعؑ بھی ظلی بروزی امتی نبی تھے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ وہ نبیوں کی فہرست میں داخل نہیں کئے جا سکتے کیونکہ حضرت اقدسؑ کے نزدیک نبیوں کی نبوت میں حضرت موسیٰؑ کی پیروی کا ذرہ بھر بھی دخل نہ تھا اسلئے یشوعؑ محدثین اور اولیاء کی جماعت کے فرد ہی شمار ہونگے پس اس سے صاف ثابت ہو گیا کہ ظلی بروزی امتی نبی جماعت اولیاء کا ہی فرد ہوتا ہے نہ کہ جماعت انبیاء کا پس جبکہ اصولی طور پر یہ ثابت ہو گیا کہ ظلی بروزی امتی نبی محدث ہی ہوتا ہے تو حضرت اقدسؑ کے لئے بھی یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ حضور بھی بوجہ ظلی بروزی امتی نبی ہونیکے محدث ہی تھے کسی بالا مقام کے مدعی ہرگز نہ تھے۔

اب میں دیکھتا ہوں کہ جناب میاں صاحب مکرم اور ان کے رفقاء حضرت اقدسؑ کی ان واضح اور کھلی کھلی تحریروں کی کیا قدر کرتے ہیں بیشک یہ ان کے ایمانوں کی آزمائش کا وقت ہے ان کے ان تمام دعاوی کو پرکھنے کا وقت ہے جو وہ ہر بات میں حضرت اقدسؑ کو حکم و عدل تسلیم کرنے اور حضورؑ کے ہر فیصلہ کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کے متعلق کیا کرتے ہیں بیشک اس نئے انکشاف سے انکو اپنے ہاتھ سے وہ تمام عمارت گرانی پڑتی ہے جس کو تیار کرنے میں انہوں نے ۲۸ سال صرف کئے ہیں لیکن اب اس کے بغیر چارہ بھی نہیں اب دو ہی صورتیں ہیں یا تو اس عمارت کو گرائیں یا حضرت اقدسؑ کے فیصلہ کو رد کریں خدا کرے وہ پہلی صورت کو ہی اختیار کریں اللہ تعالیٰ انہیں اس کی ہی توفیق عطا فرمائے آمین۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ

متفرق خیالات

{از مخدوم جناب شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر اخبار نور قادیان}

کاش ایسا ہوتا } ۲۰ دسمبر کا پرتاب لکھتا ہے "اگر برطانیہ مدبروں کو جن کا ہندوستان سے تعلق دو سو سال سے زیادہ نہیں اور سات ہزار میل کے فاصلہ پر رہتے ہیں اقلیتوں کا اتنا خیال ہے۔ تو کیا ہندو جو کئی صدیوں سے ان اقلیتوں کے ساتھ رہتے ہیں اور جنہیں وہ اپنا ہمسایہ اور بھائی سمجھتے ہیں اتنے ہی غیر ذمہ دار واقع ہوئے ہیں۔ کہ وہ اپنے ہمسایوں کے حقوق کی حفاظت نہ کریں گے" الفاظ بہت سنہری ہیں کاش اس پر عمل بھی ہوتا۔ کیا پرتاپ۔ کے ایڈیٹر صاحب کو سوامی ستیہ دیو کے وہ الفاظ بھول گئے جو انہوں نے ایک دفعہ ہندو مہاسبھا کے اجلاس میں کہے تھے۔ کہ "اگر مسلمانوں کو باجے کی آواز ناگوار گذرتی ہے تو وہ اپنی مسجدیں شہروں سے اٹھا کر باہر لے جائیں" صرف یہی نہیں بلکہ یہ بھی کہا۔ کہ "مسلمان ہندوستان میں رہ سکتے ہیں۔ مگر سری کرشن اور رامچندر وغیرہ کو اپنا بزرگ مان کر۔ رامائن اور مہابھارت کو اپنی کتابیں سمجھ کر۔ اور یہ تو ابھی کل کی بات ہے کہ مسٹر ساورکر نے اعلانیہ نہیں بلکہ فخریہ یہ کہا کہ ہندوستان میں مسلم راج کو ہم نے ختم کیا۔ اس ذہنیت کی موجودگی میں مسلمانوں پر جو اثر پڑ سکتا ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ مسلمان پاکستان کے لئے مجبور ہوئے ہیں۔

کانگرس اور اچھوت } مسٹر پی۔ ایم راج بھوج جنرل سیکرٹری

آل انڈیا اچھوت فیڈریشن نے اچھوتوں کی روش پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ ان کا خیال ہے کہ قومی حکومت کے مطالبہ سے پہلے ان سے ناانصافیاں دور کرائی جائیں وہ ہندوستان کے حبشیوں کی پوزیشن اختیار نہیں کرنا چاہتے مسٹر موصوف نے سمجھا کہ اچھوت جنگی ساعی کے حق میں ہیں۔ اور وہ ڈاکٹر امبیدکار کو اپنا لیڈر سمجھتے ہیں" کہلانے والے اچھوتوں کے روگ کی دوا نہ تو کانگرس کے پاس ہی ہے اور نہ ہندو مہاسبھا کے پاس اس بیماری کا علاج اسلام میں ہی ہے جن کے ہاں کوئی اچھوت نہیں۔ اگر کہلانیوالے اچھوت بھائی روحانی اور تمدنی رنگ میں اپنی پوزیشن کو بلند بالا دیکھنے کے خواہشمند ہیں تو وہ اسلام کے سایہ رحمت میں آجائیں جس کی یہ تعلیم ہے اکرمکم عند اللہ اتقکم نہ یہ کہ اکرمکم عند اللہ برھمنکم یعنی تم میں وہی معزز و مکرم ہے۔ جو پرہیزگار نیکوکار ہے۔ مضائقہ نہیں خواہ وہ کوئی ہو۔ نہ یہ کہ تم میں وہ مکرم ہے جو برہمن ہو۔ اور یہ اسی تعلیم کا اثر ہے کہ مسلمانوں میں وہ لوگ بھی بادشاہ بلکہ شہنشاہ ہو گذرے ہیں جنہیں دنیا کسی وقت غلام کہتی تھی لہذا کہلانیوالے اچھوت بھائی بھی اسلامی دولت سے مستفیض ہو کر اپنے درجہ کو روحانی اور تمدنی رنگ میں اونچے سے اونچا بنا سکتے ہیں۔

یہ ہندی؟ } ۲۱ فروری کا پرتاب ڈاکٹر گوبلز کی تقریر کے آخری حصہ کو اس طرح درج کرتا ہے "آخری ہفتہ میں ہمیں جس قدر بدقسمتی کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ وہ نہایت گہری اور محشر خیز اہمیت رکھنے والی تھی۔ ہمارے سپاہیوں نے سٹالن گراڈ میں جو بہادرانہ اور بھاری قربانیاں کی ہیں وہ رائیگاں نہیں جائیں گی۔ اور جنہیں بھوشیہ ثابت کرے گا"۔ اس تمام عبارت میں ایک لفظ ہندی کا آیا ہے اور وہ ہے "بھوشیہ" جس نے بلاشبہ ساری عبارت کا ستیاناس کر دیا اور میرا غالب خیال ہے کہ پرتاپ کے پڑھنے والے ۹۹ فیصدی، اس "بھوشیہ" کے معنوں سے ناواقف ہونگے، جہاں اس نے محشر خیز، اہمیت، قربانیاں اور رائیگاں وغیرہ عام فہم الفاظ استعمال کئے تھے وہاں اگر "بھوشیہ" کی جگہ "مستقبل" لکھ دیتا تو شان میں کوئی فرق نہ آجاتا۔ مگر ایڈیٹر پرتاب بھی سچا،

" روغن چراغ با تربوز خوردن
اگرچہ گندہ مگر ایجاد بندہ"

اسلامی اصولوں کی فتح } جناب گاندھی جی کی برت کی کامیابی پر ۱۴ مارچ کا آریہ اخبار پرتاپ لکھتا ہے کہ مہاتما جی کے کروڑوں ہموطنوں اور غیر ملکی دوستوں کی پرارتھنا (دعا) نے بھی اپنا اثر دکھایا ہے۔ سچے دل سے جو پرارتھنا کی جائے اس میں وہ اثر ہوتا ہے جس کا انسان کو خواب میں بھی خیال نہ آیا ہو" سوامی دیانند صاحب بانیٔ آریہ سماج نے اپنی مشہور تصنیف "ستیارتھ پرکاش" میں لکھا ہے۔ کہ دعا کا کوئی فائدہ نہیں اور یہ خوشی کی بات ہے کہ اب آریہ صاحبان دعا کے قائل ہو رہے ہیں۔ قبولیت دعا کا جتنا اسلام حامی ہے کوئی دوسرا مذہب شاید ہی ہو اور آریہ سماج کی یہ تبدیلی مبارک۔ کیونکہ اسلام کی طرف ایک قدم ہے۔

مسلمان اور گائے } ۵ مارچ کا "جاگرت" لاہور لکھتا ہے کہ "یہ حیرانی کی بات ہے کہ مسلمان بادشاہوں کے عہد میں بھی اتنی گئوکشی نہیں ہوئی بلکہ ان کے زمان آج تک موجود ہیں جن میں انہوں نے گئوکشی کو قانوناً بند کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ کئی ایک مسلمان بادشاہوں کے عہد میں گئوکشی کے جرم کی سزا پھانسی مقرر تھی جس کے بیسیوں تاریخی ثبوت ہیں۔ بھوپال کی شاہی لائبریری میں ابھی تک بابر کے اپنے بیٹے ہمایوں کے نام آخر دم میں کی گئی وصیت موجود ہے جس میں اس نے علاوہ دیگر کئی تاکیدوں کے ہندوستان میں گئوکشی بند رکھنے کی تاکید کی ہے" مسلمان بادشاہ اپنے وقت میں بہترین رواداری ہے ہیں مسلمان بادشاہوں کے وقت میں وزیر مال بالعموم ہندو ہوتا رہا ہے نہ صرف وزیر مال ہی بلکہ کمانڈر انچیف بھی۔ نہ صرف کمانڈر انچیف ہی بلکہ افغانستان جیسے سو فیصدی اسلامی آبادی رکھنے والے صوبے کا گورنر بھی۔ مگر اس بےنظیر رواداری کی قدر ہندو صاحبان نے کیا کی؟ میں تو کچھ نہیں کہتا ہاں پچھلے دنوں مسٹر ساورکر صدر ہندو مہاسبھا نے فخریہ یہ کہا تھا کہ ہندوستان میں اسلامی راج کو ہم نے ختم کیا۔

احمدی بچوں کا گیت

{از جناب محمد اعظم صاحب علوی سامانوی}

ہم دیں کی خاطر دنیا کی ہر چیز کو قرباں کر دینگے
اسلام کی شان و شوکت سے ہر شخص کو حیراں کر دینگے
اور باطل کو تکبیروں سے اک پل میں لرزاں کر دینگے
ہم خود بھی پریشاں خاطر ہیں ہر دل کو پریشاں کر دینگے
ہم دین کی خاطر دنیا کی ہر چیز کو قربان کر دینگے

دنیا کی زبانیں سیکھ کے ہم قرآں کی کرینگے تفسیریں
دکھلائیں گے اہل دنیا کو اسلام کی اصلی تصویریں
جب کوہ و دشت و صحرا میں گونجینگی ہماری تکبیریں
اس شمع ہدیٰ کی برکت سے ہر دل کو فروزاں کر دینگے
ہم دین کی خاطر دنیا کی ہر چیز کو قرباں کر دینگے

اک جام وحدت بھیجیں گے مغرب کے رہنے والوں کو
پیغام اخوت بھیجیں گے مغرب کے رہنے والوں کو
اک نور ہدایت بھیجیں گے مغرب کے رہنے والوں کو
ہر رنگ میں ہر اک صورت میں گھر گھر میں قرآں کر دینگے
ہم دین کی خاطر دنیا کی ہر چیز کو قرباں کر دینگے

ہم میٹھی نیند اڑا دیں گے غفلت میں سونیوالوں کی
ہم پھر سے ہمت باندھیں گے منزل کے کھونیوالوں کی
ہر مشکل آساں کر دینگے قسمت پہ رونے والوں کی
ہم ایسے نغمے چھیڑینگے ہر درد کا درماں کر دینگے
ہم دین کی خاطر دنیا کی ہر چیز کو قرباں کر دینگے

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بخیریت ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں گذشتہ جمعہ کو حضرت ممدوح لاہور سے باہر تشریف لے گئے تھے اسلئے حضرت ممدوح نے خطبہ جمعہ ارشاد نہیں فرمایا اسلئے حضرت ممدوح کا خطبہ اس شیوع میں شائع نہیں کیا جا رہا۔

— یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں خوشی سے سنی جائے گی کہ جناب مولوی مرتضےٰ خانصاحب کی صاحبزادی سعیدہ بیگم کا نکاح میاں عبدالرحمن صاحب اورسیر ولد ڈاکٹر محمد دین صاحب کھاریاں کیا تھا دو ہزار روپیہ مہر پر ۲۱ مارچ ۱۹۴۳ء کو ہوا خطبہ نکاح حضرت امیر ایدہ اللہ نے پڑھا۔ دعا ہے اللہ تعالےٰ اس رشتہ کو جانبین کے لئے موجب خیر و برکت بنائے آمین۔

— اہلیہ صاحبہ ایم۔ کے احسن صاحب ہیڈ کلارک سنٹرل آفس شوگر ملز رام پور سٹیٹ تحریر فرماتی ہیں کہ ان کے صاحبزادہ داؤد الرحمن کے میٹرک کے امتحان میں کامیابی کے لئے دعا کی جائے۔

— ایم۔ ایف۔ رحمان احمدی ٹی-ٹی-ای-ای آئی ریلوے ہوڑہ تحریر فرماتے ہیں کہ "میرے بچوں کی صحت خراب ہے ان کی صحت کے لئے احباب دعا فرماویں"۔

— ہماری جماعت کے بعض طلبا یونیورسٹی کے امتحانات دے رہے ہیں انکی کامیابی کے لئے احباب سلسلہ حضور قلب سے دعا فرمائیں۔

— جماعت کے بعض احباب بیمار ہیں اور بعض مالی مشکلات کا شکار ہیں ان کی صحت اور آسودگی کے لئے دعا کی جائے۔

سلسلہ میں شمولیت

مندرجہ ذیل دو اصحاب حضرت امیر ایدہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلسلہ میں شامل ہوئے ہیں دعا ہے اللہ تعالےٰ استقامت عطا فرمائے۔

(۷۲) غلام مرتضےٰ صاحب۔ دیب گراں ضلع ہزارہ

(۷۳) عبدالرحمن خانصاحب خاک۔ کھچی ضلع ہزارہ

قرآن کریم انسان کو کیا بنانا چاہتا ہے

حضرت اقدس مسیح موعود نے اپنے لیکچر جلسہ اعظم مذاہب میں انسان کی طبعی، اخلاقی اور روحانی حالتوں پر جو لطیف بحث کی ہے اور اس میں انسان کے ان اعلےٰ مدارج کو واضح کیا ہے جن پر قرآن مجید اسے پہنچانا چاہتا ہے اسکو ایک دوست نے عنوان بالا کے ماتحت اپنے الفاظ میں خلاصۃً لکھکر برائے اشاعت بھیجا ہے۔ مضمون چونکہ نہایت مفید اور کارآمد ہے اور اس پر حضرت مسیح موعود کی بیان کردہ باتوں کا لب لباب ہے اسلئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اسے ضیافت طبع احباب کے لئے ذیل میں درج کر دیا جائے۔

انسان کی طبعی، اخلاقی اور روحانی حالتوں کے تین مبداء قرآن کریم نے ٹھیرائے ہیں (۱) نفس امارہ جیسے فرمایا ان النفس لامارۃ بالسوء (۲) نفس لوامہ۔ جیسے فرمایا لا اقسم بالنفس اللوامۃ۔ (۳) نفس مطمئنہ۔ جیسے فرمایا یاایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ۔

ان تین انسانی حالات یا بالفاظ دیگر نفوس انسانی کی تشریح و توضیح میں یہ بتادینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جیسا کہ آیت کریمہ ان النفس لامارۃ بالسوء سے ظاہر ہے۔ نفس امارہ انسان کی اس حالت کا نام ہے، جب اس کا میلان طبعاً کسی کام کی طرف ہو اور یہ وہ حالت ہے کہ جب انسان صرف دیگر حیوانات کے مشابہ ہوتا ہے۔ انسان سے کسی فعل کا طبعاً صادر ہونا اور اس میں اس کے کسی ارادہ یا عقل و تمیز کا دخل نہ ہونا درحقیقت کوئی قابل تعریف امر نہیں۔ کیونکہ ہم ہر روز دیکھتے ہیں کہ دیگر حیوانات سے بھی جو بات صادر ہوتی ہے وہ بغیر کسی عقل اور سمجھ کے دخل کے صادر ہوتی ہے۔ قرآن کریم انسان کے طبعی میلانوں کو قابل تعریف بات قرار نہیں دیتا۔ بلکہ وہ انسان کو اس سے بلند تر مقام پر عقل اور تمیز کے زیر سایہ دیکھنا چاہتا ہے اور وہی بلند تر مقام نفس لوامہ کے نام سے موسوم ہے یعنی جب کوئی شخص اپنی کسی طبعی کمزوری کے باعث بغیر سوچے اور سمجھے بدی کی طرف جھکتا ہے اور کسی بڑے فعل کا مرتکب ہوتا ہے تو نفس لوامہ اسے ملامت کرتا ہے اور اسے ان طبعی میلانات سے روکنا چاہتا ہے، اسجگہ یہ یاد رہے کہ بدی صرف اس چیز کا نام نہیں کہ انسان کسی فعل شنیعہ کا مرتکب ہو، بلکہ تمام وہ افعال بھی جو اعمال حسنہ کہلاتے ہیں اور اخلاق کے نام سے موسوم ہیں جب انہیں بھی موقعہ و محل پر استعمال نہ کیا جائے اور بغیر سوچے سمجھے کسی خلق کا اظہار کیا جائے تو وہ بھی بے موقعہ و بے محل ہونے یا بغیر عقل و تمیز کے ظہور میں آنے کی وجہ سے اسی بدی کے حکم میں آجاتے ہیں۔ جیسے مثلاً کوئی جج ہر ایک مجرم کو دادرسی کے سامنے پیش ہو بغیر تحقیقات اور سوچ و بچار کے اور بلا تمیز [illegible] کے سب معاف کرتا چلا جائے۔ تو اسکا یہ فعل اگرچہ بظاہر کسی کو اچھا معلوم ہو۔ لیکن کوئی عقلمند انسان اسکو اچھا خلق نہیں کہہ سکتا۔ بلکہ اس کا یہ معاف کرتے چلے جانا محض ایک طبعی خاصہ اور اضطراری فعل ہے جس نے کسی عقل اور تمیز اور موقعہ و محل شناسی کے زیر سایہ ہرگز تربیت نہیں پائی اور یہ بعینہٖ ایسا ہے جیسے ایک بچہ ایک ایذا رساں نوکر سے باوجود اس کی ایذا رسانی کے محبت کرتا اور آگ کے کوئلے اور لعل میں کوئی تمیز نہیں کرتا۔ یا جیسے ایک گائے یا بھینس باوجود اپنے مالک سے دکھ اٹھانے کے پھر اسی کے پاس رہتی ہے، کیونکہ ان سب کو کوئی عقل اور تمیز نہیں دی گئی نہ ہی وہ موقعہ بینی محل شناسی کا ملکہ رکھتے ہیں، ہاں جب کوئی انسان عقل اور تمیز سے کام لیکر ہر ایک خلق کا اظہار اپنے محل اور موقعہ پر کرتا ہے اور اگر ایک موقعہ پر ایک چور یا ڈاکو کی اصلاح معافی میں دیکھتا ہے تو معاف کرتا ہے تو دوسرے موقعہ پر سوائے سزا کے اور کوئی چارہ نہ دیکھکر اسے سخت سے سخت سزائیں دیتا ہے جیسے خدائے تعالیٰ کی حکیم کتاب قرآن میں آیا ہے جزاؤ سیئۃ سیئۃ مثلھا فمن عفا واصلح فاجرہ علی اللہ یعنے بدی کا بدلہ تو ویسی ہی اس کی سزا ہے۔ ہاں جو معاف کرے اور اس معافی میں اصلاح ہوجائے تو اس کا اجر اللہ تعالےٰ پر ہے تو ایسے فعل کا نام خلق ہے۔

پس انسان کے طبعی میلان اور افعال خواہ کیسے ہی ہوں بغیر عقل اور تمیز کی رہبری کے نفس امارہ کے ہی حکم میں ہیں جو کوئی قابل تعریف کام نہیں، بلکہ وحشی حیوانوں کے برابر ہے۔ اسی لئے قرآن کریم نے انسان کو اس ابتدائی، کمین حیوانی اور نہایت ذلیل حالت سے ترقی دینے اور با اخلاق انسان بننے کے لئے ایک اور مقام کی طرف رہبری کی ہے جو نفس لوامہ ہے یعنی اسے اس وحشی پن اور حیوانی خصائل سے نکلنے اور عقل اور تمیز سے کام لینے کی ہدایت کرتا اور کسی بے عقلی کی بات پر اسے ملامت کرتا ہے۔

قرآن کریم نے انسان کو ترقی کے اعلےٰ مدارج پر پہنچانے کے لئے تدریجی احکام سنائے ہیں اور معراج کمال پر پہنچنے کے ذریعے کے ساتھ اس وسطی زینہ یعنی نفس لوامہ کے حصول اور اس سے گذر جانے کی جو ہدایات دی ہیں وہ وہی ہیں جو بظاہر انسان کی جسمانی حالت کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں لیکن ان کا نمایاں اثر روح پر پڑتا ہے کیونکہ روح بھی دراصل جسم سے ہی پیدا ہوتی ہے نہ کہ باہر سے آتی ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ وہ جسم کا ایک حصہ ہے اور یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ وہ جسم سے علیحدہ ہے ہاں جیسا کہ قرآن کریم کی بعض آیات سے ظاہر ہے جس وقت نطفہ انسانی رحم مادر میں پرورش پاتا ہے اس کی روح یک لخت اس میں سے چمک اٹھتی ہے۔ جیسا کہ [illegible] ثم انشأناہ خلقا آخر فتبارک اللہ احسن الخالقین سے ظاہر ہے۔

تو یوں روح کا جسم کے ساتھ ایک تعلق ہے اور جسمانی افعال و اعمال کا روح پر ایک نمایاں اثر پڑتا ہے۔ جیسا کہ مثلاً کوئی شخص جب روتا کو تو خواہ وہ تکلف سے ہی روئے لیکن اسکی آنکھوں کے پرنم ہونے کے ساتھ ہی اسکا قلب بھی متاثر ہوجاتا ہے، اسی جسمانی و روحانی تعلق کے باعث خدائے تعالیٰ نے اپنی کمال حکمت و دانائی سے قرآن کریم میں اکثر ایسی ہدایات دی ہیں جو ہماری جسمانیات سے تعلق رکھتی ہیں اور ہمارے تمدنی و معاشرتی اور اقتصادی معاملات پر مشتمل ہیں اس کا کلوا من طیبات ما رزقنکم کہکر پاک چیزوں کے کھانے کا حکم دینا اور بری چیزوں سے منع کرنا پھر کلوا واشربوا ولا تسرفوا میں کسی ایک چیز پر افراط و تفریط سے بچنے کی ہدایت کرنا اس کا حرمت علیکم امھاتکم الخ کہکر ہمارے معاشرتی حالات کو سنوارنا نیز بتالے کے متعلق طرح طرح کی ہدایتیں دے کر ہمارے قومی حالات کو درست کرنا اور اس کے ساتھ والدین، قریبیوں، مسکینوں، مسافروں نیز غلاموں اور قرضداروں کے ساتھ حسن سلوک کے ساتھ پیش آنے اور ان کے حقوق کو بھی زائل نہ کرنے کا حکم دیتے چلے جانا، ایسا ہی اسکا آداب مجالس کو ملحوظ رکھنے، توہمات سے بچنے، مخالفین کے ساتھ عدل ہی عدل کا برتاؤ کرنے، حلال و حرام کی تشریح و توضیح کرنے میں تمیز کرنے کا حکم دینا پھر نماز کے ظاہری ارکان اور روزہ وغیرہ کی ہدایات یہ سب باتیں محض اسلئے ہیں کہ طبعی جذبات کو عقل و تمیز کی رہبری کے بغیر افراط و تفریط کی حد دور پر نہ پہنچنے دیں اور اس طرح نفس امارہ کے حکم میں [illegible] انسان کو حیوانوں کی فہرست میں [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] اور ان کے [illegible] وہ شرائط ہیں اور ان کی وجہ سے انسان ایک بلند تر مقام نفس لوامہ کی حدود میں جا پہنچتا ہے۔

لیکن یہ مقام بھی کوئی اس قدر اعلےٰ و بلند نہیں کہ اس پر انسان کی ترقیات کی منازل ختم ہو جائیں بلکہ جب تک انسان اس سے آگے ایک اور مرتبہ طے نہ کرے اور با اخلاق انسان سے باخدا انسان بن کر نفس مطمئنہ کی حالت میں نہ پہنچ جائے اس وقت تک اس کی یہ ترقی کوئی کمال کا درجہ نہیں رکھتی بلکہ ہوسکتا ہے کہ بعض وقت اس مقام سے بھی پھسل کر پھر اسفل السافلین میں جا پہنچے۔ کیونکہ نفس لوامہ محض انسان کی اس حالت کا نام ہے جب وہ اپنی بدیوں پر پشیمان ہو اور اپنے آپ کو ملامت کرے اور ظاہر ہے کہ ملامت اسی صورت میں ہوگی جب وہ اس مقام سے گرے اور ٹھوکر کھائے اسلئے انسان کو دوبارہ تنزل کی طرف جانے اور ملامت سے بچانے کے لئے قرآن کریم نے اسے ایک اور اعلیٰ مقام نفس مطمئنہ کی طرف رہبری کی ہے اور یہ وہ مقام ہے جب انسان پر یاایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ صادق آتا ہے اور وہ خدا کا ہو جاتا ہے۔

خدا اسکا ہوجاتا ہے اس مقام کے حاصل کرنے کیلئے ضروری ہے کہ انسان پورے طور پر [illegible] الٰہی استقامت اختیار کرے، دنیا کی تمام خواہشات کو [illegible] خدا کے لئے ہوجائے۔ اس کے تمام کام اس کی حرکات سکون، اس کے خیالات و جذبات سب خدا کے لئے ہوجائیں اور وہ ان صلاتی و نسکی و محیای و مماتی للہ رب العالمین کا مجسم نقشہ ہو یہ ضروری نہیں کہ وہ [illegible] کاموں کو چھوڑ دے [illegible] نہیں بلکہ ان میں بھی صرف خدا تعالیٰ ہی کے لئے ہدایات صادر کی ہیں ان میں سے چند موٹی موٹی یہ ہیں کہ (۱) وہ اللہ تعالےٰ [illegible] اپنا مقصود قرار دے کر اسپر استقامت اختیار کرے اور اس کی تلاش وجستجو میں اس کی عشق و محبت میں اسکی رضا کی کوشش میں کبھی تھکے نہیں اور ماندہ نہ ہو بلکہ ہر دم اسی کے آستانہ پر گرا رہے اسکی طلب میں ثابت قدم رہے یہاں تک کہ (۲) کوئی بڑی سے بڑی مصیبت کوئی اشد سے اشد عذاب اور سخت سے سخت دکھ اور تکلیف اسے بالکل اس راہ سے ذرا بھی متزلزل نہ کرے اور اسکی روح آستانہ الٰہی پر پہنچے سے زیادہ پانی کی طرح بہے قرآن کریم نے اس کے متعلق فرمایا ہے کہ ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملٰئکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون اس میں استقامت کا یہ نتیجہ بتایا ہے کہ استقامت اختیار کرنے والے انسان پر ملائکہ اترتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ڈرو مت اور نہ غم کرو ہم تم کو اس جنت کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا تم وعدہ دیئے گئے ہو۔ ایسا ہی مصائب اور دکھوں کے متعلق فرمایا ہے ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون اولٰئک علیھم صلوات الخ۔ یعنی ہم تمہیں ضرور ضرور خوف، بھوک، مالوں، جانوں اور پھلوں کی کمی سے آزمائیں گے۔ پس جو صابر ہیں اور جب ان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے ان کو خوشخبری دو کہ ان پر اللہ کی مغفرت اور رحمت ہے اور وہ اسی میں رہیں گے۔

ان دونوں آیات سے صاف طور پر مترشح ہوتا ہے کہ استقامت اور صبر کے ساتھ خدا تعالیٰ کی تلاش میں لگ جانا اس حقیقی نجات کے دروازہ میں داخل ہونا ہے جو انسانی ترقی کے کمال اور نفس مطمئنہ کا دوسرا نام ہے اور جب تک کوئی شخص اس دروازہ سے گذر نہیں جاتا وہ کمال روحانی کو پا نہیں سکتا۔

جلسوں کی رپورٹیں

آجکل ہماری بیرونی جماعتوں کے جلسے منعقد ہو رہے ہیں ان جلسوں کے کارپردازان کی خدمت میں درخواست ہے وہ ان مذکورہ جلسوں کی صاف اور واضح اور مختصر رپورٹیں پیغام صلح میں چھپنے کے لئے بھجوائیں۔ ان رپورٹوں کا شائع ہونا تبلیغی لحاظ سے نہایت مفید ہے امید ہے مذکورہ احباب بہت جلد توجہ مبذول فرمائیں گے۔

(مدیر)

حضرت نورالدین اعظم اور رسالہ "فرقان" کی غلط بیانیاں

قرآن مجید کی تمام آیات بائے بسم اللہ سے لیکر الناس کے س تک میں حضرت سید المرسلین امام المتقین خاتم النبیین رسول رب العالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کی کوئی نبوت جاری ہونے کا کوئی حوالہ نہیں ملتا بلکہ قرآن سے باہر اور قرآن کے بعد کسی ایک بات یا کسی ایک وحی کے ماننے کا بھی حکم نہیں مجموعی طور پر قرآن مجید میں صرف اور محض اور فقط انبیائے سابقین پر نازل شدہ کتب الٰہیہ اور رسول کریم محمد رسول اللہ صلعم پر نازل شدہ قرآن مجید میں جو کچھ اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا ہے اس پر ہی ایمان لانے کا حکم اور تاکید آئی ہے کسی بعد میں آنیوالے نبی یا اس کی وحی نبوت کا کوئی حوالہ اور خبر قرآن کی کسی آیت میں موجود نہیں۔

حضرت نورالدین اعظم رضی اللہ عنہ بیشک قرآن کے بہت بڑے غواص اور بہت بڑے عارف تھے مگر رسالہ فرقان کا یہ بہت بڑا افتراء اور بہتان ہے جو اس نے حضرت نورالدین اعظم پر باندھا ہے کہ آپ نے درس دیتے ہوئے یہ فرمایا کہ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اگر کسی نبی نے نہ آنا ہوتا تو پھر انبیاء اور ان کے مخالفین کے ذکر کی کیا ضرورت تھی .... اس سے صاف ظاہر ہے کہ نبی اکرم کے بعد یہ سلسلہ جاری ہے صرف فرق یہ ہے کہ اب نبی آپ کی مہر سے بطور آپ کے ظل کے آئے گا"۔

یہ الفاظ حضرت نورالدین اعظم کے نہیں ہیں۔ خود رسالہ فرقان ماہ نومبر سنہ ۱۹۴۲ء صفحہ ۳ پر اس کی تردید موجود ہے کہ یہ الفاظ حضرت ممدوح کے نہیں بلکہ بڑی تقطیع کے تفسیری نوٹس میں صاف لکھا ہے کہ مولوی سرور شاہ کی یہ ساری اپنی کہاوت ہے اور یہ لکھنے والا بھی موجودہ خلیفۂ قادیان کا ایک مرید ہے جس نے لائل پور سے لکھکر مولوی اللہ دتا صاحب کو تنبیہ کی ہے کہ ایسی جھوٹی باتیں نہ لکھا کرے بھلا کوئی مولوی سرور شاہ صاحب سے پوچھے کہ انبیائے سابقین کے ذکر سے آیندہ آنیوالے انبیاء کی پیشگوئی کیسے نکل سکتی ہے اگر انبیائے سابقین اور ان کے مخالفین کی ہلاکت کا بیان صرف اور محض نقطۂ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور نبوت کے اثبات کے لئے نہیں تو کیا اس ظلی اور مجازی مستعار جزعی غیر شرعی نبوت کے اثبات کے لئے تھا، جس کو کوئی بھی عقلمند نبوت نہیں مان سکتا۔ خود حضرت امام سیدنا مسیح موعود نے اس ظلی اور مجازی نبوت کو نبوت نہیں مانا بلکہ اسکا نام محدثیت اور ولایت رکھا ہے۔ دور کیوں جاتے ہو اس وقت جو قادیانی میں مولوی لوگ ہیں ان سے ہی پوچھکر دیکھ لو کہ وہ مجازی نبوت کو بھی کوئی نبوت مانتے ہیں اسی سے ثابت ہوجائے گا کہ مجازی اور ظلی نبوت کوئی نبوت نہیں۔ اصحاب مسیح موعودؑ کی جو شہادتیں رسالہ فرقان میں چھپ رہی ہیں وہی پڑھکر دیکھ لیں کہ وہ بھی مجازی اور مستعار طور پر نبی کہلانیوالے کو نبی نہیں مانتے ہیں اگر مولوی اللہ دتہ صاحب از قبیل استعارہ و مجاز لفظ نبی کے استعمال کرنے والے کو درحقیقت نبی سمجھتے ہیں تو وہ مؤکد بعذاب حلف اٹھائیں کہ حضرت مسیح موعود جو اپنے آپ کو مجازی نبی لکھتے تھے تو اس سے آپکا یہی مطلب ہوتا تھا کہ آپ درحقیقت نبی ہیں۔ کیا وہ اس جرأت کے لئے تیار ہیں، جس ظلی، بروزی مجازی مستعار عکسی جزوی لغوی غیر شرعی نبوت کا حضرت کو دعوےٰ ہے اس کو کس اسلام اور کس قرآن اور کن صحف انبیاء میں نبوت کہا گیا ہے۔ ھاتو برھانکم ان کنتم صادقین۔

کس قدر واضح اور صاف بات ہے، کہ قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی کو بھی ظلی بروزی مجازی مستعار عکسی جزوی یا غیر تشریعی نبی نہیں کہا گیا، جب ظلی بروزی مجازی غیر تشریعی مدعی نبوت کو اسلام میں کوئی شخص بھی نبوت نہیں مانتا نہ حضرت مسیح موعود ہی غیر شرعی نبی کو نبی مانتے ہیں تو ایسے غیر شرعی ظلی مجازی مستعار نبی کو درحقیقت نبی ماننے والے اپنے دین و ایمان کی فکر کریں کہ وہ اسلام سے کس قدر دور جا پڑے ہیں۔ اگر قرآن کریم کی کسی آیت میں غیر شرعی یا مجازی نبی کو نبی کہا گیا ہے تو پیش کریں یا حضرت نے ہی کسی جگہ اپنی کتابوں میں مجازی مستعار بروزی ظلی نبی یا محدث یا غیر شرعی نبی کو نبی کہا ہے تو پیش کریں۔ قرآن مجید اور کتب انبیائے سابقین میں کسی ایک نبی کو بھی غیر شرعی نبی نہیں کہا گیا بلکہ کل دنیا کی کتب روایات و کتب احادیث میں بھی رسول کریمؐ کی یا کسی صحابی کا کوئی ایسا قول موجود اور منقول نہیں جس میں غیر شرعی نبی کو بھی نبی کہا گیا ہو۔ قرآن مجید میں اگر انبیائے سابقین کے مخالفین کا ذکر اگر اس لئے ہے کہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی سلسلہ انبیاء جاری ہے تو خاتم النبیین کے معنی کیا ہوں گے جب سلسلہ انبیاء جاری رہنا تھا اور وہ قیامت تک ختم ہونیوالا ہی نہیں تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ نے خاتم النبیین کیوں فرمایا اور کیوں اللہ تعالیٰ کی وحی میں حضور کو ہی خاتم النبیین فرمایا گیا اور کسی اور نبی کو خاتم النبیین نہیں کہا گیا۔ اگر خاتم النبیین کے معنی یہ نہ تھے کہ رسول اللہ پر نبوت کا انقطاع ہوچکا ہے تو پھر حضرت نے کیوں لکھا والنبوۃ قد انقطعت بعد نبینا صلے اللہ علیہ وسلم (حقیقۃ الوحی) یعنی نبوت کا انقطاع رسول اللہ پر ہوچکا ہے۔ سمجھ نہیں آتا کہ سلسلہ انبیاء منقطع بھی ہے اور سلسلہ انبیاء جاری بھی ہے۔ اگر رسول اللہ کے بعد نبوت تشریعی کا مدعی کافر اور کاذب اور بے ایمان ہے تو نبوت غیر شرعی کا مدعی (اگر حقیقت میں نبوت ہے) کیوں کافر کاذب اور بے ایمان نہیں پھر سوال یہ ہے کہ نبوت غیر تشریعی کا سلسلہ کب سے جاری ہوا اور کس نبی سے اس کی ابتدا ہوئی اور کس نبی پر اسکی انتہا ہوگی، کیا غیر تشریعی انبیاء کے سلسلہ کی انتہا پر بھی اس آخری غیر شرعی نبی کو خاتم النبیین کہا جائے گا یا وہ کسی اور نام سے موسوم ہوگا۔ انبیائے سابقین کے حالات قرآن کریم میں اسی لئے بیان ہوئے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک نبی دوسرے نبی کے آنے کی خبر دیتا آیا ہے اور اس کا مصدق ہوکر آیا ہے اور توریت و انجیل جو تمام انبیاء کی کتابوں اور وحیوں کا مجموعہ اور ان سب پر حاوی اور مشتمل ہیں ان دونوں عہد کی کتابوں توریت و انجیل میں درج اور صاف لفظوں میں الرسول النبی الامی کے آنے کی خبر موجود ہے اور قرآن نے انبیائے سابقین کے حالات سے یہی بتایا ہے کہ آنیوالے نبیوں کی جو خبر دی گئی ہے اس میں آخری نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے اسلئے حضور کے مخالفین کا بھی وہی حال ہوگا جو انبیائے سابقین کے مخالفین کا ہوا ہے اور صاحب کتاب نبی خواہ ایک نبی کی زندگی میں آجائے یا اس کے فوت ہونے کے معاً بعد کھڑا ہو اس کی تعلیم اور ہدایت بھی وہی ہوگی جو اس سے پہلے نبی کی تھی صرف نئے لباس نئے پیرایہ نئی زبان اور نئے طرز بیان میں وہ وحی ہوگی اور اس نبی کے واقعات بھی اس نبی کی وحی میں اس کی کتاب کے اندر ہی محفوظ کردیئے جائیں گے۔ یہ سلسلہ انبیاء کا رسول کریمؐ تک جاری رہا ہر ایک نبی اپنے بعد ایک نبی کے آنے کی خبر دیتا رہا ہے اور سب نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے آنے کی خبر دی مگر قرآن کریم نے توریت و انجیل کی طرح رسول اللہ کے بعد کسی دوسرے نبی کے آنے کا کوئی حوالہ نہیں دیا اور قیامت تک اس کتاب کو ساری دنیا کے لئے کافی بتایا ہے، قرآن کریم میں رسول کریمؐ کے واقعات خود اس امر پر دلیل ہیں کہ وہ تمام پیشگوئیاں جو رسول کریمؐ کے آنے کے متعلق تھیں پوری ہوگئیں اب کوئی ایسی پیشگوئی باقی نہیں جو کسی اور رسول کے آنے کے متعلق انبیاء کی ہو اسلئے انبیاء کے سلسلے کا خاتمہ خاتم النبیین پر ہی ہونا لازم آیا

رسالہ فرقان میں حضرت مولوی نورالدین صاحب کے جو ارشادات عالیہ نقل کئے گئے ہیں وہ سب کے سب خلاف واقعہ اور جھوٹ ہیں۔ یہ تمام باتیں اول تو حضرت مولنا مرحوم کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی محفوظ کلام نہیں ہیں۔ دوسرے لکھنے والوں نے اپنی یادداشت کے طور پر زبانی کہاوت لکھی ہے پس یہ سراسر غلط ہے کہ حضرت مولنا مرحوم حضرت امام سیدنا مسیح موعود کو نبی مانتے تھے۔ نبی تو تب مانتے جب وہ صاحب کتاب ہوتے کیونکہ اللہ تعالےٰ ارشاد قل امنت بما انزل اللہ من کتاب۔ کہہ میں اس پر ایمان لایا جو اللہ کی کتاب میں اللہ نے نازل کیا ہو پس معلوم ہوا کہ اللہ کی کتاب میں جو کچھ نازل ہوا اس کے ماننے اور نہ ماننے والے کے متعلق کفر و ایمان کے اصول اسی کلام الٰہی کتاب اللہ میں موجود ہوتے ہیں ایجاد وحی کرنی اور بات ہے۔ حضرت اللہ تعالےٰ نے نہ الہام میں نہ کلام الٰہی میں نہ قرآن میں نہ صحف انبیاء میں حضرت کو نام لیکر کے بیان کیا ہے اور نہ آپ نبی ہیں، مولوی اللہ دتہ صاحب حضرت صاحب کے تین الہام بھی ایسے نہیں پیش کر سکتے جس میں خدا نے آپ کو نبی کہا ہو سنہ ۱۹۰۸ء کے سالانہ جلسہ کے موقعہ پر بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت کو یہ الہام ہوا تھا یا ایھا النبی اطعموا الجائع والمعتر۔ مگر کبھی آپ نے اس واحد الہام کی بناء پر یہ نہ کہا کہ میں حقیقی معنوں میں نبی ہوں ورنہ اللہ تعالےٰ کفر و ایمان اور شرک کو کھول کر آپ کی وحی میں بیان کرتا پہلے نبی بھی آتے رہے ہیں ان کے متعلق بھی اللہ تعالےٰ نے ان کی کتابوں میں کفر و ایمان و شرک کو کھول کر بیان کیا ہے، جب حضرت پر کوئی آسمانی کتاب نازل ہی نہیں ہوئی تو آپ کے متعلق کفر و ایمان کا سوال ہی نہیں پیدا ہوسکتا۔ یہ سوال حضرت کے نہ ماننے والوں کو کیا کہیں تب ہی پیدا ہوسکتا ہے جب آپ صاحب کتاب نبی ہوں غرضیکہ منکرین مسیح موعود کے متعلق نہ خود حضرت نے کفر کا فتوےٰ دیا ہے اور نہ کبھی جماعت کا اس بات پر اجماع ہوا، حضرت کو نبی کہنا صریح قرآن مجید کی مخالفت اور تکذیب ہے خود حضرت نے لکھا ہے کہ اگر نبی کریم کے بعد انبیاء کا سلسلہ برابر جاری ہے اور صرف اتنا ہی فرق ہے، کہ اب نبی آپ کی مہر سے بطور آپ کے ظل کے آئے گا اور اس فرق کے علاوہ باقی ہر پہلو سے سلسلہ انبیاء کا جاری ہے۔ تو کیا شریعت اور کتاب کے نزول کا پہلو بھی جاری ہے یا وہ بند ہوچکا ہے، کس قدر غلطی اور اسلام سے دوری کا یہ نشان ہے کہ قرآن تو بیان کرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر انبیاء و رسل کے سلسلے کا انقطاع ہوچکا۔ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین وما ارسلنٰک الا کافۃ للناس۔ لانذرکم بہ ومن بلغ اور فرماتا ہے فبای حدیث بعدہ یؤمنون کہ قرآن سے باہر اور قرآن سے علاوہ کونسی بات ہے اور کونسی وحی ہے کہ تم مانو گے اور اعلان کرتا ہے کہ جو وحی کتاب اللہ میں نازل ہوا اس پر ایمان لانا لازم ہے نہ کہ ہر اس وحی پر جو کسی امتی یا غیر نبی مکلم من اللہ کو ہو۔ قرآن اعلان کرتا ہے اور رسول اللہ کو حکم دیتا ہے کہ تو اعلان کردے کہ قرآن سے زیادہ ہدایت والی اس سے زیادہ اقوم اس سے زیادہ اکمل اور اس سے زیادہ اتم اور اس سے زیادہ احسن اور نور علیٰ نور کتاب لے آؤ میں اسکی پیروی کروں گا جب امت محمدیہ کو یہ حکم ہے تو اب ایسی وحی دنیا میں کوئی نہیں آسکتی جو دعویٰ نبوت یا رسالت ہو اور جس کا ماننا دنیا کے تمام انسانوں کیلئے فرض ہو اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اب کوئی ایسی کلام یا حدیث اللہ کی طرف سے آنیوالی نہیں ہے جس پر لئے انسانوں کو ایمان لانیکا حکم دیا جائے۔ مگر یہ لوگ علانیہ قرآن کے خلاف کہہ رہے ہیں کہ سلسلہ انبیاء قرآن کے بعد بھی جاری ہے۔ (باقی دارد)

بسم اللہ الرحمن الرحیم　رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم　رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت لاہور کا ہفتہ وار آرگن

پیغامِ صلح

ایڈیٹر ایس۔ محمد آصف۔ بی۔ اے

جائنٹ ایڈیٹر۔ شیخ محمد انعام الحق

حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آن کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آیندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

جلد ۳۱　لاہور۔ یوم چہارشنبہ ۲۴ ربیع الاول ۱۳۶۲ ھ م۔ ۳۱ مارچ ۱۹۴۳ء　نمبر ۱۳

مولوی مودودی صاحب اور قتلِ مرتد

حکومت اسلامی میں مرتد کی سزا قتل نہیں ہے

سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کا ایک مضمون "اسلام میں قتل مرتد کا حکم" کے عنوان سے ماہنامہ ترجمان القرآن میں شائع ہو رہا ہے جس میں آپ نے بیان فرمایا ہے کہ اسلام میں مرتد کی سزا قتل ہے اور اسلام اپنے مقابل کسی دعوت کے اُٹھنے اور پھیلنے کا روادار نہیں ہے ــــ آج سے تقریباً ۱۸ برس پہلے بھی یہ بحث چھڑی تھی اور وہ علما جو اس امر کے مؤید تھے کہ اسلام میں مرتد کی سزا قتل ہے" اپنی تائید میں قوی دلائل پیش نہ کر سکے تھے چنانچہ مولوی صاحب موصوف کو خود اس امر کا اعتراف ہے" کہ جواب میں ایسی بے جان دلیلیں پیش کیں جن سے شبہ ہوتا تھا کہ شاید وہ (علماء) خود بھی اپنے دلوں میں اس مسئلے کو عقلی حیثیت سے کمزور محسوس کرتے ہیں اس خفیف مدافعت کے اثرات آج تک باقی ہیں ــــ لیکن آج ۱۸ سال بعد مولوی مودودی صاحب پر اس امر کا انکشاف ہوا ہے کہ اسلام اصطلاح جدید کے مطابق محض ایک مذہب نہیں ہے بلکہ ایک پورا نظام زندگی ہے اس کا تعلق صرف مابعد الطبیعت ہی سے نہیں ہے بلکہ طبیعت اور مافی الطبیعت سے بھی ہے اسلئے مرتد کی اصل حیثیت یہ ہے کہ وہ اپنے ارتداد سے اس بات کا ثبوت بہم پہنچاتا ہے کہ سوسائٹی اور سٹیٹ کی تنظیم جس بنیاد پر کی گئی ہے اس کو نہ صرف یہ کہ قبول نہیں کرتا بلکہ اس سے کبھی آیندہ بھی یہ امید نہیں کی جا سکتی کہ اسے قبول کرے گا ...... اس کی ذات سے ایک مستقل فتنہ لوگوں کے درمیان پھیلتا رہے گا اسلئے بہتر یہی ہے کہ اسے موت کی سزا دے کر اس کی اور سوسائٹی کی مصیبت کا بیک وقت خاتمہ کر دیا جائے .... کسی نظام زندگی کی تعمیر ایک نہایت سنجیدہ کام ہے جو جماعت اس کام کے لئے اٹھے اس میں لہری طبیعت کے کھلنڈرے لوگوں کے لئے کوئی جگہ نہیں ہو سکتی ...... یہ عین حکمت و دانش ہے کہ ہر اس شخص کو جو اس جماعت کے اندر آنا چاہتا ہے پہلے ہی سے مطلع کر دیا جائے کہ یہاں سے پلٹ کر جانے کی سزا موت ہے وغیرہ وغیرہ ــــ

مولوی مودودی صاحب ۱۸ سال کے بعد علماء کی کمزور مدافعت کے اثر کو زائل کرنے کے لئے اُٹھے ہیں کیونکہ اس عرصہ میں یورپ کے مذاہب باطلہ اشتراکیت اور فسطائیت نے کافی سامان مہیا کر دیا ہے کہ وہ اس امر کی مغربی انداز پر تحلیل کر سکیں کہ اسلام بھی ان مغربی نظاموں کی طرح محض ایک نظام تمدن و ریاست قائم کرنا چاہتا ہے اور جس طرح ان نظامات میں فرد کی آزادیٔ ضمیر کے لئے کوئی گنجائش نہیں اسی طرح اسلام میں بھی آزادیٔ ضمیر مفقود ہے ہمارا آجکل ایک فیشن ہو گیا ہے کہ اسلام کو مغربی نظریات کی عینک سے دیکھا جائے، افسوس ہے کہ مولوی صاحب مذکور بھی اس اثر سے نہیں بچ سکے جس کی وجہ دراصل وہ احساس کمتری ہے، جو مسلمانوں کے سیاسی زوال کا نتیجہ ہے، ورنہ اسلام کی اصل غرض تو نفس کا تزکیہ نفس اور تعلق باللہ پیدا کرنا ہے اور قرآن مجید میں آزادی ضمیر کے متعلق محکم اور واضح ارشادات موجود ہیں جن کے پیش نظر کوئی اسلامی حکومت مجاز نہیں کہ اسلام سے برگشتہ ہونے والے کو قتل کی سزا دے مثلاً لا اکراہ فی الدین دین میں کوئی جبر نہیں (۲) افانت تکرہ الناس حتیٰ یکونوا مومنین کیا تو لوگوں کو مجبور کریگا یہاں تک کہ وہ مومن ہو جاویں (۳) وقل الحق من ربکم فمن شاء فلیومن ومن شاء فلیکفر کہہ دو حق تمہارے رب کی طرف سے ہے پھر جو کوئی چاہے مانے اور جو چاہے انکار کر دے ــــ یہ آیات نہایت واضح ہیں اور ایک اسلامی اصول کو بغیر کسی ابہام کے بیان کر رہی ہیں ان کی موجودگی میں مولوی صاحب کا مغربی نظریات سے متاثر ہو کر محض عقلی اجتہاد پیش کرنا دین کو کھیل بنانے کے مترادف ہے۔

مولوی صاحب نے جو مقالہ ترجمان القرآن فروری ۱۹۴۲ء میں لکھا ہے اس میں اپنے بیان کی تائید میں قرآن و حدیث کی کوئی نص پیش نہیں کی اور قرآن مجید کا ارشاد لا اکراہ فی الدین جو ان کے راستہ میں سنگ گراں ہے اس کی نہایت مضحکہ خیز تاویل فرماتے ہیں "لا اکراہ فی الدین کے معنی یہ ہیں کہ ہم کسی کو اپنے دین میں آنے کے لئے مجبور نہیں کرتے اور واقعی ہماری روش یہی ہے مگر جسے آکر واپس جانا ہو اسے ہم پہلے ہی خبردار کر دیتے ہیں کہ یہ دروازہ آمد و رفت کے لئے کھلا ہوا نہیں ہے لہٰذا اگر آتے ہو تو یہ فیصلہ کر کے آؤ کہ واپس نہیں جانا ہے ورنہ براہ کرم آؤ ہی نہیں" حالانکہ اس آیت میں عمومیت کا رنگ ہے اسکو کسی ایک گروہ سے مخصوص نہیں کیا گیا اور دوسری آیات جو ہم نے پیش کی ہیں وہ اس کی مزید وضاحت کر رہی ہیں کوئی مولوی صاحب سے پوچھے کہ اگر مذہب میں کسی کو زبردستی داخل کرنا جبر ہے تو کسی شخص کو زبردستی سواد اسلامی میں رکھنا جبر نہیں کیا؟ اگر لا اکراہ فی الدین کی وہ تشریح جو مولوی صاحب نے بیان فرمائی ہے درست ہے تو اس آیت کا کیا مطلب ہے وقالت طائفۃ من اھل الکتاب اٰمنوا بالذی انزل علی الذین اٰمنوا وجہ النھار واکفروا اٰخرہ لعلھم یرجعون۔ یعنی اہل کتاب کے ایک گروہ نے کہا کہ مسلمانوں پر جو کچھ نازل ہوا اس پر دن کے پہلے حصہ میں ایمان لے آؤ اور آخر میں انکار کرو تاکہ مسلمان بھی اسلام سے بدظن ہو کر برگشتہ ہو جائیں یہ آیت اس وقت سے متعلق ہے جب مدینہ منورہ میں اسلامی حکومت تھی اس آیت کی موجودگی میں یہودیوں کا یہ منصوبہ کرنا صاف ظاہر کرتا ہے کہ مرتدین قتل نہ کئے جاتے تھے اگر مرتد کی سزا قتل ہوتی تو یہ منصوبہ ان کے دماغ میں پیدا نہ ہو سکتا تھا مولوی صاحب کو چاہیئے کہ اس آیت کی تطبیق اپنی تشریح سے دیکر اس تضاد کو دور کریں جو اس آیت کی موجودگی سے پیدا ہوتا ہے۔

مولوی صاحب اپنی ذاتی رائے کو قرآنی ارشادات پر ترجیح دے رہے ہیں اور آیات کی ایسی تفسیر کرتے ہیں جو ان آیات کے ڈانڈے مغربی طرز فکر سے ملا دے حالانکہ قرآن مجید کی سب سے بہتر کوئی تفسیر ہے تو وہ حضرت نبی کریم صلعم کا عمل ہے اور یہ ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم نے کسی مرتد کو بربنائے ارتداد قتل نہیں کیا ہاں کسی گروہ نے مرتد ہو کر مسلمانوں کو قتل کیا ہو تو قصاص کے طور پر انہیں قتل کروایا گیا ہو تو یہ بالکل الگ بات ہے کیونکہ محارب مرتدین سے قرآن کریم جنگ کی اجازت دیتا ہے، اس کے علاوہ قرآن مجید اور حضرت نبی کریم کے عمل سے مرتد کا قتل محض بربنائے ارتداد ہرگز ہرگز ثابت نہیں اور نہ مولوی صاحب ابدالآباد تک اسکو ثابت کر سکتے ہیں اور نہ عقل سلیم اسکو مان سکتی ہے کہ ایک شخص کو محض تبدیلیٔ عقیدہ کی وجہ سے موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔

ولادت باسعادت

(الف) چوہدری علی احمد صاحب پسر چوہدری عبدالرحیم صاحب نمبردار فاجے والا کے ہاں اللہ تعالیٰ نے لڑکا عطا فرمایا ہے دعا ہے اللہ تعالیٰ مولود کو نیک اور صالح بنائے۔ آمین۔ اس خوشی میں مولود کے دادا نے مبلغ پانچ روپیہ اشاعت اسلام کے لئے عطا فرمائے ہیں۔

(ب) جناب مرزا منظفر بیگ صاحب لائل پور سے تحریر فرماتے ہیں کہ ۲۶ مارچ جمعۃ المبارک خدا نے محض اپنے فضل و کرم سے ان کے گھر لڑکی عطا فرمائی۔ نام نورجہاں بیگم رکھا گیا۔ اس خوشی میں انہوں نے مبلغ پانچ روپے اشاعت اسلام کیلئے پیش کئے ہیں اللہ کریم نومولودہ کو اسلام اور خاندان کیلئے باعث برکت کرے اور زچہ کو صحت کاملہ عطا فرمائے آمین یارب العالمین۔

شکریہ

ان تمام احباب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے میری اہلیہ کی شفایابی اور میرے لڑکے کی ولادت پر مجھے مبارکباد کے خطوط بھیجے ہیں اور تمام مخلصین سے متوقع ہوں کہ دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ مولود نو کو خادم دین بنائے۔ (احقر عبدالرشید عباسی۔ مبلغ اسلام سندھ)

تعلیمی پرنٹنگ پریس لاہور میں باہتمام میر محمد اختر پرنٹر پبلشر چھپکر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا

حضرت نبی کریمؐ کے القاب خمسہ

ذرے کز لا الہ الا اللہ است
تاباں ز محمد رسول اللہ است

حضرت انسان کی ذات میں جہاں اور چند قسم کے کمالات اور تصرفات رکھے گئے ہیں وہاں ایک مذہبی کمال یا مذہبی تصرف بھی رکھا گیا ہے اگرچہ بعض لوگوں کو اس سے انکار ہے لیکن دراصل یہ درست ہے کہ مذہبی جذبات انسان کی طبیعت میں ہی رکھے گئے ہیں۔ انسان طبعاً ہی جویان ذات اعلیٰ اور خواہان ترین ہے۔ جس طرح اور خاصے ہیں اسی طرح یہ بھی ایک خاصہ ہے اسلامی نکتۂ خیال سے نبوتوں اور رسالتوں کا شروع حضرت آدم صفی اللہ سے ہو کر ہمارے رسول کریمؐ پر ختم ہوا۔ حضرت آدم علیہ السلام ایک شروع تھے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتمہ۔ کیسا خاتمہ جو اپنی شان کے اعتبار سے رحمۃ للعالمین تھا کیسا خاتمہ جو تکمیل دنیا اور تمام نعمتوں کا عطیہ۔ اور ختم نبوت کی مہر ساتھ لایا۔ وہ سلسلہ جو حضرت آدم سے مذہبی یا وجدانی رنگ میں شروع ہوا تھا۔ آنحضرت صلعم پر آکر بہ تمام و کمال ختم ہوا اور فیضان کامل کے لحاظ سے اس خاتمہ پر ایک اور شاندار سلسلہ شروع ہوا۔ تجدید فیضان وجدانی اور اعادہ برکات روحانی کی استواری سے بنیاد رکھی گئی کہ اس ذات ستودہ صفات کی بدولت ہزاروں مخلوق دولت یمن و برکت کرامات و ولایت سے مالا مال ہو گئی انہیں وہ احترام روحانی ملا کہ اگلوں میں سے بہتوں کو نہیں مل سکا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

جو کچھ ان حضرات کے حصہ فخرہ میں رکھا گیا وہ کسی اور کے حصہ میں نہ رکھا گیا۔

ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

چونکہ اس ذات محترم پر اس مذہبی دنیا اور وجدانی سلسلہ کا خاتمہ نہ تھا اس واسطے تمام وجدانی کمالات کا خاتمہ بھی اسی ذات پر لازم تھا۔ یہی ذات مقدس ان تمام کی ضامن اور کفیل ہو گئی تھی۔ اس خواجہ کائنات خلقت اقدس سے مطلب یہ تھا کہ اس پر تمام احترامات وجدانی کا خاتمہ کر کے کسی اور رنگ میں اس کی داغ بیل ڈالی جاوے اور ایک ایسا سلسلہ چلایا جاوے جو یوم حشر تک ختم نہ ہو۔ گویا ایک خاتمہ سے دوسرے سلسلے کا شروع ہو

گر خلق جہاں ہزار نیں اندمہ
اندر پے آرزو و میل اندمہ
مقصود محمدؐ است و مابقا ہمہ خلق
بر خوان محمدی طفیل اندمہ

دنیا میں وہ ہستیاں جو بارگاہ ایزدی میں کسی نوع کا احترام اور وقار رکھتی ہیں اپنے ساتھ حسب شان خود کچھ نہ کچھ نشان لاتی ہیں کوئی فطری رنگ میں کوئی جسمانی رنگ میں اکوئی مادری رنگ میں۔ کوئی وجدانی رنگ میں۔ خاص ہستیوں پر ہی موقوف نہیں اس ضابطہ کے ماتحت عام ہستیاں بھی آجاتی ہیں جو دیکھنے ہیں یا دیکھ سکتے ہیں وہ یہ راز پا سکتے ہیں ؎

یار احوال دل زار کماہی دانست
ما نگفتیم بہ تعلیم الٰہی دانست

جو ہستیاں وجدانی رنگ میں مبعوث ہوتی ہیں ان کی شان اور ان کے نشانات کوئی اور ہی خصوصیت رکھتے ہیں جس قدر انبیاء علیہم السلام اس وجدانی دنیا اور مذہبی سلسلہ میں گذر چکے ہیں ان سب کے نشانات اور خصوصیات جداگانہ تھیں۔ کسی کو طلاقت صبیحہ دی گئی، کسی کو معجزہ و کرامت، کسی کو دست شفا اور کسی کو مقبول دعا۔ چونکہ ہمارے رسول کریمؐ بمصداق

آخر آمد بود فخر اولیں

وجدانی دنیا کے سب کمالات اور احترامات کے خاتم اور مکمل تھے اس واسطے اور نشانات کے سوائے انہیں پانچ خاص نشانات اسمائے محترمہ کے رنگ میں دیئے گئے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:۔

انا ارسلنٰک شاھداً و مبشراً و نذیراً و داعیاً الی اللہ باذنہ و سراجاً منیراً

یہ اسمائے عظیمہ و القاب محترمہ اپنے اندر وہ جداگانہ فرائض، خصائص اور آثار رکھتے ہیں جو گویا نبوت احمدیؐ و رسالت محمدیؐ کے ارکان ادنیٰ سمجھے جا سکتے ہیں۔ ان القاب خمسہ کی زمیں کمالات نبوت اور فیضان رسالت کی خوشخبریاں دی گئی ہیں۔ آنحضرت علیہ السلام اس سلسلہ کے اخیر نبی جو جو فرائض اور کام اپنے ذمہ پر لیکر آئے تھے ان کا خلاصہ یا جزو اعظم حسب ذیل تھا۔

اوّل ایک شاہد کی حیثیت سے۔

اس رسول مقبول نے اپنی بعثت سے کن کن امور پر بے لاگ شہادت دی اور کن کن سے شہادت وابستہ تھی یا وابستہ ہے۔ یہ شہادت ایک شہادت جاریہ ہے۔ گو نبوت ختم ہو چکی ہے۔ لیکن یہ سلسلہ شہادت ختم نہیں ہوا۔ یہ شہادت اُن نفوس کے مقابلہ میں اور ان نفوس کے مقابلہ میں اور ان فطرتوں سے وابستہ ہے جو اس دنیا میں باعتبار انسانیت کوئی منزلت رکھتے ہیں۔ اور نیز ان نفوس کے بھی جنہیں عامیانہ نفوس سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس کارخانۂ دنیا میں ہر چیز اور ہر حقیقت دوسری چیز اور دوسری حقیقت پر شاہد ہے اور اس شہادت سے ہی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ آنحضرت نے امور ذیل پر شہادت دے کر وجدانی رنگ میں ان کی تصدیق کی۔

(۱) وجود باری پر شہادت
(۲) توحید پر شہادت
(۳) جامعیت اور تقدس وجود باری پر شہادت
(۴) سلسلہ وجدانیات پر شہادت
(۵) سلسلہ رسالت پر شہادت

یہ شہادت اس خوبی اور صفائی سے دی ہے کہ کوئی شبہ ہی باقی نہ رکھا۔ مدت سے جو زنگ صداقت پر چڑھ رہا تھا اسکو اس خوبی اور صفائی سے اتارا کہ حقیقت کھل گئی۔ صفات الٰہی کی بدولت، جو جو غلطیاں سد راہ ہدایت ہو رہی تھیں انہیں صاف کر کے دکھا دیا۔ خدا کی خدائی میں جو جو رکاوٹیں اور جو جو گرہیں ڈالی جاتی تھیں انہیں اس خوبی سے کھولا کہ پردہ پڑ ہی نہیں سکتا۔ اس شہادت میں اس ذات نبویؐ پر جو کچھ مصیبت جو جو تکلیفات آئیں گو ان کا شمار اور احصار نہیں ہو سکتا لیکن اس شاہد امین نے اس ہمت اور اس حوصلہ اور صداقت سے کام لیا کہ جس کی دنیا میں نظیر نہیں ملتی یہ شاہد صرف شاہد ہی نہیں تھے بلکہ مشہود بھی تھے۔ وہ شاہد ایک عظیم الشان شاہد ہے جو ساتھ ہی مشہود بھی ہو۔ جب ایک شاہد کا عمل بھی شہادت کے مطابق ہو اور عملی رنگ میں شہادت کا ثبوت دیا جاتا ہو تو ایسا شاہد ایک باوقار باعتبار عظیم القدر مشہود بھی ہو جاتا ہے۔

دوم۔ شہادت کے ساتھ جب بشیر اور نذیر بھی ہو تو ایسی شہادت کا درجہ اور بھی اعلیٰ اور برتر ہو جاتا ہے۔ آنحضرت علیہ السلام کی بعثت عالیہ سے کیا کیا بشارتیں وجود پذیر ہوئیں۔ یا کن کن بشارتوں پر روشنی ڈالی گئی۔ اگرچہ ان کا نمبر بہت کچھ ہے لیکن خلاصتہً ان کی تفصیل یوں ہو سکتی ہے۔

الف۔ یہ بشارت دی گئی کہ۔ انسان وجدانی رنگ میں کہاں تک ترقی کر سکتا ہے۔

ب۔ جو مذہب یا جو دین پیش کیا جاتا ہے وہ ایک زندہ مذہب ہے۔

ج۔ وجدانی کمالات اور روحانی امتیازات ایک حد تک حاصل کئے جا سکتے ہیں۔

د۔ وجدانی ریاضت سے کیا کیا کمالات اور احترامات مل سکتے ہیں۔

ہ۔ اس زندگی کے سوائے ایک اور زندگی بھی ہے۔

و۔ وہ کیسی اعلیٰ اور کیسی شاندار ہے۔

ز۔ حشر ثانی میں اعلیٰ لذت دیدار اور کرم الٰہی ہیں۔

ح۔ ایمانداروں کے واسطے کیا کیا نعمائے الٰہی ہیں۔

ط۔ اصل مدعا خلقت انسانی سے کیا ہے۔

ی۔ خدا کی رحمت کہاں تک وسیع ہے۔

سوم۔ باعتبار نذیر ہونے کے بتلایا گیا ہے کہ

(۱) مذہب پر نہ چلنے سے انسانی جذبات اور انسانی لذتیں کیسی ذلت و خواری میں پھنس جاتی ہیں۔
(۲) منکرین خدا کا حشر کیسا خوفناک ہوتا ہے۔
(۳) یہ زندگی صرف چند روزہ ہے اور کیسی بے اعتبار ہے۔
(۴) خدا کے ساتھ کوئی طاقت مقابلہ آرا نہیں ہو سکتی۔
(۵) آخر حق کی فتح ہے۔
(۶) حق بطالت پر غالب ہے۔
(۷) خدائی عذاب ایک مہلک عذاب ہے
(۸) بے مصرف زندگی زندگی نہیں بلکہ موت ہے
(۹) شرک و بدعت ایک عذاب اور ایک گمراہی ہے۔
(۱۰) اعدائے دین کو تنبیہہ مصلحانہ
(۱۱) اظہار و خیرات صادقہ۔
(۱۲) تبیین غلبہ صداقت بمصداق جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔
(۱۳) انکشاف حجب وغفلت۔

چہارم۔ داعیاً الی اللہ باذنہ

اللہ کی طرف وحدت میں بہ نحوائے تعالوا الی کلمۃ واحدۃ مخلوق خدا کا ملانا اللہ کی راہوں کا کھولنا اور اس ضابطہ سے بلانا یا دعوت کرنا جو قیود لا اکراہ فی الدین۔ ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن۔ ولست علیھم بمصیطر سے با مرتبہ ہو خالص۔ صداقت اور فیضان قدرت کے خیال اور ارادہ سے ہو جس میں بمصداق اجری الا علی اللہ کوئی ناجائز خود غرضی اور خود مطلبی نہ ہو۔ جو زندگی تمام اغراضات سے اعلیٰ اور برتر ہے۔ جو نہ صرف رضائے مولاہی کے تابع ہو۔ بلکہ یہ بھی کہ واقعی وہ اپنے حسن طبعی کے خیال سے ایک ضروری شئے یا ضروری مرحلہ ہے۔ اور ہر ممتاز انسانیت کا وہ ایک فرض ہے۔

پنجم۔ سراجاً و منیراً

عام دنیا کے واسطے بمصداق رحمۃ للعالمین سراجاً منیراً کے رنگ میں ہادی ہونا ہر ایک کے واسطے چراغ ہدایت وقف کر دینا اور ہر ذات کے مقابلہ میں نور اور شمع ہدایت کا کام دینا کسی ظلمتکدہ سے بخل نہ کرنا اور کسی ظلمت زدہ کے منور بنانے میں دریغ نہ کرنا مساواتی رنگ میں بہ ملحوظی درجہ بندی یا در تحفظ مراتب ذاتی ہر بھولے بھٹکے کے واسطے شاہراہ ہدایت کا کام دینا۔

ان پانچ اسمائے محترمہ یا مدارج مکرمہ اور فرائض ممتاز کو مدنظر رکھکر آنحضرت علیہ السلام کی زندگی کے واقعات کا مطالعہ کیا جاوے تو ثابت ہو جائے گا کہ اس رسول محترم کی زندگی اور کارنامہائے زندگی کیسے شاندار اور کیسے ارفع و اعلیٰ تھے اور ان میں کس قسم کی خوبی لطافت اور نفاست پائی جاتی تھی۔ اور ان میں حقانیت اور صداقت کا کس قدر زور تھا۔ نہ صرف یہی بلکہ یہ بھی کہ اس طریق عمل اور رفتار میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور شان کیسی محترم اور اعلےٰ تھی۔ اور اس میں کیسی صداقت تھی۔ درخت ہمیشہ اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے۔ ثمرات ہی درخت کے مفید اور غیر مفید ہونے پر شاہد ہوتے جاتے ہیں۔ آنحضرت علیہ السلام کا شجر رسالت جن لذیذ اور خوش آئند اور خوشگوار ثمرات سے بھرپور اور مثمر تھا وہ ان حقائق اور کیفیات کے مشاہدہ اور ملاحظہ سے ظاہر ہو سکتا ہے۔ جو ان تبلیغات کے بعد اس دنیا میں ظہور میں آئیں۔ مسلک توحید ایک عرصہ سے شرک و بدعت کے خس و خاشاک سے بند پڑا تھا۔ اگرچہ پے در پے نبی اور رسل بھی آتے رہے اور اس مسلک کے کھولنے پر زور بھی دیا جاتا رہا۔ پھر بھی ضیائے وحدت شرک و بدعت اور اصنام پرستی کی تاریکی پر غالب نہ آسکی۔ جو توتیں کسی حد تک مسلک توحید سے

آیت آخرین منھم لما یلحقوا بھم اور جماعت احمدیہ

ابنائے فارس میں سے ایک عظیم الشان مجدد کی بعثت

جماعت لاہور کو محلہ وار منظم کرنے کی کوشش

(خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ مورخہ ۲۰ مارچ ۱۹۴۲ء)

یسبح للہ ما فی السموات وما فی الارض الملک القدوس العزیز الحکیم۔ ھو الذی بعث فی الامیین رسولاً منھم یتلوا علیھم اٰیتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلل مبین۔ واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم .... واللہ لا یھدی القوم الظلمین (سورۃ الجمعۃ)

حضرت نبی کریمؐ کی بعثت کا ذکر ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کی بعثت کا ذکر فرمایا ہے اور اس بات کا ذکر فرمایا ہے کہ اب اس کے بعد کتاب اور حکمت کی تعلیم یا خدا تعالیٰ کی طرف سے رہنمائی کا کام آپؐ کے ذریعہ یا ان لوگوں کے ذریعہ ہوتا رہے گا جو آپؐ کے شاگرد ہیں فرمایا ھو الذی بعث فی الامیین رسولاً منھم۔ امی لوگوں کے اندر عرب کے اَن پڑھ لوگ جن کو کوئی تعلیم اور فلسفہ نہ تھا انہیں میں سے ایک امی آدمی کو اٹھایا اور بڑا عظیم الشان کام اس کے سپرد کیا۔ انسانوں کے تزکیہ کا ان کے اخلاقی نشوونما کا ان کی روحانی ترقی کا ان کو کتاب اور حکمت سکھانے کا امی قوم سے امی رسول کو مبعوث کیا اور غرض یہ بیان فرمائی کہ اب یہ دنیا کو حکمت سکھائے گا فرمایا کہ یہ تو موجود لوگ ہیں جن کے اندر آپؐ کی بعثت ہوئی مگر ان کے بعد آنے والے اور لوگ بھی ہیں جو ابھی ان کو نہیں ملے جتنے لوگ بعد میں اسلام میں شامل ہونے والے ہیں وہ سب کے سب اس میں شامل ہیں یعنی ان کی تعلیم اور تزکیہ بھی آپؐ کے ذریعہ ہی ہوگی۔

مفسرین اور آیت لما یلحقوا بھم اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے ایک حدیث نبی کریم صلعم کی بیان کی ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ ہم نبی صلعم کے پاس بیٹھے تھے تو آپ پر سورۃ جمعہ نازل ہوئی تو میں نے پوچھا یا رسول اللہ واٰخرین منھم میں کن کا ذکر ہے تو آپؐ نے تین دفعہ سوال دہرانے پر اپنا ہاتھ سلمان فارسیؓ کے کندھے پر رکھا اور فرمایا کہ اگر ایمان ثریا پر ہوتا تو ان میں سے آدمی اس تک پہنچ جاتے یا ایک آدمی پہنچ جاتا۔

ابنائے فارس میں سے ایک شخص بعض دفعہ قرآن مجید میں ظاہر الفاظ میں کوئی تصریح ہوتی ہے اور اس کے ساتھ ہی کوئی لطیف اشارہ بھی ہوتا ہے۔ فی الحقیقت اس آیت میں لطیف اشارہ بھی موجود ہے کہ ابنائے فارس میں سے کوئی ایسا شخص پیدا ہوگا جو ان باتوں کو جو نبی کریم صلعم لائے ہیں ایک نئے رنگ میں دنیا میں پہنچائے گا تو جہاں ایک طرف یہاں یہ بیان فرمایا کہ قیامت تک جتنے لوگ ہیں ان سب کے معلم روحانی آنحضرت صلعم ہیں

ایک خاص شخص کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔

ایک دُور کے زمانہ کا ذکر اس سورۃ الجمعہ سے پہلی سورۃ الصف ہے۔ سورۃ الصف میں یہ ذکر ہے کہ آپ کو مبعوث کر کے آپ کو ہمیشہ کے لئے روحانی معلم بنایا گیا اور یہ جو نبی کریم صلعم کی حدیث ہے اگر ایمان ثریا پر ہوتا تو ان فارسی لوگوں میں کوئی شخص اس تک پہنچ جاتا یہ گویا فی الحقیقت ایک دُور کے زمانہ کا ذکر کیا جیسا کہ حدیث میں آتا ہے لا یبقی من الایمان الا اسمہ ولا یبقی من القرآن الا رسمہ یعنی ایمان کا صرف نام رہ جائے گا اور قرآن کے لفظ رہ جائیں گے۔ یعنی ایمان دلوں میں نہیں رہے گا اور قرآن پر عمل نہیں رہے گا

ایمان کو واپس لانیوالا مجدد ہے اس وقت جب یہ حالت پہنچے تو اس وقت ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ کوئی شخص اس عظیم الشان روحانیت کا مالک ظاہر ہو جو ایمان کو واپس لائے۔ ایسا شخص اسی قانون کے ماتحت آسکتا ہے جو آنحضرت صلعم کے بعد مجددین کے آنے کے متعلق دوسری جگہ بیان فرمایا اس قانون کے ماتحت فرمایا کہ اگر ایمان ثریا تک پہنچ جاتا تو ان فارسی لوگوں میں سے کوئی شخص اس تک پہنچ جاتا۔

ایک لطیفہ میں آپ کو ایک لطیفہ سناؤں یہاں تک لوگوں کی حالت ہے کہ حق بات کو سننا گوارا نہیں کرتے، ہمارے ایک دوست خطبہ پڑھ رہے تھے خطبہ میں انہوں نے یہی سورۃ تلاوت کی وہاں پر کچھ غیر از جماعت اصحاب بھی تھے جب انہوں نے یہ پڑھا ویزکیھم ویعلمھم الکتب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلل مبین تو ایک بزرگ کہنے لگے کہ آگے نہ پڑھنا کیونکہ اس آیت کے متعلق جھگڑا ہے

اس آیت میں اشارہ بلاشبہ ان الفاظ آخرین منھم میں اشارہ ہے ایک ایسے شخص کے ظاہر ہونے کی طرف جو اس زمانہ میں جبکہ مسلمانوں کی زبانوں پر ایمان ہوگا مگر دلوں سے اٹھ چکا ہوگا ایمان کو از سر نو زندہ کرے۔ آج مسلمانوں کی یہی حالت ہے کہلانے کو خیر امۃ کہلاتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا خطاب ہے، مگر کیوں خیر امۃ تھی اس کی وجہ خود بیان فرمائی

تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتومنون باللہ۔ اچھے کاموں کا حکم دیتے ہو، بُرے کاموں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو، جب وہ ایمان نہ رہا دنیا کی ہدایت کی طرف توجہ نہ رہی تو خیر امۃ کے مصداق بھی نہ رہے

صحابہؓ کا ایمان صحابہؓ کا ایمان آنحضرت صلعم پر اور اللہ تعالیٰ پر پہلے ایمان بالغیب کا رنگ رکھتا تھا۔ کیونکہ آپ کی صداقت کے سب شواہد سامنے نہ آگئے تھے، مگر انہی صحابہؓ پر ایک زمانہ وہ آیا کہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے ان باتوں کو پورا ہوتے ہوئے دیکھ لیا جو قرآن کریم نے قبل از وقت انہیں بتائی تھیں

آج بھی وہ ایمان پیدا ہوسکتا ہے اگر مسلمانوں کی آنکھیں کھلی ہوں تو آج بھی وہی ایمان پیدا ہوسکتا تھا جو صحابہ کے اندر پیدا ہوا۔ جس طرح پر اس وقت ایک قوم حق کو مٹانے کے لئے آنحضرت نبی کریم صلعم کے مقابل پر آگئی اور ان کو بتادیا گیا کہ تمہاری یہ مخالفت سب مٹادی جائے گی اور حق غالب آئیگا انہوں نے اپنی آنکھوں سے اس واقعہ کو پورا ہوتے دیکھ لیا اسی طرح پر ایک خبر اور بھی دی گئی تھی کہ ایک قوم اور بھی پیدا ہوگی وہ بھی کفار عرب کی طرح اسلام کو مٹانے کی کوشش کرے گی

دوسری ناکام مخالفت اور غلبہ اسلام تاریخ اٹھا کر دیکھ لو کفار عرب کی پہلی کوشش کے بعد جو انہوں نے اسلام کے مٹانے کے لئے کی، دوسری کوشش اسلام کو مٹانے کی عیسائی اقوام نے کی۔ تو یہ بتایا گیا تھا کہ جس طرح پہلی مخالفت ناکام ہو کر اسلام کا قبضہ ہوا یہاں تک کہ مخالفوں کے ملک اسلام کے اندر داخل ہوگئے اسی طرح اسلام کو مٹانے کی دوسری کوشش بھی ناکام ہوگی اور اسلام سب دینوں پر غالب آجائے گا

حق کی تکذیب اور عذاب الٰہی خدا تعالیٰ کا یہ اٹل قانون ہے جیسا کہ فرمایا وقال الذین کفروا لرسلھم لنخرجنکم من ارضنا او لتعودن فی ملتنا فاوحی الیھم ربھم لنھلکن الظلمین (سورۃ ابراہیم) حق کی تکذیب پر جن عذابوں کا ذکر قرآن کریم میں آتا ہے وہ ایک قصہ معلوم ہوتا تھا مگر آج ہماری آنکھوں کے سامنے وہ ایک کھلا واقعہ بن گیا ہے، آج وہ قومیں جو اسلام کو مٹانا چاہتی تھیں ان پر کیسا عذاب مسلط ہے پہلی قوموں پر تو چھوٹے چھوٹے عذاب آتے تھے، زلزلے آجاتے تھے یا آندھی آجاتی تھی چھوٹے علاقے اس سے متاثر ہوتے تھے آج دنیا جس عذاب میں مبتلا ہے اس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی۔

موجودہ عذاب میں قابل غور امر آج جو عذاب ہے عالمگیر ہے کل دنیا پر محیط ہے، وہ ملک جو دور بھی ہیں وہ بھی اس سے متاثر ہیں مگر یہ امر قابل غور ہے کہ جتنا جتنا کسی قوم نے حق کے مٹانے کے لئے زور لگایا اسی نسبت سے وہ اس عذاب کی سختی کا مزہ بھی چکھ رہی ہے یہاں تک کہ جس ملک نے مذہب کو ہی سرے سے مٹانا چاہا وہ سب سے بڑھ کر

اس عذاب میں مبتلا ہے، یہ روس کا ملک جس نے مذہب کو خدا کے نام کو دنیا سے مٹانا چاہا آج جو عذاب اس ملک اور قوم پر مسلط ہے اس کی نظیر دنیا میں نہیں ملتی نہ زلزلوں سے وہ تباہی آسکتی تھی نہ آندھی سے آسکتی تھی نہ ہی سیلاب سے آسکتی تھی۔

موجودہ عذاب کا خاتمہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ اس کا خاتمہ کس طرح ہونیوالا ہے مگر جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے اس کا خاتمہ رحمت کے رنگ ہی میں ہوگا وہ چھوٹے چھوٹے عذاب، ہمارے تعلیم یافتہ لوگ شاید ان پر ہنستے ہونگے کہ فلاں قوم نے صداقت کی تکذیب کی اور اسے مٹانا چاہا تو اس پر عذاب آگیا، مگر آج خدا تعالیٰ ہماری آنکھوں کے سامنے وہ منظر لے آیا ہے کہ جن اقوام نے رسول کریمؐ کی تکذیب کی آپکے دین کو دنیا سے مٹانا چاہا ان پر کیسا خطرناک عذاب مسلط ہے، تو اگر وہ عذاب عظیم آگیا جو ہمیشہ مکذبین پر آیا کرتا ہے تو کیا یہ ضروری نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ رحمت کے رنگ میں ایک ایسے شخص کو بھی اٹھاتا جو اس عذاب کے بعد اللہ تعالیٰ کی رحمت کا پیغام ان لوگوں تک پہنچاتا۔

یہ بڑی مشکل بات ہے مگر ہم بعض وقت صرف لفظوں پر خوش ہوجاتے ہیں اٰخرین منھم کے مصداق بن جاتے ہیں اور صحابہ بھی بن جاتے ہیں مگر یاد رکھئے کہ اس گروہ کا فرد ہونا بڑی مشکل بات ہے ہم صرف منہ کے الفاظ سے اٰخرین منھم کے مصداق نہیں ہو سکتے اسکے لئے بڑی جدوجہد اور قربانی درکار ہے۔

صحابہؓ نے کیا کیا صحابہ رضی اللہ عنہم نے کیا کیا، آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد تیس سال کے اندر اندر اسلام کی شوکت اور قوت کو کمال کو پہنچا دیا اور اسلام کے پیغام کو دور دور ملکوں تک پہنچا دیا۔ آج حضرت مسیح موعود کو فوت ہوئے پینتیس سال ہوگئے ہمارا کام کیا ہے؟ قادیان کی جماعت بہت بڑی ہے اور اسے خلافت پر بڑا ناز ہے اس کے گن دن رات گاتے ہیں اور صحابہ کہلواتے ہیں مگر صحابہؓ کے مقابل پر کام کیا ہے؟

بڑی جدوجہد کی ضرورت بیشک اللہ تعالیٰ نے ایک جماعت کو کھڑا کیا ہے کہ وہ صحابہ کے نقش قدم پر چلے مگر یاد رکھئے کہ اسکا مصداق بننے کے لئے بڑی جدوجہد کی ضرورت ہے ہمارے پاس سامان نہیں اور تعداد بھی تھوڑی ہے مگر یہ تھوڑے لوگ بھی بہت کام کرسکتے ہیں اگر انکے قلوب میں صحابہ جیسا ولولہ اور ایمان پیدا ہوجائے ہم اگر اسی ایمان کو لیکر دنیا میں پھیل جائیں جس کو لیکر صحابہؓ دنیا میں پھیل گئے تھے تو وہی کام بھی کرسکتے ہیں۔ ان میں سے تجارت کیلئے لوگ باہر نکلے اور ملکوں کے ملک مسلمان کرلئے اس زمانہ میں بھی افریقہ کے اندر اسلام صرف تاجروں کے ذریعہ پھیلا۔

اسلام کیسے پھیلے گا ہم کو یہ نہیں خیال کرنا چاہیئے کہ صرف مشنوں اور مبلغوں کے ذریعہ ہی اسلام پھیلے گا، بلکہ جس شخص کے قلب میں صحیح ولولہ اور ایمان پیدا ہوا اسلام اس کے ذریعہ پھیلے گا خواہ وہ کوئی کام کرتا ہو۔ میں آپ کو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہمارے اندر خدا کے دین کو پھیلانے کا ولولہ اور عزم پیدا ہونا چاہیئے۔

شذرات

(از محمد انعام الحق)

منارنشین راہب جن اصحاب کو مذاہب تواریخ کے مطالعہ کا شوق ہے امید ہے انہوں نے عیسائیوں اور یہودیوں کے منارنشین راہبوں کے کچھ حالات پڑھے ہونگے۔ مغربی زبانوں میں ان کے متعلق مستقل تصانیف موجود ہیں۔ حال ہی میں اُردو کے ایک ہفتہ وار نے ان کے کچھ مختصر حالات شائع کئے ہیں :-

"چھٹی صدی عیسوی میں یہودیوں اور نصرانیوں کا عام خیال تھا کہ بائبل کی پیشگوئیوں کے مطابق یسوع دوبارہ آسمان سے نازل ہونگے چنانچہ ہر صومعہ اور کنیسہ میں نزول مسیح کا شدت سے انتظار ہو رہا تھا۔ بعض لوگ تو یسوع کی پہلی جھلک سے آنکھوں کو منور کرنے کے لئے اس درجہ بیقرار تھے کہ انہوں نے مناروں اور ستونوں پر بیٹھ کر سالہا سال اسی انتظار میں گذار دئے۔ چنانچہ ہربرٹ تھرسٹن اپنی تصنیف منارنشین راہب (Pillar Saints) میں لکھتا ہے کہ صحرائے شام میں بیشمار ایسے پل پائے تعمیر کئے گئے جن پر کوئی راہب اپنی نظریں آسمان پر گاڑے دن رات بیٹھے رہتے تھے۔ ان لوگوں کو منارنشین راہب کہا جاتا تھا"۔

(ہفتہ وار خیام ۱۴ مارچ ۱۹۴۳ء)

ان سادہ لوح منارنشین راہبوں کے عقیدہ کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے ؟ یقیناً آپ اسے عقل و ہوشمندی سے بعید قرار دے کر اس پر ہنسیں گے ـــــ لیکن گستاخی معاف ہمارے غیراز جماعت مولویوں کا عقیدہ حیات مسیح بھی ان راہبوں کے عقیدے سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے۔ باقی رہا عمل سو مولوی صاحبان مناروں پر چڑھ کر تو بیشک نہیں بیٹھے ہیں لیکن تاریک خیالی کے ایک گہرے غار میں ضرور بند ہیں ـــــ ان کی یا کم از کم ان کے فریب خوردہ خوش اعتقاد پیروؤں کی نظریں مسیح کی آمد ثانی کے انتظار میں آسمان ہی پر لگی ہوئی ہیں۔

کوتاہ بین مولوی انہی راہبوں کے حالات میں معاصر موصوف نے لکھا ہے کہ :-

"ان میں سے ایک راہب نے منارہ نشینی کا ریکارڈ ہی مات کر دیا۔ اس کا نام سائمن صغیر تھا۔ وہ شام کا رہنے والا تھا۔ اسے بچپن ہی میں نزول مسیح کا منظر دیکھنے کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ وہ اسکندریہ کے ایک منار پر جا بیٹھا۔ یہ منار سنگ مرمر کا بنا ہوا تھا اور اس کا رقبہ تین مربع فٹ سے زیادہ نہیں تھا۔ اس نے اپنی نظریں آسمان پر گاڑدیں اور برابر ۶۹ برس تک اسی حالت پر بیٹھا رہا۔ اس عرصہ میں وہ ایک مرتبہ بھی منار سے نیچے نہیں اترا۔ کھانا اسے ستون ہی پر پہنچا دیا جاتا تھا اور وہ حوائج ضروریہ سے بھی وہیں فارغ ہو لیتا ...... اسی طرح سینٹ سائمن کبیر کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ وہ برابر ۳۰ برس تک ایک ستون پر بیٹھا نزول مسیح کا انتظار دیکھتا رہا۔ امریکہ کے ایک مشہور آرٹسٹ ربلے کا بیان ہے کہ چند برس ہوئے اس نے انطاکیہ کے اردگرد اس قسم کے سینکڑوں ستون دیکھے تھے ...... ان کوتاہ بین راہبوں کی سمجھ میں نہ آسکا کہ بائبل کی پیشگوئیوں کے مطابق جسے آنا تھا وہ فاران کی چوٹیوں پر دس ہزار قدسیوں کے ہمراہ ایک آتشیں شریعت لئے پہلے ہی جلوہ گر ہو چکا تھا صلی اللہ علیہ وسلم" (ایضاً)

یہ منارنشین راہب یقیناً کوتاہ بین تھے لیکن حیات مسیح کے غلط اور خلاف قرآن عقیدہ کو ماننے اور مسیح ابن مریم کے نزول از آسمان کے منتظر مولویوں کے لئے بھی تو یقیناً یہی لفظ موزوں ہے۔ وہ تعلیمات قرآنی کے خلاف اس بات پر مصر ہیں کہ حضرت عیسٰے کا ۔۔۔ جسد عنصری کیساتھ دو ہزار سال سے چوتھے آسمان پر تشریف فرما ہیں اور وہیں سے نازل ہونگے بلند مسلمانوں کو ہاتھ پر ہاتھ دھرے بڑے مزے سے انکا انتظار دیکھتے رہنا چاہئے ـــــ کاش وہ ضد و تعصب کو چھوڑ کر آنکھیں کھولتے اور دیکھتے کہ احادیث میں جس مسیح کی آمد کا وعدہ ہے وہ آچکا اور غلبہ اسلام کے لئے منشائے الٰہی کے ماتحت ایک صالح مضبوط اور کامیاب تحریک کی بنیاد اس کے مقدس ہاتھوں سے رکھی جا چکی ہے ؛

مقلدین اقبال غور کریں جناب مولانا سلیمان ندوی اپنے رسالہ "معارف" کی تازہ اشاعت میں "موجودہ زمانہ کے بعض خام کار مصلحین جو تجدید ملت کی نقل اتارنی چاہتے ہیں" ان میں سے ایک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

"...... اور اس نشان دہی کی جرأت کرے کہ علمائے امت اور آئمہ دین نے کہاں کہاں غلطی کی اور عجمی خیالات و اثرات سے ان کا دماغ کہاں تک متاثر ہوتا رہا اور اپنے ثبوت کے لئے یہی دلیل کافی سمجھے کہ اقبال کے کسی شعر کو اس طرح پیش کر دے کہ گویا قرآن پاک کی کوئی آیت پیش کر کے اس نے اپنی حجت پوری کر دی اور اب کسی شک شبہ کی گنجائش نہیں رہی۔ حالانکہ ابھی یہ بات خود بھی محل کلام ہے کہ یہ اشعار زمانہ حال کا لباس مستعار ہیں جو فرنگستان کے کارخانہ میں تیار ہوئے ہیں یا وہ سراسر حجازی اور وحی الٰہی کی صنعت گاہ کی پیداوار" (معارف ماہ مارچ ۱۹۴۳ء صفحہ ۱۶۴)

قبل ازیں علامہ اقبال مرحوم کے متعدد عقیدتمند اور شاگرد جن میں ڈاکٹر تاثیر کا نام خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ برملا کہہ چکے ہیں کہ مرحوم کے افکار و تعلیمات مغربی فلسفیوں سے متاثر و ماخوذ ہیں ـــــ اب مسلمان قوم کا ایک بلند مرتبہ مورخ و محقق مرحوم کے اشعار کے متعلق دبی زبان میں اسی قسم کے خیالات کا اظہار کر رہا ہے ـــــ یقین و وثوق سے نہیں تو لی اشتباہ کے رنگ ہی میں سہی ـــ کیا مقلدین اقبال اس پر غور فرمائیں گے ؟

یاد ہوگا کہ علامہ اقبال مرحوم نے اپنے آخری حصۂ زندگی میں بعض نامناسب اثرات کے تحت حضرت مجدد زمان کے دعاوی و عقائد کو خواہ مخواہ اور اپنے گذشتہ بیانات کے برعکس عجمی و مجوسی تعلیمات سے ماخوذ قرار دیا تھا ـــ آج ان کے مداحوں، شیدائیوں، دوستوں اور شاگردوں کی زبان و قلم سے ان کے افکار و اشعار کی حقیقت ظاہر ہو رہی ہے۔ مکافات عمل کا خدائی قانون کس قدر اٹل ہے !

احرار کی حالت کا صحیح نقشہ

ویسے تو تمام نہاد مجلس احرار کے عزائم و مقاصد ابتداہی سے خود غرضانہ مشکوک اور دیانت و خلوص سے معرا رہے ہیں۔ اس کا طریق کار بھی تقوے و شرافت سے بعید ہے۔ اسکے سرغنوں کی زندگیاں بہت بڑی حد تک اپنے اصلی رنگ میں دنیا کے سامنے آچکی ہیں ـــــ مگر آج سے چند سال قبل مسلمان قوم کی سادہ لوحی کے طفیل شمالی ہندوستان میں ان کا طوطی بول رہا تھا۔ انکی سوقیانہ ہنگامہ پسندی سے مسلمانوں کے دل و دماغ بری طرح متاثر ہو گئے تھے۔ اس زمانہ میں ان کے شور پُرشر میں معقول و سچی صدائیں دب کر رہ جاتی تھیں چاروں طرف ایک مجنونانہ کیفیت چھائی ہوئی تھی۔ اب اس مجلس احرار کی کیا کیفیت ہے ؟ یہ ہماری نہیں معاصر "انقلاب" کی زبانی سنئے۔ روز "احسان" نے از راہ خوش فہمی یا ستم ظریفی احرار کو مشورہ دیا تھا کہ وہ بھی اتحاد پارٹی کی طرح غریبوں کی حالت کو بہتر بنانے کے لئے عملی پروگرام تجویز کریں۔ اس کے متعلق معاصر موصوف لکھتا ہے کہ :-

"احرار کے لیڈر خود غریب ہیں اور غریبوں کی حالت کو بہتر بنانے کی کوشش کرتے ہیں لہٰذا ان کے پیش نظر سب سے پہلا کام یہ ہے کہ اپنی حالت کو بہتر بنائیں۔ چنانچہ جب احرار لیڈروں کا حال پتلا ہو جاتا ہے تو ضرور کوئی نہ کوئی تحریک برپا کر دی جاتی ہے تاکہ پیسے آجائیں اور لیڈروں کی حالت بہتر ہو جائے ...... جس کام میں (دہنیں) چار پیسے کا نفع ہو وہی کام اچھا ہے لیکن اب تو وہ محفل ہی درہم برہم ہو گئی "بزمولی ساب" یعنی مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی جیل میں ہیں، چودھری افضل حق کا انتقال ہو گیا۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری بیمار ہیں۔ شیخ حسام الدین آڑھت کا کام کرتے ہیں مولوی اظہر علی اظہر دل شکستہ ہیں۔ اللہ بس باقی ہوس۔ جب بانس ہی نہ رہے تو بانسری کیا بجے" (۱۸ مارچ ۱۹۴۳ء)

العظمۃ للہ ! یہ اس گروہ کی حالت ہے جو چند سال قبل اپنی طاقت و اثر کے زعم باطل میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کو مٹا دینے کا دیوانہ وار دعوے کر رہا تھا۔ اور اس نے اس خدائی سلسلہ اور اس کے مقدس بانی کے خلاف دشنام طرازی اور بہتان سازی میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی ؛

جلسہ فنڈ کی ادائیگی کیطرف توجہ فرمائیں

گذشتہ جلسہ سالانہ سے پہلے احباب کی خدمت میں فرداً فرداً چٹھیاں لکھکر درخواست کی گئی تھی کہ وہ جلسہ کے اخراجات کے لئے کچھ رقم جو ان کے نام لکھدی تھی جلدی مرحمت فرمائیں۔ بیشتر اصحاب نے اس کے جواب میں تجویز کردہ رقوم یا کم و بیش بھیجدیں لیکن بعض احباب ابھی تک خاموش ہیں اور انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا جس کی وجہ سے اخراجات جلسہ اور جلسہ فنڈ کی آمد میں تقریباً تین سو روپیہ کا فرق ہے، اگر وہ تمام احباب جنہوں نے ابھی تک جلسہ فنڈ میں کچھ بھی مرحمت نہیں فرمایا اس طرف توجہ مبذول فرمائیں تو یہ فرق آسانی سے پورا ہو سکتا ہے، اسی غرض سے ایسے احباب کو فرداً فرداً بذریعہ خطوط توجہ دلائی جا رہی ہے امید ہے احباب کرام جلد تر ان خطوط کا جواب دیکر اور رقوم بھیجکر ممنون فرمائیں۔ والسلام

خاکسار۔ شیخ محمد عبداللہ مہتمم جلسہ سالانہ

بقیہ خطبہ صفحہ ۳

بقیہ خطبہ صفحہ ۳

کوئی کسی رنگ میں تبلیغ کے لئے نکل جائے اور کوئی کسی رنگ میں۔ ہم میں سے ہر ایک اس فکر میں رہے کہ میں کس طرح پر اسلام کو پھیلا سکتا ہوں اور کہاں کہاں پہنچکر خدا کے دین کا جھنڈا بلند کر سکتا ہوں۔

لاہور کی جماعت اور جناب شیخ عبدالرحمان صاحب مصری۔

ایک اور ضروری بات بھی میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں ہمارا بہت سا وقت ضائع ہو رہا ہے اور ہم غفلت کی حالت میں پڑے ہیں حق کو دوسروں تک پہنچانے کے لئے ہم اپنی قوت صرف نہیں کر رہے ہمارے دوست شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری نے اس کام کو اپنے ذمہ لیا ہے کہ وہ لاہور کی جماعت کو اس کام کی طرف خصوصیت سے توجہ دلائیں ہر ایک محلہ کے اندر لوگوں کو منظم کر کے یہ کوشش کی جائے کہ اسلام کا لٹریچر پھیلایا جائے۔ باوجود کاغذ کی اس قدر قلت کے ہمارے پاس بہت سا لٹریچر موجود ہے اور اور بھی تیار کر سکتے ہیں اسکو دوسروں تک پہنچانا یہ آپ کا کام ہے اس کے متعلق عنقریب مشورہ کے بعد آپکے سامنے ایک پروگرام رکھا جائے گا، اگر ہمیں ان پہلے بزرگوں سے کچھ نسبت نہیں تو کم سے کم ان کا کچھ رنگ ہی اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے ؛

کیا محدثوں والی نبوت کے دعوے کو حضرت مسیح موعودؑ نے کبھی تبدیل کیا

{ از مخترم جناب شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری }

حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق جناب میاں صاحب مکرم کا ایک عقیدہ

اخی المکرم جناب مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب کا عقیدہ ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ دعویٰ نبوت کے بعد قریباً دس گیارہ سال تک اپنے آپ کو بطور مجدد اور محدث کے ہی دنیا کے سامنے پیش کرتے رہے اور جو لفظ نبی آپ کے لئے احادیث میں یا آپ کے اپنے الہامات میں مستعمل ہوا ہے اس کے متعلق یہی بتلاتے رہے کہ اس سے مراد صرف وہی نبوت ہے جو محدثین اور اولیاء کو ملا کرتی ہے۔ اور چونکہ یہ نبوت درحقیقت نبوت نہیں ہوتی اس لئے اسکا حامل غیر نبی ہی کہلاتا ہے ہاں اپنے نبی متبوع کی نبوت کے عکس کو اپنے اندر جذب کر لینے کی وجہ سے اور اس کی پیروی میں فنا ہو کر اسکے فیوض سے مستفیض ہونیکے باعث اُسے ظلی بروزی امتی نبی کہہ لیا جاتا ہے اور بوجہ انبیاء کے ساتھ بعض مشابہتیں رکھنے کے وہ مجازاً اور استعارۃً نہ کہ حقیقتاً نبی کہلاتا ہے اور بوجہ مبشرات پانے اور اپنے نبی متبوع کے بعض کمالات کے وارث ہونے کے جزوی یا ناقص نبی اسکا نام رکھا جاتا ہے۔ اور اپنے نبی متبوع کی نبوۃ کو زندہ ثابت کرنے کے لئے جو اسکو بعض اسرار غیبیہ پر مطلع کیا جاتا ہے ان کی وجہ سے وہ لغوی طور پر نبی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے لیکن ان سب باتوں کے باوجود وہ غیر نبی ہی رہتا ہے یعنی نبیوں کی جماعت میں شمار نہیں ہوتا بلکہ اولیاء کی جماعت کا فرد ہی شمار کیا جاتا ہے .... بلکہ جناب میاں صاحب مکرم .... عقیدہ ہے کہ اتنے لمبے عرصہ تک حضور نبیوں والی نبوت کے پانے سے ہمیشہ نہایت اشد اور غیر مبہم الفاظ میں انکار کرتے رہے اور دنیا کو بار بار غلیظ سے غلیظ قسمیں کھا کر یقین دلاتے رہے کہ لفظ نبوت سے آپ کی مراد نبیوں والی نبوت ہرگز نہیں اور ایسی نبوت کے مدعی پر ہمیشہ لعنتیں بھیجتے رہے اور قرآن شریف کی آیات اور احادیث صحیحہ سے اس امر پر بڑے زبردست دلائل دیتے رہے کہ نبی کریم صلعم کے بعد نبیوں والی نبوت کے .... دروازہ قطعی طور پر بند ہو چکا ہے اور اگر کوئی شخص نبیوں والی نبوت کو حاصل کرے تو ختم نبوت باطل ہو جاتی ہے اور اس کے ساتھ ہی اسلام کا .... خاتمہ ہو جاتا ہے اور انہی وجوہ کی بناء پر حضرت اقدس باوجود اپنے لئے لفظ نبی کے استعمال کے ہمیشہ اپنے آپکو غیر نبی ہی کہتے اور لکھتے رہے

حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق جناب میاں صاحب مکرم کا دوسرا عقیدہ

.... ایک عقیدہ تو جناب میاں صاحب مکرم کا یہ ہے جو میں نے اوپر بیان کیا ہے اور اس کے برخلاف دوسرا عقیدہ جناب میاں صاحب مکرم کا یہ ہے کہ ۱۰-۱۱ سال تک جو دلائل حضرت اقدس قرآن شریف اور احادیث صحیحہ سے اس بات کو ثابت کرنے کیلئے دیتے رہے ہیں کہ نبیوں والی نبوت کا ملنا اب ممتنع ہے وہ سب نعوذ باللہ غلط تھے اور وہ جو غلیظ سے غلیظ قسمیں کھا کر ایسی نبوت کے پانے سے انکار کرتے رہے بلکہ ایسی نبوت کے مدعی پر لعنتیں بھیجتے رہے وہ بھی نعوذ باللہ محض ایک دھوکہ کی وجہ سے تھا جو نعوذ باللہ حضور کے نفس کو لگا ہوا تھا ورنہ بقول جناب میاں صاحب مکرم حقیقت یہی تھی کہ حضور کو نبیوں والی نبوت ملی ہوئی تھی لیکن باوجود اس کے کہ آپ تمام نبیوں کے وارث تھے اور باوجود اس کے کہ آپ تمام نبوتوں کو زندہ ثابت کرنے کے لئے تشریف لائے تھے آپ اتنا بھی نہ سمجھ سکے کہ جو کیفیت آپ کے اندر پائی جاتی ہے وہ محدثوں والی نبوت کی نہیں بلکہ نبیوں والی نبوت کی ہے۔ پس جناب میاں صاحب مکرم کا اب یہ عقیدہ ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے دس گیارہ سال کے بعد اپنے تمام پیش کردہ دلائل کو غلط ٹھیراتے ہوئے اور اپنی غلیظ سے غلیظ قسموں کو پس پشت پھینکتے ہوئے اس امر کا اعلان کر دیا کہ میں جو یہ لکھتا رہا کہ میری نبوت محدثوں والی نبوت ہے نبیوں والی نبوت نہیں اسے اب .... سمجھو اور آئندہ یہ یقین رکھو کہ میری نبوت نبیوں والی نبوت ہی ہے محدثوں والی نبوت ہرگز نہیں۔

ایسا اعلان کہاں ہے؟

یہ دو عقیدے ہیں جو جناب میاں صاحب مکرم حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے متعلق رکھتے ہیں۔ ان کی رو سے حضرت اقدسؑ کی عظمت کہاں تک دلوں میں قائم ہو سکتی ہے اور حضورؑ کا یہ دعویٰ کہ اس زمانہ میں حضورؑ پر ہی قرآن شریف کے معارف اور حقائق اور اس کے سچے علوم خاص طور پر کھولے گئے ہیں اور شریعت اسلامیہ کے مغز اور اس کی حقیقت پر صرف حضورؑ کو ہی آگاہ کیا گیا ہے کہاں تک پایۂ ثبوت کو پہنچ سکتا ہے اس کا فیصلہ جناب میاں صاحب مکرم اور ان کے رفقاء خود بالطبع ہو کر ٹھنڈے دل سے غور کر کے خود ہی کر لیں۔ مجھے اس کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہاں اتنا عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ غور کرتے وقت اگر وقار کے خیال پر رضائے الٰہی کو مقدم رکھا گیا تو صحیح نتیجہ پر پہنچنا یقینی امر ہے خیر اس بات پر غور کرنا تو جناب میاں صاحب مکرم اور ان کے رفقاء کا کام ہے میں نے جس امر پر خود غور کرنا اور جس امر کی طرف احباب کرام کی توجہ کو مبذول کرنا ہے وہ یہ ہے کہ آیا .... حضرت اقدسؑ کی طرف سے اس قسم کی منسوخی کا کبھی کوئی اعلان ہوا جہاں تک میں نے حضرت اقدسؑ کی کتب کا مطالعہ کیا ہے مجھے ایسا اعلان کہیں نظر نہیں آیا تو صرف یہ کہ حضرت اقدسؑ کی کتب میں ایسے اعلان کا وجود نہیں ملتا بلکہ اختلاف سے قبل جماعت بھی کبھی اس بات کی قائل نہیں ہوئی کہ حضرت اقدسؑ کی زندگی میں حضور پر کوئی وقت ایسا بھی آیا ہو کہ حضورؑ نے محدثیت والی نبوت کے دعوے کو تبدیل کر کے نبیوں والی نبوت کا دعوے کر دیا ہو کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ جماعت حضرت اقدسؑ کی زندگی کے آخری ایام تک بلکہ حضور کی وفات کے بعد بھی ان تمام عبارتوں سے استدلال کرتی اور مخالفین کو ملزم کرتی رہی ہے جن عبارتوں کو جناب میاں صاحب مکرم آج منسوخ قرار دے رہے ہیں۔ اس کے متعلق بعض حوالے میں شائع کر چکا ہوں اور بعض انشاء اللہ آئندہ شائع کئے جائیں گے تعجب ہے کہ جناب میاں صاحب مکرم جو منسوخی کے خیال کے موجد ہیں باوجود بار بار کے مطالبہ کے آج تک کوئی ایسا اعلان نہیں دکھلا سکے جس طرح حضرت اقدسؑ نے صاف اور واضح الفاظ میں نبیوں والی نبوت کو نبوت تامہ اور محدثوں والی نبوت کو نبوت جزویہ اور ناقصہ قرار دیتے ہوئے اپنی نبوت کو جزوی اور ناقص نبوت ٹھیرایا ہوا ہے ایسی ہی وضاحت اور صفائی سے بھرا ہوا اعلان حضورؑ کی طرف سے اس مضمون کا دکھلانا چاہیئے کہ میں نے جو پہلے اپنی نبوت کو جزوی اور ناقص نبوت لکھا تھا وہ غلط ہے بلکہ میری نبوت بھی دیگر انبیاء کی نبوت کی طرح نبوت تامہ ہی ہے یا کم از کم یہی دکھلا دیا جائے کہ حضورؑ نے اپنی کسی تحریر میں اپنی نبوت کو نبوت تامہ قرار دیا ہو اسی طرح جس صفائی کے ساتھ حضور نے یہ تحریر فرمایا ہوا ہے کہ میری وحی، وحی نبوت نہیں بلکہ وحی ولایت ہے ایسی ہی صفائی سے کہیں یہ لکھا ہوا دکھلا دیا جائے کہ میری وحی وحی نبوت ہے وحی ولایت نہیں۔

باوجود انتہائی کوشش اور ۲۸ سال کی تلاش کے جناب میاں صاحب مکرم اور ان کے رفقاء حضرت اقدسؑ کی ایسی کوئی تحریر نکالنے میں کامیاب نہیں ہو سکے جب کبھی ان سے ایسی تحریر کے متعلق مطالبہ کیا گیا ہے تو سب سے زیادہ زور ان کی طرف سے اس تحریر پر دیا جاتا ہے جو حقیقۃ الوحی میں مسئلہ فضیلت کے متعلق حضور کی طرف سے شائع ہوئی ہے لیکن اس تحریر پر فیصلہ کن بحث کرنے کی غرض سے جب چند سوالات اگست ۱۹۴۲ء کے ینگ اسلام میں شائع کروائے گئے تو ایسے خاموش ہوئے کہ باوجود یاد دہانی کے بھی ان کے جواب دینے کی آج تک جرأت نہیں کی جس سے پتہ لگتا ہے کہ ان کے دل تسلیم کر چکے ہیں کہ حضورؑ کی وہ تحریر بھی ان کے مفید مطلب نہیں اس تحریر میں بھی حضور کا دعوے محدثوں والی نبوت کا ہی ہے جس کا حامل غیر نبی ہی رہتا ہے نہ کہ نبیوں والی نبوت کا .... جب ان سوالوں کا جواب شائع ہوگا تو اس پر تفصیلی بحث کر کے انشاء اللہ ثابت کر دیا جائے گا کہ وہ حوالہ بھی انکو پناہ نہیں دے سکتا بہرحال .... حضرت اقدسؑ کی طرف سے اپنے پہلے دعوے کی منسوخی کا اعلان نہ کبھی ملا ہے اور نہ ہی جناب میاں صاحب مکرم اور ان کے رفقاء آج تک دکھلا سکے ہیں۔ آئندہ جب وہ پیش کریں گے تو اس پر غور کر لیا جائے گا۔

ایسے اعلان کے وقت کی تعیین میں جناب میاں صاحب مکرم کے مختلف بیانات

منسوخی کے متعلق حضورؑ کی طرف سے ایسے اعلان کی عدم موجودگی کے باوجود جناب میاں صاحب مکرم نے جو اپنا مذہب یہ بنا لیا ہے کہ حضور نے اپنے دعوے کے متعلق تبدیلی کی اور اس مسئلہ کے متعلق اپنی دس گیارہ سالوں کی تحریروں کو منسوخ قرار دیا تو یہ تو ہو نہیں سکتا کہ اپنے اس خیال کی تائید میں وہ بالکل ہی کوئی دلائل پیش نہ کرتے ہوں، بہرحال اس غلط خیال کی تائید میں ان کی طرف سے کچھ نہ کچھ دلائل خواہ وہ کیسے ہی کمزور کیوں نہ ہوں پیش ضرور کئے جاتے ہیں۔ میرا ارادہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد اور توفیق سے ان کی ایک ایک دلیل کو لیکر اس کا غلط ہونا ان پر واضح کیا جائے تا اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو وہ خود بھی اس غلط راہ کو چھوڑ سکیں جس پر وہ جلد بازی سے بغیر کافی غور کئے چل پڑے ہیں اور جماعت کے بیشتر حصہ کو بھی جو بدقسمتی سے خاص طور پر اس قسم کے مسائل میں اپنی قوت غور و فکر کو کھو کر اپنی رہنمائی کے لئے انہیں کی طرف دیکھتا رہتا ہے اس غلط راہ پر چلنے سے بچا لیں جس کے اختیار کرنے کے نتائج بہت ہی خطرناک ہیں اور جن کے خطرناک ہونے کو وہ خود بھی محسوس کرتے ہیں چنانچہ انہوں نے ابتداء میں ایک دوست کو اس مضمون کا خط لکھا تھا کہ میں خود بھی حضرت اقدسؑ کیلئے عام طور پر لفظ نبی کا استعمال پسند نہیں کرتا کیونکہ اس میں خطرہ ہے کہ لوگ حضورؑ کو مستقل نبی نہ بنا لیں پس میں جناب میاں صاحب مکرم کی خدمت میں نہایت خلوص کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ وہ اس مسئلہ میں دوبارہ غور کریں اور حضرت اقدسؑ کی تمام کی تمام تحریروں کو سامنے رکھ کر غور کریں اور غور کے بعد اگر ان پر واضح ہو جائے کہ حضورؑ کا دعویٰ محدثوں والی نبوت کا ہی تھا نہ کہ نبیوں والی نبوت کا اور یقیناً وہ اسی نتیجہ پر پہنچیں گے تو دلیری سے کام لیتے ہوئے بغیر خوف لومۃ لائم اس بات کا اعلان کر دیں تا جس غلطی کی بنیاد ان کے ہاتھوں سے رکھی گئی ہے اس کی اصلاح بھی انہی کے ہاتھوں سے ہو جائے ورنہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان تمام نتائج کے وہی ذمہ دار ہوں گے جو اس غلط عقیدہ سے پیدا ہونیوالے ہیں اللہ تعالیٰ ان کیساتھ ہو اور حق تک پہنچنے اور اس کا علی الاعلان اظہار کرنے کی انہیں توفیق عطا فرمائے آمین، میں نے بھی ان کے دلائل پر بحث کا جو ارادہ کیا ہے وہ بھی اسی نیت سے ہے کہ ان کو غور کرنے میں امداد مل سکے خدا کرے میری یہ تحریر ان کے اور ان کے رفقاء کے لئے ہدایت کا موجب ہو آمین۔

سب سے پہلے میں اس مقالہ میں اللہ تعالیٰ کی توفیق اور مدد سے اس امر پر روشنی ڈالنا چاہتا ہوں کہ جناب میاں صاحب مکرم نے امر انکشاف کے متعلق جو ان کے نزدیک حضورؑ کے قلب پر اس بارے میں ہوا کہ حضورؑ محدثوں والی نبوت کے نہیں بلکہ نبیوں والی

نبوت کے حال میں جو مختلف اوقات مقرر کئے ہیں وہ سب کے سب غلط ہیں ان میں سے ایک وقت بھی ایسا نہیں جس میں جناب میاں صاحب کی اس مزعومہ تبدیلی کا ثبوت ملتا ہو بلکہ اس کے برعکس ہر وقت یہی بتلا رہا ہے کہ حضور اسی طرح میں اپنے اسی پہلے خیال پر قائم ہیں جس کا اظہار حضور اپنی پہلی کتب میں کرتے رہے ہیں یہ بدیہی بات ہے کہ اس اہم تبدیلی کے مدعی پر پہلا سوال یہی ہوگا کہ یہ مزعومہ تبدیلی کب وقوع میں آئی جناب میاں صاحب مکرم کو بھی یہ احساس ہوا کہ لوگ اس تبدیلی کے وقت کے متعلق ضرور ان سے سوال کریں گے اس لئے انہوں نے اس کے وقت کے متعلق بھی تعیین کرنے کی کوشش کی لیکن تبدیلی کا چونکہ فی الحقیقت کوئی وجود ہی نہ تھا اس لئے اس کے متعلق کبھی انہوں نے کوئی وقت مقرر کیا اور کبھی کوئی چنانچہ سب سے پہلے انہوں نے اپنی کتاب القول الفصل میں اس کے لئے ۱۹۰۲ء مقرر کیا لیکن جب اس پر اعتراض ہوئے تو انہوں نے اپنی کتاب حقیقۃ النبوۃ میں اپنے اس قول کو واپس لے لیا اور اس کی بجائے اسی کتاب میں تین مختلف اقوال لکھ دیئے کبھی تو حضرت اقدسؑ کے اس خیال کی آخری حد کہ حضور کی نبوت محدثوں والی نبوت ہے اور یہ کہ حضور فی الحقیقت غیر نبی ہی ہیں ۱۸۹۹ء قرار دی حالانکہ خود اسی کتاب میں اس کے خلاف حوالے موجود ہیں اور کبھی نبیوں والی نبوت کے دعوے کی ابتداء ۵ اگست سنہ ۱۹۰۰ء کو قرار دیا اور کبھی نومبر ۱۹۰۱ء کو ٹھیرایا پھر تھوڑا ہی عرصہ ہوا اس مزعومہ تبدیلی کا وقت سنہ ۱۹۰۰ء کا آخر یا ۱۹۰۱ء کا شروع بتلایا۔ یہ مختلف اقوال ہی بتلا رہے ہیں کہ خود جناب میاں صاحب مکرم کا دل بھی اس بارے میں نہ صرف یہ کہ مطمئن نہیں بلکہ مضطرب ہے اور اقوال کے اس اختلاف سے یہ بھی صاف پتہ چل رہا ہے کہ فی الحقیقت حضرت اقدسؑ کے خیالات میں قطعاً کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ورنہ اس کے وقت کی تعیین میں کیوں مشکل پیش آتی کیونکہ حضرت اقدسؑ کے خیال میں جس وقت بھی ایسی تبدیلی پیدا ہوتی حضور نے اسی وقت اوضح الفاظ میں اعلان کر دینا تھا جس سے وقت کی فوراً تعیین ہو جاتی پس جناب میاں صاحب مکرم کا تعیین وقت میں ادھر ادھر ہاتھ پاؤں مارنا صاف دلالت کر رہا ہے کہ اس مزعومہ تبدیلی کا وجود ہی درحقیقت کوئی نہیں۔

سب سے پہلا وقت

اب میں ذیل میں جناب میاں صاحب مکرم کے بیان کردہ ہر ایک وقت کو لیکر بتانا چاہتا ہوں کہ اس کے اختیار کرنے میں جناب میاں صاحب مکرم کو کیسی خطرناک غلطی لگی ہے۔ سب سے پہلے تو انہوں نے سنہ ۱۹۰۲ء کو اختیار کیا تھا مگر چونکہ اس کو وہ خود ہی واپس لے چکے ہیں اسلئے اس پر مجھے لکھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس کے بعد جو پہلا وقت اس غرض کے لئے انہوں نے مقرر کیا ہے میں بھی سب سے پہلے ذیل میں اسی پر روشنی ڈالنا چاہتا ہوں وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔ اس وقت کی تعیین کے متعلق جناب میاں صاحب مکرم کے اپنے الفاظ یہ ہیں:۔

"اس عقیدہ کے بدلنے کا پہلا ثبوت اشتہار "ایک غلطی کا ازالہ" سے معلوم ہوتا ہے جو پہلا تحریری ثبوت ہے ورنہ مولوی عبدالکریم صاحب کے خطبات جمعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۱۹۰۰ء سے اس خیال کا اظہار شروع ہو گیا تھا گو پورے زور اور پوری صفائی سے نہ تھا چنانچہ اسی سال میں مولوی صاحب نے اپنے ایک خطبہ میں حضرت مسیح موعود کو مرسل الٰہی ثابت کیا اور لا نفرق بین احد منھم والی آیت کو آپ پر چسپاں کیا اور حضرت مسیح موعودؑ نے اس خطبہ کو پسند بھی فرمایا ہے اور یہ خطبہ اسی سال کے الحکم میں چھپ چکا ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ پورا فیصلہ اس عقیدہ کا سنہ ۱۹۰۱ء میں ہی ہوا ہے"

(حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۲۴)

جناب میاں صاحب مکرم نے نہ معلوم کس مصلحت کی بنا پر نہ ہی اس خطبہ کی تاریخ بتلائی ہے اور نہ ہی وہ الفاظ نقل کئے ہیں جن میں حضرت اقدسؑ نے اس خطبہ کے متعلق اپنی پسندیدگی کا اظہار فرمایا ہے حالانکہ ان کا نقل کرنا نہایت ضروری تھا چنانچہ احباب کرام آگے چل کر جب ان الفاظ کو پڑھیں گے تو خود محسوس کر لیں گے کہ ان کا نقل کرنا فی الحقیقت نہایت ضروری تھا۔ بہرحال میں بتلا دیتا ہوں کہ یہ خطبہ ۱۷ اگست سنہ ۱۹۰۰ء کو دیا گیا میں نے اس خطبہ کو کئی دفعہ پڑھا ہے اور غور سے پڑھا ہے۔ میں احباب کرام کو یقین دلاتا ہوں کہ اس میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں جو اس بات پر دلالت کرتا ہو کہ حضرت مولوی عبدالکریمؓ صاحب حضرت اقدسؑ کی محدثیت والی نبوت جس کے حضور شروع سے مدعی چلے آتے تھے انکار کر کے حضور کی طرف نبیوں والی نبوت کو منسوب کر رہے ہوں۔ اگر جناب میاں صاحب مکرم کو اپنے خیال کی صحت پر اصرار ہو تو وہ اس خطبہ سے وہ عبارت پیش فرما دیں جن میں انکی مزعومہ تبدیلی کا ذکر ہو لیکن سب سے بڑی بات جو جناب میاں صاحب مکرم کے خیال کو غلط ثابت کر رہی ہے یہ ہے کہ خود حضرت اقدسؑ نے بھی جناب مولوی صاحبؓ کے خطبہ سے ایسا نہیں سمجھا جیسا کہ ذیل کے ثبوت سے احباب کرام پر روشن ہو جائے گا۔

حضرت اقدسؑ کے الفاظ پسندیدگی

جناب میاں صاحب مکرم نے جو عبارت اس خطبہ کے متعلق لکھی ہے نہ معلوم کس مصلحت سے گول مول رکھا ہے اگر ان کے نزدیک جناب مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے حضرت اقدسؑ کو نبیوں والی نبوت کا مدعی ثابت کر دیا تھا اور حضور نے اس خطبہ کو پسند کر لیا تھا تو پھر تو فیصلہ ہو گیا پھر اس کے متعلق یہ لکھنا کہ ابھی پورے زور اور پوری صفائی سے اس خیال کا اظہار شروع نہ ہوا تھا اور یہ کہ پورا فیصلہ اس عقیدہ کا سنہ ۱۹۰۱ء میں جا کر ہوا کیا معنی رکھتا ہے اس پر سوال یہ ہے کہ اگر اس خطبہ کے وقت حضرت اقدسؑ پر بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس امر کا انکشاف نہیں ہوا تھا کہ حضور نبیوں والی نبوت رکھتے ہیں نہ کہ محدثوں والی جزوی اور ناقص نبوت اور جناب مولوی صاحب نے حضور کے لئے نبوت تامہ ثابت کی تھی تو حضور نے بغیر انکشاف الٰہی جناب مولوی صاحبؓ کے اس خیال کو کیونکر پسند کیا یہ تو مامور من اللہ کی شان کے بالکل خلاف ہے اور اگر انکشاف ہو چکا ہوا تھا تو پھر پورے فیصلہ میں کونسی کسر باقی رہ گئی تھی جس کے لئے سنہ ۱۹۰۱ء کا انتظار کرنا پڑا۔ پس اگر انکشاف ہو چکا ہوا تھا تو اس انکشاف کا وقت بتلانا چاہیئے اور اس کو ابتدا قرار دینا چاہیئے نہ کہ جناب مولوی صاحبؓ کے خطبہ کو اول تو اتنی بات سے ہی جناب میاں صاحب مکرم کے خیال کی غلطی واضح ہو جاتی ہے لیکن ان کی مزید تسلی کے لئے ذیل میں میں حضرت اقدسؑ کے وہ اصل الفاظ نقل کر کے بھی جو حضور نے اس خطبہ کے متعلق اظہار پسندیدگی کرتے ہوئے فرمائے ثابت کرتا ہوں کہ انہوں نے کیسا غلط اور حضور کی منشاء کے صریح خلاف نتیجہ ان الفاظ سے نکالا ہے وہ الفاظ یہ ہیں:۔

"یہ بالکل میرا مذہب ہے جو آپ نے بیان کیا یہ خدا تعالےٰ کا فضل ہے کہ آپ معارف الٰہیہ کے بیان میں بلند چٹان پر قائم ہو گئے ہیں"

(الحکم ۲۴ اگست سنہ ۱۹۰۰ء صفحہ ۱۲)

جناب میاں صاحب مکرم اور ان کے رفقاء ذرا حضرت اقدسؑ کے الفاظ پر غور فرمائیں اور دیکھیں کہ کیا صفائی اور زور میں کوئی کسر باقی رہ گئی ہے حضرت اقدسؑ کس صفائی کے ساتھ اور کس زور کے ساتھ فرما رہے ہیں کہ جو کچھ مولوی عبدالکریم صاحب رضؓ نے اپنے خطبہ میں فرمایا ہے بالکل وہی حضورؑ کا مذہب ہے اور پھر ان امور کو جو خطبہ میں بیان ہوئے ہیں حضور معارف الٰہیہ نام رکھتے ہیں اور ان کے بیان کرنے کی وجہ سے حضرت مولوی صاحبؓ کو خدا تعالےٰ کے خاص فضل کا وارث قرار دیتے ہیں اور انہیں بلند چٹان پر قائم شدہ بتلاتے ہیں کیا جناب میاں صاحب مکرم کو اس سے زیادہ صفائی اور زور کی ضرورت ہے ان الفاظ میں تو حضرت اقدسؑ نے صاف اور نہایت زوردار الفاظ میں جناب مولوی صاحب موصوف کے خیال کے ساتھ اپنا کلی اتفاق ظاہر فرما دیا ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ حضرت اقدسؑ کے مندرجہ بالا الفاظ کو پڑھکر ہر عقلمند انسان میرے ساتھ اتفاق کرے گا کہ حضرت اقدسؑ کے ان الفاظ کا نقل کرنا نہایت ضروری تھا اور جناب میاں صاحب مکرم کی شان کے ہرگز یہ لائق نہ تھا کہ وہ ان الفاظ کو جماعت کے سامنے لانے سے اجتناب کرتے

جناب میاں صاحب مکرم نے خطبہ کا مفہوم غلط سمجھا

جناب میاں صاحب مکرم اس خطبہ کا مفہوم یہ بتلاتے ہیں کہ جناب مولوی صاحبؓ نے اپنے اس خطبہ میں حضرت اقدسؑ کے محدثوں والی نبوت کے دعویٰ کو منسوخ کر کے حضور کی طرف نبیوں والی نبوت منسوب کی اور اب حضرت اقدسؑ کے مندرجہ بالا الفاظ سے بھی یہ صاف ثابت ہو رہا ہے کہ حضور نے کلی طور پر اس خیال سے اتفاق کا اظہار فرمایا پس اگر وہ مفہوم جو جناب میاں صاحب مکرم نے اس خطبہ سے اخذ کیا ہے درست ہے تو اس کے صاف یہ معنی ہیں کہ ۱۷ اگست سنہ ۱۹۰۰ء کو حضور نے اپنے اوضح الفاظ میں اعلان کر دیا کہ حضور کی نبوت نبیوں والی نبوت ہے نہ کہ جزوی اور ناقص نبوت

پس اب ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ کیا حضرت اقدسؑ اس اعلان کے بعد اپنی نبوت کو نبیوں والی نبوت قرار دیتے رہے یا اس سے حسب سابق انکار کرتے رہے۔ اگر تو وہ اپنی نبوت کو نبیوں والی نبوت کہنے لگ پڑے تھے تو جناب میاں صاحب کا خیال درست ہے اور اگر انہوں نے حسب سابق انکار ہی کیا ہے تو جناب میاں صاحب کے خیال کے غلط ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا اس کے فیصلہ کے لئے اربعین کا مطالعہ کافی ہوگا یہ کتاب ۲۷ دسمبر سنہ ۱۹۰۰ء کو یعنی خطبہ متنازعہ فیہ کے صرف ایک ماہ اور دس دن بعد لکھی گئی اس کے صفحہ ۱۸ کے حاشیہ پر الہام "یہ خدا کا رسول ہے نبیوں کے حُلَل میں" کی تشریح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"یہ الفاظ بطور استعارہ ہیں جیسا کہ حدیث میں بھی مسیح موعودؑ کے لئے نبی کا لفظ آیا ہے ظاہر ہے کہ جس کو خدا بھیجتا ہے وہ اسکا فرستادہ ہی ہوتا ہے اور فرستادہ کو عربی میں رسول کہتے ہیں اور جو غیب کی خبر خدا سے پاکر دیوے اسکو عربی میں نبی کہتے ہیں اسلامی اصطلاح کے معنی الگ ہیں اسجگہ محض لغوی معنی مراد ہیں"

عبارت محولہ بالا سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت اقدسؑ اس خطبہ کے ایک ماہ بعد جس سے جناب میاں صاحب مکرم حضورؑ کے نبوت تامہ کے مدعی ہونے اور اسلامی اصطلاح کے مطابق نبی ہونے کا نتیجہ نکال رہے ہیں پھر یہی فرما رہے ہیں کہ حضورؑ کی نبوت محض لغوی نبوت ہے اسلامی اصطلاح کے مطابق آپ ہرگز نبی نہیں، احادیث میں بھی اور الہامات میں بھی جو آپ کو نبی اور رسول کہا گیا ہے وہ محض مجاز اور استعارہ کے طور پر کہا گیا ہے پس اس سے صاف معلوم ہو گیا کہ جناب میاں صاحب مکرم نے جو خطبہ کا مفہوم سمجھا ہے وہ بالکل غلط ہے حضرت اقدسؑ نے جو اس خطبہ کے مضمون کی تائید کی ہے اور اس پر اظہار پسندیدگی فرمایا اور اس کی تعریف کی وہ اس مضمون کو مدنظر رکھکر نہیں کی جو جناب میاں صاحب کے ذہن میں ہے بلکہ اس مفہوم کو مدنظر رکھکر کی جو حضورؑ ہمیشہ سے اپنی پہلی کتب میں بیان فرماتے رہے پس یہ خطبہ اور حضورؑ کی تصدیق ہماری تائید میں ہے نہ کہ جناب میاں صاحب مکرم کی تائید میں، کاش جناب میاں صاحب مکرم ٹھنڈے دل سے اس پر غور کریں۔

جناب مولوی عبدالکریمؓ ایسا کہہ ہی نہ سکتے تھے

اس بات کو ثابت کر دینے کے بعد کہ حضرت اقدسؑ کے نزدیک جناب مولوی عبدالکریم صاحبؓ کے خطبہ کا وہ مفہوم ہرگز نہیں جو جناب میاں صاحب مکرم آج سمجھ رہے ہیں اب میں یہ بتلانا چاہتا ہوں کہ حضرت مولوی عبدالکریم رضؓ جیسا محتاط انسان کبھی بھی حضور کو اس مقام سے آگے نہ بڑھا سکتے تھے جس پر خود حضور نے انہیں کھڑا کیا تھا اور جسکو حضورؑ نے بار بار اپنی کتب میں بیان کیا کسی بالا مقام پر بٹھا ہی نہ سکتے تھے۔ اس کو سمجھنے کے لئے ان کی ذیل کی تحریر پر غور فرمائیں جو ۷ اگست ۱۸۹۹ء کے الحکم کے صفحہ پر شائع ہوئی ہے حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ فرماتے ہیں:۔

"ایک اور بڑی عظیم الشان بات جس کی طرف میں اپنے دوستوں کو توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ہمیشہ اپنے الفاظ و عقاید کی نسبت محاسبہ کیا کریں جو وہ حضرت اقدس امام صادق علیہ السلام کی نسبت منہ سے نکالتے اور دل میں رکھتے ہیں یہ مقام سراسر ادب ہے اور ادب ہی سے انسان فلاح پاتا ہے۔ جو مقام و منزلت خدا تعالےٰ نے کسی کا مقرر کیا ہے وہ دراصل توقیفی ہے دوسرے کسی شخص کا اختیار نہیں کہ اس پر زیادتی کرے یا اس کے نقص پر زبان کھولے نصاریٰ نے حضرت ابن مریم علیہ السلام کی نسبت اطراء کر کے کیا پھل پایا ہے جو اس مسلک پر چلنے والا آیندہ توقع رکھ سکتا ہے مجھے یاد ہے ہمارے ایک دوست نے جو حضرت امام کی محبت میں فنا شدہ ہیں آپ کی خدمت میں عرض کی کہ کیوں نہ ہم آپ کو مدارج میں شیخین سے افضل سمجھا کریں اور رسول اکرم کے قریب قریب مانیں۔ اس پر حضرت اقدس نے چھ گھنٹے تقریر فرمائی اور فرمایا میرے لئے کافی فخر ہے کہ میں ان لوگوں کا مداح اور رفاک پا ہوں جو جزئی فضیلت خداتعالےٰ نے انہیں بخشی ہے وہ قیامت تک کوئی اور شخص پا نہیں سکتا۔ کب دوبارہ محمد رسول اللہ صلعم دنیا میں پیدا ہوں اور پھر کسی کو ایسی خدمت کا موقعہ ملے جو جناب شیخین کو ملا .... حضرت اقدس حکم عدل کا ایک صحیفہ گرامی نقل کر دیتا ہوں جو آپ نے ایک نزاع کے فیصلے کے لئے ارقام فرمایا ہے۔ اور روانہ کرنے سے پہلے میں نے بھائیوں کے فائدہ کے لئے حضور اقدس سے لے لیا اور عمداً مکتوب الیہ اور سمت مقصودہ کو حذف کر دیا ہے کہ غرض اصل مطلب سے ہے"۔

عبارت محولہ بالا میں حضرت مولوی عبدالکریم رضی تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت اقدسؑ کو جو مقام خدا تعالےٰ کی طرف سے ملا ہے وہ توقیفی ہے یعنی وہ مقام اللہ تعالےٰ کی طرف سے مقرر شدہ ہے اس میں کوئی انسان نہ تو زیادتی کر سکتا ہے نہ کمی اور جو بھی اس میں زیادتی کرے گا وہ اپنی مشابہت نصاریٰ کے ساتھ قائم کرے گا اور جس طرح انہوں نے زیادتی کا اچھا پھل نہیں پایا اسی طرح یہ شخص بھی حضرت اقدسؑ کے مقام کو بڑھا کر اچھا پھل نہیں پائے گا اب یہ ظاہر ہے کہ حضرت اقدسؑ کا جو مقام جناب میاں صاحب مکرم کے نزدیک بھی حضورؑ پر اس وقت تک منکشف تھا وہ یہی تھا کہ حضور محدثیت والی نبوت یعنی جزوی ناقص لغوی، مجازی نبوت رکھتے ہیں نہ کہ نبیوں والی نبوت تامہ، اب حضرت مولوی صاحب رضی کی اپنی تحریر کے مطابق اس پر زیادتی جناب مولوی صاحبؓ کے نزدیک ہرگز جائز نہ تھی چنانچہ وہ جماعت کو بھی تلقین کرتے ہیں کہ جو لفظ حضرت اقدسؑ کی شان میں وہ استعمال کریں یا جو عقیدہ وہ حضورؑ کے متعلق رکھیں اس کا محاسبہ کرتے رہیں تا وہ اس حد سے تجاوز نہ کر جائیں جو خدا تعالےٰ کی طرف سے حضورؑ کے مقام کے لئے مقرر ہو چکی ہے پھر وہ اس امر کو ایک محبت میں فنا شدہ دوست کی مثال سے مزید واضح کرتے ہیں کہ کس طرح اس دوست نے حضرت اقدسؑ کے مقام کو بڑھانا چاہا اور کس طرح اس کا یہ فعل حضرت اقدس کو برا لگا اور کس طرح حضورؑ نے اس کی تردید میں پورے چھ گھنٹے تقریر فرمائی پھر وہ آخر میں حضرت اقدسؑ کے اس خط کو نقل کرتے ہیں جس سے وہ حضور کے مقام کی تعیین کر کے جماعت کو اس سے آگے متجاوز نہ ہونے کی ہدایت کرتے ہیں۔ پس غور کا مقام ہے کہ ایسا شخص کس طرح خود بخود حضرت اقدسؑ کے مقام کو بڑھا سکتا ہے، ان کی یہ تحریر ۱۷ اگست سنہ ۱۸۹۹ء کو شائع ہوئی ہے اور اس کے پورے ایک سال بعد وہ ۱۷ اگست سنہ ۱۹۰۰ء کو وہ خطبہ پڑھتے ہیں جس میں بقول جناب میاں صاحب مکرم وہ حضرت اقدس کو اس مقام سے بڑھ کر پیش کرتے ہیں جس کا ذکر انہوں نے ۱۷ اگست سنہ ۱۸۹۹ء کی تحریر میں کیا تھا، اب یہ تو ظاہر ہے کہ وہ ان تمام نصائح کو پس پشت پھینکتے ہوئے جو ایک سال قبل وہ جماعت کو کر رہے تھے خود بخود تو ایسا کرنے کی جرأت نہ کر سکتے تھے جب تک کہ حضرت اقدس کی طرف سے خطبہ سے قبل اس کا اعلان نہ ہو چکا ہو تا پس جب تک جناب میاں صاحب مکرم حضرت اقدس کی طرف سے ایسا اعلان نہ دکھلا لیں وہ جناب مولوی صاحبؓ کے خطبہ کا وہ مفہوم لے ہی نہیں سکتے جو وہ آج لے رہے ہیں اور حضرت اقدسؑ کی طرف سے ایسا کوئی اعلان پایا نہیں جاتا پس معلوم ہوا کہ حضرت مولوی صاحبؓ نے اپنے خطبہ میں ہرگز حضرت اقدسؑ کو جزوی نبی سے بڑھ کر پیش نہیں کیا جناب میاں صاحب مکرم سوچیں کہ کیا وہ جناب مولوی صاحب رضی کو اپنے اس استدلال سے آیت لم تقولون ما لا تفعلون اور آیت وتأمرون الناس بالبر وتنسون انفسکم کا مصداق تو نہیں بنا رہے کیا جناب مولوی صاحبؓ جیسے شان کے آدمی سے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ دوسروں کو تو حضورؑ کے مقام کے متعلق زیادتی کرنے سے منع کریں اور آپ زیادتی کرنے لگ جائیں، آخر میں میں حضرت اقدسؑ کے اس خط سے چند فقرات نقل کر دیتا ہوں جو حضرت مولوی صاحب نے حضور سے لیکر جماعت کی رہنمائی کے لئے اپنی تحریر کیساتھ شائع کیا ہے تا جناب میاں صاحب مکرم کو اس بات کے سمجھنے میں آسانی ہو جائے کہ حضرت مولوی عبدالکریم رضی حضرت اقدسؑ کا کیا مقام سمجھتے تھے اور جماعت سے کیا چاہتے تھے کہ وہ حضور کو کس مقام پر سمجھیں۔

حضرت اقدسؑ کے خط سے چند فقرات

اس خط کے چند فقرات ذیل میں درج ہیں:-

"(میرے الہامات میں) نبی اور رسول کے لفظ استعارہ اور مجاز کے رنگ میں ہیں۔ رسالت لغت عرب میں بھیجے جانے کو کہتے ہیں اور نبوت یہ ہے کہ خدا سے علم پا کر پوشیدہ حقائق اور معارف کو بیان کرنا سو اسی حد تک مفہوم کو ذہن میں رکھکر دل میں اسی کے معنی کے موافق اعتقاد کرنا مذموم نہیں ہے۔ مگر چونکہ اسلام کی اصطلاح میں نبی و رسول کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں یا نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے اور براہ راست بغیر استفادہ کسی نبی کے خداتعالےٰ سے تعلق رکھتے ہیں اسلئے ہوشیار رہنا چاہیئے کہ اس جگہ بھی یہی معنی نہ سمجھ لیں ...... سو مناسب ہے کہ کوئی شخص اس ہدایت کے برخلاف کچھ بھی دل میں نہ رکھے ورنہ وہی خداتعالےٰ کے نزدیک اسکا جواب دہ ہوگا"

اب جناب میاں صاحب مکرم اور ان کے رفقاء غور فرمائیں کہ کس وضاحت کے ساتھ حضرت اقدس خطبے سے ایک سال قبل بھی لفظ نبی کے متعلق یہ فرماتے ہیں کہ وہ محض لغوی نبوت ہے اسلامی اصطلاح کے مطابق یہ ہرگز نبوت نہیں، پھر خطبے کے ایک ماہ بعد اسی وضاحت کے ساتھ فرماتے ہیں کہ میرے متعلق جو لفظ نبی استعمال ہوا ہے وہ لغوی معنوں کے لحاظ سے ہی ہے اسلامی اصطلاح کے لحاظ سے ہرگز نہیں استعمال ہوا کیا خطبے سے قبل اور خطبے کے بعد دونوں زمانوں میں ایک ہی مفہوم کو قائم رکھنا صاف نہیں بتلا رہا کہ حضورؑ کے خیال میں قطعاً کوئی تبدیلی نہیں آئی بلکہ اپنے سابق خیال پر ہی خود بھی قائم رہے اور اسی پر قائم رہنے کی جماعت کو ہدایت فرمائی اور اس سے تجاوز کرنیوالے کو قابل مواخذہ قرار دیا۔ پس اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خطبے میں اس مفہوم کے خلاف کوئی لفظ نہیں جو حضرت اقدس اپنے دعوے کے متعلق خطبہ سے قبل اپنی کتب میں بیان فرماتے رہے پس جناب میاں صاحب مکرم کا یہ فرمانا کہ سنہ ۱۹۰۱ء میں حضورؑ کے خیالات میں تبدیلی آئی تھی بالکل بے بنیاد خیال ہے اسی طرح آپ کے دیگر اقوال بھی بے بنیاد ہیں انشاء اللہ ان پر بعون اللہ آیندہ قسط میں روشنی ڈالی جائے گی۔

والسلام علی من اتبع الھدیٰ

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں

بلغ ما انزل الیک۔ ہر مسلمان انفرادی اور جزوی رنگ میں، اپنی شان اور استطاعت کے مطابق جزوی شاہد بھی ہے بشیر بھی اور نذیر بھی داعی بھی اور شمع توحید کے ماتحت راہ دکھانیوالا بھی رسول کریم خدا کی جانب سے شاہد ہیں اور ان نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے حضرت کے فیضان وجدانی کا ہر مسلمان پر عکس پڑتا اور پڑ سکتا ہے بشرطیکہ متبعین رسول سے ہو۔ اور ان کی غلامی کا اسے امتیاز اور شرف حاصل ہو۔ یہ سب فرائض تحت ادع الی سبیل اب تک ہر مسلمان کے ذمہ ہیں۔ جن جن مسلمانوں نے اس کے ماتحت آنحضرت کے فیوض اور غلامی سے حصہ بخوبی لیا وہی اسلامی دنیا میں بزرگان ملت کے خطاب سے مخاطب ہوئے وہی اولیائے امت رسول ہیں اور ان کی شان میں قرآن مجید ناطق ہے۔ الحمدللہ اس نبی کریم کی بدولت ہم کو کیسی شان اور دولت نصیب ہوئی ہے

(بقیہ صفحہ ۲)

آستانہ بھی تھیں ان کی رفتار بھی خاص توحید کے غماز تھی اگرچہ متعدد مذاہب دنیا میں تھے، لیکن کسی مذہب میں صحیح معنوں میں نہ ختم ہونیوالی زندگی موجود نہ تھی۔ اگرچہ مذہب پرستی موجود تھی۔ اور مذہب کی عقیدت بھی مگر وہ زندگی جو کسی مذہب کے ماننے اور عقیدت سے حاصل ہونی چاہیئے اس کا سرمایہ بہت ہی کم تھا۔ یہ عقیدہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہی آ کر کھولا کہ خدائی فیضان بند نہیں ہوتا۔ ہمیشہ جاری رہتا ہے صحیح رنگ میں طلب کی ضرورت ہے، گو نبوت کا دروازہ اور رحمت نبوت کا لگن لگانا بند ہو چکا ہے، لیکن خاتم النبیین کے ماتحت ان کی غلامی سے ان کی روش پر چلنے سے وہی فیضان حاصل ہو سکتا ہے جو خوان نبوت سے نکلتا ہے اور انسان ان مدارج تک پہنچ سکتا ہے جو باب نبوت سے ملتے ہیں اور فضائل نبوت ہی میں سے ہیں تمہیں تاریخ اسلامی ایک وسعت کے ساتھ بتا دے گی کہ اس لازوال زندگی کی وجہ سے مسلمانوں میں سے کس قدر لوگ ان درجوں تک پہنچے ہیں جو بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم السلام کو حاصل تھے۔ اس جماعت محترمہ کی بدولت ہی اسلام نے بہت کچھ ترقی پائی ہے۔ اور اس گروہ کے یمن و برکت اور تبلیغ کی بدولت دنیا کا اکثر حصہ دولت اسلام سے مالامال ہوا ہے۔ حضرت کا ایک نام داعیاً الی اللّٰہ بھی ہے۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کہاں تک اس نام کی برکت اور یمن سے لوگ اسلام کی جانب آتے اور اب تک کس طرح آ رہے ہیں چونکہ آنحضرت سراجاً منیرا تھے اس واسطے ...... رہے ہیں جو دنیا کی وجدانی اور روحانی حالت پر چھایا ہوا تھا اس نام نامی نے وہ اثر کیا کہ جہاں وہ پہنچا تمام قسم کی تاریکیاں، تمام قسم کے دھندلے۔ تمام قسم کی ظلمتیں دور ہو گئیں، دنیا کے اکثر حصوں اور اکثر خوشہ چینیوں نے اس سراج منیر سے روشنی حاصل کی اور اس کی بدولت ان کے ضمیر روشن اور تاباں ہوئے ذرا دنیا کے ان مذاہب پر نظر کر کے دیکھو جو اسلام سے اول پائے جاتے تھے، ان کے بعض مشاہیر نے اپنے ٹمٹماتے چراغوں کو اسی آفتاب توحید سے تاباں اور روشن کرنے کی کوشش کی۔ غرضیکہ آفتاب توحید اس کمال اور اس آب و تاب سے نکلا کہ دنیا کے دھندلے علاقوں کو دنوں میں ہی روشن کر دیا اگرچہ لوگوں نے اس شمع اسلام، شمع توحید کے بجھا دینے کی صدہا کوششیں کیں، لیکن یہ شمع گل نہ ہوئی۔ چونکہ اس کا طلوع خدائی ہاتھ کے ماتحت تھا۔ اس واسطے بمصداق ولو کرہ الکافرون اب تک اس روشنی اور آب و تاب میں فرق نہیں آیا۔ وہی زور اور وہی اقرار وہی آب و تاب ہے۔ گو کہ مسلمانوں نے اس روشنی سے کام لینا چھوڑ دیا جس کا نتیجہ وہ بھگت رہے ہیں لیکن اسلامی آفتاب کی آب و تاب ہنوز وہی ہے اور اسی طرح برابر رہے گی۔

اس جاری زندگی اور مستقل وجدانی زندگی کے ماتحت یہ فیضان رسول عربیؐ ان ہر پانچ محترم نامدار کی تاثیرات یا فرائض کا انتقال امت محمدیہ کی جانب بھی ایک بڑی حد تک ہو چکا ہے بہ تحواے

ترکی کی تین بہترین شخصیتیں

اینونو۔ سراج اوغلو چقماق

جدید ترکی کی ترقی کی ذمہ داری تین طاقتور شخصیتوں پر ہے۔ ان میں سے پہلے شخص جمہوریہ ترکی کے موجودہ صدر جنرل عصمت انونو ہیں جن کی ہر شخص عزت کرتا ہے۔ وہ وقت لوگوں کو ابتک یاد ہے جب انہوں نے ۱۹۲۳ء میں لوزان ہوٹل میں ایک وفد کو مخاطب کیا تھا۔ اس دن انھوں نے کانفرنس میں اپنے مخالفین کو اپنے وقار کی خاموش اور پُر اخلاق انداز میں یقین دلایا تھا کہ اگر دوسرے دن صبح تک ترکی کے مطالبات منظور نہ ہوئے تو وہ اسی دن سہ پہر کو ترکی روانہ ہو جائیں گے اور ترکی وفد کے صدر کی حیثیت سے اتاترک کو شاید یہ مشورہ نہ دے سکیں گے کہ شکست خوردہ یونان کے خلاف مزید فوجی اقدامات نہ کئے جائیں۔ انھوں نے یہ بھی کہا تھا "مگر مجھے امید ہے کہ میں سوئٹزرلینڈ سے ایک باعزت سمجھوتہ کے بغیر واپس نہ جاؤں گا کیونکہ واقعتاً ہم یونانیوں کے دوست رہنا چاہتے ہیں۔"

حقیقت یہ تھی کہ ان کی گفت و شنید کرنے کی غیر معمولی استعداد اور صلح قائم رکھنے کی پُرخلوص خواہش ایسی زبردست تھی کہ انھوں نے اپنے لیڈر و رہنما اتاترک کے جوش کو ٹھنڈا کر لیا تھا۔ چنانچہ ایک طرف یونان نے تاوان جنگ دینا منظور کر لیا دوسری طرف عصمت نے یہ مان لیا کہ اس وقت یونان کی حالت ایسی نہیں ہے کہ وہ تاوان دے سکے۔ چنانچہ یہ "سیاسی ماہر" ۲۴ جولائی ۱۹۲۳ء کو معاہدۂ صلح پر دستخط کرکے ترکی واپس ہوا۔

اس موقعہ پر اس اتحاد کا ذکر اسلئے ضروری ہے کیونکہ معاہدۂ لوزان ہی ان معاہدوں اور راضی ناموں کی بنیاد ہے جو ترکی نے بعد میں دیگر ملکوں سے کئے اور جن کی وجہ سے ترکی اپنی نئی زندگی کے لئے بغیر کسی روکاوٹ کے کام کر سکا۔ لوزان ہی کی وجہ سے استنبول پھر ترکی کے قبضہ میں آیا اور انقرہ اس کا دارالسلطنت ہوا۔ ۲۹ اکتوبر ۱۹۲۳ء کو جمہوریت کے قیام کا اعلان ہوا۔ اور ۱۹۲۵ء میں ترک روسی معاہدہ پر دستخط ہوئے لوزان ہی کی مدد سے ترکی اور فرانس میں سرحد کے متعلق راضی نامہ ہوا۔ ۱۹۲۶ء میں موصل کے متعلق برطانیہ اور عراق کی حکومتوں سے ترکی کے تعلقات سلجھے اور ۱۹۳۶ء میں ترکی نے معاہدہ مانٹریو پر دستخط کئے اور امن کی حکمت عملی مرتب کی۔

اینونو کی زندگی

عصمت اینونو کا ذہنی زاویہ نظر غیر معمولی ہے ۱۸۸۴ء میں سمرنا کے مقام پر پیدا ہوئے ان کے والد کا نام سیت بے تھا جو ایک سربرآوردہ مقنن تھے اور سلطان کی جنگی وزارت میں ایک اعلیٰ قانونی عہدہ تک پہنچے عصمت نے فوجی ہائی سکول نیز سول سروس ہائی سکول میں تعلیم پائی اس کے بعد وہ ہلیبی اوغلو کے توپ خانہ اسکول میں بھیجے گئے اور آرمی اسٹاف کالج سے ۱۹۰۶ء میں کپتان کی حیثیت سے گریجویٹ ہو کر نکلے۔

تھوڑے ہی دنوں بعد جنوبی عرب میں ان کو جنگ میں شریک ہونے کا موقعہ ملا اور ۱۹۱۲ء میں ان کو میجر بنا دیا گیا جب انکی گفت و شنید کرنے اور مشورہ دینے کی صلاحیت کا پتہ چلا تو ان کو اس ترکی وفد کے ساتھ فوجی مشیر کی حیثیت سے بھیجا گیا جو پہلی بلقان جنگ کے بعد صلح مرتب کرنے بلغراد جا رہا تھا۔ جنگ عظیم کے دوران میں ان کو اپنی سپاہیانہ اور انتظامی قابلیت ظاہر کرنے کا اور بھی موقعہ ملا اور انھوں نے لفٹنٹ کرنل کے عہدہ سے جنرل کے عہدہ تک ترقی کی اور آخر کار نائب معتمد جنگ بنا دئے گئے۔

عصمت نے سلاطین کے ناکارہ نظام سلطنت کا بہت قریب سے مطالعہ کیا تھا اور وہ اس کی خرابیوں سے واقف تھے چنانچہ ۱۹۲۰ء میں جیسے ہی انقلاب ہوا عصمت اپنی قوم کی مدد کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اسدن سے یہ برابر اپنے عظیم الشان صدر (اتاترک) کے دوست اور مشیر رہے۔ اینونو کے میدان میں ترکوں کو یونانیوں پر جو آخری اور قطعی فتح حاصل ہوئی اس کی یادگار میں عصمت کے نام کا آخری جزو اینونو ہو گیا۔

۳۰ اکتوبر ۱۹۲۳ء سے ۳۰ نومبر ۱۹۲۴ء تک انھوں نے ترکی کے وزیر اعظم کی حیثیت سے کام کیا۔ اس کے بعد ۱۹۲۵ء میں آپ کو پھر وزارت عظمیٰ کے عہدہ کے لئے بلایا گیا اور ۱۹۳۷ء تک آپ اسی عہدہ پر رہے۔ کمال اتاترک کے انتقال کے بعد ۱۱ نومبر ۱۹۳۸ء کو ۳۴۸ نائبین نے ان کو اتفاق رائے سے صدر منتخب کر کے ان کی قومی اور ملکی خدمات کا اعتراف کیا۔ خدمت وطن کا جذبہ اور اپنے خاندان سے گہری وابستگی یہی دو جذبے عصمت کی زندگی میں سب سے شدید تھے۔

سکرو سراج اوغلو

عصمت اینونو کی جگہ جو شخص وزیر اعظم بنا اس کا نام شکرو سراج اوغلو ہے۔ چند دن پہلے تک یہ کامیاب ترین وزیر خارجہ تھے ان کی پبلک زندگی کا آغاز بلجیم اور جنیوا میں اقتصادیات کے تحقیقاتی طالب علم کی حیثیت سے ہوا۔ گذشتہ جنگ میں یہ بھی کمال کے اولین ترکاء میں سے تھے۔ بہت جلد یہ اقتصادی مدارس کے ڈائرکٹر اور اس کے بعد ۱۹۲۲ء میں وزیر تعلیم مقرر ہوئے۔ ۱۹۲۶ء میں ان کو دیگر ممالک کے تعلیمی نظاموں کا مطالعہ کرنے کے لئے سیاحتی کمیشن پر بھیجا گیا۔

اپنی ذہنی صلاحیت کیوجہ سے یہ ایک اقتصادی مشن لیکر امریکہ روانہ ہو گئے ۱۹۳۱ء میں انھوں نے پیرس میں ایک مالی معاہدہ پر دستخط کئے۔ اس کے بعد کچھ عرصہ تک وزیر داخلہ رہے۔ وزیر تجارت کی حیثیت سے ان کی صلاحیتوں کا بڑا سخت امتحان ہو چکا ہے خاص کر اکتوبر ۱۹۳۹ء میں ماسکو کے مقام پر۔ سب کو معلوم تھا کہ وہ اپنی رائے میں خاصکر جہاں معاملہ ترکی کی خود مختاری کا ہو نہایت سخت ہیں مگر پھر بھی انھوں نے اس موقعہ پر بہترین تدبر کا ثبوت دیا۔

مارشل چقماق

تیسرا شخص ترکی کا وزیر جنگ مارشل فوزی چقماق ہے۔ جس سپاہی کی ساری زندگی خیمہ میں گذری ہو اس کے متعلق کیا معلوم ہو سکتا ہے؟ بس اتنا کہنا کافی ہے، کہ یہ کمال کے قریبی دوست اور تمام جنگوں اور بدنظمیوں میں ان کے دوش بدوش لڑ چکے ہیں۔ ان میں سے ایک میں بھی ان کو کبھی شکست نہیں ہوئی۔ یہ ایک تجربہ کار سپاہی ہیں اور شہری زندگی پسند نہیں کرتے۔ قومی ضیافتوں کے موقعوں کے سوا یہ شہر میں بھی بہت کم نظر آتے ہیں۔ یہ سرکاری دفاتر میں اسی وقت قدم رکھتے ہیں جب انہیں اپنی فوج کے لئے کوئی کام بہت ہی جلد کرانا ہوتا ہے۔

شباب تجربہ، پیشہ ورانہ سپاہیت اور ترکی قوم کی پُرامن ترقی کے پرخلوص جذبات کے اشتراک کے ساتھ یہ تینوں اشخاص ترکی کا بوجھ اٹھانے ہوئے ہیں اور ان کو اس امید پر اعتماد ہے کہ جدید ترکی ہر شخص کی بھلائی کا خواہاں ہے مگر جارحانہ اقدامات کے خلاف سختی سے مقابلہ کرنے کو تیار ہے۔ (مرکزی اطلاعات)

نوجوان جماعت لاہور کا ہفتہ وار اجلاس

نوجوانان جماعت لاہور کا اجلاس بتاریخ ۲۸ مارچ بروز اتوار زیر صدارت جناب مولوی دوست محمد صاحب منعقد ہوا تلاوت قرآن مجید کے بعد مولوی محمد حسین صاحب ہزاروی نے "دنیا کو عالمگیر نبوت کی ضرورت" پر بصیرت افروز تقریر فرمائی۔ بعدازاں حکیم غلام مرتضےٰ صاحب ہزاروی نے حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ طالب علمی کے چند سبق آموز واقعات بیان کئے۔ یہ ان کی پہلی تقریر تھی جس کو انہوں نے بڑی خوبی کے ساتھ نبھایا۔

صاحب صدر کی صدارتی تقریر کے بعد جلسہ دعا پر ختم ہوا

برائے سکرٹری
محمد اعظم علوی

رپورٹ جلسۂ خواتین

احمدیہ ینگ وومن ایسوسی ایشن کا ماہوار جلسہ ۲۶ مارچ بروز جمعہ نماز کے بعد مسجد کی گیلری میں ہوا۔ محترمہ مس سید بیگم صاحب نے تلاوت قرآن مجید فرمائی۔ زبیدہ مسعودہ نے نعت اور درثمین نہایت خوش الحانی سے پڑھی۔ زبیدہ بنت مولوی دوست محمد صاحب نے حقیقۃ الوحی سے حضرت مرزا صاحب کی وہ تحریر پڑھ کر سنائی جہاں انھوں نے لکھا ہے کہ نجات بغیر پیروی رسول اکرمؐ کے ناممکن ہے۔ ازاں بعد اہلیہ صاحبہ ملک کرم الٰہی صاحب نے نہایت پراثر تقریر حضرت نبی کریم صلعم کے اخلاق حسنہ پر کی۔ لائق مقررہ نے بتایا کہ رسول مقبول ایک مکمل ضابطہ عمل لے کر آئے اور ہر رنگ میں بنی نوع انسان کے لئے کامل نمونہ ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ رسول اکرمؐ کا وجود خاص طور پر عورتوں کے لئے باعث رحمت ہوا اور انہوں نے عورت کو نہایت پستی کی حالت سے نکال کر مرد کے برابر درجہ عطا کیا۔ صرف تعلیم ہی نہیں دی بلکہ اپنے عمل سے ظاہر کیا کہ کس طرح ایک مسلمان کو ماں، بہن، بیوی اور بچوں کی عزت کرنی چاہیئے۔ آخر پر مقررہ نے تحریک اتحاد عمل کی تعریف کی کہ جس کے ذریعہ تمام عورتیں اور بچیاں اپنی اپنی دستکاری بناتے ہوئے خاموشی سے لیکچر سن رہی تھیں اور محترمہ شہزادہ بیگم صاحبہ دختر حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم کا شکریہ ادا کیا کہ جنھوں نے دستکاری بنانے کی یہ تجویز پیش کی تھی۔ تحریک اتحاد عمل اس غرض کے لئے قائم کی گئی ہے کہ تمام وہ عورتیں جو مسجد میں نماز کے بعد بیٹھی یونہی باتیں کرنے میں وقت گزارتی تھیں وہ سب اور دیگر تمام لڑکیاں مل کر ایک گھنٹہ مسجد میں سلائی کا کام کیا کریں . . . . .

. . . . نیز اس غرض کے لئے تقریباً ۷۰ روپے کی اشیاء دستکاری بنانے کے لئے ۲۴م کی ایسوسی ایشن کے جمع شدہ چندہ سے خرید لی گئی ہیں۔ لیکن یہ دستکاری جو مرکز کی خواتین بنا کر دے رہی ہیں یہ ایسوسی ایشن کی طرف سے ہوگی اپنی اپنی دستکاری ہر ایک اس کے علاوہ بنا کر دے گی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری اس کوشش میں برکت ڈالے اور ہماری بیرونی بہنوں کو بھی یہ توفیق دے کہ وہ زیادہ سے زیادہ دستکاری بنا کر بھیجیں اور شروع سال ہی میں اس کام کو کرنا شروع کر دیں۔

خاکسار سکرٹری محمودہ عبداللہ

تلاش روزگار

ہمارے ایک نوجوان دوست جو نجاری اور لوہار کے کام سے بخوبی واقف ہیں اور ساتویں جماعت تک تعلیم یافتہ بیروزگار ہیں اگر کسی دوست کو ضرورت ہو تو اطلاع دیں۔ ان کے لئے کام کا انتظام کیا جانا ضروری ہے۔

(شیخ محمد عبداللہ جنرل سکرٹری)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ — محمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم — بسم اللہ الرحمن الرحیم — رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

پیغام صلح

ایڈیٹر ایس محمد آصف (بی۔ اے)

جائنٹ ایڈیٹر۔ شیخ محمد انعام الحق۔

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آیندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں۔
سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آن کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادہ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری از آن روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جلد ۳۱ — لاہور۔ یوم چہارشنبہ یکم ربیع الثانی ۱۳۶۲ء م۔ ۷ اپریل ۱۹۴۳ء — نمبر ۱۴

صداقت اور اس کی مخالفت

مخالفت سے کوئی تحریک مٹ نہیں سکتی

دنیا میں جب کوئی صداقت آتی ہے یا کسی صداقت کا احیاء ہوتا ہے تو اس کی مخالفت کی جاتی ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ ہمیشہ سے ایسا ہی ہوتا چلا آیا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ ان کی قوم نے نہایت ہی برا سلوک کیا۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام کو فرعون کے ستم سے اپنی قوم کو نجات دلانے کے لئے مصر سے بھاگنا پڑا۔ حضرت مسیح علیہ السلام کو صلیب پر چڑھا دیا گیا اور ہمارے سرکار محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو کچھ ہوا اس سے سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ سو صداقت کی مخالفت کا ہونا ایک لازمی امر ہے۔ بلکہ یوں کہنا عین درست ہوگا کہ صداقت کی قوت کا اظہار ہی اس کی مخالفت سے ہوتا ہے۔ احمدیت بھی ایک صداقت ہے۔ احمدیت اسلام کا منور اور حقیقی چہرہ ہے۔ اگر اسکا امتحان بذریعہ مخالفت سے ہو رہا ہے تو اس میں مضائقہ ہی کیا ہے۔ جتنی احمدیت کی مخالفت بڑھے گی اتنا ہی اس کی صداقت پر مہر ثبت ہوگی اور اس کے اختیار کرنیوالوں میں اضافہ ہوگا۔ کبھی مخالفت اور تشدد سے بھی آج تک کوئی تحریک دب سکی ہے۔ بلکہ تاریخ تو یہ بتاتی ہے کہ جتنی کسی تحریک کی مخالفت ہوئی اتنا ہی وہ تحریک زیادہ پھیلی اور پھولی۔

حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں ملا لوگوں نے تحریک احمدیت کی کتنی مخالفت کی اور اسے مٹانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا لیکن کیا منہ کی پھونکوں سے صداقت کا دیا گل ہو گیا؟ اگر ہم ذرا غور سے کام لیں تو ہمیں صاف نظر آتا ہے کہ حضرت مسیح موعود نے انتہائی جرأت کے ساتھ احمدیت اور اس کی خالص اسلامی تعلیم کو پیش کیا کہ جس سے تاریکی کے فرزند بھڑک اٹھے اور ان کے تن بدن میں آگ لگ گئی اور انہوں نے ہر جگہ احمدیوں پر عرصۂ حیات تنگ کرنیکی کوشش کی لیکن آفرین ہے احمدیوں کی قوت برداشت اور جوش جہاد پر کہ انہوں نے ماریں کھائیں، ظلم سہے، سنگسار ہوئے، اسیلون اذیت تک کی اور ان کے پایۂ استقلال کو جنبش تک نہ ہوئی، احمدیوں کی مظلومیت اور خون کے قطرات ہی جماعت کی زندگی اور قوت کا باعث ہو گئے۔ جس طرح کسی درخت کی چند شاخوں کے کٹ جانے سے درخت زیادہ بار ور ہوتا ہے اور پھیلتا اور پھولتا ہے۔ اسی طرح وہ قوم جو صداقت کی حامل ہو اور محض اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر ظلم و جور برداشت کرے وہ دنیا میں پھلتی اور پھولتی ہے اور مخالفت کی ستم رانیاں اسے صفحۂ ہستی سے ناپید نہیں کر سکتیں۔

ملاں نے احمدیت کی مخالفت کی، عیسائیوں نے احمدیت کی مخالفت کی، آریوں نے احمدیت کی مخالفت کی، احرار نے احمدیت کی مخالفت کی۔ آخر ان کی مخالفت کا یہی نتیجہ نکلا کہ احمدیت کی خصوصیات اور مقاصد زیادہ اجاگر اور نمایاں ہوتے چلے گئے اور اس کے مؤید کھلے بندوں باقاعدہ سلسلہ میں داخل ہو کر اسکی حمایت کرنے لگے۔

ہمیں اس امر پر فخر ہے کہ ہم احمدی ہیں اور اس دور الحاد میں ہمیں اسلام کے حقیقی فرزند ہونے کا شرف حاصل ہے ہمیں اللہ تعالیٰ کی مشیت نے صرف اسلئے منتخب کیا ہے کہ ہم خدا اور اس کے رسول کے نام کو دنیا کے کونہ کونہ میں روشن کریں اگر اس جہاد میں ساری دنیا ہماری مخالفت ہوتی ہے تو ہو جائے ہمیں خوف کیا ہے۔ دنیا قرون اولےٰ کے مجاہد مسلمانوں کی پاک زندگیوں سے نمونہ پکڑنا چاہیئے وہ انہی بلند پایہ خصوصیات سے ہی دنیا میں سربلند اور ممتاز ہوئے اور انہیں دنیا کی سرداری عطا کی گئی۔ جب تک ہماری جماعت کے اندر ان جیسا یقین و ایمان نہ ہوگا اس وقت تک ہم دنیا میں کوئی نمایاں کام نہیں کر سکتے اور نہ اپنے معتقدات دنیا سے منوا سکتے ہیں اور نہ عالم اسلامی میں اعلائے کلمۃ الاسلام کے لئے اعلےٰ درجہ کا جوش پیدا کر سکتے ہیں ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنے معتقدات یعنی حقیقی اسلامی تعلیمات سے مسلح ہو کر دنیا کو للکاریں کہ یہ ہمارے معتقدات ہیں اور اسلامی غلبہ اور قانون محمدی کا نفاذ ہمارا نصب العین ہے اور پھر اس جہاد میں اپنی نقد زیست تک پیش کر دیں اور کوئی مخالفت اس سے ہمیں نہ روک سکے۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

ختم نبوت

"اور طالبین حق کے لئے یہ بات واضح ہے کہ اگر ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کے آنے کو جائز قرار دیں تو گویا ہم نے وحی نبوت کا دروازہ کھول دیا حالانکہ وہ بند ہو چکا تھا اور یہ امر خلاف ہے جیسے کہ مسلمانوں سے یہ بات پوشیدہ نہیں اور ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کس طرح کوئی نبی آ سکتا ہے جبکہ ان کی وفات کے بعد وحی منقطع ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر نبیوں کا خاتمہ کر دیا۔" (ترجمہ از حمامۃ البشریٰ صفحہ ۹۴)

"کیا ایسا بدبخت مفتری جو خود رسالت اور نبوت کا دعوےٰ کرتا ہے قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے اور کیا ایسا وہ شخص جو قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے اور آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کو خدا کا کلام یقین رکھتا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رسول اور نبی ہوں۔" (انجام آتھم حاشیہ صفحہ ۲۷ و ۲۸)

"اور تمام نبوتیں اور تمام کتابیں جو پہلے گذر چکیں ان کی الگ طور پر پیروی کی حاجت نہیں رہی کیونکہ نبوت محمدیہ ان سب پر مشتمل اور حاوی ہے اور بجز اس کے سب راہیں بند ہیں۔ تمام سچائیاں جو خدا تک پہنچاتی ہیں اسی کے اندر ہیں نہ اس کے بعد کوئی نئی سچائی آئے گی اور نہ اس کے پہلے ایسی کوئی سچائی تھی جو اس میں موجود نہیں اسلئے اس نبوت پر تمام نبوتوں کا خاتمہ ہے اور ہونا چاہیئے تھا کیونکہ جس چیز کے لئے آغاز ہے اس کے لئے انجام بھی ہے۔" (الوصیت صفحہ ۱۰)

جماعت بدوملہی کا سالانہ جلسہ

بدوملہی میں جماعت احمدیہ کا سالانہ جلسہ ۳ر۴ر۵ر اپریل کو منعقد ہوا جو نہایت کامیاب جلسہ تھا۔ حضرت مولانا صدر الدین صاحب، مولانا سید اختر حسین صاحب گیلانی، شیخ محمد فضل صاحب اور مولوی دوست محمد صاحب نے اس جلسہ میں شرکت کی۔ مولانا سید اختر حسین صاحب کے دو نہایت کامیاب مناظرے آریوں اور قادیانیوں سے ہوئے، چونکہ اخبار اس وقت مرتب ہو چکا ہے اس لئے مفصل رپورٹ آیندہ اشاعت میں درج ہوگی۔

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ خیریت سے ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

— حضرت مولانا صدر الدین صاحب جماعت احمدیہ بدوملہی کے سالانہ جلسہ پر تشریف لے گئے تھے، وہاں نہایت مؤثر اور پر معارف تقریر فرما کر واپس مرکز میں تشریف لے آئے ہیں۔

— جناب شیخ محمد یوسف صاحب گرنتی جماعت دہلی کے سالانہ جلسہ پر تشریف لے گئے تھے لیکن دہلی پہنچکر بعارضہ نمونیہ سخت بیمار ہو گئے اب خدا کے فضل سے انہیں افاقہ ہے احباب سلسلہ جناب شیخ صاحب موصوف کی صحت کے لئے دردِ دل سے دعا فرمائیں۔

— اخویم مکرم جناب ڈاکٹر الٰہی بخش صاحب کی صاحبزادی ابھی تک بیمار ہیں احباب سلسلہ ان کی صحت کے لئے دعاؤں کو جاری رکھیں۔

— قاضی عبد الرحمٰن صاحب ساکن جتوئی تحصیل علی پور کو گذشتہ دنوں اپنے رشتہ داروں کی وفات کی وجہ سے بہت سے صدمات پہنچے ہیں اور قاضی صاحب بیمار بھی ہیں ان کی صحت کے لئے احباب سلسلہ دعا فرمائیں۔

تعلیمی پرنٹنگ پریس لاہور میں باہتمام شیخ محمد اختر پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔

شذرات

(از محمد انعام الحق)

دجالی تہذیب کے نتائج

گذشتہ دنوں انگلستان میں بلند پایہ اہل فکر کی ایک کمیٹی عورتوں پر جنگ کے اثرات کی تحقیق کے لئے مقرر کی گئی تھی۔ اس کمیٹی کی رپورٹ کا خلاصہ ملاحظہ فرمایئے:۔

"اب انگلستان میں عورتوں کا معیار اخلاق وکٹوریائی عہد سے بالکل بدل گیا ہے اور جو باتیں پہلے بری تھیں اب انہیں بلا کسی تنقید کے قبول کر لینا ضروری ہے۔ آلات منع حمل معاشرہ کے ہر طبقہ میں پھیل گئے ہیں اور بغیر کسی "خدشہ" کے جنسی روابط عام ہیں شراب نوشی بھی عورتوں میں مردوں ہی کی طرح خوش طبعی کے لئے ضروری اور عام ہو گئی ہے" (روزنامہ رہبر دکن حیدرآباد)

انگریز عورت کی اس اخلاقی زبون حالی کو جنگ کے اثرات کا نتیجہ کہنے کی بجائے، یورپ کی دجالی تہذیب کا نتیجہ قرار دینا زیادہ صحیح ہوگا ــــــ اور ویسے موجودہ وسابقہ جنگ عظیم بھی دراصل اسی تہذیب کی پیداوار ہیں۔ ہندوستان کا تعلیمیافتہ طبقہ تیزی کیساتھ تہذیب مغرب کا شکار ہو رہا ہے۔ یہاں بھی مغرب زدہ خواتین کی تعداد روز بروز ترقی پر ہے ــــ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اگر حالت یہی رہی تو چند سال بعد ہندوستان کی مغرب زدہ سوسائٹی کا نسوانی کردار انگلستان کے موجودہ نسوانی کردار سے مختلف ہوگا؟

ایک دوسری تحقیقاتی کمیٹی

مذکورہ بالا کمیٹی کے ساتھ ہی ایک دوسری تحقیقاتی کمیٹی، انگلستان کی قدامت پسند جماعت نے "بعد از جنگ تعمیر جدید" کے مسئلہ پر غور کرنے کے لئے مقرر کی تھی۔ اس کمیٹی نے اپنی رپورٹ میں لکھا ہے کہ:۔

"مذہبی اثر کے زوال اور عقیدہ کی کمزوری کی وجہ سے لوگوں کے ذہن میں ایک خلا پیدا ہو گیا ہے۔ اس امر کا حقیقی خطرہ ہے کہ یہ خلا شاید ایک قسم کی جذباتی مادیت سے پُر ہو جائے جو روسی ازم کی نقل ہوگی" (رہبر دکن)

لیکن اس کے ساتھ ہی رپورٹ کے مصنفین تعمیر جدید کو بہت ضروری اور بنیادی عنصر قرار دیتے ہیں اور وہ اس خیال کو بہت بے معنی تصور کرتے ہیں کہ:۔

"مارکسیت یا مادیت، اشتراکیت یا مادی اشتمالیت یا معاشی قومیت یا کوئی اور قیاس میں آنیوالا نظام، مذہبی عقیدہ کا بدل ہو سکتا ہے" (ایضاً)

مفکرین انگلستان کے مشاہدات، اعترافات اور اندکانات آپ کے سامنے ہیں لیکن ایک سوال یہ باقی رہ جاتا ہے کہ جو ذہنی خلا پیدا ہو گیا ہے وہ صحیح اور حقیقی طور پر کس مذہبی عقیدے کے ذریعے پُر ہو سکتا ہے۔ تجربات نے بتا دیا کہ عیسائیت

اور یہودی مذہب جو کہ مغرب کے بڑے مذاہب ہیں اس مقصد کے لئے یقیناً غیر موزوں اور بری طرح ناکام ثابت ہو چکے ہیں۔ اس غرض کے لئے صرف اسلام، واحد موزوں مذہب ہے ــــ کیا مسلمان پیغام اسلام کو یورپ تک پہنچانے کے لئے تیار ہیں؟ افسوس حالات کا جواب نفی میں ہے ــــ مسلمان زبان سے شاید اس کام کے لئے آمادگی ظاہر کریں لیکن عملی لحاظ سے وہ ہرگز ہرگز آمادہ نہیں ہیں

احمدیو! یہ کام تمہارے کرنے کا ہے اس کے لئے ہر وقت تیار و مستعد رہو ــــ یاد رہے یہ کام بلند ہمت، سعی پیہم اور ایثار مسلسل کا طلبگار ہے۔

حیدرآباد میں اچھوتوں کی تعلیمی ترقی

اعلیحضرت حضور نظام کی مملکت میں ہندوستان کی قدیم اقوام کے افراد کی جنہیں کہ ہندو "اچھوت" کے پُر حقارت نام سے پکارتے ہیں بہت بڑی تعداد آباد ہے اعلیحضرت ممدوح کو اپنی عزیز رعایا کے دوسرے طبقات کی طرح ان کی فلاح و ترقی کا بھی بہت خیال رہتا ہے۔ اچھوتوں کی تمدنی معاشی اور تعلیمی حالت کو بہتر بنانے کے لئے کثیر مصارف سے مسلسل کوششیں ہو رہی ہیں۔ اس بارہ میں حکومت آصفیہ نے نہایت موزوں و کامیاب طریق عمل اختیار کیا ہے یعنی وہ اچھوت اقوام کو اپنے عقائد و مذہب پر رکھتے ہوئے ان کی تعلیمی معاشرتی اور اقتصادی حالت کو روز بروز بہتر بنا رہی ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ان کے خواندہ افراد کا تناسب اور ان کا معیار زندگی ترقی کر رہا ہے۔ جہالت، غلیظ عادات، اور نقصان رساں رسوم و توہمات کو وہ رفتہ رفتہ چھوڑ رہے ہیں۔ وقتی طور پر چند اچھوتوں کو اونچی ذات کے ہندوؤں کیساتھ بٹھا دینا یا انہیں شدید پابندیوں کے ساتھ "دیوا درشن" کی اجازت دے دینا جیسا کہ بعض ہندو ریاستوں اور کانگرسی عہد میں بعض صوبوں کے اندر ہوا ہے محض ایک پُر فریب منافقانہ نمائش ہے۔ ان کا مقصد سادہ لوح اچھوتوں اور ناواقف دنیا کو دھوکا دینا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ راسخ العقیدہ ہندو، اچھوتوں کے پہلے سے زیادہ دشمن ہو جاتے ہیں اور جہاں تک ان کا بس چلتا ہے انہیں طرح طرح سے ستاتے ہیں۔

اچھوت اقوام کے بچوں کو زیور تعلیم سے آراستہ کرنے کی طرف حکومت آصفیہ کی توجہ خاص طور پر مبذول ہے، جگہ جگہ ان کے لئے مخصوص مدارس کھولے گئے ہیں۔ گذشتہ سال ان مدارس کی دیکھ بھال کے لئے ایک اسپیشل انسپکٹر کا عہدہ قائم کر کے اچھوتوں ہی سے ایک تعلیم یافتہ شخص کا تقرر اس عہدہ پر کیا گیا ہے۔ اس سال اچھوت بچوں کے لئے نئے مدارس کھولنے اور انہیں دوسری تعلیمی سہولتیں بہم پہنچانے کے لئے ایک لاکھ روپے کی کثیر رقم منظور کی گئی ہے۔

کیا کوئی دوسری ہندوستانی ریاست یا صوبائی حکومت اس کی مثال پیش کر سکتی ہے۔

بنگال کا ایک دلچسپ مسودۂ قانون

معزز معاصر "انقلاب" رقمطراز ہے کہ بنگال اسمبلی کے ایک ہندو ممبر نے اس مطلب کا ایک مسودۂ قانون پیش کرنے کا نوٹس دیا ہے کہ آیندہ کوئی رنڈوا کسی کنواری لڑکی سے شادی نہ کر سکے بلکہ اسے صرف بیوہ عورت ہی سے شادی کرنے کی اجازت ہوگی۔ بنگال میں ہندو بیواؤں کی تعداد بہت زیادہ اور ان کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ ان ممبر صاحب کا خیال ہے کہ بہت سے رنڈوے، مجرد زندگی بسر نہیں کر سکتے۔ اس قانون کی رو سے انہیں لازماً بیواؤں سے شادی کرنی پڑے گی۔ اس طرح ہزارہا بیواؤں کے مصائب کا خاتمہ ہو جانے گا اور عقد بیوگان کی تحریک کو تقویت پہنچے گی۔ علاوہ ازیں بہت سی نوجوان کنواری لڑکیاں سن رسیدہ رنڈوؤں کے سپرد ہونے سے محفوظ ہو جائیں گی۔

یہ مسودۂ قانون دلچسپ اور ایک اچھے مقصد کا حامل ہے لیکن اس کی کامیابی نہایت مشتبہ بلکہ ناممکن نظر آتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہندوؤں کے بعض فرقوں نے حالات زمانہ سے مجبور ہو کر اسلامی تعلیمات کے زیر اثر عقد بیوگان کو مروج کرنے کی کوشش کی ہے اور اس میں انہیں تھوڑی سی کامیابی بھی ہوئی ہے لیکن چونکہ عقد بیوگان کی مخالفت ہندو دھرم کے ایک زبردست بنیادی عقیدہ پر ہے جسے ہزارہا سال کے عمل و رواج نے پختہ کر دیا ہے اسلئے راسخ العقیدہ کبھی بھی اس اصلاح پر آمادہ نہیں ہو سکتے، اور وہ معذور بھی ہیں کیونکہ اس قسم کی اصلاحات ہندو دھرم میں بنیادی تبدیلیاں کر کے اس کی شکل اس قدر بدل دیں گی کہ وہ از سرتاپا کچھ اور ہی ہو جائے گا ــــ اصل میں ہندو قوم کی مشکلات کے حل کا واحد ذریعہ اسلام ہے، اللہ تعالے ہمارے برادران وطن کو یہ صراط مستقیم اختیار کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

کل ہند ریاستی مسلم لیگ کا سالانہ جلسہ

اخبار بین اصحاب کو علم ہوگا کہ امسال بھی حسب معمول کل ہند ریاستی مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس ایام ایسٹر میں آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس کے ہمراہ دہلی میں منعقد ہو رہا ہے جس میں بہت سے اہم امور کے متعلق فیصلہ کیا جانے گا۔ ریاستی مسلم لیگ نے گذشتہ دو تین سال کے مختصر عرصہ میں ہندوستان کے دو کروڑ ریاستی مسلمانوں کے لئے بہت مفید کام کیا ہے اور کچھ نہیں تو ان میں ایک امید افزا بیداری ضرور پیدا ہو گئی ہے، انہیں اپنی مصیبتوں، ذلتوں، و حق تلفیوں کا احساس ہونے لگا ہے۔ ہم اس اجتماع کی کامیابی کے لئے دست بدعا ہیں اور تمام اسلامیان ہند، بالخصوص ریاستی مسلمانوں سے پر زور درخواست کرتے ہیں کہ وہ اسے ہر لحاظ سے [illegible] بارونق اور نتیجہ خیز بنانے کی پوری کوشش کریں۔

علاوہ ازیں اس موقع پر ہم جماعت کے صدر محترم اور دیگر ذمہ دار حضرات کی توجہ پھر ایک مرتبہ ان نامناسب، انصاف کش اور ناقابل برداشت پابندیوں کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں جو بہت سی ہندو ریاستوں میں مسلمانوں کی مذہبی آزادی، اور اشاعت اسلام پر باقاعدہ قوانین کی شکل میں عائد ہیں جن کی تفصیل بارہا ان صفحات پر پیش کی جا چکی ہے۔ یہ معاملہ نہایت اہم اور یقیناً اس قابل ہے کہ اسے لیگ کے سالانہ اجلاس میں زیر غور لا کر کسی مناسب موثر کاروائی کا فیصلہ کیا جائے۔

تکفیر سے بیزار محمودی جرأت سے کام لیں

بعض لوگوں کا بیان ہے کہ محمودی جماعت کے اندر نسبتاً ہوشمند و صحیح الخیال افراد کا ایسا مختصر گروہ پیدا ہو گیا ہے جو تکفیر المسلمین کے عقیدہ سے بیزار و متنفر ہے۔ وہ اس عقیدہ کو قرآن، حدیث اور حضرت مسیح موعود کے مسلک و عمل کے خلاف سمجھتا ہے ــــ بعض قرائن سے یہ بات صحیح معلوم ہوتی ہے۔ ویسے بھی محمودی جماعت کے اندر ابتدا سے ایسے بعض افراد موجود ہیں جو اس مسئلہ بلکہ دیگر مسائل میں بھی جناب میاں صاحب سے متفق نہیں ہیں انہوں نے محض "تنظیمی بیعت" کی ہوئی ہے۔

ہم ایسے تمام محمودی حضرات سے جو عقیدہ تکفیر مسلمین کو غلط و نقصان رساں سمجھتے ہیں، اسلام اور احمدیت کے نام پر درخواست کرتے ہیں کہ وہ سکوت عن الحق کو چھوڑیں اور اخلاقی جرأت سے کام لیکر جو کچھ ان کے دل میں ہے دلیری کیساتھ اسے اپنی زبان پر لے آئیں۔ دل میں ایک بات کو غلط و نقصان رساں سمجھنا اور پھر چپ رہنا مومنانہ شان نہیں ہے۔ وہ دوست جنہوں نے تکفیر کے بارہ میں صحیح عقیدہ و مسلک رکھنے کے باوجود میاں صاحب کی "تنظیمی بیعت" کر رکھی ہے ان کا تو یہ خاص طور پر ایک دینی و اخلاقی فرض ہے کہ وہ اپنے خیالات کو صفائی کے ساتھ ظاہر کر دیں۔ اگر محمودی نظام و ماحول اختلاف عقیدہ کی اجازت کے باوجود اس کے اظہار اور اس کی تائید میں دلائل پیش کرنے سے روکتا ہے تو گویا وہ عملاً منافقت و تقیہ کے جواز کا فتوے دیتا ہے۔ ایسے نظام سے وابستگی کسی اصول پسند و صداقت شعار انسان کے کس حد تک شایان شان ہے! تنظیمی بیعت کرنے والے محمودی دوستوں کو اس سوال کا جواب اپنے ضمیر سے پوچھنا چاہیئے۔

غلبۂ اسلام کیلئے دو صفات کی ضرورت

اشداء علی الکفار رحماء بینھم کی مصداق جماعت لاہور ہے

عظیم الشان ایمانی قوت کیساتھ خدا تعالیٰ کے آگے جدوجہد کرو

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ مورخہ ۲ اپریل ۱۹۴۳ء

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ و کفیٰ باللہ شھیدا۔ محمد رسول اللہ و الذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم (الفتح ۲۸-۲۹)

کس جماعت کے ذریعہ غلبۂ اسلام ہوگا؟ وعدہ دینے کے بعد کہ اللہ تعالیٰ دین اسلام کو سب دینوں پر غالب کر دے گا فرمایا کہ وہ جماعت کونسی ہے؟ جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کے دین کا غلبہ دنیا پر ہوگا وہ ہے محمد رسول اللہ والذین معہ اللہ کے رسول محمد صلعم مگر یہ اکیلے رسول کا کام نہیں والذین معہ وہ لوگ جنہوں نے آپ کا ساتھ دیا ہے۔ آپ کے ذریعہ سے اور اس جماعت کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ اس دین کو تمام دینوں پر غالب کرے گا

دو عظیم الشان صفات یہ جماعت کیسی ہے؟ اس کی صفات میں دو باتیں بطور اصول کے بیان فرمائیں اشداء علی الکفار رحماء بینھم۔ اشداء شدید کی جمع ہے اور شدت سختی کو بھی کہتے ہیں، جسمانی لحاظ سے اور دل کے لحاظ سے اس کے معنی ہیں قوی۔ اشداء اس کے یہ معنی ہیں کہ ان کے دلوں میں ایک زبردست قوت پائی جاتی ہے۔ جس طرح رحم قلب کی صفت ہے اسی طرح شدید بھی قلب کے لحاظ سے صفت ہے یعنی کفار کے بالمقابل ان کے دل مضبوط ہیں وہ، وہ قوی دل لوگ ہیں کہ اگر ساری دنیا میں انہیں کفر بھرا ہوا نظر آتا ہو تو اس سے ان کی ہمتیں پست نہیں ہوتیں بلکہ ان کے دلوں میں قوت موجود ہے کہ یہ کفر کا غلبہ دور ہو کر اسلام غالب ہوگا۔ جس طرح یہ وہ کفار کے بالمقابل زبردست قوت قلبی رکھتے ہیں اسی طرح پر آپس کے اندر ایک دوسرے کے ساتھ ان کے دل رحم سے بھرے ہوئے ہیں۔

صحابہؓ کی تعریف یہ دو صفات ایک قوم کی فی الحقیقت دو بڑی زبردست صفات ہیں جن کو اگر کوئی جماعت اپنے اندر رکھتی ہو تو وہ ناکام نہیں رہ سکتی۔ مخالف قوت کے مقابل اس میں زبردست طاقت ہو اور اپنے اندر زبردست اخوت ہو دوسروں کے مقابلہ پر نہ جھکنے والے آپس میں جھک جانے والے ہوں ایک ہی وقت میں ان کے اندر سختی بھی ہو اور نرمی بھی موجود ہو۔ یہ دراصل صحابہؓ کی تعریف ہے کہ کس قدر زبردست جذبۂ ایمانی ان کے قلوب میں تھا ساری دنیا کے مقابل انکا زبردست ایمان تھا کہ وہ دنیا پر غالب آنیوالے ہیں، پھر اس قوت قلبی کا ظہور دونوں رنگوں میں ہوا جنگوں کے میدان میں جبکہ وہ دشمن کے بالمقابل بہت تھوڑے ہوتے تھے اور وہ سامان جنگ بھی ان کے پاس نہ تھے جو روم اور ایران کی طاقتور سلطنتوں کے پاس تھے وہ دشمن سے کبھی دبتے نہ تھے اور اسلئے باوجود قلت تعداد اور قلت سامان کے وہ کثیر التعداد اور زبردست سامان والے دشمن پر فتح پاتے تھے، کبھی انھوں نے کافروں کے بالمقابل اپنی قوت قلبی کو کھویا نہیں اور دوسری طرف روحانی قوت میں بھی وہ اس پیغام کو لیکر تمام دنیا کے ملکوں میں پھیل گئے کیونکہ یہ زبردست قوت ایمان ان کے اندر موجود تھی کہ یہ دین دنیا پر غالب آنے والا ہے۔

رسول اکیلے کام نہیں کرتے فی الحقیقت رسول بھی جب دنیا میں آتے ہیں وہ اکیلے ایک کام کرتے نہیں آتے بلکہ وہ ایک جماعت کے اندر روح پھونک جاتے ہیں۔ حضرت نبی کریم صلعم معمولی انسانی عمر میں وفات پا گئے یعنی ۶۳ سال کی عمر میں مگر وہ لوگ آپ اپنے پیچھے چھوڑ گئے جنکے اندر وہی قوت ایمانی بھری ہوئی تھی جو آپؐ کے اپنے اندر تھی۔ جنہوں نے وہ زبردست قوت دکھایا جو قیامت تک محمد رسول اللہ صلعم کی صداقت پر گواہ رہیگا وہی تڑپ جو رسول کے قلب کے اندر تھی وہی جذبہ ان لوگوں کے دلوں میں بھی تھا۔

موجودہ زمانہ کا مامور اور جماعت کا قیام

اس زمانہ میں بھی جب اللہ تعالیٰ نے پھر ارادہ فرمایا کہ اس روکاوٹ کے بعد جو اسلام کو ایک لمبے عرصہ کے لئے عیسائیت کی طرف سے پیش آئی تھی پھر دنیا میں اسلام کا غلبہ ہو تو اس نے اس شخص کے دل میں ڈالا جس کو اس کام کے لئے کھڑا کیا کہ تم بھی اس کام کے لئے ایک جماعت تیار کرو۔ حضرت مسیح موعود کا دعوے مجددیت ۱۸۸۲ء کا ہے مگر اس کے کئی سال بعد جب لوگوں نے بیعت کے لئے درخواست کی تو آپ نے بیعت لینے سے انکار کیا لیکن جب وہ وقت قریب آیا جب آپ کے سپرد وہ کام ہوا جو اسلام کے غلبہ سے تعلق رکھتا تھا تو آپ کو حکم ہوا کہ ایک جماعت بناؤ چنانچہ آپ نے ایک جماعت بنائی۔

حضرت مسیح موعودؑ کا کارنامہ کوئی شخص دنیا میں بعد نہیں بنا ہم اگر آپ کے ہاتھ پر دو چار لاکھ مسلمان ہو جاتے تو یہ کوئی بڑی بھاری کامیابی نہ تھی، مگر اس سے بھی بھاری کامیابی یہ تھی کہ یہی چنگاری اسلام کے غلبہ کی اوروں کے دلوں میں بھی لگا دی اگر حضرت مسیح موعود اس جذبہ کو اوروں کے قلوب میں پیدا نہ کرتے تو آپ کا آنا نہ آنا برابر ہو جاتا اور اس سے فرق نہ پڑتا۔ فرق اس سے پڑتا ہے کہ آیا وہ چنگاری اوروں کے قلوب میں بھی پڑ گئی ہے۔ سو جو آگ آپ کے سینے میں مشتعل تھی اسے آپ نے دوسرے دلوں کے اندر بھی جلا دیا۔ یہی آپ کی اصل کامیابی ہے

ہمارا کام کیا ہونا چاہیئے میں سمجھتا ہوں کہ یہی کام ہمارا بھی ہے آج ہم کو اتنی فکر اس بات کی نہیں ہونی چاہیئے کہ کتنے آدمیوں کو ہم نے مسلمان کر لیا بلکہ اس سے زیادہ یہ فکر ہونی چاہیئے کہ وہ چنگاری جو مسیح موعود نے ہمارے قلوب میں ڈالی وہ ہم کتنے دلوں میں ڈالنے میں کامیاب ہوئے ہیں یہ اصل چیز ہے اشداء علی الکفار میں جس قوت کی طرف اشارہ ہے وہ قوت قلبی حضرت مرزا صاحب کے قلب میں موجود تھی کسی شخص کے دل میں یہ خیال نہیں آسکتا تھا کہ ہم اسلام کو دنیا میں غالب کر سکتے ہیں اور اپنے حکمرانوں کو ہم مسلمان کر سکتے ہیں یہ قوت صرف حضرت مرزا صاحب کے قلب میں پیدا ہوئی کہ اسلام آج یورپ پر بھی غالب ہو سکتا ہے کل دنیا پر غالب ہو سکتا ہے بشرطیکہ ایک جماعت پیدا ہو جائے جو اس کام کو کرے۔

تبلیغ اسلام کیلئے جوش کی ضرورت

آج کل دنیا کے لئے لوگ دیوانہ ہیں، آپ لوگ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے جب تک کہ آپ کے دل میں دین کے لئے اس سے بڑھکر جنون موجود نہ ہو جو لوگوں کے دلوں میں دنیا اور دولت کے لئے ہے تو جب تک آپ اس سے بڑھکر جوش اپنے قلوب میں تبلیغ اسلام کے لئے پیدا نہیں کرتے تو وہ کام جو حضرت مرزا صاحب نے کیا ہے اور آپ کے ذمہ ڈالا ہے اس کے اہل نہیں کہلا سکتے۔

مجموعی طور پر ہماری جماعت بہت قوی ہے

ہماری جماعت میں ہر قسم کے لوگ موجود ہیں کمزور بھی ہیں اور وہ بھی ہیں جن کے دلوں میں زبردست طاقت موجود ہے اور باوجود اس طاقت کے ان کے اندر بھی کمزوریاں موجود ہیں، آپ مجموعی طور پر جماعت کو دیکھئے آدمیوں میں آپ کو نقائص نظر آجائیں گے مگر جماعت کو دیکھیں گے تو آپ اس جماعت میں تبلیغ اسلام کے لئے ایک زبردست قوت پائیں گے، یہی جماعت ہے جو آج اشداء علی الکفار کی صحیح مصداق کہلا سکتی ہے

تھوڑا ہونا کمزوری نہیں یہ نہایت چھوٹی جماعت ہے اور بعض وقت ہم خیال کرتے ہیں کہ یہ کیا کام کریگی لیکن خوب یاد رکھیے کہ تھوڑا ہونا کمزوری نہیں کمزوری وہ ہے جو قلب کے اندر پیدا ہوتی ہے اگر ایک شخص بھی قلب کا طاقتور ہو تو وہ قوت پیدا کر لے گا اور لاکھوں انسان کمزور ہوں تو وہ قوت کو نہیں پیدا کر سکتے، آپ کے اندر جو قوت حضرت مسیح موعودؑ کے انفاس طیبہ سے پیدا ہوئی اس سے اور قوت پیدا کرتے جاؤ۔

دین کی عمارت اور خدا کا قانون

دین کی عمارت ایسی چیز نہیں کہ ایک رات کے اندر کھڑی کر دی جائے۔ لیکن میں یہ آپ کو دکھا سکتا ہوں کہ وہ بنیادیں رکھی گئی ہیں کہ جن پر ایک عظیم الشان عمارت بن سکتی ہے اور بہت کچھ ہو سکتا ہے اگر کام کرنے والے ہوں اگر تم کام نہیں کرو گے تو خدا کا یہ قانون ہے وان تتولوا یستبدل قوما غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم اگر تم اس کام کو نہ کرو گے اور اس راہ سے پھر جاؤ گے جس پر تمہیں چلایا گیا ہے تو وہ تمہاری جگہ دوسرے لوگ لے آئیگا اور وہ تمہاری طرح نہ ہوں گے یعنی اصل غرض کو حاصل کر کے رہیں گے جو اسلام کا دنیا میں پہنچانا ہے۔ اگر تم پھر جاؤ تو خدا کا یہ وعدہ جھوٹا نہیں ہو سکتا ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ۔

آپ کا تعجب درست نہیں بعض وقت آپ تعجب کرتے ہیں کہ جماعت کے اندر لوگ کثرت سے شامل نہیں ہوتے تو پھر آپ کو اس کے لئے فقرے گھڑنے پڑتے ہیں کہ imagination کو Catch کرنیوالی کوئی چیز موجود نہیں مگر میں کہتا ہوں کہ ایمان کو Catch کرنے والی کوئی چیز ہونی چاہیئے۔ اور وہ تمہارے اپنے دلوں کی قوت ایمانی ہے۔ پھر میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس عظیم الشان کام کی بنیادیں رکھی جا چکی ہیں جو مسیح موعودؑ کے آنے کی اصل غرض ہے

مخالفین کا اعتراف اس کا اعتراف مخالفین نے بھی کیا ہے۔ میں نے پہلے بھی ذکر کیا تھا کہ غالباً ۱۹۳۵ء کا واقعہ ہے کہ ایک انگریز یا امریکن میاں صاحب سے ملا تھا اور اس نے میاں صاحب سے کہا تھا کہ یورپ کے لوگ لاہور کی احمدیہ انجمن کا زیادہ ذکر کرتے ہیں یہ مارچ ۱۹۳۵ء کے ریویو آف ریلیجنز میں چھپا ہے، چنانچہ اس گفتگو میں ہی میاں صاحب نے کہا کہ یہ لوگ یعنی جماعت لاہور کے لوگ بانی سلسلہ کو صرف مجدد مانتے ہیں نبی نہیں مانتے، نیز ان کی تعداد پانچ ہزار ہے وغیرہ وغیرہ اس کے علاوہ آپ یورپین مصنفین کی کتابوں اور رسالوں کو پڑھ کر دیکھئے تو وہ ہمارے متعلق کہتے ہیں۔ More active of the two دونوں فریق میں سے زیادہ کام کرنے والے آخر یہ معمولی کام نہیں جو آپ نے کیا ہے۔ قرآن مجید کے مختلف مغربی زبانوں میں ترجمے اسلامی لٹریچر اور آنحضرت صلعم کی سیرت یورپ میں پہنچائیں اور ہماری اس کوشش کی وجہ سے یورپ کے بہت سے حصہ کا نقطۂ نگاہ اسلام کے متعلق بدل چکا ہے

چارا ستہ میں آپ کو ایک نہایت سیدھا اور صاف راستہ بتاتا ہوں کہ

وہ بنیادیں جو تبلیغ اسلام کے لئے اس جماعت کی صورت میں اٹھی ہیں ان کو اور مضبوط کرو اور ان پر عمارت اٹھاؤ میں نے ابھی سوال کیا تھا کہ لوگ اس طرف کیوں نہیں آتے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہمتیں پست ہیں اور کام بہت بڑا ہے، مگر ہماری جماعت میں بڑی شدت کے ساتھ یہ ایمان موجود ہے اور یہ ہمت موجود ہے اس لئے ان کو وہ قربانیاں صادر ہوتی ہیں جو اور مسلمان نہیں کر سکتے۔

لوگ کیوں اس طرف نہیں آتے؟

بلاشبہ یہ درست ہے کہ لوگ کثرت کے ساتھ اس طرف نہیں آتے کیونکہ یہ کام اس قدر بلند ہے کہ اس کے لئے اُن کے اندر ہمت پیدا نہیں ہوتی۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے ایک جماعت کو اس کام کے لئے چن لیا ہے پس تم اشداء علی الکفار کے مصداق بنو، تمہارے دلوں کے اندر یہ قوت ایمانی موجود ہو کہ تم سب لوگوں پر غالب آ سکتے ہو۔ حضرت مرزا صاحب کے طفیل تم میں تبلیغ اسلام کا زبردست جوش پیدا ہو چکا۔

رحماء بینھم کی صفت بھی تم میں ہی ہے

رحماء بینھم کی صفت بھی تم میں موجود ہے اور وہ یہ مسلمانوں کے اندر ایک دوسرے کی تکفیر کو دور کر کے ان کے اندر باہم ہمدردی اور محبت کی لہر پیدا کرنا تکفیر کے خلاف جو تم نے جہاد کیا ہے وہ تمہیں رحماء بینھم کا مصداق بناتا ہے۔

مولینا ابوالکلام آزاد کی شہادت

چنانچہ جب ۱۹۱۴ء میں ہم قادیان سے ہو آئے ہیں تو مولانا ابوالکلام آزاد نے الہلال میں جماعت احمدیہ کے اختلاف کا ذکر کرتے ہوئے لکھا تھا:-

"اس جماعت میں مسئلہ خلافت و تکفیر مسلمین و عدم تکفیر مسلمین کی بناء پر باہم اختلاف و نزاع پیدا ہو گیا ہے۔ ایک عرصہ سے اس جماعت میں مسئلہ تکفیر کی بناء پر دو جماعتیں پیدا ہو گئی تھیں ایک گروہ کا یہ اعتقاد تھا کہ غیر احمدی مسلمان بھی مسلمان ہیں گو وہ مرزا صاحب کے دعوے پر ایمان نہ لاتے ہوں لیکن دوسرا گروہ صاف صاف کہتا تھا کہ جو لوگ مرزا صاحب پر ایمان نہ لائیں وہ قطعی کافر ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آخری جماعت کے رئیس صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود ہیں، اس گروہ نے اب انہیں خلیفہ قرار دیا ہے مگر پہلا گروہ تسلیم نہیں کرتا۔ مولوی محمد علی صاحب ایم اے نے اس بارے میں جو تحریر شائع کی ہے اور جس عجیب و غریب جرأت اور دلاوری کے ساتھ قادیان میں رہ کر اظہار رائے کیا ہے جہاں پہلے گروہ کے رؤسا ہیں وہ فی الحقیقت ایک ایسا واقعہ ہے جو ہمیشہ اس سال کا یادگار واقعہ سمجھا جائے گا"

معمولی مشکلات کی پروا نہ کرو

سو جب یہ صفات تم میں موجود ہیں تو اس کام کے لئے چھوٹی چھوٹی مشکلات کی پروا نہ کرو جب مقصد بلند ہو اور دل میں تڑپ بھی ہو تو انسان روکاوٹوں کی پروا نہیں کرتا اور وہ تڑپ خدا کے فضل سے تمہارے قلوب میں موجود ہے۔ میرے دل میں تو یہ شبہ کبھی نہیں ہوا کہ ہم کامیاب نہیں ہونگے کیونکہ اللہ تعالےٰ کا وعدہ ہے والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا اور دوسرے ہمارے امام نے کہا ہے ؎

چوں مرا بخشیدۂ صدق اندریں سوز و گداز
نیست امیدم کہ ناکامم بمیرانی دریں

ایمانی قوت کے ساتھ جدّوجہد کرو

آخر میں آپ کو ایک اور بات کہتا ہوں کہ دنیا میں جو کام انسان کرتا ہے اس میں کامیابی بھی ہوتی ہے اور ناکامی بھی پھر کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو بنیادیں اٹھاتے گذر جاتے ہیں اور کچھ ایسے ہوتے ہیں جو ان پر عمارت بلند ہوتی دیکھ لیتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے جنگیں کیں اس میں سینکڑوں مسلمان مر گئے وہ شہید کہلائے کیونکہ خدا تعالیٰ کو انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور ان کا ایمان خدا پر بہت زبردست تھا لیکن بالآخر اسلام رکاوٹوں اور عارضی ناکامیوں کے بعد غالب آیا۔ اگر آج بھی اسلام نے غالب ہونا ہے اور یقیناً ہونا ہے تو ناکامیوں کی پروا نہیں کرنی چاہیئے تو خوب یاد رکھو انجام کار یقیناً یقیناً اسلام غالب ہو کر رہنے والا ہے اگر ناکامی ہو تو تمہیں اس کی پروا نہیں کرنا چاہیئے۔ تم خدا کا ساتھ نہ چھوڑو وہ جس طرح چاہے تم سے معاملہ کرے حضرت صاحب کا یہ شعر ہر وقت سامنے رکھو ؎

خواہی بقہرم کن جدا خواہی بلطفم رونما
خواہی بکش یا کن رہا کے ترک ان داماں کنم

اس ایمان کو ساتھ لے کر خدا کے رستہ میں جدوجہد کرو اور قدم آگے بڑھاتے جاؤ۔

جماعت احمدیہ دھلی کا سالانہ جلسہ

الحمد للہ کہ ۲۶-۲۷-۲۸ مارچ کو اردو پارک متصل جامع مسجد دھلی میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام دھلی کی طرف سے ایک نہایت کامیاب اشاعت اسلام کانفرنس منعقد ہوئی۔ حضرت مولانا صدرالدین صاحب جناب مولانا سید اختر حسین صاحب گیلانی۔ بی۔ اے مولوی فاضل جناب شیخ عبدالحق صاحب اور جناب شیخ محمد طفیل صاحب ایم۔ اے نے تقاریر کیں۔

۲۷ مارچ کو نماز عصر اور مغرب کے درمیان پہلا اجلاس شروع ہوا۔ جناب مولانا سید اختر حسین صاحب گیلانی نے اشاعت اسلام کی اہمیت اور جلسہ کے انعقاد کی غرض و غایت کو واضح کیا۔ نماز عشا کے بعد جناب ڈاکٹر محمد ذکاءاللہ صاحب کی زیر صدارت دوسرا اجلاس شروع ہوا اور جناب مولانا سید اختر حسین صاحب گیلانی نے "فلسفہ انقطاع نبوت" پر ایک باطل شکن تقریر کی۔ ایک برق تھی۔ کہ خرمن غلو پر گری اور اسے بھسم کر گئی۔ اور انقطاع نبوت کا فلسفہ اس انداز میں بیان ہوا کہ پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت الہٰی شان پر ایک تازہ ایمان پیدا ہو گیا ۲۸ مارچ کو پہلے اجلاس میں شیخ عبدالحق صاحب ناظر اسلام کی زیر صدارت جناب شیخ محمد طفیل صاحب ایم اے نے، تحریک احمدیت اور دیگر اجتماعی تحریکات کے موضوع پر اظہار خیال کیا اور ثابت کیا کہ صرف تحریک احمدیت ہی ہے جو اپنے اندر زندگی کے جوہر رکھتی ہے۔ آپ کی تقریر معلومات سے پر تھی، اور کامل سکون اور دلچسپی کے ساتھ سنی گئی۔ دوسرا اجلاس زیر صدارت جناب مولانا سید اختر حسین صاحب گیلانی شروع ہوا۔ جناب منشی محمد شفیع صاحب ذاکر نظامی اور جناب حکیم محمد لطیف صاحب شاکر نے مولانا صدرالدین صاحب کے ورود دھلی پر نظمیں پڑھیں۔ حضرت مولانا صدرالدین نے "یورپ کی سیاسی مشکلات کا حل اسلام میں" کے دلچسپ مضمون پر ایک بصیرت افروز تقریر فرمائی اور اسلام کے فلسفہ سیاست و اقتصادیات کا موازنہ موجودہ دجالی تہذیب سے اس انداز میں کیا کہ اس ایمان افروز تقریر پر ہر سامع عش عش کر اٹھا۔ اختتام پر جناب مولانا سید اختر حسین صاحب گیلانی نے حضرت مولانا کے ایمان افروز خطبہ کی توصیف کرتے ہوئے واضح کیا کہ قرآن کی کاملیت کا ایک پہلو یہ ہے کہ دنیا اپنی تمام علمی ترقیات میں کتنی بڑھتی چلی جائے مگر قرآن مجید کی تعلیمات کا معیار ان سے بھی بلند تر رہیگا۔ ۲۸ مارچ کو پہلا اجلاس زیر صدارت جناب ڈاکٹر شمس الدین صاحب انچارج شفاخانہ لاڈوہ ضلع کرنال شروع ہوا۔ ایک آریہ سماجی مسٹر رام سرن لہری ایڈیٹر "خبردار" دھلی نے پیغمبر اسلام کی توصیف میں اظہار خیال کیا۔ جس کے بعد مولانا سید اختر حسین صاحب گیلانی نے چند منٹ میں بعض امور کی توضیح کی۔ ازاں بعد جناب شیخ عبدالحق صاحب ناظر اسلام نے تحریک احمدیت کے مقام پر تقریر کی اور ثابت کیا کہ صرف یہی ایک تحریک ہے جو غلبۂ اسلام کا قیام کر سکتی ہے۔ دوسرا اجلاس بعد نماز عشاء جناب مولانا سید اختر حسین صاحب گیلانی کی زیر صدارت شروع ہوا اور حضرت علامہ مولانا صدرالدین صاحب نے فضیلت اسلام پر پر از معرفت تقریر فرمائی اور واضح فرمایا، کہ کوئی مذہب ایسا نہیں جو علمی رنگ میں اسلام کی برابری کر سکے اور جس میں حریت۔ اخوت۔ مساوات کا وہ نمونہ ہو جو اسلام میں پایا جاتا ہے اور جس میں حق و حکمت کا وہ رنگ ہو جو اسلام کا امتیاز خصوصی ہے۔ اس تقریر میں آپ نے حضرت مجدد صد چہار دہم کی غیرت اسلامی کا تذکرہ کیا اور فرمایا کہ آپ ہی کے فیض صحبت سے ہم لوگوں میں حمیت اسلامی کا وہ جذبہ پیدا ہوا جسکے اثرات ہماری تبلیغی جدوجہد میں ظاہر ہوتے ہیں۔ حضرت مولانا کی تقریر کمال درجہ کی دلنشیں تھی۔ اور آپ کی یہ دونوں تقاریر سامعین فراموش نہیں کر سکتے۔ آخر میں جناب مولانا سید اختر حسین صاحب گیلانی صدر جلسہ نے ایک ولولہ انگیز خطاب کیا۔ اور تحریک احمدیت پر ان اعتراضات کے جوابات دیتے ہوئے جو اس موقعہ پر بعض شرارت پسند لوگوں نے اشتہاری صورت میں شائع کئے تھے اشاعت اسلام کی اہمیت پر زور دیا۔ اور کہا کہ یہ وہ وقت ہے کہ صرف غیر مسلموں ہی میں نہیں بلکہ مسلمانوں میں اشاعت اسلام کی ضرورت ہے، اسی فریضہ کے ادا نہ ہونے سے ترکی نے اسلام کو نظام حیات سے الگ کر دیا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ جو بے وقوف یہ مشہور کرتے ہیں۔ کہ اس جلسہ کا مقصد یہ ہے کہ احمدی لوگ اپنے مسلمان ہونے کا لوگوں کو یقین دلائیں وہ غلطی پر ہیں۔ یہ جلسہ اسلئے نہیں ہوا کہ ہم اپنے مسلمان ہونے کا تمہیں یقین دلائیں۔ بلکہ اسلئے کہ تمہارے مسلمان ہونے کا تمہیں یقین دلائیں، اور صرف یہی جماعت ہے جو یہ حق رکھتی ہے اور جو اس مقام پر ہے کہ نہ صرف غیر مسلموں کو مسلمان بنا سکے، بلکہ مسلمانوں کو کامل الایمان مسلمان بنا سکے بعدہ حضرت مولانا صدرالدین صاحب نے دعا فرمائی اور کانفرنس ختم ہوئی مکرم جناب حاجی اکرام اللہ خانصاحب نے جو صدر مجلس استقبالیہ تھے اور ان کے صاحبزادے جناب احسان اللہ خانصاحب نے شب و روز جلسہ کی کامیابی کے سلسلہ میں محنت کی۔ جناب حافظ شیخ عبدالعزیز صاحب۔ اور جناب حافظ قاری مرزا شریف بیگ صاحب نے تلاوت قرآن مجید فرمائی ان سب بزرگوں اور دوستوں کو اللہ تعالےٰ جزائے خیر دے، کانفرنس کی کامیابی کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ دسیع پنڈال ہر روز ۴

۴ دونوں نشستوں میں آدمیوں سے بھرا رہا اور ہمارے مقررین حضرات کی تقاریر کو سب لوگ بکامل سکون سے سنتے رہے۔ جماعت قادیان نے ہمارے بار بار کے تحریری چیلنج کے باوجود مناظرہ سے انکار کر دیا۔ اور دھلی میں بفضلہ تعالےٰ ان کو اب جرأت مقابلہ نہیں رہی۔ اخیر میں بندہ مولینا سید اختر حسین صاحب گیلانی و محترم جناب مولانا عبدالرحمن صاحب جالندہری کا تہ دل سے ممنون ہے، جن کے مفید مشورں اور پر تاثیر دعاؤں نے ہمارے کام کو بفضلہ سہل تر بنایا۔ سید صاحب موصوف متواتر کئی ہفتوں سے انفلوئنزا کے شدید حملہ کی وجہ سے علیل چلے آتے تھے اور جناب ساقی صاحب کی عدم موجودگی اور گرنبھی صاحب کی علالت نے ان کے اہم فرائض میں بیجا اضافہ کر دیا تھا مگر یہ اسلام کا جانباز سپاہی ہر موقع پر پہلے سے زیادہ بشاش اور مستعد نظر آتا تھا، اللہ پاک اس صالح نوجوان کی عمر میں برکت دے۔ محترم گرنبھی صاحب مرض نمونیہ کی وجہ سے ہنوز صاحب فراش ہیں اب افاقہ ہے۔ احباب ان کی صحت کے واسطے دعائے خیر فرمائیں۔

(راقم محمود علی۔ از دھلی)

امتحان دینیات اور احمدی احباب

مبلغین حضرات کی خاص توجہ کے قابل

انتہائی افسوس کیساتھ یہ اعلان کیا جاتا ہے، کہ باوجودیکہ امتحان دینیات کی تحریکات و اطلاعات متعدد مرتبہ اخبار میں شائع ہو چکی ہیں تاہم بہت کم احباب نے اب تک شمولیت کی ہمت کی ہے، معلوم ہوتا ہے کہ جماعت میں دینی علوم حاصل کرنے کی خواہش یا تو بہت کم ہو گئی ہے یا امتحان میں شمولیت ضروری نہیں سمجھی جاتی۔

ظاہر ہے کہ ہماری جماعت تبلیغ اسلام کے مقدس فریضہ کے لئے پیدا کی گئی ہے اور اسلئے ضروری ہے کہ اسکا ہر فرد بجائے خود مبلغ بنے اور دین کے موٹے مسائل اور احمدیت کے ضروری خصائص سے پوری واقفیت رکھتا ہو، اسی غرض کو پورا کرنے کے لئے دینیات کا امتحان ضروری سمجھا گیا، اور اس کے لئے ایسا نصاب تجویز کر دیا گیا ہے کہ ایک معمولی قابلیت کے آدمی کی علمی و دینی لیاقت بہت بڑھ سکتی ہے اور وہ اس قابل ہو سکتا ہے کہ اپنے حلقہ اثر میں تبلیغ کا کام ایک حد تک خود کر سکے، اس کے لئے کسی بڑے خرچ کی ضرورت نہیں نہ اپنے گھر اور کاروبار ترک کرنیکی حاجت ہے، گھر میں بیٹھے ہوئے اپنے کاروبار میں مشغول رہ کر اپنے فارغ اوقات کا ایک حصہ اگر اسی نصاب کے مطالعہ پر صرف کیا جائے جو اس غرض کے لئے مقرر کیا گیا ہے تو چند دنوں میں آپ امتحان دینیات میں شامل ہونے کے قابل ہو سکتے ہیں اور اپنے گھر ہی میں بیٹھ کر امتحان بھی دے سکتے ہیں۔ امتحان دراصل ایک ذریعہ ہے علم حاصل کرنے کا، امتحان کے فکر سے کتابوں کے مطالعہ کا موقعہ مل جاتا ہے، اسلئے ضروری ہے کہ ہمارے احباب اور بالخصوص نوجوان احباب اس طرف خاص طور پر توجہ فرمائیں۔

اس بارہ میں مبلغین حضرات کو خاص طور پر توجہ دلانا ضروری ہے، اگر ہمارے مبلغین اپنے اپنے علاقوں میں نوجوان دوستوں کو اس امتحان کی ترغیب دلائیں اور علم دین کے مطالعہ کا شوق ان کے دلوں میں پیدا کریں، یا جو نوجوان ان سے علم دین حاصل کر رہے ہیں، انہیں امتحان میں شرکت کی تحریک کریں، تو بہت فائدہ کا موجب ہوگا،

امتحان دینیات کا مکمل کورس ۴ فروری ۱۹۴۳ء کے "پیغام صلح" میں شائع ہو چکا ہے احباب اسکو دیکھ لیں اور جس درجہ کے جس مضمون کا امتحان دینا ہو اس سے جلد اطلاع دیں۔ آئندہ امتحان ۱۸ اپریل ۱۹۴۳ء کو ہوگا، امید ہے کہ ہمارے بہت سے احباب اس میں شمولیت کی کوشش کریں گے۔ والسلام۔

خاکسار، شیخ محمد عبداللہ جنرل سکرٹری

سرینگر میں مجلس میلاد النبی صلعم

۳۰ مارچ ۱۹۴۳ء کو بعد نماز شام احمدیہ مسجد قمدان پورہ سری نگر میں میلاد النبی صلعم کا جلسہ جناب ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب کی صدارت میں منعقد ہوا۔ موسلا دھار بارش کے باوجود حاضرین کی تعداد کافی تھی۔ اور مستورات نے بھی شمولیت کی۔ سب سے پہلے محمد علی صاحب نے تلاوت قرآن مجید سے جلسے کا افتتاح کیا۔ پھر ملک محمد مقبول صاحب نے نعت خوانی کی۔ اس کے ماسٹر غلام محی الدین صاحب نے "آنحضرت صلعم کی انسانی ہمدردی" کے موضوع پر ایک مدلل تقریر کی۔ جناب بشیر احمد صاحب نے "کامل نبی" کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے موجودہ زمانہ کے ان مسلمانوں کا بھی خوب نقشہ کھینچا جن کی بدولت اسلام کے خلاف غلط تصور عوام کے ذہن میں پیدا ہوا ہے۔ پھر مسٹر سلیم اللہ صاحب نے ایک نعت خوش الحانی سے پڑھی۔ مسٹر غلام رسول نے اپنی تقریر میں ان خصائل کا تذکرہ کیا جو نبی کریم صلعم کو مصلحین عالم میں ممتاز کرنے والے ہیں۔ اور ثابت کیا کہ آپ کامیاب نبی ہیں۔

شیخ عبدالصمد صاحب نے کشمیری زبان میں ایک مدلل، جامع، اور فاضلانہ تقریر کی، جس سے حاضرین خوب محظوظ ہوئے اور جھوم اٹھے۔ اخیر پر صاحب صدر نے تمام مقررین کی تقاریر پر تبصرہ کیا۔ اور بانئے اسلام صلعم کی سیرت پاک پر مختصر انداز میں روشنی ڈالی، دوران تقریر میں آپ نے فرمایا کہ موجودہ زمانہ میں شارع اسلام کی پاک تعلیمات کی طرف اگر کسی شخص نے توجہ دلائی ہے تو وہ صرف حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہیں۔

جلسہ رات کے قریباً گیارہ بجے برخواست ہوا۔

(جنرل سکرٹری ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن سرینگر کشمیر)

جلسہ فنڈ کی ادائیگی کیطرف توجہ فرمائیں

گذشتہ جلسہ سالانہ سے پہلے احباب کی خدمت میں فرداً فرداً چٹھیاں لکھکر درخواست کی گئی تھی کہ وہ جلسہ کے اخراجات کے لئے کچھ رقم جو انکے نام لکھدی تھی پیشگی مرحمت فرمائیں، بیشتر اصحاب نے اسکے جواب میں تجویز کردہ رقوم یا کم و بیش بھیجدیں، لیکن بعض احباب ابھی تک خاموش ہیں اور انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا جس کی وجہ سے اخراجات جلسہ اور جلسہ فنڈ کی آمد میں تقریباً تین سو روپیہ کا فرق ہے، اگر وہ تمام احباب جنہوں نے ابھی تک جلسہ فنڈ میں کچھ بھی مرحمت نہیں فرمایا اس طرف توجہ فرمائیں تو یہ فرق آسانی سے پورا ہو سکتا ہے، اسی غرض سے احباب کو فرداً فرداً بذریعہ خطوط توجہ دلائی جا رہی ہے، امید ہے احباب کرام جلد تر ان خطوط کا جواب دے کر اور رقوم بھیجکر ممنون فرمائیں گے۔ والسلام

خاکسار

شیخ محمد عبداللہ، مہتمم جلسہ سالانہ

یوپی بنگال اور بہار کے احمدی توجہ فرمائیں

علاقہ یوپی۔ کے احمدی دوستوں نے یہ خواہش ظاہر کی ہے کہ صوبہ یوپی۔ بہار اور بنگال کے احمدی احباب کے اسمائے گرامی اور پورے پتے اخبار "پیغام صلح" میں شائع کئے جائیں، تاکہ ان علاقوں کے تمام احباب کو ایک دوسرے سے تعارف ایک دوسرے سے میل جول اور تعلقات روابط بڑھانے کا موقعہ ملے، اور باہر سے جو دوست ان علاقوں میں جائیں وہ بھی اپنے احباب سے مل کر اس روحانی تعلق کو جو حضرت مسیح موعودؑ نے ہمارے درمیان پیدا کیا ہے، زیادہ استوار کر سکیں،

یہ خواہش حضرت مسیح موعودؑ کے منشاء کے عین مطابق ہے، آپ نے ایک اشتہار میں اپنی بیعت کے فوائد و منافع کا ذکر کرتے ہوئے یہ تحریر کیا ہے کہ

"بعض فوائد و منافع بیعت کے جو آپ لوگوں کے لئے مقدر ہیں اس انتظام پر موقوف ہیں کہ آپ سب صاحبوں کے اسمائے مبارکہ ایک کتاب میں بقید ولدیت و سکونت مستقل و عارضی اور کسی قدر کیفیت کے (اگر ممکن ہو) اندراج پا دیں اور پھر جب وہ اسمائے مندرجہ کی تعداد موزوں تک پہنچ جائیں تو ان سب ناموں کی ایک فہرست تیار کر کے اور چھپوا کر ایک ایک کاپی اسکی تمام بیعت کرنیوالوں کی خدمت میں بھیجی جائے .... اور ظاہر ہے کہ ایسی کتاب کا مرتب و شائع ہونا جس میں تمام بیعت کرنیوالوں کے نام و دیگر پتہ و نشان درج ہو انشاءاللہ القدیر بہت ہی خیر و برکت کا موجب ہوگا، از انجملہ ایک بڑی عظیم الشان بات یہ ہے کہ اس ذریعہ سے بیعت کرنے والوں کا بہت جلد باہم تعارف ہو جائیگا اور باہم خط و کتابت کرنے اور افادہ و استفادہ کے وسائل نکل آئیں گے، اور غائبانہ ایک دوسرے کو دعائے خیر سے یاد کریں گے اور نیز اس باہمی شناسائی کی رو سے ہر ایک موقعہ و محل پر ایک دوسرے کی ہمدردی کر سکیں گے اور ایک دوسرے کی غمخواری میں یاران موافق و دوستان صادق کی طرح مشغول ہو جائیں گے اور ہر ایک کو ان میں سے اپنے ہم ارادت لوگوں کے ناموں پر اطلاع پانے سے معلوم ہو جائے گا کہ اس کے روحانی بھائی دنیا میں کس قدر پھیلے ہوئے ہیں اور کن کن خداداد صفات سے متصف ہیں"

یہ ماموراٰلہی کا ارشاد ہے جس کے ہاتھ پر آپ لوگوں نے بیعت کی ہوئی ہے اور جس کے سلسلہ میں آپ شامل ہیں، اس پاک ارشاد کی تعمیل کی آج بھی ویسی ہی ضرورت ہے جیسی کہ پہلے دن تھی، اس لئے ہمارے یوپی کے دوست نے جس خواہش کا اظہار کیا ہے، اس کا پورا کرنا ہر دوست کا فرض اولیں ہے، فی الحال میں اس دوست کی خواہش کے مطابق صرف یوپی۔ بنگال اور بہار کے احباب کو توجہ دلاتا ہوں، اور ان سے مستدعی ہوں کہ وہ اپنے اور اپنے علاقہ کے دوسرے احمدی احباب کے نام اور پورے پتے لکھکر ذیل کے پتہ پر بھیجدیں، تاکہ ان کی اشاعت سے ان علاقوں اور دوسرے مقامات کے احمدی احباب کو ایک دوسرے کا علم اور واقفیت حاصل ہو سکے۔ والسلام۔

خاکسار۔ شیخ محمد عبداللہ جنرل سکرٹری۔

تلاشِ روزگار

ہمارے ایک نوجوان دوست، جو نجاری اور لوہار کے کام سے بخوبی واقف ہیں اور ساتویں جماعت تک تعلیم یافتہ ہیں، بے روزگار ہیں اگر کسی دوست کو ضرورت ہو تو اطلاع دیں۔ ان کے لئے کام کا انتظام کیا جانا ضروری ہے۔

(شیخ محمد عبداللہ جنرل سکرٹری)

ارشاداتِ نبوی

جاہل ایک دفعہ عذاب دیا جائے گا اور عالم سات دفعہ ؛

جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے وہ بدلہ نہیں لیتا، بندے کے لئے دنیا میں اللہ کا سخت ترین عذاب غیر مقسوم کا طلب کرنا ہے۔

مومن کی فراست سے بچتے رہو تحقیق اللہ کے نور سے دیکھتا ہے ؛

مجھے اپنی امت پر زیادہ خوف منافق اور زبان دراز کا ہے۔

عبادت کے دس جز ہیں۔ نو ان میں سے طلب حلال ہیں ؛

جو شخص اس بات کی پرواہ نہیں کرتا کہ وہ کہاں سے مال کماتا ہے، اللہ تعالے اس کی پرواہ نہ کرے گا کہ اس کو کہاں سے دوزخ میں داخل کرے ؛

جو شخص ایک کپڑا دس درم کو مول لے اور اس کی قیمت میں ایک درم حرام ہو۔ تو جب تک وہ کپڑا اس کے بدن پر رہے گا اللہ تعالیٰ اس کی نماز قبول نہ کرے گا ؛

جو چیز لوگوں کو جنت میں بہت داخل کرے گی وہ اللہ سے ڈرنا اور خوش خلقی ہے۔

ایماندار کا غصہ بھی جلد ہوا کرتا ہے اور راضی بھی جلد ہوا کرتا ہے ؛

حضرت مولانا نورالدین اعظم اور رسالہ "فرقان" کی غلط بیانیاں

گذشتہ سے پیوستہ

کتنی صریح اور واضح بات ہے کہ قرآن مجید دنیا جہان کے لئے رہتی دنیا تک ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ایک زندہ کتاب ہے کوئی شخص اس کتاب کے ماننے کے بغیر مسلمان نہیں ہو سکتا قرآن سے باہر اور قرآن کے بعد کی کوئی وحی کسی کو مسلمان نہیں بنا سکتی اور نہ کسی کو کسی ایسی وحی کے ماننے سے جو قرآن میں نہیں وہ ایمان اور نور اور اطمینان قلب نصیب ہو سکتا ہے جو قرآن کے ماننے سے ہوتا ہے۔ قادیان کے مولویوں نے جو حضرت کے دعوے نبوت میں غیر تشریعی غیر مستقل ظلی بروزی مجازی جزوی ناقص ناتمام عکسی اور فنافی الرسول والی ۔۔۔ نبوت کی آڑ لیکر قرآن کی اصطلاح میں آنے ہوئے لفظ نبی کو اسی طرح اپنے لغو اور لچر معنوں کے ماتحت ایک بے معنی لفظ بنا دیا ہے جس طرح انہوں نے خاتم النبیین کے لفظ کے ایسے معنے کرکے جو کسی طرح بھی اس کے صحیح معنے نہیں بنتے ایک بے معنی لفظ اپنی اصطلاح میں لفظ خاتم النبیین بنا دیا ہے اور مسلمانوں پر کفر کا فتوے لگا کر مسلمانوں کی اذان و نماز اور تلاوت قرآن اقرار نبوت تمام اسلامی احکام کے ادا کرنے کا کوئی خیال اور لحاظ نہیں رکھا اور لطف یہ ہے کہ بتایا نہیں کہ اس نبوت میں جو رسول اللہ کے بعد وہ مانتے ہیں ایمان اور اسلام اور دین کی بات کیا ہے جسکو دنیا مان کر مسلمان ہو سکتی ہے مگر قرآن کو مان کر مسلمان نہیں ہو سکتی ان مولویوں سے تو شیعہ ہی اچھے رہے جنہوں نے اذان میں علی ولی اللہ وصی رسول اللہ کا لفظ بھی زیادہ کر دیا۔ بلکہ اپنی نماز روزہ۔ زکوٰۃ حج اور تمام احکام اسلام میں ۔۔۔۔۔۔۔ امت کا فرض ہوتا بتلا کر اسلام کی ہر چیز اپنی علیحدہ بنالی۔ نماز علیحدہ بنائی وہ کبھی ساری عمر پانچ وقت کی الگ الگ نماز نہیں پڑھتے بلکہ وہ ہمیشہ سے ہی تین وقت ہی یعنے ظہر و عصر، شام و عشا کو جمع کرکے پڑھتے ہیں اور ہاتھ بھی کھول کر نماز پڑھتے ہیں ان کے اذکار نماز بھی الگ ہیں غرض کہ ہر بات ہی ان کی الگ ہے دوسرے مسلمانوں سے نہیں ملتی مگر قادیان کے مولوی حضرت امام سیدنا مسیح موعود کی وحی کو وحی نبوت مان کر بھی اسکو قرآن کا تتمہ تکملا اور ضمیمہ بنا کر قرآن کے ساتھ منبر لگاتے۔ اب جب ہم حضرت مولانا نورالدین رضی اللہ کی تحریرات کو دیکھتے ہیں تو ان سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرت امام سیدنا مسیح موعود کو امامت ۔۔۔۔۔ خلافت یا ولایت سے زیادہ کوئی رتبہ یا مرتبہ یا حیثیت دینی نہیں دیتے تھے اور رسول اللہ کے بعد نبی ماننے کو تو وہ کفر جانتے تھے۔ تمام وہ خطوط جو حضرت مغفور کے

اخبار بدر یا الحکم یا دوسرے رسائل میں شائع ہو چکے ہیں یا ۔۔۔۔۔۔ آپ کی اپنی تصنیف کردہ کتابیں ہیں ان سب کو پڑھ جائیے کہیں بھی حضرت امام کو نبی کرکے نہیں لکھا اور نہ ان کو نبی مانا ہے۔ تو حضرت خلیفہ اول کا یہ معمول تھا کہ حضرت کی طرف کوئی خط لکھتے تو حضرت امام کرکے ہی آپ کو لکھتے اور مخالفین کو بھی خطوں کے جواب میں حضرت کو اولیا امت اور صوفیائی جماعت میں ہی رکھتے۔ پھر حضرت ۔۔۔۔۔۔ کے زمانہ میں کبھی نبی یا رسول اللہ کا لفظ نہ کسی احمدی کے منہ سے حضرت کی نسبت سنا گیا اور نہ کبھی کسی صاحب نے خط کے ذریعے حضرت ممدوح سے حضرت کے دعووں کے متعلق دریافت کیا اور پوچھا کہ کیا حضرت مرزا صاحب نبی یا رسول ہیں یا حضرت مرزا صاحب کے سوا بھی تیرہ سو برس میں کسی شخص نے کبھی اپنے کو یا کسی نے کسی اپنے بزرگ کو رسول یا نبی کہا تو آپ نے جواباً یہی فرمایا کہ آپ نے ارقام فرمایا ہے کہ تیرہ سو برس میں کسی شخص نے کبھی کسی کو رسول یا نبی نہیں کہا۔ اس پر عرض ہے کہ مثنوی مولانا روم تو ہمیشہ آپ نے وعظوں میں سنی ہوگی۔ اس سے اس وقت دو تین شعر پڑھتا بلکہ لکھتا ہوں۔ جو آپ کے دعوے نے یاد دلائے۔

> چوں بدادی دست خود در دست پیر
> پیر حکمت کہ علیم است و خبیر
> کو نبی وقت خویش است اے مرید
> تا ازو نور نبی آید پدید
> دست تو از اہل آں بیعت شود
> کہ ید اللہ فوق ایدیہم بود

پھر ایک جگہ فرماتے ہیں:-

> اے مرا تو مصطفٰے من چوں عمر
> از برائے خدمتت بندم کمر

پھر فرماتے ہیں اور ان کی وحی کا دعوے فرماتے ہیں۔

> آں کہ از حق یابد او وحی و جواب
> ہر چہ فرماید بود عین الصواب
> نہ نجوم است و نہ رمل است نہ خواب
> وحی حق واللہ اعلم بالصواب

یہاں سب کچھ کہہ لیا ہے اور مولوی لوگوں کے ڈر کا ذکر بھی فرما دیا۔ اگر آپ سن سکیں تو میں نو لاین ۱۳ مسئلہ النبوت اولیا کے کلام سے یہ صاف صاف لفظ آپ کو دکھلا سکتا ہوں یہ آپ نے کس طرح ارشاد فرمایا کہ تیرہ سو برس سے کسی نے ایسا لفظ نہیں بولا۔ ہمارے ایک بزرگ سید (مولوی سرور شاہ صاحب) نے بھی جو سامنے بیٹھے ہوئے تھے جس وقت حضرت

ممدوح یہ خط لکھ رہے تھے) نے فرمایا کہ یہ مرید کا کلام ہے پیر کا نہیں میں نے عرض کی صاحب مثنوی کا قول ایک طرف احمدی لوگوں کے کلام کو ایک طرف رکھکر دیکھو تو احمدی مولوی روم کے برابر ان کو مان لو۔ مگر ایک شعر خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا سنا دیا آپ کو بھی سنا دیتا ہوں حضرت خواجہ صاحب فرماتے ہیں۔

> دمبدم روح القدس اندر معینی مے دمد
> من نمے گویم مگر من عیسیٰ ثانی شدم

پھر حضرت مولوی صاحب نے ایک دوسرے خط میں لکھا۔

فوائد الفواد میں حضرت سلطان المشائخ ذوالنبی محمد نظام الدین چشتی نے فرمایا دیکھئے ص ۲۳ قصہ حضرت شبلی جنہوں نے اپنے مرید کو ارشاد کیا کہو لا الٰہ الا اللہ شبلی رسول اللہ۔ الخ۔ نورالدین ۱۸ مارچ ۱۹۱۲ء

بدر ۲۸ اپریل و ۳ مئی ۱۹۱۲ء

کیا ان خطوط سے معلوم نہیں ہوتا کہ حضرت مولوی صاحب بھی حضرت امام سیدنا مسیح موعود کو انہی اولیاء میں سے سمجھتے تھے جنہوں نے رسول اللہ تک کا لفظ اپنے لئے استعمال کر لیا۔ اور عیسیٰ ثانی ہونے اور وحی الٰہی ہونے کے بھی دعوے کئے پھر حضرت مولانا نورالدین صاحب مرحوم سے ایک مولوی صاحب نے سوال کیا آپ کے اصول کیا کیا ہیں۔ دوسرے مسلمانوں سے آپ کو کیا اختلاف ہے جواب میں آپ نے فرمایا ہمارے اصول یہ ہیں اللہ تعالےٰ ایک ہے تمام خوبیوں کا جامع کامل ہے ہر ایک قسم کے عیب و نقص سے منزہ ہے ملائکہ ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مختلف کاموں پر متعین ہیں۔

تمام رسول برحق ہیں کتابیں جو ان پر اتریں برحق ہیں جو ان سب پر حق ہے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں دوسرے مسلمانوں سے اصول دین میں ہمارا کوئی اختلاف نہیں۔ جہاں وہ ایک لاکھ سے زیادہ انبیاء کی وفات کو مانتے ہیں وہاں **ایک حضرت مسیح کی وفات کو ہم نے مان لیا تو کیا گناہ کیا** یہ امت محمدیہ میں مکالمہ مخاطبہ الٰہی اولیا اللہ سے جاری ہے تو مرزا صاحب سے خدا کلام ماننا کیا حرج رکھتا ہے مسیح کا نزول ماننا اصول دین میں داخل نہیں مرزا صاحب امتی ہیں اپنا نام ہمیشہ غلام احمد فرماتے رہتے ہیں۔ (نورالدین)

پھر حضرت مولانا مرحوم نے جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا میری غرض دین کلام الٰہی ہے۔ پس یاد رکھو کہ اگر پوری طاقت و ہمت و یک جہتی سے اس حبل اللہ قرآن مجید کو مضبوط نہ پکڑو گے تو منافقین اس رسہ کو لے جائیں گے۔ اس رسے کو مضبوط پکڑنے کا یہ مطلب ہے کہ قرآن مجید تمہارا دستور العمل ہو تمہاری زندگی اس کی ہدایتوں کے ماتحت ہو ہر ایک کام ہر حرکت و سکون میں جو چیز تم پر حکمران ہو وہ خدا تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید ہو جو نور شفا و رحمت ہے، میرا جی یہی چاہتا ہے کہ اپنے گھر کے لوگوں اور متعلقین میں اور تمہارے گھر کے لوگوں اور متعلقین میں اسی کا وعظ کہوں اور کہتا رہوں۔ کہ قرآن کریم پڑھو۔ قرآن کریم پڑھو۔ اور اس پر عمل کرو۔ انشاءاللہ کریم تم سب

کو توفیق دے۔ یہ بھی حضرت مولوی صاحب رض فرمایا کرتے تھے کہ حضرت امام (مسیح موعود) اپنی عظیم الشان پیشگوئیاں احادیث سے لیتے ہیں اور اپنے دعاوی پر احادیث سے تمسک کرتے ہیں (خطبات نور ص ۶۲)

پھر حضرت مولوی صاحب سے کئی سوالات ہوئے ایک سوال یہ تھا کہ مرزا صاحب کس فرقہ میں سے تھے۔ چنانچہ سوالات یہ تھے:-

اول - مرزا غلام احمد صاحب مستقل نبی ہیں یا جناب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی امت میں داخل ہیں اور غلام احمد ہونے کے مصداق ہیں یا احمد ہونے کے۔

دوسرا سوال - اگر مستقل نبی ہیں تو اہل اسلام میں سے کسی فرقے کا بھی یہ اعتقاد نہیں ہے کہ بعد جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کوئی اور بھی نبی ہو سکتا ہے

تیسرا سوال :- اگر حضرت مرزا صاحب حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی امت میں داخل ہیں اور آپ کی ہی شریعت کے مجدد و مصلح بن کر رسوم و بدعات تفریق بین المسلمین کے مٹانے شریعت محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کے قائم اور تازہ کرنے کے لئے تشریف لائے ہیں تو اہل اسلام کے فرقہائے متفرقہ میں سے کس گروہ میں شامل اور کن اصول کے موافق لوگوں کو شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے کا حکم فرماتے ہیں۔

چوتھا سوال - مرزا صاحب کے نزدیک اسلام کے فرقہائے مختلفہ میں سے وہ کونسا گروہ ہے جس میں خود بھی مرزا صاحب داخل ہیں اور اس کے اصول کے موافق لوگوں کو ہدایت فرماتے ہیں

جوابات حضرت مولانا نورالدین صاحب مرحوم

نمبر ۱، ۲ - مستقل اور غیر مستقل نبی کی اصطلاح آپ سے سنی گئی ہاں البتہ صوفیائے کرام نے تشریعی نبوت میں کچھ امتیاز کیا ہے، حضرت صاحب جو تھے وہ تمام کمالات قرب مدارج الٰہی کے حضرت نبی کریم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اتباع میں یقین فرماتے تھے اور ایک بال برابر بھی خلاف کرنے کو کفر و بدقسمتی سمجھتے تھے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ناواقف بھی ہیں حضرت شاہ نیاز احمد صاحب فرماتے ہیں:-

> احمد ہاشمی منم عیسےٰ مریمی منم

خود حضرت صاحب فرماتے ہیں:-

> بعد از خدا بعشق محمد مخمرم
> گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

آپ کے پہلے سوال کا جواب اور دوسرے سوال کا جواب بھی ہو چکا۔

تیسرے اور چوتھے سوال کا جواب

حضرت مرزا صاحب اہل سنت والجماعت خاص کر حنفی المذہب تھے اسی طائفہ ظاہرین علی الحق میں سے تھے والحمدللہ رب العالمین۔ (نورالدین ۲۹ اگست ۱۹۱۲ء)

(اس خط کو پڑھ کر تو قادیانی حضرات حضرت مولانا مرحوم کو صلواتیں ہی سنائیں گے اور ہم یہی کہیں گے **موتوا بغیظکم**۔)

پھر حضرت مولانا نورالدین صاحب مرحوم کا خط ملوکہ قسم یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امابعد

فالسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ دل چیر کر دکھانا یا دکھانا انسانی طاقت سے باہر ہے قسم پر کوئی اعتبار کرے تو واللہ العظیم کے برابر کوئی قسم مجھے نظر نہیں آتی نہ آپ میرے ساتھ ہونگے میرے ایمان و اعمال کے ہونگے پس یہ معاملہ اللہ تعالےٰ کے حضور میں پیش ہونیوالا ہے واللہ العظیم واللہ الذی باذنہ تقوم السماء والارض میں حضرت مرزا صاحب کو مجدد اس صدی کا یقین کرتا ہوں، میں انکو راستباز مانتا ہوں اور سیدنا حضرت محمد رسول اللہ النبی العربی المکی المدنی خاتم النبیین کا غلام اور اس کی شریعت کا بدل خادم مانتا ہوں اور مرزا صاحب خود اپنے آپ کو جان نثار غلام نبی عربی محمد بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدالمناف کا مانتے تھے نبی کے لغوی معنے پیش از وقت خبر دینے والا ہم لوگ یقین کرتے ہیں نہ شریعت، لانیوالا - مرزا صاحب اور میں خود جو شخص ایک نکتہ بھی قرآن شریف کا اور شریعت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نہ مانے اسے کافر اور لعنتی اعتقاد کرتا ہوں یہی میرا اعتقاد ہے اور یہی میرے نزدیک مرزا غلام احمد کا تھا کوئی رد کرے یا نہ مانے یا منافق کہے اس کا معاملہ حوالہ بخدا۔

(نورالدین بقلم خود - ۱۲ ؍ اکتوبر ۱۹۱۰ء)

پھر حضرت مولانا ممدوح ایک دوسرے خط میں لکھتے ہیں :-

مرزا جی نے باوجودیکہ محمد رسول اللہ کو خاتم النبیین مانا اور ان کے عشق و محبت میں ہزاروں صفحے لکھ ڈالے بے ریب لکھا ہے کہ میں نبی بمعنی پیشگوئی کرنیوالا ہوں نہ نبی تشریعی اور یہی مذہب تمام صوفیائے کرام کا ہے۔

(نورالدین - ۲۰ ؍ نومبر ۱۹۱۱ء)

خود سیدنا حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے کہ محی الدین ابن عربی نے لکھا ہے کہ :-

نبوت تشریعی جائز نہیں دوسری جائز ہے مگر میرا اپنا مذہب یہی ہے کہ ہر قسم کی نبوت کا دروازہ بند ہے صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے انعکاس سے جو نبوت ہو وہ جائز ہے۔

(دیکھو بدر ۱۷ ؍ اپریل ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۰۲)

یاد رہے کہ اس مسئلہ نبوت و کفر و اسلام میں دلائل قطعیہ و یقینیہ کی ضرورت ہے اور حضرت کے درحقیقت نبی ہونے پر کوئی دلیل قطعی ہے نہ یقینی نہ عقلی نہ نقلی نہ آپ کے الہامات میں آپ کے لئے نبی کا لفظ آیا ہے حضرت نے ۸۰ کتابیں لکھی ہیں اور ان میں اپنے الہامات بھی درج کئے ہیں کوئی ایک الہام بھی ایسا نہیں جس میں اللہ تعالےٰ نے حضرت کو نبی فرمایا ہو۔ کتابوں میں جتنے الہام حضرت نے اپنے ہاتھ سے درج کئے یا لکھے ہیں ان میں ایک الہام بھی آپ کے نبی ہونے کے متعلق نہیں ہے پس نہ الہام میں نہ کلام الٰہی میں نہ قرآن مجید میں آپ کے لئے نبی کا لفظ آیا ہے نہ آپ کا نبی الواقعہ نبی ہونا کسی طرح ثابت ہوسکتا ہے نہ آپ کے اقوال و احوال و تحریرات سے نہ آپ کی پیشگوئیوں سے کوئی آپ کی نبوت ثابت ہوسکتی ہے نہ کوئی رسالت نہ پہلی جماعت کے اقرارات سے نہ کسی ذمہ دار شخص کی قلم سے حضرت کا نبی ہونا کہیں لکھا ہوا ہے اور نہ مطلق اس مجازی ظلی، بروزی جزوی ناقص ناتمام اکتسابی عکسی امتی غیر تشریعی نبوت کا کوئی ذکر یا کوئی اشارہ کتب الٰہیہ یا کلام الٰہی سے مل سکتا ہے یہ بالکل غلط بات ہے کہ حضرت کو دعویٰ نبوت تھا، حضرت ہر جگہ دعوےٰ نبوت سے انکار کرتے ہیں چنانچہ حقیقۃ الوحی میں بھی لکھا ہے کہ جاہل لوگوں کو بھڑکانے کے لئے کہتے ہیں کہ اس شخص نے نبوت کا دعوےٰ کیا ہے، حالانکہ یہ سراسر افترا ہے اگر حضرت کا دعوےٰ نبوت کا ہوتا تو لوگوں کے کہنے پر حضرت ان کو مفتری کیوں فرماتے اسی سے معلوم ہوا کہ حضرت نہ نبی ہیں نہ رسول ہیں نہ آپ کی وحی وحی نبوت ہے نہ وحی رسالت، حضرت کو دعوےٰ صاف امامت خلافت، یا ولائت کا ہے وبس مسیح موعود ہونیکا دعوےٰ ملہم من اللہ اور مجدد ہونے کے دعوےٰ سے کچھ بڑا نہیں ہے۔ حضرت نے خود اپنے دعوےٰ کے متعلق لکھا ہے کہ میں خلیفۃ اللہ مامور من اللہ مجدد وقت اور مسیح موعود ہوں اور یہی ہم مانتے ہیں کہیں بھی حضرت نے اپنے نام کے ساتھ نبی کا لفظ نہیں لکھا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اسم مبارک کے ساتھ رسول اللہ کا لفظ لکھتے تھے چنانچہ حضور کی مہر بھی محمد رسول اللہ کے نام سے کندہ تھی اگر مسیح موعودؑ نے نہ کوئی ایسی مہر بنوائی اور نہ کہیں حضرت نے اپنے ہاتھ سے رسول اللہ کا لفظ اپنے نام کیساتھ لکھا پس اے بھائیو جو قادیان کے مذہب کو صحیح سمجھتے ہو آپ لوگ خود یوم الحشر کو یاد کرکے اس بات پر غور فرمائیں اور غلو سے باز آجائیں۔ حضرت مولانا نورالدین نے اپنی تحریروں میں ہر جگہ حضرت کو مجدد یا امام ہی لکھا ہے کہیں نبی نہیں لکھا اگر کوئی ایسی تحریر کسی صاحب کے پاس ہو تو وہ شائع کرے یا اس کا عکس اخبار میں دے۔

حضرت نبی کریم صلعم کا مقام

اسلام اگر ایک طرف مساوات کا سبق دیتا ہے تو دوسری طرف اصولی مساوات قائم رکھکر درجہ بندی کی بھی تعلیم دی جاتی ہے۔ مساواتی پہلو سے اگر افراد اور قومیں ایک ہی سلسلہ اور ایک ہی ضابطہ سے مربوط ہیں۔ تو درجہ بندی کے اعتبار سے ان میں ایک قسم کا امتیاز بھی پایا جاتا ہے، چونکہ یہ دونوں صورتیں فطری ہیں اس واسطے کائنات میں خصوصاً اسلامی کائنات میں اس کی زندہ نظیریں پائی جاتی ہیں۔

دیکھو نماز میں مساوات، اسلام کا ایک عملی نمونہ دکھایا ہے جس کی نظیر دوسرے مذاہب میں مل ہی نہیں سکتی۔ سابقہ دنیا میں کوئی ایسا مذہب اور مشرب نہیں جو اسلام کے مقابلہ میں مساواتی رنگ میں ایسا شاندار اور عملی نمونہ دکھا سکے لیکن اس کے ساتھ ہی امام اور مقتدیوں کی پوزیشن میں فرق بھی رکھا گیا ہے، گو باوجود اس فرق اور امتیاز کے بھی مساوات کا رنگ بعض امور کے اعتبار سے باقی رہتا ہے مگر پھر بھی مقتدیوں اور امام کی پوزیشن میں فرق ہوتا ہے اس سے ثابت ہے کہ اگر ایکطرف اسلام مساوات کا حامی ہے تو دوسری طرف نظامی اعتبارات کے ماتحت درجہ بندی کو بھی ہاتھ سے نہیں دیتا۔ عملی رنگ میں صورت مساوات فضیلت اور امتیاز کا سلب کرنا اسلامی نقطۂ خیال سے موزوں اور صحیح نہیں۔ اس طریق عمل سے انسانی ضروریات کے دونوں پہلو قائم رہتے ہیں، اور یہ دونوں صورتیں فطری ہیں اس سے ہم یہ قیاس کرسکتے ہیں کہ مذہب اسلام مقتضیات فطری کا کہاں تک حامی ہے۔ اگر بعض صورتوں اور بعض حالات میں انسان مساوات کا احساس کرتا ہے تو بعض حالات میں درجہ بندی اور امتیاز کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

مساواتی رنگ میں یہ دونوں صورتیں فطری اور لازمی ہیں۔ جب ہم درجہ بندی اور فطری یا اعتباری امتیازات کا نقشہ قائم نہیں رکھ سکتے تو نظام کائناتی کی چولیں ڈھیلی پڑجاتی ہیں اور اگر اس کے ساتھ ہی مساواتی پہلو بھی چھوڑتے ہیں تو ایک بڑی خواہش فطری کا خون ہوتا ہے، ان وجوہ سے اسلام ان دونوں حالتوں میں بھی ایک منصفانہ درجہ بندی کے اعتبار سے عمل کرنیکا حکم دیتا ہے۔ مساوات کو بھی قائم رکھتا ہے اور درجہ بندی و مخصوص امتیازات کو بھی بمصداق فضلنا بعضکم علی بعض۔ نبی کریمؐ جو نوع انسانی کے تمام ممتاز اور محترم افراد سے بھی زیادہ تر ممتاز اور محترم ہے نہ صرف اس جہت سے کہ وہ ایک ممتاز انسان تھا۔ بلکہ اس جہت سے کہ تمام انسانی امتیازات کا خاتمہ اور کامل کرنے والا تھا۔ نہ صرف اس خیال سے کہ اس کی فطرت ایک مقدس اور عظیم الشان فطرت تھی بلکہ اس جہت سے کہ وہ اپنے رنگ میں علم فطرت کا ایک ممتاز اور کامل نمونہ تھا۔ وہ اُن امتیازات اور اُن خصوصیات کا مجموعہ تھا جو روحانی اور فطری پہلو سے انسانی نظام تہذیب، نظام تمدن اور نظام تدین کے واسطے لازمی ہیں۔ وہ ان نقائص اور ان کمیوں کو رفع اور پورا کرنے کی طاقت رکھتا تھا اور اسی واسطے اسکی بعثت ہوئی تھی کہ ایسی اصلاحات کی عملی بنیاد ڈالے۔ اور ان موانع کو اٹھا دے جو نظام انسانی میں پیدا ہوچکے تھے اور ان امور کا تہیہ کرے جن کی آنیوالے زمانوں اور مستقبل ادوار میں ضرورت تھی۔ اس کی ولادت سعید کے اول جو ایک سلسلۂ روحانیات قائم ہوچکا تھا اور جس کی مقدس زنجیر صدہا کڑیاں رکھتی تھی۔ وہ اسکو ایک تکمیل کے ساتھ ختم کرنے والا تھا۔ گو وہ ایک آخری کڑی تھی لیکن دوسری مقدم کڑیوں سے اُسے وہی نسبت تھی جو پہلی کڑی کو آخری کڑی سے ہوتی ہے۔ اگر یہ کڑی اس زنجیر میں نہ منسلک ہوتی تو یہ زنجیر مکمل نہ ہوتی اور نہ دوسری کڑیوں کی غرض و غایت پوری ہوتی

آخر آمد بود فخر اولین

مساواتی رنگ میں وہ ایک انسان تھا اور ذریات آدم علیہ السلام یا انسانیت آدم علیہ السلام میں سے وہ بھی ایک تھا لیکن درجہ بندی کے اعتبار سے اور امتیازی جہت سے وہ دوسرے روحانی ارکان کے مقابلہ میں ایک ظاہر فضیلت رکھتا تھا اس جلیل القدر انسان کے کارناموں پر نظر کرنے سے پتہ لگ سکتا ہے کہ جو فرائض و مقاصد اور جو شان و شوکت اس جلیل القدر انسان کی تھی وہ کسی کے حصہ میں نہیں آئی تھی جو کام ان کے ذمہ ڈالا گیا تھا وہ اور کسی کے اٹھانے کے قابل نہ تھا، اور جس رنگ میں ان کی بعثت ہوئی، اسکی نظیر کسی اور بعثت میں نہیں ملتی۔

سید خلقت رسالت سے فرماتے ہوکر یہ لقب امی مخاطب ہونے اس میں حکمت اور نکتہ کیا تھا۔ اگر اور رسل و انبیاء مکتب انسانی کے درس یافتہ تھے تو یہ ذات اقدس درسگاہ رحمانی کے تعلیمیافتہ تھے۔ اس کی تعلیمات اس کی تبلیغات، اس کی ہدایات، اس کے ارشادات اور اس کی اصلاحات اگر وہ ہر رنگ میں جامع فطرت کے مطابق مقتضیات فطرت کو پورا کرنے والے ہیں۔ تو کہا جائے گا کہ ایسا شخص ایک روشن اور مکمل فطرت رکھتا تھا تبلیغی اور اصلاحی رنگ میں ایک مصلح، ایک مرسل کے واسطے سب سے اول یہ لازمی ہے کہ اس کا طرز اصلاح رنگ تبلیغ بے لاگ اور بے غرضانہ ہو۔ تمام متفرقانہ خیالات سے الگ ہوکر ہمیں ٹھنڈے دل سے دیکھنا چاہیئے کہ اس مولود مسعود کی تمام مصلحانہ اور مرسلانہ مساعی کیا رنگ اور کیا طرز رکھتی تھیں۔ یہ کتنی بڑی کشادہ دلی اور وسعت خیالی ہے کہ وہ اپنی ذات اپنے اغراض کو الگ رکھکر یہ آواز دیتا ہے۔ تعالوا الی کلمۃ واحدۃ وہ کسی کو اپنی طرف نہیں بلاتا۔ وہ اپنی دعوت نہیں دیتا۔ وہ خود کو پیش نہیں کرتا۔ وہ کھلے طور پر سب کو اس طرف بلاتا ہے جس پر سب کی فطرتیں شاہد اور گواہ ہیں۔ وہ اپنی آواز میں اس عہد کی یاد دلاتا ہے جو بروز میثاق ان سے لیا گیا تھا۔ وہ ان جذبات کی تائید اور تصدیق کرتا ہے جو ہر فطرت اپنے اپنے رنگ میں رکھتی۔ کیا اس بے غرضی اس کشادہ دلی اس وسعت ضمیری سے کسی اور نے بھی آواز دی ہے کیا اس شان سے کوئی اور بھی آیا ہے۔ کیا کسی کی تبلیغ میں یہ زور یہ جذبہ یہ وسعت پائی جاتی ہے۔ یہ اس کا اثر اور نتیجہ ہے کہ اسلامی دائرہ میں جہاں خدا ہے وہیں محمدؐ بھی ہوتا ہے اور محمدؐ کیساتھ خدا کا ہونا لازمی ہے کیونکہ جو محمدؐ کو مانتا ہے لازمی ہے کہ خدا کو مانے۔

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ط

تکمیل دین سے مراد صرف روحانیات اور دینیات ہی تکمیل نہیں ہے۔ تکمیل دین میں وہ تمام امور تمام تصرفات تمام نظام شامل ہے جو انسانی فطرتوں سے وابستہ اور مربوط ہے جو دین انسانی

مدیر "فرقان" کے نام مکتوب

مکرمی مدیر فرقان

السلام علیکم

آپ کے رسالہ بابت ماہ دسمبر ۱۹۴۲ء میں جو مضمون آپ نے "چوہدری محمد اسمٰعیل صاحب کا مقابلہ سے صریح فرار" اور تحفہ گولڑویہ کے متعلق غیر مبائعین کو عام دعوت، کے عنوان کے تحت چھپا ہے میں نے پڑھا ہے۔ آپ نے جو کچھ لکھا ہے اسکو اگر "صریح فرار" کہا جائے تو بالکل بجا اور درست ہوگا لیکن چونکہ مجھے اشتیاق مطلوب ہے اس واسطے میں اپنا بالکل درست مطالبہ کہ تریاق القلوب کو بھی ساتھ رکھا جائے ترک کرتا ہوں اس شرط پر کہ جیسا کہ آپ نے خود لکھا ہے، تریاق القلوب کے متعلق علیحدہ فیصلہ ہونا چاہئیے اب آپ مہربانی فرما کر میرے ان مضامین کا جواب تحریر فرماویں جو تحفہ گولڑویہ کے متعلق آپ کے مضمون کے جواب میں میں نے لکھے آپ کا جواب شائع ہونے پر میں اس کا جواب الجواب لکھوں گا اور اس پر بحث ختم ہو جائے گی۔ اور پھر تمام مضامین جو اس بارہ میں فرقان اور پیغام صلح میں شائع ہوئے ہیں طبع کرا کر ثالثوں کے سامنے لائے جائیں گے اس طباعت کا خرچ نصف آپ کے ذمہ ہوگا اور نصف میں ادا کروں گا۔

ثالثوں کے متعلق میں یہ تجویز کرتا ہوں کہ پانچ آدمی آپ ہماری جماعت میں سے انتخاب کریں اور پانچ آدمی میں آپ کی جماعت سے انتخاب کروں گا۔ ایک غیر احمدی عالم آپ تجویز کریں اور ایک میں۔ یہ سب ثالث صاحبان با قرار صالح اپنا فیصلہ لکھیں گے۔ اگر آپ کو ایسا کرنا منظور نہ ہو تو پھر خان بہادر نواب چوہدری محمد دین صاحب، ریٹائرڈ ڈپٹی کمشنر اور خان بہادر چوہدری محمد نعمان صاحب ریٹائرڈ سشن جج آپ کی جماعت سے اور خان بہادر میاں غلام رسول صاحب اور خان بہادر میاں محمد صادق صاحب ہماری جماعت سے ہوں اور جناب مولوی غلام مرشد صاحب امام شاہی مسجد لاہور ان حضرات کے علاوہ۔ دونوں صورتوں میں اگر کثرت رائے آپ کے حق میں ہوئی تو میں یکصد روپے انعام حسب وعدہ پیش کروں گا۔

میں یہ امر واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ آپ جو کچھ لکھیں گے وہ تحفہ گولڑویہ سے ہی لکھیں گے ایسا ہی میں بھی اسی کتاب سے رکھوں گا کوئی فریق مجاز نہ ہوگا کہ کسی اور کتاب سے کوئی حوالہ درج کرے یا جیسا کہ آپ نے پہلے ایک دفعہ لکھا تھا کہ تعریف وغیرہ دوسری کتابوں سے لی جائے۔ یہ خلط مبحث ہوگا

آپ نے خود تسلیم کیا ہے کہ تحفہ گولڑویہ میں جو کچھ لکھا ہے وہ صاف اور واضح ہے اور اس میں کوئی ایسی پیچیدگی نہیں کہ جس کے حل کے لئے کسی دوسری کتاب کی ضرورت ہو

اس مضمون میں آپ نے حسب عادت کتر بیونت کر کے کئی ایک باتیں لکھی ہیں۔ ان کے متعلق میں کچھ نہیں کہنا چاہتا، کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ فضول باتوں میں پڑ کر ہم اصل مطلب سے دور چلے جائیں۔

ہاں آپ مہربانی فرما کر یہ بھی بتائیں، کہ تریاق القلوب کے متعلق آپ کس طرح سے فیصلہ کرنا تجویز کرتے ہیں۔ بہتر ہوگا کہ اسکا فیصلہ بھی ابھی ہو جائے خواہ جیسا کہ آپ نے تحریر فرمایا ہے تحفہ گولڑویہ سے علیحدہ ہو۔

آپ نے ۱۹۰۴ء کے ریویو آف ریلیجنز سے ایک عبارت نقل فرما کر یہ ثابت کرنا چاہا تھا کہ گویا ہماری جماعت کے امیر حضرت مولانا نے ۱۹۰۴ء میں حضرت اقدس مسیح موعود کو نبی لکھا تھا، اس کے جواب میں ۱۹۰۴ء کے ریویو آف ریلیجنز سے ہی میں نے بہت سے حوالہ جات نہ صرف حضرت مولانا کی تحریروں سے بلکہ بعض حضرت اقدس مسیح موعود کے مضامین مندرجہ ریویو آف ریلیجنز ۱۹۰۴ء سے ثابت کیا تھا کہ اس زمانہ میں حضرت اقدس کو مجدد ہی تسلیم کیا جاتا تھا اور دعوئے نبوت سے صریح انکار تھا۔ اس کا جواب آپ نے تحریر نہیں فرمایا۔ مہربانی فرما کر اس پر بھی روشنی ڈالیں۔

اور بھی بہت سے امور کے متعلق آپ سے جواب کے متعلق عرض کیا گیا تھا، جب آپ ان امور سے فراغت پا لیں گے دیگر امور کی طرف آپ کی توجہ عالی مبذول کی جائے گی۔

آپ کا نیاز مند

خاکسار۔ محمد اسمٰعیل

برطانیہ کے مسلم باشندوں کیلئے پہلا اخبار

تمام اسلامی ممالک کے نمائندے اسکے بورڈ میں ہیں

لنڈن۔ برطانیہ میں پہلا مسلم اخبار چند روز تک اشاعت پذیر ہونیوالا ہے۔ جنگ کے زمانے میں کاغذ کی قلت اور چھپائی کی مشکلات کے باوجود یہ مفت تقسیم کیا جائے گا کیونکہ اس کا مقصد برطانیہ کے مسلم باشندوں کی ایک بڑی معاشرتی ضرورت کو پورا کرنا ہے۔ اس کے اخراجات چندوں سے پورے کئے جائیں گے۔

ایک بورڈ بنایا گیا ہے۔ جس میں مشرق وسطےٰ کے اسلامی ممالک اور ہندوستانی مسلمانوں کے نمائندے ہونگے۔ کم از کم دو ہزار کاپیاں صرف برطانیہ میں تقسیم کی جائیں گی۔ اور اسلامی ممالک کو بھی بھیجی جائیں گی۔ اس کا نام مسلم نیوز تجویز کیا گیا ہے۔

اسلامی ممالک کی خبروں کے علاوہ دیگر ملکی اور غیر ملکی خبریں بھی درج ہوں گی۔ مگر بیشتر حصہ اسلامی مسائل کے لئے وقف ہوگا معلوم ہوا ہے۔ کہ پہلی اشاعت میں پان اسلامی تحریکات کے متعلق ایک مضمون ایک مشہور مسلم اہل قلم سے ہوگا جس میں دنیا کے مسلمانوں کو پیغام دیا گیا ہے کہ وہ پان اسلامی تحریک پر غور کریں۔

بیرونی جماعتوں کے جلسے

ماہ اپریل میں مندرجہ ذیل مقامات پر بیرونی جماعتوں کے سالانہ جلسے منعقد ہو رہے ہیں امید ہے ہر مقام پر گرد و پیش کے احباب نہ صرف خود جلسوں میں شمولیت فرمائیں گے بلکہ دوسرے دوستوں کو بھی اپنے ساتھ لے جانے کی کوشش کریں گے۔

جہلم۔ ۱۶، ۱۷، ۱۸ اپریل ۴۳ء بروز ہفتہ، اتوار

راولپنڈی (جلسہ دو دن ہوگا۔ تاریخوں کا تعین تا حال نہیں ہوا)

پشاور ۲۳، ۲۴، ۲۵ اپریل ۴۳ء بروز جمعہ، ہفتہ اور اتوار۔

مضافات پشاور ۲۶، ۲۷ اپریل ۴۳ء بروز پیر و منگل۔

ان جلسوں میں حضرت مولانا صدر الدین صاحب۔ مولانا احمد یار صاحب۔ شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی۔ مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع مولانا عبد الحق صاحب ودیارتھی کے لیکچر اور تقاریر ہونگی۔

(شیخ محمد عبد اللہ جنرل سکرٹری)

اشتہار

بعدالت خان عبد الرحیم خان صاحب بی اے اسسٹنٹ کلکٹر درجہ دوم شجاع آباد

نتھو رام ولد ناکن رام ذات نارنگ سکنہ شجاع آباد فریق اول۔

بنام

رانا محمد علی ولد رانا گل بہار۔ رانا گل محمد ولد رانا محمد علی، ذات جٹ نون سکنہائے بستی داد۔ چھبلداس ولد تلوک چند۔ جگدیش و اندرپال پسران داسو رام ذات کنواترہ ساکنان شجاع آباد فریق ثانی۔

درخواست دربارہ تقسیم اراضی مندرجہ کھیوٹ نمبر ۸۰ کھتونی نمبر ۲۰۳ و ۲۰۴ برقبہ ۱۶ کنال ساکنان بستی داد۔

مقدمہ مندرجہ بالا میں فریق ثانی حاضری عدالت سے گریز کر رہے ہیں۔ لہٰذا بذریعہ اشتہار ہذا ان کو مطلع کیا جاتا ہے کہ وہ بتاریخ ۱۲ ۴/۴۳ حاضر عدالت ہذا آکر اپنے بیان تحریر کرا دیں ورنہ ان کے خلاف کاروائی یکطرفہ عمل میں لائی جائے گی۔

۲۶ ۳/۴۳

دستخط حاکم　　مہر عدالت

ضروری اعلان

آئندہ امتحان دینیات ۱۸ اپریل کو ہوگا۔ جو صاحب امتحان دینا چاہیں اور جس مضمون کا اور جس درجہ کا امتحان دینا چاہیں اس اعلان کے دیکھتے ہی اطلاع دیں کہ ان کو پرچہ سوالات کس پتہ پر بھیجا جائے۔

عزیز بخش۔ جائنٹ سکرٹری

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام۔ لاہور۔ ۴/۴۳

ضرورت ہے

انجمن کے مرکزی دفتر کے لئے ایک کلرک کی ضرورت ہے جو کم از کم میٹرک پاس ہو درخواستیں معہ مصدقہ نقول و سرٹیفکیٹ و سفارش سکرٹری یا صدر مقامی جماعت یا ممبر جنرل کونسل آنی چاہئیں تقرر سردست امتحاناً ہوگا۔ تنخواہ ۲۵ روپے ہوگی قحط الاونس ۵ روپے ہوگا۔ تجربہ کار آدمی کو تنخواہ ۳۰ روپے تک مل سکے گی درخواستیں صرف وہی دوست بھجوائیں جنہیں دین سے محبت ہو اور جو دین کے لئے اپنی زندگی وقف کریں۔

شیخ محمد عبد اللہ

جنرل سکرٹری۔ احمدیہ بلڈنگس۔ لاہور

جلسوں کی رپورٹیں

آجکل ہماری بیرونی جماعتوں کے جلسے منعقد ہو رہے ہیں، ان جلسوں کے کارپردازان کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ ان مذکورہ جلسوں کی صاف، اور واضح اور مختصر رپورٹیں پیغام صلح میں چھپنے کے لئے بھجوائیں، ان رپورٹوں کا شائع ہونا تبلیغی لحاظ سے نہایت مفید ہے، امید ہے مذکورہ احباب اس طرف جلد توجہ مبذول فرمائیں گے۔ (مسل میر)

نوجوانان لاہور کا اجلاس

احمدی نوجوانوں کا ہفتہ وار اجلاس بتاریخ ۴ اپریل بروز اتوار زیر صدارت مولوی امیر علی صاحب منعقد ہوا تلاوت قرآن مجید کے بعد مولوی محمد حسین صاحب ہزاروی نے ایک پُراز معلومات تقریر فرمائی جس کو حاضرین نے بجد پسند کیا آپ کی تقریر کا موضوع تھا "علوم ایام جاہلیت" اس سے پہلے بھی اسی سلسلہ میں آپ کی دو کامیاب تقریریں ہو چکی ہیں۔ صاحب صدر نے اپنے زرین خیالات کا اظہار فرماتے ہوئے جلسے کو دعا پر ختم کیا۔

برائے سکرٹری

محمد اعظم علوی۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ۔ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

پیغام صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

ایڈیٹر ایس محمد آصف (بی۔ اے)

جائنٹ ایڈیٹر شیخ محمد انعام الحق

جلد ۳۱ ۔ لاہور ۔ یوم چہارشنبہ مورخہ ۸ ربیع الثانی ۱۳۶۲ھ م ۱۴ اپریل ۱۹۴۳ء نمبر ۱۵

صدا بصحرا

روزنامہ "احسان" کی مسلمان علماء سے ایک استدعاء

روزنامہ احسان لاہور نے ۱۰ اپریل ۱۹۴۳ء کے شیوع میں مسلمان علماء سے ایک نہایت رقت خیز استدعا کی ہے ہم نے اس استدعا کو موجودہ شیوع کے صفحہ پر مکمل طور پر درج بھی کر دیا ہے معاصر موصوف رقمطراز ہے :-

"اسلام جو کہ دنیا کو پیغام امن سنانے نکلا تھا وہ ہندوستان پہنچ کر دوسروں کی بنائی ہوئی سیاست کے گورکھ دھندے میں آ گیا اور علمائے کرام بھی آزادی اور غلامی کے الفاظ میں پھنس گئے اور اسلام کا سب سے بڑا فرض یعنی اشاعت و تبلیغ اسلام کو پس پشت ڈال دیا گیا غور کیجئے کہ آج اگر کوئی جماعت اشاعت و تبلیغ کے لئے میدان میں آئی بھی ہے تو وہ بھی کوئی نہ کوئی سیاسی لبادہ پہن لیتی ہے بعض قابل احترام علمائے کرام نے ایک راستہ اختیار کیا اور وہ یہ کہ جب تک ملک آزاد نہ ہوگا مذہب کی اشاعت اور تبلیغ بے معنی چیز ہے حالانکہ ان کا مقصد یہ نہیں تھا ہم درد بھرے دل سے انکی خدمت میں گذارش کرتے ہیں کہ ہندوستان کی وہ سیاست کہ جسکے لئے وہ لڑ رہے ہیں اسکو اس مذہب سے کوئی تعلق نہیں جو بطحا کی وادیوں سے باہر نکلا ...... ہم بڑے ادب سے علمائے کرام کی خدمت میں گذارش کریں گے کہ اگر وہ صحیح طور پر دین اسلام کے ترجمان ہیں تو انہیں سیاسی گوبڑ سے قطعی طور پر کنارہ کشی اختیار کر کے اشاعت و تبلیغ اسلام کے لئے قدم اٹھانا چاہیئے"۔

معاصر احسان نے جس جرأت اور بہادری کے ساتھ مسلمان علماء کی توجہ کو اس طرف مبذول کرایا ہے وہ قابل تعریف ہے اور جس بزرگ نے یہ مضمون لکھا ہے اسکا دل یقیناً اسلام اور مسلمانوں کی موجودہ حالت کو دیکھکر درد سے لبریز ہے لیکن ہمیں نہایت افسوس کیساتھ یہ لکھنا پڑتا ہے کہ یہ درد سے بھری ہوئی استدعا صدا بصحرا ہے۔ مسلمان علماء کو سیاسی مشاغل کیطرف سے اتنی فرصت نہیں دیگا کہ اشاعت اسلام اور تبلیغ قرآن کیطرف توجہ کریں۔ ۱۸۵۷ء کے

واقعہ خونچکاں کے بعد سواد اسلامی میں جتنی تحریکات پیدا ہوئی ہیں سید جمال الدین افغانی کی پین اسلامی تحریک سے لیکر سید ابو الاعلیٰ مودودی کی "جماعت اسلامی" تک کوئی تحریک بھی سوائے تحریک احمدیت کے مسلمانوں کے حقیقی عوارض کی تشخیص نہیں کر سکی سب تحریکات یا تو مقامی حالات و کوائف میں الجھی ہوئی ہیں یا اغیار کی تحریکات کے ردعمل کے نتیجہ میں پیدا ہوئی ہیں صرف تحریک احمدیت ہے جس نے مثبت طور پر سیاسی معاشی اور تمدنی گورکھ دھندے سے قطع نظر کرتے ہوئے اعلائے کلمۃ الحق اور اشاعت اسلام کیطرف مسلمانوں کی توجہ کرائی اور حضرت بانئے سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تصانیف کو اگر آپ غور سے مطالعہ فرمائیں گے تو براہین احمدیہ سے لیکر "الوصیت" تک آپکو ایک ہی مقصد نظر آئے گا اور وہ مقصد ہے اشاعت اسلام اور اعلائے کلمۃ الحق اور صرف اسی مقصد کو بروئے کار لانے کیلئے صدر انجمن احمدیہ اور جماعت احمدیہ کی بنیاد رکھی گئی اور خدا کا فضل ہے کہ یہ تحریک باوجود اندرونی اور بیرونی فتنوں کے آج بھی جماعت احمدیہ لاہور کی شکل میں نہایت کامیابی کیساتھ اس فرض کو ادا کر رہی ہے اور اس کا اعتراف اپنوں کو بھی ہے اور غیروں کو بھی ہے لیکن یہ ایک عجیب ستم ظریفی ہے کہ وہ جماعت جس کے شب و روز اس کام کے لئے وقف ہیں وہ ہمارے ان کرم فرماؤں کے نزدیک جو اس فرض کو بالکل فراموش کر چکے ہیں کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے یہ بھی بدقسمتی ہے مسلمانوں کی!

ہمارے نزدیک محض استدعا اور توجہ دلانے سے یہ بیل منڈھے نہیں چڑھے گی اشاعت اسلام صرف توجہ دلانے سے نہیں ہو سکتی بلکہ اس کے لئے ایک زبردست جذبۂ ایمان کی ضرورت ہے مگر مسلمان علماء اور مسلمان عوام کے قلوب سے یہ ایمان مفقود ہے اور معاصر مذکور نے لکھا ہے کہ مذہبی اعتبار سے مسلمان مردہ ہو چکا ہے اس کے سینے میں دل تو ہے لیکن دل میں یقین محکم اور عمل پیہم موجود نہیں

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

مسیح موعود امتی ہے

ہاں یہ بھی سچ ہے کہ آنیوالے مسیح کو نبی کر کے بھی بیان کیا گیا ہے مگر اسکو امتی کر کے بھی تو بیان کیا گیا ہے بلکہ خبر دی گئی ہے کہ اے امتی لوگو وہ تم میں سے ہی ہوگا۔ اور تمہارا امام ہوگا اور نہ صرف قولی طور پر اس کا امتی ہونا ظاہر کیا بلکہ فعلی طور پر بھی دکھلا دیا کہ وہ امتی لوگوں کے موافق صرف قال اللہ و قال الرسول کا پیرو ہوگا اور حل معلقات و معضلات دین نبوت سے نہیں بلکہ اجتہاد سے کرے گا اور نماز دوسروں کے پیچھے پڑھے گا۔ اب ان تمام اشارات سے صاف ظاہر ہے کہ وہ واقعی اور حقیقی طور پر نبوت تامہ کی صفت سے متصف نہیں ہوگا۔ ہاں نبوت ناقصہ اس میں پائی جائے گی جو دوسرے لفظوں میں محدثیت کہلاتی ہے اور نبوت تامہ کی شانوں میں سے ایک شان اپنے اندر رکھتی ہے۔ سو یہ بات کہ اسکو امتی بھی کہا اور نبی بھی اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دونوں شانیں امتیت اور نبوت کی اس میں پائی جائیں گی جیسا کہ محدث میں ان دونوں شانوں کا پایا جانا ضروری ہے۔ لیکن صاحب نبوت تامہ تو صرف ایک شان نبوت ہی رکھتا ہے۔ غرض محدثیت دونوں رنگوں سے رنگین ہوتی ہے اسی لئے خدا تعالٰے نے براہین احمدیہ میں بھی اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی ؛

مسلمانوں کے دلوں میں یہ ایمان "علمائے کرام" نہیں پیدا کر سکتے کیونکہ انکے دل خود اس ایمان کی چنگاری سے محروم ہیں۔ یہ ایمان صرف اس مرد کامل سے وابستہ ہونے سے پیدا ہو سکتا ہے جو حضرت نبی کریم صلعم کے ارشاد کے مطابق ایمان کو ثریا سے واپس لایا اور جس کو اللہ تعالیٰ نے اس ایمان کو پیدا کرنے کے لئے مامور فرمایا اس ایمان کو کوئی فلسفی پیدا نہیں کر سکتا ایک کیا ایک لاکھ فلسفی پیدا نہیں کر سکتے ؎

لاکھ حکیم سر بجیب ایک کلیم سر بکف

یہ ایک روحانی اور تاریخی تجربہ ہے کہ یہ جذبہ وہی لوگ پیدا کر سکتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ دین اسلام کی تجدید اور احیاء کیلئے مبعوث فرماتا ہے اور اس تجربہ پر بطور شہادت آپکے سامنے جماعت احمدیہ لاہور موجود ہے جس کے قلب میں حضرت مجدد وقت نے یہ جذبہ پیدا کیا وہ بزرگ اور دوست جو چاہتے ہیں کہ مذہبی لحاظ سے مردہ مسلمان کے قلب میں یہ ایمان کی چنگاری پیدا ہو تو انہیں بجائے علمائے کرام سے استدعا کرنے کے اپنی توجہ کو اور مسلمانوں کی توجہ کو بھی حضرت امام عصر حاضر کی طرف مبذول کرنا چاہیئے جنکے فیضان سے یہ جذبہ پیدا ہو سکتا ہے۔

شاتم رسول کو ہیرو بنانے کی کوشش

دہلی کے ہندو روزنامہ پرتاپ نے لکھا ہے :-

"آج سے چودہ برس پہلے اسی دن ہمارے بھائی مہاشہ راجپال ہم سے جدا ہوئے ..... آج ہم اپنے بھائی مہاشہ راجپال کے چرنوں میں شردھانجلی بھینٹ کرنا چاہتے ہیں کیونکہ ہمارے خیال میں انہوں نے اپنے دھرم کی بلی پر اپنی جان عزیز چڑھا دی ان کی زندگی دوسروں کیلئے راہ ہدایت بن سکتی ہے"۔

آجکل ہندوؤں اور مسلمانوں میں ایک نہایت خوشگوار فضا پیدا کرنے کی ضرورت ہے حکومت پنجاب بھی اس عزم کی مؤید ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ہندو پریس یہ نہیں چاہتا کہ ہندوستان کو اتفاق و اتحاد کے دن نصیب ہوں اسلئے ایک شاتم رسول کو ہیرو بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے موجودہ نازک حالات میں ایک ایسے واقعہ کا اعادہ جس سے پوری قوم کے جذبات مجروح ہوں ان لوگوں کی دلی کیفیت کا آئینہ دار ہے حکومت پنجاب کو چاہیئے کہ وہ اس قسم کے "پروپیگنڈا" اور "ہیرو ورشپ" کو روکے جس سے ملک میں فساد پیدا ہونیکا خطرہ ہو اور ہم ہندو دوستوں کی خدمت میں بھی گذارش کریں گے گو ہمیں علم ہے کہ اس گذارش کا چنداں فائدہ نہ ہوگا کہ وہ اس بھولے بسرے تلخ واقعہ کو ماضی میں ہی دفن رہنے دیں آخر گڑے مردے اکھاڑنے سے فائدہ ہی کیا ؟ اور اس کے علاوہ مذہبی توہین کرنیوالوں کو ہیرو بنانے سے ہندو قوم کے کردار پر بھی کوئی اچھا اثر نہیں پڑ سکتا ؛

امام غزالیؒ اور مجددیت

(از جناب شیخ محمد طفیل صاحب ایم۔اے)

حدیث مجدد کی صداقت پر اہل علم اور ارباب مشاہدہ کو کبھی شک نہیں گذرا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالےٰ اس امت کے لئے سر صدی کے سر پر ایک شخص کو پیدا کرے گا جو دین کی تجدید کرے گا (ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا) جو شخص دین کی تجدید کے لئے مامور ہو اس کا یہ کام ہے کہ علم کو پھیلائے۔ اہل علم کی مدد کرے۔ اہل بدعت کو مٹائے اور ذلیل کرے اور ایسا شخص وہی ہو سکتا ہے جو علوم ظاہری و باطنی کا ماہر ہو (ملاحظہ ہو عون المعبود شرح ابی داؤد جلد ۴ صفحہ ۱۷۸)

جب ہم امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات پر غور کرتے ہیں تو ہمیں صاف نظر آتا ہے کہ:۔

(۱) وہ علوم ظاہری و باطنی کے ماہر تھے۔

(۲) ان کے زمانے میں مختلف قسم کی بدعتیں پھیل چکی تھیں۔

(۳) انہوں نے تجدید کا کام صحیح علم کو پھیلانے اور بدعتوں کے مٹانے سے کیا۔

(۴) وہ صدی کے سر پر دین کو تازہ کرنے کے لئے کھڑے کئے گئے۔

(۱) امام غزالی رح علمی شوق و جستجو کے متعلق فرماتے ہیں کہ میں:۔

"ہر ایک اندھیری جگہ میں گھس کر دیکھتا بھالتا تھا اور ہر ایک مشکل مسئلہ میں خوض کرتا تھا اور ہر ایک بھنور میں جا گھستا تھا اور ہر ایک فرقے کے عقیدہ کا تفحص کرتا تھا اور ہر گروہ کے اہل سنت اور بدعتی کو جانوں میں نے نہ تو کسی باطنی فرقہ کو اس کی بطانت دریافت کئے بغیر چھوڑا اور نہ کسی ظاہری فرقہ کو اس کی طہارت معلوم کئے بغیر چھوڑا اور نہ میرے ہاتھ سے فلسفی چھوٹا جس کی فلسفیت اور حکمت کی کنہ میں نے دریافت نہ کی ہو اور نہ کوئی متکلم یعنی اہل علم کلام بچا جس کی بحث مباحثہ اور تکلم کی آخری حد تک پہنچنے کا میں نے قصد نہ کیا ہو اور نہ کوئی ایسا صوفی بچا جس کی صفائی اور تصوف پر اطلاع حاصل کرنے کی رغبت میں نہ کی ہو" وغیرہ (المنقذ من الضلال۔ ترجمہ حافظ محمد انور علی صاحب صفحہ ۵۴ طبع سوم)

مندرجہ بالا تحریر سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ امام غزالی۔ علوم باطنی و ظاہری کے ماہر تھے اس کے بعد انہوں نے اپنے اس لیکچر میں تفصیل کے ساتھ انہی امور کا ذکر کیا ہے۔ ان کی یہ تحریر صاف طرف بھی اشارہ کرتی ہے کہ ان کے زمانہ میں مختلف قسم کی بدعتیں پھیل چکی ہیں۔ پھر فرماتے ہیں:۔

(۲) پھر میں نے دیکھا کہ بعض لوگوں کے دل میں اعتقادات اصل نبوت میں فتور ہے بعض حقیقت نبوت کو نہیں سمجھتے۔ بعض ان احکام پر عمل کرنے سے قاصر ہیں جن کی تشریح حضرت نبی کریم صلعم نے فرمائی ہے اور مجھے بخوبی معلوم ہوا کہ یہ بلا خلقت میں پھیلی ہوئی ہے۔ پھر میں نے خلقت کے فتور اخلاق اور ضعف ایمان کے اسباب میں غور کیا تو ثابت ہوا کہ اس کے چار سبب ہیں۔ ایک تو ان لوگوں کی جانب سے جو علم فلسفہ میں غور کرتے ہیں اور ایک ان لوگوں کی طرف سے ہے جو طریق تصوف میں خوض کرتے ہیں اور ایک ان لوگوں کی جانب سے ہے جو امام معصوم سے تعلیم پانے کا دعوےٰ رکھتے ہیں اور ایک ان اہل علم کی طرف سے جو اپنے تئیں لوگوں میں عالم کہلاتے ہیں" صفحہ ۸۸۔۸۹

اپنے مذکورہ بالا لیکچر میں امام غزالی نے علیحدہ علیحدہ ان بدبختی علمائے فلسفہ طریق و تصوف کا حال لکھا ہے۔ مثال کے طور پر ان میں سے ایک گروہ کا ذکر خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔

"پانچواں یہ کہتا ہے کہ میرا یہ فعل تقلیدی نہیں ہے۔ جس نے علم فلاسفہ کو بخوبی پڑھا ہے اور حقیقت نبوت کو بخوبی دریافت کیا ہو اس کا مآل اور خلاصہ حکمت و مصلحت یہ ہے اور انبیاء نے جو عبادت کی قید لگائی ہے اس سے ان کا مقصود صرف عوام خلائق کو ضبط میں رکھنا اور باہمی جھگڑوں اور فسادوں سے روکنا ہے اور شہوات میں نہ چھوڑ دینے دینا . . . . میں عوام جہلاء سے نہیں ہوں جو مکلف ہوں اور تکالیف شرعیہ کا بھاری پتھر سر پر اٹھاؤں میں تو فرقہ حکمائے وقت سے ہوں اور حکمت کا تابع ہوں اور اس میں سب کچھ دیکھتا ہوں اس واسطے مجھے کسی کی تقلید کی کچھ ضرورت نہیں۔ یہ آخری درجہ ان لوگوں کے ایمان کا ہے جنہوں نے علم فلسفہ آپ ہی پڑھا اور اس کو علی بن سینا اور ابو نصر فارابی وغیرہ کی کتابوں سے سیکھا . . . . . جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اگر شریعت برحق نہیں تو آپ پھر نماز کیوں پڑھتے ہیں اس کا جواب کبھی تو آپ یہ دیتے ہیں کہ جسمانی ریاضت کے لئے اور شہر کے لوگوں کی عادت کے سبب اور نیز مال اور اولاد کے بچاؤ اور حفاظت کے واسطے اور کبھی یہ کہہ دیتے ہیں کہ شریعت درحقیقت صحیح ہے اور نبوت برحق۔ پھر جب ان سے کہا جاتا ہے کہ پھر آپ شراب کیوں پیتے ہیں۔ تو یہ جواب دیتے ہیں کہ شراب سے خدا تعالےٰ نے اسلئے منع فرمایا ہے کہ اس میں نشہ ہے اور نشہ موجب فساد ہے لیکن میں حکیم ہوں اور حکمت سے اس طرح پیتا ہوں کہ فساد سے بچ جاتا ہوں اور اس غرض سے شراب پیتا ہوں کہ قوت ہاضمہ درست رہے ذہن تیز رہے رنج و غم نزدیک نہ پھٹکے" وغیرہ صفحہ ۹۱ ۹۲۔

آج ہمارے زمانے میں بھی دجالیت حکمت فلسفہ اور حفظان صحت کے اصولوں کے لباس میں حملہ آور ہوتی ہے۔ دجالیت کے اس اثر کو پھیلانے کے لئے مغرب کے ڈاکٹر، امام غزالیؒ کے حکماء کی طرح شراب کو قوت ہاضمہ درست رکھنے اور ذہن تیز رکھنے کے لئے لوگوں کو بطور نسخہ لکھ دیتے ہیں یہ سب ضعیف ایمان کے نتائج ہیں۔ جب کتاب اور سنت پر ایمان مستحکم ہو جائے تو پھر ایسے خیالات قلب پر اثر انداز نہیں ہوتے۔ ورنہ نہ معلوم انہی توہمات سے کتنے لوگوں نے اپنی زندگی کو تباہ کر لیا ہے۔

سطور بالا سے یہ صاف نظر آرہا ہے کہ امام غزالی رح کے زمانہ میں بدعتیں خطرناک طریق سے اپنا کام کر رہی تھیں۔ اور جب تک وہ ان کو دور نہ کرتے وہ صحیح طور پر تجدید دین کا کام نہ کر سکتے تھے۔

(۳) امام غزالیؒ کی ساری زندگی اس بات کی شاہد ہے کہ انہوں نے تجدید کا کام صحیح علم کو پھیلانے اور بدعتوں کو مٹانے سے کیا۔ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے فلسفہ کے رد میں کتابیں لکھیں اپنے رسالہ المنقذ من الضلال کے ابتدا میں وہ اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"آپ نے جو مجھ سے فرمائش کی ہے کہ میں آپ کو علوم کے غایات و اسرار بتلاؤں اور مذاہب کے نشیب و فراز جتلاؤں اور میں آپ کے سامنے ان مصائب و تکالیف کا بیان کروں جو میں نے مختلف فرقوں کے اینچ پینچ میں سے امر حق اور راستی نکالنے میں اٹھائے ہیں . . . . . ." (صفحہ ۱)

"تو میرے دل میں یہ بات آئی کہ اس وقت جو یہ بلا ایسی پھیل گئی ہے کہ مرض عام ہو گئی ہے اور طبیب خود اس مرض میں مبتلا ہو گئے ہیں اور خلقت ہلاکت کے کنارہ پر پہنچ گئی ہے۔ میرا خلوت نشینی اور عزلت گزیں ہونا کچھ مفید نہیں" صفحہ ۹۳

اس کے بعد صحیح علم کی اشاعت پر توجہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"اللہ تعالےٰ ہی مقلب القلوب اور احوال کو پلٹنے والا ہے اور مومن کا دل اللہ تعالےٰ کی انگلیوں کے درمیان ہے اور میں نے جان لیا کہ اگرچہ میں نے اشاعت علم کی طرف رجوع کیا ہے مگر یہ دراصل رجوع نہیں کیونکہ رجوع تو وہ ہوتا ہے کہ اسی چیز کی طرف پھر متوجہ ہو جس کی طرف پہلے تھا۔ لیکن میں اس سے پیشتر وہ علوم پڑھاتا تھا جس سے جاہ و مناصب اور اعزاز و مال حاصل کیا جاتا تھا اور میں اپنے قول و فعل سے اسی کی طرف لوگوں کو بلاتا تھا اور اب میں اس علم کو لوگوں کو بتانا چاہتا ہوں جس سے جاہ و مال چھوڑا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ اب یہی نیت میری ہے اور میں ہمہ تن یہی چاہتا ہوں کہ اس سے میرے نفس کی اور لوگوں کی اصلاح ہو" صفحہ ۹۶

(۴) کچھ عرصہ پہلے (یہ کوئی ۴۹۹ھ کا ذکر ہے) امام غزالی اپنے کام کی مشکلات کو دیکھ کر مایوس ہو جاتے تھے اور اسی باعث انہوں نے ۱۱ برس گوشۂ تنہائی میں گذارے بلکہ انہوں نے ہمیشہ گوشہ نشین رہنے کا عہد کر لیا تھا۔ لیکن اللہ تعالےٰ کے اس وعدہ کے پورا ہونے کا وقت آپہنچا تھا کہ ہر صدی کے سر پر وہ دین کی تجدید کے لئے ایک شخص کو مامور کرے گا۔ امام غزالی فرماتے ہیں کہ:۔

"پس میں نے اللہ تعالےٰ کے ساتھ یہ عجز ظاہر کر کے کہ میں دلائل اور مباحثہ سے الحاق نہیں کر سکتا ہمیشہ کے لئے گوشہ نشین رہنے کا عہد کیا۔ مگر بعد اس کے خدا تعالیٰ کی تقدیر سے بغیر کسی خارجی محرک کے بادشاہ وقت کے دل میں یہ لازمی خیال پڑا کہ وہ فتنہ کو مٹانے کے لئے کوشش کرے چنانچہ اس مہم کے تدارک کے لئے وہ نیشاپور کی طرف نہضت فرما ہوا اور اس حد تک التزام میں مبالغہ فرمایا کہ میں نے سمجھ لیا کہ اگر میں ان کے برخلاف اصرار کروں گا تو امر انسانیت سے بعید ہوگا اور وحشیانہ حرکت ہوگی" صفحہ ۹۷

"خداوند تعالےٰ اپنے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جو ساری مخلوقات سے زیادہ معزز ہیں خطاب کر کے فرماتا ہے ولقد کذبت رسل من قبلک فصبروا الایۃ۔ یعنی جو پیغمبر تیرے سے پہلے ہوئے ہیں ان کو بھی لوگوں نے جھوٹا کہا مگر انہوں نے اس پر صبر کیا۔ اور نیز خدا تعالےٰ نے سورۃ یٰس میں فرمایا ہے انک لمن المرسلین علی صراط المستقیم لتنذر قوما ما انذر آباؤھم فھم غافلون۔ یعنی آپ کو راہ راست پر بھیجا گیا ہے تاکہ آپ ان لوگوں کو ڈر سنا دیں، جن کے آباؤ اجداد کو بھی سنایا گیا اور وہ غافل ہیں"

اس کے بعد امام غزالی رح فرماتے ہیں۔ ان کے اصل الفاظ ہیں:۔ فشاورت فی ذالک جماعۃ من ارباب القلوب والمشاھدات فاتفقوا علی الاشارۃ بترک العزلۃ والخروج من الزاویۃ و انضاف الی ذالک منامات من الصالحین کثیرۃ متواترۃ تشھد بان ھذہ الحرکۃ مبدء خیر و رشد قدرھا اللہ سبحانہ علی راس ھذہ المائۃ وقد وعد اللہ سبحانہ باحیاء دینہ علی راس کل مائۃ فاستحکم الرجاء وغلب حسن

(باقی بر صفحہ ۸)

حضرت مسیح موعودؑ نے وصیت کے حکم کو زندہ کیا

"الوصیت" میں حضرت صاحب کی سب سے بڑی غرض اشاعت اسلام ہی ہے

بہشتی مقبرہ قادیان کے موجودہ مجاوروں سے ایک سوال

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ مؤرخہ ۹ اپریل ۴۳ء

کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیرا الوصیۃ للوالدین والاقربین بالمعروف حقا علی المتقین۔ (البقرہ ۱۸۰)

حضرت مولانا نور الدینؒ فرمایا کرتے تھے

حضرت مولانا نور الدین صاحب مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ جس قدر زیادہ تاکید سے اللہ تعالیٰ نے بعض احکام کو اتارا ہے اسی قدر مسلمانوں نے ان سے غفلت برتی ہے۔ مثال کے طور پر فرمایا کرتے تھے سورہ النور کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح شروع کیا ہے کہ ہم نے اس سورۃ کو اتارا اور فرض کیا اور مسلمانوں نے اس سورۃ کو اس طرح فراموش کیا ہے کہ جیسے یہ سورۃ اتری ہی نہ تھی۔

یہ آیت منسوخ نہیں ہے

اسی طرح اس آیت کے ساتھ بھی کیا گیا ہے جو میں نے پڑھی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کتب علیکم تم پر فرض کر دیا گیا کس چیز کو فرض کر دیا گیا؟ الوصیۃ وصیت کرنا تو بعض مفسرین نے بلکہ بڑے حصہ نے اس آیت کو جو وصیت کے متعلق ہے منسوخ قرار دیا ہے یعنی کہا جاتا ہے کہ پہلے وصیت کا حکم دیا گیا۔ پھر سورۃ نساء میں وراثت کا حکم نازل کر کے اسے منسوخ کیا گیا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کتب علیکم تم پر فرض کیا گیا اور مسلمان کہتے ہیں کہ یہ آیت منسوخ ہے۔ جن آیات کو منسوخ کہا جاتا ہے ان کے متعلق یہ عجیب بات ہے کہ ایک مفسر انہیں منسوخ کہتا ہے تو دوسرا ان کے منسوخ ہونے کا انکار بھی کرتا ہے سب مفسرین متفق نہیں۔ تو جہاں اس آیت کے متعلق تمام مفسرین کا خیال ہے کہ یہ منسوخ ہے ایک جماعت نے اس کے منسوخ ہونے کا انکار بھی کیا ہے۔ اصل میں اس آیت کا مفہوم سمجھنے میں غلطی لگی ہے حق یہ ہے کہ اس کے غیر منسوخ ہونے کی قرآن شریف اور حدیث صحیح سے کھلی کھلی تائید ہوتی ہے اس آیت کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ماں باپ کے لئے اور قریبیوں کے لئے کچھ مال و دولت چھوڑتا ہے تو اس کے لئے وصیت کرنا فرض کیا گیا۔ یہ اس کا مطلب نہیں تھا کہ والدین اور قریبیوں کے لئے وصیت کرے کیونکہ ان کے حصے اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء میں مقرر کر دیئے ہیں کہ اتنا اتنا حصہ کو ملے گا بلکہ اس کا منشاء یہ تھا کہ خیرات کے طور پر بھی کچھ مال کی وصیت کرے۔

تاریخی واقعہ

لوگ چونکہ واقعات کی روشنی میں قرآن مجید کو نہیں پڑھتے اسلئے وہ معنی کرنے میں غلطی کر جاتے ہیں۔ واقعہ تاریخی ہے اور حضرت نبی کریم صلعم کی وفات سے دو سال پہلے کا ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص کی روایت صحیح بخاری میں ہے وہ کہتے ہیں کہ میں فتح مکہ کے سال بیمار ہو گیا اور رسول اللہ صلعم میری عیادت کے لئے تشریف لائے تو میں نے کہا یا رسول اللہ میرے پاس بہت سا مال ہے اور ایک ہی بیٹی میری وارث ہے میں سب مال کی وصیت کر دوں آپ نے فرمایا نہیں پھر میں نے عرض کی نصف کر دوں آپ نے انکار فرمایا پھر میں نے ایک تہائی کے لئے عرض کیا تو آپ نے ایک تہائی کی وصیت کرنے کو قبول فرمایا اور فرمایا اگر تم اپنے وارثوں کو غنی چھوڑو تو اس سے بہتر ہے کہ تم ان کو غریب چھوڑو۔

وصیت مسلمانوں پر فرض ہے

اگر صحیح بخاری کو ہی کوئی شخص پڑھ لے تو اسے معلوم ہو گا کہ صحابہ ایک تہائی وصیت کیا کرتے تھے۔ حضرت زبیرؓ بڑے پایہ کے صحابی تھے انہوں نے وفات سے پہلے اپنے بیٹے کو بلا کر کہا کہ میں اپنی جائداد کی ایک تہائی کی وصیت کرتا ہوں اور باقی میرے ورثاء میں تقسیم ہو گا۔ صحابہؓ کے پاس بڑی بڑی جائدادیں تھیں لکھتے ہیں کہ حضرت زبیرؓ کی جائداد کا جب حساب کیا گیا تو چھ کروڑ کی لاکھ کی جائداد نکلی میرا مطلب اس سے یہ ہے کہ یہ وصیت جس کا یہاں حکم ہے یہ یقیناً یقیناً مسلمانوں پر فرض ہے۔ جس وصیت کو خدا اور رسول نے فرض ٹھہرایا تھا وہ خیراتی کاموں کے لئے وقف تھی یہ آیت منسوخ نہیں بلکہ اسے منسوخ کر کے ہی مسلمانوں نے اپنی قومی قوت کو کمزور کیا اگر وہ اس پر عمل کرتے تو یقیناً مسلمانوں کی قوم بڑی ترقی کرتی وہ نہ ... اصل تھا قوم کی ترقی کا۔

حضرت مسیح موعودؑ نے وصیت کو ضروری قرار دیا

اس زمانہ میں ہمارے امام حضرت مسیح موعودؑ نے اسلام کی اس تعلیم کو جس کو لوگوں نے منسوخ قرار دے دیا تھا اس کو زندہ کیا اور وصیت کرنا اپنی جماعت کے لئے اس قدر ضروری قرار دیا کہ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ یہ وصیت مومنوں اور منافقوں کی تمیز کے لئے ہے وہ لوگ جن کے ایمان پختہ ہیں وہ اس حکم کے لئے دوڑتے ہوئے آئیں گے اور جو منافق ہیں وہ کہیں گے کیا جنت صرف ان لوگوں کے لئے ہے جو مال کی وصیت کریں۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ آپ کے سامنے مقصد عظیم تھا دنیا میں اسلام اور قرآن کا پہنچانا جس کے لئے آپ نے اپنی جماعت کے لئے جائداد کے کم از کم دسویں حصے یا زیادہ سے زیادہ تہائی حصہ کی وصیت کو ضروری ٹھہرایا اور جس وصیت کے لئے آپ نے اپنے ہاتھ پر بیعت کرنیوالوں کو جنت کی خوشخبری دی۔

ایک قبرستان کی تجویز

اور ظاہری رنگ میں بھی ایک قبرستان تجویز فرمایا۔ جہاں اسی قسم کے کامل الایمان لوگ ایک جگہ اکٹھے دفن ہوں۔ فرماتے ہیں:-

" مجھے ایک جگہ دکھلا دی گئی کہ یہ تیری قبر کی جگہ ہو گی ایک فرشتہ میں نے دیکھا وہ زمین کو ناپ رہا ہے تب ایک مقام پر پہنچکر اس نے مجھے کہا کہ یہ تیری قبر کی جگہ ہے۔ پھر ایک جگہ مجھے ایک قبر دکھلائی گئی کہ وہ چاندی سے زیادہ چمکتی تھی اور اس کی تمام مٹی چاندی کی تھی تب مجھے کہا گیا کہ یہ تیری قبر ہے" اور ساتھ ہی فرمایا " اور ایک جگہ مجھے دکھلائی گئی اور اس کا نام بہشتی مقبرہ رکھا گیا اور ظاہر کیا گیا کہ وہ ان برگزیدہ جماعت کے لوگوں کی قبریں ہیں جو بہشتی ہیں" یہ خواب میں یعنی عالم روحانی میں دکھایا گیا فرماتے ہیں " تب سے ہمیشہ مجھے یہ فکر رہی کہ جماعت کے لئے ایک قطعہ زمین قبرستان کی غرض سے خریدا جائے لیکن چونکہ موقعہ کی عمدہ زمینیں بہت قیمت سے ملتی تھیں اسلئے یہ غرض مدت دراز تک معرض التوا میں رہی اب اخویم مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کی وفات کے بعد جبکہ میری وفات کی نسبت بھی متواتر وحی الٰہی ہوئی میں نے مناسب سمجھا کہ قبرستان کا انتظام کیا جائے اسلئے میں نے اپنی ملکیت کی زمین جو ہمارے باغ کے قریب ہے جس کی قیمت ہزار روپیہ سے کم نہیں اس کام کے لئے تجویز کی"۔

بہشتی مقبرہ کے متعلق دعا

اور پھر فرمایا تو اور میں دعا کرتا ہوں کہ خدا اس میں برکت دے اور اس کو بہشتی مقبرہ بنا دے اور یہ اس جماعت کے پاک دل لوگوں کی خوابگاہ ہو جنہوں نے درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم کر لیا اور دنیا کی محبت چھوڑ دی اور خدا کے لئے ہو گئے اور پاک تبدیلی اپنے اندر پیدا کر لی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی طرح وفاداری اور صدق کا نمونہ دکھلایا۔ آمین یا رب العالمین" تین دفعہ یہ دعا کی۔

قبرستان کیلئے شرائط

اور پھر فرمایا " خدا نے میرا دل اپنی وحی خفی سے اس طرف مائل کیا کہ ایسے قبرستان کے لئے ایسے شرائط لگا دیئے جاویں کہ وہی لوگ اس میں داخل ہو سکیں جو اپنے صدق اور کامل راستبازی کی وجہ سے ان شرائط کے پابند ہوں" سو اس قبرستان میں داخل ہونے کیلئے کچھ شرطیں بھی لگا دیں۔ سو یاد رکھنا چاہیئے کہ مقبرے دو ہیں عند اللہ وہ مقبرہ ہے جو رؤیا میں دکھایا گیا ہے اور ظاہری طور پر وہ مقبرہ ہے جس کی بنیادیں آپ نے اپنے ہاتھوں سے رکھیں، تین شرطیں اس کے لئے رکھیں (۱) ایک تو ابتدائی اخراجات کے لئے چندہ (۲) دوسری شرط وصیت رکھی جو شخص اپنی جائداد کا کم از کم دسواں حصہ اشاعت اسلام کے لئے وصیت کرے (۳) تیسری شرط یہ رکھی کہ اس قبرستان میں دفن ہونے والا متقی ہو۔

سب سے مقدم غرض اشاعت اسلام ہی ہے

آپ رسالہ الوصیت کو پڑھیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ایک چیز جو وصیت کا حکم دیتے وقت حضرت صاحب کے سامنے تھی وہ تھی اشاعت اسلام اور تبلیغ احکام قرآن اور دنیا میں اسلام کا پہنچانا یہ جو چھوٹے چھوٹے چندے ہیں ان سے اس کام کو اتنی تقویت نہیں پہنچ سکتی جتنی کہ اس وصیت سے پہنچ سکتی ہے اسلئے کہ وصیت کے اموال سے آپ کا منشا اشاعت اسلام کے لئے ایک مستقل بنیاد رکھنا تھا۔ پانچ جگہ آپ نے اشاعت اسلام کے مقصد کو الوصیت میں دہرایا ہے " یہ وصیت کرے جو اس کی موت کے بعد دسواں حصہ اس کے تمام ترکہ کا حسب ہدایت اس سلسلہ کے اشاعت اسلام اور تبلیغ احکام قرآن میں خرچ ہوگا" " یہ مالی آمدنی ایک بادیانت اور اہل علم انجمن کے سپرد رہے گی اور وہ باہمی مشورہ سے ترقی اسلام اور اشاعت علم قرآن و کتب دینیہ اور اس سلسلہ کے واعظوں کے لئے حسب ہدایت مذکورہ بالا خرچ کریں گے"۔ " امید کی جاتی ہے کہ اشاعت اسلام کے لئے ایسے مال بھی بہت اکٹھے ہو جائیں گے"۔ " ہر ایک امر جو مصالح اشاعت اسلام میں داخل ہے" " انجمن جس کے ہاتھ میں ایسا روپیہ ہو گا اس کو اختیار نہیں ہوگا کہ بجز اغراض سلسلہ احمدیہ کے کسی اور جگہ وہ روپیہ خرچ کرے" اور ان اغراض میں سب سے مقدم اشاعت اسلام ہے"

انجمن کی بنیاد

اور چھٹی دفعہ انجمن کے قواعد میں جن پر آپ کے دستخط موجود ہیں اس کی ذکر فرمایا " انجمن مذا کی غرض اشاعت اسلام اور ان تجاویز کو سوچنا اور عمل میں لانا ہے کہ جن کے ذریعہ اشاعت اسلام ہو سکے

۔۔ اور ایسے افراد پیدا کرنا ہے کہ جن سے تبلیغ اسلام ہو" اس مقصد کے ساتھ ہی آپ نے ایک انجمن کی بھی بنیاد رکھی جو ان اموال کا انتظام کرے جو اس وصیت کے ذریعہ آئیں گے فرمایا کہ یہ ایک دائمی رنگ ہو اور اس انجمن کے لئے جائز ہوگا کہ ان اموال کو تجارت کے ذریعہ ترقی دے۔

وصیت کرنا ہم پر بھی فرض ہے

حضرت صاحب نے تو وصیت کو اس قبرستان میں دفن ہونے کے لئے ضروری قرار دیا۔ لیکن میں جو یہ کہہ رہا ہوں اور جتنے یہاں بیٹھے ہیں وہ تو اس قبرستان میں دفن نہیں ہو سکتے کیونکہ قبرستان کے موجودہ مجاور اس کو گوارا نہیں کر سکتے ہمیں یہ بیان کرنا چاہیئے کہ آیا ہم کو بھی وصیت کرنا چاہیئے پہلی بات یہ ہے کہ یہ ایک قرآنی حکم ہے جسے حضرت مجدد وقت نے زندہ کیا اور یہی مجدد کا کام ہوتا ہے جب یہ ایک حکم قرآنی کی تجدید ہے تو یقیناً یہ ہر ایک مسلمان کے لئے ہے۔

ایک سوال

باقی سوال یہ رہ جاتا ہے کہ وہ لوگ جو اس مقبرہ میں دفن نہیں ہوں گے آیا ان کو بھی جنت میں جگہ مل جائے گی میں نے اس پر بڑا غور کیا ہے وہ لوگ جو اس مقبرہ کے مجاور بنے ہوئے ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ خدا کی جنت سمٹ کر بارہ کنال زمین میں آ گئی ہے۔ میں ان سے سوال کرتا ہوں کہ جیسا کہ ان کا خیال ہے کہ جب ساری دنیا احمدی ہو جائے گی تو کیا سب کی لاشیں اس مقبرہ بہشتی میں آیا کریں گی؟ اور کیا سچ مچ خدا کے بہشت میں وہی شخص جائے گا جس کی لاش اس قبرستان میں دفن ہو گی قادیان صرف لاشوں کے لئے رہ جائے گا کہ یورپ اور امریکہ اور افریقہ اور دنیا کے دور دراز کے کونوں سے سب لاشیں یہیں آ رہی ہوں گی؟۔

ان لوگوں کا حشر

یہ لوگ اس جگہ کو ویسا ہی بنا رہے ہیں جیسا کہ اور بہشتی دروازے بنے ہوئے ہیں جانتے ہو ان کا حشر کیا ہوا ہزارہا لوگ ان کے ذریعہ سے تباہ ہو گئے ہیں وہ اعمال کو انسان کی نجات کے لئے ضروری نہیں سمجھتے

نبی کریم کے ایک ارشاد سے کیا مراد ہے؟

پھر میں ان لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ رسول اللہ صلعم نے جو فرمایا تھا کہ **یدفن معی فی قبری** یعنی مسیح موعود میرے ساتھ میری قبر میں دفن ہوگا۔ اس سے کیا مراد ہے تو یہی لوگ جواب دیں گے کہ اس قبر سے مراد تو وہ عالم برزخ ہے اسی طرح حضرت مسیح موعود نے بھی اس بہشتی مقبرہ کو وسعت نہیں دی بلکہ اس بہشتی مقبرہ کو وسعت دی ہے یہ جو آپ کو رؤیا میں دکھایا گیا جیسا کہ حضرت صاحب نے فرمایا ہے کہ جہاں [illegible] آ سکے کوئی مرنج [illegible] خوب [illegible] اللہ تعالےٰ کی جنت [illegible] کنال [illegible]

نہیں ہو سکتی، یہ وہ جگہ ہے جہاں بہت لاشیں نہیں آ سکتیں، لیکن خدا کی جنت میں سب لوگ پہنچ سکتے ہیں روئے زمین پر کہیں ہوں یہ وہ حقیقت ہے جو بدل نہیں سکتی۔

حضرت صاحب کی اصل غرض

یاد رکھیئے کہ حضرت صاحب کی اصل غرض تھی کہ اشاعت اسلام کے لئے بڑا سامان ہو جائے اور وہ کس طرح سے ہو جائے کہ میری جماعت کے برگزیدہ لوگ اپنی زندگی میں بھی اس راہ میں خرچ کرتے رہیں اور اپنی وفات پر بھی اپنی جائداد کا دسواں حصہ وصیت کریں حضرت صاحب نے جب دسواں حصہ ضروری قرار دیا تو غالب ہے کہ آپ کے خیال میں یہ بات ہو کہ اپنی زندگی میں بھی انسان اپنی آمد کے دسویں حصہ کے قریب ہی دیتا رہے ہے۔ پھر میں اس بات کو دھرانا چاہتا ہوں کہ مقبرے دو ہیں ایک وہ مقبرہ ہے جو حضرت صاحب کو رؤیا میں دکھایا گیا جس میں سب نیک اور برگزیدہ لوگ پہنچ سکتے ہیں اور دوسرا وہ ہے جو قادیان میں ہے جس میں ساری دنیا کی لاشیں سما نہیں سکتیں

جب اس انجمن کی بنیاد رکھی گئی

جب ہم نے اس انجمن کی بنیاد رکھی تو اس کا نام احمدیہ انجمن اشاعت اسلام رکھا گیا۔ یہ کوئی سوچی ہوئی بات نہ تھی مگر الوصیت میں بار بار ان الفاظ کا آنا صاف طور پر بتاتا ہے کہ خدا تعالےٰ کی طرف سے یہ رہنمائی تھی کہ اس وقت اس انجمن کا نام بھی وہی تجویز ہوا جسے حضرت صاحب اپنے سلسلہ کی غرض قرار دیتے ہیں۔ انجمن کے قواعد جو حضرت صاحب کے دستخط سے چھپے ہوئے موجود ہیں ان میں فرماتے ہیں کہ یہ روپیہ اغراض سلسلہ احمدیہ پر خرچ ہوگا اور ان اغراض میں سب سے مقدم اشاعت اسلام ہوگی۔

حضرت مسیح موعودؑ کا کارنامہ

میں پھر آپ کو یہ بات سنا دیتا ہوں کہ خدا نے قرآن مجید میں حکم دیا تھا کہ مسلمان خیراتی کاموں کے لئے وصیت کریں صحابہؓ کا اس پر عمل تھا مسلمانوں کو غلطی لگی کہ انہوں نے اس آیت کو منسوخ قرار دیا حضرت صاحب کا یہ عظیم الشان کارنامہ ہے کہ اس وصیت کے حکم کو آپ نے زندہ کیا اور ساتھ ہی میں یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ حضرت صاحب اس بات پر بڑی خوشی نہیں کہ اپنی زندگی میں تو تم اسلام کے لئے خرچ کرو اور تمہاری وفات کے بعد تمہارا سارا مال تمہارے ورثاء کو مل جائے۔ فرماتے ہیں یہ حکم منافقوں اور مومنوں میں تمیز کے لئے ہے جب قرآن نے ایک حکم دیا اور مجدد وقت نے اس کی تجدید کر دی اور لکھ دیا کہ اگر تم بہشت میں جانا چاہتے ہو تو اپنے مال کا دسواں حصہ اشاعت اسلام کے لئے وصیت کرو۔ [illegible] اس کو [illegible] سے دیکھنا ایمانی کمزوری ہے اور [illegible] جاتا ہے۔

وصیت کرنا مشکل نہیں

فی الحقیقت آپ غور کریں گے اتنا مشکل یہ کام نہیں جتنا مشکل زندگی میں دینا ہے اتنا مشکل وفات کے وقت دینا نہیں کسی کی زندگی کے بعد اس کی طرف سے کوئی وارث ہو جائے، اگر کوئی شخص اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہے تو اسے چاہیئے کہ خدا کے راستہ میں دے جائے تمہاری اولاد کی بہبودی کا انحصار اس مال پر نہیں ہے جو تم اپنے پیچھے چھوڑے جاتے ہو بلکہ اس پر ہے جو وہ خود کماتے ہیں ہم نے خود دیکھا ہے کہ کسی شخص نے لاکھوں کا مال چھوڑا اور وہ چند سالوں میں تباہ ہو گیا حضرت صاحب نے فرمایا ہے کہ اپنے مال کا دسواں حصہ خدا کے راستہ میں دے جاؤ اور نو حصے اپنی اولاد کو دے جاؤ۔

توجہ دلانے کی خاص وجہ

میں پہلے بھی متعدد دفعہ وصیت کی طرف توجہ دلا چکا ہوں لیکن آج میں نے ایک خاص وجہ سے اس حکم کو دھرایا ہے اور وہ یہ ہے کہ تم اشاعت اسلام کے کام کو ہاتھ ڈالے ہوئے ہو وہ کام نہیں چل سکتا جب تک تم قرآن مجید اور حضرت مرزا صاحب کے حکم کی تعمیل نہیں کرتے۔ ہماری انجمن نے ضروری قرار دیا ہے کہ جس قدر وصیت کا مال آئے وہ عام طور پر خرچ نہیں ہوگا بلکہ وہ بطور صدقہ جاریہ کے ہوگا۔ ہم اس کی آمد کو خرچ کریں گے اور اس طرح پر جن کاموں کی بنیاد ان اموال پر رکھی جائے گی وہ مستقل اور دیرپا ہوں گے میں دوسری بات یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ اس جنگ کے بعد اپنے کام کو وسیع کرنے کے لئے مجبور ہوں گے اور ان ممالک تک بھی اسلام کے پیغام کو پہنچانا ہوگا جہاں تک اسلام کا نام نہیں پہنچا امریکہ آج ہندوستان کے لئے ایک حقیقت بن گیا ہے جس طرح انگریز ایک حقیقت ہے۔ جنگ کے بعد آپ کو سب سے پہلے یہ ضرورت پیش آئے گی کہ سب سے پہلے اس کام کی بنیاد ڈالیں رکھیں اس کام کے لئے تیاری ہو سکتی ہے جب کہ ہم میں سے ہر ایک شخص قرآن مجید کے اس حکم اور حضرت مجدد وقت کے اس حکم پر عمل کرے ❊

ضرورت ہے

انجمن کے مرکزی دفتر کے لئے ایک کارکن کی ضرورت ہے، جو کم از کم میٹرک پاس ہو، درخواستیں معہ مصدقہ نقول سرٹیفکیٹ سفارش سکرٹری یا صدر مقامی جماعت یا پریذیڈنٹ جنرل کونسل آنی چاہئیں، [illegible] ہوگا۔ تنخواہ ۲۵ روپیہ [illegible] ہوگا اگر تجربہ کار آدمی ہو تو تنخواہ [illegible] تک [illegible] درخواستیں صرف ایسے ہی لوگ بھیجیں جنہیں دین سے محبت ہو اور جو دین کے لئے اپنی زندگی وقف کریں۔

[illegible] سکرٹری احمدیہ انجمن [illegible]

(بقیہ صفحہ ۱)

الظن بسبب هذه الشهادات يسر الله تعالى الحركة الى نيشاپور للقيام بهذا المهم في ذي القعدة سنة تسع وتسعين واربعمائة وكان الخروج من بغداد في ذي القعدة سنة ثمان وثمانين واربعمائة

ترجمہ:۔ تو میں نے اس بارہ میں چند اہل دل اور ارباب مشاہدہ سے مشورہ کیا انہوں نے بھی ترک عزلت کی طرف اشارہ فرمایا اور اسی امر کی طرف صالحین کی کثیر خوابوں نے بھی دلالت کی کہ یہ حرکت موجب خیر و برکت ہو گی۔ . . . . اور اس کا منبع ہدایت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس صدی کے سر پر مقدر کیا ہوا ہے اور اللہ تعالےٰ کا وعدہ بھی ہے کہ وہ ہر صدی کے شروع پر اپنے دین کو زندہ کرے گا۔ ان وجوہات سے میرا عزم ترک خلوت پر مستحکم ہو گیا اور ان شہادتوں پر مجھے حسن ظن حاصل ہو گیا پس حکم الٰہی سے مجھے ماہ ذی قعدہ ۴۹۹ھ میں نیشاپور کی طرف روانہ ہونا نصیب ہوا اور بغداد سے نکلنے کی بھی یہی تاریخ تھی یعنی ماہ ذیقعدہ ۴۹۹ھ

مندرجہ بالا تین حوالہ جات سے مندرجہ ذیل نتائج نکلتے ہیں:۔

(۱) امام غزالی نیشاپور سے نکلنے کو خداوند تعالےٰ کی تقدیر قرار دیتے ہیں یہیں تک نہیں بلکہ بادشاہ وقت کے انکار کو اذن نیت سے بعید اور [illegible] حرکت سمجھتے ہیں۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ جس نے بھی کوئی حرکت خود نہیں کی بلکہ اسی نے حرکت دی اور میں نے کوئی کام نہیں کیا مگر اسی نے کام کرایا" ص ۹۷

(۲) قرآن کی آیات کو سامنے رکھ کر وہ اس بات پر مستحکم ہو جاتے ہیں کہ تبلیغ دین ضروری ہے اور عزلت گزینی مناسب نہیں۔

(۳) ارباب مشاہدہ اور صالحین سے مشورہ اس بات کا قطعی ثبوت ہے کہ حدیث مجدد کو اس زمانے میں بھی [illegible] کیا جاتا تھا۔

(۴) نیز اللہ تعالےٰ کے اس وعدہ کے پورا ہونے کا وقت صدی کا شروع سمجھا جاتا تھا یہ کوئی سنہ ۴۹۹ [illegible] ہے جو صدی کا آخری سال تھا۔

(۵) ان تمام امور کو مد نظر رکھتے ہوئے امام غزالی رحمۃ ترک عزلت پر تیار ہو جاتے ہیں۔ اور لوگوں کے نفس کی اصلاح میں ہمہ تن مصروف۔

حدیث مجدد کے منکروں کے لئے غور کا مقام ہے کہ اس زمانہ میں جبکہ:۔

"مغربی علوم گھر گھر پھیل گئے ہیں اور آزادی کا یہ عالم ہے پہلے زمانہ میں حق کا کہنا اس قدر مشکل نہ تھا جتنا آج ناحق کہنا آسان ہے۔ مذہبی خیالات میں کھولتا سا آ گیا ہے [illegible] تعلیمیافتہ بالکل مرعوب ہو گئے ہیں قدیم علماء عزلت کے دریچے سے کبھی سر نکال کر دیکھتے ہیں تو مذہب افق غبار آلودہ نظر آتا ہے . . . . پیچھے

حضرت نبی کریم صلعم کی سیرتِ طیبہ

انکسار کسی معاملہ میں ایک شخص کو آپؐ کے روبرو پیش کیا گیا۔ وہ آپؐ کو دیکھ کر کانپنے لگا۔ آپؐ نے فرمایا "اپنی جان پر آسانی کر۔ میں کوئی بادشاہ نہیں ہوں۔ میں تو ایک غریب قریش کی عورت کا لڑکا ہوں جو بوجہ غربت سوکھا گوشت کھاتی تھی" محفل میں جب کبھی آپؐ تشریف لاتے تو کبھی پسند نہ فرماتے کہ کوئی شخص آپ کی تعظیم کے لئے اٹھے۔ بلکہ اگر کوئی اٹھتا تو آپؐ فرماتے "کھڑے نہ ہوا کرو جیسے عجمی ایک دوسرے کی تعظیم کے لئے اٹھتے ہیں۔ میں بندہ ہوں اور بندوں کی طرح کھاتا ہوں اور بندوں کی طرح بیٹھتا ہوں۔"

ایک دفعہ ایک شخص کا اونٹ آپؐ کی سانڈنی سے جو تیز چلنے میں بہت مشہور تھی۔ بڑھ گیا۔ مسلمانوں کو اس پر غصہ آیا۔ آپؐ فرمانے لگے اللہ تعالیٰ حق پر ہے کہ دنیا میں کوئی شئے نہیں بڑھتی مگر اللہ اُسے پست کر دیتا ہے۔

غصہ حضور کو جب کبھی غصہ آتا تو آپؐ کبھی قصوروار پر ناراض ہوتے نہیں دیکھے گئے۔ بلکہ زیادہ سے زیادہ یہ فرماتے "اُسے کیا ہو گیا"؟ یا "اُس کی پیشانی خاک آلود ہو"۔ اپنے لئے نہ کبھی غصہ کرتے نہ کبھی بدلہ لیتے۔ البتہ اگر ہتک اسلام ہوتی تو آپؐ کے غصہ کو کوئی شئے نہ روک سکتی تھی۔ جب تک اس کا بدلہ نہ لے لیتے۔ ملنے کے لئے اگر اشارہ فرماتے تو پورے ہاتھ سے فرماتے۔ کیونکہ انگلی کا اشارہ تکبر ہے۔ تعجب کے وقت اپنے ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے ہاتھ میں ڈالتے۔ جب کسی پر غصہ آتا تو منہ دوسری طرف سے پھیر لیتے۔ جب کسی سے خوش ہوتے تو قہقہہ کبھی نہ لگاتے۔ تبسم بھی بجا درست خوش طبعی فرماتے۔

نماز تہجد اس قدر دراز فرماتے کہ پائے مبارک ورم کر جاتے۔ تلاوت قرآن مجید بہت فرماتے ایک ایک حرف سنجیدہ علیحدہ پڑھتے۔ بیمارپرسی و جنازہ کے ساتھ جانے کا بہت خیال رکھتے۔ سواری آپؐ کی اکثر خچر یا گدھا ہوتا۔ جس کی لگام اور زین خرما کے چھلکے کی ہوتی۔ دعوت غلام کی بھی قبول فرماتے۔ خانہ داری کے کاموں میں کپڑا سی لیتے، جوتا گانٹھ لیتے۔ بکریاں چرا لاتے اور ان کا دودھ دوہ لیتے۔ اپنے نفس کی خدمت بھی کیا کرتے۔ فحش کلام نہ کرتے، بازار میں چلا کر نہ بولتے۔ برائی کا بدلہ برائی نہ دیتے بلکہ معاف فرماتے سخی ایسے کہ کبھی "نہ" کا لفظ زبان پر نہیں آیا۔ بالخصوص رمضان مبارک میں بہت سخاوت فرماتے۔

فرخندہ مزاجی اتنا کھل کھلا کر نہ ہنستے تھے کہ آپؐ کا منہ کھل جائے۔ مسکرانے پر بس کرتے مگر سب لوگوں سے زیادہ مسکرانے والے تھے جس کسی نے آپؐ کو دیکھا فرخندہ مزاج اور کشادہ پیشانی پایا۔ حضور کی لطف آمیز حیا اور تحمل دیدنی ایسی چیزیں تھیں کہ ہر ایک آپؐ کو دیکھ کر اور آپؐ سے باتیں کر کے آپؐ کا گرویدہ ہو جاتا تھا اور یہ خیال کرتا تھا کہ حضور کو میرے ساتھ سب سے زیادہ محبت ہے۔

مساوات ایک لاکھ ۲۴ ہزار کے مجمع میں حجۃ الوداع کے خطبہ میں آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ "عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر گورے کو کالے پر اور کالے کو گورے پر کوئی ترجیح نہیں مگر پرہیزگاری کے ساتھ" جو سب کو اولاد آدم بتاتا ہے اس کے اسوۂ حسنہ میں ان اقوال کی تائید دیکھو۔ سفر ہو یا حضر آپؐ اپنے اصحاب کے ساتھ کام میں برابر کا حصہ لیتے تھے۔ اگر سفر ہے تو آپؐ لکڑیاں اکٹھی کر رہے ہیں۔ مسجد تعمیر ہو رہی ہے تو آپؐ پتھر ڈھو رہے ہیں۔ اور ایک معمولی مزدور کی حیثیت سے شریک کار ہیں۔

آپؐ ایک جگہ سے واپس ہوئے تو ایک مکان سے ایک خچر سواری کے واسطے اور ایک غلام ہمراہی کے لئے ساتھ کر دیا۔ آپؐ نے غلام سے فرمایا: "تم میرے آگے سوار ہو جاؤ، کیونکہ جس کی سواری ہے وہ آگے بیٹھنے کا مستحق ہے"۔ اُس نے بپاس ادب بہ ساتھ بیٹھنے سے انکار کیا۔ تو آپؐ نے فرمایا یا تو سوار ہو جاؤ ورنہ واپس چلے جاؤ۔

حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کیلئے
احباب سلسلہ دعا فرمائیں

حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب (...) عرصہ سے بمبئی میں بیمار ہیں محترم ڈاکٹر صاحب موصوف کیلئے پہلے بھی اخبار میں دعا کیلئے تحریک ہوئی تھی خیال تھا کہ حضرت ڈاکٹر صاحب صحتیاب ہو چکے ہونگے لیکن گذشتہ جمعہ کو جب حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے انکے لئے خطبہ جمعہ کے بعد دعا کی تحریک فرمائی تو معلوم ہوا کہ حضرت ڈاکٹر صاحب ابھی تک بیمار ہیں اور بہت کمزور ہو گئے ہیں۔ سب احباب سلسلہ کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے لئے حضور قلب سے دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ ان جیسے مجاہد اور صالح بزرگ کو دیر تک سلامت رکھے آمین (مدیر)

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کا پتہ:۔
معرفت جناب این۔ اے فاروقی صاحب آئی سی۔ ایس۔ کلکٹر ز ہاؤس مالابار ہل (بمبئی)

روزنامہ "احسان" اور اشاعت اسلام
علمائے کرام سے ایک استدعا

نوٹ:۔ روزنامہ احسان مورخہ ۱۰ اپریل میں ایک مختصر مضمون میں مسلمان علماء کی خدمت میں اشاعت اسلام کے لئے درد و کھری ہوئی اپیل کی گئی ہے جو قارئین پیغام صلح کے مطالعہ کے لئے درج ذیل ہے۔

آج ہندوستان کے مسلمانوں کی حالت کو دیکھ کر ہم ہندوستان کے قابل احترام علمائے کرام سے ایک گذارش کرنے پر مجبور ہیں۔ ۱۸۵۷ء کے بعد مسلمان ایسے چکر میں پھنس کر رہ گیا جس سے اب تک وہ نہیں نکل سکا۔ معاشرت، اقتصادیات، مذہب، تمدن کے جھمیلے کچھ اس طرح سے اس کے سامنے آئے کہ وہ بے بس ہو کر رہ گیا۔ اس کے بعد مذہب پس پردہ چلا گیا اور ہندوستان کی سیاست کو مسلمان بھی اس کے ساتھ ہی اُٹھے اور یہ سمجھنے لگے کہ ہندوستان کے سارے دکھوں کا علاج صرف سیاست میں ہی پنہاں ہے۔ جب سیاست کا میدان ہاتھ آ جائے گا۔ پھر ساری [illegible] دور ہو جائیں گی۔ غلام کا مذہب کوئی مذہب نہیں۔ غلام [illegible] کر سکتا ہے۔ اس قسم کے [illegible] سے مسلمان کو مذہب سے بہت دور لیجا کر [illegible] دیا گیا اور ہماری بدقسمتی کہ ہمارے علمائے کرام بھی [illegible] [illegible] گرفتاری میں پھنس گئے۔

ہماری مراد یہ ہے کہ اسلام جو دنیا کو پیغام [illegible] ہندوستان [illegible] دو مردوں کی [illegible] سیاست کے [illegible] آزادی اور غلامی کے [illegible] اسلام کا سب سے بڑا فرض یعنی اشاعت و تبلیغ [illegible] کو پس پشت ڈال دیا گیا۔ غور [illegible] کہ آج اگر کوئی جماعت اشاعت و تبلیغ اسلام کے [illegible] میں آگے بھی ہے تو وہ بھی اپنی ذکر کوئی [illegible] [illegible] [illegible] علمائے کرام نے [illegible] [illegible] کہ ملک آزاد ہوگا تو مذہب کی اشاعت اور تبلیغ بے معنی چیز ہے [illegible] [illegible] [illegible] ہندوستان میں گذارش کرتے ہیں [illegible] [illegible] سیاست جس کے [illegible] [illegible]

سے نکلا اور خدا جانے ہندوستان کی یہ سیاست جو دس سال پہلے کچھ اور تھی اور آج کچھ اور ہے ابھی کیا کیا رنگ بدلے گی۔ آج مذہبی اعتبار سے مسلمان مردہ ہو چکا ہے۔ اس کے سینے میں دل تو ہے لیکن دل میں یقین محکم اور عمل پیہم موجود نہیں۔ آقا نے نامدار نے مسلمانوں کو اخوت اسلامیہ کے ماتحت کیا پیغام دیا تھا اسکی اہمیت کو ہر ایک مسلمان بھول چکا ہے۔ اور اس نے بھول چکا ہے کہ ہندوستان کی سیاسی اور اقتصادی الجھنوں نے اس کی زندگی حیران کر دی ہے اور علمائے کرام بھی صرف سیاسی توتو میں میں پھنس کر رہ گئے ہیں ہم بڑے ادب سے علمائے کرام کی خدمت میں گذارش کریں گے کہ اگر وہ صحیح طور پر دین اسلام کے ترجمان ہیں تو انہیں سیاسی گرد بڑ سے قطعی طور پر کنارہ کشی اختیار کر کے اشاعت اور تبلیغ اسلام کی طرف قدم اٹھانا چاہیئے ان کے کاندھوں پر ایک بہت بھاری بوجھ ہے جس کی ذمہ داری کا احساس انہیں ہر لحظہ ہونا چاہیئے۔ وہ دین مبین کے علمبردار ہیں۔ ان کا کام پیغام حق سنانا ہے۔ اپنوں اور بیگانوں کو اسلام کی [illegible] سے روشناس کرانا ہے، نہ کہ ہر روز بدلنے والے سیاسی تغیرات میں پھنسنا ہے۔ کیا ہم توقع رکھ سکتے ہیں کہ ہمارے علمائے کرام آج کی سب سے بڑی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے ان لوگوں کا [illegible] نہیں بنیں گے جو [illegible] تمام سیاسی [illegible] کو خیرباد کہہ بیٹھے ہیں لیکن مسلمانوں سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ ملک کے مقابلے میں مذہب کا نام نہ لیں آج علمائے کرام سے مسلمان یہ توقع رکھتا ہے کہ وہ اپنے علمی منصب کا صحیح استعمال کریں اور ہندوستان کے قریہ قریہ اور شہر شہر میں تبلیغ اسلام کے لئے اپنی زندگی وقف کر دیں اور بس۔

("احسان"۔ مورخہ ۱۰ اپریل ۱۹۴۳ء)

لاہور احمدیہ ینگمینز ایسوسی ایشن

(۱) ہفتہ وار میٹنگ ۱۱ اپریل کو زیر صدارت جناب مولوی محمد حسین صاحب منعقد ہوئی۔ حافظ احمد حسن صاحب کی تلاوت کے بعد جناب غلام مصطفےٰ صاحب اور عزیز فضل الرحیم صاحب متعلم جماعت دہم مسلم ہائی سکول نے علی الترتیب "حضرت مسیح موعودؑ کا سفر سیالکوٹ" اور "حضرت مسیح موعودؑ کا قیام دہلی" پر دلچسپ تقاریر کیں۔ فضل الرحیم صاحب کی یہ پہلی کوشش اچھے مستقبل کیطرف اشارہ کر رہی تھی کہ وہ ایک کامیاب مبلغ بنیں گے۔ صدارتی تقریر کے بعد میٹنگ دعا پر ختم ہوئی۔

(۲) جلد سازی کی کلاس میں مندرجہ ذیل مضامین پڑھائے گئے:۔ سادہ جلدبندی۔ جزوبندی کی سلائی۔ لفافہ سازی، رسالہ اور اخبار کو [illegible] کرنا۔ مشین سے سلائی وغیرہ۔

(۳) [illegible] اور [illegible] کی کلاسیں بدستور جاری ہیں۔ [illegible] سوموار کو ساڑھے چھ بجے شام اور اسی وقت بدھ [illegible] کلاس [illegible]

(۴) احمدیہ [illegible] انشاء اللہ کامیابی سے چل [illegible]

کیا اناجیل قابلِ اعتبار ہیں

از قلم حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

اناجیل کا سب سے قدیم نسخہ جو ۱۸۵۹ء میں دستیاب ہوا یونانی زبان میں ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ چوتھی صدی عیسوی کے قریباً وسط میں تیار ہوا تھا۔ یہ نسخہ چونکہ جبل سینا پر سینٹ کیتھرائن کے راہب خانہ سے دستیاب ہوا تھا اس لئے سین ٹیکس (Siniaticus) کے نام سے یہ مشہور ہے۔ ایک اور نسخہ جو الیگزینڈرنیس (Alexandrinus) کے نام سے مشہور اور آج کل برٹش میوزیم میں رکھا ہوا ہے۔ پانچویں صدی عیسوی کی یادگار ہے۔ تیسرا نسخہ جو ویٹیکن (Vaticanus) کہلاتا ہے چوتھی صدی عیسوی سے تعلق رکھتا ہے۔ لیکن یہ بالکل نامکمل نسخہ ہے یہ تین سب سے بڑے اور مشہور نسخے ہیں ان تینوں نسخوں کی حالت اور ان کے قابلِ اعتبار ہونے یا نہ ہونے کے متعلق میں بائبل کے نقاد کو نہیں بلکہ مفسر کو پیش کرتا ہوں۔ ریورنڈ جے آر ڈمیلو (Dummelow) اپنی تفسیر بائبل میں لکھتا ہے:۔

"سب سے پہلے یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ اناجیل کے لکھنے والوں نے مسیح کے کلام کو یونانی زبان میں نقل کیا ہے۔ حالانکہ ان بیانات کو آرامی ...... (Aramaic) زبان میں انہوں نے حاصل کیا ہوگا جس میں جناب مسیح عموماً گفتگو کیا کرتے تھے ان مصنفین یا ان کے نقل کرنے والوں کو درحقیقت اس بات کا خیال بھی نہ تھا کہ ان کے جمع کردہ بیانات قرونِ اولیٰ کے بعد بھی مسیحی کلیسا میں باقی رہیں گے۔ کیونکہ وہ خود قرونِ اولیٰ ہی کے کلیسا سے زیادہ تر واقف تھے۔

"یہی حال پولوس کا ہے۔ اس کے خطوط جنہیں اب اتنی قدر و قیمت کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔ صرف چند پیغامات ان کلیساؤں کے نام تھے جن کی طرف ان خطوط کو بھیجا گیا۔ وہ لوگ جنہوں نے ان خطوط کو سب سے پہلے نقل کیا کبھی بھی انہوں نے ان کو ان معنوں میں "مقدس" نہیں سمجھا جو ہم اس لفظ سے مفہوم لیتے ہیں بعد کے زمانوں میں بھی عبارات مقدسہ کی وہ عزت و تکریم ہمیں نظر نہیں آتی جس نے عہد نامہ عتیق کو امتیاز خاص دے دیا ہے۔

ایک نقال بعض اوقات وہی کچھ نہیں لکھتا جو اصل عبارت میں موجود ہو بلکہ اپنی طرف سے ایسی باتیں بھی لکھ دیتا ہے جو اس کے نزدیک اس میں ہونی چاہئیں۔ وہ اپنے حافظے پر زیادہ اعتبار کرتا۔ یا اصل عبارات کو بدل کر اپنے ان خاص خیالات کے مطابق بھی کر لیتا ہے جن کا وہ خود حامی ہے۔ اس کے علاوہ اناجیل کی بے شمار نقلیں اس وقت تک محفوظ ہیں۔ ان تمام بیانات اور حوالجات کے علاوہ جو ازمنہ سلف کے عیسائی بزرگوں سے مروی ہیں عہد نامہ جدید کے قریباً چار ہزار یونانی نسخے موجود ہیں۔ جس کا یہ نتیجہ ہے کہ قراتوں میں بہت زیادہ اختلاف پیدا ہو چکا ہے۔

ایسے نسخوں پر جو اس قدر لاپرواہی اور ایزادی ترمیم کا نتیجہ ہیں کہاں تک اعتبار کیا جا سکتا ہے؟

اور تو اور ان سب کی تاریخ تصنیف اور مصنفین کا بھی یقینی علم کوئی نہیں۔

انجیل متی اناجیل مقدسہ میں سب سے پہلی انجیل وہ ہے جو متی کے نام سے منسوب ہے جو مسیح بارہ رسولوں میں سے ایک تھا۔ مگر یقینی امر ہے کہ یہ انجیل متی نے خود کبھی نہیں لکھی بلکہ کسی غیر معلوم شخص کی تصنیف ہے۔ اس انجیل کی تصنیف کی داستان بحوالہ بالا شارح اناجیل نے یہ لکھی ہے کہ متی نے غالباً زبان عبرانی میں ایک (Oracles یا Logia) کی کتاب لکھی تھی جو بالکل نایاب ہو گئی تھی۔ صرف پاپی آس (Papias) نے ۱۴۰ء میں اپنی ایک تصنیف کے اندر ذکر کیا ہے کہ متی نے ایک ایسی کتاب مرتب کی ہے۔ اور اس کتاب میں Logia کے یونانی ترجمہ کا استعمال معلوم ہوتا ہے کہ مصنف انجیل متی نے اس قدر آزادی کے ساتھ کیا ہے کہ اپنی کتاب کو متی کی تصنیف کے مطابق بنا کر اس سے استفادہ کا اعتراف اسے کرنا پڑا ہے۔

یہ بیان بطور خود بالکل واضح اور ظاہر ہے اور کسی تشریح کا محتاج نہیں۔ ممکن ہے کہ متی نے کوئی ایسی کتاب لکھی ہو جس کا پتہ پاپی آس کے حوالہ کے سوائے اور کہیں سے نہ ملتا ہو۔ اس کے علاوہ باقی جو کچھ کہا جاتا ہے وہ سب اٹکل پچو اور بناوٹ ہے اور اس امر کی کوئی ذرا سی بھی شہادت ہمارے پاس موجود نہیں کہ انجیل اول کے غیر معلوم مصنف کے پاس متی کی کتاب کا کوئی نسخہ یا اس کا یونانی ترجمہ موجود تھا تب ہی یہ کہیں سے پتہ لگ سکتا ہے کہ اس نے کسی ایسے نسخہ یا ترجمہ کا استعمال اس قدر آزادی کے ساتھ کیا یہ تمام اٹکل پچو باتیں محض اس حقیقت پر مبنی ہیں کہ اس نے اپنی انجیل کو متی کے مطابق قرار دیا۔ لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ اس نے زبانی روایات کو سنا ہو جو متی سے منسوب ہوں انہی کے مطابق اس نے اپنی انجیل کو بنایا ہو۔

انجیل مرقس دوسری انجیل مرقس کی ہے جو پطرس کا ایک ساتھی تھا اور ذیل کی شہادت کی بنا پر جو پاپی آس نے قریباً ۱۳۰ء میں لکھی ہے اس انجیل کی تصنیف کا ذمہ دار اسے قرار دیا گیا ہے۔

"مرقس نے جو پطرس کا ترجمان تھا (یا ترجمان رہ چکا تھا) تمام وہ باتیں لکھیں جو اسے یاد تھیں (یا تمام وہ باتیں جو پطرس نے بیان کیں) اگرچہ اس نے وہ تمام باتیں جمع نہیں کیں جو مسیح نے کہیں یا اس نے کر کے دکھائیں۔ کیونکہ اس نے مسیح کے کلام کو نہ تو سنا تھا اور نہ وہ اس کا پیرو تھا۔ لیکن جیسا کہ میں نے بتایا ہے مسیح کے بعد اس نے پطرس کے ساتھ اپنا تعلق کیا۔ جو سامعین کی فوری ضروریات کے مطابق تعلیم دیتا اور (نہیں) وعظ کرتا تھا نہ کہ مسیح کی تعلیم اور مواعیظ کی مسلسل خبریں اور حالات بتایا کرتا تھا۔"

اگر ہم اس شہادت پر ایمان لے آئیں تو ماننا پڑے گا کہ مرقس کی انجیل پطرس کی زبانی روایات پر مبنی ہے لیکن یہ شہادت بھی اس بات کو یقینی نہیں ٹھیراتی کہ وہ انجیل مرقس جو اس وقت ہمارے ہاتھوں میں موجود ہے۔ واقعی طور پر مرقس ہی کی تصنیف ہے اور تنقید اعلیٰ سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے۔ کہ وہ موجودہ انجیل کے جو اس سے منسوب ہے صرف اس ہی کا مصنف ہے اور باقی انجیل کا نہیں لوقا بھی خود مسیح کا نہیں بلکہ اس کے رسول کا شاگرد تھا اور کہا جاتا ہے کہ پولوس کا وہ پیرو تھا۔

رہی چوتھی انجیل سو اس کے متعلق تو شک شبہ کی کوئی گنجائش ہی نہیں کہ وہ بہت بعد کے زمانہ کی تصنیف ہے۔

ان مختلف اناجیل کی تاریخہائے تصنیف کا جہاں تک تعلق ہے یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ پہلی تین اناجیل کے متعلق سب سے پرانا دستاویزی خیال یہ ہے کہ وہ قریباً ۷۰ء میں تصنیف ہوئی تھیں لیکن تنقید اعلیٰ اس سے بھی بعد کی تاریخ کی مؤید ہے اور خود اناجیل کی اندرونی شہادت بھی اس نتیجہ کی حامی ہے۔

متی کے مستند ہونے کی تاریخ کے متعلق ایک بحث میں ہمیں بتایا گیا ہے کہ بہت سے لوگ تمام کی تمام انجیل کی تاریخ تصنیف ۱۳۰ء قرار دیتے تھے۔ اس سے قبل کی تاریخ اس صورت میں مانی جا سکتی ہے کہ اس کے بہت سے مقامات کو بعد کی ملاوٹ سمجھا جائے

لوقا کی انجیل کی تاریخ تصنیف کے متعلق جس نتیجہ پر پہنچے ہیں وہ یہ ہے کہ ۷۰ء سے لیکر قریباً ۱۰۰ء تک کے ایام اس کی تاریخ تصنیف کا زمانہ ہے۔ اس طرح پر اول الذکر تاریخ زیادہ صحیح ہے اور مؤخر الذکر اس سے کم درجہ پر۔"

(انسائیکلو پیڈیا ببلیکا)

اناجیل کے مصنفین اناجیل کی تاریخہائے تصنیف وغیرہ امور کے متعلق یہ تمام حالات و واقعات اس کے نسخوں اور قراتوں میں کثیر اختلافات اور ان میں ناقابل انکار دستبرد یہ سب ایسی باتیں ہیں جو اُن کے اعتبار کو بالکل گنوا دیتی ہیں اور اسی وجہ سے انسائیکلو پیڈیا ببلیکا میں اس پر تنقید کرتے ہوئے ریورنڈ ای اے ایبٹ اس سوال کے اٹھانے پر مجبور ہوئے کہ:۔

"متذکرہ ذکر فقرات و آیات سے بعض وقت اس شبہ کا احتمال ہو سکتا ہے کہ آیا تمام اناجیل میں کوئی قابلِ اعتبار باتیں بھی ہیں یا نہیں"

اس سوال کا جواب یہ دیا گیا کہ تمام اناجیل میں ذیل کے پانچ فقرے یقینی طور پر قابلِ اعتبار سمجھے جانے چاہئیں:۔

(۱) وہ فقرہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح نے بیگناہ کہلانے سے انکار کیا ہے اور وہ اور اس کی بیوی دونوں ایک جسم ہوں گے۔ پس وہ دو نہیں بلکہ ایک جسم ہیں۔ (مرقس باب ۱۰ آیت ۸)

(۲) وہ فقرہ جس سے پتہ لگتا ہے کہ مسیح کا یہ اعتقاد تھا کہ اس کے اپنے متعلق جو بری باتیں کہی گئیں یا اس پر لعنت کی جائے وہ قابلِ معافی ہے (دوسرا یہ ہے کہ تو اپنے پڑوسی سے اپنے برابر محبت رکھ۔ ان سے بڑا اور کوئی حکم نہیں۔ (مرقس باب ۱۲ آیت ۳۱)

(۳) وہ فقرہ جو ظاہر کرتا ہے کہ مسیح کی اپنی ماں اور بھائی اس پر کوئی ایمان نہ رکھتے تھے۔ اور کہ ان کا یہ پختہ خیال تھا کہ وہ پاگل ہے (جب اس کے عزیزوں نے یہ سنا تو اسے پکڑنے کو نکلے۔ کیونکہ کہتے تھے کہ وہ بے خود ہے۔ مرقس باب ۳ آیت ۲۱)

آیت ۳۱ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح کے یہ دوست جن کا مندرجہ بالا آیت میں ذکر ہے۔ اس کی ماں اور بھائی تھے۔

(۴) وہ فقرہ جو اس بات کا مظہر ہے کہ مسیح کو غیب کا کوئی علم نہ تھا (اس گھڑی کو سوائے باپ کے کوئی نہیں جانتا)

(۵) وہ فقرہ جس میں مسیح کی اس مایوسانہ پکار کا ذکر ہے جو صلیب پر اس نے کی۔ ایلی ایلی لما سبقتانی (متی باب ۲۷ آیت ۴۶)

ان پانچ فقروں کے ساتھ چار اور شامل کئے گئے ہیں جو مسیح کے معجزات پر مشتمل ہیں اور ان نو فقرات کو مسیح کی ایک خالص علمی زندگی کے بنیادی ستون قرار دیا گیا ہے۔

مولود مسعود مستری عبد العزیز صاحب کے ہاں اللہ تعالیٰ نے مورخہ ۸ اپریل کو فرزند نرینہ عطا فرمایا ہے دعا ہے اللہ تعالیٰ مولود مسعود کو نیک اور صالح بنائے اور لمبی عمر عطا فرمائے آمین۔ اس خوشی میں مستری صاحب موصوف نے انجمن کو مبلغ دس روپے بطور عطیہ اشاعت اسلام دیئے ہیں۔

مصلح موعودؑ اور رسالہ "فرقان"

{از جناب ابو فضل الرحمٰن صاحب}

فرقان ماہ نومبر ۱۹۴۲ء میں مولوی اللہ دتہ صاحب نے مصلح موعودؑ کے سلسلے میں بعض حوالجات حضرت مسیح موعود علیہ السلام نقل کر کے ان سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ موجودہ خلیفہ جماعت قادیان ان جملہ علامات کے واحد مصداق ہونے کی وجہ سے مصلح موعود ہیں۔ میں تو اس معاملے میں مولوی صاحب کو معذور سمجھتا ہوں کیونکہ جیسا درخت ہے ویسا ہی اس کا پھل بھی ہوگا۔ جناب خلیفہ قادیانی نے جو درخت بویا اس کا پھل مولوی اللہ دتہ صاحب جیسے مبلغ پیدا ہوئے جس طرح ایک موجد اپنی ایجاد کے رگ ریشہ سے واقف ہوتا ہے اسی طرح جناب خلیفہ صاحب قادیانی بھی اپنے مبلغین کو خوب سمجھتے ہیں۔ چنانچہ ایک خطبہ میں فرماتے ہیں :-

"کہ ہمارے مبلغوں کی تقریروں میں وہ اثر نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ مبلغ کی تقریر کو ذکر الٰہی نے تلوار نہیں بنایا ہوتا"

جناب مولوی صاحب موصوف نے پہلا حوالہ آئینہ کمالات اسلام سے نقل کیا ہے اس میں خلیفہ قادیانی کا کوئی ذکر نہیں۔ البتہ اس میں مسیح موعود علیہ السلام کی شادی سے ایک صالح فرزند حضور صلعم کی پیشگوئی کے مطابق پیدا ہونے کا ذکر ہے۔ اس حوالہ میں جس شادی اور اس سے فقط ایک ہی مخصوص لڑکے کا ذکر ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ وہ کونسی شادی اور کونسا لڑکا ہے جس کا صالح ہونا مقدر تھا۔ اس سلسلہ میں بعض دوسرے امور تھے جنہیں "فرقان" نے نظر انداز کر دیا ہے۔ وہ حوالے محمدی بیگم کے مخصوص نکاح اور مخصوص چوتھے مبارک لڑکے کی پیدائش پر مشتمل ہیں۔ ان حوالوں میں سے چند حسب ذیل ہیں :-

" اسی طرح وہ دوسری پیشگوئی کو بھی پیش کرتے ہیں جو احمد بیگ اور اس کے داماد کے متعلق تھی - حاشیہ - اس پیشگوئی کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پہلے سے ایک پیشگوئی فرمائی ہے۔ یتزوج ویولد لہ یعنی وہ مسیح موعود بیوی کرے گا اور نیز وہ صاحب اولاد ہوگا۔ اب ظاہر ہے کہ تزوج اور اولاد کا ذکر کرنا عام طور پر مقصود نہیں کیونکہ عام طور پر ہر ایک شادی کرتا ہے اور اولاد بھی ہوتی ہے۔ اور اس میں کچھ خوبی نہیں بلکہ تزوج سے مراد وہ خاص تزوج ہے جو بطور نشان ہوگا اور اولاد سے مراد خاص اولاد ہے جس کی نسبت اس عاجز کی پیشگوئی موجود ہے" (صفحہ ۵۲ و ۵۳ ضمیمہ رسالہ انجام آتھم ۱۸۹۷ء)

پھر حضرت صاحب دوسری جگہ فرماتے ہیں :-

" براہین احمدیہ میں بھی اس وقت سے سترہ برس پہلے اس پیشگوئی کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے۔ جو اس وقت میرے پر کھولا گیا ہے اور وہ یہ الہام ہے جو براہین کے صفحہ ۴۹۶ میں مذکور ہے۔ یاآدم اسکن انت وزوجک الجنۃ۔ یامریم اسکن انت وزوجک الجنۃ۔ یا احمد اسکن انت وزوجک الجنۃ اس جگہ تین جگہ زوج کا لفظ آیا اور تین نام اس عاجز کے رکھے گئے۔ پہلا نام آدم یہ وہ ابتدائی نام ہے جبکہ خدا تعالےٰ نے اپنے ہاتھ سے اس عاجز کو روحانی وجود بخشا۔ اس وقت پہلی زوجہ کا ذکر فرمایا۔ پھر دوسری زوجہ کے وقت میں مریم نام رکھا۔ کیونکہ اس وقت مبارک اولاد دی گئی جن کو مسیح سے مشابہت ملی۔ اور نیز اس وقت مریم کی طرح کئی ابتلا پیش آئے۔ جیسا کہ مریم کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے وقت یہودیوں کی بدظنیوں کا ابتلا پیش آیا۔ اور تیسری زوجہ جس کی انتظار ہے اس کے ساتھ احمد کا لفظ شامل کیا گیا۔ اور یہ لفظ احمد اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس وقت حمد اور تعریف ہوگی یہ ایک چھپی ہوئی پیشگوئی ہے جس کا سر خدا تعالےٰ نے مجھ پر اس وقت کھول دیا ہے۔ غرض یہ تین مرتبہ زوج کا لفظ تین مختلف ناموں کے ساتھ جو بیان کیا گیا ہے وہ اس پیشگوئی کی طرف اشارہ تھا" (ضمیمہ رسالہ انجام آتھم صفحہ ۵۴ جنوری ۱۸۹۷ء)

ان حوالجات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مصلح موعود کو جس مخصوص نکاح سے پیدا ہونا تھا وہ جنوری ۱۸۹۷ء تک خود بھی وقوع میں نہ آیا تھا۔ پس اس سے قبل والے دہلی کے نکاح سے جو کہ ۱۸۸۴ء میں ہو چکا تھا مصلح موعود کا پیدا ہونا ناممکن امر تھا۔

حضرت صاحب فرماتے ہیں۔

" کہ اس عاجز پر ظاہر کیا گیا تھا۔ کہ ایک فرزند قوی الطاقتین کامل الظاہر والباطن تم کو دیا جائے گا۔ سو اس کا نام بشیر ہوگا۔ اب تک قیاسی طور پر میرا خیال تھا کہ شاید وہ فرزند مبارک اسی اہلیہ سے ہوگا۔ اب زیادہ تر الہامات اس بات میں ہو رہے ہیں کہ عنقریب ایک اور نکاح تمہیں کرنا پڑے گا اور جناب الٰہی میں یہ بات قرار پا چکی ہے کہ ایک پارسا طبع اور نیک سیرت اہلیہ تمہیں عطا ہوگی وہ صاحب اولاد ہوگی۔ اس میں تعجب کی بات یہ ہے کہ جب یہ الہام ہوا تو ایک کشفی عالم میں چار پھل مجھ کو دیئے گئے۔ تین ان میں سے آم کے پھل تھے مگر ایک پھل سبز رنگ بہت بڑا تھا۔ وہ اس جہان کے پھلوں سے مشابہ نہیں تھا اگرچہ یہ بات الہامی نہیں مگر میرے دل میں یہ پڑا ہے کہ وہ پھلوں سے نہیں ہے۔ وہی مبارک لڑکا ہے کیونکہ پھلوں سے مراد اولاد ہے۔ اور جبکہ ایک پارسا طبع اہلیہ کی بشارت دی گئی ہے اور ساتھ ہی کشفی طور پر چار پھل دیئے گئے جن میں ایک پھل الگ وضع کا ہے۔ تو یہی سمجھا جاتا ہے۔ ان دنوں اتفاقاً نئی شادی کے لئے دو شخصوں نے تحریک کی۔ . . . . اب مخالفین آنکھوں کے اندھے اعتراض کرتے ہیں کہ کیوں اب کی دفعہ لڑکا پیدا نہیں ہوا۔ میری دانست میں اس لڑکے کے تولد سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہ تیسری شادی ہو جائے۔ کیونکہ اس تیسری شادی میں اولاد ہونے کے اشارات پائے جاتے ہیں۔ غالباً اس تیسری شادی کا وقت نزدیک ہے۔ اب دیکھیں کہ کس جگہ ارادہ ازل نے اس کا ظہور مقرر کر رکھا ہے"

اس حوالہ میں مصلح موعود کی پیدائش کیلئے دہلی والے حرم کو قرار نہیں دیا اور اس سے پیدا ہونے والے کئی لڑکے یا کسی ایک کو بھی قیاس کا معاملہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ بشیر اول اور مبارک آخر ہر دو کی موت کے ذریعہ ان کے متعلق قیاسی عمارت کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ہی گرا دیا گیا۔ باقی رہا جناب خلیفہ قادیانی کے قیاس اور تفاؤل کا معاملہ سو اسے تین لمبی عمر والے آم کے پھلوں میں پہلا بیٹا شمار ہو کر زندہ رہنا ضروری تھا۔ چنانچہ ان تینوں کی حقیقت اور اس کے علاوہ مصلح موعود کی حقیقت حوالہ ذیل سے اور بھی واضح ہو جاتی ہے۔ فرماتے ہیں :-

" اشتہار مذکورہ میں یہ لفظ کہیں نہیں ہیں کہ وہ بابرکت موعود ضرور پہلا ہی لڑکا ہوگا۔ بلکہ اس کی صفت میں اشتہار مذکورہ میں یہ لکھا ہے کہ وہ تین کو چار کرنیوالا ہوگا۔ جس سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ وہ چوتھا لڑکا یا چوتھا بچہ ہوگا۔ مگر پہلے بشیر کے وقت کوئی تین موجود نہ تھے جن کو وہ چار کرتا۔ ہاں ہم نے اپنے اجتہاد سے ظنی طور پر یہ ضرور خیال کیا تھا کہ شاید یہی لڑکا مبارک موعود ہو . . . . . اور مجرد موعود کی پیشگوئیاں اسجگہ بطور دلیل کے کام نہیں آسکتیں کیونکہ ہر ایک لڑکا جو میرے گھر میں اس بیوی سے پیدا ہوا موعود ہے ثبوت تو یہ دینا چاہیئے کہ وہ لڑکا جو تین کو چار کرنیوالا ہوا اور مظہرہ جلال الٰہی ہو۔ جو دنیا کو راہ راست پر لانیوالا ہوگا۔ اس کے آنے کی خبر بحیثیت الہام الٰہی کے اشتہار ۷ اگست ۱۸۸۷ء میں دی گئی ہے" (صفحہ ۶۱-۶۲ / ۱۶۸-۱۶۵ تریاق القلوب مطبوعہ ۱۹۰۲ء)

اس میں ہر سہ لڑکوں کا مجرد موعود ہونا درج ہے۔ لیکن چوتھے کا مصلح موعود ہونا دکھلایا گیا ہے۔ اور اس کے لئے حضرت مسیح موعودؑ نے اس نظم جو حضرت صاحب کے حرم ثانی کی زبان سے درج ہے چوتھے کا تصور حسب ذیل طریقے پر فرمایا ہے :-

پہلا فرزند محمود مبارک چوتھا۔
دونوں کے بیچ بشیر اور شریف شان تیرا
تو ان چار کی پہلے سے بشارت دی تھی
تو وہ حاکم ہے کہ ٹلتا نہیں فرمان تیرا

اس کے ساتھ ہی محمود کی آمین ۱۸۹۷ء کی نظم میں موجودہ تینوں کا تصور حسب ذیل ہے :-

یہ تین جو پسر ہیں تجھ سے ہی یہ ثمر ہیں
یہ میرے بار و بر ہیں تیرے غلام در ہیں

جہانتک تین کا تصور اور تعلق تھا اسے اللہ تعالےٰ نے جون ۱۸۸۶ء کے بنیادی کشف کے مطابق ان کی لمبی عمر سے درست ہونے دیا۔ اور جہاں چوتھے مبارک کا تعلق تھا اس میں چونکہ اجتہادی غلطی تھی اور کشف کے صریح خلاف تھا۔ لہٰذا اسے اللہ تعالےٰ نے وفات دے دی۔ اور تبصرہ ۵ نومبر ۱۹۰۷ء کے اندر یہ اعلان فرما دیا کہ اس کا بدل بہرحال اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو عطا کرے گا۔ اور اس کے سامنے موجودہ تینوں لڑکوں کا ان کی موجودگی کے باوجود ہونا نہ ہونا برابر دکھایا گیا یا دوسرے لفظوں میں مسیح موعود کے مشن کے حق میں ان ہر سہ کا وجود کالعدم سمجھا گیا۔ ان سب کی موجودگی کے باوجود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھ سے بھی خدا ایسا ہی سلوک کرے گا جیسا کہ نبی کریم صلعم سے کیا۔ جیسا کہ حوالہ ذیل سے ظاہر ہوتا ہے آپ فرماتے ہیں :-

" خدا کی قدرتوں کے قربان جاؤں کہ جب مبارک احمد فوت ہوا ساتھ ہی خدا تعالیٰ نے یہ الہام کیا انا نبشرک بغلام حلیم ینزل منزل المبارک یعنی ایک حلیم لڑکے کی ہم تجھے خوشخبری دیتے ہیں جو بمنزلہ مبارک احمد کے ہوگا۔ اور اس کا قائم مقام اور شبیہ ہوگا . . . . آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی لڑکے فوت ہوگئے یہانتک کہ خبیث فطرت کافروں نے آنحضرت صلعم کا نام ابتر رکھا۔ مگر آخر کار خدا تعالےٰ نے فتح و نصرت کے تمام وعدے پورے کئے یہانتک کہ ان عرب کے کافروں کا نام و نشان تک نہ رہا جو آنحضرت صلعم کو معدوم کرنا چاہتے تھے۔ اور جزیرۂ عرب اسلام سے بھر گیا۔ یہ سچ ہے کہ العاقبۃ للمتقین سو خدا کا یہ وعدہ ہے کہ وہ مجھ سے بھی ایسا ہی کرے گا۔ جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا" (اشتہار تبصرہ ۵ نومبر ۱۹۰۷ء)

اب قادیانی جماعت کا یہ کوئی حق نہیں کہ جناب خلیفہ قادیانی کو لمبی عمر پانے کی دلیل سے مصلح موعود بنائیں۔ کیونکہ مصلح موعود کے علاوہ تین موجودہ لڑکوں کے لئے بھی لمبی عمر کا پانا مقدر تھا اور قادیانی جماعت کا یہ بھی کوئی حق نہیں کہ وہ حضرت مسیح موعودؑ کی بیان کردہ تشریحات کو توڑ کر موجودہ تینوں لڑکوں میں سے کسی ایک کو تین کی مقررہ حدبندی سے ادھر ادھر کریں۔ ایسا کرنا ان کی دست اندازی اور شیطانی دخل کے برابر ہے صرف چوتھے لڑکے مبارک احمد کو حضرت کے اجتہاد میں جگہ دی گئی تھی مگر اس کی فوری وفات سے وہ غلطی دور ہو گئی اور حضرت صاحب نے کھلے طور پر نومبر ۱۹۰۷ء کے مندرجہ بالا اشتہار سے اعلان فرما دیا کہ جس طرح

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا نے کفار کے مقابلے میں ابتر نہ رکھا اسی طرح مجھے بھی نہ رکھے گا۔ گویا اس معاملے میں بھی آنحضرت سے مماثلت ظاہر فرمائی۔ جس طرح نبی کریم صلعم کی امت میں سے اولیاء اللہ اور مجددین کو آپ کی اولاد قرار دیا اسی طرح حضرت مرزا صاحب کی جماعت میں سے ہی ایک لڑکا ایسا پیدا ہوگا جو حضرت صاحب کی اولاد قرار دیا جائے گا۔ اور مبارک احمد کے بدل جو لڑکا ہونے کی بشارت دی تو اپنے پوتے کی پیدائش پر اسکا پورا ہونا قرار دیا۔ اب اس بارے میں خود خلیفۂ قادیان کا اپنا تفصیلی بیان درج کرتا ہوں جو انہوں نے پانچویں لڑکے کے بارے میں خود شائع کیا ہوا ہے اور اس سے ہمارا کلی اتفاق ہے جناب خلیفہ صاحب فرماتے ہیں:۔ ("صادقوں کی روشنی کو کون روک سکتا ہے" صفحہ ۴۸ تا ۵۱)

تیسری بات جس پر اعتراض کیا جاتا ہے وہ پانچویں بیٹے کی پیش گوئی ہے۔ جس کی نسبت مخالفین سلسلہ کا خیال ہے کہ وہ اب تک پوری نہیں ہوئی کیونکہ حضرت اقدسؑ نے مواہب الرحمن کے صفحہ ۱۳۹ پر صاف طور سے لکھا تھا . . . . مجھے ایک پانچویں بیٹے کی بشارت دی گئی ہے اور اس طرح بہت سے الہامات سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے ہاں ایک اور لڑکا پیدا ہونیوالا ہے .... مگر ان پیشگوئیوں کے ساتھ ہی فی الفور کو یاد رکھنا چاہیئے کہ حضرت اقدس کا ایک الہام ہے جو کہ اخبار الحکم ۳۰ جون ۱۸۹۹ء کو شائع ہو چکا ہے یعنی انی اسقط من اللہ و اصیبہ یعنی میں اللہ تعالےٰ کی طرف سے آتا ہوں اور اسی کی طرف جاتا ہوں۔ پھر اس کے بعد الہام ہوا۔ اکفی ھذا" اور ساتھ ہی لکھا ہے کہ یہ مبارک احمد کی ولادت کے وقت کے الہام ہیں۔ اب ہر ایک غور کرنے والا انسان سمجھ سکتا ہے کہ پہلے الہام سے تو یہ ثابت ہوتا تھا کہ ایک لڑکا پیدا ہونیوالا ہے جو بچپن میں ہی فوت ہو جائے گا۔ اور دوسرے الہام کے یہ معنی ہیں کہ یہ نسل یا یہ اولاد کافی ہے اور اب اس کے بعد کوئی نرینہ اولاد نہیں ہوگی۔ چنانچہ پہلے الہام کے مطابق مبارک احمد آٹھ سال کی عمر میں ہی فوت ہو گیا اور دوسرے الہام کے مطابق آپ کے ہاں کوئی نرینہ اولاد نہیں ہوئی۔ اور تین چار برس کا عرصہ گذر چکا کہ آپ کو الہام ہوا کہ انا نبشرک بغلام اور اس الہام کو آپ نے اپنے پوتے پر لگایا۔ کیونکہ جب دونوں الہام خدا کی طرف سے تھے ان میں تناقض نہیں ہونا چاہیئے تھے اور دونو ایک دوسرے کے مطابق ہونے چاہیئے تھے۔ چنانچہ ملہم نے بھی اس بات کے خیال سے آئندہ بیٹے کے الہام کو اپنے پوتے پر چسپاں کیا۔ کیونکہ پوتا بھی بیٹے کے قائمقام ہوتا ہے۔ پس اس کے بعد لازم ہے کہ ہر ایک الہام جو آئندہ بیٹے کی نسبت ہو وہ آئندہ نسل کے لئے ہو۔ پھر یہ بھی غور کرنا چاہیئے کہ زبان کے لحاظ سے بھی بیٹا آئندہ نسل کے کسی فرد پر بھی بولا جاتا ہے چنانچہ عربی میں اس طرح کثرت سے استعمال ہوتا ہے . . . . تب دنیا اپنے طور پر ایک شخص کو صدیوں گذرنے کے بعد بھی ایک دوسرے شخص کا بیٹا قرار دیتی ہے اور عمر بن عبد العزیز اور ہارون الرشید امیر اور عباس کے لڑکے کہلاتے ہیں۔ تو کیا وجہ ہے کہ خدا تعالےٰ حضرت مسیحؑ کی نسل میں کسی آئندہ ہونیوالے لڑکے کو ان کے لڑکے کے نام سے پکار نہ سکے . . . . اور خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کون ان کا بیٹا بننے کے لائق ہے۔ اسلئے اگر کسی عظیم الشان لڑکے کی نسبت جو دنیا میں ایک تبدیلی پیدا کر دے۔ خبر دی جائے۔ اور اس کو حضرت صاحب کا بیٹا قرار دیا جائے۔ تو کیا ہرج ہے۔ نبی کریم صلعم نے بھی فرمایا ہے کہ اہل فارس میں سے جو ایمان لائے وہ بنی فاطمہ میں سے ہے۔ پس کیا اہل فارس خود حضرت فاطمہؓ کے لڑکے بن جاتے ہیں . . . . . غور کرو قرآن شریف میں صاف آتا ہے . . . . . . ملة ابیکم وھو سمکم المسلمین (پارہ ۱۷، سورۃ حج رکوع ۱۰) . . . . وہ دین تو تمہارے باپ ابراہیم کا ہے جس نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔ اب کیا آیات سے یہ نکلتا ہے کہ ہر ایک مسلمان کے باپ کا نام ابراہیم ہوتا ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو حضرت ابراہیم کی طرز پر کام کرتا ہے اور ان کے بتائے ہوئے راستہ پر چلتا ہے اور اسلام قبول کرتا ہے وہ خدا کے نزدیک ایسا ہے جیسے حضرت ابراہیم کا بیٹا . . . . . . تو پھر اگر آج اس خدا نے حضرت مسیح موعود کی نسل میں سے کسی کو انہیں کا بیٹا قرار دیا تو کیا ہرج ہے۔ جبکہ آج بیس کروڑ انسان جو مسلمان کہلاتے ہیں خواہ عرب کے رہنے والے ہوں یا شام کے غرضیکہ ایران، افغانستان و ہندوستان، چین جاپان کے علاوہ اہل یورپ و امریکہ کے باشندے بھی حضرت ابراہیمؑ کے بیٹے کہلا سکتے ہیں . . . . ان الہامات سے یہ مراد تھی۔ کہ خود حضرت اقدس سے ہوگا ہوگا۔ بلکہ یہ مطلب تھا کہ آئندہ زمانہ ایک ایسا شخص تیری نسل سے پیدا ہوگا۔ جو خدا کے نزدیک گویا تیرا ہی بیٹا ہوگا اور وہ علاوہ تیرے چار بیٹوں کے تیرا پانچواں بیٹا قرار دیا جاوے گا۔ جیسا کہ حضرت عیسیٰ ابن داؤد کہلاتے ہیں۔ ایسا ہی وہ آپ کا بیٹا کہلائے گا . . . . . اور دوسرے حضرت اقدس نے صرف پیشگوئی نہیں کی۔ کہ میرے ایک بیٹا ہوگا۔ بلکہ اس کے ساتھ شرائط رکھے ہیں۔ اور وہ یہ کہ وہ حلیم ہوگا۔ نیک فطرت اور پاک ہوگا۔ اس زمانہ کے لوگوں میں سے ایک خاص امتیاز رکھتا ہوگا اور یہی نبی کی خصلتوں پر ہوگا اور سب سے بڑی شرط یہ کہ وہ جلال کے ساتھ آئیگا۔ گویا اس زمانے میں خدا خود زمین پر اترے گا . . . پس جب نبیوں سے ایسا ہوتا چلا آیا ہے اور انہوں نے آئندہ زمانہ کی خبریں بھی دی ہیں تو اگر حضرت مسیح موعودؑ نے کچھ آئندہ کی خبریں دیں اور بتایا کہ میری نسل میں سے ایسا لڑکا ہوگی جس کی ہیبت اس قدر ہوگی کہ گویا خدا آسمان سے انکی مدد کے لئے اتر آیا تو کیا ہوا۔ اس سے اور بھی آپ کی سچائی ثابت ہوگی اور اس وقت کے لوگ اس پیشگوئی کو پورا ہوتے دیکھیں گے اور مزہ اٹھائیں گے۔ ورنہ جیسا کہ میں لکھ آیا ہوں۔ یہ بیٹے کی پیشگوئی تو کسی ایک لڑکے کی نسبت ہے جو آپ کی نسل سے ہوگا۔ اور بڑی شان کا آدمی ہوگا اور خدا کی نصرت اس کے ساتھ ہوگی۔ اور یہ بھی ثابت کر آیا ہوں کہ حضرت اقدس کے الہامات میں ہی اس قسم کے استعارہ نہیں بلکہ پہلے نبیوں کے کلام اور قرآن و حدیث میں بھی ہیں کہ بیٹا کہا جاتا ہے اور مراد نسل میں سے کوئی آدمی ہوتا ہے (صفحہ ۴۸ تا ۵۱ صادقوں کی روشنی)

پھر اسی کتاب کے صفحہ ۳۴، ۳۵ میں جناب میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان فرماتے ہیں:۔

"کہ جب کبھی شرمناک بدعت اور فسق و فجور دنیا میں پھیل جاتے ہیں اور گناہوں سے دنیا بھر جاتی ہے . . . . یہ ایک زمانہ ہوتا ہے کہ دنیا خدا کی سلطنت کی بجائے شیطان کی سلطنت قبول کر لیتی ہے . . . . ایسے وقت میں خدا کی غیرت جوش میں آتی ہے۔ اس وقت بدی کو دور کرنے اور نیکی کو پھیلانے کے لئے خدا اپنے بندوں میں سے کسی کو چن لیتا ہے اور اپنا کلام اس پر نازل کرتا ہے اور اپنی رحمتیں اور برکتیں اس کے شامل حال کر دیتا ہے"

ان مندرجہ بالا سطور سے یہ ثابت ہوا کہ فساد و گمراہی کے ظلماتی زمانہ کے تدارک کے لئے خدا تعالےٰ کا مامور آتا ہے یا دوسرے لفظوں میں مصلح موعود بھی مامور من اللہ ہوگی۔ اور اس بات کا مدعی ہوگا کہ خدا نے مجھے اس زمانہ کا امام مقرر کیا ہے۔ حیرانی ہے کہ خلیفہ صاحب قادیانی تو خود اسبات کو مانتے ہیں کہ مصلح موعود مامور من اللہ ہوگا مگر ایک مولوی اللہ دتہ صاحب ہیں جو ایک غیر مامور کو خواہ مخواہ مصلح موعود بنانے کے درپے ہیں۔ ایک انصاف پسند کے لئے تو اتنا ہی کافی ہے۔ مگر اس کے ساتھ سب سے بڑھکر اس معاملہ میں خلیفہ صاحب قادیانی کی بے چارگی اور بت کی طرح بلکی خاموشی پر سخت تعجب ہے اور ان کی یہ حالت ہمارے اس یقین کو کمال تک پہنچا چکی ہے کہ خلیفۂ قادیانی ہرگز ہرگز مصلح موعود نہیں ہیں۔

رپورٹ جلسہ سالانہ وزیرآباد

از جناب الیس عبید اللہ صاحب سکرٹری جماعت وزیرآباد

وزیرآباد کا جلسہ بروز جمعہ مورخہ ۱۲ مارچ کو احمدیہ مسجد میں منعقد ہوا۔ نماز جمعہ اور خطبہ حضرت مولانا صدر الدین صاحب نے دیا آپنے حضرت صاحب کے دعوے کی صداقت کو پیش کیا۔ کافی لوگ جمع تھے۔ سب نے خطبہ کو از حد پسند کیا۔ شام کو پھر اسی مسجد میں جلسہ ہوا۔ شہر میں منادی کروادی گئی تھی۔ چار پانچ پانچ کے قریب لوگ جمع تھے پہلی تقریر جناب شیخ محمد یوسف صاحب گرنٹھی کی ہوئی۔ آپ نے فرمایا:۔ کہ موجودہ حالات اس بات کے مقتضی تھے کہ اللہ تعالےٰ ایک مامور کو مبعوث کرتا۔ سو اس رحیم نے اپنی خاص رحمت سے حضرت صاحب کو بھیجا تاکہ دنیا ان کے ذریعے فائدہ اٹھا سکے۔ آپ نے ثابت کیا۔ کہ یہ زمانہ واقعی ایک مجدد اعظم، مہدی اور مسیح موعود کی از حد ضرورت رکھتا تھا۔"

تقریر نہایت قابل تعریف تھی اور بہت مؤثر ثابت ہوئی۔ اس کے بعد مولانا احمد یار صاحب ایم اے۔ مولوی فاضل کی تقریر ہوئی۔ آپ نے قرآن مجید اور بزرگوں کے اقوال سے نہایت احسن طریق سے یہ ثابت کیا کہ حضرت صاحب ہی اس زمانہ کے مجدد اور مسیح موعودؑ ہیں۔ اس کے بعد چند سوالات لوگوں کی طرف سے کئے گئے جن کا حضرت مولانا صدر الدین صاحب نے نہایت خوبی کیساتھ جواب دیا اور لوگوں کی تسلی ہو گئی۔ ازاں بعد جناب شیخ محمد طفیل صاحب ایم کی تقریر ہوئی۔ آپ نے نہایت دلچسپ پیرایہ میں بیان فرمایا۔ کہ "میں کس طرح احمدی ہوا؟" تقریر بہت پسند کی گئی۔

اس سے اگلے جمعہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ تشریف لائے۔ نماز جمعہ اور خطبہ جمعہ آپ نے ہی دیا۔ نماز جمعہ کے بعد چند لوگوں نے سوالات کئے جن کے جوابات سن کر لوگ عش عش کر اٹھے اور دو اصحاب نے تو اسی وقت بیعت کر لی، اور لوگوں پر بھی نہایت عمدہ اثر ہوا۔ بیعت کنندگان اصحاب کے نام مندرجہ ذیل ہیں:۔

(۱) جناب میاں امام الدین صاحب وزیرآباد
(۲) جناب حاکم خانصاحب وزیرآباد۔

آئندہ امتحان دینیات

بجائے ۱۸ اپریل کے ۲ مئی کو ہوگا۔

پیغام صلح کی گذشتہ اشاعت میں امتحان دینیات کی تاریخ ۱۸ اپریل ۱۹۴۳ء کا اعلان کیا گیا تھا۔ مگر ان دنوں میں ہی بیرونی جماعتوں کے جلسے ہو رہے ہیں۔ اس وجہ سے تاریخ ملتوی کرکے ۲ مئی مقرر کر دی گئی ہے امیدواران امتحان دینیات درخواستہائے شمولیت امتحان ۲۵ اپریل تک مع اپنے مفصل پتہ کے بھیجدیں (عزیز بخش جائنٹ سکرٹری)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ❊ ندائے فتح نمایاں نام ما باشد

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا

ہفتہ وار ارگن

پیغامِ صلح

ایڈیٹر۔ ایس محمد آصف بی اے۔ جائنٹ ایڈیٹر۔ شیخ محمد انعام الحق

جلد ۳۱ | لاہور۔ یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۶ ربیع الثانی ۱۳۶۲ھ م۔ ۲۱۔ اپریل ۱۹۴۳ء | نمبر ۱۶

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں نہ نیا نہ پرانا
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آیندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب ہوگا

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بر و شد اختتام
آن کتاب حق کہ قرآن نام او
بادۂ عرفانِ ما از جام اوست
یک قدم دوری ازان روشن کتاب
نزد ما کفر است خسران و تباب

"ہندو سکھ ملاپ"

وہ لوگ جنہوں نے ہندو قوم کی تاریخ کو فلسفۂ عمرانیات کی روشنی میں مطالعہ کیا ہے وہ اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ ہندو ثقافت نے فاتح اقوام کو تحلیل کر کے انکی انفرادی ہستی کو ختم کر دیا اور وہ اصلاحی تحریکات بھی جو ہندو ثقافت کے بطن سے ذات پات کے بندھنوں کو ڈھیلا کرنے کے لئے اور مصیبت زدہ انسانوں کے دکھ کو کم کرنے کے لئے پیدا ہوئیں آہستہ آہستہ ہندو کلچر میں مدغم ہو گئیں آج کل ہندو سکھ ملاپ کے پردہ میں اس داستان کا اعادہ کیا جا رہا ہے موجودہ نازک حالات میں ہندوستان کی مختلف اقوام میں اتحاد یقیناً مفید ہے اور ہونا بھی چاہیئے، لیکن وہ اتحاد جس کے پردہ میں دوسری قوم کے عقیدہ اور کلچر کو معرض خطر میں ڈالنے کی کوشش کی جائے وہ یقیناً مفید نہیں اور نہ وہ اتحاد نتیجہ خیز ثابت ہو سکتا ہے۔ چنانچہ گذشتہ ماہ کھیڈی صاحب ضلع لدھیانہ میں ایک ہندو سکھ ملاپ کانفرنس منعقد ہوئی جس میں شاطر ہندو سیاست دانوں نے سکھوں کی مستقل مذہبی اور سیاسی حیثیت کو مٹانے کی کوشش کی ہے اور سکھوں کے اندرونی اختلافات سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی سعی کی ہے اور اس کانفرنس کی صدارت کیلئے کروڑپتی سیٹھ جگل کشور برلا کو تجویز کیا گیا۔ اس مذکورہ کانفرنس میں سکھ مذہب کے متعلق بعض ایسی باتیں کہی گئیں اور سکھوں سے کہلوائی گئیں جو سکھ مذہب کے سراسر منافی ہیں، مثلاً کہا گیا "ہندوؤں اور سکھوں کے تیوہار ایک نام ایک۔ ستھیا ایک گورو اور بزرگ ایک پھر ہم علیحدہ علیحدہ کیوں ایک ہی ماتا کے ہم سب مالک ہیں۔ ویدا اور جنیو کی رکھشا ہی کے لئے گوروؤں نے چمتکار دکھائے۔
(ملاپ ۲۷ مارچ ۴۳ء)

اور اس کے علاوہ کہا گیا "ہندوؤں اور سکھوں کے رسم و رواج تہذیب و تمدن، گورو دیوی دیوتا سب ایک ہیں" اور یہ بھی کہا گیا کہ گرو گرنتھ صاحب کے اندر گنگا اور ہری پرلاد وغیرہ کی کتھائیں درج ہیں جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ کسی غیر فرقہ کی کتاب نہیں آریہ دھرم سے الگ ہو کر اسکا (سکھ قوم کا) کوئی حصہ عارضی طور پر شاندار ترقی کر جائے لیکن آیندہ پچاس برس میں وہ زندہ نہیں رہ سکتا،" ان سب باتوں کے علاوہ گائے کی حفاظت پر بھی خاص طور پر زور دیا گیا۔

ان مذکورہ بالا بیانات سے جو مترشح ہوتا ہے اس کے متعلق ہم اپنی رائے نہیں دیتے بلکہ معزز معاصر شیر پنجاب کے ۱۱ اپریل کے لیڈنگ آرٹیکل سے دو ایک اقتباسات درج کرتے ہیں۔ معاصر موصوف رقمطراز ہے:۔

. . . . . .

"تمالصہ

پنتھ کا نام ہی اس امر کا بیّن ثبوت ہے کہ وہ بجائے خود ایک مذہب ہے۔ یہ کلپ برکش ہے کسی دوسرے درخت کی شاخ نہیں۔ اسے گورو نانک دیو نے لگایا اور باقی سنگوروؤں اور سکھ شہیدوں نے اپنے خون سے سینچا، ہمارا امرت، ہماری سنگت۔ ہماری پنگت ہماری ارداس (پرارتھنا) تعلیمی کا طریق اور شادی و غمی کی مراسم باقی اقوام سے نرالی ہیں۔ اس سوال کا مدت سے فیصلہ ہو چکا ہے اور اب گڑے مردے اکھاڑنے کے مصداق یہ ثابت کرنے کی کوشش فضول بلکہ نقصان دہ ہے۔ کہ سکھ ہندو ہیں۔ بالخصوص اس صورت میں جب کہ ملک کی سیاسیات میں بھی سکھوں کی پولیٹیکل انفرادیت مدت سے علیحدہ تسلیم کی جا چکی ہے۔ کوئی ہندو سکھوں کا نمائندہ منتخب نہیں ہو سکتا نہ کوئی سکھ ہندوؤں کا نمائندہ منتخب ہو سکتا ہے ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ہمارے بعض لیڈروں نے پولیٹیکل مصلحتوں کی بنا پر اس غلط فہمی کو پھیلنے دیا۔ گو انہوں نے خود یہ تسلیم نہ کیا کہ وہ ہندو ہی ہیں، آخر غلط فہمی اس حد تک پھیل گئی کہ خود ماسٹر تارا سنگھ جی کو بھی اس کے خلاف آواز بلند کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی جو تسلیم کرتے ہیں کہ مصلحتاً انہوں نے اب تک تردید نہیں کی ،،

اس کے بعد ماسٹر تارا سنگھ جی مشہور سکھ لیڈر کا ایک بیان درج ہے۔ ماسٹر تارا سنگھ جی ایک بیان میں جو اس مسئلہ پر آپ نے اخبار پرتاپ میں چھپوایا لکھتے ہیں:۔

"ملاپ" نے کہا کہ یہ بات پہلے مکالف صاحب نے اٹھائی تھی کہ سکھ ہندو نہیں ہیں یہ بالکل غلط ہے۔ ایسا بے بنیاد پروپیگنڈا ہندو اخبارات مدت سے کر رہے ہیں مکالف صاحب نے تو نوکری ہی ۱۹۰۵ء میں چھوڑی تھی۔ اور نوکری چھوڑنے کے بعد انھوں نے "سکھ دھرم" نامی پستک لکھی تھی اس سے بہت پہلے "ہم ہندو نہیں ہیں" نامی پستک بھائی کاہن سنگھ نے لکھی تھی۔ جہاں تک مجھے یاد ہے یہ پستک میں نے ۱۸۹۳ء میں پڑھی تھی اس پستک سے بھی پہلے خالصہ اخبار ایسے مضامین لکھا کرتا تھا۔ اس اخبار کے ایڈیٹر مشہور سکھ بھائی دت سنگھ تھے۔ یہ سوال تو سوامی دیانند جی کی زندگی میں ہی شروع ہو گیا تھا اور سوامی جی کا دیہانت ۱۸۸۵ء میں ہوا تھا۔ اس لئے یہ کہنا کہ یہ سوال مکالف صاحب نے اٹھایا تھا بالکل غلط ہے۔ میں لمبی بحث نہیں کرنا چاہتا۔ لیکن یہ کہنا چاہتا ہوں کہ سری گورو گوبند سنگھ جی نے خود لکھا ہے۔ کہ ہندو مسلمان دونوں سے علیحدہ خالصہ بنایا گیا ہے۔"

اسی بیان کے آخر میں ماسٹر تارا سنگھ جی لکھتے ہیں "میں ابھی کچھ دن یہ انتظار کروں گا۔ کہ یہ بحث بند ہو۔ ہم ہندو نہیں ہیں۔ اور اگر آپ ہمارے ہندو ہونے کے حق میں دلائل دینے شروع کر دیں گے تو ہم یہ دلائل دیں گے کہ سکھ ہندو نہیں ہیں، نتیجہ یہ نکلے گا کہ اس ناگوار بحث کا لامتناہی سلسلہ شروع ہو جائے گا۔

پنجاب کے ہندوؤں نے کئی جگہ اثر ڈال کر سکھوں کو تپت کیا ہے۔ باہر کے کسی ہندو نے کبھی ایسا نہیں کیا۔ اس لئے پنجابی ہندوؤں کا سکھوں کو ہندو کہنا ہمیں چیلنج کرنا ہے"۔

ان مذکورہ بالا بیانات کے تقابل سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ہندوؤں کی سکھوں کو اپنے اندر تمدنی اور مذہبی لحاظ سے جذب کرنے کی کوشش کس حد تک کامیاب ہے اور ہندوؤں کی طرف سے ملاپ کے پردہ میں سکھوں کی انفرادی حیثیت کو مٹانے کی سعی کہاں تک نتیجہ خیز ثابت ہوتی ہے۔

کیا یہ صحیح ہے؟

الفضل مورخہ ۱۳ اپریل نے معاصر احسان کی علمائے کرام سے استدعا کے جواب میں جو مقالہ افتتاحیہ لکھا ہے اسکے ضمن میں معاصر الفضل رقمطراز ہے:

"معاصر کو اس حدیث کی روشنی میں غور کرنا چاہیئے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ ہر ایک صدی کے سر پر ایک ایسے بندہ کو پیدا کرتا رہے گا جو اسکے دین کی تجدید کرے گا۔ پس جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ واضح ارشاد موجود ہے اور تجدید کی ضرورت بھی مسلم ہے۔ تو پھر کیا یہ تعجب کی بات نہیں کہ وہ خدا جو حامی دین اسلام ہے جس نے وعدہ کیا تھا کہ میں ہمیشہ تعلیم قرآنی کا نگہبان رہوں گا اور اسے سرد اور بے رونق اور بے نور ہونے نہیں دونگا وہ اس تاریکی کو دیکھ کر اور ان اندرونی و بیرونی فسادوں پر نظر ڈال کر چپ رہتا اور اپنے اس وعدہ کو یاد نہ کرتا جس کو اس نے اپنے پاک کلام میں متواتر طور پر بیان فرمایا۔ اور جس کا وعدہ اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا تھا۔"

کیا یہ صحیح ہے کہ معاصر الفضل کے نزدیک حضرت مسیح موعود آنحضرت صلعم کی حدیث مجدد کے ماتحت مبعوث

تعمیری پرنٹنگ پریس لاہور میں باہتمام شیر محمد اختر پرنٹر پبلشر چھپکر دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس سے شائع ہوا۔

شذرات

{ از محمد انعام الحق }

رسالہ "فرقان" کا "خلافت نمبر"

مولوی اللہ دتہ صاحب کے رسالہ "فرقان" کا "خلافت نمبر" جس کا اعلان کافی دنوں سے اور تیاریاں خدا جانے کب سے ہو رہی تھیں، گذشتہ ماہ زیور طبع سے آراستہ ہو کر شائع ہو گیا محمودیوں کے ہاں جناب میاں صاحب کی کوشش خواہش کے مطابق "خلافت" اور "خلیفہ" کی غالیانہ حمایت اور جماعت لاہور کی اندھا دھند مخالفت میں تقریر کی طرح تحریر کا بھی اخلاقی پابندیوں سے آزاد ایک خاص انداز رواج پا چکا ہے "خلافت نمبر" کے اکثر مضامین اور اس کی ترتیب و تدوین میں اس انداز کی پابندی کو پوری طرح ملحوظ رکھا گیا ہے۔ لہذا یہ پرچہ محمودی مذاق و معیار کے بالکل مطابق اور ان کے لٹریچر میں خاص مقام کا مستحق ہے ۔۔۔۔۔ امید ہے مولوی اللہ دتہ صاحب کی یہ سعی جناب خلیفہ صاحب اور ناظر صاحب کی خوشنودی کا باعث ہو گی۔

ہم اس پرچے کے لئے پیسے ضائع کرنے کا مشورہ تو نہیں دے سکتے لیکن جن احباب کو بلا قیمت مل جائے یا اتفاقاً کہیں ردی وغیرہ میں دستیاب ہو جائے وہ اسے بشرط فرصت پڑھیں اور دیکھیں کہ جماعتیں غلو میں مبتلا ہو کر کس قدر نامناسب طرز عمل اختیار کر لیتی ہیں غلط بیانیاں، مغالطہ انگیزیاں، سخت کلامیاں اور غلط و مضحکہ خیز دلائل کس طرح ان کا شعار بن جاتے ہیں ۔۔۔۔۔ یہ خلافت اپنے جواز و استحکام کے لئے ان چیزوں کی محتاج ہے اس کی حیثیت بالکل ظاہر ہے؛

ایک محمودی مولوی فاضل کی مغالطہ انگیزی

اس نمبر میں مرزا منور احمد صاحب مولوی فاضل کا ایک مضمون "جماعت احمدیہ کی تبلیغی مساعی ۔غیر مبائع اصحاب کے لئے غور کرنے کا مقام" کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ مولوی فاضل مضمون نگار صاحب نے بہت سی غلط بیانیاں فرماتے ہوئے ۔مندرجہ ذیل الفاظ میں جماعت لاہور کو غور و موازنہ کی دعوت دی ہے

"غیر مبائع اصحاب ذرا غور فرمائیں کہ جب سے انہوں نے مرکز احمدیت کو خیرباد کہا ہے انہوں نے کتنی تبلیغی مساعی کی ہیں اور ان کوششوں کا کیا نتیجہ نکلا ہے اور اس کے بالمقابل جماعت احمدیہ (محمودیہ) نے کیا کوشش کی اور اس کا کیا نتیجہ نکلا" (صفحہ ٥٦، ٥٧)

اس کے بعد اپنے ٣٠ دار التبلیغوں کی شاعرانہ فہرست دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ:-

"لنڈن مشن کے علاوہ یہ کل تینتیس تبلیغی مراکز ہیں جو اس خلافت فاروقی (سبحان اللہ) میں دوسرے ممالک میں کھولے گئے ہیں، اگرچہ جنگی اور ملکی حالات کے ماتحت ان دنوں بعض مشن ان مشنوں میں سے بند ہیں لیکن بہرحال تبلیغ احمدیت کے لئے یہ تینتیس مختلف لائنیں مقرر ہو چکی ہیں اور اپنے اپنے رنگ میں ان پر کام بھی ہو رہا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ اس ساری تبلیغ کے مقابل غیر مبائع اصحاب کی تبلیغی کوشش ملاحظہ ہو کہ انہوں نے ایک سپین مشن کی تحریک شروع کی، خوب پروپیگنڈا کیا، خوب دل کھول کر لوگوں کو ترغیب و تحریص دی مگر نتیجہ صاف ظاہر ہے۔ ۔ ۔ ۔ بھائیو! ذرا اپنی تبلیغی کوشش کا ہماری تبلیغی کوشش کے ساتھ موازنہ کرو" (صفحہ ٥٩)

دراصل اس مضمون کا مقصد بھی جماعت لاہور کو موازنہ و غور کی دعوت کی بجائے ناواقف لوگوں کو مغالطہ دینا ہے کہ ہم محمودیوں نے تو اتنے تبلیغی مراکز کھول رکھے ہیں اور ان کے مقابل جماعت لاہور نے صرف ایک سپین مشن کھولنے کی سعی کی جو بری طرح ناکام رہی (حالانکہ محض جنگ کی وجہ سے سپین مشن کے قیام میں تاخیر و التوا ہوا ہے) گویا کہ جماعت لاہور کے برلن مشن ۔جاوا مشن ۔ بغداد مشن ۔ ہالینڈ مشن ۔فیجی مشن وغیرہ کا تو خدانخواستہ وجود ہی نہیں۔ مولوی فاضل مضمون نگار صاحب ووکنگ کو اختلاف سے پہلے کا قائم شدہ قرار دے کر اس کا شمار نہیں کرتے، لیکن مذکورہ بالا مشنوں اور ان کے شاندار و روشن تبلیغی کارناموں کو وہ کس طرح اپنی غلط بیانیوں کی تاریکی پھیلا کر دنیا کی آنکھوں سے اوجھل کریں گے؟ واقعات و حقائق کا اس دیدہ دلیری کے ساتھ انکار محمودی مولوی فاضلوں کے سوا اور کس سے ممکن ہے۔

ایک مؤدبانہ گذارش

یہ تو زیر بحث مضمون میں بھی تسلیم کر لیا گیا ہے کہ ان ۳۳ تبلیغی مراکز میں سے کچھ بند ہیں لیکن بعض واقف کار لوگوں کا بیان ہے کہ اس فہرست کے اکثر مشن عالم خیال کی مخلوق یا برائے نام ہی ہیں ۔۔۔۔ خیر ہمیں اس بحث میں الجھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر یہ مشن فی الحقیقت قائم ہیں اور صحیح طریق پر خدمت دین کر رہے ہیں تو اس سے زیادہ خوشی کی بات اور کیا ہو سکتی ہے۔ اگر قائم نہیں تو اللہ تعالے محمودیوں کو ان کے قائم کرنے اور صحیح طریق پر خدمت دین انجام دینے کی توفیق دے ۔ آمین ثم آمین۔

ہاں یہ ارشاد کہ تینتیس ۳۳ لائنیں مقرر ہو چکی ہیں بیشک صحیح ہو گا۔ لائنوں کا کیا ہے یہ تو قصر خلافت میں دن رات مقرر ہوتی رہتی ہیں جناب خلیفہ صاحب اور ان کے رفقاء ان پر اپنے رنگ میں عمل بھی فرماتے ہوں گے۔ تینتیس ۳۳ لائنیں کیا تین سو لائنیں بھی فرمائیں تو ہمیں تسلیم کرنے میں عذر نہیں ہے۔ لیکن گذارش یہ ہے ان لائنوں کے مقرر ہونے اور ان پر اپنے رنگ میں کام کے نتائج و ثمرات کیا ہیں؟ ذرا وہ بھی تو ارشاد ہوں۔

مثلاً اختلاف کے معاً بعد انگریزی ترجمہ قرآن کریم کی اشاعت کے متعلق جناب خلیفہ صاحب نے ایک لائن مقرر فرمائی تھی اور اس پر اپنے رنگ میں کام کرتے ہوئے ڈھائی سال میں مکمل ترجمہ چھاپ دینے کا پرزور اعلان فرمایا گیا تھا۔ ہم مولوی فاضل مضمون نگار صاحب سے مؤدبانہ سوال کرتے ہیں کہ کیا یہ ترجمہ شائع ہو چکا ہے؟ اگر نہیں تو اس کی کیا وجہ۔ اس لائن کا طول تو ڈھائی سال ہی تجویز ہوا تھا اور آج قریباً تیس سال گذر گئے ہیں۔ علاوہ ازیں آپ نے اپنے جن تبلیغی مراکز کی فہرست پیش فرمائی ہے ان کے ذریعہ جونسی زبانوں میں قرآن کریم کے مکمل تراجم اور اسلام اور احمدیت کے متعلق مقامی زبانوں میں جو کتب شائع ہوئی ہیں ان کی بھی ایک مکمل فہرست چھاپ دی جائے اس کے بعد ہی بہتر طریق پر دنیا غور و موازنہ کر سکے گی۔ اگر محمودی خلافت و جماعت اپنے اندوختہ کی بے مائیگی کی وجہ سے ایسا کرنے سے عاجز ہے تو پھر انہیں خود اپنی حالت و مقام پر غور کرنا چاہیئے؛

تازہ مردم شماری کے نتائج

١٩٤١ء کی مردم شماری کے آخری مصدقہ اعداد و شمار شائع ہو چکے ہیں۔ جن میں مندرجہ ذیل اعداد خاص طور پر دلچسپ و قابل غور ہیں۔

(١) ہندوستان کی کل آبادی ٣٨٨٩٩٧٩٥٥ گویا گذشتہ دس سال میں قریباً پانچ کروڑ نفوس، کا اضافہ ہوا ہے ۔ جنوبی ہندوستان کے مقابلہ میں شمالی ہندوستان کی آبادی زیادہ بڑھی ہے۔

(٢) براعظم ہند میں کل ٦٥٥٨٩٢ دیہات ہیں اور ٢٧٠٣ قصبات ہیں۔ ٤٩٦٩٦٠٥٥ ۔افراد شہروں اور قصبات میں سکونت رکھتے ہیں باقی دیہات میں۔ ہندوستان کے بڑے شہروں کی تعداد ٥٨ سے زیادہ نہیں ہے۔ ان میں ٢٣ بالکل نئے ہیں۔

(٣) عورتوں اور مردوں کا مجموعی تناسب ٩٣٥ : ١٠٠٠ ہے۔ صوبہ مدراس اور اڑیسہ میں عورتوں کے مقابلہ میں مردوں کی تعداد کم ہے۔ اور شمالی ہندوستان میں زیادہ، پنجاب میں مردوں اور عورتوں کا تناسب ٨٤٧ : ١٠٠٠ ہے۔

(٤) پنجاب میں ٢٠٢ قصبے اور ٣٥٢٦٩ دیہات ہیں لاہور کی آبادی ٦٧١٦٥٩ تک پہنچ گئی ہے بالفاظ دیگر ١٨٩١ء کے بعد اب تک ٤٩٤٨٠٥ نفوس کا اضافہ ہوا ہے۔

(٥) پنجاب کے ہر دس ہزار نفوس میں سے ٥٧٠٧ مسلمان، ٢٦٥٧ ہندو، ١٣٢٢ سکھ ہیں اور بنگال کے ہر دس ہزار نفوس میں سے ٥٤٧٣ مسلمان اور ٤١٥٥ ہندو ہیں۔

الحمد للہ برادران وطن کی ظاہر و خفیہ کوششوں اور بے قاعدگیوں اور "حسابی کمالات" کے باوجود پنجاب و بنگال میں مسلمانوں کی اکثریت مردم شماری کے کاغذات میں بھی قائم رہی بلکہ اس میں قدرے اضافہ ہوا ہندوستان کی مجموعی آبادی مسلمانوں کا تناسب اس وقت پیش نظر نہیں ہے وہ بھی ضرور کچھ نہ کچھ بڑھا ہو گا۔ لیکن جیسا کہ ہم پہلے بھی کہہ چکے ہیں کہ صرف کثرت تعداد اور تناسب آبادی کی مسلسل ترقی قوموں کی ترقی اور باعزت خوشحال زندگی کی ضامن نہیں ہو سکتی ہے اس کے لئے صحیح تعلیم و تنظیم اور احساس ملی اعلیٰ اخلاق اور عمدہ اقتصادی و جسمانی حالت بھی ضروری ہے ۔۔۔۔ مسلمانان ہند ان نعمتوں سے بہت بڑی حد تک محروم اور اس لحاظ سے اپنے اکثر ہمسایوں سے پس ماندہ ہیں۔

علاوہ ازیں ایک اور بات جو ہماری جماعت کی خاص توجہ کی مستحق ہے یہ ہے کہ اس ذیلی براعظم میں کروڑوں نفوس ایسے ہیں جن تک تاحال اسلام کا پیغام صحیح طریق اور اصلی رنگ میں نہیں پہنچا ۔۔۔۔ یہ کام ہمیں کرنا ہے؛

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بخیریت سے ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

— حضرت مولینا صدر الدین صاحب جماعت احمدیہ جہلم کے سالانہ جلسہ میں شمولیت فرما کر واپس مرکز میں تشریف لے آئے ہیں۔

— حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب ابھی تک بیمار ہیں احباب سلسلہ کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ حضرت قبلہ ڈاکٹر صاحب کیلئے دعا ولل کو جاری رکھیں۔

— جناب مولانا مصطفیٰ خانصاحب ہر روز نماز عصر کے بعد مسجد احمدیہ بلڈنگس میں حضرت مسیح موعودؑ کی فارسی درثمین کا درس دیتے ہیں۔ درس نہایت عالمانہ، دلچسپ اور پر از معلومات ہوتا ہے احمدیہ بلڈنگس کے دوست نہایت شوق کے ساتھ اس درس میں شمولیت کرتے ہیں۔

— یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں خوشی سے سنی جائیگی کہ نجم النساء صاحبہ دختر منشی سعید احمد صاحب کا نکاح مورخہ ۲۰ مارچ کو میاں مفتاح گل صاحب کاکاخیل رئیس شیخ آباد کے ساتھ ڈیڑھ ہزار روپیہ حق مہر پر ہوا دعا ہے اللہ تعالے اس رشتہ کو طرفین کے لئے موجب برکت بنائے اس تقریب کی خوشی میں مبلغ ۳ روپے انجمن کو بطور عطیہ وصول ہوئے ہیں۔

— قاضی غلام رسول صاحب بی اے ۔ لاہور چھاؤنی نے ملازمت کی خوشی میں مبلغ پانچ روپے بطور عطیہ اشاعت اسلام انجمن کو دیتے ہیں اللہ تعالیٰ قاضی

حضرت مسیح موعودؑ اور مسلمانوں کی احیائی تحریکات

جماعت قادیان کی تین لاکھ کی پیشکش کہاں صرف ہوئی؟

جو لوگ اشاعت اسلام کا ولولہ لیکر تمہارے اندر آتے ہیں اُن کی قدر کرو

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ مورخہ ۱۶ اپریل ۱۹۴۳ء

وکاین من آیۃ فی السموات والارض یمرون علیہا وھم عنہا معرضون
(سورہ یوسف: ۱۰۵)

زمین و آسمان کے اندر صداقت کی نشانیاں ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ صداقت کی نشانیاں آسمان و زمین کے اندر بہت ہیں مگر لوگ خود ہی ان نشانوں کو دیکھنا نہیں چاہتے۔ بلکہ ان سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ یہ الفاظ صرف یہی نہیں کہ خدا کے منکروں پر صادق آتے ہیں کہ خدا کی ہستی کی نشانیاں موجود ہیں مگر وہ انکار کرتے ہیں یا صرف کفار پر صادق آتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلعم کی صداقت کی نشانیاں موجود ہیں مگر وہ خود ان سے منہ پھیر لیتے ہیں بلکہ خود مسلمانوں پر بھی صادق آتے ہیں کہ وہ اپنی آنکھوں سے صداقت کے نشانوں کو دیکھتے ہیں اور منہ پھیر لیتے ہیں۔

علمائے کرام کی خدمت میں استدعا گزشتہ پچاس سال سے جب سے حضرت مجدد وقت کا ظہور ہوا اگر آپ ایک سرسری نظر سے ہندوستان میں مسلمانوں کی تاریخ کو دیکھیں گے تو معلوم ہوگا کہ اس زمانہ کے مسلمان بھی اس آیت کے مصداق ہیں مسلمانوں کے اندر کبھی کبھی اشاعت اسلام کے لئے آواز اٹھتی ہے ابھی آپ نے تازہ پیغام صلح میں ایک اخبار سے منقول مضمون دیکھا ہوگا جس میں علمائے کرام کو کسی درد دل رکھنے والے مسلمان نے اشاعت اسلام کی طرف توجہ دلائی ہے اور یہ بتایا ہے کہ مسلمان ایسی سیاسی الجھنوں کے اندر پھنس گئے ہیں کہ ان کی خالص دینی اور تبلیغی تحریکات بھی بالآخر سیاست میں الجھ کر رہ جاتی ہیں اور بڑے بڑے علماء بھی اپنے اس فرض کی طرف توجہ نہیں کرتے کہ خدا کے نام کو دنیا میں پہنچائیں۔ وہ دوسرے لوگوں کی تقلید کرتے ہوئے اپنے آپ کو سیاست کے میدان میں پھنسا دیتے ہیں۔

ایسی آوازیں ہمیشہ صدا بصحرا ثابت ہوئیں یہ آواز کوئی اثر پیدا کرے گی خدا بہتر جانتا ہے ہمارے تو دل کی تڑپ ہے کہ اللہ تعالےٰ ایسی آوازوں میں کوئی اثر پیدا کرے جو مسلمانوں کو ان کے فریضہ کی طرف توجہ دلانے کے لئے اٹھتی ہیں گو جو واقعات ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں وہ کیا ہیں کہ جب کبھی ایسی آواز اٹھی یا تو وہ صدا بصحرا کی مصداق ہوگئی یا کبھی اس نے کوئی حرکت پیدا ہوئی تو وہ حرکت چند دنوں کے اندر تھوڑا سا اثر دکھا کر مفقود ہوگئی۔

ایک معاند مؤرخ کا اعتراف "ولیم میور" اسلام کا ایک معاند مؤرخ ہے، اس نے حضرت نبی کریمؐ کے ظہور کے متعلق ایک بات بڑی پتے کی لکھی ہے اُس نے لکھا ہے کہ لوگ بعض وقت یہ کہہ دیتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریک اسلئے مقبول ہوگئی کہ عرب کے لوگ اور ان کے اردگرد کے حالات ایسے ہوگئے تھے کہ ان حالات میں کوئی آواز بھی ایسی اٹھتی تو وہ مقبول ہوجاتی اس نے لکھا ہے کہ یہ جھوٹ ہے، عرب کو بیدار کرنے کے لئے یہودیوں نے زور لگایا اور وہ ناکام رہے، عرب کو بیدار کرنے کے لئے عیسائیوں نے زور لگایا اور وہ ناکام رہے اور پھر عرب کے اندر سے حنیفیت کے نام سے ایک تحریک اٹھی اگر واقعی عرب کا ماحول ایسا ہوگیا تھا کہ وہ کسی ایسی تحریک کو قبول کرنے کے لئے تیار تھا تو یہ تحریک ضرور کامیاب ہوتی مگر وہ کامیاب نہیں ہوئی یہاں تک کہ محمد رسول اللہ کی روحوں کو بیدار کرنے والی آواز کانوں میں پڑی اور اس آواز نے ملک عرب کے اندر ایسی بیداری پیدا ہوئی کہ جس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی۔

مسلمانوں کی ناکام تحریکیں یہ ایک دشمن اسلام کو بھی نظر آجاتا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ مسلمانوں کی آنکھیں بند ہیں، تبلیغ کے لئے ولولہ تو پیدا ہوجاتا ہے مگر ایک سرسری نگاہ انہیں یہ نہیں بتاتی کہ اس قسم کی کتنی تحریکیں اٹھی ہیں اور ان کی پشت پر مسلمانوں کی قوت تھی مگر یہ تحریکات یکے بعد دیگرے باوجود مسلمانوں کی ساری طاقت ان کی پشت پر ہونے کے بیٹھتی چلی گئیں، کتنی تحریکات سیاسی رنگ کی اور کتنی نیم سیاسی رنگ کی ہماری آنکھوں کے سامنے اٹھیں اور ایک وقت ایسا نظر آتا تھا کہ وہ مسلمانوں پر چھاگئی ہیں اور مسلمانوں کے دل پھر گئے ہیں مگر یہ تحریکات سب سطحی تھیں اور سب مٹ گئیں۔

باوجود شدید مخالفت کے تحریک احمدیت نہ مٹ سکی مگر کیا وجہ ہے کہ وہ تحریک جس کو اس صدی کے مجدد نے پیدا کیا تھا اور جس کی مخالفت غیر مسلموں ہی نے نہیں کی بلکہ مسلمانوں نے بھی کی اور پھر ایک دفعہ نہیں بلکہ دو دفعہ یہ مخالفت تحریک احمدیت کو نیست و نابود کرنے کیلئے اٹھی ایک حضرت صاحب کی زندگی میں، اور ایک سنہ ۱۹۳۰ء کے قریب، فی الواقعہ ۱۹۳۰ء کے قریب جو مخالفت احمدیت کو مٹانے کے لئے اٹھی اس مخالفت میں بھی مسلمانوں نے اپنی پوری قوت کو صرف کیا اگر آپ اس زمانہ کے اخباروں کو دیکھیں گے تو آپ کو نظر آجائے گا کہ تمام روزناموں کے صفحات احمدیت کو مٹانے کے لئے وقف ہیں مگر باوجود اتنی شدید مخالفت کے یہ تحریک نہ مٹ سکی اور باقی تحریکات باوجود قوت کے پنپ نہ سکیں۔

یہ تحریکات کامیاب نہیں ہو سکتیں یاد رکھیں یہ تحریکات کامیاب نہ ہوسکیں گی جب تک کہ اس مجدد کے دامن کو نہ پکڑیں جس کو اللہ تعالےٰ نے اس کام کے لئے مامور کیا اس میں شک نہیں کہ خود اس جماعت کے اندر دو گروہ نظر آتے ہیں اور لوگوں کے لئے ان دو کا ہونا کچھ مشکلات کا موجب ہوگیا ہے مگر یہ مشکلات ان لوگوں کے لئے ہیں جو سمجھنا نہیں چاہتے۔

روحانی اسلحہ خانہ میں اس وقت عقائد کی بحث میں نہیں جانا چاہتا۔ مگر اس کی کیا وجہ ہے کہ ایک جماعت باوجود اپنی کثرت کے اشاعت اسلام کا کام نہ کرسکی، اور دوسری قلیل جماعت باوجود اس کثیر جماعت کی بھی مخالفت کے اشاعت اسلام کا کام کرنے میں کامیاب ہوگئی اور خدا نے نہ صرف یہ کہ اس جماعت کو قائم رکھا بلکہ اس کے ہاتھ سے وہ کام لیا جو اشاعت و تبلیغ کا واحد کام ہے۔ غور کرکے دیکھ لیجئے کہ اگر اسلام نے دنیا میں پھیلنا ہے تو وہ ہتھیار جن کے ذریعہ سے اسلام نے کامیاب ہونا ہے وہ ہتھیار کہاں سے ملیں گے وہ واقعی جماعت احمدیہ لاہور سے ملیں گے یہ روحانی اسلحہ خانہ ہے ان لوگوں کے لئے جو اشاعت اسلام کرنا چاہتے ہیں۔

جماعت قادیان کے دو حصوں پر روحانی موت

کیا وجہ ہے؟ کہ اس کثیر جماعت کے سامنے سے یہ مقاصد اٹھ گئے، بعض دفعہ وہاں بھی ولولہ اٹھتا ہے، ابھی تازہ خطبہ الفضل مورخہ ۴/۱ اپریل میں نے دیکھا ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ تین قسم کے لوگ جماعت قادیان میں ہیں" ایک ۔ تو وہ جو صرف احمدیوں سے مشابہت رکھتے ہیں جیسے انسان نماجوان ہوتے ہیں ان لوگوں کی حالت بالکل یہی ہے کہ کھایا پیا اور سو رہے یا زیادہ سے زیادہ کوئی چندہ دیتے آیا تو بھی دیا ان کی روحیں مردہ ہیں اور انہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے مشن سے اس سے زیادہ دلچسپی کوئی نہیں وہ بالکل مردے ہیں، گویا غیر احمدیوں کے قبرستان سے بعض مردے اٹھا کر احمدیوں کے قبرستان میں ڈال دیئے گئے ہیں" میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس قبرستان سے مراد بہشتی مقبرہ ہے یا وہ قبرستان خود جماعت قادیان ہے۔ دوسرے حصہ کے متعلق کہتے ہیں اگر وہ اتنا تو سمجھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے عظیم الشان کام کیلئے پیدا کیا ہے ...... اور احمدیت کا مقصد صرف یہ ہے کہ دوسروں کے ہاتھوں سے حکومت لیکر احمدیوں کے حوالہ کر دی جائے ......
ایسے لوگ بھی درحقیقت مردہ ہیں اور انھوں نے بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اصل مقام کو نہیں سمجھا، انہیں یہ معلوم نہیں کہ محمود کو تخت سے ہٹا کر خیرو کو اس کی جگہ بٹھا دینے کے لئے اللہ تعالےٰ کی طرف سے انبیاء نہیں آیا کرتے۔ ایسی حکومتیں جو دین سے بے بہرہ ہیں اور جن کے حکمران جاہل اور ظالم ہیں انکو مٹا کر ان کی جگہ ویسے ہی ظالم اور جاہل احمدیوں کو حکمران بنا دینا احمدیت کا مقصد نہیں،،

تیسرا گروہ تیسرے گروہ کے متعلق کہتے ہیں وہ ایسا گروہ ہے جو صحیح بات کو سمجھتا ہے کہ یہ انقلاب جس کی طرف حضرت مسیح موعودؑ نے بلایا تھا وہ خیالات کا انقلاب ہے اس کا سلطنت سے کوئی تعلق نہیں اور درأصل یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے احمدیت کے مفہوم کو سمجھا ہے۔ یہ جماعت کے تین گروہ بتاتے ہیں کہ اس جماعت کی قوت اس حقیقت سے جسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام لائے تھے کس قدر ہٹ چکی ہے۔

کیا حضرت صاحب کے زمانہ میں بھی یہی حالت تھی؟ ذرا غور کیجئے کہ دو گروہ جنہیں روحانی مردے قرار دیا گیا ہے یہ حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں تھے میں کہتا ہوں ہرگز نہیں تھے اور اس کے ثبوت میں جماعت احمدیہ لاہور کو پیش کرتا ہوں جس کا مقصد صرف اشاعت اسلام ہے اسی انقلاب کو پیدا کرنے کے لئے حضرت مسیح موعودؑ آئے تھے چھوڑ دو عقائد کی بحث کو حضرت مسیح موعودؑ جس غرض کے لئے آئے تھے اس غرض کو صرف جماعت لاہور پورا کر رہی ہے اس لئے یہی جماعت حضرت صاحب کی حقیقی جانشین ہے۔

فلاسفروں کے معلمین اس کے علاوہ خطبہ میں کہتے ہیں
"احمدیت کے دنیا میں غالب آجانے کے معنی یہ ہیں کہ یورپ، امریکہ، جاپان، چین، غرضیکہ دنیا کے ہر ملک کے بڑے بڑے مؤرخ، فلاسفر، سائنسدان لائے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ یہ تمہارے شاگرد ہیں ان کو پڑھاؤ" میں کہتا ہوں کہ ان احمدیوں کا شاگرد بنایا جائے گا جو دنیا پر گرے ہوئے ہیں جاکر قادیان میں دیکھو کہ کارخانے ہیں اور حکومت کا شوق ہے اور شان و شوکت کا اظہار ہے۔

قادیانی مبلغین کے متعلق میاں صاحب کا بیان یہ تو اب انہوں نے جماعت کے تین حصے کئے ہیں لیکن دو چار سال پہلے کے خطبوں کو دیکھ لیں اپنی جماعت کے مبلغین کے متعلق میاں صاحب نے کہا تھا، میں نے ان کے دماغوں کو ٹٹول کر دیکھا ان کے اندر عقل کا نام و نشان نہ تھا اور ایک مثال دی ہے جیسے دو مراثی ہوتے

بھی مجھے افسوس ہوتا ہے، کہ میں نے انہیں سؤر دلا کی طرح پایا انہیں پتہ نہیں تھا کہ تبلیغ کس کا نام ہے۔ کیا ان فلاسفروں کے معلمین انہیں مبلغین میں سے پیدا ہوں گے، اور تیس سال کی تعلیم کے بعد جو مبلغ پیدا ہوئے ان کا خیال ہے کیا یہی لوگ فلاسفروں کے معلم بنائے جائیں گے؟۔

باوجود مشکلات کے ہماری جماعت اس مقصد پر قائم رہی

خدا کا فضل ہے کہ ہماری جماعت باوجود اس کے کہ اس کے راستہ میں بڑی بڑی [illegible] ہیں اپنے مقصد پر مضبوطی سے قائم رہی۔ [illegible] "نان کوآپریشن" (عدم تعاون) کا زمانہ جب ایک نعرہ پر سکول اور کالج بند ہو جاتے تھے اس وقت صرف اسی جماعت نے اس کا مقابلہ کیا اور اپنے پاؤں پر کھڑی رہی اور اپنی توجہ کو دوسری طرف نہیں جانے دیا۔

قرآن مجید اور ہماری جماعت

خوب یاد رکھیں اس مقصد پر قائم رہنا بڑا کام ہے۔ بیشک ہم میں کمزوریاں ہیں لیکن ایک خدمت جو اس جماعت نے کی ہے وہ یقیناً بہت بڑی خدمت ہے اور وہ یہ ہے کہ اشاعت اسلام کے لئے ایک جماعت کو مضبوط کر دیا۔ یہی وہ جماعت ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں آتا ہے ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر۔

وہ جماعت آپ کی اس جماعت کے سوا دنیا میں کہیں نظر نہیں آئے گی جس کی غرض خالص تبلیغ اسلام ہو۔ خدا تعالیٰ نے نہ صرف اس جماعت کو قائم کر دیا ہے بلکہ اسکی بنیادیں بھی مضبوط کر دی ہیں۔

تین لاکھ کی تھیلی پر اسقدر فخر

الفضل مورخہ ۱۵ اپریل میں بڑے فخر کے ساتھ اس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ آریہ پرادیشک پرتی ندھی سبھا کی گولڈن جوبلی کے لئے فیصلہ کیا گیا تھا کہ جوبلی سے پہلے وید پرچار کے لئے دو لاکھ روپیہ فراہم کیا جائے اس پر ان میں سے ایک شخص نے وعدہ کیا کہ اگر ۱۳ اپریل تک اس فنڈ میں ایک لاکھ روپیہ جمع ہو گیا تو وہ ایک لاکھ روپیہ خود دے گا چنانچہ اسی تفصیل کے مطابق دو لاکھ روپیہ جمع ہو گیا اس پر قادیان کے اخبار نے لکھا ہے "اس میں شک نہیں کہ یہ کامیابی کی اچھی مثال ہے لیکن یہ مثال اس فرق کو واضح کرتی ہے جو جماعت احمدیہ اور دوسری مذہبی تحریکات میں ہے ۱۹۳۹ء میں خلافت ثانیہ کی سلور جوبلی کے موقعہ پر جماعت احمدیہ نے اپنے مقدس امام کی خدمت میں تبلیغ و اشاعت اسلام کے لئے تین لاکھ روپیہ پیش کیا تھا کون نہیں جانتا کہ جماعت احمدیہ ایک غریب جماعت ہے ہندو قوم کے ساتھ دولت و ثروت کے لحاظ سے اسے کوئی نسبت ہی نہیں وغیرہ وغیرہ"

وہ تھیلی کہاں گئی

ہم نے گم ہو گئی لیکن میں کہتا ہوں کہ وہ تھیلی جو تبلیغ اور اشاعت اسلام کے لئے پیش ہوئی تھی وہ کہاں گئی کیا وہ قرآن کو دنیا میں پہنچانے کے لئے اکٹھی ہوئی تھی جس طرح آریوں نے وید پرچار کے لئے اکٹھی کی ہے؟ اگر ایسا ہوا تھا تو اس تین لاکھ سے کتنے ہزار کاپی قرآن شریف کی دنیا میں پہنچائی گئی ہے؟ اور اگر یہ نہیں ہوا تو سر آغا خاں کی جوبلی کے موقعہ پر اس سے بہت زیادہ روپیہ جمع ہو گیا تھا، صرف روپے کا جمع کرلینا کوئی کام نہیں سوال یہ ہے کہ قرآن کو دنیا میں پہنچانے کا کام کتنا ہوا جو حضرت مسیح موعودؑ کے آنے کی اصل غرض تھی۔

اشاعت اسلام کیلئے روپیہ کہاں جمع ہو رہا ہے

میں نے گذشتہ خطبہ جمعہ میں کہا تھا کہ اشاعت اسلام کا کام صرف ایک ہی جگہ رہ گیا ہے، حضرت صاحب نے الوصیت کے آخر میں کیا ہی خوب الفاظ فرمائے ہیں "میں یہ نہیں چاہتا کہ تم سے کوئی مال لوں اور اپنے قبضہ میں کروں بلکہ تم اشاعت دین کے لئے ایک انجمن کے حوالہ اپنا مال کرو گے اور بہشتی زندگی پاؤ گے"۔ اب دیکھ لو کہ اشاعت دین کیلئے کہاں روپیہ جمع ہو رہا ہے۔ قادیان میں لاکھوں روپیہ وصیت کا جمع ہو چکا ہے وہ لاکھوں روپیہ کہاں گیا وہ سارا انہی حویلیوں کے اندر صرف ہو گیا جو قادیان کے اندر لگے ہوئے ہیں، کاش اس روپیہ کو اشاعت اسلام کے مقصد پر صرف کرنے کے لئے مستقل سرمایہ بنایا جاتا تو اسکی آمدنی سے کئی مشن مستقل طور پر چل جاتے، ہر وقت خلیفہ، خلیفہ، خلیفہ کی رٹ لگ رہی ہے، جب اصل کام کی طرف توجہ نہ رہی تو اصل خلافت کو ہم کیا کریں جانشینی کو کام میں تلاش کرو۔

اشاعت اسلام کیلئے لوگوں کا قدم مشکل سے اٹھتا ہے

اشاعت اسلام بڑا بلند مقصد ہے۔ اس کے لئے بڑی مشکل سے لوگوں کا قدم اٹھتا ہے یہ کام اس وقت ہوتا ہے جب دلوں میں یہ ایمان موجود ہو کہ یہ کام ہو کر رہنے والا ہے۔ یہی وجہ ان انجمنوں کی ناکامی کی ہے جو اشاعت اسلام کے لئے اٹھیں مگر اللہ کر رہ گئیں، آج بھی ہماری طرف لوگ کیوں تھوڑے آتے ہیں اسلئے کہ ہمتیں پست ہیں اور وہ مقصد بہت بلند ہے جس کے لئے لوگوں کو بلایا جاتا ہے مگر باوجود مسلمانوں پر جمود کی حالت کے پھر بھی کچھ لوگ نکل آتے ہیں جن کے دل میں تبلیغ اور اشاعت اسلام کا ولولہ ہوتا ہے۔

اشاعت اسلام کا جذبہ رکھنے والوں کی قدر کرو

ہر شخص تو جو تمہارے اندر اس مقصد کو لیکر آتا ہے اسکی قدر کرنا سیکھو اگر تمہیں کمزوریاں بھی اس کے اندر نظر آئیں لیکن اشاعت اسلام کا جذبہ اس میں ہے تو اس کی قدر کرو۔ ذرا ذرا سی نفسانی اغراض بعض وقت سامنے آکر اس کام کو بگاڑ دیتی ہیں، میں پھر کہتا ہوں کہ جو شخص اشاعت اسلام کی تڑپ لیکر تمہارے اندر آتا ہے اسکی قدر کرو یہ جماعت بن نہیں سکتی جب تک تمہارے اندر یہ بات نہ ہو ؏

یوپی بنگال اور بہار کے احمدی توجہ فرمائیں

علاقہ یوپی کے احمدی دوستوں نے یہ خواہش ظاہر کی ہے کہ صوبہ یو۔پی۔ بہار اور بنگال کے احمدی احباب کے اسمائے گرامی اور پورے پتے اخبار "پیغام صلح" میں شائع کئے جائیں تاکہ ان علاقوں کے تمام احباب کو ایک دوسرے سے تعارف ایک دوسرے سے میل جول اور تعلقات و روابط بڑھانے کا موقع ملے اور باہر سے جو دوست ان علاقوں میں جائیں وہ بھی اپنے احباب سے مل کر اس روحانی تعلق کو جو حضرت مسیح موعودؑ نے ہمارے درمیان پیدا کیا ہے۔ زیادہ استوار کر سکیں۔

یہ خواہش حضرت مسیح موعودؑ کے منشاء کے عین مطابق ہے۔ آپ نے ایک اشتہار میں اپنی بیعت کے فوائد و منافع کا ذکر کرتے ہوئے یہ تحریر کیا ہے۔

"بعض فوائد و منافع بیعت جو آپ لوگوں کے لئے مقدر ہیں اس انتظام پر موقوف ہیں کہ آپ سب صاحبوں کے اسمائے مبارکہ ایک کتاب میں بقید ولدیت سکونت مستقل و عارضی اور کسی قدر کیفیت کے (اگر ممکن ہو) اندراج پاویں اور پھر جب وہ اسمائے مندرجہ کی تعداد موزوں تک پہنچ جائیں تو ان سب ناموں کی ایک فہرست تیار کر کے اور چھپوا کر ایک ایک کاپی اس کی تمام بیعت کرنے والوں کی خدمت میں بھیجی جائے ...... اور ظاہر ہے کہ ایسی کتاب کا مرتب شائع ہونا جس میں تمام بیعت کرنیوالوں کے نام و دیگر پتہ و نشان درج ہوں انشاءاللہ القدیر بہت ہی خیر و برکت کا موجب ہوگا، از انجملہ ایک بڑی عظیم الشان بات یہ ہے کہ اس ذریعہ سے بیعت کرنے والوں کا بہت جلد باہم تعارف ہو جائے گا اور باہم خط و کتابت کرنے اور افادہ و استفادہ کے وسائل نکل آئیں گے اور غائبانہ ایک دوسرے کو دعائے خیر سے یاد کریں گے اور نیز اس باہمی شناسائی کی رو سے ہر ایک موقعہ و محل پر ایک دوسرے کی ہمدردی کر سکیں گے اور ایک دوسرے کی غمخواری میں یاران موافق و دوستان صادق کی طرح مشغول ہو جائیں گے اور ہر ایک کو ان میں سے اپنے ہم ارادت لوگوں کے ناموں پر اطلاع پانے سے معلوم ہو جائے گا کہ اس کے روحانی بھائی دنیا میں کس قدر پھیلے ہوئے ہیں اور کن کن خداداد صفات سے متصف ہیں"۔

یہ مامور الٰہی کا ارشاد ہے جس کے ہاتھ پر آپ لوگوں نے بیعت کی ہوئی ہے۔ اور جس کے سلسلہ میں آپ شامل ہیں۔ اس پاک ارشاد کی تعمیل کی آج بھی ویسی ہی ضرورت ہے جیسی کہ پہلے دن تھی۔ اس لئے ہمارے یو۔پی۔ کے دوست نے جس خواہش کا اظہار کیا ہے، اس کا پورا کرنا ہر دوست کا فرض اولین ہے فی الحال میں اس دوست کی خواہش کے مطابق صرف یوپی بنگال اور بہار کے احباب کو توجہ دلاتا ہوں اور ان سے مستدعی ہوں کہ وہ اپنے اور اپنے علاقہ کے دوسرے احمدی احباب کے نام اور پورے پتے لکھکر ذیل کے پتہ پر بھیجدیں، تاکہ ان کی اشاعت سے ان علاقوں اور دوسرے مقامات کے احمدی احباب کو ایک دوسرے کا علم اور واقفیت حاصل ہو سکے۔ والسلام۔

خاکسار

شیخ محمد عبداللہ۔ جنرل سکرٹری

؏ میں جہاں مسلمانوں کو یہ کہتا ہوں تمہیں بھی کہتا ہوں کہ کہیں تم بھی اس آیت کا مصداق نہ ہو جائیں۔ وکاین من ایۃ فی السموات والارض یمرون علیھا وھم عنھا معرضون۔

اشاعت اسلام کے بلند مقصد کو زندہ رکھو

اس وقت تبلیغ اسلام کی طرف توجہ دلانے کے لئے اللہ تعالیٰ کے بڑے بڑے نشان ظاہر ہو رہے ہیں ایسا نہ ہو کہ انکو دیکھنے کے باوجود ہماری نظر اس بلند مقصد سے ادھر ادھر ہو جائے۔ اس ولولہ کو اپنے اندر بھی پیدا کرو اور اپنی آنے والی نسلوں کے اندر بھی پیدا کرو اور جہاں تمہاری اپنی کوشش کامیاب نظر نہ آتی ہو وہاں خدا کے آگے گر جاؤ اور اس کے حضور عرض کرو رب اجعلنی مقیم الصلوۃ ومن ذریتی اے خدا تو مجھے بھی اعلائے کلمۃ اللہ کی تڑپ عطا فرما اور میری اولاد میں بھی یہ تڑپ پیدا کر ؏

کیا محدثین والی نبوۃ کے دعویٰ کو حضرت مسیح موعودؑ نے کبھی تبدیل کیا

از محترم جناب شیخ عبدالرحمن صاحب مصری

جناب میاں صاحب مکرم کے تبدیلی دعویٰ کے متعلق مختلف اقوال

جناب میاں صاحب مکرم فرماتے ہیں کہ ایک وقت تک حضرت اقدس مسیح موعودؑ اپنے آپ کو امت محمدیہ کے اولیاء کی جماعت کا ایک فرد سمجھتے رہے اور دنیا کے سامنے اسی عقیدہ کا اظہار فرماتے رہے لیکن بعد میں حضورؑ پر یہ انکشاف ہوا کہ حضورؑ اولیاء اور محدثین امت محمدیہ سے بڑھکر انبیاء علیہم السلام کی جماعت کے فرد ہیں چنانچہ اس انکشاف پر حضورؑ نے اپنے متعلق یہ اعلان کر دیا کہ آیندہ حضورؑ کو جماعت انبیاء کا فرد سمجھا جائے اس پر طبعاً یہ سوال پیدا ہوا کہ حضورؑ پر یہ انکشاف کب ہوا اور حضورؑ نے کب اسکا اعلان فرمایا جناب میاں صاحب مکرم نے اس انکشاف کے وقت کی تعیین کے لئے مختلف بیانات شائع کئے ہیں ان میں سے ایک بیان میں انہوں نے مکرمی مخدومی حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کے ایک خطبہ کو جو ۱۷ اگست ۱۹۰۰ء کو دیا گیا تھا اس انکشاف کی ابتدا قرار دیا گذشتہ قسط میں میں نے اس پر مفصل بحث کرتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ یہ خطبہ کسی صورت میں بھی اس انکشاف کی ابتداء نہیں قرار دیا جا سکتا اب اس قسط میں میں اللہ تعالےٰ کی مدد اور توفیق سے یہ ثابت کرتا ہوں کہ دیگر اوقات بھی جو اس غرض کے لئے انہوں نے مقرر کئے ہیں اس انکشاف کی ابتدا نہیں قرار دے جا سکتے، لیکن اصل مضمون کو شروع کرنے سے قبل میں ان تمام مختلف اقوال کو جو جناب میاں صاحب مکرم نے اپنی کتاب "حقیقۃ النبوۃ" میں تحریر فرمائے یا بعض خاص مواقع پہ بیان فرمائے ہیں ذیل میں درج کر دینا ضروری سمجھتا ہوں تا احباب کرام پر روز روشن کی طرح یہ ظاہر ہو جائے کہ جناب میاں صاحب مکرم کسی ایک وقت پر بھی علیٰ وجہ البصیرۃ قائم نہیں بلکہ جو کچھ آپ اس بارے میں فرماتے ہیں اس کی بناء محض اٹکل بازی پہ ہے نہ کہ کسی تحقیق پر۔

پہلا قول } "حقیقۃ النبوۃ" کے صفحہ ۳۹ پر فرماتے ہیں:- "لیکن ۱۹۰۰ء کے بعد آپ کو (یعنی حضرت مسیح موعودؑ کو) یہ خیال بدلنا پڑا"۔ ان الفاظ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جناب میاں صاحب مکرم کے نزدیک ۱۹۰۰ء کے آخر تک حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے خیال میں قطعاً کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی تھی اور حضورؑ پر یہ انکشاف ہرگز نہیں ہوا کہ حضورؑ محدثین والی نبوت کے حامل نہیں بلکہ انبیاء والی نبوت کے حامل ہیں۔

دوسرا قول } پھر اسی کتاب کے صفحہ ۵۵ پر اپنے اسی خیال کی تائید میں فرماتے ہیں:- "اللہ تعالےٰ کے فضل سے ثابت کیا ہے کہ اس عقیدہ میں ۱۹۰۰ء کے بعد تبدیلی ہوئی اور سب سے آخری کتاب جس میں پہلے عقیدہ کا اظہار کیا گیا تھا تریاق القلوب ہے جو ۱۸۹۹ء کی ہے اور جو بعض موانعات کی وجہ سے ۱۹۰۲ء میں شائع ہوئی پس مسئلہ نبوت کے متعلق جب بحث ہو تو ہمیں ان تحریرات کو اصل قرار دینا ہوگا جو ۱۹۰۱ء سے لیکر وفات تک شائع ہوئیں"۔ پہلی عبارت کی طرح عبارت مندرجہ بالا سے بھی یہ بات واضح طور پر ثابت ہو رہی ہے کہ جناب میاں صاحب مکرم کے نزدیک ۱۹۰۰ء میں حضرت اقدسؑ پر یہ انکشاف ہرگز نہیں ہوا کہ حضورؑ درحقیقت انبیاء کے گروہ میں شامل ہیں لیکن اس کے علاوہ اس عبارت میں ایک مزید امر یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضورؑ نے ۱۹۰۰ء کا سال اس بارے میں بالکل خاموشی سے گذارا ہے یعنی اس سال میں نہ تو حضورؑ نے اپنے پہلے عقیدہ کا یعنی اس بات کا کبھی اظہار کیا کہ حضورؑ جماعت اولیاء کے فرد ہیں اور نبوۃ کا لفظ جو حضورؑ کے لئے احادیث میں یا حضورؑ کے الہامات میں آیا ہے اس سے مراد وہ نبوۃ ہے جو محدثین کو ملا کرتی ہے۔ اور جس کا حامل کرنیوالا درحقیقت غیر نبی ہوتا ہے اور نہ ہی حضورؑ نے اس عقیدہ کا اظہار کیا جو جناب میاں صاحب مکرم کے نزدیک حضورؑ نے نیا اختیار کیا تھا یعنی یہ کہ حضورؑ نبیوں والی نبوت کے حامل ہیں کیونکہ اس عبارت میں جناب میاں صاحب مکرم نے پہلے عقیدہ کے اظہار کی آخری حد ۱۸۹۹ء قرار دی ہے اور دوسرے عقیدہ کے اختیار کرنے کی ابتداء ۱۹۰۱ء کو ٹھیرایا ہے جس سے وہ نتیجہ جو میں نے نکالا ہے کہ جناب میاں صاحب مکرم کے نزدیک ۱۹۰۰ء کا سال خاموشی سے گذارا ہے بالکل درست ثابت ہو رہا ہے چنانچہ اس کی مزید تائید ان کی اس عبارت سے بھی ہوتی ہے جو صفحہ ۱۳۱ پر درج ہے آپ فرماتے ہیں:-

تیسرا قول } "۱۹۰۰ء ایک درمیانی عرصہ ہے جو دونوں خیالات کے درمیان برزخ کے طور پر حد فاصل ہے"۔

چوتھا قول } چنانچہ اس امر کا مزید ثبوت کہ جناب میاں صاحب مکرم کے نزدیک حضورؑ نے اپنے مقام کے متعلق نیا عقیدہ یعنی نبیوں والی نبوت کے دعویٰ ہونے کا عقیدہ ۱۹۰۱ء میں ہی اختیار کیا ہے "حقیقۃ النبوۃ" کی مندرجہ ذیل عبارتوں سے بھی ملتا ہے صفحہ ۱۲۰ پر جناب میاں صاحب لکھتے ہیں:- "۱۹۰۱ء میں حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے عقیدہ میں ایک تبدیلی ضرور کی ہے"

پانچواں قول } پھر صفحہ ۱۲۲ پر لکھتے ہیں "ان تعریفوں سے جو سب کی سب ۱۹۰۱ء یا اس کے بعد کی ہیں صاف ثابت ہے کہ آپ نے نبی کی تعریف کو بعد میں بدل دیا تھا"

اس کی تائید میں اقوال تو اور بھی بہت سے ہیں لیکن خوف طوالت کی وجہ سے میں صرف مندرجہ بالا اقوال پر ہی اکتفا کرتا ہوں اب احباب کرام ان نتائج کو مدنظر رکھیں جو ان مندرجہ بالا اقوال سے نکل رہے ہیں یعنی یہ کہ جناب میاں صاحب مکرم کے نزدیک

(۱) ۱۸۹۹ء کا سال آخری حد ہے جس میں حضورؑ نے اپنے دعویٰ کے متعلق اپنے پہلے عقیدہ کا اظہار کیا۔

(۲) سال ۱۹۰۰ء میں اس بارے میں حضورؑ بالکل خاموش رہے۔

(۳) ۱۹۰۱ء سے نیا عقیدہ اختیار کیا اور اس کے بعد جناب میاں صاحب مکرم کے مندرجہ ذیل اقوال پر بھی نگاہ ڈالیں اور دیکھیں کہ اس بارے میں وہ کس طرف رہنمائی کر رہے ہیں۔

چھٹا قول } "حقیقۃ النبوۃ" کے صفحہ ۱۲۱ پر جناب میاں صاحب فرماتے ہیں:-

"اس سے معلوم ہوا کہ نبوت کا مسئلہ آپ پر ۱۹۰۰ء یا ۱۹۰۱ء میں کھلا ہے اور چونکہ ایک غلطی کا ازالہ ۱۹۰۱ء میں شائع ہوا ہے جس میں آپ نے اپنی نبوت کا اعلان بڑے زور سے کیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ۱۹۰۱ء میں آپ نے اپنے عقیدہ میں تبدیلی کی ہے اور ۱۹۰۰ء ایک درمیانی عرصہ ہے جو دونوں خیالات کے درمیان برزخ کے طور پر حد فاصل ہے"۔

پہلی عبارتوں سے تو معلوم ہوتا تھا کہ تبدیلی چونکہ ۱۹۰۱ء میں وقوع میں آئی ہے اس لئے انکشاف بھی حضورؑ پر ۱۹۰۱ء میں ہی ہوا ہوگا لیکن اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب میاں صاحب مکرم کو انکشاف ہونے کے وقت کی تعیین میں شبہ ہے انکشاف کے متعلق انہیں یقین نہیں کہ وہ کب ہوا ہے آیا ۱۹۰۰ء میں یا ۱۹۰۱ء میں لیکن جناب میاں صاحب مکرم نے اس بات کو صاف کرنے کی تکلیف گوارا نہیں فرمائی کہ اگر فرض کرلیں کہ ان کی مزعومہ تبدیلی کے متعلق حضورؑ کو انکشاف ۱۹۰۰ء میں ہی ہوا تھا تو حضورؑ اس کے اعلان میں کیوں خاموش رہے اگر تو حضورؑ اس عرصہ میں کوئی تصنیف نہ کرتے یا حضورؑ کو کوئی تقریر کرنے کا موقع نہ ملتا تب تو حضورؑ کی اس خاموشی کی کوئی وجہ سمجھ میں آ سکتی تھی لیکن ہم تو دیکھتے ہیں کہ اس سال بھی حضورؑ کی قلم سے متعدد تحریریں نکلی ہیں اور احباب کے درمیان حضورؑ نے کئی تقریریں بھی کی ہیں لیکن نہ صرف یہ کہ ان میں حضورؑ نے اس انکشاف کا ذکر تک نہیں کیا بلکہ اس کے بالکل برعکس ان تحریروں اور تقریروں میں جا بجا اسی امر کا اظہار فرماتے رہے ہیں کہ حضورؑ کی نبوۃ محض لغوی نبوۃ ہے اسلامی اصطلاح میں حضورؑ ہرگز نبی نہیں اور یہ کہ حضورؑ کی فضیلت بر مسیح جزوی فضیلت ہے اور یہ کہ حضورؑ کے دعوے کے انکار سے کوئی شخص کافر نہیں ہو سکتا صرف انبیاء کے دعویٰ کے انکار سے انسان کافر بنتا ہے وغیرہ وغیرہ جیسا کہ احباب کرام پر یہ تمام امور آگے چل کر انشاء اللہ واضح ہو جائیں گے اب احباب کرام نے دیکھ لیا کہ جناب میاں صاحب مکرم اپنے مزعومہ انکشاف کے متعلق وقت کی تعیین میں کس طرح شک و شبہ میں مبتلا ہیں اس لئے وہ اس بات کا خود ہی فیصلہ کریں کہ جس شخص کے اپنے عقائد کی عمارت شکوک و شبہات کے تودہ پر اٹھائی گئی ہو وہ اس بارے میں دوسروں کی کیا رہنمائی کر سکتا ہے۔

ساتواں قول } لیکن جناب میاں صاحب مکرم کے اقوال میں اختلاف یہیں ختم نہیں ہو جاتا بلکہ اس کے بعد صفحہ ۲۸۵ پر اس کے برعکس آپ یوں رقمطراز ہیں:-

"دوسرا سوال یہ پیش کیا جاتا ہے، کہ حضرت مسیح موعودؑ نے خود تحریر فرما دیا ہے کہ ہر ایک نبی مطاع ہوتا ہے نہ کہ مطیع اور چونکہ آپ مطیع تھے اس لئے آپ نبی ثابت نہ ہوئے اس کا جواب یہ ہے کہ جیسا کہ میں کتاب "حقیقۃ النبوۃ" کے شروع میں لکھ آیا ہوں اور حضرت مسیح موعودؑ کے اپنے حوالوں سے ثابت کر چکا ہوں آپ ۱۹۰۰ء سے پہلے یہی خیال کرتے تھے کہ نبی کے لئے شریعت جدیدہ لانا یا بلا واسطہ نبی ہونا اور کسی دوسرے نبی کا متبع اور مطیع نہ ہونا شرط ہے اور اس وقت تک اس آیت سے استدلال کرتے رہے لیکن جب آپ کو انکشاف تام ہوا تو آپ نے اپنا خیال بدل دیا اور صاف لکھ دیا کہ نبی کے لئے یہ ضروری نہیں کہ دوسرے کا متبع نہ ہو"

تعریف نبوت میں حضورؑ نے کوئی تبدیلی فرمائی ہے یا نہیں اس پر بحث تو انشاء اللہ بعد میں کی جائے گی سردست تو احباب کرام کی توجہ میں اس بات کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ جناب میاں صاحب مکرم یا تو چند صفحات قبل انکشاف کے متعلق شبہ کا اظہار بایں الفاظ فرما رہے تھے کہ وہ ۱۹۰۰ء یا ۱۹۰۱ء میں ہوا اور یا اسی کتاب میں چند صفحات بعد ہی معین طور پر یہ فرمانے لگ گئے ہیں کہ ۱۹۰۰ء میں حضورؑ پر انکشاف تام بھی ہو گیا تھا اور حضورؑ نے اس انکشاف کو صاف لکھ بھی دیا تھا اس انکشاف کو حضورؑ نے کس کتاب میں لکھا اس کا حوالہ جناب میاں صاحب مکرم کے ذہن میں ہے

تو ہو انہوں نے اپنی کتب میں تو اس کا کوئی حوالہ نہیں دیا اور دو دیں کبھی کہاں سے جبکہ حضورؑ کی کسی کتاب میں اس تبدیلی کا ذکر تک موجود نہیں۔

اب احباب کرام نے دیکھ لیا کہ کبھی تو جناب میاں صاحب مکرم سنہ ۱۹۰۰ء کو خاموشی کا سال بتاتے ہیں اور کبھی فرماتے ہیں کہ اس سال حضورؑ نے ان کے مزعومہ نئے انکشافات کا اعلان فرما دیا تھا اور کبھی لکھتے ہیں کہ سنہ ۱۹۰۰ء تک نہیں بلکہ سنہ ۱۹۰۱ء میں اعلان کیا تھا کیا یہ مختلف اقوال صاف نہیں بتلا رہے کہ جناب میاں صاحب مکرم نے اس میدان میں سوچ بچار کر اور پوری تحقیق کے بعد قدم نہیں رکھا بلکہ جلد بازی سے کام لیتے ہوئے فوری طور پر جو ذہن میں آیا اسی کو اپنے عقائد کی بنیاد بنا لیا اختلاف ابھی یہیں نہیں ختم ہوتا بلکہ اور آگے چلتا ہے۔

آٹھواں قول } کتاب حقیقۃ النبوۃ کے صفحہ ۱۲۴ پر فرماتے ہیں:-

"اس عقیدہ کے بدلنے کا پہلا ثبوت اشتہار "ایک غلطی کا ازالہ" سے معلوم ہوتا ہے جو پہلا تحریری ثبوت ہے"

لیکن اس کے ۲۷ سال بعد خان بہادر جناب میاں محمد صادق صاحب کو ان کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

قول نہم } "پھر سوال ہوا کہ تعریف نبوۃ کی یہ تبدیلی کس سن میں واقع ہوئی جس کا جواب ملا میری تحقیق کے مطابق اس تبدیلی کا پورا اعلان سنہ ۱۹۰۱ء کے شروع اور سنہ ۱۹۰۰ء کے آخر میں ہوا ہے اس تبدیلی کی تصریح رسالہ "ایک غلطی کا ازالہ" میں ہوئی ہے"

اب ان دونوں قولوں کے درمیان جو تناقض ہے وہ اظہر من الشمس ہے پہلے قول میں تو اشتہار "ایک غلطی کے ازالہ" کو پہلا تحریری ثبوت تسلیم کیا ہے اور یہ اشتہار ۵ نومبر سنہ ۱۹۰۱ء کو شائع ہوا لیکن دوسرے قول میں اگر ان کا جواب صحیح نقل ہوا ہے تو سنہ ۱۹۰۰ء کے آخر اور سنہ ۱۹۰۱ء کے شروع میں ہی تبدیلی مزعومہ کے متعلق اعلان ہو جانے کو مانا ہے گویا مزعومہ تبدیلی کا پہلا تحریری ثبوت اب ان کے نزدیک ۵ نومبر سنہ ۱۹۰۱ء نہیں بلکہ سنہ ۱۹۰۰ء کا آخر اور سنہ ۱۹۰۱ء کا شروع ہوگیا ۵ نومبر سنہ ۱۹۰۱ء صرف تصریح کا وقت ہے لیکن اسجگہ میں نہایت افسوس کے ساتھ اس امر کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جناب میاں صاحب مکرم نے اس جواب میں بڑی جسارت سے کام لیا ہے کیونکہ انہوں نے ایسی بات کا دعوےٰ کیا ہے جس کا ثبوت وہ تمام عمر بھی بہم نہیں پہنچا سکتے۔ کیونکہ حضرت اقدسؑ کی کتب میں وہ چھوڑ ایک اعلان کا بھی وجود نہیں پایا جاتا اور پورا چھوڑ ناقص اعلان بھی کہیں نظر نہیں آتا اب یہ تمام مختلف اقوال احباب کرام کے سامنے ہیں ان کو پڑھکر کیا وہ نتیجہ نہیں ہوتا کہ حضورؑ کی کتب میں

[حاشیہ:] ۱؎ اور ان کے ایک قول کے مطابق سنہ ۱۹۰۰ء کے آخر میں تبدیلی ہوئی اور دوسرے قول کے مطابق

حضورؑ کے دعوےٰ کے متعلق کوئی تبدیلی موجود ہی نہیں ورنہ تبدیلی کے وقت کی تعیین میں اس قدر دقتیں کیوں پیش آتیں اور اقوال میں اس قدر اضطراب کیوں پایا جاتا۔ کاش جناب میاں صاحب ٹھنڈے دل سے اس مسئلہ پر نظر ثانی فرما کر اپنے زیر اثر احمدی احباب کو اس غلطی سے نکال لیں جس میں وہ محض ان کی وجہ سے مبتلا ہیں۔ حضرت اقدسؑ کی جن عبارتوں سے جناب میاں صاحب مکرم نے تبدیلی سمجھی ہے میں ان کے غور کے لئے انشاء اللہ ان کا حل بھی عنقریب آپکی خدمت میں پیش کر دوں گا لیکن اس سے قبل میں اللہ تعالےٰ کی مدد اور توفیق سے یہ ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ حضورؑ کی تحریروں میں اس قسم کی تبدیلی کا جو جناب میاں صاحب خیال فرماتے ہیں وجود ہی نہیں ہے اس لئے سب سے پہلے ذیل میں میں ان تمام مختلف اقوال کے متعلق واقعات سے ثابت کرتا ہوں کہ ان میں کوئی قول بھی اس قابل نہیں کہ اسے تبدیلی کی ابتداء یا دلیل قرار دیا جائے اقوال کے اختلاف کو نظر انداز کرتے ہوئے جناب میاں صاحب کی تحریر سے ثابت ہوتا ہے کہ اول۔ ان کے نزدیک سنہ ۱۸۹۹ء کا سال پہلے خیال کے اظہار کی آخری حد ہے ۲۔ سال سنہ ۱۹۰۰ء خاموشی میں گذرا ہے۔ دوم۔ سنہ ۱۹۰۱ء کے شروع میں ان کی مزعومہ تبدیلی وقوع میں آئی سوم ۵ نومبر سنہ ۱۹۰۱ء کو تبدیلی کا اعلان ہوا سو میں ترتیب وار ان تینوں اقوال کا غلط ہونا ذیل میں ثابت کرتا ہوں۔

پہلے قول کی غلطی } پہلا قول جناب میاں صاحب مکرم کا یہ ہے کہ پہلے عقیدہ کے اظہار کی آخری حد سنہ ۱۸۹۹ء ہے اور یہ کہ سال سنہ ۱۹۰۰ء کے آخر میں تبدیلی ہوئی پہلا عقیدہ حضورؑ کا جو انہیں بھی مسلم ہے یہ ہے کہ حضورؑ اپنے آپ کو اسلامی اصطلاح میں نبی نہیں تسلیم کرتے تھے بلکہ بعض لغوی معنوں میں نبی لکھا کرتے تھے اور اپنی نبوت کو اسلامی اصطلاح کے مقابل مجازاً و استعارۃً نبوۃ ظلیہ کہتے تھے اس عقیدہ کے اظہار کی آخری حد سنہ ۱۸۹۹ء نہیں بلکہ حضورؑ کی زندگی کے آخری ایام ہیں لیکن اسجگہ میں صرف سنہ ۱۹۰۰ء اور سنہ ۱۹۰۱ء سے حوالے دکھلانے پر اکتفا کروں گا اور باقی حوالے انشاءاللہ کسی دوسرے موقعہ پر پیش کئے جائیں گے۔

اس بحث میں سب سے پہلی بات دیکھنے والی یہ ہے کہ اگر سنہ ۱۹۰۰ء کے آخر میں حضورؑ نے اپنے لئے لفظ نبی کے استعمال کو استعارۃً اور لغوی طور پر نہیں بلکہ اسلامی اصطلاح کے طور پر کیا ہے تو جناب میاں صاحب مکرم کا دعویٰ بالکل درست اور قابل تسلیم ہے لیکن اگر حضورؑ نے سنہ ۱۹۰۰ء کے آخر میں بھی لفظ نبی کو اپنے لئے لغتہً و استعارۃً ہی استعمال فرمایا ہے تو ماننا پڑے گا کہ جناب میاں صاحب مکرم

کا دعوےٰ حضورؑ کی تحریروں کے صریح خلاف ہونے کی وجہ سے اس قابل ہے کہ خود میاں صاحب بھی اور ان کی اتباع کرنیوالے احباب بھی فوراً اسے ترک کر دیں پس اس کے فیصلہ کے لئے حضرت اقدسؑ کی مندرجہ ذیل تحریروں کو غور سے پڑھنا چاہیئے۔

پہلی تحریر } حضرت اقدسؑ اربعین نمبر ۲ جو ۲۷ ستمبر سنہ ۱۹۰۰ء کو شائع ہوئی اس کے صفحہ ۱۸ کے حاشیہ پر الہام "یہ خدا کا رسول ہے نبیوں کے حلوں میں" کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں "یہ الفاظ بطور **استعارۃ** ہیں جیسا کہ حدیث میں بھی مسیح موعود کے لئے نبی کا لفظ آیا ہے ظاہر ہے کہ جس کو خدا بھیجتا ہے وہ اسکا فرستادہ ہی ہوتا ہے اور فرستادہ کو عربی میں رسول کہتے ہیں اور جو غیب کی خبر خدا سے پاکر دیوے اس کو عربی میں نبی کہتے ہیں اسلامی اصطلاح کے معنی الگ ہیں اسجگہ **محض لغوی معنی** مراد ہیں"

دوسری تحریر } اس کے بعد تحفہ گولڑویہ کے ضمیمہ کے صفحہ ۲۴ کے حاشیہ پر فرماتے ہیں" اسجگہ جو میری نسبت کلام الٰہی میں رسول اور نبی کا لفظ اختیار کیا گیا ہے کہ یہ رسول اور نبی اللہ ہے یہ اطلاق **مجاز اور استعارہ کے طور پر** ہے کیونکہ جو شخص خدا سے براہ راست وحی پاتا ہے اور یقینی طور پر خدا اس سے مکالمہ کرتا ہے جیسا کہ نبیوں سے کیا اس پر **رسول یا نبی** کا لفظ بولنا غیر موزوں نہیں ہے بلکہ یہ نہایت فصیح استعارہ ہے اسی وجہ سے صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور انجیل اور دانیال اور دوسرے نبیوں کی کتابوں میں بھی جہاں میرا ذکر کیا گیا ہے وہاں میری نسبت **نبی** کا لفظ بولا گیا ہے" تحفہ گولڑویہ کے ضمیمہ کے متعلق یاد رکھنا چاہیئے کہ اس کی تصنیف ۱۰ اکتوبر سنہ ۱۹۰۰ء سے شروع ہوئی اور درمیان میں ملتوی ہوگئی اور پھر ۱۷ دسمبر سنہ ۱۹۰۰ء کو اس کے چھپنے کا اعلان ہوا دیکھو الحکم سنہ ۱۹۰۰ء از ۱۰ اکتوبر تا ۱۷ دسمبر۔

تیسری تحریر } پھر حضرت اقدسؑ جس طرح سنہ ۱۸۹۹ء تک اپنے آپ کو نبیوں کی جماعت سے علیحدہ رکھنے کے لئے **نبی یا رسول یا محدث یا نبی یا رسول یا مامور من اللہ یا نبی یا رسول یا مجدد** وغیرہ لکھا کرتے تھے اسی طرح اس ضمیمہ میں بھی اسی طرز کو اختیار کیا ہے فرماتے ہیں "اگر کوئی نبی یا رسول یا اور کوئی مامور من اللہ ہونے کا جھوٹا دعوےٰ کرے" دیکھو صفحہ ۲ مکرر صفحہ ۱۳ و **صفحہ ۱۷ و صفحہ ۱۸ و صفحہ ۱۹ و صفحہ ۲۰** گویا آٹھ دفعہ ان الفاظ کو دہرایا ہے پھر صفحہ ۱۷ پر مامور کے لفظ کی بجائے مجدد کا لفظ استعمال کرکے بات کو اور بھی واضح کر دیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں "لیکن میری مخالفت کے لئے اب وہ قرآن شریف کے اس اصول کو بھی نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ اگر کوئی ایسا دعوےٰ کرے کہ میں خدا کا نبی یا رسول یا مامور من اللہ ہوں جس سے خدا ہمکلام ہو کر اپنے بندوں کی اصلاح کے

لئے وقتاً فوقتاً راہ راست کی حقیقتیں اس پر ظاہر کرتا ہے اور اس دعوےٰ پر تئیس یا پچیس برس گذر جائیں یعنی وہ میعاد گذر جائے جو آنحضرت صلعم کی نبوت کی میعاد تھی اور وہ شخص اس مدت تک فوت نہ ہو اور نہ قتل کیا جائے تو اس سے لازم نہیں آتا کہ وہ شخص سچا نبی یا سچا رسول یا خدا کی طرف سے سچا مصلح اور مجدد ہے اور حقیقت میں خدا اس سے ہمکلام ہوتا ہے لیکن ظاہر ہے کہ یہ کلمہ کفر ہے کیونکہ اس سے خدا کے کلام کی تکذیب و توہین لازم آتی ہے" اس عبارت سے ظاہر ہے کہ حضرت اقدسؑ نے اپنے مجدد ہونے کے دعوےٰ کو نبیوں اور رسولوں سے الگ کرکے پیش کیا ہے جس کا مطلب صاف ہے کہ جس حیثیت سے نبیوں اور رسولوں پر لفظ مجدد کا اطلاق ہوتا ہے اس حیثیت سے حضورؑ اپنے آپ کو مجدد نہیں فرماتے بلکہ اپنے آپ کو ان مجددوں کی جماعت میں شمار کرتے ہیں جو نبی اور رسول نہیں ہوتے اسی طرح اربعین نمبر ۴ میں بھی جو ۱۵ دسمبر سنہ ۱۹۰۰ء کو شائع ہوئی اپنے آپ کو ایسے ماموروں میں ہی شامل کیا ہے جو نبی اور رسول نہیں ہوتے، خوف طوالت کیوجہ سے حوالے نہیں درج کئے گئے۔

جناب میاں صاحب مکرم کا غیر ذمہ دارانہ طریق } حضرت اقدسؑ کی مندرجہ بالا تحریروں سے جو سب کی سب سال سنہ ۱۹۰۰ء کے آخر کی ہیں بالکل عیاں ہے کہ حضورؑ اپنے لئے جو لفظ نبی استعمال کرتے تھے اس کے مفہوم میں حضورؑ نے کوئی تبدیلی نہیں فرمائی جس مفہوم میں اس لفظ کو سنہ ۱۸۹۹ء تک استعمال کرتے رہے اسی مفہوم میں سنہ ۱۹۰۰ء کے آخر میں اس لفظ کو استعمال کیا۔ اب جناب میاں صاحب مکرم اور ان کے رفقاء ٹھنڈے دل سے غور کریں کہ اگر ان کا یہ دعوےٰ درست ہے کہ حضورؑ نے سال سنہ ۱۹۰۰ء غور و فکر میں گذارا تو پھر مندرجہ بالا تحریروں کی موجودگی میں یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ حضورؑ کے غور و فکر کا نتیجہ یہی نکلا کہ حضورؑ نہ صرف یہ کہ اپنے پہلے خیال پر قائم رہے بلکہ اسے پر زور الفاظ میں دہرا کر اس خیال کو اور بھی مستحکم کر دیا اسلئے اب جناب میاں صاحب مکرم کا فرض ہے کہ وہ حضورؑ کی سنہ ۱۹۰۰ء کے آخر کی کوئی تحریر پیش فرمائیں جس میں ان کی مزعومہ تبدیلی کا ثبوت پایا جاتا ہو ورنہ حضرت اقدسؑ کی مندرجہ بالا تحریروں کی روشنی میں یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ان کا یہ دعوےٰ کہ حضورؑ نے سنہ ۱۹۰۰ء کے آخر میں لفظ نبی کے مفہوم میں تبدیلی کی نہایت ہی غیر ذمہ دارانہ دعوےٰ ہے جو اس مقام کے بالکل ہی منافی ہے جس پر کھڑا ہو نیکا انہیں دعوےٰ ہے۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

باقی آیندہ

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ اور تجدید دین

ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علیٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا۔ (الحدیث)

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے ہر صدی کے سر پر ایک شخص کو پیدا کرے گا جو اس کے دین کی تجدید کرے گا۔ "ہر صدی کے آغاز میں ایک مجدد کے آنے کی بھی بشارت دی گئی ہے۔" (امام ابن تیمیہ)

(از جناب شیخ محمد طفیل صاحب ایم اے)

(۱) حدیث مجدد کی صداقت پر امت مسلمہ کے تمام اولیاء اللہ اور مجددین گواہ ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حضرت امام جلال الدین سیوطی، حضرت سید احمد بریلوی تو اپنے اپنے زمانہ میں تجدید دین کے فرائض سرانجام دیتے رہے اور ان میں سے ہر ایک نے خود کو مجدد سمجھا اور اسکا اظہار بھی کیا۔ لیکن دیگر مجددین کے دعویٰ مجددیت کے متعلق کوئی تحقیق نہیں کی گئی تھی۔ اس مضمون میں صرف اشارات پر اکتفا کیا گیا ہے۔ اگر صحت و عمر نے وفا کی تو پھر کبھی تفصیل سے ان امور پر تبصرہ کیا جائے گا۔ مخالفین سلسلہ کی طرف سے یہ کہا جاتا تھا کہ (۱) مجدد کیلئے دعوے کرنا ضروری نہیں۔ (۲) عوام الناس خود ہی مجدد کے کام سے اندازہ لگا لیتے ہیں کہ فلاں شخص اس صدی کا مجدد ہے (۳) علماء کا گروہ ہی تجدید دین کا کام کرتا ہے (۴) ضروری نہیں کہ مجدد صدی کے سر پر ہی آئے۔ قدرت اس معاملہ میں حساب کے قاعدے کی پابندی نہیں کرتی (۵) اگر ہر صدی کے سر پر مجدد آئے ہیں تو تمام مجددین کے نام اور ان کے دعاوی بتلائے جائیں۔

گذشتہ اشاعت میں ہم امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے مجدد ہونے پر روشنی ڈال چکے ہیں المنقذ من الضلال کے حوالجات مندرجہ بالا اعتراضات کا شافی جواب ہیں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے آپ کو حدیث مجدد کے ماتحت مجدد سمجھا، علماء کا گروہ موجود تھا، لیکن تجدید دین کے فرائض سے غافل تھا انہوں نے صدی کے آغاز پر تجدید دین کا کام شروع کیا۔

آج کی اشاعت میں ہم امام ابن تیمیہ کا ذکر کریں گے، اس مضمون کے مطالعہ کے بعد یہ امر واضح ہو جائے گا کہ مخالفین سلسلہ کے حدیث مجدد پر اعتراضات کس قدر کمزور اور لایعنی ہیں۔

۲۔ منصب تجدید کے لئے ضروری ہے کہ جو لوگ کتاب و سنت سے منحرف ہو چکے ہیں ان کا قلع قمع کیا جائے۔ ان چیزوں کا احیاء کیا جائے جو کتاب و سنت پر عمل کرنے سے مٹ گئی ہوں۔

(تفسیر روح المعانی)

"وقال القاری فی المرقات ای یبین السنۃ من البدعۃ ویکثر العلم ویعز اھلہ ویقمع البدعۃ ویکسر اھلھا(عون المعبود شرح ابی داؤد جلد ۴ صفحہ ۱۸۰)

ترجمہ:۔ حضرت ملا علی قاری مرقات میں فرماتے ہیں کہ اس سے (یعنی تجدید دین سے ۔ ناقل) مراد یہ ہے کہ سنت کو بدعت سے الگ کر کے دکھائے گا، علم کو پھیلائے گا اور اہل علم کی عزت کرے گا۔ بدعت کا قلع قمع کرے گا اور اہل بدعت کو مٹائے گا"

فتح کسروان (ذی الحجہ ۷۰۴ھ) کے متعلق امام ابن تیمیہ اپنے عم زاد عزالدین کو خط لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"اس فتح سے مسلمانوں کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں۔ دین متین کو قوت ملی اور کفار و منافقین کو جو کتاب و سنت سے منحرف ہو چکے تھے شکست نصیب ہوئی ہے"

کتاب و سنت کی ترویج میں امام موصوف نے جو جہاد کیا اس پر ان کی ایک اور تحریر شاہد ہے جو انہوں نے اپنے آخری ایام میں جیل میں کوئلہ سے لکھی تھی۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ جب ان سے قلم دوات ورق سب کچھ چھین لیا گیا۔ ابن ہادی نے البدایۃ والنہایۃ میں وہ خط درج کیا ہے جو ابن تیمیہ رحمۃ اللہ نے کوئلہ سے لکھا تھا۔ فرماتے ہیں:۔

"مجھ پر میرے مخالفین نے مختلف الزامات لگائے۔ لیکن اللہ نے انہیں ذلیل کیا۔ مجھے بدعتی کہا گیا ہے، حالانکہ معاملہ الٹا ہے۔ کتاب و سنت کے علم کے بعد وہی شخص بدعتی رہ سکتا ہے جسے ہوس دم نہ لینے دے۔ اور جو اہواء انسانی کا پرستار ہو...... اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے جہاد کا موقعہ دیا اور میں نے حسب مقدور باطل کی قلعی کھول دی"

ایک مجدد کا سب سے بڑا کام قرآن و سنت کی اشاعت ہے اور امام ابن تیمیہ تمام عمر اس کوشش میں مشغول رہے۔ ۸ رجب ۷۰۵ھ میں دمشق میں علماء کی ایک مجلس منعقد ہوئی امام ابن تیمیہ خود فرماتے ہیں:۔

"مجھے نائب السلطنت نے کہا کہ یہ مجلس تمہارے اعتقادات کو پرکھنے کے لئے منعقد کی گئی ہے، اسلیئے کہ تم اہالیان مصر کو بذریعہ خطوط اپنے اعتقادات کی طرف دعوت دیتے رہتے ہو۔ میں نے کہا کہ اعتقاد کا ماخذ نہ تو میں ہوں اور نہ کوئی جو مجھ سے بڑا ہو بلکہ قرآن و سنت ہیں"

اس مجلس مناظرہ کے اختتام کے متعلق فرماتے ہیں:۔

"اور قرآن و سنت کو فتح حاصل ہوئی" (بحوالہ امام ابن تیمیہ از ڈاکٹر غلام جیلانی صاحب برق صفحہ ۸۶ و ۸۷)

۹ جمادی الاول ۷۰۵ھ کو آپ نے فقراء پر بحث کرتے ہوئے فرمایا:۔

"ان میں کثرت ایسے فقراء کی ہے جو مشرک مبتدع اور کافر ہیں، یہ لوگ قرآن و سنت کو ترک کر کے کذب و تلبیس و مکائد و حیل سے کام لیتے ہیں" (ایضاً صفحہ ۹۲)

یہ وہ زمانہ تھا جب امام ابن تیمیہ اہل بدعت کی مخالفت میں ہمہ تن مصروف تھے کتاب و سنت کا احیاء ہی ان کا شب و روز کا مشغلہ تھا۔ ان کی عملی زندگی پر نظر ڈال کر دیکھیں تو ہمیں کوئی اور ایسا شخص اس صدی کے سر پر نظر نہیں آتا جس کی کوششوں کی پرکار اس مرکز کے گرد گھومتی ہو۔ شبلی نعمانی امام مذکور کے متعلق لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"مجددیت کی اصلی خصوصیتیں جس قدر علامہ کی ذات میں پائی جاتی ہیں اسکی نظیر بہت کم مل سکتی ہے" (مقالات شبلی۔ در انوار المطابع لکھنؤ۔ صفحہ ۲۰۷)

علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ ۱۰ ربیع الاول ۶۶۱ھ کو پیدا ہوئے، ۱۴ ربیع الاول ۶۹۸ھ کو قاضی امام الدین الشافعی نے ایک مجلس منعقد کی اور عقیدہ حمویہ سننے کا اشتیاق ظاہر کیا۔ امام رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر کے بعد قاضی نے اعلان کیا کہ یہ عقاید بالکل صحیح ہیں اور آج کے بعد امام پر جو شخص نکتہ چینی کرے گا وہ میری عداوت مول لے گا"

"اس واقعہ کے بعد بعض لوگوں نے آپ کے متعلق نہایت اچھے خواب دیکھے یہ خواب باوجود تلاش کے نہ مل سکے" (امام ابن تیمیہ از غلام جیلانی برق مکتبہ اردو لاہور صفحہ ۱)

یہ کوئی صدی کا آخری حصہ تھا ۴۹۹ھ میں امام غزالی رحمۃ اللہ کے متعلق بھی صالحین کو خواب آئے تھے۔ جس میں ان کی مجددیت کے متعلق اشارہ تھا، ممکن ہے امام ابن تیمیہ کے متعلق ایسے ہی خواب ہوں۔ حضرت مسیح موعود کے متعلق بھی ہمارے زمانہ میں دور دراز مقامات پر ان کی بعثت کے متعلق لوگوں نے خواب دیکھے ابتدا ربیع الاول ۶۹۸ھ یہ وہ سال ہے جہاں سے امام رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی تمام تر مصائب کی ایک جگر گداز داستان ہے۔ (امام ابن تیمیہ صفحہ ۷۶)

مصائب کی آگ میں پڑ کر امام کندن کی طرح چمک اٹھے۔ اللہ تعالے اپنے بندے پر مشکلات نازل کرتا ہے تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ برکات کا اہل ہو جائے۔ یہ مصائب مجدد وقت کو کبھی اس کی اصل منزل سے دور نہیں لے جا سکتے بلکہ اس کا قدم اسی راہ پر اور مضبوطی سے پڑتا ہے، دشمنوں کے منصوبے اور افتراء پردازیاں خدا کے مقربین کے لئے رحمت کا سبب بن جاتے ہیں۔ صدی کا اختتام قریب تھا اور اگلی صدی کے سر پر امام ابن تیمیہ کو مجددیت کے منصب پر کھڑا ہونا تھا۔ امام موصوف ایک لحہ کے لئے بھی ان مصائب سے بھی مغموم و مایوس نہیں ہوئے بلکہ شیخ بدرالدین کی طرف خط لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"میں ان تمام لوگوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو میری مصیبتوں کا سبب بنے اور جن کی وجہ سے مجھے دنیا و آخرت کی نیکیاں نصیب ہوئیں، لیکن چونکہ اللہ تعالےٰ ہی صرف تمام نعمتوں اور برکتوں کا سرچشمہ ہے اس لئے میں صرف اسی ذات کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ مومن کی ہر ابتلاء خیر و سعادت کا پیش خیمہ بنتی ہے" (العقود الدریۃ بحوالہ امام ابن تیمیہ صفحہ ۲۶)

(۳) امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے منصب تجدید کی عظمت کا اندازہ لگانے کے لئے ان کے عہد کے سیاسی و مذہبی حالات کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔ جناب ڈاکٹر غلام جیلانی صاحب برق فرماتے ہیں:۔

"آپ جس وقت ورع و تقوےٰ، امن، سکون اور حیات جاوداں کا پیام لے کر زمین شام میں ظاہر ہوئے تو اس وقت نسل انسانی عموماً اور دنیائے اسلام خصوصاً بری طرح پریشان حال تھی......

(۱) عربی خلافت پارہ پارہ ہو چکی تھی، مسلم کی عظمت و سطوت افسانہ بن رہی تھی، اس جہاں پیما کارواں کے آثار صحرا و ہستی سے مٹ رہے تھے اور اس کی مرکزی حیثیت فنا ہو چکی تھی۔

(۲) تاتاریوں کے مظالم سے تمام زمین لالہ زار بن رہی تھی، قتل و غارت کا بازار ہر سو گرم تھا کمزور و ضعیف کی فریادوں سے گنبد خضرا گونج رہا تھا۔ اور شہروں کو آگ لگا کر بھسم کیا جا رہا تھا۔

(۳) فرقہ پرستی نے خود مسلمانوں کو ۷۲ سے زائد حلقوں میں بانٹ رکھا تھا۔ مذہب کی آڑ میں قتل ہوتے تھے، خون پانی کی طرح بہایا جاتا تھا، تکفیر و تفسیق کا وہ چرچا اور وہ غلغلہ بپا تھا کہ شیطان بھی پناہ مانگنے لگے۔

(۴) پیر پرستی، قبر پرستی رسوم پرستی علماء پرستی امام پرستی الغرض خدا کے بغیر ہر چیز کی پرستش ہو رہی تھی، اللہ کا خوف دلوں سے اٹھ چکا تھا۔ قوم کی اجتماعی کی قوت کو نفسانیت کے بھینٹ چڑھایا جا رہا تھا قرآن کی صحیح اور سیدھی راہ عمل کو چھوڑ کر موضوع احادیث اور فقہا و صوفیا کے اقوال پر بنائے عقائد تعمیر ہو رہی تھی"

باقی آئندہ

اعتراف:۔ اس مضمون کی ترتیب میں مجھے ڈاکٹر غلام جیلانی صاحب برق کی کتاب امام ابن تیمیہ سے بہت مدد ملی ہے۔ اکثر حوالجات اسی کتاب سے لئے گئے ہیں۔

بدوملہی کا کامیاب سالانہ جلسہ

آریہ سماج اور قادیانی حضرات سے دلچسپ مناظرات

(از جناب مولوی دوست محمد صاحب)

جماعت احمدیہ بدوملہی کے سالانہ جلسہ کی مجمل اطلاع گذشتہ پرچہ میں شائع ہو چکی ہے۔ یہ جلسہ اپنی بعض خصوصیات کے لحاظ سے بہت ہی کامیاب ثابت ہوا۔ حضرت مولینا صدرالدین صاحب مولینا سید اختر حسین صاحب گیلانی۔ شیخ محمد طفیل صاحب ایم۔اے۔ ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ اور راقم الحروف اس جلسہ میں شامل ہوئے۔ پہلے دن حضرت مولینا صدرالدین صاحب اور ان کے دو رفقاء کے پہنچنے پر احباب بدوملہی نے سٹیشن سے لیکر سکول تک مختلف جگہوں پر پٹاخے چھوڑے سکول پہنچنے پر بوائے سکاوٹس نے بسرکردگی ماسٹر عبدالحفیظ صاحب سلامی دی۔ افسوس ہے مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع بعض معذوریوں کی وجہ سے اور مولینا عبدالحق صاحب ودیارتھی بسبب بیماری تشریف نہ لے جاسکے، لیکن چونکہ جلسہ کے اشتہار میں پہلے آریہ صاحبان کو دعوت مناظرہ دی جا چکی تھی اور آریہ پنڈت بھی اسی غرض سے لاہور سے مناظرہ کے لئے پہنچ چکے تھے، اسلئے ہمارے احباب کو بہت تشویش پیدا ہوئی، جس کا اظہار انھوں نے حضرت مولینا صدرالدین صاحب سے کیا۔ حضرت مولینا نے انہیں تسلی دی اور فرمایا کہ اگرچہ میں مناظر نہیں ہوں لیکن اس موقعہ پر میں خود آریہ سماج سے مناظرہ کروں گا، مضمون اور مناظرہ جس کا پہلے سے اعلان ہو چکا ہوا تھا "قرآن اور وید" تھا، پہلے اجلاس میں جو ۳ر اپریل کو ہوا راقم الحروف شیخ محمد طفیل صاحب ایم۔اے کی تقاریر کے بعد حضرت مولینا کی پہلی تقریر ہوئی جس میں آپ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ اور اسلام کی پاکیزہ اور بلند تعلیمات کو ایسے دلآویز پیرایہ میں بیان کیا کہ سامعین عش عش کر اٹھے۔ دوسرے اجلاس میں جو ۵ بجے شام کو منعقد ہوا آریوں کے ساتھ مناظرہ تھا، اس موقعہ پر کثیر التعداد ہندو اور مسلم اور سکھ حضرات وقت مقررہ سے پہلے پہنچ گئے اور جلسہ کے وسیع پنڈال میں تل دھرنے کو جگہ نہ رہی، حضرت مولانا صدرالدین صاحب نے قرآن کریم کے حقائق اور پاکیزہ اور بلند تعلیمات کو اپنے مخصوص انداز میں قریباً ڈیڑھ گھنٹہ تک بیان کیا جس نے حاضرین کو مسحور کر دیا، بدوملہی اور گردو نواح کے تمام پڑھے لکھے زمیندار اور غیر زمیندار اصحاب اور سرکاری عہدیداران اس جلسہ میں موجود تھے جو حضرت مولانا کی تقریر پر خوشی سے جھوم رہے تھے۔ تقریر کے بعد آپ نے آریہ صاحبان کو جو سامنے ہی اپنا الگ پلیٹ فارم جمائے ہوئے بیٹھے تھے، اجازت دی کہ وہ بھی ویدوں کی خوبیوں اور ان کی تعلیمات پر روشنی ڈالیں لیکن آریہ مناظر نے اُٹھتے ہی پہلی بات یہ کہی کہ احمدی تو قرآن اور اسلام کو مانتی ہی نہیں، اس لئے مسلمانوں کی نمایندہ نہیں ہوسکتی، اور نہ مسلمان اسے اپنا نمایندہ سمجھتے ہیں حضرت مولینا نے اسی وقت حضار جلسہ سے مخاطب ہوکر کہا کہ جو لوگ ہمیں اسلام اور مسلمانوں کا نمایندہ سمجھتے ہیں وہ اپنے ہاتھ کھڑے کردیں، تمام مسلمانوں نے ہاتھ کھڑے کر دیئے، اس پر آریہ صاحبان بغلیں جھانکنے لگے اور کہا کہ یوں نہیں انجمن اسلامیہ سے لکھوا کر لاؤ! اور اس کے ساتھ ہی حضرت مسیح موعودؑ کی کسی کتاب سے کچھ پڑھنا شروع کیا، حضرت مولینا نے انہیں ٹوکا اور کہا کہ میں نے مرزا صاحب کا ذکر نہیں نہ یہ موضوع بحث ہے، میں نے قرآن کریم کی پاکیزہ تعلیمات بیان کی ہیں تم بھی وید کی تعلیمات پیش کرو، لیکن آریہ صاحبان اس طرف نہ آئے اور قریباً ایک گھنٹہ اسی کشمکش اور حجت بحث میں گذر گیا۔ ہماری طرف سے ماسٹر عبدالحفیظ صاحب ہیڈ ٹیچر مسلم ہائی سکول بدوملہی حضرت مولینا کے حکم سے کھڑے ہوئے اور بار بار آریہ صاحبان کو للکارتے رہے کہ وید پیش کرو لیکن ان کے پاس حضرت مسیح موعودؑ پر سنے سنائے اعتراضات کے سوائے اور کچھ نہ تھا جس کو سامعین سننے کے لئے تیار نہ تھے اور یہ جلسہ حضرت مولانا کی دلآویز تقریر اور قرآن کریم کے محاسن کے گہرے نقوش لیکر ختم ہوگیا۔

دوسرے دن صبح کی گاڑی میں مولینا سید اختر حسین صاحب گیلانی اور ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب پہنچ گئے۔ ۱۱ بجے جلسہ شروع ہوا جس میں سب سے پہلے شیخ محمد طفیل صاحب ایم اے نے تقریر کی جس میں حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت سے پہلے کے حالات امت مسلمہ کی پریشان حالی اور دین و مذہب سے دوری یا کمی ایمان اور مختلف تحریکات کے احیا اور ناکامی کا ذکر کرتے ہوئے اس حقیقت کو واضح کیا کہ ایسے پریشان کن حالات میں حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت اور جماعت احمدیہ کا کام اسلام اور مسلمانوں کی زندگی کا موجب ثابت ہوا ہے ان کے بعد ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب نے جرمنی میں تبلیغ اسلام کے موضوع پر نہایت دلچسپ تقریر کی جس میں آپ نے واقعات کی بنا پر اس امر کو ثابت کیا کہ یورپ میں تبلیغ اسلام اس زمانہ میں سب سے زیادہ ضروری اور اہم کام ہے، آپ نے جرمنی کے لوگوں کے حالات اور تبلیغی کاموں اور ان کے کامیاب اثرات کو واقعات وحقائق سے واضح کیا جس کو بہت پسند کیا گیا۔

دوسرا اجلاس اسی روز پانچ بجے شام منعقد ہوا جس میں آریہ صاحبان "آریہ سماج اور رسم" کے موضوع پر بحث مقرر تھی، یہ مضمون بھی اگرچہ مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع کے لئے مقرر تھا، لیکن ان کے تشریف نہ لے جانے کی وجہ سے مولینا سید اختر حسین صاحب گیلانی نے بحث کو شروع کیا، اور نہایت مختصر تقریر میں یہ بتایا کہ ہندوستان میں کروڑہا سال سے شرک اور بت پرستی کا زور چلا آتا ہے اسلام نے اسجگہ آکر قلوب پر یہ نمایاں اثر پیدا کیا کہ آج آریہ سماج ہمارے سامنے اسی اثر کو لئے ہوئے کھڑا ہے، یہ اسلام کی پہلی فتح ہے، ایسا ہی ذات پات کے توڑنے، طلاق، ورثہ اور نکاح بیوگان کے قانون بناتے میں ہندو قوم نے اسلام کی تعلیمات سے کافی فائدہ اٹھایا ہے جو خوشی کی بات ہے لیکن ہمارے آریہ سماجی دوستوں کو چاہیئے کہ اسلام کے ان احسانات کا علی الاعلان اعتراف کریں اور اسلام کے اندر آکر پورا فائدہ اٹھائیں۔

اس تقریر کے جواب میں آریہ مناظر نے پھر وہی پہلے دن والی باتیں شروع کیں کہ تمہارا اسلام ہی وہ نہیں جو تم پیش کرتے ہو، مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ قرآن خدا کا کلام ہے اور میرے منہ کی باتیں، انہوں نے کہا ہے قرآن میں قادیان کا نام ہے حالانکہ موجود نہیں، مرزا صاحب کہتے ہیں مجھے سب باتوں میں الہام ہوتے سنسکرت میں بھی ہوا ہے وہ الہام پیش کرو۔ اسی قسم کی کئی باتیں بیان کیں، حالانکہ بار بار ان سے توجہ دلائی گئی کہ یہ موضوع بحث نہیں ہے لیکن ان کے ہاتھ پلے سوائے اس کے کچھ تھا ہی نہیں، سید اختر حسین صاحب نے جواب میں بتایا کہ قرآن خدا کا کلام ہے اور میرے منہ کی باتیں حضرت مرزا صاحب کا الہام ہے اور یہ خدا ہی کہہ رہا ہے کہ میرے منہ کی باتیں ہیں، قرآن میں قادیان کا نام حضرت مرزا صاحب کا کشف ہے سنسکرت کا الہام موجود ہے "ہے کرشن رودر گوپال" اس کے جواب میں پھر آریہ نے اپنی اعتراضات کو دہرایا اور کہا کہ "ہے کرشن رودر گوپال" سنسکرت شبد نہیں، جب اسے کہا گیا کہ اسے دکھ کر دیدو تو اقرار کرلیا کہ یہ تو سنسکرت ہے، مگر اس کے ساتھ ہی یہ "تیری مہا گیتا میں آئی ہے" کہاں کی سنسکرت ہے، بتایا گیا کہ دوسرا جملہ پیش نہیں کیا گیا "ہے کرشن رودر گوپال" کا الہام ایسا ہی ہے جیسے قرآن میں لیس اور طٰہٰ ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس بات پر زور دیا گیا کہ اصل موضوع بحث کی طرف آؤ ورنہ ہمیں آریہ سماج اور اس کے بانی کی بعض ناگفتہ بہ تعلیمات کا ذکر کرنا پڑے گا۔ آریہ مناظر نے اس کی پرواہ کی اسلئے ناچار سید صاحب نے ستیارتھ پرکاش سے نیوگ کی تعلیمات پیش کیں، اور رگوید آدی بھاشیہ بھومکا سے دکھایا کہ سوامی دیانند نے وید کی ایک تمثیل کو "جس طرح باپ بیٹی کو حاملہ کرتا ہے" ایک فصیح استعارہ قرار دیا ہے یہ کس قدر فحش تعلیم ہے استعارہ اسی سے لیا جاسکتا ہے جہاں اصلیت موجود ہو جس چیز کی اصلیت کوئی نہیں اس کا استعارہ بھی نہیں ہوسکتا آریہ مناظر سے اس کا جواب تو بن نہ آیا اور محمدی بیگم کے قصہ کو نیوگ کی تائید میں لے بیٹھا، اس کا منہ توڑ جواب اسے دیا گیا لیکن انہی بے تعلق باتوں کو دہرانے کے سوائے اور کچھ بھی اس سے بن نہ آیا، حاضرین پر سید اختر حسین صاحب کی تقریر اور دلائل کا نہایت عمدہ اثر ہوا اور شام کے وقت یہ بحث ختم ہوگئی۔

تیسرے دن قادیانی حضرات کیساتھ سید اختر حسین صاحب کی بحث ہوئی، ایک دن پہلے مولوی غلام رسول صاحب راجیکی کو جو اس موقعہ پر بدوملہی پہنچے ہوئے تھے دعوت دی گئی تھی، لیکن مولوی غلام رسول صاحب کو سامنے آنے کی جرأت نہ ہوئی، اور انہوں نے بدوملہی کے ایک مولوی فاضل غلام مصطفیٰ صاحب کو مناظرہ کے لئے کھڑا کیا اور خود پشت پناہ بن کر بیٹھے رہے، مضمون بحث جو ہماری طرف سے تجویز کیا گیا یہ تھا۔

"سلسلہ نبوت حضرت نبی کریم محمد مصطفیٰ صلعم پر ختم ہوگیا"

قادیانی جماعت نے ایک رات پہلے بہت کوشش کی کہ اس مضمون پر بحث نہ ہو اور موضوع بحث نبوت مسیح موعود ہو، لیکن ان سے کہا گیا کہ اگر ہماری طرف سے یہ ثابت کر دیا جائے کہ نبوت حضرت نبی کریم محمد مصطفیٰ صلعم پر ختم ہو چکی ہے اور آپ کے بعد کسی نبی کے آنے کی گنجائش ہی نہیں تو پھر نبوت مسیح موعودؑ کا مسئلہ خود بخود حل ہوجائے گا" اس پر بھی انہوں نے زور دیا کہ جس حالت میں مسیح موعودؑ کی تحریرات کو دونوں فریق مانتے ہیں قرآن و حدیث سے اس مسئلہ پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں، صرف حضرت مسیح موعودؑ کے ارشادات پیش کر دینے کافی ہیں، اس سے ان لوگوں کی ذہنیت کا پتہ چلتا ہے کہ اب قرآن و حدیث کو وہ بالکل چھوڑتے چلے جارہے ہیں۔ سید اختر حسین صاحب نے انہیں سمجھایا کہ ہم مسیح موعودؑ کے ارشادات کو قرآن وحدیث پر مقدم نہیں کرسکتے، بلکہ انہیں قرآن وحدیث کی روشنی میں ہی پڑھنا مناسب ہے۔ ان حالات میں قادیانی جماعت نے پہلے تو مناظرہ سے انکار کر دیا لیکن عین وقت پر جب سید اختر حسین صاحب ختم نبوت پر لیکچر دینے کے لئے پنڈال میں جا بیٹھے، تو قادیانی بھی بیشمار کتابیں اور اخبارات کے فائل لیکر آگئے اور بالمقابل تین چار میزوں پر ان کو پھیلا دیا، چوہدری غلام حیدر رضا صاحب رئیس اعظم بدوملہی پریذیڈنٹ بنائے گئے اور ان کی اجازت سے راقم الحروف نے حاضرین اور قادیانی جماعت کو اس طرف توجہ دلائی کہ مضمون مناظرہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے نہایت اہم ہے لیکن فریقین کے خیالات سے فائدہ

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار

پیغامِ صلح

(رکن)

ایڈیٹر۔ ایس محمد آصف بی اے۔ جائنٹ ایڈیٹر۔ محمد انعام الحق

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آن کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جلد ۳۱ — لاہور یوم چہار شنبہ مؤرخہ ۲۲ ربیع الثانی سنہ ۱۳۶۲ھ ۲۸ اپریل سنہ ۱۹۴۳ء — نمبر ۱۷

آہ حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم!

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاک ممبروں میں سے ایک ممبر چل بسا!

یہ خبر اخبار میں درج کرتے ہوئے کہ حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب وفات پا گئے انگلیاں فگار اور خامہ خونچکاں ہے۔ دل نہیں مانتا کہ وہ عظیم الشان اور شفیق شخصیت خاک میں پنہاں ہو چکی ہے باوجود اس کے کہ ہماری آنکھوں کے سامنے مورخہ ۲۳ اپریل کو بروز جمعہ ان کی میت فرنٹیئر میل سے بمبئی سے لائی گئی۔ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ نے ان کی وفات پر ایک رقت خیز اور سبق آموز خطبہ ارشاد فرمایا اور نماز جمعہ کے بعد حضرت ممدوح نے مسجد احمدیہ بلڈنگس لاہور میں ان کا جنازہ پڑھا اور جماعت کے نمائندوں اور دیگر دوستوں نے انہیں اپنے ہاتھوں سے احمدیہ قبرستان میانی صاحب لاہور میں سپرد خاک کیا لیکن پھر بھی دل نہیں مانتا کہ حضرت ڈاکٹر صاحب وفات پا گئے یوں معلوم دیتا ہے کہ آئندہ جمعہ حضرت ڈاکٹر صاحب نماز جمعہ کے لئے تشریف لائیں گے اور مسجد کی مغربی دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھیں گے اور ان کی فراخ نورانی پیشانی پر محراب کا نور چمکے گا اور نماز کے بعد دوست ڈاکٹر صاحب کے گرد بیٹھ جائیں گے اور ان کا نورانی چہرہ دمکے گا اور منہ سے حقائق و معارف کے پھول جھڑیں گے لیکن نہیں خدا تعالےٰ کے قوانین اٹل ہیں ان میں انسانی جذبات پرستی کی کوئی گنجائش نہیں حضرت ڈاکٹر صاحب واقعی وفات پا چکے ہیں اور وہ موتی موتی خدا نما آنکھیں ہمیشہ کے لئے مند چکی ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے جس سے ہماری مجبوری اور بے چارگی عیاں ہے لیکن مسلمان کو تو ایسے قومی صدمہ کے موقعہ پر بھی حکم ہے کہ کہے انا للہ وانا الیہ راجعون اور اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء وہ لوگ جو اللہ تعالےٰ کے راستہ میں کام کرتے ہوئے فوت ہو جاتے ہیں موت ان کے نقش حیات کو نہیں مٹا سکتی وہ زندہ رہتے ہیں اور ان کی زندگی ابد الآباد کے لئے موت پر خندہ زن رہتی ہے ان کی زندگی میں انسانوں کے لئے درس اور سبق ہوتا ہے حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم بھی ایک قوی اور اثر انداز ہونیوالی شخصیت کے مالک تھے جنہوں نے اپنے ماحول پر نہایت گہرا اثر ڈالا ہے اور اسے اپنی روحانی شخصیت سے متاثر کیا ہے اور آج وفات کے بعد بھی ہم ان کی زندگی سے بہت اعلیٰ درجہ کے سبق سیکھ سکتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فیضان سے ڈاکٹر صاحب مرحوم میں نہایت بلند پایہ خصوصیات پیدا ہو گئی تھیں، آپ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ممتاز شخصیتوں میں سے تھے اور راقم الحروف کے خیال میں ڈاکٹر صاحب مرحوم کی شخصیت تاریخی ہے مرور زمانہ سے ان کا نام زیادہ اجاگر ہوگا اور مسیح ناصری کے انجیل نویسوں سے مسیح محمدی کے سوانح نگار کا نام پائندہ تر رہے گا "مجدد اعظم" حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم کا ایک ایسا کارنامہ ہے جسے سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تاریخ ہرگز ہرگز فراموش نہیں کرے گی، اس بلند پایہ تصنیف کے علاوہ بھی ڈاکٹر صاحب نے زبردست قلمی جہاد کیا ہے اور ان کے مضامین سے سلسلہ کے اخبارات کے فائل بھرے پڑے ہیں۔

حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم اپنی ملازمت کے دوران میں جہاں جہاں گئے وہاں قرآن کریم کے درس کا سلسلہ جاری کیا آپ کے درسوں میں اتنی جاذبیت ہوا کرتی تھی کہ لوگ امڈے ہوئے آتے تھے، آپ نے اپنے اثر و نفوذ سے جماعتوں کو قائم کیا مضبوط کیا اور ان کے قلوب میں اشاعت اسلام کا جذبہ پیدا کیا۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر صاحب میں صوفیانہ رنگ بدرجہ اتم موجود تھا آپ کو تعلق باللہ حاصل تھا آپ کی روحانی قوت اپنے ماحول پر اثر انداز ہوتی رہتی تھی اور آپ کی ذات پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایسا پر تو تھا کہ جسے محسوس تو کیا جا سکتا ہے لیکن بیان نہیں کیا جا سکتا۔ وہ اخلاق اور طرز معاشرت جو احمدیت نے پیدا کی ہے وہ حضرت ڈاکٹر صاحب کی زندگی میں نمایاں تھی، جہاں آپ ساری عمر خدا تعالےٰ کے راستہ میں مال خرچ کرتے رہے وہاں غریبوں اور یتیموں پر بھی خرچ کرتے تھے اور یتیموں کی پرورش کرتے تھے ڈاکٹر صاحب کی ساری زندگی ایک نمونہ تھی جماعت کے لئے اور وقف تھی ایک عظیم الشان مقصد کے لئے۔ انکی وفات سے جماعت کے اندر جو خلا پیدا ہو گیا ہے وہ پر نہیں ہو سکتا لیکن ڈاکٹر صاحب اپنی زندگی میں جو نمونہ ہمارے لئے چھوڑ گئے ہیں اس سے ہم ہمیشہ مستفیض ہو سکتے ہیں اور ان کی اعلیٰ روحانی، اخلاقی اور عملی خصوصیات کو اپنے اندر جذب کر کے اس مرد حق آگاہ کی یاد کو دیر تک دنیا میں زندہ رکھ سکتے ہیں اللہ تعالےٰ نے حضرت ڈاکٹر صاحب کی وفات سے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ، محترمہ بیگم صاحبہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ، مولانا یعقوب خانصاحب، میاں ممتاز احمد صاحب فاروقی، میاں نصیر احمد صاحب فاروقی، چوہدری ظہور احمد صاحب، شیخ عبد الرحمٰن صاحب سینیئر سب جج اور دیگر افراد خاندان کو جو غم پہنچا ہے اس میں ساری جماعت شریک ہے اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کو اور ساری جماعت کو صبر جمیل عطا فرمائے اور حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم کو جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے اور ان کی روح پر خدا تعالےٰ کی رحمت کے ہمیشہ پھول برسیں آمین ؎

مثل ایوان سحر مرقد فروزاں ہو ترا !
نور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہو ترا !

شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی کیلئے احباب سلسلہ دعا فرمائیں

پچھلے دنوں اخبار میں شائع ہوا تھا کہ جناب شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی . . . دہلی میں بعارضہ نمونیہ بیمار ہو گئے تھے اب شیخصاحب موصوف کو افاقہ ہے لیکن کمزور بہت ہو گئے ہیں تمام احباب سلسلہ کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ شیخصاحب کے لئے حضور قلب سے دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ انہیں صحت کامل عطا فرمائے آمین

سنہ وفات حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم و مغفور

(از حضرت مولانا عزیز بخش صاحب)

نوٹ:۔ حضرت مولانا عزیز بخش صاحب نے حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم و مغفور کا سنہ وفات لکھا ہے جو شعر میں نہیں بلکہ نثر میں ہے اور حضرت مولانا کی اس محبت اور عقیدت کا آئینہ دار ہے جو کہ ممدوح کو حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم سے ہے۔ قارئین پیغام صلح ملاحظہ فرمائیں۔ (مدیر)

آہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب واصل باللہ ہو گئے (۱۹۴۳ء)
اپنی یادگار "مجدد اعظم" (۱۳۶۲ھ) دے گئے

شذرات

(از محمد انعام الحق)

شہد کی مکھیوں کی حیرت انگیز محنت

شہد قدرت کی ایک بیش بہا نعمت ہے۔ قرآن حکیم نے اس کے متعلق فیہ شفاءٌ للناس فرمایا ہے۔ علم وتحقیق کی ترقی کے ساتھ ساتھ اس ارشاد قرآنی کی صداقت روز بروز زیادہ اجاگر ہوتی جاتی ہے۔ آج مشرق ومغرب کے اطبا، اس کے طبی وغذائی فوائد کا پرزور اعتراف واعلان کر رہے ہیں انہوں نے شہد کو ایک نہایت مفید دوا کے علاوہ اعلےٰ درجہ کی غذا اور دنیا کی بہترین مٹھاس قرار دیا ہے۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ مکھیوں کو شہد پیدا کرنے میں کس قدر محنت شاقہ برداشت کرنی پڑتی ہے؟

"اندازہ کیا گیا ہے کہ ایک پونڈ قریباً (آدھ سیر) شہد پیدا کرنے کے لئے چار پونڈ پھولوں کے رس کی ضرورت ہوتی ہے اس مقدار کو پورا کرنے کے لئے ۱۶۰۰۰۰ (ایک لاکھ ساٹھ ہزار) مکھیاں اپنی حیرت انگیز خدمت انجام دیتی رہتی ہیں۔ اگر چھتے سے پھولوں تک ہر مکھی کی پرواز یعنی جانے اور واپس آنے کا فاصلہ تین میل رکھا جائے تو ایک پونڈ شہد جمع کرنے کے لئے ایک مکھی کو کرۂ ارض کے چاروں طرف پانچ بار سفر کرنا ہوگا۔ اس محنت وجانفشانی کا اندازہ اسی سے کیا جا سکتا ہے کہ ایک مکھی اپنی زندگی میں کھانے کے چمچ کے برابر صرف ایک چمچ بھر شہد جمع کرتی ہے ...... ایک گرام شہد کے لئے مکھیاں کم از کم ۱۲۵ پھولوں کا رس لیتی ہیں"

اس سے خیال کیجئے حکیم ورزاق حقیقی کی رحمت وحکمت کا کہ اس نے انسان کی پرورش وربوبیت کے لئے کیا کیا نعمتیں پیدا کی ہیں اور کیسے کیسے پرحکمت ومحیر العقول انتظامات کر رکھے ہیں۔ سبحان ربی العظیم۔

شہد کی مکھی سے ایک سبق

شہد کی مکھی کے ذکر میں قرآن کریم کے اندر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ النحل ۱۶: ۶۹ (یقیناً اس میں ان لوگوں کے لئے نشان ہے جو فکر سے کام لیتے ہیں) واقعی اگر انسان ان مکھیوں کی زندگی، حالات اور طریق کار پر غور کرے تو ان میں اس کے لئے بہت سے اور نشان ہیں۔ ایک بڑا سبق جو ہمیں اس مکھی سے ملتا ہے وہ اپنے فرائض کا احساس اور اس کے لئے مستقل، باقاعدہ اور ان تھک محنت ہے جو کام اللہ تعالےٰ نے اس کے لئے مقرر کر دیا ہے وہ آخری دم تک اس میں پوری توجہ سے مصروف رہتی ہے۔ کبھی بیکار نہیں بیٹھتی — لاریب غور وفکر کرنیوالوں کے لئے یہ ایک بہت بڑا اور قیمتی سبق ہے۔

جس طرح انسان کی جسمانی بیماریوں اور ضرورتوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ مادی شہد پیدا کیا ہے اور اس کی تیاری وفراہمی کے لئے اپنی ایک ننھی سی مخلوق (شہد کی مکھی) کو لگا دیا ہے۔ اسی طرح اس نے نوع انسانی کی فلاح دنیوی ونجات اخروی کے لئے قرآن قرآن کریم کے نسخۂ شفا کی شکل میں ایک روحانی شہد بھی عطا فرمایا ہے جو اولاد آدم کی ہر قسم کی روحانی واخلاقی بیماریوں کا یقینی وحتمی علاج ہے — اس روحانی شہد کو دنیا بھر کے روحانی بیماروں اور ضرورتمندوں تک پہنچانے کے لئے شہد کی مکھی کی طرح ہی باقاعدہ منظم اور ان تھک محنت کی ضرورت ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ قرآن کریم کو دنیا کی مختلف قوموں اور ملکوں تک ان کی اپنی زبانوں میں پہنچانے، اس مقدس کتاب کی حکیمانہ تعلیمات کو زیادہ سے زیادہ پھیلانے اور اس کی لازوال صداقتوں کو بیش از بیش اجاگر کرنے کے لئے ان مکھیوں جیسے احساس فرض، انہماک اور یکجہتی کے ساتھ کام کریں — اللہ تعالےٰ ہم میں سے ہر ایک کو اسکی توفیق دے ۔

اندھی عقیدت کا ایک جاہلانہ مظاہرہ

۶ اپریل کی صبح کو لاہور کے ایک مشہور سیتلا مندر میں چیت کے میلہ کی وجہ سے ہزارہا مرد وزن جمع تھے کہ آٹھ بجے کے قریب ایک پچیس سالہ نوجوان ٹکایا رام آیا۔ اس نے پوجاپاٹ کے بعد ایک چیخ ماری اور چھری سے اپنی زبان کاٹ کر مورتی کے آگے پھینک دی سارے شہر میں یہ خبر آناً فاناً پھیل گئی۔ بے شمار ہندو اس کے درشنوں کے لئے مندر میں جمع ہو گئے۔ پولیس نے موقعہ پر پہنچکر ٹکایا رام کو اپنی حراست میں لے لیا۔ پولیس کے استفسار پر اس نے اپنا نام پتہ کاغذ پر لکھ دیا اور اصرار کے باوجود طبی امداد قبول کرنے پر آمادہ نہ ہوا۔ ٹکایا رام نے یہ حرکت دیوی کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر کی ہے اسے یہ وہم باطل ہے کہ دیوی اس کے اندر شکتی (طاقت) پیدا کر دیگی۔ یہ اپنی قسم کا کوئی انوکھا واقعہ نہیں ہے اسی ہندوستان میں اندھی عقیدت کے اسی طرح کے بلکہ اس سے بھی زیادہ عجیب وغریب اور لرزہ خیز جاہلانہ مظاہرے اکثر ہوتے رہتے ہیں۔ ٹکایا رام نے تو صرف اپنی زبان دیوی کی بھینٹ کی ہے، بعض زیادہ جاہل تو اپنی شاہ رگ کاٹ لینے یا دوسروں کے معصوم بچوں کو بے جان بتوں پر قربان کر دینے میں بھی تامل نہیں کرتے — یہ انسانیت اور عقل وفہم کی کتنی بڑی توہین ہے! لیکن جب تک اندھی عقیدت اور جہالت موجود ہے اس قسم کی حرکتیں کم وبیش ہوتی ہی رہیں گی۔ بت پرستوں سے قطع نظر ذرا اپنے پیر پرستوں ہی کی طرف دیکھ لیجئے۔ عقل باختہ فریب خوردہ مرید سب کچھ جاننے کے اور اپنی آنکھوں سے ناگفتہ بہ حالات دیکھنے کے باوجود پیر کی خوشنودی کی خاطر کیا کیا کچھ قربان نہیں کر دیتے — اللہ تعالیٰ سب کو ہدایت دے ۔

ملکہ معظمہ انگلستان کی نشری تقریر

۱۱ اپریل کی شب کو ہز میجسٹی ملکہ معظمہ نے سلطنت برطانیہ کی خواتین کے نام ایک موثر تقریر نشر کی جس میں اور بہت سی باتوں کے علاوہ انہوں نے یہ خواہش ظاہر کرتے ہوئے کہ جونہی یہ جنگ ختم ہو خاندانی زندگی عظیم الشان پیمانے پر تعمیر کی جائے۔ فرمایا کہ:-

"میں مطمئن ہو چکی ہوں کہ ہماری روحانی زندگی پر ہی قومی زندگی کی صحیح تعمیر کا انحصار ہے۔ ان پچھلے الم انگیز سالوں میں بہت سوں نے مذہب ہی سے ہمت اور بے غرضی کا جذبہ اخذ کیا ہے۔ اگر ایک حقیقی روحانی زندگی پیدا ہو جائے تو برطانی قوم کی عورتیں مذہب اور اپنے گھروں پر زیادہ متوجہ ہو سکتی ہیں"

(روزنامہ رہبر دکن حیدرآباد ۱۳ اپریل ۱۹۴۳ء)

ملکہ معظمہ کی تقریر کا مندرجہ بالا حصہ، ہمارے خیال میں نہ صرف برطانی قوم بلکہ سارے یورپ کی ایک خاموش دلی تمنا اور اس کی ایک دبی ہوئی آواز کی ترجمانی کر رہا ہے — یورپ مادہ پرستی میں غرق ہو کر خدا کو بھول چکا تھا۔ مذہب اور روحانی زندگی کی ضرورت و اہمیت کا احساس ہی اس کے دل سے جاتا رہا اس طرح وہاں زبردست ذہنی ومعاشرتی انتشار قسم قسم کے ناگفتہ بہ اخلاقی مفاسد اور گھریلو زندگی سے نفرت وبیزاری پیدا ہوئی۔ موجودہ جنگ کے آتشیں ابتلا نے یورپ کو ایک حد تک اس غلطی پر متنبہ کیا ہے جس کے نتیجہ میں وہ روحانی زندگی کا متلاشی اور گھریلو زندگی کا ازسرنو خواہشمند ہو رہا ہے — لیکن کیا عیسائیت اور اس کی پیدا کردہ تہذیب معاشرت اور روایات یورپ کو وہ صحیح روحانی زندگی وصالح نظام حیات دے سکتے ہیں جن کو وہ بنیاد بنا کر اپنی قومی زندگی تعمیر کر سکے؟ گذشتہ تجربات اور موجودہ حالات اس کا جواب قطعاً نفی میں دیتے ہیں — یہ چیز یورپ کو صرف اسلام ہی عطا کر سکتا ہے۔ کاش مسلمان یورپ میں تبلیغ اسلام واشاعت قرآن کی اس شدید ضرورت کا احساس کریں۔ مغربی اقوام کی تلاش حق وقلبی بے چینی ہمارے دلوں میں بھی ان تک پہنچانے کی حقیقی تڑپ پیدا کر دے

تعزیتی مکتوب

(ا) جناب سید اختر حسین صاحب گیلانی دہلی سے تحریر فرماتے ہیں:-

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی وفات ایک ایسا صدمہ ہے جس کی تلافی ناممکن ہے۔ اللہ تعالےٰ انہیں غریق رحمت فرمائے نماز جنازہ دہلی اور نئی دہلی میں ادا کی گئی۔

(ب) مکرمی جنرل سکرٹری صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آج بابو فضل ارب صاحب کا خط ملا، جس میں لکھا ہوا تھا کہ حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب بروز بدھ فوت ہو گئے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ نماز جمعہ کے بعد حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم مغفور کا جنازہ غائبانہ پڑھا گیا۔ جماعت جہلم نے مرحوم ومغفور کی وفات پر اظہار افسوس کیا اور ان کا ذکر خیر کرتے ہوئے بتایا کہ جہلم کی مسجد میں حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم مغفور نے چار سال قرآن مجید کا درس دیکر ہماری روحانی زندگی میں اضافہ کیا، اللہ تعالیٰ حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور جملہ لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

خاکسار احمد گل۔ جہلم ۲۰ اپریل ۴۳

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم کی یادگار

دنیا کی زندہ اقوام کا دستور ہے کہ جب ان کے ہاں کسی رجل عظیم کی وفات ہو جاتی ہے جس کی زندگی میں قوم کے لئے کوئی اعلیٰ درس اور سبق ہو تو وہ ایسے محسن انسان کی کوئی یادگار قائم کرتی ہیں تاکہ اس یادگار سے اس بزرگ کی رفیع خصوصیات زندہ رہیں اور قوم کے افراد اس یادگار سے متاثر ہوتے رہیں۔ حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب بھی جماعت احمدیہ کے عظیم المرتبت رجال میں سے تھے جنہوں نے اپنے نیک عمل اور بلند شخصیت سے اس قوم کو متاثر کیا اور اپنے اثر ونفوذ سے قوم کے قلب کو گرماتے رہے جماعت کے معتبر بزرگوں کا خیال ہے کہ حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم کی کوئی یادگار قائم کی جائے جس سے ان کی خصوصیات دیر تک زندہ رہیں، امید ہے کہ ساری قوم اس تجویز کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے اسے عملی جامہ پہنانے کی کوشش کرے گی اور اس یادگار سے اپنی قومی زندگی کا ثبوت دے گی ۔

(مدیر)

بدوملہی کا کامیاب سالانہ جلسہ

آریہ سماج اور قادیانی حضرات سے دلچسپ مناظرات

از جناب مولوی دوست محمد صاحب

گذشتہ سے پیوستہ

اس تمہیدی تقریر کے بعد دس دس منٹ وقت مقرر ہوا اور ڈیڑھ گھنٹہ تک بحث ہوتی رہی، سید اختر حسین صاحب گیلانی نے ختم نبوت کے متعلق متعدد حدیثیں پیش کیں جن میں آنحضرت صلعم نے خاتم النبیین کے معنے لانبی بعدی فرماتے ہیں آپ نے چیلنج دیا کہ حدیث کی کسی کتاب سے خواہ وہ کسی فاسق و فاجر کی لکھی ہوئی ہو کوئی کمزور سے کمزور موضوع سے موضوع روایت دکھائی جائے جس میں آنحضرت صلعم کی طرف لانبی بعدی کے علاوہ کوئی اور معنے منسوب کئے گئے ہوں جس سے ثابت ہو کہ آپ خاتم النبیین کے معنے افضل النبیین یا نبیوں کی زینت یا نبیوں کی مہر یا نبوت جاری کرنیوالا سمجھتے تھے، آپ نے فرمایا کہ میں نے اسکے لئے پانچسو روپیہ انعام مقرر کر کے خلیفہ قادیان کو دعوت دی ہے، لیکن کسی سے جواب بن نہیں آیا، افسوس ہے مولوی غلام رسول صاحب فاضل راجیکے کو بھی جو یہاں بیٹھے ہیں سامنے آنے کی جرأت نہ ہوئی وہ قادیانی مبلغین کے استاد ہیں میں انہی کو مخاطب کرتا ہوں کہ دکھائیں حدیث سے لانبی بعدی کے علاوہ کوئی اور مذکورہ بالا معنے نکال کر دکھائیں۔

سید صاحب کی اس تقریر کے جواب میں قادیانی مبلغ کے پاس سوائے ان حوالجات کے اور کچھ نہ تھا جن میں حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے متعلق نبی کا لفظ استعمال کیا ہے، ان کو بار بار کہا گیا کہ موضوع بحث یہ نہیں اور ان حوالجات کو بھی سید صاحب حل کرتے چلے گئے باوجودیکہ ان کے پاس حوالجات کے لئے کتابوں کا انبار موجود نہ تھا زبانی ہی تمام حوالجات کو بیان کر کے آپ صاف کر دیتے تھے لیکن قادیانی مناظر نے اصل سوالوں کا کوئی جواب نہ دیا کہ حدیث سے لانبی بعدی کے سوائے کوئی اور معنے دکھائے جائیں، زیادہ سے زیادہ حضرت عائشؓ والی حدیث پر محدثین نے بڑی جرح کی ہے اور اسے صحیح قرار نہیں دیا، اور نبی تو فی الحقیقت ضرورت کے وقت بنایا جاتا ہے۔ اگر فی الحقیقت آنحضرت صلعم کی موجودگی کے باوجود نبی کی ضرورت تھی، تو کوئی اور نبی بنا دیا جاتا۔ آنحضرت صلعم نے حضرت عمرؓ کے متعلق فرمایا لو کان بعدی نبی لکان عمر پس اگر ضرورت نبوت موجود تھی تو حضرت عمرؓ کیوں نبی نہ ہوئے اور حضرت عائشہؓ کا قول اس میں آپ نے فرمایا کہ خاتم النبیین کا لفظ بجائے خود اتنا واضح المعنی لفظ ہے کہ لانبی بعدہٗ کا مفہوم اس میں خود کے اندر آ جاتا ہے اس لئے انہ خاتم النبیین لانبی بعدہ کہنے کی کوئی ضرورت نہیں صرف انہ خاتم النبیین کہدینا کافی ہے، اور یہ آپ نے اسلئے ارشاد فرمایا کہ ایسا نہ ہو کہ خاتم النبیین کے ساتھ بار بار لانبی بعدہٗ کہنے سے اسکو بھی قرآن کی آیت میں شامل سمجھ لیا جائے، اس سے یہ مفہوم لینا کہ حضرت عائشہ کے نزدیک خاتم النبیین کے معنے لانبی بعدہ نہیں صریحاً غلط ہے۔ جب آنحضرت صلعم خود خاتم النبیین کے معنے بار بار لانبی بعدی کرتے ہیں تو حضرت عائشہ کس طرح اسکو رد کر سکتی تھیں۔

ان صاف، صریح اور کھلے دلائل کے باوجود قادیانی مناظر نے میں نہ مانوں ہی کی رٹ لگائی اور سید صاحب کے دلائل کا جواب دینے کے بجائے حضرت مسیح موعود کی کتابوں کی عبارات ہی پڑھتا رہا، سید صاحب نے انہیں اس بات کی طرف بھی توجہ دلائی کہ حضرت مسیح موعود کو نبی ماننے کا عقیدہ میاں محمود احمد صاحب کے زمانہ خلافت کی ایجاد ہے جس کا ایک بدیہی ثبوت یہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے مقبرہ پر جو کتبہ لگا ہوا تھا اس پر آپ کے اسم مبارک کے ساتھ مجدد صد چہاردہم لکھا تھا، یہ ایک کھلا ثبوت اس بات کا ہے کہ آپ کا دعوے نبوت کا نہ تھا اور نہ جماعت آپ کو نبی سمجھتی تھی، اس کے جواب میں قادیانی مناظر نے کہا کہ ہمارے ساتھ چل کر دیکھو وہاں ایسا کتبہ نہیں اور اگر ہو تو میں ایک سو روپیہ انعام دوں گا، سید صاحب نے اسی وقت ڈیڑھ سو روپیہ کی رقم نکال کر صاحب صدر کے حوالہ کی اور کہا کہ آپ اڑھائی سو روپیہ لا دیں یہ ثابت کر دوں گا کہ یہ کتبہ حضرت مسیح موعود کی قبر پر نصب تھا جس کو میاں محمود احمد صاحب نے بدلوا دیا اور "مجدد صد چہاردہم" کے الفاظ حذف کرا دیئے اس کا اقرار اخبار الفضل میں بھی موجود ہے اسی وقت قادیانی مناظر نے الفضل کا حوالہ طلب کیا۔ سید صاحب نے کہا کہ ایک مجسم حوالہ میرے سامنے اس وقت مولوی غلام رسول صاحب راجیکے کی شکل میں بیٹھا ہے میں ان کو مخاطب کر کے کہتا ہوں کہ وہ قسم کھا کر خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ کیا کتبہ تبدیل کیا گیا یا نہیں، مولوی غلام رسول صاحب کو قسم اٹھانے کی جرأت نہ ہوئی اور کہا تو صرف یہ کہا کہ قادیان چل کر دیکھ لو، قادیانی مناظر نے سید صاحب کو حلف اٹھانے کی دعوت دی، سید صاحب نے حلفیہ شہادت دی کہ کتبہ کو میاں صاحب کے زمانہ میں بدلا گیا اور "مجدد صد چہاردہم" کے الفاظ حذف کئے گئے کتبہ کی شہادت کے علاوہ سید صاحب نے میاں محمود احمد کی سالی کا غیر احمدی سے نکاح کا حوالہ دیا جو حضرت مسیح موعودؑ کی اجازت سے ہوا اور مولانا نور الدین صاحب نے قادیان میں نکاح پڑھایا اور خود میاں صاحب برات میں شامل ہوئے، پھر میاں صاحب کے حج کے موقعہ پر غیر احمدی امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا حوالہ دیا اور بتایا کہ ان تمام واقعات سے یہ ثابت ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کی جماعت اور خود میاں صاحب آپ کو نبی نہ سمجھتے تھے اور نہ غیر احمدیوں کو کافر قرار دیتے تھے، ان تمام باتوں کو بار بار دہرایا گیا لیکن ان کا کوئی جواب قادیانی مناظر سے بن نہ آیا۔

ایک اور دلچسپ بات دوران مباحثہ میں دیکھنے میں آئی۔ قادیانی مناظر کے پیش کردہ حوالجات دربارہ نبوت مسیح موعودؑ کی تشریح کرتے ہوئے جب سید صاحب نے یہ کہا کہ نبی کا لفظ مجازی معنوں میں استعمال ہوا ہے، تو مولوی غلام رسول صاحب راجیکے نے قادیانی مناظر کے کان میں پھونکا کہ ان سے مجاز کی قسمیں دریافت کرو، قادیانی مناظر نے یہی سوال کر دیا جس پر سید اختر حسین صاحب نے کہا کہ چاہیئے تھا کہ مولوی غلام رسول صاحب راجیکے دوسرے کے کان پر پھونکنے کی بجائے خود مجھ سے دریافت کرتے، خود مقابلہ پر آتے تو میں ان کو مجاز کی قسمیں بتاتا کہ یہ فلاں قسم مجاز کی ہے، حیرت ہے کہ ان کو خود بات کرنے کی جرأت کیوں نہیں بہرحال میں انہیں بتاتا ہوں کہ نبی کا لفظ اسی قسم مجاز میں داخل ہے جس قسم مجاز میں حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے آپ کو مریم اور عیسےٰ کہا ہے؟ کیا مولوی غلام رسول صاحب کہہ سکتے ہیں کہ یہ تینوں ایک ہی قسم مجاز میں داخل نہیں؟ سید صاحب کے اس جواب پر قادیانی مناظر کو پھر کچھ کہنے کی جرأت نہ ہوئی اور نہ ان کے لیفٹیننٹ مولوی غلام رسول راجیکے نے ہی پھر کوئی افسوں پھونکا۔

ایک اور دلچسپ بات جو قادیانی مناظر سے سننے میں آئی یہ تھی، کہ جب سید اختر حسین صاحب نے بار بار اس حدیث کو پیش کیا جس میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو قصر نبوت کی آخری اینٹ قرار دیا ہے تو قادیانی مناظر نے کہا کہ یہ تو آنحضرت صلعم کی ہتک ہے کہ آپ کو (نعوذ باللہ) موری کی اینٹ قرار دیا جائے، انا للہ وانا الیہ راجعون حضرت نبی کریم صلعم تو فرماتے ہیں کہ لاموضع اللبنۃ وانا ختمت اللبنۃ وانا خاتم النبیین قصر نبوت میں ایک اینٹ کی جگہ باقی رہ گئی، اور میں وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں اور آج قادیانی حضرات موضع اللبنۃ کو "موری کی اینٹ" کہکر خود نبی کریم صلعم کی ہتک کرتے ہیں۔ اور الزام ہم پر دیتے ہیں۔ سید اختر حسین صاحب نے قادیانی مناظر کو اس بات پر خوب آڑے ہاتھوں لیا اور بتایا کہ اگر آنحضرت صلعم کو قصر نبوت کی آخری اینٹ قرار دینا آپ کی ہتک ہے، تو یہ خود نبی کریم صلعم کا فرمان ہے اور ایسا ہی ارشاد حضرت مسیح موعودؑ کا حضرت عیسےٰ کے متعلق ہے کہ وہ سلسلہ بنی اسرائیل کی آخری اینٹ ہیں، فرمایئے حضرت عیسےٰ کی یہ ہتک کس نے کی؟ غرض پورے ۱½ گھنٹہ تک یہ مباحثہ جاری رہا اور بدوملہی کے بچہ بچہ کو یہ معلوم ہو گیا کہ قادیانی معتقدات کی بنیاد کسی پختہ بات پر نہیں، راہ چلتے ہوئے لوگ ایک دوسرے سے کہتے تھے کہ آج کا مباحثہ بڑا فیصلہ کن ہے ایک طرف سے قرآن و حدیث پیش کی گئی، رسول اللہ صلعم کے فرمان سنائے گئے اور دوسری طرف قادیانی جماعت کی طرف سے ادھر ادھر کی بے بنیاد باتیں۔ یہی نہیں بلکہ سید صاحب کے دلائل نے بعض نیک دل اور منصف مزاج قادیانیوں کے دلوں میں بھی گھر کر لیا اور دو معزز اور صاحب علم قادیانیوں نے نہایت صفائی کے ساتھ اعتراف کیا کہ آج معلوم ہو گیا ہے کہ قرآن و حدیث سے اجرائے نبوت کہیں ثابت نہیں سید صاحب کے اس مطالبہ پر کہ پھر آپ ہمارے ساتھ ہو جائیں انہوں نے کہا کہ "ہمیں اپنے ساتھ ہی سمجھئے" وہ چاہتے تھے کہ سید صاحب ایک رات اور ٹھیر جائیں تو کچھ اور باتیں بھی حل ہو جائیں لیکن بعض مجبوریوں کی وجہ سے اسی شام کو انہیں واپس آنا پڑا، خدا نے چاہا تو یہ دونوں حضرات جلد ہمارے ساتھ شامل ہو جائیں گے۔

ان حالات میں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ بدوملہی کا یہ مناظرہ قادیانیت کی موت تھا اور انشاء اللہ آیندہ اس سرزمین میں قادیانیت سر نہ اٹھا سکے گی۔

اسی جلسہ کے دوران میں ایک اور کامیابی اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل و کرم سے حضرت مولٰینا صدر الدین صاحب کو بھی عطا فرمائی اور وہ یہ ہے کہ بدوملہی کے مضافات سے دو قادیانی جلسہ کو دیکھنے اور حضرت مولٰینا سے ملنے کے لئے آئے ہوئے تھے ان میں سے ایک صاحب کا نام محمد دین بی اے [illegible] اتماد علاقہ میں مشہور ہے اور دوسرے ان کے ساتھی میاں فتح دین صاحب تھے، چوہدری محمد دین صاحب نے جلسہ کی تقاریر سننے کے علاوہ علیحدگی میں بھی حضرت مولٰینا کے ساتھ قادیانی عقائد بالخصوص مسئلہ نبوت پر گفتگو کی اور حضرت مولٰینا نے قرآن کریم، حدیث اور حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات سے انہیں بتایا کہ نبوت جاری نہیں اور نہ حضرت مسیح موعودؑ کا دعوے نبی ہونے کا ہے۔ ایسا ہی اختلافات کے متعلق تمام ضروری باتیں ان پر واضح کی گئیں، جن کو

سُن کران کی آنکھیں کھل گئیں اور سمجھ آ گیا کہ میاں محمود احمد صاحب کا مذہب باطل ہے پہلے ہی دن انھوں نے کہ دیا کہ میں پورے سولہ آنے آپ کے ساتھ ہوں صرف ایک پیسہ کی کسر رہ گئی ہے دوسرے دن وہ کسر بھی پوری ہو گئی اور انہوں نے حضرت مولانا کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اقرار کیا کہ آپ قادیانی جماعت سے علیحدہ ہو کر جماعت لاہور میں شامل ہوتے ہیں، یہ بھی وعدہ کیا کہ اپنے گاؤں میں دوسرے قادیانیوں کو حقیقت حال سے آگاہ کریں گے، اور انہیں جماعت لاہور میں شامل کرنے کی کوشش کریں گے۔ اللہ تعالےٰ ان کے ساتھ ہو اور استقامت عطا فرمائے اور اس نیک مقصد میں کامیاب کرے - آمین

ایک اور بات جس کا ذکر کرنا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ جلسہ کے ہر اجلاس کے شروع میں مولوی عبدالمجید صاحب ٹیچر مسلم ہائی سکول بدوملہی کی تلاوت قرآن کریم حاضرین کے لئے بڑی کشش اور جذب کا موجب تھی۔ ایسا ہی سکول کے کئی طلباء نے نہایت دلآویز ترنم کے ساتھ نظمیں اور نعتیں پڑھیں[1] ایک طالب علم محمد یونس متعلم جماعت ششم نے احمدی بچوں کا وہ ترانہ گایا جو ہمارے عزیز دوست محمد اعظم صاحب علوی سانانوی کی جودت طبع کا نتیجہ ہے اور "پیغام صلح" کی کسی گذشتہ اشاعت میں درج ہو چکا ہے ان سب سے بڑھ کر چوہدری سلطان علی صاحب رئیس بدوملہی کی وہ پاکیزہ اور حقائق سے لبریز ہوئی نظمیں قابل داد ہیں جو انہوں نے ہر اجلاس کے دوران میں پڑھیں، چوہدری صاحب کا کلام نہایت سستہ اور پُر مغز ہوتا ہے اور اس قدر سلیس کہ بقول سید اختر حسین صاحب اصطلاح شعراء میں اسے سہل الممتنع کہنا چاہیئے، اللہ تعالےٰ ان کی عمر میں برکت دے اور ان کے کلام کو لوگوں کے لئے ہدایت کا موجب بنائے، ایسا ہی چوہدری غلام حسین صاحب رئیس بدوملہی کی صدارت میں [illegible] [illegible]، چوہدری صاحب بدوملہی میں خاص عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں، [illegible] ہے کہ انکی صدارت میں کسی قسم کی گڑبڑ واقع نہیں ہوئی اور جب کوئی ایسی آواز اٹھی آپ نے اپنی بارعب اور پُر وقار آواز سے اسے بند کر دیا، اللہ تعالےٰ انہیں دینی و دنیوی حسنات سے متمتع فرمائے - آخر میں مجھے ہیڈ ماسٹر صاحب

(باقی برصفحہ ۸ کالم ۲)

[1] اس موقعہ پر ہیڈ ماسٹر صاحب بدوملہی سکول اور دیگر اساتذہ کی خدمت میں یہ عرض کرنا بے جا نہ ہوگا کہ اگر وہ دوسری نعتوں اور نظموں پر حضرت مسیح موعودؑ کے کلام کو ترجیح دیں اور درثمین کی متعدد نظمیں طلباء کو یاد کرا دیں تو یہ سلسلہ کی ایک نہایت بیش قیمت خدمت ہوگی امید ہے وہ بھی اور دوسرے احباب جماعت بھی اس طرف خاص طور پر توجہ فرمائیں گے۔

سکھ اور اذان

از جناب شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر اخبار نور قادیان

۱۴ مارچ کا احسان لکھتا ہے کہ "قصور سب ڈویژن کے مشہور قصبہ راجہ جنگ سے ایک مسلمان چراغ دین پر قاتلانہ حملہ کی خبر موصول ہوئی۔ کچھ عرصہ ہوا یہاں مسلمانوں نے حق اذان حاصل کرنے کے لئے ایجی ٹیشن کی تھی۔ چراغ دین اس میں نمایاں حصہ لیا کرتا تھا کہا جاتا ہے کہ دیدار سنگھ کے دو بیٹوں سوہن سنگھ اور ہری سنگھ نے مسلح ہو کر چراغ الدین کو گھیر لیا۔ اس کی دونوں ٹانگیں توڑ دیں، آنکھوں پر برچھے مارے اور سر کلہاڑیوں کی ضربوں سے پھوڑ دیا۔ اس کے بعد وہ دونوں اسے اٹھا کر اپنی حویلی میں لے گئے تاکہ اسے قتل کر کے نعش چھپا دیں۔ اطلاع ملنے پر اجاگر سنگھ سب انسپکٹر پولیس موقعہ پر پہنچا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے چراغ الدین کو حویلی سے نکلوایا اور رپٹ درج کرنے کے بعد اسے لاہور کے میو ہسپتال میں پہنچا دیا۔ جہاں وہ زیر علاج ہے، اس کی حالت نازک بتلائی جاتی ہے ڈاکٹر نے دفعہ ۳۰۷ کا نتیجہ دیا۔ ملزموں میں سے ہنوز کوئی بھی گرفتار نہیں ہوا"

مجھے تعجب ہے کہ سکھوں کی جانب سے اذان کی یہ غیر معمولی مخالفت کیوں ہوتی ہے۔ اذان کیا ہے؟ خدا کی عبادت کے لئے بلاوا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ آؤ ہم اکٹھے ہو کر خدا کی بندگی کریں۔ اذان کا ٹھیٹھ گورمکھی پنجابی ترجمہ درج ذیل ہے:-

"کرتار سب تھوں وڈا ہے۔ میں گواہی دیناں ہاں کہ پرماتما دے بناں ہور کوئی پوجنے یوگ نہیں۔
میں گواہی دیناں ہاں کہ شری جگت گورو محمد جی مہاراج پرماتما دے بھیجے ہوئے ہن۔
بھگوان دی بھگتی واسطے آؤ۔ آؤ سپھلتا پاؤ۔
کرتار سب تھوں وڈا ہے۔ اس اکال پرکھ تھوں بناں ہور کوئی پوجنے یوگ نہیں"

پرات کال (صبح) دی بانگ دے ویلے "آؤ سپھلتا پاؤ" دے بعد جو شبد اچارن کیتے جاندے ہن اوہناں دے ارتھ ایہہ ہن " بھگوان دی بھگتی نیندرا توں چنگی اے"

بتلائیے اس میں کونسی بُری بات ہے جو سکھوں یا اور کسی کو بُری معلوم ہو، یہ تو محض خدا کی عبادت کے لئے بلاوا ہے۔ کوئی ہم کا گولا نہیں۔ پھر کسی کو بُرا معلوم ہو تو کیوں؟ میں سمجھتا ہوں کہ ایک حد تک ہماری بھی غلطی ہے کہ ہم نے آج تک خاطر خواہ طریق پر سکھوں کو اذان کے گورمکھی ترجمہ سے آگاہ نہیں کیا۔ اگر اذان کا ترجمہ کثیر تعداد میں سکھوں میں تقسیم کیا جائے تو خدا کے فضل سے کافی حد تک حالات سدھر سکتے ہیں، اور مسلمان اور سکھوں میں آئے روز کے یہ اذان کے جھگڑے جن میں باہمی خون خرابہ ہو کر تنفر اور آزردگی پھیل رہی ہے۔ کی اصلاح ہو کر سکھ اور مسلمان ایک دوسرے کو بہتر سمجھ کر اچھے ہمسایوں کی طرح رہ سکتے ہیں، دنیا میں جس قدر بُعد اور کشیدگی ہے یہ ایک دوسرے کو نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے۔ جب ہم ایک دوسرے کو سمجھ لیں تو پھر نفرت کے معنے ہی کیا۔

اس جھگڑے پر آج تک بلاشبہ مسلمانوں کے اگر لاکھوں نہیں تو ہزاروں روپے خرچ ہو چکے ہونگے اور جو باہمی کشیدگی پیدا ہوئی وہ مزید برآں۔ مگر ابھی تک ہم نے یہ سیدھا راستہ اختیار نہیں کیا کہ سکھوں کو اذان کے ترجمہ سے آگاہ کیا جائے۔

سکھوں کی جانب سے اذان کی مخالفت ہو تو کیوں۔ جبکہ شری گورو گرنتھ صاحب میں یہ صاف لکھا ہوا ہے:-

کبیر سپنے ہوں بڑڑا ئیکے جیہیں مکھ سے نکسے رام
تاں کے پگ کی پاہنی میرے تن کو چام

ترجمہ:- مطلب یہ کہ شری گورو گرنتھ صاحب اپنے پیروؤں کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ اگر خواب میں بڑبڑانے کی حالت میں بھی کسی کے منہ سے خدا کا نام نکلے۔ تو اے گرنتھ کے ماننے والو! تم ایسے شخص پر سو جان سے قربان ہو جاؤ۔ اگر ایسے شخص کے پاؤں کی جوتی تمہارے چمڑے سے بنے تو تم اسے اپنی خوش قسمتی سمجھو۔ اور اذان جو سراسر خدا کی بھگتی اور عبادت کے لئے بلاوا ہے خواب میں نہیں بلکہ حالت بیداری اور بالارادہ لوگوں کو خدا کا نام لینے کے لئے بلایا جاتا ہے۔ اس حالت میں اس شلوک کی روشنی میں جو سکھوں کا فرض ہو سکتا ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔

پھر یہی نہیں بلکہ سکھوں کی مقدس کتب اس سے بھی آگے جاتی ہیں۔ شری گرنتھ صاحب آدسری راگ محلہ پہلا میں درج ہے:-

عیب تن چکڑ وبہہ من مینڈ کو کمل کی سار نہ مول لائی
بھنوا استاد نت بھاکیا لوئے کیوں لجھے جان نہ بوجھائی
آکھن سنناپون کی بانی ایہہ من رتا مایا
خصم کی ندریں دلیں پسندی جنہیں اک کر دھیایا
تیہہ کرکھے پنج کر ساتھی ناؤں شیطان مت کٹ جائی
نانک آکھے راہ پر چلنا مال تن کس کو سنبھالی

مہاراجہ صاحب فریدکوٹ کے اہتمام سے جیدہ گیانیوں نے مل کر جو شری گرنتھ صاحب کی شرح کی ہے اس میں یہ گیانی صاحبان ان اقوال کے یہ معنے کرتے ہیں:-

مطلب:- تیرے بدن میں کیچڑ کیا ہے تیرے ہی عیب اور اس میں مینڈک کیا ہے تیرا ہی دل۔ اے اس عیبوں کے کیچڑ میں لت پت ہونیوالے مینڈک ذرا اس کیچڑ کو چھوڑ کر اوپر تو آ اور دیکھ تیرے سر پر کیسا خوشنما کنول کا پھول کھل رہا ہے، مگر اس کنول کے پھول کی خوشبو سے وہی لوگ مستفیض ہوتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ آپ سمجھائے۔ اور اللہ تعالےٰ انہیں کی رہنمائی کرتا ہے جو اس کی ہدایت پر عمل کرتے ہیں اور جو لوگ اس ہادی برحق کی آواز کو اس کان سن دوسرے کان نکال دیتے ہیں، اللہ تعالےٰ کو ایسے لوگوں سے کوئی سروکار نہیں۔ اور جو اللہ تعالےٰ کی ہدایت پر عمل کرتے ہیں۔ ان مقبول بندوں کی یہ نشانی ہے کہ وہ ایک خدا کی پوجا کرتے ہیں تیس روزے رکھتے ہیں اور پانچوں وقت کی نمازیں پڑھتے ہیں اور جو لوگ ایسا کرتے ہیں خداوند تعالےٰ ایسے مقبول بندوں کو شیطانی شر سے محفوظ رکھتا ہے۔

پھر شری گرنتھ صاحب صفحہ ۱۳۷۸ پر یہ ارشاد ہوتا ہے:-

" فریدا بے نماز اکتیا ایہہ نہ بھلی ریت (طریقہ)
کدی چل نہ آئیا پنجے وقت مسیت (مسجد)
اٹھ فریدا وضو ساز صبح نماز گذار
جو سر سائیں نہ نیویں سو سر کپ اتار
جو سر سائیں نہ نیویں سو سر کیجے کائیں
کنے ہیٹھ جلائیے بالن سندے تھائیں "

ان اقوال کے معنوں کی چنداں ضرورت نہیں، مسجد۔ وضو، نماز وغیرہ کے الفاظ بالکل نمایاں ہیں۔ اور ان اقوال میں نماز کی عدم ادائیگی پر جو عیب اور سزا مقرر کی گئی ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔

پھر شری گرنتھ آدھ مارو محلہ ۹ صفحہ ۱۰۸۱ میں یہ درج ہے:-

"خدا ایک سمجھ دیو بانگاں"

اس جگہ "بانگاں" کا لفظ نمایاں ہے بانگاں بانگ کی جمع ہے اور بانگ کے معنے اذان کے ہیں۔

پھر شری گرنتھ صاحب صفحہ ۱۰۸۳ میں لکھا ہے:-

روجا (روزہ) بانگ (اذان) نماز کتیب (قرآن مجید) بن (بغیر) بہشت جاسی۔ اس جگہ روزہ۔ اذان۔ قرآن مجید کے الفاظ نمایاں ہیں۔

پھر شری گرنتھ صاحب آدمحلہ ۳ صفحہ ۲۰۷۹ پر یہ ارشاد موجود ہے:-

بے نمازاں سگ بھلے جو راتیں رہن سجاگ
دتی بانگ نہیں جاگدے ستے رہن نبھاگ

اس شلوک میں "بے نماز" "سگ" اور "بانگ" کے الفاظ بالکل نمایاں ہیں۔ تشریح کی چنداں ضرورت نہیں۔

یہ اقوال جن میں کوئی پیچیدگی نہیں اور اتنے نمایاں ہیں جتنے کہ ممکن ہو سکتے ہیں، یہ اقوال شری گرنتھ صاحب کے ہیں، جو سکھ صاحبان کے ہاں نہایت ہی معتبر کتاب سمجھی جاتی ہے، شری گورو گرنتھ صاحب کا سکھ لٹریچر میں وہی درجہ ہے جو مسلمانوں کے ہاں کلام مجید کا۔ اور ان اقوال میں جو نمایاں اذان کو جگہ دی گئی ہے۔ وہ اظہر من الشمس ہے۔

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ اور تجدید دین

(از جناب شیخ محمد طفیل صاحب ایم۔ اے)

گذشتہ سے پیوستہ

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ کے زمانہ کے حالات کا تذکرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر غلام جیلانی صاحب برق فرماتے ہیں:۔

(۱) "تقلید نے ملت کے بیشتر حصہ کو نوع ادراک اور تفکر و تدبر سے محروم کر ڈالا تھا۔ تنگ نظری، تنگ خیالی، تنگ فکری اور تنگ ظرفی علماء کے اوصاف خاصہ تھے، علمی تنزل کے ساتھ ... مفقود ہو چکا تھا، اخلاق ... ہو چکے تھے اور دین و ایمان کی صورت مسخ کر دی گئی تھی۔

(۲) "اہل کتاب و عجمی اقوام کے اختلاط سے اسلام میں اوہام و اباطیل داخل ہو چکے تھے"

(امام ابن تیمیہ صفحہ ۱۲)

ان حالات کا ذکر شبلی نعمانی کے مضمون "مجددان اسلام۔ علامہ ابن تیمیہ" میں بھی ہے (دیکھئے مقالات شبلی صفحہ ۲) اس زمانہ میں علمی تنزل کے متعلق علم الکلام حصہ اوّل صفحہ ۱۰۵ تا ۱۰۸ ابھی قابل مطالعہ ہیں۔

جب کبھی اسلام پر ضلالت و گمراہی کا ابر ... چھا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے دین کی حفاظت کے لئے ایک شخص کو کھڑا کرتا ہے، جو اسلام کی صحیح تعلیم کو دنیا کے سامنے رکھتا ہے۔ قال احمد ابن حنبل یبعث لہم امر دینہم (مرقات الصعود برحاشیہ ابی داؤد جلد ۲ صفحہ ۲۲۳ مطبوعہ نولکشور) یعنی مجدد امر دین کو لوگوں کے لئے بیان کرتا ہے۔ یعنی اس کفر و ضلالت کی تاریکیوں میں صدی کے آغاز میں ایک مرد حق نور ہدایت لیکر آیا تاکہ تازہ طور پر دلوں سے دین کے متعلق اوہام و اباطیل کی ظلمتیں دور کر دے۔ وہ نبی تو نہیں لیکن مزاج نبوت میں نبی سے بہت قریب ہوتا۔

امام ابن تیمیہ نے اہل باطل کے مقابل بے شمار کتابیں لکھیں۔ بے شمار اس لئے کہ ان کی کتب کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں ہو سکا کہ تعداد میں کتنی تھیں۔ آپ نے تقاریر سے علمی مباحث اور مناظرے، تدریس و افتا سے، اپنے زہد و تقویٰ سے اور جب ضرورت پڑی جہاد بالسیف سے حقانیت کے دشمنوں کا مقابلہ کیا۔

علامہ ذہبی البدایۃ میں فرماتے ہیں:۔

"آپ نے دلائل و براہین سے حق کو استوار کیا۔ اللہ کی راہ میں تلوار سے جہاد کیا"

(۳) آپ کی وفات پر قاسم ابن عبد الرحمن بن نصیر المقری نے جو مرثیہ لکھا اس سے آپ کے خلاق اور کار تجدید پر روشنی پڑتی ہے۔

ما کان الا حبر امۃ احمد
شخصت لعظم مصابہ الانظار

آپ ملت اسلامیہ کے رہبر تھے۔ اس علم کی وجہ سے آپ کے ہوا خواہ چکرا گئے ہیں۔

ومجاھد فی اللہ حق جھادہ
بحر اللندن اوندی اوہ مدرارہ

آپ نے اللہ کی راہ میں جہاد کا حق ادا کر دیا سخاوت کے سمندر تھے اور آپ کی سخاوت موسلا دھار بارش کی طرح برستی تھی۔

وللہ الزھادۃ والعبادۃ منہج
ولسنۃ الھادی لہ استبصار

زہد و عبادت آپ کا مسلک تھا۔ اور سنت رسول میں آپ کو کمال درک حاصل تھا۔

(بحوالہ امام ابن تیمیہ)

ابن الوردی فرماتے ہیں:۔

ان ابن تیمیہ فی کل العلوم اوحد
احییت دین احمد وشرعہ یا احمد

ابن تیمیہ تمام علوم میں یکتا ہیں۔ اے احمد تو نے دین احمد کو حیات نو بخشی (القول الجلی)

ان اشعار سے صاف نظر آتا ہے کہ آپ کو اپنے زمانہ کا امام و مجدد سمجھا جاتا تھا۔

قوام الدین عبد اللہ بن حامد شافعی ایک خط میں لکھتے ہیں:۔

"اللہ سبحانہ کا سب سے بڑا احسان اہل دنیا پر یہ ہے کہ اس میں ایک عارف، عالم، زاہد اور مجدد پیدا کیا" (از نقل کردہ شہاب الدین ابو العباس احمد بن حرانی۔ بحوالہ امام ابن تیمیہ)

احمد بن ابراہیم الواسطی۔ المعروف بابن شیخ الحزین ایک خط میں لکھتے ہیں:۔

"تم خوش قسمت ہو کہ تم میں ابن تیمیہ جیسا مجدد دہر موجود ہے ......۔

رسول اللہ صلعم کو گذرے ہوئے سات سو سال ہو چکے ہیں۔ دین متین کی سادہ تعلیم میں الحجاد پیدا ہو چکے ہیں، اس لئے آپ کا فرض تجدید واجب ہے ......

ہماری خوش قسمتی ہے کہ ابن تیمیہ جیسا شخص ہم میں موجود ہے جس نے بدعت و ضلال کے پول کھول دیئے۔ آپ ساتویں صدی کے مجدد ہیں"

(بحوالہ امام ابن تیمیہ صفحہ ۱۸۳ و صفحہ ۱۸۶)

یہ حوالجات تشریح کے محتاج نہیں امام موصوف کو ان کے اپنے زمانہ میں بھی اور ان کی وفات کے بعد بھی مجدد سمجھا جاتا تھا اس وقت کئی عالم دین اور بھی گو ... تھے فلسفی شاعر متکلم سبھی تھے، علماء کا گروہ بھی موجود تھا لیکن تجدید دین کا فرض صرف ایک شخص کے سپرد ہوا اور یہ وہی شخص تھا جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے ساتویں صدی کے سر پر کھڑا کیا تھا۔ اسی خط کا ذیل کا فقرہ ان کی مجددیت کی پر زور تائید کرتا ہے

"انبیاء گذشتہ کی طرح آپ اس امت کے شاہد بن کر آئے ہیں۔ تم لوگ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ تم پر اس عظیم الشان نشان کی حقیقت کو بے نقاب کرے"

ڈاکٹر غلام جیلانی صاحب برق مصنف امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں:۔

"علماء کی ایک جماعت عظیم کا خیال ہے کہ آپ ...... آٹھویں صدی کے مجدد و مجتہد تھے" صفحہ ۲۲۳

(۵) ابھی تک ہم نے صرف ان شہادتوں کا ذکر کیا ہے جو امام ابن تیمیہ کی مجددیت پر دوسرے لوگوں نے دی ہیں۔ بظاہر یہ امور مخبر صادق صلعم کی بشارت کہ اللہ تعالیٰ ہر صدی کے سر پر ایک مجدد کو مبعوث کرے گا جو اس کے دین کی تجدید کرے گا کو پورا کرنے کے لئے کافی ہیں۔ لیکن امام موصوف کی اپنی تحریرات ہمارے استدلال کو اور تقویت پہنچاتی ہے۔ امام مذکور نے حملہ تاتار کے متعلق ایک کھلی چٹھی مسلمانان مصر و شام کو لکھی (البدایۃ والنہایۃ) جس میں وہ کتاب و سنت کی حفاظت کی طرف مسلمانوں کو متوجہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"اس وقت اسلام پر ایک مصیبت عظمےٰ نازل ہو چکی ہے۔ اگر اس کے دفعیہ کی تدابیر نہ سوچی گئیں تو ایمان و کتاب کے ستون گر جائیں گے"۔ لیکن اسلام کی حفاظت کے لئے ہر زمانہ میں ایک گروہ موجود رہتا ہے اس امر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امام صاحب (۲) اسی خط میں لکھتے ہیں:۔

"اس آڑے وقت میں بھی اسلام کی حمایت کے لئے ایک جماعت موجود ہے جسے کفر و ضلال کی کوئی طاقت نقصان نہیں پہنچا سکتی" صفحہ ۱۵۲

اللہ تعالیٰ کی ہستی پر کس قدر ایمان ہے کہ دشمنوں کے نرغہ میں گھرے ہوئے ہیں لیکن اسلام کی حمایت میں جو جماعت انھوں نے تیار کی ہے، اس کے متعلق یہ یقین ہے کہ اسے کفر و ضلال کی کوئی طاقت نقصان ہی نہیں پہنچا سکتی۔ اس یقین کی جھلک ایک دوسرے خط میں بھی موجود ہے جو حملہ تاتار کے متعلق سلطان ناصر کو لکھا گیا۔

"حمد و صلوٰۃ کے بعد واضح ہو کہ اللہ سبحانہ نے ملت بیضا کی نصرت کا وعدہ تا قیامت فرمایا ہے اور اللہ کی شہادت کافی ہے، اور رسول اللہ صلعم نے کہا تھا کہ امت اسلامیہ میں ہمیشہ ایک گروہ منصور حقانیت کا علمبردار بن کر باقی رہیگا ... ہر صدی کے آغاز میں ایک مجدد آنے کی بھی بشارت دی گئی ہے، یہ تمام واقعات آپ کی نبوت پر دلائل واضح ہیں۔ یہ بشارات رفتہ رفتہ ظاہر ہو رہی تھیں اب وہ فتنہ عظیم نمودار ہو گیا ہے"

پھر تاتاریوں کی ذلت کے متعلق فرماتے ہیں:۔ "مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ہمارے ہاتھوں سے ذلیل کرے گا، اسلئے کہ اس سلسلہ میں متواتر بشارات موجود ہیں" (بحوالہ امام ابن تیمیہ صفحہ ۱۶۳ تا ۱۶۸)

جنگ کے ... کی فتح پر آپ نے جو خط بادشاہ کو لکھا اس میں بھی کس جوش عقیدت سے حدیث مجدد کو سچا تسلیم کیا ہے۔

"حمد و صلوٰۃ کے بعد واضح ہو کہ اللہ نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے بندہ کو فتح عطا فرمائی، اسلامی افواج کامیاب اور احزاب ناکام ہوئے۔ بادشاہ اور مومنین پر اللہ کا یہ وہ احسان ہے جس کی مثال قرون ماضیہ میں نہیں ملتی اسلام کو نئی زندگی ملی اور مخبر صادق کی یہ بشارت کہ ہر صدی کے سر پر ایک مجدد آیا کرتا ہے لفظ بلفظ سچی ثابت ہوئی"

ان حوالجات سے ذیل کے نتائج مترتب ہوتے ہیں:۔

(۱) حضرت امام ابن تیمیہ سے اللہ تعالیٰ نے کار تجدید مکمل کرایا یعنی انھوں نے کتاب و سنت کا احیا کیا۔

(۲) ۶۹۸ھ سے ان کے مصائب کی زندگی شروع ہوئی۔ اسی زمانہ میں لوگوں نے ان کے متعلق نہایت اچھے خواب دیکھے یہ صدی کا آخر تھا اور نئی صدی شروع ہونے والی تھی۔

(۳) وقت کا تقاضا تھا کہ ایک مجدد ظاہر ہو

(۴) علامہ موصوف ہی وہ فرد واحد ہیں جن میں اس وقت مجددیت کے تمام اوصاف پائے جاتے تھے۔

(۵) آپ کی زندگی میں اور آپ کی وفات کے بعد آپکو مجدد سمجھا جاتا رہا۔

(۶) آپ نے حدیث مجدد کے ماتحت خود اپنے آپ کو مجدد کہا۔

(۷) مجدد کے ظہور کے لئے صدی کا آغاز مقرر ہے

(۸) حدیث مجدد ہر زمانہ میں صداقت کیساتھ پوری ہوتی رہی۔ اس صدی میں بھی اسے پورا ہونا چاہیئے۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں "اگر تعجب کی جگہ تھی تو یہ تھی کہ اس پاک رسول کی یہ صاف اور کھلی کھلی پیشگوئی خطا جاتی جس میں فرمایا گیا تھا کہ ہر ایک صدی کے سر پر خدا تعالیٰ ایک ایسے بندہ کو پیدا کرتا رہیگا جو اس کے دین کی تجدید کرے گا، سو یہ تعجب کا مقام نہیں بلکہ ہزار ہزار شکر کا مقام اور ایمان و یقین بڑھانے کا وقت ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے وعدہ کو پورا کیا اور اپنے رسول کی پیشگوئی میں ایک منٹ کا بھی فرق نہ پڑنے دیا ...... میں اسکو بار بار بیان کرونگا اور اس کے اظہار سے نہیں رک سکتا کہ میں وہی ہوں

ـلہ چودھویں صدی کے مجدد کی طرف دعویٰ نبوت منسوب کرنیوالوں کے لئے یہ حقیقت قابل غور ہے۔ امام احمد بن حنبل کے متعلق علامہ بسر الحانی کا یہ قول بھی قام احمد مقام الانبیا (احمد کا مقام انبیاء سے کم نہ تھا) اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ایک مجدد کے لئے مقام نبوت کے الفاظ کا استعمال درحقیقت اسے نبی نہیں بنا دیتا۔

جماعت احمدیہ جہلم کا سالانہ جلسہ

از جناب چودھری فضل رب صاحب

حسب معمول اس سال بھی جماعت جہلم کا سالانہ جلسہ ۱۶-۱۷-۱۸ اپریل بروز جمعہ و ہفتہ منعقد ہوا۔ ویسے تو ہر سال یہاں جلسے ہوتے ہیں۔ مگر اس سال کا جلسہ ایک نرالی شان رکھتا ہے۔ جماعت جہلم نے محمودیوں۔ آریوں۔ اور عیسائیوں کو مناظرہ کا چیلنج دیا۔ اور ڈنکے کی چوٹ چار پانچ دن منادی ہوتی رہی۔ ہر ایک کو خطوط لکھے گئے۔ کہ آؤ آج حق اور باطل کا فیصلہ کریں۔ مگر کسی کو بھی جواب دینے کی ہمت نہ ہوئی۔ اور جہلم کے لوگوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مکسر الصلیب اور بقتل الخنزیر کا نظارہ چمکتے ہوئے سورج کی طرح دیکھا۔ کسی دشمن اسلام کو جرأت نہ ہوئی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سپاہیوں سے نبرد آزما ہو۔ جمعہ کی نماز حضرت مولانا صدرالدین نے پڑھائی۔ کئی غیر احمدیوں اور ایک محمودی دوست نے بھی نماز جمعہ میں شرکت کی۔ شام کے پانچ بجے بابو عبدالحق صاحب نے احباب کی چائے پانی کی اور ایک معزز محمودی بزرگ کو بھی مدعو کیا۔ انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھ پر بیعت کی ہوئی تھی۔ دوران گفتگو میں مولانا صدرالدین صاحب نے پہلے تو حضرت مرزا صاحب کے دعوے پر روشنی ڈالی اور پھر اس محمودی دوست سے پوچھا کہ بتایئے جب آپ نے حضرت صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی تھی تو کیا آپ سے نبوت حضرت مرزا صاحب کا عہد لیا گیا تھا اور کیا آپ کے دماغ میں یہ بات تھی۔ کہ جس کے ہاتھ پر بیعت کرنے لگا ہوں وہ نبی ہے تو اس محمودی دوست نے نہایت دلیری سے جواب دیا کہ نہ تو حضرت صاحب نے اپنی نبوت کا عہد لیا اور نہ ہی میں نے ان کو نبی سمجھکر بیعت کی تھی۔ بہت دیر تک تبادلۂ خیالات ہوتا رہا۔ ان کی باتوں سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ بھی تنظیمی بیعت کے چکر میں پھنسے ہوئے ہیں۔ امید واثق ہے کہ عنقریب حق کی قبولیت کا اعلان کر دیں گے۔

شام کے چھ بجے جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی۔ جناب مولوی احمد گل صاحب مبلغ مقامی جماعت نے ختم نبوت پر تقریر کی آپ نے قرآن کریم و حدیث نبویہ سے ثابت کیا کہ سلسلہ نبوت حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت مولانا صدرالدین صاحب نے بھی اسی موضوع پر انتفاء اور سائنس کی رو سے ثابت کیا کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔ حضرت مولانا صاحب کی تقریر کے وقت موسم ذرا ناخوشگوار تھا۔ مگر جہلم کے لوگ جناب مولانا سے خاص عقیدت رکھتے ہیں اسلیئے لوگوں نے موسم کی پرواہ نہ کرتے ہوئے عرض کی کہ آپ تقریر کو جاری رکھیں اس تقریر نے لوگوں پر بہت گہرا اثر کیا۔ اور غیر احمدیوں نے یہ خواہش ظاہر کی حضرت مولانا کی خدمت میں عرض کیا جائے کہ وہ تین مہینے کے بعد ضرور جہلم تشریف لایا کریں اور ہمیں اپنے پیارے نبی کے حالات سے آگاہی ہو سکے۔ دوسرا اجلاس رات کو ۹ بجے شروع ہونا تھا۔ شہر میں اعلان کیا گیا کہ محمودیوں کو مناظرہ کا چیلنج دیا گیا ہے۔ اور سید اختر حسین صاحب گیلانی بی۔ اے مولوی فاضل ختم نبوت پر تقریر فرمائیں گے۔ اس وقت تک محمودیوں سے کوئی تحریری جواب موصول نہ ہوا تھا۔ البتہ چند محمودی دوستوں کی زبانی معلوم ہوا کہ انہیں اس جلسہ میں شمولیت کی اجازت نہیں دی گئی۔ اور ان کا ایک رپورٹر آئے گا اور تقریر نوٹ کر کے لے جائے گا اور پھر محمودی مولوی صاحب اپنی مسجد میں مریدوں کے اضطراب کو دور کرنے کے لئے اس کا جواب دیں گے ہم نے محمودیوں کو اس پر غیرت دلائی اور یہ بھی کہا کہ اگر چاہو تو تمہاری مسجد میں ہی مناظرہ ہو جائے یہ لوگ پھر اپنے مولوی صاحب کے پاس گئے۔ اور بہت مشکل سے انہوں نے مولوی صاحب کو سوال وجواب کے لئے منایا۔ ہم نے پھر منادی کرائی کہ رات کو محمودیوں سے مناظرہ ہوگا۔ رات کو نو بجے جناب سید اختر حسین صاحب نے اپنا باطل شکن چیلنج پیش کیا کہ ہم خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کرتے ہیں اور اس کی تائید میں حضرت نبی کریم کا یہ قول انا خاتم النبیین ولا نبی بعدی پیش کرتے ہیں، اس کے برعکس محمودی گروہ یہ معنی کرتا ہے کہ انگوٹھی۔ نبیوں سے افضل اور نبیوں کی مہر وغیرہ وغیرہ اگر ان کے یہ معنی درست ہیں تو وہ احادیث یا قول آئمہ دین وغیرہ سے اپنی تائید میں صرف ایک حوالہ دکھلا دیں تو مبلغ پانچ صد روپیہ انعام دیا جا دے گا۔ یہ وہی چیلنج تھا جو شاہ صاحب کی طرف سے مدت تک اخبار پیغام صلح میں چھپتا رہا ہے۔ اس کے بعد آپ نے اسی موضوع پر ایک مدلل اور زبردست تقریر فرمائی۔ محمودیوں کی طرف سے ایک مولوی محمد حسین صاحب آئے ہوئے تھے۔ جناب شاہ صاحب کی تقریر سے پبلک تو الگ رہی خود ان محمودی مولوی صاحب پر سکتہ طاری ہو گیا۔ اور اس تقریر پر کوئی اعتراض نہ کر سکے۔ جب مقابلہ کیلئے کھڑے ہوئے تو کچھ نہ کچھ مر گئے کے لئے تو کہنا ہی تھا۔ فرمانے لگے کہ جس حدیث کی رو سے تم حضرت مرزا صاحب کو مسیح موعودؑ مانتے ہو وہی حدیث ثابت کرتی ہے کہ حضرت مرزا صاحب نبی تھے، کیونکہ اس حدیث میں لکھا ہے کہ وہ نبی اللہ ہوگا اور خدا کے کلام میں بھی نبی کا لفظ آیا ہے۔ اس پر شاہ صاحب نے حضرت مرزا صاحب کا اس حدیث کے متعلق مندرجہ ذیل فرمان پڑھکر سنایا۔

"یاد رکھنا چاہیئے بعض اوقات خدا تعالےٰ کے الہامات میں ایسے لفظ اور استعارہ اور مجاز کے طور پر اس کے بعض اولیا کی نسبت استعمال ہو جاتے ہیں۔ اور وہ حقیقت پر محمول نہیں ہوتے۔ سارا جھگڑا یہ ہے کہ جس کو نادان متعصب ادھر طرف کھینچکر لے گئے ہیں۔ آنے والے مسیح کا نام جو صحیح مسلم وغیرہ میں زبان مقدس نبوی سے نبی اللہ نکلا ہے وہ ان مجازی معنوں کی رو سے ہے جو صوفیہ کرام کی کتابوں میں مسلم اور ایک معمولی محاورہ مکالمات الٰہیہ کا ہے ورنہ خاتم الانبیاء کے بعد نبی کیسا؟"

اس پر محمودی مولوی صاحب نے جو جواب دیا وہ الفضل کو جلی الفاظ میں چھاپنا چاہیئے۔ فرمانے لگے کہ تم ظلی نبی کہو یا بروزی نبی یا مجازی نبی جب تک نبی کا لفظ ساتھ ہے یہ ثابت کرتا ہے کہ وہ نبی ہیں۔ اس جواب سے تو بہتر تھا کہ خاموش رہتے اور اپنے علم کی پردہ دری نہ کرتے، مگر شاہ صاحب نے جواب دیا کہ اگر کسی لفظ کے ساتھ نبی کا لفظ لگانے سے ہی نبی ثابت ہو سکتا ہے تو پھر غیر نبی بھی نبی ہوا کیونکہ اس میں بھی تو نبی کا لفظ آگیا ہے۔ غرضیکہ اس محمودی مبلغ نے خوب جگ ہنسائی کرائی۔ پبلک کے لوگ بلند آواز سے کہتے تھے کہ ہمیں آج معلوم ہوا کہ اس نبی کے لفظ کی کیا حقیقت تھی۔ یہ واقعات ہیں اور اس کی گواہی محمودی لوگ بھی دیں گے۔ میں نے خود کئی ایک غیر احمدی اہل علم لوگوں کو جلسہ کے بعد پوچھا کہ بتایئے آپ نے آج کی بحث سے کیا حاصل کیا تو انہوں نے کھلے الفاظ میں کہا کہ آج لفظ نبی کی حقیقت واضح ہو گئی۔ اور یہی ایک سب سے بڑا اختلافی مسئلہ تھا جو ہمیں خار کی طرح کھٹک رہا تھا اور آج ہم اس بات کے قائل ہو گئے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب پر جو مخالف نبی بننے کا الزام لگاتے ہیں وہ الزام غلط ہے۔ تقریباً ۱۱ بجے شب یہ دلچسپ لیکچر ختم ہوا۔ جس وقت جناب شاہ صاحب تقریر فرماتے تھے تو لوگ واہ واہ اور سبحان اللہ سبحان اللہ کہہ اٹھتے تھے۔

تیسرا اجلاس ہفتہ کے روز شام کے ۲ بجے شروع ہوا۔ جناب شیخ محمد طفیل صاحب ایم اے۔ نے "تحریک احمدیت" پر ایک عالمانہ تقریر فرمائی۔ شیخ صاحب موصوف نے سب تحریکوں کا ذکر کیا اور بتلایا کہ تمام تحریکیں نابود ہو گئیں مگر تحریک احمدیت ہی ایک ایسی تحریک ہے جس کو دن دگنی اور رات چوگنی ترقی ہو رہی ہے۔ جناب شیخ صاحب کی تقریر کے بعد حضرت مولانا صدرالدین صاحب نے پبلک کی طرف سے اور اپنی طرف سے جناب شیخ صاحب کی اس عالمانہ تقریر پر مبارکباد دی اور جناب مولوی صاحب نے اس موضوع پر اور مفصل روشنی ڈالی کہ یورپ میں اس تحریک کا کیا اثر ہے اور پھر آخر پر جناب مولوی صاحب نے پبلک سے پوچھا کہ بتلاؤ کہ یہ جماعت جو اس قدر کام کر رہی ہے کیا اس کا ساتھ نہیں دینا چاہیئے، اس پر پبلک کی طرف سے بہت زور وشور کی آوازیں آئیں کہ ضرور ساتھ دینا چاہیئے۔ اور یہ اجلاس بھی نہایت کامیابی سے ختم ہوا۔ چوتھا اجلاس رات کو نو بجے منعقد ہوا۔ مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع نے اسلام اور دیگر مذاہب پر ایک سیر کن بحث کی سب سے پہلے انہوں نے دیگر مذاہب کی کتب سے نبی کریم صلعم کے متعلق پیشگوئیاں ثابت کیں۔ پھر غیر مذاہب نے جو اعتراضات اسلام پر کئے ان کو صاف کیا۔ پھر مسلمان بادشاہوں کی حکومت پر جو متعصب ہندو اور عیسائیوں نے غلط پراپیگنڈا کیا، اس کی صفائی کی۔ جناب مرزا صاحب کی تقریر نے لوگوں پر بہت اثر کیا۔ آخر پر آپ نے فرمایا کہ کسی مخالف اسلام کی جرأت نہیں کہ ایک احمدی سپاہی کے سامنے آئے۔ پھر جناب مرزا صاحب نے فرمایا کہ جس طرح حکومت نے چوروں بدمعاشوں اور ڈاکوؤں کے لئے پولیس اور پہرہ دار مقرر کر رکھے ہیں۔ اسی طرح اس زمانہ میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود و مجدد صد چہاردہم کی قیادت میں خدا نے ہمیں مذہبی ڈاکوؤں کے لئے پہرہ دار مقرر کیا ہے۔ اور مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم بیفکر ہو جاؤ، کوئی دشمن اسلام اب اسلام پر حملہ آور نہیں ہو سکتا۔ اور یہ سب علم اور جوش صرف اس مسیح موعودؑ کا روحانی فیض ہے۔ یہ تقریر ۹ بجے شروع ہوئی اور رات کو ۱ بجے ختم ہوئی۔ مگر لوگ پھر بھی بیٹھے رہے۔ تقریر اس قدر دلچسپ تھی کہ لوگوں کا اٹھنے کو دل نہ چاہتا تھا۔ یہ خداوند کریم کا خاص فضل ہے کہ اس سال کا جلسہ نہایت کامیابی اور شان وشوکت سے بعد دعا ختم ہوا:

(بقیہ از صفحہ کالم ۱)

مسلم ہائی سکول پنڈ دادنخان اور دیگر اساتذہ بالخصوص شیخ رضی الدین صاحب سیکنڈ ماسٹر اور ماسٹر عبدالحفیظ صاحب بٹ کا شکریہ ادا کرتا ہے جنہوں نے مہمانوں کی خاطر و مدارات اور جلسہ کو کامیاب بنانے میں پوری مستعدی کا اظہار کیا، سب سے آخر لیکن سب سے بڑھ کر شکریہ کے مستحق جماعت پنڈ دادنخان کے سیکرٹری شیخ اللہ بخش صاحب تاجر چرم ہیں، جنہوں

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا

ہفتہ وار آرگن

پیغام صلح

ایڈیٹر:۔ ایس محمد آصف - بی اے) جائنٹ ایڈیٹر: محمد انعام الحق -

جلد ۳۱ | لاہور - یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۲۹ ربیع الثانی ۱۳۶۲ھ م - ۵ مئی ۱۹۴۳ء | نمبر ۱۸

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں نیا نہ پرانا۔
۲- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳- قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴- سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵- اسلام تمام دنیا پر غالب ہوگا۔

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم کی وفات کا صدمہ

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی وفات کے صدمہ کو جماعت احمدیہ نے بہت محسوس کیا ہے اور محسوس کیوں نہ کرتی جبکہ حضرت ڈاکٹر صاحب کی ساری زندگی جماعت احمدیہ کے لئے ایثار، خلوص اور قربانی کی آئینہ دار تھی، آپ کے قلب میں جماعت کی خدمت کا نہایت اعلیٰ اور رفیع جذبہ تھا بعض دفعہ ایک شخص کے اثر و نفوذ کا اس کی زندگی میں پتہ نہیں چلتا، لیکن جب وہ شخصیت دنیا سے گذر جاتی ہے، تو اس وقت معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخصیت کتنی بلند پایہ تھی جماعت کو اس کی کتنی ضرورت تھی اور اس کی رحلت سے جماعت میں جو خلا پیدا ہوگیا ہے وہ پُر ہونا کتنا مشکل ہے، پہاڑ کے دامن میں کھڑے ہو کر اس کی رفعت اور شان کا علم نہیں ہوتا، لیکن تھوڑا فاصلہ پیدا ہو جانے سے اس کی بلندی اور ہیبت دل کو متاثر کرنے لگتی ہے، اسی طرح بعض شخصیتیں جب بالکل قریب ہوتی ہیں تو ان کے مشفقانہ اور محبت سے لبریز انداز ان کی عظمت کو ملفوف کر دیتے ہیں لیکن جب وہ لوگ گذر جاتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ کس شان کے لوگ تھے اور ہمیں ان سے کتنا تعلق تھا اور انہیں ہم سے کتنی محبت تھی اور ان کی بلند روحانی اور اخلاقی شخصیت سے ہم کس طرح نامحسوس طور پر فیضان حاصل کرتے تھے۔ حضرت ڈاکٹر صاحب کی وفات پر جو خطوط بیرونی جماعتوں کی طرف سے موصول ہوئے ہیں، اور تعزیت کے لئے جو دوست باہر سے تشریف لائے ہیں ان کے اظہار غم و افسوس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم کو جماعت سے کیا تعلق تھا اور جماعت کو ان سے کتنی محبت اور عقیدت تھی، جتنے خطوط موجودہ شمارہ میں درج کئے جا رہے ہیں اور آئندہ بھی بعض خطوط درج کئے جائیں گے ان سے جماعت کی قلبی کیفیات کا اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جماعت کو حضرت ڈاکٹر صاحب کی وفات کا کس قدر صدمہ ہے اور جماعت نے ان کی جدائی کو کس طرح محسوس کیا ہے ــــ لیکن ہم یہاں یہ عرض کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم سے حقیقی محبت کا اظہار تو اس میں ہے کہ ان کی بلند روحانی اور اخلاقی خصوصیات کو اپنے اندر جذب کیا جائے جن کی وجہ سے وہ جماعت کے محبوب ہوئے، اور جماعت نے ان کی وفات کو محسوس کیا حضرت ڈاکٹر صاحب کی زندگی میں دو تین باتیں بہت نمایاں تھیں ایک تو وہ قرآن مجید کے عاشق تھے دوسرے ان کے قلب میں اشاعت اسلام کے لئے بے پناہ جذبات تھے تیسرے ان کی زندگی کا عملی پہلو بہت بلند تھا اپنے کام کے علاوہ وہ بحیثیت ایک انسان کے بھی نہایت شاندار انسان تھے، لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ سب خصوصیات بھی ایک اور خصوصیت کی رہین احسان تھیں اور وہی خصوصیت ان اخلاقی اور روحانی محاسن کی محرک تھی وہ تھا آپ کا حضرت امام عصر حاضر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حقیقی مقام کو سمجھنا اور ان سے سچی عقیدت اور محبت کا اظہار کرنا، حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم نے جو کچھ کیا اور جس طرح اس کام کی اللہ تعالیٰ نے انہیں توفیق عطا فرمائی وہ سب کچھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فیضان سے تھا اور حضرت ڈاکٹر صاحب کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اس حقیقت کا اظہار کرتا تھا کہ ـ

جمال ہمنشیں در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

حضرت ڈاکٹر صاحب نے جو کچھ حاصل کیا وہ اپنے امام حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں فنا ہو کر حاصل کیا اور اگر ہم بھی ان خصوصیات کو اپنے اندر پیدا کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں بھی وہی رستہ اختیار کرنا پڑے گا جسے حضرت ڈاکٹر صاحب نے اختیار کیا تھا ہمیں جو بھی کام کی توفیق ملے گی وہ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اس بلند مرتبہ خلیفہ کے دامن کو مضبوطی سے پکڑنے سے ہی ملے گی اس کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں اور اس حقیقت پر حضرت ڈاکٹر صاحب کی زندگی ایک زبردست شہادت ہے اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور سب دوستوں کو بھی اپنے اندر ان خصوصیات کو پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے جو حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم میں بدرجہ اتم موجود تھیں اور ہم ان سے اس محبت کا اظہار کر سکیں جو ان کی شان کے شایاں ہے ؛

درخواست دعا

پچھلے دنوں اخبار میں شائع ہوا تھا کہ جناب شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی دہلی میں بعارضہ نمونیہ بیمار ہو گئے تھے، اب شیخ صاحب موصوف کو افاقہ ہے، لیکن کمزور بہت ہو گئے ہیں تمام احباب سلسلہ کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ شیخ صاحب کے لئے حضور قلب سے دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ انہیں صحت کامل عطا فرمائے آمین

اخبارِ احمدیہ

ــ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی طبیعت علیل ہے احباب سلسلہ حضرت ممدوح کی صحت کیلئے دعا فرمائیں۔

افسوسناک خبر

ــ یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت افسوس کے ساتھ سنی جائے گی کہ جناب خان صاحب غلام ربانی خانصاحب وکیل مانسہرہ کے حقیقی بھائی جناب فضل الحق صاحب اگزکٹو انجینئر ڈیرہ اسمٰعیل خاں کو سرحد کے قبائلی لوگوں نے معہ دو نوکروں کے قتل کر دیا ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس افسوسناک خبر کی تفصیلی حالات موصول نہیں ہوئے مفصل حالات معلوم ہونے پر اخبار میں درج کئے جائیں گے ؛

ــ محترم معظم جناب شیخ عبدالرحمان صاحب مصری بدھ اور اتوار بعد نماز مغرب چھاؤنی لاہور میں درس قرآن مجید دیتے ہیں، احباب سلسلہ ان کے بیان کردہ حقائق و معارف کو نہایت دلچسپی سے سنتے ہیں۔

ــ حضرت میاں نبی بخش صاحب مرحوم توپخانہ بازار چھاؤنی لاہور کی اہلیہ نے ایک بکس نقرئی اور دس روپیہ بطور صدقہ معرفت اپنے پسر خورد حکیم اللہ بخش صاحب عطا فرمائے ہیں احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ خاتون موصوفہ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

ــ چوہدری خان زمان صاحب میانوالی بیمار ہیں احباب سلسلہ کی خدمت میں درخواست

سنہ وفات حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم

(از محمد اعظم صاحب علوی ساماںوی)

آں بشارت نیک خو کانِ جود و بحرِ حلم
از قضا لاچار شد آہ فخرِ فضل و علم
۱۹۴۳ء

"الوداع اے مؤلفِ مجددِ اعظم"
۱۳۶۲ھ

ع سیلاب گریہ درپئے دیوار و در ہے آج

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی وفات پر تعزیتی مکتوبات

سپاس تعزیت حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی موت پر جماعت کے ہر ایک فرد نے جو حضرت ڈاکٹر صاحب کی شخصیت کی عظمت سے واقف تھا بہت ہی غم محسوس کیا ہے۔ اور متعدد احمدی دوستوں نے اس سانحہ ارتحال پر حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ، جناب میاں نصیر احمد صاحب فاروقی اور جناب میاں ممتاز احمد صاحب فاروقی کی خدمت میں تعزیتی خطوط لکھے ہیں بعض غیر از جماعت احباب و رشتہ داران مثلاً بخشی ٹیک چند صاحب ریٹائرڈ جج ہائیکورٹ لاہور اور آر۔ بی سیٹھی صاحب لاہور نے بھی تعزیتی مکتوبات لکھے ہیں ان تمام دوستوں کا جنہوں نے اس غم میں شرکت فرمائی حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ جناب میاں نصیر احمد صاحب فاروقی کلکٹر بمبئی جناب میاں ممتاز احمد صاحب فاروقی اور حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم کے باقی افراد خاندان شکریہ ادا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سب دوستوں کو جزائے خیر دے۔ آمین

ایک قادیانی دوست کا مکتوب

میرے نہایت محترم بھائی جناب ۔۔۔ صاحب سلمکم اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ آپ کا خط ملا۔ جب خط پر نگاہ پڑی تو اچانک صدمہ کی خبر سے آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ثم انا للہ وانا الیہ راجعون۔ میں کیا عرض کروں کہ کیا حالت ہے، آپ خود ہی تصور فرمائیں۔ کہ جو مجھے ان سے محبت تھی اس کے لحاظ سے مجھ پر کیا گذری ہے۔ دل قرار نہیں پکڑتا۔ آپ کے تو والد تھے۔ خدا جانے آپ کی کیا حالت ہے۔ لیکن مجھ سے صرف روحانی تعلق تھا۔ میں یوں محسوس کرتا ہوں کہ میرا ایک بڑا سہارا ٹوٹ گیا ہے، ان کا وجود میرے لئے ایک بڑا ہی تسلی کا موجب تھا۔ عجب میرے دل کو ان کے دل سے مناسبت تھی، ملنے پر یوں معلوم ہوتا تھا جیسے دو پانی آپس میں ملتے ہیں۔ عجب روح پرور ان کی صحبت ہوتی تھی ان سے باتیں کر کے کبھی دل سیر نہیں ہوتا تھا۔ آہ۔ وہ طوطی بھی ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گئی۔ افق اسلام و احمدیت سے ایک بڑا ستارہ غروب ہو گیا۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کا ایک جلیل القدر جانشین اٹھ گیا۔ وہ تو خلد میں آرام سے ہیں ہاں ہمیں اپنی مفارقت سے بے آرام کر گئے ہیں۔ بیشک موت نے ان کو تہ خاک سلا دیا۔ لیکن ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما۔ وہ لوگ جن کے ہاتھ سے اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی بنا رکھی گئی بھلا وہ کبھی مر سکتے ہیں۔ بل ھم احیاء عند ربھم۔ کیا محرر "مجدد ہند" مر سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ مجدد اعظم کے نام کے ساتھ اس کے سوانح نویس کا نام بھی ہمیشہ زندہ رہے گا۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے انہیں آپ جیسے باقیات الصالحات بخشے۔ ان کی بیٹی کو اللہ تعالیٰ نے اپنے "عبد صالح" اور "منصور" اور اپنی پانچ ہزارہ فوج کے سردار کی زوجیت میں دیا۔ آپ کو خدا تعالیٰ نے ان کی خدمت کی بہت توفیق بخشی، آپ کو خدا جانے کیا کیا انعام ملیں گے۔ ان کی بلندی درجات کے لئے دعا کرتا ہوں۔ پہلے ان کی صحت کے لئے اور عمر کی درازی کے لئے دعا کرتا رہتا تھا۔ اب ان کی مغفرت اور ترقی درجات کے لئے دعا کرتا رہونگا۔ آہ۔ دنیا میں ان جیسا شفیق دوست کہاں ملے گا۔ میں جب شام کے وقت ان سے مل کر نیچے اترنے لگا۔ میری آنکھیں پُرنم ہو گئیں۔ دل پر کچھ ایسا اثر تھا۔ کہ یہ ملاقات آخری ملاقات ہے۔ اور یہ زیارت آخری زیارت ہے۔ میری آواز رقت اور شدت غم سے حلق میں اٹک گئی اور میں نے اپنے محسن بزرگ سے اتنا کہا کہ میں دل پر بہت بوجھ لیکر جا رہا ہوں، اور بصد حسرت اور مجبوراً جدا ہو رہا ہوں۔ میں تو منتظر تھا کہ آپ کی طرف سے بوقت روانگی اطلاع ملے گی۔ جب دیر ہو گئی تو میں سمجھا کہ گورنر دورہ پر ہے آپ کو مصروفیت ہو گی۔ چنانچہ میں ہر روز دورہ کی رپورٹ ٹائمز میں پڑھتا صرف آپ کے علاقہ میں دورہ کی کیفیت معلوم کرنے کے لئے اب میں لاہور خط لکھنے والا تھا کہ وہاں سے خبر منگواؤں۔ کہ اچانک آپ کا یہ صدمہ کی خبر والا خط ملا۔ عجب بات ہے کہ آپ کا خط اور محترمی مولوی یعقوب خانصاحب کا خط دونوں ایک وقت ملے۔ ان کے خط پر لکھا تھا کہ مرحوم رضی اللہ عنہ بمبئی میں سخت بیمار ہیں۔ اور آپ کے خط میں خبر تھی کہ وہ اپنے حقیقی مولا سے جا ملے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔ دل غم سے بھرا ہوا ہے۔ ربط بے ربط کاغذ حروف سے پُر کر رہا ہوں۔ میں یہ خط مکرمی خانصاحب کی معرفت ہی بھیج رہا ہوں کہ مجھے معلوم نہیں کہ آپ لاہور کچھ روز ٹھہریں گے یا کہ واپس ہو چکے ہیں، انشاءاللہ کسی Week end کو بمبئی میں آپ سے مل کر اپنے محسن بزرگ کی یاد میں آنسو بہا لوں گا۔

والسلام۔ اندوہگیں خاکسار ۔۔۔۔۔۔

جناب ڈاکٹر محمد شریف صاحب بٹالہ کا مکتوب

حضرت مولوی صاحب قبلہ سلمکم السلام علیکم۔ برادر مکرم ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم کے انتقال کی خبر سے مجھے از حد صدمہ ہوا ہے۔ مرحوم کی وفات جماعت کے واسطے ایک ناقابل برداشت اور ناقابل تلافی نقصان ہے۔ صرف یہ خیال ہی کہ اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی کوئی خاص حکمت ہے جو ہمارے اس خسارہ کی تکلیف کو کم کر سکتا ہے اور ہمیں تسلیم و رضا کے واسطے تیار کر سکتا ہے۔ مرحوم کی پاک زندگی اور ان کی خدمات اور قربانیاں ایسی ہیں کہ جب تک یہ جماعت قائم ہے ان کی قدر ہوتی رہے گی اور ان کا نام زندہ رہیگا۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دیوے اور پسماندگان کو صبر جمیل بخشے۔ آمین۔ میں نے یوسف کو بھیجا ہے کہ وہ حاضر ہو کر تعزیت کرے ؛ نیازمند محمد شریف بٹالہ۔

جناب ڈاکٹر وزیر احمد صاحب قریشی کا مکتوب

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

سیدی و مولائی (سلمہ اللہ تعالیٰ) السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ قبلہ حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی وفات حسرت آیات کا معلوم کر کے بڑا رنج ہوا۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت میں جگہ دے۔ اور آپ سب کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔ یہ نقصان ایک قومی نقصان ہے جس کی تلافی میرے نزدیک تو ناممکن ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے درس کی یاد مدتوں نہ بھولے گی۔ ان کی قلم میں جو طاقت تھی اور باطل کے پرخچے اڑانے میں انہیں جو مہارت حاصل تھی وہ شاذ و نادر ہی دیکھنے میں آتی ہے۔ ہم میں سے ایک بہت بڑے پایہ کا قرآن خوان اٹھ گیا، اس بڑھاپے میں کام کرنے کے لحاظ سے وہ ہم نوجوانوں سے بہتر تھے۔ یہ ان ہی کا قدوٹ جگر تھا کہ انہوں نے مجدد اعظم سی ایک ایسی کتاب تالیف کی جو کہ جب تک احمدیت دنیا میں موجود رہے گی۔ ان کے نام کو زندہ رکھے گی۔ اور جو صحیح معنوں میں دنیا پر واضح کر دے گی۔ کہ ماموریں کی اولاد وہ لوگ ہی ہو سکتے ہیں، جن میں مامور کی نورانیت کے اثرات سرایت کر چکے ہوں۔ نہ کہ صلبی اولاد جن کو صرف پوست و گوشت ورثہ میں ملا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی درگاہ سے اس نقصان کو پورا کرنے کے لئے نعم البدل عطا فرمائے۔ فاروقی صاحبان کو بھی یہ بات پہنچا دیں کہ یہ غم ان کے لئے بھی اتنا ہی عظیم ہے جتنا ہم لوگوں کے لئے۔ آخر ہم سب نے اس دنیا سے گذر جانا ہے اللہ بس باقی ہوس۔

خادم۔ وزیر احمد قریشی ؛

جناب ایس۔ تاج حسین صاحب بخاری ہیڈ ماسٹر کا مکتوب

حضرت امیر المومنین دام اجلالہ العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ کل شام مجھے میرے ایک دوست سے معلوم ہوا کہ حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس جہان فانی سے ہمیشہ کے لئے داغ مفارقت دے کر اپنے مالک حقیقی سے جا ملے انا للہ وانا الیہ راجعون اللہ ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ مرحوم جمیع اوصاف حمیدہ و خصائل ستودہ کے مالک تھے۔ اور اگر ان کو حضور کے بعد سلطان القلم کہہ دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ اپنے پیچھے انہوں نے جو معارف و نکات قرآنی چھوڑے ہیں وہ ان کی عالمانہ و فاضلانہ زندگی پر ہمیشہ کے لئے چار چاند لگائیں گے۔ سچ تو یہ ہے کہ جماعت کا ایک عظیم الشان غیر متزلزل رکن ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو گیا وہ زندہ ہیں اور ان کے کارنامے نمایاں ہمیشہ تا ابدالآباد زندہ رہیں گے لیکن ہمیں ایسا جلیل القدر انسان ڈھونڈنے سے بھی نہ ملے گا۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ مجھے ان کی وفات سے اتنا سخت صدمہ پہنچا ہے، جو بالکل ناقابل تلافی ہے۔ میں اُن کے فلسفیانہ نکات کی بلندی و ارتفاد کا ہمیشہ سے شیدائی رہا ہوں۔ آہ! ناہنجار موت تو ایسے در بے بہا کو مٹی کی آغوش میں ملا گئی۔ جس کا نعم البدل ملنا محال بلکہ ناممکن ہے آہ! ہر کہ آمد گل زباغ زندگانی چید و رفت + صحبت یاران خود را چند روزہ دید و رفت۔ میں نے اپنی مردہ روح میں انکے روحانی چشمہ عرفان سے روحانیت حاصل کی ہے۔ والسلام۔

خاکسار تاج حسین بخاری ہیڈ ماسٹر

جناب ماسٹر صادق علی صاحب پٹیالہ کا مکتوب

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔

کرنال ہوس۔ پٹیالہ۔ ۲۳ اپریل۔ میرے سید میرے مولا ایدکم اللہ بنصرہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب کے تار سے حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی وفات کا حال معلوم ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس دفعہ ان کی بیماری کی خبر پڑھ کر میرا دل پہلے سے ہی بیٹھا جاتا تھا آٹھ دس سال پہلے میں ہر نماز میں اس قیمتی وجود اور احمدیت کے اس مایہ ناز فرزند کی صحت اور درازی عمر کے لئے دعائیں کرتا رہتا تھا۔ لیکن عجیب بات ہے کہ انکی اس مرض الموت میں مجھے خاص دعاؤں کی توفیق نہ ملی اور یہی واقعہ ایک دفعہ پہلے سر فضل حسین مرحوم و مغفور کی مرض الموت میں ہوا تھا۔ کہ باوجود بڑی تڑپ کے میں دعا نہ کر سکا۔ اسی سے میرے دل میں خوف ۔ ۔ ۔ پیدا ہو رہا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ ہم غریبوں کے ساتھ رحم کا ہی معاملہ فرمائے۔

سمجھ میں نہیں آتا تعزیت کا خط کسے لکھوں، ان کے صاحبزادے اللہ کے فضل سے نیک ہیں۔ برسر روزگار ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے ایک دن اس فانی دنیا سے کوچ کرنا ہی تھا۔ عمر بھی بڑی پائی۔ اللہ تعالیٰ کا فضل بھی ان پر بڑا رہا۔ اسلئے یہ حادثہ تمام تر قومی حادثہ ہے، اور فقط حادثہ ہے۔ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کا ماتم تو ہر سال ہوگا جب جلسہ کے موقعہ پر نماز مجمعہ کے بعد آنکھیں ان کی متلاشی ہونگی اور انکو نہ پا کر خونچکاں ہونگی اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرمائے۔ اور ہمیں اپنے خاص رحم سے ان کا نعم البدل عطا فرمائے اور نہایت ہی پیارے جماعت کے محبوب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم کو اپنے حضور میں بلند درجات عطا فرمائے

(باقی بر صفحہ ۵)

نوٹ: یہ خط جناب میاں نصیر احمد صاحب ۔۔۔ کی خدمت میں لکھا گیا

آہ! ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم

کل من علیہا فان

ہر ایک کو دنیا سے سفر گرچہ ہے کرنا ؛ پیدا جو ہوا ہے اُسے اک روز ہے مرنا
یہ سچ ہے مگر سچ کہ بشارت کا بچھڑنا ؛ احباب کے سر پہ ہے قیامت کا گذرنا

از جناب مولانا مصطفیٰ خان صاحب

آج سے کوئی دو مہینے پیشتر جب حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب۔ اور میں مولوی آفتاب الدین احمد صاحب کے گھر پر بعد از نماز جمعہ چائے پی رہے تھے اور ڈاکٹر صاحب ممدوح بمبئی جانے کا ارادہ ظاہر کر رہے تھے تو کس کو معلوم تھا کہ آپ سفر بمبئی نہیں بلکہ سفر آخرت کی تیاری کر رہے ہیں۔ یہ سفر تو بہرحال سب ہی کو درپیش ہے۔ لیکن بعض لوگ۔ خدا سے عجیب دل و دماغ لیکر آتے ہیں وہ اپنی زندگی کے نقوش اور اخلاق فاضلہ کی یاد اپنے ملنے والوں کے دلوں میں چھوڑ جاتے ہیں۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ یہ کہ مرنے کے بعد بھی اپنے کارناموں کی وجہ سے زندہ جاوید بن جاتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کی ذات ستودہ صفات بھی ایسی ہی عدیم النظیر شخصیتوں میں سے تھی۔

(۲)

مجھے ان سے تعارف کی عزت اس وقت حاصل ہوئی جب میں اسکول میں ابتدائی جماعتوں میں پڑھتا تھا اور وہ اپنی ملازمت کے ابتدائی ایام میں انبالہ تبدیل ہو کر آئے تھے اس زمانہ میں وہ کبھی کبھی پٹیالہ کی تشریف لایا کرتے، احباب جماعت سے ملتے تھے خوش ہوتے تھے، ہنستے ہنساتے تھے ان کی گفتگو میں ایک خداداد لطف اور اسلامی اخلاق کی خوشبو ہوتی تھی اور ان سے مل کر انسان قلبی راحت و انبساط محسوس کرتا تھا، اس کے بعد دوسرے مقام پر تبدیل ہو کر چلے گئے، لیکن ان کی یاد ہمیشہ ہمارے دلوں میں تازہ رہی، چنانچہ جب کبھی ملنے کا اتفاق ہوتا تو میں ان سے یہی خواہش ظاہر کرتا کہ کاش آپ جلد پنشن لیکر فارغ ہو سکیں اور پھر لاہور آکر رہنے کا موقع ملے۔ ڈاکٹر صاحب اس سے بہت متاثر ہوتے، چنانچہ خدا نے وہ دن بھی دکھا دیئے، اور ہم نے ڈاکٹر صاحب کی صحبت سے فیض اٹھایا۔ ان کا درس سنا۔

(۳)

اللہ اکبر ان کا درس عجیب کیفیت کا ہوتا تھا، خدا نے ان کو ایسا صاف دماغ دیا تھا کہ کلام مجید کے حقائق و معارف کا دریا بہا دیتے تھے اور پھر طرز ادا میں وہ شیرینی اور دلنشینی پیدا کرتے کہ گویا شربت کے گھونٹ تھے جو کانوں سے ہوتے ہوئے دل میں اتر رہے تھے، آہ! وہ زبان پھر کس کو نصیب ہو گی اور وہ نکات قرآنی اب کس سے سنیں گے۔ قرآن مجید سے ان کو عشق تھا اور جہاں کہیں وہ تبدیل ہو کر گئے اس عشق نے انہیں درس قرآن پر مجبور کر دیا۔ وہ اس راز کو خوب سمجھے ہوئے تھے کہ

اے بے خبر بخدمت قرآں کمر ببند (؟)
زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

پنشن پانے کے بعد انھوں نے قرآن مجید کے آخری چند پاروں کی تفسیر بھی لکھی کہ یہ پارے بہت مشکل ہیں یہ تفسیر بجائے خود ان کے زندہ جاوید ہونے کی ضامن ہے، امید ہے کہ اللہ تعالےٰ اس خدمت قرآن کی وجہ سے ان پر اپنے فضل کی خاص بارشیں کرے گا اور ان کو اعلےٰ علیین میں جگہ دے گا۔

(۴)

مرنے والے کے آخری الفاظ بہت قیمتی اور محبوب ہوتے ہیں۔ چنانچہ میاں نصیر احمد صاحب فاروقی سے میں نے پوچھا کہ حضرت ممدوح کے آخری الفاظ کیا تھے، تو انھوں نے فرمایا کہ انھیں یہ معلوم ہی نہیں ہوا کہ میں اب دنیا سے رخصت ہو رہا ہوں، اور وہ یہ خیال بھی دل میں نہ لاتے تھے کیونکہ مضطرب نہ ہونا بلکہ فرماتے تھے کہ ایسا خیال خدا کی رحمت سے مایوسی ہوتا ہے، وہ ہسپتال میں داخل تھے، خرابی صحت تو عرصہ سے تھی اور یہ شکایت مدت سے تھی۔ ڈاکٹر جو علاج کر رہے تھے کسی خاص خطرہ کا اظہار نہیں کیا گیا، دفعتہ صبح کے وقت میاں نصیر احمد صاحب کو ٹیلیفون آیا کہ جلد تر آجائیں ان کے دل کی حالت ٹھیک نہیں ہے، میاں صاحب آ گئے اور پاس بیٹھے گئے، حضرت ڈاکٹر صاحب نے کسی خاص تکلیف کا اظہار نہیں کیا نہ کوئی خاص بات وصیت کے طور پر فرمائی، اتنے میں ایک ہچکی آئی اور وہ آفتاب علم و ہدایت ہمیشہ کے لئے سو گیا

انا للہ وانا الیہ راجعون،

(۵)

مگر مجھ سے مرحوم نے ایک ذکر کیا تھا اور چونکہ وہ سفر بمبئی سے پہلے کیا تھا، اس لئے میں اس کو ان کے آخری الفاظ سمجھتا ہوں، فرماتے تھے کہ میں نے اپنے کمپونڈر کو حکم دیا تھا کہ وہ میرے آنے سے پہلے ہر روز ایک کارڈ میری میز پر رکھ دیا کرے چنانچہ وہ ایسا ہی کرتا اور میں سب سے پہلا کام یہ کرتا کہ وہ کارڈ حضرت اقدس مسیح موعود کی خدمت میں بطور رسالہ کرتا (؟) دعا کے لئے یاد دہانی ہوتی تھی، مگر کوئی بڑا مضمون نہ ہوتا تھا، بلکہ صرف ایک شعر لکھ دیتا اور وہ یہ ہوتا تھا۔

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشہ چشمے بما کنند

حضرت اقدس سے جب ملتا تو وہ پھول کی طرح کھل جاتے اور وہ اس قدر ہنستے کہ آنکھوں میں آنسو آجاتے اور فرماتے کہ ڈاکٹر صاحب سال کے ۳۶۵ دن اور ۳۶۵ ہی خط۔ حضرت مسیح موعودؑ سے اس عقیدت نے ڈاکٹر صاحب سے اس پیرانہ سالی میں وہ عظیم الشان کتاب لکھوائی جس کا نام مجدد اعظم ہے، اس کے دو حصے شائع ہو چکے ہیں اور تیسرا لکھا ہوا پڑا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کی زندگی کا خاص مقصد مجدد اعظم لکھنا تھا، جب وہ کام ختم ہو چکا تو ان کی زندگی بھی ختم ہو گئی اس کے متعلق بھی فرماتے تھے کہ ہم نے تمہارا نام آسمان پر مجدد اعظم لکھنے والوں میں لکھا دیا ہے، آپ کی یہ رؤیا لفظاً لفظاً ایک عرصہ مدید کے بعد پوری ہوئی۔ "مجدد اعظم" ایسی ضخیم اور مبسوط کتاب ہے کہ اب اگر کوئی اہل قلم اس موضوع پر قلم اٹھائے گا تو اسی کتاب سے خوشہ چینی کرے گا۔ اس میں مصنف مرحوم و مغفور نے تمام مواد چھان بین تحقیق اور عرق ریزی سے جمع کر دیا ہے، آپ کی یہ تصنیف، دوسرا کارنامہ ہے جس سے آپ کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا۔ گویا ڈاکٹر صاحب مرحوم کو حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی محبت ہمیشہ کے لئے حاصل ہے ؎

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اللھم ارحمہ واغفرلہ۔ اس کے علاوہ بھی آپ کی چند تصنیفات ہیں جو اپنی جگہ نہایت قابل قدر ہیں۔ غرض آپ کی وفات، موت العالم موت العالم کی مصداق ہے۔

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

سلسلہ میں شمولیت

مندرجہ ذیل احباب حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلسلہ میں شامل ہوئے ہیں دعا ہے اللہ تعالیٰ استقامت عطا فرمائے۔ آمین

(۷۴) کیپٹن محمد خان صاحب .. ریاست پٹیالہ
(۷۵) غلام مصطفیٰ خان صاحب عشرت .. جموں
(۷۶) رئیس زادہ خان اکبر خان صاحب۔ بی۔ اے } ملتان
(۷۷) محمد بدیع الزمان صاحب .. بنگال
(۷۸) محمد اسمٰعیل .. تلونڈی موسےٰ خاں
(۷۹) عبدالرحمان صاحب .. مانسہرہ
(۸۰) شیخ غلام احمد صاحب .. کوہاٹ
(۸۱) میاں امام الدین صاحب .. وزیر آباد
(۸۲) جناب حاکم خان صاحب .. وزیر آباد

اعلانِ نکاح

مورخہ ۱۴ اپریل ۱۹۴۳ء کو مولانا احمد یار صاحب ایم۔ اے۔ نے چوہدری غلام محمد صاحب ولد چوہدری عبدالرزاق صاحب سکنہ بھدرواہ کا نکاح، غلام فاطمہ بیگم بنت چوہدری عبدالکریم صاحب سکنہ بھدرواہ کے ساتھ مبلغ ششصد روپیہ حق مہر پر پڑھا۔ چوہدری غلام رسول صاحب ولد چوہدری عبدالکریم صاحب کا نکاح تاج بیگم بنت چوہدری عبدالرزاق صاحب کے ساتھ مبلغ ششصد روپیہ حق مہر پر پڑھا، ماسٹر عبدالکریم صاحب احمدی بھدرواہ کا نکاح سائرہ بیگم بنت چوہدری عبدالرزاق صاحب کے ساتھ مبلغ ششصد روپیہ حق مہر پر پڑھا۔ مولینا موصوف نے خطبہ نکاح میں تعلقات زوجیت پر از روئے قرآن و حدیث خوب روشنی ڈالی۔ یہ بھدرواہ میں پہلا موقعہ تھا کہ اس طرح سنت نبوی کے مطابق نکاح و شادی کی رسم ادا کی گئی۔ غیر از جماعت دوست جو اس مجلس میں شامل ہوئے وہ اس سادگی اور مولینا موصوف کے خطبہ سے بہت متاثر ہوئے۔ اس خوشی کے موقعہ پر چوہدری عبدالرزاق صاحب و چوہدری عبدالکریم صاحب نے مبلغ بیس روپے اشاعت اسلام فنڈ میں عنایت فرمائے جزاہم اللہ احسن الجزاء

اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ وہ ان رشتوں کو فریقین کے لئے موجب خیر و برکت بنائے آمین ثم آمین۔ آخر پر ہم چوہدری احمد گنائی صاحب عم چوہدری غلام رسول صاحب، و چوہدری غلام محمد صاحب کو ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں اور اللہ تعالےٰ سے دست بدعا ہیں کہ وہ انہیں ہزاروں ایسے خوشی کے مواقع دکھائے آمین ثم آمین۔ — نامہ نگار

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم و مغفور کے خود نوشت قبولِ احمدیت کے حالات

مذہب سے دلچسپی مجھے بچپن سے تھی، ابتدائے عمر سے ہی علمائے دین کی صحبت سے مستفیض ہونے کا شوق بیحد تھا کوئی مولوی کوئی واعظ اگر قریب و جوار میں آتا اس کے وعظ میں پہنچے بغیر مجھے چین نہ پڑتا تھا۔ میرے آباؤ اجداد حنفی المذہب تھے، مگر میری طبیعت میں جہاں مذہب کا شوق تھا وہاں مذہبی مسائل میں تحقیقات کرنے کا بھی عشق بدرجۂ کمال تھا۔

جماعت اہلحدیث میں شمولیت

میرے ملنے والے بیں اہلحدیث بھی تھے تحقیقات کا نتیجہ یہ ہوا کہ اہل حدیث میں میں شامل ہو گیا مجھے سمجھ نہیں آتا تھا کہ حدیث کے ہوتے ہوئے کسی امام کے قول کو ترجیح کس طرح دی جا سکتی ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب اہلحدیث وہابی کہلاتے تھے اور انہیں مسجدوں میں مارپیں پڑتی تھیں، اور مسجدوں سے نکلوائے جاتے تھے، ہمارا خاندان ان دنوں سیالکوٹ میں کھار رہتے تھے۔ بازار میں تھے مگر میں پڑھتا شہر میں سکاچ مشن ہائی سکول میں تھا۔ میں نے وہابی ہوتے ہی صدر کی بڑی مسجد میں سینہ پر ہاتھ باندھا اور آمین بالجہر کہنا شروع کر دیا۔ امام مسجد مولوی مبارک علی مرحوم تھے، انہوں نے تو کچھ نہ کہا کیونکہ وہ صاحب علم تھے، لیکن مقتدیوں میں کھلبلی پڑ گئی، بہت شور و غل ہوا۔ خطرناک دھمکیاں مجھے دی گئیں آخرکار رپورٹ ہمارے خاندان کے بزرگ میرے دادا صاحب کو پہنچائی گئی۔ وہ مجھ پر بہت خفا ہوئے میں نے ان سے تو کچھ نہ کہا لیکن جمعہ پڑھنے شہر میں اہلحدیثوں کی مسجد میں جانے لگا۔ جہاں مولوی عبدالکریم مرحوم نماز جمعہ پڑھایا کرتے تھے اور بڑی آزادی سے رفع یدین اور آمین بالجہر کہنے لگا۔

پادری ینگ سن سے بحث مباحثہ

عرض کر چکا ہوں کہ میں سکاچ مشن ہائی سکول میں پڑھتا تھا۔ میرے ہم جماعتوں میں مولوی حکیم الدین مرحوم اور ڈاکٹر سر اقبال مرحوم بھی تھے، وہی ڈاکٹر اقبال جو مشہور شاعر اور فلسفی ہیں، پادری ینگ سن ہمارے پرنسپل تھے اور بہت تعداد پادری تھے مولوی قائم الدین مرحوم اور ڈاکٹر اقبال مرحوم انجیل کے گھنٹہ میں ان سے اکثر بحث و مباحثہ کیا کرتے تھے مگر مسیح کی حیات کے مسئلہ میں اور ان کی فضیلت کے بارہ میں جو گفتگو ہوتی تھی اس میں ہمارا پلہ پادری صاحب کے مقابل ہمیشہ ہلکا پڑ جاتا تھا اور ایک دفعہ تو ایسا غضب ہوا کہ جب پادری ینگ سن نے قرآن کریم کی آیت اذ قال اللّٰہ یعیسیٰ انی متوفیک و رافعک الی پڑھ کر مسیح کی فضیلت کو دکھائی تھی تو ڈاکٹر اقبال مرحوم کچھ زچ ہو کر کہنے لگے یہ آیت قرآنی ہی نہیں ہے یہ پادری کی شرح فتح تھی، قرآن میں آیت موجود تھی، ہمیں بڑی شرمندگی ہوئی، میں دل میں کڑھتا رہا اور کبھی کبھی نعوذ باللہ خدا تک سے ناراض ہوتا رہا کہ اس نے ناحق مسیح کو آسمان پر چڑھا کر مسلمانوں کو عیسائیوں کے سامنے ذلیل کروایا۔ آخر ان دنوں پادریوں سے اسلام کے خلاف باتیں سننے کا نتیجہ یہ ہوا کہ مجھے اسلام کی صداقت پر شبہات پیدا ہو گئے اور کئی دفعہ خیال ہوا کہ اسلام کو چھوڑ دینا چاہیئے۔ آریہ سماج کا نیا نیا چرچا تھا، ہندو لڑکے اس کی خوبیوں کی بڑی شیخیاں مارا کرتے تھے، مجھے کئی مرتبہ خیال ہوا کہ کیوں نہ آریہ بن جاؤں، لیکن بچپن سے جو اسلام سے محبت تھی وہ یہ بھی گوارا نہ کرتی تھی۔ ہمارے علماء جن سے ہمیں عقیدت تھی وہ ہماری تسلی نہ کر سکتے تھے۔

کتاب فتح اسلام کا مطالعہ

طبیعت کی اس بے چینی کے زمانہ میں جو ۱۸۹۱ء تھا ایک روز میں اپنے صحن میں پلنگ پر لیٹا ہوا تھا کہ میرے سرہانے کی طرف سے میرے دادا جان نے ایک کتاب مجھے دکھائی کہ دیکھو چودھویں صدی کا کرشمہ، ایک شخص مرزا غلام احمد قادیانی نے مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے، اور یہ کتاب اس نے شائع کی ہے۔ میں نے کتاب کو دیکھا تو وہ فتح اسلام تھی میں نے اس کتاب کو پڑھنا شروع کیا، پڑھتے ہی اس کی طرز تحریر میرے دل میں گھس گئی، جیسے جیسے میں پڑھتا جاتا تھا اس کتاب کی باتیں میرے سینہ و قلب میں اترتی چلی جاتی تھیں اور جب وفات مسیح پر میں نے دلائل پڑھے تو خوشی سے اچھل پڑا میں نے وہ کتاب جب تک ختم نہیں کر لی ہاتھ سے نہیں چھوڑی اور میں نے اپنے دادا جان کو صاف کہہ دیا کہ یہ شخص صادق ہے۔ اس پر وہ فرمانے لگے کہ نہیں تم بچے ہو تم نے ہمارے علمائے دین کو ابھی دیکھا کہاں ہے۔ سنتے ہیں وہ اس شخص پر ایک عالمگیر کفر کا فتویٰ تیار کر رہے ہیں۔ مگر میرے دل میں اس کتاب کی صداقت کا اثر ہو چکا تھا۔ وفات مسیح کو چھوڑنے کے لئے میرا دل تیار نہیں ہوتا تھا مجھے یہ گویا منہ مانگی مراد تھی تمناؤں کے بعد ملا تھا یہی آیت اذ قال اللّٰہ یعیسیٰ انی متوفیک و رافعک الی جو ہمیشہ سینہ میں کھٹکتی تھی اب پوری خوبصورتی کے ساتھ میرے دل کو تشفی دے رہی تھی۔ اب یہ حالت تھی کہ صدر بازار سیالکوٹ میں کوئی مجلس اور تقریب ایسی نہ ہوتی تھی جہاں لوگ جمع ہوتے ہوں اور حضرت مرزا صاحب کا ذکر نہ ہوتا ہو لیکن ہمیشہ مخالفانہ رنگ میں۔

ایک خواب

انہی دنوں میں نے ایک خواب دیکھا جو اپنے رنگ میں عجیب تھا میں نے دیکھا کہ ایک بہت بلند منارہ ہے جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ اور میں شوق زیارت میں اس کی سیڑھیوں پر چڑھ رہا ہوں اور میری زبان سے یہ شعر جاری ہے ؎

کوئی سبحانی کہے کوئی انا الحق بلبلائے
بل بے تیرا بلبلانا یہ مقام طور ہے

یہی شعر پڑھتے پڑھتے اور سیڑھیاں چڑھتے چڑھتے میری آنکھ کھل گئی اس وقت تو مجھے اس کی تعبیر سمجھ میں نہ آئی تھی لیکن آج سمجھ آ رہی ہے کہ سبحانی اور انا الحق پر غور کرنے میں اشارہ تھا کہ بروز کے مسئلہ پر غور کرنا تھا اور آنحضرت صلعم کا تشریف فرما ہونا آپ کے بروز کا ظہور تھا اور منارہ پر ظہور کا مطلب وہی تھا جو حضرت مسیح موعود کو الہام ہوا تھا کہ "پائے محمدیاں بر منار بلند محکم تر افتاد"۔

حضرت مسیح موعود کی سیالکوٹ میں تشریف آوری

خیر کچھ دنوں بعد غلغلہ ہوا کہ وہی مدعی مسیحیت مرزا غلام احمد صاحب سیالکوٹ تشریف لائے ہیں اس سے قبل ہم مولوی نور الدین صاحب بھیروی حافظ عبدالمنان صاحب وزیر آبادی شیخ الکل مولانا نذیر حسین صاحب دہلوی کی آمد سیالکوٹ میں دیکھ چکے تھے۔ ان کے وعظ سن چکے تھے، اب اس آمد پر بھی ہم شہر گئے، حضرت مرزا صاحب اس وقت حکیم حسام الدین مرحوم کے مکان پر تھے اور کوچہ لوگوں سے پٹا پڑا تھا۔ میں اور میرا ایک رفیق بھیڑ چیرتے ہوئے آگے پہنچے تو دیکھا کہ حضرت مرزا صاحب ایک مکان سے نکل کر دوسرے مکان میں تشریف لے گئے اس تھوڑے سے عرصہ میں میری نگاہ جو حضرت کے چہرہ پر پڑی تو مجھے تقدس اور نور کی ایسی جھلک نظر پڑی کہ بے اختیار میرے دل نے کہا کہ یہ جھوٹے کا منہ نہیں ہو سکتا، یہ ایک صادق کا نورانی چہرہ ہے۔ اس کے بعد حضرت مرزا صاحب نے حکیم حسام الدین مرحوم کی مسجد میں عصر کی نماز پڑھائی اور ہم نے آپ کی اقتداء میں نماز پڑھی اس کے بعد آپ مسجد کے درمیں بیٹھ گئے اور لوگ کثرت سے مسجد میں جمع تھے اور قسم قسم کے سوالات مسائل اسلامیہ پر کرتے تھے اور آپ ایسا تسلی بخش جواب دیتے تھے کہ ایمان تازہ ہو جاتا تھا مولوی عبدالکریم صاحب اہلحدیث سیالکوٹ بیعت کر چکے تھے۔ میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھے کہنے لگے کہ دیکھو چہرہ پر کیا نور برس رہا ہے میں نے اس کی تصدیق کی شام کو ہم واپس چلے آئے لیکن طبیعت بہت متاثر تھی۔ دوسرے دن گئے تو حضرت مرزا صاحب نے سورۂ فاتحہ کی تفسیر بیان فرمائی۔ آج تو وہ ایسا ہو کہ احمدیوں کا بچہ بچہ اس تفسیر سے واقف ہے مگر چونکہ فاتحہ کی وہ تفسیر اس وقت پہلی دفعہ ہمارے کانوں میں پڑی اس لئے ان حقائق و معارف کو سن کر ہماری آنکھیں کھل گئیں اور پہلے تمام علماء کے وعظ اس کے سامنے ہیچ نظر آنے لگے۔ ڈاکٹر اقبال اس وقت مسجد کی ڈیوڑھی کی چھت پر بیٹھے تھے اور اس تفسیر کی تعریف میں رطب اللسان تھے۔ . . .

. . . غرضیکہ چند دن حضرت مرزا صاحب سیالکوٹ رہ کر واپس تشریف لے گئے سیالکوٹ میں بہت سے لوگوں نے بیعت کر لی، انہی میں مولوی مبارک علی مرحوم بھی تھے جو ہماری صدر کی مسجد کے امام تھے۔ اس پر صدر میں بہت فساد ہوا۔

مولوی محمد حسین بٹالوی کی تقریریں

اسی اثناء میں مولوی محمد حسین بٹالوی کا سیالکوٹ میں ورود ہوا، وہ پنجاب کے اہلحدیث کے امام تھے اور ان کی علمیت اور فضیلت کا شہرہ بڑے زوروں پر تھا ان کا مشن حضرت مرزا صاحب کی مخالفت تھا میرے دل میں بوجہ اہل حدیث ہونے کے انکی عزت خاص طور پر تھی، صدر میں ایک وقت میں ان سے ملاقات ہوئی اسکے بعد صدر کی جامع مسجد میں ان کا لیکچر ہوا جو نہایت بے مزہ تھا اور قطعاً اپنے اندر کوئی ترتیب نہ رکھتا تھا مگر وہ ازالہ اوہام کھول کھول کر بعض حوالے پڑھتے تھے اور اس طرح آگے پیچھے سے کاٹ کر سر و پا بریدہ حوالے پڑھتے تھے جس سے پبلک کو بیحد غلط فہمی ہوتی تھی چنانچہ انہوں نے ہمارے یہ ذہن نشین کرا دیا کہ مرزا صاحب کا یہ قول ہے کہ "انا انزلناہ قریبًا من القادیان" قرآن کی ایک آیت ہے اور "مبشرًا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد" کا مصداق وہ اپنے آپ کو سمجھتے ہیں اور آنحضرت صلعم کو نہیں سمجھتے" ان کا قول ہے کہ قرآن میں گالیاں بھری پڑی ہیں" "چار سو نبیوں نے جھوٹ بولا" وغیرہ وغیرہ۔ غرضیکہ انہوں نے ہمیں اس طرح حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے خلاف بھڑکایا کہ الامان الحفیظ۔ ہمیں کیا پتہ تھا کہ اتنا بڑا علامہ مسجد میں کھڑا جھوٹ بول رہا ہے اور حوالے غلط طور پر پڑھ کر حضرت مرزا صاحب پر افترا پردازیاں کر رہا ہے ہم اس پر حسن ظن کی وجہ سے ایسے گئے اور سابقون میں داخل ہوتے رہ گئے۔ غرضیکہ سیالکوٹ کی فضا کو مکدر کر کے مولوی بٹالوی صاحب تشریف لے گئے اور ساتھ ہی میرے روحانی سکون کو بھی برباد کر گئے۔ سیالکوٹ کے اہل حدیث کی محفل برہم ہو چکی تھی وہابیوں کی مسجد ویران ہو چکی تھی اہلحدیث کا ایک بڑا حصہ احمدی ہو کر حکیم حسام الدین مرحوم کی مسجد میں منتقل ہو چکا تھا۔ اور چند آدمی جو باقی رہ گئے تھے وہ میانہ پورہ (مجھے محلہ کا نام ٹھیک یاد نہیں رہا) میں ایک پرانی شاہی زمانہ کی مسجد میں نماز پڑھنے لگے مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی کی ابھی ابتدائی ابتدائی تھی انہیں وہاں امام بنایا گیا، میں بھی نماز پڑھنے وہیں گیا۔ مگر جس نے مولانا عبدالکریم صاحب کے خطبے سنے ہوں اسے ان کا

(باقی بر صفحہ ۱۲)

کیا ۱۹۰۱ء میں حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے دعویٰ کے متعلق کوئی تبدیلی کی؟

از محترم جناب شیخ عبدالرحمن صاحب مصری

تبدیلی کا باعث کیا ہو سکتا ہے؟ جناب میاں مکرم اپنی کتاب "حقیقۃ النبوۃ" کے صفحہ ۱۲۴ پر فرماتے ہیں کہ "اس خیال کا اظہار کہ حضرت مسیح موعودؑ جماعت اولیاء کے فرد نہیں بلکہ جماعت انبیاء کے فرد ہیں، ۱۹۰۱ء میں شروع ہو گیا تھا گو پورے زور اور پوری صفائی سے نہ تھا نیز فرماتے ہیں" لیکن معلوم ہوتا ہے کہ پورا فیصلہ اس عقیدہ کا ۱۹۰۱ء میں ہی ہوا ہے" یہ تو جناب میاں صاحب مکرم کو بھی مسلم ہے کہ ۱۹۰۱ء سے قبل یعنی ۱۸۵۹ء کے آخر تک حضرت اقدسؑ اپنے آپ کو جماعت اولیاء کا فرد ہی قرار دیتے رہے اور اپنے وجود میں ان تمام امور کے پائے جانے سے انکار کرتے رہے جو انبیاء علیہم السلام کو اولیاء سے ممتاز کرتے والے ہوتے ہیں اور جماعت کو ہمیشہ یہی تلقین کرتے رہے کہ وہ حضور کو زمرہ اولیاء اور محدثین میں ہی شمار کریں لیکن پھر اس کے بعد جناب میاں صاحب مکرم کے نزدیک ۱۹۰۱ء میں حضور کے خیال میں تبدیلی آئی اور حضور نے گو پورے زور اور پوری صفائی کے ساتھ نہیں لیکن بہرحال بقول ان کے اس سال یہ کہنا شروع کر دیا کہ حضور زمرہ انبیاء کے فرد ہیں اور نعوذ باللہ حضور کا پہلا خیال کہ حضور جماعت اولیاء کے فرد ہیں غلط ہے اب سوال یہ ہے کہ اس تبدیلی کا باعث کیا تھا کیا حضورؑ کی نعوذ باللہ اپنی تمنا تھی جس نے حضورؑ کو اس بارے میں غور کرنے پر مجبور کیا اور جس غور کا نتیجہ یہ نکلا کہ حضور کو اپنے خیال میں تبدیلی کرنی پڑی یا حضور پر اللہ تعالےٰ کی طرف سے اس حقیقت کا انکشاف ہوا اور حضور کو کسی صریح الہام یا سابق الہامات کی تفہیم نے حضورؑ کی غلطی پر آگاہ کیا۔

شق اوّل محال شق اوّل تو اس مقام کے صریح منافی ہے جس پر اللہ تعالےٰ نے حضور کو کھڑا کیا ہوا تھا کیونکہ ایسے مقام پر کھڑے ہونے والے ما ینطق عن الھویٰ کے مصداق ہونے کی وجہ سے کبھی بھی ایسے امور میں اپنی تمنا کو دخل انداز نہیں ہونے دیتے اور حضرت اقدسؑ کا الہام "قل اجرد نفسی من ضروب الخطاب" بھی اسی کی تائید کرتا ہے اور علاوہ ازیں قرآن شریف کی آیت ما ارسلنا من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیتہ بھی اسی بات پر دلالت کرتی ہے کیونکہ جب رسول اور نبی کی تمنا کے وقت شیطان دخل دے سکتا ہے تو اولیاء کی تمنا کے وقت تو وہ بدرجہ اولیٰ دخل دے گا اس لئے شق اول تو ماننے کے قابل ہی نہیں اور نہ ہی امید ہے جناب میاں صاحب مکرم اسے ماننے کے لئے تیار ہونگے اور نہ ہی ان کی عبارت کا یہ مفہوم ہو گا گو افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ الفاظ کے استعمال میں پوری احتیاط سے کام نہیں لیا گیا۔

دوسری شق بھی غیر مفید دوسری شق بھی گو حضورؑ کے مقام کے درحقیقت منافی ہی ہے کیونکہ دعویٰ اور منصب کے بارے میں اللہ تعالےٰ کی طرف سے ابتدا میں ہی ایسا انکشاف تام ہو جاتا ہے کہ ان کو کا اس قسم کی غلطی میں مبتلا ہونا محال ہوتا ہے جس قسم کی غلطی حضورؑ کی طرف جناب میاں صاحب مکرم منسوب فرما رہے ہیں پس نہ مامور ایسی غلطی میں پڑتا ہے اور نہ خدا کو اس غلطی سے نکالنے کے لئے دوبارہ انکشاف کی ضرورت پیش آتی ہے لیکن چونکہ جناب میاں صاحب مکرم نے اسے بھی متنازعہ فیہ امر بنا لیا ہوا ہے، اس لئے میں سردست اس پر بحث کو چھوڑتا ہوں اور چونکہ میری غرض جناب میاں صاحب مکرم اور ان کے رفقاء پر صداقت کو واضح کرنا ہے اس لئے میں واقعات کی رو سے انہیں بتاتا ہوں کہ شق ثانی کو اگر قبول بھی کر لیا جاوے تب بھی وہ انہیں فائدہ نہیں دے سکتی۔

شق ثانی میں دو امر شق ثانی میں دو امر ہیں اول یہ کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے اس غلطی پر آگاہ کرنے کے لئے کوئی صریح الہام ہوا ہو۔ ایسا الہام تو کوئی موجود نہیں اور نہ ہی جناب میاں صاحب مکرم ایسے الہام کی موجودگی کے قائل ہیں پس یہ تو مسلم ہے کہ جناب میاں صاحب مکرم کی مزعومہ تبدیلی کا باعث کوئی الہام الٰہی نہیں، اب رہا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سابقہ الہامات کی تفہیم اس کا باعث ہو سو گو جناب میاں صاحب مکرم کے الفاظ تو اسی کی طرف اشارہ کر رہے ہیں لیکن ہم بھی محض ان کا دعوےٰ ہے اس کا ثبوت وہ حضرت اقدسؑ کی کسی تحریر سے آج تک پیش کر سکے ہیں اور نہ ہی انشاء اللہ کبھی پیش کر سکیں گے حضورؑ نے کبھی بھی یہ نہیں لکھا کہ حضورؑ کو کسی وقت اپنے الہامات کے متعلق یہ تفہیم ہوئی ہے کہ ان میں حضورؑ کو محدثین والی نبوۃ نہیں بلکہ نبیوں والی نبوۃ عطا کی گئی ہے اور حضورؑ کو امت محمدیہ کے اولیاء کی جماعت کا نہیں بلکہ نبیوں کی جماعت کا فرد ٹھیرایا گیا ہے، اگر جناب میاں صاحب مکرم کے علم میں کوئی ایسی تحریر ہے تو مہربانی فرما کر اسے پیش کریں ان کے پیش کرنے پر میں انشاء اللہ اپنی غلطی کا اللہ تعالیٰ کی مدد اور توفیق سے اقرار کر لوں گا اور اگر وہ پیش نہ کر سکیں اور انشاء اللہ ہرگز نہ کر سکیں گے تو انہیں بھی اللہ تعالےٰ سے ڈر کر اپنے عقیدہ پر نظر ثانی کرنی چاہیئے جس کے متعلق صورت مندرجہ بالا کی موجودگی میں افسوس کے ساتھ اس امر کو تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں کہ اس کی بنا حضرت اقدسؑ کی تحریروں پر نہیں بلکہ محض ان کے اپنے من گھڑت خیالات پر ہے خیر اس امر کو جناب میاں صاحب مکرم کے غور کے لئے چھوڑتا ہوا میں ان سے یہ دریافت کرنے کی جرأت کرتا ہوں کہ اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ حضورؑ کو کوئی ایسی تفہیم اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہوئی تھی تو اس پر سوال یہ ہے کہ اس تفہیم کے بعد حضرت اقدسؑ کو کیا طریق اختیار کرنا چاہیئے تھا سب سے انسب و اولیٰ طریق جو حضورؑ کے مقام کے شایان عقل تجویز کر سکتی ہے وہ یہ ہے کہ حضور اس تفہیم کے ہوتے ہی فوراً اپنے اصلی منصب یعنی نبی ہونے کے متعلق صاف الفاظ میں اعلان فرما دیتے تا نبی کے انکار سے جو براہ راست کفر لازم آتا ہے اس میں مبتلا ہونے سے جو بچنا چاہتے بچ جاتے ایسا اعلان تو کجا جناب میاں صاحب مکرم تو اس کے بالکل برعکس ہم سے یہ منوانا چاہتے ہیں کہ باوجود اللہ تعالےٰ کی طرف سے تفہیم ہو جانے کے خود حضرت مسیح موعودؑ ایک سال تک نعوذ باللہ تردد میں پڑے رہے کیونکہ جناب میاں صاحب مکرم فرماتے ہیں کہ تفہیم تو حضورؑ کو ۱۹۰۰ء میں ہوئی لیکن حضورؑ اس نئے عقیدہ کا پورا فیصلہ ۱۹۰۱ء میں جا کر کر سکے یہ تو عقل تسلیم کر سکتی ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے کسی ملہم بندہ کو ایک بات سمجھائے لیکن کسی مصلحت کی بناء پر اس کے اظہار سے روک دے لیکن یہ سمجھ میں نہیں آ سکتا کہ اللہ تعالےٰ کے سمجھا دینے کے بعد خود ملہم ہی اس امر کے متعلق ایک سال تک فیصلہ نہ کر سکے جس امر کے متعلق اسے تفہیم کرائی گئی ہے تفہیم کے متعلق دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں یا تو تفہیم کامل ہو گی یا ناقص، کامل ہونے کی صورت میں تو فیصلہ کرنے میں ایک سیکنڈ کی دیر بھی نہیں لگ سکتی ہاں ناقص تفہیم کی صورت میں بیشک فیصلہ کرنا مشکل ہے لیکن ناقص تفہیم پر تفہیم کا لفظ ہی اطلاق نہیں پا سکتا اور کسی مامور من اللہ سے یہ توقع نہیں ہو سکتی کہ وہ ان امور کے متعلق جو اس کی ذاتی بڑائی کے ساتھ تعلق رکھنے والے ہوں بغیر کامل تفہیم کے ایک لفظ بھی زبان پر لائے، لیکن جناب میاں صاحب مکرم ایک طرف تو فرماتے ہیں کہ پورا فیصلہ تفہیم کے ایک سال بعد یعنی ۱۹۰۱ء میں ہوا، اور دوسری طرف ساتھ ہی یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس نئے عقیدہ کا اظہار ۱۹۰۰ء میں ہی شروع ہو گیا تھا گو پورے زور اور پوری صفائی سے نہ تھا جب ابھی تک فیصلہ ہی نہ ہوا تھا تو حضورؑ ناقص زور اور ناقص صفائی سے بھی کس طرح نئے عقیدہ کا اظہار کر سکتے تھے، جناب میاں صاحب مکرم خدا کیلئے غور کریں کہ کسی امر کے متعلق یقینی فیصلہ پر پہنچنے سے قبل اس کے متعلق اظہار کرنے والے کس قسم کے لوگ ہوا کرتے ہیں، پھر وہ یہ بھی سوچیں کہ کیا انہوں نے حضرت اقدسؑ کی طرف اس امر کو منسوب کر کے حضورؑ کی شان کو گھٹایا ہے یا بڑھایا ہے یہی ایک امر انہیں اپنے خیال کے غلط یا درست ہونے کے متعلق صحیح اندازہ لگانے میں ممد ہو سکتا ہے۔

اس مسئلہ کا دوسرا پہلو اس مسئلہ کا ایک اور پہلو بھی ہے اگر جناب میاں صاحب مکرم اس پر غور فرمائیں تو ان پر ان کے نتیجہ کی غلطی روز روشن کی طرح ظاہر ہو جائے اور وہ یہ ہے کہ اگر ان کی یہ بات درست ہے کہ پہلے عقیدہ کہ حضورؑ ولیوں والی نبوت کے حامل ہیں کے خلاف ۱۹۰۰ء میں حضورؑ کو یہ تفہیم ہو گئی تھی کہ حضورؑ ولیوں والی نہیں بلکہ نبیوں والی نبوۃ کے حامل ہیں تو اس کے متعلق حضورؑ دو راہوں میں سے ایک ہی راہ اختیار کر سکتے تھے یا اس کا علی الاعلان اظہار کرتے اور یہی اعلیٰ اور صحیح راہ بھی جو حضورؑ کے مقام کے مناسب حال تھی یا اس سے اتر کر اگر حضورؑ کو لوگوں کے ابتلاء کا خوف تھا جیسا کہ جناب میاں صاحب مکرم اور ان کے رفقاء کی طرف سے اکثر کہا جاتا ہے تو اس بارے میں خاموش رہتے یہ دونوں راہیں تو سمجھ میں آ سکتی ہیں لیکن یہ کبھی کسی عقلمند کی سمجھ میں نہیں آ سکتا کہ اللہ تعالیٰ کے سمجھا دینے کے بعد حضورؑ اس کے خلاف اظہار کرتے رہیں، لیکن واقعہ یہی ہے کہ حضورؑ کی سال ۱۹۰۰ء کی تمام تحریریں اسی پرانے عقیدہ سے بھری ہوئی ہیں کہ حضورؑ انبیاء کی جماعت کے نہیں بلکہ اولیاء کی جماعت کے فرد ہیں چنانچہ اس کے ثبوت کے لئے ذیل کی تحریروں کو ملاحظہ فرمایا جائے۔

حضرت مولوی عبیداللہ صاحب بسملؒ کی تحریر جناب میاں صاحب مکرم نے

سے حضورؑ کے لئے نبیوں والی نبوۃ کے مدعی ہونے کے عقیدہ کے اظہار کی ابتدا کرتا ہوں جو الحکم ۱۰ اپریل ۱۹۰۰ء میں درج ہے وہ فرماتے ہیں "بڑے بڑے اولیاء اور صلحاء ہوئے مگر بعد زمانہ نبوت کے نبوت کے منہاج پر صرف یہی ایک پاک سلسلہ قائم ہوا جس کے ساتھ نبوت کے رنگ میں خدا تعالیٰ کی سنتیں جاری ہیں اور ہماری جماعت کا فرض ہے کہ حقیقی آیات اس سلسلہ طیبہ کی تائید میں خدا نے نازل فرما چکا ہے ہر روز ان کو نظر کے سامنے اسی طرح رکھا جائے جس طرح قرآن کریم کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں اسلئے کہ نبوت کا حقیقی رنگ سمجھنے کے لئے **ولایت ہی کلید ہے اور ولایت بھی وہ جو نبوت کے اسلوب پر ہو**"

جناب میاں صاحب مکرم اور ان کے رفقاء خدا را غور فرمائیں اور دیکھیں کیا یہ دونوں جملے حضرت اقدسؑ کی اس عبارت سے ملتے جلتے نہیں جس میں حضورؑ نے فرمایا ہے "**ولله مكالمات ومخاطبات مع اوليائه وانهم يعطون صبغة الانبياء وليسوا بنبيين في الحقيقة**" یعنی اللہ تعالیٰ اس امت کے اولیاء کو مکالمہ مخاطبہ کا شرف عطا کرتا ہے اور انہیں نبیوں کا رنگ دیا جاتا ہے لیکن وہ فی الحقیقت نبی نہیں بن جاتے اگر جناب میاں صاحب مکرم اور ان کے رفقاء حقیقت تک پہنچنا چاہیں تو حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کی مندرجہ بالا عبارت ان کے لئے مشعل راہ کا کام دے سکتی ہے اور انہیں پتہ لگ سکتا ہے کہ حضورؑ کی زندگی میں جماعت کا حضورؑ کے متعلق کیا عقیدہ تھا کس صفائی کے ساتھ جماعت حضورؑ کو ولی ہی سمجھتی تھی ہاں اس میں شک نہیں کہ حضورؑ کی ولایت کو دیگر اولیاء امت کی ولایت سے شان میں بالا قرار دیتی تھی لیکن جنس کے لحاظ سے اولیا کی جماعت کا ہی ایک فرد تسلیم کرتی تھی اسی عقیدہ پر حضرت اقدسؑ اپنی زندگی کے آخری ایام تک قائم رہے اور اسی عقیدہ کو جماعت دنیا کے سامنے ہمیشہ پیش کرتی رہی حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضؓ کی مندرجہ بالا عبارت سے منہاج نبوت کے معنی بھی سمجھ آجاتے ہیں اور پتہ لگ جاتا ہے کہ **کسی ولی کے منہاج نبوت پر آنے کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ وہ ولی نبی بن گیا ہے بلکہ ولی بہر حال ولی ہی رہتا ہے** کیونکہ حضرت مولوی صاحب مرحوم باوجود حضرت اقدسؑ کے سلسلہ کو منہاج نبوت پر قرار دینے کے پھر بھی حضورؑ کو ولی ہی تسلیم کرتے ہیں۔

حضرت اقدسؑ کا پہلا حوالہ { ۱۰ اپریل ۱۹۰۰ء

جناب مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم رضؓ کا مندرجہ بالا قول شائع ہوتا ہے اور ۱۱ اپریل ۱۹۰۰ء کو حضرت اقدسؑ عید الاضحیٰ کے موقعہ پر عربی زبان میں خطبہ پڑھتے ہیں جو خطبہ الہامیہ کے نام سے شائع ہوا ہوا ہے اس خطبہ میں بھی حضورؑ اسی خیال کا اظہار فرماتے ہیں جو حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کے قول میں ظاہر کیا گیا ہے۔ چنانچہ حضورؑ مومنوں کو جو اللہ تعالیٰ کے وصال کے خواہاں ہوتے ہیں قربانیوں کی روح اور ان کے مغز کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب مومن اللہ تعالیٰ کے راستہ میں اپنے نفس کی اسی طرح قربانی دے دیتا ہے جس طرح جانور قربان ہوجاتا ہے تو یہ سالکین کے سلوک کا انتہا ہے اور عارفین کے مقصد کا آخری مقام ہے اور اسی پر اتقیاء کے تمام مدارج ختم ہوجاتے ہیں اور اسی کے ساتھ صدیقوں اور اصفیاء کے تمام مراحل مکمل ہوجاتے ہیں اور یہاں تک پہنچ کر **سیر اولیاء** کا اپنے انتہائی نقطہ تک پہنچ جاتا ہے .... اور ایسا مومن تمام گذشتہ نبیوں، صدیقوں اور اہل علم اور درایت کا وارث بنا دیا جاتا ہے اور اس کو اس امت کے گذشتہ اہل بصیرت اور حکماء کا علم اور ان کے معارف عطا کئے جاتے ہیں تا **وراثت کا مقام اس کے لئے متحقق ہوجائے** (دیکھو از صفحہ تا صفحہ) اب اس عبارت میں حضورؑ نے واضح الفاظ میں اپنے آپ کو جماعت اولیاء کا ہی فرد قرار دیا ہے، اسی طرح اسی کتاب کے صفحہ ۳۵ پر فرماتے ہیں "**وانی علی مقام الختم من الولایة کما کان سیدی المصطفٰے علی مقام الختم من النبوة وانه خاتم الانبیاء وانا خاتم الاولیاء لا ولی بعدی الا الذی هو منی وعلی عهدی**" اور میں ولایت کے سلسلہ کو ختم کرنیوالا ہوں جیسا کہ ہمارے سید آنحضرت صلعم نبوت کے سلسلہ کو ختم کرنے والے تھے اور وہ خاتم الانبیاء ہیں اور میں خاتم الاولیاء ہوں میرے بعد کوئی ولی نہیں مگر وہ جو مجھ سے ہوگا اور میرے عہد پر ہوگا اب اس عبارت میں بھی حضورؑ نے **نبوت اور ولایت** کو بالمقابل رکھ دا واضح کردیا ہے کہ آپ کی ولایت نبیوں والی ولایت نہیں بلکہ وہ ولایت ہے جس کا حامل کرنیوالا نبی نہیں ہوسکتا، پھر اسی کتاب کے صفحہ ۱۷۱ پر حضورؑ فرماتے ہیں "**فاصل الکلام فی هذا المقام ان الفاتحة قد بینت ان هذه الامة امة وسط مستعدة لان تترقی فیکون بعضهم کنبی من الانبیاء**" یعنی سورۃ فاتحہ نے بیان کیا ہے کہ یہ امت امت وسط ہے اور بالکل ترقی کرنے کی استعداد رکھتی ہے کہ ان میں سے بعض نبیوں کی مانند ہوجاتے ہیں اور پھر اسی سورۃ میں اپنے آپ کو شامل کیا ہے جس سے ثابت ہوا کہ ولی خواہ ترقی کرتے کرتے خاتم الاولیاء ہی بن جائے لیکن رہتا وہ ولی کا ولی ہی ہے نبیوں کی مانند تو اسے کہہ سکتے ہیں لیکن وہ فی الحقیقت نبی نہیں بن سکتا اور یہ وہی بات ہے جو ۱۹۰۰ء سے قبل بھی حضورؑ فرمایا کرتے تھے چنانچہ بابو الٰہی بخش صاحب اکونٹنٹ کو جو خط حضورؑ نے ۱۲ جون ۱۸۹۹ء کو لکھا اس میں حضورؑ فرماتے ہیں "حضرت نبی کریم صلعم فرماتے ہیں خوش قسمت ہے وہ امت جو دو نبیوں کے اندر ہے ایک میں جو خاتم الانبیاء ہوں اور ایک مسیح موعود جو ولایت کے تمام کمالات کو ختم کرتا ہے" (تبلیغ رسالت جلد نہم صفحہ ۳۰) پھر اسی خط میں فرماتے ہیں "بھلا یہ کیونکر ہو سکے کہ ایک شخص کو خدا تعالیٰ یہ الہام کرے کہ تو خدا تعالیٰ کا برگزیدہ اور اس زمانہ کے تمام مومنوں سے بہتر اور افضل اور **مثیل الانبیاء** اور مسیح موعود اور مجدد چودھویں صدی اور خدا کا پیارا اور اپنے مرتبہ میں **نبیوں کی مانند اور خدا کا مرسل** ہے اور اس کی درگاہ میں وجیہہ اور مقرب اور مسیح ابن مریم کی مانند ہے" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۹۹ء کے عقیدہ کو ہی ۱۹۰۰ء میں دہراتے رہے ہیں جس طرح پہلے اپنے آپ کو نبی نہیں بلکہ نبیوں کی مانند اور ان کا مثیل لکھا ہے اسی طرح ۱۹۰۰ء میں بھی نبیوں کا مثیل ہی لکھا ہے اور جس طرح ۱۸۹۹ء میں نبوت کے مقابلہ میں اپنے آپ کو صرف ولایت کے کمالات کو ختم کرنیوالا قرار دیا ہے اسی طرح ۱۹۰۰ء میں بھی اپنے آپ کو نبوۃ کے مقابل خاتم الاولیاء ہی تحریر فرمایا ہے،

جولائی ۱۹۰۰ء کا عقیدہ { ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء کے اشتہار میں

حضورؑ فرماتے ہیں: "یاد رہے کہ ہر ایک **نبی یا رسول یا محدث** جو نشان اتمام حجت کے لئے پیش کرتا ہے وہی نشان خدا تعالیٰ کے نزدیک معیار صدق وکذب ہوتا ہے" اس عبارت میں بھی حضورؑ نے اپنا محدث ہونا اسی طرح ظاہر کیا ہے جس طرح ۱۹۰۰ء سے قبل ظاہر کیا کرتے تھے محدث کا لفظ اسی لئے بڑھایا ہے کہ حضورؑ اپنا محدث ہونا ظاہر کریں ورنہ اس لفظ کے بڑھانے کی قطعاً کوئی ضرورت نہ تھی، تبلیغ رسالت جلد نہم صفحہ ۶۸ حاشیہ۔

۱۷ اگست ۱۹۰۰ء کا عقیدہ { اربعین نمبر ۳ جو ۱۷ اگست

۱۹۰۰ء کو لکھی گئی اور ۱۰ ستمبر ۱۹۰۰ء کو شائع ہوئی اس کے صفحہ ۲۵ پر حضورؑ فرماتے ہیں "لہذا ہر ایک نبی یا محدث جو حکم ہو کر آتا ہے وہ قوم کی پیشکردہ باتوں میں سے کچھ تو منظور کرتا ہے اور کچھ رد کر دیتا ہے" اس عبارت میں بھی حضورؑ نے اپنے آپ کو محدث ہی ظاہر کیا ہے اگر اس کے خلاف تفہیم ہوئی ہوتی تو صرف نبی لکھنے پر ہی اکتفا کرتے محدث کا لفظ کبھی بھی زائد نہ لکھتے، پھر اسی کتاب کے صفحہ ۱۸ کے حاشیہ پر اپنے متعلق اسلامی اصطلاح میں نبی ہونے سے کھلے الفاظ میں انکار کیا ہے اور آپ کے الہامات میں یا احادیث میں جو لفظ نبی آیا ہے اس کو صرف لغوی معنی تک محدود رکھا ہے، حوالہ چونکہ گذشتہ قسط میں درج ہوچکا ہے اس لئے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

۱۰ ستمبر ۱۹۰۰ء کا عقیدہ { اگست کے بعد ستمبر کا

مہینہ آتا ہے اس میں تحفہ غزنویہ کا ایک حصہ چھپتا ہے۔ دیکھو الحکم ۱۰ ستمبر ۱۹۰۰ء اس کتاب کے صفحہ ۱۴ پر حضورؑ فرماتے ہیں "اب ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ جو عذاب دینے کا ارادہ کرتا ہے اگر اپنے اس ارادہ پر کسی نبی یا رسول یا **محدث** کو مطلع کر دے تو اس صورت میں وہی ارادہ پیشگوئی کہلاتا ہے" اب اس عبارت میں بھی نبیوں کے مقابلہ میں اپنے آپ کو محدث ہی ظاہر کیا ہے پھر حضورؑ کا شروع سے یہی مذہب رہا ہے کہ حضورؑ کے دعوے کے انکار سے کوئی شخص کافر نہیں ہوتا ہاں تمام اولیاء کی طرح مقابلہ کی صورت میں سلب ایمان کا خطرہ ضرور ہوتا ہے یہی عقیدہ تریاق القلوب میں لکھا ہے جس کو جناب میاں صاحب مکرم پہلے عقیدہ کے اظہار کے لئے آخری کتاب قرار دیتے ہیں، لیکن اسی تحفہ غزنویہ کے صفحہ ۳ پر تریاق القلوب والے عقیدہ کو ہی دہرایا گیا ہے چنانچہ حضورؑ فرماتے ہیں: "پس کس قدر ہمارے مخالفوں پر افسوس ہے کہ وہ میرے کینہ کے لئے شریعت اسلامیہ پر تبر چلاتے ہیں وہ جب حق بات سنتے ہیں تو تقویٰ سے کام نہیں لیتے بلکہ اس فکر میں لگ جاتے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح اسکو رد کرنا چاہیئے نہ معلوم کہ وہ معارف حقہ کو رد کرتے کرتے کہاں تک پہنچینگے **یہ جو لکھا ہے کہ اولیاء کے مقابلہ سے سلب ایمان کا خطرہ ہے،** وہ خطرہ اس وجہ سے بھی پیدا ہوتا ہے کہ صدیقوں اور اولیاء کی باتیں سچائی کے چشمہ سے نکلتی ہیں اور سراسر ایمان ہوتی ہیں مگر ان کا مخالف اپنا یہ اصول مقرر کر لیتا ہے کہ ان کی ہر ایک بات کو رد کرتا جائے اور کسی کو قبول نہ کرے کیونکہ حسد اور عداوت بری بلا ہے، لہٰذا ایک دن کسی ایسے مسئلہ میں مخالفت کر بیٹھتا ہے جس سے ایمان فی الفور رخصت ہو جاتا ہے" اب جناب میاں صاحب مکرم اور ان کے رفقاء خدارا غور کریں اور دیکھیں کہ حضرت اقدسؑ جس طرح ۱۸۹۹ء تک اپنے آپ کو جماعت اولیاء کا فرد لکھتے رہے ہیں اسی طرح ۱۹۰۰ء میں بھی کس صفائی اور وضاحت کے ساتھ اپنے آپ کو جماعت اولیاء کا فرد ہی لکھ رہے ہیں کیا ان دونوں سالوں کے عقیدہ میں سرمو بھی فرق ہے۔ تحفہ غزنویہ درحقیقت ۱۹۰۲ء میں شائع ہوئی ہے لیکن اتمام حجت کی خاطر اس کے چھپنے کا سن ۱۹۰۰ء ہی تسلیم کر لیا ہے۔

تحفہ النور میں بھی پرانا عقیدہ { حضرت اقدسؑ کی

کتاب "تحفۃ الندوہ" کے متعلق اب تو قادیان

سے یہ اعلان ہوتا ہے کہ وہ سنہ ۱۹۰۰ء کی تصنیف ہے لیکن الحکم ۱۴ فروری سنہ ۱۹۰۲ء کے اعلان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب سنہ ۱۹۰۱ء کے آخیر تک برابر چھپتی رہی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کا کچھ حصہ سنہ ۱۹۰۰ء میں لکھا گیا اور کچھ حصہ سنہ ۱۹۰۱ء کے آخر میں لکھا گیا بہرحال دونوں سالوں کے لحاظ سے جناب میاں صاحب مکرم اور ان کے رفقاء پر اس کتاب کی عبارتیں حجت ہیں، اس کتاب میں بھی حضور نے اپنے آپ کو نبیوں کے مقابل ولیوں کی جماعت کا فرد ہی قرار دیا ہے، چنانچہ صفحہ پر فرماتے ہیں

" ان لحوم الاولیاء مسمومة فما کلها احد بغیبتهم وسبهم الامات علیٰ مکانه یعنی اولیاء کا گوشت زہر آلود ہوتا ہے جو شخص بھی انکی غیبت اور گالی وغیرہ کے ذریعہ سے اسے کھائے گا وہ فوراً اسی جگہ مر جائیگا پھر صفحہ ۳۸،۳۷ پر فرماتے ہیں" فان الولی یاتی علی قدم الرسول ...... وقد اتفق اهل القلوب علی ان الولایة ظل النبوة ...... ومن شرائط الولایة الکاملة اعجاز الکلام لیتحقق الظلیة بالتشبه التام - یعنی ولی رسول کے قدم پر آتا ہے اور تمام اہل قلوب اس بات پر متفق ہیں کہ ولایت نبوۃ کا ظل ہوتی ہے - ولایت کاملہ کی شرائط میں سے ہے کہ ولی کامل کو کلام کا اعجاز عطا کیا جاتا ہے تا ظل کا کامل مشابہت متحقق ہوجائے پھر صفحہ ۴۰ پر فرماتے ہیں" فاعلموا ان کلام الاولیاء ظل لکلام الانبیاء کاشکال منعکسة وصور متقابلة وهما یخرجان من عین واحدة وما هو ثابت للاصل ثابت للظل من غیر تفرقة ولا یعرف کلام الولایة الا بمشابهته بکلام النبوة فی کل صفة وهیئة - ترجمہ پھر جان لے کہ ولیوں کا کلام نبیوں کے کلام کا ظل ہوتا ہے جس طرح کہ انعکاس منعکسہ اور متقابل کے شیشے ہوتے ہیں اور یہ دونوں ایک ہی چشمہ سے نکلتے ہیں اور جو اصل کے لئے ثابت ہے وہی بغیر فرق کے ظل کیلئے ثابت ہوتا ہے اور ولایت کا کلام پہچانا ہی نہیں جاسکتا جب تک وہ اپنی صفت اور حیثیت میں نبوت کے کلام کے مشابہ نہ ہو - اب دیکھو کس صفائی کے ساتھ حضرت اقدس اپنے آپ کو ولی قرار دے رہے ہیں ان معنوں میں نہیں کہ ہر نبی چونکہ ولی ہوتا ہے اس لئے آپ نبی ہیں بلکہ نبیوں کے مقابل جو ولیوں کی جماعت ان کی اتباع میں تیار ہوتی ہے ان میں اپنے آپ کو شامل کر رہے ہیں اگر جناب میاں صاحب مکرم اور ان کے رفقاء سمجھنا چاہیں تو اس عبارت سے ظل اور اصل کی حقیقت اور ان کے درمیان جو فرق ہے اسکو بھی باسانی سمجھ سکتے ہیں -

پھر اسی کتاب کے صفحہ ۱۳۱ پر فرماتے ہیں " فانا قدم الرسول التی تحشر الناس علیها الاموات وتحیی بها الصلاة الاموات ....

یعنی میں رسول کریم صلعم کا وہ قدم ہوں جس پر مردے اکٹھے کئے جائیں گے اور جس کے ذریعہ گمراہیوں کو مٹایا جائیگا اور پہلے صفحہ ۳۷، ۳۸ پر آپ تحریر فرما چکے ہیں کہ رسول کے قدم پر آنے والا ولی ہوتا ہے پس آپ کا اپنے آپ کو رسول کا قدم قرار دینا صاف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حضور اپنے آپ کو ولی ہی قرار دے رہے ہیں -

اکتوبر میں بھی پہلے ہی عقیدہ کا اعادہ

ستمبر کے بعد پھر اکتوبر کا مہینہ آتا ہے اس کی ۱۰ تاریخ سے ضمیمہ تحفہ گولڑویہ لکھنا شروع ہوتا ہے اور ۱۷ دسمبر تک اس کی تصنیف کا زمانہ پھیلا ہوا ہے جیسا کہ میں گذشتہ قسط میں دکھلا چکا ہوں حضور نے جیسا کہ پہلی کتابوں میں لکھتے رہے ہیں اس میں بھی یہی لکھا ہے کہ میرے لئے جو نبی کا لفظ احادیث یا پہلے نبیوں کی کتابوں میں یا میرے الہامات میں مستعمل ہوا ہے وہ مجاز اور استعارہ کے طور پر ہے حقیقت کے طور پر نہیں بلکہ فرمایا کہ یہ ایک فصیح استعارہ ہے -

نومبر میں بھی وہی پہلا مذہب

اکتوبر کے بعد نومبر کا مہینہ آتا ہے، اس مہینہ میں بھی حضور نے اسی پہلے مذہب کو ہی دہرایا ہے، چنانچہ حضور اپنے ایک اشتہار میں جو ۵ نومبر سنہ ۱۹۰۱ء کو شائع ہوا فرماتے ہیں" اصل فلاسفی اس مسئلہ میں یہ ہے کہ کوئی نبی نبیوں میں سے خدا کا پیارا نہیں ہوسکتا اور نہ کوئی ولی ولیوں میں سے اس کا محبوب ٹھیر سکتا ہے جب تک کہ ایک مرتبہ موت کا خوف یا موت کے مشابہ اس پر ایک واقعہ وارد نہ ہولے"

(تبلیغ رسالت جلد نہم صفحہ از ۸ تا ۹ حاشیہ) چنانچہ اسکے بعد بعض ایسے واقعات پیش کئے ہیں جو بعض انبیاء کو پیش آئے اور پھر سب سے آخر اپنے متعلق لکھتے ہیں" اور کیا ابھی اس زمانہ کا نظارہ کہ جب ڈاکٹر مارٹن کلارک نے مثیل مسیح پر جو یہی عاجز ہے اقدام قتل کا ایک جھوٹا دعوےٰ کیا،، پہلے اصولی طور پر نبیوں اور ولیوں دونوں کے لیے ایسے خوفناک امور کا پیش آنا ذکر کیا پھر نبیوں کی مثالیں دیکر اس کو واضح کیا پھر ولیوں میں سے صرف اپنی ہی مثال پیش کی جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نبیوں کے مقابل حضور اپنے آپ کو ولیوں کی جماعت میں شمار کر رہے ہیں اور یہی سنہ ۱۹۰۱ء سے قبل حضور کا مذہب تھا -

دسمبر میں بھی وہی پہلا مذہب

نومبر کے بعد دسمبر کا مہینہ آتا ہے اور اس مہینہ کی ۲۹ تاریخ کو اربعین نمبر ۲ شائع ہوتی ہے اس میں بھی حضور نے اپنے آپ کو ایسے ماموروں میں شمار کیا ہے جو نبی نہیں ہوتے دیکھو صفحہ ۲ و

(بقیہ از صفحہ ۱)

پر ان اوقات نوسی شغلہ کیلئے لیا آئیک ہی ہمدمیں طبیعت متنفس ہو گئی میں نے جانا ترک کر دیا -

ایک صوفی منش بزرگ سے ملاقات

اتنے میں خدا کا کرنا یہ ہوا کہ ایک چشتیہ صابریہ خاندان کے ایک صوفی منش بزرگ سے ملاقات ہو گئی مجھے باوجود وہابی ہونے کے تصوف کا ذوق شروع سے تھا ان کی صحبت میں وہ شوق پھر جاگ اٹھا، ان سے وہ تمام اوراد و وظائف سیکھے جو چشتیہ صابریہ خاندان کے صوفیا کرتے تھے - انھوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ آپ ان وظائف سے کیا چاہتے ہیں میں نے کہا ولی بننا چاہتا ہوں، فرمانے لگے تم پہلے شخص ہو جس نے مجھ سے اس قسم کی درخواست کی ورنہ عام طور پر لوگ ورد اور وظیفہ دنیا کے فوائد کے لئے ہی کیا کرتے ہیں، الغرض اسم ذات کے وظیفہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ بات بات پر قلب میں حرکت ہوتی اور وجد کی حالت پیدا ہو جاتی اور اسم ذات کا تخیل ہر وقت پیش نظر رہتا - اس اثنا میں ایک دہریہ سے ملاقات ہو گئی اس نے ایسے اعتراضات کئے کہ ایمان ہی بہہ گیا - وہ کہنے لگا کہ جو کچھ ہے تمہارا اپنا تخیل ہے - میں نے ان بزرگ کے پاس وہ اعتراض پیش کیا فرمانے لگے فقیر کا کام بحث مباحثہ نہیں - میں نے کہا کہ دنیا میں رہ کر مخالف خیالات سے بھی سابقہ پڑتا رہتا ہے آخر اس کا جواب کیا دیا جائے - فرمانے لگے بس وظیفہ کئے جاؤ،، میرا تو ایمان ہی زائل ہو چکا تھا میں نے اب وظیفہ کیا خاک کرنا تھا کوشش کی مگر جب دل ہی منقبض ہو چکا ہو تو کیا ہوتا میں علوم تھی وفوں مسمریزم کا کا نیا نیا چرچا ہوا تھا - ان کتابوں نے رہا سہا ایمان بھی غارت کر دیا طبیعت کو سخت بے چینی تھی، دنیا ایک جہنم نظر آتی تھی -

براہین احمدیہ کا مطالعہ

چھاؤنی سیالکوٹ میں رسالہ ۱۵ میں مولوی جلال الدین مرحوم فوجی مدرسہ میں پڑھایا کرتے تھے بڑے نیک بزرگ تھے، احمدی تھے ایک دن میں ان سے ملنے گیا تو وہ اندر غسل کر رہے تھے - باہر چارپائی پر حضرت مرزا صاحب کی مشہور تصنیف براہین احمدیہ کھلی پڑی تھی میں چارپائی پر بیٹھا تو نگاہ کھلے ہوئے صفحہ پر جا پڑی - بے اختیار پڑھنے لگا - وہ تحریر کیا تھی کہ میرے جلے ہوئے دل کے لئے ایک مرہم تھی، اس میں قرآن کریم کے منجانب اللہ

وعدہ ضمیمہ ص ۳ -

اب میں شروع سال سنہ ۱۹۰۱ء سے اس کے آخر تک کے حوالے دکھلا کر ثابت کر چکا ہوں کہ اس تمام سال میں حضرت اقدس پہلے کی طرح اپنے آپکو غیر نبی ہی لکھتے رہے اور پہلے کی طرح ولیوں میں ہی اپنے آپ کو شمار کرتے رہے ہیں جناب میاں صاحب مکرم کا یہ دعوےٰ کہ سنہ ۱۹۰۱ء میں حضور پر پہلے عقیدہ کی غلطی کھل گئی تھی بالکل بے بنیاد ہے والسلام علی من اتبع الہدیٰ ؛

ہونے پر ایسے زبردست دلائل تحریر تھے کہ جوں جوں پڑھتا جاتا تھا میری آنکھوں پر سے پردہ اٹھتا جاتا تھا اور ایمان میں زندگی پیدا ہوتی جاتی تھی، غرضکہ اس روز میں نے دوبارہ پھر اپنے آپ کو مسلمان سمجھا - اور دل میں اطمینان ہو گیا کہ حضرت مرزا صاحب کا دعوےٰ میری سمجھ میں آوے یا نہ آوے لیکن اسلام کی صداقت پر اگر یقین پیدا ہو سکتا ہے تو حضرت مرزا صاحب کی تحریروں سے ہی ہو سکتا ہے، اس خیال کی تصدیق مجھے اور بھی ہو گئی جب میں نے لاہور میں دھرم مہوتسو کے جلسہ میں حضرت مرزا صاحب کا مشہور لیکچر سنا جو "اسلام اور اس کی فلاسفی" کے نام سے ایک کتاب کی شکل میں بعد میں شائع ہوا - مولوی عبد الکریم مرحوم کا پڑھنا عجب شان رکھتا تھا اور لیکچر کا مضمون اس قدر عالی اور بلند اور حقائق و معارف سے پُر تھا کہ پبلک حیرت سے کھڑی سن رہی تھی، اور مسلمانوں کا خوشی سے یہ حال تھا کہ کرسیوں سے اچھل اچھل پڑتے تھے اور میرا یہ حال تھا کہ اسلام کی صداقت اور عظمت میرے روئیں روئیں میں گھستی چلی جا رہی تھی -

افریقہ کو روانگی اور ملازمت

میڈیکل کالج سے نکل کر میں مشرقی افریقہ چلا گیا، وہاں ڈاکٹر رحمت علی مرحوم سے رات دن کی صحبت رہی وہ بڑے متقی احمدی تھے وہاں حضرت صاحب کی کتب کے مطالعہ کا بہت موقعہ ملا - اور دل میں عظمت مرزا صاحب کی صداقت پر ایمان ترقی کرتا چلا گیا - مگر علما کا جو دل پر پرانا اثر باقی تھا ان کے کفر کے فتوے میرے احمدی بننے میں روک بنے ہوئے تھے، افریقہ سے لوٹا تو ظفروال ضلع سیالکوٹ میں پلیگ ڈیوٹی پر متعین ہوا تا دیان سے حضرت مرزا صاحب کی تصانیف بہت سی منگا کر پڑھنا شروع کر دیں، حضرت صاحب کا غیر مذاہب کے خلاف لٹریچر اور خود اپنے دعاوی پر لٹریچر بھی پڑھا ان میں سے آئینہ کمالات اسلام اور ایام الصلح نے میرے دل پر خاص اثر کیا - اسی اثنا میں ظفروال کے قریب ایک گاؤں بھٹیاں میں ایک اہلحدیث مولوی امام مسجد بن گیا، وہاں جو حنفیوں اور اہل حدیث میں جھگڑا ہوتی تو تھانہ دار تھا کٹر حنفی اس نے مولوی صاحب کو مع ان کے سارے اہلحدیث مقتدیوں کے حوالات میں دے دیا - اور ان پر ضمانتوں کے لئے مقدمہ چلا دیا، میں نے سنا تو میری اہلحدیث والی رگ پھڑک اٹھی - میں نے ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ تک کوشش کر کے ان غریبوں کی جان چھڑائی، وہ میرے بڑے مشکور ہوئے اور میرا ان کے ساتھ بہت ملنا جلنا ہو گیا -

باقی آئندہ

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ۔ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا

پیغام صلح

ہفتہ وار آرگن

ایڈیٹر ۔ ایس محمد آصف بی اے ۔ جائنٹ ایڈیٹر شیخ محمد انعام الحق

جلد ۳۱ — لاہور ۔ یوم چہارشنبہ مورخہ ۷ جمادی الاول ۱۳۶۲ھ م ۔ ۱۲ مئی ۱۹۴۳ء — نمبر ۱۹

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب
ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بر وشد اختتام
آن کتاب حق کہ قرآن نام او
بادۂ عرفان ما از جام او
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات
۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آیندہ ہو گی۔
۴۔ سب صحابہ و ائمہ قابل احترام ہیں۔ سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آ کر رہیگا

حضرت مسیح موعودؑ کا یوم وصال

احمدی نوجوان یوم وصال کے جلسے منعقد کریں

سب احمدی احباب کا فرض ہے کہ ۲۶ مئی کو یاد رکھیں کیونکہ یہ اس عظیم الشان امام اور مجدد کی وفات کا دن ہے جو امت مسلمہ کا مسیح ہے جو حضرت نبی کریم صلعم کی پیشگوئیوں کے مطابق عین وقت پر مبعوث ہوا اور جس نے تاریخ انسانی کے نازک ترین دور میں دین اسلام کے احیاء اور تجدید کا کام کیا مسلمانوں کو بیدار کیا اعدائے اسلام کو ہر میدان میں شکست دی اور اعلائے کلمۃ الحق کے لئے ایک جماعت کی بنیاد رکھی جو اقصائے عالم میں اسلام کو پھیلائے، خدا اور رسول کے نام کو روشن کرے حتیٰ کہ اسلام کے غلبہ کا وقت آ جائے اور یورپ کے مادہ پرستوں کی اکڑی ہوئی گردنیں بھی آستانہ خداوندی پر جھک جائیں اور اس میثاق کی از سر نو تجدید ہو جو بندوں نے اپنے خدا سے کیا تھا۔ ایسے عظیم الشان امام کی یاد کو قلوب میں تازہ کرنے کے لئے اور غیر از جماعت لوگوں کو آپ کی سیرت، آپکے مقام اور آپ کے کام سے آگاہ کرنے کے لئے ۲۶ مئی کو یوم وصال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جلسے منعقد کرنے چاہئیں اور جماعت احمدیہ کے نوجوانوں کو اس طرف خاص طور پر توجہ مبذول کرنی چاہیئے۔ یہ ان کا کام ہے اور جلسوں کے انعقاد کے کام کو نوجوان ہی اچھی طرح سرانجام دے سکتے ہیں، کیونکہ اس میں دوڑ دھوپ درکار ہوتی ہے جماعت کے بزرگ بھی ہر سال ان جلسوں کو بارونق بنانے کے لئے ہر ممکن کوشش کرتے ہیں اور اپنے معمول کے مطابق اب بھی کریں گے لیکن اب نوجوانوں کو خاص اہتمام سے ان جلسوں کو کامیاب بنانا چاہیئے اور جہاں جہاں بیرونی جماعتوں میں ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشنز ہیں انہیں منظم طور پر اس کام کو سرانجام دینا چاہیئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق بہت سی غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں اس موقعہ پر خاص طور پر ان غلط فہمیوں کو دور کرنا چاہیئے یہ غلط فہمیاں اس سلسلہ کی ترقی کے راستہ میں روک بن رہی ہیں جب تک انہیں دور نہیں کیا جائیگا اس وقت تک لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قبول نہیں کریں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یوم وصال ان غلط فہمیوں کو دور کرنے کا بہترین موقعہ ہے ہمارے دوستوں کو چاہیئے کہ اس موقعہ پر مسلمانوں کو بتائیں کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی نبوت نہیں تھی آپکی ہستی حضرت نبی کریم صلعم سے علیحدہ ہو کر کوئی چیز نہیں اور حضرت امام زمان کی روحانی عظمت حضرت نبی کریم صلعم کے فیوض کا ایک کرشمہ ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ماننا اسلئے ضروری ہے کیونکہ حضرت نبی کریم صلعم کا ارشاد ہے کہ مسلمان اس مسیح اور امام کو تسلیم کریں اس امام کے ذریعہ اللہ تعالےٰ صرف دین کا احیاء چاہتا ہے اور ملت کو زندہ کر کے اسے ایک عظیم الشان فتح کے لئے تیار کرنا چاہتا ہے یہی مقصد ہے اس بعثت کا۔ مسلمانوں کے قلوب میں اگر ذرا بھی اسلام کا درد ہے اور اس کی ناگفتہ بہ حالت کا احساس ہے تو انہیں چاہیئے کہ ہمارے ساتھ شامل ہو جائیں اور حضرت امام عصر حاضر کی قیادت کو تسلیم کریں۔

امید ہے ہمارے سب دوست اور خصوصاً نوجوان دوست ۲۶ مئی کو یوم وصال کے جلسے منعقد کریں گے اور ان غلط فہمیوں کو دور کرنے کی کوشش کریں گے جو سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ترقی میں روک ہیں۔

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم کی یاد میں پیغام صلح کا ایک خاص نمبر

خیال ہے کہ حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم کی یاد میں پیغام صلح کا ایک خاص نمبر شائع کیا جائے گا ابھی اس کے متعلق انجمن نے کوئی فیصلہ نہیں کیا کیونکہ کاغذ کی غیر معمولی گرانی بلکہ نایابی ایک بہت بڑی روک ہے تاہم انجمن اپنی طرف سے ہر امکانی کوشش کرے گی کہ یہ نمبر شائع ہو سکے اس مذکورہ بالا نمبر کے ضمن میں مضمون نگار حضرات کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم کی سیرت کے مختلف پہلوؤں پر مضامین لکھیں اور جتنی جلدی ممکن ہو سکتا ہے لکھیں تاکہ اگر مذکورہ نمبر کے شائع ہونے کا کوئی انتظام ہو جائے تو یہ نمبر جلد شائع ہو سکے بفرض محال اگر یہ نمبر شائع نہ ہو سکا تو یہ مضامین پیغام صلح کے عام پرچوں میں چھپ جائیں گے۔ امید ہے مضمون نگار حضرات اس طرف جلد توجہ مبذول فرمائیں گے۔

ایک کامیاب اجلاس!

۲ مئی ۱۹۴۳ء چھ بجے بعد نماز عصر مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع مبلغ اسلام کی قیام گاہ واقعہ طارق آباد لائلپور پر احمدی جماعت کا ایک باقاعدہ اجلاس ہوا۔ اجلاس کی صدارت جناب شیخ میاں مولا بخش صاحب آف غلہ منڈی کو پیش کی گئی اور کارروائی شروع ہوئی۔ اخویم مکرم میاں فضل حق صاحب نے تلاوت قرآن کریم فرمائی اور مولوی حمید اللہ صاحب نے نعت خوانی کی۔ اسکے بعد جناب مرزا مظفر بیگ ساطع کی ایک تقریر ہوئی جس میں احمدی جماعت کو اس کے فرائض پر توجہ دلائی گئی۔ اور احباب کی آپس میں اتحاد و اتفاق اور محبت پر زور دیا گیا۔ اور تجویز پیش کی کہ ماہ مارچ میں دفعہ ۱۴۴ کا لائل پور میں نفاذ تھا اور ماہ اپریل میں ہمارے نوجوانوں کے امتحانات تھے اسلئے ہم سالانہ جلسہ نہ کر سکے اسلئے اب مناسب ہے کہ ماہ مئی میں جلسہ کر لیا جائے۔ چنانچہ بالاتفاق قرار پایا کہ جماعت لائلپور کا سالانہ جلسہ ۲۶ ـ ۲۷ مئی کو کیا جائے اور حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کو اس جلسہ میں شرکت کے لئے درخواست کی جائے۔ ایک سب کمیٹی بنائی گئی جس کے سپرد جلسہ کا سب انتظام کیا گیا۔

ان امور سے فراغت پا کر جناب مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع نے حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم و مغفور کی وفات کو قوم کا ایک بہت بڑا نقصان قرار دیتے ہوئے تعزیت کا ریزولیوشن پیش کیا۔ جسے بالاتفاق پاس کیا گیا۔ اس ریزولیوشن کے ذریعہ جماعت لائلپور حضرت مرحوم و مغفور کے صاحبزادگان لواحقین اور حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز سے اپنی انتہائی ہمدردی پیش کرتے ہوئے ان کے اس غم میں اپنے آپ کو شریک قرار دیتی ہے۔ حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم کا ذکر آتے ہی تمام اجلاس غم کی ایک تصویر بن گیا۔

جماعت کے افراد میں تعلقات اور محبت بڑھانے کے لئے ایک مفید تجویز پیش کی کہ ہر مہینے اسی طرح ایک اجلاس ہوا کرے اور باری باری ہر ایک احمدی اپنے مکان پر جماعت کو مدعو کرے اس تجویز کو احباب نے پسند کیا اور آئندہ ماہ کے اجلاس کیلئے جناب میاں مولا بخش صاحب نے اپنے ہاں جماعت کو مدعو فرمایا اور انشاء اللہ العزیز یہ سلسلہ اسی طرح تمام جماعت میں چلتا رہیگا۔ بفضل خدا اجلاس

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اللہ کی وفات پر تعزیتی مکتوبات

جناب چوہدری عبدالرحمن صاحب جموں سے تحریر فرماتے ہیں } بخدمت حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ آنکھیں پرنم ہیں اور دل میں درد ہے اور زبان کو طاقت نہیں کہ اس صدمہ جانکاہ کا بیان کرے جو قبلہ حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے انتقال کی خبر سے ہوا۔ ڈاکٹر صاحب مرحوم و مغفور کا تبحر علم حمیت دین بہم جد وجہد۔ درس قرآن اخبار میں مقالے۔ "مجدد اعظم" غرض کس کس خوبی کا ذکر کیا جائے اور کیا کیا بتایا جاوے کہ قوم کو کس کس پہلو سے ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ اب معلوم ہوتا ہے کہ خدائے عزوجل نے ڈاکٹر صاحب مرحوم و مغفور کو مجدد اعظم کی تالیف و تکمیل کے لئے رکھا ہوا تھا۔ ابھی تھوڑا عرصہ گذرا ہے کہ میں نے اخبار میں دیکھا کہ آپ نے مجدد اعظم کی تیسری جلد تیار کر دی ہے۔ اس کا ختم ہونا تھا کہ گویا آپ کا کام بھی ختم ہو گیا اور بلاوا آگیا کہ زندگی بھر کی ان تھک کوشش کا انعام بارگاہ ایزدی میں حاضر ہو کر وصول کرو۔ کیا قابل رشک زندگی تھی ڈاکٹر صاحب کی ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ کاش کہ قوم میں کوئی ایسا ہوتا جو ڈاکٹر صاحب مرحوم و مغفور کی جگہ پر کر سکتا مجھے ایک بھی فرد قوم میں نظر نہیں آتا جو ڈاکٹر صاحب کے کمالات تو کیا آپ سے آدھے کمالات کا مالک بھی ہو۔ ممکن ہے ڈاکٹر صاحب کی عمر کافی ہو چکی ہو لیکن قوم کی ضرورت کے لحاظ سے ضرور کہا جائے گا کہ ابھی قوم کو آپ کی اشد ضرورت تھی اور آپ کی موت بے وقت ہے۔ خدا کی مصلحتوں کو کوئی نہیں جانتا اور سر تسلیم خم کرنے کے چارہ کار نہیں ہے۔

میری زبردست خواہش تھی کہ میں لاہور پہنچکر ڈاکٹر صاحب کے جنازہ کی نماز میں شامل ہو سکوں چنانچہ جمعرات کے روز دس بجے کی گاڑی کے لئے تیار ہوا کہ بابو چراغ دین صاحب اور مسٹر عبدالحی صاحب کی طرف سے پیغام پہنچا کہ اگر میں رات کی گاڑی تک ان کا انتظار کروں تو وہ بھی ساتھ چلیں گے۔ ان کی معیت کی خاطر رات تک روانگی کو ملتوی کیا دفتر سے رخصت بھی حاصل کر لی لیکن عین وقت پر وہ تیار نہ ہو سکے اور اس طرح میں بھی رہ گیا۔ کل جمعہ میں بعد نماز کے جنازہ غائبانہ پڑا۔ دعا ہے کہ خدا ڈاکٹر صاحب کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور جناب ڈاکٹر صاحب کے صاحبزادوں اور صاحبزادیوں کو۔ احمدی قوم کو صبر عطا فرمائے اور نیز ہمیں توفیق دے کہ ہم اپنی زندگیوں کو جہانتک ممکن ہو ڈاکٹر صاحب مرحوم و مغفور کے نقش قدم پر چلا کر صحیح معنوں میں آپ کی قدر کرنیوالے ٹھیریں۔ میں ممنون ہونگا اگر جناب ڈاکٹر صاحب کے صاحبزادہ میاں نصیر احمد صاحب کو بھی یہ چٹھی دکھلا دیں۔ والسلام۔ خاکسار محمد عبدالرحمن ؛

جناب ڈاکٹر شیخ عطاء اللہ صاحب میڈیکل آفیسر گھوڑا گلی کا مکتوب } لارنس کالج گھوڑا گلی مورخہ ۲۴ ؍ اپریل ۱۹۴۳ء

بخدمت اقدس جناب قبلہ حضرت امیر قوم ایدہ اللہ بنصرہ العزیز۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ ابھی برادرم پروفیسر صاحب کا خط ملا ہے۔ جس سے علم ہوا کہ قبلہ حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب بمبئی میں فوت ہو گئے ہیں جسکو پڑھکر بہت سخت صدمہ ہوا مرحوم بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ اور جہاں جہاں وہ اپنی ملازمت کے دوران میں رہے ہیں جن میں سے دو تین جگہوں پر مجھے بھی رہنے کا موقع ملا ہے وہاں کے لوگ ابھی تک انکی خوبیوں کو سراہتے ہیں۔ یہ تو ان کی زندگی کا وہ حصہ ہے جس کا تعلق غیر از جماعت لوگوں سے تھا۔ جماعت کے لوگ تو محض ان کے عاشق تھے۔ اور ان کی وفات سے ایک ناقابل تلافی صدمہ ہوا ہے۔ مرحوم مجھ پر بہت ہی مہربان تھے اور ہمیشہ بہت ہی عنایت اور مہربانی سے پیش آتے تھے۔ انھوں نے سلسلہ کی گرانقدر خدمات مجدد اعظم لکھکر جو کی ہے وہ آیندہ نسلوں تک ان کا نام صفحۂ ہستی پر قائم رکھے گی۔ ان کی کن کن خوبیوں کو یاد کروں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور میں درد دل سے دعا ہے کہ مولا کریم ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دیوے۔ اور آپ سب کو صبر جمیل عطا کرے۔ اور ہم سب کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ ابھی چند یوم ہوئے جو اخبار پیغام صلح کے مطالعہ کے بعد میں نے برادرم میاں نصیر احمد صاحب کی خدمت میں ان کی بیماری کے متعلق ایک استفسارانہ خط لکھا تھا۔ مگر مجھے علم نہ تھا کہ وہ ہم سے اس قدر جلد رخصت ہو کر اپنے حقیقی مولیٰ سے ملنے والے ہیں۔ میری اہلیہ کی طرف سے جملہ اہل خانہ کی خدمت میں بھی یہ تعزیت نامہ تصدق کریں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی روح پر اپنے بیش افضال نازل کرے۔ آمین

والسلام۔ خاکسار عطاء اللہ۔ میڈیکل آفیسر۔

جناب شیخ محمد عبداللہ صاحب وزیرآباد کا مکتوب } نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم مکرمی مخدومی جناب حضرت

امیر ایدہ اللہ تعالےٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی وفات کا سن کر ازحد رنج ہوا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت ڈاکٹر صاحب کی وفات سے جماعت کا بہت بڑا قومی نقصان ہوا ہے۔ آپ حضرت میاں صاحب کے شیدائی اور جماعت کے روح رواں تھے۔ جماعت کو ان کے علم قرآن پر ناز تھا۔ مگر خدا تعالےٰ کی مشیت کو ایسا ہی منظور تھا۔ سوائے صبر کے کوئی چارہ نہیں۔

دعا ہے اللہ تعالےٰ حضرت ڈاکٹر صاحب کو جنت الفردوس عطا فرماوے۔ جماعت اور دیگر لواحقین خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ جماعت احمدیہ کو اس کا بدل عطا فرمائے۔ آمین مکرمہ جنابہ والدہ صاحبہ کی طرف سے جنابہ بیگم صاحبہ اور دیگر لواحقین کی خدمت میں اظہار افسوس فرما دیں۔ مکرمی جناب میاں نصیر احمد صاحب فاروقی و دیگر لواحقین کی خدمت میں بھی ازحد اظہار افسوس فرما دیں اور صبر کی تلقین فرما دیں۔ اللہ تعالےٰ سب کا حامی و ناصر ہو۔ والسلام۔ محمد عبداللہ ولد شیخ محمد جان صاحب احمدی مرحوم۔ محلہ قصبان مغربی وزیرآباد

ایک غیر از جماعت دوست کلکتہ سے تحریر فرماتے ہیں } قالوا اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مکرمی و محترمی جناب مولٰنا مولوی محمد علی صاحب سلمہ الرحمن۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ، آج صبح جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم کی وفات حسرت آیات کی خبر ملی۔ سن کر سخت صدمہ ہوا۔ عزیز فاروقی صاحب کے مکان پر جا کر مرحوم و مغفور کا غائبانہ جنازہ پڑھا۔ مرحوم بڑے پایہ کے عالم، متشرع، متقی اور شب زندہ دار تھے انکی اسلام کی خدمات اور کار خیر کی سعی قابل صد تحسین ہے انھوں نے اسلام کے لئے بڑی تصنیفات کی ہیں اور ان کی ساری عمر نیک کاموں کے سرانجام دینے میں کٹ گئی۔ مجھے کل کی طرح یاد ہے کہ وہ زمانہ ابتلا میں بہت ہی صابر و ثابت قدم رہے۔ مرحوم آپ کے بزرگ ہونے کے علاوہ موجودہ مشن میں بھی آپ کے دست راست تھے۔ آپ سب کو انکی وفات سے سخت صدمہ پہنچا ہے۔

"پیغام صلح" میں ڈاکٹر صاحب مرحوم کی دعائے صحت کے متعلق آپ کا اعلان نظر سے گذرا تو رسول گھر میں بیٹھا بھی ذکر کرتا رہا اور ان کی بحالی صحت کے لئے دعا کرتا رہا۔ مگر کیا خبر تھی کہ بمبئی سے بجائے مریض کے ان کا جنازہ لاہور لئے جا رہے تھے۔ گویا کہ یہ روحانی کشش تھی اور مرحوم کی آخری یاد تھی۔ آپ کی محترمہ بیگم صاحبہ و نیز ڈاکٹر صاحب کے سب خاندان کو سخت صدمہ پہنچا ہے۔ میری اہلیہ صاحبہ ان کی خدمت میں بعد از السلام علیکم بہت بہت اظہار افسوس کرتی ہیں اور ہم سب مرحوم کے لئے دعا کرتے ہیں کہ خدائے برتر انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا کرے اور اپنے مقربین میں کرے۔ آپ کو۔ سب پسماندگان کو اور متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ ان کے احباب کا دائرہ بہت وسیع تھا اور سب اصحاب اہل ذوق تھے۔ آج صبح اظہار افسوس کی ایک تار بھی آپ کو بھیجی تھی۔ ہمیں آپ صاحبان کے ساتھ اس سانحۂ عظیم پر دلی ہمدردی ہے اور ڈاکٹر صاحب مرحوم کی وفات سے جو بھاری صدمہ اور نقصان سب خاندان کو پہنچا ہے اسکو پوری طرح محسوس کرتے ہیں۔ خداوند پسماندگان کا حامی و ناصر ہو اور صبر کامل عطا فرماوے۔ آمین ثم آمین ۔ محمد امین

جناب میر مدثر شاہ صاحب گیلانی تحریر فرماتے ہیں } ڈبگری دروازہ پشاور حضرت مولانا مکرم و معظم سلمہ اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ جماعت پشاور جلسہ کی تیاری میں مصروف تھی۔ بڑے بڑے پوسٹر نمایاں مقامات پر چسپاں کئے گئے۔ پروگرام تمام حکام و رؤسا وغیرہ میں تقسیم کئے گئے۔ دیہات پشاور و اضلاع پشاور میں بذریعہ ڈاک بھیجے گئے کہ اس اثنا میں حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کی خبر وحشت اثر پہنچی جس سے تمام جماعت کو سخت صدمہ اور رنج پیدا ہوا۔ مرحوم و مغفور کی بیماری اور قیام بمبئی کے دوران میں دعاؤں کا سلسلہ جاری رہا۔ بلکہ ایک خط بھی بھیجا گیا۔ مگر وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے۔ کل بروز جمعہ سب جماعت نے غائبانہ جنازہ پڑھا اور دعائے مغفرت کی جنازہ میں مواضعات پشاور۔ چارسدہ۔ کوہاٹ۔ بنوں وغیرہ اضلاع کے دوست بھی شریک تھے جو تقریب جلسہ آئے ہوئے تھے۔ اور باقی دوستوں کو تاریں دی گئیں اور شہر میں منادی کی گئی اور پوسٹر ملتوی جلسہ کے نکالے گئے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم و مغفور کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور جنت الفردوس میں مقام دے۔ آمین ثم آمین اور مرحوم و مغفور کے جملہ متعلقین اور لواحقین کو صبر جمیل اور اجر عظیم عطا فرمائے۔

حضرت ڈاکٹر صاحب نے جماعت کے سامنے حضرت مسیح موعود کا نمونہ پیش فرما کر حیات و ممات میں عشق و محبت کا مظاہرہ کیا اور جس طرح حضرت امام ہمام کفن میں لپیٹ کر اپنے مسکن میں پہنچائے گئے اسی طرح آپ کا روحانی فرزند لایا گیا، افسوس کہ بزرگان اور خادمان اسلام کی نوبت یہ نوبت ہم سے جدا ہو رہے ہیں اور ان کا جانشین بظاہر کوئی نظر نہیں آتا۔ اللہ تعالےٰ قادر ہے۔ والسلام۔ فاروقی صاحب کی خدمت میں بھی یہی تعزیت نامہ پیش کرتا ہوں۔ خاکسار میر مدثر شاہ گیلانی ؛

غلبۂ اسلام کیلئے ایمان بنیادی پتھر ہے

حضرت مرزا صاحب نے ایمان پر اپنی تحریک کی بنیاد رکھی

زبردست ایمان کے بغیر تم کوئی کامیابی حاصل نہیں کر سکتے

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ۳۰ اپریل ۱۹۶۱ء

امن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمومنون ط کل امن باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ قف لا نفرق بین احد من رسلہ قف وقالوا سمعنا واطعنا غفرانک ربنا والیک المصیر ...... ربنا ولا تحملنا ما لا طاقۃ لنا بہ ج واعف عنا واغفر لنا قف وارحمنا قف انت مولنا فانصرنا علی القوم الکفرین۔ (البقرۃ ع ۴۰)

کامیابی کیلئے بنیادی پتھر

سورۂ فاتحہ کے بعد قرآن شریف کی یہ پہلی سورۃ ہے۔ اس کی ابتداء تو اس مضمون سے ہوتی ہے کہ کون لوگ ہیں جو دنیا میں کامیاب ہو سکتے ہیں اور اس کی ابتدا بھی الذین یومنون بالغیب سے کی ہے۔ کامیابی کی منزل مقصود پر پہنچنے کے لئے ایمان بالغیب بنیادی پتھر ہے، اور خاتمہ اس سورۃ کا ان دو آیات پر ہوتا ہے جن کے آخر پر یہ دعا آتی ہے فانصرنا علی القوم الکافرین اے خدا تو ہم کو کافر قوم پر غلبہ فتح اور نصرت عطا فرما۔ اگر اس ابتداء اور انتہا کو یکجائی نظر سے دیکھا جائے تو [illegible] نظر آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے [illegible] قوم کی کامیابی اسی بات سے [illegible] اسلام کفر پر غالب آ سکتے ہیں [illegible] مسلمانوں کی فلاح کو وابستہ کیا ہے ایمان سے اسی طرح اسلام کے کفر پر غلبہ کو بھی وابستہ کیا ہے ایمان سے۔

مسلمانوں کا اصل مقصد

سورہ والنجم کے بعد یہ آیات امن الرسول بما انزل الیہ سے فانصرنا علی القوم الکافرین تک ایک مسلمان کی زندگی میں سب سے بڑھ کر اپنے سامنے رکھنے کے قابل ہیں اور حدیث میں بھی حضرت نبی کریم صلعم کا ایسا ہی ارشاد پایا جاتا ہے پھر اس میں بھی یہی اشارہ ہے کہ مسلمان قوم کی زندگی کا اصل مقصد کفر پر غلبہ حاصل کرنا ہے اور جیسا کہ اس سورۃ کی ابتداء میں بتایا کہ فلاح یافتہ کون لوگ ہیں؟ وہ جو غیب پر یعنی اللہ تعالیٰ پر جو نہاں در نہاں ہے ایمان لاتے ہیں گویا کامیابی کے لئے پہلی شرط ایمان ہے آخر پر بھی جب کفر پر غلبہ کے لئے دعا سکھلائی تو یہی بتایا کہ فتح اور نصرت نہیں ملتی جب تک ایمان نہ ہو۔ غلبہ اور ایمان لازم و ملزوم کی طرح ہیں

مسلمانوں کا کام

میں نے پچھلے [illegible]

میں بھی یہ جوش اور ولولہ پیدا ہوتا ہے کہ تبلیغ اسلام کے لئے کوئی کام کیا جائے اور اس بات کی طرف توجہ دلائی تھی کہ عجیب بات ہے کہ گذشتہ پچاس سال کے اندر تبلیغ و اشاعت اسلام کے لئے بڑی بڑی تحریکیں پیدا ہوئیں انجمنیں بنیں مگر مسلمانوں کو کامیابی نہیں ہوئی حالانکہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں وعدہ فرماتا ہے والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا۔ جو لوگ ہمارے لئے کوشش کرتے ہیں ہم یقیناً ان کو اپنے رستوں پر چلا کر کامیابی کی منزل مقصود پر پہنچا دیتے ہیں۔ کیا نعوذ باللہ یہ وعدہ اس زمانہ میں غلط ہو گیا؟ سیاست کے لئے جو تحریکیں اور جماعتیں قائم ہوئیں انہیں ایک حد تک کامیابی ہوئی لیکن تبلیغ کے لئے جو انجمنیں قائم ہوئیں ہیں وہ کامیاب نہیں ہو سکیں

حضرت مرزا صاحب کی تحریک کامیاب ہے

مگر ان کے بالمقابل آپ حضرت مرزا صاحب کی تحریک کو دیکھئے وہ بھی اس پچاس سال کے عرصہ میں ہی پیدا ہوئی باقی تحریکوں کو مسلمانوں کی پوری مدد حاصل تھی مگر اس تحریک کے استیصال کے لئے مسلمانوں نے پورا زور لگایا مگر کیا وجہ ہے یہ تحریک کامیاب ہو جاتی ہے اور باقی تحریکیں ناکام رہتی ہیں حالانکہ خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ ہم کوشش کرنے والوں کو کامیاب کریں گے آخر بات کیا ہے؟ اس کا راز انہی آیات میں پنہاں ہے

تحریک احمدیت اور باقی تحریکات میں فرق

جو قوم کفر پر غلبہ حاصل کرنا چاہتی ہے وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک کہ ایمان اس کا بنیادی پتھر نہ ہو۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے جو خدا کے نام کو دنیا میں پھیلانے اور اسلام کو کفر پر غالب کرنے کی تڑپ دلوں میں رکھتے ہیں بنیاد کے طور پر بیان فرمایا امن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمومنون کل امن باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ لا نفرق بین احد من رسلہ یعنی اگر کفر پر غالب آنا چاہتے ہو تو پہلے خود تمہارے اندر اللہ تعالیٰ کی ہستی پر وہ زبردست ایمان ہونا چاہیئے جس سے تم دوسروں کے دلوں کے اندر ایمان پیدا کر سکو۔ یہی اصل فرق ہے حضرت مرزا صاحب کی تحریک میں اور دیگر تحریکات تبلیغ اسلام میں یعنی حضرت مرزا صاحب نے اپنی جماعت کی بنیاد ایمان باللہ پر رکھی۔ یہ ایمان باللہ کیا ہے؟ یہ ایک لمبا مضمون ہے اس کو میں اس وقت بیان کرنا نہیں چاہتا۔

سب سے زیادہ ایمان پیدا کرنے والی چیز

بیشک حضرت صاحب کی پیشگوئیاں بھی ایمان کو پیدا کرنیوالی ہیں اور حضرت صاحب نے جو دلائل اللہ تعالیٰ کی ہستی اور قرآن کریم کی صداقت پر دیئے ہیں وہ بھی ایمان کو زندہ کرتے ہیں۔ جہاں تک ان دلائل کا تعلق ہے حضرت صاحب کا عظیم الشان کارنامہ وہ مضمون ہے جو آپ نے جلسہ مہوتسو کے لئے لکھا معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس تھوڑے سے وقفہ میں کیا انکشاف فرمایا کہ آج بھی جو اسے پڑھ لیتا ہے اس کے دل کے اندر اسلام کی صداقت پر محکم ایمان پیدا ہو جاتا ہے۔ لیکن ان سب سے بڑھ کر ایمان کو پیدا کرنیوالی کیا چیز تھی وہ آپ کے پاس بیٹھنا تھا۔

ایمان قلب میں پیدا ہوتا ہے

میں سمجھتا ہوں کہ خدا پر ایمان قلب کے اندر پیدا ہوتا ہے اور وہ قلب سے قلب تک پہنچتا ہے غور کر کے دیکھئے کہ جو لوگ حضرت صاحب کے پاس بیٹھے ان کا ایمان اللہ تعالیٰ کی ہستی پر کس قدر مضبوط ہو گیا کیا آپ دکھا سکتے ہیں کہ کسی اور شخص کی صحبت میں بیٹھ کر لوگوں کا ایمان خدا تعالیٰ کی ہستی پر اتنا محکم ہو گیا ہو جتنا کہ حضرت صاحب کے پاس بیٹھنے والوں کا ہوا۔ آخر ہم اس واضح حقیقت کو کہاں لے جائیں لوگ کہتے ہیں کہ اشاعت اسلام کے لئے ایک انجمن کافی ہے کسی مجدد کی کیا ضرورت ہے مگر میں کہتا ہوں کہ بیشک اس کام کے لئے ایک جماعت یا ایک انجمن کی ضرورت تو ہے لیکن اس رستہ میں اس وقت تک کامیابی نہیں ہو سکتی جب تک کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی پر محکم ایمان نہ ہو۔

اسلامی تاریخ کی شہادت

تاریخ اسلامی کو پڑھ کر دیکھو مسلمانوں نے جو فتوحات حاصل کیں اور ایک منتشر قوم نے جس کے اجزا خود شب و روز برسرپیکار رہتے تھے، اتنا اقتدار حاصل کیا اس کی وجہ بھی صرف ایمان تھا۔ وہ قوم جو قیصر اور کسریٰ کے نام سے کانپتی تھی وہ قوم جس کے اندر کسریٰ کے دو سپاہی گرفتار کرنے آتے تھے اور جس کو جاننے والے گرفتار کر کے لے جاتے تھے، اپنی طاقتور ہمسایہ قوموں کے سامنے یہ قوم کانپتی تھی۔ خدا کی شان ہے جب اس قوم کو مقابلہ پڑتا ہے تو انہیں دو سلطنتوں کے ساتھ پڑتا ہے جس سے وہ اس قدر خائف تھی یہ سلطنتیں منظم اور مسلح تھیں اور یہ منتشر اور تہی قوم تھی مگر کتنا عظیم الشان انقلاب ہے کہ اس قوم کا ایک سپاہی قیصر و کسریٰ کے دربار میں جاتا ہے تو سارا دربار مرعوب ہو جاتا ہے۔

ایمان نے مسلمانوں میں یہ قوت پیدا کی

یہ کیا چیز تھی جس نے اس قوم کے اندر اتنی قوت پیدا کر دی؟ یہ ایمان باللہ تھا اس ایمان کی بدولت یہ لوگ جس قوم کے مقابلہ میں آتے تھے وہ قوم انکی ہیبت سے کانپنے لگتی تھی، خوب یاد رکھو ایمان پہلی چیز ہے، اگر تم فتوحات حاصل کرنا چاہتے ہو، وہ قومیں جو دنیا کی لڑائیاں لڑتی ہیں ان کا بھی اپنی قومیت اور بتوں پر ایمان ہوتا ہے

ایمان آسان بھی ہے اور مشکل بھی

یہ ایک بین فرق ہے جو حضرت مرزا صاحب کی تحریک اور دیگر تحریکات میں ہے کہ ان تمام تحریکات کی جو ناکام ہوئیں بنیاد ایمان پر نہ تھی اور مجدد کی تحریک کی بنیاد ایمان پر تھی لیکن جہاں میں آپ کو یہ فرق بتاتا ہوں، یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ یہ ایمان آسان بھی ہے اور مشکل ترین کام بھی ہے۔

صرف زبان سے ایمان کا مرتبہ حاصل نہیں ہوتا

یہ قرآن مجید اگر انسان توجہ دے تو وہ سب کچھ اس قرآن کے اندر سے پا لیتا ہے جہاں امن الرسول بما انزل الیہ کہکر بتایا کہ تمہاری کامیابی کی اصل بنیاد ایمان پر ہے وہاں یہ بھی بتا دیا کہ وہ ایمان کس قسم کا ہے سمعنا واطعنا ہم نے سنا اور ہم نے فرمانبرداری کی، یہ ہے اصل ایمان اس سے ادھر کوئی چاہے کہ میں نے زبان کے ساتھ ایمان کا مرتبہ حاصل کر لیا تو یہ نہیں ہو سکتا، ایمان کا مرتبہ عمل کے ساتھ ہوتا ہے۔ وہ شخص اپنے آپ کو دھوکا دیتا ہے جو یہ کہتا ہے میں خدا اور رسول پر ایمان لایا مگر اس کے چوبیس گھنٹے کے خیالات دنیا کے لئے وقف ہوں۔

خدا اور رسول پر زندہ ایمان ہونا چاہیئے

مسلمانوں کا دنیا پر ایمان کافی زبردست ہے اور مجھے ڈر ہے کہ ہماری جماعت بھی کہیں ایمان کے اس بلند مقام سے نیچے نہ اتر جائے جس بلند مقام پر مجدد وقت نے اس کی بنیاد رکھی ہے وہ ایمان کیا ہے؟ کہ تمہارا ایمان خدا اور رسول پر زندہ ایمان ہونا چاہیئے، یہ زندہ ایمان کیا ہے؟ سمعنا و اطعنا خدا کے واسطے [illegible]

اپنے آپ کو بالکل دے دینا۔ میں نے یہ کہا تھا مشکل یہ بہت ہے مگر خوب یاد رکھو آسان بھی بہت ہے۔ انسان ایک دفعہ اپنے دل سے یہ فیصلہ کر لے کہ جو اللہ تعالے کا حکم ہوگا اس کی تعمیل بہرحال میں نے کرنی ہے تو یہی مشکل مقام آسان ہو جاتا ہے۔ خدا اور رسول نے یہ تو کسی سے مانگا نہیں کہ تم دنیا کو بالکل چھوڑ دو بال بچے کو چھوڑ دو ہاں وہ تم سے یہ ضرور چاہتا ہے کہ تمہارے دلوں کے اندر ہر وقت یہ تڑپ موجود ہو۔

اشاعت اسلام کا زبردست جذبہ کار ہو

تمہارے دل میں غالب خیال یہ ہو کہ خدا کے نام کو دنیا میں پہنچانا ہے جس طرح لوگ شہرت اور دولت حاصل کرنے کے لئے قربانیاں کرتے ہیں کیا ایسا ہی ہمارا ایمان خدا اور اس کے کلام پر ہے کہ اس طرح پر ہم بھی قربانیاں اس کے راستہ میں کریں اگر یہ چیز موجود ہے اور خدا کے راستہ میں دیتے وقت قبض پیدا نہیں ہوتی تو پھر یقیناً وہ ایمان موجود ہے۔

کچھ لوگوں کا قرآن مجید میں ذکر

کچھ لوگوں کا ذکر قرآن مجید میں ہے کہ جہاد پر جانا تھا اور ان کے پاس سواری نہ تھی۔ ولا على الذين اذا ما اتوك لتحملهم قلت لا اجد ما احملكم عليه تولوا واعينهم تفيض من الدمع حزنا الا يجدوا ما ينفقون۔ (توبہ ۹۲) اور نہ ان پر الزام ہے جو جب تیرے پاس آئے کہ تو انہیں سواری دے تو نے کہا مجھے کچھ نہیں ملتا جس پر تمہیں سوار کر دوں وہ واپس چلے گئے اور ان کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے اس غم سے کہ وہ مال نہیں پاتے جسے خرچ کریں۔

ظاہری تنگی اور دل کی تنگی

سو ظاہری تنگی اور چیز ہے اور دل کی تنگی اور چیز ہے، ایک شخص ظاہر میں تنگ ہوتا ہے اور دل کا تنگ نہیں ہوتا مگر ایک شخص ہوتا ہے جس کا ظاہر کھلا ہوتا ہے مگر دل تنگ ہوتا ہے سو تمہارے دل تنگ نہ ہوں تو خدا کو تمہارے مال کی پروا نہیں میں آپ کو کہنا چاہتا ہوں کہ خدا پر ایمان یہ نہیں کہ آپ اچھی نمازیں پڑھ لیں اور اچھے روزے رکھیں بلکہ اصل ایمان یہ ہے کہ آپ اس شعل سے جو مجدد وقت کی صحبت سے آپ کے اندر روشن ہوئی ہے اور شعلیں جلائیں اس قسم کے لوگوں میں سے ہیں حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم جو کتنا ہوں بڑے لوگوں کے اندر روشنی پیدا کر گئے اسی طرح کی تڑپ تمہارے اندر بھی ہونی چاہیئے اس کے لئے کوشش کرو اس بات کو سمجھ لو کہ زبردست ایمان کے بغیر اس دنیا کے اندر قربانی کی زبردست روح پیدا کر دیتا ہے تم کوئی کامیابی حاصل نہیں کر سکتے۔

ایمان کی لازوال روشنی اپنے قلب میں پیدا کرو

اگر کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہو تو اس ایمان کو اپنے اندر پیدا کرو جس کے اپنے اندر شمع ٹمٹاتی ہے وہ دوسروں کو روشنی نہیں دے سکتا۔ بہت لوگوں کی یہ حالت ہے کہ ایک خطبہ اور وعظ سنا اور ان کے قلب میں ایک نور پیدا ہوا اور وہاں سے اٹھے اور وہ نور بجھ گیا یہ کسی کام کا نہیں۔ وہ روشنی پیدا کرو جو بجھے نہیں اور پائیدار ہو، اس ایمان کو اپنے اندر بھی پیدا کرو اور دوسروں کے اندر بھی پیدا کرو تو یقیناً تم ایک زندہ قوم ہو اور تمہارا کام بھی زندہ ہے ہو نہ کہ تم کامیابی حاصل کرو گے ایسا نہ ہو کہ ہم بعد میں کہیں کہ ہمیں ایک موقعہ ملا مگر ہم نے فائدہ نہ اٹھایا اور دنیا کے پیچھے پڑ گئے بلکہ خدا تعالیٰ کے رستہ میں کوشش کرنے کے لئے درد پیدا ہونا چاہیئے اگر تمہارے اندر یہ قربانی کی روح ہے تو تم زندہ ہو اگر نہیں تو تمہارا ایمان کا دعوےٰ غلط ہے۔

ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور کا ہفتہ وار اجلاس

ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور کا اجلاس بتاریخ ۱۸ اپریل بروز اتوار بوقت مغرب زیر صدارت جناب مولانا آفتاب الدین احمد صاحب منعقد ہوا۔ مولوی امیر علی صاحب نے تلاوت قرآن کریم فرمائی بعد ازاں جناب قادر شاہ صاحب مالاباری کی شاندار تقریر

"Ahmaddiyyat and Renaissance of Islam"

احمدیت و احیائے اسلام کے موضوع پر انگریزی میں ہوئی۔ صاحب صدر نے تقریر کے خلاصہ کو دہراتے ہوئے اپنے خیالات کا اظہار فرمایا۔ تاکہ ممبر جو انگریزی نہ سمجھ سکتے ہوں سمجھ جائیں۔ دوسری تقریر عزیزم فضل رحیم صاحب کی "حضرت مسیح موعودؑ کے دہلی میں آخری ایام" پر ہوئی۔ یہ ان کی اس موضوع پر دوسری تقریر تھی۔ جس کو نہایت اچھے طریقہ پر بیان کیا گیا۔ والسلام۔

خاکسار محمد حسن

یوم وصال

یوم وصال کے سلسلہ میں لاہور کا جلسہ ۳۰ مئی سنہ ۴۳ء کو بروز اتوار منعقد ہوگا جس کی دو نشستیں ہونگی مرکزی نوجوانوں سے التماس ہے کہ ان اجلاس کو کامیاب بنانے کیلئے پوری کوشش کریں۔ (سکرٹری ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن)

سپاس تعزیت

جناب میاں نصیر احمد صاحب فاروقی کلکٹر بمبئی خلف الرشید حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کا مکتوب گرامی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکرمی جناب اڈیٹر صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

میرے والد صاحب قبلہ حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم و مغفور کی وفات پر جماعت کے بزرگوں اور دوستوں سے جو بیشمار خطوط اور تاریں مجھے بھیجی ہیں ان کا فرداً فرداً جواب دینا میرے لئے ناممکن ہو گیا ہے اسلئے میں اخبار پیغام صلح کے ذریعہ ان تمام بزرگوں اور احباب کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں اور درخواست کرتا ہوں کہ آپ اس خط کو اخبار کی اگلی اشاعت میں چھاپ دیں میں احباب کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ اس احساس نے کہ دوسرے بھی ہمارے غم میں شریک ہیں ہمارے غم کو ہلکا کیا۔ اللہ تعالےٰ ان سب کو جزائے خیر دے۔

مجھے کچھ تعجب نہیں ہوا کہ جماعت نے بھی اس صدمہ کو بہت محسوس کیا ہے کیونکہ قبلہ والد صاحب مرحوم کو بھی جماعت سے اس قدر محبت تھی کہ اپنی اولاد سے زیادہ۔ شاید اسکو مبالغہ سمجھا جائے مگر میں صرف ایک مثال دے کر اسے ثابت کر دوں گا۔ والد صاحب مرحوم کی اولاد بفضلہ ہندوستان کے چاروں کونوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ میرے بڑے بھائی ممتاز احمد فاروقی کلکتہ میں ہیں میں بمبئی میں ہوں۔ دو ہمشیرگان کوئٹہ اور راولپنڈی میں ہیں۔ ہم سب سال بھر کی جدائی کے بعد کرسمس میں لاہور اکٹھے ہوتے تھے۔ چونکہ کرسمس کی چھٹیاں جنگ سے پہلے بھی زیادہ سے زیادہ ۲۴ دسمبر سے شروع ہوتی تھیں اسلئے ہم عین جلسہ کے وقت لاہور پہنچتے تھے۔ والد صاحب مرحوم کو اپنی اولاد سے غیر معمولی محبت تھی۔ اور ہمارے آنے سے اور ہمارے درمیان بیٹھنے سے ان کو ازحد خوشی ہوتی تھی۔ مگر چونکہ جلسہ بھی ساتھ ہی آتا تھا اسلئے والد صاحب مرحوم ہم سب کو مسلم ٹاؤن چھوڑ کر خود احمدیہ بلڈنگس میں تین روز کے لئے دن رات کے لئے چلے جاتے تھے اور اسکی وجہ یہ بتاتے تھے کہ جلسہ کے اوقات میں تو جماعت کے احباب سے ملاقات ہوتی نہیں یا کم سے کم دل کھول کر باتیں کرنے کا وقت ملتا نہیں اسلئے اگر رات بھی احمدیہ بلڈنگس میں گذاروں تو ہی وقت مل سکتا ہے۔

حالانکہ ہم نے جلسہ کے ایک دو دن کے بعد ہی دوسرے ضروری کاموں کے لئے منتشر ہو جانا ہوتا تھا مگر والد صاحب مرحوم باوجود اپنی اولاد کی شدید محبت کے اپنی خوشی پر چھری پھیر کر احمدیہ بلڈنگس میں جا رہتے تھے۔ دین کو دنیا پر اس طرح مقدم کرنیوالے تھوڑے ہوں گے۔

میں جماعت کے احباب سے درخواست کرتا ہوں کہ ھل جزاء الاحسان الا الاحسان کے فرمان کے بموجب وہ بھی اپنے اس محبت کرنے والے کے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ ان کی روح پر بیش از بیش انعامات اور راحتیں نازل فرمائے۔ آمین۔

خاکسار۔ نصیر احمد فاروقی

درخواستہائے دعا

۔ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کچھ دنوں سے بعارضہ بخار بیمار رہیں سب احباب سلسلہ حضور قلب سے حضرت ممدوح کے لئے دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ حضرت کو صحت کامل عطا فرمائے آمین۔

۔ جناب شیخ محمد یوسف صاحب گرنمتی کی صحت کیلئے احباب سلسلہ دعاؤں کو جاری رکھیں۔

۔ اخویم مکرم جناب ڈاکٹر الہ بخش صاحب کی صاحبزادی عرصہ دراز سے بعارضہ بخار بیمار رہیں صاحبزادی مذکورہ کے لئے احباب سلسلہ خاص طور پر دعا فرمائیں۔

۔ چوہدری نذیر احمد صاحب باجوہ فوجی ملازمت کے سلسلہ میں سمندر پار گئے ہوئے ہیں انکی عافیت اور خیریت کی واپسی کیلئے دعا کی جائے۔

۔ چوہدری غفور احمد صاحب کا بچہ عزیز محمود اختر چند یوم سے بعارضہ اسہال اور بخار بیمار ہے اس بچہ کی صحت کیلئے احباب سلسلہ دعا فرمائیں۔

۔ جماعت کے بعض اصحاب بیمار ہیں اور بعض مشکلات کا شکار ہیں ان کی صحت اور آسودگی کے لئے دعا کی جائے اللہ تعالیٰ ان کی مشکلات کو دور فرمائے آمین

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم و مغفور کے خودنوشت قبولِ احمدیت کے حالات

گذشتہ سے پیوستہ

اہل حدیث مولوی کی ناراضگی

اس اہل حدیث مولوی کو جب پتہ لگا کہ مجھ پر احمدیت اثر کر رہی ہے تو اس نے مجھے پیر مہر علی شاہ گولڑوی کی کتاب سیف چشتیائی اور ایک اور کتاب جس کا نام غالباً شمس الہدایہ تھا پڑھنے کو دی، میں نے ان کتابوں کو پڑھا اس میں حیات مسیح وغیرہ کے مسائل کو بڑے غور سے پڑھا اور انہیں وفات مسیح کے دلائل سے موازنہ کیا تو حیات مسیح کے دلائل مجھے ہیچ نظر آئے۔ میں نے مولوی صاحب کو صاف کہدیا کہ آپ کی عطا کردہ کتابوں نے تو حضرت مرزا صاحب کی صداقت پر میرا ایمان اور بھی زیادہ مضبوط کر دیا۔ اس پر وہ مولوی صاحب مجھ سے خفا ہو گئے، اور وہ دن اور آج کا دن مجھے پھر وہ مولوی صاحب نظر نہ آئے۔

حضرت مسیح موعود کے متعلق تحقیقات { اب میں نے

ضلع گورداسپور میں پلیگ ڈیوٹی پر تھا۔ تحصیل شکرگڑھ میں بھائی پٹھانوں کا ایک گاؤں ہے وہاں منور خاں ایک ذیلدار تھا جو پلیگ کے کاموں میں مدد نہ کرنے کی وجہ سے معطل ہو چکا تھا، میری اس سے ملاقات ہوئی تو اس نے مجھے کہا کہ آپ میری سفارش کر کے مجھے بحال کرا دیں تو بہت مشکور رہونگا اس سے قبل تو ہم پر جب کبھی مصیبت پڑا کرتی تھی تو ہم قادیان والے مرزا سے دعا کرایا کرتے تھے تو ہماری مشکلیں اللہ تعالیٰ حل کر دیا کرتا تھا مگر اب وہ عیسیٰ مسیح خدا کا بیٹا بن بیٹھا ہے۔ ہمارے علماء نے اس پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے۔ اسلئے ہم نے وہاں جانا چھوڑ دیا۔ میں نے پوچھا کیا تم مرزا صاحب کو جانتے ہو؟ کہنے لگا ہاں بچپن سے جانتے ہیں بڑا نیک اور عابد زاہد شخص ہے اور بڑا مستجاب الدعوات شخص ہے، ہمیں اس کی دعاؤں کا تجربہ ہے بس تیر بہدف ہوتی ہیں اس کے ولی ہونے میں تو کوئی شک نہیں، لیکن آپ جانتے ہیں کہ اولیاء لوگوں کو بھی ٹھوکر لگا کرتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ منصور کی طرح سلوک کی کسی منزل سے پاؤں پھسل گیا یا بہک گیا، میرے دل پر اس کی تقریر نے خاص اثر کیا۔ گورداسپور کے ضلع میں ادھر ادھر مجھے دورہ کا اتفاق کثرت سے ہوا۔ شیخ نور احمد رئیس بٹالہ اور کئی ایک لوگوں سے جو احمدی نہ تھے اور بچپن سے مرزا صاحب کے واقف تھے حالات دریافت کرنے پر یہ مجھے یقین ہو گیا کہ یہ شخص راستباز اور خدا رسیدہ ہے دعاوی کے متعلق پہلے ہی تسلی ہو چکی تھی لیکن جرأت کر کے بیعت کرنے سے ابھی دل ہچکچاتا تھا کیونکہ احمدیت کی مخالفت بجد تھی خود ہمارے خاندان میں مخالفت کی کوئی انتہا نہ تھی۔

میاں ممتاز احمد کی علالت { میرا بڑا لڑکا ممتاز احمد

اس وقت دو سال کا تھا۔ میں شکرگڑھ ضلع گورداسپور میں پلیگ ڈیوٹی پر متعین تھا اور میرے اہل و عیال امرتسر میں تھے، ممتاز احمد کو ٹائیفائڈ فیور ہو گیا اور ایسا خطرناک کہ ۱۰۵ درجہ کا بخار بلکہ اس سے بھی زیادہ تیز بخار شب و روز رہنے لگا اور ٹائیفائڈ فیور کی کل علامات پوری طرح واضح ہو گئیں اور امرتسر کے قابل ڈاکٹروں نے بالاتفاق اپنی تشخیص مکمل کر کے کہا کہ ٹائیفائڈ فیور بہت سخت قسم کا ہے اگر زندگی ہے تو تین چار ہفتہ سے کم میں نہیں اترے گا۔ میں ایک ہفتہ کی رخصت لیکر آیا تھا۔ بچہ شب و روز دماغی بے ہوشی کی وجہ سے میت کی طرح پڑا رہتا تھا۔ اور کوئی صورت بچنے کی نہ تھی بخار کو گیارہواں دن تھا۔ میری رخصت ختم تھی۔ نبض بیقاعدہ ہو چکی تھی، بخار کی تیزی اور بیہوشی کا وہی عالم تھا۔ میری بیقراری کی کوئی انتہا نہ تھی، میں نے واپس اپنی ڈیوٹی پر جانے سے انکار کر دیا۔ میرے بزرگوں نے سمجھایا کہ ایسی حماقت نہ کرو، جو کچھ مقدر میں لکھا ہے وہ تو ہو کر رہے گا۔ تم اپنی ملازمت خراب نہ کرو۔ اتفاق سے ان دنوں حضرت مرزا صاحب کی کتاب برکات الدعا ہمارے ہاں آئی ہوئی تھی۔ میری بیوی نے بھی پڑھی تھی۔ وہ مجھے کہنے لگیں کہ تم گورداسپور ہو کر ہی شکرگڑھ جاؤ گے رستہ میں بٹالہ ہے اگر قادیان جا کر حضرت مرزا صاحب سے دعا کراؤ تو کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ فضل کر دے، انھوں نے اپنی کتاب برکات الدعا میں تو بڑی زور سے لکھا ہے ؎

اے کہ گوئی گر دعاہا را اثر بودے کجاست
سوئے من بشتاب بنمائم ترا چوں آفتاب

قادیان میں پہلی مرتبہ { اپنی بیوی کی زبان سے یہ الفاظ

سن کر میں فوراً تیار ہو گیا ایک احمدی دوست کو میں نے ملا کر کہا کہ میرے ساتھ قادیان چلیں کیونکہ میں قادیان سے ناواقف تھا رات کے دس بجے امرتسر سے گاڑی پر نصف رات کو بٹالہ پہنچے، یکہ لیا۔ سڑک نہایت خراب۔ دھکے کھاتے گرتے پڑتے، ڈھلتی رات کے دو بجے قادیان جا پہنچے رات سخت اندھیری تھی، کچھ نظر نہ آتا تھا، قادیان میں لالٹینوں کا کہیں نام و نشان نہ تھا۔ سردی کا موسم گھروں کے دروازے بند۔ آدمی نہ آدمزاد۔ میرے دل میں خیال گذرا کہ خدا جانے اس وقت مرزا صاحب خود کیا کر رہے ہوں گے مزے سے سو رہے ہوں گے، یا شائد نماز تہجد پڑھ رہے ہوں۔ بہرحال دل میں تمنا ہوئی کہ دیکھوں کہ اس وقت کیا کر رہے ہیں میرا احمدی رفیق آگے اور میں پیچھے۔ اندھیرے میں کچھ پتہ نہ لگتا تھا کہ ناگاہ حضرت مرزا صاحب کے مکان کے ایک دروازہ پر میرے رفیق کا ہاتھ پڑا اور اس زور سے پڑا کہ وہ جھٹکے سے کھل گیا۔ حضرت مرزا صاحب نماز تہجد پڑھ رہے تھے، اسی وقت آپ نے سلام پھیرا دریافت کرنے پر فرمایا کہ اوپر مسجد مبارک میں چلے جایئے ہم دونوں وہاں چلے گئے۔ چھوٹی سی مسجد، اس کے ساتھ ایک کمرہ تھا جس کا نام بیت الفکر تھا۔ وہاں چلے گئے دیکھا تو ساری مسجد میں لوگ نماز تہجد بڑے خشوع و خضوع سے پڑھ رہے تھے۔ البتہ اس کمرے میں حضرت خواجہ کمال الدین مرحوم ایک چارپائی پر سوئے ہوئے تھے۔ میرے پہنچتے ہی خواجہ صاحب اٹھ کھڑے ہوئے فرمانے لگے کہ "آپ اس چارپائی پر سوئیں" میں نے ان کی تکلیف کے خیال سے انکار کیا کہنے لگے نہیں اب میں نماز پڑھوں گا غرضیکہ میں اس چارپائی پر لیٹ گیا اور خواجہ صاحب وضو کر کے نماز میں مشغول ہو گئے مگر مجھے اس چارپائی پر لیٹنے سے نہایت شرم آئی۔ کیونکہ لوگ اس قدر رقت اور خشوع و خضوع سے عبادت کر رہے تھے کہ میں دل میں ندامت سے کٹا جا رہا تھا۔

مگر تھکا ہوا تھا اسلئے آنکھ لگ گئی، صبح چار بجے اذان ہوئی ایک شخص نے مجھے اٹھا دیا۔ اور وضو کے لئے پانی دیا۔ میں وضو کر کے سنتیں پڑھکر بیٹھا ہی تھا جو مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم تشریف لائے۔ انہیں دیکھکر میرے دل کو بے حد خوشی ہوئی، کیونکہ سیالکوٹ کے ہمارے پرانے اہلحدیث کی مسجد کے امام تھے۔ بڑی بڑے تپاک سے ملے مجھے کہنے لگے "آخر آپ آ گئے" ہاں خدا ہی لے آیا۔ اس کے بعد میں نے تذکرہ کیا کہ میرا بچہ سخت بیمار ہے اس کے لئے دعا فرمائیں۔ فرمانے لگے کہ آپ ابراہیم کی طرح حنیف بنیں۔ آپ کے لئے بھی آسمان سے آواز "یانار کونی برداً و سلاماً علیٰ ابراھیم" کی آ جاوے گی۔ اور آپ کی یہ آگ اللہ تعالیٰ ٹھنڈک اور سلامتی سے بدل دے گا" میرے دل کو اس فقرہ سے بڑی تسلی ہوئی۔

حضرت مسیح موعود کی زیارت { اتنے میں حضرت مرزا صاحب

اندر سے تشریف لائے۔ مجھے ایسا معلوم ہوا کہ ایک نور کا جھمکڑا سامنے آ کھڑا ہوا۔ مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم نے میرا بازو پکڑ کے حضرت کی خدمت میں پیش کیا اور جن الفاظ میں پیش کیا، میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان الفاظ کا صحیح مصداق بنا دے، اور میرا انجام بخیر ہو۔ عرض کی کہ "حضور یہ بھی ایک سعید روح ہے جو میں آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں" حضرت صاحب نے بڑی خندہ پیشانی سے مصافحہ کیا، چونکہ لوگوں نے مشہور کیا ہوا تھا کہ مرزا صاحب کو نعوذ باللہ جذام ہو گیا ہے اور ہاتھوں میں خارش رہتی ہے میں نے آپ کے ہاتھوں کو بڑے غور سے دیکھا۔ مجھ سیہ کار کے ہاتھوں میں ان کے نور سے دھلے ہوئے چاندی کے ہاتھ نظر آتے تھے۔ تعارف کے لئے مولوی عبدالکریم مرحوم نے تو اس سے زیادہ کچھ نہ کہا جو میں اوپر لکھ چکا ہوں، اور میرے خیال میں خدا کے مسیح کے سامنے اس سے بہتر الفاظ تعارف کے لئے ہو بھی کیا سکتے تھے۔ پس میں نے خود ہی باقی باتیں اپنے متعلق عرض کیں۔ اس کے بعد نماز باجماعت شروع ہوئی۔ میں حضرت صاحب کے برابر شانہ بشانہ کھڑا ہوا تھا۔ اور مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم امام تھے۔ ان کی امامت میرے لئے کچھ نئی نہ تھی سیالکوٹ میں عرصہ تک ہم نے ان کے پیچھے نمازیں پڑھی تھیں مگر جو ان کی قرآن خوانی کی یہ شان قادیان میں نظر آئی وہ میں نے کبھی محسوس نہ کی تھی۔ اس کمالِ خوش الحانی اور اعلیٰ درجہ کی تاثیر ان کی زبان میں پیدا ہو گئی تھی کہ میں قرآن سنتا تھا اور تڑپتا تھا، اور میرا یہ ایمان ہے کہ یہ سب فیض مسیحائی تھا، ورنہ مولانا عبدالکریم کا قرآن ہم پہلے مدتوں سنتے رہے تھے، نہ یہ خوش الحانی تھی نہ یہ اثر تھا۔

ملاقات اور اس کا اثر { نماز کے ختم ہونے کے بعد حضرت مرزا

صاحب اندر تشریف لے گئے، خلیفہ رشید الدین مرحوم نے مجھ سے پہلے ہی دریافت کر لیا تھا کہ آپ حضرت صاحب سے ملاقات مسجد ہی میں کریں گے یا خلوت میں۔ میں نے خلوت میں ملاقات کرنا چاہی تھی، حضرت صاحب نے تھوڑی دیر بعد ہی ہمیں اندر بلا بھیجا حضرت صاحب ایک کمرے میں جس میں بچے سوئے ہوئے تھے۔ ایک تنگی چارپائی پر [illegible] بستر نہ تھا مجھے دیکھ کر پائنتی کی طرف کھسک گئے اور مجھے سرہانے کی طرف بٹھانے لگے میں نے پاس ادب سے انکار کیا۔ مگر آپ نے مجھے ہاتھ پکڑ کر سرہانے کی طرف بٹھا دیا اور خود چارپائی کی ادوان پر بیٹھے اور ہمارے درمیان میں میرے رفیق بیٹھ گئے، میں نے عرض کی کہ کوئی ایسا وظیفہ بتایئے

(باقی بر صفحہ ۸)

کیا شروع ۱۹۰۱ء میں حضرت مسیح موعود نے نبوت کے متعلق اپنے خیال میں تبدیلی کی

از مکرم جناب شیخ عبدالرحمن صاحب مصری

گیارہ مختلف اقوال جناب میاں صاحب مکرم کا دعویٰ ہے کہ ایک وقت تک حضرت اقدس مسیح موعود محدثوں ولیوں والی نبوت کے مدعی رہے جو درحقیقت نبوت نہیں تھی بلکہ اسے محض بعض مشابہتوں کی وجہ نبوت کہا جاتا ہے لیکن دوسرے وقت حضور نے اپنی اسی محدثوں والی نبوت کو نبیوں والی نبوت قرار دیا اس تبدیلی کے متعلق انھوں نے مندرجہ ذیل مختلف بیان شائع کئے ہیں۔

(۱) ۱۸۹۹ء آخری سال ہے جس میں حضور نے اپنے عقیدہ کا اظہار کیا۔

(۲) سال ۱۹۰۰ء خاموشی میں گذرا۔

(۳) ۱۹۰۰ء میں نئے عقیدہ کا اظہار شروع ہو گیا تھا۔

(۴) سب سے پہلے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رض نے اس خیال کا اظہار شروع کیا اور حضرت اقدس نے ان کے خیال کی تصدیق کی۔

(۵) ۱۹۰۰ء میں حضور نے پورے زور اور پوری صفائی کے ساتھ نئے خیال کا اظہار نہیں کیا۔

(۶) ۱۹۰۰ء کے آخر میں تبدیلی عقیدہ کا اعلان ہوا۔

(۷) ۱۹۰۱ء میں حضور پر انکشاف تام ہو گیا تھا۔

(۸) اس انکشاف تام کا اعلان بھی ۱۹۰۱ء میں کر دیا گیا تھا۔

(۹) نئے خیال کے متعلق پورا فیصلہ ۱۹۰۱ء میں ہوا تھا۔

(۱۰) نئے خیال کا اعلان ۱۹۰۱ء کے شروع میں ہوا تھا۔

(۱۱) نئے خیال کے اعلان کا پہلا تحریری ثبوت رسالہ "ایک غلطی کا ازالہ" ہے جو ۵ نومبر ۱۹۰۱ء کو شائع ہوا۔ یہ گیارہ مختلف اقوال ہیں جو اب تک جناب میاں صاحب مکرم کی طرف سے شائع ہوئے ہیں ان میں سے پہلے آٹھ اقوال جو سب کے سب سال ۱۹۰۰ء کے آخر تک کے متعلق ہیں ان کا حضرت مسیح موعود کی تحریروں کے صریح خلاف ہونا میں گذشتہ قسطوں میں ثابت کر چکا ہوں۔ اب اس قسط میں ان کے اس دعوے پر کہ سن ۱۹۰۱ء کے شروع میں حضور کی طرف سے اس نئے عقیدہ کا کہ "حضور محدثوں والی نبوت کے نہیں بلکہ نبیوں والی نبوت کے مدعی ہیں" اعلان ہوا تھا بحث کر کے اس کا بھی حضور کی تحریروں کے صریح خلاف ہونا ثابت کرتا ہوں وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔ اس امر پر بحث کرنے سے قبل کہ آیا ۱۹۰۱ء کے شروع میں حضرت

۱۹۰۱ء سے قبل حضور کا مذہب

اقدس نے نبوت کے مفہوم میں کوئی تبدیلی کی یا نہیں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس بارے میں حضور کا وہ مذہب اچھی طرح ذہن نشین کر لیں جو حضور ۱۹۰۱ء سے قبل ظاہر کیا کرتے تھے یہ بات تو جناب میاں صاحب مکرم کو بھی مسلم ہے کہ حضور تبدیلی سے قبل اپنے آپ کو جماعت اولیاء کا ہی فرد قرار دیا کرتے تھے اور اولیاء کو مثیل الانبیاء تسلیم کیا کرتے تھے اور ہمیشہ اسی عقیدہ کا اظہار فرمایا کرتے تھے کہ امت محمدیہ میں اب مثیل الانبیاء ہی مبعوث ہوا کریں گے چنانچہ اس کے متعلق بعض حوالے میں گذشتہ قسط میں بھی درج کر چکا ہوں اور بعض کا اس جگہ نقل کر دینا بھی خالی از فائدہ نہ ہوگا حضور فرماتے ہیں "آج تک جس قدر اکابر متصوفین گذرے ہیں ان میں سے ایک کو بھی اس میں اختلاف نہیں کہ اس دین متین میں مثیل الانبیاء بننے کی راہ کھلی ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روحانی اور ربانی علماء کے لئے یہ خوشخبری فرما گئے ہیں کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل" دیکھئے نبی کریم صلعم فرما گئے ہیں کہ اس امت میں مثیل انبیاء بنی اسرائیل آئیں گے" اس حدیث کی رو سے کہ جو علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل ہے مثیلوں کی کمی نہیں اور ایسا ہی یہ آیت کہ جس میں مثیلوں کی طرف اشارہ کر رہی ہے "اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم" چونکہ بحکم علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل ابن مریم کے نام پر کوئی آنا چاہئے تھا اور آنا بھی وہ چاہئے تھا جو درحقیقت امتی ہونہ کہ حقیقی طور پر نبی" (اس حوالہ میں امتی کے بالمقابل حقیقی کا لفظ رکھ کر حقیقی نبی کی حقیقت بھی کھول دی ہے) اور بنی اسرائیل کے مثیلوں کے آنے کا دروازہ کھولتا ہے اور اس نے یہ دعا تعلیم فرمائی ہے اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم اس دعا کا ماحصل کیا ہے یہی تو ہے کہ ہمیں اے ہمارے خدا نبیوں اور رسولوں کا مثیل بنا" دیکھو ازالہ اوہام صفحہ ۲۵۸ و صفحہ ۲۶۰ و صفحہ ۴۸۶ و صفحہ ۵۳۹
حمیر تحفہ بغداد صفحہ ۔۔ پر فرماتے ہیں یہ عبارت چونکہ عربی میں ہے اسلئے اس کا ترجمہ لکھ دینا ہی کافی ہے" دوسری خبروں میں آیا ہے کہ رسول کریم صلعم جب وفات پا گئے تو زمین چلائی اور کہنے لگی اے میرے رب میں اب انبیاء علیہم السلام کے قدموں سے قیامت تک خالی رہ گئی ہوں پس اللہ تعالےٰ نے اس کی طرف وحی کی اور کہا کہ میں تجھ پر ایسے لوگ پیدا کروں گا جن کے دل انبیاء کے دلوں کی مانند ہوں گے ان میں سے بعض اقطاب ہوں گے اور بعض ابدال اور بعض غوث اور بعض ان کے کم لیکن ہر ایک ان میں سے اللہ تعالیٰ کے مکالمہ اور الہام سے مشرف ہوگا اور ان میں سے بعض کے دل نوح کے دل کی مانند ہوں گے اور بعض کے ابراہیم اور بعض کے موسےٰ اور بعض کے عیسیٰ کے دل کی مانند ہونگے اور یہ تمام نبیوں کے قدموں پر آئیں گے پس اے میرے بھائی اللہ تعالےٰ کی رحمت کے آثار کی طرف دیکھو کہ کس طرح اس نے اس امت کا اکرام کیا ہے کہ انہیں بنی اسرائیل کے نبیوں کے مثل بنا دیا ہے اگر تو اس بات پر تعجب کرے تو یہ بات تو تعجب کے لائق نہیں بلکہ تعجب کے لائق قول ان لوگوں کا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ کس طرح مسیح کا مثیل آ گیا اور یہ کلمہ کفر ہے اور وہ اس قول کی طرف نہیں دیکھتے جو اللہ تعالےٰ اور اس کا رسول صلعم فرما گئے ہیں اور آیات اور آثار میں غور نہیں کرتے اور بیہودہ زندگی بسر کر رہے ہیں اے میرے بھائی بخاری اور دیگر کتب صحاح کو دیکھ کس طرح ہمارے نبی کریم صلعم نے بشارت دی ہے اور فرمایا ہے کہ میری امت میں ایسے لوگ ہونگے جو مکالمہ مخاطبہ سے مشرف تو ہونگے لیکن وہ نبی نہ ہونگے بلکہ وہ محدث کے اسم سے موسوم ہوں گے اور اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں کو اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم کی دعا مانگنے پر ترغیب دلائی ہے پس اگر ہم مکالمہ مخاطبہ سے محروم ہیں تو اس دعا کے معنی ہی کیا ہوئے اور تجھے معلوم ہے کہ ان لوگوں میں سے جن پر اللہ تعالےٰ نے انعام کئے سب سے مقدم انبیاء اور رسل ہیں اور یہ انعام درہم و دینار کی قسم میں سے نہیں تھا بلکہ علوم و معارف اور انوار و برکات کے نزول کی قسم میں سے تھا جیسا کہ تمام عارفین کے نزدیک بطور ثابت شدہ ہے اور جبکہ ہمیں ہر نماز میں یہ دعا مانگنے کا حکم ہے پس اللہ تعالےٰ نے ہمیں یہ حکم نہیں دیا مگر اسی لئے کہ وہ اس دعا کو قبول کرنا چاہتا ہے اور وہ ہمیں تمام انعامات دینا چاہتا ہے جو اس نے رسولوں پر کئے اور ہمیں عزّ اسمہ نے بشارت دی ہے کہ وہ ہمیں وہ تمام انعامات دے گا جو اس نے ہم سے پہلے انبیاء کو دیئے اور ہمیں اس نے ان کا وارث بنایا ہے پس کس طرح ہم ان انعامات کا انکار کریں اور کس طرح ہم اندھوں کی طرح ہو جائیں اور کس طرح ممکن ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے اس قرآن کا کیدی وعدوں کی خلاف ورزی کرے اور ہمیں ناکام و نامراد رکھے اے میرے بھائی تو جانتا ہے کہ منعم علیہ گروہ کے سردار انبیاء و رسل ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ہم کو ان کی ہدایت اور ان کی کامل بصیرت عطا کرنے کی بشارت دی ہے وہ جو بغیر مکالمہ الٰہی اور اس کے دیکھنے کے حاصل ہی نہیں ہو سکتی اللہ تعالیٰ تجھے معاف کرے کس طرح تو نے خیال کر لیا کہ اولیاء اللہ اللہ تعالےٰ کے مخاطبہ مکالمہ سے محروم ہیں اور وہ مکلم نہیں ہیں اے میرے بھائی تو جانتا ہے کہ قوم کی کتب ان مکالمات سے بھری ہوئی ہیں جو اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء سے کرتا ہے اور ان مخاطبات سے لبریز ہیں جو حضرت حق سبحانہٗ تعالیٰ اپنے مقرب بندوں کو عطا کرتا ہے وہ کریم ہے اپنا کلام جن بندوں پر چاہتا ہے ڈالتا ہے اور ایمان اور یقین میں ترقی بخشتا ہے کیا آپ نے سید عبدالقادر جیلانی رح کی کتاب فتوح الغیب کو نہیں پڑھا کس طرح وہ مکالمات کی حقیقت کا ذکر فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء سے بلیغ لذیذ کلام کرتا ہے انہیں اپنے اسرار سے آگاہ کرتا اور انہیں اپنی خبریں بتاتا اور انہیں نبیوں کا علم۔ نبیوں کا نور۔ نبیوں کی بصیرت اور نبیوں کے معجزات عطا کرتا ہے اور یہ سب کچھ انہیں وراثتاً دیا جاتا ہے نہ کہ اصالتاً" اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ حضور کے نزدیک امت محمدیہ کے کامل افراد مثیل الانبیاء ہوتے ہیں ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا اسی طرح مکالمہ مخاطبہ ہوتا ہے جس طرح انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ہوتا ہے وہ انہی علوم و معارف سے مالا مال کئے جاتے ہیں ان کو بھی وہی بصیرت کاملہ حاصل ہوتی ہے جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو حاصل ہوتی ہے انکو نبیوں کے نور اور ان کے معجزات سے بھی کامل حصہ ملتا ہے فرق صرف اتنا ہے کہ نبیوں کو اصالتاً یہ سب کچھ ملتا ہے اور انکو نبیوں کی اتباع سے یعنی وراثتاً یہ سب کچھ ملتا ہے اور باوجود ان تمام انعامات سے متمتع ہونے کے حضور کے نزدیک امت محمدیہ کے یہ کامل افراد جن میں سے حضور اپنے آپ کو بھی شمار کرتے ہیں نبی نہیں ہوتے بلکہ اولیاء اور محدثین کی جماعت کے ہی فرد ہوتے ہیں اور یہ وہ مضمون ہے جس سے حضور کی کتب بھری پڑی ہیں لیکن میں سردست مندرجہ بالا حوالوں پر ہی اکتفا کرتا ہوا بتاتا ہوں کہ ۱۹۰۱ء کے شروع کیا بلکہ آخر تک حضور اسی مذہب کا اظہار فرماتے رہے ہیں چنانچہ ۱۹۰۱ء

۲۰ فروری ۱۹۰۱ء کے ابتداء میں کا مذہب

سب سے پہلی کتاب جو حضور کی قلم سے نکلی وہ اعجاز المسیح

ہے یہ کتاب ۲۰ فروری ۱۹۰۱ء کو شائع ہوئی ہے اس کتاب میں بھی جابجا اسی مذہب کا اظہار پایا جاتا ہے چنانچہ صفحہ ۱۷۱ پر حضور فرماتے ہیں اصل عبارت عربی ہیں ہے اسجگہ صرف ترجمہ دیا جاتا ہے "اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی انتہائی رحمت سے یہ دعا سکھلائی ہے۔ اور مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ ان لوگوں کی راہ طلب کریں جن پر اللہ کی طرف سے انعامات ہوئے ہیں یعنی نبیوں اور رسولوں کی راہ پھر وہ شخص جس کو وراثت میں سے کچھ حصہ ملا ہے اس پر اس آیت سے ظاہر ہے کہ یہ امت نبیوں کے قدموں پر مبعوث کی گئی ہے اور کوئی نبی نہیں مگر امت محمدیہ میں اسکا مثیل موجود ہے۔ اور اگر یہ مشابہت اور برابری نہ ہوتی تو نبیوں کے کمالات کا طلب کرنا بھی باطل ہو جاتا اور اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم کی دعا بھی باطل ہو جاتی پس اللہ جس نے ہم سب کو حکم دیا ہے کہ ہم صبح و شام نماز پڑھتے ہوئے اھدنا الصراط المستقیم کی دعا مانگیں اور منعم علیہم یعنی نبیوں اور رسولوں کی راہ طلب کریں اس نے اشارہ کیا ہے اس بات کی طرف کہ اس نے ابتدا سے ہی یہ مقدر کیا ہوا ہے کہ وہ اس امت میں بعض صلحاء کو نبیوں کے قدموں پر مبعوث کرے گا اور ان کو اسی طرح خلیفہ بنائے گا جس طرح پہلے بنی اسرائیل میں بنائے تھے" پھر صفحہ ۱۷۶ پر فرماتے ہیں "تو نے اپنے رب سے اھدنا الصراط المستقیم کی دعا میں یہ طلب کیا ہے کہ وہ بنی اسرائیل کے نبیوں میں کسی نبی کو نہ چھوڑے مگر اس امت میں اسکا مثیل مبعوث کرے تجھ پر افسوس کہ تو اپنی دعا کو اتنی جلدی بھول گیا حالانکہ تو اسے پانچ وقت پڑھتا ہے" پھر صفحہ ۱۷۹ پر فرماتے ہیں "کیا تمہاری عقل قبول کر سکتی ہے کہ ہمارا رب اس دعا میں بشارت دے کہ وہ اسی امت میں سے ہی لوگوں کی ہدایت کے لئے اماموں کو مبعوث کرے گا اور وہ امام اجتباء اور اصطفاء میں بنی اسرائیل کے نبیوں کے مثیل ہو جائیں نہ کہ بنی اسرائیل کے اشقیاء کے مثیل اور پھر وہ ہم کو محرومی کے گڑھے میں پھینک دے" پھر صفحہ ۱۸۲ پر فرماتے ہیں "اللہ تعالیٰ نے سورہ نور اور سورہ فاتحہ میں اشارہ کیا ہے کہ یہ امت بنی اسرائیل کے نبیوں کی وارث ہو گی ظلی طریق پر پس واجب ہے کہ آخری زمانہ میں مسیح بھی اسی امت میں سے آئیگا" پھر صفحہ ۱۸۴ پر فرماتے ہیں "جو کچھ ہم نے اس بارے میں کہا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ سورۃ فاتحہ بشارت دے رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسیح اسی امت میں سے ہو گا اور ہم کو سورۃ فاتحہ کے ذریعہ بشارت دی گئی ہے کہ تمام امام ہم میں سے ہی ہوں گے اور وہ انبیاء بنی اسرائیل کے مثیل ہونگے" پھر

صفحہ ۱۸۷ پر فرماتے ہیں "ہم کو دعا سکھلائی گئی ہے کہ ہم ان معزز ہستیوں یعنی انبیاء اور رسل عظام کے مثیل بن جائیں" پھر اسی صفحہ پر فرماتے ہیں "سورہ فاتحہ سے ... ہے کہ ہمارا امر خوف اور امید نعمت اور بلا کے درمیان چھوڑا گیا ہے یا تو نبیا کے ساتھ مشابہت یا اشقیاء کے پیالہ سے پینا" پھر صفحہ ۱۸۸ پر فرماتے ہیں "پس پہلے نبیوں اور رسولوں کے نمونے کی شدید حاجت ہے تا ان نبیوں کا نور مغضوب علیہم کی ظلمات اور ضالین کے شبہات کو دور کرے اسلئے مسیح موعود کا ظہور اسی زمانہ اور اسی امت میں سے واجب ہے" پھر صفحہ ۱۸۹ پر فرماتے ہیں "میں حق کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ فاتحہ میں فرقوں کو تین قسموں میں تقسیم نہیں کیا مگر بایں غرض کہ اس نے ان میں سے ہر ایک کا نمونہ ... اس امت میں بنا کر لیا۔ اب تم مغضوب علیہم کی کثرت اور ضالین کی کثرت تو دیکھ رہے ہو پس کہاں ہے وہ جو پہلے نبیوں اور رسولوں کے نمونہ پر ... آیا ہے" ان تمام حوالوں سے ظاہر ہے کہ ۱۹۰۱ء کے شروع میں بھی حضرت مسیح موعود اسی طرح اس امت میں انبیاء کے مثیلوں کے آنے کے قائل ہیں جس طرح ۱۹۰۱ء سے قبل قائل تھے اور یہ ثابت ہے کہ امتی جو نبی کا مثیل ہوتا ہے وہ نبی نہیں ہوتا بلکہ ولی ہوتا ہے۔ پس جناب میاں صاحب مکرم کا یہ کہنا کہ حضرت اقدس نے نبوت کے متعلق اپنے خیال میں ۱۹۰۱ء کے شروع میں تبدیلی کر لی تھی بالکل بے بنیاد ہے۔

عدم تبدیلی کا مزید ثبوت

میں گذشتہ قسط میں لجۃ النور کے حوالوں سے یہ ثابت کر چکا ہوں کہ امتی کو جو کلام میں اعجاز عطا کیا جاتا ہے وہ نبی کریم صلعم کے اعجاز کا درحقیقت ظل ہوتا ہے اسلئے امتی کے کلام کو ولایۃ کا کلام کہتے ہیں اور وہ امتی اس اعجاز کلام کی وجہ سے ولی کہلاتا ہے نہ کہ نبی اس مضمون کو حضرت اقدس نے اپنی کتاب اعجاز المسیح کے صفحہ ۱۷۱ و ۱۷۲ و ۱۷۳ و ۱۷۴ پر دہرایا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں "پس اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے ایک بندہ کو مبعوث کیا تاکہ وہ بتلا دے دنیا پر اتمام حجت کرے اور اس کے کلام میں اعجاز رکھا تاکہ اس کا کلام معجزہ نبویۃ کا ظل ثابت ہو اس نبی پر ہزاروں درود اور سلام ہوں اور اس اعجاز کلام سے اللہ تعالیٰ کے کلام یعنی قرآن مجید کی کسر شان لازم نہیں آتی کیونکہ کرامات معجزات کے اظلال ہوتے ہیں"، پھر فرماتے ہیں "جبکہ اپنے اولیاء کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی یہ عادت ہے اور اپنے تابعین اور برگزیدہ بندوں کے ساتھ پیش آتا ہے اسلئے اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے مقبول بندہ کو ... کا چہرہ ... کرائے

اور مقابلہ کے وقت اس کی طرف ضعف منسوب نہ کیا جائے اسلئے وہ قرآن کی تفسیر کے وقت تمام پر غالب آتا ہے مختلف قسم کے علوم و معارف کے ذریعہ اور یہ جو کہا گیا ہے کہ ولی قرآن سے نکلتا ہے اور قرآن ولی سے نکلتا ہے بالکل سچ ہے"، ان دونوں حوالوں سے بھی ظاہر ہے کہ حضور اپنے آپ کو ۱۹۰۱ء کے شروع میں بھی ولی فرماتے تھے پس تبدیلی کہاں ہے یہاں یہ عذر بھی پیش نہیں کیا جا سکتا کہ ولی کا لفظ عام ہے نبی اور ولی دونوں پر بولا جا سکتا ہے کیونکہ یہاں ولی کا لفظ نبی کے مقابل میں رکھ کر بتا دیا ہے کہ اسجگہ لفظ ولی سے مراد وہ امتی ہے جو نبی کی اتباع اور اس کے فیوض سے مستفیض ہو کر اس مقام کو حاصل کرتا ہے جس کو نبوت کے مقابل ولایت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور جس کا حاصل کرنیوالا نبیوں کے گروہ میں داخل نہیں ہو سکتا۔

۲۰ فروری ۱۹۰۱ء کا ایک اور حوالہ

میں گذشتہ قسط میں حضرت اقدس کے بعض حوالوں سے یہ ثابت کر چکا ہوں کہ حضور اپنے آپ کو نبیوں کی جماعت سے باہر رکھتے اور ولیوں کی جماعت میں داخل کرنے کے لئے ایک دلیل یہ بھی دیا کرتے تھے کہ نبیوں کے انکار سے انسان کافر بن جاتا ہے لیکن ولیوں کی مخالفت سے سلب ایمان ہو جاتا ہے اس کی تائید میں ایک حوالہ کا نقل کر دینا بھی خالی از فائدہ نہ ہو گا۔ حضور دسمبر ۱۸۸۴ء کو اپنے ایک خط میں جو ایک شخص مسمی محمد ولی اللہ کے نام حضور نے لکھا فرماتے ہیں "جیسے رسول کے انکار سے کفر لازم آتا ہے ایسا ہی امام وقت ... کے انکار سے اس قدر ضعیف ایمان ہو جاتا ہے کہ آخر سلب ایمان تک نوبت پہنچتی ہے ایسے شخص ... ہرگز پیش نہیں جاتیں ایمان حقیقی اور یقین کامل وہ نعمت ہے کہ بجز التزام کونوا مع الصادقین کے کبھی ہاتھ نہیں آتا" اب ہم دیکھتے ہیں کہ آیا ۱۹۰۱ء کے شروع میں حضور نے اسکو بدل کر یہ لکھنا شروع کر دیا کہ حضور کے انکار سے کفر لازم آتا ہے یا حضور نے اسی سلب ایمان والی کیفیت کو ہی برقرار رکھا سو اس کے لئے حضور کی ذیل کی تحریر ملاحظہ ہو چنانچہ ۲۰ فروری ۱۹۰۱ء کو یعنی ۱۹۰۱ء کے شروع میں بھی جو جناب میاں مکرم کے نزدیک ولیوں کی جماعت سے نکل کر نبیوں کی جماعت میں داخل ہونے کی تاریخ ہے حضور اسی مضمون کو دہراتے ہوئے فرماتے ہیں "قدیم سے بزرگان دین کا یہی مذہب ہے کہ جو شخص حق کی مخالفت کرتا ہے رفتہ رفتہ اس کا ایمان سلب ہو جاتا ہے جو پیغمبر خدا صلعم کو نہ مانے وہ کافر ہے مگر جو مہدی اور مسیح کو نہ مانے اسکا ایمان بھی سلب ہو جاتا ہے ...

حضرت مسیح موعود علیہ السلام صفحہ ۲۰ و ۲۱

جون ۱۹۰۱ء میں بھی ولی

پھر ۱۰ جون ۱۹۰۱ء کے اخبار الحکم میں بھی اسی مضمون کا اعادہ کر فرماتے ہیں "اب ایک بات اور قابل غور ہے کہ ایک بارش تخم ریزی کے لئے ہوتی ہے اور پھر ایک بارش اس تخم کے نشوونما اور سبزی کے لئے ہوتی ہے اسی طرح پر نبوۃ کی بارش تخم ریزی کے لئے ہوتی ہے اور محدثین و مجددین کی بارش جو انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون کے ضمن میں داخل ہے اس تخم کے بار ور کرنے اور نشوونما دینے کے لئے ہوتی ہے میں نے بارہا اس امر کا اظہار کیا ہے کہ نبوت الوہیت کے لئے بطور میخ کے ہوتی ہے جو شخص نبوت کا انکار کرتا ہے رفتہ رفتہ الوہیت کے انکار تک پہنچ جاتا ہے اور نبوت کے لئے ولایت بطور میخ کے ہوتی ہے ولی کے انکار سے رفتہ رفتہ سلب ایمان ہو جاتا ہے ...... اس لئے نبوت کی زراعت کے لئے ولایت ایک باڑ لگا دی"

اگست ۱۹۰۱ء میں بھی ولی

پھر ۱۰ اگست ۱۹۰۱ء کو بھی اسی مضمون کو دہرایا ہے فرماتے ہیں "اور اس طرح پر اپنی کم سمجھی یا ضد و تعصب کی وجہ سے خدا کے ولی کا انکار کر کے ایمان سلب کر لیتے ہیں کیونکہ جب ولی پر ایمان نہ رہے تو ولی جو نبوت کے لئے بطور میخ کے ہے اس سے پھر نبوت کا انکار کرنا پڑتا ہے اور نبی کے انکار سے خدا کا انکار ہوتا ہے اور اس طرح پر بالکل ایمان سلب ہو جاتا ہے" دیکھئے الحکم ۲۴ جنوری ۱۹۰۳ء صفحہ ۳ کالم ۲

اب ان تمام حوالوں سے ظاہر ہے کہ حضرت اقدس شروع ۱۹۰۱ء کے وسط تک بھی ایک طرف تو اپنے آپ کو نبیوں کی جماعت سے باہر رکھتے ہیں اور دوسری طرف ولیوں ہی کی جماعت کا اپنے آپ کو ایک فرد قرار دے رہے ہیں

اگست ۱۹۰۱ء کا ایک اور زبردست حوالہ

جناب میاں صاحب مکرم کو یہ مسلم ہے کہ حضرت اقدس جب اپنے آپ کو نبی نہیں سمجھتے تھے تو اس وقت اپنی فضیلت پر مسیح ناصری علیہ السلام کو جزوی فضیلت لکھا کرتے تھے لیکن جب آپ پر یہ انکشاف ہو گیا کہ آپ نبی ہیں تو پھر آپ نے اپنی فضیلت پر مسیح ناصری کو کلی فضیلت لکھنا شروع کر دیا اور یہ انکشاف جناب میاں صاحب مکرم کے قول کے مطابق حضور کو ۱۹۰۱ء کے شروع سے لیکر آخر تک اپنی فضیلت

کو کلی ہی لکھنا چاہیئے تھا لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اگست سنہ ۱۹۰۱ء تک بھی حضورؑ نے اپنی فضیلت کو جزوی فضیلت ہی قرار دیا ہے چنانچہ ۲۵ راگست سنہ ۱۹۰۱ء کو حضورؑ کی طرف سے عربی زبان میں ایک اعلان شائع ہوتا ہے جو خطبہ الہامیہ کے ساتھ ملحق ہے اس کے صفحہ ج کے حاشیہ پر فرماتے ہیں "ومن فضل اللّٰه واحسانہ انہ جعل ھذا الفتح علی ید المسیح المحمدی لیری الناس انہ اکمل من المسیح الاسرائیلی فی بعض شیونہ"۔ ترجمہ:۔ اور یہ اللہ تعالےٰ کا فضل اور احسان ہے کہ اس نے اس فتح کو محمدی مسیح کے ہاتھ پر مقدر کیا ہے تا لوگوں کو دکھلائے کہ محمدی مسیح اسرائیلی مسیح سے بعض شانوں میں اکمل ہے۔ اب دیکھ لو کہ اسجگہ کس صفائی کے ساتھ اپنی فضیلت کو جزوی فضیلت قرار دیا ہے اور یہی مذہب حضورؑ کا سنہ ۱۹۰۱ء سے قبل تھا اور جناب میاں صاحب مکرم کے نزدیک حضورؑ اپنی فضیلت کو جزوی محض اسی لئے قرار دیا کرتے تھے کہ حضورؑ اپنے آپ کو غیر نبی سمجھا کرتے تھے تو اب جبکہ یہ ثابت ہو گیا کہ ۲۵ راگست سنہ ۱۹۰۱ء کو بھی حضورؑ اپنی فضیلت کو جزوی ہی قرار دے رہے ہیں تو ماننا پڑے گا کہ ۲۵ راگست سنہ ۱۹۰۱ء کو بھی حضورؑ اپنے آپ کو غیر نبی ہی سمجھ رہے ہیں پس جناب میاں صاحب مکرم کا یہ فرمانا کہ حضورؑ نے شروع سنہ ۱۹۰۱ء میں اپنے مذہب میں تبدیلی کر لی تھی حضرت اقدسؑ کی تحریروں کے صریح خلاف ہونے کی وجہ سے قابل التفات نہیں ہو سکتا اسجگہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ جناب میاں صاحب مکرم کو کلی فضیلت لکھنا شروع کر دیا تھا حضورؑ نے کبھی بھی اپنی فضیلت کو کلی نہیں لکھا ہمیشہ جزوی ہی تحریر فرماتے رہے جبکہ حضورؑ نبی تھے ہی نہیں تو اپنی فضیلت کو ۔ ۔ ۔ حضورؑ کلی لکھ ہی کس طرح سکتے تھے

تبدیلی کا سال سنہ ۱۹۰۰ء کا آخر سنہ ۱۹۰۱ء کا شروع قرار دینے کی وجہ

مندرجہ بالا حوالوں سے احباب کرام پر روشن ہو گیا ہو گا کہ جس طرح جناب میاں صاحب مکرم کا یہ دعوےٰ کہ سنہ ۱۹۰۱ء یا سنہ ۱۹۰۰ء کے آخر میں حضورؑ نے نبوت کے متعلق اپنے خیال میں تبدیلی کی بے بنیاد ہے اسی طرح ان کا یہ دعوےٰ بھی کہ حضورؑ نے اس بارے میں سنہ ۱۹۰۱ء کے شروع میں تبدیلی کی بے بنیاد ہے۔ احباب کرام یہ پڑھکر حیران ہونگے کہ جبکہ سنہ ۱۹۰۰ء میں یا سنہ ۱۹۰۱ء کا شروع چھوڑ اس کے اگست کے آخر تک بھی کوئی حوالہ نہیں ملتا جو تبدیلی کی طرف اشارہ کرتا ہو تو جناب میاں صاحب مکرم کو اس خلاف واقعہ امر کے بیان کی کس طرح جرأت ہوئی اور پھر اس کی انہیں ضرورت کیوں پیش آئی سو احباب کرام کی حیرانی کو دور کرنے کے لئے میں یہ عرض کرتا ہوں کہ یہ تو ایک حقیقت ہے جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ جناب میاں صاحب مکرم کی مزعومہ تبدیلی کی ثابت کرنیوالا حوالہ نہ تو سنہ ۱۹۰۰ء کی تحریروں میں ہے اور نہ ہی سنہ ۱۹۰۱ء کی تحریروں میں لیکن انہیں یہ بے بنیاد اور بے ثبوت اور خلاف واقعہ دعوےٰ کرنے کی ضرورت اسلئے پیش آئی ہے کہ انھوں نے اپنی اس مزعومہ تبدیلی کا سارا دار و مدار رسالہ "ایک غلطی کا ازالہ" پر رکھا ہوا ہے لیکن جب وہ اس رسالہ کو اٹھا کر دیکھتے ہیں تو وہاں انہیں اس کے شروع میں ہی صاف یہ نظر آتا ہے کہ وہ رسالہ ایک مرید کی غلطی کے ازالہ کے لئے لکھا گیا ہے نہ کہ اپنی غلطی کے ازالہ کے لئے اور اس مرید کو حضورؑ نے اپنی تحریرات سے ناواقف قرار دیتے ہوئے اُس کی غلطی پر ڈانٹا ہے اب جناب میاں صاحب مکرم کو یہ فکر دامنگیر ہوئی کہ جب تک اس رسالہ سے قبل تبدیلی ثابت نہ کی جائے حضرت اقدسؑ کی طرف ڈانٹ منسوب کرنا کسی طرح جائز نہیں ہو سکتا نہ اس رسالہ کو تبدیلی کی ابتداء قرار دینے کی کوشش بھی عبث جاتی ہے اسلئے انھوں نے بغیر سوچے سمجھے اور بغیر کسی حوالہ کے میسر آنے کے محض ان دو مندرجہ بالا مشکلوں سے بچنے کے لئے یونہی یہ دعوےٰ کر دیا کہ تبدیلی درحقیقت سنہ ۱۹۰۰ء کے آخر یا سنہ ۱۹۰۱ء کے شروع میں ہو گئی تھی ورنہ اس دعوےٰ کا قطعاً کا ثبوت ان کے پاس نہیں اگر باور نہ ہو تو احباب اُن سے دریافت کر کے میرے قول کی سچائی کو معلوم کر سکتے ہیں، اگلی قسط میں انشاء اللہ جناب میاں صاحب مکرم کے اس دعوےٰ پر بحث کی جائے گی کہ رسالہ "ایک غلطی کا ازالہ" تبدیلی کا پہلا ثبوت ہے۔

وما توفیقی الا باللّٰه العلی العظیم،
والسلام علی من اتبع الھدیٰ

(بقیہ صفحہ ۵)

جس سے دل صاف ہو فرمایا یہی نمازیں سنوار سنوار کر اور سمجھ سمجھ کر پڑھا کرو۔" میرے دل پر اس کا خاص اثر ہوا۔ وجہ یہ کہ وظیفے بہتیرے کر چکا تھا جس کا نتیجہ میں نے کچھ اچھا نہ پایا تھا۔ سوائے اس کے کہ دل کمزور ہو گیا تھا اور قوت مقابلہ ضعیف ہو گئی۔ اور دوسرے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو طریقہ تزکیہ قلب کا اپنے صحابہؓ کے لئے اختیار کیا تھا وہ یہی نماز تھی۔ اس لئے صفائی قلب کے لئے مسنون طریق یہی نماز تھی، جو حضرت مسیح موعودؑ نے بتلائی۔ جس سے مجھے یہ پتہ لگا کہ آپ کا قدم سنت رسول اللہ صلعم پر کس قدر مضبوط تھا۔ اور آپ کسی ایسے وظیفہ کے حامی نہ تھے جو بدعت کے رنگ میں ہو، صفائی قلب پر حضرت نے مزید تقریر فرمائی۔ تقریر کیا تھی ایک روحانی طبیب مرض کی صحیح تشخیص کر کے علاج کر رہا تھا۔ میرے دل کی کمزوریوں اور وساوس کا جواب اس طرح آتا چلا جا رہا تھا کہ مجھے بعض دفعہ یہ وہم ہونے لگتا تھا کہ شاید میرا قلب کھلا ہوا ان کے سامنے ہے اور یہ دیکھ دیکھکر اسکی بیماریوں کا علاج کر رہے ہیں اور جب انھوں نے یہ ارشاد فرمایا کہ ایک گنہگار انسان کی مثال ایک مجرم کی ہے جس کے نام وارنٹ جاری ہو چکا ہو اور وہ قدم قدم پر ڈرتا ہو اور ہر آن اسے یہی نظر آتا ہو کہ اب میں پکڑا گیا۔ اب میں پکڑا گیا، پس خدا سے تعلق پیدا کرنیوالے کو جو طمانیت قلب نصیب ہوتی ہے، وہ ایک گنہگار کو کب نصیب ہو سکتی ہے۔ میں یہ سن کر کانپ گیا۔ وعظ تو بہتیرے سنے تھے مگر نہ معلوم ان سادے سادے لفظوں میں کیا اثر تھا کہ دل کے اندر سرایت کرتے چلے جاتے تھے۔

بیعت کی — اسی ضمن میں حضرت صاحب نے یہ فقرہ فرمایا کہ اگلے جہان کیطرف چلنے کے لئے یوں تیار رہنا چاہیئے جس طرح ایک دور افتادہ مسافر اپنے وطن کو جانے کے لئے بخوشی آمادہ رہتا ہے تو اتنا اثر میرے قلب پر ہوا کہ یہ دنیا ہیچ نظر آنے لگی۔ تقریر کا خاتمہ وفات مسیح پر تھا تو حضرت کی خصوصیت تھی، حضرت کو وفات مسیح کے باطل عقیدہ کے مٹانے میں اس قدر شغف تھا کہ کوئی تقریر ہو، پھر پھرا کر اس موضوع پر آجاتی تھی۔ میں ایسا مدہوش بیٹھا تھا کہ نہ لڑکے کی بیماری یاد رہی تھی نہ دنیا کا کوئی کام ذہن میں باقی رہ گیا تھا اور یہ حالت میری بعد میں بھی ہمیشہ رہی، یعنی بیعت کرنے کے بعد بھی حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں جب حاضر ہوا دنیا بھول جاتی تھی، دنیا کے کسی کام کے متعلق دعا کی درخواست کرتے شرم آتی تھی، اپنے عزیزوں کی بیماری تک کے لئے دعا کراتے ہوئے حیا آتی تھی، خیال ہوتا تھا اتنا بڑا عظیم الشان انسان اور اس سے دنیا کے کاموں کے لئے دعا کرانا بڑی ناقدر شناسی ہے۔ بہر حال جب حضرت نے آخری فقرہ یہ فرمایا کہ آپ کو جو کچھ اعتراضات یا شبہات ہوں ان کے دفعیہ کے لئے ہمیں خط لکھتے رہیں یا خود یہاں آکر تشفی کرا سکتے ہیں۔ تو مجھے زندگی کی ناپائداری سامنے نظر آنے لگی اور یہ سمجھ آیا کہ اتنی عمر تو تحقیقات میں گذر گئی اور فیض احمدی سے محرومی رہی عمر کا کیا اعتبار ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ موت آجائے اور جاہلیت کی موت پر ہی خاتمہ ہو۔ میں نے عرض کی کہ حضور میری بیعت لے لیں میں کب تک اس طرح بھٹکتا پھروں گا، آپ نے میری بیعت لی۔ دعا کی۔

حضرت مسیح موعودؑ کی دعا کا اثر

جب رخصت ہونے لگا تو لڑکے کی بیماری کے متعلق عرض کیا کہ بچہ بہت بیمار ہے حضور خاص توجہ سے دعا فرما دیں آپ نے اسی وقت دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور دیر تک دعا فرماتے رہے۔ دعا کے بعد مجھے رخصت ہونے کے لئے اجازت دی گئی وہاں سے نکل کر میں حضرت مولانا نورالدین صاحب مرحوم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان سے اوائلیت کے وقت کا پرانا دلی تعلق تھا، انھوں نے بھی دعا پر مختصر سی تقریر کی، وہاں سے رخصت ہو کر سیدھا گورداسپور پہنچا۔ اسٹیشن پر میرا آفیسر جو انگریز ڈاکٹر تھا ملا۔ میں نے اسے کہا کہ بچہ بہت بیمار ہے مجھے رخصت چاہیئے مجھے کہنے لگا تم بالفعل شکرگڑھ جاؤ۔ میں دو دن کے بعد پٹھانکوٹ سے واپس آؤں گا تم پھر خواہ دس دن کے لئے چلے جانا میں سیدھا شکرگڑھ چلا گیا۔ وہاں تیسرے دن خط آیا کہ بخار اتر گیا ہے اور لڑکا بالکل اچھا ہے۔ میں رخصت لے ہی چکا تھا امرتسر گیا تو معلوم ہوا کہ جس روز صبح میں نے حضرت مسیح موعودؑ سے دعا کرائی ہے اس روز حالت بہت خراب تھی۔ رات جو آئی تو ایک مایوسی کا عالم تھا۔ ۱۲ دن بخار کو ہو چکے تھے پچھلی شب کو ٹمپریچر دیکھا تو نارمل تھا۔ خاندان کے بزرگوں کو کہا تو وہ کہنے لگے کہ تھرمامیٹر ٹھیک نہیں لگا۔ لیکن کئی مرتبہ تھرمامیٹر لگانے کے بعد بھی جب ٹمپریچر نارمل ہی نظر آیا تو ڈاکٹر جو معالج تھا اسے خبر کی وہ بہت قابل ڈاکٹر تھا کہنے لگا دیوانے ہوئے ہو کہیں ٹائیفائڈ فیور بھی تو اس قدر سخت قسم کا ہو بارہ دن میں اترا ہے۔ اور اچانک، یہ سب تھرمامیٹر لگانے کی غلطی ہے۔ وہ خود آیا۔ بار بار ٹمپریچر لیا، نبض دیکھی حیران رہ گیا۔ کہنے لگا کہ یہ خدا کا خاص فضل ہی ہے۔ میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ میں نے تو ایسا کہیں کبھی نہیں دیکھا۔ اس قدر حالت خراب اور ردی یا یکایک صحت پہلو دار ہونا یہ تو کوئی اعجاز مسیحائی ہے کہ مردہ زندہ ہو گیا اور واقعی فضل ربی اور اعجاز مسیحائی ہی تھا۔ حضرت مسیح موعود کیا سچ فرماتے ہیں ؎

ہزار سر زنی و مشکلے نہ گردد حل
چو پیش از بروی کار یک دعا باشد

فضل الٰہی کا الہام — آخر رفتہ رفتہ خدا نے یہ فضل کیا کہ باوجود سخت مخالفت ۔۔۔ کہ میرا سارا خاندان اور قریباً قریباً تمام اعزا و اقربا احمدی ہو گئے اور یہ محض فضل ربی ہے۔ میں تو حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں بھی جب بیٹھتا تھا اور اس نورانی چہرہ پر میری نظر جمی ہوتی تھی تو اللہ تعالےٰ کے فضل اور اپنی خوش قسمتی پر اللہ تعالےٰ کے شکر سے میرا قلب لبریز ہو جاتا تھا کہ اللہ اللہ جس شخص کی زیارت کی تمنا بڑے بڑے اولیا کرتے چلے گئے مجھ گنہگار کو اس کی زیارت اور بیعت نصیب کی۔ یہ کس قدر جناب الٰہی کا احسان ہے۔

فالحمد للّٰه رب العلمین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ۔ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا

پیغامِ صلح

ہفتہ وار آرگن

ایڈیٹر۔ ایس۔ محمد آصف بی اے۔ جائنٹ ایڈیٹر۔ شیخ محمد انعام الحق

جلد ۳۱ — لاہور یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۵ جمادی الاول ۱۳۶۲ھ م ۲۰ مئی ۱۹۴۳ء — نمبر ۲۰

حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادہ عرفانِ ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آیندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں۔ سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب ہوگا۔

۲۶ مئی کو یاد رکھیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حیات طیبہ کے سب پہلوؤں کو پیش کیا جائے

ہم گذشتہ شیوع میں اس امر کی طرف توجہ دلا چکے ہیں کہ ۲۶ مئی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے یوم وصال کا دن ہے اس دن سلسلہ عالیہ احمدیہ کے نوجوان یوم وصال کے جلسے منعقد کریں اور ان جلسوں کے ذریعہ ان غلط فہمیوں کو دور کیا جائے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق پھیلی ہوئی ہیں اور پھیلائی جا رہی ہیں یہ تو محض دفاع ہے لیکن اس کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حیات طیبہ کے سب پہلوؤں کو نہایت وضاحت اور جرأت کے ساتھ پیش کرنے کی سخت ضرورت ہے، آپ کی حیات طیبہ کے دو نمایاں پہلو ہیں ایک تو آپ کا کام اور مقام ہے اور دوسرے آپ کی سیرت و کردار ہے۔ حضور علیہ السلام کے مقام کو پیش کرتے ہوئے حضرت نبی کریم صلعم کی ان پیشگوئیوں کو پیش کرنا چاہیئے جو مسیح کی آمد اور مہدی کی بعثت کے متعلق ہیں اور ثابت کرنا چاہیئے کہ وہ پیشگوئیاں کتنی وضاحت سے پوری ہوئیں اور اس ضمن میں قتل دجال اور کسر صلیب پر بھی روشنی ڈالنی چاہیئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان اور مرتبہ کو بیان کرتے ہوئے اس امر کو کبھی فراموش نہیں کرنا چاہئیے کہ آپ کا اصل مقام مجددیت ہی ہے آپ حضرت سرور کائنات صلعم میں مسیح اور مہدی کے خطابات زمانہ اور کام کے لحاظ سے آپ کو دیئے گئے ہیں۔ مقام کے بعد آپ کا کام ہے اس کے لئے آج سے پچاس سال پہلے کے بگڑے ہوئے حالات جاننے کی ضرورت ہے اور ان حالات اور کوائف کا تجزیہ کرنا چاہئیے جن میں آپ کی بعثت ہوئی، اس وقت اسلام اور مسلمانوں کی کیا حالت تھی اور علمائے کرام اور مفتیان دین مبین کس ڈگر پر چل رہے تھے اور مسلمانوں کی حیات ملی پر کس قسم کی افسردگی اور پژمردگی چھائی ہوئی تھی عیسائیت اور آریہ سماج اسلام پر حملہ آور تھے اور مسلمانوں میں اپنے اخلاقی روحانی اور عمرانی زوال کی وجہ سے تاب مقابلہ نہ تھی، ایسے نازک دور میں آپ کا ظہور ہوتا ہے اور آپ سب حملہ آوروں کو شکست دیتے ہیں اور اسلام کی صداقت کو وحی و تنزیل اور براہین و دلائل سے ثابت کرتے ہیں جس سے اسلامی دنیا میں ایک زندگی اور تحریک پیدا ہو جاتی ہے اور بجائے احساس مغلوبیت کے غلبۂ اسلام کا جذبہ پنپنے لگتا ہے۔ عیسائیت اور آریہ سماج کے علاوہ ایک تیسرا حملہ آور بھی میدان میں موجود ہے اور اس کا حملہ سب سے زیادہ سخت ہے کیونکہ وہ حملہ اسلام کی بنیادوں پر ہے بلکہ مذہب کی بنیادوں پر ہے، وہ ہے مغربی مادیت، عقلیت اور نیچریت، اس دشمن اسلام کا اثر و نفوذ اس قدر ہے کہ اسلام کے مصلحین بھی اس سے متاثر ہیں چنانچہ علیگڑھ کی تعلیمی اور نیچری تحریک اس سے جس قدر متاثر ہوئی وہ کسی تشریح کی منت کش نہیں اور مغربی نصاب، تعلیم نے ہر جگہ جو مادیت، عقلیت اور نیچریت کی تبلیغ کی اور لوگوں کو گمراہ کیا اس پر بھی چنداں روشنی ڈالنے کی ضرورت نہیں اس کے نتیجہ میں الحاد پھیلنے لگا اور وحی و تنزیل کا انکار کیا جانے لگا اور دنیا کو یقین دلانے کے لئے کہ خدا ہے اور وہ اب بھی اپنے بندوں کیساتھ ہمکلام ہوتا ہے، حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنا روحانی اور صوفیانہ تجربہ دنیا کے سامنے پیش کیا کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے کلام کرتا ہے جس طرح کہ وہ پہلے اپنے بندوں سے کلام کرتا تھا آپ کا دعوئے الہام دہریت پر ایک کاری چوٹ تھی۔ اس کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو ذہنی انقلاب پیدا کیا ہے اسے پیش کیا جا سکتا ہے اور اسلام کے پیغام کو دنیا کے کناروں تک پہنچانے کے لئے آپ نے ایک جماعت کی بنیاد رکھی اور زبردست تبلیغی نظام قائم کیا تبلیغی میدان میں تحریک احمدیت کی کامیابی اور مسلمانوں کو از سر نو مسلمان کرنے اور زوال کے حقیقی اسباب کو معلوم کر کے ان کا حقیقی علاج دریافت کرنے میں جو بےنظیر کامیابی تحریک احمدیت کو نصیب ہوئی وہ اور کسی تحریک کو نصیب نہ ہو سکی چنانچہ مسلمانوں کی جملہ تحریکات کی ناکامی کو پیش کیا جا سکتا ہے، اور جماعت احمدیہ لاہور کی خدمات اور تبلیغی کارناموں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے لئے بطور ایک دلیل کے پیش کیا جا سکتا ہے، یہ تو آپ کا کام اور مقام ہے۔ اس کے علاوہ بھی آپ کی سیرت اور کردار کے مختلف پہلوؤں یعنی آپ کا تعلق باللہ، آپ کا عشق رسول، خانگی زندگی، بیماری اور مصائب میں استقامت مہمان نوازی، احباب سے حسن سلوک، دنیوی ساز و سامان سے استغنا وغیرہ وغیرہ۔

امید ہے ہمارے نوجوان دوست یوم وصال کے جلسوں کا انعقاد بڑے اہتمام سے کریں گے اور جلسوں کے پروگرام مرتب کرتے ہوئے جہاں ایسے موضوع رکھیں گے جن سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق پھیلی ہوئی غلط فہمیاں دور ہوں وہاں آپ کی حیات طیبہ کے ان سب پہلوؤں کو نہایت نمایاں طور پر پیش کریں گے جن سے آپ کی شخصیت اور مقام کا پتہ چلتا ہے تاکہ لوگ آپ کے کام اور مقام کو سمجھیں اور سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل ہوں۔

حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم کی یاد میں پیغام صلح کا ایک خاص نمبر نکلے گا!

جیسا کہ گذشتہ پرچہ میں لکھا گیا تھا کہ حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم کی یاد میں پیغام صلح کا ایک خاص نمبر شائع کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے قارئین پیغام صلح اور مضمون نگار حضرات کی اطلاع کے لئے لکھا جاتا ہے کہ انجمن نے باوجود کاغذ کی انتہائی گرانی بلکہ نایابی کے حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم کی یاد میں پیغام صلح کا ایک خاص نمبر نکالنے کی اجازت دیدی ہے، یہ مذکورہ نمبر مورخہ یکم جون ۱۹۴۳ء کو شائع ہوگا۔ اس نمبر کی وجہ سے ۲۶ مئی کا پرچہ ناغہ کیا جائے گا خریداران پیغام صلح مطلع رہیں۔ اس کے علاوہ مضمون نگار حضرات کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم کی سیرت کے مختلف پہلوؤں پر مضامین جلد ارسال فرمائیں مضامین کے متعلق ۱۲ مئی کے پرچہ میں بھی اعلان کیا گیا تھا، زیادہ سے زیادہ یہ مضامین ۲۵ مئی تک دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور میں پہنچ جانے چاہئیں امید ہے مضمون نگار حضرات اس طرف فوری توجہ مبذول فرمائیں گے۔ کیونکہ مضامین کے وقت پر پہنچنے سے ان کی کتابت اور صحت اچھی طرح ہو جاتی ہے، پرچہ بھی اپنی مقررہ تاریخ پر نکل سکتا ہے۔ مکرر عرض ہے کہ مضمون نگار حضرات مضامین جلد ارسال فرمائیں۔

(مدیر)

عذاب کیوں نازل ہوتے ہیں؟

دین کی اصل غرض تعلق باللہ ہے

جماعت کے بزرگوں اور نوجوانوں سے خطاب

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ مورخہ ۱۴ مئی ۱۹۴۳ء

یاایھا الذین اٰمنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم ج واعلموا ان اللہ یحول بین المرء وقلبہ وانہ الیہ تحشرون۔ واتقوا فتنۃ لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ ج واعلموا ان اللہ شدید العقاب۔ (سورۃ الانفال ۲۴-۲۵)

خدا تعالیٰ کا مسلمانوں کو ارشاد جنگ بدر کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ارشاد فرماتا ہے کہ اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ اور رسول کی فرمانبرداری اختیار کرو جس حالت میں وہ تم کو بلاتا ہے تاکہ تم کو زندگی عطا فرمائے اور اس بات کو اچھی طرح جان لو کہ اگر تم خدا اور اس کے رسول کی فرمانبرداری نہیں کرو گے تو ہو سکتا ہے کہ تمہارے دل ایسے سخت ہو جائیں کہ پھر اگر تم چاہو بھی تو وہ فرمانبرداری اختیار نہ کر سکو کیونکہ اللہ تعالیٰ حائل ہو جاتا ہے انسان اور اس کے دل کے درمیان یوں حائل نہیں ہوتا کہ ایک انسان نیکی کی طرف قدم اٹھانا چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے روک دیتا ہے۔ بلکہ یوں حائل ہوتا ہے کہ ایک انسان خدا تعالیٰ کے حکم کی پروا نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ بھی اسکی پروا نہیں کرتا۔ اسلئے فرمایا کہ وانہ الیہ تحشرون بالآخر تم اس کی طرف اکٹھے جمع کئے جاؤ گے۔

خدا سزا دینے میں سخت ہے پھر ارشاد فرماتا ہے کہ بعض عذاب اس قسم کے بھی آ جاتے ہیں جو صرف انہیں لوگوں کو نہیں پہنچتے جو ظالم ہیں بلکہ دوسرے بھی اس کی لپیٹ میں آ جاتے ہیں ایسے عذاب سے بچاؤ کرو اور وہ بچاؤ کیا ہے استجابت للہ یعنی اللہ اور رسول کی صحیح فرمانبرداری اور ایک اور بات بھی یاد رکھو ان اللہ شدید العقاب کہ اللہ تعالیٰ بدی کی سزا دینے میں بڑا سخت ہے، بعض وقت جب بدی انتہا کو پہنچ جاتی ہے تو اس کی سزا بھی سخت ہوتی ہے۔

موجودہ عذاب ایسا فتنہ اور ایسا عذاب جو صرف ظالموں تک ہی محدود نہیں رہتا وہ آج کل دنیا پر مسلط ہے اسی لئے میں نے ان آیات کو پڑھا ہے اس وقت دنیا پر ایسا عذاب نازل ہو رہا ہے کہ جس کی لپیٹ میں صرف ظالم نہیں بلکہ دوسری مخلوق بھی اس کی لپیٹ میں آ گئی ہے اور یہ عذاب نتیجہ ہے محمد رسول اللہ صلعم سے مغربی اقوام کی عداوت کا۔ جب لوگوں نے بالخصوص عیسائی اقوام نے محمد رسول اللہ صلعم کی عداوت اور بغض کو اپنے دلوں میں جگہ دی اور وہ ایک اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے انسان کے دشمن بن گئے اور اس کے دین کو انھوں نے مٹانا چاہا تو اللہ نے بطور سزا دہی بغض اور عداوت باہم ان کے اندر ڈال دی اور اسی بغض کی وجہ سے ان پر عذاب نازل ہو رہا ہے۔

یہ عذاب عالمگیر ہے مگر ظاہر ہے کہ یہ عذاب کل دنیا پر محیط ہے اور جو لوگ ان اقوام کے زیر اثر ہیں وہ بھی اور دوسرے لوگ بھی کسی نہ کسی رنگ میں اس عذاب کا مزا چکھ رہے ہیں، ہمارے ملک سے یہ جنگ بہت دور ہے مگر ظاہر ہے کہ ہم میں سے ہر ایک شخص اس مصیبت کا مزا چکھ رہا ہے۔ خدا کی طرف سے ایک عالمگیر سزا آئی ہے اور ہر ایک شخص اس میں حصہ لے رہا ہے، کھانے کی چیزیں موجود ہیں کثرت سے پیدا ہو رہی ہیں مگر ملتی نہیں اس سے بڑھکر اور کیا عذاب ہوگا لوگوں میں طاقت نہیں کہ انہیں خرید سکیں، پہننے کے لئے لباس موجود ہے مگر لوگ اسے خرید نہیں سکتے ہماری جماعت بھی اس کے اندر شامل ہے۔

ہماری قوم اور نظام کا فرض اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ہماری قوم اور نظام کا فرض ہے کہ ایسے موقعہ پر ان لوگوں کی جہاں تک ممکن ہو امداد کرے جو اس وقت ان مصائب کے اندر گرفتار ہیں لیکن آپ جانتے ہیں کہ ایسے موقعہ پر امداد بھی کچھ نہیں کر سکتی کسی کے [illegible] تو وہ اس سے کیا کریگا مدد بھی ایسے موقعہ پر بیکار ہو جاتی ہے۔

عذاب نازل ہونیکی وجہ یہ عذاب کیوں نازل ہوتے ہیں یہ انتقامی نہیں ہوتے بلکہ اس سزا کے طور پر نازل ہوتے ہیں جس کی غرض اصلاح ہوتی ہے اخذنا اھلھا بالبأساء والضراء لعلھم یضرعون ہم ان بستیوں کے رہنے والوں پر بھوک اور فاقے بھیجتے ہیں تاکہ یہ اپنی اصلاح کریں اور خدا کی طرف رجوع کریں جس طرح ان مغربی بستیوں کو جو خدا کی منکر ہیں خدا کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت ہے ان لوگوں کو بھی ضرورت ہے جو منہ سے خدا تعالیٰ کو مانتے ہیں کہ وہ بھی دل سے خدا کی طرف توجہ کریں اس لئے ہم کو بھی اس عذاب میں شامل کیا گیا ہے کہ تا دلوں سے دنیا کی آگ ٹھنڈی ہو اور خدا تعالیٰ کی محبت کی آگ ان میں روشن ہو۔

دین کی اصل غرض یہ خدا کی طرف توجہ کرنا خدا کی محبت کا دل میں پیدا ہونا اور دنیا کی طرف سے دل کا ٹھنڈا ہونا فی الحقیقت دین کی اصل غرض ہے۔ یہ نماز روزے یہ حج اور کام جتنے ہم کرتے ہیں جب تک خدا تعالیٰ کی محبت کی آگ موجود نہیں اس وقت تک یہ سب عبث ہیں بہت لوگ ہیں جو خدا تعالیٰ کے حضور گرتے ہیں اور عاجزی کرتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں لیکن ان کے دل وہیں کے وہیں ہوتے ہیں جہاں وہ پہلے تھے۔ نمازیں پڑھتے ہیں دست بستہ خدا کے حضور کھڑے ہوتے ہیں بظاہر جھک بھی جاتے ہیں زمین پر گر بھی جاتے ہیں مگر دل اپنی جگہ سے ایک انچ بھر نہیں ہلتا اور وہ ویسے کا ویسا دنیا کی محبت میں گرفتار اور خدا کے سامنے سر جھکانے سے ناآشنا رہتا ہے۔ اگر خدا کے حضور گرنے کا اثر دل پر نہیں ہوا تو ہمارا خدا کے حضور گرنا فضول اور عبث ہے۔ ساری عمر ٹکریں مارتے رہو کچھ نہیں بنتا۔ ایک اس کی محبت کی آگ پیدا کرو تم منزل مقصود پر پہنچ گئے۔

صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب شہید ہماری جماعت کی تاریخ میں ایک عظیم الشان واقعہ صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب شہید کا ہے جنہوں نے حضرت صاحب کی زندگی میں شہادت کا مرتبہ حاصل کیا جن پر پتھروں کی بوچھاڑ ہوئی وہ پتھر جو انسان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں مگر اس مرد مجاہد کا دل مضبوط کھڑا تھا یہاں تک کہ وہ پتھروں کے اندر دب گیا یہ ہے وہ ایمان جو خدا تعالیٰ چاہتا ہے یا اسکو پیدا کرو یا اس کے لئے تیار رہو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے من المومنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ ج فمنھم من قضٰی نحبہ ومنھم من ینتظر، مومنوں میں سے وہ عظیم الشان وہ لوگ ہیں جنہوں نے اس بات کو پورا کر دکھایا جو انھوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا۔ اور ان میں سے وہ ہیں جنھوں نے اپنی نذر کو پورا کر دیا یعنی شہید ہو گئے۔ اور کچھ انتظار میں ہیں دونوں اس کے اندر ہیں صاحبزادہ عبد اللطیف اس پہلی صف میں ہیں۔

حضرت صاحب کی ایک فارسی نظم حضرت مسیح موعودؑ نے تفصیل کیسا تھ صاحبزادہ صاحب شہید کے حالات کو "تذکرۃ الشہادتین" میں بیان فرمایا ہے جہاں ایک فارسی نظم بھی ہے جس میں آپ نے حضرت صاحبزادہ صاحب کے ایمان کی تصویر کھینچی ہے فرماتے ہیں ؎

صد ہزاراں فرسخے تا کوئے یار
دشت پُرخار و بلائیش صد ہزار

خدا تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ بڑا لمبا ہے لاکھوں میل سے بھی زیادہ ہے جس کو طے کرنا بظاہر انسان کے لئے محال نظر آتا ہے اور راستہ میں خاردار جنگل ہیں کہ انسان کے لئے قدم رکھنا بھی مشکل ہوتا ہے اور لاکھوں بلائیں ہیں جو ہر طرف سے حملہ آور ہوتی ہیں لیکن ؎

بنگر ایں شوخی ازاں شیخ عجم
ایں بیاباں کرد طے از یک قدم

اس عجم کے شیخ کے کمال کو دیکھو کہ اتنی لمبی منزل اور اس قدر مصیبت بیاباں کو ایک قدم میں طے کر لیا ــــ وہ بھی لوگ ہیں جن کی دو قدم طے کرنے میں ساری عمر خرچ ہو جاتی ہے، سوچتے رہتے ہیں یہ قدم اٹھاؤں یا نہ اٹھاؤں اور ایک وہ بھی جو فیصلہ کر لیتا ہے اور آن کی آن میں کہیں کا کہیں پہنچ جاتا ہے اس لئے کہ وہ فیصلہ کر لیتا ہے کہ میں نے یہ کام کرنا ہے اس کے سامنے لاکھوں میل ایک قدم ہو جاتے ہیں اور فیصلہ کرنے کے لئے سوچتے رہنے والوں کے لئے ایک قدم لاکھوں میل بن جاتے ہیں فرماتے ہیں۔

ایں چنیں باید خدا را بندۂ
سر پئے دلدار خود افگندۂ

خدا کے بندے تو یہی ہیں جن کا سر خدا کے سامنے جھکا ہوا ہو۔ باقی زبان کے دعویدار ہیں۔ کچھ دوسروں کا نقشہ بھی کھینچتے ہیں عام لوگوں کی مذبذبانہ حالت ہوتی ہے زبان پر تو ایمان مگر دلوں میں بے ایمانی ہوتی ہے ؎

از پئے امید یا بہر خطر
می شود ایمانِ تو زیر و زبر

چار پیسے ملتے نظر آئے تو ایمان خطرہ میں، ذرا کسی چیز کا خوف سامنے آیا تو خدا کو جواب ؎

از برائے ایں سرائے بے وفا
می نہی دین خدا را زیر پا

اس دنیا کی خاطر جسے جانتا بھی ہے کہ [illegible]

[illegible]

بڑا بننے پر، دنیا کا مال و دولت حاصل کرنے پر ساری طاقت لگا دیتا ہے، خدا کے دین کے لئے کھڑے نہیں ہوتے، اشاعت دین کے لئے جبتے وقت ان کے دل میں قبض پیدا ہوتی ہے وہ مسیح موعود کی جماعت میں سے نہیں، خدا کے راستہ میں جس نے دینا ہو وہ اگر فاقے سے بھی ہو تو دے دیتا ہے، فرماتے ہیں :-

دیں بود دین خدائے آں نگار
اے سیہ باطن ترا با دیں چہ کار

دین تو اس شخص کا ہے جس کے دل میں خدا تعالیٰ کی محبت ہو، وہ سیاہ باطن ہے جس کے دل میں خدا تعالیٰ کی محبت نہیں۔ دل میں نور صرف خدا کی محبت سے پیدا ہوتا ہے جن کے دلوں میں یہ عملی رنگ میں موجود نہیں ان کو دین سے دور کا واسطہ بھی نہیں۔

ہماری جماعت میں ایسے لوگ ہیں } خدا تعالیٰ کے فضل سے ہماری جماعت میں بہت سے ایسے لوگ ہیں جو اس مقام پر پہنچے ہیں جہاں صاحبزادہ **عبد اللطیف** صاحب پہنچے لیکن بہتوں کو ابھی ضرورت بھی ہے کہ وہ اس مقام کو سمجھیں اور اس کو حاصل کرنے کے لئے قدم اٹھائیں اور جلد اٹھائیں۔

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کا ایک واقعہ } میں آپ کو ایک چھوٹا سا واقعہ سناتا ہوں ہمارا وہ رفیق جو ابھی ہم سے جدا ہوا ہے ۱۹۳۲ء میں پنشن کے بعد ان کو ایک ریاست سے ۱۵۰ آتی تھی، اس وقت ان کے پاس موجود نہیں تھا معلوم نہیں کیوں؟ کیونکہ ان کی پنشن کے ٹھکانے کا بہت بڑا حصہ ایسا گذرا ہے کہ ہم شب و روز اکٹھے رہتے تھے، انہوں نے مجھے خط لکھا کہ اس طرح سے مجھے ۱۵۰ آتی ہے کچھ پنشن ہے اور کچھ یہ ہو جائے گا چندہ دینے میں بڑے پکے تھے، ان کی آمد میں کوئی پیسہ نہیں آتا تھا جس میں سے وہ چندہ نہ دیں مجھے بھی تو خوشی ہونی چاہیئے تھی کہ حضرت ڈاکٹر صاحب کو چندہ دینے کی زیادہ توفیق ملے گی، اور انجمن کو زیادہ سے زیادہ مدد ملے گی لیکن انہیں ایام میں حضرت صاحب کا ایک شعر میری نظر سے گذرا اور اس کا نقش میرے قلب پر تھا میں نے جواب میں انہیں وہی شعر لکھ کر بھیج دیا ہے

عمر بگذشت و نماند است جز ایامے چند
بہ کہ در یاد کسے صبح کنی شامے چند

خدا جانے میرے قلب کی کیا حالت تھی ان پر اس شعر کا اتنا اثر ہوا کہ انہوں نے ملازمت کا ارادہ اسی وقت ترک کر دیا اور اس شعر کا قطعہ لکھوا کر اس جگہ لگا لیا جہاں وہ بیٹھتے تھے گویا ہر وقت اپنی سامنے رکھتے تھے اور ایسا اس شان پر چند کو صبح کیا کہ اپنے بعد دنیا میں ایک بے نظیر چیز چھوڑ دی اور وہ کیا ہے وہ ہے

مجدد اعظم

میں خیال کرتا ہوں } میں کئی دفعہ خیال کرتا ہوں اور میں اپنے نامۂ اعمال کو خوب جانتا ہوں میں یہ بھی جانتا ہوں کہ میرا نامۂ اعمال تاریک ہے، لیکن یہ بھی خیال گذرتا ہے کہ یہ ایک کام جو ہو گیا شاید اس کی روشنی سے میرے نامۂ اعمال کی تاریکی بھی دور ہو جائے آپ جانتے ہیں کہ انسان کی زندگی کا بھروسہ نہیں، ابھی میں اس طرح پڑا تھا کہ اٹھنے کی طاقت نہ تھی اور مسجد تک بھی نہ جا سکتا تھا خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ کب کسی کے نام وہ پیغام آ جاتا ہے کہ آگے چلو۔ ایک بات نصیحت کے طور پر کہتا ہوں کہ ہم نرے قصہ خواں ہی نہ بنیں کچھ کر کے بھی دکھائیں۔

جماعت کے دو گروہوں کو خطاب } میں جماعت کے دو گروہوں کو خطاب کرنا چاہتا ہوں، ایک گروہ تو میری طرح اپنی منزل کے قریب پہنچا ہوا ہے، ان لوگوں سے میرا خطاب یہ ہے کہ تبلیغ اسلام کا یہ کام جس کی بنیادیں ان کے ہاتھوں نے رکھی ہیں اپنی قسم کا واحد کام ہے، ساری دنیا کو تلاش کرلو دوسری جگہ یہ کام نظر نہیں آتا، مگر یہ ابھی کچھ نہیں منزل مقصود بہت دور ہے ہم نے تو ساری دنیا میں خدا کے کلام کو پہنچانا ہے، ساری دنیا کو اسلام کی طرف دعوت دینا ہے اور اگر خدا چاہے تو ہم نے یا ہمارے بعد آنیوالوں نے یعنی ان کے بعد آنے والوں کی آنکھوں نے خدا کی نصرت کا نظارہ دیکھنا ہے ورایت الناس یدخلون فی دین اللّٰہ افواجاً۔ مشرق اور مغرب، شمال اور جنوب میں فوجوں کی فوجیں اسلام میں داخل ہو رہی ہوں۔

وصیت کرو } میں ان بزرگوں کے سامنے وہی بات دہراتا ہوں جو میں پہلے بھی کہتا رہا ہوں۔ معلوم نہیں وہ پیغام کب آ جائے اور تمہیں شب شغلوں، تجارتوں، مالوں اور جائدادوں سے بے دخل کر دیا جائے جو اس وقت تمہاری محبوب چیزیں ہیں تو خدا کے لئے اور اپنی عاقبت کیلئے کیوں زاد راہ نہیں لیتے اپنی جائدادوں کا کچھ حصہ خدا کے راستہ میں کیوں نہیں دیتے تاکہ اشاعت اسلام کی بنیادیں جو تمہارے ہی ہاتھوں سے بنی ہیں تمہارے ہی ہاتھوں سے مضبوط ہو جائیں اور مرنے کے بعد بھی تم خدا کے دین کی اشاعت کا کام کرتے رہو،

نوجوانوں سے خطاب } اور دوسرا طبقہ نوجوانوں کا ہے جنہیں میں خطاب کرنا چاہتا ہوں بیشک وہ اپنی آمد کا کچھ حصہ خدا کی راہ میں دیتے ہیں ہمارے **قادیانی بھائیوں** کو ہماری بہت فکر رہتی ہے اور وہ کہتے ہیں کہ تم پانچ ہزار ہونے کا دعوے کس طرح کر سکتے ہو تم میں سے چندہ دینے والے کتنے ہیں ان کو میرا جواب یہ ہے کہ تمہارا نظام بھی اچھا اور تمہاری تعداد بھی بہت لیکن تم اپنے چندے کی نسبت بتاؤ وہ تمہاری تعداد سے ہے، اگر ہم چند سو ہیں تو یہ تین ہزار روپیہ صرف ماہوار چندہ کہاں سے آ جاتا ہے آپ کا اتنے ہی لاکھ ہونے کا دعوے ہے جتنے سینکڑے آپ ہمیں بتاتے ہیں تو آپ کا ماہوار چندہ بھی ہم سے ہزار گنا ہونا چاہیئے نہ سہی سو گنا ہی بتا دو اور شائع کرو کہ قادیانی جماعت کا صرف ماہوار چندہ تین لاکھ روپے ہے، واقعات سے بھی قائل کر دو لاف زنی سے کچھ نہیں بنتا۔ تو میں کہتا ہوں کہ جو خدا کے راستہ میں نہیں دیتا وہ مصداق ہے حضرت صاحب کے اس شعر کا ہے

دیں بود دین خدائے آں نگار
اے سیاہ باطن ترا با دیں چہ کار

اس کا دل سیاہ ہے اور خدا کے دین سے اسے کوئی نسبت نہیں۔

تمہارے سامنے ہر وقت ایک مقصد ہو } لیکن میں ایک اور بات کی طرف بھی آپ کو لے جانا چاہتا ہوں، حضرت مسیح موعود لے جانا چاہتے ہیں میں نے کیا لے جانا ہے کہ تمہاری زندگی میں صرف ایک خیال تمہارے سامنے ہو کہ خدا کا دین کس طرح دنیا میں پھیلے تم میں سے ہر ایک خواہ وہ ملازم ہو یا تاجر یا زمیندار اپنے آپ کو تبلیغ دین کا مرکز بنائے، اس وقت اپنے دلوں میں وہ چنگاری پیدا کرو کہ یہ چنگاری جب تم دوسرے کام سے آزاد ہو جاؤ تمہاری زندگی کے لئے نور اور سہارا ہو جائے۔

نوجوان دوستوں کو نصیحت } میں اپنے نوجوان دوستوں کو نصیحت کرنا چاہتا ہوں کہ وہ بیشک جو کام چاہیں کریں، زمینداری کریں تجارت کریں، ملازمت کریں، لیکن ان میں سے ہر ایک کے دل میں یہ تڑپ ہو کہ میری زندگی کا اصل مقصد خدا کے دین کو دنیا میں پہنچانا ہے اور یہ اس کی زندگی کا غالب مقصد ہو۔ جو شخص یہ خیال اپنے پیش نظر رکھے گا تو خدا اس کے لئے مواقع بھی پیدا کر دے گا جب تک ہماری جماعت میں یہ کیفیت پیدا نہیں ہوتی اس وقت تک یاد رکھئے اس جماعت کی زندگی خطرہ میں ہے، اگر ہمارے دل میں کوئی خیانت پیدا ہوتی ہیں کسی کو نظام پر کوئی اعتراض پیدا ہوتا ہے کسی دوست کے متعلق بعض خیالات پیدا ہوتے ہیں وہ شخص دھوکے میں ہے جس کا ایمان ان چیزوں سے کمزور ہو جاتا ہے، تم دیکھو تمہاری زندگی کا ہر ایک لمحہ خدا تعالیٰ کے دین کی خدمت میں صرف ہو رہا ہے پنجابی کی ایک مثال ہے "جو دم غافل سو دم کافر" ایک تڑپ کے ساتھ دعائیں کرو کہ خدا تعالیٰ قلوب میں خدمت دین کا حقیقی جذبہ پیدا کر دے، آج دنیا ایک انقلاب کی محتاج ہے اس انقلاب کی جو اس زمانہ کے امام نے پیدا کرنا ہے وہ انقلاب دنیا میں پیدا ہو سکتا ہے اگر تمہارے قلوب کے اندر یہ انقلاب پیدا ہو جائے اگر ایسا ہو جائے پھر دیکھو دنیا کے اندر وہ انقلاب کس طرح پر پیدا ہوتا ہے ٭٭٭

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کو خدا تعالیٰ کے فضل سے پہلے کی نسبت آرام ہے کمزوری اور کچھ کھانسی کی شکایت باقی ہے احباب سلسلہ حضرت ممدوح کے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت کو صحت کامل عطا فرمائے۔ آمین۔

سانحۂ ارتحال (ا) یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں انتہائی حزن و ملال سے سنی جائیگی کہ جناب حافظ محمد حسن صاحب وکیل ٹھٹھہ کی والدہ محترمہ جو جناب چوہدری علی گوہر صاحب کی ہمشیرہ تھیں گیارہ مئی کو وفات پا گئیں انا للّٰہ وانا الیہ راجعون دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے آمین

(ب) یہ خبر بھی انتہائی افسوس کے ساتھ سنی جائے گی کہ جناب نواب خان صاحب تحصیلدار کی اہلیہ محترمہ وفات پا گئیں انا للّٰہ وانا الیہ راجعون دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحومہ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور لواحقین کو صبر عطا فرمائے۔ آمین۔

(ج) محمد امین خان اکوڑخیل ساکن موضع منڈو وہ تحصیل ٹیری ضلع کوہاٹ لکھتے ہیں کہ میرے بچوں کی دائی (اناں) ۲۴ کو دار فانی سے عالم بقا کو سفر کر گئی۔ مرحومہ نیک سیرت و اعلیٰ درجہ نمازگی پابند تھی بموجب وصیت ۱۰/۱/۱ روپے ارسال خدمت ہیں۔ مرحومہ کی مغفرت کے لئے جملہ احباب سلسلہ سے دعا کی التجا ہے۔

——— جناب عبد العزیز صاحب شورہ سوتہ مسجد سرینگر کا دو سالہ لڑکا عبد الرشید بیمار ہے وغیرہ وہ بہت سی دوسری پریشانیوں میں مبتلا ہیں احباب سلسلہ درد دل سے دعا فرمادیں کہ خدا بچہ کو مکمل صحت عطا فرمائے۔ اور عبد العزیز صاحب کی مشکلات کو آسان فرمائے۔ آمین۔

——— جناب آغا میر مدثر شاہ صاحب گیلانی پشاور سے لکھتے ہیں کہ میری لڑکی کا بیٹا احسان الٰہی ساکنہ راولپنڈی حال نوشہرہ نے امسال امتحان میں پاس ہو کر آٹھویں جماعت میں داخل ہوا ہے۔ اس کی ماں نے پانچ روپیہ بطور شکریہ میری طرف بھیجا ہے جو ارسال ہے، دعا ہے اللہ تعالیٰ صاحبزادہ

مکتوب امیر ایدہ اللہ تعالے

زمیندار اصحاب سے اپیل

برادرم مکرم معظم ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گو اس وقت گرانی تو ہر چیز کی ہو گئی ہے لیکن جہاں دوسری ضروریات میں کمی کر لینا آسان ہے اور گرانی کا مقابلہ کرنے کے لئے ہر شخص کو ایسی کمی کرنی پڑے گی اور کرنی چاہیئے غلہ کے خرچ میں کمی نہیں ہو سکتی کیونکہ پیٹ بھر کر روٹی بہر حال انسان کو ملنی چاہیئے ۔ اور غلہ کی انتہا درجہ کی گرانی جو وہم وگمان سے بھی بڑھ کر ہے غرباء کے لئے سب سے زیادہ پریشان کن ہے۔ اس امر کو مدنظر رکھتے ہوئے میں آپ سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ آپ کے جس قدر پیداوار غلہ کی ہوئی ہو اس میں سے اس قدر حصہ کو الگ کر کے جو آپ کی ذاتی ضروریات کو کفایت کرے باقی اناج جو قابل فروخت ہو اس کا بیسواں حصہ اپنی جماعت کے غرباء کے لئے الگ کر دیں۔ مثلاً اگر آپ کی پیداوار پچاس من ہے اور اس میں سے تیس من آپ کی اپنی ضروریات کے لئے کفایت کرتی ہے تو باقی بیس من جو قابل فروخت ہے اس میں سے ایک من غرباء کے لئے الگ کر دیں جو محض اللہ تعالے کے اس فضل کا شکریہ ہوگا جو غلہ کی گرانی کے رنگ میں زمیندار اصحاب پر ہوا ہے کہ جہاں پر بیس من غلہ آج سے دو تین سال پیشتر بمشکل چالیس یا پچاس روپے میں فروخت ہوتا تھا آج اس کی قیمت دو سو روپے سے زیادہ ہے جس میں سے اگر آپ دس روپے (ایک من کی قیمت) اپنے غریب بھائیوں کی امداد کے لئے الگ کر دیں تو ان کی جان بھی بچ سکتی ہے۔

میں یہ عریضہ آپ کی خدمت میں اس غرض سے لکھ رہا ہوں کہ اس اصول کے ماتحت حساب کر کے یہ اطلاع دیں کہ آپ کس قدر غلہ غربا کی امداد کے لئے الگ کر سکیں گے جملہ زمیندار اصحاب سے ایسی اطلاع آجانے کے بعد غرباء میں اس کی تقسیم کا انتظام کیا جائے گا اور جہاں یتامے اور بیواؤں کا خیال رکھا جائے گا جن کو انجمن تھوڑی تھوڑی امداد دیتی ہے جس سے ان کا پیٹ نہیں بھر سکتا ان غیر زمیندار اصحاب کا بھی خیال رکھا جائے گا جن کی آمدنیاں گرانی کی وجہ سے ناکافی ہو گئی ہیں ۔ اور ہر جماعت کی ضروریات معلوم کرنے کے بعد مناسب ہدایات دی جائیں گی۔

یہ یاد رہے کہ اس امداد کے اول حقدار یتامے اور بیوائیں ہوں گی اور اس کے بعد ... کے وہ غربا جو نظام جماعت سے منسلک ہو کر باقاعدہ چندہ دیتے رہے ہیں۔

خاکسار محمد علی ۱۷ مئی ۱۹۴۳ء

جناب میاں محمود احمد صاحب سے مناظرے کے متعلق

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالے کا مکتوب

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ ایڈیٹر صاحب پیغام صلح السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اس مباحثہ کے متعلق میری طرف سے حسب ذیل تحریر شائع کر دیں:

چار موضوعوں پر میرے اور میاں محمود احمد صاحب کے درمیان بحث کی ذمہ داری ماسٹر صادق علی صاحب اور ڈاکٹر محمد صدیق صاحب نے لی تھی ماسٹر صاحب کا خط آنے پر میں نے اسی وقت اس بحث کو منظور کر لیا تھا۔ وہ چار موضوع یہ ہیں:- (۱) نبوت حضرت مسیح موعودؑ (۲) کفر و اسلام غیر احمدیاں (۳) اسمہ احمد (۴) خلافت احمدیہ۔ اس کے ساتھ شرائط کوئی نہ تھیں ۔ ڈاکٹر محمد صدیق صاحب کو جو جواب آیا ہے اور جو الفضل میں چھپا ہے اس میں موضوع بھی تبدیل شدہ ہیں اور قبل از وقت ایسی شرائط بھی لگا دی ہیں جن کا کسی ایک فریق کو کوئی حق نہ تھا۔ سب سے پہلے یہ ضرورت ہے کہ میاں صاحب انہی چار موضوعوں پر بحث کی منظوری اعلان کریں اگر کوئی موضوع مستقل نہیں جیسا کہ وہ اسمہ احمد کو کہتے ہیں تو نہ سہی مگر موضوع تو ہے، اس پر بحث سے گریز کیوں؟ ہاں صرف ایک صورت ہے وہ یہ اعلان کر دیں کہ اس موضوع پر ہم اپنے دلائل کی کمزوری کا اعتراف کرتے ہیں ۔ پھر کفر و اسلام غیر احمدیاں کو بدل کر انہوں نے ایک بے معنی موضوع اپنی طرف سے بنا لیا یعنی انکار مسیح موعودؑ جس کا مطلب معلوم ہوتا ہے کہ وہ کفر و اسلام غیر احمدیاں پر بحث کرنے کو تیار نہیں جو ایک صاف موضوع ہے کہ آیا کل وہ مسلمان جو ابتک احمدی نہیں ہوئے کافر ہیں یا مسلمان ۔ ڈاکٹر محمد صدیق صاحب یا تو یہ اعلان کریں کہ جن چار موضوعوں پر بحث کی ذمہ داری انہوں نے لی تھی وہ اسے پورا نہیں کر سکے اور یا انہیں چار موضوعوں پر بحث کا اعلان کرائیں جس میں کوئی شرط نہ ہو۔ درمیانی رستہ کوئی نہیں۔

(محمد علی)

جلسہ یوم وصال حضرت مسیح موعودؑ کا پروگرام

ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور کے زیر اہتمام مورخہ ۲۶ مئی ۱۹۴۳ء بروز بدھ احمدیہ بلڈنگس میں احمدیہ مسجد میں ایک جلسہ منعقد ہوگا۔

نشست اول ۔ بعد از نماز عصر ۴۵-۵ تا ۳۰-۷

زیر صدارت:- جناب ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب ایم ایس سی پی ایچ ڈی مبلغ جرمنی

تلاوت:- مولوی امیر علی صاحب ۔ نظم:- غلام جیلانی صاحب

جناب چوہدری غفور احمد صاحب ۔ تقریر "حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کا نصب العین" (۶ تا ۲۰ ــــ ۶)

جناب مولوی محمد حسین صاحب منشی فاضل مولوی عالم ۔ تقریر "بعثت مجددین" (۲۰-۶ تا ۴۵-۶)

جناب مولوی امیر علی صاحب بنگالی ۔ تقریر "صاحبزادہ سید عبداللطیف کی شہادت (حضرت مسیح موعودؑ کی عقیدت کا رنگ پر در منظر)" (۴۵-۶ تا ۵ ــــ ۷)

صدارتی تقریر (۵-۷ تا ۲۰-۷)

نشست دوم ۔ بعد از مغرب (۵۰-۸ تا ۵۰ ــــ ۱۰)

زیر صدارت:- حضرت مولانا مصطفےٰ خان صاحب مبلغ انگلستان

تلاوت:- حافظ احمد حسن صاحب ۔ نظم:- محمد اعظم صاحب علوی

نظم:- عزیزی رشید، اقبال اور نسیم۔

جناب غلام جیلانی صاحب متعلم بی-ایس-سی اسلامیہ کالج لاہور "حضرت مسیح موعودؑ کی اردو شاعری پر ایک نظر" (تقریر) (۱۵-۹ تا ۳۵-۹)

جناب غلام ربانی صاحب اسلامیہ کالج لاہور "حضرت مسیح موعودؑ کا علم الکلام" (تقریر) (۳۵-۹ تا ۱۰ ــــ ۱۰)

شیخ محمد طفیل ایم-اے ۔ (تقریر) "حضرت مسیح موعودؑ اور عشق رسول" (۱۰ تا ۲۵ ــــ ۱۰)

صدارتی تقریر

نوٹ:- مستورات کیلئے علیحدہ انتظام ہوگا اور وقت کی پابندی کا لحاظ رکھا جائیگا۔

المعلن:- شیخ محمد طفیل ایم۔اے سیکرٹری ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور۔

اطلاع:- جلسہ کی تاریخ چند حالات کے باعث ۳۰ مئی کی بجائے ۲۶ مئی کر دی گئی ہے۔

جناب خلیفہ صاحب قادیان سے مناظرہ کے متعلق

ڈاکٹر محمد صدیق صاحب قادیانی سنوری کی تحریر

ڈاکٹر محمد صدیق صاحب سنوری قادیانی نے جو تحریر جناب ماسٹر صادق علی صاحب پٹیالہ کو لکھ کر دی کہ ڈاکٹر صاحب موصوف میاں محمود احمد صاحب سے منظوری لینے کے ذمہ دار ہونگے، کہ میاں صاحب نبوت کفر و اسلام غیر احمدیاں، خلافت، اسمہ احمد کے چار مضمونوں پر حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ سے بغیر ثالث کے بحث کرینگے درج ذیل ہے قارئین پیغام صلح ملاحظہ فرمائیں اس مناظرہ کے متعلق حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا ایک مکتوب بھی اسی شیوع میں درج ہے۔

"میں بھی حضرت مرزا محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی طرف سے مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور سے بحث کرانے کی ذمہ داری لیتا ہوں جو مسائل نبوت حضرت مسیح موعودؑ و کفر و اسلام غیر احمدیاں و اسمہ احمد اور خلافت احمدیہ ہو گی۔"

دستخط:- محمد صدیق احمدی ۔ ۲۰ ۳ / ۴۳

منظوری کے پردہ میں جناب میاں صاحب کا مناظرہ سے گریز

جب کبھی جناب میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان اختلافی مسائل کے متعلق کچھ فرماتے ہیں تو حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ اور جماعت احمدیہ لاہور کو ایک گونہ خوشی ہوتی ہے کہ شاید کوئی فیصلہ کن بحث ہو کر ایسا راستہ پیدا ہو جائے جس سے دونوں جماعتوں کا اختلاف دور ہو اور دونوں جماعتوں کی قوت ان عظیم الشان مقاصد کو بروئے کار لانے کیلئے صرف ہو سکے جن کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے اور اسلام کے توحید اور اخوت کے شاندار اصول دنیا میں پھیل سکیں جن کی دنیا کو اس وقت سخت ضرورت ہے لیکن جناب میاں صاحب ہمارے عقاید کی صداقت سے جو درحقیقت حضرت بانئے سلسلہ احمدیہ کے ہی عقائد ہیں اسقدر مرعوب اور خائف ہیں کہ ہمیشہ نہایت ہوشیاری کیا تھ ان عقاید کو اپنی جماعت کے سامنے لانے سے گریز کر جاتے ہیں اگر ان کا کوئی سادہ دل مرید انہیں فیصلہ کن مناظرہ پر آمادہ کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے تو میاں صاحب اپنے مخصوص انداز میں مناظرہ پر ایسی شرائط عاید کر دیتے ہیں کہ جن کی موجودگی میں مناظرہ نہ ہو سکے حالانکہ اگر میاں صاحب کی اصل غرض احقاق حق ہو تو ان ایچا پیچیوں کی ضرورت ہی کیا ہے۔

الفضل مورخہ ۵ مئی ۱۹۴۳ء میں جناب میاں صاحب کا ایک مکتوب "مولوی محمد علی صاحب سے ہر سہ اختلافی مسائل پر مناظرہ منظور" شائع ہوا ہے اس خط کے شائع کرنے کا باعث یہ ہوا کہ ڈاکٹر محمد صدیق صاحب سنوری نے جو جناب میاں صاحب کے مرید ہیں ہمارے دوست جناب ماسٹر صادق علی صاحب پٹیالہ کو ایک گفتگو کے دوران میں لکھ کر دے دیا کہ وہ میاں صاحب کو مسئلہ نبوت حضرت مسیح موعودؑ۔ کفر و اسلام غیر احمدیاں اسمہٗ احمد کی پیشگوئی اور مسئلہ خلافت پر حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ سے بحث پر رضامند کرنے کے ذمہ دار ہیں اور جناب ماسٹر صادق علی صاحب نے بھی یہ ذمہ داری لی کہ وہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ سے اس مباحثہ کی منظوری حاصل کریں گے اور طے یہ پایا کہ یہ بحث بغیر تقرر ثالث ہو چنانچہ جناب ماسٹر صاحب موصوف نے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں لکھا اور حضرت ممدوح نے انہیں جواب دیا کہ ان مسائل پر وہ جناب میاں صاحب سے بغیر تقرر ثالث کے بحث کرنیکو تیار ہیں ادھر ڈاکٹر محمد صدیق صاحب سنوری نے بھی قادیان پے درپے خطوط لکھے اور یہ بھی لکھا کہ ہم جواب ان کی کھلی شکست ہوگی، چنانچہ ان کی معروضات کے بعد میاں صاحب نے مجبور ہو کر اور اس خوف سے بھی کہ کہیں وہ اس شکست سے جماعت لاہور کی طرف مائل نہ ہو جائیں انہیں جواب دیا اور مناظرہ کی منظوری عطا فرمائی جو درحقیقت منظوری نہیں ہے کیونکہ بعض نہایت نامناسب شرائط لگا کر عدم منظوری کو چھپانے کی کوشش کی ہے اور زیر بحث مسائل کو اس طرح بگاڑ کر پیش کیا ہے کہ اگر کوئی بین السطور پڑھنا جانتا ہو تو اسے صاف نظر آ جائے گا کہ جناب میاں صاحب ان مسائل میں اپنی شکست کا اعتراف کر رہے ہیں چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:۔

"جہاں تک مسائل کا تعلق ہے میں مولوی محمد علی صاحب سے تحریری بحث اول انکار مسیح موعود علیہ السلام دوم نبوت مسیح موعود علیہ السلام سوم مسئلہ خلافت کے متعلق کر سکتا ہوں۔ اسمہٗ احمد فی ذاتہ کوئی مسئلہ نہیں ہے وہ تو پیشگوئیوں میں سے ایک پیشگوئی ہے۔ اگر مسیح موعود علیہ السلام کی صرف وہی پیشگوئی ہوتی تب بھی بات تھی، مگر جب اور پیشگوئیاں موجود ہیں تو اس پیشگوئی کو ایک دلیل تو قرار دیا جا سکتا ہے کوئی مسئلہ نہیں قرار دیا جا سکتا، یہ تو نبوت کی دلیلوں میں سے ایک دلیل ہے، اگر کوئی فریق چاہے تو اسے نبوت کے دلائل یا تردید کے طور پر پیش کر سکتا ہے، اس بارہ میں کوئی روک نہیں مگر مستقل موضوع کے طور پر اسے اختیار نہیں کیا جا سکتا وغیرہ وغیرہ"

۲۸ سال متواتر مسئلہ کفر و اسلام غیر احمدیاں میں شکست کھانے کے بعد اس مسئلہ سے نہایت ہوشیاری کے ساتھ گریز کیا جا رہا ہے آخر میاں صاحب صاف کھل کر کیوں نہیں کہتے کہ اس مسئلہ میں ان کا پہلو بہت کمزور ہے اور ان میں اتنی قوت نہیں کہ وہ اس مسئلہ پر بحث کر سکیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب سے یہ ثابت کر سکیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت کا انکار کرنیوالا مسلمان کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے حالانکہ اس امر کوئی شبہ نہیں ہے کہ جناب میاں صاحب کسی مسلمان کو فی الحقیقت مسلمان نہیں سمجھتے کیونکہ وہ سب مسلمانوں کو کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں "ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں" (انوار الخلافت صفحہ ۹۰)

"کل مسلمان جو حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انھوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہ سنا ہو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں" (آئینہ صداقت صفحہ ۳۵)

یہی بس نہیں کہ وہ دنیا کے ساٹھ کروڑ مسلمانوں کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں بلکہ ان کے نزدیک آج کوئی کافر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے اقرار سے اسلام میں داخل بھی نہیں ہو سکتا لیکن تعجب ہے کہ مناظرہ کے لئے جو موضوع تجویز فرمایا ہے وہ ہے "انکار مسیح موعود" حالانکہ یہ کوئی موضوع نہیں۔ یہ ہم بھی جانتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود کا انکار کرنیوالے چونکہ حضرت نبی کریم صلعم کے ارشاد کا انکار کرتے ہیں اسلئے وہ عند اللہ مواخذہ کے نیچے ہیں لیکن جناب میاں صاحب تو غیر احمدیوں کو حضرت نبی کریم صلعم کے بعد ایک جدید نبوت کے انکار کی وجہ سے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں سوان دونوں میں بڑا فرق ہے اور میاں صاحب نے اپنی عاجزی اور کمزوری کو موضوع کی تبدیلی کے نیچے چھپانے کی کوشش کی ہے جس سے ہر ایک ہوشمند انسان اندازہ کر سکتا ہے کہ میاں صاحب اس مسئلہ پر بحث کرنے سے درحقیقت گریز کر رہے ہیں۔

اس کے علاوہ جو میاں صاحب نے فرمایا ہے۔ اسمہٗ احمد فی ذاتہ کوئی مسئلہ نہیں، اس کو بطور دلیل کے پیش کیا جا سکتا ہے۔ یہ حضرت آج آپ کو ہوش آیا ہے کہ اسمہٗ احمد فی ذاتہ کوئی مسئلہ نہیں غالباً جناب کو وہ زمانہ یاد ہوگا جبکہ آپنے پیشگوئی اسمہٗ احمد کو موضوع قرار دے کر نہایت تحدی اور تعلی کیساتھ تمام دنیا کے عالموں اور فاضلوں کو مناظرہ کا چیلنج دیا تھا، اگر آپ تمام دنیا کو اس موضوع پر مناظرہ کا چیلنج دے سکتے ہیں تو کوئی اللہ کا بندہ آپ کو بھی چیلنج کر سکتا ہے۔ شاید جناب میاں صاحب کو وہ چیلنج یاد نہ رہا ہو کیوں زعماء کا حافظہ اپنی تعلیوں کے بارہ میں عموماً کمزور ہوتا ہے، اسلئے ہم اسے درج ذیل کرتے ہیں:۔

"احمد کا لفظ جو قرآن کریم میں آیا ہے وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق ہی ہے میں اس بات کے ثبوت میں اپنے پاس خدا کے فضل سے دلائل رکھتا ہوں اور تمام دنیا کے عالموں اور فاضلوں کے سامنے بیان کرنے کو تیار ہوں حتیٰ کہ میں انعام رکھنے کو بھی تیار ہوں اور اگر کوئی میرے دلائل کو غلط ثابت کر دے اور قرآن کریم سے اور احادیث صحیحہ سے یہ ثابت کر دے کہ احمد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام تھا نہ کہ صفت اور یہ کہ جو نشانات احمد کے قرآن کریم میں آتے ہیں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر چسپاں ہوتے ہیں اور یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پیشگوئی اپنے اوپر چسپاں فرمائی ہے تو میں ایسے شخص کو ایک مقررہ تاوان جو فریقین کو منظور ہو دینے کے لئے تیار ہوں"

(الفضل مورخہ ۹ ستمبر ۱۹۱۷ء)

کیا اپنے اس بھولے بسرے چیلنج کو بھی جناب میاں صاحب ملاحظہ فرما کر یہ ارشاد فرمائیں گے کہ اسمہٗ احمد فی ذاتہ کوئی مسئلہ نہیں جس پر بحث کی جا سکے اور اسے موضوع قرار دیا جا سکے، اگر جناب میاں صاحب مندرجہ بالا اقتباس پڑھنے کے بعد بھی اپنی بات پر مصر رہیں تو کوئی بعید نہیں ہے کیونکہ یہ ان کے لئے ایک معمولی بات ہے اور وہ اس کے خوگر ہیں۔ ہمارے خیال میں بلندیٔ کردار یہ ہے اور ایک جماعت کے قائد کی شایان شان بھی یہ ہے کہ وہ صاف طور پر اس مسئلہ میں اپنی کمزوری کو تسلیم کر لیں ورنہ اس گریز سے بھی دنیا اندازہ کر ہی لے گی کہ آخر اس کا بین السطور مطلب کیا ہے۔

زیر بحث چار مسائل میں سے دو مسائل کے موضوعوں کو بگاڑنے کے بعد جناب میاں صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

"میرے نزدیک چونکہ مضامین زیادہ ہیں تین تین پرچے کافی ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نبی ہونے کے بارے میں ہم مدعی ہیں خلافت کے بارے میں ہم مدعی ہیں، انکار مسیح موعود کے متعلق دونوں پہلو نکلتے ہیں وہ مدعی قرار دیئے جا سکتے ہیں ہم بھی مدعی قرار دیئے جا سکتے ہیں اسکا تصفیہ باہمی بعد میں ہو سکتا ہے کہ کسی ایک کو مدعی قرار دیا جائے یا دونوں کو مدعی قرار دیا جائے، پرچوں کی لمبائی مقرر ہو جانی چاہیے، اس کا آپس میں تصفیہ کیا جا سکتا ہے، مدعی کے پرچے دو ہونگے پہلا اور آخری، اور تردید کرنے والے کا ایک ہوگا اور درمیانی جیسے کہ دنیا کا مسلمہ طریق ہے اور روزانہ عدالتوں میں اس پر عمل ہوتا ہے یہ پرچے مشترک اخراجات سے شائع ہو جائیں جس کا خرچ دونوں فریق ایک متفقہ ثالث کے سپرد کر دیں وغیرہ وغیرہ"

۱۹۴۰ء میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے بارہ مرتبہ میاں صاحب کو خطاب کیا مگر انھوں نے ایک مرتبہ بھی جواب دینا پسند نہ کیا، دونوں جماعتوں کے اختلاف کو دور کرنے کے لئے آسان سے آسان تجویزیں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے سامنے پیش کی گئیں حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات کی بنا پر مباحثہ کے لئے لکھا گیا کہ آپ مباحثہ میں نکلنا پسند نہیں کرتے تو ایک خاص حد کے اندر آپ کے اور حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے دلائل دونوں اخباروں میں شائع ہوتے رہیں مگر انھوں نے باوجود متواتر یاد دہانیوں کے اس کا جواب نہ دیا اس سے پیشتر بھی اسی قسم کی تجویزیں ہوتی رہیں مگر کبھی بھی انھوں نے اس بات کا جواب دینا مناسب خیال نہ کیا۔ اب بھی مباحثہ سے فرار کو اصل موضوعوں کی تبدیلی اور ناقابل قبول شرائط کے پردہ میں چھپانے کی کوشش کی جا رہی ہے، مباحثہ کی غرض تو یہ ہونی چاہیئے کہ امور تنقیح طلب قائم ہو کر اور ایک مسئلہ صاف ہو کر دونوں فریق کے سامنے آ جائے مگر آپ پہلے سے شرط لگا دیتے ہیں کہ اپنے فریق مخالف کو ایک پرچہ سے زیادہ موقعہ نہ دیں گے اور اپنے لئے دو پرچے تجویز کر لئے ہیں، شرائط تو وہی درست ہوں گی جو فریقین کو مساوات کی سطح پر رکھیں۔ مثلاً دونوں فریق کے تین تین پرچے ہوں یا پانچ پانچ پرچے ہوں اور ہر پرچہ میں الفاظ کی تعداد معین ہو امور تنقیح طلب قائم ہو کر ان پر بحث اختصار کے ساتھ ہو سکے۔

(مدیر)

مدیر فرقان کی طرف مکتوب

(از جناب چودھری محمد اسمٰعیل صاحب ریٹائرڈ پی سی ایس)

مکرمی مولوی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

میرے ایک عزیز نے آپ کو رسالہ فرقان کی ایک سال کی قیمت ادا کی اس غرض سے کہ آپ رسالہ میرے پاس بھیجا کریں ایک دو دفعہ رسالہ آیا مگر پھر نہ ملا۔ لیکن اس کے حاصل کرنے میں مجھے زیادہ دقت نہ ہوتی تھی کیونکہ احمدیہ بلڈنگس میں کئی ایک اصحاب کے نام یہ رسالہ آیا کرتا تھا۔ مگر شاذو نادر ہی آدمی ہوں گے جو اسے پڑھتے ہوں گے۔ حضرت مولانا صدر الدین صاحب سے میں نے کہا ہوا تھا اور وہ بغیر پڑھے بلکہ اکثر بلا کھولے ہی مجھ کو دے دیا کرتے تھے۔ اب کہ یہ رسالہ ان کو بھی نہ آیا بلکہ مدیر پیغام صلح کے نام بھی نہ آیا۔ صرف سکرٹری صاحب کو آیا اور انھوں نے میری درخواست پر مجھے دے دیا۔ میں نے اپنے مکتوب کا جواب پڑھا۔ اپنی گذارشات نمبروار عرض کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ ضرور ہر ایک گذارش کا جواب نمبروار ہی دیا جائے گا۔

(۱) آپ مہربانی فرما کر تحریر فرما دیں کہ میری کونسی تحریر سے آپ نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ میں نے آپکے تریاق القلوب کو خارج از بحث رکھنے کے مطالبہ کو معقول سمجھ کر مان لیا ہے۔ تریاق القلوب کے متعلق میرے اعتراضات کا جواب دینا آپ کا فرض تھا، مگر آپ اسکی آڑ میں تحفہ گولڑویہ کے متعلق بھی جواب دیتے تھے اور نیز آپ نے وعدہ فرمایا تھا کہ تریاق القلوب کے متعلق علیحدہ بحث ہو جائے گی اس واسطے محض احقاق حق کے لئے اپنا بالکل جائز اور معقول مطالبہ ترک کر دیا۔ اس موقعہ پر آپ کا فقرہ "حق بات کا آخر اثر ہوتا ہے" نہ صرف بے معنی ہے بلکہ مضحکہ خیز ہے۔ افسوس ہے کہ اس قسم کے غلط نتیجے قائم کر کے آپ قارئین کے سامنے ہمیشہ پیش کرتے رہتے ہیں سخت افسوس ہے۔

(۲) ضرورت نہ تھی کہ میرے معاملہ میں آپ سید اختر حسین صاحب کا ذکر فرماتے سید صاحب کا مطالبہ نہایت واضح اور صریح ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ جس طرح حدیث میں خاتم النبیین کے معنے لا نبی بعدی مروی ہیں اسی طرح آپ کوئی حدیث پیش کریں جس میں خود حضرت سرور کائنات نے وہ معنے بیان فرمائے ہوں جس کو آپ پیش کرتے ہیں۔ سید صاحب یہاں تک جا چکے ہیں کہ اگر آپ کوئی وضعی یا ضعیف سے ضعیف حدیث بھی پیش کریں گے تو وہ پانچسو روپے کی رقم دیں گے۔ چونکہ میرے معاملہ میں آپ نے سید صاحب کے مطالبہ کا ذکر کیا ہے اس واسطے میں بھی عرض کرتا ہوں کہ اگر آپ کوئی حدیث پیش کر دیں تو بندہ بھی ایک مزید رقم پانچسو روپے کی آپ کی خدمت میں پیش کر دے گا۔ اگر آپ کو کوئی حدیث نہیں ملتی تو بہتر ہے کہ آپ کہدیں کہ کوئی حدیث تو نہیں ہے لیکن دوسری طرح سے ہم اپنے معنوں کو ثابت کرنے کے لئے تیار ہیں۔ جب آپ یہ اعلان کر دیں گے تو پھر غالباً سید صاحب آپ سے مزید خط و کتابت کریں گے۔

(۳) آپ کو خوب معلوم ہے کہ میرا اور آپ کا تعلق وہ نہیں ہے جو باہم دو مناظر کا ہوتا ہے۔ نہ میں مناظر ہوں نہ مناظرہ کرنا چاہتا ہوں۔ خاں بہادر میاں محمد صادق صاحب کو حضرت مولانا امیر جماعت احمدیہ سے کچھ شکایات پیدا ہو گئیں۔ آپ جانتے ہیں وہ شکایات بالکل معمولی معمولی باتوں کے متعلق تھیں۔ ان دنوں آپ کی جماعت کی جانب سے پورا زور لگایا گیا کہ وہ آپ کے ہمخیال ہو کر آپ کی جماعت میں شامل ہوں۔ چوٹی کے علماء سے انکی گفتگو ہوئی مگر کوئی بھی انکو قائل نہ کر سکا بلکہ بقول ان کے سب لاجواب ہو گئے خود جناب خلیفہ صاحب سلمہ اللہ کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے اور عقائد کے متعلق ان سے گفتگو ہوئی۔ اسی سلسلہ میں حقیقۃ الوحی میں مندرجہ نشان ۱۱۸ کے متعلق بھی انھوں نے خلیفہ صاحب ممدوح کی خدمت میں چٹھی لکھی۔ صاحب ممدوح نے جو کچھ لکھا وہ آپ کو معلوم ہی ہے، اس کے بعد میاں صاحب نے پھر خط لکھا اور وہ خط جناب خلیفہ صاحب نے آپ کے سپرد کیا گویا رفع شکوک کے معاملہ میں آپ کو اپنا قائم مقام مقرر کیا۔ آپ نے جواب لکھا اور میاں صاحب کی عدم فرصت کی وجہ سے میں نے اسکا جواب لکھا یعنی جس طرح آپ خلیفہ صاحب کے قائم مقام تھے جنکا فرض تھا کہ رفع شکوک کریں۔ میں نے خط و کتابت کو پڑھ کر شکوک دور کرانے کے لئے اپنے آپ کو میاں صاحب کی جگہ رکھدیا اور اپنے شکوک کو آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ اب آپ کا فرض ہے کہ آپ میرے اعتراضات کا جواب دیں اور اگر ان کا کوئی جواب نہیں ہے تو آپ مہربانی کر کے تسلیم کریں کہ تریاق القلوب اور تحفہ گولڑویہ میں نبوت سے انکار ہے جس کا نتیجہ لامحالہ یہ ہوگا کہ اشتہار "ایک غلطی کا ازالہ" پر قائم کی گئی دعوے نبوت کی بنیاد گر جائے گی۔ بعد ازاں ہم دوسری کتابیں یکے بعد دیگرے دیکھیں گے اور جہاں آپ نے مجھ پر یہ ثابت کر دیا کہ اب نبوت کا دعوے ہو گیا ہے میں بڑی خوشی سے مان لوں گا۔

(۴) آپ فرماتے ہیں کہ "یہ سمجھ نہیں آیا کہ اس انعامی بحث سے جس میں ہم بطور مدعی ثبوت دعوے کے ذمہ دار ہیں چوہدری صاحب کے ان طول طویل اور غیر متعلق مضمون کا کیا تعلق ہے۔ جنہیں مدیر پیغام صلح چوہدری صاحب کے نام سے شائع کرتے رہتے ہیں"

مولوی صاحب ناراض نہ ہوں تو ایسا فقرہ ایک عام انسان جس کو تقوی اللہ کا ذرا بھی خیال ہو نہیں لکھ سکتا۔ آپ نے اس فقرہ میں یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ گویا یہ مضامین میرے نہیں ہیں بلکہ ایڈیٹر صاحب پیغام صلح کے تحریر شدہ ہیں اور وہ میرے نام پر شائع کرتے رہتے ہیں لیکن چونکہ آپ کے پاس کوئی ثبوت اس بات کا نہیں ہے اس واسطے فقرہ میں گنجائش رکھ لی ہے کہ آپ کہہ سکیں کہ میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ بہرصورت آپ مہربانی فرما کر وہ ثبوت پیش کریں جس سے آپ کو یہ معلوم ہوا کہ یہ مضامین میں نے نہیں لکھے بلکہ ایڈیٹر صاحب پیغام صلح نے لکھے ہیں۔ آپ ہرگز ایسا ثبوت پیش نہیں کر سکتے آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ان مضامین میں ایک فقرہ بھی بلکہ ایک لفظ بھی ایڈیٹر صاحب پیغام صلح یا کسی اور کا نہیں ہے بلکہ میں نے کبھی کسی سے کسی معاملہ میں مشورہ بھی نہیں کیا اور اس میں مشورہ کی ضرورت بھی نہ تھی کیونکہ آپ نے جو جواب لکھا تھا وہ اس قدر غلط اور محرف اور مبدل باتوں سے پُر تھا کہ ایک معمولی پڑھا لکھا اور سمجھدار آدمی غلطیوں کو ثابت کر سکتا تھا۔ مگر میں آپ سے پوچھتا ہوں کیا آپ کو خدائی وعید لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ اس وقت یاد تھا جب یہ عبارت لکھی؟

(۵) اگر بفرض محال یہ مضامین ایڈیٹر صاحب پیغام صلح نے ہی لکھے ہیں تو بھی آپ کو جواب دینا چاہیئے، اس وجہ سے آپ جواب سے نہیں بچ سکتے۔

(۶) آپ مضامین کو "طول طویل" بیان فرماتے ہیں۔ . . . .

. . . . لیکن آپ کو معلوم ہے یہ مضامین کیوں لمبے ہیں۔ آپ نے نہایت غلط حوالجات دیئے۔ ایک فقرہ لے لیا اگلا پچھلا مضمون چھوڑ دیا۔ مجھ کو آپ کی یہ غلطیاں ظاہر کرنے کے لئے لمبی عبارات تحفہ گولڑویہ سے نقل کرنی پڑیں۔ سو یہ طوالت آپ کی مختصر نویسی کا ہی نتیجہ ہے۔

(۷) آپ نے میرے مضامین کو غیر متعلق کہا ہے۔ اگر یہ درست ہے تو پھر آپ ان کو غیر متعلق ثابت کر دیں۔ فیصلہ ثالثین نے کرنا ہے۔ وہ ان کو غیر متعلق سمجھ لیں گے تو آپ کے حق میں فیصلہ دے دیں گے۔ آپ کو خوش ہونا چاہیئے۔ ان کا جواب دینا بہت ہی سہل ہے۔

(۸) یہ مضامین ہرگز ہرگز غیر متعلق نہیں ہیں۔ اگر آپ کو ان کے غیر متعلق ہونے پر ہی اصرار ہو تو اس امر کا فیصلہ بھی کرا لیں اور اس فیصلہ کے لئے میں آپ کے امام جناب میاں صاحب کے فیصلہ کو تسلیم کرنیکو بھی تیار ہوں۔ اگر صاحب ممدوح کو فرصت نہ ہو تو پھر جناب صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب۔ جناب میر محمد اسحاق صاحب جناب مولوی محمد سرور شاہ صاحب جناب مولوی شیر علی صاحب میں سے کسی صاحب کے فیصلہ کو بھی مان لوں گا۔ ہاں جس دلیل کو وہ غیر متعلق سمجھیں اُن کے وجوہات تحریری طور پر انہیں دینے ہونگے اگر یہ ثابت ہو جائے یعنی ان صاحبان میں سے کوئی صاحب جن کو آپ پسند فرما دیں فیصلہ دیں کہ میرے دلائل میں سے نصف بلکہ تہائی بلکہ چوتھائی بلکہ پانچواں حصہ بلکہ یہاں تک کہ دسواں حصہ بھی غیر متعلق ہیں تو پھر میں آپ کو ایک سو روپے بطور ہرجانہ پیش کر دوں گا۔ مجھے خدا کے فضل سے اپنی تحریر پر اس قدر بھروسہ ہے کہ ان مضامین میں جو اخبار کے ۹ صفحات پر درج ہیں۔ چند سطور کا بھی غیر متعلق ثابت کرنا مشکل ہے۔

(۹) آپ نے فرمایا ہے کہ بحث آپ کی طرف سے شروع ہونی چاہیئے اول تو میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ آپ ہمارے شکوک کو رفع کرنے کی کوشش کو "بحث" کیوں کہتے ہیں۔ دوسرے اگر ایسا ہی تھا تو پھر پہلے خود جناب خلیفہ صاحب نے میاں محمد صادق صاحب کے اعتراضات کا جواب کیوں دیا اور اگر اُن سے سہو ہو گئی تھی تو آپ تو بڑے شاطر مناظر تھے آپ ہی دوبارہ جواب نہ دیتے۔ اب جب میں نے جواب دیا ہے اور اپنے اعتراضات کو رفع کرانے کے لئے ایک سو روپے کا یکطرفہ انعام بھی اس خیال سے پیش کیا ہے کہ آپ خاص توجہ اور محنت سے جواب دیں تو پھر آپ کو مشکل کونسی آ پڑی۔ مہربانی فرما کر جواب دیں۔ میرے اعتراضات تو وہ ہیں جو میرے مضامین میں درج ہیں اور میں ان کے متعلق ہی آپ جیسے "عالم" سے اپنا اطمینان چاہتا ہوں مگر حیرت ہے کہ آپ چاہتے ہیں کہ پہلے آپ ایک پرچہ لکھیں۔ اس پرچہ میں جو کچھ آپ نے تحریر کرنا ہے وہ جواب الجواب میں تحریر کر دیں۔ دعوے تو دونوں طرف سے ہو سکتا ہے۔ جو کوئی بھی خط و کتابت کو پڑھے گا وہ لامحالہ اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ بحث کا مدار اس بات پر تھا اور ہے کہ تریاق القلوب اور تحفہ گولڑویہ میں نبوت

سے انکار کیا ہے اور یہی ہمارا دعوےٰ ہے۔ آپ کا مطالبہ قطعاً غلط۔ غیر معقول اور ناقابل قبول ہے۔ ہاں آپ صاف طور پر تسلیم کرلیں کہ میرے مضامین مندرجہ پیغام صلح کا آپ جواب نہیں دے سکتے تو پھر کسی دوسرے طریق پر بھی آپ سے میں تبادلۂ خیالات کرنے کو تیار ہوں۔

(۱۰) آپ کے اس مطالبہ کو میں سمجھ نہیں سکا کہ تحفہ گولڑویہ میں وارد شدہ اصطلاحات کی تشریح کسی دوسری کتاب کے حوالہ سے ہونے کی اجازت ہونی چاہیئے میں نہیں سمجھ سکا کہ اس کتاب میں "وارد شدہ" کونسی اصطلاحات ہیں جو اپنی تشریح کے لئے کسی دوسری کتاب کی محتاج ہیں اگر کوئی ایسی اصطلاحات نہیں تو ان کی تشریح اور ان کا ذکر آپ کو پہلے جواب میں ہی کرنا چاہیئے تھا۔ اب آپ نے میرے جواب الجواب کا جواب دینا ہے۔ آپ مہربانی کرکے مجھے مطلع فرمائیں کہ وہ کونسی جدید اصطلاحات میرے جواب میں آگئیں ہیں جس کی تشریح کے لئے دوسری کتابوں کی ضرورت پیش آئی ہے۔ کیا آپ اس بات کا فیصلہ بھی ثالثوں کے ذریعہ سے کرانے کو تیار ہیں؟

(۱۱) میرے مولوی صاحب! میری اور آپ کی پوزیشن میں بہت فرق ہے۔ میں جو کچھ کر رہا ہوں وہ بطور ایک طالب حق کے کر رہا ہوں اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر کسی وقت یہ معلوم ہو جائے کہ میرے موجودہ عقائد قابل اصلاح ہیں تو میں فوراً اصلاح کرنے کے لئے تیار ہوں آپ نے یہ پوزیشن اختیار کر رکھی ہے کہ آپ کسی پر یہ ظاہر نہ ہونے دیں کہ کوئی اعتراض ایسا بھی ہے جس کا جواب آپ نہیں دے سکتے ورنہ اگر احقاق حق کا خیال ہو تو پہلے اور پیچھے پرچے لکھنے کا سوال پیدا ہی نہیں ہو سکتا ہے۔ آپ نے بہت سے حوالے تیار کر رکھے ہیں جب کبھی بحث ہوتی ہے آپ جا دیجاان کو گھسیٹ دیتے ہیں خاصکر آخری پرچہ بحث میں جب فریق مقابل کے لئے کوئی موقعہ جواب دینے کا نہ رہے ہو۔ میرے اعتراضات کا جواب آپ قطعاً نہیں دے سکتے اور ادھر ادھر کے ناجائز مطالبات کر رہے ہیں۔ آپ میرے مضامین کا جواب دیں اس کا جواب میں دوں گا اور اگر آپ چاہیں تو اس کا جواب آپ دے سکیں گے یہ سلسلہ جتنی دفعہ آپ چاہیں دہرا سکتے ہیں مگر یہ موقعہ آپ کو نہیں دیا جائے گا کہ آخری پرچہ میں آپ محرف اور مبدل کردہ حوالہ جات جو آپ نے چھانٹ کر اپنے پاس رکھے ہوئے ہیں درج کر دیں آپ مہربانی فرماکر میرے اعتراضات کا جواب ضرور دیں تاکہ آپ کو جواب لکھنے پر میں آمادہ کر سکوں میں انعام کی رقم کو بڑھاتا ہوں اور ایک سو روپیہ کی بجائے دو سو روپیہ کا اعلان کرتا ہوں۔

(۱۲) آپ نے ۱۹۰۴ء کے ریویو آف ریلیجنز سے ایک حوالہ نقل کیا تھا جس سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ گویا حضرت امیر مولانا مولوی محمد علی صاحب ۱۹۰۴ء میں حضرت اقدس کو ان معنوں میں نبی مانتے تھے جن معنوں میں آپ لوگ اب مانتے ہیں۔ میں نے اس کے جواب میں ۱۹۰۴ء کے ریویو آف ریلیجنز سے ہی نہ صرف حضرت مولانا کی تحریروں سے بلکہ حضرت اقدس کے اُن مضامین سے جو ریویو آف ریلیجنز میں درج ہیں ثابت کیا تھا کہ اس وقت بھی محدثیت والی نبوت کا ہی دعوےٰ اور اقرار تھا۔ اس پر بھی آپ نے توجہ نہیں فرمائی۔ اگر آپ اس قسم کے مضامین کا جواب دیتے تو اسکا فائدہ بھی ہوتا اس وقت تو آپ صرف حضرت مولانا اور لاہوری جماعت کو بدنام کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، اس کوشش کا جو اثر بقول آپ کے "پیغامیوں" پر ہوا ہے وہ تو صرف اس قدر ہے کہ جو گالیاں آپ دیتے ہیں ان کی وجہ سے اب آپ کے رسالہ کو کوئی دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا۔ میرا تو خیال ہے کہ میرے علاوہ چند آدمی جنکا شمار شاید ایک ہاتھ کی انگلیوں پر ہو جائے اس کو پڑھتے ہوں گے۔

مجھے خیال آیا کرتا تھا کہ اتنے جلیل القدر صحابی رسول اللہ صلعم کے کس طرح ایک دوسرے کے خلاف صف آرا ہو گئے اور ایک دوسرے کو بُرا کہنے میں اس حد تک چلے گئے کہ خطبوں میں منبر پر کھڑا ہو کر ایک دوسرے پر لعنت کرنے لگ گئے آپ کے رسالہ کے مضامین پڑھکر معلوم ہو گیا کہ بعض آدمی اس قسم کی لیاقت اور قابلیت رکھتے ہیں کہ وہ سب کچھ کر سکتے ہیں جماعت احمدیہ پر اللہ ہی رحم کرے۔

آپ نے تحریر کیا تھا کہ بذریعہ خط و کتابت فیصلہ کر لیا جائے۔ میرا خیال تھا کہ ایسا ہی کروں مگر یہ خط لمبا ہو گیا اور اب اسکی نقل رکھنا میرے لئے مشکل ہے اس واسطے اخبار کے ذریعہ ہی آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں، اگر آپ نے خط کے ذریعہ مجھے لکھنا ہو تو معرفت احمدیہ فارمیسی برانڈرتھ روڈ۔ لاہور۔ مجھ کو خط لکھیں میں جہاں کہیں ہونگا مجھے مل جائے گا میں آپ سے کہدینا چاہتا ہوں کہ اگر آپ نے کوئی جواب باصواب اب نہ دیا تو پھر میں اپنے تمام مضامین کو جو اخبار میں چھپتے رہے ہیں بمعہ آپ کے مضامین کے یکجا چھپوا کر آپ کی جماعت میں بڑی تعداد میں تقسیم کرا دوں گا اور درخواست کروں گا کہ کوئی اور صاحب ان مضامین کا جواب دیں ریویو آف ریلیجنز کے متعلقہ مضامین اور دیگر اہم مضامین بھی اسی کتاب میں شائع ہوں گے ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین

(آپ کا خیر اندیش) محمد اسمٰعیل

معاصر انقلاب اور ماہرین فلسفۂ اقبال

سُنا ہے کہ یوم اقبال کے سلسلے میں چند اہل علم نے ایک مذاکرہ فرمایا۔ جس میں عالمانہ تقریروں کے بعد یہ رزولیوشن پاس کر دیا کہ اسلام ہی دنیا کی موجودہ مشکلات کا حل ہے اللہ ان بزرگوں کو جزائے خیر دے کہ انھوں نے یہ حقیقت ثابت کر دی۔ ورنہ اسلام کو دنیا میں کون پوچھتا!

ہمارا ارادہ ہے کہ عنقریب ایک مجلس مذاکرہ منعقد کریں جس میں یہ تجویز پیش کر دیں۔ کہ اللہ ایک ہے اور اس کا رسول برحق ہے۔ پھر دیکھیں کہ اہل علم اس تجویز پر کیسی کیسی تقریریں کرتے ہیں۔ ممکن ہے یہ رزولیوشن بھی پاس ہو جائے۔

اور توحید و رسالت کے متعلق مسلمانوں کو جو شبہات ہیں وہ دور ہو جائیں واجب الاحترام بزرگو یہ تو ایک حقیقت ثابتہ ہے کہ اسلام دنیا کی تمام سیاسی، اقتصادی، معاشرتی، اخلاقی مشکلات کا حل ہے۔ اور اگر مسلمان اس حقیقت کو تسلیم نہ کرتے تو مسلمان ہی نہ رہتے یہ بات تو غیر مسلموں کو بتانے کی ہے۔ لیکن کتنے بزرگ ہیں جو اس سلسلے میں تبلیغی سرگرمیوں کے لئے تیار ہیں اور کونسا عالم ہے جو اسلام کو یورپ اور ایشیا کے علمی حلقوں میں اس حیثیت سے پیش کرنے کے لئے کچھ عملی کام کر رہا ہے؟

مصیبت سب سے بڑی یہ ہے کہ یہ امت کی امت "قوال" بن رہی ہے جس کے نئے نئے خطیب، اور لکچرار طول طویل اور اُلجھی ہوئی اور بے معنی تقریریں کرنا ہی اسلام کی خدمت خیال کرتے ہیں۔ ہر وہ شخص جسے قرآن مجید کی جستہ جستہ آیات اور ڈاکٹر اقبالؒ کے بعض اشعار یاد ہیں اپنے آپ کو علامہ جمال الدین افغانی سے کم نہیں سمجھتا۔ اور فرد و ملت کے فلسفے پر دھواں دھار تقریر کرتا ہے۔ کہ نوجوان منہ دیکھتے رہ جاتے ہیں۔ نہ مقرر کچھ کہنا چاہتا ہے نہ سمجھانے کی اہلیت رکھتا ہے نہ سننے والے کچھ سمجھتے ہیں۔ نہ سمجھنے کے خواہشمند ہوتے ہیں۔ دو گھڑی کی دلچسپی ہوتی ہے اور بس۔ مابخیر شما بسلامت کہہ کر گھروں کو واپس چلے جاتے ہیں۔

علامہ اقبالؒ کے کلام کی چیر پھاڑ بھی برابر جاری ہے۔ اور خدا جانے یہ عمل جراحی کب تک جاری رہے گا۔ اقبال اور خدا۔ اقبال اور رسول۔ اقبال اور سائنس۔ اقبال اور تعلیم، اقبال اور انسان اقبال اور حیوان۔ اقبال اور شیطان۔ غرض ہزارہا عنوانات سے مقالے لکھے اور پڑھے جاچکے ہیں۔ اور اقبال کا کلام کچھ ایسا "بھان متی کا پٹارا" ہے۔ کہ یار لوگ اس سے سب کچھ نکال لیتے ہیں۔

کوئی کہتا ہے اسلام جمہوریت کا معلم ہے اور اقبال بھی جمہوریت کی تعلیم دیتا ہے، کسی کا دعویٰ یہ ہے کہ اقبال جمہوریت کا سخت مخالف ہے کوئی صاحب فرماتے ہیں کہ اقبال اشتراکی ہے، کسی کو اس پر اصرار ہے کہ اقبال پاکستان کا بانی تھا اور کوئی کہتا ہے کہ اقبال ہندوستان کی آزادی کا علمبردار تھا۔

اور لطف یہ ہے کہ ہر شخص اپنے دعوے کا ثبوت اقبال ہی کے کلام سے پیش کر دیتا ہے۔ اب انصاف سے کہئے کہ ان مقالات کے سننے اور پڑھنے والوں کی ذہنی کیفیت کیا ہوتی ہوگی۔

کچھ مدت سے اس قسم کے موضوع تلاش کئے جا رہے ہیں۔ اقبال اور زمان و مکان۔ اقبال اور اضافیت، اقبال اور ٹرگنومیٹری اور اقبال اور الجبرا

اللہ تعالےٰ علامہ موصوف کی روح کو راحت ابدی عطا فرمائے۔ جب وہ دیکھتے ہونگے کہ میرا کلام اس طرح بازیچہ اطفال بنایا جا رہا ہے تو ان کی روح پر کیا گذرتی ہوگی۔

لیکن جب مسلمانوں نے کلام الٰہی کو بے سرو پا تاویلات کا تختہ مشق بنانے سے پرہیز نہ کیا، تو بیچارے اقبال کے اشعار کی کیا حیثیت ہے۔

خدا کے لئے اب اس لغویت کو ختم کرو۔ یہ محض دماغی عیاشی ہے۔ جس سے قوم کا وقت ضائع ہوتا ہے۔

اقبال ایک داعی تھا جس کی دعوت یہ تھی کہ علماء و واعظین مناظرات و خرافات بیان کرنے کے بجائے اسلام کے حقائق بیان کریں، اُدبا و شعراء لاحاصل اور عیاشانہ ادب کے بجائے تعمیری اور مفید ادب و شعر میں مصروف ہو جائیں سیاستین اغیار کے نظریات کو ترک کرکے اسلامی سیاست اختیار کریں۔

اگر سب لوگ اپنے اپنے دائرے میں اپنے اعمال کی اصلاح کرلیں، تو اقبال کا مقصد پورا ہو جائے گا محض خوش تقریری اور لفظی عیاشی کا نتیجہ تو کچھ بھی نہ نکلے گا۔

(انقلاب مورخہ ۹ مئی ۱۹۶۳ء)

ضروری اعلان

پیغام صلح کی موجودہ اشاعت کی تاریخ ۱۹ مئی تھی لیکن یہ پرچہ بکدن کی تاخیر کیساتھ ۲۰ مئی کو شائع کیا جا رہا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ پیغام صلح کے "بشارت احمد نمبر" کیوجہ سے ۲۶ مئی کا پرچہ ناغہ کیا گیا ہے اس ناغہ سے چونکہ وقفہ زیادہ ہو جاتا تھا اسلئے موجودہ شیوع ایک دن کی تاخیر سے شائع کیا جا رہا ہے اور نمبر بجائے ۲ جون کے یکم جون کو ایک دن پہلے

روئیداد تبلیغی دورۂ بھدرواہ

اس سے قبل جلسہ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور کچھ حال بیہودصفت مولویوں کا عرض کرچکا ہوں۔ جب ان مولویوں نے ہمارے جلسے کی کامیابی اور جماعت احمدیہ کی ترقی کو دیکھا تو اپنے حلوے مانڈے کی خاطر ان سے نہ رہا گیا۔ کھلم کھلا گالیاں دریدہ دہنی اور اوچھے ہتھیاروں پر اتر آئے۔ بجائے احقاق حق اور تحقیق کے شب و روز جماعت احمدیہ لاہور جیسی خادم اسلام جماعت کو کوستے اور ہر روز نئے نئے الزام اس کے خلاف تراشتے بارہا ہماری طرف سے جناب مولینا احمدیار صاحب ایم اے نے ان مفتریات کی تردید کی اور ان کے خودساختہ اعتراضوں کے دندان شکن جوابات دیئے اور علماء کہلانے والوں کو اپنے دعاوی کی صداقت ظاہر کرنے کے لئے میدان میں نکلنے کی دعوت دی۔ مگر جن لوگوں کا مقصد مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنا اور اپنی جیبیں گرم کرنا ہو وہ کب ایسی بات پر تیار ہوسکتے ہیں جس سے ان کی علمیت و دیانت کا بھانڈا چوراہے میں پھوٹے، ان مولویوں نے جب دیکھا کہ تبادلہ خیالات سے ہماری تمام شیخی کرکری ہوجائے گی اور سارا بھرم کھل جائے گا، تو انھوں نے وہی پرانا ہتھیار اپنی آستین سے نکالا جو کفار مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف استعمال کرتے تھے۔ ایک محضرنامہ تیار کیا گیا جس میں یہ درج تھا کہ جماعت احمدیہ کا ہر طرح کا بائیکاٹ کیا جائے۔ اور بقول ایک شاعر کے

> وے تاویل شاں در حیرت انداخت
> خدا و جبرئیل و مصطفےٰ را

قرآن و حدیث کو کانٹ چھانٹ کر اس رنگ میں بھولے بھالے مسلمانوں کے سامنے پیش کیا گیا کہ گویا جماعت احمدیہ کے ساتھ کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا اور لین دین وغیرہ ہر قسم کے تعلقات شرعاً حرام ہیں۔ خصوصاً حقہ پر بڑا زور دیا گیا، اور بائیکاٹ کا اسے اہم جزو قرار دیا گیا۔ خدا کی شان کسی زمانہ میں مسلمانوں کو جمع کرنیوالی، کلمہ طیبہ۔ قرآن حکیم اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات تھیں مگر آج حقہ جو مسلمانوں کو ایک جگہ جمع کرسکتا ہے وہ حقہ ہے۔

> ای سنر گر خوں ببار د دیدہ سر اہل دیں
> بر پریشاں حالی اسلام و تحط المسلمین

خلاصہ یہ کہ ان بیہودصفت مولویوں نے عوام مسلمانوں کو بہکانے اور غلط راستہ پر ڈالنے میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑا۔ اکثر لوگوں کے جھوٹ موٹ باتیں بناکر اس محضرنامہ پر دستخط اور انگوٹھے لگوائے گئے۔ بعض ملازمین اور حکام ریاست نے بھی اس بائیکاٹ والے محضرنامہ پر دستخط کئے جس کے متعلق حکام بالا کی توجہ مبذول کرائی گئی ہے۔ انشاء اللہ تعالے کسی قریبی اشاعت میں ان کے اسماء سے بھی قارئین کو آگاہ کیا جاوے گا۔ باوجود مولویوں اور ان کے بعض کوتاہ اندیش پیروؤں کی اشتعال انگیزی کے ہمارے احباب نے اتحاد بین المسلمین اور وقت کی نزاکت کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت صبر و استقلال کا نمونہ دکھایا اور ان کی اس بے ہودہ سرائی کو خدا کے سپرد کیا، اور اللہ تعالےٰ سے ان کے لئے ہدایت کی دعا کی۔ ساتھ اس کے ہم جناب سب جج صاحب بہادر بھدرواہ کے بہت شکرگذار ہیں جنھوں نے ہماری معروضات کو نہایت غور و ہمدردی کے ساتھ سنا اور جناب تحصیلدار صاحب بہادر بھدرواہ و جناب سب انسپکٹر صاحب پولیس بھدرواہ کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں جنھوں نے باوجود بعض سرکاری اشخاص کی مفسدہ پردازی کے حالات کو کنٹرول میں رکھنے کی کوشش کی۔ امید ہے آیندہ بھی وہ اپنے فرض منصبی کو ملحوظ رکھتے ہوئے غیرجانبداری سے کام لیں گے کسی کی کثرت یا بے جا شورش سے مرعوب نہ ہونگے۔

دوران قیام بھدرواہ میں مولینا احمدیار صاحب ایم اے کے دو اور پبلک لکچر ہوئے ایک ختم نبوت پر جس میں آپ نے بحوالہ کتب حضرت اقدس یہ ثابت کیا کہ صحیح معنوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین جماعت احمدیہ لاہور ہی سمجھتی ہے جس کا یہ اعتقاد ہے کہ حضور کے بعد نہ کوئی پرانا نبی آسکتا ہے اور نہ کوئی نیا۔ جو پہلے نبی کی آمد کے قائل ہیں وہ بھی غلطی پر ہیں اور جو کوئی نئی نبوت کے قائل ہیں وہ بھی جادۂ حق سے دور ہیں۔ دوسرا لیکچر آپ کا صداقت حضرت مسیح موعودؑ پر ہوا جس میں پہلے خواجہ محمد صدیق صاحب سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام بھدرواہ نے قرآن و حدیث سے آپ کی صداقت پر دلائل پیش کئے اور چوہدری غلام محمد صاحب نے حضرت اقدس کی نظم سے سامعین کو محظوظ کیا۔ اخیر پر جناب مولینا موصوف نے دلائل ساطعہ و براہین قاطعہ سے آپ کی صداقت کو بیان کیا۔ اور ان تمام اعتراضات کے دندان شکن جوابات دیئے گئے جو مختلف اوقات میں ملاؤں کی طرف سے پیش کیے گئے تھے۔ باوجود ملاؤں کے بائیکاٹ کے پھر بھی سامعین کی تعداد کافی ہوچکی تھی۔ آپ نے ہر طرح سے اتمام حجت کی کوشش کی مگر مولوی تبادلہ خیالات کے لئے تیار نہ ہوئے۔ اس عرصہ میں اللہ تعالےٰ کے فضل سے تین دوست سلسلہ بیعت میں شامل ہوکر امام مہدی کی فوج میں داخل ہوئے اللہ تعالےٰ انہیں استقامت و برکت عطا فرماوے۔ آمین۔

مولویوں اور ان کے رفقاء کی غلط روی کا نتیجہ یہ ہوا کہ حق پرست مسلمان ان سے الگ ہوگئے اور کھلم کھلا ان کے خودساختہ بائیکاٹ کو توڑتے ہوئے ہمارے دوستوں کی شادی خانہ آبادی میں شریک ہوئے۔ جزاہم اللہ تعالےٰ۔ اللہ تعالےٰ مسلمانوں کو آنکھیں بخشے جس سے وہ ان تفرقہ ڈالنے والے ملاؤں کو پہچان سکیں۔ اس خوشی میں چوہدری عبدالکریم صاحب نے مبلغ بیس روپے اور بھائی غلام محمد صاحب زرگر نے مبلغ تین روپے اشاعت اسلام کے لئے عطا کئے جزاہم اللہ تعالیٰ خیرا۔

ہم خواجہ عبدالخالق صاحب پریذیڈنٹ جماعت بھدرواہ و خواجہ عبدالکبیر صاحب آنریری مبلغ و چوہدری عبدالرزاق صاحب چوہدری عبدالکریم صاحب و خواجہ محمد صدیق صاحب سکرٹری جماعت بھدرواہ کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنھوں نے اس تبلیغی پروگرام کو کامیاب بنایا اور اپنے کاروبار کو چھوڑکر تبلیغ حق میں مشغول ہوگئے اللہ انہیں دین و دنیا کی دولت سے مالامال کرے۔ آمین۔ خواجہ عبدالکبیر صاحب و چوہدری عبدالکریم صاحب کی خدمات خاص طور پر قابل ذکر ہیں جنھوں نے مولینا صاحب موصوف کے دوران قیام میں شب و روز تبلیغ سلسلہ میں صرف کئے دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ آیندہ بھی انہیں اسی طرح ذوق و شوق کے ساتھ تبلیغ کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ ثم آمین۔ (نامہ نگار)

ایک خاص خطبۂ نکاح

جناب سید اختر حسین صاحب گیلانی دہلی کے جنرل سکرٹری صاحب انجمن کی خدمت میں تحریر فرماتے ہیں:

۲۵ مئی کی شام کو ۲ ہاؤلنڈ روڈ پر ڈاکٹر غلام مجتبےٰ صاحب کی صاحبزادی کا نکاح تھا مرکزی حکومت کے عہدیدار ہندو مسلم عیسائی انگریز مدعو تھے۔ کوئی چار سو کا مجمع تھا۔ مجھے خطبۂ نکاح کے لئے کہا گیا، میں نے مجمع کی حالت کو مدنظر رکھتے ہوئے "اسلام میں ازدواجی زندگی" پر تقریر کی، اور مغربی تہذیب کو مدنظر رکھکر اسلام کی فضیلت پر ایک ایسا خطبہ کہا کہ دلوں میں اتر گیا۔ نکاح کے بعد میرے اردگرد چند انگریز جمع ہوگئے۔ ان میں سے ایک نے اپنا تعارف کرایا معلوم ہوا کہ وہ Mr. Ogilvie وائسرائے ہند کے ڈیفنس سکرٹری ہیں، اور بہترین اردو بولتے سمجھتے ہیں، ایک صاحب مسٹر گاربٹ (آئی سی ایس پنجاب والے) ہیں جو اردو کے علاوہ اچھی عربی سمجھتے ہیں" Ogilvie " کیساتھ ان کی بیوی بھی تھی، سب نے میرے خطبہ کو اسقدر پسند کیا اور کہا کہ "یہ تو ایسی خوبصورت تعلیم ہے کہ اسے ہر شخص پسند کرے گا۔ کچھ اردو، انگریزی، عربی میں گفتگو ہوتی رہی، جب کھانے کی طرف ہم سب چلنے لگے تو یہ انگریز لوگ نہایت ادب سے میرے ساتھ اور پیچھے پیچھے چل پڑے اور بہت ممنون ہوئے۔ فالحمد للہ علی ذالک۔ یہ سب حضرت مسیح موعودؑ کا فیضان ہے اور بزرگوں کی دعا کا اثر ہے۔

اُن احباب کیلئے جو گرمیوں میں ڈلہوزی جاتے ہیں

میرا یہ ارادہ ہے کہ اس دفعہ مولینا عبدالحق صاحب ودیارتھی کو ڈلہوزی اپنے ساتھ لے جاؤں، اس کی دو غرضیں ہیں اوّل یہ کہ مولینا کی صحت چونکہ بہت کمزور ہوگئی ہے ان کی قوت بحال ہو، کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ گرمیوں میں یہاں ان کی صحت اور زیادہ نہ گرجائے جو جماعت کے لئے تشویش کا موجب ہوگا۔ اور دوسری غرض یہ ہے کہ چونکہ حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم کے وصال سے درس قرآن کی جگہ ڈلہوزی میں خالی ہوگئی ہے اور میری اپنی صحت بھی کمزور ہے شاید میں اس کی برداشت نہ کرسکوں اس لئے کم سے کم اس سال اس کمی کو مولینا عبدالحق صاحب اپنے قیمتی درس قرآن سے پورا کریں اللہ تعالےٰ کے ہاتھ میں ہی سب طاقت ہے۔

محمد علی ۱۷ مئی ۱۹۴۳ء

هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ و دین الحق لیظهره علی الدین کله

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۲۸

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفٰے مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ٭ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا

پیغامِ صلح

ہفتہ وار آرگن

ایڈیٹر: ایس محمد آصف بی اے - جائنٹ ایڈیٹر: شیخ محمد انعام الحق

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ و ائمہ قابل احترام ہیں۔ سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

جلد ۳۱ | لاہور بروز پنجشنبہ مورخہ ۲۳ جمادی الاول ۱۳۶۲ھ م ۲۷ مئی ۱۹۴۳ء | نمبر ۲۱

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کام

آپ نے حقیقی اسلام کو تمام آلائشوں سے صاف کرکے دنیا کے سامنے پیش کیا

اس نہایت مختصر مقالہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کام کو پیش کرنا اور اس کام کی الجھی ہوئی جزئیات اور تفصیلات کو واضح کرنا دریا کو کوزے میں بند کرنا ہے کیونکہ ایک زوال پذیر قوم کے اجتماعی نظام کا احیاء کرنا معمولی بات نہیں اور نہ ہی ایک زوال آمادہ قوم کے اندر یہ احساس پیدا کرنا کہ اسکا نظام حیات محض اپنی روحانی اور اخلاقی قوت سے دنیا پر غالب آ سکتا ہے ایک چھوٹی بات ہے، یہ ایسی چیزیں ہیں جنہیں پیش کرنے کے لئے دفتر چاہئیں تاہم نہایت اختصار کے ساتھ حضور علیہ السلام کا کام درج ذیل ہے اس اجمال ہی سے تفصیل کا اندازہ کر لیا جائے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت سے بہت پہلے قرآن مجید مسلمان کی سماجی اور اجتماعی زندگی سے نکل چکا تھا اور قرآن و حدیث کی جگہ فقہ اسلامی نے لے لی تھی اور مسلمان زمانہ اور حالات کے مطابق بجائے قرآن و حدیث کی طرف رجوع کرنے کے چار اماموں میں سے کسی ایک کی طرف رجوع کرتے تھے جس سے اسلام کی شکل قریباً مسخ ہو چکی تھی اور دنیا اسلام فقہ اس فقہی جمود کو دیکھ رہی تھی۔ قریباً پس منظر بن چکا تھا حضرت موعود علیہ السلام کا یہ عظیم الشان کارنامہ ہے کہ آپ نے قرآن مجید کو سب چیزوں پر مقدم کیا اور اسکے بعد حدیث کو رکھا اور فقہ کو ان دونوں کے ماتحت کیا۔

حضرت مسیح موعود کی آمد سے پہلے مسلمان اجتہاد کا دروازہ بند کر چکے تھے وہ دروازہ جسے حضرت نبی کریم صلعم نے خود کھولا تھا مسلمانوں نے تیسری صدی ہجری کے بعد بند کر دیا جس کی وجہ سے مسلمانوں نے قرآن مجید پر فکر کرنا چھوڑ دیا اور اپنے روزمرہ مسائل میں قرآن مجید کی طرف رجوع کرنا ترک کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جہاں ان کے قوائے عقلیہ اور فکریہ میں جمود آیا تو ساتھ ہی انکے سماجی اور اجتماعی نظام میں بھی جمود آ گیا اور یہ نظام زمانہ کی رفتار کے مطابق حرکت نہ کر سکا آپ کا یہ بہت بڑا کارنامہ ہے کہ آپ نے اس جمود کو توڑ کر حرکت پیدا کی تاکہ یہ نظام بجائے ماضی کے زندان میں بند رہنے کے حال اور مستقبل پر فتوحات حاصل کر سکے۔

تیسرا کارنامہ آپ کا یہ ہو کہ آپ نے خدا اور رسول اور کلام الٰہی پر قلوب کے اندر ایک زندہ ایمان پیدا کیا جس سے مسلمانوں کا خدا، رسول اور کلام الٰہی سے ایک زندہ تعلق قائم ہوا جو دین اسلام کی اشاعت اور تقویت کا باعث ہوا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک بہت بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے اس غلط خیال کو دور فرمایا کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے معاندین اسلام اس خیال کو رنگ آمیزی کے ساتھ دنیا میں پیش کر کے اسلام کے خلاف نفرت پیدا کرتے رہے تھے کہ اسلام میں روحانی اور اخلاقی قوت نہیں جس کے زور سے وہ دنیا میں پھیل سکے بلکہ یہ اپنی قوت کے زمانہ میں تلوار کے زور سے پھیل گیا لیکن حضرت صاحب نے دلائل اور براہین سے اس بات کو ثابت کیا کہ اسلام پہلے بھی اپنی روحانی اور اخلاقی قوت سے پھیلا اور آج بھی اسی قوت سے دنیا پر غلبہ حاصل کرے گا۔

مسلمانوں کے اندر یہ خیال قریباً قریباً راسخ ہو چکا تھا کہ اللہ تعالیٰ آج بھی اپنے صالح بندوں سے کلام کرتا ہے جس طرح وہ پہلے کیا کرتا تھا چنانچہ مسلمانوں ... اسی کی وجہ سے سلسلہ نبوت کی صداقت بھی مشتبہ ہو رہی تھی کیونکہ جب تک دنیا کے سامنے اس زمانہ کا کوئی روحانی اور صوفیانہ تجربہ موجود نہ ہو تو دنیا کو کیسے یقین آ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ واقعی انبیاء سے کلام کرتا رہا ہے حالانکہ حدیث میں بصراحت یہ الفاظ موجود ہیں رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء اس امت میں ایسے لوگ ہونگے جو گو نبی نہ ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ ان سے کلام کریگا لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سلسلہ نبوت کی صداقت پر گواہی دی کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے کلام کرتا ہے گو میں نبی نہیں کیونکہ خاتم النبیین کے بعد نیا اور پرانا کوئی نبی نہیں آ سکتا مگر محدث ہوں۔ یہ بھی حضرت صاحب کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔

اسلام میں ختم النبوت کا مسئلہ بطور ایک بنیادی پتھر کے ہے جس طرح مسئلہ توحید بطور ایک بنیادی اصول کے ہے لیکن سب مسلمان قائل تھے کہ آنحضرت صلعم کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ تشریف لائیں گے لیکن آپ نے اس مسئلہ کو صاف کیا اور ثابت کیا کہ آنحضرت صلعم کے بعد نہ کوئی نیا نبی آ سکتا ہے نہ پرانا یہ بھی آپ کا ایک کارنامہ ہے۔

ہر شخص جو تاریخ اسلام سے واقف ہے وہ بخوبی جانتا ہے کہ اسلام تبلیغ اور اشاعت کے ذریعہ پھیلا لیکن مسلمان اٹھارویں صدی سے بھی پہلے اس فریضہ کو بالکل فراموش کر چکے تھے آپ نے ایک زبردست تبلیغی نظام قائم کیا جس نے اپنی شاخیں مغرب اور مشرق میں قائم کیں اور اس تبلیغی نظام کو اللہ تعالیٰ نے بہت بڑی کامیابی عطا فرمائی۔

ان سب کارناموں کے علاوہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کارنامے ہیں لیکن جگہ کی قلت کی وجہ سے انہیں پیش نہیں کیا جا سکتا اس مقالہ کے لئے اتنی ہی باتیں کافی ہیں اور ویسے بھی یوم وصال کے موقعہ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کام اور شخصیت کے تمام پہلوؤں کو پیش کیا گیا ہوگا۔ امید ہے کہ یہ سب باتیں نہایت تفصیل کے ساتھ جماعت کے تمام حلقوں کے سامنے آ گئی ہوں گی اور غیر از جماعت اصحاب بھی ان سے مستفید ہوئے ہونگے۔

ڈاکٹر بشارت احمد نمبر کے متعلق ایک نہایت ضروری اعلان

گذشتہ پرچہ میں اعلان ہوا تھا کہ ڈاکٹر بشارت احمد نمبر یکم جون کو شائع ہوگا لیکن بعض حالات کے پیش نظر یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ یہ نمبر بجائے یکم جون ۱۹۴۳ء کے ۲۴ جون ۱۹۴۳ء کو شائع ہوگا خریداران پیغام صلح مطلع رہیں۔ مضمون نگار حضرات کے لئے اب وقت کافی ہے انہیں چاہئے کہ وہ اپنے مضامین ازراہ مہربانی ۱۵ جون تک دفتر اخبار پیغام صلح میں ضرور بھجوا دیں۔
مضامین مختصر اور جامع ہونے چاہئیں

(مدیر)

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی طبیعت علیل ہے۔ چنانچہ حضرت ممدوح علالت کی وجہ سے گذشتہ جمعہ مسجد احمدیہ بلڈنگس لاہور میں تشریف نہ لا سکے اور ہم احباب جماعت تک حضرت کا خطبہ جمعہ پہنچانے سے محروم رہے احباب سلسلہ حضور قلب سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کو صحت کامل عطا فرمائے۔ آمین۔

— اخویم مکرم جناب ڈاکٹر الٰہ بخش صاحب کی صاحبزادی ابھی تک بیمار ہے اس کی صحت کیلئے احباب سلسلہ دعاؤں کو جاری رکھیں۔

— چودھری غفور احمد صاحب ولد چودھری غضنفر علی صاحب بدوملہی لکھتے ہیں کہ میرے بہنوئی چودھری نذیر احمد صاحب باجوہ جن کے متعلق اخبار میں بارہا دعا کے لئے لکھا گیا، محاذ تیونس سے رخصت پر بخیر و عافیت واپس گھر پہنچ گئے ہیں، فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ چودھری صاحب اگرچہ جماعت میں شامل نہیں تاہم انہوں نے مبلغ -/۵۰ روپے انجمن کو مرحمت فرمائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ چودھری غفور احمد صاحب اور ان کی والدہ ماجدہ کی خدمت میں مبارکباد عرض ہے۔

تعلیمی پرنٹنگ پریس لاہور میں باہتمام ... پرنٹر پبلشر ... دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا

شذرات

(از محمد انعام الحق)

ریاست جے پور کا ایک غیر منصفانہ قانون

معزز معاصر "دلچسپ" فتح پور کا بیان ہے کہ:
"ریاست جے پور راجپوتانہ میں کوئی قوم بیوہ کا عقد ثانی نہیں کر سکتی۔ جو کرے وہ سزا پاوے۔ اگر کوئی مسلمان کسی بیوہ سے عقد کرنا چاہتا ہے تو وہ علاقہ غیر میں جا کر کرتا ہے"
(۲۴ فروری سنہ ۱۹۴۳ء)

اگر مندرجہ بالا بیان صحیح ہے تو ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ ریاست جے پور کا یہ قانون نہایت ہی نامناسب غیر منصفانہ اور اسلامی نقطۂ نظر سے قطعی طور پر ناقابل قبول ہے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جے پور ایک ہندو ریاست ہے ہندو دھرم اور ہندو روایات عقد بیوگان کی اجازت نہیں دیتیں، بلکہ بیوائیں کو ساری عمر سوگ اور تجرد میں بسر کرنے پہ مجبور کرتی ہیں خواہ اس کی وجہ سے انہیں انتہائی مصائب اور ناگفتہ بہ اخلاقی مفاسد ہی سے کیوں نہ دوچار ہونا پڑے ـــــ جیسا کہ اکثر دیکھنے میں آتا رہتا ہے۔ لیکن مسلمان اور بعض دوسری قومیں اپنے مذہبی احکام یا قومی روایات وضروریات کی بناء پر عقد بیوگان کی ممانعت کو ناجائز اور ظالمانہ سمجھتی ہیں۔

اگر ریاست جے پور کا مذکورہ بالا قانون صرف ہندوؤں کے لئے ہوتا تو ایک حد تک اس کی وجہ جواز سمجھ میں آسکتی تھی لیکن ہندوؤں کے ساتھ مسلمانوں کو بھی خواہ مخواہ اس کا پابند کرنا صریح زیادتی ہے۔ ہمیں حیرت ہے کہ اس بیسویں صدی میں ایسا انصاف سوز قانون موجود ہے اور اسے منسوخ کرانے کی کوئی کوشش نہیں ہوتی ہم ہز ہائی نس مہاراجہ جے پور اور ان کے روشن خیال و با تدبیر وزیر اعظم امین الملک سر مرزا اسماعیل بالقابہ کی خدمت میں درخواست کرتے ہیں کہ اگر وہ سر دست اس قانون کو منسوخ نہیں کر سکتے تو کم از کم مسلمانوں اور غیر ہندو قوموں کو اس سے مستثنیٰ ضرور کر دیں۔

محمودی خوش کلامیوں کا نمونہ

چند ہفتے ہوئے محمودی رسالہ "فرقان" کا جو نام نہاد "خلافت نمبر" شائع ہوا ہے اس میں بھی ہمارے ان "مہربانوں" نے اپنے شیوۂ قدیم کے مطابق دلائل و معقولیت کی کمی کو غلط بیانیوں، دشنام طرازیوں، مغالطہ انگیزیوں اور افترا پردازیوں سے پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کے صفحہ ۳۲ پر "خلافت ثانیہ کی حقانیت پر ایک عظیم الشان اور جامع نشان" کے طول طویل عنوان سے ایک مضمون چھپا ہے جس میں مولوی فاضل مضمون نگار صاحب نے جناب میاں صاحب کی ۱۹۲۴ء والی "تبلیغ یورپ" کو ان کی "خلافت" کی صداقت کا عظیم الشان اور جامع نشان ثابت کرنے کی مضحکہ خیز کوشش فرمائی ہے۔ انداز بیان ذرا ملاحظہ ہو:-

"اور جب حضور (یعنی میاں صاحب) اس سفر پر روانہ ہو گئے تو اہل پیغام نے جل بھن کر یہ کہنا شروع کیا ...." (صفحہ ۳۸)

"...... کسی خلیفہ کے بطور مسافر نزول کی پیشگوئی کے پورا ہونے سے غیر مبائعین کے تن بدن میں کیسی آگ لگی تھی ......" (ایضاً)

اس مضمون میں مولوی فاضل مضمون نگار صاحب محمودی "خلافت" کی حقانیت پر "عظیم الشان اور جامع نشان" تو کوئی پیش نہ کر سکے البتہ خود یہ مضمون محمودی "اخلاق و شرافت" اور محمودی "صداقت و معقولیت" کا ایک واضح ثبوت ضرور ہے ـــــ جناب میاں صاحب نے اپنے مبلغوں کو ایک نجس جانور سے تشبیہہ دیتے ہوئے جس خیال کا اظہار فرمایا تھا وہ کچھ بنی بر حقیقت ہی معلوم ہوتا ہے۔

یہ عرض کر دینا بھی ضروری ہے کہ ہمیں محمودیوں کے غلو اور بے راہ روی پر افسوس ضرور ہے لیکن خدا کے فضل سے جلنے بھننے کی عادت ہمیں مطلق نہیں۔ اگر مولوی فاضل مضمون نگار صاحب یا اور کوئی محمودی یہ معلوم کرنا چاہیں کہ جلنے بھننے کی کیا کیفیت ہوتی ہے اور تن بدن میں آگ لگنے وقت کس قسم کے کلمات زبان پر آیا کرتے ہیں تو وہ اپنے خلیفہ صاحب کا کوہِ غضب کے چھلکوں والا خطبہ مطالعہ فرمائیں انشاء اللہ پورا نقشہ اور ہو بہو تصویر ان کی آنکھوں میں آ جائے گی۔

ملکہ میری اور جنگ

ملک معظم کی والدہ محترمہ ملکہ میری، آج کل انگلستان کے ایک دیہاتی علاقہ میں مقیم ہیں بڑھاپے اور اس گوشۂ تنہائی کے باوجود وہ ملک و قوم کی خدمت سے غافل نہیں ہیں۔ جنگ میں کامیابی آجکل انگریز قوم کا سب سے بڑا مقصد ہے۔ ملکہ میری بھی اس مقصد کے حصول میں اپنی طاقت کے مطابق ہمہ تن مصروف ہیں۔ مرکزی اطلاعات مظہر ہیں کہ:-

"ملکہ میری نے محل کے بڑے ہال میں ملکہ کی طرف سے فوجیوں کو سینما دکھایا جاتا ہے ..... اس دیہاتی ماحول میں ملکہ کی دلچسپیوں میں سے ایک دلچسپی ردی جمع کرنا بھی ہے۔ جب سے یہ سلسلہ شروع ہوا ہے ملکہ میری نے ہر طرح کی ردی جمع کی ہے۔ سواری پر راستے سے گذرتے ہوئے کہیں کوئی ردی چیز ملی ہے تو ملکہ نے سواری روک کر اسے اٹھوایا اور دیہات کے ردی خانے میں جمع کرا دیا۔ دیہاتی علاقہ میں فوجیوں کی بہبودی اور ان کی آسائش و تفریح میں ملکہ کا سارا وقت گذرتا ہے ...... شام کو وہ بالعموم پاس کے جنگل میں جاتی ہیں اور زمین کو قابل کاشت بنانے کے لئے درخت کاٹتی ہیں اور ایندھن جمع کرتی ہیں تاکہ کوئلہ میں بچت ہو۔ اس کام کو وہ دلچسپی کے لئے نہیں بلکہ جنگی فریضہ کی حیثیت سے انجام دیتی ہیں۔"
(مرکزی اطلاعات ۱۵ اپریل سنہ ۴۳ء)

یہ اس عالی مرتبہ خاتون کا طرز عمل ہے جو دنیا کی سب سے بڑی سلطنت کے موجودہ تاجدار کی والدہ ہیں اور خود ربع صدی سے زاید عرصہ تک اسی سلطنت کی ملکہ رہ چکی ہیں ـــــ زندہ اور صاحب احساس قوموں کا یہی ایک وصف ہے کہ ان کے کسی فرد کو قومی بھلائی کی خاطر کسی کام میں تامل و عار نہیں ہوتا ـــــ ملکہ میری کی اس مثال میں ہماری قوم کے بڑوں اور چھوٹوں سب کے لئے ایک مؤثر اور حیات بخش سبق موجود ہے کاش ہم اسے سیکھیں اور اس پر عمل کریں۔

مدرسہ دیوبند کی افسوسناک حالت

اخبارات سے معلوم ہوا ہے کہ آج کل مدرسہ دیوبند میں خانہ جنگی کا زور ہے اور بہت افسوسناک واقعات پیش آ رہے ہیں۔ مدرسہ کے منتظمین و اساتذہ کے باہمی اختلاف کی وجہ سے حالت بد سے بدتر ہوتی جا رہی ہے۔ ضبط و نظم کی کمزوری سے بھی بہت سی خرابیاں پیدا ہو چکی ہیں۔ طلبہ گستاخ و خود سر ہو کر آئے دن ہنگامے برپا کرتے رہتے ہیں اور اکابر دیوبند کا اختلاف اس آگ پر متواتر تیل چھڑکتا رہتا ہے۔ انہی واقعات سے بیزار ہو کر مدرسہ کی مجلس منتظمہ کے حیدر آبادی ارکان حال ہی میں مستعفی ہو چکے ہیں۔ ہم اکثر علمائے دیوبند کی صداقت دشمنی، تکفیر نوازی، تاریک خیالی اور قدامت پسندی کے بجا طور پر شاکی رہے ہیں لیکن بہرحال دیوبند عربی علوم کا ایک مرکز ہے جو موجودہ حالت میں نہ سہی طریق تعلیم و نصاب میں تبدیلی اور اصلاح خیالات و عقائد کے بعد مفید ہو سکتا ہے۔ اس لحاظ سے ہمیں اختلاف کے باعث موجودہ حالت پر افسوس ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ بہتر حالات پیدا کرے ارباب دیوبند کو اصلاح کی توفیق دے اور یہ مدرسہ تباہی سے بچ جائے۔

اختلاف و انتشار کی بڑی وجہ صدر مولوی حسین احمد صاحب مدنی کی کانگریس نوازی بیان کی جاتی ہے۔ وہ مدرسہ سے باہر درس کی غالباً نہایت وفاداری کے ساتھ مدرسہ کے اندر بھی طلبہ میں کانگریسی خیالات اور گاندھی ازم کا پرچار کرتے اور انہیں کانگریسی تحریکات میں حصہ لینے کی ترغیب دیتے رہتے ہیں مدرسہ کے دوسرے ذمہ دار حضرات ان کی اس روش و مشغلہ کو پسند نہیں کرتے یہی اختلاف مدرسہ کی بربادی کا باعث بن رہا ہے ہمارا شروع ہی سے یہ خیال و مسلک ہے کہ علمی و دینی مدارس اور تبلیغی جماعتوں کو عملی سیاسیات سے بے تعلق رہنا چاہئے ورنہ انہیں وہ یکسوئی یکجہتی اور انہماک میسر نہیں ہو سکتا جو کہ درس و تدریس اور تبلیغ حق کے لئے ضروری ہے اسی بنا پر ہم نے محمودی جماعت کو سیاسیات میں حصہ لینے سے ہمیشہ روکا ہے۔ لیکن سیاسیات کا چسکا کچھ ایسا ہے کہ بقول جناب میاں محمود ایک دفعہ یہ خون منہ کو لگ جائے تو پھر چھٹتا نہیں۔

بیگم مولانا عبد الرزاق صاحب مرحوم حیدر آباد دکن

اچھی مثالیں اور نیک نمونے دوسروں کو نیکی اور بھلائی کی ترغیب دیتے ہیں۔ یہ زبانی وعظوں اور لیکچروں سے ہزار درجہ مؤثر ہوتے ہیں۔ اسی خیال کے ماتحت ہم جماعت حیدر آباد دکن کی ایک بزرگ محترم خاتون بیگم مولانا عبد الرزاق صاحب کے جذبۂ اسلامی اور خدمات دینی کا مختصر ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ امید ہے خواتین سلسلہ اس سے فائدہ اٹھائیں گی اور اس نیک مثال کی تقلید کی کوشش کریں گی۔

بیگم صاحبہ محترمہ ایک دیندار و پابند صوم و صلوٰۃ، مخیر اور غریب نواز خاتون ہیں ان اوصاف حمیدہ کے علاوہ ان کا ایک بڑا قابل ذکر وصف جو کہ صاحب اولاد احمدی خاتون کو اپنے اندر پیدا کرنا چاہیئے یہ ہے کہ انہوں نے عمدہ تربیت اور اپنے اچھے نمونے کے ذریعہ اپنی اولاد کے دل میں دین کی سچی محبت اور خدمت اسلام کا زبردست جذبہ پیدا کر دیا ہے۔ مولانا عبد الرزاق صاحب کا خاندان صحیح معنوں میں ایک احمدی گھرانہ ہے۔ اس میں مولانا موصوف کی نیکی و تقویٰ اور دعاؤں کے ساتھ ان کی بیگم صاحبہ کی عمدہ تربیت کو بھی بہت زیادہ دخل ہے کئی سال ہوئے انہوں نے اپنے ایک لائق، نوجوان اور سعید الفطرت بیٹے مولوی عبد المجید صاحب کو خدمت دین کے لئے وقف کر دیا۔ وہ نہایت کامیابی کے ساتھ یورپ میں تبلیغ اسلام کر رہے ہیں۔ ان کے باقی برسر روزگار صاحبزادے انجمن کی اکثر تحریکات میں نمایاں حصہ لینے کے علاوہ پوری باقاعدگی کے ساتھ چندہ ماہوار ادا کرتے ہیں۔ ان کی صاحبزادی کی بھی یہی کیفیت ہے۔ گذشتہ ایک سال

حضرت اقدس مرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ السلام کا معجزانہ کارنامہ

مذہب اسلام کو ایک سائنس ثابت کر کے دکھایا

از قلم حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم و مغفور

سائنس کا زمانہ } آج سائنس کا زمانہ ہے خشک فلسفہ نہیں چلتا۔ ہر ایک پڑھا لکھا آدمی محض زبانی دلائل سے تسلی نہیں پکڑتا بلکہ یقین کے لئے مشاہدہ اور تجربہ کو بھی دلائل کے ساتھ ضروری سمجھتا ہے۔ اس زمانہ میں اس معیار پر جو چیز پوری نہیں اترتی وہ رد کر دی جاتی ہے۔ یہی حال مذہب کا ہوا یورپ کے سائنسدانوں کو مذہب میں سب سے پہلے جس مذہب سے سابقہ پڑا وہ مسیحیت تھی۔ وہاں مشاہدہ اور تجربہ تو دور رہا دلائل عقلی بھی موجود نہ تھے۔ نتیجہ یہ کہ مسیحیت کو ایک پرانا ڈھکوسلا قرار دیکر رد کر دیا گیا۔ چونکہ اہل یورپ کے دماغوں میں سوائے مسیحیت کے اور کوئی مذہب سمایا نہ تھا اسلئے مسیحیت کی ناکامی نے مرے سے مذہب کو ہی اہل علم طبقہ کی نظروں سے گرا دیا اور یورپ میں مادہ پرستی کا دور دورہ ہو گیا۔ ایشیا میں جو مذاہب کا گہوارہ کہلاتا ہے ہندو مذہب اور بدھ مت بت پرستی کا مرقع بنے ہوئے تھے، اور یہودیت اور مجوسیت ایک خاص قوم میں محدود اور چند رسومات کا مجموعہ بن کر رہ گئے تھے۔ اسلام کی پادریوں نے اہل یورپ کے سامنے ایسی بری تصویر کھینچ رکھی تھی کہ کسی نے اس کی طرف توجہ کرنا ضروری نہ سمجھا۔ خود مسلمانوں کے اندر سے اسلام کی روحانیت اس قدر کمزور پڑ گئی تھی اور یورپ کی مادیت نے انہیں اس قدر مرعوب کر رکھا تھا کہ اگر اہل یورپ نے اسلام کی طرف توجہ نہ کی تو مسلمانوں نے بھی اسے ان کے سامنے پیش کرنے کی جرأت نہ کی بلکہ مغرب زدہ تعلیمیافتہ مسلمانوں نے ملانوں کے اسلام کو اس قدر غیر معقول پایا کہ یورپ کے اہل علم طبقہ کے سامنے اس کا اعتراف کرنا بھی باعث شرم سمجھا۔ ان حالات میں ظاہر ہے کہ تمام عالم میں مذہب کی جڑیں کھوکھلی ہو گئیں اور وہ ایک اقوام پارینہ بنکر رہ گیا۔

ایک گمنام بستی اور گمنام رجل عظیم } جب دنیا اس مذہبی کے دور میں سے گذر رہی تھی تو مرزا غلام احمد ایک گمنام آدمی نے جسے اس زمانہ کے فلسفہ اور سائنس کی ہوا بھی نہ لگی تھی اور جو اس زمانہ کی تہذیب سے بہت دور ایک گمنام گاؤں قادیان میں پڑا ہوا تھا ایک عجیب و غریب آواز بلند کی وہ یہ کہ مذہب ایک حقیقت اور یہی ہے خود ایک سائنس ہے۔ اگر سائنس کی مادی یا نیچرل فلاسفی مخلوق سے ان قوانین کا علم دیتی ہے جن سے داخل کر کے انسان اس کائنات مادی پر حکومت کر سکتا ہے تو مذہب بھی ایک نیچرل فلاسفی ہے جو انسان کو خالق کے ان قوانین کا علم دیتا ہے جن کی اتباع کر کے انسان خالق سے تعلق جوڑ سکتا ہے اور اپنی الٰہی خلافت اور کائنات پر حکومت کو تکمیل تک پہنچا سکتا ہے۔

نفس اور کائنات پر حکومت } اگر ایک ظاہری قوانین کا علم ہے جس سے مخلوق پر حکومت کی جا سکتی ہے تو دوسرا باطنی یا روحانی قوانین کا علم ہے جس سے انسان اپنے نفس اور اسکے تمام جذبات اور خواہشات پر حکومت کر سکتا ہے اور یہ دوسری بات پہلی بات سے زیادہ مشکل ہے جب تک مادی سائنس کے ساتھ ساتھ یہ روحانی سائنس بھی حاصل کی جائے۔ انسان کی خلافت ظاہری اور باطنی دونوں رنگ میں اپنی تکمیل تک نہیں پہنچ سکتی اگر فقط مادی سائنس کا علم ہی حاصل ہو اور روحانی سائنس سے کوئی تعلق نہ ہو تو یہ مادی سائنس انسان کے لئے باعث فتنہ و فساد اور موجب ہلاکت بن کر رہ جاتا ہے۔ بڑے بڑے سائنسدان جو قدرت کی قوتوں پر حکومت کرتے ہیں اکثر اپنے نفس کے جذبات کے غلام ہوتے ہیں۔ پس انسان کی اس ادھوری حکمت کا انجام آگ ہے خواہ وہ زمین میں فتنہ و فساد اور خونریزی یا بدکاریوں اور بدعہدیوں کی شکل میں ظہور پذیر ہو یا آخرت میں جہنم کی شکل میں نظر آئے۔ اسی ظاہری پہلو کو دیکھکر انسان کی تخلیق پر ملائکہ نے اللہ تعالیٰ کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ اتجعل فیھا من یفسد فیھا ویسفک الدماء کیا تو زمین میں ایسی مخلوق پیدا کرنے لگا ہے جو زمین میں فساد پھیلائے اور خونریزی کرے؟ لیکن اللہ تعالیٰ کی نظر میں چونکہ انسان کی روحانی ترقیات بھی تھیں اسلئے فرمایا انی اعلم ما لا تعلمون کہ بیشک میں وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے چنانچہ اسی روحانی پہلو کو نشوونما دینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی انسان کو وہ علم سکھایا جس نے اسے ملائکہ پر بھی فوقیت دیدی۔

اسلام اور دیگر مذاہب } اسی علم کا نام مذہب ہے جس پر عمل کرنیوالا انسان مسجود ملائکہ بن جاتا ہے اور انہی مذہبی قوانین کی فرمانبرداری کا نام اسلام ہے اور یہ اب اپنی اصلی اور کامل شکل میں فقط قرآن کریم اور حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی سنت میں زندہ اور الاسلام کے نام سے دنیا میں موجود ہے۔ باقی تمام مذاہب مردہ ہو چکے ہیں۔ ان کے قوانین چونکہ وقتی اور مقامی اور قومی تھے اسلئے ان کی ضرورت ایسے مذہب کے مقابلہ میں جو تمام زمانوں اور تمام قوموں کیلئے آیا تھا باقی نہ رہی تھی۔ اسلئے وہ مر گئے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ ان کی پیروی سے اب وہ مقاصد حاصل نہیں ہوتے جو مذہب کی غرض و غایت تھی۔ اب فقط الاسلام ہی وہ مذہب ہے جو زندہ ہے اور اپنی اصلی شکل میں موجود ہے۔ جس کے قوانین پر عمل کرنے سے آج وہ تمام نتائج ظہور پذیر ہونے لگتے ہیں جو مذہب کی اصل غرض و غایت ہیں۔ یہی اسلام سیالکوٹ میں کس خوبصورتی سے حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب فرماتے ہیں:۔

تجدید اور اسلام } "دنیا کے مذاہب پر اگر نظر کی جائے تو معلوم ہوگا کہ بجز اسلام ہر ایک مذہب اپنے اندر کوئی نہ کوئی غلطی رکھتا ہے اور یہ اسلئے نہیں کہ درحقیقت وہ تمام مذاہب ابتدا سے جھوٹے ہیں بلکہ اس لئے کہ اسلام کے ظہور کے بعد خدا نے ان مذاہب کی تائید چھوڑ دی، اور وہ ایسے باغ کی طرح ہو گئے جس کا کوئی باغبان نہیں اور جسکی آبپاشی اور صفائی کیلئے کوئی انتظام نہیں، اسلئے رفتہ رفتہ ان میں خرابیاں پیدا ہو گئیں، تمام پھلدار درخت خشک ہو گئے اور ان کی جگہ کانٹے اور خراب بوٹیاں پھیل گئیں، اور روحانیت جو مذہب کی جڑ ہوتی ہے وہ بالکل جاتی رہی اور صرف خشک الفاظ ہاتھ میں رہ گئے مگر خدا نے اسلام کے ساتھ ایسا نہ کیا۔ اور چونکہ وہ چاہتا تھا کہ یہ باغ ہمیشہ سرسبز رہے اس نے ہر صدی کے سر پر اس باغ کی نئے سرے سے آبپاشی کی اور اسکو خشک ہونے سے بچایا.... مگر دوسرے دینوں کو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ تجدید نصیب نہیں ہوئی اسلئے وہ سب مذہب مر گئے اور ان میں روحانیت باقی نہ رہی اور بہت سی غلطیاں ان میں ایسی جم گئیں جیسے بہت مستعمل کپڑے پر جو کبھی دھویا نہ جائے میل جم جاتی ہے۔"

حضرت اقدس مرزا صاحب کی خدمات

غرض کہ حضرت مرزا صاحب نے اہل علم طبقہ کے سامنے مذہب کے وجود کو ایک روحانی سائنس کے رنگ میں پیش کر کے ساتھ ہی یہ بھی بتلایا کہ آج صرف اسلام ہی وہ مذہب ہے جو اس کسوٹی پر پورا اتر سکتا ہے کیونکہ وہی ایک ہے جو مذہب کو اپنی صحیح اور کامل شکل میں پیش کرتا ہے۔ پھر آپ نے اپنی متعدد تصانیف میں وہ تمام دلائل تحریر فرمائے جو ایک سچے مذہب پر فلسفیانہ رنگ میں پیش کرنے ضروری تھے لیکن دعویٰ یہ تھا کہ اسلام بجائے خود ایک روحانی سائنس ہے تو اس کے ثبوت کے لئے یہ بھی ضروری تھا کہ اس بارے میں مشاہدات اور تجربات کو بھی پیش کیا جاتا۔ چنانچہ آپ نے اس امر کے لئے اپنے آپ کو بطور نمونہ پیش کیا اور بتلایا کہ میں نے تجربہ اور مشاہدہ کے ذریعہ مذہب کو ایک حقیقت اور اسلام کو سچا پایا اور وہ تمام ثمرات اور انعامات الٰہیہ حاصل کئے جو ان قوانین پر عمل کرنے سے حاصل ہونے چاہئیں اور جن کی نفس انسانی کی تکمیل اور صحیح معنوں میں خلافت الٰہیہ کے حصول کے لئے ضرورت ہے۔ پس اسلام کسی نظریہ کا نام نہیں کہ اسمیں احتمال کسی غلطی کا ہو سکے۔ بلکہ یہ ایک صداقت ہے جو تجربہ سے ثابت ہے جس کسی کا دل چاہے میرے پاس آکر رہے اور میری نگرانی میں ان قوانین پر عمل کر کے تجربہ کر لے۔ ملاحظہ ہو کس زور سے تمام اہل مذاہب اور اہل علم طبقہ کو دعوت دیتے ہیں اور فرماتے ہیں:۔

کلام مسیح موعود

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دیں دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہم نے
کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشاں دکھلائے
یہ ثمر باغِ محمدؐ سے ہی کھایا ہم نے
ہم نے اسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا
نور ہے نور اٹھو دیکھو سنایا ہم نے
اور دینوں کو جو دیکھا تو کہیں نور نہ تھا
کوئی دکھلائے اگر حق کو چھپایا ہم نے
تھک گئے ہم تو انہی باتوں کو کہتے کہتے
ہر طرف دعوتوں کا تیر چلایا ہم نے
آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے
آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے
لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے
مصطفیٰ پر ترا بیحد ہو سلام اور رحمت
اس سے یہ نور لیا بارِ خدایا ہم نے

روحانی تجربہ } یہ وہ باتیں ہیں جو کسی مولوی اور مشائخ میں آج کے زمانہ میں نہیں پائی جاتیں۔ آج اس سائنٹفک اور مادہ پرستی کے زمانہ میں جب مشاہدہ اور تجربہ پر تمام علوم حقہ کا دار و مدار ہے۔ محض قال انسان کے دل میں یقین اور تسلی نہیں پیدا کر سکتا جب تک کہ کوئی صاحب مشاہدہ و تجربہ اہل حال اٹھ کر یہ اعلان نہ کرے کہ میں نے ان اصول پر چل کر جو اسلام نے سکھائی ہیں، اس زندہ خدا کو پا لیا جو اس تمام کائنات کا خالق و مالک ہے اور میں نے اسلام کو مشاہدہ اور تجربہ سے سائنس کی طرح ایک حقیقت اور صداقت پایا ہے جس کسی کا دل چاہے آئے اور میرے پاس رہکر اپنی تسلی کر لے۔ اسی بات کو کس زور اور تحدی کے ساتھ ان اشعار میں پیش کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں:۔

اے مزور گر بیائی سوئے ما
در وفا رخت افگنی در کوئے ما
در سر صدق و ثبات و تمخوری
روزگارے در حضور ما بری
عالمے بینی زبانی نشان
سوئے رحمان خلق و عالم را کشان
گر خلاف واقعہ گفتم سخن
راضیم گر تو سر ببُری ز تن
راضیم گر خلق بردارم کشند
از سر کیں با صد آزارم کشند
راضیم گر باشدم این کیفرے
خوں رواں بر خاک افتادہ سرے
راضیم گر مال و جان و تن رود
و آنچہ از قسم بلا بر من رود
لیک گر تو زین سخن تابی سرے
بر تو محو تفریب و تب اہرمنے

(باقی صفحہ ۱۰)

حضرت اقدس علیہ السلام کی صحبت میں

ذکرِ حبیب کم نہیں وصلِ حبیب سے

{از جناب مولانا مصطفیٰ خاں صاحب}

اگست ۱۹۰۴ء کا مہینہ تھا۔ سکولوں میں موسمی چھٹیاں ہو چکی تھیں۔ ہمارے گھر میں پٹیالہ سے وطن جانے کے لئے مشورہ ہوا، تو مصارف کے ڈر سے صلاح رہ گئی، اتنے میں قادیان کے اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی کہ حضرت اقدس لاہور میں قیام فرما ہیں اور پندرہ روز تک وہیں ٹھہریں گے۔ اس خبر سے ہمارے دلوں میں پھر وطن جانے کی گدگدی ہوئی، کہ اس سے حضرت اقدس کی زیارت بھی ہو سکے گی۔ چہ خوش بود کہ برآید بیک کرشمہ دو کار

(۲)

غرض ہم سب لوگ عازم لاہور ہوئے۔ حضرت اقدس دہلی دروازہ کے باہر میاں چراغدین صاحب مرحوم کے احاطہ میں مقیم تھے اس وقت یہ حجازی عمارت جو اب دہلی دروازہ کے باہر بنی ہوئی ہے نہ تھی۔ بلکہ یہ جگہ چٹیل میدان تھی، ایک دو شیشم کے درخت اس میں تھے اور لوگ یہاں علی العموم اِکے اور بنڈ گاڑیاں جن کو شکرم کہتے تھے ٹھہراتے تھے، اس میدان کے سامنے دکانیں تھیں۔ یہاں حضرت مولانا نور الدین صاحب اور حضرت مولوی عبد الکریم صاحب بیٹھا کرتے تھے۔ والد مرحوم اور ہم حاضر ہوئے تو مولوی نور الدین صاحب اور مولوی عبد الکریم صاحب نہایت تپاک سے ملے۔ مولوی نور الدین صاحب اس وقت شیخ عبد الرحمان صاحب امرتسری سیاح مصر کی کتاب "عربی بول چال" کا مسودہ ملاحظہ فرما رہے تھے۔ دیکھتے دیکھتے ایک دفعہ نظر اٹھا کر فرمایا کہ عبد الرحمن میں یہ عادت بہت اچھی ہے کہ جو کچھ لکھتا ہے پہلے دکھا لیتا ہے، مولوی عبد الکریم صاحب نے والد مرحوم سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ آج کل زمیندار کہاں ہے؟ یہ اشارہ تھا میرے ماموں منشی سراج الدین احمد صاحب کی طرف کہ وہ ایڈیٹر زمیندار تھے اور مولوی صاحب مرحوم سے دیرینہ مراسم رکھتے تھے، اس وقت زمیندار کرم آباد چلا گیا تھا۔

(۳)

اس میدان میں احمدی احباب کا ایک میلہ لگا رہتا تھا، لیکن ایک عجب نظارہ اور بھی دیکھنے میں آیا، ایک شیشم (ٹہلی) کے درخت پر چڑھ کر ایک مولوی صاحب حضرت اقدس کو بے نقط گالیاں دیا کرتے تھے، دوسرے مولوی صاحب ایک ٹوٹی ہوئی شکستہ سی چھت پر کھڑے ہو کر گالیوں کا وظیفہ پڑھتے تھے۔ احمدی احباب دیکھتے تھے مگر ٹس سے مس نہ ہوتے تھے، اپنا راستہ چلے والا کبھی کبھی ان مولوی کے پاس ٹھہر جاتا اور پھر ان کی خفیف الحرکتی پر مسکراتا ہوا چلا جاتا (ایک پولیس کا سپاہی) اس میدان میں گشت کرتا رہتا۔ حضرت مولوی نور الدین صاحب نے ایک مرتبہ فرمایا کیا ہے تمہاری پولیس، سامنے لوگ گالیاں دے رہے ہیں۔ مگر تم کچھ نہیں کرتے۔ شیشم کے درخت والے مولوی صاحب کو [illegible] لاہور کے لوگ اس مناسبت سے مولوی "ٹہلی" کہنے لگے۔

(۴)

دوسرے دن جمعہ تھا، ہم جمعہ پڑھنے کے لئے آئے تو مولوی نور الدین صاحب حسب معمول تشریف فرما تھے۔ معلوم ہوا کہ مولوی عبد الکریم صاحب کو بخار ہے۔ اس لئے جمعہ مولوی نور الدین صاحب پڑھائیں گے۔ مولوی صاحب آ گئے، پہلے غسل کیا پھر جمعہ کے لئے تشریف لے گئے اور سورہ والعصر پر خطبہ دیا۔ میری تو خوشی کی حد نہ تھی، قرآن مجید کے معارف و حقائق سمجھنے کا ذوق پیدا ہو گیا تھا لیکن میں نے دیکھا کہ مولوی صاحب خطبہ دے رہے تھے تو حضرت والد مرحوم بعض وقت [illegible] پڑھتے تھے اتنے میں حضرت اقدس کی طرف سے پیغام آیا کہ آدھ گھنٹہ تک میرا انتظار کیجئے ابھی مولوی صاحب خطبہ دے ہی رہے تھے کہ حضرت اقدس تشریف لے آئے، سب لوگ تعظیماً اٹھنے لگے لیکن حضرت نے فرمایا بیٹھ جاؤ، بیٹھ جاؤ اور ساتھ ہی دست مبارک سے بیٹھ جانے کا اشارہ فرمایا لوگوں نے فوراً تعمیل کی اور حضرت اقدس نے سنتیں شروع کیں، اس وقت والد مرحوم نے حضرت اقدس کی طرف نہایت اخلاص سے دیکھا اور فرمایا "خدا کے بندے نے نیت باندھ دی"۔ حضرت اقدس سنتوں سے فارغ ہوئے تو مولوی صاحب نے خطبہ ختم کر دیا۔

(۵)

نماز جمعہ کے بعد احباب نے ایک مختصر سا سٹیج بنا دیا۔ اس پر حضرت اقدس رونق افروز ہوئے اور نواب محمد علی خاں صاحب کو اپنے پاس دائیں طرف بٹھایا، اس مجمع میں پڑھے لکھے، ان پڑھ سب ہی قسم کے لوگ موجود تھے، مگر بعض زمیندار بھی تھے جن کی وضع قطع سے معلوم ہوتا تھا کہ ابھی ہل چھوڑ کر آئے ہیں۔ غالباً ان ہی کی خاطر حضرت اقدس نے تقریر پنجابی میں شروع کی۔ حضرت کو اب پنجابی [illegible]ندری تھی۔ گھر میں حضرت بیوی صاحبہ دہلی کی تھیں جن سے اردو ہی میں گفتگو ہوتی تھی، اس لئے پنجابی حضور تکلف سے بول رہے تھے۔ میں نے اور میرے چھوٹے بھائی مولوی مرتضیٰ خاں صاحب حسن نے اس وقت بھی کہا کہ حضرت پنجابی کسی قدر تکلف سے بول رہے ہیں۔ ایک فقرہ مجھے آج تک یاد ہے:

"ایہہ لوک کہندے ہین کہ حضرت عیسیٰ زندہ آسمان دے اُتے بیٹھے ہین"

دوران تقریر میں ایک دفعہ لوگوں کی مخالفت کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ میں نے ان کا کیا بگاڑا ہے کہ مجھے مغلظ گالیاں دیتے ہیں اور گالیوں سے بھرے ہوئے خط بھیجتے ہیں، اس وقت حضور نے مسکرا کر نواب محمد علی خاں صاحب کی طرف دیکھا اور فرمایا "اب وہ گھڑا بھر گیا ہے" یہ اشارہ تھا اس گھڑے کی طرف جس گھڑے میں حضرت گالیوں کے خط ڈالتے جاتے تھے۔

(۶)

حضرت اقدس کے پنجابی میں تقریر کرنے کے اندر ایک نکتہ معرفت ہے جو میں ارباب بصیرت کے لئے لکھتا ہوں۔ پڑھے لکھے آدمی جن کے سر میں علم کا جوش اور سینہ میں اظہار قابلیت کا خروش ہوتا ہے تقریر کو اپنے علم کے اظہار کا آلہ سمجھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اپنی ہمہ دانی کا سکہ لوگوں پر جما دیں نئے نئے الفاظ اور اچھوتے محاورے بولیں اور سامعین کو ایسا مسحور کریں کہ سب کے منہ سے واہ واہ کی آوازیں نکلیں، لوگ کچھ سمجھیں یا نہ سمجھیں لیکن اتنا ضرور کہیں کہ [illegible] صاحب بلا کے بولنے والے ہیں۔ احباب کرام جانتے ہیں کہ خود ہماری احمدی جماعت میں ایسے لوگ ہیں جو کسی کارخانہ کے مزدوروں اور کسی [illegible] کے جاہلوں کے سامنے اردو میں دھواں دھار تقریر کر سکتے ہیں اور اس سے سروکار نہیں رکھتے کہ سننے والوں میں کتنے سمجھنے والے ہیں، مگر حضرت اقدس کی فطرت پاکیزہ میں نمود و نمائش کا نام و نشان نہیں وہ جب دیکھتے ہیں کہ ناظرین میں کچھ لوگ جاٹ بھی ہیں تو ان کو سمجھانے کے لئے پنجابی میں تقریر شروع کر دیتے ہیں۔ غالباً حضرت نے خیال فرمایا ہو گا کہ پڑھے لکھے تو اخبار بھی پڑھتے ہیں کتابیں بھی پڑھ سکتے ہیں۔ مگر ان زمینداروں کے لئے یہی موقع ہے کہ ان کو امر حق پہنچا دیا جائے۔ غرض حضرت اقدس کے دل میں صرف امر حق کی تبلیغ کا ولولہ ہے اپنی تقریر سے اظہار قابلیت مطلق مقصود نہیں یہی حال حضرت کی تحریر کا ہے، کہ اس سے بھی غرض امر حق کا پہنچانا ہوتا تھا، خود ایک جگہ فرماتے ہیں:—

کچھ شعر و شاعری سے اپنا نہیں تعلق
اس ڈھب سے کوئی سمجھے بس مدعا یہی ہے

تبلیغ حق کے لئے یہ غیر معمولی تڑپ ہی مامور اور غیر مامور کے درمیان امتیاز خصوصی ہے، قرآن مجید کو پڑھیں تو معلوم ہو گا کہ انبیاء ہر مقام پر یہی کہتے نظر آتے ہیں کہ

ما علینا الا البلاغ المبین

یعنی ہمارا فرض یہ ہے کہ ہم امر حق کو اس طرح پہنچا دیں کہ لوگوں کی سمجھ میں آ جائے اور اس میں کوئی تعقید نہ رہے، قرآن مجید میں جو بظاہر تکرار نظر آتا ہے اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ امر حق کو بار بار بیان کرنے سے بات دل پر نقش ہو جاتی ہے، حضرت اقدس کی تحریروں میں علی العموم تکرار اور طوالت ملتے ہیں۔ مگر اس کی اصل وجہ یہی ہے کہ حضرت چاہتے ہیں کہ کسی طرح وہ اپنے مافی الضمیر کو سب کے دلوں میں اتار دیں، ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے:—

تو نہ فہمی ہنوز این سخنم
در دلت چوں فرو شوم چہ کنم

یعنے اے مخاطب تو میری بات کو ابھی سمجھتا نہیں میں کس طرح تیرے دل میں اتر جاؤں اور کیا کروں کہ میری ہر بات تیری سمجھ میں آ جائے، تبلیغ حق کے لئے یہ فوق العادت ولولہ محض خدا کے خاص بندوں ہی میں پایا جاتا ہے۔

(۷)

میں کہاں سے کہاں پہنچ گیا، مگر خیر یہ بات بھی احباب کی خدمت میں پہنچانے کے قابل تھی، غرض حضرت تقریباً ایک گھنٹہ تک تقریر فرماتے رہے جو ہدایت و معرفت کا ایک دریا تھی اور حاضرین ہمہ تن گوش ہو کر سنتے رہے۔ تقریر ختم کر کے حضور فرودگاہ کی طرف روانہ ہوئے جو بالکل قریب تھی، اس کے دروازہ پر بھی پولیس کا ایک سپاہی حفاظت کے لئے متعین تھا، جونہی حضرت جلسہ سے باہر نکلے یہ سپاہی آپ کے ساتھ ہو گیا اور نہایت ہوشیاری سے چاروں طرف نگاہ دوڑاتا ہوا آپ کے ساتھ ساتھ چلتا رہا، مطلب یہ تھا کہ کوئی من چلا دشمن آپ پر حملہ آور نہ ہو۔ جلد ہی حضرت مکان کے اندر داخل ہو گئے اور سپاہی پھر واپس ہو کر اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا۔ لاہور والوں کو بے پر کی اڑانے میں کمال حاصل ہے، یار لوگوں نے یہ ہوائی اڑائی کہ مرزا پولیس کی حراست میں ہے۔

(۸)

کوئی گھنٹے پون گھنٹے کے بعد ہمیں اطلاع ملی کہ حضرت اقدس اپنی فرودگاہ کی درمیانی منزل کے ایک کمرہ میں تشریف لائے ہیں، راجہ غلام حیدر خاں صاحب مرحوم اس وقت آ گئے تھے اور ہم سے باتیں کر رہے تھے۔ یہ ابھی حضرت کے معتقد نہ ہوئے تھے۔ مگر جونہی یہ خبر ملی اور ہم حضرت کی زیارت کے لئے مکان کی طرف لپکے تو راجہ صاحب نے بھی نہایت شوق سے کہا کہ مجھے بھی لے چلو میں بھی حضرت کو دیکھنا چاہتا ہوں چنانچہ وہ بھی ہمارے ساتھ ہو لئے، سیڑھیوں پر چڑھے تو دیکھا ایک چھوٹا سا کمرہ ہے اس میں دری کا فرش ہے، جس پر مٹی اور گرد اٹی

پڑی ہے اور اس میں حضرت اقدس تشریف حلقہ احباب میں بیٹھے ہیں۔ ہم سب تو ذرا آگے ہو کر بیٹھ گئے مگر راجہ صاحب دہلیز کے قریب ہی کھڑے ہو گئے اور نہایت غور سے حضرت اقدس کے چہرہ مبارک کو دیکھنے لگے اور ایسے محو ہوئے کہ ٹکٹکی بندھ گئی، میرے دن لڑکپن کے تھے، میں ایک نظر حضرت صاحب کی طرف دیکھتا تو دوسری نظر راجہ صاحب کے چہرہ پر، ایمانی جوت کی طرح کھلے تھے اور دل میں خوش ہوتا کہ راجہ صاحب تو محو حیرت ہو گئے ہیں۔ حضرت اقدس کے چہرہ کی کیفیت اللہ اکبر انوار الٰہی کی بارش ہو رہی تھی، مجلی داڑھی، بلند پیشانی، گندمی رنگ گر سرخ گویا انار کا دانہ ہے، سر پر سفید ململ کا ڈھیلا ڈھالا صافہ کن پٹیوں سے سر کے پٹے بھی نظر آتے تھے کہ وہ بھی مخنی تھے۔ تصور کی عینک سے اب بھی وہ نظارہ آنکھوں کے سامنے آتا ہے تو حضرت اقدس کا یہ شعر یاد آ جاتا ہے۔

قمر منفا بلہ بار و سے شاں نیارد کرد
کہ نور او ز خور این نور از خدا باشد۔

حضرت نرم نرم لہجے میں گفتگو فرما رہے تھے ایک بڑھا جاٹ غالباً الہ پور سے آیا تھا۔ حاضر ہوا تو معذرت کرنے لگا کہ حضور میں تین چار ماہ سے چندہ بھی ادا نہیں کر سکا۔ بہت گنہگار ہوں دعا فرمایئے گا۔ وہ معذرت کر رہا تھا۔ حضرت حیا سے دبے جا رہے تھے اور بار بار فرماتے تھے "خیر کوئی بات نہیں برت اچھا" پھر اس بڑھے کے لئے اور دوسرے احباب کے لئے آپ نے دعا فرمائی اور بعض دوستوں نے بیعت کی۔

(۹)

ابھی ہم سب وہیں بیٹھے تھے کہ دو صاحب تشریف لائے، ایک مولوی محمد علی صاحب اور دوسرے مفتی محمد صادق صاحب، اور دونوں حضرت اقدس کے سامنے کھڑے ہو گئے مفتی صاحب نے بے تکلفی سے اپنی کہنی مولوی صاحب کے کندھے پر رکھی ہوئی تھی جو ان کی دائیں طرف کھڑے تھے، مفتی صاحب نے حضرت کی خدمت میں عرض کی کہ حضور لوگ تو ابھی سے اپنے بستر منڈوانے جا رہے ہیں کہ رات وہیں سوئیں اور صبح حضور کا لیکچر سنیں تو گھر میں حفاظت کے لئے کس کو چھوڑنا چاہیئے۔ حضرت ابھی جواب نہ دینے پائے تھے کہ مفتی صاحب نے عرض کی فلاں (میں نام بھول گیا ہوں) کو چھوڑ دیا جائے مفتی صاحب غالباً اس شخص کو اسی غرض کے لئے نیچے چھوڑ آئے تھے، وہیں سے کھڑکی میں سے منہ نکال کر کہا دیکھو تمہیں منڈوا نہیں جانا بلکہ گھر میں حفاظت کے لئے رہنا ہے اس شخص نے انکار کیا مفتی صاحب نے فرمایا نہیں یہ حضرت صاحب کا حکم ہے جب حضرت صاحب نے سنا تو فرمایا میرا حکم تو نہیں میں تو اسکو جانتا بھی نہیں۔ میں نے تو آپ کے کہنے پر کہا ہے۔"

(۱۰)

اب میں پھر یہاں احباب کی توجہ کو چند حقائق کی طرف مبذول کرتا ہے۔ حضرت اقدس کے اس فقرے سے یہ تین باتیں صاف معلوم ہوتی ہیں۔

اوّل۔ حضرت اقدس کو اپنے احباب پر بے حد اعتماد تھا، اور نازک سے نازک معاملہ میں بھی ان کی رائے پر بھروسہ کرتے تھے، چنانچہ دیکھئے گھر کی حفاظت ایسا اہم اور نازک معاملہ ہے مگر جہاں مفتی صاحب نے کہہ دیا کہ میں اس شخص کو جانتا ہوں تو حضرت نے فوراً منظوری دے دی، اور کوئی جرح قدح نہیں کی۔

دوم۔ حضرت اقدس کے ہاں صداقت کا معیار کس قدر بلند تھا، اس میں ذرا سی غلط بیانی کی ملونی بھی برداشت نہ کر سکتے تھے۔ مفتی صاحب نے غالباً بات کو مختصر کرنے کے لئے اور اس خیال سے بھی کہ حضرت صاحب کے حوالے سے مخاطب مان جائے گا کہہ دیا کہ یہ حضرت صاحب کا حکم ہے۔ مگر چونکہ اس سے مخاطب کو یہ خیال ہوتا تھا کہ حضرت اقدس اسکو جانتے نہیں اور حضور نے خود اس کو اس کام کے لئے منتخب کیا ہے، جو سراسر خلاف واقعہ تھا۔ اس لئے آپ نے فوراً اس کی تردید کی اور فرمایا کہ میں تو اس کو جانتا بھی نہیں میں نے تو آپ کے کہنے پر کہدیا ہے" آپ کی صداقت شعاری کے اور بھی بہت سے واقعات ہیں۔ مگر یہ چھوٹا سا واقعہ بھی آپ کی قلبی کیفیت کا آئینہ دار ہے۔

سوم۔ آپ کو ایک خداداد قلبی طمانیت اور سکون دل حاصل تھا۔ چپے چپے پر دشمن موجود ہیں، حفاظت کے لئے پولیس کی ضرورت ہے۔ انہی دنوں میں سنا تھا کہ ایک ناگوار واقعہ بھی ہو چکا تھا کہ ایک آدمی برقعہ پہن کر آپ کے فرودگاہ کی طرف جا رہا تھا اور گرفتار ہو چکا تھا۔ پھر گھر کی حفاظت ایسا ضروری و اہم اور نازک معاملہ ہے، مگر اس کے لئے کوئی اضطراب نہیں، کوئی گھبراہٹ نہیں، کوئی خاص اہتمام نہیں، مفتی صاحب اگر یاد نہ دلاتے تو شاید خیال بھی نہ آتا، اور اگر اب یاد دلایا ہے تو یہ نہیں کہتے کہ ذرا مفتی صاحب خوب سوچا۔ کوئی ہوشیار پکا معتبر آدمی یہاں مقرر کر دیجئے، بلکہ مفتی صاحب جس کو اپنی سمجھ کے مطابق مناسب سمجھتے ہیں، تجویز کرتے ہیں اور حضرت اس شخص کو جانتے بھی نہیں۔ لیکن محض مفتی صاحب کے کہنے پر منظوری دے دیتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت رعایت اسباب کے لحاظ سے تلاش اسباب کرتے تھے کہ حضرت احدیت میں سوء ادبی نہ ہو مگر اعتقاداً نفی اسباب کرتے تھے، جو صوفیا کرام کے ہاں بڑا اعلیٰ مقام ہے۔

(۱۱)

کوئی پون گھنٹہ تک ہم حضرت اقدس کی صحبت میں رہے۔ اس سارے عرصہ میں حضرت نے آنکھ اٹھا کر نہ دیکھا، نہ دائیں بائیں نظر کی۔ بلکہ تمام وقت نیچی نظر کر کے بیٹھے رہے، مفتی صاحب گفتگو کے وقت بھی ان کی طرف نہیں دیکھا، اور شاید اس لئے جانتے تھے کہ حضرت آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھیں گے اسی لئے نہایت بے تکلفی سے کہنی مولوی صاحب کے کندھے پر ٹیک کر کھڑے تھے۔

اس مختصر سی مجلس کے بعد حضرت دفعۃً اٹھے، آپ کی جوتی دوسرے لوگوں کی جوتیوں میں بدل گئی تھی، ایک جوتی خود حضرت نے تلاش کر کے پہن لی، دوسری کی تلاش میں تھے تو والد مرحوم نے فرمایا "لڑکو حضرت صاحب کی جوتی تو ذرا دیکھنا" اتنے میں دوسری جوتی کسی نے تلاش کر دی، حضرت صاحب پہن کر بالاخانہ تشریف لے گئے اور ہم سب نیچے اتر آئے، حضرت صاحب کو سیڑھیوں پر چڑھتے ہوئے والد مرحوم نے غور سے دیکھا اور نیچے آ کر نہایت خوشی سے احباب سے کہنے لگے کہ "حضرت صاحب تو جوانوں کی طرح سیڑھیوں پر چڑھتے ہیں" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کے احباب آپ کی ہر حرکت کو غور سے دیکھتے تھے اور آپ کی صحت و تندرستی سے دلی مسرت محسوس کرتے تھے۔

(۱۲)

دوسرے دن صبح منڈوے میں حضرت کا لیکچر تھا، ہم صبح ہی جلسہ گاہ کی طرف دوڑے راہ میں مخالف مولویوں کے اڈے جابجا جمے ہوئے تھے جن میں مولوی صاحبان نہایت گرمجوشی سے کو لٹھ کا وعظ فرما رہے تھے اور لیکچر نہ سننے کی تلقین کر رہے تھے کوئی کہتا تھا کہ مرزا کا لیکچر سنو گے تو کافر ہو جاؤ گے، کوئی کہتا تھا کہ نکاح ٹوٹ جائے گا، غرض بھانت بھانت کی بولیاں بولتے تھے، ایک مولوی کو میں نے دیکھا کہ جوش تقریر میں کرتہ بھی اتار دیا تھا۔

ہم جلسہ گاہ پہنچے تو تمام پنڈال کھچا کھچ بھرا تھا۔ تل دھرنے کو جگہ نہ تھی، کوئی پندرہ سولہ ہزار کا مجمع ہو گا۔ اس زمانہ میں اتنا مجمع بے نظیر تھا، لیکچر شروع تھا۔ جو مولوی عبدالکریم صاحب پڑھ رہے تھے حضرت سٹیج پر کرسی پر رونق افروز تھے، حسب عادت دستار مبارک کا شملہ منہ کے آگے کیا ہوا تھا، لیکچر ختم ہوا تو لوگوں نے باتیں شروع کیں۔ اتنے مجمع کی باتیں شور و شغب پیدا کر دیتی تھیں، مگر حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے سورۃ دھر کی پہلی آیت اس گونج اور ترنم سے پڑھی کہ مجمع پر سناٹا چھا گیا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سب لوگ سو گئے ہیں اتنے میں حضرت اقدس زبانی فرمانے کے لئے کھڑے ہوئے۔ لوگوں نے حسب دستور تالیوں سے استقبال کیا، حضرت اقدس "دیسی" تھے۔ انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ نئی تہذیب والے تالیاں بجا کر کسی معزز کا استقبال کرتے ہیں۔ حضرت سمجھے کہ یہ سننا ہی نہیں چاہتے۔ مسکرا کر جس کرسی سے اٹھے تھے اسی پر بیٹھ گئے۔ جب تالیاں ختم ہوئیں تو

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے حضرت اقدس کو ہاتھ سے پکڑ کر اٹھایا، اور ہاتھ سے اشارہ کر کے عرض کیا کہ یہ لوگ تو خوش ہو رہے ہیں کہ حضور اپنی زبان مبارک سے بھی کچھ ارشاد فرمانے کو ہیں اس پر حضرت اقدس نے ایک مختصر سی تقریر کی جس میں حاضرین کا شکریہ ادا کیا کہ انھوں نے آپ کے لیکچر کو نہایت صبر و سکون اور دلچسپی سے سنا، حضرت اقدس کی تقریر ختم ہونے پر مولوی نورالدین صاحب نے دائیں ہاتھ کے اشارہ سے کہا کہ اب یہاں سے چلو، سٹیج کے ساتھ پچھلی طرف سوار پولیس کا پہرہ تھا۔ اس طرف سے حضرت بند گاڑی میں بیٹھ گئے، غالباً مولوی نورالدین صاحب اور مولوی عبدالکریم صاحب آپ ہی کے ساتھ بیٹھے۔ آپ کی گاڑی کے ساتھ سوار پولیس کا پہرہ تھا۔

(۱۳)

دوسرے دن صبح کو امرتسر کی طرف روانگی تھی، احمدی احباب اکّوں اور گاڑیوں پر اسٹیشن کی طرف جا رہے تھے، ہم بھی حضرت کی زیارت کے لئے اسٹیشن کی طرف روانہ ہوئے۔ ڈیوڑھی پر پہنچے تو حضرت ڈاکٹر میرزا یعقوب بیگ صاحب وہاں پہلے ہی سے موجود تھے اتنے میں ایک بند گاڑی آتی دکھائی دی جس پر کوچوان کے ساتھ ایک سپاہی بھی بیٹھا تھا۔ میرزا صاحب نے فرمایا غالباً حضرت صاحب تشریف لے آئے ہیں۔ گاڑی پورچ پر آ کر ٹھیری تو حضرت اقدس اور حضرت بیوی صاحبہ باہر نکلے۔ حضرت بیوی صاحبہ برقع پوش تھیں۔ حضرت اقدس ان کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر سیڑھیوں کی طرف بڑھے۔ احباب نے دو رویہ صف باندھ دی اور حضرت کو دیکھتے ہی بعض احباب نے اللّٰھم صل علیٰ محمد و علیٰ آل محمد پڑھنا شروع کیا، جب حضرت گذر چکے تو احباب کا ایک جم غفیر آپ کے پیچھے ہو لیا، پلیٹ فارم پر گاڑی موجود تھی، سیکنڈ کلاس کے دو ڈبے ریزرو تھے ایک مولوی نورالدین صاحب کے لئے ایک حضرت اقدس کے لئے، حضرت بیوی صاحبہ پہلے گاڑی میں سوار ہوئیں اس کے بعد آپ نے حضرت اقدس کو ہاتھ پکڑ کر سوار کرایا، زائرین احباب کا ایک اژدھام اسٹیشن پر موجود تھا حضرت گاڑی کے دروازہ میں کھڑے ہو گئے اور احباب سے مصافحہ کرنے لگے، دوسرے ڈبے میں مولوی نورالدین صاحب کھڑکی کے پاس بیٹھے تھے، لوگ پہلے حضرت صاحب سے مصافحہ کرتے، پھر مولوی نورالدین صاحب کی طرف جاتے اور آپ سے مصافحہ کرتے کوئی ایک گھنٹہ تک یہ سلسلہ شروع رہا۔ پھر حضرت اقدس گاڑی میں بیٹھ گئے کہ اتنے میں نواب محمد علی خان صاحب کا ملازم آپ کے بچوں کو گود میں اٹھا لایا، جناب نواب صاحب مدظلہ بھی حضرت کی گاڑی کے سامنے کھڑے تھے، ملازم نے بچوں کو حضرت اقدس کے سامنے کیا اور آپ نے دست مبارک بڑھا کر بچوں سے مصافحہ کیا۔ اسوقت حضرت اقدس بچوں کو دیکھ کر مسکرا رہے تھے

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم کا عشقِ مسیح موعودؑ

(از جناب محمد خلیل الرحمان صاحب رنجور۔ رضا نٹو گرفیل نرس امپو سیٹڈ)

حیات اور موت ہر دو لازم و ملزوم ہیں جس کا نظارہ ابتدائے آفرینش سے مشاہدہ میں آ رہا ہے۔ کوئی جاندار چیز اس کلیہ سے مستثنیٰ نہیں دیکھی گئی ہے۔ انسان حیوان۔ بادشاہ۔ امیر۔ غریب۔ عالم جاہل۔ نبی۔ رسول۔ ولی۔ زاہد۔ نیک۔ بد بڈھا۔ جوان۔ بچہ کوئی بھی اس سے نہ بچا اور نہ بچ سکے گا۔ خدا کا آخری نبی اور عظیم الشان رسول جس کے لئے لولاک لما آیا ہے جب ... دنیا میں نہ رہا تو پھر کون دوسرا رہ سکتا ہے ... ہاں ہمیشہ اور باقی قائم رہنے والی وہی ذات ہے جس نے فرمایا ہے کل من علیھا فان ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام۔ اس کلیہ صریحہ کے ماتحت آج ایک قابل قدر اور قیمتی ہستی ہمارے درمیان سے اٹھ جاتی ہے، جس کا تصور ہمارے یقین کو متزلزل کر دیتا ہے ... یقین نہیں آتا کہ ایسا ہوا بھی ہے۔ ہمارے قلب میں ایک ہیجان اور پریشانی کا طوفان بپا ہوتا ہے۔ ہمارا دماغ معطل ہو جاتا ہے۔ ہماری قوت فیصلہ کام نہیں کرتی۔ آہ! افسوس صد ہزار افسوس کہ یہ جانکاہ خبر اخبار پیغام صلح کے ذریعہ سے یکایک ہمارے پاس پہنچتی ہے کہ آہ! حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاک ممبروں میں سے ایک ممبر چل بسا" آہ! دل کو ہلا دینے والی خبر سنسنی خیز خبر جس کے تصور سے، جس کے خیال سے جگر پاش پاش ہوتا ہے، سکتہ کی حالت طاری ہوتی ہے۔ دنیا تاریک اور اندھیری ہو جاتی ہے۔ بیشک ہم مجبور و معذور ہیں۔ ہم کمزور ہیں۔ دور غم و الم کے شکار ہیں۔ تقاضائے بشریت ہے۔ جناب محمد رسول اللہ جیسا عالی ہمت۔ عالی حوصلہ۔ عالی مرتبت انسان بھی زیر حالات کے ماتحت اپنی تلوار نیام سے کھینچ لیتا ہے اور پکار کر کہتا ہے کہ اگر کسی نے کہا کہ وجہ بنیاد زمین و آسمان پیغمبر آخر الزمان اس دنیا سے کوچ کر گیا تو میں اس کہنے والے کا سر اڑا دوں گا۔ یہ کیا ہے ایک وقتی اور اضطراری حالت اور اس کی کیفیت ورنہ حقیقت دراصل حقیقت ہی ہے۔ پس یہ صحیح ہے کہ مسیحا کا عاشق زار اور جان نثار تمام۔ مجاہد فی سبیل اللہ۔ عاشق قرآن۔ عالم باعمل۔ زاہد شب زندہ دار۔ ہمدرد بنی نوع انسان۔ طبیب ... ہی دنیا ... حضرت ... بخشنے بہت سی خوبیاں تھیں مرید والے ہیں۔

یہ تو رہنے کا نہیں پیارو مکان
چل بسے سب انبیاء و راستان

یہ سچ ہے کہ حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم اب ہم میں ظاہری جسم کے ساتھ موجود نہیں ہیں لیکن ان کا نام رہتی دنیا تک زندہ رہے گا ان کی دینی خدمات۔ ان کا عشق قرآن۔ ان کے نیک عمل ان کو ہمیشہ زندہ رکھیں گے

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

کے مصداق ہیں۔

حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم کے اوصاف حمیدہ اور خصائل ستودہ جس قدر بھی بیان کئے جائیں وہ کم ہیں۔ لیکن اس وقت ایک امر قابل ذکر ہے جو کہ اصحاب صوفی منش کے لئے باعث دلچسپی ہو سکتا ہے۔ صوفیائے کرام نے تین درجے بتلائے ہیں۔ یعنی فنا فی اللہ۔ فنا فی الرسول۔ فنا فی الشیخ۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو اپنے آقائے نامدار سرکار دو عالم سے اس قدر عشق تھا کہ آپ نے اس کا اظہار اپنے ایک شعر میں اس طرح کیا ہے

"بعد از خدا بعشق محمد مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم"

وہ اور عشق کا نتیجہ تھا کہ محمدؐ کے عشق میں اپنے آپ کو مٹا دیا تھا اور فنا فی الرسول کے درجہ کو حاصل کر کے رسول کے مجسم تصویر ہو گئے تھے جیسا کہ نبی کریم صلعم کو فنا فی اللہ کا درجہ اتم حاصل تھا۔ بعینہٖ ڈاکٹر صاحب مرحوم کو اپنے پیر و مرشد کے ساتھ کمال محبت اور سچا عشق تھا۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب مرحوم ایک سچے عاشق کی طرح اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں دیوانہ وار روزانہ ایک خط لکھا کرتے تھے یعنی سال کے ۳۶۵ دن میں ۳۶۵ خطوط۔ مضمون کیا ہوتا ہے۔

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشۂ چشم بما کنند

اس کمال عشق۔ اخلاص۔ محبت کا نتیجہ کیا ہوتا ہے کہ پیر مرشد اپنے مخلص اور سچے خادم کی درخواست قبول و منظور فرماتا ہے۔ اور خاک کو کیمیا بنا دیتا ہے یعنی جو عشق قرآن اور دین کی خدمت کی تڑپ پیر و مرشد میں ہے وہی محبت۔ عشق۔ جوش و ولولہ مرید میں رونما ہو جاتا ہے اور اس طرح مرید کو بلند روحانی مرتبہ حاصل ہوتا ہے اور یہ مرید کے ذاتی عملی نمونہ سے ظاہر اور ثابت ہے۔ دیکھنے والے بھی اس کے شاہد اور گواہ ہیں۔ قدرت نے اس مقام کو ظاہر اور ثابت کرنے کے لئے اسباب پیدا کئے وہ قابل غور۔ بصیرت بن نکال دے۔ ہندا سکور و کنے کے لئے آپ نے سب کو صلح کا پیغام دینا چاہا اور اپنی زندگی کے آخری ایام میں ایک لیکچر پیغام صلح کے نام سے تحریر فرمایا۔ آپ کی وفات کے بعد یہ لیکچر چھاپا گیا اور پڑھا گیا۔ اسی طرح حضرت ڈاکٹر صاحب نے "مجدد اعظم" کی تیسری جلد کا مسودہ تیار کر لیا ہے لیکن وہ ان کی زندگی میں چھپ نہیں سکا (۲) آخری ایام میں صحت کی خرابی کی وجہ سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام بغرض تبدیل آب و ہوا لاہور تشریف لے گئے۔ اسی طرح حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب بمبئی تشریف لے گئے۔

(۳) حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی وفات قادیان سے باہر لاہور میں ہوتی ہے۔ اور آپ کی نعش مبارک قادیان میں لائی جاتی ہے۔ ویسے ہی حضرت ڈاکٹر صاحب کا انتقال بمبئی میں ہوتا ہے۔ اور آپ کا جنازہ لاہور لایا جاتا ہے۔ یہ ہیں قدرتی معاملات جن میں انسان کا کوئی دخل اور تعلق نہیں ہوتا۔ ہاں یہ واقعات اس لئے ظہور پذیر ہوئے تاکہ دنیا والے دیکھیں کہ عشق و محبت کا یہ درجہ کس طرح عطا ہوتا ہے اور یہ سب الٰہی تصرفات ہیں۔

بالآخر ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم و مغفور کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور صدیقوں کے ساتھ اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ اور دنیا میں ان کی خالی جگہ کو مخلصین سے پُر کرے۔ تمام احباب جماعت، دیگر متعلقین و دیگر وابستگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ہم کو ان کے نیک نمونہ پر چلنے کی توفیق عنایت کرے۔ آمین

ضروری اعلان

۲۶ مئی کا پرچہ جیسا کہ اعلان کیا گیا تھا ناغہ کیا جانا تھا اور اسکے بعد یکم جون کو ڈاکٹر بشارت احمد نمبر شائع ہونے کی توقع تھی لیکن بعض حالات کے پیش نظر فیصلہ تبدیل کر دیا گیا ہے اسلئے موجودہ پرچہ نہایت تنگ وقت میں ایڈٹ ہوا ہے اور اسی لئے ایک دن کی تاخیر سے بھی شائع ہو رہا ہے اس پرچہ میں یوم وصال کی وجہ سے زیادہ مضامین حضرت مسیح موعودؑ سے متعلق ہیں۔

(مدیر)

خواتین سلسلہ کا تعزیتی جلسہ

احمدیہ ینگ وومن ایسوسی ایشن احمدیہ بلڈنگس لاہور نے حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم و مغفور کی وفات پر ... اور ہمارے بزرگوں کا اس طرح یکے بعد دیگرے چلے جانا اور بظاہر ان کی جگہ لینے والا کوئی نہ ہونا سخت ناقابل تلافی نقصان ہے۔ پھر میں نے بیگم صاحبہ حضرت امیر ایدہ اللہ کا مضمون پڑھ کر سنایا کہ وہ بوجہ غم و صدمہ خود تشریف نہ لا سکیں۔ محترمہ نے اس مضمون میں اپنے والد صاحب مرحوم کے مختصر حالات زندگی لکھے تھے جن کا لب لباب یہ تھا کہ حضرت ڈاکٹر صاحب عاشق قرآن خادم دین اور پکے احمدی تھے اور ہم سب کے لئے کامل نمونہ تھے۔ آج ان کی وفات پر اپنے پرائے سب اظہار غم کرتے ہیں۔ ان کی ذات غریبوں یتیموں کی پناہ تھی۔ ان کو فہم قرآن عطا ہوا تھا۔ ان کے دل میں اس صدی کے مجدد حضرت مرزا صاحب کا وہ عشق تھا کہ جس نے اُن سے "مجدد اعظم" جیسی شاندار کتاب لکھوائی۔ اس کے علاوہ وہ فرمانبردار فرزند۔ مہربان شوہر اور نہایت شفیق و محبوب باپ تھے جنہوں نے اپنے بچوں کی جسمانی تربیت کے ساتھ روحانی تربیت بھی کی اور آخر میں اپنے پیارے بیٹے نصیر احمد کو قرآن کریم سکھاتے ہوئے نہایت اطمینان کی حالت میں اپنے مولا سے جا ملے۔ بیگم صاحبہ نے درخواست کی وہ خود تو تشریف نہیں لا سکیں البتہ سب عورتیں قرآن شریف پڑھ کر دعائے مغفرت کریں۔

زبیدہ بنت مولوی دوست محمد صاحب نے پیغام صلح سے ڈاکٹر صاحب کی وفات پر ایک مضمون پڑھ کر سنایا۔ خاکسارہ نے پھر حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم کی خود نوشتہ قبول احمدیت پڑھ کر سنائی جو نہایت دلچسپ اور بصیرت افروز تھی اور ظاہر کرتی تھی کہ وہ کس بلند پایہ کے انسان تھے اور ان کا ہر قول و فعل خدا کی رضا کے لئے ہوتا تھا۔

آخر پر محترمہ بہن سیدہ بیگم صاحبہ نے تلاوت قرآن مجید فرمائی اور کلیۃً اس دعا پر جلسہ کا اختتام ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ڈاکٹر صاحب مرحوم کی طرح دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی توفیق دے اور ہماری قوم میں ان کے مثل لوگ پیدا کرے اور خدا تعالیٰ ڈاکٹر صاحب مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا کرے اور پسماندگان کو صبر کی توفیق دے آمین

سکرٹری محمودہ عبداللہ۔

صحابہ کرامؓ کی جرأت و شجاعت

[illegible] شجاعت کا اظہار کبھی دشمنوں کے [illegible] میں ہوتا ہے۔ کبھی میدان جنگ میں اور کبھی ظالم بادشاہوں کے سامنے صحابہ کرام میں یہ اخلاقی جوہر موجود تھا اس لئے اس کا ظہور ان تمام موقعوں پر ہوتا تھا۔

حضرت [illegible] ذر غفاری رضہ نہایت قدیم الاسلام صحابی ہیں۔ وہ مکہ میں آکر اسلام لائے تو رسول اللہ صلعم نے ان کو ہدایت کی کہ اس وقت اپنے وطن کو واپس جاؤ، اور اپنی قوم کو میری بعثت کی خبر کرو لیکن انھوں نے نہایت پرجوش لہجے میں کہا۔ کہ "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں کفار مکہ کے سامنے ہی اپنے عقیدہ کا اعلان کروں گا" حالت یہ تھی کہ وہ غریب الوطن تھے۔ مکہ میں ان کا کوئی حامی و مددگار نہ تھا لیکن باایں ہمہ وہ مسجد حرام میں آئے۔ اور باواز بلند کہا "اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ و اشھد ان محمداً رسول اللّٰہ"۔ اس آواز کو سننا تھا کہ کفار ٹوٹ پڑے اور کنکر سے، پتھر سے، ہڈی سے، مارنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ وہ بیہوش ہوکر گر پڑے۔ اٹھے تو خون آلود جسم سرخ بت معلوم ہوتا تھا۔ لیکن انھوں نے دوسرے دن پھر اسی جوش کے ساتھ خانہ کعبہ میں اپنے اسلام کا اعلان کیا، اور کفار نے پھر اسی طرح یورش کی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضہ چھٹے مسلمان ہیں، ان سے پہلے کوئی مسلمان خانہ کعبہ میں علانیہ تلاوت قرآن کی جرأت نہیں کرسکتا تھا۔ لیکن وہ اسلام لائے تو ایک روز تمام صحابہؓ نے جمع ہوکر کہا کہ اب تک قریش نے قرآن مجید کو کسی زبان سے علانیہ نہیں سنا۔ اس کی جرأت کون کرسکتا ہے؟ حضرت عبداللہ بن مسعود نے کہا "میں" صحابہ کرام نے کہا کہ "ہم کو تمہاری نسبت خوف ہے۔ ہم ایسا آدمی چاہتے ہیں جس کا قبیلہ ہو، تاکہ کفار حملہ کریں تو وہ اس کی طرف سے مدافعت کرسکے" بولے "مجھے جانے دو۔ خدا میری حفاظت کرے گا"۔ اٹھے اور ٹھیک دوپہر میں آئے، خانہ کعبہ میں قریش انجمن آرا تھے۔ مقام کے پاس پہنچکر باواز بلند کہا "بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم۔ الرحمٰن علم القرآن" کفار نے سنا تو کہا کہ ابن ام عبد کیا کہتا ہے۔؟ غور کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی آیتیں ہیں۔ دفعۃً تمام کفار ٹوٹ پڑے اور زدوکوب کرنے لگے۔ وہ پلٹے تو چہرہ پر زخموں کے نشان دیکھکر صحابہ نے کہا کہ "ہم کو اسی کا ڈر تھا" بولے "خدا کے دشمن آج سے زیادہ مجھے کبھی کمزور نظر نہیں آئے۔ اگر کہو تو کل بھی اسی طرح ان کو علانیہ قرآن سناؤں۔"

حضرت عمر رضہ ایمان لائے تو پہلے اپنے ماموں کے گھر آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ انھوں نے دروازہ کھولا تو یہ کہا "تمھیں معلوم ہے میں صابی ہوگیا" وہاں سے ایک سردار قریش کے پاس آئے اور وہاں بھی یہی گفتگو ہوئی۔ وہاں سے نکلے، تو ایک آدمی نے کہا تم اپنے اسلام کا اعلان کرنا چاہتے ہو؟ بولے "ہاں" اس نے کہا تو اس کی صورت یہ ہے کہ جب کفار خانہ کعبہ میں حجر اسود کے پاس جمع ہوں تو تم بھی وہاں جاؤ۔ ان میں ایک آدمی ہے جو افشاء راز میں بدنام ہے۔ اس کے کان میں یہ راز کہدو۔ وہ اعلان کردے گا۔ انھوں نے خانہ کعبہ میں جاکر اس کے کان میں کہا۔ تو باواز بلند پکارا کہ "عمر بن الخطاب صابی ہوگیا" کفار دفعۃً ٹوٹ پڑے اور باہم زدوکوب ہونے لگی۔ بالآخر ان کے ماموں نے اپنی آستین سے اشارہ کیا کہ میں اپنے بھانجے کو اپنی پناہ میں لیتا ہوں۔ اب کفار رک گئے۔

غزوات میں صحابہ کرامؓ نے جس طرح داد شجاعت دی۔ صحابیات کے بہادرانہ کارنامے اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز ہیں۔ غزوہ حنین میں کفار نے اس زور سے حملہ کیا تھا کہ میدان جنگ اکھڑ گیا تھا لیکن حضرت ام سلیم رضہ کی شجاعت کا یہ حال تھا کہ ہاتھ میں خنجر لئے ہوئے منتظر تھیں کہ کوئی کافر سامنے آئے، تو اس کا کام تمام کردیں۔ چنانچہ حضرت ابوطلحہ رضہ نے ان کے ہاتھ میں خنجر دیکھکر پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ بولیں۔ چاہتی ہوں کہ کوئی کافر قریب آئے تو پیٹ میں بھونک دوں۔"

غزوہ خندق میں رسول اللہ صلعم نے تمام بی بیوں کو ایک قلعہ میں کردیا تھا۔ ایک یہودی آیا اور قلعہ کے گرد چکر لگانے لگا۔ حضرت صفیہ رضہ نے دیکھا تو حضرت حسانؓ سے کہا یہ جاسوس معلوم ہوتا ہے جاؤ اور اس کو قتل کردو۔ بولے تمہیں تو یہ معلوم ہے کہ میں اس میدان کا مرد نہیں اب حضرت صفیہ خود اتریں اور خیمہ کی ایک میخ اکھاڑ کر اسکو ایسا مارا کہ وہیں ٹھنڈا ہوگیا۔

تمام عرب حجاج کے ظلم و ستم سے کانپتا تھا۔ لیکن جب اس نے عبداللہ بن زبیر کو پھانسی دی اور ان کی والدہ اسماءؓ کو بلا بھیجا۔ تو انھوں نے آنے سے انکار کردیا۔ دوسری بار دھمکی دی کہ اگر اب بھی بار نہ آئیں تو بال گھسیٹوا بلواؤں گا۔ انھوں نے پھر انکار کیا اور کہا کہ "ان لوگوں کو بھیجو جو بال پکڑ کر مجھے گھسیٹ کرلے جائیں"۔ مجبوراً حجاج خود آیا اور کہا کہ دیکھا میں نے خدا کے دشمن کے ساتھ کیا کیا؟ بولیں ہاں دیکھو تم نے اس کی دنیا خراب کی اس نے تمہاری آخرت کو برباد کی مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم اسکو طنزاً ابن ذوالنطاقتین کہتے تھے (دو پٹکوں والی عورت کا لڑکا) خدا کی قسم ذوالنطاقتین میں ہی ہوں، ایک پٹکے میں میں نے ہجرت کے وقت رسول اللہ صلعم اور حضرت ابوبکر رضہ کا زاد راہ باندھا تھا اور دوسرا پٹکا عورت کا معمولی پٹکا ہے جس سے وہ بے نیاز نہیں ہوسکتی، آپ نے فرمایا ہے کہ ثقیف میں کذاب اور ایک ہلاکو پیدا ہوگا۔ (کذاب (مسیلمہ) کو تو ہم دیکھ چکے۔ میرا خیال ہے۔ کہ ہلاکو تو ہے حجاج اٹھ کھڑا ہوا اور کچھ جواب نہ دیا۔

صحابہ کرامؓ کی صداقت و حق گوئی

حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہیں۔ کہ جھوٹ سے زیادہ کوئی خلق اصحاب رسول اللہ کے نزدیک مبغوض نہ تھا۔ اگر کوئی شخص رسول اللہ صلعم کی خدمت میں جھوٹ بولدیتا تو صحابہ کرامؓ کے دل میں اس وقت تک اس کی کھٹک رہتی تھی جب تک وہ توبہ نہ کرلیتا۔

مکہ فتح ہوا تو رسول اللہ صلعم نے تمام مال غنیمت قریش کو دے دیا، انصار کو خبر ہوئی تو بولے "یا للعجب" ہماری تلواروں سے جن کا خون ٹپک رہا ہے۔ ہمارا مال غنیمت انہیں کو دیا جارہا ہے" آپ کو معلوم ہوا تو تمام انصار کو جمع کرکے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے؟ صحابہ کرام رضہ آپ کے خوف ادب سے کانپتے رہتے تھے اس لئے آپ کے سامنے اس گستاخی کا اقرار ان کے لئے نہایت مشکل ہوگیا تھا۔ تاہم انصار نے صاف کہدیا کہ جو کچھ آپ کو معلوم ہوا وہ واقعہ وہی ہے" اس حدیث کے راوی حضرت انس بن مالک رضہ اس واقعہ کے بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں وکانوا لا یکذبون۔ یہ اقرار اس بنا پر تھا کہ صحابہ جھوٹ نہیں بولتے تھے۔

غزوہ تبوک کی عدم شرکت پر رسول اللہ صلعم نے بازپرس فرمائی تو منافقین نے جھوٹی سچی معذرت کردی۔ اور آپ نے اسکو قبول کرلیا لیکن حضرت کعب بن مالک نے سچ سچ کہدیا۔ کہ اگر میں کسی دنیادار آدمی کے پاس ہوتا تو چرب زبانی سے اسکی ناراضی سے بچ جاتا۔ لیکن اگر میں کوئی جھوٹا عذر کرکے آپ کی ناراضی سے بچ جاؤں تو ممکن ہے خدا آپ کو مجھ پر ناراض کردے (یعنی بذریعہ وحی اصل حقیقت سے خبردار کردے) لیکن اگر سچ بولوں تو گو آپ مجھ پر ناراض ہو جائیں گے تاہم مجھ کو خدا سے عفو و مغفرت کی توقع ہے گی۔ خدا کی قسم میں بالکل معذور نہ تھا۔ خدا کی قسم میں اس زمانے سے زیادہ کبھی متمول اور چاق و چست نہ تھا، آپ نے فرمایا۔ اس نے سچ کہا۔ بالآخر آپ نے ان پر سخت ناراضی کا اظہار کیا۔ لیکن جب خدا نے ان کی توبہ قبول کرلی تو ان کو خود اس صداقت پر ناز ہوا۔ چنانچہ فرمایا کہ میں اسلام لانے کے بعد خدا نے مجھ پر کوئی احسان نہیں کیا جس کی عظمت میرے دل میں اس سچائی سے زیادہ ہو جس کا اظہار میں نے آپ کے سامنے کیا۔ اگر میں جھوٹ بولتا تو اسی طرح ہلاک ہوجاتا جس طرح وہ لوگ ہلاک ہوئے جو جھوٹ بولتے تھے یعنی منافقین۔

صداقت کی اس سے زیادہ نمایاں مثال کیا ہوسکتی ہے کہ جب حضرت قدامہ بن مظعون رضہ نے شراب پی اور حضرت عمر رضی اللہ نے ان کو حد مارنی چاہی تو خود ان کی بی بی نے اس کی شہادت دی۔

صحابہ کرام جھوٹ کو اپنے دامن کا اس قدر بدنما داغ سمجھتے تھے کہ اگر ان پر کبھی کذب و دروغ کا اتہام لگ جاتا تو ان کے گھروں میں صف ماتم بچھ جاتی۔ ایک بار عبداللہ بن سلول اپنے رفقاء سے کہہ رہا تھا۔ کہ اصحاب رسول اللہ کو کچھ دو، یہاں تک کہ وہ بھاگ جائیں۔ اب ہم اگر مدینہ کو لوٹ کر جائیں گے تو وہاں سے معزز لوگ ذلیل لوگوں کو نکال دیں گے۔ حضرت زید ابن ارقم رضی اللہ نے سن لیا اور اپنے چچا سے اس کا ذکر کیا انھوں نے اس واقعہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا۔ آپ نے عبداللہ بن ابی کو بلا بھیجا تو اس نے حلف اٹھایا کہ میں نے ایسا نہیں کہا۔ آپ نے اس کے قول کا اعتبار کرلیا اور حضرت زید بن ارقم رضہ کی تکذیب کی اسکا ان کو اس قدر صدمہ ہوا کہ عمر بھر کبھی نہ ہوا تھا۔ یہاں تک کہ وہ اس صدمہ سے خانہ نشین ہوگئے اور فرط غم سے گردن جھک گئی۔ اس کے بعد جب سورہ منافقون نازل ہوئی۔ تو آپ نے ان کو طلب فرمایا اور کہا کہ خدا نے تمہاری تصدیق کی۔

ارشاد امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

جماعت میں تین خصوصیتیں پیدا کرنے کی ضرورت

۱۔ بچوں کو سات سال کی عمر سے نماز کی عادت ڈالو۔

۲۔ بچوں کو سات سال کی عمر سے تبلیغ اسلام کے لئے کچھ خرچ کرنے کی عادت ڈالو۔ یا بالفاظ دیگر جہاد میں شامل ہونے کی عادت ڈالو۔

۳۔ بچوں کو سات سال کی عمر سے قرآن شریف کا ترجمہ سکھانا شروع کردو۔

محمد علی

خدا کی کہانی اس کے دوستوں کی زبانی

خلیفہ رجب دین صاحب مرحوم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان پرانے رفقاء میں سے تھے، جن کے اخلاص و محبت پر آپ کو بجا طور پر ناز تھا۔ خلیفہ صاحب اگرچہ ان پڑھ تھے لیکن علم دین سے آپ اس قدر بہرہ ور تھے، اور خدا تعالےٰ نے ایسا اچھا دماغ انہیں دیا تھا کہ باریک سے باریک مسئلہ نہایت صفائی کے ساتھ ان کی سمجھ میں آجاتا اور امور مہمہ اور مسائل قانونی میں ان کی رائے کو نہایت وقعت دی جاتی تھی۔ اس کے ساتھ ایمانی جرأت اور قوت بیانی بھی ان میں زبردست تھی، جس کی وجہ سے بڑے بڑے مولوی ان سے لرزتے تھے ان کی زندگی کے چند قابل ذکر واقعات پھر کسی وقت عرض کئے جائیں گے، جو انشاءاللہ قارئین "پیغام صلح" کے ازدیاد ایمان کا موجب ہوں گے، اس موقعہ پر ان کا ذکر خیر اس غرض سے کیا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی کے چند واقعات ان کی زبان سے دوستوں کو سناؤں۔

(۱)

خلیفہ صاحب کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں حضرت مسیح موعود کی صحبت سے فیض حاصل کرنے کے لئے قادیان گیا ہوا تھا۔ حضرت صاحب روزانہ صبح کے وقت جب سیر سے واپس آتے تو سلسلہ کلام کو جو دوران سیر میں دوستوں کے ساتھ جاری تھا ختم کرنے کے لئے مکان کے قریب کھڑے ہو جاتے اور تمام رفقاء آپکے ارد گرد حلقہ بنا لیتے، ایک دن آپ اسی طرح سے تقریر فرما رہے تھے، کہ دوستوں کے حلقہ میں سے ایک کشمیری بزرگ نکلے اور آگے بڑھ کر انھوں نے حضرت صاحب کے پاؤں اور جوتیوں پر ہاتھ پھیر کر تمام وہ گرد جو دوران سیر میں پڑی تھی اپنے چہرہ اور آنکھوں پر مل لی، حضرت مسیح موعودؑ تقریر میں اس قدر محو تھے کہ آپ کو محسوس بھی نہ ہوا، خلیفہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں اسی وقت اسکو حلقہ سے باہر لے گیا اور اسکو سمجھایا کہ یہ مسنون طریق نہیں، لیکن اس نے جواب دیا کہ میں تم سے زیادہ واقف ہوں، دوسرے دن پھر ایسا ہی واقعہ ہوا، میں نے یہ خیال کر کے کہ جب یہ اپنی جہالت سے باز نہیں آتا تو میں اپنی نیکی سے باز کیوں آؤں کیا اسکو حلقہ سے باہر لے جا کر سمجھایا، اس نے پھر وہی جواب دیا، تیسرے دن پھر ایسا ہی واقعہ ہوا اور میرا ارادہ تھا کہ پھر اسکو سمجھاؤں گا لیکن حضرت صاحب کو اس کی حرکت کا پتہ لگ گیا اور انھوں نے اسی آواز دی کہ خلیفہ صاحب ہیں؟ میں نے عرض کیا حضور میں حاضر ہوں، فرمایا ان کو سمجھا دیں کہ یہ مسنون طریق نہیں ہے ایسا نہیں کرنا چاہیئے، میں نے عرض کیا حضور دو دن سے سمجھا رہا ہوں اور وہ مجھے یہ جواب دیتا ہے کہ میں تم سے زیادہ واقف ہوں، اب حضور نے خود فرمایا ہے۔ اب وہ نہیں کرے گا۔ چنانچہ پھر یہ واقعہ نہیں ہوا۔

(۲)

۱۹۰۸ء میں جب حضرت مسیح موعود حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم کے مکان پر فروکش تھے، مخالفین نے بالمقابل انجمن حمایت اسلام کی زمین میں کیمپ لگا رکھا تھا اور عوام الناس کو عموماً مشتعل کرتے رہتے تھے، اسی اشتعال میں بعض جہلاء نے خواجہ صاحب کے مکان پر اینٹیں ماریں۔ خلیفہ صاحب نے مجھے بتایا کہ حضرت خواجہ صاحب کے فرزند ارجمند خواجہ نذیر احمد صاحب نے جو اس وقت بالکل بچے تھے کسی کے کہنے پر یا خود بخود حضرت صاحب سے جا کر کہا کہ حضرت جی ہمارے مکان پر لوگ اینٹیں مارتے ہیں، حضرت صاحب نے اُس کے جواب میں فرمایا کوئی بات نہیں آج اگر اینٹیں مارتے ہیں تو ایک دن اسی جگہ پھول چڑھائیں گے۔

خدا کی شان! آج اپنی آنکھوں سے ہم وہ دن دیکھ رہے ہیں، حضرت خواجہ صاحب کے ولایت سے آنے پر لارڈ ہیڈلے کی تشریف آوری پر انہی عوام الناس نے جو اینٹیں اور پتھر مار چکے تھے، یہاں پھول برسائے اور آج نہ صرف خواجہ صاحب کے مکان پر بلکہ ساری احمدیہ بلڈنگس میں مسیح موعود کی ان خدمات اسلام پر جو اس جماعت کے ہاتھوں سر انجام پا رہی ہیں، عزت و عقیدت کے پھول تمام دنیائے اسلام کی طرف سے برس رہے ہیں۔

فالحمد للّٰہ علےٰ ذالک

(باقی دارد)

(بقیہ از صفحہ ۳)

زیں سخن باہر کہ رو گرداں بود
آن نہ مردے رہزن مرداں بود

یہ وہ معجزانہ کارنامہ ہے جو آج تمام مذہبی دنیا میں ایک جنیٹلمینانہ اور تمام سائنٹیفک دنیا کو ایک عظیم الشان چیلنج ہے، تمام دنیا میں آج مرزا غلام احمد ہی مذہب کا اکیلا پہلوان ہمیں نظر آتا ہے، جس کے اس اعلان نے نہ صرف تمام مذاہب پر اسلام کا غلبہ ثابت کیا بلکہ اسلام کو ایک روحانی سائنس بنا کے دکھا دیا۔ اس شخص کی صداقت کے لئے کیا یہ معجزانہ کارنامہ کافی نہیں جو کسی اور دلیل کی ضرورت ہو ؎

مردم طلب کنند کہ اعجاز آں کجاست
صد دور و صد دریغ کہ اعجاز داں نماند

حضرت مسیح موعودؑ کی وفات پر مسلم اخبارات کی آراء

مرزا غلام احمد صاحب مرحوم و مغفور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ۲۶ مئی کی صبح کو لاہور میں انتقال فرمایا۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔ مرحوم ضلع گورداسپور کے ایک معزز خاندان کے رکن تھے۔ ہمیں ان کے والد بزرگوار مرزا غلام مرتضےٰ خان صاحب اور ان کے بڑے بھائی مرزا غلام قادر مرحوم سے بھی تعارف کی عزت حاصل تھی، مرزا غلام مرتضےٰ خانصاحب اعلیٰ پایہ کے طبیب بھی تھے رئیس بھی تھے اور صاحب رسوخ بھی تھے۔ چنانچہ مفسدہ ۱۸۵۷ء میں آپ نے گورنمنٹ کو کسی قدر فوجی امداد بھی دی تھی۔ مرزا غلام قادر صاحب کو جب ہم نے دیکھا وہ سپرنٹنڈنٹ دفتر فارسی ضلع گورداسپور تھے۔ مرزا غلام احمد ۱۸۶۰ء یا ۱۸۶۱ء کے قریب ضلع سیالکوٹ میں محرر تھے۔ اس وقت آپ کی عمر ۲۲ یا ۲۴ سال کی ہوگی اور ہم چشم دید شہادت سے کہہ سکتے ہیں کہ جوانی میں بھی نہایت صالح اور متقی بزرگ تھے۔ کاروبار ملازمت کے بعد ان کا تمام وقت مطالعہ دینیات میں صرف ہوتا تھا۔ عوام سے کم ملتے تھے ۱۸۷۷ء میں ہمیں ایک شب قادیان میں آپ کے یہاں مہمانی کی عزت حاصل ہوئی، ان دنوں میں بھی آپ عبادت اور وظائف میں اس قدر محو و مستغرق تھے کہ مہمانوں سے بھی بہت کم گفتگو کرتے تھے۔ ۱۸۸۱ء یا ۱۸۸۲ء میں آپ نے براہین احمدیہ کی تصنیف کا اعلان دیا اور ہم اس کتاب کے اول خریداروں میں سے تھے لیکن افسوس کہ مرزا صاحب کی عمر تمام ہوگئی اور کتاب ناتمام رہی ۱۸۹۲ء کے قریب جب ہم کشمیر میں افسر محکمہ ڈاک تار تھے تو ہم نے سنا کہ آپ نے مسیح موعود ہونیکا دعوٰی کیا جس پر وہ اخیر عمر تک قائم رہے بلکہ پچھلے پانچ چار سال میں آپ نے سری کرشن مہاراج کے اوتار ہونیکا اعلان بھی دیا ہم بارہا کہہ چکے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ آپکے دعاوی خواہ دماغی استغراق کا نتیجہ ہوں مگر آپ بناوٹ اور افتراء سے بری تھے مسیح موعود یا کرشن کا اوتار ہونیکے اور مولوی محمد احسن صاحب عالم و فاضل بزرگ اور خواجہ کمال الدین صاحب بی اے اور خواجہ جمال الدین صاحب بی اے اور مولوی محمد علی صاحب ایم اے جیسے نئی روشنی کے تعلیمیافتہ اصحاب انکے مریدان باصفا کے حلقہ میں ہیں۔ گو ہمیں ذاتی طور پر مرزا صاحب کے دعاوی یا الہامات کے قائل و معتقد ہونیکی عزت حاصل نہ ہوئی مگر ہم انکو ایک پکا مسلمان سمجھتے تھے۔ ہم نے ایک بار آپ کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا تھا کہ اگر ان بحثوں کو جو اپنے ہم مذہبوں یا غیر مذہبوں سے کی جاتی ہیں ہیں چھوڑ کر اپنی زندگی میں قرآن مجید کی تفسیر لکھ جائیں اور سرسید میموریل فنڈ کی تائید کر کے علی گڑھ کالج کو یونیورسٹی تک پہنچا جائیں تو آپ کے یہی دونوں دینی اور دنیاوی کام اعجاز مسیحائی سے کم نہ ہونگے اس پر مولوی عبدالکریم صاحب نے ہمیں لکھا کہ حضرت اقدس آپکو قادیان میں بلاتے ہیں۔ مگر افسوس کہ ہم وہاں تک پہنچ نہ سکے۔ مرزا صاحب اپنے بزرگوں کی طرح گورنمنٹ انگریزی کی پوری وفادار رعایا اور تمام ملکی بہی خواہوں کی طرح ہندوؤں اور مسلمانوں کے باہمی اتفاق کے خواہاں تھے چنانچہ آپ نے آخری وقت پر لاہور آکر بہت سے اراکین قوم ہنود سے اس غرض کیلئے بھی ملتے رہے ؛

صادق الاخبار ریواڑی

چونکہ مرزا صاحب نے اپنی پرزور تقریروں اور شاندار تصانیف سے مخالفین اسلام کو ان کے لچر اعتراضات کے دندان شکن جواب دے کر ہمیشہ کے لئے ساکت کر دیا ہے اور ثابت کر دکھایا ہے کہ حق حق ہی ہے اور واقعی مرزا صاحب نے حق حمایت اسلام کما حقہ ادا کر کے خدمت دین اسلام میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ انصاف متقاضی ہے کہ ایسے اولوالعزم حامی اسلام اور معین المسلمین فاضل اجل عالم بے بدل کی ناگہانی اور بے وقت موت پر افسوس کیا جائے ؛

نتیجہ امتحان دینیات ۲ مئی ۱۹۴۳ء کل نمبر ۱۰۰

نمبر شمار	نام	مضمون	درجہ	حاصل کردہ نمبر
۱	ڈاکٹر عطاء اللہ صاحب	قرآن	سوم	۶۱
،	، ، ،	مسائل	اوّل	۹۲
۲	یوسف احمد صاحب	مسائل	اول	۸۹
۳	مولوی محمد حسین صاحب	قرآن کریم	اوّل	۹۳
۴	غلام مرتضےٰ صاحب	قرآن کریم	اول	۴۲
۵	عبدالجلیل صاحب	حدیث	سوم	۵۲
۶	عبدالباقی صاحب	سیرت	اوّل	۳۳
۷	سید سکندر شاہ صاحب	کتب سلسلہ	اوّل	۵۰

عزیز بخش جائنٹ سکرٹری ۲۱/۵/۴۳

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ | رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ۔ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا

پیغامِ صلح ہفتہ وار

ایڈیٹر: ایس محمد اسعد بی۔ اے۔ جائنٹ ایڈیٹر: شیخ محمد انعام الحق

حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آن کتابِ حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفرست و خسران و تباب

جماعتِ احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ و آئمہ قابلِ احترام ہیں۔ سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

جلد ۳۱ | لاہور۔ یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۹ جمادی الاول ۱۳۶۲ھ م ۲ جون ۱۹۴۳ء | نمبر ۲۲

امامِ ربانی بحیثیت طبیبِ روحانی

از جناب ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب

علم طب کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ جب تک مرض کی پوری پوری تشخیص نہ ہو علاج تجویز کرنا ناممکن ہوتا ہے اور اگر بغیر صحیح تشخیص کے کوئی علاج تجویز بھی کر دیا جائے تو چونکہ مرض کی اصل اور صحیح وجہ کا علم نہیں ہوتا لہذا ایسا علاج موثر اور مفید ثابت نہیں ہوتا۔ اگر یہ قاعدہ کلیہ انسان کی جسمانی صحت کے لئے کام کرتا ہے تو یہی قاعدہ انسان کی روحانی صحت کے لئے بھی کارگر ہو سکتا ہے کیونکہ انسانی جسم اور روح کا آپس میں بڑا شدید اور گہرا تعلق ہے۔ اس مسئلہ کو حضرت امام زماں نے اپنے لیکچر بعنوان "اسلامی اصولوں کی فلاسفی" میں بڑی وضاحت اور کمال صفائی کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

اگر ہم موجودہ زمانہ کے مسلمانوں کی زبوں حالی اور انحطاط کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ کی سب سے بڑی مرض جو نہ صرف مسلمانوں کی بلکہ تمام انسانوں کی زندگی کو تباہ و برباد کر رہی ہے وہ دہریت اور مادہ پرستی کی مہلک مرض ہے جس کا اصلی Root Cause خدا تعالیٰ کی ہستی کا انکار ہے۔

موجودہ زمانہ علم اور سائنس کا زمانہ ہے۔ علم اور سائنس نے جس قدر ترقی ہمارے زمانہ میں کی ہے اس کی مثال دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ علم سائنس کے دو حصے ہیں۔ ایک جس کو Theory یا نظریہ کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے، دوسرا Practice یا عملیات یا تجارب کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ پریکٹیکل سائنس میں کوئی نظریہ قابل قبول نہیں ملتا۔ جب تک کہ اس کا ثبوت تجربہ اور مشاہدہ سے نہ دیا جائے۔ ایسا نظریہ جس کا ثبوت صرف عقلی اور نقلی دلائل سے دیا جائے وہ صرف Hypothesis کہلاتا ہے یا groundless assumption یعنی ایک ایسا تخیل جس کی بنیاد محض عقل اور فلسفہ پر لیکن اصلیت اور صداقت سے اس کا کوئی تعلق ہونا ضروری نہیں ہوتا۔

ہمارے زمانہ میں مذہب کی حیثیت محض Hypothesis تک محدود رہ گئی تھی۔ عقلی اور نقلی دلائل ہمیں صرف اس حد تک لے جاتے ہیں کہ اس کارخانہ کا کوئی موجد اور بنانے والا ہونا چاہئے لیکن وہ فی الحقیقت ہے اس کا ثبوت اس زمانہ میں حامیان مذاہب کے پاس بالکل نہ تھا۔ اور یہی وجہ تھی کہ جس طرح سائنس میں Hypothesis کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی اسی طرح مذہب بھی محض ایک تخیل اور نظریہ بن کر رہ گیا تھا۔ لہذا اس پر حقیقی ایمان اور یقین پیدا نہ ہو سکتا تھا۔ حضرت مرزا صاحب نے مذہب کو practical Science کے رنگ میں پیش کیا۔ آپ صاحب حال اور اہل تجربہ تھے۔ اور آپ نے اپنے آپ کو دنیا کے سامنے اس رنگ میں پیش کیا کہ جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ چونکہ ہمارے عقلی دلائل صرف ہمیں اس حد تک لے جاتے ہیں کہ ایک مدبر بالارادہ ہستی کا ہونا ضروری ہے لیکن یہ کہ ایک ایسی ہستی زندہ موجود ہے اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا لہذا ہم مذہب کو صرف ایک تخیل اور نظریہ کی حیثیت دیتے ہیں ایسے اشخاص ہمارے پاس آویں اور ہم ان کو اللہ تعالیٰ کی زندہ ہستی کا زندہ ثبوت دیتے ہیں۔ اور حضرت ممدوح نے دہریوں۔ مادہ پرستوں منکرین مذہب و الہام کو سینکڑوں چیلنج دے کر لاجواب کر دیا۔ چنانچہ اس کا اعتراف مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو بھی کرنا پڑا ہے:۔

"مخالفین اسلام و منکرین الہام کے مقابلہ میں مردانہ تحدی کے ساتھ یہ دعوےٰ کیا ہو کہ جس کو وجود الہام کا شک ہو وہ ہمارے پاس آکر اس کا تجربہ اور مشاہدہ کرے اور اس تجربہ اور مشاہدہ کا اقوام غیر کو مزا بھی چکھوا دیا ہو"

انسان کی سب سے بڑی صفت نطق کی ہے اور یہی صفت اس کو دوسرے حیوانات اور جانداروں سے ممتاز کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اندر بھی یہ صفت موجود ہے بلکہ انسانی نطق صرف اس کا ظل ہے مسلمان یہ تو مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ازلی ابدی ہے جس کے یہ معنے ہیں کہ اس کی تمام صفات ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی زبردست صفت اس کا اپنے بندوں سے ہمکلام ہونا ہے اور اس کا ثبوت دنیا کے انبیاء اور اس وقت کے اولیاء دیتے آئے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کی ہستی کا ثبوت صرف اس کے اپنے کلام سے ہو سکتا ہے۔ جب تک وہ خود انا الموجود کا ثبوت نہ دے انسان کو حق الیقین حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور اگر یہ مانا جائے کہ اللہ تعالےٰ گذشتہ زمانوں میں تو اپنے بندوں سے ہمکلام ہوتا تھا لیکن اب یہ دروازہ مسدود ہے، تو نعوذ باللہ یہ ماننا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ اب گونگا ہو گیا ہے اور اس کی یہ صفت معطل ہو گئی ہے۔ حضرت اقدس نے ضرورت الہام پر بڑا زور دیا ہے کہ اس زمانہ کی اصل مرض اللہ تعالیٰ کے الہام کا انکار تھا جس کے بغیر نہ تو خدا کی ہستی پر زندہ اور کامل ایمان پیدا ہو سکتا ہے اور نہ ہی انسان کے اندر اخلاق فاضلہ اور اعمال صالحہ پیدا ہو سکتے ہیں جو مذہب کی اصل غرض و غایت ہے۔ لہذا حضرت صاحب نے اس زمانہ کی اصل مرض کی تشخیص کی اور اس کے علاج کے لئے اپنے آپ کو بطور معالج پیش کر کے اسلام کو Practical Science کا درجہ دیا۔ جس کے بغیر مذہب کی کوئی حقیقت نہیں سمجھی۔ حضرت صاحب نے اس امر کا ثبوت کہ اللہ تعالےٰ کا اپنے بندوں سے ہمکلام ہونے سے ہی اس کی ہستی کا ثبوت ملتا ہے ایک مثال سے واضح کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی کمرہ اندر سے بند ہو تو عقلی طور پر یہ اس کی شہادت ہے کہ اس کمرہ کے اندر ضرور کوئی زندہ ہستی ہونی چاہیئے لیکن امکانی طور پر یہ بھی ممکن ہے کہ کسی وقت کوئی ہستی اندر موجود تھی لیکن اب اس پر موت وارد ہو چکی ہے لہذا وہ ہستی نہ ہے لیکن مردہ یا یہ صورت ہے کہ اتفاقی طور پر اندر سے کسی طرح چٹخنی یا کنڈی وغیرہ لگ گئی ہے اور اندر کوئی ہستی موجود نہیں۔ لیکن اگر باہر سے دستک دینے یا بلانے پر اندر سے یہ آواز آئے کہ "انا الموجود" تو یہ ایک ایسا زبردست تجربہ ہوگا جس کی بناء پر بلانے والے کو یقین ہوتا ہے کہ کوئی زندہ ہستی موجود ہے جو بذریعہ الہام یا کلام اپنی ہستی کا ثبوت دے رہی ہے۔ یہی وہ تجربہ ہے جس کو قرآن کریم نے بھی ان الفاظ میں پیش کیا ہے:۔

ادعونی استجب لکم

یعنی مجھے پکارو اور میں تمہیں جواب دوں گا اور تمہاری پکار کو قبول کروں گا۔ اور جس کے ثبوت کے لئے حضرت صاحب نے اپنے وجود کو پیش کیا ہے۔

یہ نقطہ بھی یاد رہے کہ چونکہ اس زمانہ میں کیا دہریوں اور منکرین الہام کی طرف سے اور کیا دیگر مذاہب والوں کی طرف سے اور کیا عام مسلمانوں کی طرف سے اللہ تعالیٰ کی صفت تکلم کا بڑی شدومد کے ساتھ انکار کیا گیا تھا لہذا اب ضروری تھا کہ اسی شدومد کے ساتھ اس زمانہ کا روحانی معالج اس الہام کے وجود کو پیش کرتا اور اللہ تعالیٰ نے بھی اسی وجہ سے آپ کے ساتھ بڑی کثرت سے ہمکلامی کی اور اس کی اہمیت اور ضرورت کو ہمارے دل و دماغ میں منقش کرنے کے لئے اس . . . . Phenomena کا اظہار لفظ نبی سے کر دیا لیکن ساتھ ہی وضاحت فرما دی کہ اس لفظ سے حقیقی نبوت مراد نہیں بلکہ لم یبق من النبوۃ الا

رسالہ "ایک غلطی کا ازالہ" تک قطعاً کسی تبدیلی کا نشان نہیں پایا جاتا

(از جناب شیخ عبد الرحمن صاحب مصری)

۳ رنومبر ۱۹۰۱ء تک کے حوالے (گذشتہ قسط میں)

۳۱ راگست ۱۹۰۱ء تک کے حوالے درج کر کے میں یہ ثابت کر چکا ہوں کہ جناب میاں صاحب مکرم کا یہ دعوے کہ حضرت مسیح موعود نے ۱۹۰۱ء کے ابتداء میں اپنے آپ کو محدثین و اولیاء کی جماعت سے نکال کر انبیاء کی جماعت میں داخل کر لیا تھا بالکل بے بنیاد ہے اب میں حضرت اقدس اور معززین جماعت کے مزید حوالوں سے جو ۳ رنومبر ۱۹۰۱ء تک چھپے ہوئے ہیں یہ دکھلاتا ہوں کہ جناب میاں صاحب مکرم کی مزعومہ تبدیلی نہ ہی کبھی حضرت اقدس کے ذہن میں اور نہ ہی جماعت کے کسی ثقہ آدمی کے ذہن میں آئی اور وہ حوالے یہ ہیں:۔

۱۰ ستمبر ۱۹۰۱ء کو ارادت حسین صاحب کا مذہب (الحکم ۱۰ ستمبر ۱۹۰۱ء کے صفحہ ۱۳)

پر ارادت حسین صاحب احمدی اوریئی از مونگیر بنگال کا مضمون شائع ہوا ہے اس میں وہ لکھتے ہیں "اسبات کا ثبوت تاریخوں سے صاف ملتا ہے کہ کیسے ولی صاحب کشف و کرامت ہوئے یا اور ایسے حقانی علما ہوئے جو رو حانیت میں اسرائیلی نبیوں سے کم نہ تھے اور ایسا ہی ہر صدی کے سر پر امام ہوتے آئے جو اسرائیلی نبیوں میں سے کسی ایک کے مقابل اور مثیل تھے زمانہ سابق کو جانے دو آج لاکھوں گواہ مسلمان اور غیر قوم آپ کو ملیں گے جو اپنے چشمدید واقعات بیان کریں گے اور اولیاء اللہ اسلام کے تقدس اور بزرگی اور کشف اور الہام کو بیان کریں گے اور ابھی حال میں ایک بڑے ولی ہندوستان میں گذرے ہیں جن کی ملاقات کو گورنر جنرل صاحب بہادر تشریف لے گئے اور ہزاروں ہندو وغیرہ ان کی کشف و کرامت کے گواہ ہیں وہ کون تھے وہ مولانا فضل الرحمن صاحب قدس سرہ مراد آبادی تھے علاوہ اس کے ایک بہت بڑا امام جو مثیل عیسی ہے وہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب ہیں جو دعویٰ امام زمان علیہ السلام قادیانی (پنجاب)

الہام کا دعوے کرتا ہے اور ہیبت سے عملی ثبوت بھی اپنے دعوے پر دے چکا ہے جس کسی کو شک ہو میرے پاس چلا آئے اور مجھے آزمائے بخلاف اس کے عیسائیوں میں ایسے لوگوں کا نشان نہیں"

مندرجہ بالا عبارت پڑھ کر جناب ... ہی اندازہ لگائیں کہ کس صفائی سے ثابت

حضور کو زمرۂ اولیاء میں شمار کرتی رہی ہے۔

۲۴ ستمبر ۱۹۰۱ء کو بھی اپنے آپ کو محض مجدد ہی تسلیم کیا (مقلدوں اور غیر مقلدوں)

کی نسبت حضرت امام الائمہ حکم و عدل کا فیصلہ کی سرخی قائم کر کے الحکم نے اپنی ۲۴ ستمبر ۱۹۰۱ء کی اشاعت میں حضور کا وہ تمام فیصلہ نقل کیا ہے جو حضور نے ان دونوں فریقوں کے درمیان دیا ہے اور جس کے مندرجہ ذیل الفاظ قابل غور ہیں:۔

"پس جبکہ یہ سلسلہ ہدایت الہی کا انسانی توسط سے ہی شروع ہوا ہے اور توسط ان لوگوں کا جو خدا سے آنکھیں پاتے ہیں پس اس سے سمجھ سکتے ہیں کہ یہی طریق قیامت تک ہماری ہے گا اسی کی طرف اشارہ وہ حدیث کرتی ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ ہر ایک صدی کے سر پر مجدد مبعوث ہو گا اور اس کی طرف یہ آیت کریمہ اشارہ فرماتی ہے انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون یعنی خدا فرماتا ہے کہ میں نے اس دین کی محافظت اپنے ذمہ لی ہے پس جبکہ خدا کے ذمہ اس دین کی محافظت ہے تو اس سے سمجھا جاتا ہے کہ محافظت کے بارے میں جو قدیم قانون خدا کا ہے اسی طریق اور منہاج سے وہ دین اسلام کی محافظت کرے گا ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا اور وہ طریق مجددین و مصلحین ہے۔

حضرت اقدس نے تحریر مندرجہ بالا میں صرف ایک ہی طریق حفاظت دین کا لکھا ہے اور وہ اس امت میں صرف مجددین کا مبعوث ہونا ہے اور یہاں تک فرمایا کہ یہی طریق قیامت تک جاری رہے گا اور اس میں تبدیلی قطعاً نہیں ہو گی، اور جہاں تک شرعی اصطلاح کا تعلق ہے مجددین کو حضور نے ہمیشہ مثیل انبیاء ہی تسلیم کیا ہے انہیں نبی کبھی تسلیم نہیں کیا گویا بالفاظ دیگر ۲۴ ستمبر ۱۹۰۱ء تک بھی حضور اس امت میں صرف مثیل انبیاء کے آنے کے ہی قائل رہے ہیں جو درحقیقت اولیاء کا ہی دوسرا نام ہے۔

۱۰ اکتوبر ۱۹۰۱ء کو جماعت کا مذہب (۱۰ اکتوبر ۱۹۰۱ء کے الحکم کے صفحہ ۱۳ تا ۱۵)

پر کتاب عسل مصفیٰ مصنفہ مرزا خدا بخش صاحب مرحوم پر مکرمی ... مولوی ... سلمہ ... قلم سے ... ہوا ہو ... شائع ہوا ہے ... جناب مولوی صاحب فرماتے ہیں:۔

"باب ششم محدث کے بیان میں ہے اس باب میں دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت کیا ہے کہ اس امت مرحومہ میں وا سطے اظہار ان حقائق قرآنیہ اور لطائف فرقانیہ کے جن کی اسلام کو ہر قرن میں ایک خاص ضرورت واقع ہوا کرتی ہے محدث اور ملہم کا ہونا بھی ضروریات سے ہے جس کے ظہور سے باغ اسلام ترو تازہ رہکر ضرب اللہ مثلاً کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ اصلھا ثابت و فرعھا فی السماء توتی اکلھا کل حین باذن ربھا کا مصداق بنا رہے"

پھر فرماتے ہیں:۔

"کہ باب دہم میں اماکم منکم کی ایک شرح عجیب غریب کی گئی ہے اور حضرت اقدس مرزا صاحب کا بنی اسحاق سے ہونا ثابت کر کے یہ دکھلایا ہے کہ وہ کامل مجددیت جو مہدویت اور مسیحیت کی جامع ہوا ور دونوں شانیں اپنے اندر جمع رکھتی ہوں قریش سے منتقل ہو کر اب بنی اسحاق میں آگئی ہے جس کے مصداق حضرت مرزا صاحب ہیں جیسا کہ نبوت اور رسالت بنی اسرائیل سے منتقل ہو کر حضرت خاتم النبیین سید المرسلین صلعم میں جو بنی اسماعیل میں سے ہیں جلوہ گر ہوئی تھی ہاں فرق اس قدر ہے کہ وہاں پر ختم نبوت و رسالت تھا اور یہاں پر ختم ولایت ہے"

عبارت مندرجہ بالا سے عیاں ہے کہ جماعت حضرت اقدس کو اکتوبر ۱۹۰۱ء تک بھی نبیوں کے مقابل محدثوں کی جماعت کا فرد ہی سمجھتے رہے ہیں اگر جناب میاں صاحب مکرم کا قول درست ہو کہ ۱۹۰۱ء کے شروع میں حضرت اقدس نے اپنے خیال میں تبدیلی کر لی تھی تو پھر جماعت کے تین بڑے آدمی مکرم جناب مولوی سید محمد احسن صاحب امروہی رضہ اور جناب مرزا خدا بخش صاحب رضہ اور جناب شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی ایڈیٹر الحکم کیوں ۲۴ راکتوبر ۱۹۰۱ء کو اس خیال کا اظہار کرتے کہ حضرت اقدس ع نبیوں کے نہیں بلکہ محدثوں کی جماعت کے فرد ہیں ۔ فتدبر۔

۳ رنومبر ۱۹۰۱ء کو بھی جماعت ابدال کا فرد ہونے کا دعوے

۳ رنومبر ۱۹۰۱ء کو حضور نے ایک تقریر فرمائی جو ۱۰ ردسمبر ۱۹۰۱ء کے الحکم کے صفحہ ۱۰ پر شائع ہوئی اس میں حضور فرماتے ہیں:۔

"چونکہ خدا تعالےٰ واحد ہے اور وحدۃ کو پیار کرتا ہے اس لئے سب کام وحدۃ ہی کے ذریعہ کرتا ہے وہ اگر چاہتا تو ہر ایک کو نبی بنا دیتا مگر یہ امر وحدۃ کے خلاف تھا اسلئے ایسا نہیں کیا تاہم اس میں بخل بھی نہیں ہے، ہر ایک شخص جو اس راہ کو اختیار کرنے کے لئے سچا مجاہدہ کرتا ہے وہ اس کا لطف اور ذوق اٹھا لیتا ہے اسی لئے کہا گیا ہے کہ امت میں ابدال ہوتے ہیں جن کی فطرت کو بدلا دیا جاتا ہے اور یہ تبدیلی اتباع سنت اور دعاؤں سے ملتی ہے"

عبارت مندرجہ بالا سے عیاں ہے کہ حضور ۳ رنومبر ۱۹۰۱ء کو بھی اپنے آپ کو جماعت ابدال کا فرد سمجھتے تھے نہ کہ انبیاء کا۔

اب میں شروع ۱۹۰۱ء سے لیکر ۳ رنومبر ۱۹۰۱ء تک کے حوالوں سے دکھلا چکا ہوں کہ حضرت اقدس کے اس خیال میں کہ حضور امت محمدیہ میں جماعت اولیاء کے ہی ایک فرد ہیں قطعاً کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوئی اور یہ کہ نبی کا لفظ حضور کے لئے محض انبیاء کے ساتھ بعض مشابہتوں کی وجہ سے مستعمل ہوا ہے جیسا کہ محدثین کے لئے ہو سکتا ہے۔

اب اس تحریر کے بعد رسالہ "ایک غلطی کا ازالہ" ۵ رنومبر ۱۹۰۱ء کو شائع ہوتا ہے اس میں آیا کسی تبدیلی کا اظہار ہوا ہے یا نہیں اس پر انشاء اللہ آیندہ اشاعت میں بحث کی جائے گی۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت پہلے سے کسی قدر بہتر ہے آپ ۱۷ رجون کو ڈلہوزی تشریف لیجائیں گے، ڈلہوزی میں آپ کا پتہ حسب ذیل ہے:۔

دار السلام۔ ڈلہوزی

—— ہمارے مکرم دوست چوہدری تاجدین صاحب سفید پوش ویرالہ کے نوجوان فرزند چوہدری مشتاق احمد صاحب جو ایک ہونہار اور صالح احمدی ہیں اور سلسلہ سے گہری دلچسپی رکھتے ہیں کچھ عرصہ سے میعادی بخار میں مبتلا ہیں، بخار کے ساتھ کھانسی اور خون بھی آتا ہے احباب کرام سے درخواست ہے کہ اس نوجوان کی صحت کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں۔

—— احمد خانصاحب برادر ابو محمد صادق خان صاحب انبالہ چھاؤنی ترقی ملازمت و دفع مشکلات کے لئے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔

—— خان غلام ربانی خان صاحب وکیل بانہر سے لکھتے ہیں "عزیزی فضل حق مرحوم کی حیرات کے سلسلہ میں مبلغ ... و پیرخانصاحب عبد اللطیف خانصاحب والئی پھلروہ نے دیئے ہیں مبلغ -/50 روپے انجمن کو بغرض تفسیم ترجمہ قرآن شریف دراویرپ اور -/5 روپے شفاخانہ دینائی مقامی کے لیئے۔ جزاہ اللہ خیرا۔

—— محمد امین خانصاحب احمدی قوم آکوزخیل سکنہ موضع منڈوہ ضلع ہزارہ نے -/5 روپے بمد تبلیغ ارسال فرمائے ہیں ساتھ ہی لکھا ہے کہ جملہ احباب انجمن سے دعا کی التجا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے معاف ...

رسولِ کریم صلعم کے قلب کی بصیرت

تعجب ہے کیوں لوگ اس زمانہ کے مجدد کو نہیں مانتے؟

جماعت کے نوجوانوں کو خدا کی ہستی پر محکم ایمان پیدا کرنا چاہیئے

اسلام کی فتح کے متعلق مبشر خواب

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ مورخہ ۲۱ مئی ۱۹۴۳ء

قل ھذہٖ سبیلی ادعوا الی اللہ قف علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی وسبحٰن اللہ وما انا من المشرکین۔ (سورہ یوسف ۱۰۸)

رسولِ کریم کا رستہ اور مسلمان

اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے اپنے رسول کو کہ کہہ دو لوگوں کو سنا دو۔ ھذہٖ سبیلی میرا رستہ یہ ہے وہ رستہ کیا ہے؟ ادعوا الی اللہ میں دنیا کو خدا کی طرف دعوت دیتا ہوں تو معلوم ہوا کہ محمد رسول اللہ صلعم کا اصلی رستہ خدا تعالےٰ کی طرف دعوت دینا ہے اور جو مسلمان آج اس رستے پر گامزن نہیں وہ فی الحقیقت محمد رسول اللہ صلعم کے رستے سے الگ جا رہے ہیں اس رستہ سے منحرف ہو رہے ہیں۔ یہی تمام انبیاء کا کام تھا اور یہی حضرت محمد رسول اللہ صلعم کا کام تھا۔ ادعوا الی اللہ خدا تعالےٰ کی طرف دنیا کو دعوت دینا کس طرح پر؟ علیٰ بصیرت۔ یہ میری دعوت کوئی سنی سنائی بات نہیں علیٰ بصیرت کامل یقین کے ساتھ خدا کی ہستی کو دیکھ کر تجربہ کر کے یہ دعوت دیتا ہوں۔

رسول کی بصیرت

رسول پر تو خدا تعالےٰ کا کلام نازل ہوتا ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں خدا کی ہستی کو رسول ایسے رنگ میں محسوس کرتا ہے کہ دوسرے لوگ اس رنگ میں محسوس نہیں کر سکتے، خدا تعالےٰ رسول کے ساتھ ہمکلام ہوتا ہے اور کلام سے اس کی ہستی مشہود کی طرح ہو جاتی ہے گویا آنکھوں سے دیکھ لی جاتی ہے اور یقیناً خدا تعالےٰ کے ساتھ تعلق کی وجہ سے رسول کے قلب میں ایک زبردست بصیرت پیدا ہوتی ہے جس طرح ہم اپنی آنکھوں سے اشیاء کو دیکھتے ہیں اسی طرح رسول دل کی آنکھوں سے خدا تعالیٰ کو دیکھتا ہے۔

رسول کے پاس بیٹھنے والے علیٰ بصیرت ہیں

لیکن فرماتا ہے میں تو علیٰ بصیرت ہوں مگر وہ بھی علیٰ بصیرت ہیں جو میری پیروی کرتے ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں اگر خدا تعالےٰ کی ہستی ایک امر واقع ہے تو وہ شخص جس کے ساتھ خدا تعالےٰ کا تعلق پیدا ہوتا ہے اور جس کو اس نے اپنا رسول بنایا ہے تو اس کے پاس بیٹھنے والوں پر بھی اس کا اثر یقیناً پڑے گا۔ اگر ایک چراغ کے جلنے پر اردگرد روشنی ہو جاتی ہے تو رسول کے پاس بیٹھنے والوں پر بھی رسول کے قلب کی روشنی کا اثر پڑتا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ایک وہ لوگ ہیں جو اس روشنی کو لینا چاہتے ہیں اور ایک وہ لوگ ہیں جو اس روشنی کو روک دیتے ہیں، آپ دیکھیں گے کہ ہر رسول کے ساتھ وہ لوگ ہوتے ہیں جو اس روشنی کو لیتے ہیں اور ایک وہ بھی ہوتے ہیں جو رسول کی مخالفت کرتے ہیں۔

تاریخی واقعہ

یہ تو ایک تاریخی واقعہ ہے کہ آنحضرت صلعم کے ساتھی کس قدر علیٰ بصیرت تھے خدا تعالےٰ کی ہستی پر ان کو اس قدر یقین تھا کہ دنیا کے تمام مصائب اس یقین کے سامنے ہیچ تھے۔ خدا کی خاطر انھوں نے تمام مشکلات کو برداشت کیا جب تک یقین کامل نہ ہوتا وہ کس طرح پر ان تکالیف کو برداشت کرتے اگر آپ ان کے حالات کو پڑھیں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ کس طرح پر وہ اس دعوت کو لیکر تمام ممالک میں پہنچ گئے، ایران میں پہنچے چین میں پہنچے ہندوستان میں پہنچے اس دعوت الی اللہ کو لیکر وہ ہر جگہ پہنچے یہ تو حضرت رسول خدا کا زمانہ تھا اور آپ کے صحابہ کا زمانہ تھا مگر خدا تعالےٰ نے آنحضرت صلعم کے اتباع کو قیامت تک رکھا ہے اور آپ دیکھیں گے کہ محمد رسول اللہ صلعم کے اتباع اس کے بعد بھی ملکوں کے اندر چلے گئے اور انھوں نے قوموں کی قوموں کو اور ملکوں کے ملکوں کو مسلمان کر لیا یہ خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ یہ لوگ کیا تھے؟ یہ سب کے سب دعوت الی اللہ کا جذبہ اپنے اندر رکھتے تھے اور دعوت الی اللہ مبنی تھی یقین کے اوپر

اس زمانہ کے مجدد کی آواز

اس زمانہ میں ایک اور صرف ایک آواز ہے جو علیٰ بصیرت اس دعوت الی اللہ کی مصداق ہے اور وہ اس زمانہ کے مجدد کی آواز ہے اس زمانہ میں جب لوگوں کے دلوں میں طرح طرح کے شبہات پیدا ہوئے تھے کہیں آریہ ان شکوک کو پیدا کرنے والے تھے اور کہیں اس زمانہ کی تعلیم اور مذہب[illegible] پیدا کرنے والی تھی۔ ایسے زمانہ میں صرف ایک ہی آواز ہے کہ ہم نے اسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا۔ یہ نہیں کہ میں مسلمان کے گھر میں پیدا ہوا ہوں اسلیئے اسلام کو مانتا ہوں بلکہ یہ کہ ہم نے اسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا۔ یہ آواز اس شخص کی ہو سکتی ہے جس کے قلب میں پوری بصیرت ہو، یہ خدا سے ہمکلامی کی آواز ہے ؎

آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے
لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

اے لوگو میں نے ان باتوں کا خود تجربہ کر کے دیکھ لیا ہے اور میں علیٰ بصیرت تمہیں خدا کی طرف بلاتا ہوں۔

یہ آواز آپ کہیں نہیں سنیں گے

اس زمانہ میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب کا وجود اس آیت کی تفسیر ہے اور صرف ایک ہی تفسیر ہے۔ یہ آواز آپ کہیں نہیں سنیں گے، نہ عیسائیوں میں نہ آریوں میں حتیٰ کہ مسلمانوں میں بھی یہ آواز آپ نہیں سنیں گے جو یہ کہے کہ خدا مجھ سے ہمکلام ہوا۔ لوگ یقیناً اس سے تنفر پیدا کرتے چلے جائیں گے یہ ان کی بدقسمتی ہے واقعات کو دیکھیں تو معلوم ہو گا علیٰ بصیرت دعوت الی اللہ کی آواز دینے والا صرف ایک شخص ہے۔

تعجب ہے لوگ اس زمانہ کے مجدد کو کیوں نہیں مانتے

یہ کوئی فرضی بات نہیں اس کی وجہ کیا ہے؟ کہ دعوت الی الاسلام کے لئے اور بھی انجمنیں بنتی ہیں مگر کسی کو کامیابی نہیں ہوئی لیکن جس نے علیٰ بصیرت آواز بلند کی اس کو باوجود عالمگیر مخالفت کے اتنی زبردست کامیابی ہوتی ہے کہ اس کی شہادت ساری دنیا دے رہی ہے، اسلامی ملکوں کے اندر چلے جائیں کہیں آپ کو دعوت الی اللہ کی اور پھر دعوت الی اللہ علیٰ بصیرت کی آواز سنائی نہ دے گی تعجب ہے کہ لوگ اس طرف توجہ نہیں دیتے اور اس زمانہ کے مجدد کو نہیں مانتے۔

خدا کی ہمکلامی کیا ہے؟

مجدد اور عام عالم میں یہ فرق ہوتا ہے کہ مجدد خدا تعالےٰ سے ہمکلام ہوتا ہے اور عام عالم نہیں ہوتا اور اس لئے اسے وہ بصیرت حاصل نہیں ہوتی جو ایک مجدد کو ہوتی ہے، اور یہ بات بھی یاد رکھو کہ اگر مجدد اکیلا ہی علیٰ بصیرت ہو تو یہ خدا کی ہمکلامی نہیں خدا کی ہمکلامی وہ چیز ہے کہ اس کے پاس بیٹھنے والوں میں بھی وہ بصیرت پیدا کر دیتی ہے۔

حضرت مسیح موعود کے پاس بیٹھنے والے

وہ لوگ جو حضرت مسیح موعود کے پاس بیٹھے ایک مشترک چیز ان میں نظر آتی ہے وہ ہے دعوت الی اللہ کا جذبہ اور خدا تعالیٰ کی ہستی پر محکم یقین، اگر خدا تعالےٰ کی ہستی پر محکم یقین نہ ہوتا تو یہ جماعت کوئی کام نہ کر سکتی تھی وہ جماعت جس کی اپنی قوم بھی مخالف ہو وہ کام کس طرح پر کرے گی یہ صحیح بات ہے کہ جو لوگ حضرت مرزا صاحب کے پاس بیٹھے انھوں نے بھی وہ روشنی حاصل کی جو حضرت مرزا صاحب کے قلب پر نازل ہوئی اور ابھی ہم میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جنہوں نے براہ راست حضرت صاحب سے اس روشنی کو حاصل کیا یہ ہم نہیں جانتے کہ ان کے بعد اللہ تعالےٰ اس کام کو کس طرح چلائے گا لیکن وہ لوگ جو ان لوگوں کی صحبت میں بیٹھے ہیں ان کے قلوب میں بھی یہ روشنی ضرور پیدا ہوئی ہے ـــــ دولت اور دنیا کے لئے لوگ محنت کرتے ہیں، کچھ لوگ اس لئے بھی محنت کرتے ہیں کہ ان کی قوم اور ملک بڑا بن جائے مگر دعوت الی اللہ کا کام وہی کر سکتے ہیں جن کے دلوں میں خدا تعالےٰ کی ہستی پر یقین کامل ہو۔

سچی خوابوں اور الہام کا سلسلہ

یہ بصیرت اگر ایک زبردست ایمان والے انسان کے پاس بیٹھنے سے حاصل ہوتی ہے اور ایک قلب سے دوسرے قلب کو نور ملتا ہے تو اس کے دلائل بھی اس کے ساتھ ہی روشن ہو جاتے ہیں اور پھر کم و بیش سچی خوابوں اور الہام کا سلسلہ بھی اس بصیرت کو زیادہ کرتا ہے مگر اس میں شبہ نہیں کہ بہت سے لوگ اس بارہ میں مکمل نہیں ہوتے۔

مولوی برہان الدین صاحب کا سوال

ایک دفعہ مولوی برہان الدین صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں سوال کیا کہ حضرت میں چاہتا ہوں کہ مجھے بھی کشف ہو مگر وہ ہوتا نہیں آپ نے فرمایا انسان کا کام یہ نہیں کہ اس کی یہ خواہش ہو کہ میں خدا سے ہمکلام ہوں، خدا سے ہمکلامی موہبت ہے۔ مگر بایں ہماری جماعت میں بہت سے لوگ ہیں جن کو تعلق باللہ حاصل ہے، اور انہیں سچی خوابیں آتی ہیں۔

ایک جماعت کی بنیاد

مگر میں آپ کو ایک بات اور بتانا چاہتا ہوں جس وقت ہم نے اس جماعت کی بنیاد رکھی جس کا مرکز یہی مسجد ہے میرے ساتھ اس وقت جو دوست تھے ان میں سے بہت سے گذر چکے ہیں جب قادیان سے تکفیر اہل قبلہ کی آواز اٹھی تو ہم وہاں سے الگ ہو گئے اور ہم نے فیصلہ کیا کہ دعوت الی اللہ کا کام ہم نے بہرصورت کرنا ہے اس وقت یہی دو چار آدمی نظر آتے تھے اختلاف کے بعد پورا ڈیڑھ مہینہ گذر گیا اور ہم نے کسی جماعت کی بنیاد نہیں [illegible] میں اسلیئے بتا رہا ہوں تا کہ آپ کو [illegible] کس حالت میں یہ جماعت بنی ہے ہم نے صرف چند آدمیوں کو دعوت دی تھی جو میاں صاحب کی بیعت سے بچے ہوئے تھے ڈیڑھ مہینہ کے بعد اس انجمن کی بنیاد رکھی گئی اس وقت خزانہ اور مسلغ اور سامان سب قادیان میں تھا اور ہم چند آدمی خالی

ساتھ تبع ہوئے تھے، ہاں صرف ایک چیز موجود تھی وہ دلوں کے اندر ایمان تھا جو حضرت مسیح موعود کا پیدا کردہ تھا عام لوگوں میں ہماری مخالفت تھی قادیان کے لوگ تو ہمارے اور بھی سخت مخالف تھے۔

ہماری جماعت کا کام

باوجود ان باتوں کے اللہ تعالے نے اس کام کو وہ ترقی دی کہ تعجب ہوتا ہے اور جہاں تک کام کا سوال ہے دنیا میں قرآن کریم کو پہنچانے کا سوال ہے دعوت الی اللہ کا فریضہ ہے قادیانی جماعت کا سر بھی اس جماعت کے سامنے نگوں ہے کتنا بڑا خدا کا احسان ہے اگر یہ لوگ علی بصیرت کے مصداق نہ ہوتے تو ان کے کام میں برکت پیدا نہ ہو سکتی تھی۔ وہ جگہ قادیان جس کی خاطر ساری دنیا کو چھوڑا تھا اس کو چھوڑنا اور وہاں سے الگ ہو کر کام کرنا آسان بات نہ تھی۔

خدا کے حضور گرو

ایک بات اور بھی کہنا چاہتا ہوں کیونکہ انسان کی زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں اور میں ایک لمبے عرصے کے لئے آپ سے جدا ہوتا ہوں، یہ ایمان کی دولت ہے جو اللہ تعالے نے آپ کو دی ہے اس دولت سے اپنے آپ کو بھی اور مخلوق کو بھی فائدہ پہنچایئے آپ لوگوں کے دلوں میں یہ ایمان ایسا مضبوط ہونا چاہیئے جس طرح پر یہ حضرت مسیح موعودؑ کے دل میں تھا تاکہ آپ لوگوں پر اثر ڈال سکیں راتوں کو اٹھ کر خدا تعالے کے حضور گرو اور اسلام کی نصرت کیلئے دعا کرو۔

۲۹ سال کا عرصہ

اس ۲۹ سال کے عرصہ میں جو مجھے قادیان سے الگ ہوئے، ہوئے ہیں اس عرصہ میں شاید کوئی غفلت کی رات آگئی ہو، بہت بڑا حصہ ان انتیس ۲۹ سالوں کی راتوں کا اس گریہ وزاری میں گذرا ہے کہ خدا کا نام دنیا میں بلند ہو ایک میں کیا سینکڑوں کا گذرا ہے یہی میری زندگی کا مقصد رہا اور یہی میرے دوستوں کی زندگی کا مقصد ہے۔ ہماری جماعت میں بہت سے لوگ ہیں جو راتوں کو اللہ کو دعا کرتے ہیں اور گریہ زاری کرتے ہیں اے خدا تو اس دین کو دنیا پر غالب کر۔

وہ مالک ہے تم سائل ہو

خدا کے آگے جب دعا کرو تو اس بات پر تمہارے دل میں زبردست ایمان ہو کہ وہ تمہاری آواز کو سنتا ہے اور تمہاری دعا کو قبول کرتا ہے بعض وقت ہم اپنے عزیز کے لئے دعا کرتے ہیں شفا نہیں ہوتی اس سے یہ مت سمجھو کہ خدا تعالے تمہاری آواز کو سنتا نہیں بلکہ اس بات پر یقین رکھو کہ خدا سنتا ہے اور اس [illegible] ۔ اس بات [illegible] وہ تم سائل ہو [illegible]

چاہیئے کہ میرا آقا ہر چیز مجھے دے سکتا ہے مگر ساتھ یہ بھی ہونا چاہیئے کہ اگر وہ نہیں دیتا تو میرا ایمان اس کی ہستی پر متزلزل نہیں ہونا چاہیئے۔

نوجوانوں کو نصیحت

میں بطور نصیحت تمہارے اندر اس بات کو چھوڑتا ہوں اور بوڑھے اور جوانوں کو نصیحت کرتا ہوں اور شاید نوجوانوں کو خاص طور پر اس کی ضرورت ہے کہ اگر اس جماعت کو زندہ رکھنا چاہتے ہو تو خدا تعالے کی ہستی پر یقین کو قلوب میں اتنا مضبوط کرو کہ جب رات کو خدا تعالے کے حضور گرنے کا وقت آئے تو اس وقت تمہاری آنکھوں سے نیند اُڑ جائے۔

تتجافی جنوبھم عن المضاجع یدعون ربھم خوفاً و طمعاً

ان کے پہلو بستروں سے الگ ہو جاتے ہیں وہ اپنے رب کو ڈرتے ہوئے اور امید رکھتے ہوئے پکارتے ہیں۔

حدیث میں آتا ہے

یہ وہ چیز ہے جو ہم نے حضرت مرزا صاحب سے سیکھی، ہم بھی اس وقت جوان تھے ان کے فیض سے ہم میں یہ بات پیدا ہو گئی اس دولت کو اب جوان بوڑھوں سے حاصل کریں۔ حدیث میں آتا ہے کہ پچھلی رات اللہ تعالے فرماتا ہے من السائل کوئی سوال کرنیوالا ہے۔ سو یہ آواز تمہارے لئے ایک حقیقت بن جائے اور تم اس کو سن کر خدا کے سامنے گر جاؤ۔ خدا کے حضور گر کر یہ مانگو کہ اے خدا تیرے وعدے سچے ہیں ہم کو اپنی نصرت عطا فرما کہ ہم تیرے دین کو دنیا پر غالب کرنے میں کامیاب ہو جائیں اس بات کو اپنے قلوب میں اس قدر بلند کرو کہ باقی سب باتیں بھول جائیں، عزیز بھول جائیں۔ دولت بھول جائے اپنی مصائب بھول جائیں مگر یہ بات نہ بھولے، یاد رکھو یہ چیز یقیناً تمہیں کامیاب کر دے گی۔

میرے دو مبشر خواب

۲۴ رمئی کو میں نے ایک نظارہ دیکھا سال گذشتہ بھی میں نے ایک نظارہ دیکھا تھا گذشتہ سال میرے دل پر بہت بوجھ تھا چنانچہ میں دو تین دفعہ آٹھ آٹھ دس دس دن کے لئے سردیوں کے موسم میں اکیلا ڈلہوزی جا کر رہا تاکہ اور بھی زیادہ تنہائی میں خدا تعالیٰ کے حضور گر کر اس بوجھ کو ہلکا کروں وہاں میں نے رؤیا میں دیکھا کہ میں ایک میدان میں چلا جا رہا ہوں کہ اتنے میں میرے سامنے مدینہ منورہ آ گیا اور میرا دل خوشی سے بھر گیا کہ میں کامیابی کی منزل مقصود پر پہنچ گیا۔ ابھی ۲۴ رمئی کی بات ہے کہ ایام فتح تونیسیہ کی خوشی کے دن تھے اس خوشی میں ہم بھی شامل ہیں کیونکہ ہماری حکومت [illegible]

نجات پائی جس میں وہ کئی سال سے گرفتار تھے، لیکن سچی بات یہ ہے کہ ہمارے دل کسی اور بات کو دیکھنا چاہتے ہیں میں نے رؤیا میں ایک نظارہ دیکھا، میں اپنے مکان سے باہر نکلا اور نیچے مغرب کی طرف ایک روشنی نظر آئی جیسے وہ کسی فتح کی خوشی میں چراغاں کا نظارہ ہے، میں آگے بڑھتا ہوں تو میں نے دیکھا کہ وہ روشنی زمین سے لیکر آسمان تک پہنچ گئی اور سارا افق نور ہی نور ہو گیا پھر میں نے دیکھا اس روشنی کی دیوار کے ساتھ سمندر ہے اور اس سمندر سے جتنی لہریں اٹھتی ہیں وہ بھی اس روشنی کو اپنے اندر لئے ہوئے ہیں، خدا تعالے نے میرے دل میں ڈالا یہ روشنی اسلام کی فتح ہے اور وہ وقت آنیوالا ہے کہ دنیا اسلام کے نور سے منور ہو جائے گی۔ عجیب بات ہے کہ وہ سمندر میرے پاس آ پہنچا، میرے ساتھ میرا ایک رفیق ہے میں نے اسے کہا اس پانی میں یہ خوبی ہے کہ جو چیز اس میں ڈالو وہ بھی روشن ہو جاتی ہے چنانچہ میں نے کچھ گھاس پھونس کا تودہ سا لیکر اس میں ڈال دیا تو اس سے بھی اسی طرح روشنی کی شعاعیں نکلنے لگیں۔ یہ نظارے بعض دفعہ اللہ تعالے دکھا دیتا ہے تاکہ ہمارے قلوب میں اس کام کے متعلق یعنی دعوت الی اللہ کے متعلق مزید قوت پیدا ہو اور بہت سے لوگ ہیں جنہیں ایسے نظارے وہ دکھاتا ہے سو محکم یقین کے ساتھ اللہ تعالے کے حضور گر جاؤ اور یقین رکھو کہ خدا تعالیٰ کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا اگر آج تمہاری آنکھوں کے سامنے پورا نہیں ہوتا تو بعد میں آنیوالی نسلوں کی آنکھوں کے سامنے پورا ہوگا اور ہو کر رہے گا۔

بقیہ صفحہ اول

المبشرات یعنی رویا صالحہ۔ جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی زندہ ہستی پر زندہ اور کامل ایمان پیدا ہوتا ہے۔

حضرت نے اپنے ماننے والوں کے اندر یہ زندہ ایمان پیدا کر کے دکھا دیا یہ ایک الگ مضمون ہے جس کو کسی آئندہ صحبت کے لئے چھوڑتا ہوں لیکن حضرت مولانا نورالدین صاحب۔ صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید۔ حضرت مولانا عبدالکریم صاحب حضرت مرزا یعقوب بیگ صاحب۔ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب۔ شیخ رحمت اللہ صاحب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب جیسی بے شمار ہستیاں اپنی زندگیوں سے حضرت صاحب کی صداقت کا ثبوت دے چکی ہیں۔ اللہ تعالے ان سب پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔

ایک پُر مسرت تقریب

یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت مسرت کے ساتھ سنی جائے گی کہ ۳۰ رمئی ۱۹۴۳ء کو بروز اتوار حضرت مولینا صدر الدین صاحب کی صاحبزادی رشیدہ خانم کا نکاح شیخ فیض الرحمٰن صاحب مرحوم سکنہ فیض اللہ چک کے صاحبزادہ شیخ منظور الحسن صاحب ایگزیکٹو انجنیئر پی۔ ڈبلیو۔ ڈی کے ساتھ چار ہزار روپیہ حق مہر پر ہوا، اس مبارک اور پُرمسرت تقریب پر حضرت مولینا صاحب نے جماعت لاہور اور بیرونجات کے بہت سے احباب کو اور اُن معززین کو جو برات کے ساتھ تشریف لائے پرتکلف دعوت طعام دی۔

خطبہ نکاح حضرت امیر ایدہ اللہ تعالے نے پڑھا جو بہت موثر اور سبق آموز تھا،

ہم تمام جماعت کی طرف سے حضرت مولینا اور ان کی بیگم صاحبہ اور دیگر اعزا کی خدمت میں مبارکباد عرض کرتے ہیں۔

تتمہ نتیجہ امتحان دینیات

۲؍مئی ۱۹۴۳ء

۲۷ رمئی ۱۹۴۳ء کے پیغام صلح کے صفحہ ۸ پر جو نتیجہ امتحان دینیات شائع ہوا ہے اس کے آخری ۸ کے متعلق ایزاد کیا جاوے۔

۸ ایضاً یعنی سید سکندر شاہ صاحب مسائل اول نمبر ۶۹

عزیز بخش جائنٹ سکرٹری

۲۹-۵-۴۳

ایڈیٹر صاحب رخصت پر

شیخ محمد آصف صاحب ایڈیٹر پیغام صلح اپنے ایک عزیز کی بیماری کی وجہ سے چند یوم کے لئے رخصت پر تشریف لے گئے ہیں۔ یہ پرچہ ان کی غیر حاضری میں مرتب ہوا ہے۔

اسلام اور پیغمبر اسلام کے حضور غیر مسلم اکابر کی نذرِ عقیدت

میں نے سب سے پہلے پیغمبر اسلام کی سیرت کا مطالعہ کیا۔ اس مطالعہ کے دوران میں مجھے ان کی شخصیت اس قدر حسین و جمیل نظر آئی کہ میں نے ان کی تعلیمات کا مطالعہ کیا اب میں دین اسلام کا پرجوش مداح ہوں۔ میرا خاکسارانہ مطالبہ یہ ہے کہ ہم سب کو پیغمبر اسلام کے پیغام پر عمل پیرا ہو کر آپس میں بھائی بھائی بن جانا چاہیئے۔

(ڈی۔ اے۔ انکلے۔ ساریہ بی لے رنگون)

قرآن مسلمانوں کی ایک مذہبی کتاب ہے اس کتاب کو عزت و احترام کا جو درجہ ہے وہ شاید کسی کتاب کو نہیں ہے۔ یہ ایسے وقت میں دنیا کے سامنے پیش کی گئی جب ہر طرف ہولناک تاریکی چھائی ہوئی تھی اور ہر طرف ظلم و ستم کا طوفان برپا تھا، اس کی عام فہم تعلیمات نے دنیا کی کایا پلٹ دی اور انصاف اور تہذیب کی روشنی پھیل گئی۔

(فیروز شاہ ایم۔ اے۔ سب ایڈیٹر جام جمشید۔ آپ پارسی جماعت کے مایہ ناز رہنما ہیں)

پیغمبر اسلام کا پیش کیا ہوا دین درحقیقت امن و سلامتی کا دین ہے۔ آج جبکہ دنیا جنگ و جدل سے تنگ آئی ہوئی ہے اور قیام امن کے لئے بے چین ہے۔ یہ امر ہمارے لئے موجب مسرت ہے اور سودمند بھی کہ ہم پیغمبر اسلام کی تعلیمات کا مطالعہ کریں اور اپنی مشکلوں کو آسان اور اپنی الجھنوں کو سلجھانے میں اس سے مدد لیں۔ پیغمبر اسلام کا پیش کیا ہوا دین "قدیم و جدید" کا ایک ایسا مرکب و نچوڑ ہے جس کا گمان بھی دنیا کے حاشیۂ خیال تک نہیں پہنچا تھا۔ ہماری نظر اب بھی اگرچہ بانی اسلام کے زمانہ کو صدیاں گذر گئیں ان کی مساعی حسنہ کے نتیجہ کو پوری وضاحت کے ساتھ دیکھ سکتی ہے اور واقعہ یہ ہے کہ پیغمبر اسلام کی تعلیمات میں ایسی بہت سی چیزیں ہیں جن سے ہم سبق حاصل کر سکتے ہیں اور اگر ہم ایسا نہ کریں اور ان سے پورا پورا فائدہ نہ اٹھائیں تو ہمارے ذہنی افلاس میں کوئی شبہ باقی نہ رہے گا۔ یہاں اپنے مذہب کے صحیح یا غلط ہونے کی نسبت کچھ نہیں کہتا لیکن اتنا ضرور کہتا ہوں کہ میرا مذہب موجودہ زمانہ اور موجودہ زمانہ کی ضروریات کے مطابق نہیں ہے کیونکہ موجودہ زمانہ کا رجحان یہ ہے کہ کل عالم انسانیت گھل مل کر ایک متحد ملت بن جائے۔ مگر پیغمبر اسلام کے پیش کئے ہوئے دین کا ایک طرۂ امتیاز یہی ہے کہ اس میں اعتقادی ضابطوں اور رسوم کو دخل و رسوخ حاصل نہیں ہے۔ پیغمبر اسلام کی تعلیمات کو نہ سائنس کی ترقیوں سے کوئی خطرہ لاحق ہو سکتا ہے، نہ تمدن و تہذیب کی وسعتیں اس کے لئے خطرناک ہو سکتی ہیں کیونکہ ان تعلیمات کی بنیاد ایسے اعتقادات پر نہیں رکھی گئی ہیں جن کا بھانڈا سائنس پھوڑ سکے یا ترقی یافتہ تہذیب و تمدن مسترد کر سکے۔

(برما کے مشہور رہنما مسٹر کھن مانگ بدمسٹ)

اسلام نے جو نعمتیں مشرق و مغرب کو عطا کی ہیں ان میں خدا کی وحدانیت کا خیال ایک نعمت عظمیٰ ہے۔ ۶۰۰ء سے لیکر ۱۰۰۰ء تک کا زمانہ ایسا تھا کہ مشرق میں تہذیب اور مغرب میں عیسائیت دیوتا پرست بن گئی تھی۔ اگر اسلام اس وقت وحدانیت کی پرزور صدا بلند نہ کرتا تو کون کہہ سکتا ہے کہ یہ زبردست خیال کہ خدا ایک ہے دنیا میں پامال نہ ہو جاتا۔ یہ اسلام ہی کی وجہ سے ہے کہ آج عقلی دنیا میں یہ خیال مضبوطی کے ساتھ قائم ہو گیا

(پادری انڈریوز)

میں دین محمدی کو اس روح اور زندگی کی وجہ سے جو اس میں موجود ہے نہایت قابل اعتبار سمجھتا ہوں۔ میرے نزدیک دین محمدی ہی ایک ایسا واحد دین ہے جو زندگی کے تمام مختلف شعبوں اور نوعیتوں پر حاوی ہے۔ اسے یہ قدرت حاصل ہے کہ ہر زمانہ میں دنیا کو اپنی طرف کھینچ لے۔

(جارج برنارڈ شا)

قرآن عالم انسانی کی رہنمائی کے لئے ایک بہترین رہبر ہے اس میں تہذیب و شائستگی ہے، تمدن ہے معاشرت ہے اور اخلاق کی اصلاح کے لئے ہدایت ہے۔ اگر صرف یہ کتاب دنیا کے سامنے ہوتی اور کوئی ریفارمر پیدا نہ ہوتا تو یہ عالم انسانی کی رہنمائی کے لئے کافی تھی۔

(مشہور روسی فلاسفر کاونٹ ٹالسٹائی)

قرآن ایک آسان اور عام فہم مذہبی کتاب ہے۔ اس نے جاہلوں کو عالم اور ظالموں کو رحمدل اور عیش پرستوں کو پرہیزگار بنا دیا۔

(طامس کارلائل)

قرآن اخلاقی ہدایتوں اور دانائی کی باتوں سے بھرا ہوا ہے۔ قرآن ایک مکمل قانون ہدایت ہے انسانی زندگی کی کوئی شاخ لے لیجئے ناممکن ہے کہ اس شعبہ میں اس کی تعلیم رہنمائی نہ کرتی ہو۔ اگر اس کی تعلیمات پر عمل کیا جائے تو ایک سمجھدار آدمی بیک وقت دنیاوی و روحانی ترقی حاصل کر سکتا ہے۔ اگر ان اخلاق کو لیجئے جو شرف انسانیت ہیں، مثلاً راستبازی، پرہیزگاری، رحم و کرم، عفت و عصمت تو قرآن میں یہ سب ہدایتیں موجود ہیں اور اگر ان اخلاق کو لیجئے جن کا تعلق دنیاوی ترقی سے ہے مثلاً محنت و مشقت، عزم و استقلال اور جرأت و شجاعت تو ان ہدایتوں سے بھی قرآن معمور ہے۔ بہرکیف، قرآن ایک حیرت انگیز قانون ہدایت ہے۔

(پروفیسر ہربرٹ وائل مشہور یورپین مورخ)

قرآن ایک آسان اور عام فہم مذہبی قانون ہے جس میں انسانی زندگی کی اصلاح کے لئے سب کچھ موجود ہے اس کی ایک امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ اس کی تعلیمات انسانی فطرت کے مطابق ہیں اور یہ دلکش انداز میں اصلاح کی دعوت دیتا ہے اس مذہبی قانون نے ایک طرف روح کی اصلاح کے لئے ہدایت کی ہے اور دوسری طرف دنیوی ترقی کے بھی بیش بہا اصول تعلیم کئے ہیں۔

(جان ڈیون پورٹ مشہور ادیب و سیرت نگار)

ہر انصاف پسند آدمی اس حقیقت کا اقرار کرنے کے لئے مجبور ہے کہ قرآن ایک بے نظیر قانون ہدایت ہے، اس کی تعلیمات فطرت انسانی کے مطابق ہیں اور وہ اپنے اثر کے لحاظ سے ایک حیرت انگیز پوزیشن رکھتا ہے۔

(مورخ اعظم گبن)

(ماخوذ)

ینگمینز احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور کے اجلاس

(ا) ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور کا ایک اجلاس ۲۲ر مئی کو زیر صدارت جناب ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب منعقد ہوا۔ محمد سعید، رشید، اقبال اور نسیم نے نظمیں سنائیں۔ جناب قادر شاہ صاحب مالاباری نے انگریزی میں ایک مدلل اور عالمانہ تقریر کی جس کا عنوان تھا "حضرت مسیح موعودؑ اور عشق قرآن" مقرر موصوف نے جس خوبی سے اپنے موضوع کو نبھایا وہ قابل تحسین ہے۔

جناب غلام ربانی صاحب متعلم ایف۔ اے نے اپنی تقریر "قتل مرتد" میں علامہ مودودی کے ان تمام شکوک و شبہات کو دور کیا جو انھوں نے رسالہ ترجمان القرآن میں اپنے مضامین میں پیش کئے تھے۔ ربانی صاحب نے قرآن، حدیث، تاریخ و فقہ سے وضاحت کی کہ اسلام میں مرتد کی سزا قتل نہیں ہے۔

جناب صدر اور مولوی عزیز بخش صاحب کے تنقید و تبصرہ کے بعد میٹنگ ختم ہوئی۔

(ب) یوم وصال پر کامیاب جلسہ

نشست اول ۵ بجکر ۵۰ منٹ پر زیر صدارت جناب ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب مبلغ جرمنی شروع ہوئی۔ حضرت امیر کی خدمت میں صدارت کی درخواست کی تھی لیکن وہ خرابیٔ صحت کی وجہ سے تشریف نہ لا سکے۔ مولوی امیر علی صاحب کی تلاوت کے بعد رشید، نسیم، کلیم اور اقبال نے حضرت صاحب کی نظم "پھر چلے آتے ہیں یارو زلزلے آنے کے دن" پڑھکر سنائی۔

جناب چودھری غفور احمد اور مولوی محمد حسین صاحب نے علی الترتیب "حضرت مسیح موعود کا نصب العین" اور "بعثت مجددین پر" پر تقریریں فرمائیں۔ جناب غلام ربانی صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کے علم الکلام پر تقریر فرمائی جسے حاضرین نے بہت پسند فرمایا۔ صدارتی تقریر کے بعد جلسہ ۷-۳۰ پر ختم ہوا۔

نشست دوم جناب مولانا مصطفےٰ خان صاحب مبلغ انگلستان کے زیر صدارت منعقد ہوئی۔ جناب مولوی امیر علی صاحب کی تلاوت کے بعد کاروائی شروع ہوئی، عزیزان رشید، نسیم، کلیم اور اقبال کی نظم کے بعد محمد اعظم صاحب [illegible] اور غلام جیلانی صاحب نے اپنا تازہ کلام سنایا مولوی امیر علی صاحب نے صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کی شہادت پر ایک مؤثر تقریر کی۔ جناب غلام جیلانی صاحب نے "حضرت مسیح موعودؑ اور شعریت" پر ایک کامیاب مقالہ پڑھا چونکہ وقت کافی ہو چکا تھا اسلئے خاکسار نے حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق چند باتیں کہکر اپنی تقریر کو ختم کر دیا جناب صدر کی صدارتی تقریر کے بعد ۱۰-۵۰ پر میٹنگ دعا پر ختم ہوئی۔

الحمدللہ کہ دونوں نشستیں کامیاب رہیں جس کے لئے خاکسار ان تمام نوجوان دوستوں کا شکریہ

۵۴ ادا کرتا ہے جنہوں نے کسی نہ کسی رنگ میں اس مجلس کو کامیاب بنانے کی سعی کی۔

(ج) ۳۰ر مئی کو زیر صدارت جناب غلام ربانی صاحب نوجوانانِ جماعت لاہور کی ایک میٹنگ ہوئی۔ مولوی امیر علی صاحب کی تلاوت کے بعد جناب قادر شاہ صاحب مالاباری نے انگریزی میں ایک خوبصورت تقریر کی جس کا موضوع تھا "حضرت مسیح موعود اور عشق رسول"۔ جناب صدر نے ان کی تقریر کا ملخص اردو میں بیان فرمایا۔

جناب غلام احمد صاحب بی۔ ایس سی آنرز نے اخلاق مسیح موعود پر تقریر کی۔ ان کی اس پہلی تقریر سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ عنقریب ایک کامیاب مقرر ثابت ہوں گے۔

صدارتی ارشادات کے بعد میٹنگ دعا پر ختم ہوئی۔

آئندہ اتوار کا پروگرام

بعثت مجددین: تقریر — مولوی محمد حسین صاحب

شیخ محمد طفیل ایم۔ اے۔ سکرٹری
ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور

سکرٹری صاحب جماعت احمدیہ بھدرواہ کا مکتوب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ایڈیٹر صاحب اخبار پیغام صلح۔

کل بروز سنیچر بذریعہ اخبار پیغام صلح مورخہ ۲۸ اپریل یہ خبر سخت افسوس کے ساتھ سنی گئی۔ کہ قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اس دار فانی سے رحلت فرما گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم و مغفور ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی وفات حسرت آیات پر بروز اتوار مورخہ ۲۰ بساکھ بکرمی سمت ۲۰۰۰ کو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام بھدرواہ کا ایک اجلاس زیر صدارت منشی عبدالخالق صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ بھدرواہ نماز ظہر کے بعد مسجد احمدیہ بھدرواہ میں منعقد ہوا۔ احباب جماعت کثرت سے شامل ہوئے۔ حسب ارشاد صاحب صدر بعد ادائے نماز ظہر مرحوم و مغفور کا جنازہ غائبانہ پڑھا گیا۔ جماعت احمدیہ بھدرواہ نے مرحوم و مغفور کی وفات حسرت آیات پر دلی اظہار افسوس کیا۔

خاکسار نے نماز جنازہ پڑھانے کے بعد حاضرین کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرائی۔ کہ آپ جانتے ہیں کہ مرحوم و مغفور ڈاکٹر صاحب نے اپنی زندگی میں کس قدر اسلام کی خدمت مالی و جانی و قلمی و لسانی کی ہے کہ جس کی تعریف مجھ جیسے حقیر انسان سے ہونا ناممکن ہے۔ ڈاکٹر صاحب مرحوم زمانہ کے ولی اللہ کہلانے کے مستحق تھے۔ آپ اگر جسمانی بیماریوں کے علاج کی کافی مہارت رکھتے تھے۔ تو خداوند کریم نے آپ کو اپنے باطنی معارف اور حقائق سے آراستہ کرکے۔ روحانی امراض کے علاج کی بھی عزت بخشی تھی۔ آپ نے ہمیشہ دنیا کو اپنی صدہا تحریروں اور تقریروں سے نیکی کی طرف کھینچنے کی کوشش فرمائی۔ آپ معارف اور حقائق سے پُر مضمون ہمیشہ اخبار پیغام صلح میں عام مسلمانوں کی فلاح و ہدایت کے لئے شائع کراتے رہتے تھے۔ آپ اس وقت اپنی زندہ یادگار جو ہمارے لئے چھوڑ گئے ہیں وہ آپ کی تصنیف "مجدد اعظم" کتاب ہے۔ جس کو بغور مطالعہ کرنے سے ہر انسان کو آپ کی علمی قابلیت کا پتہ لگ جاتا ہے۔ واقعی آپ علامۂ زماں عالم معقول و منقول تھے۔ مجدد اعظم آپ نے تین جلدوں میں لکھی ہے۔ دو جلدیں تو آپ نے اپنی زندگی میں ہی بڑے اعلیٰ پیمانہ پر چھپوا کر عاشقان اسلام کی خدمت میں پہنچا دی ہیں۔ اور تیسری جلد کا مسودہ بھی باوجود ناسازیٔ صحت کے مکمل کر گئے ہیں۔ اگر خداوند کریم کو منظور ہوا تو عنقریب وہ بھی چھپ کر شائع ہو جائے گی۔ ہم تمام احمدیوں کو لازم ہے کہ ہمیں اپنے علمی اضافہ کو مدنظر رکھتے ہوئے مذکورہ بالا کتاب کا بغور مطالعہ کرنا چاہیئے۔ تا ہم پر روشن ہو۔ کہ اسلام اور اسلام کے اندر احمدیت کیا نعمت عظمیٰ ہے۔

ہمیں ڈاکٹر صاحب کے لواحقین خصوصاً حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ۔ محترمہ بیگم صاحبہ حضرت امیر ایدہ اللہ۔ مولانا یعقوب خانصاحب۔ میاں ممتاز احمد صاحب فاروقی۔ میاں نصیر احمد صاحب فاروقی۔ شیخ عبدالرحمن صاحب سینئر سب جج و دیگر افراد خاندان سے دلی ہمدردی ہے۔ ہم دعا کرتے ہیں خداوند کریم آپ کو صبر جمیل عطا کرے اور خاندان مرحوم و مغفور میں سے ہی ہمیں نعم البدل بخشے۔ آمین۔

خاکسار
محمد صدیق سکرٹری جماعت احمدیہ انجمن اشاعت اسلام بھدرواہ

اسلام اور موجودہ جنگ پر

ماہنامہ "آواز" حیدرآباد دکن کا ریویو

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے مشہور و پُرمعارف رسالہ "اسلام اور موجودہ جنگ" پر ماہنامہ "آواز" حیدرآباد دکن نے اپنی تازہ اشاعت میں مفصل ریویو کیا ہے۔ جس کا اقتباس درج ذیل ہے:۔

"مولانا محمد علی صاحب اپنی اعلیٰ علمی قابلیت کی وجہ سے نہ صرف مسلمانوں ہی میں مشہور ہیں بلکہ مغربی ممالک میں بھی خاص شہرت کے حامل ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسے شخص کی کتاب جو اپنی علمی قابلیت کی وجہ سے مشرق و مغرب میں شہرت رکھتا ہے کتنی قابل قدر ہوگی۔ کتاب "اسلام اور موجودہ جنگ" نہایت مختصر ہے مگر مصنف کی اعلیٰ قابلیت نے اس کو اپنے موضوع میں نہایت ہی جامع و مفید بنا دیا ہے۔

(۱) آپ نے مدلل طور پر ثبوت دیا ہے کہ موجودہ جنگ یورپ کی اپنی تہذیب کا پیدا کردہ ہے اور موجودہ جنگ کی آگ انسانوں کی مال سے محبت اور اقتدار کی ہوس نے جلائی اور یہ دلوں پر دہریت کے غلبہ اور خدا سے غافل ہونے کا نتیجہ ہے۔

(۲) اور واضح کیا ہے کہ موجودہ جنگ یورپ کی بیماریوں کا علاج ہے اور یہ دنیا کو کسی بہتر نظام کی طرف لے جائے گا۔ اگرچہ یہ انسانوں کے اعمال کا نتیجہ ہے مگر رب العالمین جو تدریجاً مخلوق کو کمال تک پہنچانے والا ہے بعض وقت کمال تک پہنچانے کے لئے دکھوں اور عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ اس جنگ میں حکمت کاملہ یہی ہے کہ یورپ کی طاقتور قومیں اللہ تعالیٰ کے آگے سر نیاز خم کریں۔

(۳) اس پر مختصر مگر جامع بحث کی گئی ہے کہ بہتر نظام کس طرح پیدا ہوگا اس کا تاریخی و واقعاتی ثبوت دیا گیا ہے کہ مختلف قوموں کی نمائندہ کانفرنس بہتر نظام جو باہم محبت پر مبنی ہو نہیں قائم کر سکتی۔ بہتر نظام ذہنیت کی تبدیلی پر منحصر ہے، اور اس بات کا مکمل ثبوت دیا گیا ہے کہ اسلام ہی کے اصول دنیا میں بہتر نظام پیدا کر سکتے ہیں۔

(۴) اس کتاب میں سب سے زیادہ قابل ذکر بات یہ ہے کہ موجودہ جنگ کا ذکر بطور پیشگوئی قرآن کریم میں موجود ہے۔ اقوام متخاصم اور گیس، وجوہات جنگ سب کی قرآنی پیشگوئیوں میں نشان دہی کی گئی ہے۔ آیات قرآنی بغیر کسی تاویل کے موجودہ جنگ پر منطبق ہوتی ہیں مولانا کی اعلیٰ قابلیت اور لطیف تشریح نے ایک خاص ندرت پیدا کر دی ہے جو جدید تعلیمیافتہ حضرات کے لئے باعث رہنمائی ہوگی۔

(۵) مولانا رجائی ہیں اور ہر مذہبی انسان رجائی ہوتا ہے۔ قنوطیت نفسیاتی نقطۂ نظر سے انفرادی زندگی کے لئے مفید تو ہو سکتی ہے مگر اجتماعی زندگی کے لئے محرک عمل نہیں۔ انسان کی دو حیثیتیں ہیں انفرادی و اجتماعی — ان کا روشن مستقبل رجائیت میں پنہاں ہے۔ رجائیت محرک عمل ہے تمدن و تہذیب بلکہ زندگی کے ہر پہلو کی جان ہے۔ مولانا کا اس کتاب میں یہ خیال کہ بعد جنگ یورپ کی اکثریت کا غالب مذہب اسلام ہوگا۔ یورپ میں تبلیغی جدوجہد کرنیوالوں کو سرگرم عمل کر دے گا۔

(۶) آخر میں آپ نے ان مساعی اور کارگزاریوں کا ذکر کیا ہے جو ان کی جماعت نے یورپ میں انجام دی ہیں۔ اور مسلمانوں میں افتراق کا ذکر کرتے ہوئے انکی جماعت کے متعلق عام طور پر جو خیالات ہیں، اور جن کو مولانا غلط فہمیاں سمجھتے ہیں۔ صفائی کی ہے .... کتاب "اسلام اور موجودہ جنگ" عام نقطۂ نظر سے چند اختلافی مسائل کو چھوڑ کر نہایت ہی جامع مدلل اور مفید کتاب ہے"۔

(آواز بابت ماہ ربیع الاول و ربیع الثانی ۱۳۶۲ھ)

ڈاکٹر بشارت احمد نمبر کے متعلق مضمون نگار حضرات توجہ فرمائیں

گذشتہ پرچہ میں اعلان ہو چکا ہے کہ

ڈاکٹر بشارت احمد نمبر

مورخہ ۲۳ جون ۱۹۴۳ء کو شائع ہوگا۔ مضمون نگار حضرات کے لئے اب وقت کافی ہے انہیں چاہیئے کہ وہ اپنے مضامین از راہ مہربانی ۱۵ جون تک دفتر اخبار پیغام صلح میں ضرور بھجوا دیں تاکہ وقت پر ان کی کتابت ہو سکے۔ مضامین مختصر اور جامع ہونے چاہئیں۔

(مدیر)

جناب شیخ عبدالرحمن صاحب مصری کے مضمون پر تبصرہ

از جناب فردوس احمد صاحب (از شیخ محمدی)

جناب میاں محمود احمد صاحب، خلیفہ قادیان کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ امتی نبی سوائے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اور کوئی نہیں گذرا۔ اور یہ کہ آنحضرت صلعم کے سوائے اور کوئی نبی ایسا نہیں ہوا۔ جو اپنے امتی کو امتی نبی بنا سکے۔ جناب شیخ عبدالرحمن مصری نے اس پر بڑا مفصل تبصرہ فرما کر حضرت مجدد الوقت کی تحریرات سے ثابت کیا ہے کہ وہ دین دین ہی نہیں اور نہ وہ نبی نبی ہے جس کی متابعت سے انسان خدا تعالیٰ سے اس قدر نزدیک نہیں ہو سکتا۔ کہ مکالمات و مخاطبات الٰہیہ سے مشرف ہو سکے...... سو سچے دین کا متبع اگر خود نفس امارہ کے حجاب میں نہ ہو خدائے تعالیٰ کے کلام کو سن سکتا ہے، سو ایک امتی کو اسی طرح کا نبی بنانا سچے دین کی ایک لازمی نشانی ہے (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۳۸-۱۳۹)

اس عبارت اور دیگر عبارات سے محترم شیخ صاحب نے یہ ثابت کیا ہے۔ کہ ہر نبی کی اتباع سے ایک کامل امتی امتی نبی ہو سکتا ہے۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کی تشریح کے مطابق امتی نبی یا ظلی نبی صرف ایک ولی ہوتا ہے چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتاب حمامۃ البشریٰ میں تحریر فرماتے ہیں کہ نبی مثل اصل کے ہوتا ہے اور ولی مثل ظل کے ہوتا ہے۔ ہم اس جگہ حضرت مسیح موعودؑ کے کلمات طیبات سے ایک عبارت نقل کرتا ہوں جس میں ایک سعید الفطرت محمودی کے لئے کافی ہدایت موجود ہے بشرطیکہ تعصب سے خالی الذہن ہو کر غور و فکر سے کام لے۔

بڑے ہی تعجب اور افسوس کا مقام ہے۔ کہ جب یہ لوگ مانتے ہیں کہ یہ امت خیر الامم ہے تو کیا ایسی ہی امت خیر الامم ہوا کرتی ہے۔ جس میں کسی کو مخاطبات و مکالمات الٰہیہ کا شرف حاصل نہ ہو حضرت موسیٰ کی اتباع سے ان کی امت میں ہزاروں نبی ہوئے۔ لیکن اس امت میں ایک بھی ان کا مثیل نہ ہو، تو پھر یہ امت کیونکر خیر الامم ٹھیری۔

(الحکم ۲۳ جلد ۱۵ مورخہ ۲۴ اپریل ۱۹۱۱ء صفحہ ۵ کالم ۲)

عبارت بالا کسی مزید تشریح کی محتاج نہیں کیونکہ اس سے ثابت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اتباع سے انکی امت میں سے ہزاروں نبی پیدا ہوئے۔ لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ نبی درحقیقت نبی نہ تھے بلکہ امتی نبی یعنی ولی تھے۔ کیونکہ حقیقی نبی کسی دوسرے نبی کا متبع نہیں ہوا کرتا۔ بلکہ وہ خدا تعالیٰ سے براہ راست فیضان حاصل کرتا ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:۔

"اور بنی اسرائیل میں اگرچہ بہت نبی آئے مگر ان کی نبوت موسیٰ علیہ السلام کی پیروی کا نتیجہ نہ تھی، بلکہ وہ نبوتیں براہ راست خدا کی ایک موہبت تھیں۔ حضرت موسیٰ کی پیروی کا اس میں ایک ذرہ کچھ دخل نہ تھا اسی وجہ سے میری طرح ان کا یہ نام نہ ہوا کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی، بلکہ وہ انبیاء مستقل نبی کہلائے اور براہ راست ان کو منصب نبوت ملا۔"

(حاشیہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۷ ۱۹۰۷ء)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:۔

"گو وہ (یعنی حضرت عیسیٰ) بلکہ تمام انبیاء آنحضرت صلعم کی سچائی پر ایمان رکھتے تھے۔ مگر وہ ان ہدایتوں کے پیرو تھے جو ان پر نازل ہوئی تھیں۔ انکو خدائے تعالیٰ نے الگ کتابیں دی تھیں۔ اور ان کو ہدایت دی تھی کہ ان کتابوں پر عمل کریں اور کرائیں جیسا کہ قرآن شریف اس پر گواہ ہے۔"

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۹۳ ۱۹۰۸ء)

یہ حقیقی انبیاء ہیں جو بنی اسرائیل میں مبعوث ہوئے، لیکن انہیں انبیاء کی پیروی سے سلسلہ بنی اسرائیل میں ظلی نبی بھی پیدا ہوئے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:۔

"کہ بنی اسرائیل میں کئی ایسے نبی ہوئے ہیں۔ جن پر کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی۔ صرف خدا کی طرف سے پیشگوئی کرتے تھے۔ جن سے موسوی دین کی شوکت و صداقت کا اظہار ہو۔" (اخبار بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء)

یہ امتی نبی ہیں، جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیروی سے سلسلہ بنی اسرائیل میں پیدا ہوئے۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:۔

"کہ مرسل ہونے میں نبی اور محدث ایک ہی منصب رکھتے ہیں۔ اور جیسا کہ خدائے تعالیٰ نے نبیوں کا نام مرسل رکھا۔ ایسا ہی محدثین کا نام بھی مرسل رکھا۔ اسی اشارہ کی غرض سے قرآن شریف میں وقفینا من بعدہ بالرسل آیا ہے۔ اور یہ نہیں آیا کہ وقفینا من بعدہ بالانبیاء پس یہی اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ رسل سے مراد مرسل ہیں، خواہ وہ رسول ہوں یا نبی ہوں یا محدث ہوں"

(شہادۃ القرآن دوسرا ایڈیشن صفحہ ۲۷)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام لکھتے ہیں:۔

"کہ محدث بھی نبیوں اور رسولوں کی طرح خدا کے مرسلوں میں داخل ہے۔ بخاری میں وما ارسلنا من رسول ولا نبی ولا محدث کی قرات فورسے پڑھو"

(ایام الصلح صفحہ ۷۴-۷۵)

اب جس طرح امت محمدیہ میں محدث گذرے ہیں۔ اسی طرح پہلی امتوں میں بھی محدث گذرے ہیں اور پہلی امتوں میں محدثین کا گذرنا محمودیوں میں ایک امر مسلم ہے۔

نیز امت محمدیہ میں جو محدث گذرے ہیں وہ بھی امتی نبی ہیں۔ اور جو پہلی امتوں میں محدث گزرے ہیں وہ بھی امتی نبی ہیں، لیکن امت محمدیہ کے محدثین پہلے محدثین پر بلحاظ درجات فضیلت رکھتے ہیں، جیسا کہ آنحضرت صلعم کو انبیاء سابق پر فضیلت ہے۔ آپ کی امت کو امم سابقہ پر فضیلت ہے۔ اسی طرح آنحضرت صلعم کی امت کے محدثین یا اولیاء کو پہلی امتوں کے محدثین یا اولیاء پر فضیلت ہے۔

(ایک وہم کا ازالہ)

اگر یہ کہو کہ پہلے انبیاء کی پیروی سے بھی محدث ہوئے۔ اور آنحضرت صلعم کی پیروی سے بھی محدث ہوئے تو اس میں آنحضرت صلعم کی کیا فضیلت ہوئی۔ تو اس کا جواب بالفاظ حضرت مسیح موعود علیہ السلام حسب ذیل ہے:۔

"ہاں اپنی ختم رسالت کا نشان قائم رکھنے کے لئے یہ چاہا۔ کہ فیض وحی اس کی پیروی کے وسیلہ سے ملے۔ اور جو شخص امتی نہ ہو اس پر وحی الٰہی کا دروازہ بند ہو۔ سو خدا نے ان معنوں سے خاتم الانبیاء ٹھیرایا لہذا قیامت تک یہ بات قائم ہوئی۔ کہ جو شخص پیروی سے اپنا امتی ہونا ثابت نہ کرے اور آپ کی متابعت میں اپنا تمام وجود محو نہ کرے۔ ایسا انسان قیامت تک نہ کوئی کامل وحی پا سکتا ہے اور نہ کامل ملہم ہو سکتا ہے، کیونکہ مستقل نبوت آنحضرت صلعم پر ختم ہو گئی۔ مگر ظلی نبوت جس کے معنے ہیں محض فیض محمدی سے وحی پانا۔ وہ قیامت تک باقی رہے گی۔ تا انسانوں کی تکمیل کا دروازہ بند نہ ہو تا یہ نشان دنیا سے مٹ نہ جائے کہ آنحضرت صلعم کی ہمت نے قیامت تک یہی چاہا ہے کہ مکالمات و مخاطبات کے دروازے کھلے رہیں۔"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۸ ۱۹۰۷ء)

لیکن آنحضرت صلعم سے پہلے یہ ضروری نہ تھا۔ کہ مکالمات و مخاطبات کسی ایک نبی کی پیروی سے حاصل ہوں مگر اب ایک ہی دروازہ کھلا ہے۔ آنحضرت صلعم سے پہلے بہت سے دروازے کھلے تھے۔ اب خدا تعالیٰ سے قرب حاصل کرنے کے لئے سوائے آنحضرت صلعم کے دروازے کے سب دروازے بند ہیں۔ لیکن خاتم النبیین سے پہلے کئی دروازے کھلے تھے۔ اگر محمودیوں کے دل میں کچھ بھی خدا کا خوف۔ اور رسول اللہ صلعم سے محبت ہو۔ تو قرآن شریف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر کا ذکر موجود ہے۔ اگر تدبر سے کام لیں۔ تو مجھے یقین ہے کہ خدا تعالیٰ راہ راست کی ہدایت فرمائے گا۔ میں ہر ایک منصف مزاج محمودی سے پوچھتا ہوں کہ کیا حضرت خضر نے حضرت موسیٰ کی تابعداری سے قرب حاصل کیا تھا۔ حالانکہ وہ نبی بھی نہ تھے۔ صرف ایک ولی تھے جیسا کہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

پہلا حوالہ۔ "وہ شخص جس نے کشتی کو توڑا اور معصوم بچہ کو قتل کیا جس کا ذکر قرآن شریف میں ہے۔ وہ صرف ایک ملہم ہی تھا۔ نبی نہ تھا۔" (ازالہ اوہام پرانا ایڈیشن ۱۰۳)

دوسرا حوالہ۔ اسی طرح خضر جو نبی نہیں تھا اور اس کو علم لدنی دیا گیا۔ تو اس کا الہام ظنی تھا یقینی نہ تھا۔ کیوں اس نے ناحق ایک بچہ کو قتل کر دیا۔ (نزول المسیح صفحہ ۸۹ ۱۹۰۹ء)

اب سوچو اور غور کرو۔ کہ کیا اب بھی کوئی شخص آنحضرت صلعم کے اتباع کے بغیر الہام اور علم لدنی حاصل کر سکتا ہے اور بغیر متابعت آنحضور خضر کے مقام کو پا سکتا ہے۔ پس یہی فضیلت ہے جو رسول کریم کو انبیاء سابق پر حاصل ہے اور اگر یہ کہا جائے۔ کہ امتی نبی امت محمدیہ میں صرف ایک ہی گذرا ہے تو اس میں آنحضرت صلعم کی کوئی فضیلت نظر نہیں آتی۔ کیا یہ بھی کوئی فضیلت کی بات ہے کہ آنحضرت صلعم نے تیرہ سو سال کے بعد ایک امتی کو امتی نبی بنایا۔ محمودی حضرات کو مسیح موعودؑ کے اس قول کے سمجھنے میں سخت غلط فہمی واقع ہوئی۔ جہاں مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص ہوں۔ حالانکہ خود مسیح موعودؑ نے اس کی تشریح فرما کر ہر ایک شبہ کا ازالہ کر دیا ہے جیسا کہ وہ فرماتے ہیں:۔

"پھر بعد اس کے یہ فیصلہ بھی قرآن شریف نے ہی سورہ نور میں لفظ منکم کے ساتھ ہی کر دیا ہے۔ کہ اس دین کے تمام خلیفے اس امت میں سے پیدا ہوں گے اور وہ خلفاء سلسلہ موسوی کے مثیل ہوں گے۔ اور صرف ایک ان میں سے سلسلہ کے آخر میں موعود ہو گا جو عیسیٰ ابن مریم کے مشابہ ہو گا۔ باقی موعود نہیں ہوں گے یعنے نام لیکر ان کے لئے پیشگوئی نہیں ہو گی۔"

تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۳۷، ۳۸ ۱۹۰۳ء

اس عبارت سے ثابت ہے کہ سلسلہ امت محمدیہ کے خلفاء سلسلہ موسویہ کے خلفاء کے مثیل ہوں گے اور خلفاء محمدیہ میں سے صرف ایک خلیفہ کے متعلق نام لیکر پیشگوئی کی گئی ہے۔ باقیوں کے متعلق نہیں کی گئی۔ پس یہی وہ خصوصیت ہے جس کو مسیح موعود نے بیان فرمایا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ مسیح موعود زمرۂ مثیل انبیاء یا زمرہ محدثین سے نکل کر زمرہ انبیاء میں داخل ہو گئے۔ محمودی جماعت کی یہ خطرناک غلطی ہے کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام میں تناقض پیدا کر دیتے ہیں۔ اور خوش

حضرت نبی کریم صلعم کے آداب ملاقات

از حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم

مسلمانوں میں آج کس قدر کم لوگ ہیں جو اس بات کا علم رکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق فاضلہ کیا تھے۔ دوستوں سے ملنے جلنے، بات چیت کرنے کا طریق کیا تھا۔ لہٰذا آداب ملاقات کے متعلق چند کلمات عرض کرنا چاہتا ہوں، تا ہمارے احباب اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ آنحضرت صلعم کا معمول تھا کہ کسی سے ملنے کے وقت ہمیشہ پہلے خود سلام اور مصافحہ کرتے (ہمارے وہ متمول مسلمان غور کریں جو ہمیشہ دوسروں سے سلام کے متوقع رہتے ہیں) کسی سے ہاتھ ملاتے تو جب تک وہ خود نہ ہاتھ چھوڑ دے آپ اس کا ہاتھ نہ چھوڑتے۔ کوئی شخص اگر جھک کر کوئی بات کان میں کہتا تو آپ اس وقت اس کی طرف سے رخ نہ پھیرتے جب تک وہ خود اپنا منہ نہ ہٹا لے۔ آپ کسی کے گھر تشریف لے جاتے تو دروازے کے دائیں یا بائیں جانب کھڑے ہوتے عین سامنے کھڑے نہ ہوتے، اور السلام علیکم کہکر اذن طلب کرتے، اگر صاحب خانہ اذن نہ دیتا تو پلٹ آتے چنانچہ ایک دفعہ حضور سعدؓ بن عبادہ کے گھر تشریف لے گئے اور باہر کھڑے ہو کر اذن طلبی کے لئے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا، سعدؓ نے اس طرح آہستہ سلام کا جواب دیا کہ آنحضرت صلعم نے نہیں سنا۔ حضرت سعدؓ کے فرزند قیس بن سعد نے کہا کہ آپ رسول اللہ کو اندر آنے کی اجازت کیوں نہیں دیتے حضرت سعدؓ نے کہا چپ رہو رسول اللہ بار بار سلام کریں گے تو ہمارے لئے برکت کا باعث ہوگا۔ آنحضرت صلعم نے دوبارہ السلام علیکم کہا اور سعدؓ نے پھر اسی طرح جواب دیا۔ آنحضرت صلعم نے پھر تیسری دفعہ اسی طریقہ سے اذن طلب کیا اور جب کوئی جواب نہ ملا تو آپ واپس چلے سعدؓ نے جب آپ کو جاتے دیکھا تو دوڑ کر گئے اور عرض کی کہ میں آپ کا سلام سن رہا تھا لیکن آہستہ جواب دیتا تھا کہ آپ بار بار سلام فرمادیں۔ آپ واپس تشریف لے آئے اور ان کے لئے بہت خیر و برکت کی دعا کی۔

کسی کے گھر تشریف لے جاتے تو ممتاز مقام پہ بیٹھنے سے پرہیز فرماتے ایک دفعہ آپ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے مکان پر تشریف لے گئے انھوں نے آپ کے بیٹھنے کے لئے چمڑے کا ایک گدا ڈال دیا لیکن آپ زمین پہ بیٹھ گئے اور گدا آنحضرت صلعم اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے درمیان خالی رہا (آج کل کے پیر اور سجادہ نشین اس پر غور کریں) مجلس میں بیٹھتے تو آپ کے زانو کبھی ہمنشینوں سے آگے نکلے ہوئے نہ ہوتے۔

جس طرح آپ خود کسی سے ملنے جاتے تو اجازت مانگتے اسی طرح آپ کی یہ تعلیم تھی کہ جو شخص ملنے آتا اسے بھی یہی تعلیم تھی کہ سلام کرکے اور اجازت لے کے آئے۔ ایک دفعہ بنو عامر کا ایک شخص آیا اور دروازے پر کھڑے ہو کر پکارا کہ اندر آسکتا ہوں؟ آپ نے صحابہؓ کو فرمایا کہ جاکر ان کو اجازت طلبی کا طریق سکھا دو۔ یعنی پہلے سلام علیک کرے، پھر اجازت مانگے۔

آپ مجلس میں کسی کی بات کاٹ کر گفتگو نہ فرماتے۔ جو بات ناپسند ہوتی اس سے تغافل فرماتے اور ٹال دیا کرتے۔ کوئی شخص شکریہ ادا کرتا تو آپ نے اگر واقعی اس کا کوئی کام انجام دیا ہوتا تو شکریہ قبول فرماتے مجلس میں جس قسم کا ذکر چھڑ جاتا۔ آپ اس میں بھی شامل ہو جاتے ہنسی اور مہذب ظرافت میں بھی شریک ہوتے۔ خود بھی کبھی مذاقیہ باتیں فرماتے۔ کسی قبیلے کا کوئی معزز شخص آجاتا تو حسب مرتبہ اس کی تعظیم کرتے اور فرماتے اکرموا کریم کل قوم۔ یعنے ہر ایک قوم کے معزز لوگوں کی عزت کیا کرو لیکن اسبات کو ناپسند فرماتے تھے کہ ایک شخص تو بیٹھا رہے اور دوسرے سب تعظیماً اس کے لئے کھڑے رہیں۔ کوئی شخص ملنے آتا تو آپ اس سے ضرور پوچھ لیتے کہ اسے کوئی ضرورت اور احتیاج تو نہیں ہے یعنے اگر ہو تو اس کی امداد کی جائے صحابہ سے یہ بھی فرمایا کرتے کہ جو لوگ اپنے مطالب مجھ تک نہیں پہنچا سکتے مجھ کو ان کے حالات اور ضروریات کی خبر دو۔

لیکن آپ بلا وجہ سوال کرنے کو اچھی نگاہ سے نہ دیکھتے تھے یہانتک فرمایا کہ سوال نہ کرو اگرچہ اپنے باپ ہی سے کیوں نہ ہو۔ ایک دفعہ حکیم بن خرام صحابی نے آپ سے کچھ مانگا۔ آپ نے خلوت میں انہیں جو مانگا تھا دیا لیکن ساتھ ہی ایک نصیحت کی کہ جو ہاتھ اوپر ہوتا ہے (دینے والا) وہ اس ہاتھ سے بہتر ہے جو نیچے ہے (لینے والا) اس نصیحت کا ایسا اثر حضرت حکیم بن خرام پر ہوا کہ تمام عمر کسی سے سوال نہیں کیا۔

جب کوئی شخص ملنے آتا تو آپ اس کے ساتھ نہایت حسن سلوک سے پیش آتے مسجد نبوی میں جگہ بہت کم ہوتی تھی جو لوگ پہلے سے آکر بیٹھ جاتے تھے ان کے بعد جگہ باقی نہ رہتی تھی۔ ایسے موقعہ پر اگر کوئی آجاتا تو رداے مبارک بچھا دیتے تھے۔ ایک دفعہ مقام جعرانہ میں آنحضرت صلعم تشریف فرما تھے اور اپنے ہاتھ سے لوگوں کو گوشت تقسیم فرمارہے تھے کہ اتنے میں ایک عورت آئی اور آپ کے پاس چلی گئی۔ آنحضرت صلعم نے دیکھا تو اس کی نہایت تعظیم کی۔ اپنی چادر مبارک اس کے لئے بچھا دی۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے دریافت کیا کہ یہ کون عورت ہے تو لوگوں نے کہا کہ یہ حضور کی رضاعی ماں تھی۔ اسی طرح ایک دفعہ کا اور ذکر ہے کہ آنحضرت صلعم تشریف فرما تھے کہ آپ کے رضاعی والد آئے آپ نے ان کے لئے چادر کا ایک گوشہ بچھا دیا۔ پھر رضاعی ماں آئیں آپ نے دوسرا گوشہ بچھا دیا۔ آخر میں رضاعی بھائی آئے تو اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کو اپنے سامنے بٹھا لیا۔ کسی کی کوئی بات بری معلوم ہوتی تو مجلس میں نام لیکر اس کا ذکر نہیں کرتے تھے بلکہ صیغہ تعمیم کے ساتھ فرماتے تھے۔ مثلاً یوں فرماتے کہ "لوگ ایسا کرتے ہیں" "لوگ ایسا کہتے ہیں" "بعض لوگوں کی یوں عادت ہے" یہ طریقہ ابہام اسلئے اختیار فرماتے تھے کہ شخص مذکور کی ذلت نہ ہو اور اس کے احساس غیرت میں کمی نہ آئے۔ آپ نے اس بات کو منع فرمایا تھا کہ آپ کے سامنے کسی کے عیب یا کمزوری کا ذکر کیا جائے۔ فرمایا کرتے تھے کہ میں چاہتا ہوں کہ اس دنیا سے سب کی طرف سے دل صاف لے جاؤں۔

علمبردار حقیقت

از جناب محمد اعظم صاحب علوی مانوی

نظم ہذا بنگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور کے اجلاس منعقدہ ۲۶ مئی ۱۹۴۳ء بر موقعہ یوم وصال حضرت مسیح موعود علیہ السلام، احمدیہ مسجد لاہور میں پڑھی گئی:

اے کہ خاک قادیاں ہیں جسم اطہر ہے ترا ٭ روح دنیا کیلئے ہے اک پیام جانفزا
محو نا و نوش تھے جب راہزن و راہبر ٭ بھولے بیٹھے تھے سبھی صدق و صفا کا راستہ
دین تھا علماء کے ہاتھوں کشتی بے بادباں ٭ ناخدا سوئے ہوئے تھے تھا خدا ہی پاسباں
رہنما بننا تھا جس نے تھا یہی دکارواں ٭ اپنے محسن کا جسے بھولا ہوا تھا آستاں
باہمی جھگڑوں سے پیدا اک نیا طوفان تھا ٭ نام کا اسلام تھا اور نام کا ایمان تھا
دیں کو پیشہ سمجھتے تھے یہ فرضی پیشوا ٭ خواب غفلت میں پڑے تھے خون پی کر قوم کا
اور ادھر باد مخالف اسقدر زوروں پہ تھی ٭ کشتی اسلام کا کوئی نہ تھا والی ولی
ملت بیضا کے چھالے رو پڑے جب پھوٹ کر ٭ ابر رحمت چڑھ کے آیا اور برسا ٹوٹ کر
تیرے آنے سے جہاں میں آگیا وہ انقلاب ٭ مدتوں سے منتظر تھے جسکے پیر و شیخ و شباب
تھا مسیح ناصری کو کام مُردوں سے پڑا ٭ تونے ہر ذرہ و بشر کے سر پہ جاکر قُم کہا
تھا رگ باطل پہ نشتر تیری آواز بلند ٭ تونے پھینکی ہر مخالف پہ دلائل کی کمند
کام خنجر کا لیا تونے قلم کی نوک سے ٭ وار تیرے رک نہ سکتے تھے کسی کی روک سے
دین خس و خاشاک کو تونے اڑایا راہ سے ٭ ہوں مسلماں تاکہ واقف رمز لا اکراہ سے
تیرا آنا تھا جہان نو بنانے کے لئے ٭ خواب غفلت سے مسلماں کو جگانیکے لئے
ہر کوئی بھولا ہوا تھا جب مقام زندگی ٭ نوع انساں کو دیا تونے پیام زندگی
ہے مسیح دور حاضر رتبہ اعلیٰ ترا ٭ تونے آکر دین پر ایمان کو زندہ کیا
السلام اے رہنمائے دین و ملت السلام ٭ السلام اے نائب فخر رسل، خیر الانام
السلام اے مہدی مسعود ظل مصطفےٰ ٭ السلام اے واقف اسرار دین مجتبےٰ
آج دشمن کو تری خدمات کا اقرار ہے ٭ اک مسلماں ہے کہ تیرے نام سے بیزار ہے

(بقیہ از صفحہ ۷)

ہوتے ہیں۔

آنچہ فخر تست او ننگ من است

اس بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کیا خوب فرماتے ہیں:۔

"یہی تو تعجب ہے کہ ویدوں میں ان چیزوں کے صفات بیان کرنے میں عجیب تناقض سے کام لیا گیا ہے۔ اگر ذرا غور سے دیکھو تو یہ ظاہر ہوگا کہ تمام بیان وید کا ایک مخبوط الحواس انسان کی طرح ہے۔"

(چشمہ معرفت صفحہ ۷ حاشیہ)

(۲) اور جھوٹے کے کلام میں تناقض ضرور ہوتا ہے۔ ایسے مولوی صاحب موصوف کا کلام بھی تناقض سے بھرا ہوا ہے۔"

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۱۱ ۱۹۰۸ء)

کسی مصنف کی ایک عبارت کو لینا اور دوسری عبارات کا لحاظ نہ رکھنا ایک محقق کے شان کے شایاں نہیں۔ محقق کے لئے یہ ضروری ہوتا ہے کہ مدعی کی تمام تحریرات کو یکجائی نظر سے دیکھے اور جو شرط یا قید ایک جگہ قائم ہو جائے گی تو دیگر تمام عبارات میں اسی قید یا شرط کو ملحوظ رکھنا پڑے گا۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"جب ایک مرتبہ شرط قائم ہو جاوے تو اس کا عام عبارتوں میں لحاظ نہ رکھنا ایک گدھے کا کام ہے نہ انسان کا۔"

(انوار الاسلام صفحہ ۳۹)

... باہتمام سید محمد اختر پرنٹر پبلشر ... پیغام صلح احمدیہ بلڈنگز لاہور سے شائع ہوا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ — رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود — ندائے فتح نمایان بنام ما باشد

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا

ہفتہ وار

پیغامِ صلح

آرگن

ایڈیٹر۔ ایس محمد آصف بی اے۔ جائنٹ ایڈیٹر۔ شیخ محمد انعام الحق۔

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آن کتاب حق کہ قرآں نام او
بادۂ عرفانِ ما از جام او
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں نہ نیا نہ پرانا
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی
۴۔ سب صحابہ و آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

جلد ۳۱ | لاہور۔ یوم چہارشنبہ مورخہ ۵ جمادی الثانی سنہ ۱۳۶۲ھ م ۹ جون سنہ ۱۹۴۳ء | نمبر ۲۳

سکھ، ہندو اور مسلمان

بارہا یہ مسئلہ زیر بحث آچکا ہے کہ سکھ قوم مذہباً و عقیدتاً ہندو کہلا سکتی ہے یا نہیں؟ ہندو لیڈر جو آج اپنی قوم کی سیاسی اہمیت کو بڑھانے اور مردم شماری کو ترقی دینے کے لئے اچھوتوں کو بھی ہندو کہکر نگل جانا چاہتے ہیں لیکن ان کا قومی ہاضمہ اور معدہ اسے قبول کرنے کے لئے تیار نہیں، وہ سکھوں کو بھی ہندو کہکر اپنے اندر مدغم کرنا چاہتے ہیں، حالانکہ ان کی تمام مذہبی و سیاسی اور قومی روایات کھلے طور پر یہ اعلان کر رہی ہیں، کہ ہندو قوم سے انہیں قطعاً کوئی تعلق اور واسطہ نہیں۔

آج کل بعض مطلب پرست ہندوؤں نے اس بحث کو چھیڑ کر سکھ قوم کو اپنانے کی کوشش کی اور سکھوں کے ایک فریق کو اپنے ساتھ شامل کرنے میں انہیں کچھ کامیابی بھی ہوگئی، مگر خوشی کی بات ہے کہ ذمہ دار سکھ لیڈر اور اخبارات بالخصوص شرومنی پربندھک کمیٹی امرتسر نے اس خود غرضانہ چال کے خلاف پر زور آواز بلند کی ہے یہاں تک کہ سردار بلدیو سنگھ وزیر پنجاب نے کھلے الفاظ میں یہ بیان دیا ہے کہ:۔

"اس حقیقت کو نظر انداز کرنا بھی بیوقوفی ہوگی، کہ سکھوں نے اپنے گوروؤں سے بالکل علیحدہ اعتقادات وراثت میں حاصل کئے ہیں، جہاں تک اعتقاد کا تعلق ہے ہم سکھ پہلے بھی سکھ ہیں اور بعد میں بھی سکھ ہیں۔ اس چیز کا اعتراف سکھ اور غیر سکھ تمام کر چکے ہیں، اس حقیقت کو چھپانا غیر رواداری اور تعصب کی سپرٹ کو بڑھانا ہے"

یہ آواز کوئی نئی نہیں، بارہا مرتبہ سکھوں کی طرف سے ایسے اعلانات شائع ہو چکے ہیں، یہانتک کہ "ہم ہندو نہیں" کے نام سے ایک کتاب بھی سکھوں کی طرف سے شائع ہو چکی ہے جس میں سکھ گوروؤں کے اقوال اور ان کے طرز عمل سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ سکھ ہندوؤں میں شامل نہیں بلکہ ایک علیحدہ قوم ہے۔

اسی سلسلہ میں یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ ہندو اخبارات نے سکھوں کو ہندو ثابت کرنے کے لئے جو دلائل پیش کئے ان میں سے ایک بڑی دلیل یہ دی گئی ہے کہ:۔

"سکھوں کے نزدیک گائے اسی طرح قابل احترام جانور ہے جس طرح ہندوؤں کے نزدیک، گورو گرنتھ صاحب کے ایک ایک ورق پر بھگوان رام اور بھگوان کرشن کی مہما کے گن گائے گئے ہیں"

اس دلیل کا جواب خود سکھوں ہی کی زبان سے سن لیجئے "توحید" (ایک سکھ اخبار) لکھتا ہے:۔

"گورو گرنتھ صاحب میں اگر رام اور کرشن وغیرہ کے نام ہیں تو اس میں اللہ، خدا وغیرہ کے نام اور مسلمانوں کی شریعت کا ذکر بھی کیا گیا ہے اور یہ سب باتیں دلیل ہیں اس بات کی کہ ہمارے ست گورو تعصب سے کوسوں دور تھے اور رواداری کا اصول ان کے نصب العین میں شامل تھا وہ اس حد تک روادار تھے کہ ہمارے سب سے بڑے دھرم مندر دربار صاحب سری امرتسر کی بنیاد رکھی گئی، تو پہلی اینٹ رکھنے والے نیک انسان ایک مسلمان صوفی تھے جن کا نام نامی حضرت میاں میر تھا، کرتار پور میں جب ستشم ست گورو جی نے گوردوارہ کی عمارت تعمیر کرائی تو اس کے عقب میں ایک خوبصورت مسجد بنائی"

صرف یہی نہیں گورو گرنتھ صاحب میں اللہ اور خدا کے صرف نام ہی نہیں لئے گئے بلکہ کھلے طور پر توحید الٰہی اور محمد رسول اللہ صلعم کی صداقت کا اعلان کیا گیا اور اسلامی تعلیم کے گن گائے گئے ہیں، چولہ صاحب جو ڈیرہ بابا نانک میں آج تک نہایت عزت و احترام کے ساتھ رکھا ہوا موجود ہے، کلمہ طیبہ اور قرآن کریم کی آیات لکھی ہوئی موجود ہیں پھر بابا نانک صاحب کا حج، سکھ گوروؤں کی مسلمان اولیا سے عقیدت اور دربار صاحب امرتسر کی بنیادی اینٹ حضرت میاں میر صاحب کے دست مبارک سے رکھوانا اس بات کا ایک کھلا ثبوت ہے کہ سکھ گورو اور بانی سکھ ازم جہانتک اسلام اور مسلمانوں کا تعلق ہے نرے روادار اور تعصب سے خالی ہی نہ تھے بلکہ اسلام کے دل سے حامی اور مسلمانوں کا ایک جزو اور فرقہ تھے، اور اگر سکھوں کو کسی دوسری قوم کا حصہ قرار دیا جاسکتا ہے تو وہ مسلمان قوم ہے، ہندوؤں کا حصہ وہ ہرگز نہیں ہو سکتے، کھلے طور پر گورو گرنتھ صاحب میں ہندو قوم اور ہندو مذہب کی مذمت کی گئی ہے:۔

ہندو مولے بھولے اکھٹی جائیں
نارد کہیا سو کار کرائیں
اندھے گونگے اندھ اندھار
پاتھر پوجے مگدھ گوار
اوہ جے آپ ڈبے تم کہاں تارن ہار

کیا یہ اقوال ثابت نہیں کرتے کہ گورو گرنتھ صاحب ہندو مذہب اور ہندو قوم کے کھلے مخالف ہیں، کیا ان الفاظ کے ہوتے ہوئے کوئی کہہ سکتا ہے کہ گورو صاحبان ہندو مذہب یا ہندو قوم کے متعلق تعصب سے خالی اور رواداری کے اصول پر عامل تھے وہ تو صداقت کے حامی تھے اسلام کے اندر انھوں نے صداقت پائی اسکو قبول کر لیا اسکا کھلے لفظوں میں اعتراف کیا، ہندو مذہب کو انھوں نے صداقت سے خالی اور کوسوں دور پایا انکو اندھے، گونگے: اندھا، اندھا اور مگدھ گوار تک کہنے سے دریغ نہ کیا اور صاف کہا کہ وہ جو خود ڈوبے ہوئے ہیں دوسروں کو کیسے "تار" سکتے ہیں یہی نہیں سکھ گورو ارجن دیو جی نے دیوان چندو لال وزیر جہانگیر کی بیٹی کا رشتہ اپنے لڑکے کے لئے لینے سے اس بنا پر انکار کیا کہ اول الذکر ہندو ہے اس کی پاداش میں انہیں سخت ترین اذیت کے ساتھ ہلاکت کا منہ دیکھنا پڑا لیکن اپنے عمل سے انھوں نے ثابت کر دیا کہ سکھ اور ہندو ایک قوم نہیں۔ تعجب ہے ہندو لیڈر اور اخبارات سکھوں کو ہندو قرار دیتے ہوئے ان کھلے حقائق کو کیونکر نظر انداز کر دیتے ہیں؟

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ۲ جون کو ڈلہوزی تشریف لیگئے، آپ کی صحت اب پہلے کی نسبت اچھی ہے احباب کرام اس مفید اور نافع الناس وجود کی صحت و سلامتی کے لئے دردِ دل سے دعائیں کرتے رہیں۔

سانحہ ارتحال (الف) یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت افسوس کے ساتھ سنی جائے گی کہ ہمارے مکرم دوست شیخ عبدالحق صاحب بٹالوی کی اہلیہ محترمہ کچھ مدت مرض استسقاء میں مبتلا رہ کر اس عالم فانی سے راہگرائے عالم جاودانی ہوگئیں، انا للہ وانا الیہ راجعون، مرحومہ نیک اور صالح خاتون تھیں، اللہ تعالےٰ انہیں جنت نصیب کرے، ہمیں اس صدمہ میں مکرم بھائی شیخ عبدالحق صاحب سے دلی ہمدردی ہے، اللہ تعالیٰ انہیں اور دیگر تمام لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے احباب کرام سے التماس ہے کہ جنازہ غائب پڑھکر مرحومہ کی روح کو ثواب پہنچائیں۔

(ب) ہمارے مکرم دوست شیخ محمد آصف صاحب کے بہنوئی شیخ مبارک احمد صاحب سب پوسٹماسٹر اجنالہ بقضائے الٰہی فوت ہو گئے ہیں، شیخ صاحب انکی بیماری میں عیادت کیلئے چند دن پہلے تشریف لیگئے تھے انکی فوتیدگی کی وجہ سے رخصت میں دو دن کا اضافہ کرانا پڑا اور اسیلئے زیر نظر پرچہ انکی غیر حاضری میں ہی مرتب ہوا، ہمیں اس صدمہ میں ان سے اور مکرم شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور اور دیگر لواحقین سے دلی ہمدردی ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت نصیب کرے اور تمام لواحقین کو صبر عطا فرمائے احباب مرحوم کا جنازہ غائب پڑھیں۔

—— مکرم شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی ذیابطس کی بیماری سے شفایاب ہو کر واپس اپنے کام پر آگئے

جلسہ منعقدہ بتقریب یوم وصال حضرت مسیح موعود علیہ السلام

حضرت مسیح موعودؑ کے یوم وصال کی تقریب میں ۲۶ رمئی ۴۳ء کو رات کے ۹ ۳/۴ بجے ایک جلسہ زیر اہتمام احمدیہ انجمن اشاعت اسلام جمیہ مقامی جماعت کی مسجد کے صحن میں منعقد کیا گیا صدارت کے فرائض منشی غلام نبی صاحب منشی فاضل کے سپرد تھے۔

اس جلسہ میں تمام مذاہب کے اور سوسائٹیوں کے نمایندوں کو دعوت دی گئی تھی کہ وہ حضرت بانئے سلسلہ احمدیہ اور تحریک احمدیہ کے متعلق اپنے اپنے خیالات کا اظہار کریں۔ چنانچہ ذیل کے اصحاب نے جلسہ میں تقاریر کیں۔

(۱) پنڈت ودیا ساگر شرما بی اے (آنرز) ایل ایل بی (سناتن دھرم نکتہ خیال)

(۲) پادری اے۔ ایم ڈیوڈ۔ بی۔ اے۔ آف وزیرآباد (کرسچین سوسائٹی)

(۳) مسٹر ودیا دھر پوری (آریہ سماج نکتہ نگاہ)

(۴) لالہ دولت رام صاحب گپتا۔ (حلقہ ادبا)

احباب جماعت میں سے :۔

(۱) منشی غلام نبی صاحب منشی فاضل

(۲) شیخ محبوب عالم زبیر

(۳) استری غلام نبی صاحب نے تقاریر کیں ان کی تقاریر کے موضوع علی الترتیب حسب ذیل تھے :۔

(۱) سیرت حضرت مسیح موعودؑ

(۲) صداقت حضرت مسیح موعودؑ

(۳) حضرت مسیح موعود اور کتب مقدسہ۔

حاضرین کی تعداد ہماری توقع سے بہت بڑھکر تھی جلسہ کیا تعداد اور کیا تقاریر کے لحاظ سے بہت کامیاب رہا۔ ۹ ۳/۴ بجے رات شروع ہوا اور ۱۱ ۳/۴ بجے بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔ نوجوانوں میں سے مسٹر عبدالمجید اور مرزا محمود بیگ صاحب احمدی کے ہم خاص طور پر ممنون احسان ہیں مسٹر عبدالحمید نے تلاوت قرآن مجید کی اور مرزا محمود بیگ صاحب نے نہایت پرسوز اور دلکش انداز میں جماعت لاہور کے کارناموں کے متعلق ایک نظم پڑھی اور خصوصاً جب انھوں نے مصرعہ "قرآن کا سمجھنا قرآن کا سکھانا۔ آغاز ہے ہمارا انجام ہے ہمارا" پڑھا تو حاضرین پر سکوت اور وجد کا سا عالم طاری ہوگیا۔

تقریر شیخ محبوب عالم صاحب زبیر

حضرات! پیشتر اس کے کہ میں اپنے مضمون پر تقریر شروع کروں، حضرت مرزا صاحب کے بعد وقت مسیح موعود و مہدی معہود کے چند فارسی اشعار پیش کرنا چاہتا ہوں تاکہ آپ اندازہ لگا سکیں کہ کون سے جذبات حضرت اقدس کے قلب میں موجزن تھے ؎

یا نبی اللہ لب تو جاں پرور است
یا نبی اللہ توئی در راہ حق آموزگار
یا نبی اللہ توئی خورشید راہ ہے تنے
بے تو نارد روبراہے عارف پرہیزگار
زندہ آں شخصے کہ نوشید جرعہ از چشمہ ات
زیرک آں مردیکہ گردت اتباعت اختیار
خوشتر از دوران عشق تو نباشد ہیچ دور
خوب تر در وصف مدح تو نباشد ہیچ کار
نے زغم دہم شکایت کن نہ از آلام نار
کز غم دین محمد می زنم شوریدہ وار

حضرات۔ کوزہ سے وہی ٹپکتا ہے جو اس کے اندر موجود ہوتا ہے اور ہر شخص کی تقاریر اور تحریریں اس کے خیالات جذبات کی آئینہ دار ہوتی ہیں یہ ہو نہیں سکتا کہ اس قدر کتابیں خدمت دین کے لیے حضرت اقدس نے لکھی ہوں اور وہ دل سے ان پر یقین نہ رکھتے ہوں۔

حضرت مرزا صاحب نے ہندوستان افغانستان، مصر اور عرب کے مشائخ اور علماء کو عربی زبان میں خطوط لکھے ہیں اور اپنی صداقت کے دلائل دیتے ہوئے آپ لکھتے ہیں :۔

(۱) ومن آیات صدقی انہ اعطانی علم القرآن واخبرنی من دقائق الفرقان الذی لا یمسہ الا المطھرون۔

اے طبقہ علماء! میری صداقت کے نشانات میں سے ایک یہ ہے کہ مجھے اللہ تعالےٰ نے قرآن کا علم عطا کیا اور مجھے قرآن کریم کے رموز و نکات سے آگاہ کیا ہے وہ قرآن کہ جس کو کوئی نہیں چھو سکتا سوا اس کے مطہر اور مقدس بندوں کے۔

حضرات! اب مجھے ۱۸۹۶ء کے جلسہ مذاہب کا واقعہ بیان کرنا ہے تاکہ میں یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچا سکوں کہ حضرت مرزا صاحب کو جو فہم قرآن حضرت ایزد تعالیٰ سے ملا تھا وہ کس پایہ کا تھا۔ جیسے کہ مکرمی لالہ دولت رام صاحب نے فرمایا ہے ۱۸۹۶ء میں جلسہ مذاہب منعقد ہوا، حضرت مرزا صاحب کو اس میں مدعو کیا گیا اگرچہ آپ کی طبیعت بحال نہ تھی مگر آپ نے اپنے عشق اسلام کا ثبوت دیتے ہوئے اس موقعہ کو ہاتھ سے نہ جانے دیا اور دعوت قبول کر کے مضمون حسب تجویز منتظمین کانفرنس لکھنا شروع کر دیا۔ اس دوران میں آپ کو الہام ہوا "مضمون بالا رہا" آپ نے ۲۱ دسمبر ۱۸۹۶ء کو لاہور میں اشتہارات چھپواں کر دیئے کہ اللہ تعالےٰ نے اطلاع دی ہے کہ میرا مضمون تمام تقاریر پر سبقت لے جائیگا۔

۲۸ دسمبر ۱۸۹۶ء کو جلسہ اسلامیہ ہال میں منعقد ہوا۔ حضرت مرزا صاحب کا وقت ۳۰۔۱ بجے سے ۳۰۔۳ بجے تک تھا۔ چنانچہ مقررہ وقت پر حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے مضمون پڑھنا شروع کیا۔ حضرت اقدس کی تحریر میں اس قدر جاذبیت اور کشش تھی کہ حاضرین جلسہ پر جن میں تمام مذاہب کے نمایندے شامل تھے ایک عجیب کیفیت طاری ہوگئی حتےٰ کہ ۳۰۔۳ ہوگئے اور مولوی مبارک علی صاحب کی تقریر کا وقت شروع ہوگیا حضرت اقدس کی تحریر میں کچھ اس قدر معرفت و عرفان کی روانی تھی کہ مولوی مبارک علی صاحب نے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کو اپنے وقت میں بھی مضمون کو جاری رکھنے کی اجازت دے دی۔ مضمون اس قدر پر جلال تھا کہ مسلمانوں کی آنکھوں سے فرط مسرت آنسو بہ رہے تھے اور کچھ تھے کہ اسلام کی خوبیاں اور محاسن سُن سُن کر اچھل رہے تھے۔

صداقت کی دوسری دلیل ﴿ حضرت مرزا صاحب لکھتے ہیں :۔

اظھرنی علی کثیر من امور الغیب وھو لا یظھر علی غیبہ احدا الا الذین ھم یرسلون

مجھے اللہ تعالےٰ نے امور غیب پر کثرت کیساتھ اطلاع دی ہے اور وہ کسی کو غیب سے باخبر نہیں کرتا سوائے ان لوگوں کے جن کو وہ مامور کرتا ہے۔

۱۹۰۵ء میں لارڈ کرزن ایک ایکٹ کے ذریعہ صوبہ بنگال کو دو حصوں میں تقسیم کرتا ہے اہل بنگال اس پر بہت شور و شغب برپا کرتے ہیں۔ حتےٰ کہ لارڈ کرزن کی جگہ لارڈ منٹو وائسرائے ہند مقرر ہو کر آتا ہے مگر وہ بھی انتہائی کوششوں کے باوجود تقسیم بنگال کے معاملے میں اپنے آپ کو بے دست و پا پاتا ہے۔ اس اثنا میں بنگال کا امن تہ و بالا ہو جاتا ہے لوگ تشدد پر اتر آتے ہیں۔ اور گورنمنٹ ایک انچ بھر نہیں جھکتی ایسے حالات میں جبکہ اہل بنگال کی تمام امید خاک میں مل جاتی ہیں حضرت اقدس کو الہام ہوتا ہے :۔

"بنگالہ کی نسبت جو حکم جاری کیا گیا تھا اب ان کی دلجوئی ہوگی"

حالات یک بیک پلٹا کھاتے ہیں لارڈ منٹو ۱۹۱۰ء میں واپس جاتا ہے اور لارڈ ہارڈنگ وائسرائے ہند بن کر آتا ہے اور حیاں وزیر ہند کو لکھتا ہے کہ اہل بنگال سے واقعی بے انصافی ہوئی ہے۔ صدر مقام کی تبدیلی کے اعلان کے ساتھ ساتھ یہ عین مناسب ہے کہ امن و آشتی کے حصول کی خاطر دہلی دربار کے موقعہ پر بنگالیوں کی شکایات کو دور کرنا چاہیئے۔ چنانچہ ۱۲ دسمبر ۱۹۱۱ء کو دہلی دربار منعقد ہوتا ہے جس میں کنگ جارج پنجم دو اہم اعلان کرتے ہیں۔

(۱) یہ کہ کلکتہ کی بجائے دہلی صدر مقام قرار دیا گیا۔

(۲) تقسیم بنگال کی تنسیخ کا اعلان کیا گیا

صداقت کی تیسری دلیل ﴿ انک مجیب دعوانی

دیتولی حاجاتی ویبارک فی افعالی وکلماتی ویوالی من والانی و یعادی من عادانی۔

اللہ تعالےٰ میری دعاؤں کو قبول کرتا ہے اور میرے کاموں اور میری باتوں میں برکت ڈالتا ہے، جو مجھے دوست رکھتا ہے وہ اس کا دوست بن جاتا ہے اور جو میری دشمنی اختیار کرے اسے وہ بھی اپنا دشمن قرار دیتا ہے۔

اس امر کا ثبوت اس واقعہ سے بہم پہنچتا ہے۔ کہ ڈاکٹر الگزنڈر ڈوئی امریکہ میں مسیح۔ نبی اور ملہم من اللہ ہونیکا دعوےٰ کرتا ہے اسلام کی تخریب اور حضرت نبی کریم صلعم کی توہین پر اترتا ہے۔

۱۹۰۲ء میں حضرت مرزا صاحب ڈاکٹر ڈوئی کو چیلنج کرتے ہیں مگر وہ جواب نہیں دیتا۔ نیویارک اور بوسٹن کے تمام اخبارات میں ڈوئی کی ہلاکت کی پیشگوئی شائع ہوتی ہے آخر وہ مجبور ہو کر ۱۹۰۳ء میں جواب دیتا ہے :۔

"ہندوستان کا ایک احمق مسلمان مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتا ہے میں اس قسم کے کیڑے مکوڑوں کو اگر چاہوں تو کچل کر رکھدوں۔"

بالآخر اللہ تعالےٰ کی گرفت ڈوئی پر پڑتی ہے اور وہ ۱۹۰۷ء میں ذلت کی موت مرتا ہے کس شان کے ساتھ حضرت صاحب کا الہام پورا ہوا کہ آپ کا دشمن خدا تعالےٰ کا دشمن قرار دیا جاتا ہے۔

صداقت کی چوتھی دلیل ﴿ حضرت صاحب لکھتے ہیں :۔

انہ تعالیٰ وفقنی باتباع رسولہ واقتداء نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم

مجھے اتباع رسول صلعم اور اقتدائے نبی صلعم کی توفیق جناب باری تعالےٰ کی بارگاہ سے ارزانی ہوئی ہے۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں کس قدر کمال حضرت مرزا صاحب نے دکھایا کہ تبلیغ اسلام کی مہم میں آپ کو مقابلہ شدید مشکلات سے ہوا۔ مگر صبر و رضا میں اور انبیاء کی سنت کیساتھ موافقت میں آپ نے وہی نمونہ دکھایا جو

(باقی بر صفحہ ۸ کالم ۱)

خُلقِ عظیم کا ایک نمونہ

بیا ورید گر اینجا بود زباں دانے ؛ غریب شہر سخنہائے گفتنی دارد

از جناب مولانا مصطفےٰ خانصاحب

(۱)

جنگ احد میں جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مسلمان فوج کو ترتیب دیا تو پچاس سپاہیوں کا ایک دستہ ایک درّے پر متعین کر دیا، اور حکم دیا کہ خواہ ہمیں فتح ہو یا شکست تم اس جگہ پر کھڑے رہنا اور کسی حالت میں بھی درّے کو نہ چھوڑنا۔

جنگ شروع ہوئی، دونوں طرف کی فوجوں نے اپنے حوصلے نکالے، مگر کفار اسلامی فوج کی تاب نہ لا سکے اور بالآخر ہزیمت کھا کر بھاگے، مسلمانوں نے بھاگتے ہوئے دشمن کا تعاقب کیا اور جو مال غنیم چھوڑ کر بھاگا جا رہا تھا قبضہ میں لینا شروع کیا۔ درّے والے سپاہی سمجھے کہ خدا کے فضل سے فتح ہو چکی، اب یہاں ٹھیرنا کیا ضرور ہے، وہ بھی آگے بڑھے اور درّہ خالی رہ گیا، دشمن نے یہ موقعہ غنیمت سمجھ کر درّے کی طرف سے مسلمان فوج پر حملہ کر دیا، اور جو فوج بھاگ رہی تھی وہ بھی سامنے سے حملہ آور ہوئی۔ اب مسلمان نرغہ میں پھنس گئے۔ دونوں طرف سے غنیم ٹوٹ پڑا، اسلامی فوج درہم برہم ہوگئی خود آنحضرتؐ کے دندان مبارک شہید ہوئے اور پیشانی مبارک پر زخم آیا، جنگ کے اس ریلے میں حضورؐ ایک مرتبہ ایک ڈھلوان کی طرف اترنے پر مجبور ہوگئے، دشمن نے سمجھا کہ آنحضرتؐ بھی معاذ اللہ کام آ گئے، غنیم نے جب یہ ذاتی نعرہ لگایا تو بعض مسلمانوں کے دل سہم گئے۔ اس وقت آنحضرت صلعم سے نہ رہا گیا، آپ نے فرمایا الی عباد اللہ اے خدا کے بندو میں یہاں موجود ہوں، میری طرف آؤ، مسلمانوں کی جان میں جان آئی، انھوں نے آنحضرتؐ کو تو اپنی حفاظت میں لے لیا، اور دشمن پر اس شدت سے ٹوٹ پڑے کہ غنیم شکست کھا کر بھاگنے پر مجبور ہوا، مسلمانوں نے پھر اس کا تعاقب کیا، اب کی دفعہ دشمن ایسا بھاگا کہ نظر سے غائب ہوگیا۔

(۲)

اگرچہ اس جنگ میں بھی آخر مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی، مگر یہ فتح بہت نقصان کے بعد ہوئی۔ ستر صحابی شہید ہوئے آنحضرتؐ کے چچا حضرت حمزہ بھی جنگ میں شہید ہوئے تھے، اس نقصان جان کے سبب مدینہ کا گھر گھر ماتم کدہ بن گیا، مسلمانوں کی چھوٹی قوم میں سے اس قدر قیمتی انسانوں کا فقدان ناقابل تلافی نقصان تھا اور اس تمام مصیبت کی ذمہ داری انھی ان سپاہیوں پر تھی جنھوں نے آنحضرت صلعم کے حکم کے خلاف درہ کو خالی چھوڑ دیا۔ اور اس طرح غنیم کو حملہ کرنے کا موقعہ دیا، مگر رحمۃ للعالمین کو خدا نے اس قدر وسیع قلب دیا تھا ان سپاہیوں کو سزا تو کیا پوچھا تک نہیں کہ تم نے یہ کیا کیا؟ آج کل کا زمانہ ہوتا تو ایسے لوگوں کا کورٹ مارشل ہوتا، اور خدا جانے کیا سزا تجویز ہوتی مگر آنحضرت صلعم کے قلب مبارک نے ان کے اس قصور کو محسوس بھی نہیں کیا، خود خدا تعالےٰ نے آنحضرتؐ کی اس وسعت قلب اور نرم دلی کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:۔

فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم ولو کنت فظا غلیظ القلب لانفضوا من حولک

(۳ : ۱۵۸)

یہ خدا کی مہربانی ہے کہ تم ان کے لئے بہت نرم دل واقع ہوئے ہو اگر تم ترش رو اور سخت دل ہوتے تو لوگ تمہارے پاس سے بھاگ جاتے۔

(۳)

ٹھیک اسی قسم کا ایک واقعہ مگر بہت چھوٹے پیمانہ پر حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق ہے جو میرے خیال میں ابھی تک کہیں شائع نہیں ہوا۔ اور چونکہ یہ میرے اپنے گھر کی کہانی ہے اسلئے میں اسکو احباب کے ازدیاد ایمان و عرفان کے لئے پیش کئے دیتا ہوں۔

جس عید الضحےٰ کو حضرت اقدس نے عربی میں خطبہ الہامیہ دیا، اس دن والد مرحوم بھی قادیان ہی میں تھے اور خطبہ الہامیہ کے سامعین میں سے تھے۔ حضرت اقدس کے زمانہ میں عیدین کے موقعہ پر احباب دوسرے مقامات سے بھی حضرت کی زیارت اور مواعظ حسنہ سننے کے لئے قادیان آ جاتے تھے اور ایک مجمع کی صورت بن جاتی تھی۔ اس عید کے موقعہ پر بھی حضرت والد مرحوم اپنے دوست حضرت شیخ محمد حسین صاحب مراد آبادی کی معیت میں قادیان آئے ہوئے تھے یہ وہی شیخ محمد حسین ہیں جن کا ذکر حضرت صاحب کی ابتدائی کتابوں میں بھی ہے، شیخ صاحب مدوح پٹیالہ کے منشی خانہ (دفتر وزیر خارجہ) میں مراسلہ نویسی کی خدمت پر مامور تھے اور نہایت اعلےٰ درجہ کے خوشنویس تھے۔ مجھے ان سے شرف تلمذ بھی تھا کہ خوشخطی میں مجھے اصلاح دیا کرتے تھے۔

عید کے دن صبح کو مولوی عبد الکریم صاحب نے حسب معمول حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ آج عید کا دن ہے احباب باہر سے آئے ہوئے ہیں اگر حضور کچھ فرماسکیں تو نہایت مفید ہوگا، حضرت نے مسکرا کر فرمایا آج رات کو مجھے الہام ہوا کہ ہم تم سے ایک مجمع میں عربی میں تقریر کرائیں گے، شاید وہ مجمع یہی ہو۔

(۴)

غرض نماز عید کے بعد حضرت اقدس خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے اور عربی میں خطبہ شروع کیا، مولوی نور الدین صاحب اور مولوی عبد الکریم لکھنے لگے، والد مرحوم فرماتے ہیں کہ حضرت نے جب پہلے دو جملے فرمائے اور وہ مقفیٰ تھے، تو مجھے خیال گذرا کہ تقریر میں مقفیٰ عبارت کا التزام کیونکر نبھ سکے گا، مگر حضرت نے برابر مقفیٰ عبارت ہی میں تمام خطبہ دیا، جو علم معرفت کا ایک بحر ذخار تھے دوران خطبہ میں حضرت مولوی عبد الکریم صاحب کبھی کبھی پوچھ لیتے تھے کہ حضرت یہ لفظ سین سے ہے یا صاد سے اور حضرت اقدسؑ بتا دیتے تھے اور ساتھ ہی اس لفظ کا مادہ بھی فرما دیتے تھے، میاں محمود احمد صاحب ابھی بچے تھے وہ جلسہ کے اندر پھر رہے تھے، اور ایک مرتبہ انھوں نے ہم سے یہ بھی کہا کہ یہ سب الہام ہے، والد مرحوم فرماتے تھے کہ جب حضرت خطبہ دے رہے تھے تو مجھے بار بار یہ خیال آتا تھا کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ "خود تو میرزا عربی سے نابلد ہے البتہ مولوی نور الدین وغیرہ عربی میں کتابیں لکھ دیتے ہیں، اور وہ اپنے نام سے شائع کر دیتا ہے" آ کر دیکھیں کہ یہ دونوں مولوی جو علامہ دہر ہیں کس طرح حضرت اقدس کے سامنے طفل مکتب بنے بیٹھے ہیں۔ خطبہ ختم ہوا تو حضرت اقدس سجدۂ شکر میں گر پڑے اور تمام جماعت نے آپ کی اقتدا کی، جلسہ ختم ہوا تو والد مرحوم نے حضرت اقدس کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور نے جب پہلے دو جملے مقفیٰ فرمائے تو میں ڈرا کہ مقفیٰ عبارت کا التزام تقریر میں قائم رکھنا تو ناممکن ہوگا، حضرت اقدس نے فرمایا مجھے تو کوئی تکلیف نہیں ہوئی میرے سامنے سرخ روشنائی میں لکھے ہوئے فقرے آتے جاتے تھے جب وہ فقرے آنے بند ہوگئے میں بیٹھ گیا۔

(۵)

اب حضرت اقدسؑ کو اس کے چھپوانے کی فکر ہوئی، حضرت چاہتے تھے کہ یہ بہترین اہتمام سے چھپے، شیخ محمد حسین صاحب مراد آبادی تو وہیں تھے، یہ فن خطاطی اور کتابت میں ید طولیٰ رکھتے تھے اور لطف یہ ہے کہ ان کے دونوں خط عربی اور اردو لاجواب تھے، حضرت کو خیال آیا کہ شیخ صاحب ممدوح کو یہاں ٹھیرا لیا جائے اور ان کو دفتر سے چھٹی دلوائی جائے، چنانچہ یہ قرار پایا کہ والد مرحوم حضرت کی سفارشی خط کرنل عبد المجید صاحب میر منشی (وزیر خارجہ ریاست پٹیالہ) کے نام لے جائیں اور چھٹی منظور کرا کے قادیان فوراً اطلاع دیں۔ چنانچہ اسی قرار داد کے مطابق شیخ صاحب تو قادیان ٹھیر گئے اور والد مرحوم خط لیکر پٹیالہ چلے آئے اور دوسرے ہی دن میر منشی صاحب ممدوح کے مکان پر چھٹی کی غرض سے گئے مگر اتفاق ایسا ہوا کہ صاحب ممدوح ریذیڈنٹ صاحب سے ملنے کے لئے ان کی کوٹھی پر گئے ہوئے تھے، اب والد مرحوم سے یہ فروگذاشت ہوئی کہ اس امر کی اطلاع قادیان نہ بھیجی، غالباً یہ خیال کیا ہوگا کہ چھٹی منظور کرا کے ہی اطلاع دوں گا اس ضمنی اطلاع سے کیا فائدہ؟

قادیان میں جب والد مرحوم کا خط نہ پہنچا تو شیخ صاحب کو خیال ہوا۔ بات یہ تھی کہ شیخ صاحب ادھیڑ عمر کے آدمی، قوم کے شیخ رہنے والے یو۔پی کے۔ عادات و اطوار میں نہایت باقاعدہ اور مقطع، وضع کے پابند شرافت نجابت کے پتلے پتے کا کھٹکا ہو تو سہم جائیں ادھر جس حاکم سے ان کا پالا پڑا وہ قوم کے راجپوت صدر کے اہلکار، نشۂ حکومت میں سرشار، زمانہ کونسل آف ریجنسی کا جس کی حکومت کی گرفت صدر کے اہلکاروں پر نہایت ڈھیلی تھی اس پر میر منشی صاحب ریذیڈنٹ صاحب بہادر کے بڑے یار کہ ان کے بل بوتے پر کونسل سے اپنی من مانی منوالتے تھے اور اپنے محکمہ کے خود مختار راجہ بنے بیٹھے تھے، شیخ صاحب کو خیال آیا ہوگا کہ دفتر سے غیر حاضر ہوگیا اگر میر منشی صاحب بگڑ بیٹھے تو اس شیر ببر کی دھاڑ کون سنے گا، ممکن ہے کہ ملازمت سے ہی ہاتھ دھونے پڑیں اس کے ساتھ شیخ صاحب کو دینی خدمات کا بھی خیال تھا اور پاس ادب سے خاموش تھے مگر ظہر کے وقت جب حضرت مسجد میں تشریف لائے تو شیخ صاحب نے نہایت ادب سے دبی زبان سے اتنا عرض کیا کہ حضور چھٹی کے متعلق خط نہیں آیا، حضرت کی فراست تو نور الٰہی سے منور تھی خدا جانے شیخ صاحب کے دلی خیالات ان پر آئینہ ہوگئے، فوراً فرمایا کہ ہاں شیخ صاحب میری رائے میں آپ فوراً روانہ ہو جائیں نوکری کا معاملہ ہے ایسا نہ ہو کہ کوئی ابتلا پیش آ جائے، یہ سن کر شیخ صاحب تو بعد از نماز ظہر اکے پر سوار ہو کر پٹیالہ روانہ ہو گئے ادھر والد صاحب مرحوم پھر میر منشی صاحب کی خدمت میں گئے، انھوں نے چھٹی منظور کر لی، چنانچہ والد مرحوم نے قادیان خط لکھ دیا، اب خط قادیان پہنچا، اور شیخ صاحب پٹیالہ پہنچ گئے اور صبح دفتر بھی چلے گئے اور تیسرے پہر جب والد سے ملے تو والد کو دیکھ کر ہکا بکا رہ گئے اور پوچھا کہ آپ کس طرح آ گئے میں نے تو چھٹی کی اطلاع بھیج دی تھی۔ انھوں نے فرمایا آپ کا خط نہیں پہنچا تھا، میں نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا تو حضور نے مجھے فوراً روانہ ہونے کے لئے حکم دیا۔ والد مرحوم کو

(باقی بر صفحہ کالم ۱)

حضرت مسیح موعودؑ کا کلام منظوم

جناب غلام جیلانی صاحب متعلم بی۔ایس سی۔ اسلامیہ کالج لاہور

(یہ مقالہ ٢٠ رمئی ١٩٤٣ء کو یوم وصال کے موقعہ پر مرکزی سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن کے جلسہ پر پڑھا گیا) عام اصطلاح میں شاعر اسے کہتے ہیں جس کی فطرت کلیتاً شعریت میں سمو چکی ہو۔ مگر جو شاعری "دنیا" کے حصہ میں آئی ہے اسے ثانوی حیثیت حاصل ہے۔ اس صورت میں ایک مشکل پیش ہے کہ ان دونوں کو شناخت کرنے کے لئے کونسا امتیازی نام دیا جائے۔ پہلی قسم کے لئے عقلی شاعری مناسب ہے۔ اور دوسری قسم کے لئے "وجدانی شاعر" کا لفظ ایزاد کرنا لازمی امر ہے۔۔۔۔۔ مندرجہ ذیل مقالہ میں میں نے حضرت صاحب کو وجدانی شاعر کی حیثیت سے پیش کیا ہے۔ اور جہاں بھی لفظ شاعری تحریر ہے وہاں دوسری قسم کی شاعری مقصود ہے۔

عقل اور عشق تقریباً اس وقت سے جب سے انسان میں غور و فکر تمیز و تفریق کی صلاحیت پیدا ہوئی دو نمایاں رجحانات معرض وجود میں آئے ہیں "عقل" اور "عشق"۔ مادی دنیا کو پرکھنے کے لئے عقل کو بروئے کار لانا ضروری اور اہم امر ہے۔ دنیا کی تمام اشیاء جن کا تعلق نفس جسم سے ہوتا ہے، عقل سے وابستہ ہوتی ہیں۔ اور دیگر تمام عنوانات جن کا تعلق روح اور روح کی لطیف کیفیات کا حامل ہوتا ہے، وہ عشق کے رہین منت ہیں "عشق یا وجدان" اور عقل ایک دوسرے کی ضد تو نہیں لیکن ایک وقت میں صرف ایک ہی رجحان کو یکجا بکار لایا جا سکتا ہے۔

شعراء کی دو امتیازی حیثیتیں اس اعتبار سے شعراء کی دو امتیازی حیثیتیں ہیں ایک وہ جن کا نقطۂ نظر عقلی اور مادی حسیات پر مبنی ہوتا ہے۔ اور دوسرے وہ جو خارجی محرکات کی بجائے وجدانی کیفیات کو زیادہ ترجیح دیتے ہیں۔ دوسری قسم کی اہم ترین مثال حضرت مسیح موعودؑ کی شاعری ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کا زمانہ شاعری حضرت میرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام کی شاعری اس دور کی پیداوار ہے۔ جب ہندوستانی فضا پر غیر ملکی رنگ چھا رہا تھا۔ جب افرنگیت کی عفریت، مشرقی تہذیب کو اپنی آتش دیدہ نگاہوں سے کھا جانے کو بیتاب تھی۔ جب رجائیت کو خیرباد کہدینے والے شاعر قنوطیت کی گود میں پناہ مانگتے تھے۔ ملک کے طول و عرض میں ایک ادبی بے کسی اور جمود کی سی کیفیت تھی۔

زندہ ایمان کا فقدان اور اس دور میں جب جمود اور قنوطیت کے سائے میں رومان پرستی بھی پل رہی تھی، اردو شاعری کی گود ایک [illegible] ایسے شاعر سے روشناس ہوئی جس نے رومان، جمود اور بے کسی [illegible] دنیاوی تکلیفوں کو ایک نئی زاویہ سے دیکھنا شروع کر دیا۔ جب وجدانی تقاضے پکار رہے ہیں۔ اس شاعر کے خیال کے مطابق زندگی کی تمام مشکلات بے حسی، بے رونقی صرف ایک امر پر مبنی تھی ——— زندہ ایمان کا فقدان! اور صرف یہی ایک اہم لغزش تھی جس نے اسلامی سطوت کو ثریا سے تحت الثریٰ تک پہنچا دیا۔

حضرت مسیح موعودؑ کی اولین امتیازی شان حضرت مرزا صاحب کی اولین امتیازی شان جس امر کی مقتضی ہے، وہ ان کا وجدانی نقطۂ نظر ہے اور یہی وجدانی نگاہ ہی نہیں ان کے ہم عصر شعراء میں ایک بابہ الامتیاز رکھتی ہے۔ اس وجدانی نظر کی بنیاد ایک قابل تردید راستی پر قائم ہے۔ نظم اور دیگر تاثرات میں جہاں مبالغہ آمیزی کا رنگ بکار آ سکتا ہے ان کے کلام میں نہیں ملتا۔ قصیدہ گوئی جہاں ۔۔۔۔۔ قطرے کو طوفان اور ذرے کو دریا بنا کر دکھانا معمولی سی بات ہے۔ ان کے نزدیک ایک سیدھا راستہ ہے جس میں ایسا مبالغہ مومن کی طرح دروغ بیانی نہیں ہو سکتی۔

مبالغہ یا دروغ سے احتراز شاعر جو کچھ محسوس کرتا ہے، وہی لکھتا ہے، شاعر کے تخیلات میں عالم کے تمام نقش و نگار اور روح کے تمام لطیف جذبات ایک منفی ( ) تحریک پیدا کرتے ہیں جس سے کبھی اس کی جولانی طبع بہار کو خزاں اور خزاں کو بہار میں مدغم کرنے پر مستعد ہو جاتی ہے۔ حضرت مرزا صاحب کی تمام شاعری اس طرح کی صریح دروغ گوئی سے یکسر پاک ہے ان کی طبع صرف وہی لکھتی ہے، ان کے جذبات صرف انہی محرکات پر انگیختہ ہوتے ہیں جن کا تعلق براہ راست سچائی سے ہوتا ہو۔ زندگی "عشق" اور محبت ان کے وجدانی نقطۂ نظر کے مطابق ایک ناقابل ترمیم سچائی ہیں۔ ان کی شاعری سراپا عشق انگیز ہے۔

آپ کے اشعار میں قرآن کریم کے مطالب ان کے کلام میں قدم قدم پر قرآن مجید کی آیات کے تراجم [illegible] اور خاص طور پر ان [illegible]

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

(ان چمکتی ہی کا نور ہے [illegible] آفتاب ہیں)

(٢) بنا سکتا نہیں اک پاؤں کیڑے کا بشر ہرگز وغیرہ

روحانیت سے عشق روحانیت سے عشق ان کے وجدان کی سب سے افضل خوبی ہے۔

جمال و حسن قرآں نور جان ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے
نظیر اس کی نہیں جمتی نظر میں غور کر دیکھا
بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلام پاک رحماں ہے
بہار جاوداں پیدا ہے اس کی ہر عبارت سے
نہ وہ خوبی چمن میں ہے نہ اس سا کوئی بستاں ہے
نور فرقاں ہے جو سب نوروں سے اجلا نکلا
پاک "وہ" جس سے یہ انوار کا دریا نکلا
ہے تصور اپنا ہی اندھوں کا وگرنہ وہ نور
ایسا چمکا ہے کہ صد نیر بیضا نکلا

تخیل اور حقیقت آپ کی طبیعت جن محرکات سے حرکت میں آتی ہے۔ وہ بھی بذات خود ایک امر حق سے وابستہ ہیں۔ ان کا ذہن جس حقیقت کو ایک حقیقت بین نظر سے دیکھتا ہے وہی لکھتا ہے اور ہونا بھی یہی چاہیئے۔ مبالغہ آمیزی صرف وہاں کام کر سکتی ہے۔ جہاں ایک لامحدود شئے سے رابطہ تخیل قائم کیا گیا ہو۔ جیسے "دیوتا" کے وجود کے متعلق خود پجاری کو یقین نہ ہو۔ اور جس پر غور و فکر کرنے سے اس کے تصور پر دھند چھا جائے وہاں تخیل کی طبع آزمائی نمائش کے لئے پیش کی جا سکتی ہے مگر جہاں ہر ایک چیز ایک حقیقت، ہر تصور ایک اصل پر قائم ہو وہاں کی سرزمین تخیل کے شہسواروں کے منافی ہے۔

حق الیقین کا مرتبہ تخیلات پر حضرت مرزا صاحب کے دیگر ہمعصر شعراء اسی لامحدود صحرا میں بھٹکتے رہے تھے۔ جس کی رنگینی انہیں تسکین قلبی کے لئے مبالغہ آمیزی سے کرنا پڑتی تھی۔ مگر اس قابل قدر ہستی کے لئے جس کا سطح نظر صریحاً وجدانی اور جس کا یقین حق الیقین سے بھی تجاوز کر چکا تھا تخیلات کے ذاتی عالم میں کھو جانا ایک نہایت غیر مناسب کام تھا۔

کلام کی سادگی اس مبالغہ آمیزی کے فقدان کے بعد جس خوبی کو تابندگی حاصل ہے۔ وہ کلام کی سادگی اور روزمرہ کی بول چال کی ایک ایک نمایاں ترتیب ہے۔ حالی کے نزدیک شعر کا سادہ اور پرمعنی ہونا ہی شاعر کی بڑائی پر دلالت کرتا ہے۔ کلام کی سادگی کا معیار یہ نہیں کہ اس میں سادہ اور ہلکے ہلکے الفاظ ہوں بلکہ یہ ہونا چاہیئے کہ خیال کیسا ہی بلند اور دقیق ہو۔ مگر پیچیدہ اور ناہموار نہ ہو۔ اور الفاظ جہاں تک ممکن ہو محاورہ اور روزمرہ کی بول چال کے قریب قریب ہوں جس قدر شعر کی ترتیب معمولی بول چال سے بعید ہوگی، اسی قدر سادگی کے زیور سے معطل سمجھی جائے گی ——— یہ خوبی حضرت مرزا صاحب کے کلام میں بدرجہ اتم موجود ہے، اپنے خیالات کو جس کامیابی سے روزمرہ الفاظ کا جامہ پہنایا ہے وہ بذات خود ستائش کے قابل ہے اور پھر بیانیہ رنگت: ؎

آؤ عیسائیو ادھر آؤ ٭ نور حق دیکھو راہ حق پاؤ
جسقدر خوبیاں ہیں قرآں میں ٭ کہیں انجیل میں تو دکھلاؤ
سر پہ خالق ہے اسکو یاد کرو
یونہی مخلوق کو نہ بہکاؤ

روزمرہ کی زبان۔ پھر انداز بیان کی سادگی اور عام فہم رنگ شعر کو ذہن میں مستحکم کرنے میں زیادہ سے زیادہ حصہ لیتے ہے۔ شعر قاری کی زبان سے نکلتے ہی سامعین کے ذہن میں اتر جاتا ہے اور شعور میں خودبخود ہی محکم ہو جاتا ہے ——— اور اس کے نقلی تجزیہ کی نوبت بھی نہیں آتی۔

صنعت پہ ہو فریفتہ عالم اگر تمام
ہاں سادگی سے آئیو اپنی نہ باز تو

ایک پہلا انقلابی قدم تھا جس نے مشکل پسندی پر سادگی کو ترجیح دی اور اس کو جس نے آخری حرف تک نبھایا۔ وہ حضرت مرزا صاحب کی ذات تھی۔

قنوطیت کے عقب میں نئے مقام کی تخلیق حضرت میرزا صاحب کی شاعری ایک وجدانی کیفیت ہے جس کا دخل اس عالم آب و گل سے بھی ہے، اور روح کی لطیف کیفیات سے بھی۔ انھوں نے ہر محرکات کا تجزیہ صرف ایک ہی نقطہ نظر کے تحت کیا، جس سے عشق حقیقی مترشح تھا۔ انھوں نے ان تمام حقیقتوں کو ایک انتہائی زاویہ نگاہ سے دیکھا ان کے کلام میں گو قنوطیت بھی ایک غالب اثر رکھتی ہے، مگر اس قنوطیت کے عقب میں اک نئے مقام کی تخلیق کا مقصد عجب شان سے آرہا ہے ان کی قنوطیت کا مرکز ایک تصور نہیں، ایک فرد نہیں، بلکہ ایک اجتماع ہے اور اس لحاظ سے بھی ان کی قنوطیت انفرادی یاس پسندی سے بڑھکر ہے۔ اس قنوطی اظہار خیال کا ان کے وجدان سے ایک گہرا اور کڑا تعلق ہے۔ ؎

کیسے کافر ہیں مانتے ہی نہیں
ہم نے سو سو طرح سے سمجھایا
اس غرض سے کہ زندہ یہ ہو دیں
ہم نے مرنا بھی دل میں ٹھہرایا
بھر گیا باغ اب تو پھولوں سے
آؤ بلبل چلیں وقت آیا

حضرت کا محبوب مطلوب حضرت مرزا صاحب کی شاعری کا منتہائے نظر کیا ہے؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جس کی تشریح سے ہم آپ کی امتیازی رفعت کو نہایت جاذبیت سے دیکھ سکتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ مبتدیوں کے لئے پہلے عشق مجاز کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنا لازمی ہے تاکہ اس طرح ان کے جذبات ایک خارجی اثر سے ایک کشش محسوس کریں اور وہ اپنی طبیعت کو شعریت میں پوری طرح سمو لیں سب مگر جیسا مبتدی کی شعری پیدائشی

(باقی بر صفحہ کالم ٣)

خُلقِ عظیم کا ایک نمونہ

بیا ور ید گر اینجا بود زبان دانے ؛ غریب شہر سخنہائے گفتنی دارد

از جناب مولانا مصطفٰے خان صاحب

(۱)

جنگ احد میں جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مسلمان فوج کو ترتیب دیا تو پچاس سپاہیوں کا ایک دستہ ایک درّے پر متعین کر دیا، اور حکم دیا کہ خواہ ہمیں فتح ہو یا شکست تم اس جگہ پر کھڑے رہنا اور کسی حالت میں بھی درّے کو نہ چھوڑنا۔

جنگ شروع ہوئی، دونوں طرف کی فوجوں نے اپنے حوصلے نکالے، مگر کفار اسلامی فوج کی تاب نہ لا سکے اور بالآخر ہزیمت کھا کر بھاگے، مسلمانوں نے بھاگتے ہوئے دشمن کا تعاقب کیا اور جو مال غنیم چھوڑ کر بھاگا جا رہا تھا قبضہ میں لینا شروع کیا۔ درّے والے سپاہی سمجھے کہ خدا کے فضل سے فتح ہو چکی، اب یہاں ٹھہرنا کیا ضرور ہے، وہ بھی آگے بڑھے اور درّہ خالی رہ گیا، دشمن نے یہ موقعہ غنیمت سمجھ کر درّے کی طرف سے مسلمان فوج پر حملہ کر دیا، اور جو فوج بھاگ رہی تھی وہ بھی سامنے سے حملہ آور ہوئی۔ اب مسلمان نرغہ میں پھنس گئے۔ دونوں طرف سے غنیم ٹوٹ پڑا، اسلامی فوج درہم برہم ہوگئی خود آنحضرتؐ کے دندان مبارک شہید ہوئے اور پیشانی مبارک پر زخم آیا، جنگ کے اس ریلے میں حضورؐ ایک مرتبہ ایک علوان کی طرف اترنے پر مجبور ہوگئے، دشمن نے سمجھا کہ آنحضرتؐ بھی معاذ اللہ کام آ گئے۔ غنیم نے جب یہ فاتحانہ نعرہ لگایا تو بعض مسلمانوں کے دل سہم گئے۔ اس وقت آنحضرت صلعم نے دیکھا گیا آپ نے فرمایا الی عباد اللہ اے خدا کے بندو میں یہاں موجود ہوں، میری طرف آؤ، مسلمانوں کی جان میں جان آئی، انھوں نے آنحضرتؐ کو تو اپنی حفاظت میں لے لیا، اور دشمن پر اس شدت سے ٹوٹ پڑے کہ غنیم شکست کھا کر بھاگنے پر مجبور ہوا، مسلمانوں نے پھر اس کا تعاقب کیا، اب کی دفعہ دشمن ایسا بھاگا کہ نظر سے غائب ہوگیا۔

(۲)

اگرچہ اس جنگ میں بھی آخر مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی مگر یہ فتح بہت نقصان کے بعد ہوئی۔ ستر صحابی شہید ہوئے آنحضرتؐ کے چچا حضرت حمزہ بھی جنگ میں شہید ہوئے تھے، اس نقصان جان سے مدینہ کا گھر گھر ماتم کدہ بن گیا، مسلمانوں کی چھوٹی قوم میں سے اس قدر قیمتی انسانوں کا فقدان ناقابل تلافی نقصان تھا اور اس تمام مصیبت کی ذمہ داری تھا ان سپاہیوں پر تھی جنھوں نے آنحضرت صلعم کے حکم کے خلاف درہ کو خالی چھوڑ دیا۔ اور اس طرح غنیم کو حملہ کرنے کا موقعہ دیا، مگر رحمۃ للعالمین کو خدا نے اس قدر وسیع قلب دیا تھا ان سپاہیوں کو سزا تو کیا پوچھا تک نہیں کہ تم نے یہ کیا کیا؟ آج کل کا زمانہ ہوتا تو ایسے لوگوں کا کورٹ مارشل ہوتا، اور خدا جانے کیا سزا تجویز ہوتی مگر آنحضرت صلعم کے قلب مبارک نے ان کے اس قصور کو محسوس بھی نہیں کیا، خود خدا تعالے نے آنحضرتؐ کی اس وسعت قلب اور نرم دلی کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:۔

فبما رحمة من الله لنت لهم ولو كنت فظا غليظ القلب لانفضوا من حولك

(۳ : ۱۵۸)

یہ خدا کی مہربانی ہے کہ تم ان کے لئے بہت نرم دل واقع ہوئے ہو اگر تم ترش رو اور سخت دل ہوتے تو لوگ تمہارے پاس سے بھاگ جاتے۔

(۳)

ٹھیک اسی قسم کا ایک واقعہ مگر بہت چھوٹے پیمانہ پر حضرت مسیح موعود کے متعلق ہے جو میرے خیال میں ابھی تک کہیں شائع نہیں ہوا۔ اور چونکہ یہ میرے اپنے گھر کی کہانی ہے اسلئے میں اسکو احباب کے ازدیاد ایمان و عرفان کے لئے پیش کئے دیتا ہوں۔

جس عید پر کہ حضرت اقدس نے عربی میں خطبہ الہامیہ دیا، اس دن والد مرحوم بھی قادیان ہی میں تھے اور خطبہ الہامیہ کے سامعین میں سے تھے، حضرت اقدس کے زمانہ میں عیدین کے موقعہ پر احباب دوسرے مقامات سے بھی حضرت کی زیارت اور مواعظ حسنہ سننے کے لئے قادیان آ جاتے تھے اور ایک مجمع کی صورت بن جاتی تھی۔ اس عید کے موقعہ پر بھی حضرت والد مرحوم اپنے دوست حضرت شیخ محمد حسین صاحب مراد آبادی کی معیت میں قادیان آئے ہوئے تھے یہ وہی شیخ محمد حسین ہیں جن کا ذکر حضرت صاحب کی ابتدائی کتابوں میں بھی ہے، شیخ صاحب ممدوح پٹیالہ کے منشی خانہ (دفتر وزیر خارجہ) میں مراسلہ نویسی کی خدمت پر مامور تھے اور نہایت اعلیٰ درجہ کے خوشنویس تھے۔ مجھے ان سے شرف تلمذ بھی تھا کہ خوشخطی میں مجھے اصلاح دیا کرتے تھے۔

عید کے دن ...

عبدالکریم صاحب نے حسب معمول حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ آج عید کا دن ہے احباب باہر سے آئے ہوئے ہیں اگر حضور کچھ فرما سکیں تو نہایت مفید ہوگا، حضرت نے مسکرا کر فرمایا آج رات کو مجھے الہام ہوا کہ ہم تم سے ایک مجمع میں عربی میں تقریر کرائیں گے، شاید وہ مجمع یہی ہو۔

(۴)

غرض نماز عید کے بعد حضرت اقدس خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے اور عربی میں خطبہ شروع کیا، مولوی نورالدین صاحب اور مولوی عبدالکریم لکھنے لگے، والد مرحوم فرماتے ہیں کہ حضرت نے جب پہلے دو جملے فرمائے اور وہ مقفیٰ تھے، تو مجھے خیال گذرا کہ تقریر میں مقفیٰ عبارت کا التزام کیونکر نبھ سکے گا، مگر حضرت نے برابر مقفیٰ عبارت ہی میں تمام خطبہ دیا، جو علم معرفت کا ایک بحر ذخار تھے دوران خطبہ میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کبھی کبھی پوچھ لیتے تھے کہ حضرت یہ لفظ سین سے ہے صاد سے اور حضرت اقدسؑ بتا دیتے تھے اور ساتھ ہی اس لفظ کا مادہ بھی فرما دیتے تھے، میاں محمود احمد صاحب ابھی بچے تھے وہ جبہ کے اندر پھر رہے تھے، اور ایک مرتبہ انھوں نے ہم سے یہ بھی کہا کہ یہ سب الہام ہے، والد مرحوم فرماتے تھے کہ جب حضرت خطبہ دے رہے تھے تو مجھے بار بار یہ خیال آتا تھا کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ "خود تو میرزا عربی سے نابلد ہے البتہ مولوی نورالدین وغیرہ عربی میں کتابیں لکھ دیتے ہیں اور وہ اپنے نام سے شائع کر دیتا ہے" آکر دیکھیں کہ یہ دونوں مولوی جو علامہ دہر ہیں کس طرح حضرت اقدس کے سامنے طفل مکتب بنے بیٹھے ہیں۔ خطبہ ختم ہوا تو حضرت اقدس سجدۂ شکر میں گر پڑے اور تمام جماعت نے آپ کی اقتدا کی، جلسہ ختم ہوا تو والد مرحوم نے حضرت اقدس کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور نے جب پہلے دو جملے مقفیٰ فرمائے تو میں ڈرا کہ مقفیٰ عبارت کا التزام تقریر میں قائم رکھنا تو ناممکن ہوگا، حضرت اقدس نے فرمایا مجھے تو کوئی تکلیف نہیں ہوئی میرے سامنے سرخ روشنائی میں لکھے ہوئے فقرے آتے جاتے تھے جب وہ فقرے آنے بند ہوگئے میں بیٹھ گیا۔

(۵)

اب حضرت اقدسؑ کو اس کے چھپوانے کی فکر ہوئی، حضرت چاہتے تھے کہ یہ بہترین اہتمام سے چھپے، شیخ محمد حسین صاحب مراد آبادی تو وہیں تھے، یہ فن خطاطی اور کتابت میں ید طولی رکھتے تھے اور لطف یہ ہے کہ ان کے دونوں خط عربی اور اردو لاجواب تھے، حضرت کو خیال آیا کہ شیخ صاحب ممدوح کو یہاں ٹھیرا لیا جائے اور ان کو فرصت چھٹی دلوائی جائے چنانچہ قرار پایا کہ والد مرحوم حضرت کی استفار ...

خط کرنل عبدالمجید صاحب میر منشی (وزیر خارجہ ریاست پٹیالہ) کے نام لے جائیں اور چھٹی منظور کرا کے قادیان فوراً اطلاع دیں۔ چنانچہ اسی قرار داد کے مطابق شیخ صاحب تو قادیان ٹھہر گئے اور والد مرحوم خط لیکر پٹیالہ چلے آئے اور دوسرے ہی دن میر منشی صاحب ممدوح کے مکان پر چھٹی کی غرض سے گئے مگر اتفاق ایسا ہوا کہ صاحب ممدوح ریذیڈنٹ صاحب سے ملنے کے لئے ان کی کوٹھی پر گئے ہوئے تھے، اب والد مرحوم سے یہ فروگذاشت ہوئی کہ اس امر کی اطلاع قادیان نہ بھیجی، غالباً یہ خیال کیا ہوگا کہ چھٹی منظور کرا کے ہی اطلاع دوں گا اس ضمنی اطلاع سے کیا فائدہ؟

قادیان میں جب والد مرحوم کا خط نہ پہنچا تو شیخ صاحب کو خیال ہوا۔ بات یہ تھی کہ شیخ صاحب ادھیڑ عمر کے آدمی، قوم کے شیخ رہنے والے یو۔پی کے، عادات و اطوار میں نہایت باقاعدہ اور مقطع، وضع کے پابند شرافت نجابت کے پتلے پتے کا کھٹکا ہو تو سہم جائیں ادھر جس حاکم سے ان کا پالا پڑا وہ قوم کے راجپوت صدر کے اہلکار۔ نشۂ حکومت میں سرشار، زمانہ کونسل آف ریجنسی کا جس کی حکومت کی گرفت صدر کے اہلکاروں پر نہایت ڈھیلی تھی اس پر میر منشی صاحب ریذیڈنٹ صاحب بہادر کے بڑے یار کہ ان کے بل بوتے پر کونسل سے اپنی من مانی منواتے تھے اور اپنے محکمہ کے خود مختار راجہ بنے بیٹھے تھے، شیخ صاحب کو خیال آیا ہوگا کہ دفتر سے غیر حاضر ہوگیا اگر میر منشی صاحب بگڑ بیٹھے تو اس شیر ببر کی دھاڑ کون سنے گا، ممکن ہے کہ ملازمت سے ہی ہاتھ دھونے پڑیں اس کے ساتھ شیخ صاحب کو اپنی خدمات کا بھی خیال تھا اور پاس ادب سے خاموش تھے مگر ظہر کے وقت جب حضرت مسجد میں تشریف لائے تو شیخ صاحب نے نہایت ادب سے دبی زبان سے اتنا عرض کیا کہ حضور چھٹی کے متعلق خط نہیں آیا حضرت کی فراست تو نور الٰہی سے منور تھی خدا جانے شیخ صاحب کے دلی خیالات ان پر آئینہ ہوگئے، فوراً فرمایا کہ ہاں شیخ صاحب میری رائے میں آپ فوراً روانہ ہو جائیں نوکری کا معاملہ ہے ایسا نہ ہو کہ کوئی ابتلا پیش آ جائے، یہ سن کر شیخ صاحب تو بعد از نماز ظہر اکّے پر سوار ہو کر پٹیالہ روانہ ہو گئے ادھر والد صاحب مرحوم پھر میر منشی صاحب کی خدمت میں گئے، انھوں نے چھٹی منظور کر لی، چنانچہ والد مرحوم نے قادیان خط لکھ دیا، اب خط تو قادیان پہنچا، اور شیخ صاحب پٹیالہ پہنچ گئے اور صبح دفتر بھی چلے گئے اور تیسرے پہر جب والد سے ملے تو والد ان کو دیکھ کر بھکا بکا رہ گئے اور پوچھا کہ آپ کس طرح آ گئے میں نے تو چھٹی کی اطلاع بھیج دی تھی۔ انھوں نے فرمایا آپ کا خط نہیں پہنچا تھا، میں نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا تو حضور نے مجھے فوراً روانہ ہونے کے لئے حکم دیا، والد مرحوم کو

(باقی صفحہ ... کالم ...)

کتاب اسلامی معاشیات کا ایک باب

"حکومت کی آمدنی" اور اس کے مصارف و اغراض

از مولانا سید مناظر احسن گیلانی صدر شعبہ دینیات جامعہ عثمانیہ

"یہ مفید اور محققانہ مقالہ جامعہ عثمانیہ کے مجموعہ تحقیقات علمیہ میں شائع ہوا تھا، اس میں اسلامی ریاست کی آمدنی کے اصول تقسیم اور اس کے اغراض و مقاصد کے بارہ میں اسلامی احکام و قوانین یا موجودہ اصطلاح میں اسلامی معاشیات پر عالمانہ بحث کی گئی۔ امید ہے قارئین پیغام صلح کے لئے یہ علمی افاضہ کا موجب ہوگا۔"

کچھ دن ہوئے خاکسار نے "اسلامی معاشیات" کے نام سے اپنی یادداشتوں کا ایک مسودہ مرتب کیا تھا جو ایم۔ اے کے ایک امیدوار مولوی یوسف الدین ایم۔ اے کے مقالہ کی نگرانی کے سلسلہ میں جمع ہو گئے تھے، اسی مسودہ کا ایک باب بطور نمونہ کے تحقیقات علمیہ کے مجلہ میں دے رہا ہوں، اس سے اندازہ ہوگا کہ ان مضامین کی موجودہ زمانہ میں مسلمانوں کو کس حد تک ضرورت ہے۔

حکومتی آمدنی کے متعلق تنگ ترین نقطۂ نظر حکومت کی آمدنی پر بحث کرنے سے پہلے دراصل غور کرنے کی بات یہ ہے، کہ حکومت کے زور سے سرکاری خزانوں میں جو روپیہ جمع کیا جاتا ہے اس کے اغراض کیا ہیں یا کیا ہونا چاہئے۔

جہاں تک تاریخ اور مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے، کبھی تو یہ آمدنی محض اسلئے جمع کی جاتی ہے کہ جن لوگوں نے زمین کے کسی حصہ پر کسی ذریعہ سے اپنا ایسا اقتدار قائم کر لیا ہو کہ عام باشندوں سے ان کے مطالبوں کا انکار جان و مال کے لئے خطرہ بن جاتا ہے، اب ان کا نام خواہ کچھ رکھ دیا جائے، راجہ یا بادشاہ یا کنگ یا کچھ اور، بہرحال نفس ان کے اور ان کے اعزہ و اقربا، حوالی و موالی کے عیش و آرام کا مہیا کرنا ہی ان کی حکومت کی آمدنی کی غرض ہوتی ہے، حکومتی آمدنی کے متعلق تنگ ترین نقطۂ نظر جو ہو سکتا ہے، وہ یہی ہے، لیکن کیا کیا جائے کہ دنیا نے اس کا تماشہ اکثر دیکھا ہے۔

دوسرا وسیع نصب العین اس سے آگے بڑھ کر جو نصب العین اس آمدنی کا ہو سکتا ہے وہ یہ ہے کہ اس آمدنی کو دشمنوں کے خطرات سے محفوظ رکھنے اور آمدنی پیدا کرنے والوں کو اطمینان و فراغت کے ساتھ دولت کی پیدائش میں مشغول رکھنے کیلئے جن سازوسامان کی ضرورت ہے، وہ بھی اس آمدنی سے پورا کیا جائے، مختصر لفظوں میں یوں کہیئے کہ شاہی مصارف کے سوا کشوری (مثلاً عدالت، پولیس اور فوجی مدات) پر خزانہ کا روپیہ صرف کیا جائے پہلی غرض سے ظاہر ہے کہ یہ دوسری غرض اپنے اندر ذرا زیادہ وسعت رکھتی ہے اگرچہ اس وسعت کی بھی آخری غرض وہی ہوتی ہے کہ راجہ یا بادشاہ اور ان کے خاندان کے افراد کے عیش و آرام میں خلل نہ واقع ہو۔

تیسرا نصب العین اس سے بھی چند قدم آگے بڑھ کر تیسرا نصب العین یہ ہے کہ علاوہ مذکورہ بالا اغراض کے عام باشندوں کی مشترک ضروریات مثلاً صحت، و تعلیم طریقہ مواصلات (سڑکیں، ریلوے، پوسٹ ٹیلیگرام) وغیرہ اغراض پر بھی حکومت کی قوت سے جمع کردہ رقم صرف کی جائے، غالباً اس زمانہ کی مہذب ترین حکومتوں کی آمدنی کا یہ بلند ترین نصب العین ہے جو قائم کیا جا سکتا ہے یا جیسا کہ کہا جاتا ہے بعض حکومتیں عملاً گو حاکمانہ اغراض کی تکمیل کے لئے نہیں، بلکہ محض محکوموں کی رفاہیت اور خیر اندیشی کے لئے اپنی آمدنی کا ایک بڑا مصرف اسی کو خیال کرتی ہیں، جہاں تک میں سمجھتا ہوں عام طور پر حکومتوں کی آمدنیوں کے اغراض اس زمانہ تک عموماً مذکورۂ بالا نصب العین سے آگے نہیں بڑھے ہیں خواہ وہ حکومت قومی ہو یعنی اپنی قوم پر ہو یا کسی دوسری قوم پر۔

کیا رفاہات عامہ بھی تک محدود ہیں کیا حکومت کی آمدنی کے اغراض اس سے آگے بھی کسی وسعت نظری کو مقتضی ہیں یہ ایک سوال پیدا ہوتا ہے، مطلب یہ ہو کہ مذکورہ بالا اغراض کے سوا جب ہم دیکھتے ہیں کہ ہر حکومت اپنے محروسہ و مقبوضہ علاقہ میں انسانوں کی ایک بڑی آبادی رکھتی ہے اور انہی آبادکاروں کی محنت و جانفشانی کی بدولت ایک ایک پیسہ روپیہ اکٹھا کر کے کروڑوں روپیہ کا خزانہ جمع کر لیا جاتا ہے اور جب اس زمانہ میں یہ مان لیا گیا ہے کہ اقتداری قوت خواہ شخصی یا خاندانی شکل میں نہ دیا گیا ہے اور ٹولی کی شکل میں ہو، ان کے عیش و آرام، بنگلے و گملے کے سوا حکومت کی آمدنی کا مصرف رعایا کی سہولتوں کا بھی بہم پہنچانا ہے، اسی لئے تعلیم و صحت وغیرہ کو بھی اب حکومتوں نے اپنے موازنوں کا جزء بنا لیا ہے۔ تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ سرکاری خزانے جن غریبوں کی پیشانیوں کے پسینے کے قطرہ قطرہ سے سمندر بنتے ہیں، کیا ان کی ضرورتیں انہی عام پبلک ضرورتوں تک محدود ہیں جن سے محکوموں کے ساتھ ساتھ حاکموں کو بھی نفع پہنچتا ہے، کہ سڑکوں پر اگر غریبوں کے چھکڑے اور بنڈیاں چلتی ہیں تو اقتداری قوتوں کی موٹریں اور جوڑیاں بھی انہیں سے گذرتی ہیں، جن ہسپتالوں سے غریبوں کو دوائیں ملتی ہیں، ان ہی کے سرجنوں اور نائب سرجنوں سے حاکمانہ دائروں کو بھی میڈیکل ایڈ وقت پر میسر آتا ہے، اور جن کالجوں اور سکولوں میں ملک کے عام رعایا کے بچے خواہ کسی قیمت پر بھی ہو علم حاصل کرتے ہیں انہی سے حکومت کو اپنی مختلف مشینری کے لئے پرزے مہیا ہوتے ہیں، یقیناً ملک کے آبادکاروں کی ضرورتیں ان ہی مشترک اور عام ضرورتوں تک محدود نہیں ہیں۔

زیادہ اہم رفاہات عامہ آخر ان ہی میں کے دن کتنے بچے یتیم ہوتے ہیں، کتنے جوان بوڑھے ہو کر بیکار ہوتے ہیں، کتنی عورتیں بیوہ ہوتی ہیں، کتنے تاجر نقصان اور خساروں میں مبتلا ہو کر دیوالیہ بنتے رہتے ہیں اور سب سے آخر میں یہ کہ کتنے کاشتکار عزیب کاشتکار آفات ارضی و سماوی کے شکار ہو کر قرض دوام کے بوجھ کے نیچے دب دب کر کراہتے رہتے ہیں کتنے جوان باوجود تلاش معاش کے بیروزگار پڑے پھرتے ہیں۔

کیا ان غریبوں کی یہ ضرورتیں نہیں ہیں اور ان کا حال قابل رحم نہیں ہے، وہی اپنی کمائی سے حکومت کے خالی خزانوں کو معمور کرتے ہیں، لیکن جب یہ بیچارے خالی ہوتے ہیں ان پر ترس کھانیوالا کوئی نہ ہو۔

واقعہ یہ ہے کہ ملک کی یہ ایسی ناگزیر ضرورتیں ہیں، (جو محکوم و حاکم کی) ان مشترکہ ضرورتوں سے بھی اپنے اندر زیادہ اہمیت رکھتی ہیں جن کا نام آج رفاہات عامہ وغیرہ ہے۔

کمی توجہ لیکن عجیب بات ہے کہ بڑے بڑے بلند بانگ دعووں والی حکومتوں نے بھی کھل کر اس سوال کی طرف توجہ نہیں کی اور واقعہ بھی یہی ہے کہ حکومتوں کی موجودہ آمدنیاں اتنی کافی بھی نہیں ہوتیں جو کہا نہ تو فوجوں کے مَلّوں اور بنگلوں کی تکمیل کے بعد اتنا بچا سکتی ہیں جس سے مشترک ضرورتوں کے سوا ملک کی ان شدید ضرورتوں پر بھی باضابطہ منتظم شکل میں کچھ خرچ کر سکتی ہوں، اسی کا نتیجہ ہے کہ کبھی کبھی انجمن ہائے امداد باہمی کی تجویزیں سوچی جاتی ہیں، تاکہ ملک کے مقروضوں کا کچھ بوجھ ہلکا ہو، کبھی سرکاری سرپرستی میں بیمہ کمپنیوں کی ہمت افزائی کی جاتی ہے، اور بیمہ کے ایجنٹ شہر بہ شہر، گاؤں گاؤں میں پھر کر مرے ہوئے باپوں کی لاشوں کے سامنے یتیموں اور بیواؤں کی تصویریں کھینچ کھینچ کر ہر شخص کو ہول دل میں مبتلا کرتے پھرتے ہیں، کبھی مسئلہ بے روزگاری پر میدانوں میں یا پہاڑوں پر کمیٹیوں پر کمیٹیاں منعقد ہوتی رہتی ہیں، سوچا جا رہا ہے کہ آخر اس کا حل کیا ہے، کبھی سرکاری ملازمتوں کی نشاندہی کے لئے دفاتر قائم کر کے حکومت کے مصارف میں ایک اور جدید مصرف کا اضافہ کر دیا جاتا ہے۔

ملک کی ضروریات اور پبلک ورکس سردست مجھے اس سے بحث نہیں کہ یہ تدبیریں واقعی مفید ہیں یا بے حاصل، اور نہ ان کی بعض شکلوں مثلاً بیمہ یا انجمن ہائے اتحاد باہمی میں جو سودی کاروبار لین دین جاری ہے اس کے متعلق اسلامی نقطۂ نظر سے بحث کرنا چاہتا ہوں، بلکہ دکھانا صرف اس قدر ہے کہ ان کی ساری کوششوں سے اتنا بہرحال ثابت ہوتا ہے کہ ملک کی ضرورتوں کا انحصار صرف انہی مشترک ضرورتوں میں نہیں ہے جنہیں آج "پبلک ورکس" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، اگر ایسا نہ ہوتا تو انجمن ہائے اتحاد باہمی کا جال بیمہ اور انشورنش والوں کی نوحہ خوانیوں، ماتم سرائیوں بیروزگاری اور روٹی کے ڈھنڈوروں کی آخر توجیہ کیا ہو گی۔

اسلام میں اس سوال کا حل الحمد للہ کہ اسلام نے جس وقت حکومت اور حکومت کے خزانہ کی بنیاد ڈالی۔ بنیاد ہی کے وقت ملک کی ضرورتوں کا یہ سب سے آخری سوال اس کے سامنے پہلے آیا اور اس سوال کا حل بھی اس نے سب سے پہلے نکال لیا۔

بدر کا انقلابی معرکہ میرا مطلب یہ ہے کہ مدینہ منورہ میں جب اسلامی دعوت نے مذہبی دعوت کے ساتھ ساتھ ایک سیاسی تنظیم کی شکل اختیار کی تو ظاہر ہے کہ نہ اس وقت ملک تھا نہ خزانہ، صرف چند اللہ کے بندے تھے جو اپنے ذاتی مصارف پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میدان جنگ میں اتر آئے (۳۱۳) سپاہیوں کو جو پہلی فتح بدر میں ہوئی وہ خواہ جنگ کی تاریخ میں یہ کتنی ہی چھوٹی جنگ کیوں نہ ہو لیکن عالم کی تاریخ کے جتنے انقلابی فیصلہ کن معرکے ہیں ان میں یقیناً سب سے بڑا انقلابی معرکہ یہی تھا، اسی جنگ نے وہ فیصلہ کیا جو بالآخر تاریخ کا ایک اہم فیصلہ بن گیا اور اب تک بنا ہوا ہے۔

اسلامی حکومت کی سب سے پہلی آمدنی اور قرآن کا حکم اس جنگ میں سب سے پہلے

ایک ہزار سپاہی اور وہ بھی غریب عرب کے بھاگے ہوئے سپاہیوں کا مسلمانوں کو کچھ سامان ہاتھ آیا اور یہی اسلامی حکومت کی پہلی آمدنی تھی، حکومت کی آمدنی کے متعلق مسلمانوں کا نقطۂ نظر آئندہ کیا ہونا چاہیئے کیا اقتدار حاصل کرنے والوں کے عیش و آرام کا وہ ذریعہ ہے یا اور کچھ ہے۔ حالانکہ ابھی کیا حاصل ہوا تھا، لیکن گویہ را دور اول با برکت" قرآن نے نازل ہو کر اعلان کیا:

یسئلونک عن الانفال قل الانفال للہ والرسول۔

لوگ انفال (جنگ کے حاصل شدہ مال) کے متعلق پوچھتے ہیں۔ کہدو کہ یہ اللہ کا اور رسول کا ہے۔

کسی کا کچھ نہیں ہے صرف اللہ کا ہے اور اللہ کی مرضی کی نمایندگی چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کریں گے، اس لئے رسول کا۔ اب تک جو دنیا کا نقطۂ نظر اموال مفتوحہ یا [illegible] حکومت کی آمدنی کے متعلق تھا اچانک بدل گیا، جب وہ بدل چکا تب اس اجمال کی تفصیل کی گئی۔

واعلموا انما غنمتم من شیئ فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربیٰ والیتامیٰ والمسٰکین وابن السبیل۔

اس کو جان لو کہ تم نے جو کچھ غنیمت میں حاصل کیا تو اللہ اور رسول اور قرابتمندوں، یتیموں مسکینوں مسافر کے لئے اس میں پانچواں حصہ ہے۔

یعنی جنہوں نے لڑائی میں کام کیا ہے ان کو بھی ان کا خدائی حصہ دے گا۔ لیکن آئندہ سلئے سے قانون بن گیا کہ اس راہ سے جو آمدنی ہو گی، اس میں سے پانچواں حصہ حکومت لے گی، باقی سپاہیوں پر تقسیم کر دے گی۔

مالِ غنیمت کے پانچویں حصہ کے مصارف | حکومت کے خزانہ میں جو یہ پانچواں حصہ جمع ہو گا اس کا مصرف کیا ہو گا، حالانکہ شدید ضرورتیں تھیں، تنہا اسلام مٹھی بھر مددگاروں کے ساتھ دشمنوں کے نرغہ میں گھرا ہوا تھا، سارا عرب مشرکین یہود و نصاریٰ حتی کہ رومی اور ایرانی حکومتیں جو کرۂ زمین کے اقتدار اعلیٰ کی حیثیت اس وقت رکھتی تھیں، سب کی نگاہیں مدینہ کی اس دعوت تنظیم پر لگی ہوئی تھیں، مگر دنیا کی حکومتیں جس مسئلہ کو اب تک سوچ نہیں سکی ہیں یا سوچ رہی ہیں تو عمل نہیں کر سکتی ہیں تمام ضروریات سے بے پروا ہو کر اسلامی خزانہ کی اس پہلی آمدنی کو پھر پانچ حصوں میں تقسیم کر دیا گیا، پانچوں میں صرف ایک حصہ اس وقت کے ذاتی مصارف کے لئے خاص کیا گیا جس کے ذریعہ سے یہ اقتدار حاصل ہوا تھا یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اور ایک حصہ آپ کے عیال و نادار رشتہ داروں کے لئے جنہوں نے مکہ سے مدینہ تک آپ کا ہر حال میں ساتھ دیا تھا، باقی تین حصوں کو بجائے کشوری و فوجی مصارف کے الیتامیٰ والمسٰکین وابن السبیل (مسافرین) کے لئے چھوڑ دیا گیا۔

(باقی دارد)

بقیہ اخبار احمدیہ

یہ امر موجب مسرت ہے کہ مکرم شیخ عبدالحق صاحب دہلوی کے دولتکدہ پر ان کے صاحبزادہ کی تحریک اور کوشش سے مکرم جناب میاں اختر حسین صاحب گیلانی ہر ہفتہ کی شام کو قرآن کریم کا درس دیتے ہیں۔

سلسلہ میں شمولیت

مندرجہ ذیل احباب حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کے دست مبارک پر بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے اللہ تعالےٰ انہیں استقامت عطا فرمائے اور خدا کے دین کی راہوں پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین۔

(۸۳) چوہدری حافظ عبدالرحمٰن صاحب … ضلع [illegible]
(۸۴) محمد رفیق صاحب … ضلع جہلم
(۸۵) منور احمد صاحب … لاہور
(۸۶) محمد دین بی اے … بدوملہی
(۸۷) فتح دین صاحب … "
(۸۸) عبدالحمید صاحب … لکھنؤ
(۸۹) اہلیہ صاحبہ محمد حسین شاہ صاحب گیلانی … ضلع ہزارہ
(۹۰) عنایت اللہ شاہ صاحب … ضلع مظفر آباد
(۹۱) محمد عالم صاحب … ضلع فیروزپور
(۹۲) … … …
(۹۳) غلام محمد زرگر … کھیدر واہ
(۹۴) رمضان خانصاحب … "
(۹۵) فضل حق خانصاحب ریاست پٹیالہ
(۹۶) محمد بشیر صاحب ضلع کرنال
(۹۷) غلام قادر خانصاحب - ریاست پٹیالہ
(۹۸) محمد ظفر اللہ صاحب - ضلع گورداسپور
(۹۹) حافظ محمد برستان صاحب … ضلع راولپنڈی
(۱۰۰) علی محمد صاحب … سری نگر

بشارت نمبر

آئندہ ۲۳ر جون ۱۹۴۳ء کو شایع ہو گا اس پرچہ کی ضخامت چونکہ معمولی پرچے سے تگنی ہو گی یعنی ۲۴ صفحات، اسلئے ۱۶ر جون ۱۹۴۳ء کا پرچہ شایع نہ ہو گا۔ قارئین کرام مطلع رہیں، جن احباب نے بشارت نمبر کے لئے مضامین اب تک نہیں بھیجے وہ مہربانی فرما کر جلد ارسال فرماویں۔

سرینگر میں یوم مسیح موعود

۲۶ر مئی ۱۹۴۳ء کی شام کو مسجد احمدیہ قلمدان پورہ سری نگر میں زیر صدارت ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ بی۔ ٹی۔ ایچ۔ ایچ۔ اے پروفیسر سری پرتاب کالج حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی مسعود مجدد صدی چہاردہم کے یوم وصال کی تقریب پر ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا۔

جلسہ کا آغاز مسٹر مشتاق احمد ایم اے نے تلاوت قرآن پاک سے کیا پھر ملک محمد مقبول صاحب نے ایک موثر نظم خوش الحانی سے سنائی، اس کے بعد خاکسار نے اپنی تقریر میں حضرت مسیح موعودؑ سے پہلے کے زمانہ کی مذہبی حالت بیان کی۔ مخالفین و دشمنان اسلام کی سرگرمیوں کے علاوہ ان غلط فہمیوں کا بھی سرسری طور پر ذکر کیا جو مسلمانوں میں اسلام کے متعلق پھیلی ہوئی تھیں اور جن سے اسلام کو سخت نقصان پہنچ رہا تھا۔ پھر آپ نے ثابت کیا کہ سب ہی غلط فہمیوں کا ازالہ حضرت مسیح موعودؑ نے ہی کچھ اس طرح کیا کہ ساری دنیا دنگ رہ گئی اور اسلام کا نہ صرف ڈیفنس کیا۔ بلکہ تمام غیر مذاہب کی قلعی کھول کر رکھدی۔ تقریر کرتے ہوئے آپ نے غیر از جماعت افراد سے خطاب کیا۔ کہ ؎

تشنہ بیٹھے ہو کہاں ہے جہے شیریں تیت ہی
سرزمین ہند میں چلتی ہے نہر خوشگوار

ملک محمد مقبول صاحب صدر ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن نے مسلمانوں کی تحریکات کا معنی خیز انداز میں تذکرہ کیا اور ان کی ناکامی کے وجوہ ظاہر کئے، پھر حضرت مسیح موعودؑ کے مشن کا ذکر کرتے ہوئے بدلائل ثابت کیا۔ کہ صرف اشاعت اسلام کی تحریک ہی مقبول ہوئی۔ جس کی طرف مسیح موعود علیہ السلام نے ہی توجہ دلائی اسی میں دنیا کی تمام مشکلات کا حل موجود ہے۔ آپ نے کہا اس وقت مسلمان پاکستان کے لئے کوشاں ہیں۔ لیکن پاکستان جب ہی قائم ہو سکتا ہے، جب مسلمان صحیح معنوں میں مسلمان بن جائیں بصورت دیگر ترکی جیسا معاملہ ہو گا۔ جہاں مسلمان ہوتے ہوئے بھی انھوں نے سوئٹزرلینڈ کا قانون نافذ کیا جس کا کوئی فائدہ نہیں۔

پھر جناب مشتاق احمد صاحب ایم اے نے کشمیری زبان میں ایک مدلل اور ولولہ انگیز تقریر کی۔ جس میں آپ نے مسلمانوں کی اس عدم توجہی کا ذکر کیا جو وہ اسلام کی طرف رکھتے ہیں، اور موجودہ کمیونسٹوں سوشلسٹوں کے الحادی نظریئے کی تردید کی۔ حضرت مسیح موعودؑ کے کارہائے نمایاں پر احسن پیرایہ سے روشنی ڈالی۔

ازاں بعد شیخ عبدالاحد صاحب نے کشمیری زبان میں ایک عالمانہ اور پُر جوش تقریر کی اور کہا کہ مسلمان تعمیری اور اخلاقی کاموں کے بلئے تیار نہیں ہوتے، ہر نبی ولی، اور محدث کو اپنے اپنے زمانے میں شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ اور مخالفت کرنیوالے بڑے بڑے اثر و اقتدار کے مالک ہوا کرتے تھے۔ آپ نے حضرت مسیح موعودؑ پر عاید شدہ تمام الزامات و اتہامات کو دور کیا اور ان کی اصلی تعلیم پیش کر کے غیر احمدیوں پر اتمام حجت کی آپ نے اس بات پر زور دیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نصب العین وہی کچھ تھا جو بانیٔ اسلام صلعم کا تھا۔ آپ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم الشان غلام تھے۔

آخر میں صاحب صدر ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب نے کہا کہ آج کا مبارک دن ہم اس شخص کی یاد میں منا رہے ہیں جس نے مسلمانوں کی آنکھیں اس وقت کھولیں، جبکہ وہ اندھیرے میں کلبلا رہے تھے، مسلمانوں میں سے بہت سے خدا سے شکوہ و شکایات کئے، صرف اسلئے کہ انہیں زندہ خدا پر ایمان نہیں رہا تھا۔ جس شخص کا ایمان محکم ہو، وہی مومن کہلاتا ہے۔ افسوس ہم آج کام کے نہیں نام کے مسلمان ہیں۔ جس شخص کا یوم وصال آج ہم منا رہے ہیں اس نے ہمیں یقین دلایا کہ قرآن شریف ہی میں تمدنی۔ دینی اور قومی حیات کا راز مضمر ہے، اور اس نے للکارا کہ دنیا والو آؤ۔ دیکھو کہ خدا میری سنتا ہے یا نہیں؟

آپ نے کہا کہ کشمیری بہت غریب ہیں لیکن کیا عرب کے لوگ امیر تھے؟۔ مگر جب وہ قرآن کے عامل بنے، تو وہ ممتاز اور سرفراز ہو گئے، مسلمانوں کو حکومت اس وقت تک نہیں مل سکتی جب تک وہ صحیح معنوں میں مسلمان نہیں ہوں گے، لیکن مسلمانوں کا نصب العین حصول حکومت ہی نہیں۔

جلسہ ہر لحاظ سے کامیاب رہا حاضرین کی تعداد کافی تھی۔ اور رات کے قریباً گیارہ بجے جلسہ بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔

عبدالعزیز۔ جنرل سکرٹری

ضرورت ہے

انجمن کو اپنے جنگ اسلام آباد اوکاڑہ کے لئے ایک ٹرینڈ اکونٹنٹ کی ضرورت ہے گریڈ ۶۰ — ۴ — ۱۰۰ ہے۔

تجربہ کار حضرات مصدقہ نقول سرٹیفکیٹ کے ہمراہ درخواستیں بھیجیں۔ درخواست میں تعلیمی قابلیت اور اکونٹنسی کے کام سے واقفیت کا اندراج ضرور کیا جائے۔

جنرل سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس

جنگلی جانوروں اور پرندوں کا تحفظ

(از محکمہ اطلاعات پنجاب)

آج جنگلی جانوروں کی حفاظت کا مسئلہ ایک عالمگیر اہمیت اختیار کر گیا ہے۔ تمام ممالک نے ایسے قوانین بنا رکھے ہیں جن کی رو سے ناجائز طور پر جنگلی جانوروں اور پرندوں کی کسی نوع کو ختم کرنا جرم قرار دیا گیا ہے۔ ہماری حکومت نے بھی اس اہم ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے ایکٹ تحفظ جنگلی جانوران و پرندگان نافذ کر کے جانوروں کی حفاظت کے سوال کو حل کر دیا ہے۔

ہندوستان میں کوئی دو ہزار دو سو قسم کے پرندے پائے جاتے ہیں اور پنجاب کا بھی ان میں اچھا خاصہ حصہ ہے اور چونکہ پنجاب ایک زراعتی صوبہ ہے لہذا جنگلی جانوروں اور پرندوں کا وجود اس کے لئے نعمت سے کم نہیں ہے۔

پرندے عموماً کرم خور واقع ہوتے ہیں اور ہر ایک کرم خور پرندہ سینکڑوں کی تعداد میں کرم اور مکوڑے ہر روز چٹ کر جاتا ہے اور زمیندار بہترین ولائتی کھاد اور ادویات کو استعمال میں لا کر بھی یہ مقصد حاصل نہیں کر سکتے۔

ولایت میں ایک تجربہ کیا گیا ہے جس میں پندرہ ایکڑ کا رقبہ ایک جنگل کے نزدیک منتخب کیا گیا، اس کے ایک حصہ میں پھلدار درخت تھے اور دوسرے میں مختلف اجناس خوردنی۔ پہلے دو سالوں میں ہر قسم کے پرندوں کو آزادانہ طور پر وہاں آنے جانے دیا گیا۔ اس سے اگلے تین سالوں میں پرندوں کو اس رقبہ میں بالکل نہ آنے دیا گیا۔ اس مدت کے بعد جو نتائج ظاہر ہوئے وہ یہ ہیں:-

(الف) پھلدار درختوں پر اگرچہ دوائیں چھڑکنے پر ۸۰ فی صدی زیادہ خرچ کیا گیا لیکن پھر بھی ہر پھلدار درخت کے پتوں کو سوکھ جانے کی بیماری لگ گئی۔

(ب) اجناس خوردنی ۵۰ فی صدی کرم خوردہ ہو گئیں۔

(ج) ترکاریوں اور پھولوں کی نشوونما رک گئی۔ اور کیڑے مکوڑے اس قدر بڑھ گئے، کہ ان سے ایک بہت بڑا خطرہ لاحق ہو گیا۔ اگلے دو سالوں میں پھر پرندوں کو آنے کی اجازت دی گئی اس مدت کے بعد حالات بدستور سابق (تقریباً) درست ہو گئے۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ زمیندار کے لئے پرندوں کا وجود کس قدر ضروری ہے۔ کیڑے مکوڑے کھانے والے پرندوں کے علاوہ زمیندار کی پیداوار کے ایک بڑے حصہ کو چٹ کر جانے والا چور میاں چوہا ہے۔ اور یہ اس قدر کھلتے ہیں کہ توبہ ہی بھلی ہے۔ اگر قدرت کی طرف سے ان کے دشمن پیدا نہ ہوتے تو حضرت انسان کے لئے ان کی بڑھتی ہوئی تعداد کو ان چوہوں کی اتنی بڑی افواج کا مقابلہ کرنا دشوار ہو جاتا۔ کہ ایک جوڑے، میاں چوہے اور بی چوہیا سے ایک سال میں جو چوہے پیدا ہو سکتے ہیں ان کی تعداد ۹۳۰۵۰ اور ۸ ماہ کی قلیل مدت میں اس جوڑے سے ایک لاکھ نوے ہزار چوہے پیدا ہو جائیں گے۔ لیکن قدرت نے اس کام کو کس خوش اسلوبی سے انجام دیا ہے۔ ایسے شکاری پرندے جو دن رات چوہوں کے شکار میں مصروف رہتے ہیں ہمیں آج اس مصیبت سے نجات دلاتے ہیں جو بصورت دیگر ہمارے سامنے ہوتی جبکہ یہ چوہے اربوں کی تعداد میں پیدا ہو کر ہمارے کھانے پینے کی تمام چیزوں کو چٹ کر جاتے کے باوجود بھوکوں مرتے اور کرہ ہوائی کو اتنا گندہ کر دیتے کہ کوئی بھی جاندار دنیا میں زندہ نہ رہ سکتا۔

حکومت یہ نہیں چاہتی کہ جائز طور پر بھی شکار نہ کھیلا جائے بلکہ منشائے حکومت یہ ہے کہ پرندے اور جانور صفحہ ہستی سے نہ مٹا دیئے جائیں، اسی لئے حکومت نے قابل و لائق افسران کی زیر نگرانی تجربات کرائے ہیں اور شکار کئے جانے والے پرندوں کے انڈے دینے والے موسم میں ان کا شکار ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ اور ہر ایک شکاری کا یہ فرض ہے کہ وہ ان قواعد کا جو حکومت نے جنگلی جانوروں اور پرندوں کی حفاظت کے لئے مرتب کئے ہیں پوری طرح سے احترام کرے اور اس طرح سچے شکاری ہونے کا ثبوت دیا جائے۔

ینگمینز احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور کا ہفتہ وار اجلاس

۶ ر جون ۱۹۴۳ء بروز اتوار احمدی نوجوانوں کا ایک غیر معمولی اجلاس زیر صدارت جناب غلام ربانی صاحب منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن مجید کے بعد چوہدری محمد سعید صاحب بھٹہ نے ۱۰ منٹ تک اپنے قیمتی خیالات کا اظہار فرمایا جس سے حاضرین بے حد محظوظ ہوئے اس کے بعد مولوی محمد حسین صاحب ہزاروی نے "ختم نبوت" پر ایک مدلل اور مبسوط تقریر فرمائی۔ جس کو حاضرین نے زیادہ وقت گذر جانے کے باوجود بڑی دلچسپی سے سنا۔ صدارتی تقریر کے بعد جلسہ دعا پر ختم ہوا۔

برائے سکرٹری
محمد اعظم علوی

(بقیہ صفحہ ۳)

ہی وجدانی ہو، اس کا تصور آخر کس کمال کا حامل ہوگا۔ مرزا صاحب کا کلام شروع سے اخیر تک، گیسو، زلف اور معشوقانہ مجازی استعارات سے مبرا ہے۔ اگر محبت اس کی ایک جھلک آ بھی گئی ہے تو اس کے محرک وجدانی جذبات ہیں نہ کہ نفسانی نہیں حضرت صاحب کا مخطوب۔ محبوب اور معشوق سب ایک ہی وجدانی شیشہ سے دیکھا جاتا ہے، ان کے رگ و پے میں نس نس میں ایک ہی محبوب اور ایک ہی مخطوب رچا ہوا ہے، اور وہ مخطوب کون ہے؟

قربان تست اے جان من اے یار محسنم
با من کدام فرق تو کردی کہ من کنم
ہر مطلب و مراد کہ من خواستم ز غیب
ہر آرزو کہ بود بخاطر معنیم!

شکر خدائے رحمان جس نے دیا ہے قرآں
غنچے تھے سارے پہلے اب گل کھلا یہی ہے
دیکھی تھی سب کتابیں مجمل ہیں جیسی خوابیں
خالی ہیں اُنکی قابیں، خوان ہدیٰ یہی ہے
دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

قرآن ہی اس شاعر کا مخطوب ہے۔ محبوب اور منتہائے مقصود ہے۔ جس کی نس نس میں، آپ کی محبت، اس کی عقیدت، اس کی غیرت بھری پڑی ہے۔ ان کا ذہن جذباتی تاثرات سے مغلوب ہو کر قرآن کے گرد مائل بہ طواف ہے۔

مرزا صاحب اپنے مخطوب کو ایک عالمگیر محبت کے ساتھ ایک مروت کے ساتھ سامعین کے سامنے پیش کرتے ہیں اور مستعارف ہیں ؎

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اس کا ہے محمد دلبر مرا یہی ہے
وہ آج شاہ دیں ہے وہ تاج مرسلیں ہے
وہ طیب و امیں ہے اس کی ثنا یہی ہے

چونکہ من تو پیر رسول پاک را بنمودہ اند
عشق او در دل بی جوشد چو آب آبشار
آتش عشق از دم من ہمچو برقے تے جہد
یکطرف اے ہمدمان خام از گرد و جوار
[illegible]
[illegible] ناصری شد از دم او بے شمار

اب دیکھئے ان کے ہم عصر شعراء میں اور ان میں کتنی تفاوت ہے۔ کون دنیاوی عیش و آرام پر اپنی جان دیتا ہے اور کون ایک ایسی قوت سے رشتہ الفت استوار کرنے کی سعی میں مصروف ہے، جس کی محبت غیر فانی جس کی مروت جاودانی اور جس کی پریت زندگانی کو ایک نہ مٹنے والی زندگانی دے سکتی ہے یہاں "سبزہ خط" سے شکایت نہیں، یہاں کاکل سرکش کو دبانے کا تقاضا نہیں، یہاں نرگس نیم باز کو گلشن میں بکھرانا نہیں اور یہاں گیسو سے مناقبت نظریہ حسین صورت۔ یہاں میں اک سرور جاودانی ہے، ایک شتاب ہے شے گود میں تمہی دیکھئے یہاں عشق ہی

آگر ہے تو ہے [illegible]
در دلم جوشد ثنائے سرورے
آنکہ در خوبی ندارد ہمسرے
احمد آخر زماں کز نور او
شد دل مردم ز نور تاباں ترے

زندگی بخش جام احمد ہے
کیا ہی پیارا یہ نام احمد ہے
لاکھ ہوں انبیاء مگر بخدا
سب سے بڑھکر مقام احمد ہے
باغ احمد سے ہم نے پھل کھایا
میرا بستاں کلام احمد ہے

تیرے منہ کی ہے قسم میرے پیارے احمد
تیری خاطر سے یہ سب بار اٹھایا ہم نے

(باقی آئندہ)

(بقیہ صفحہ ۲)

بڑی تکلیف اور ندامت ہوئی اور شیخ صاحب سے کہا کہ آپ پانچ روپے کرایہ کے مجھے سے لیجئے اور قادیان واپس تشریف لے جائیے۔ مگر شیخ صاحب نے فرمایا کہ اب اس کی کیا ضرورت ہے میں آج دفتر بھی حاضر ہو گیا ہوں حضرت نے کوئی اور انتظام بھی کر لیا ہوگا اب جو کچھ ہوا سو ہوا۔

(۶)

مگر والد مرحوم ندامت سے دبے جاتے تھے، کہ حضرت اقدس کے دل میں خیال بلکہ ملال ہوگا کہ عجیب ہوشیار آدمی ہے جو یہ معمولی سا کام بھی سرانجام نہ دے سکا، دو تین روز اسی اضطراب میں رہے آخر حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی خدمت میں چار صفحے کا خط لکھا جس میں نہایت الحاح سے معذرت کی، والد صاحب مرحوم لکھ رہے تھے اور میں گھٹنوں کے بل کھڑا ہو کر آپ کے شانوں کے اوپر سے یہ خط پڑھ رہا تھا جیسا کہ بچوں کی عادت ہوتی ہے اس خط میں استغفر اللہ اور خدانخواستہ کے الفاظ بار بار آتے تھے۔ تیسرے چوتھے روز حضرت مولوی صاحب کی طرف سے اس خط کے جواب میں ایک کارڈ آیا، جس میں لکھا تھا کہ میں نے آپ کا خط حضرت اقدس کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے فرمایا کہ ہمارے تو کسی گوشہ دل میں بھی خیال نہیں آیا، مولوی صاحب (والد مرحوم) کو خواہ مخواہ اسقدر تشویش لاحق ہوئی، حضرت کے یہ الفاظ نقل کرنے کے بعد حضرت مولوی صاحب نے اپنی طرف سے بھی یہ فقرہ لکھا جو مجھے آج تک یاد ہے اور وہ یہ تھا۔

"بھائی جان میرا امام ایسا نہیں کہ ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں پہ ناراض ہوا کرے"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اقدس کو خدا نے نہایت وسیع قلب دیا تھا اگر ان کے کام میں کسی وقت کوئی رکاوٹ

(بقیہ صفحہ ۳)

آنحضرت صلعم کے ایک سچے پیروکار کا طغرائے امتیاز ہونا چاہیئے ؎

اندراں وقتے کہ یاد آید مرا دیں مرا
بس فراموشم شود ہر عیش و رنج ہر دو دار

پانچویں دلیل حضرت صاحب فرماتے ہیں:- ارسلت فی وقت ھذہ الفتن - کیا میری صداقت کی یہ نشانی نہیں کہ میں اس پرفتن زمانے میں خلق خدا کی اصلاح کے لئے بھیجا گیا ہوں۔

حضرات! آج کیا یورپ اور کیا دیگر جوانب سے اسلام پر حملے ہو رہے ہیں، اسلام کو مٹانے کے لئے دنیا میں کئی تحریکیں پیدا ہو چکی ہیں۔ مسلمانوں کی حالت اصلاح طلب ہے پھر اس زمانہ سے بڑھکر اور کونسا زمانہ پرفتن ہوگا۔ کیا ہماری موجودہ خستہ حالی اس امر کی مقتضی نہیں کہ ایک مصلح اور مامور ہماری اصلاح اور اسلام کی مدافعت کے لئے بھیجا جائے۔

میں اپنی تقریر کو حضرت مرزا صاحب کے عقاید بیان کرنے کے بعد ختم کرتا ہوں۔

حضرت مرزا صاحب اپنی تصنیف "آئینہ کمالات اسلام" کے صفحہ ۲۸۵ پر عربی زبان میں فرماتے ہیں :-

(عربی کے ساتھ ترجمہ سنایا گیا)

"ہم یقین رکھتے ہیں کہ ہمارا رسول صلعم خیر الرسل ہے۔ افضل المرسلین اور خاتم النبیین اعلان سب سے افضل جو آئیں گے یا آچکے ... . اس نے اپنے طاہر اور مطہر ہاتھ سے میری تربیت کی .... اور مجھے اسرار عالیہ سے بھی باخبر کیا۔

ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ قرآن کی تمام آیات ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے جو رموز و نکات سے بھرا پڑا ہے اور جو کچھ اس کے خلاف ہے وہ باطل ہے .... اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ ہماری نجات اتباع حضرت سید الورےٰ اور اسلام میں ہے اور جو کچھ اسلام کے خلاف ہے ہم اس سے بری ہیں اور ان تمام باتوں پر ایمان لاتے ہیں جو ہمارا رسول صلعم لایا اگرچہ ہم ان کی حقیقت علیما سے بے خبر ہوں۔ اور جو شخص ہمارے متعلق اس کے خلاف کہتا ہے وہ کاذب ہے اور مفتری ہے۔ خدا سے ڈرو اور بخیل الطبع کی تصدیق مت کرو جو سانپ کی طرح مجھے ڈسنے آتا ہے .... اور سمجھ لو کہ اسلام میرا دین اور توحید پر مجھے یقین اور ایمان ہے اور میرا دل گمراہ نہیں نہ بھٹکا ہوا ہے۔ اور جس نے قرآن کو ترک کر دیا اور اپنے نفس کی اتباع کی وہ ایسے شخص کی مانند ہے جسے بھیڑیئے نے پھاڑ ڈالا ہو اور وہ ہلاکت کے گڑھے میں پڑ کر ہلاک ہو گیا۔ اور اللہ تعالیٰ اس بات پر گواہ اور علیم ہے کہ میں اسلام کا عاشق اور حضرت خیر الانام صلعم کا فدائی اور شیدائی ہوں اور احمد مصطفےٰ صلعم کا غلام ہوں"

حضرت صاحب پر کس قدر ظلم کرتے ہیں وہ لوگ جو آپکو احمد لکھتے ہیں؟

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

ضروری اطلاعات

(از محکمہ اطلاعات پنجاب)

اشیائے خوردنی کی نقل و حرکت

۱۳ مئی ۱۹۴۳ء سے پنجاب سے صوبہ دہلی کو اجناس خوردنی کی نقل و حرکت پر کوئی پابندی عائد نہیں رہی۔ گویا پنجاب اور صوبہ دہلی کے درمیان آزادی سے تجارت ہو سکے گی۔ اور گندم، چاول، جوار، باجرہ، جو، چنے، مکی اور ان اجناس سے دوسری تیار کردہ اشیاء کی برآمد کے لئے پرمٹوں کی ضرورت نہیں رہے گی۔ پنجاب سے دوسرے صوبوں اور ریاستوں کو اجناس خوردنی کی نقل و حرکت پر اس وقت جو بندشیں عائد ہیں وہ بدستور قائم رہیں گی۔

پنجاب میں جو کی فصل

رقبہ زیر کاشت جو کا آخری تخمینہ ۱۹۰۸۷۰۰ ایکڑ ہے (اس میں رسمی تخمینہ کے مطابق ۶۰۱۰۰ ایکڑ شامل ہیں) اس کے بالمقابل سال ماسبق کا اصل رقبہ ۱۶۸۴۳۰۰ ایکڑ تھا۔ موجودہ رقبہ گذشتہ سال کے اصل رقبہ۔ پانسالہ اوسط اور دو سالہ اوسط سے بالترتیب ۱۳-۲۶ اور ۳۳ فیصدی زیادہ ہے۔ موسم بالعموم موافق رہا۔ پیداوار آبپاشی رقبوں میں تقریباً اوسط سے فوق الاوسط درجہ تک اور غیر آب پاش رقبوں میں تقریباً اوسط درجہ کی ہے۔ پیداوار کا تخمینہ ۷۲۲۷۰۰ یا سال ماسبق کی پیداوار سے بقدر ۲۰ فی صدی زیادہ ہے۔ فصل کی فراہمی حسب معمول اوقات پر شروع ہوئی۔

پنجاب میں فصل نخود

کل رقبہ زیر کاشت نخود ۴۶۶۴۹۰۰ ایکڑ ہے۔ اس کے بالمقابل سال ماسبق کا اصل رقبہ ۳۴۶۱۲۰۰ ایکڑ تھا۔ گویا ۳۵ فیصدی کا اضافہ ہوا۔ موجودہ رقبہ پانچسالہ اور دو سالہ اوسط سے بالترتیب ۳۹ اور ۳۱ فیصدی زیادہ ہے۔

اطلاعات مظہر ہیں کہ حصار اور گوڑگاؤں کے بعض حصوں میں تند ہواؤں اور امرتسر کے بعض حصوں میں ژالہ باری کی وجہ سے فصل کو نقصان پہنچا۔ گوجرانوالہ میں بجلی گرنے کے باعث فصل کو کچھ نقصان پہنچنے کی اطلاعات بھی موصول ہوئی ہیں۔ لیکن بحیثیت مجموعی موسمی حالات موافق رہے چنانچہ پیداوار عام طور پر اوسط سے فوق الاوسط درجہ تک ہوئی، مجموعی پیداوار کا تخمینہ ۱۷۴۴۰۰۰ ٹن ہے اس کے مقابلہ میں گذشتہ سال پیداوار ۱۰۸۷۰۰۰ ٹن تھی۔ اس حساب سے ۶۰ فی صدی کا اضافہ ہوا۔ کل پیداوار پانسالہ اور دو سالہ اوسط سے بھی بقدر ۷۰ اور ۳۰ فیصدی زیادہ ہے۔ فصل کی فراہمی حسب معمول اوقات پر شروع ہوئی۔

ریڈ کراس اپیل فنڈ

ریڈ کراس سپیشل اپیل فنڈ کے سلسلے میں پنجاب بھر میں ۲۷ مارچ ۱۹۴۳ء سے ۲۱ مئی ۱۹۴۳ء تک ۱۱ لاکھ ۹ ہزار ۷۵۳ روپے سے کچھ زیادہ چندہ جمع ہوا۔

ضلع راولپنڈی نے ایک لاکھ ۴ ہزار روپیہ دیا اور امرتسر اور سیالکوٹ نے ایک ایک لاکھ روپیہ۔ باقی رقوم میں ضلع فیروزپور کی ۸۲۹۷ روپے، ضلع انبالہ کی ۲۹۹۶ روپے اور جہلم کی ۷۶۵۹۲ روپے کی رقوم شامل ہیں۔ جالندھر نے ۶۲ ہزار اور لاہور نے ۷۰ ہزار روپیہ دیا۔ اسی طرح گورداسپور اور ہوشیارپور سے علی الترتیب ۵۸۱۷۴ روپے اور ۵۰۰۰۰ روپے وصول ہوئے۔

پوٹاشیم کلوریٹ پر کنٹرول

ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سے لائسنس حاصل کئے بغیر اور اس کے شرائط و ضوابط پر عمل کئے بغیر ضلع لاہور کے کسی مقام سے یا کسی مقام تک پوٹاشیم کلوریٹ کا بھیجنا یا منگوانا ممنوع قرار دیا گیا ہے۔

جو اشخاص اس حکم کے ماتحت لائسنس حاصل کریں ان کے لئے لازم ہوگا کہ وہ پوٹاشیم کلوریٹ کے استعمال، فروخت، نقل و حمل وغیرہ کے متعلق باقاعدہ حساب رکھیں۔

اس حکم کی خلاف ورزی کرنے والا مستوجب سزا ہوگا جو تین سال قید یا جرمانہ یا دونوں پر مشتمل ہو سکتی ہے۔

بھک سے اڑنے والے مادوں پر کنٹرول

ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سے لائسنس حاصل کئے بغیر اور اس شرائط و ضوابط پر عمل کئے بغیر ضلع لاہور میں (۱) انٹی منی سلفائیڈ (۲) عام فاسفورس (۳) کاربن بائی سلفائیڈ (۴) دھماکے سے پھٹنے والے مادوں کو اپنے قبضہ میں رکھنا، ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانا، استعمال یا فروخت کرنا وغیرہ ممنوع قرار دیا گیا ہے۔

جب تک ان مادوں کو تسلی بخش طور پر محفوظ رکھنے کے انتظامات نہ کر لئے جائیں لائسنس نہیں دیئے جائیں گے۔

اس حکم کی خلاف ورزی کرنیوالے کو سزائے قید دی جائے گی جس کی میعاد پانچسال تک ہو سکتی ہے یا جرمانہ کی سزا یا دونوں سزائیں دی جائینگی۔

حکومت مصر کا موثر اقدام

قاہرہ — مصر کے سپلائی کے وزیر ہز اکسلینسی احمد حمزہ کی قیادت میں زیادہ منافع کمانے والوں کے خلاف کامیابی کے ساتھ جہاد جاری ہے بازار سے ضروریات زندگی کی جو چیزیں پراسرار طور پر مفقود ہو گئیں تھیں اب اس جہاد کی بدولت دوبارہ بازار میں آگئی ہیں اور چیزوں کی قیمتیں گر گئی ہیں۔ پولیس نے نہایت باقاعدگی کے ساتھ ذخیروں اور گوداموں پر چھاپے مار کر مال برآمد کرایا ہے۔ زیادہ قلت بلیڈوں کی تھی۔ صرف اسکندریہ کے تین گوداموں سے چھاپہ مارنے سے کم و بیش دس لاکھ بلیڈ برآمد ہوئے۔ اس پر باقی جن تاجروں نے بلیڈ جمع کر رکھے تھے وہ بھی بازار میں مال لے آئے۔ وزیر موصوف نے اعلان کیا ہے کہ جس شخص کی اطلاع پر ذخیرہ شدہ مال برآمد ہوگا اسے کل مال کی قیمت کے ۵ فیصدی سے ۲۰ فی صدی کے برابر انعام دیا جائے گا۔

بے آواز ہوائی جہاز

ماہرین پرواز کا قیاس ہے کہ جنگ کے بعد ایسے ہوائی جہاز بنائے جا سکیں گے جن کی پرواز کے دوران میں آواز مطلق سنائی نہیں دے گی۔ سائنس والوں نے اس سلسلے میں اب تک جو تجربات کئے ہیں۔ وہ کامیاب رہے ہیں۔

بحری جنگ میں محوریوں کو شکست

لندن — پچھلے چند ہفتوں میں اتحادی مال جہازوں نے زیادہ سے زیادہ تعداد میں بحر اوقیانوس کو سلامتی کے ساتھ پار کیا ہے اور انہیں روکنے اور ان پر حملہ کرنے والی دشمن کی آبدوزیں زیادہ سے زیادہ تعداد میں غرق کی گئی ہیں۔ بحر اوقیانوس میں اپنی آبدوزوں پر نازیوں کو ناز تھا اور یہ ہٹلر کا آخری سہارا تھا۔ اب اس جنگ میں بھی انہیں ناکامی ہو رہی ہے۔ ایک بحری ماہر نے اتحادیوں کی اس بحری کامیابی کے تین وجوہ بیان کئے ہیں۔ اول یہ کہ نئے خاص طرز کے زیادہ سے زیادہ جہاز بنائے گئے ہیں جو تجارتی جہازوں کی حفاظت بوجہ احسن کر سکتے ہیں، دوم ہوائی جہاز اب پہلے کی نسبت زیادہ تعداد میں اور زیادہ دور تک تجارتی قافلوں کے ساتھ ان کی حفاظت کے لئے جا سکتے ہیں (سوم) دن بڑے ہو گئے ہیں۔ سورج کی روشنی زیادہ دیر تک رہتی ہے اور حفاظتی جہاز آبدوزوں کے خلاف موثر اقدام کر سکتے ہیں۔

۱۳ ہزار محوری ہوائی جہاز تباہ

لندن — ایک اعلان کے مطابق جنگ میں اب تک اتحادیوں کے ۸ ہزار ۵ سو ہوائی جہاز مغربی محاذ پر اور بحیرۂ روم کی لڑائیوں میں کام آئے اور اس کے مقابلے میں گذشتہ ایک سال میں جرمنی اور اٹلی کے ۱۳ ہزار ہوائی جہاز یقینی طور پر تباہ ہوئے ہیں جن ہوائی جہازوں کے متعلق خیال ہے کہ وہ بھی تباہ ہو گئے، وہ اس تعداد میں شامل نہیں ہیں اور نہ وہ شامل ہیں جو زمین پر ہوائی حملوں سے تباہ کئے گئے۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

پیغامِ صلح

الصلح خیر
احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

بشارت احمد نمبر

ایڈیٹر
ایس۔ محمد آصف
(بی۔ اے)
جائنٹ ایڈیٹر شیخ محمد انعام الحق۔

جماعتِ احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آیندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجدد ونکا ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآن نام او
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جلد ۳۱ | لاہور۔ یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۱۹ جمادی الثانی ۱۳۶۲ھ م۔ ۲۳ جون ۱۹۴۳ء | نمبر ۲۴

راہِ حق میں تو نے دی جانِ عزیز ۔ راہبرِ راہِ شہادت الوداع!
قوم کو تھا ناز تیری ذات پر ۔ افتخارِ احمدیت الوداع!
جنت الفردوس ہو تیرا مقام ۔ تجھ پہ اللہ کی ہو رحمت الوداع!
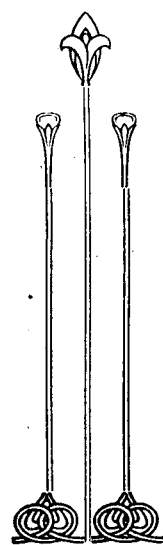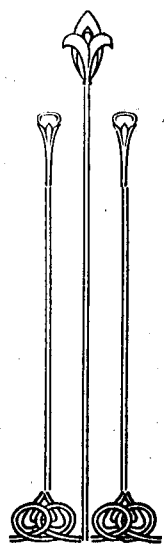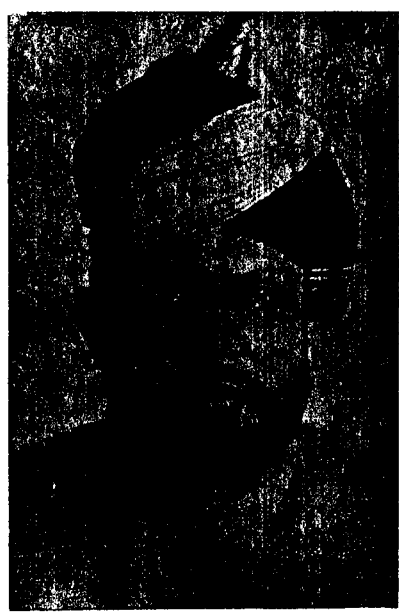
بطلِ احمدیت حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم و مغفور "مجددِ اعظم"۔

اے حبیبِ حق بشارت الوداع

{ از جناب مولانا مرتضیٰ خان صاحب }

شمعِ بزمِ احمدیت الوداع ‏— اے ضیائے دین و ملت الوداع!
الوداع ماہِ صداقت الوداع ‏— آفتابِ علم و حکمت الوداع!
الوداع اے مخزنِ صدق و صفا ‏— الوداع گنجِ سعادت الوداع!
حامیٔ دینِ ہدایت الوداع ‏— ماحیٔ نقشِ ضلالت الوداع!
ناشرِ انوارِ حکمت الوداع ‏— قاطعِ آثارِ ظلمت الوداع!
الوداع اے عازمِ باغِ جناں ‏— اے گلِ گلزارِ جنت الوداع!
راہِ حق میں تو نے دی جانِ عزیز ‏— راہروِ راہِ شہادت الوداع!
قوم کو تھا ناز تیری ذات پر ‏— افتخارِ احمدیت الوداع!
اللہ اللہ وہ ترا فہم و ذکا ‏— وہ حذاقت اور وہ جودت الوداع!
اللہ اللہ وہ ترا حسنِ بیاں ‏— وہ فصاحت وہ بلاغت الوداع!
اللہ اللہ وہ ترا زورِ قلم ‏— وہ تفقہ وہ فقاہت الوداع!
تو ازل سے لایا تھا قلبِ سلیم ‏— مظہرِ شانِ ولایت الوداع!
علمِ قرآں میں نہ رکھتا تھا نظیر ‏— مشعلِ نورِ ہدایت الوداع!
عشق تھا تجھ کو کلام اللہ سے ‏— محرمِ رازِ شریعت الوداع!
کون کھولے گا اب اسرارِ نہاں ‏— کاشفِ سرِ حقیقت الوداع!
فرطِ غم سے ہم ہوئے ہیں جاں بلب ‏— دے چلے تم داغِ ہجرت الوداع!
کثرتِ آہ و بکا سے ہے بپا ‏— تیرے بالیں پر قیامت الوداع!
ہم ہیں اور درد و غم و رنج و الم ‏— ہم ہیں اور یہ سوزِ فرقت الوداع!
امرِ ربی پر مگر راضی ہیں ہم ‏— تھا یہی حکمِ مشیت الوداع!
وصلِ حق سے آج تو مسرور ہے ‏— اے حبیبِ حق بشارت الوداع!

جنت الفردوس ہو تیرا مقام
تجھ پہ اللہ کی ہو رحمت الوداع!

پیغام صلح

جلد ۳۱ لاہور یوم چہار شنبہ ۱۹ جمادی الثانی سنہ ۱۳۶۲ھ نمبر ۲۴

پیغام صلح کا "بشارت احمد نمبر"

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم کی سیرت کی ایک جھلک

پیغام صلح کا "بشارت احمد نمبر" بطل احمدیت حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب قبلہ مرحوم و مغفور کی پاکیزہ اور مجاہدانہ زندگی کی ایک جھلک ہے، اس مذکورہ نمبر میں زیادہ تر ان بزرگوں اور خواتین کے مضامین درج کئے گئے ہیں جنہیں نسبت روحانی یا رشتہ جسمانی کی وجہ سے حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم کو نہایت قریب سے دیکھنے کا موقعہ ملا۔ حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم کی شخصیت کوئی پراسرار شخصیت نہیں ان کی زندگی ہمارے سامنے کھلی ہوئی کتاب کی طرح ہے، جو پڑھنا چاہتا ہو پڑھ لے اور یہ نمبر ان کی سیرت اور زندگی کی ایک جھلک ہے جس سے صاحب نظر حضرات خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ حضرت ڈاکٹر صاحب کو اسلام اور کلام اللہ سے کتنی محبت تھی اور حضرت مجدد عصر حاضر حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی سے کتنا عشق اور عقیدت تھی ان کی خانگی زندگی کیسی تھی دوستوں میں انکی کتنی عزت و توقیر تھی۔ جماعت احمدیہ سے انہیں کیا تعلق تھا اور جماعت احمدیہ لاہور انہیں کس پایہ کا بزرگ انسان سمجھتی تھی۔ خلق خدا انہیں غائبانہ طور پر کیا خیال کرتی تھی مصیبت اور خطرہ میں خوشی اور راحت میں غیظ و غضب میں ان کے چہرہ کے نقوش میں کیا تغیر و تبدل ہوتا تھا کیسے الفاظ بے ساختہ ان کی زبان سے نکل جاتے تھے کیونکہ یہی الفاظ جو بے ساختہ غیر محفوظ اوقات میں ایک انسان کے منہ سے نکل جاتے ہیں اور یہی نقوش جو اچانک چہرہ پر نمودار ہوتے ہیں یہی وہ سوراخ اور کھڑکیاں ہیں جو انسانی زندگی میں صرف چند لمحات کے لئے کھل کر نفس انسانی کو بالکل واضح کر جاتی ہیں اور ایک نقاد ان اندرونی چشموں کو دیکھ سکتا ہے جہاں سے تمام حرکات مشاغل اور اعمال کی نہریں پھوٹتی ہیں اور جہاں وہ جذبات اور حساسیت کو ٹٹول سکتا ہے کہ یہ کس مقصد کے گرد چکر لگا رہی ہیں ——— حضرت ڈاکٹر صاحب کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو اس نمبر میں مطالعہ کر کے یہ امر بالکل روشن ہو جائے گا کہ حضرت ڈاکٹر صاحب کی ساری زندگی ایک داستان عشق و جہاد ہے انہیں عشق تھا اسلام اور کلام اللہ سے۔ انہیں عشق تھا امام عصر حاضر سے جنہوں نے اس زمانہ میں اسلام . . . . . جہاد اور ایمان کو ثریا سے واپس لا کر مسلمانوں کی حیات ملی کے مردہ قالب میں اسے داخل کر کے مسلمانوں کو زندہ کرنے کی ایک شاندار کوشش کی۔ حضرت ڈاکٹر صاحب نے جہاد کیا قادیانی غلو کے خلاف اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق . . . ان غلط فہمیوں کے خلاف جو اس غلو اور غلط پروپیگنڈا کی وجہ سے دنیا میں پھیلی ہوئی تھیں آپ کے اس علمی جہاد کے نقوش سلسلہ کے صحیفوں کے صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں اور اس کثرت سے پھیلے ہوئے ہیں کہ ان کی کثرت حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم کے جوش جہاد کی آئینہ دار ہے اور آپ کا شاہکار "مجدد اعظم" اتنا زبردست کارنامہ ہے کہ جس سے آپ کا ولولہ جہاد اس قدر نمایاں ہو جاتا ہے کہ اس کارنامہ میں آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے بھی ایک نمونہ ہے، حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم ان بلند مرتبت انسانوں میں سے تھے جن کو ہم فخر کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کر سکتے ہیں کہ تحریک احمدیت نے اس مرتبہ اور اس مقام کے انسان پیدا کئے ہیں جو اس تحریک کی صداقت کی ایک زبردست دلیل ہے۔

ایسے لوگوں کی حیثیت ایک فرد کی نہیں ہوتی بلکہ ایک ادارہ کی ہوتی ہے۔ جہاں تک فہم قرآن اور تحریک احمدیت کی حقیقی روح کو سمجھنے کا سوال ہے حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم واقعی ایک ادارہ کی حیثیت رکھتے ہیں ان کی تصانیف اور نیک اولاد تو یقیناً باقیات الصالحات کی صورت میں زندہ رہیں گی لیکن دنیا کی زندہ قوموں کا دستور ہے کہ وہ اپنے رجال عظیم کی یادگار کسی مستقل ادارہ کی صورت میں قائم کرتی ہیں اسلئے جماعت احمدیہ جو ایک زندہ قوم ہے اسے بھی حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم کی یادگار کو ایک ادارہ کی صورت میں قائم کرنا چاہیئے تاکہ حضرت ڈاکٹر صاحب کی وہ رفیع خصوصیات زندہ رہیں جس کی وجہ سے وہ ساری جماعت کو محبوب تھے۔ جماعت کے معتبر بزرگوں نے جن میں سے حضرت مولانا صدر الدین صاحب کا اسم گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہے حضرت ڈاکٹر صاحب کی وفات پر اس خیال کا اظہار کیا تھا کہ حضرت ڈاکٹر صاحب کی کوئی یادگار قائم کی جائے جن سے ان کی خصوصیات دیر تک زندہ رہیں اور اب مکرم جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب نے پیغام صلح کے موجودہ شیوع میں یہ تجویز پیش کی ہے "اجتماعی رنگ میں جماعت احمدیہ لاہور حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم کی وفات کو قومی ترقی کے لئے اس طرح مفید بنا سکتی ہے کہ قرآنی علوم میں ریسرچ کے لئے ایک عمدہ درسگاہ یا اکیڈیمی کی بنیاد ڈالی جائے" یہ نہایت مبارک تجویز ہے اور اس پر ضرور عمل ہونا چاہیئے کسی بڑے شخص کی وفات پر جذباتی طور پر اظہار افسوس تو ہر ایک شخص کر سکتا ہے اور اپنی محبت اور عقیدت کا ثبوت دے سکتا ہے لیکن حقیقی اور تعمیری جذبہ محبت یہ ہے کہ مستقل طور پر اس بزرگ اور عظیم الشان انسان کی یادگار قائم کی جائے۔ ہمیں امید ہے جہاں اس نمبر کو پڑھ کر جماعت کے احباب حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم کی خوبیوں کو یاد کریں گے، اور ان کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو مطالعہ کریں گے ساتھ ہی یہ بھی کوشش کریں گے کہ اس محسن بزرگ کی یادگار مستقل طور پر قائم ہو جائے جس سے یہ ثابت ہو کہ ہم اپنے رجال کی عزت کرتے ہیں اور قدر کرتے ہیں اور ان کے روحانی محاسن سے استفادہ کرتے ہیں اور انکی باقیات اور خصوصیات کو آئندہ نسلوں کے لئے چھوڑتے ہیں اللہ تعالیٰ ساری جماعت کو حضرت ڈاکٹر صاحب کی اعلیٰ خصوصیات کو اپنے اندر جذب کرنے اور حضرت ڈاکٹر صاحب کی یادگار قائم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم کی وفات پر تعزیتی مکتوبات

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم کی وفات پر بیشمار تعزیتی مکتوبات اور برقی تعزیت نامے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں پہنچے جن میں ہم متعدد تعزیتی مکتوبات کو گذشتہ نمبروں میں شائع کر چکے ہیں اور کچھ مکتوبات اس نمبر میں شائع کر رہے ہیں افسوس ہے کہ جگہ کی قلت کی وجہ سے بہت سے مکتوبات شائع نہیں ہو سکے بلکہ ان میں سے انتخاب کر کے بعض مکتوبات کو شائع کر دیا گیا ان مکتوبات کی کثرت اور طرز تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم کی احباب سلسلہ کے قلوب میں کس قدر عزت محبت اور عقیدت تھی اور جماعت میں انہیں کیا مقام حاصل تھا ان مکتوبات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جماعت نے حضرت ڈاکٹر صاحب کی وفات کے صدمہ کو بہت محسوس کیا ہے، دعا ہے اللہ تعالیٰ جماعت کے اندر حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم کا نعم البدل پیدا کرے اور ہم سب کو حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حضرت امیر ایدہ اللہ کی ایک اپیل

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی ایک نہایت ضروری اور اہم اپیل اسی نمبر میں شائع ہو رہی ہے جس میں غیر مبائع اور جماعت کے ایک دوسرے گروہ کو بھی خطاب کیا گیا ہے وہ احباب سلسلہ جنہیں اس اپیل میں خطاب کیا گیا ہے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وہ اس کو مطالعہ فرما کر جلدی عملی جامہ . . .

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم کے مختصر کوائف زندگی

از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

۳ اکتوبر ۱۸۷۶ء کو بمقام دھرم سالہ پیدا ہوئے والد کا نام بشیر احمد اور والدہ کا نام خورشید بانو تھا۔ دادا شیخ احمد علی فاروقی دھرم سالہ میں میر منشی تھے یہیں آپ کا زمانہ طفولیت گذرا۔ دادا کے پنشیائر ہونے پر سیالکوٹ سکونت اختیار کی۔ اور یہیں ڈاکٹر صاحب کی ابتدائی تعلیم ہوئی یہاں سے انٹرنس پاس کر کے تعلیم کے لئے لاہور میں سکونت اختیار کی اور میڈیکل کالج میں داخل ہوئے ۱۸۹۴ء میں بابو صفدر جنگ صاحب انسپکٹر پولیس کی صاحبزادی حلیمہ بیگم سے شادی ہوئی ڈاکٹری پاس کر کے سب سے پہلے بہ سلسلہ ملازمت افریقہ گئے اور کوئی ڈیڑھ سال کے قریب یہاں رہے۔ اس کے بعد دو تین سال متفرق مقامات بیاس گورداسپور شکرگڑھ جالندھر وغیرہ میں پلیگ ڈیوٹی پر رہے ۱۹۰۲ء میں حضرت مسیح موعود کی بیعت کی۔ تھوڑا وقت شاہ پور ہسپتال میں گذار کر پنڈی گھیپ کے ہسپتال کے انچارج ہوئے پھر بھیرہ۔ میانوالی۔ راولپنڈی۔ کیمبل پور کیمبلپور۔ خانپور۔ کرنال۔ گجرات جہلم۔ لدھیانہ میں یکے بعد دیگرے تبدیل ہوتے رہے لدھیانہ سے ۱۹۳۱ء میں ریٹائر ہوتے اور لاہور میں سکونت اختیار کی۔ گرمیوں میں چار پانچ ماہ کے قریب پنڈی گذارتے تھے۔ الزام القرآن حصہ اول ۱۹۲۳ء میں حصہ دوم ۱۹۲۵ء میں مجدد اعظم حصہ اول ۱۹۳۹ء حصہ دوم ۱۹۴۰ء میں طبع ہوا۔ لاہور سے ۱۷ جنوری ۱۹۴۳ء کو بمبئی کے لئے روانہ ہوئے اور اپنے فرزند ارجمند میاں نصیر احمد فاروقی کلکٹر کے پاس تھانہ میں اور پھر ان کی بمبئی تبدیلی پر ان کے پاس بمبئی میں رہے جہاں ۲۱ اپریل ۱۹۴۳ء کو بارہ بجے کے قریب ٹاٹا ہسپتال میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ چھیاسٹھ سال چھ ماہ ۱۸ دن عمر پائی۔ ۲۳ اپریل بروز جمعہ نعش . . .

بعض مضامین

پیغام صلح کے بشارت احمد نمبر کیلئے متعدد مضامین موصول ہوئے جنہیں سے بعض تو شائع ہو گئے لیکن بعض جگہ کی قلت کی وجہ سے شائع نہیں ہو سکے آجکل اخباری کاغذ صرف گراں ہی نہیں بلکہ نایاب ہے اسلئے موجودہ نمبر کا حجم گذشتہ نمبروں کے مقابلہ میں چھوٹا ہے امید ہے ہماری معذوری کو مد نظر رکھتے ہوئے ان دوستوں کو کوئی شکایت نہ ہو گی جنکے مضامین شائع نہیں ہو سکے انشاء اللہ تعالیٰ انہیں عام نمبروں میں اپنے اپنے وقت پر شائع کرایا جائے گا۔ مدیر

دوگونہ قابلِ رشک زندگی

از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

حدیث صحیح میں آتا ہے کہ دو آدمیوں کی زندگی قابل رشک ہے۔ رجل اتاہ اللہ المال فسلطہ علی ھلکتہ فی الحق ورجل اتاہ اللہ الحکمۃ فھو یقضی بھا و یعلمھا۔ ایک وہ شخص جس کو اللہ تعالےٰ مال دے اور پھر اس مال کو راہ حق میں خرچ کرنے پر مسلط کرے۔ اور ایک وہ شخص کہ اللہ تعالےٰ اسے علم دے اور وہ اس کے مطابق فیصلہ کرے اور اس کی تعلیم دے کس قدر قابل رشک ہے زندگی اس انسان کی جسے ان دونوں باتوں کی توفیق مل جائے یعنی وہ اپنے مال کو بھی راہ حق میں خرچ کرتا ہو اور اپنے علم سے بھی دنیا کو فائدہ پہنچاتا ہو۔

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم بڑے مالدار انسان نہ تھے اگر ان کے دل میں مال کی محبت ہوتی تو شاید مالدار بھی ہو سکتے تھے، ایک معزز عہدے پر ممتاز تھے اور معقول تنخواہ لیتے تھے۔ اپنے فن کے ماہر تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ میں شفا بھی رکھی تھی۔ اسی وقت میں کام کرنیوالے ان سے بہت چھوٹے بڑے صاحب جائداد بھی بن گئے مگر اس بے نفس انسان کے دل میں مال جمع کرنے کی خواہش کبھی پیدا نہیں ہوئی فضل الرحیم و محمل الکل کی صفات نبوی کا پرتو ان کے قلب پر پڑا تھا۔ ابتدائے زندگی سے ذریعہ معاش کے علاوہ اچھا خاصہ کنبہ جسے حوادث زمانہ نے ان پر بوجھ اٹھانے کے قابل نہ چھوڑا تھا۔ آپ کے عیال میں اس طرح شامل تھا جیسے اپنے بچے۔ سنہ ۱۹۱۰ء سے مجھے بھی آپ سے نسبت فرزندی حاصل ہوئی اور میں نے بچشم خود دیکھا کہ اپنے بچوں میں اور ان میں جن کی پرورش کا ذریعہ خدا نے انہیں بنا دیا تھا آپ نے کبھی فرق نہیں کیا۔ لڑکیوں کی شادیاں اسی طرح کیں جس طرح اپنی لڑکیوں کی۔ لڑکے کو اسی طرح تعلیم دی جس طرح اپنے لڑکوں کو جب سے سلسلہ احمدیہ میں شامل ہوئے اپنے مال کا مقررہ حصہ خدا کی راہ میں اس طرح خرچ کیا کہ گویا وہ ان کا مال ہی نہیں تھا بہت سے چندہ دینے والے احباب کے محتاج ہوتے ہیں کہ انہیں کوئی یاد دہانی کرانے کوئی تقاضا کرے مگر ڈاکٹر صاحب مرحوم خود تقاضا کر کے دینے والوں میں سے تھے خدا کے مقررہ حصہ کو کبھی اپنا مال نہیں سمجھا بلکہ اسے ایک امانت سمجھا اور اپنے مال سے الگ کر دیا جب کبھی کوئی تحریک ہوتی تو سابقون میں ہوتے تھے اور وعدہ کیا تو اسے فوراً پورا کر دیا۔ ملازمین کی تنخواہوں کے متعلق یہ حال تھا کہ جب تک بھی تاریخ کو ادا نہ کر دیں،

چین نہ پڑتا تھا۔ مجھے اس لمبے عرصے میں ایک بھی ایسی مثال یاد نہیں کہ کبھی کسی کو ان سے تقاضا کرنے کی ضرورت پیش آئی ہو۔ بایں ہمہ اس قدر متوکل تھے کہ کبھی یہ فکر نہیں ہوا کہ فلاں ضرورت کے لئے روپیہ کہاں سے آئیگا۔ خدا پر یہ بھروسہ تھا کہ وہ دے گا اور بمصداق انا عند ظن عبدی بی وہ دے بھی دیتا تھا۔ عشق اور فہم قرآن کے علاوہ حضرت مولوی نورالدین صاحب مرحوم کی بہت سی صفات حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم کے اندر تھیں انہیں میں سے یہ توکل تھا۔ جب پنشن لی تو ان کا دل نہ چاہتا تھا کہ پنشن کی نصف رقم اکٹھی لیں، کہتے تھے میں اسے کیا کروں گا۔ میں نے یہ مشورہ دیا کہ آپ ڈلہوزی میں اپنی رہائش کے لئے ایک کوٹھی بنوا لیں تاکہ گرمیوں میں آرام سے زندگی بسر کر سکیں اور اسے خدا کے دین کی خدمت میں صرف کر سکیں۔ انھوں نے میری اس بات کو بھی کسی قدر اکراہ کے ساتھ مانا۔ یہ کوٹھی "پروین" میں نے خود بڑی محنت سے ان کے لئے تیار کرائی سب کام میں ہی کراتا تھا پھر اس مقام سے لگاتار دس سال میں نے ذکر الٰہی کی آوازیں سنیں، آہ! آج وہ پروین میرے سامنے خاموش ہے۔ اس میں میری خودغرضی تھی کہ میں چاہتا تھا کہ میرے پاس رہیں اور میں ان کے پاس رہوں کی نسبت کیونکہ اونکر کیونکہ صرف یہی ایک جائداد تھی جو انھوں نے بنائی یا کچھ کتابیں تھیں نقد روپیہ کچھ اس نیت سے رکھا ہوا تھا کہ حج کریں۔ مگر جنگ کے شروع ہو جانے کی وجہ سے وہ ارادہ پورا نہ ہو سکا اور اللہ تعالےٰ نے اپنی طرف بلا لیا کوئی تیرہ سو روپیہ نقد آپ کی وفات کے بعد نکلا۔ وصایا کی تحریک مجھے یاد نہیں میں نے کب کی غالباً۔ اس تحریک پر سب سے پہلے (یا شاید اس سے بھی پیشتر) سنہ ۱۹۲۵ء میں ڈاکٹر صاحب نے وصیت کی کہ "اس وصیت کی رو سے اپنے ترکہ کا ایک تہائی حصہ انجمن کے لئے چھوڑا" جو باقی بچے اس کا ایک تہائی حصہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی ملکیت تصور ہوگا"

ایک تہائی سے زیادہ وصیت کی اجازت شریعت . . . نہ دیتی تھی، جس نے ایک تہائی دیا اس نے سب کچھ ہی دے دیا۔ یوں آپ کی زندگی اول سے آخر تک آتاہ اللہ المال فسلطہ علی ھلکتہ فی الحق کی روشن مثال نظر آتی ہے، ایک ایسے زمانہ میں جب مال دنیا کے دوزخ کے ھل من مزید کے نعرے فضائے آسمانی میں گونج رہے ہیں اور ابن آدم کا چھوٹا سا پیٹ جو ایک دن چار مٹھی مٹی سے بھر جائے گا سونے اور چاندی کے انباروں سے نہیں

بھرتا، زمینوں اور مکانوں سے نہیں بھرتا۔ اور ہر شخص کے دل و دماغ کو جائز یا ناجائز طور پر مال دنیا کو جمع کرنے کی ہوس اس طرح بھسم کئے جا رہی ہے جیسے گھاس پھونس کے انبار کو آگ۔ جب یہی مال دنیا کی ہوس دنیا کو آج دوزخ کا نظارہ جو ایک روحانی نظارہ تھا جسمانی آنکھوں سے دکھا رہی ہے اس قسم کا انسان جس کے قلب کے کسی گوشہ کو مال کی محبت چھو بھی نہ گئی ہو یقیناً اولیاء اللہ میں سے ہے اسی لئے تو حدیث نبوی نے ایسے انسان کی زندگی کو ایک نمونہ ٹھہرایا قابل رشک ٹھہرایا تاکہ دوسرے انسان بھی اسی سانچہ میں اپنی زندگیوں کو ڈھالنے کی کوشش کریں بات یہ ہے کہ مال کی محبت اور خدا کی محبت ایک دل میں جمع نہیں ہوتیں۔ اور جب تک کہ مال کی محبت کا بھوت انسان کے دماغ سے نہیں نکلتا اس وقت تک خدا کی سچی محبت اس کے اندر داخل نہیں ہو سکتی جب تک مال کی محبت کی نجاست سے انسان کا دل صاف نہیں ہوتا اس وقت تک اس کی تطہیر بھی نہیں ہوتی اسی لئے پیغمبر صلعم کی بیویوں کو یہ حکم ہوا تھا کہ مال دنیا کی خواہش کو دل سے نکال دو تو ازواج مطہرات کہلانے کی مستحق ہو ان کنتن تردن الحیوۃ الدنیا وزینتھا فتعالین امتعکن واسرحکن سراحا جمیلا۔ اگر دنیا کے مال اور اس کی زینتوں کی محبت تمہارے دلوں میں ہے تو پھر پیغمبر کے گھر سے رخصت ہو جاؤ اور جب انھوں نے مال دنیا کی محبت پر لات ماری تو ارشاد ہوا یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا۔ اللہ تعالےٰ نے یہ ارادہ فرمایا کہ تم سے مال دنیا کی محبت کی پلیدی کو دور کر کے تمہیں کامل طور پر پاک کر دے تو مال دنیا کی محبت ایک پلیدی ہے وہی قلب مطہر ہے جو اس سے پاک ہو اسی میں کامل محبت اور معرفت الٰہی داخل ہوتی ہے۔ میں نے حضرت ڈاکٹر صاحب کی وفات پر یہ لفظ کہے تھے کہ آپ اولیاء اللہ میں سے تھے تو ایک جماعت کا آرگن ان الفاظ کو برداشت نہ کر سکا اور بے صبر ہو کر اس صبر خاموشی کو توڑ دیا جو حضرت ڈاکٹر صاحب کی وفات پر دل سے ان کی زبان پر لگ گئی تھی کہ آپ کی وفات کا ذکر نہ کیا جاتے مگر یہ ایک حقیقت ہے جس کی میں علی رؤس الاشھاد گواہی دیتا ہوں کہ حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم کے دل میں مال کی محبت نہ تھی میں نے انہیں اس قدر قریب ہو کر دیکھا جس قدر ایک انسان دوسرے سے قریب ہو سکتا ہے میں نے اس قلب کو خدا کی محبت سے بھرا ہوا اور مال کی محبت سے بکلی خالی پایا اور ان کی ساری زندگی اول سے آخر تک یہی نقشہ پیش کرتی ہے۔

جب ایک خوبی کسی انسان میں کمال کو پہنچتی ہے تو پھر روشنی کی شعاعوں کی طرح یہ وہاں سے نکل کر دوسرے قلوب پر بھی اثر انداز ہوتی ہے اور میں نے دیکھا ہے کہ جو لوگ جس قدر زیادہ آپ سے قریب تھے اسی قدر مال دنیا کی محبت بھی ان میں کم تھی، سب سے زیادہ قریب انسان

سے اس کی اپنی اولاد ہوتی ہے اور گو انسان اس مقام پر بہت عاجز ہے اور وہ باوجود اپنی شدید ترین تڑپ کے اپنی اولاد کے اندر وہ خوبی پیدا نہیں کر سکتا جو اس کے اپنے اندر ہو۔ لیکن میں نے حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم کی ساری اولاد میں کم و بیش اس خوبی کو دیکھا ہے کہ ان کے دلوں میں مال دنیا کی محبت نہیں، ان کے دو بیٹے ہیں دونوں کو خدا نے دنیا میں اچھا بلند اور معزز مقام دیا ہے اپنے مال سے بھی اچھا حصہ دیا ہے لیکن دونوں خدمت دین کا اس قدر جذبہ اپنے دلوں میں رکھتے اور اس کے لئے وہ کچھ قربانیاں کرتے ہیں جو اس مقام پر پہنچکر بہت کم لوگوں کو میسر آتی ہیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ جماعت میں کئی ایسے آدمی تھے کہ جب ان کو رزق کسی قدر تنگی کے ساتھ ملتا تھا تو خدا کی راہ میں خرچ کرنے میں ان کے سینے فراخ تھے۔ پھر جب خدا نے اپنے فضلوں کا دروازہ ان پر کھولا اور ان کو وسعت اور آسودگی عطا فرمائی تو ان کے دل مال دنیا کی محبت میں اس قدر گرفتار ہو گئے کہ خدا کے دین کی خدمت کے کام کو بھول گئے مگر حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم کے یہ دونوں فرزند جن میں سے اتفاق حسنہ سے ایک ہندوستان کے بعید ترین مشرق میں یعنی کلکتہ میں ایک معزز عہدے پر ہے اور دوسرا ملک کے بعید ترین مغرب میں یعنی بمبئی میں بڑے بلند مقام پر ہے، ان دونوں کے دلوں میں مال دنیا کی محبت سرد ہے اور وہ اپنے اموال کو خدا کی راہ میں خرچ کرنے میں اس قدر دلیر ہیں کہ جماعت کے نوجوانوں کے لئے ایک نمونہ کا کام دے رہے ہیں۔ ان میں سے مؤخرالذکر یعنی میاں نصیر احمد خدا کے فضل سے اس وقت اکیلے ایک جماعت کے حکم میں ہیں اور اگر خدا نے ان کو بہت دیا ہے تو وہ بھی خدا کے رستے میں دیتے ہیں بہت ہی وسیع القلب واقع ہوئے ہیں، اور کیا اپنے چندہ ماہوار کے لحاظ سے اور کیا دیگر تحریکات میں حصہ لینے کے لحاظ سے ان کا قدم اس جماعت میں سب سے آگے ہے۔ ابھی جیسا کہ میں نے ذکر کیا حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم نے کبھی یہ ارادہ ظاہر فرمایا تھا کہ میں نے کچھ روپیہ حج کی نیت سے الگ رکھا ہوا ہے۔ میاں ممتاز احمد کو اس کا علم تھا اور انھوں نے کہا کہ ان کے والد مکرم کا یہ ارادہ ضرور پورا ہونا چاہیئے اور چونکہ ان کو اپنی زندگی میں یہ موقعہ نہ مل سکا ضروری ہے ان کی جگہ کسی اور کو بھیجکر حج بدل کروایا جائے۔ اب سوال یہ پیدا ہوا کہ کیا حضرت ڈاکٹر صاحب کا چھوڑا ہوا نقد روپیہ اس غرض کے لئے خرچ کیا جائے تو انھوں نے کہا کہ اس سے وصیت والے مال میں کمی واقع ہو جائے گی اس لئے میں اپنے والد مرحوم کے اس ارادہ کو پورا کرنے کے لئے حج بدل کا کل خرچ خود ادا کروں گا۔ اسی طرح بمبئی میں حضرت ڈاکٹر صاحب کی وفات ہونے کی وجہ سے آپ کی نعش کو یہاں

لانے پر ڈیڑھ دو ہزار کے قریب غیر معمولی خرچ پڑا تو ان کے دونوں فرزندوں نے یہ فیصلہ کیا کہ بجائے اس کے کہ اس خرچ کو ان کے والد مرحوم کے ترکہ پر ڈالا جائے جس سے مال وصیت میں کمی ہوگی ہم دونوں اس خرچ کو خود برداشت کریں گے۔ انکی صاحبزادیوں میں بھی میں نے علی حسب مراتب یہی خوبی دیکھی ہے کہ ان میں سب سے بڑی لڑکی میری رفیقۂ حیات ہے۔ میری زندگی میں بعض بڑی بڑی مشکلات کے زمانے آتے ہیں ان میں ایک وہ زمانہ بھی تھا جب ساڑھے پانچ سال کے لمبے عرصہ تک میرے ما یحتاج کا کوئی انتظام نہ تھا مگر ان ایام میں کیا اور اس کے بعد فراخی اور پھر تنگی کے زمانہ میں کیا مجھ سے کبھی کوئی ایسا مطالبہ نہیں ہوا جو میرے دل پر بوجھ ہوتا حتیٰ کہ فراخی کے زمانے میں تو مختلف تحریکات پر یکے بعد دیگرے اپنا سارا زیور دے دیا بغیر اس کے کہ اس کی جگہ نیا زیور بنوایا جائے اور جہاں تک میرا علم ہے کم و بیش حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم کے سارے دامادوں کا یہی تجربہ اپنی اپنی جگہ ہے۔

یہ صرف ایک وجہ ہے جس پر میں انہیں اولیاء اللہ میں سے شمار کرتا ہوں یعنی مال کی محبت ان کے دل میں نہ تھی اور یہ خوبی اس کمال کو پہنچی ہوئی تھی کہ ان کی ساری اولاد میں یہ خوبی علی حسب مراتب سرایت کر گئی۔ بلکہ ان کے اندر ایک اور کمال بھی موجود تھا جسے ہمارے سید و مولیٰ صلعم نے دوسری قابل رشک خوبی بیان فرمایا ہے یعنی اللہ تعالےٰ نے ان کو اعلےٰ درجہ کا علم اور فہم دیا ہاں اپنے پاک کلام کا اعلیٰ درجہ کا علم اور فہم دیا اور اس کے ساتھ ہی یہ توفیق بھی دی کہ اس علم کو آپ نے دوسروں تک پہنچایا۔ جہاں اثنائے ملازمت میں تبدیل ہوتے رہے، درس قرآن کا سلسلہ بھی شروع کیا، اور ہر مقام پر جہاں اللہ تعالیٰ ان کو لے گیا خدا کا کلام دوسروں کو پہنچایا۔ اور پھر اس خوبی سے پہنچایا کہ جو قرآن کی محبت اور عشق ان کے اپنے دل میں تھا اس کو ان ہزارہا لوگوں کے دلوں میں بھی پیدا کر دیا جنہوں نے آپ کا درس قرآن سنا یا آپ کی تفسیر قرآن پڑھی۔ آپ کے قرآن کے علم و فہم میں جو خوبی میں نے دیکھی ہے وہ روحانیت کا توجہ ہے جس سے وہ دوسرے قلوب میں قرآن کی محبت و عشق کے ساتھ ان امور پر جو دوسری زندگی سے تعلق رکھتے ہیں ایک ایسا یقین پیدا کر دیتے تھے کہ وہ باتیں حق الیقین کی طرح دل میں گڑ جاتی تھیں۔ ان کے دو پاروں کی تفسیر اب بھی موجود ہے جو شخص چاہے اسے آزما کر دیکھ لے کہ اسکو پڑھکر کس طرح ایمانی باتیں ایسے حقائق بن جاتی ہیں کہ انسان اس دوسرے عالم کو جو ما لا عین رأت کا مصداق ہے اپنی آنکھوں سے دیکھنے لگتا ہے۔ ان کے قلب میں وہ نور تھا کہ وہ قرآن کریم کی گہرائیوں تک پہنچکر اس سے ایسا نور لاتے تھے جو دلوں کو روشن کر دیتا تھا۔ ان کا پیرایۂ بیان بھی اعلیٰ درجہ کا موثر تھا

تحریر میں بھی اور تقریر میں بھی اور اس یقین نے جس سے انکا اپنا دل لبریز تھا کہ قرآن حکیم کی ہر ایک بات ایک روشن صداقت ہے دوسروں کے دلوں کو بھی بھر دیتے تھے۔ مجھے ان کا درس قرآن سننے کا بہت کم اتفاق ہوا اور وہ بھی دو چار دفعہ چھپ کر اسلئے کہ اپنے حسن ظن کی بنا پر وہ یہ خیال کرتے تھے کہ جس مجلس میں میں ہوں وہاں قرآن کریم سنانا بھی مجھے ہی چاہیئے۔ اور انھوں نے مجھے ایک دفعہ کہہ بھی دیا تھا کہ جس مجلس میں میں ہونگا وہاں وہ درس قرآن نہ دیں گے۔ یہ دو چار موقعے جب مجھے اتفاق ہوا سالانہ جلسوں کے موقعے تھے۔ عموماً میں صف اول میں ہوتا تھا اور نماز فجر کے بعد چلا آتا تھا تب ڈاکٹر صاحب اپنا درس شروع کرتے تھے، لیکن دو چار دفعہ میں عمداً آخری صف میں رہا تاکہ انہیں علم نہ ہو کہ میں یہاں موجود ہوں ان میں سے آخری موقعہ اس جلسہ سالانہ کا تھا جس کے آخری دن حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم نے الم تر کیف فعل ربك باصحاب الفیل اور لایلاف قریش ان دونوں سورتوں کو ملا کر درس دیا جس نے سارے مجمع پر ایک وجدان کی کیفیت طاری کر دی اور کلام الٰہی پر میرے اپنے ایمان میں اس قدر ازدیاد ہوا کہ اس کا اثر مدتوں تک رہے گا چنانچہ اسی دن میں نے اپنی آخری تقریر میں اس درس قرآن کا ذکر کرتے ہوئے یہ کہا کہ میرا دل اس وقت چاہتا تھا کہ کاش بیان القرآن کے لکھنے والے حضرت ڈاکٹر صاحب ہوتے۔

خدا اور اس کے رسول اور اس کے کلام کی محبت کے ساتھ ایک اور عشق بھی حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم کے قلب میں تھا اور وہ تھا اس شخص کا عشق جس نے کلام الٰہی کا عشق ان کے دل میں پیدا کیا تھا یعنی امام زماں سے عشق۔ جب لوگ ملازمت سرکاری سے ریٹائر ہوتے ہیں تو اس عمر کو پہنچ چکے ہوتے ہیں کہ ان کی کام کرنے کی طاقت قریباً ختم ہو چکی ہوتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ حضرت ڈاکٹر صاحب نے بڑے بڑے بلند پایہ مضامین اثنائے ملازمت میں لکھے اور ایک طرف روحانی مسائل پر اور دوسری طرف دونوں جماعتوں میں اختلافی مسائل پر وہ روشنی ڈالی کہ جس نے ان مضامین کو پڑھا اسکا دل یقین سے لبریز ہو گیا لیکن ساٹھ سال کی عمر کو پہنچکر وہ کام انھوں نے کیا جو نہ صرف دنیا میں ہمیشہ ان کے نام کو زندہ رکھے گا بلکہ اس بات کا بھی ایک زندہ گواہ رہے گا کہ عشق انسان کے دل میں کس قدر قوت پیدا کر دیتا ہے۔ یہ کام تھا "مجدد اعظم" کی تصنیف۔ ۱۹۳۶ء میں آپ کی عمر ساٹھ سال کی ہو چکی تھی صحت کی حالت یہ تھی کہ ایک لمبی مسلسل بیماری نے مدت تک صاحب فراش بنا رکھا تھا بلکہ ایسے ایسے اوقات آتے تھے کہ زندگی کی امید نہ رہی تھی کوئی علاج کارگر نہ ہوتا تھا [illegible]

ہوتی تھی، مگر دل میں ایک تڑپ تھی جس کو میں آپ کے اپنے الفاظ میں بیان کرتا ہوں۔

"خدا پر زندہ ایمان۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق۔ قرآن کریم سے محبت اور دین کی خدمت و حفاظت و اشاعت میں بے انتہا جوش جس کا نظارہ ہماری آنکھوں نے دیکھا ہے نا ممکن ہے کہ کوئی قلم اس کو دکھا سکے۔ لیکن تاہم جب میں نے دیکھا کہ وہ مقدس زمانہ تاریخ کے لحاظ سے ہم سے دور ہوتا چلا جاتا ہے اور اس کو دیکھنے والے بھی سفر کرتے جاتے ہیں اور پبلک میں دشمنوں نے بوجہ تعصب و عناد اور غالی دوستوں نے بوجہ غلو اور خوش عقیدگی اس راستباز انسان کی تصویر ایسا مقدر غلط اور مکروہ بنا کر پیش کی ہے جس سے ایک حق پرست انسان کا دل غم اور رنج سے خون ہو جاتا ہے اور آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکلتے ہیں تو میں نے مناسب سمجھا کہ اس برگزیدہ الٰہی کی حتی المقدور صحیح تصویر اس کتاب کے ذریعہ جس کا نام "مجدد اعظم" ہے پیش کروں"

اس کتاب کا لکھنا انسان کا کام نہ تھا اس شخص کی سیرت کا لکھنا جسے دوست اور دشمن دونوں نے بدنام کر رکھا تھا محنت شاقہ کو چاہتا تھا، پھر حضرت صاحب کی اپنی دس بارہ ہزار صفحات پر مشتمل کتابوں، رسالوں اشتہاروں، خطوط، تقریروں کے مجموعوں کی ورق گردانی۔ دشمن اور غالی دوست دونوں کی دس بارہ ہزار صفحات پر مشتمل کتابوں کا مطالعہ اس سارے مصالح کی ترتیب ایک تندرست نوجوان کی محنت شاقہ کو چاہتا تھا۔ مگر کرنے کون بیٹھا ہے ایک ضعیف العمر انسان جو اپنے قوےٰ کو ساری عمر سرکاری ملازمت کو ایمانداری سے بجالانے کی وجہ سے ختم کر چکا ہے۔ عمر ساٹھ سال کی ہو چکی ہے۔ قوےٰ جواب دے رہے ہیں خطرناک امراض کا شکار رہ چکا ہے۔ رفیقۂ حیات کے داغ مفارقت کی وجہ سے دو چھوٹی بچیوں کا بوجھ اس کے سر پر ہے، اس عمر اور ان حالات میں کس چیز نے یہ ممکن بنایا کہ وہ دو ہزار صفحات کی عظیم الشان کتاب جس کی تیاری کے لئے بیس پچیس ہزار صفحات کی ورق گردانی کی ضرورت ہے تیار کرلے؟ یہ تھا امام زمان کا عشق، عشق جب انسان کے دل میں پیدا ہو جائے تو بڑھاپا اس کے لئے روک نہیں ہوتا، بیماری اس کے لئے روک نہیں ہوتی، عیالداری کا بوجھ اس کے لئے روک نہیں ہوتا۔ میں نے ایک دفعہ نہیں سینکڑوں دفعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا ڈلہوزی میں کیا اور لاہور میں کیا قریب قریب روزانہ ان کو دیکھ کر حیرت میں رہ جاتا تھا کیا کوئی طالب علم کسی امتحان کے لئے محنت کرے گا، جو اس مرد خدا نے بڑھاپے اور بیماری میں مجدد اعظم کے لکھنے کے لئے کی۔ میں خود لکھنے کی بیماری کا شکار رہا ہوں۔ قرآن کریم کا ترجمہ اور تفسیر انگریزی اور اردو۔ نبی کریم صلعم کی سیرت،

صحیح بخاری کا ترجمہ اور دیگر کتب لکھیں اور بڑی محنت سے لکھیں، لکھتا تھا اور محنت شاقہ کے بعد دل راحت سے بھرا ہوا ہوتا تھا مگر اس عمر کو پہنچ کر جسے حضرت ڈاکٹر صاحب پہنچ چکے تھے میری کام کرنے کی قوت حالانکہ ساری عمر اسی کام میں صرف ہوئی تھی کم ہو چکی تھی، ایک ڈیڑھ گھنٹہ کام کرتا تو پھر ادھر ادھر باغیچہ میں پھرنے لگتا۔ میں جب جاتا اور دیکھتا کہ کس طرح صبح سے لے کر شام تک حضرت ڈاکٹر صاحب میز پر بیٹھے ہوئے قلم چلا رہے ہیں تو حیران ہوتا اور بسا اوقات کہتا تھا کہ میں نے تو اتنی محنت شاید جوانی میں بھی نہ کی ہو جس قدر آپ اس عمر میں کر رہے ہیں مگر جیسا کہ انھوں نے خود لکھا ہے:۔

"یہاں تک کہ میں گھنٹوں لکھتا تھا اور تکان بہت کم محسوس ہوتی تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ روحانیت کا ایک چمن ہے جس کے اندر میں گلگشت میں مصروف ہوں یا علم و حکمت کے موتی ہیں جنہیں میں لوٹ رہا ہوں"

میں جب اس انقلاب عظیم کو دیکھتا ہوں جو چودھویں صدی کے مجدد نے پیدا کیا تو بالکل اس کا رنگ وہی نظر آتا ہے جو چودھویں رات کے چاند کا ہوتا ہے یعنی چاند کا نور اپنے کمال کو پہنچ جاتا ہے وہ کمال نہ اس سے پہلے ہوتا ہے نہ اس کے بعد اسی طرح تجدید کے کام کو بھی چودھویں صدی کے مجدد نے کمال کو پہنچا دیا اتنا بڑا مجدد نہ پہلے ہوا اور نہ آئندہ ہوگا اس لئے وہ مجدد اعظم کہلایا اسی طرح جب میں آپ کی اس سیرت کو دیکھتا ہوں جس کا نقشہ مجدد اعظم میں حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم نے کھینچا ہے تو مجھے یقین ہوتا ہے کہ گو آپ کی سیرت لکھنے کی پہلے بھی لوگوں نے کوشش کی اور بعد میں بھی کریں گے لیکن مجدد اعظم کے پایہ کی کتاب لکھنے والا دوسرا پیدا نہ ہوگا۔ ڈاکٹر صاحب نے مجدد اعظم لکھکر حضرت مسیح موعود کے تمام سیرت نویسوں کے قلموں کو توڑ دیا ہے۔ اس کام کا اہل ایک ہی آدمی تھا اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اسے لمبی بڑی بیماری سے صرف "مجدد اعظم" لکھنے کے لئے دوبارہ زندگی دی تھی، ادھر مجدد اعظم کی تیسری جلد ختم ہوئی اور ادھر اس کے لکھنے والے کو اللہ تعالےٰ نے اپنی طرف بلا لیا گویا ۱۹۳۶ء کی بیماری کے بعد جو در حقیقت پیغام اجل کا حکم رکھتی تھی صرف اس لئے دوبارہ زندگی دی کہ تا محرر مجدد ہند، مجدد اعظم کی سیرت کو پورا کر لے۔ کیا پیارے لفظ ہیں جو کسی دوست کے قلم سے نکلے کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو اس لئے اس قدر جلد بلا لیا کہ تا اس عظیم الشان کام کے اجر میں تاخیر نہ ہو۔

یہاں پر میں ایک رویاء کا ذکر کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں جو آپ کے صاحبزادے میاں نصیر احمد صاحب نے ۲ رمضان کے قریب

ٹو دیکھا کہ سید اسد اللہ شاہ صاحب مجھے سناتے ہیں کہ ایک فرشتہ نے آکر کہا کہ ڈاکٹر صاحب بہت خوش ہیں اور اس جلہ کے ساتھ ہی میں ایک نہایت خوبصورت ہار کو دیکھتا ہوں جو کسی ایسی ہستی کے گلے میں پڑا ہے جو میری نظروں سے پوشیدہ ہے) اور فرشتہ نے یہ بھی کہا کہ احمدی (جو آسمان پر ہیں) ان میں ڈاکٹر صاحب کے آنے سے بہت خوشی پھیلی ہوئی ہے اور انھوں نے مل کر ایک ریزولیوشن بھی پاس کیا ہے اور ہر روز مسیح ڈاکٹر صاحب سے ملاقات کرتے ہیں اور خاص علیحدگی میں باتیں کرتے ہیں،،

فی الواقعہ ڈاکٹر صاحب کو حضرت امام الزمان سے "مجدد اعظم" کے لکھنے سے ایک خاص نسبت پیدا ہو گئی ہے جو دوسرے کسی احمدی کو حاصل نہیں۔ اسی کے مطابق حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم کا ایک اپنا رؤیا بھی ہے جس میں انھوں نے یہ دیکھا تھا کہ جیسے حضرت مسیح موعودؑ تشریف لائے ہیں اور ڈاکٹر صاحب کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ قادیان میں میرے قتل کی سازش ہو رہی ہے میں آپ کو پہریدار مقرر کرتا ہوں تو ڈاکٹر صاحب مرحوم نے فرمایا کہ حضور میں ضرور پہرہ دونگا یہ رؤیا غالباً اوائل اختلاف کے زمانہ کا ہے۔ حضرت مسیح موعود کے عقاید کو بگاڑنا گویا حقیقت آپ کے قتل کی سازش ہے اور اللہ تعالیٰ نے ڈاکٹر صاحب کو مجدد اعظم لکھنے کی توفیق دے کر اس قتل سے آپ کی حفاظت فرمائی ایک دن آئے گا کہ قادیانی جماعت خود اس حقیقت کو تسلیم کرے گی۔

حضرت ڈاکٹر صاحب کی زندگی کا ایک اور واقعہ اس قابل ہے کہ میں جماعت کو اس طرف توجہ دلاؤں۔ پنشن لینے کے بعد ڈاکٹر صاحب کو ایک دوست کی وساطت سے ایک ریاست سے معقول مشاہرہ پر ملازمت کی آفر آئی انھوں نے مجھ سے اس کے متعلق خط لکھ کر مشورہ چاہا بظاہر اس کے قبول کرنے میں کوئی روک نہ تھی اور میں یہ بھی جانتا تھا کہ وہ جہاں رہیں گے درس بھی دیں گے اور لوگوں کو قرآن کریم سنا کر فائدہ پہنچائیں گے جماعت بھی بنائیں گے انجمن کے لئے خود بھی مزید چندہ دیں گے اور اوروں سے بھی دلائیں گے اس وقت یہ بات بھی سامنے نہ تھی اور نہ کبھی ادھر خیال گیا تھا کہ ڈاکٹر صاحب کوئی تصنیف کا کام کریں گے یا یہ کہ حضرت صاحب کی سیرت آپ لکھ سکتے ہیں لیکن انہی ایام میں حضرت صاحب کا ایک شعر جو شاید پہلے کبھی چھپا نہ تھا میری نظر سے گذرا تھا اور میری زبان پر بہت چڑھا تھا اور دل پر اس کا اثر تھا۔

عمر بگذشت و نماندست جز ایامے چند
بہ کہ در یاد کسے صبح کنم شامے چند

یعنی عمر گذر گئی اور اب تھوڑے سے دن باقی رہ گئے ہیں بہتر یہ ہے کہ اب خدا کی یاد میں شام کو صبح کر دیا جائے۔ میں نے یہی شعر انہیں لکھ بھیجا ان کے دل پر بھی اس کا ایسا اثر پڑا کہ نہ صرف اس ملازمت کے قبول کرنے سے انکار کر دیا بلکہ آئندہ بھی اس خیال کو کلی طور پر ترک کر دیا اور اس شعر کا قطعہ لکھوا کر اسے جو کتبہ میں لگوا کر اپنے کمرہ میں اپنی میز کے سامنے دیوار پر لگوا لیا۔

این چنین باید خدا را بندہ

میری ہمیشہ خواہش رہی ہے کہ ہمارے دوست پنشن لیکر خدا کے کام میں لگ جائیں گو ہر ایک کے لئے یہ سامان نہیں ہوتا دل را بدل رہ است اس ایک جملہ نے ڈاکٹر صاحب مرحوم کی زندگی کی لائن کو تبدیل کر دیا اس کے بعد دن رات کچھ لکھنے کا شغل ہو گیا۔ علاوہ اس کے اخبار کے صفحات میں ان کے نہایت بلند پایہ مضامین نکلتے رہتے چھوٹے چھوٹے رسالے اور ٹریکٹ بھی لکھنے شروع کئے اور بالآخر انوار القرآن جیسی اسم بامسمیٰ تفسیر پارہ عم (اور اس کے بعد ستائیسویں پارہ کی تفسیر) ان کے قلم سے نکلی۔ اور اپنے اصلی کام "مجدد اعظم" کی تکمیل کے ساتھ وہ طوطی خوش بیان ہمیشہ کے لئے راحت کی نیند سو گئے فانا للہ و انا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ کی بیشمار رحمتیں اور برکتیں ان پر اور اس جماعت پر اور ان کی اولاد پر ہوں اور وہ ہم کو ایسے بلند پایہ خدام دین ہزاروں کی تعداد میں عطا فرمائے۔

جس دل میں محبت الٰہی ہو مال کی محبت نہ ہو وہ فراخ بھی بہت ہوتا ہے، مال کی محبت انسان کے دل کو تنگ کرتی ہے اور خدا کی محبت اسے فراخ کرتی ہے اور اس لئے اخلاق کو بلند کرتی ہے۔ محبت الٰہی ایک نور ہے جو قلب سے پھوٹ کر انسان کے چہرہ پر بھی آجاتا ہے۔ وہ دوسروں سے ملتے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک نور چہرہ پر دوڑ گیا ہے ان سے ملاقات کرنا راحت کا حاصل کرنا تھا، عشق الٰہی مزنے وستے دلیاں ایہہ نشانی۔ ان کے دل میں اپنے دوستوں کی محبت تھی اور دوستوں کے دل میں ان کی محبت تھی، بہت لوگ ہوتے ہیں کہ وہ باہر لوگوں سے نہایت اچھے اخلاق سے پیش آتے ہیں وہ اخلاق نمائشی ہوتے ہیں تصنع سے بھی لوگ دوسروں کے سامنے مسکرا لیتے ہیں مگر انسان کے اخلاق کا امتحان ان لوگوں میں آکر ہوتا ہے جن سے اس کے دن رات کے تعلقات ہوں۔ گھر کے اندر ہوتا ہے بیوی بچوں میں ہوتا ہے، اولاد کی محبت ہر انسان کے دل میں ہوتی ہے یہ فطری امر ہے مگر ڈاکٹر صاحب مرحوم ان لوگوں میں سے تھے جن کی اولاد کے دل میں ان کی محبت تھی اور اتنی محبت تھی جتنی ایک موحد انسان کے دل میں دوسرے سے پرستش کی حد تک اوپر اوپر ہوتی ہے۔ وہ ہر اس بات سے الگ رہنے کی کوشش کرتے تھے جس میں یہ سمجھیں کہ وہ ناراض ہونگے اور ہر اس بات کو کرنے کے لئے پوری سعی کرتے تھے جس سے ان کو خوشی ہو۔ جلسہ سالانہ پر کلکتہ، بمبئی کوئٹہ سے دوڑے آتے کہ علاوہ ایک قومی اجتماع کے اس سے ان کے والد کا دل خوش ہوگا۔ اور جب سب جمع ہوتے تو اکثر حصہ وقت خدا اور رسول کے ذکر میں صرف ہوتا وہ ان کے تقرب باللہ اور استجابت دعا کے قائل تھے کسی کو ذرا مشکل پیش آئی تو آپ کی طرف دعا کے لئے دوڑا۔ ولایت وہ ہے جسے بیوی بچے تسلیم کریں باہر بیٹھ کر بہت ولی بن سکتے ہیں گھر کے اندر ولی بننا مشکل ہوتا ہے حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم گھر کے اندر بھی ولی تھے اور باہر بھی۔ میرے پاس بہت سے خطوط جو دعا کے لئے آتے ان میں ساتھ یہ بھی ہوتا کہ حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب سے بھی دعا کیلئے کہیں۔ میرے لئے وہ ہمیشہ بمنزلہ ایک ایسے دوست کے تھے کہ دل پر کوئی غم ہوتا تو ان سے مل کر ہی وہ غم ہلکا ہو جاتا گو میں ان سے ملتے بیان کروں یا نہ کروں اور میری اکثر عادت یہی تھی کہ بیان نہ کرتا تھا، مگر غموں کو فی الحقیقت دور کرنے والا ہمیشہ باقی ہے۔

والاٰخرۃ خیر و ابقی۔

غمزدہ محمد علی

احباب رائے دیں

انجمن کا ارادہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعض کتب مثلاً انجام آتھم، سلسلہ تصنیفات حصہ اوّل، حصہ سوم۔ حصہ پنجم۔ حمامۃ البشریٰ۔ ست بچن آئینہ کمالات اسلام۔ سرمہ چشم آریہ فتح اسلام۔ توضیح مرام۔ برکات الدعا شحنہ حق۔ جنگ مقدس وغیرہ جو سٹاک سے ختم ہو چکی ہیں۔ دوبارہ اسی تقطیع پر چھپوائی جائیں جس پر حضرت مسیح موعودؑ نے خود شائع کی تھیں۔ کیا احباب اس سائز کو پسند کریں گے۔ یا موجودہ سائز جس پر سلسلہ تصنیفات شائع ہو رہا ہے وہ موزوں ہوگا؟

عبداللہ۔ جنرل سکرٹری

وترکنا علیہ فی الاٰخرین

اور ہم نے چھوڑا ان کا ذکر خیر پیچھے آنیوالوں میں

از حضرت مولانا صدرالدین صاحب

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اس جہان فانی سے انتقال کر گئے لیکن ہمارے درمیان اپنا ذکر خیر چھوڑ گئے۔ جو از روئے قرآن کریم اور حدیث شریف خدا کے صالح اور بزرگ بندوں کے مقبول ہونے کی علامت ہے۔ احمدیہ بلڈنگس کی مسجد میں انکے نماز جنازہ کے لئے ایک ہجوم تھا۔ دلوں میں رقت تھی اور زبانوں پر ان کا ذکر خیر تھا۔ اور یہ ان کے جنت الفردوس میں جگہ پانے اور خدا تعالیٰ کے قرب حاصل کرنیکی علامت تھی۔

ان کا ذکر خیر مختصراً دو باتوں پر مشتمل تھا اول یہ کہ وہ عاشق قرآن تھے اور اسکے رموز اور معارف کے بیان کرنے میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ دوسرا یہ کہ وہ حضرت مجدد الزمان کے عاشق تھے اور ان کے حالات و کمالات پر جو کتاب انھوں نے لکھی ہے وہ لاجواب ہے جس کے مطالعہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ سلطان القلم کے بیٹے تھے جنہوں نے حقائق و دقائق کا خزانہ اور ملکۂ تحریر وراثت میں پایا اور خدا کے بندوں کو مستفیض ہونے کا موقعہ بہم پہنچایا۔ فجزاہ اللہ خیراً فی الدنیا والاٰخرۃ

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے جماعت احمدیہ لاہور کو بہت فائدہ پہنچایا۔ وہ جس شہر میں تعینات ہوئے وہیں پر انھوں نے جماعت پیدا کر لی۔ جماعت پیدا کرنے کیلئے ان کے پاس درس قرآن تھا ایسا درس قرآن کہ باید و شاید۔ ان کے درس میں متنا فیسی اثر تھا انکے معلومات وسیع تھے اور قرآن کریم کے مطالب پر اطلاع پانے کیلئے نظر غائر رکھتے تھے۔ اسلئے ان کا درس بڑا لطف پیدا کرتا تھا اور لوگ کھنچے چلے آتے تھے۔ ان کا درس قرآن حضرت مجدد زمان کے صادق ہونے کی دلیل تھی اسلئے کہ جبتک استاد باخدا نہ ہو جبتک اسکا نفس مطہر و مزکی ہو شاگرد کو فہم قرآن کس طرح عطا ہو سکتا ہے۔ حضرت ڈاکٹر صاحب کے درس میں لوگوں کو یقین ہو جاتا تھا کہ جس سلسلہ کے نمایندہ حضرت ڈاکٹر صاحب جیسے واقف رموز قرآن ہوں وہ سلسلہ ضرور حق پر مبنی ہوگا۔ چنانچہ متعدد مقامات پر بہت سے لوگ سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل ہوئے اور بہتا لوگوں کے دلوں کی نفرت دور ہو گئی انکی وفات سے ہمیں ایسا نقصان پہنچا ہے جسکا تدارک مشکل ہے انکا تفقہ فی الدین اور انکی وسیع معلومات نے سلسلہ عالیہ کو کئی رنگ میں متنفیض ہونیکے سامان بہم پہنچائے جس مضمون پر انھوں نے قلم اٹھایا اسی کے اندر لطف اور روشنی پیدا کر دی حضرت مجدد زمان کے اعتقادات کے متعلق جو کچھ انھوں نے لکھا ہے وہ اپنے اندر خصوصیات بھی رکھتا ہے اور وہ ان اختلافات پر آخری کلام کا حکم رکھتا ہے وہ بے نظیر دوست تھے اور انکی صحبت اور مجلس پر لطف ہوتی تھی۔ وہ کنبہ پرور تھے اور اپنی اولاد کے لئے بہترین باپ تھے۔ باپ کے باپ اور دوست کے دوست ان صفات کے مالک کے لئے یہ آیت کیوں درست ہے۔ وترکنا علیہ فی الاٰخرین

آخری سفر بمبئی

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم کے آخری ایام

از محترم جناب میاں نصیر احمد صاحب فاروقی کلکٹر تھانہ بمبئی خلف الرشید حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم؛

۸ار جنوری ۱۹۴۳ء کی صبح کو بمبئی کے سٹیشن بمبئے سنٹرل پر جب میں نے والد مرحوم کا استقبال کیا تو مجھے وہم بھی نہ تھا کہ وہ فوت ہونے آئے ہیں۔ اس سے قبل بھی وہ کئی دفعہ میرے پاس تشریف لائے اور جیسے ہنستے بولتے آئے ویسے ہی تشریف بھی لے گئے۔

اس دفعہ بھی قبلہ مرحوم ہنستے ہوئے اُترے اور حسب دستور خوشگوار باتیں کرتے ہوئے میرے ساتھ موٹر پر تھانہ تک تشریف لائے جہاں میں متعین تھا۔ صرف ایک فرق تھا جس کو ہم نے اس وقت زیادہ محسوس نہ کیا مگر اب یاد آتا ہے اور وہ یہ کہ اگرچہ وہ حسب دستور ہنس رہے تھے اور بول رہے تھے مگر چہرہ کمزور نظر آتا تھا اور فرمانے لگے کہ تمام رستہ میں نے کھانا نہیں کھایا معمولی چائے پر گذارہ کیا مرض الموت شروع ہو چکا تھا اگرچہ ہم میں سے کسی کو شک نہ تھا۔

کھانے کے وقت حضرت مرحوم نے برائے نام کھانا چکھا اور پھر اوپر جا کر لیٹ رہے۔ اور یہی معمول روز کا رہنے لگا کہ کھانے پر تشریف لاتے مگر برائے نام کھاتے اور معاً بعد جا کر لیٹ رہتے کیونکہ کھانے کے بعد ان کے پیٹ میں درد ہوتا تھا اور کوئی گھنٹہ دو گھنٹہ کے بعد ہٹتا تھا۔ خود ڈاکٹر تھے اس لئے علاج بھی خود ہی کر رہے تھے۔ مگر دوا سے اتنا نہیں جتنا کہ سینک سے فائدہ ہوتا تھا۔ اور جب درد ہٹ جاتے تو پھر وہی حسب عادت ہنسنا بولنا شروع کر دیتے تھے۔

تھوڑے دنوں میں مجھے دورہ پر جانا پڑ گیا۔ دورہ بھی کوئی ڈیڑھ ماہ کا تھا۔ اس تکلیف کی حالت میں ان کا میرے ساتھ دورہ پر جانا ان کے لئے سخت تکلیف کا باعث ہوتا مگر انھوں نے اصرار کیا کہ میں نے ضرور جانا ہے اس لئے کہ وہ تھانہ آنے کے معاً بعد سے مجھ کو قرآن مجید پڑھا رہے تھے اور انھوں نے اس کو گوارا نہ کیا کہ ڈیڑھ ماہ کا وقفہ پڑ جائے۔ اگرچہ میرے ساتھ دورہ پر جانے میں ان کو سخت تکلیف ہوئی اور مرض نے شدت بھی دورہ میں ہی پکڑی مگر مجھے یہ نعمت اور روحانی غذا میسر آئی کہ روزانہ باقاعدہ ایک رکوع قرآن پاک کا ان سے پڑھتا رہا اور چند دنوں کے بعد تو یہ حالت ہو گئی کہ روزانہ صبح و شام ایک ایک رکوع کا درس ہونے لگا۔ مجھے میرے دل میں تڑپ پیدا ہوئی کہ دورہ میں جو کچھ فرصت ملتی ہے تو دو رکوع روز ہو جائیں اور مجھے قبلہ مرحوم کو یہ خیال پیدا ہوا۔ اب روز کا یہ معمول تھا کہ صبح کی چائے کے بعد کوئی ڈیڑھ گھنٹہ میں ایک رکوع کا درس ہوتا اس کے بعد میں تو سرکاری کام کاج میں لگ جاتا اور والد مرحوم فوراً بیان القرآن لے کر اگلے دو رکوع کو دیکھنا شروع کر دیتے اسی میں دوپہر ہو جاتی۔ کھانے کے بعد اور نماز کے بعد والد تو آرام فرماتے اور میں کام میں لگا رہتا۔ عصر کی نماز کے بعد چائے ہوتی اور پھر کچھ سیر۔ مغرب کی نماز کے معاً بعد کھانا کھا لیتے اور پھر دوسرے رکوع کا درس ہوتا۔ اس کے بعد عشاء کی نماز ہوتی اور پھر لیٹ رہتے۔ اب سوچتا ہوں تو حیرت ہوتی ہے کہ والد صاحب کو جو کھانے کے بعد درد ہوا کرتا تھا وہ رات کے کھانے کے بعد درس میں کیوں نہ ہوتا۔ یا تو ان کو جو قرآن سے عشق اور اسکو پڑھنے کا شوق اور اس میں محویت ہوتی تھی اس میں ان کو خیال نہ رہتا تھا اور یا وہ درد ہی ٹل جاتا تھا۔ مگر درس کے بعد وہ سینک کے لئے بوتل طلب کرتے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یا تو وہ قرآن کے عشق میں بھول جاتے تھے یا درد ہی لحاظ کر جاتا تھا۔

دورہ کے دنوں میں ہی درد کا زور ہونے لگا۔ مگر حضرت مرحوم کی طبیعت میں اس قدر ضبط تھا کہ ظاہر نہ کرتے درد کے وقت ضبط کر جاتے اور درد کا دورہ ہٹ جانے کے بعد ویسے ہی ہنسنا بولنا شروع کر دیتے۔ اگرچہ اب نقاہت بڑھنے لگی، خوراک بھی علیحدہ کر دی گئی۔ یخنی، ساگودانہ یا ایسی ہی غذائیں دن میں دو بار رہ گئیں۔ اسی طرح دن گذرتے گئے۔ کمزوری دن بدن بڑھنے لگی۔ والد کا خیال آخر اپریل تک میرے پاس رہنے کا تھا۔ اس پر وہ قائم تھے مگر آخر مارچ یا شروع اپریل میں جب تکلیف زیادہ بڑھ گئی تو لاہور جانے کا ارادہ (باقاعدہ علاج کرانے کی خاطر) کر لیا۔ پھر بھی تاریخ ۱۰ر اپریل مقرر کی کیونکہ جس سورۃ (توبہ) کا درس فرما رہے تھے وہ ۹ر اپریل تک ختم نہ ہوتی تھی۔ ۸ر اپریل کو سہال لگ گئے جن سے اس قدر کمزوری ہو گئی کہ ۹ر اپریل کو لاہور جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ اتنا لمبا سفر کرنا ناممکن ہو چکا تھا۔ خیال ہوا کہ ۱۲ر اپریل کو جب میں عارضی طور پر تبدیل ہو کر بمبئی جا رہا ہوں تو وہ ہمارے ساتھ چلیں اور اب بمبئی میں باقاعدہ علاج کرائیں۔

بمبئی جاتے ہی ڈاکٹروں کی تلاش شروع ہوئی اور ۱۴ر اپریل کو ڈاکٹر پول نامی امریکن سپیشلسٹ نے ان کا معائنہ کیا اس نے کہا کہ ایکسرے ضروری ہے اور وہ چونکہ مختلف پہلوؤں سے لینا ہو گا اس میں وقت لگے گا۔ ویسے بھی علاج کی خاطر ہسپتال میں داخل ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ ۱۶ر اپریل کو ہسپتال میں داخل ہو گئے علیحدہ کمرہ لیا تھا ساتھ میری ہمشیرہ (بیگم عبدالرحمن صاحب سینئر جج) جا کر رہیں اور بیگم صفدر صاحبہ بھی دو دن رہیں۔ ہسپتال کے عملہ کا برتاؤ اس قدر اعلیٰ تھا کہ ہمیں حیرت ہوتی تھی۔ جس طرح اپنا عزیز ہمدردی اور شوق سے خدمت کرتا ہے اسی طرح کیا نرسیں کیا ڈاکٹر سب نہایت اچھی طرح کام کرتے تھے۔

ابھی تشخیص ہی جاری تھی اور کوئی خاص بات تشویشناک نہ تھی کہ ۲۱ر اپریل کی صبح کو مجھے ہسپتال سے ٹیلیفون آیا کہ والد کی حالت خراب ہے فوراً آ جاؤ۔ میرے تو پاؤں تلے کی زمین نکل گئی۔ اس سے پہلی شام جب ان کے پاس تھا تو وہ اچھے بھلے تھے۔ باتیں کرتے تھے اور پہلے سے حالت اچھی نظر آتی تھی۔ ہسپتال جا کر معلوم ہوا کہ رات کو درد کا سخت دورہ رہا سہال بھی آئے۔ اور پسینہ تو اس قدر آ رہا تھا کہ کپڑے تر تھے۔ میں نے جا کر ہاتھ پاؤں کو چھوا تو وہ ٹھنڈے ہو رہے تھے۔ مجھ سے فرمانے لگے کہ رات بہت تکلیف رہی۔ ڈاکٹروں سے پوچھا تو وہ مایوس ہو چکے تھے۔

آخری تین چار دن میں والد صاحب میں ایک تبدیلی پیدا ہو چکی تھی۔ اس کو ہم نے محسوس اس وقت کیا جب وہ فوت ہو چکے تھے۔ وہ یہ کہ ان کا انقطاع الی اللہ اس قدر مکمل ہو چکا تھا کہ دنیا کے تمام رشتے تمام تعلقات کٹ چکے تھے۔ وفات سے دو دن قبل میں ہسپتال جب پہنچا تو وہ عصر کی نماز نہایت خشوع و خضوع سے پڑھ رہے تھے۔ میری نظر چہرہ پر جو پڑی تو میں نے دیکھا کہ ایک روشنی ہے جو ان کے چہرہ پر لش لش کر رہی ہے۔ ماتھے سے ریش کی طرف اتری اور پھر ماتھے کی طرف ہٹ کر غائب ہو گئی۔ یہ تو ضمناً بات تھی۔ ان کے انقطاع الی اللہ کا ذکر تھا۔ آخری وقت میں بھی یہ انقطاع اس قدر زبردست تھا کہ ان کی موت دوسری موتوں کی طرح نہ تھی۔ خود ڈاکٹر تھے، خوب سمجھتے تھے کہ میرے ہاتھ پاؤں سرد ہو رہے ہیں ہسپتال کے ڈاکٹر اور نرسیں جو آخری تدبیریں کر رہے تھے ان کو بھی خوب سمجھتے تھے۔ مگر مرنے کا کوئی افسوس تو کیا ذکر تک نہ تھا۔ ہوش و حواس آخری دم تک قائم رہے۔ اسی حالت میں ایک دفعہ فرمانے لگے "آیئے السلام علیکم" اور یہ کہہ کر مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ جب ہم میں سے ایک نے پوچھا تو کہنے لگے آپ سے نہیں"۔ وہ کون بزرگ آیا تھا جس سے اس قدر ادب سے بات کی تھی یہ خدا کو ہی معلوم ہے۔ اسی طرح آخری وقت میں کھڑکی میں سے آسمان کو اس قدر غور سے دیکھتے تھے کہ مجھے خیال ہوا کہ شاید کوئی ہوائی جہاز یا پرندہ اُڑ رہا ہے۔ مگر جب میں نے دیکھا تو کچھ نہ تھا۔ وہ تو کوئی اور نظارے تھے جنکو صرف ان کی آنکھ دیکھتی تھی۔

وفات سے معاً قبل اپنے سرہانے کی طرف کسی کو نہایت غور اور حیرت سے دیکھنا شروع کیا میرا اپنا یہ خیال ہے کہ انھوں نے ملک الموت کو اپنے سرہانے اترتے دیکھا۔ والد کو موت اور موت کے بعد کی زندگی کے حالات بتانے میں خاص دلچسپی تھی۔ یہ وہ حالات تھے جو انھوں نے قرآن شریف یا احادیث سے اخذ کئے تھے شاید اسی شوق کا خیال کرتے ہوئے اللہ تعالے نے ان کو یہ مرحلہ بالتفصیل دکھایا چنانچہ جیسے ہی انھوں نے اپنے تکیہ کی طرف کسی کو نہایت غور سے دیکھنا شروع کیا (یہ آنکھوں کا پتھرانا نہ تھا جو بعد میں ہوا) ویسے ہی ہچکیاں سی آنی شروع ہوئیں اور کوئی ۵ یا ۶ ہچکیوں میں خاتمہ ہو گیا۔

اس نقصان۔ اس جدائی۔ اس غم کا احساس جوں جوں زمانہ گذرتا ہے زیادہ ہوتا ہے۔ اس وقت تو ایک فوری غم کا احساس ہوا۔ مگر یہ ہمارے لئے کتنا بڑا نقصان ہے اس کا احساس بعد میں ہی زمانہ گذرنے سے ہوتا ہے۔ جب وہ وقت آتے ہیں کہ انکے مشورہ۔ ان کی ہمدردی۔ ان کی موجودگی۔ انکی محبت ان کی دعاؤں کی ضرورت پڑتی ہے جو وہ رو رو کر ہمارے لئے کرتے تھے، تو معلوم ہوتا ہے کہ ہمدردی اور محبت کا ایک پہاڑ تھا جس کے سہارے پر ہم کھڑے تھے اور جو اب ہم سے لے لیا گیا۔ اور سچ یہ ہے کہ ہم نے اس کی قدر بھی نہ کی۔

حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم کے تمام دکھوں اور تکلیف کا خاتمہ ہو گیا اور مجھے یقین ہے کہ وہ جنت الفردوس میں اپنے محبوب کی ان تمام نعماء سے مستفیض ہو رہے ہیں جن کا ذکر وہ اپنے درس میں کیا کرتے تھے ایک اور بات ہے جس کا ذکر کر کے میں اس مضمون کو ختم کرتا ہوں میں نے دیکھا کہ سید اسد اللہ شاہ صاحب (جو ہماری جماعت کے نہایت خدا رسیدہ بزرگوں میں سے ہیں اور والد صاحب مرحوم کے عمر بھر کے رفیق اور ہمارے تمام خاندان کے محسن ہیں) مجھے فرما رہے ہیں کہ مجھے ایک فرشتہ نے آ کر کہا ہے کہ ڈاکٹر صاحب نہایت خوش ہیں اور نہ صرف ڈاکٹر صاحب بلکہ اس عالم میں جتنے احمدی ہیں سب ڈاکٹر صاحب کے

[illegible]

میرے والدِ محترم

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب علیہ الرحمۃ کی گھریلو زندگی کی ایک جھلک

از جناب محترمہ بیگم صاحبہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

ہم ان کو اباجی کے نام سے بلاتے تھے۔ اور ان کی دلکش شخصیت ان تمام خوبیوں کا مجموعہ تھا، شفقت کی حامل تھی جو اس پیارے لقب سے وابستہ ہو سکتی ہے۔

ہم آٹھ بہن بھائیوں نے دنیا میں ہوش سنبھالتے ہی جس چیز کو ان کی ذات میں نمایاں دیکھا اور جس سے ہمارے معصوم دل سب سے پہلے اثر پذیر ہوئے وہ ان کا عشق قرآن و جوش احمدیت تھا۔ ابھی کل کی بات معلوم ہوتی ہے۔ میری عمر چار اور پانچ سال کے درمیان ہوگی۔ میرے والد محترم ایک چھوٹی سی جگہ میں پلیگ ڈیوٹی پر متعین تھے۔ میری والدہ مرحومہ مغفورہ امرتسر میں اپنے والد صاحب کے ہاں تھیں۔ بوجہ پہلی اولاد ہونے کے اباجی کو مجھ سے بہت محبت تھی اور اپنے پاس لیا تھا۔ میں ہر وقت ساتھ رہتی اور سرکاری ڈیوٹی پر بھی ساتھ لے جاتے۔ تو ان دنوں کی بات ہے کہ مجھے اباجی کا جو کام سب سے زیادہ پسند تھا وہ ان کا خوش الحانی سے کلام مجید پڑھنا تھا۔ میں صبح سے شام کا انتظار کرتی کیونکہ سہ پہر کو ہماری کوٹھی پر جو لب دریا تھی اباجی کے دو تین دوست آجاتے اور مغرب و عشاء کی نماز باجماعت ادا کرتے۔ اباجی اپنی خوبصورت و بلند پیشانی پر سبز عمامہ باندھ کر امامت کراتے، ان کا نہایت خوش الحانی و قرأت کے ساتھ قرآن مجید پڑھنا میرے دل کو مسحور کر دیتا۔ میں نہایت توجہ سے سنا کرتی تھی۔ اور جب رات کو آنکھ کھلتی تو اباجی کو اپنے پاس پلنگ پر نہ پا کر دیکھتی کہ وہ جانماز پر خدا کے حضور میں سربسجود ہیں۔ یہ دیکھ کر میرے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت کا تخیل جاگ اٹھتا۔

یہ زمانہ بھی گذر گیا!!

میرے اباجی ایک دور دراز جگہ میں سول ہسپتال کے انچارج تھے۔ میری عمر آٹھ سے دس سال کے درمیان ہوگی۔ ہم چار بہن بھائی اور دو ایک اور عزیزوں کے بچے جو اباجی کے زیر سایہ پرورش پا رہے تھے ان کے پاس تھے۔ یہ زمانہ وہ تھا جب احمدیت کی مخالفت عروج پر تھی اور اکثر بحث و مباحثے ہوا کرتے تھے۔ اباجی کی عمر تیس سال سے بھی کم تھی، مگر نوجوانی میں ہی ان کے زہد و اتقاء کا چرچا دور و نزدیک تھا۔ ہسپتال کے احاطے میں ہی ایک چبوترہ بطور مسجد بنا لیا گیا۔ نماز باجماعت ہوتی، اور اباجی شب و روز تبلیغ احمدیت میں مشغول رہتے

ایک حور خصائل ہستی ان کی رفیق زندگی تھی جو اس راہ میں پوری معاون و مددگار تھی۔ اس وقت عورتوں میں تعلیم کا چرچا بہت کم تھا مگر میری اماں جی تعلیم یافتہ اور ضروریات زمانہ سے باخبر تھیں۔ انھوں نے احمدیت کو خود سوچ سمجھ کر قبول کیا تھا۔ اور اس کی غرض و غایت سے بخوبی واقف تھیں، ان کا علم صرف چولھے، چکی یا زیور کپڑے تک ہی محدود نہ تھا بلکہ وہ مذہبی تگ و دو میں بھی اباجی کی مشیر کار تھیں۔

دن کے کام کاج سے فراغت پا کر جب شام کو اباجی ہمارے درمیان بیٹھتے تو عموماً قادیان سے آئے ہوئے اخبارات پڑھ کر سناتے۔ ان دنوں حضرت مسیح موعود بعض اہم معاملات پر اشتہار شائع فرماتے تھے تو کبھی اس کا ذکر ہوتا۔ کبھی یہ بتاتے کہ آج فلاں سے یہ گفتگو ہوئی۔ اس نے احمدیت پر یہ اعتراض کیا اور اس کا جواب یہ دیا وغیرہ وغیرہ اور اس کے ساتھ ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارک و اقوال سے استدلال کر کے ہمیں دلچسپ اور آسان فہم طریق سے سمجھاتے۔ والدہ مرحومہ تائید میں کوئی دلچسپ نکتہ بیان کرتیں تو بہت خوش ہوتے اور ہم سب چھوٹے چھوٹے بچے نہایت توجہ سے ان کی باتیں سنتے اور ہمارے ننھے دلوں میں مذہبی جوش لہریں مارنے لگتا۔ نبی کریم صلعم کی سوانح عمری کے اکثر واقعات وہ نہایت محبت سے اور دلکش پیرایہ میں سنایا کرتے تھے، اور اس کا اثر یہ ہوا کہ ان کا بیشتر حصہ ہمیں ازبر ہو گیا۔ وفات مسیح جو ان دنوں معرکۃ الآرا موضوع تھا وہ اور احمدیت کی دیگر خصوصیات ہمارے ایسی ذہن نشین ہو گئیں گویا ہم ان کو ہمیشہ سے جانتے تھے۔ فضول رسومات ہمارے ہاں سے اٹھ چکی تھیں۔ صحابہ کرام کے نمونے پر چلنے اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا جوش سب کے سینوں میں موجزن تھا۔ اور یہ سب اباجی و اماں جی کی تربیت و درد اسلامی کا ثمرہ تھا کہ تمام گھر ایک رنگ میں رنگین تھا۔

اباجی اور اماں جی نے ہمارے لئے چند انعامات مقرر کئے جو باقاعدہ نماز پڑھنے اور ہمیشہ سچ بولنے والے کو ملتے تھے۔ ہم نہایت شوق سے یہ انعام حاصل کرتے اور ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے۔

ہے میرے نزدیک یہ سب ماجرا کل کی سی بات

عہد ماضی کی کہانی اور گذرے واقعات
اس نے جب بازیچۂ اطفال میں رکھا قدم
لڑنے والوں نے بتایا کس طرح اس کو حکم
اُن وہ ننھے شاکیوں کے منہ بنانے کی ادا
اور وہ جج کے مسکرانے سر ہلانے کی ادا
اپنی لغزش یاد ہے اس کی نصیحت یاد ہے
یاد ہے مجھ کو وہ انداز ملامت یاد ہے
میری بیٹی میری بیٹی ہو تو بچنا جھوٹ سے
عیب جو بدتر سے بدتر ہے وہ اچھا جھوٹ سے

یہ زمانہ بھی گذر گیا!

درس قرآن کریم شروع ہوا۔ مغرب و عشاء کے درمیان درس دیتے تھے ہم لڑکیاں بھی پردے کے پیچھے شریک ہوتیں میرے چھوٹے بھائی نصیر احمد درس کے وقت اباجی کی گود میں بیٹھے رہتے اور جب درس سے فارغ ہو کر اباجی زنانہ میں تشریف لاتے تو عموماً کسی نہ کسی قرآن کریم کی آیت کے معنی پر ہم سے سوال کرتے ہم اپنی سمجھ کے مطابق جواب دیتے تو وہ شاباش دیتے یا اصلاح فرماتے، اکثر کہا کرتے کہ اگر تہجد کے لئے رات کو اٹھنے میں سستی معلوم ہوتی ہو تو یوں کرو کہ جب رات کو آنکھ کھلے چند بار درود شریف پڑھ لیا کرو۔ پھر ترقی کر کے پلنگ پر بیٹھے بیٹھے ہی تیمم کر کے دو نفل پڑھو یہاں تک کہ باقاعدہ اٹھنے اور وضو کر کے نماز پڑھنے کی عادت پڑ جائے، خصوصاً رمضان المبارک میں تہجد کی بہت تاکید کرتے اور ہم سب کو اٹھایا کرتے۔

تیرہ چودہ سال کی عمر تک میں نے اکثر تاریخ اسلام کی کتابیں اور حضرت مسیح موعود کی تمام کتب پڑھ لی تھیں۔ اباجی میرے مطالعہ کتب کے شغف کو دیکھ کر بہت خوش ہوتے کبھی کوئی بات پوچھتے، اور پھر میری یادداشت کو دیکھ کر ہنس کر فرماتے اگر تم نبی کریم صلعم کے زمانہ میں ہوتیں تو بہت سی حدیثیں روایت کرتیں۔

اباجی اپنے ہر کام میں مسنون دعائیں پڑھنے کے عادی تھے۔ اور ذرا بلند آواز سے پڑھا کرتے تھے۔ ان سے سن سن کر ہمیں بھی یہ دعائیں یاد ہو گئیں، سونے سے قبل بستر پر لیٹ کر پہلے دعا پڑھتے پھر درود شریف و استغفار پڑھتے۔ اکثر استغفار اور درود شریف ان کی زبان پر رہتا اور فرمایا کرتے کہ اس سے بڑھ کر کوئی وظیفہ نہیں ہے۔ نماز اس قدر خشوع خضوع سے پڑھتے کہ یہی معلوم ہوتا کہ سچ مچ وہ ایک قادر مطلق ہستی کے سامنے کھڑے ہیں اور اپنی حاجات بیان کر رہے ہیں۔ اور اس ہستی کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ شرک کے معاملے میں نہایت محتاط تھے جس کام میں ذرا بھی شرک کا پہلو نکلتا ہو اس سے بچتے اور ہمیں بھی روک دیتے۔ غریب مریضوں سے فیس نہ لیتے بلکہ اپنے پاس سے دودھ وغیرہ پینے کو دے آتے۔ صدقہ و خیرات و طعام مسکین کے بہت قائل تھے۔ جب کبھی ایک آدھ ہفتے کا ناغہ ہو جاتا تو غریب لوگ پوچھا کرتے کہ ڈاکٹر صاحب کے ہاں کئی دن سے بکرا ذبح نہیں ہوا یا کھانا تقسیم کیوں نہیں ہوا۔ رمضان المبارک میں خاص طور پر صدقہ خیرات کرتے تھے۔ کئی یتیموں نے ان کے سایۂ عاطفت میں پرورش پائی اور کئی مساکین کے وظائف اپنی جیب خاص سے دیتے رہے۔ اپنے کنبے میں اور باہر بھی۔ دکھی اور ضرورتمند کی اعانت کرنا ان کا شیوہ تھا۔ گھرانے کے تمام افراد کی گردنیں ان کے احسانات سے خم ہیں۔

اس کے علاوہ اپنی ماہوار آمدنی کا دسواں حصہ اشاعت اسلام کے لئے دینے کے سختی سے پابند تھے۔ تنخواہ کا دسواں حصہ بھی دیتے اور اپنے صندوقچے میں ایک خانہ مقرر کر رکھا تھا۔ جب فیس ملتی اس کا دسواں حصہ اس خانے میں ڈال دیتے اور ہر ماہ نکال کر انجمن کو دے دیتے۔ وقتاً فوقتاً دیگر چندے بھی نہایت فراخدلی سے دیتے اُن کے دست شفا کا ہر جگہ چرچا تھا، اور جہاں جہاں رہے لوگ باوجود احمدیت کی مخالفت کے ان کے مداح اور ان کی دیانتداری کے معترف تھے۔

میرے دادا جان کا تو بہت پہلے انتقال ہو چکا تھا۔ مگر میری دادی جان نے سنہ ۳۳ء میں وفات پائی۔ وہ ہمیشہ اپنے لائق بیٹے کے ساتھ رہیں میرے اباجی نے اس مقولے کو ہمیشہ مدنظر رکھا کہ جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے دادی جان قرآن کریم اور نوشت و خواند سے بخوبی واقف تھیں وہ نہایت ہی دیندار اور نیک دل تھیں اور ان کو اپنے پیارے سعادتمند بیٹے پر فخر تھا۔ کسی شخص کے اندرونی حالات اس کے بیوی بچوں سے پوشیدہ نہیں رہ سکتے۔ اباجی کی گھریلو زندگی نے تمام خاندان کو ان کا معتقد بنا دیا تھا وہ ظاہر و باطن یکساں اور عملاً اسلام و احمدیت کے مبلغ اور صحیح نمونہ تھے۔ میری دادی جان اپنے بیٹے کی نیکی اور دینداری کو دیکھ کر ان کی بے بہا عزت کرتی تھیں وقت گذرتا گیا۔

سنہ ۱۰ء میں میری شادی ہو گئی قادیان جا کر جب حضرت مولانا نورالدین صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ نے نہایت شفقت سے میرے سر پر ہاتھ رکھ کر دیر تک دعا کی اور فرمایا کہ میں نے تمہارے والد اور والدہ اور محمد علی کے والد کی پیشانیوں میں نور چمکتا دیکھا ہے اور ان کی اولاد کے اس سنجوگ سے بہت ہی خوش ہوں۔ وہ مجھ کو کبھی کبھی پیار سے ڈاکٹر کی بچی کہا کرتے تھے۔

اباجی کو حضرت امیر سے دلی محبت و عقیدت تھی۔ اور باوجود رشتے میں بزرگ ہونے کے ان کا ادب کرتے تھے۔ مگر آزاد طبیعت تھے اور اندھا دھند

تقلید کے قائل نہ تھے۔ ۱۹۱۴ء میں جب اختلاف عقائد کی وجہ سے قادیان کو چھوڑنا پڑا تو ان کو اسکا بیحد قلق تھا۔ میں ان دنوں ان کے پاس تھی۔ وہ راتوں کو اٹھ کر خدا کے حضور میں گریہ وزاری کرتے اور اس کی مدد طلب کرتے اور جب شرح صدر ہوگیا تو پھر چٹان کی طرح اس مضبوطی سے قائم ہوگئے۔ ان کی تقریر و تحریر نہایت معقول اور دل پر اثر کرنیوالی ہوتی تھی۔ اور نہایت روانی سے لکھتے تھے۔ ۱۹۳۱ء میں اباجی نے پنشن لی اور تھوڑے ہی عرصہ بعد ان کو اپنی رفیقۂ حیات کی جدائی کا صدمہ اٹھانا پڑا۔ اس غم نے دلوں کو چُور کر دیا۔ مگر اباجی کے اعلےٰ درجے کے صبر اور راضی برضائے الٰہی ہوجانے کے نمونے نے ہمیں تقویت دی۔ وہ زندگی بعد الموت کے فلسفے کو بیان کر کے غمگین دلوں کو ڈھارس دیتے تھے اور ایمان تازہ کر دیتے تھے۔ اباجی کے خواب عموماً نہایت صفائی سے پورے ہوتے تھے۔ وہ خوابوں کی تعبیر بھی بیان فرمایا کرتے تھے۔ اماں جی کی وفات کے بعد ان کی تمام تر توجہ خدمت دین کی طرف مبذول ہوگئی۔ اکثر تصنیف تالیف میں مشغول رہتے۔ ان دنوں خوش قسمتی سے ان کے قریب رہنے کا زیادہ موقع ملا۔ "مجدد اعظم" لکھ رہے تھے۔ صحت کچھ خراب تھی۔ مگر شب و روز نہایت عرقریزی سے یہ کام کر رہے تھے۔ میں ان کو آرام کرنے کا مشورہ دیتی اور کہتی کہ آپ کم ازکم کھانے کے بعد تو دماغی محنت نہ کیا کریں۔ اباجی جواب میں فرماتے بیٹی یہ تو میرے دل کی قوت کا موجب ہے میں جب تک اس چمن کی گلگشت میں مشغول رہتا ہوں مجھے روحانی غذا ملتی ہے"۔

"مجدد اعظم" کی ایک ایک سطر اس بات کی گواہ ہے کہ وہ کس قدر اخلاص اور جوش محبت سے لکھی گئی ہے۔ تعلق باللہ اور خشیۃ اللہ کا نمونہ ان کی ذات میں بدرجہ اتم موجود تھا۔ وہ ان خوش نصیب لوگوں میں سے تھے جنہوں نے اپنی اولاد کو اپنے نقش قدم پر چلتے دیکھا میرے بھائی ممتاز احمد قریباً آٹھ سال یورپ امریکہ میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ مگر خدا کا فضل اور دینی تربیت کا اثر تھا کہ ان پر وہاں کی دہریت و الحاد کا مطلق اثر نہ ہوا اباجی اپنے بچوں سے نہایت بے تکلف تھے۔ بچوں کے کاموں میں شریک ہوجاتے ان کے پوتے اور نواسے نواسیاں تک اُن سے ہنستے بولتے اور ان کی محبت کو پسند کرتے تھے۔ تیوری ڈال کر گم سم بیٹھنے کی عادت نہ تھی۔ پاکیزہ مذاق اور خندہ پیشانی نے ان کو سب میں ہردلعزیز بنا دیا تھا۔ ننھے بچوں سے خاص انس تھا۔ اپنے ہر نواسے و نواسیوں کو بھی نہایت کوشش سے دلچسپ حرکتوں سے اپنے ساتھ مانوس کر لیتے۔ میری دونوں بہنوں کے ننھے بچوں سے نہایت محبت تھی۔ مگر اس کے باوجود ان کی عظمت سب اولاد کے دلوں میں تھی جس کی وجہ ان کی دینداری تقویٰ اور ظاہر و باطن میں یکساں ہونا تھا۔ ان کی دعاؤں کی قبولیت پر سب کو یقین تھا اور وہ سب کے لئے نہایت توجہ و محبت سے دعائیں کرتے تھے۔ گذشتہ جنوری میں اپنے پیارے بیٹے نصیر احمد کو قرآن کریم کی تفسیر پڑھانے کے لئے ان کے پاس تشریف لے گئے۔ اور اس میں اس قدر محویت منظور تھی کہ دورے میں بھی ساتھ رہ کر درس قرآن دیتے تھے۔ وفات سے چند روز قبل طبیعت زیادہ خراب ہوگئی مگر درس نہ چھوڑا۔ نصیر احمد کا بیان ہے کہ نقاہت کا یہ عالم ہوگیا کہ نہایت کمزور آواز سے بات کرتے تھے اور جب ہم عرض کرتے کہ آپ کی طبیعت کمزور ہے آج ناغہ کر دیجئے تو فرماتے نہیں قرآن مجید لیکر آجاؤ۔ جیسے ہی ہم سب قرآن مجید لیکر ان کے پاس بیٹھتے تو تکیے کے سہارے اٹھ کر بیٹھ جاتے اور نہایت کراری آواز سے پہلے خود تلاوت کرتے اور اس وقت معلوم نہ ہوتا کہ یہ شخص بیمار ہے۔

وہ کلام اللہ کے عاشق تھے اور اس عشق کو تادم مرگ نبھایا اور اخیر وقت تک کلام مجید کی آیات ان کی زبان پر تھیں ہر سانس کے ساتھ آہستہ آہستہ اللہ اللہ کی آواز صاف سنائی دیتی تھی اور اس طرح میرے اباجی اس دنیا کو الوداع کہکر اپنے رفیق اعلےٰ سے جاملے۔ اور اس کے لئے وہ عرصہ سے تیار تھے

انا للہ وانا الیہ راجعون

کندہ جس پر سند پاک "بل احیاءٌ" ہے
تیرے سینے پہ چمکتا ہے وہ تمغئ حیات

پیغام صلح کی توسیع اشاعت

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا:-

"اخبار پیغام صلح قوم کا اخبار اور اس کا آرگن ہے جس کے پاس یہ پیغام نہیں پہنچتا گویا وہ ایک طرح سے جماعت اور مرکز سے بے تعلق و بے خبر ہو جاتا ہے کیونکہ حالات تحریکات کا اسے علم نہیں پہنچتا۔ تبلیغی مقاصد کیلئے بھی یہ اخبار نہایت مفید ہے بہت سے لوگوں کے خطوط آتے ہیں جن میں لکھا ہوتا ہے کہ اب میرے پاس اخبار آنے لگا ہے اور اس سے میرے بہت سے شکوک دور ہو رہے ہیں۔ غرضیکہ اخبار کے بغیر قوم میں زندگی پیدا نہیں ہو سکتی۔ اخبار پیغام صلح ہر ایک دوست منگائے اور پڑھے۔"

سب احباب سلسلہ کا فرض ہے کہ وہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کے اس ارشاد کو پڑھیں اور اسے فوراً عملی جامہ پہنانے کی کوشش کریں۔

ایک عاشق قرآن کی وفات

(از جناب مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی)

مسلمانوں نے گذشتہ تیرہ صدیوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ جس والہانہ محبت کا اظہار کیا ہے دنیا میں کسی اور قوم نے اپنے نبی کیساتھ اس قدر اظہار محبت نہیں کیا مگر اظہار عشق کی کئی ایک سوم ہیں ہر عاشق کے لئے ضروری نہیں کہ وہ دوسروں کی اختیار کردہ راہ کو اپنے لئے پسند کرے اور نہ یہ مناسب ہے کہ دوسروں کی رسوم عشق کی تحقیر کی جائے تاہم نفسیات حیوانی کا نہایت ہی موٹا مسئلہ ہے کہ کوئی شخص اپنی محبت اور عشق میں کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے محبوب و مطلوب کی مرضی اور خواہش کے کلیۃً تابع نہیں ہو جاتا جو شخص نے کانٹے میں اپنے انگور کا دانہ لگا کر اسے بعد پسند سے کبھی مچھلی کا شکار نہیں کیا مچھلی کے پکڑنے کے لئے کیچوے کی ضرورت ہے نہ انگور کے دانہ کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کرنے کے لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ یہ معلوم کیا جائے کہ خود حضور صلعم کو کیا چیز محبوب اور مطلوب تھی یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ آنحضرت صلعم کو جس قدر عشق قرآن مجید کے ساتھ تھا وہ کسی دوسری چیز کے ساتھ نہ تھا اس کی تبلیغ و اشاعت کے لئے ہی حضور نے وہ سب دکھ اور مصائب برداشت کئے جو مخالفین کی طرف سے پے در پے عمر بھر آپ کو پہنچائے گئے اسی کی تبلیغ کو روکنے کے لئے دشمن کی آہنی تلواریں میان سے باہر نکل آتی تھیں اور اسی کی اشاعت کو بند کرنے پر اگر قوم آپ کو اپنا سردار اور بادشاہ تسلیم کر کے دنیا کی ساری نعمتیں آپ کے لئے مہیا کرنے پر آمادہ تھی۔ مگر حضور نے ان تمام دنیوی نعمتوں پر جو قریش مہیا کرنے پر آمادہ تھے لات مار کر تبلیغ قرآن کی سنگلاخ راہ کو اختیار کیا جس سے یہ ظاہر ہے کہ حضور کو قرآن مجید کے ساتھ انتہائی شغف تھا اور آپ کا محبوب قرآن تھا۔ بس قرآن کیساتھ عشق نفسیاتی دلیل کی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشق کی راہ ہے اور بانیٔ سلسلہ احمدیہ بقول ڈاکٹر اقبال وہ فرد مخصوص تھا جس نے قرآن مجید کے واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشق کیا عشق میں اگر خود تڑپتی نہ ہو تو عاشق صادق دوسروں کو بھی اپنے محبوب کے ساتھ عشق کی دعوت دیتا ہے۔ پس حضرت مسیح موعود نے اس آتش عشق کی ایک چنگاری اپنے متبعین خاص کے دلوں میں بھی ڈال دی یہی وجہ تھی کہ انھوں نے اپنی زندگی کا محور عمل قرآن کی خدمت اور اشاعت قرار دے لیا تحریک احمدیت فی الجملہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسی راہ اور واسطے سے عشق و محبت کا نام ہے اور اسی بنا پر ان عاشقان احمد صلعم کا نام احمدی رکھا گیا ہے

حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم اسی مقدس گروہ کے ایک فرد تھے جن کی زندگی کا خلاصہ خدمت قرآن تھی اور روز قیامت ہر کسے در دست گیرد نامۂ

من نیز حاضر مے شوم تفسیر قرآں در بغل

کے مصداق ہوں گے۔ یہ نظارہ تو روز قیامت انشاء اللہ تعالےٰ ہوگا کہ ان کے نامۂ اعمال میں سب سے نمایاں چیز قرآن کی تفسیر ہوگی۔ مگر اس دنیا میں خدمت قرآن نے ڈاکٹر صاحب کو جو چیز بخشی وہ ان کا درس قرآن سننے والوں کو خوب یاد ہوگی کہ وہ علم قرآن رکھنے والے اس مقدس گروہ میں سے تھے جن کی نسبت فرمایا گیا

نورهم يسعىٰ بين ايديهم وبايمانهم۔ ان کا نور بصیرت قرآن مجید کے مشکل مقامات حل کرنے کے لئے کس طرح ان کے آگے آگے دوڑتا تھا اور حق و باطل کی حقیقت کو ظاہر کرتا تھا اور سکینت و تسلی جو کثرت تلاوت اور آیات اللہ میں غور کرنے کی وجہ سے اللہ تعالےٰ نے ان کے دل میں اتاری تھی وہ تسلی اور تسکین دوسروں کو بھی عطا کرتے تھے اور بلاشبہ وہ اس آیت قرآن کے مصداق تھے۔

هو الذى انزل السكينة فى قلوب المومنين اور اس جماعت کے فرد تھے جن کے متعلق فرمایا گیا اولئك كتب فى قلوبهم الايمان وايدهم بروح منه۔

اللہ تعالےٰ ان کی اولاد اور جماعت کے دوسرے لوگوں کو ان کی خوبیوں کا وارث بنائے۔ اس احقر کے ساتھ ان کے تعلق نہایت دوستانہ تھے۔ قرآن مجید کے بعض مقامات اور مسائل کے متعلق اکثر تبادلۂ خیالات کرنے کے لئے تشریف لاتے اور دیر تک گفتگو ہوتی رہتی۔ چنانچہ بمبئی تشریف لے جانے سے ایک روز پہلے آخری مرتبہ مکان پر تشریف لائے اور کسی مسئلہ پر تبادلۂ خیالات فرماتے رہے۔ افسوس یہ برکت ہم میں سے اٹھائی گئی اب ان کی یاد میں آنکھوں سے چند قطرے بہانے کے سوا ہم کیا کر سکتے ہیں۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم کا کام

از حضرت مولینا عزیز بخش صاحب

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم کی خاص صحبت کا موقعہ خاکسار کو اس وقت ملتا تھا جب ہم دونوں پنشن وصول کرنے جایا کرتے تھے اس وقت جو کیفیت میری طبیعت کی ہوتی تھی وہ میں بیان نہیں کر سکتا کچھ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میں ایک ایسے صاحب حال کی رفاقت سے فیض اٹھا رہا ہوں جو زمرۂ ابدال و اقطاب میں سے ہے اور کسی وقت میں ان کی خدمت میں عرض بھی کر دیا کرتا تھا کہ قبلہ چند لمحے جو آپ کی صحبت میں گذرتے ہیں ہم ان کو غنیمت سمجھتا ہوں۔ ان کی گفتگو عموماً قرآن کریم کی کسی آیت کی تفسیر کے متعلق ہوتی تھی جس میں وہ حقیقت کی تہ تک اس طرح پہنچتے تھے کہ سننے والے کی روح لذت سے بھر جاتی تھی اور زیادہ سننے کا شوق بڑھتا جاتا تھا۔ حقائق قرآن کریم کے بیان کرنے میں جو ید طولےٰ ان کو حاصل تھا وہ ان کی تفسیر انوار القرآن کے دو حصوں کے پڑھنے سے اب بھی ہر ایک پر ظاہر ہو سکتی ہے۔ کتاب مجدد اعظم کی تصنیف بھی ان کے عشق و محبت امام آخر الزمان کا ایک آئینہ ہے لیکن اس کے علاوہ جو سوال کسی کو کسی دینی امر کے متعلق پیش آتا وہ ان کی خدمت میں بھیجدیتا اور اس کا حل اخبار میں شائع ہونے پر ناظرین اخبار اس کی حقیقت سے بہرہ اندوز ہو جاتے کسی نے ذبیحہ کی فلسفی پوچھی تو اس کی ایسی توجیہ کی کہ سننے آفرین کہی۔ کسی نے روح کی کیفیت کے متعلق سوال کیا تو اس کے سارے پہلوؤں پر ایسی روشنی ڈالی کہ گویا روح کو لا کر حاضر کر دیا مسئلہ تقدیر کو صاف کر دیا۔ تناسخ کے عقیدہ کے بطلان کو اظہر من الشمس کر دیا۔ "قرآن کریم کا عالمگیر پیغام حریت" لکھ کر ہر قسم کی غلامی سے آزادی کی حقیقت بیان کی جس کے لئے دنیا آجکل پیچ و تاب میں ہے۔ مخالفین سلسلہ احمدیہ کے اعتراضوں کے جواب اس طور پر دیئے کہ انکو لاجواب کر دیا۔ بطور نمونہ ملاحظہ ہو۔ ڈاکٹر صاحب مرحوم کا ایک سو صفحے کا ٹریکٹ موسومہ کشف الظنون عن الرق والجنون۔ اس کے علاوہ سلسلہ کے اندرونی اختلافات میں سے کسی مسئلہ کو نہیں چھوڑا جس پر ایک ٹریکٹ نہ چھپوا دیا ہو چند ایک نام ملاحظہ ہوں:- مراۃ الاختلاف۔ آئینہ غلو و خلافت۔ کفر دون کفر۔ نبی کا نام پانے کی خصوصیت۔ اور اس کی اصل حقیقت۔ فضیلت کی حقیقت۔ آیت استخلاف اور مسئلہ خلافت پر ایک نظر۔ ولادت مسیح۔ اسلام کا مذہب ایک ہی نبی اور ایک ہی رسول ہے۔ خلافت "ماردہ" وغیرہ ان کے علاوہ کئی مضامین صرف اخبار میں شائع ہوئے ہیں جب تک ٹریکٹ کی صورت میں شائع نہیں ہوئے۔ مثلاً ایک سلسلہ مضامین قادیانی غالیوں کے عقائد باطلہ کی تردید میں زیر عنوان **محمودی مغالطہ آفرینیاں - الحذر!** ستمبر ۱۹۴۱ء کے پیغام صلح میں باقساط ذیل شائع ہو چکا ہے۔

(۱) نبوت و تکفیر کے مسئلہ میں مغالطے

(۲) کلمۂ شہادت میں مغالطہ۔

(۳) مسئلہ خلافت میں مغالطہ۔

(۴) تین اور مغالطے۔

اور ایک اور سلسلہ زیر عنوان: "حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محمودی رقابت کی مثالیں" اس سے پہلے اگست ۱۹۴۱ء کے پرچوں میں سات قسطوں میں آ چکا ہے، بتفصیل ذیل:-

پہلی مثال - احمد نام کی پیشگوئی پر دستبرد

دوسری مثال - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عالمگیر رسالت کی خصوصیت پر دستبرد۔

تیسری مثال - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام ادیان کے موعود ہونے کی خصوصیت پر دستبرد۔

چوتھی مثال - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بروز کو عین بنا کر اسلام میں تناسخ کا عقیدہ پیدا کر دیا۔

پانچویں مثال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قیامت تک کیلئے معلم اور مزکی ہونے پر دستبرد۔

چھٹی مثال - حضرت مسیح موعود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم مرتبہ بنانے کی کوششیں۔

ساتویں مثال - حضرت مسیح موعود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل قرار دینے کی جسارت۔

ان تمام مضامین میں قول بلیغ کا رنگ ہوتا ہے، کوئی طعن تشنیع یا غلط مفہوم پیدا کرنے کی کوشش نہیں ہوتی ہے اسلئے انکی تردید تو کسی سے ہو نہیں سکتی لیکن ان کے پڑھنے سے قادیانی جماعت صرف اس وہم کی بنا پر کہ یہ دشمن اہل بیت ہیں رکی رہتی ہے اور جب کوئی ان میں سے اتفاق سے کسی مضمون کو دیکھ لے تو اس پر حقیقت واضح ہو جاتی ہے اور وہ قادیانی غلو سے بیزار ہو جاتا ہے، امید ہے اللہ تعالےٰ اب سب حجاب دور کر دے گا اور ایک عالم حقانی کے قلم سے نکلے ہوئے مضامین کی دنیا قدر کرے گی اور فائدہ اٹھائے گی اور ڈاکٹر صاحب مرحوم کے لئے جیسے انکی اولاد باقیات الصالحات میں سے ہے ایسی ہی یہ علمی ذخیرہ بھی جو وہ چھوڑ گئے ہیں ان کی ترقی درجات کا ذریعہ ہوتا رہے گا۔

انشاء اللہ تعالیٰ

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم کا علمِ قرآن

از جناب مولانا احمد یار صاحب ایم اے۔

خاکسار کو قریباً مسلمانوں کے ہر طبقہ کے چیدہ چیدہ علماء کا درس قرآن حکیم سننے کا اتفاق ہوا ہے - یہ علماء وہ ہیں جنھوں نے اپنی عمر کا حصہ کثیر زبان عربی سیکھنے پر صرف کیا وہ علوم بھی مثلاً معانی - بیان وغیرہ جن کا قرآن مجید کے ساتھ گہرا تعلق ہے کما حقہ سیکھے۔ دنیا جہان کی تفسیریں جو اکثر عربی زبان میں ہیں ان کے مطالعہ سے گذریں اپنی طرف سے انھوں نے معارف قرآنی سیکھنے اور بیان کرنے میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑا مگر باوجود اس علم و فضل کے ان کا درس حضرت قبلہ ڈاکٹر صاحب مرحوم و مغفور کے درس کو نہیں پہنچ سکتا - ویسے تو خاکسار کو بسا اوقات احمدیہ بلڈنگس میں ان کے درس سے مستفید ہونے کا موقعہ ملا۔ ۱۹۳۹ء کا واقعہ ہے کہ کچھ ماہ مجھے ڈلہوزی میں حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں رہنے کا موقعہ ملا وہاں حضرت ڈاکٹر صاحب جناب حاجی میاں مولا بخش صاحب کی کوٹھی "دارالامان" پر درس دیا کرتے تھے۔ آپ کی کوٹھی جناب میاں صاحب موصوف کی کوٹھی سے کافی فاصلہ پر ہے۔ باوجود ضعیف العمری کے خواہ بارش ہو خواہ دھوپ ہو، موسم خراب ہو یا اچھا ہو آپ ہر ممکن کوشش کر کے وہاں پہنچتے۔ آپ کا عشق قرآن اس حد تک پہنچا ہوا تھا اور آپ کے دل میں نوجوانان جماعت کو قرآن سکھانے اور پڑھانے کا اس قدر شوق و ولولہ تھا کہ اگر انہیں ہر روز بھی قرآن حکیم کا درس دینے کے لئے کہا جاتا تو آپ نہایت خوشی سے اسے قبول فرماتے۔ ادنےٰ سے ادنےٰ آدمی بھی اگر آپ کا ہاتھ پکڑ کر سڑک پر کھڑا کر لیتا کہ آپ مجھے یہ آیت سمجھا دیں یا حضرت اقدس کی فلاں بات کا کیا جواب ہے تو آپ بحر بیکراں کی طرح بہ پڑتے سائل تھک جاتا اور آپ نہ اکتاتے۔ ہر طرح سے اللہ تعالیٰ کا آپ پر فضل تھا۔ مگر کبر و نخوت آپ میں نام کو نہ تھی۔ مجھے خوب یاد ہے کہ آپ احمدیہ بلڈنگس میں تشریف لاتے تو تبلیغی کلاس کے طالب علم آپ کو مسجد میں بٹھا لیتے۔ بعض اوقات آپ خود بخود تشریف لاتے اور گھنٹوں ان سے گفتگو کرتے جب تک طلباء نہ اٹھتے آپ کبھی نہیں اٹھتے تھے۔ ڈلہوزی میں غالباً آپ نے سورۂ جمعہ سے درس شروع کیا تھا۔ آپ کے علم اور معارف قرآنی کو سن کر میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی تھی۔ کہ ایک شخص ڈاکٹر ہے نہ عربی زبان سیکھی نہ علوم عربیہ پڑھے، اور نہ بڑی بڑی تفاسیر جو عربی میں ہیں آپ کے مطالعہ سے گذریں مگر علم قرآن اتنا ہے کہ بڑے بڑے علماء کہلانے والے ان کے سامنے زانوئے تلمذ طے کریں تو ان کے لئے باعث فخر ہے۔ آپ کے کلام میں ایک تاثیر تھی اور آپ کے درس میں ایک وجاہت آپ صاحب کیفیت و حال تھے۔ بعض اوقات ایک مطلب کو بیان کرتے کرتے حضرت اقدس یا حضرت مولانا روم رح کے اشعار بھی بطور استشہاد کے پڑھتے سامعین پر ایک وجد طاری ہو جاتا۔ قرآن حکیم میں جو آئندہ زمانہ کے لئے جو پیشگوئیاں مضمر ہیں وہ بھی آپ بیان فرماتے۔ موجودہ جنگ کے متعلق کئی باتیں انھوں نے کتاب اللہ کی روشنی میں قبل از وقت احباب کے سامنے بیان فرمائیں جو حرف بحرف پوری نکلیں - قرآن مجید کے مشکل سے مشکل مقام کو آپ ایسی خوش اسلوبی سے حل فرماتے کہ ادنیٰ سے ادنےٰ آدمی بھی سمجھ جاتا۔ غرضیکہ آپ آیۃ شریف لا یمسہ الا المطھرون کے پورے مصداق تھے۔ اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور جماعت کو آپ کے بیان کردہ علوم قرآنی سیکھنے کی توفیق دے۔ آمین ثم آمین:

احمدی طلباء کی کامیابی

مندرجہ ذیل احمدی طلباء یونیورسٹی امتحانات میں کامیاب ہوئے ہیں جن احمدی طلباء کے اسماء اس فہرست میں شائع نہ ہوں اور وہ کامیاب ہوئے ہوں وہ از راہ مہربانی کامیابی سے مطلع کریں تاکہ ان کے نام اخبار میں شائع کر دیئے جائیں۔

اسمائے طلباء . . . جس امتحان میں کامیاب ہوئے

(۱) اخویم مکرم شیخ مبارک احمد صاحب مصری ایم اے

(۲) شیخ عبدالحمید صاحب وزیرآباد۔ بی۔ اے

(۳) غلام ربانی صاحب - ایف - اے!

(۴) عزیز شیخ منیر احمد صاحب مصری ایف۔ اے

زمیندار اصحاب اور ایک اور گروہ سے اپیل

فراہمی غلہ برائے مستحقین

از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

میں نے اخبار میں یہ تحریک کی تھی کہ وہ احباب جن کے پاس اپنی ضرورت سے زاید غلہ قابل فروخت ہے وہ اس قابل فروخت غلہ کا بیسواں حصہ اپنے ان بھائیوں کی امداد کے لئے دیں جو ایسی امداد کے مستحق ہوں جس کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ اگر ان کا غلہ دس روپے من فروخت ہو رہا ہے اور یہ آج کل قریب قریب قیمت غلہ ہے تو ۸ روپے من اس میں سے انھوں نے صدقہ کے رنگ میں دے دیئے یا یوں کہنا چاہیئے کہ ان کا غلہ ۹ روپے من فروخت ہوا - ظاہر ہے کہ یہ بھی غلہ کی بہت گراں قیمت ہے جو ان لوگوں کے لئے جن کا اپنا غلہ نہیں غربا کا طبقہ تو الگ متوسط الحال لوگوں کے لئے بھی ناقابل برداشت ہے۔ اس میں شک نہیں کہ دوسری ضروریات بھی گراں ہیں مگر ان میں سے ہر ایک چیز میں کمی ہو سکتی ہے - کپڑا پہننے کو اچھا نہ سہی موٹا سہی - زیادہ نہ سہی تھوڑا سہی - چینی اور شکر کا استعمال بھی کم ہو سکتا ہے گھی کی جگہ کسی قسم کا تیل بھی استعمال ہو سکتا ہے مگر پیٹ بھرنا جسم کو قائم رکھنے کے لئے ضروری ہے اور اس لئے غلہ کم نہیں ہو سکتا تو میں نے زمیندار اصحاب سے اپیل کی تھی کہ وہ مندرجہ بالا حساب کے مطابق اپنے دوسرے بھائیوں کی امداد کے لئے ہاتھ بڑھائیں - الحمد للہ کہ بہت سے دوستوں کی طرف سے اطلاع آ رہی ہے کہ وہ اس کے مطابق عمل کر رہے ہیں مگر ابھی بہت سے احباب خاموش بھی ہیں شاید اس لئے کہ موسم قدرے ٹھنڈا رہنے کی وجہ سے غلہ کے گھروں میں لانے میں دیر لگ گئی ہے، مجھے امید ہے کہ جماعت کے سب زمیندار دوست اس تحریک میں شریک ہو کر دنیا کے مال کے ساتھ ثواب عظیم حاصل کریں گے اور عاقبت کے لئے توشہ اپنے ساتھ لے لیں گے -

اس تحریک کی یاد دہانی کراتے ہوئے میں جماعت کے ایک اور گروہ سے بھی اپیل کرتا ہوں کیونکہ ہماری جماعت میں زمیندار اصحاب کی تعداد کم ہے اور نسبتاً شہروں میں رہنے والے مستحقین امداد کی تعداد زیادہ ہے یہ دوسرا گروہ ان اصحاب کا ہے جو اس وقت کسی قسم کے ٹھیکوں یا War Industry یعنی جنگی ضروریات مہیا کرنے کے ذریعے سے روپیہ کما رہا ہے، ان میں ایسے احباب بھی ہیں جو خدا کے فضل سے لاکھوں روپے کما رہے ہیں گو وہ لاکھوں ان کے ہاتھوں میں نہیں آتے اور ان کی کمائی کا بہت بڑا حصہ حکومت ٹیکس کی صورت میں لے جاتی ہے اور ایسے بھی ہیں جو ہزاروں روپے کما رہے ہیں۔ بہرحال یہ دو گروہ موجودہ پیدا شدہ صورت حالات میں جب جنگ نے غربا کی زندگی دوبھر کر دی ہے اپنی ضروریات سے غیر معمولی طور پر زیادہ روپیہ کما رہے ہیں اور ان پر بھی یہ فرض عائد ہوتا کہ وہ اپنے دوسرے بھائیوں کی امداد کے لئے ہاتھ بڑھائیں مال تو حکومت کی طرح تلک الایام نداولها بین الناس کا مصداق ہے آج ایک کے ہاتھ میں تو کل دوسرے کے اور جو مال آج کسی گروہ کے ہاتھ میں آ رہا ہے وہ بہت دن اس کے پاس نہیں رہے گا تو اس غیر معمولی آمد میں سے وہ اگر ایک پیسہ فی روپیہ بھی اس وقت غربا کی امداد کے لئے نکال دیں تو یہ نہ صرف ان کے ہاتھ سے کبھی نکلے گا بلکہ جب اعمال کے موازنہ کا وقت آئے گا تو یہ نیکیوں کے پلڑے میں اس قدر وزنی عمل ہوگا جو بہت سی کوتاہیوں اور فروگذاشتوں کی تلافی کر دے گا - زمیندار اصحاب کو چونکہ مال سے کم محبت ہوتی ہے اسلئے وہ تو شرح صدر سے بیسواں حصہ یا تین پیسے فی روپیہ دے رہے ہیں مگر اس دوسرے گروہ سے میں نے صرف ایک پیسہ فی روپیہ کی اپیل کی ہے۔ اس سے زیادہ اگر وہ دیں تو خدا کے ہاں سے بھی زیادہ کے حق دار ہونگے - مگر مجھے امید ہے کہ وہ مجھے مایوس نہیں کریں گے - جہاں ان کے اور طرح طرح کے اخراجات ہیں اس کو بھی اپنے خرچ کا ایک حصہ قرار دیں اس سے بڑھ کر ضروری خرچ ہے کونسا کہ ایک سخت مصیبت کے وقت جب نے ایک حصہ کی زندگی ناقابل برداشت کر دی ہے وہ اپنے بھائیوں کی زندگی کے سہارے کا موجب بن سکیں گے -

بالآخر میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ۸ جولائی تک مجھے یہ علم ہو جانا چاہیئے کہ کون کون دوست کس حد تک اس میں شریک ہو سکتے ہیں تاکہ جلد سے جلد جماعت کے مستحقین کی فہرستیں تیار کر کے اس غلہ کو ان میں تقسیم کیا جا سکے جب تک ایسی فہرستیں تیار ہوں یہ غلہ بطور امانت معطیان کے پاس ہی پڑا رہے مجھے امید ہے . . . . ۱۵ جولائی تک انشاء اللہ تعالیٰ ایسی فہرستیں تیار ہو جائیں گی اور اس وقت ان احباب کو اطلاع دی جائے گی کہ اس غلہ کو کہاں بھیجنا ہے یا فروخت کرنا ہے لیکن جو اپیل میں نے دوسرے گروہ سے کی ہے ان کا روپیہ ۸ جولائی تک بمد فراہمی غلہ دفتر محاسب میں پہنچ جانا چاہیئے اور مجھے بھی اس کی اطلاع مل جانی چاہیئے تاکہ کل رقم یا غلہ قابل تقسیم معلوم ہو کر صحیح طور پر تقسیم کا انتظام ہو سکے - یہ روپیہ نقدی کی صورت میں نہیں دیا جائے گا۔ بلکہ اس سے بھی غلہ خرید کر ہی مستحقین کو پہنچایا جائیگا سوائے ان شاذ صورتوں کے جہاں غلہ نہ پہنچایا جا سکے یا اس کا پہنچانا غیر معمولی خرچ کو چاہتا ہو - اور سولئے روپیہ کے جو بہرحال دفتر محاسب میں جانا چاہیئے باقی امور کے متعلق معطیان کی طرف سے اگر براہ راست مجھ سے ڈلہوزی کے پتے پر خط و کتابت کی جائے تو اس میں خرچ کم ہوگا اور معاملہ کا فیصلہ بھی جلد ہو سکے گا۔ مستحقین کی فہرستیں اور درخواستیں سب دفتر انجمن میں لاہور بھیجی جائیں۔

محمد علی

نوٹ: ابھی مجھے ایک نہایت ہی مخلص زمیندار دوست کا خط ملا ہے کہ ان کے گاؤں میں تمام فصل ربیع ژالہ باری سے بکلی برباد ہو گئی اور ان کے پاس نہ مویشیوں کے لئے چارہ ہے نہ کھانے کو غلہ، ایسے اصحاب کا بھی دوسرے بھائیوں پر باہمی امداد کے رنگ میں حق ہے ؛

بدوملہی سکول کا نتیجہ

امتحان انٹرنس

قارئین پیغام صلح یہ سن کر خوش ہونگے کہ ہمارا بدوملہی کا سکول تعلیمی اور مذہبی اعتبار سے روز افزوں ترقی پر ہے - امسال اس سکول سے کل ۲۵ طلبا امتحان میٹرک میں شریک ہوئے جن میں سے ۲۲ پاس ہوئے ۲ فرسٹ ڈویژن ۵ سیکنڈ ڈویژن اور ۱۴ تھرڈ ڈویژن میں، اس لحاظ سے اوسط پاس شدگان ۸۸ فی صدی رہی جو بہت شاندار ہے یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ جس قدر طلبا جماعت دہم میں موجود تھے، ان سب کو امتحان میں بھیجا گیا کسی کو روکا نہیں گیا، اور سب سے بڑھ کر قابل فخر بات یہ ہے کہ انگریزی میں (جو خود ہیڈ ماسٹر صاحب پڑھاتے ہیں) کوئی طالب علم فیل نہیں ہوا، اس مضمون میں سو فیصدی نتیجہ رہا جو ہیڈ ماسٹر صاحب کی قابلیت اور تعلیمی مہارت کا کھلا ثبوت ہے، ہم ان شاندار نتائج پر خان محمد اسلم خاں صاحب اور دیگر اساتذہ کو مبارکباد دیتے ہیں بدوملہی نارووال ریلوے لائن پر ایک اچھا قصبہ ہے جو شہری دلچسپیوں اور اخراجات سے عاری اور دیہاتی فضا کا حامل ہے اسی وجہ سے تعلیمی اخراجات وہاں شہری سکولوں کی نسبت بہت کم ہیں اور طلبا کی ہم سادہ دیہاتی زندگی ان کی جسمانی اور اخلاقی بہتری کا موجب ہے ہمارے وہ احباب جو اپنے بچوں کی تعلیم میں شہری زندگی کے اخراجات برداشت نہیں کر سکتے بدوملہی سکول سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اس بارہ میں ہیڈ ماسٹر صاحب مسلم ہائی سکول بدوملہی سے خط و کتابت ہونی چاہیئے ؛

میری یہ خواہش ہے

کہ جو ہماری جماعت کے نوجوان ملٹری سروس میں جنگ کرنیوالی فوج کا حصہ ہیں ان کے لئے ابتلا کے ایام میں جو ابھی سامنے ہیں

خاص طور پر دعا کرتا رہوں

کہ اللہ تعالےٰ انہیں جسمانی طور پر بھی اپنی حفاظت میں رکھے اور روحانی طور پر بھی ان بلاؤں سے محفوظ رکھے جو بعض وقت انسان کی زندگی کو برباد کرنے کا موجب بن جاتی ہیں اور اس ضمن میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ ان سے

خط و کتابت کا سلسلہ جاری رہے

تاکہ یہ ان کی طرف سے ایک یاد دہانی بھی ہو یعنی ایسے نوجوانوں کے ناموں اور پتوں کا مجھے علم ہے اور ان کے لئے میں عموماً روزانہ دعا بھی کرتا ہوں اور ان سے سلسلۂ خط و کتابت بھی جاری ہے مگر ایک حصہ ایسا بھی ہے جن کا مجھے علم تو ہے مگر خط و کتابت کے لئے پتے نہیں اور نہ ہی ان کی طرف سے کوئی تحریک ہوتی ہے، اور بعض ایسے ہیں جن کا مجھے علم بھی نہیں۔ اسلئے میں اخبار کے ذریعہ سے جملہ

ان احباب سے

جن کے بچے یا دیگر اعزہ فوج میں ہیں خواہ وہ میدان جنگ میں ہوں یا ابھی ملک کے اندر ہوں اور کوئی نہیں جانتا کہ کس کے میدان جنگ میں جانے کی باری کب آ جائے گی

یہ درخواست کرتا ہوں

کہ وہ اپنے ایسے بچوں یا اعزہ کے ناموں سے اور پتوں سے مجھے جلد سے جلد اطلاع دیں - میں امید رکھتا ہوں کہ بعض اور احباب بھی ان دعاؤں میں میرے ساتھ شامل ہوں گے ؛

خاکسار:- **محمد علی**

دارالسلام ڈلہوزی - ۹ جون ۱۹۴۳ء

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم کی زندگی کا ایک دن

تمہیں کہتا ہے مردہ کون تم زندوں کے زندہ ہو
تمہاری خوبیاں زندہ تمہاری نیکیاں باقی

از محترمہ بیگم رحمن صاحبہ بنت حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم

جس طرح ایک تراشے ہوئے لعل بے بہا کا ہر پہلو دیکھنے والوں کو درخشاں نظر آتا ہے، اسی طرح ابا جان مرحوم و مغفور کی زندگی اور سیرت پر قلم اٹھانے والوں کو ان کی زندگی کا ہر پہلو ایک ادھم سیارے سے نکلتی ہوئی کرنوں کی طرح چمکدار اور نورانی نظر آئے گا۔

دوست و احباب کی بڑی بڑی مجلسوں میں۔ لاہور کی احمدیہ بلڈنگس کی مسجد میں۔ ہر شہر میں جہاں جہاں ان کے قدم گئے ان کے یاد کرنے والوں کو ابھی تک ان کی دین کے لئے سچی تڑپ۔ ان کی مذہبی سرگرمی۔ ان کا بے نظیر فہم قرآن اور ان کے بہائے ہوئے علم و حکمت کے دریا بھولے نہ ہونگے لیکن آیئے میں آپ کو شہری ہنگاموں سے دور۔ ہمالیہ کے پھیلے ہوئے سرسبز دامنوں میں۔ ڈلہوزی کی پرسکون فضاؤں اور ان کی ننھی سی سادہ فرودگاہ "پروین" میں، اس عاشق قرآن کی زندگی کا

"ایک دن"

دکھاؤں۔ آپ سالہا سال سے شب بیدار تھے پچھلی رات کو تین بجے آپ نماز تہجد کے لئے اٹھتے۔ اور صبح کی نماز تک برابر نماز اور دعاؤں میں مشغول رہتے۔ نماز صبح کی ادائیگی کے بعد آپ ذرا دیر آرام فرماتے اور پھر صبح کی چائے سے فراغت ہوتے ہی بیان القرآن کا ایک رکوع تلاوت فرما کر دیر تک اس کے مطالب و معانی پر غور فرماتے رہتے۔ یہ شام کے درس قرآن کی تیاری ہوتی تھی۔ اس اثنا میں سورج "ڈائن کنڈ" اور کالا ٹوپ کے سر بفلک چوٹیوں کے پیچھے سے سر نکالتا اور پروین کے چاروں طرف چھائے ہوئے سرو قد دیوداروں اور نوش کے درختوں کے سیاہ اور لمبے سائے پروین کے سامنے کی ننھی سی کھلی نشست گاہ پر پڑنے لگتے۔ ان درختوں اور ان کے سایوں سے آپ کو عشق تھا۔ کئی بار ہم سب نے زور دیا کہ ان درختوں کو کٹوا دیجئے تاکہ ان کی بجائے کوئی پھلدار درخت لگ سکیں۔ مگر آپ نے ہمیشہ انکار کیا کہ ان کی خوبصورتی اور ان کے ٹھنڈے اور لمبے سایوں کی قدر تم لوگ کیا جانو۔ چنانچہ آج تک "پروین" ان گھنے اور مہیب مائل سبز درختوں کے جھرمٹ میں نگینہ کی طرح جڑی ہوئی چمک رہی ہے۔ اور سالہا سال تک اس "محرر مجدد ہند" کی میز کرسی اس صبح کے نورانی اور سہانے وقت میں ان سایوں کے نیچے بچھی۔ جہاں بیٹھ کر آپ نے انوار القرآن کی دونوں جلدیں لکھیں اور پھر حضرت مسیح موعود کی سوانح حیات کو یوں محفوظ کیا اور اس مقدس اور بابرکت زمانے کو اس طرح صفحۂ قرطاس پر سجایا۔ اور دنیا کو اس عظیم الشان مجدد کی زندہ جاوید زندگی کے نقشے یوں جیتے جاگتے دکھائے۔ کہ جس نے ایک بار اس کتاب کو ہاتھ میں پکڑا وہ اسی میں کھو گیا اور چلتا چلتا اس زمانے میں جا پہنچا۔ صبح کے آٹھ ساڑھے آٹھ بجے سے لیکر گیارہ بجے تک آپ انتہائی شوق و محویت سے اس تصنیف و تالیف کے کام میں مشغول رہتے۔ گیارہ بجے تو دھوپ کے سائے گھوم کر دوسری طرف پڑنے لگتے۔ آپ بھی اس انہماک و محویت سے چونکتے۔ اور تشریف کی چادر اوڑھ کر قلم ہاتھ میں لیکر میری بڑی ہمشیرہ بیگم محمد علی صاحب کی کوٹھی "دار السلام" کو تشریف لے جاتے۔ کیونکہ اس قدر دماغی محنت کے بعد کچھ تفریح بھی لازمی ہے اور آپ کی تفریح یہ تھی کہ وہاں اپنے نواسے نواسیوں میں بیٹھیں۔ ان کے ننھے ننھے معصوم بچوں کی حرکتوں سے خوش ہوں آپ ہنسیں انہیں ہنسائیں۔ بس یہ تھی ایسے عالم انسان کی سیدھی سادی تفریح۔ بارہ بجے خوشی خوشی واپس تشریف لاتے۔ ڈاک دیکھتے۔ اور دوپہر کا کھانا کھا کر۔ ذرا دیر ٹھہر کر نماز ظہر ادا کر کے آرام فرماتے۔ چار بجے سہ پہر کو نماز عصر پڑھ کر لکھنے کی میز پر بیٹھ کر اپنے بچوں کو اور جماعت کے سب دوستوں کو خطوط لکھتے وہ جن کے خطوط صبح کی ڈاک میں آئے ہوتے، تمام ضرورتمندوں دعا کی درخواست کرنے والوں اور دوسرے افراد جماعت کو اپنے ہاتھ سے اور عموماً بواپسی ڈاک جواب لکھتے۔ اس سے فرصت پا کر سہ پہر کی چائے نوش فرماتے۔ اب سیر کا وقت ہو جاتا۔ پہاڑ کی تمام آبادی سیر کے لئے ڈلہوزی کی خوبصورت سڑکوں۔ بجلی ہوتی دکانوں یا رشک چمن کوہساروں اور بہتے ہوئے پانیوں کا لطف اٹھانے نکل پڑتی۔ آپ بھی اپنے خاندان کے لڑکوں اور بچوں کے حلقے میں بکروٹہ کے ہموار و دلکش چکر پر جاتے نظر آتے۔ لیکن کیا آپ کو بھی سیر دنیا مقصود تھی جو تمام خلق خدا کر رہی ہے یا کچھ اور؟ ہاں ابھی وہ شیخ مولا بخش صاحب کی کوٹھی آگئی۔ اور آپ معہ لڑکوں اور بچوں کے اس میں اتر گئے اور وہاں دنیاوی گل و گلزار میں دینی چمن کھل گیا۔ کلام پاک کھلا اور اس عاشق قرآن کے پاکیزہ لبوں سے ان مہکتے پھولوں کی بارش ہونے لگی کہ جو ایک بار وہاں گیا اور یہ درس قرآن سنا پھر وہیں کا ہو گیا۔ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ بعد اس غیر فانی لطف و سرور سے محظوظ ہو کر آپ اٹھتے اور باقی کا بکروٹہ کا چکر ختم کر کے دار السلام میں تشریف لے آتے۔ سیر تو اور سب کی طرح ان کی بھی ہو جاتی تھی۔ لیکن اوروں کو صرف لطف دنیا حاصل ہوتا اور یہ دونوں جہان کا لطف لوٹتے آتے تھے۔ دار السلام میں اس وقت مغرب کی اذان ہو رہی ہوتی تھی۔ آپ فوراً وضو کر کے نماز با جماعت میں شریک ہو جاتے، اس اثنا میں اندھیرا پھیل جاتا۔ اور اکثر اوقات بادل و بارش کا سلسلہ جاری ہوتا یا دھند چھائی ہوتی۔ اور گو کہ "دار السلام" اور "پروین" کے درمیان کا پہاڑی راستہ تنگ، پیچدار اور نشیب و فراز سے پر ہے۔ لیکن یہ مشکلات نماز با جماعت کے شوق میں کبھی حائل نہ ہوتیں "پروین" سے ہمیشہ چوکیدار لالٹین و قلم لیکر جاتا۔ اور آپ لالٹین کی مدھم روشنی میں آہستہ آہستہ اس راستے کو طے فرماتے پروین آ کر شام کے کھانے اور نماز عشاء سے فرصت پا کر تھوڑی دیر مطالعہ فرما کر آپ دعائیں اور آیتیں پڑھتے بستر استراحت کے لئے تشریف لے جاتے اور پھر وہی رات کے تین بجے رب کا وہ دردمند بندہ اپنے رب کو اسلام کی نصرت جماعت کی مدد اور قرآن کی اشاعت اور بچوں اور عزیزوں دوستوں کے لئے دینی و دنیاوی بھلائی کے لئے پکارنے کھڑا ہو جاتا۔ یوں ہی سینکڑوں بار سورج نکلا اور ڈوبا۔ چاند بڑھا اور گھٹا۔ لیکن اس کار زار حیات کے پر شور و نفسا نفسی کے ہنگاموں میں اور اس دنیا کی پر خار وادی کے ناہموار اور پتھریلے راستوں میں اس صراط مستقیم کے راہی کی زندگی ان ہی سادہ اور سچے اصولوں پر دوڑتی ہوئی بے کھٹکا نکل گئی۔ دنیا کا راستہ ختم ہو گیا اور اہل دل و اہل نظر خود ایک دن کے نقشے سے دیکھ اور سمجھ لیں گے کہ جانے والا کس طرح اس دنیا سے بقا حاصل کر گیا۔ اس کی اس پیچھے چھوڑی ہوئی گرد راہ میں کس طرح حیات جاوید کی چنگاریاں چمک رہی ہیں اس کے یہ نقش پا کس طرح گواہی دے رہے ہیں کہ گزرنے والا منزل مقصود کو پا گیا۔

اس دنیائے فانی کے رہنے والے کو کسی نہ کسی تفریح کی ضرورت لازمی ہے اور اسی بنا پر دنیا میں ہزاروں تفریح گاہیں سینما۔ کلب بن گئے۔ آپ بھی ایک معمولی انسان تھے اس لئے کیوں نہ یہ خواہش ہوتی لیکن آپ کی سب سے بڑی دنیاوی تفریح و راحت۔ خوشی جو بھی کہو یہ تھی کہ ان کا تمام خاندان ان کے نیچے ان کے چاروں طرف جمع ہوں اور آپ درمیان تشریف رکھتے ہوں۔ اکثر خود فرمایا کرتے تھے کہ نہ معلوم لوگوں کو کلبوں اور ڈنر و پارٹیوں میں جا جا کر کیا ملتا ہے ہمیں تو سچی و اصلی خوشی اپنے گھر میں اپنے بچوں کے درمیان بیٹھ کر ہی مل جاتی ہے۔ ادھر ان کے بچے ہندوستان میں چاروں طرف دور دور ایسے پڑے تھے کہ صرف کرسمس میں ہی ذرا زیادہ چھٹیاں ہونے کی وجہ سے آپ کے پاس ایک ہی وقت میں جمع ہو سکتے تھے۔ چنانچہ ان دنوں کے لئے آپ بے حد ذوق و شوق سے بڑی بڑی تیاریاں کرتے تھے مسلم ٹاؤن میں مکان لیکر اسے ٹھیک کروا کے ضروریات زندگی فراہم فرماتے اور گھر بنا لینے کے بعد سب لڑکے لڑکیوں بہوؤں کو نہایت محبت و اصرار بھرے خط لکھتے کہ دیکھو بیٹا تم نے ضرور آنا ہے" ورنہ مجھے بہت صدمہ ہوگا۔ جو بچہ نہیں آتا میرا دل اسی میں پڑا رہتا ہے اور اس کی کمی لطف کرکرا کر دیتی ہے" چنانچہ عموماً کرسمس کے شروع میں ہم سب بہن بھائی اور دوسرے عزیز جن میں اکثر کو آپ نے بچوں کی طرح ہی پالا تھا آپ کے ہاں جمع ہو جاتے۔ جو آپ کی لڑکیاں لاہور میں رہتیں ہیں انہیں بھی اپنے ہاں بلوا لیتے تاکہ سب مل کر رہ سکیں۔ اب آپ کا گھر ہوتا کہ اس پر میلے کا گمان ہوتا۔ نیچے بڑے نوکر چاکر بھرے ہیں کھانے پک رہے ہیں۔ پھل ترکاری۔ شیرینی آپ ہی منگوا رہے ہیں کھلا رہے ہیں اور دیکھ دیکھ کر نہال ہیں۔ اسٹیشن سے گھر تک آنے والوں کا تانتا بندھا ہے۔ پلنگ بچھ رہے ہیں۔ بستر کھل رہے ہیں، دو ایک روز اسی چہل پہل میں گذرتے جو سالانہ جلسہ آ جاتا۔ اور اب انہیں کھلتے ہوئے بستروں میں خود صاحب خانہ کا بستر بندھ جاتا۔ یہ کیوں یہ مہمانوں اور بچوں اور رونق سے بھرا ہوا گھر چھوڑ کر آپ کدھر چلے؟ احمدیہ بلڈنگس کو۔ دنیاوی خوشی سے بڑھ کر دینی راحت و خوشی کا موقعہ آ گیا یہ خدا کے دن ہیں خدا کا بندہ اپنے بھرے ہوئے گھر کو چھوڑ کر مسجد کے زیر سایہ بستر بچھا کر بسر کرے گا اب نہ بچوں کی پرواہ ہے نہ ان کی خاطر و تواضع کی فکر۔ اب تو بچوں کی طرح عزیز ان کے احباب ہوں گے۔ خدا اور خدا کے دین کے چرچے ہوں گے اور ان دنوں کی صبحوں میں وہ درس قرآن ہوں گے کہ جب تک یہ جلسہ ہوتا رہے گا اور اس میں صبح آتے رہیں گے تب تک ان کے چاہنے والوں کے دلوں میں ہمیشہ یاد اٹھے گا اور ان نورانی و مقدس صبحوں کی یاد میں ان کی آنکھیں تر رہیں گی۔ ہم لوگوں سے پھر ان کا واسطہ نہ رہتا۔ صرف جلسہ گاہ میں ہم ان کو دیکھتے ان تین دنوں کے بعد جب آپ گھر تشریف

لاتے تو ان کے اکثر بچے واپس یا کہیں اور جانے کی تیاریوں میں ہوتے۔ تب آپ نہایت حسرت سے مولانا حالی مرحوم کا ایک مصرعہ فرماتے کہ ؎

"بچھڑے اتنے میلے بچھڑنے لگے پھر"

چنانچہ اللہ تعالےٰ کو منظور ہوا تو اگلے سال پھر میلے لگیں گے" اسی طرح مدتوں تک اولاد کا یہ عاشق زار و شفیق باپ اپنی نیاوی خوشی و تعزیح پر دینی خوشی کو مقدم کرتا رہا اور اولاد کی محبت خدا کی محبت اور عشق قرآن پر بازی لیجا نہ سکی۔

تمام جماعت سے اور فرداً فرداً ہر ایک اپنے دوست سے انہیں اپنی اولاد سے کم محبت نہ تھی۔ آپ سب کے دردمند سب کے غمخوار تھے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ آپ میرے پاس تشریف لاتے تو ہم لوگ اسٹیشن پر آپ کے خیر مقدم کے لئے جاتے۔ ٹرین آنے پر بھیڑ بھاڑ میں ہم آپ کی تلاش میں ہوتے جو ایک طرف نگاہ پڑتی اور دیکھتے کہ وہاں کی جماعت کے مخلص مرد۔ پیر و جوان، خوش حال و خستہ حال آپ کو گھیرے کھڑے ہیں اور آپ کے چہرے پر خوشی و شفقت کی وہ روشنی چمک رہی ہے جو ایک محبت کے مارے باپ کو اپنے بچھڑے ہوئے بچوں سے مل کر ہوتی ہے نہایت محبت سے ان میں سے ہر ایک کو سینے سے لگاتے ہیں مصافحہ کرتے ہیں۔ یہ دیکھ کر میں ایک طرف کو جھجک کر کھڑی ہو جاتی۔ آپ ان سب سے مل کر مسکراتے ہوئے میری طرف آتے اور اسی محبت و شفقت سے مجھے سینے سے لگاتے جس طرح ان لوگوں کو۔ جب اس طرح ان کی محبت و شفقت میں ان کے بچوں کے ساتھ یہ ساری جماعت بھی شریک ہے تو کچھ تعجب نہیں کہ آج ان کی جدائی پر ان کے بچوں کے ساتھ ساری جماعت اس محبت و شفقت کے سایہ سے محرومی پر خون کے آنسو بہا رہی ہے۔

جب پہلی بار ڈاکٹر نے ان کی حالت پر تشویش ظاہر کی تو آپ نے بھی سنی (؟) نے بھی بھائی سے ان کے کمرے کے باہر سنی اور دل دھک سے رہ گیا۔ ہمت کر کے ان کے کمرے میں جانا چاہا لیکن دہلیز پر پاؤں رک گئے۔ آپ سامنے پلنگ پر بیٹھے ہوئے تھے، چہرے پر ایک عجیب کیفیت تھی جو میرے دل کو کاٹتی ہوئی چلی گئی۔ میرا ایسا دیکھ کر خود ہی فرمایا "کون! بیٹی تم ہو"؟ میں نے عرض کیا "جی" فرمایا "تم نے ڈاکٹر کی رائے سنی"؟ شدت جذبات سے میری زبان بند تھی دوبارہ کہا "جی"۔ غالباً میرے دل کے دکھ کو وہ میرے سنبھالے ہوئے لہجہ سے سمجھ گئے کس ہمت و شگفتگی سے فرمایا کہ "نہیں کچھ بات نہیں۔ اگر اس کی منشاء ہے کہ اب چلیں تو چلو"۔ چہرے پر رضا بالقضاء

اور مشیت ایزدی پر خوش رہنے کی وہ کیفیت تھی کہ صاف نظر آتا تھا کہ جانے والے نے حکم خداوندی کے آگے سر تسلیم خم کر کے چلنے کی تیاری کر لی۔ اس روز کے بعد سے جب بھی رات کو ان سے پوچھا کہ صبح آپ کے لئے کیا پکوایا جائے۔ یا کل آپ نے فلاں کام کرنا ہے یا نہیں" تو ان کا ایک ہی جواب تھا کہ "بیٹی میں کچھ نہیں کہہ سکتا، میرے سب کام تو اب مشیت ربی پر ہیں جو اس کا حکم ہوگا کریں گے" خود فرماتے تھے کہ "دنیا کی تمام چیزوں لذتوں اور باتوں میں اب میرے لئے کچھ کشش نہیں رہی، یہ اللہ تعالےٰ خود مجھ سے ترک لذات کا چلہ کروا رہا ہے"۔ انتہائی درد و بے چینی میں بھی وہ سراپا صبر و شکر رہے اور ایک دعا تھی جو آپ اس قدر پڑھتے تھے کہ بعد میں میں ان کی ہونٹوں کی حرکت سے سمجھ لیتی کہ آپ حضرت ایوب کی دعا رب انی مسنی الضر و انت ارحم الراحمین۔ پڑھ رہے ہیں۔

نماز جمعہ کے آپ شدت سے پابند تھے اور آخر کا خطبہ جمعہ اس عالم ناتوانی میں دیا کہ کھڑے نہ ہو سکتے تھے۔ پلنگ پر بیٹھ کر دیا اور وہ مختصر خطبہ رب کریم کی اپنے بندوں سے محبت و شفقت کی شدت پر تھا۔ کہ جس طرح ایک ماں اپنے ننھے بچے کو خطرناک جگہ جاتے دیکھ کر بے اختیار ہاتھ پھیلا دیتی ہے اور بچے کو بلاتی ہے کہ میرے بچے وہاں نہ جانا آ جا میری گود میں آ جا یہ تیرے لئے محفوظ ترین جگہ ہے۔ اسی طرح وہ رب کریم جس کی محبت ماں کی محبت سے بدرجہا بڑھ کر ہے اپنے بندوں کو گناہوں اور ہلاکت میں گرنے سے بچانے کے لئے بار بار اپنی رحمت و شفقت کی گود میں بلاتا ہے"۔ جب آپ کی اپنے رب سے محبت اس شدت پر پہنچی تو کچھ حیرت نہیں کہ محبت و شفقت ربی کو بھی آپ کی جدائی گوارا نہ رہی۔ حور و ملائک کو آپ کے استقبال کی تیاریوں کا حکم ہوا۔ اور جناب ربی سے صدا آئی کہ یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی و ادخلی جنتی ۔ کہ آ جا میرے عاشق میرے مطمئن بندے آ جا۔ میری محبت و شفقت کی آغوش تیرے لئے وا ہو گئی ہے۔ اور ان کی رخصت کے وہ آخری لمحے بھی خدا کے سچے بندوں کا دنیا سے قطع تعلق ہو کر خدا سے رشتہ جڑ جانے کا ایک عجیب زندہ نمونہ تھے۔ جب میں میرے بھائی نصیر احمد فاروقی۔ میری بھابی اور ان کی والدہ ان کے بستر مرگ کے چاروں طرف کھڑے تھے تو اس اولاد کے عاشق زار باپ کی نگاہیں اس کے چھوٹ جانے والے بچوں پر ایک بار بھی نہ پڑیں۔ بلکہ وہ روشن و چمکدار [illegible]

ڈوب جانے والے ستاروں کی طرح ٹمٹماتی ہوئی کھڑکی سے باہر نیلے آسمان پر جمی ہوئی تھیں چہرے پر سکون و اطمینان کی روشنی رقصاں رہی تھی۔ اور صاف نظر آ رہا تھا کہ ان روشن و ذہین آنکھوں کے سامنے سے جو زندگی میں بھی مجاز کے پردے چیر کر حقیقت کو دیکھ آتی تھیں اب اخفاء کے پردے اٹھ رہے ہیں۔ اور اصلیت اور اس کا حسن و جمال یوں ان کو مسحور کئے ہوئے ہے کہ اب اس سے نگاہ ہٹا کر اس مادی و کثیف دنیا پر نظر ڈالنا ان کو گوارا نہیں۔ اس اطمینان کرنے کو کہ ان کو ہم لوگوں کی موجودگی کی خبر ہے میری بھابی کی والدہ نے فرمایا کہ "نصیر احمد آفس چلے جائیں یا آپ کے پاس ٹھہریں"؟ تو نہایت سکون و بے نیازی سے فرمایا کہ "چلے جائیں"! یہ وہ محبوب بیٹا تھا جسے یوسف سمجھ کر باپ نے ہمیشہ یعقوب کی طرح دیوانہ وار چاہا۔ جس کی جدائی ہمیشہ سے ناگوار گزری۔ اور آج محبوب حقیقی سے ملنے کا وقت آیا تو اس کی رحمت و شفقت نے اپنے بندے کے دل کو دنیا سے بے نیاز کر کے اس کی کشش کو بھلا کر جانے والے کو ہر قسم کے غم و اذیت سے بچا دیا۔ ان کا وہ محبوب بیٹا۔ انکی بیٹی۔ انکی عزیز بہو۔ ان کی بہو کی طرح عزیز بھابی کی والدہ سب یونہی کھڑے رہے تھے جو یکایک ان کی آنکھوں میں ایک اور چمک پیدا ہوئی اور اس طرح سر پھرا کر دیکھا جس طرح کسی کی آمد پر کوئی متوجہ ہوتا ہے۔ ان کی اس نگاہ میں ایک حیرت تھی، استعجاب تھا اور ایک طمانیت تھی ایسے ہی چند ہچکیاں آئیں اور وہ حسین آنکھیں آہستہ یوں بند ہو گئیں جیسے ایک بچہ ماں کی پرسکون آغوش میں میٹھی نیند سو جاتا ہے۔ آہ یوں ہی صبر و سکون سے میرے ابا جان ایسی ابدی نیند سو گئے کہ آج سے

شمع بھی جلتی رہی ستے رہے پروانے بھی
اور وہ سوتے رہے کہتے رہے افسانہ ہم

میں بھی ادران کے بہت سے چاہنے والے بھی آنسو برساتی آنکھوں اور خون دل ٹپکاتی ہوئی قلم سے ان کے کامیاب افسانہ زندگی کے مختلف باب دنیا کے سامنے پیش کر رہے ہیں اوران کو خبر بھی نہیں۔ لیکن اس بے نیازی سے کیا ہوتا ہے۔ میرے دیو داروں اور توشوں کے گہرے اور ٹھنڈے سایوں کے قدردان ابا جان! آپ اب بیشک باغ ارم کے سبزہ زاروں طوبےٰ کے مقدس و خنک سائے میں ابدی آرام فرمایئے۔ اس دنیا میں جہاں آپ کی یادیں آپ کے بچوں اور دوستوں کے دل دکھتے رہیں گے آنکھیں آنسو برساتی رہیں گی۔ وہاں آپ کا کام آپ کو زندہ جاوید رکھے گا۔ آپ کی تصنیفات "انوار القرآن" اور "مجدد اعظم" ہمیشہ کلام پاک کے عاشقوں اور حق کے متلاشی دلوں کیلئے [illegible]

ایک کامیاب اجلاس

۷ر جون۔ بعد نماز عصر جامع احمدیہ

لائلپور میں احمدیہ جماعت کا ایک کامیاب اجلاس ہوا جناب مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع کا لیکچر ہوا مرزا صاحب نے مسلمانوں کی مختلف جماعتوں سے احمدی جماعت کا مقابلہ کرتے ہوئے اسکی عظمت کو پیش کیا اور اس کے کاروبار کی اہمیت کو ثابت کیا۔ نوجوانوں اور بزرگوں کو اس دینی کاروبار میں اپنے دنیوی کاروبار میں ہرج کر کے بھی شرکت کرنے پر زور دیا کہ اصل کاروبار دینی کاروبار ہی ہے۔ نوجوانوں کو آپس میں محبت اور اتفاق کی تلقین کی اور ان کے سامنے تبلیغی پروگرام رکھتے ہوئے بیان کیا کہ ۲۶ر مئی کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے "یوم وصال" کے جلسہ کی کامیابی نے ہماری ہمتوں کو ہمیشہ سے زیادہ بلند کر دیا ہے۔ ہم نے رات ساڑھے ۱۲ بجے تک لوگوں کو حضرت مرزا صاحب کے حالات سنائے اور احمدیت کو بڑے زور سے پیش کیا اور لوگوں نے ازبس شوق اور دلچسپی سے سنا۔ پس جو لوگ پبلک مقامات پر سب کے سامنے ہمارے پیغام کو سن سکتے ہیں تو کیا اگر ہم ان کے گھروں پر جا کر انہیں احمدیت کا پیغام دیں گے تو کیا وہ نہ سنیں گے؟ سنیں گے اور ضرور سنیں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ ہمارے دوست تمام شہر پر چھا جائیں اور ہر دو ہفتہ کے بعد اس کام کے لئے صرف دو گھنٹے وقف کئے جائیں، اور ہر ایک دوست کسی نہ کسی کو اپنے زیر تبلیغ لے لے اور اس پر لگاتار محنت کرے۔ خدا اس کی محنت کو ضائع نہ فرمائے گا۔ دوسری چیز یہ بیان کی کہ ہمارا پروگرام جب ہی کامیاب ہو سکتا ہے جبکہ ہم پہلے اپنے اندر انقلاب پیدا کریں۔ تقوےٰ اور طہارت کا ایک خاص نمونہ پیش کریں پس ہمارا یہ اندرونی انقلاب بیرونی دنیا کے انقلاب میں ممد و معاون ہوگا غرض ایک گھنٹہ مرزا صاحب نے پر از درد لیکچر دیا۔ اس کے بعد مرزا صاحب نے فیصلہ کیا کہ ہر اتوار عصر کی نماز کے بعد احباب جامع احمدیہ میں ایک اجلاس کیا کریں جس میں وہ تقریر کرنا سیکھیں۔ احمدیت اور اسلام کے موٹے موٹے مسائل کو سمجھیں اور زیر تبلیغ حضرات میں پیش کرنے کی مشق کریں۔ اور اپنی تبلیغی مساعی کی رپورٹ دیں اور اپنے تجربات سے دوسروں کو مطلع کریں۔ ہر اتوار کے اجلاس کے علاوہ جامع احمدیہ میں ہر روز صبح ۸ بجے سے ۹ بجے تک نوجوانوں کیلئے ایک کلاس ۷ر جون سے کھولی گئی ہے۔ جس میں مرزا صاحب اپنے نوجوانوں کو علم دین سکھاتے ہیں۔

تمام بزرگوں اور دوستوں سے درخواست ہے کہ وہ ہمارے دینی کاروبار میں ترقی کی دعا فرمائیں۔

نامہ نگار

کچھ والد مرحوم کے متعلق

از جناب ممتاز احمد صاحب فاروقی کلکتہ

العین تدمع والقلب یحزن وما نقول الا ما یرضی به ربنا وانا بفراقك یا ابت لمحزونون۔

یہ مندرجہ بالا الفاظ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیٹے ابراہیم کی وفات پر فرمائے تھے۔ صرف "یا ابراھیم" کی جگہ میں نے "یا ابت" لکھدیا ہے کہ یہی موزون حال ہے۔ کیا مبارک الفاظ ہیں۔ فطرت انسانی اور تعلق بشری کا تقاضہ ہے کہ کسی عزیز کے جدا ہونے پر آنکھوں سے آنسو بھی جاری ہوں۔ اور دل بھی غمگین ہو۔ اور اس کے فراق سے رنج و ملال بھی ہو۔ مگر زبان سے کلمۂ بے صبری اور ناشکری نکالنا زیبا نہیں جو مرضی مولیٰ ہے اس کے آگے سر تسلیم خم کرنا ہی ایک مومن کے شایان شان ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ اگر ایک جنازہ گذرے اور لوگ مرنے والے کی خوبیاں بیان کریں اور اس کے فوت ہونے پر اظہار ملال کریں تو وہ جنتی ہے۔ مجھے اپنے والد مرحوم کے فوت ہونے پر ان کی خوبیاں بیان کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہو رہی کہ میں دیکھتا ہوں کہ نہ صرف ہماری احمدیہ جماعت کے افراد ہی بلکہ غیر احمدی لوگ بھی ان کی خوبیوں اور نیکیوں کو بیان کر رہے ہیں اور ان کے انتقال پر محزون ہیں۔ میں اپنے ذاتی نقصان کو قومی نقصان کے آگے ہیچ سمجھتا ہوں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہم سب کو صبر عطا فرمائے اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

والد صاحب مرحوم کی عمر چھیاسٹھ سال سے کچھ اوپر تھی۔ ان کی زندگی کے حالات جن کا ہماری احمدی جماعت کے ساتھ تعلق ہے۔ اخبار پیغام صلح کے ذریعہ لوگوں کے پڑھنے میں آچکے ہیں۔ مگر چند ایک باتیں ایسی ہیں جن کا علم صرف خاص خاص لوگوں کو ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ حالات بھی ہماری جماعت کے لوگوں کے سامنے آجائیں تاکہ ازدیاد ایمان کا باعث ہوں۔

حضرت سید اسداللہ شاہ صاحب ہماری جماعت کے ایک محترم بزرگ۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کے پرانے صحابیوں میں سے ہیں۔ اور صاحب کشف والہام بھی ہیں۔ والد صاحب کے پرانے اور نہایت محبوب دوستوں میں سے ایک ہیں۔ پنڈی کیمپ میں جب والد صاحب مقیم تھے تو شاہ صاحب بھی وہاں ہی ملازم تھے۔ اور والد صاحب کے پاس ہی رہتے تھے وہ ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ ۱۹۰۵ء میں ایک دفعہ شاہ صاحب نے والد صاحب کو کہا کہ مجھے قرآن کریم پڑھاؤ چنانچہ انھوں نے کچھ دن پڑھایا۔ مگر شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے اس میں کوئی خاص بات نہ دیکھی اور کہا "یار تمہیں قرآن پڑھانا نہیں آتا"۔ مگر والد صاحب کے دل میں قرآن کریم کو پڑھنے اور سمجھنے اور اس کا درس دینے کی ایک دھن لگی ہوئی تھی اور وہ شاہ صاحب کو اور حضرت مسیح موعود کو بھی برابر دعاؤں کے لئے لکھتے رہتے تھے۔ اور خود بھی بارگاہ الٰہی میں اس علم کے حاصل کرنے کے متمنی تھے۔ بعد میں کچھ ماہ رخصت پر قادیان گئے اور حضرت مسیح موعود اور مولانا نورالدینؓ صاحب کی خدمت میں رہے اور فیضیاب ہوئے۔ جب واپس آئے۔ تو طبیعت میں ایک انقلاب پاتے تھے۔ ایک رؤیا میں دیکھا کہ جیسے ان کی دونوں آنکھوں پر ٹانکے لگے ہوئے ہیں اور کوئی شخص ان ٹانکوں کو توڑ رہا ہے اور آنکھوں کی بینائی بڑھتی اور تیز ہوتی جاتی ہے۔ انہی دنوں میں شاہ صاحب کو ان کے متعلق الہام ہوا۔ فکشفنا عنك غطاءك فبصرك الیوم حدید بعد میں معلوم ہوا کہ حضرت مسیح موعودؑ کو بھی اسی رات انہی الفاظ میں الہام ہوا تھا۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اس کے بعد گویا قرآن کریم کے حقائق و معارف کے خزانوں کے دروازے ڈاکٹر صاحب کے لئے کھول دیئے گئے۔ شاہ صاحب کے الفاظ میں "بس پڑ پاٹ گیا" (پنجابی) اور گویا چشمہ کا پانی اُبل اُبل کر بہہ نکلا۔ اور برابر تا دم مرگ بہتا رہا ذالك فضل الله یؤتیه من یشاء۔ والد صاحب جب میرے چھوٹے بھائی نصیر احمد کو قرآن کریم پڑھاتے تھے تو کہتے تھے کہ ضابطہ کی خانہ پوری سے یعنی قرآن کریم کو پڑھ لینے اور اس کے معانی اور تفسیر اور شرح کو یاد کر لینے سے قرآن کریم نہیں آتا۔ خدا تعالےٰ بڑا غیور ہے۔ جب تک انسان سچے دل کی اور تڑپ اور جستجوں کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں نہ جھکے اور اس کے فضل و کرم کا خواہاں نہ ہو۔ تو یہ علم کے دروازے نہیں کھلتے۔

اسی علم قرآن کو لوگوں تک پہنچانے اور سکھانے کے لئے انھوں نے علاوہ درس قرآن کے۔ انوار القرآن حصہ اوّل و دوم میں تیسویں اور ستائیسویں پاروں کی تفسیر بیان فرمائی۔ فرماتے تھے اب میری خواہش ہے ۲۸ ویں اور ۲۹ ویں پاروں کی تفسیر بھی ہو جائے تو بہتر ہے اسی کے متعلق سید اسداللہ شاہ صاحب کو دعا کے لئے لکھا تو آواز آئی "و ما تقدموا لانفسکم من خیر تجدوہ عند الله هو خیرا و اعظم اجرا۔ مگر منشائے الٰہی یہی تھا کہ یہ کام کسی اور کے ہاتھوں سرانجام پائے۔ ممکن ہے کہ نصیر احمد ہی بفضل خدا اس کام کو اپنے وقت پر پورا کریں۔

دوسری خواہش جو انھوں نے مجھ سے بیان فرمائی تھی وہ حج حرمین الشریفین تھا۔ اس کے لئے زادراہ بھی اکٹھی کر رکھی تھی۔ مگر جنگ کی وجہ سے یہ ان کی خواہش پوری نہ ہو سکی کہ خدا تعالےٰ نے انھیں اپنے پاس بلا لیا۔ میں اتنا کر سکتا ہوں کہ ان کی جگہ کسی مستحق غریب احمدی کو حج کروا دوں تاکہ اس کا ثواب ان کی روح کو پہنچ سکے۔ اور میں نے اس کا انتخاب بھی کر لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس ارادہ میں برکت ڈالے اور مجھے اسے پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

جہاں والد صاحب مرحوم نے خدمت قرآن کی ہے۔ وہاں حضرت مسیح موعود کی اصل پوزیشن اور تعلیم کو اپنے مختلف مضامین اور اپنی معرکۃ الآرا تصنیف "مجدد اعظم" کے ذریعے دنیا کے سامنے صاف کر دیا۔ جہاں ایک رؤیا میں حضرت مسیح موعودؑ نے ان کو فرمایا تھا کہ ہم نے آسمان پر تمہارا نام "محمد مجدد سند" لکھدیا ہے۔ وہاں ایک اور رویا میں جو کہ والد صاحب نے جماعت میں اختلاف کے بعد دیکھی تھی۔ اس میں حضرت مسیح موعود نے ان سے فرمایا تھا کہ قادیان میں میرے قتل کی سازش کی گئی ہے۔ ہم نے تمہیں اپنا پہرہ دار مقرر کیا ہے۔ اس پر والد صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کو جواب دیا کہ حضور میں ضرور پہرہ دوں گا۔ اور کیا خوب اپنا عہد نبھایا۔

باوجود ان سب باتوں کے مجھے اپنے ایک خاص ذاتی نقصان کا بہت احساس ہے۔ فرمایا کرتے تھے کہ شاید ہی کوئی تہجد کی نماز ایسی گذرتی ہو جس میں میں تمہارے لئے دعا نہیں کرتا۔ اب میں اس سے محروم ہو گیا۔ امید ہے میرے والد صاحب کے عزیز دوست اور جماعت کے بزرگ اصحاب اس کمی کو تھوڑا بہت پورا کر کے مجھے مشکور و ممنون فرمائیں گے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ مجھ پر اپنا فضل و کرم جاری رکھے۔ اور والد مرحوم و مغفور کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ یا رب العلمین۔

ہماری جماعت کے بزرگ اور پرانے احمدی اور حضرت مسیح موعودؑ کے پاک صحابی ایک ایک کر کے ہم سے رخصت ہو رہے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ ان کی جگہ لینے والا کوئی نظر نہیں آتا۔ ایک حد تک یہ بات صحیح ہے۔ مگر اسلام ایک زندہ مذہب ہے اور مسیح موعودؑ کی خدمات اسلامی اپنا رنگ ضرور لائیں گی۔ اور خدا نے چاہا تو اسی جماعت کے ذریعے پھر اسلام کا غلبہ دنیا میں ہوگا۔ اللہ تعالےٰ نیک باعمل عالم اور مبلغ بھی اس جماعت میں پیدا کرے گا اور ایسے اسباب بھی پیدا کرے گا جس سے اشاعت اسلام کما حقہ ہو سکے۔ مبارک ہیں وہ نوجوان جو اپنے آپ کو اس سعادت کے حصول کے لئے تیار کریں۔ اور بارگاہ الٰہی میں سرخرو ہو کر جائیں ؎

بعنت ایں اجر نصرت را دہندت اے اخی ورنہ
قضائے آسمانست ایں بہر حالت شود پیدا

ہمارے بزرگ ایک روشن مشعل ہمارے ہاتھ میں دے گئے۔ اب ہمارا کام ہے کہ اس کی روشنی سے دنیا کی تاریکی کو دور کریں اور ان پاک بزرگوں کی طرح جب بلاوا آئے تو یہ آیت ہم پر صادق آئے۔ یا ایتھا النفس المطمئنة ارجعی الی ربك راضیة مرضیة۔ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی۔

جناب ڈاکٹر شیخ فضل الرحمن صاحب کی ترقی

جناب ڈاکٹر شیخ فضل الرحمن صاحب گورنمنٹ سنی ٹوریم ڈاڈر کو خدا و ند کریم نے ترقی دی ہے اسکی خوشی میں ڈاکٹر صاحب ممدوح نے -/۲۰۰ روپیہ بطور عطیہ انجمن کو بھیجا ہے۔ ۱۰روپیہ عطیہ اشاعت اسلام میں اور -/۱۰۰ روپیہ مفت اشاعت کیلئے دعا ہے اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب موصوف کی اس ترقی کو آئندہ ترقیوں کا پیش خیمہ بنائے اور خدمت دین کی بیش از بیش توفیق عطا فرمائے آمین۔

درخواستہائے دعا

(ا) جماعت سامانہ کے ایک مخلص دوست مستری محمد سلیمان خانصاحب سنگاپور کی جنگ میں مفقود الخبر ہیں۔ شاید وہ جاپان کے قیدی ہیں۔ احباب خصوصیت سے انکی سلامتی کے لئے دعا فرمائیں۔

(ب) جناب غلام محمد صاحب ڈسٹرکٹ ناظر سرگودھا تحریر فرماتے ہیں کہ ان کے ایک عزیز ریاض حیدر صاحب عرصہ ½ ۱ ماہ سے بعارضہ گھمیر بایاں پاؤں بیمار ہیں ان کے لئے احباب سلسلہ درد دل سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ صحت کامل عطا فرمائے۔

سپاس تعزیت

میرے بہنوئی شیخ مبارک احمد صاحب سب پوسٹ ماسٹر اجنالہ کی وفات پر جن بزرگوں اور دوستوں نے مجھے تعزیت کے خطوط لکھے ہیں ان کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

ایس۔ محمد آصف۔
ایڈیٹر پیغام صلح

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ!

از جناب مولانا مصطفٰے خانصاحب

خوش خلقی اور بے تکلفی } ڈاکٹر صاحب نہایت خوش خلق ہنس مکھ اور بے تکلف بزرگ تھے احباب سے ہمیشہ خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے اور ہنس ہنس کر باتیں کرتے تھے۔ زبان میں کسی قدر لکنت تھی اس کی وجہ سے بعض وقت گفتگو میں آدھا لفظ بول کر پھر اسکو دہراتے تھے اور وہ دہرانا مجھے تو بھلا معلوم ہوتا تھا۔ تعجب یہ ہے کہ جب قرآن پڑھتے تو لکنت جاتی رہتی نہایت دردانگیز لہجہ میں قرآن تلاوت کرتے تھے۔ بے تکلفی کی یہ کیفیت تھی کہ وہ باتیں جو عام طور پر لوگ اپنے گھر کا راز سمجھتے ہیں اپنے احباب سے بے تکلف بیان کر دیتے تھے۔ جب مولوی محمد یعقوب خانصاحب کی شادی ڈاکٹر صاحب مرحوم کے گھر میں ہوئی تو آپ کے گھر کے لوگ لاہور ہی میں تھے اور میرے مکان سے ملحق مکان ہی میں رہتے تھے غالبًا یہ پہلی جنگ کا زمانہ تھا اور قحط بھی تھا، ایک دن دفتر میں بیٹھے مجھ سے باتیں کرنے لگے اور فرمانے لگے کہ سامان شادی میں میرے اندازہ سے زیادہ خرچ ہو گیا، آخر کسی دوست سے سو پکڑا کسی سے دوسو پکڑا اور یوں کام سرانجام ہوا۔ اسی طرح ایک دفعہ ہم سب احباب منتظمہ کونسل کے اجلاس میں بیٹھے تھے یا شاید جنرل کونسل کا اجلاس تھا۔ وہاں بعض احباب کی تجویز ہوئی کہ دوست کچھ حصے ڈال کر یہ زمینیں خریدیں اور یہ سب کام انجمن کی نگرانی میں ہو۔ ڈاکٹر صاحب بھی ان دنوں اچھی تنخواہ لیتے تھے احباب کی نظریں ان کی طرف بھی اٹھیں اور ماسٹر فقیر اللہ صاحب نے تو نہایت اصرار کیا۔ اس کے جواب میں ڈاکٹر صاحب نے ایک عجب انداز سے بے تکلفانہ فرمایا "ہائے میرے اللہ میرے پاس روپیہ کہاں" ان دنوں ان کے دونوں صاحبزادے پڑھتے تھے، اسلئے ان کی تعلیم پر روپیہ خرچ ہو رہا تھا۔

پنشن لیکر لاہور آئے تو مکان بنانے کی صلاح ہوئی، پہلے تو کہتے رہے کہ اب رہتے بنتے مجھے کیا ضرورت ہے۔ پھر حضرت امیر نے ڈلہوزی میں زمین لیکر کوٹھی بنوانے کا ارادہ کیا تو غالبًا انھوں نے کہا ہوگا کہ آپ بھی گرمیاں کاٹنے کے لئے چھوٹا سا مکان بنوالیں تو کچھ تیار ہو گئے اور پنشن کوٹ کرانے کی درخواست دے دی۔ اس کے متعلق ایک دن مسجد میں بیٹھے گفتگو کرنے لگے اور فرمایا کہ سنو صاحب اگر ہماری پنشن کوٹ ہو گئی تو خیر انتظام ہو گیا لیکن اگر خدانخواستہ نہ ہوئی تو پھر مکان کس طرح بنے گا، ہمارے پاس روپیہ تو ہے نہیں اور ساتھ ہی اس کی وجہ بیان فرمائی کہ ساری عمر کمایا مگر روپیہ جمع کرنے کا کبھی خیال نہیں آیا، کنبہ بھی زیادہ تھا، اسپر نہایت فراغت سے زندگی بسر کی ہے اگر گھر والوں نے کہا دو نوکروں کی ضرورت ہے تو ہم نے کہا دو نوکر ہی رکھ لو۔

کنبہ پروری } اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے، کہ ڈاکٹر صاحب بہت کنبہ پرور تھے۔ اپنے غریب رشتہ داروں کی بہت مدد اور پرورش کرتے تھے، ان کے گھر کے لوگ لاہور میں رہتے تھے تو تنخواہ کچھ زیادہ نہ تھی لیکن پھر بھی ایک نیلا، دبلا بڈھا سا آدمی ان کے ہاں رہتا تھا جس کے کفیل ڈاکٹر صاحب ہی تھے۔ کہتے تھے کہ یہ کہیں دور کے رشتہ میں ڈاکٹر صاحب کا ماموں ہوتا ہے، ڈاکٹر صاحب اس کی بہت عزت کرتے تھے، اس کے علاوہ مجھے ذاتی طور پر معلوم ہے کہ دوسرے رشتہ داروں کی بہت امداد فرماتے تھے ایک لڑکی کی شادی جو ڈاکٹر صاحب کی دور کی رشتہ دار ہے ہمارے خاندان کے ایک گھرانے میں ہوئی جب شادی ہوئی تو ان کی حالت اچھی تھی مگر پھر انقلاب زمانہ سے بگڑ گئی اور وہ بہت پریشان ہوئے ڈاکٹر صاحب نے اس بچی سے ہمیشہ نیک سلوک کیا اور ہر وقت اس کی دستگیری کے لئے تیار رہے۔

انفاق فی سبیل اللہ } اس کے علاوہ انجمن کے چندوں اور تحریکوں میں نہایت فراخدلی اور باقاعدگی سے حصہ لیتے تھے۔ تنخواہ آتی تو فورًا انجمن کا چندہ منی آرڈر کے ذریعہ بھیج دیتے تھے، ہر جلسہ میں تکلیف اٹھا کر اور خرچ کر کے شریک ہوتے تھے۔ اور اگر کسی وقت شریک ہونے سے معذور ہوتے تو دلی رنج محسوس کرتے اور فرماتے کہ میری شامت اعمال ہے کہ میں ایک امر جامع سے محروم رہا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو اسلام اور قرآن کی تعلیم پر علٰی وجہ البصیرت ایمان تھا۔

راسخ العقیدگی } ڈاکٹر صاحب نہایت راسخ العقیدہ مسلمان تھے، خدا نے دماغ اچھا عطا کیا تھا مسائل کو خوب سمجھتے تھے اور نہایت اچھی طرح بیان بھی کرتے تھے، اگر کوئی نیک نیتی سے سوال کرتا تو اسکو نہایت اچھی طرح وضاحت سے سمجھاتے تھے۔ لیکن اگر معترض کوئی شوخی یا تمسخر کرتا تو فورًا غیرت ایمانی جوش میں آجاتی تھی اور برہم ہو جاتے تھے۔ اگر کوئی بات اسلامی تعلیم کے خلاف سنتے تو ان کو اس غلطی کا پہلے ہی سے یقین ہوتا اور ایک منٹ کے لئے یہ وہم نہ گذرتا کہ شاید اعتراض درست ہو، غرض ان کا ایمان نہایت پختہ تھا، اور اسلام پر دل و جان سے فدا تھے،

عقاید باطلہ کے سخت خلاف تھے } قادیان کے جدید عقاید سے سخت نفرت رکھتے تھے اور ان کے خلاف ان کا قلم بہت تیزی سے چلتا تھا احباب قادیان بھی اس کو محسوس کرتے تھے، ایک مرتبہ میں گوجرانوالہ کسی اپنے کام گیا، وہاں سنا کہ میر محمد اسمٰعیل خلف میر ناصر نواب صاحب یہاں سول سرجن ہیں۔ میر ناصر نواب صاحب کا انتقال ان ہی دنوں ہوا تھا، میں محض اخلاقًا میر محمد اسمٰعیل صاحب کے پاس تعزیت کے لئے چلا گیا اور اس کی خاص وجہ یہ تھی کہ میر ناصر نواب صاحب مرحوم والد مرحوم کے بڑے دوست تھے۔ بلکہ جب میر صاحب پٹیالہ میں تھے تو والد مرحوم اور شیخ عباداللہ صاحب مرحوم و مغفور کے سامنے ان کو چڑانے کے لئے حضرت اقدس کی شان میں گستاخی کر دیا کرتے تھے۔ چنانچہ میر ناصر نواب صاحب نے توبہ نامہ لکھا تو سب سے پہلے والد مرحوم ہی کو دکھایا اور انھوں نے وہیں شیخ عباداللہ صاحب کی بیٹھک میں ہی بیٹھے اس توبہ نامہ پر تین یا چار شعر لکھ دیئے جو اس کے ساتھ شائع ہو گئے، یہ توبہ نامہ اور اشعار آئینہ کمالات اسلام میں موجود ہیں۔ غرض میں تو ان دیرینہ مراسم اور تعلقات کے لحاظ سے محض تعزیت کے لئے گیا۔ مگر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے بجائے اس کے کہ میرا شکریہ ادا کرتے جوش تبلیغ میں اپنی جماعت کی ترقی کی ڈینگیں مارنی شروع کر دیں، اور ساتھ ہی حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے مضامین کا ذکر نہایت برے الفاظ میں کیا اور خود ڈاکٹر صاحب کے خلاف بھی سخت الفاظ استعمال کئے، پہلے تو میں خاموش رہا لیکن آخر مجھ سے نہ رہا گیا اور میں نے کہا کہ میر صاحب آپ دلی کے ہیں۔ ابھی تک دلی کا چڑچڑا پن آپ سے نہیں گیا، اس پر میر صاحب ایسے خاموش ہوئے کہ پھر نہ بولے، ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ ڈاکٹر صاحب کو قادیان کے غلط عقاید سے سخت نفرت تھی۔ ایک دفعہ مجھ سے فرماتے تھے کہ مجھے سخت رنج ہے کہ قادیان کے موجودہ نظام نے حضرت اقدس کے مشن کا ستیاناس کر دیا ہے۔

ڈاکٹر صاحب کی سیرت کے چند جواہر پارے میں نے احباب کے سامنے رکھ دیئے ہیں خدا کرے کہ ہمیں ڈاکٹر صاحب مرحوم کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عنایت ہو کہ بزرگوں کے سوانح حیات سے یہی فائدہ حاصل کریں۔

افسوس ہے کہ ہم میں سے ایک ایسی یگانہ شخصیت اٹھ گئی جس کی جگہ پر ہونی

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالٰی کی طبیعت ابھی علیل ہے۔ حضرت ممدوح نے پیغام صلح کے "بشارت احمد نمبر" کے لئے مضمون حالت علالت میں ہی تحریر فرمایا ہے احباب سلسلہ حضور قلب سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالٰی حضرت ممدوح کو صحت کامل عطا فرماوے۔ آمین۔

ولادت باسعادت } (ا) یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں مسرت سے سنی جائے گی کہ اللہ تعالٰی نے اخویم مکرم سید اختر حسین شاہ صاحب گیلانی کو ۳ر جون ۱۹۴۳ء مطابق ۲۹ر جمادی الاول ۱۳۶۲ھ بروز پنجشنبہ دہلی میں ایک فرزند عطا فرمایا ہے۔ ۱۰ جون کو بچے کا عقیقہ اور ختنہ عمل میں آیا۔ بچے کا نام "سُہَیل رُشْدِی" پسند کیا گیا ہے دعا ہے اللہ تعالٰے بچہ کو نیک اور صالح بنائے صحت اور لمبی عمر عطا کرے آمین۔ اس خوشی میں سید صاحب موصوف نے انجمن کو مبلغ پانچ روپیہ بطور عطیہ عطا فرمائے ہیں۔

(ب) ہماری جماعت کے محترم دوست جناب سید فرمان علی شاہ صاحب بخاری سب انسپکٹر ریلوے پولیس جہلم تحریر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالٰے نے انہیں ۱۹ر مئی ۱۹۴۳ء مطابق ۱۴ر جمادی الاول ۱۳۶۲ھ بروز چہارشنبہ ایک لڑکی عطا فرمائی ہے جس کا نام "تسنیم اختر" رکھا گیا ہے۔ بچی کے والد سید قربان حسین شاہ صاحب گیلانی نے اس خوشی میں پانچ روپے بغرض اشاعت اسلام انجمن کیلئے عنایت فرمائے ہیں۔ بچی کی عمر اور صحت کیلئے دعا فرمائی جاوے نیز دعا فرمائی جاوے کہ اللہ تعالٰی بچی کو دین اسلام کی سچی خادمہ بنائے"۔

—— جناب محمد صادق خاں صاحب مرشد آباد سے لکھتے ہیں کہ مبلغ دس روپے برائے اشاعت اسلام ارسال ہیں چونکہ میں ایسی جگہ ہوں جہاں حضرت مسیح موعودؑ کے یوم وصال پر کچھ نہیں ہو سکتا۔ اس لئے میں نے اس یادگار میں شمولیت کا یہی ذریعہ سمجھا ہے۔ امید ہے مقبول ہوگا میری جانب سے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالٰی اور دیگر بزرگان سلسلہ کی خدمت میں السلام علیکم اور درخواست دعا۔

—— جناب چوہدری فضل داد صاحب انسپکٹر کوآپریٹو سوسائٹیز تحریر فرماتے ہیں کہ انکی تبدیلی منڈی بہاؤالدین ضلع گجرات سے کوہ مری ضلع راولپنڈی ہو گئی ہے۔

—— مولوی حافظ عبدالرشید صاحب صوبہ سندھ میں تبلیغ کا کام پوری جانفشانی سے کر رہے ہیں انکی کوشش اور تبلیغ سے گوٹ فتح محمد نامی قصبہ میں ایک مارواڑی خاندان مشرف باسلام ہوا ہے۔ اللہ تعالٰے اس خاندان کو استقامت بخشے اور خادم دین بنائے۔

—— اے۔ ایل۔ منیار اسکوائر شلونہ پیٹھ شولاپور نے ۱۱/- روپے بطور عطیہ اشاعت اسلام اپنی صاحبزادیوں کی شادی کی خوشی میں انجمن کو ارسال فرمائے ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالٰے ان رشتوں کو فریقین کے لئے مبارک کرے۔

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم و مغفور کی مبارک زندگی کے متعلق میرے چند تجربات و مشاہدات

(از محمد انعام الحق)

انسان کس قدر عاجز و درماندہ ہے جن محبوب و بافیض ہستیوں کی جدائی کا تصوّر بھی ہمیں گوارا نہیں ہوتا ان کی دائمی مفارقت کا صدمہ مجبوراً برداشت کرنا پڑتا ہے۔ وہ وجود جو ہمارے لئے بیش بہا خزانوں سے بھی زیادہ قیمتی ہوتے ہیں بے رحم موت کا وار چل جانے کے بعد ہم انہیں تو د اپنے ہاتھوں سپرد خاک کر دیتے ہیں ——— انسانی عجز و درماندگی کا اسی قسم کا ایک انتہائی رنجدہ، دردناک تجربہ، ہمیں حال ہی میں حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب قبلہ کی وفات حسرت آیات کی صورت میں ہو چکا ہے۔ اس زخم تازہ نے بہت سے دلوں کو گھائل کیا ہے۔ اس حادثۂ عظیم پر سینکڑوں آنکھیں اشکبار ہیں۔ خدا جانے یہ کیفیت کب تک رہے گی کیونکہ ہم نے اتنی بڑی متاع کھوئی ہے جس کی قدر و قیمت وقت کے ساتھ ساتھ زیادہ محسوس و نمایاں ہوتی جائے گی، انا للہ و انا الیہ راجعون۔

جس بزرگ کے مؤثر دلائل، ایمان افروز مضامین "پیغام صلح" کے خاص نمبروں کی جان ہوا کرتے تھے، آج اسی کی یاد میں یہ ماتمی نمبر شائع ہو رہا ہے ——— جس مرد مجاہد نے ربع صدی سے زائد عرصہ تک اپنے سحر آفرین، دلنشین و پر اخلاص تقریر و تحریر اور پاکیزہ بے ریا نمونہ عمل سے قوم کو پیغام حیات دیا اس کے سوگ میں یہ صف ماتم بچھائی گئی ہے کاش یہ وقت نہ آتا۔

حضرت ڈاکٹر صاحب بیشک وفات پا گئے لیکن ان کا نام اور کام زندہ ہے اور زندہ رہے گا۔ اگر حضرت مجدد اعظم علیہ السلام کا نام اور کام غیر فانی ہیں تو انشاء اللہ مصنف "مجدد اعظم" کی ذات و خدمات بھی ناقابل فراموش رہیں گی۔ رونا تو یہ ہے کہ ہم اس برکت و نور اور اس علم و رہنمائی سے محروم ہو گئے جو ہمیں اس بافیض ہستی سے حاصل ہوتی تھی، اس نقصان عظیم کی کسی قدر تلافی اس طرح ممکن ہے کہ ہم حضرت مرحوم کی یاد کے ساتھ ان کی حیات کو بھی اپنے دلوں اور دماغوں میں محفوظ رکھیں اور ان کے عمل و کردار کو اپنے لئے مشعل راہ بنائیں۔

حضرت ڈاکٹر صاحب نے اپنی بلند پایہ تصانیف و مضامین اور اپنے بصیرت افروز درسوں کی شکل میں قوم کو بہت کچھ دیا اور اس کے لئے بہت کچھ چھوڑا ہے لیکن اس کے علاوہ بہت سے افراد قوم نے فرداً فرداً حضرت مرحوم سے ——— اپنے اپنے مراسم و تعلقات کی نوعیت کے موافق میل ملاقات، خط و کتابت اور تجربات و مشاہدات کے ذریعہ بہت کچھ سیکھا اور حاصل کیا ہے اس کا غالب حصہ ایسا ہے جو سب کے لئے مفید ہو سکتا ہے۔ لہٰذا اسے محفوظ و شائع کرنے کی ضرورت ہے۔ حضرت ڈاکٹر صاحب سے تعلق رکھنے والوں میں اہل قلم اصحاب کی تعداد معقول ہے اگر کم از کم وہی اس طرف توجہ کریں تو بصیرت افروز واقعات و معلومات کا ایک دلچسپ اور ہدایت بخش ذخیرہ جمع ہو سکتا ہے۔

حضرت مرحوم ماشاء اللہ ایک بہت بڑے خاندان کے رکن اکبر، کثیر العیال، کثیر الاحباب بزرگ تھے۔ عام عقیدتمندوں کے علاوہ ان سے خاص ذاتی تعلق و مراسم کی ذرہ نوازی اور بزرگانہ شفقت کے صدقہ خاکسار اپنا شمار بھی ان میں کر سکتا ہے اخلاق و وضعداری میں حضرت ڈاکٹر صاحب کا مقام بہت بلند تھا۔ ان کی زندگی میں ایسی قدسی صفت ہستیوں کی جھلک نمایاں تھی جن کے وابستگان میں سے ہر ایک کو یہ خیال ہوتا ہے کہ مجھ پر ہی سب سے زیادہ نظر کرم ہے۔ لیکن بایں یہ حقیقت ہے کہ خاکسار کو قریباً پندرہ سال تک مختلف حیثیتوں اور تعلقوں کی وجہ سے حضرت مرحوم سے شرف نیازمندی و وابستگی رہا ہے۔ اس طویل عرصہ میں آپ کی زندگی کو مطالعہ کرنے کے کئی ایسے مواقع ملے۔ جو قریبی عزیزوں اور ہم سن و قدیم احباب کے سوا دوسروں کو کم ملے ہوں گے۔

پہلی ملاقات میں شروع مارچ ۲۸ء میں بحیثیت اسسٹنٹ ایڈیٹر عملہ "پیغام صلح" میں شریک ہوا۔ چودھری سردار خاں صاحب اس زمانہ میں اخبار کے ایڈیٹر تھے۔ اس سے قبل حضرت مرحوم کے صرف چند مضامین "تہذیب نسواں" اور "پیغام صلح" میں پڑھے تھے اس سے زیادہ تعارف نہ تھا۔ انہی ایام میں "پیغام صلح" ہفتہ وار سے سہ روزہ ہوا تھا۔ ڈاکٹر صاحب کے مضامین بکثرت آنے لگے، پاکیزہ خط، دلنشین طرز انشاء، شگفتہ زبان، معقول طرز استدلال جو نہ صرف مسکت بلکہ اطمینان بخش بھی ہوتا مضبوط گرفت وزنی دلائل، بصیرت افروز معلومات ——— ہر ایک مضمون کے ساتھ ایک خط آتا جس میں صحت کتابت کی تاکید ہوتی تھی۔ میں ان مضامین کو بغور پڑھتا، مزے لیتا اور ان سے بہت کچھ سیکھتا۔ اسی طرح دو تین مہینے گزر گئے۔

ایک روز میں دفتر میں بیٹھا کام کر رہا تھا کہ ایڈیٹر صاحب نے کوئی مانوس آواز سن کر کھڑکی سے جھانکا اور مجھے اپنے پاس بلا کر کہنے لگے وہ دیکھو ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کھڑے ہیں ——— ذرا اوٹ میں تھے۔ میں اچھی طرح دیکھ نہ سکا۔ اس کے چند منٹ بعد مرحوم خود اوپر دفتر میں تشریف لائے۔ پہلی مرتبہ زیارت کی سعادت حاصل ہوئی ——— دوسرا جسم، نورانی چہرہ ڈاڑھی میں مہندی کا خضاب کیا ہوا۔ سادہ پاکیزہ لباس، شگفتہ گفتگو، تکلف و تصنع سے بالکل مبرا۔ ایڈیٹر صاحب نے تعارف کرایا۔ تھوڑی دیر بیٹھے۔ زیادہ تر اخبار اور اس کے مضامین کے متعلق گفتگو رہی بہت سے مفید مشورے دئے۔ یہ تھی پہلی ملاقات اسی وقت اس عظیم شخصیت نے مجھے اپنا گرویدہ بنا لیا ——— یہ پنشن لینے سے قبل کا ذکر ہے۔

ترقی راہ و رسم اس کے بعد حضرت مرحوم جب کبھی لاہور تشریف لاتے بالعموم ملاقات ہوتی لیکن چند منٹ۔ خط و کتابت مسلسل رہتی لیکن صرف مضامین اور اخباری معاملات کی حد تک۔ کچھ عرصہ اور اسی طرح گزر گیا۔ مرحوم کا رسالہ "ولادت مسیح" شائع ہوا۔ اس کے بہت جلد بعد حضرت مرحوم کی پنشن ہوئی آپ لاہور تشریف لے آئے۔ پیغام صلح سے دلچسپی و تعلق تو شروع ہی سے تھا آتے ہی اس کی نگرانی آپ کے سپرد ہوئی۔ اس زمانہ میں نسبتاً پہلے سے زیادہ سابقہ پڑا اور استفادہ کا موقع ملا

نومبر ۱۹۳۲ء میں حضرت مرحوم صیغہ "پیغام صلح" کے باقاعدہ افسر مقرر ہوئے اور خاکسار ایڈیٹر۔ میں ناتجربہ کار و نو آموز تھا۔ حضرت مرحوم نے مجھے حوصلہ اور تسلی دی۔ میری دستگیری فرمائی اور ایک شفیق بزرگ کی طرح اپنی سرپرستی میں لے لیا اور پھر زندگی بھر مجھے اس سے محروم نہ کیا۔ اسی زمانہ سے مجھے حضرت مرحوم کو بہت قریب سے دیکھنے کا موقعہ ملتا رہا ہے۔ میں نے انہیں بہت ہی متقی، متوکل، بلند اخلاق، صحیح معنوں میں دیندار مسلمان اور ایک رحمدل ہمدرد، وضعدار، حق گو، اور مسکین نواز بزرگ پایا ——— وہ بہت ہی عالی پایہ اور غیر معمولی انسان تھے ان کی بزرگانہ نوازشیں اور شفقتیں روز بروز مجھ پر زیادہ ہوتی گئیں، یہ حسن سلوک میرے دل میں مرحوم کی عزت بڑھاتا رہا۔ اسی شرف و تعلق کی بنا پر اپنے تجربات و مشاہدات کی روشنی میں آپ کی زندگی کے متعلق چند باتیں مختصر الفاظ میں عرض کرتا ہوں۔

صحیح معنوں میں موحد و متوکل انسان اپنی اپنی نظر اور اپنا اپنا ذوق ہے۔ میرے نزدیک حضرت مرحوم کی بیشمار خوبیوں میں سب سے زیادہ نمایاں خوبی یہ ہے کہ وہ حقیقی معنوں میں موحد اور صرف اللہ تعالےٰ کی ذات پر بھروسہ کرنیوالے انسان تھے۔ اس لحاظ سے ان کا مقام بہت بلند تھا۔ شرک سے انہیں شدید طبعی و ازلی نفرت تھی خواہ وہ کتنی ہی غیر معمولی اور غیر محسوس شکل میں کیوں نہ ہو، ہر حالت میں ان کا بھروسہ صرف اللہ تعالےٰ پر ہوتا تھا۔ دوسروں کو بھی ہمیشہ اس کی تلقین فرمایا کرتے تھے، شدید علالتیں اور پریشانیاں جو کہ انسان کے لئے امتحان ہوتی ہیں ان میں بھی حضرت مرحوم کا یہ وصف کمزور ہونے کی بجائے زیادہ روشن ہو جاتا تھا۔

وسعت قلبی حضرت مرحوم ایک بہت ہی وسیع قلب کے مالک تھے، ان کے دل میں عزیزوں، دوستوں اور ہم مسلکوں کے علاوہ دشمنوں، مخالفوں اور غیروں کے لئے بھی جگہ اور انکی بہتری و بھلائی کی خواہش تھی وہ شدید غیرت دینی اور ولولۂ تبلیغ حق رکھنے کے ساتھ ساتھ ایک بلند مقام انسان کی طرح، رشتۂ انسانیت کو بہت اہمیت دیتے تھے اور اسکا بے حد پاس کرتے تھے۔ ہر ایک تکلیف زدہ اور دردمند انسان کو دیکھ کر خواہ وہ کوئی ہو ان کا دل تڑپ اٹھتا تھا وہ ایک جسمانی و روحانی طبیب حاذق تھے انھوں نے مخلوق خدا کی چارہ سازی میں کبھی بھی اپنے اور بیگانے، دوست و دشمن، مسلم و غیر مسلم، احمدی اور غیر از جماعت کی تفریق روا نہ رکھی، طبیب کو دوائے تلخ بھی دینی پڑتی ہے۔ نشتر سے بھی حسب ضرورت کام لینا پڑتا ہے۔ یہ سب کچھ تھا لیکن انتہائی جذبۂ ہمدردی و خیرخواہی کے ساتھ۔

عشق قرآن کریم و رسول صلعم حضرت مرحوم قرآن کریم ... کے عاشق تھے۔ ان کے اس عشق کا حال کسے معلوم نہیں انھوں نے قرآن کو اس طرح پڑھا اور سمجھا جس طرح پڑھنے اور سمجھنے کا حق ہے۔ اس پر عمل کیا۔ بیشمار انسانوں کو قرآن پڑھایا اور سمجھایا اور اس پر عمل کی کامیاب ترغیب دی۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کو غیر معمولی فہم قرآن عطا فرمایا تھا۔ آپ کا درس قرآن بہت ہی ایمان افروز و بے مثل ہوتا تھا۔ آپ کی تفسیر "انوار القرآن" بھی آپ کے عشق قرآن کا عظیم الشان کارنامہ ہے۔ حضرت مرحوم جس زمانہ میں انوار القرآن لکھ رہے تھے۔ مجھے حاضری کا اکثر موقعہ ملتا رہا۔ اس کی طباعت وغیرہ کے اہتمام میں بھی شرکت کی سعادت نصیب ہوئی جس ولولہ و شوق اور جس عاشقانہ سرگرمی کے ساتھ حضرت مرحوم نے اس کام کو انجام دیا وہ دیکھنے ہی سے تعلق رکھتی تھی

عشق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مسیح موعودؑ کے ہر ایک خادم کا ایک لازمی وصف تھا۔ اس لحاظ سے بھی مرحوم کا پایہ بہت بلند تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ کا نعتیہ کلام بہت ذوق و شوق اور عقیدت کے ساتھ پڑھا سنا اور سنایا کرتے تھے۔

غیرت دینی غیرت دینی میں بھی مرحوم کا درجہ بہت اعلیٰ تھا جہاں دین کی عزت و وقار کا سوال درمیان ہو وہاں وہ مصلحت و مصالحت کے قائل نہ تھے۔ ایسے موقعہ پر وہ کسی بات کی پروا نہ کیا کرتے تھے، غیرت دینی کیوجہ سے انھوں نے بار ہا بڑی بڑی تکلیفیں اٹھائیں، باطل پرست دشمنوں کی دشمنیاں مول لیں۔ اپنی ملازمت کو خطرے میں ڈالا

اسلام و احمدیت کی تبلیغ کا ولولہ جہاں گئے اسلام احمدیت کی تبلیغ کا فرض انجام دیا۔ کسی حالت اور کسی جگہ بھی اس سے غافل نہ رہے اس راہ میں ہر قسم کی تکالیف برداشت کیں، بڑے بڑے ایثار کئے اپنی زندگی میں انھوں نے بہت سی مقامات پر نئی جماعتیں قائم کردیں، بہت سی سست جماعتوں کو ہوشیار و با عمل بنا دیا۔ اسلام اور احمدیت کی صداقت کو نمایاں کرنے اور مخالفین کے اعتراضات کے جواب میں بے شمار مضامین لکھے۔

عشق مجدد اعظم علیہ السلام حضرت مسیح موعودؑ کی ذات اقدس سے آپ کو غیر معمولی عشق تھا، اسی عشق نے آپ سے "مجدد اعظم" جیسی بلند پایہ کتاب لکھوائی۔ آپ کی یہ عظیم الشان خدمت انشاءاللہ رہتی دنیا تک زندہ رہے گی، حضرت مسیح موعودؑ کی حیات مبارک کے حالات اور آپ کی پاک صحبتوں کی کیفیت نہایت والہانہ انداز میں بیان فرمایا کرتے تھے۔

جماعت و افراد جماعت سے محبت جماعت آپ کو اپنے خاندان کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ عزیز تھی۔ اس کی توسیع و استحکام اور تنظیم و تربیت کے لئے عمر بھر کوشاں رہے بڑھاپے اور علالت کے ایام میں بھی جماعتوں کی تنظیم کے لئے دورے کئے۔ افراد جماعت سے آپ عزیزوں جیسا سلوک کیا کرتے تھے۔ جن دوستوں کو قبول احمدیت کے بعد ناموافق حالات کے تحت اپنے خاندانوں سے علیحدہ اور اپنے عزیزوں اور بزرگوں کی رفاقت سے محروم ہونا پڑتا تھا ان کے لئے حضرت مرحوم ایک ہمدرد و شفیق بزرگ اور سچے معنوں میں سرپرست بن جاتے اور حتی الامکان انہیں خاندان سے جدائی کا احساس نہ ہونے دیتے اس کا مجھے خود ذاتی تجربہ ہے۔

افراط تفریط سے بیزاری حضرت مرحوم امر المستقیم کے شیدا تھے۔ خود اسی پر گامزن رہے۔ دوسروں کو بھی اسی راہ پر چلتا دیکھنا چاہتے تھے افراط تفریط سے وہ بیزار رہتے تھے۔ اسی وجہ سے وہ محمودی غلو کے شدید مخالف تھے۔

ایثار مرحوم ایثار کے پیکر تھے۔ دین و سلسلہ کے لئے انھوں نے بڑی بڑی اور اپنی حیثیت و طاقت سے بڑھکر قربانیاں کیں، ان کی آمدنی کی کوئی پائی ایسی نہ تھی جس میں دین و جماعت کا حصہ نہ ہو۔ اس کے علاوہ مرحوم نے عزیزوں دوستوں یتیموں، بیواؤں، محتاجوں کے لئے بھی بڑے ایثار کئے۔ نہایت مخیر و فیاض انسان تھے، خاموشی کے ساتھ خیرات و امداد ان کا شعار تھا۔ اپنی اولاد اور افراد خاندان کو بھی وہ ایثار کے بلند مقام پر دیکھنا چاہتے تھے،

انصاف پسندی حق گوئی انصاف پسندی حق گوئی بھی مرحوم کا ایک قابل ذکر وصف تھا اس بارہ میں وہ کسی کا پاس لحاظ نہ کرتے تھے جس کی طرف حق دیکھتے اسی کی حمایت فرماتے مظلوم کی امداد و دستگیری کرتے، زیادتی کرنے والے کے مقابلہ پر بہادرانہ ڈٹ جاتے خواہ وہ قریب ترین رشتہ دار اور عزیز ترین دوست ہی کیوں نہ ہو ــــــ اس وقت اس مرد مجاہد کی جرأت ایمانی دیکھنے کے قابل ہوتی تھی۔ وہ خدا کی رضا کے مقابلہ پر کسی کی ناراضگی کو خاطر میں نہ لاتے تھے ایک غریب مظلوم کی حمایت میں وہ بڑے بڑوں کو ڈانٹ دیا کرتے تھے، ان سے ناراض ہو جایا کرتے تھے۔

مہمان نوازی مرحوم نہایت متواضع و مہمان نواز تھے۔ آپ کا دستر خوان وسیع تھا۔ دوسروں کو کھلا پلا کر خوش ہوتے تھے۔

وضعداری وضعداری ہماری تہذیب قدیم کا ایک جوہر اعلیٰ ہے، افسوس آیندہ نسل جدید عالامت کے زیر اثر اس کے مفہوم ہی سے نا آشنا ہوتی جارہی ہے۔ حضرت مرحوم بہت وضعدار بزرگ تھے اور وضعداری کے شیدا۔ جس سے ایک مرتبہ تعلقات قائم ہو گئے آخر تک نبھا دیئے۔ جس کا ایک بار ہاتھ پکڑ لیا ہمیشہ اس کے دستگیر بنے رہے۔ پرانے بزرگوں کی وضعداریوں کے واقعات سن اور سنا کر بہت خوش ہوتے تھے۔

نفع رسانی ان کی ذات نفع رساں تھی اپنے عزیزوں، دوستوں ماتحتوں، شاگردوں، ملازموں، ہمسایوں کو ہر ممکن ذریعہ سے فائدہ پہنچانے کی کوشش کرتے۔ ہر حالت میں دوسروں کی بھلائی چاہتے تھے۔ بہت سے ڈوبتوں کو انھوں نے بچایا۔ بہت سے نکموں کو انھوں نے کار آمد بنایا، بہت سے خاک آلودہ خاک نشینوں کو اٹھایا اور چمکایا۔ بہت سے بے پروں اور شکستہ پروں میں پرواز کی قوت و جرأت پیدا کی۔

شوق حصول علم اور وسعت مطالعہ حضرت مرحوم صحیح معنوں میں ایک بلند پایہ عالم تھے آپ کا مطالعہ نہایت وسیع تھا۔ اس کے باوجود وہ نئی نئی کتابیں مطالعہ کیا کرتے تھے اور اپنی معلومات بڑھاتے رہتے عالم ہونے کے باوجود ان کی زندگی طالب علمانہ تھی۔

مغربی تہذیب سے نفرت حضرت ڈاکٹر صاحب ایک روشن خیال بزرگ تھے۔ لیکن ان کی روشن خیالی نہایت صالح و متوازن اور احکام قرآنی کی پابند تھی مغرب کی دجالی تہذیب سے انہیں شدید نفرت تھی۔ یورپ کی مادہ پرستی، الحاد پسندی، عریانی، بے پردگی اور مردوں اور عورتوں کے مخلوط اجتماعات کو وہ بہت خطرناک سمجھتے تھے اور انہیں ایمان سوز و اخلاق شکن حرکتیں قرار دیا کرتے تھے۔ لیکن مغرب زدہ نوجوانوں کو راہ راست پر لانے کے لئے ان کا طریق سعی مجاہدانہ سے زیادہ حکیمانہ ہوا کرتا تھا۔ اسلامی و مشرقی تہذیب اور قدامت کی خوبیوں کے وہ بے حد قدر دان تھے۔

نفاست پسندی حضرت مرحوم تکلفات کے عادی نہ تھے لیکن سادگی کے باوجود مزاج نہایت نفاست پسند تھا، لباس، خوراک، رہائش، سامان خانہ داری و نوشت و خواند غرضیکہ ان کی ہر ایک چیز میں سادگی کے ساتھ نفاست پسندی موجود تھی۔

شگفتگی و ظرافت طبیعت نہایت شگفتہ پائی تھی تحریر و گفتگو میں بالعموم ظرافت کی ایک ہلکی سی چاشنی ہوتی تھی، موقع ملتے تو بات بات میں لطائف پیدا کرتے خوب ہنستے اور ہنساتے۔

مرد بے ریا حضرت مرحوم بالکل صحیح معنوں میں ایک مرد بے ریا تھے، ان کا ظاہر و باطن ایک تھا۔ جو کچھ ان کے دل میں ہوتا تھا وہی ان کی زبان پر آتا۔ تصنع، بناوٹ، ظاہر داری کو وہ جانتے ہی نہ تھے، منافقت سے انہیں شدید نفرت تھی۔

حضرت ڈاکٹر صاحب کے اوصاف بیان کرنے کے لئے ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے۔ مختصر مضمون میں وہ کہاں تک گنائے جا سکتے ہیں۔ ابھی چند کا انتہائی اختصار کے ساتھ ذکر کیا تھا ــــــ ذکر کیا صرف اشارے کئے تھے کہ مضمون طویل ہو گیا، سر دست اس ذکر عزیز کو نامکمل ہی چھوڑ کر مضمون ختم کرتا ہوں اسی کی تکمیل کے لئے تو اس قسم کی بیسیوں صحبتیں درکار ہیں۔

ــــــ

نظم

نوٹ:۔ خانپور کے لوگوں نے حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی تبدیلی کے موقعہ پر الوداعی جلسہ کیا اور اس جلسہ میں مندرجہ ذیل نظم پڑھی گئی جس سے دوران ملازمت میں آپکی ہر دلعزیزی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ (مدیر)

کس طرح اوصاف حضرت ڈاکٹر صاحب کے ہوں بیاں
مہربان و کرم فرما تھے یہ فیاض زماں

صاحب انصاف تھے از بس شریف و قدرداں
چھوڑ کر خسرت میں ہمکو اب جو ہوتے ہیں رواں

آپ کے جانے نے صاحب دل کو مضطر کر دیا
ہے جگر کو خوں بنایا آنکھ کو تر کر دیا

ہے اگرچہ اسجگہ پہ تھوڑا فرمایا قیام
آپ کے گرویدہ لیکن ہو چکے تھے خاص و عام

آپکا تعریف کے قابل رہا ہے سارا کام
پر بڑا افسوس ہے اور سخت حیرت کا مقام

داغ فرقت ہم کو دیکر یک بیک جانے لگے
فیض صحبت سے ہمیں محروم فرمانے لگے

رحم اور انصاف تھے دونوں ہی انکی ذات میں
عیب جوئی تھی نہ ہرگز آپکی عادات میں

تھی بہت نرمی و شیرینی سدا ہر بات میں
خاص یہ بھی وصف تھا اس ذات بابرکات میں

تھا تعصب کو نہ رکھا آپنے مدنظر
قوم و ملت کو نہ دی ترجیح کبھی انصاف پر

آج یہ دن ہے کہ زیر سایہ ہیں مسرور ہم
کل وہ کل ہوگی کہ ہونگے آپ سے رنجور ہم

کیا کریں کچھ بس نہیں چلتا کہ ہیں مجبور ہم
ورنہ اکدم آپ سے ہرگز نہ ہوتے دور ہم

لے کچھو لیے کان صد خوبی ہیں کہتے الوداع
الوداع اے منبع حسن لطافت الوداع

ــــــ

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی وفات پر تعزیتی مکتوبات

کشمیر سے ایک دوست تحریر فرماتے ہیں } امیر قوم - حضرت مولوی صاحب - مکرم ممتاز احمد و میاں نصیر احمد صاحب۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ - عزیزم شیخ عبدالعلی صاحب کے آج کے خط سے اچانک حضرت قبلہ ڈاکٹر صاحب کی وفات کی خبر پڑھ کر بڑی حیرانی اور صدمہ ہوا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون - اللہ تعالےٰ انہیں جوار رحمت میں جگہ دے بیشک آپ لوگوں کا ان سے صلبی تعلق تھا مگر جماعت کے افراد کو ان سے کم محبت نہ تھی، احمدیت کے شیدائی قرآن و حدیث کے عاشق عبادت اور دعاؤں کے بغیر جیسے بے آب مچھلی نہیں رہ سکتی وہ وقت نہ گذار سکتے تھے۔ میں بہت دیرینہ ان کا واقف ہوں، اور ان کی اقتدا میں بہت عمر کے جمعے پڑھے اور قرآن کے درس سنے ہیں سبحان اللہ وہ خدا کی قمری اپنے لب و لہجہ اور طرز بیان اور معارف و قیقہ کی واقفیت خوش گلوئی میں اپنی آپ مثال تھی - نماز پڑھنے کے عادی بھی انسان ان کے پیچھے کھڑا ہو کر وجد میں آجاتا تھا - احمدی قوم کو بڑا نقصان پہنچا وہ ہمارے مشن کا ایک بڑا ستون تھے جس کے گرنے سے عمارت احمدیت میں لرزا آجانا چاہیئے - خدا قوم کو نعم البدل عطا کرے ان کے سب رشتہ داروں کو میری طرف سے تعزیت (زیادہ) - والسلام - نیازمند محمد بشیر

جناب شیخ مولا بخش صاحب لائلپور سے تحریر فرماتے ہیں } بخدمت شریف حضرت امیر سلمہ الرحمٰن۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ - محترم مجدد و بندہ پیرے دار حضرت مسیح موعود کی وفات حسرت آیات سن کر بے حد صدمہ ہوا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون - مرحوم و مغفور نے بے مثال قربانیوں سے جو انھوں نے خدمت قرآن کریم و خدمت احمدیت میں کیں ہم سب کو عاشق و گرویدہ بنایا ہوا تھا - اللہ تعالےٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے آمین - اور ان کے خاندان کو صبر جمیل عطا فرمائے - یہ نقصان قوم کے لئے ناقابل تلافی ہے - مگر سوائے صبر کے چارہ نہیں -

میں اپنی کم نصیبی کی وجہ سے نماز جنازہ میں شامل نہ ہو سکا - گھر والے بیمار ہو گئے دونوں بچوں کو یعنی عزیز میاں محمد انور و عزیز میاں حفیظ الرحمان کو جنازہ میں شمولیت کے لئے بھیج دیا تھا - امید ہے کہ آپ کو وہاں ملے ہوں گے - میں اس وقت تک اپنی بدنصیبی پر رو رہا ہوں -

افسردہ دل - مولا بخش

میاں غلام عباس صاحب تحریر فرماتے ہیں } حضرت مخدوم و مکرم مولانا سلمہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ -

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی وفات ہماری چھوٹی سی قوم کے لئے ناقابل تلافی نقصان ہے - اللہ کریم ہی ہے جو اس خلا کو پُر کر سکیں -

آپ کو آپ کے خاندان کو ان کی جدائی پر صدمہ ہوگا یقین جانیں ہم سب اس رنج میں آپ کے ساتھ شامل ہیں - میری اور میری بیوی کی طرف سے گھر میں تعزیت عرض کریں ؛

غلام عباس -

جناب پروفیسر عنایت علی صاحب علیگڈھ سے تحریر فرماتے ہیں } بخدمت اقدس

حضرت امیر قوم مولانا صاحب - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی وفات کا حال سن کر بہت رنج ہوا - انا للہ و انا الیہ راجعون - اللہ تعالےٰ مرحوم کو غریق رحمت فرمائے - اور آپ - اور آپ کی بیگم صاحبہ اور خاندان کے تمام افراد کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین -

ان کی اسلامی خدمات ان کی بہترین یادگار رہیں گی - ان کی وفات سے تمام ہماری جماعت کو بہت نقصان ہوا ہے - میری دعا ہے کہ اللہ کریم ان کے نیک صاحبزادوں کو اپنے والد مرحوم کی طرح بلکہ ان سے زیادہ خدمت اسلام کی توفیق عطا فرمادیں - آمین - اور وہ اپنے والد بزرگوار کی جگہ خدمت اسلام کرتے دکھائی دیویں اور وہ ان کی بہترین یادگار ہوں - جماعت کے لوگوں کے لئے وہ بہترین عملی نمونہ تھے - خود قرآن کریم سے تمام عمر محبت رکھی - اوروں کے دل میں قرآن کریم کا عشق پیدا کیا - اور جس جگہ نوکری کی وہاں پر خدمت دین کو جاری رکھا - ان کے اعلےٰ اخلاق کا یہ عالم تھا کہ جو شخص ان سے ایک دفعہ ملا وہ ان ہی کا ہو گیا - انھوں نے اپنی زندگی میں دین اور دنیا دونوں کی خدمت کی - جو بہت کم لوگ کرتے ہیں - افسوس ہے کہ آپ کے ساتھیوں میں سے ایک اور کم ہو گیا ہوگا - یقیناً آپ کو بہت رنج ہوگا - ایسے بینظیر ساتھیوں کا ملنا دنیا میں مشکل ہے - وہ اپنی ذات میں خود ایک اعلےٰ درجہ کا نمونہ تھے - میری دعا ہے کہ اللہ کریم ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے - اور آپ کو اور آپ کی سب اولاد کو صبر جمیل عطا فرما وے - آمین -

والسلام - عنایت علی خاں

جناب ڈاکٹر عبدالمجید صاحب پشاور سے تحریر فرماتے ہیں } قبلہ امام حضرت مولوی صاحب -

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ - حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی وفات کی خبر سن کر از حد قلق ہوا - ان کی جدائی قوم کے لئے ایک ایسا نقصان ہے جس کی تلافی بظاہر ناممکن ہے - مرحوم بہت سے اوصاف کے مالک تھے - ہماری جماعت ان کی عالمانہ تحریر و تقریر و درس و تدریس سے محروم ہو گئی - انا للہ و انا الیہ راجعون - وہ تو بلاشک شہوار جنت ہو گئے - البتہ ہم کو ان کی جدائی کا صدمہ کبھی نہ بھولے گا - دعا ہے اللہ تعالےٰ آپ جیسے بزرگوں کا سایہ تا دیر قائم رکھے - آمین - والسلام -

خاکسار - ڈاکٹر عبدالمجید - پراونشل لیباٹری پشاور

جناب ماسٹر محمد عبداللہ صاحب راولپنڈی سے تحریر فرماتے ہیں } اسلامیہ ہائی سکول راولپنڈی۔

محترمی مخدومی حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز -

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ - حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے انتقال پُر ملال سے سخت صدمہ ہوا - انا للہ و انا الیہ راجعون - میں جانتا ہوں آپ کے لئے کس قدر اندوہناک صدمہ ہوگا - ہر احمدی بچہ - بوڑھا - پیر و جوان جس کو ایک دفعہ حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم کو ملنے کا اور ان کی صحبت میں بیٹھنے کا موقعہ ملا - آپ کی اس وفات پر بے حد غمگین اور دیدہ پُرآب ہے - اللہ تعالےٰ ہم سب کو صبر کی توفیق عطا فرمائے اور حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم و مغفور کی روح پر اپنی بیشمار رحمتیں اور افضال نازل فرما - آمین - ثم آمین -

مرحوم نیکی و تقوےٰ - اخلاص اور سچی محبت کے لحاظ سے ہماری جماعت میں ایک بینظیر انسان تھے - ان کی وفات فی الحقیقت ایک سخت قومی صدمہ ہے - عشق قرآن کا اس قدر اعلےٰ جذبہ رکھتے تھے کہ جب کبھی بھی آپ سے مل کر بیٹھنے کا موقعہ ملا تو فرمایا کہ قرآن مجید لاؤ - تھوڑا سا قرآن سناؤں پھر تھوڑے سے عرصہ میں ایسے معارف بیان فرماتے کہ جن کو سن کر ایسی روحانی لذت محسوس ہونے لگتی کہ مرحوم سے جدا ہونے کو دل برداشت نہیں کرتا تھا - پچھلی سردیوں میں جب آپ راولپنڈی میں تشریف فرما تھے تو لالکڑتی کو ہر دوسرے تیسرے روز شام کے وقت شہر تشریف لا کر خاکسار راقم الحروف کے مکان پر درس قرآن مجید دیتے - وہ سماں اب تک میری آنکھوں کے سامنے ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ خدا نما بڑی بڑی آنکھیں ویسے ہی محبت اور پیار سے ہم سب کی طرف دیکھ رہی ہیں اور یقین نہیں آتا کہ ہمارا ایسا محسن ہم میں سے اپنے مالک حقیقی سے جا ملا ہے - بلکہ ایسا خیال پیدا ہوتا ہے کہ حسب وعدہ وہ پھر آئندہ گرمیوں میں ہمارے درمیان ہوں گے اور اپنے خاص انداز میں قرآن مجید کے معارف بیان فرما کر سننے والوں کو لطف اندوز فرمائیں گے - ہمارے محبوب رہنما! مجھے معاف فرمایئے گا - میں جذبات میں کھو گیا - حقیقت یہی ہے کہ حضرت ڈاکٹر صاحب اب ابدی راحت پا چکے ہیں اور اب ہمارے پاس واپس نہیں آئیں گے - ان کی روح اپنے مولا کریم کے وصال میں لذت محسوس کرتی ہوگی - دعا ہے اللہ تعالےٰ ہم کو ایسی توفیق عطا فرمائے کہ ہم ان کے نقش قدم پر چل کر قرآن مجید کے ساتھ ان جیسا عشق پیدا کر سکیں - آمین - یا رب العالمین - [illegible]

پھر دعا ہے کہ پروردگار عالم ان کی روح کو اعلےٰ علیین میں جگہ دے اور ان کے فرزندوں و دیگر متعلقین اور احباب کو صبر جمیل نصیب کرے - آمین -

خاکسار - محمد عبداللہ - از راولپنڈی۔

جناب پروفیسر سلطان علی صاحب لائلپور سے تحریر فرماتے ہیں } از زراعتی کالج لائلپور۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

مکرمی محترمی قبلہ عمو یم زاد عنایتکم - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ -

بروز جمعہ بعد دوپہر مخدومی و مکرمی جناب ڈاکٹر صاحب کی وفات حسرت آیات کی خبر سن کر از حد صدمہ ہوا - انا للہ و انا الیہ راجعون - دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انکو غریق رحمت فرمائے اور اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے - ڈاکٹر صاحب کی وفات سے نہ صرف ہم کو یا جماعت احمدیہ لاہور کو بلکہ جملہ مسلمانان کو ناقابل تلافی نقصان ہوا - ماشاء اللہ بہت قیمتی اور منفعت بخش وجود تھا - جب کبھی موقعہ ملتا تو ان کے درس قرآن شریف سے اس قدر لطف آتا کہ بیان سے باہر ہے - اس درس میں کوئی ایسی مقناطیسی کشش ہوتی تھی

کہ خواہ مخواہ دل چاہتا تھا کہ اس میں شامل ہو کر لذت اور سرور حاصل کیا جائے۔ ان کی کتاب مجدد اعظم اس قدر معقولیت اور دلائل سے پُر ہے کہ کسی مخالفت سے مخالفت کو پیش کرتے ہوئے بھی خوشی محسوس ہوتی ہے۔ ایسے قیمتی وجود کا جدا ہو جانا ایسا نقصان ہے کہ خدا تعالیٰ ہی پورا کرنا چاہے تو ہو سکتا ہے۔ میری اور میری بیوی کی طرف سے مخدومی آپ صاحبزادگان میں بہت بہت اظہار افسوس فرما دیں۔

اگر میاں نصیر احمد صاحب یا میاں ممتاز احمد صاحب فاروقی میں سے کوئی وہاں آئے ہوئے ہوں تو میری طرف سے اظہار افسوس فرما دیویں۔ والسلام۔ راقم سلطان علی۔

جناب شیخ انعام الحق صاحب جائنٹ ایڈیٹر اخبار پیغام صلح حیدر آباد دکن سے تحریر فرماتے ہیں!

حضرت امیر قوم ایدہ اللہ تعالےٰ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

مولوی عبدالوہاب صاحب کا ۲۲ر اپریل ۴۳ء کا لکھا ہوا کارڈ کل (۲۹ر اپریل) کی شام کو ملا۔ اس کے ساتھ ہی اخبار انقلاب کے ۲۲ر اور ۲۴ر تاریخ کے پرچے حضرت ڈاکٹر صاحب قبلہ کی وفات کی خبر پڑھ کر دل پر جو گذری ہے اسے اللہ ہی بہتر جانتا ہے آہ میرا سب سے بڑا محسن و مربی، میرا شفیق استاد ہمیشہ کے لئے رخصت ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اے اللہ میں تو حضرت کی خیریت و تندرستی کی خبر کا منتظر تھا اس کی بجائے ان کی دائمی مفارقت کی خبر مل رہی ہے۔

مجھے اختلاج قلب کا پرانا عارضہ ہے گذشتہ ہفتہ دو تین دورے پے در پے ہوئے۔ اس تکلیف نے حضرت مرحوم کے حادثہ کو زیادہ ناقابل برداشت بنا دیا۔ باوجود کوشش کے ضبط نہ ہو سکا۔ محلے والے جمع ہو گئے۔ صف ماتم بچھ گئی۔ تمام ملنے والے تعزیت کے لئے آئے۔

افسوس میں آخری دیدار سے محروم رہا۔ چند روز ہوئے اخبار میں جو خبر شائع ہوئی تھی وہ بھی کافی حد تک تشویش انگیز تھی۔ آپ کے والا نامہ مورخہ ۷ر اپریل سے اس تشویش میں اضافہ ہو گیا۔ لیکن اس کا گمان کبھی نہ تھا کہ یہ حادثہ عظیم اس قدر جلد وقوع پذیر ہو جائے گا مولوی عمرالدین صاحب کو دو کارڈ لکھے لیکن ان کا کوئی جواب نہ آیا۔ بمبئی جا کر مرحوم کی قدم بوسی کا ارادہ تو کئی ہفتے سے تھا۔ لیکن درمیان میں دہلی لاہور کے سفر کا معاملہ پیش آ گیا۔ مجھے معلوم ہوتا کہ حالت اس قدر نازک ہے تو سارے کام چھوڑ کر بمبئی چلا جاتا۔ ساری رات روتے گذری۔ آج صبح مولانا عبدالرزاق صاحب کو جا کر خبر سنائی انہیں بھی شدید صدمہ ہوا سر پکڑ کر بیٹھ گئے اور دیر تک اسی حالت میں بیٹھے رہے۔ مجھے جس وقت یہ خیال آتا ہے کہ اب اس دنیا میں کبھی بھی حضرت ڈاکٹر صاحب سے ملاقات نہ ہو سکے گی تو دل تڑپ اٹھتا ہے۔ باوجود ضبط کے آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں۔ اس وقت حالت کچھ ایسی ہے کہ قلب و دماغ اور چشم و قلم کسی پر بھی اختیار نہیں۔ بڑی مشکل سے یہ چند سطریں لکھ رہا ہوں۔ حادثہ نہ صرف مرحوم کے خاندان و متوسلین کے لئے ہی بلکہ قوم و جماعت کے لئے بہت بڑا ہے ناقابل تلافی ہے۔ اس ہیرے بدل ہستی کا بدل ہمیں کہاں سے ملے گا۔ اس بے مثل بزرگ کی مثال ہم کہاں ڈھونڈ سکیں گے۔ میں اس حادثہ کو اس شدت کیساتھ محسوس کر رہا ہوں تو مرحوم کے افراد خاندان تو جس قدر محسوس کریں کم ہے۔ اللہ تعالےٰ مرحوم کے درجات بلند کرے۔ آپ کو، مرحوم کے صاحبزادوں، صاحبزادیوں و دیگر عزیز و احباب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

میرے گھر سے چند روز سے علیل ہیں وہ بھی محترمہ بیگم صاحبہ کی خدمت میں بہت بہت افسوس عرض کرتی ہیں۔ محترم میاں ممتاز احمد صاحب و نصیر احمد صاحب لاہور ہی ہونگے ان سے اور خانصاحب قبلہ، شیخ عبدالرحمان صاحب، چودھری ظہور احمد صاحب سب تک اظہار افسوس و ہمدردی پہنچا دیں۔ سوگوار۔ انعام۔ حیدر آباد دکن

ڈاکٹر سعید احمد صاحب ڈاڈر سے تحریر فرماتے ہیں!

حضرت سیدی و آقائی جناب مولوی صاحب ایدہ اللہ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم و مغفور کی وفات صرف ان کے عزیزوں اور رشتہ داروں کا نقصان نہیں بلکہ تمام دنیائے اسلام کا ایسا نقصان ہے جس کی تلافی ناممکن ہے اور ہم سب مغموم ہیں۔ جمعہ کے روز نماز جنازہ پڑھیں گے۔ فضل حق خاں کی نہایت اندوہناک موت کے غم میں ابھی چور تھے کہ قبلہ ڈاکٹر صاحب کی جدائی کی خبر نے دل پر سخت ضرب لگائی مولا کریم قبلہ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور آپ کے فرزندوں اور عزیزوں کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ہماری غریب قوم میں آپ کی جگہ لینے والا کوئی کھڑا کرے، انا اللہ علیٰ کل شیءٍ قدیر۔

برادران ممتاز احمد و نصیر احمد صاحبان و دیگر جملہ اہل خاندان کی خدمت میں بعد سلام مسنون و دعائے مغفرت مضمون واحد عرض ہے۔ والسلام۔

سعید احمد

www.aaiil.org

جناب عبداللطیف صاحب مری سے تحریر فرماتے ہیں!

بخدمت اقدس جناب مولوی صاحب۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ میں بسلسلۂ ملازمت پچھلی سردیوں میں کوہ مری میں ہی رہا۔ یہ تو شاید آپ کو معلوم ہی ہے۔ ان دنوں یہاں سوائے برف کے کچھ نہیں ہوتا اور انسان دنیا سے قطعاً علیحدہ ہو جاتا ہے۔ بدقسمتی سے میں اس عرصہ میں پیغام صلح سے بھی بالکل out of touch رہا۔ یقین جانیئے کہ یہ خبر ایک بجلی تھی جو میرے دل و دماغ پر گری۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالےٰ ڈاکٹر صاحب مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ آمین۔

ڈاکٹر صاحب اسلام کے جانباز اور مجاہد سپاہی تھے۔ اور اس زمانے میں ان کی مثال چراغ لیکر ڈھونڈنے سے نہیں ملتی۔ ان کا عشق قرآن جنون کی صورت اختیار کر گیا تھا۔ آہ اب قرآن کی وہ لطیف اور دلکش تفسیر کون کرے گا۔ اور ہمارے مردہ دلوں کو ذوق ایمان سے کون منور کرے گا۔ مرحوم جیسی شخصیتیں تو صدیوں میں کہیں ایک بار پیدا ہوتی ہیں، ماشاء اللہ کتنی بے مثال خوبیوں کے مالک تھے، اور ان کی جگہ کو پُر کرنا کس قدر ناممکن ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ان کو اسلئے میدان جنگ سے بلا لیا ہے کہ ان کو جنت الفردوس میں اپنے فیوض سے مالا مال کرے۔

ازراہ نوازش میری طرف سے تعزیت قبول فرمایئے اور اپنی بیگم صاحبہ اور حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم کی دوسری صاحبزادیوں تک میرا پیغام تعزیت پہنچا دیجئے۔ یہ نقصان صرف ان کا نہیں بلکہ تمام ان مسلمانوں کا ہے، جن کو خدا کے قرآن اور اس کے اسلام سے محبت ہے مجھے اگر دنیا میں کسی ایک چیز کے متعلق یقین کامل ہوا ہے تو وہ یہ ہے۔ کہ ڈاکٹر صاحب فردوس بریں میں ایک بلند ترین مقام پر اس دنیا کی زندگی سے کروڑوں گنا اعلیٰ و ارفع زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ان کا مقام وہ مقام ہے کہ جہاں پچھلے تیرہ سو سال میں جو لوگ پہنچے ہیں وہ انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں۔ کاش کہ ہم ڈاکٹر صاحب کی زندگی کو مشعل ہدایت بنا سکتے اور ان کے نقش قدم پر چل سکتے میرے لئے یہ ایک ذاتی صدمہ ہے۔ مجھے ڈاکٹر صاحب مرحوم و مغفور سے جس قدر گہری عقیدت تھی میں اسکا اظہار نہیں کر سکتا۔ ڈاکٹر صاحب نے میرے لئے بہت دعائیں کیں۔ وہ جب بھی کبھی راولپنڈی تشریف لاتے میں مری سے ان کا درس سننے راولپنڈی جایا کرتا اور محسوس کرتا کہ دل سے بے یقینی کا زنگ اتر گیا۔ قرآن کے ان باریک اور صحیح معارف کا جو وہ بیان کرتے ایک نہ مٹنے والا اثر لیکر واپس آتا۔ دل ان کی باتوں کو قبول کرتا اور عقل تسلیم کرتی۔ پچھلے دنوں جب آخری بار راولپنڈی آئے تو جنگ کے متعلق قرآن حکیم سے وہ نکتے بیان کئے کہ عقل حیران تھی کہ یہ عمر اور یہ صحیح الدماغی۔ آہ کتنی شاندار اور قابل رشک زندگی تھی۔

جماعت کے لئے بھی یہ نقصان ناقابل تلافی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ جس نے قرآن ہم کو دیا ہے۔ وہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کا نعم البدل بھی ضرور دے گا۔ امید ہے کہ آپ مجھے اپنی دعاؤں میں یاد فرمائیں گے۔ میری زندگی کے ارمانوں میں سے سب سے بڑا ارمان یہ ہے کہ میں ڈاکٹر صاحب مرحوم کے جنازہ میں شریک نہ ہو سکا۔ (نیازمند عبداللطیف)

جناب فضل حسین صاحب تحریر فرماتے ہیں!

مکرم و محترم بندہ جناب مولینا دام ظلکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

کل لاہور سے ممتاز کا خط ملا۔ جس میں قبلہ ڈاکٹر صاحب کی فوتیدگی کا ذکر تھا۔ سن کر بہت ہی صدمہ ہوا۔ ایسی قابل ہستی کا اس وقت میں دنیا سے رحلت کرنا ایک ناگوار صدمہ ہے۔ اللہ تعالےٰ انہیں مغفرت کرے، سوائے صبر کے اور کوئی چارہ نہیں۔ انہوں نے اسلام کی بہت خدمت کی ہے اور ان کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا۔ وہ ایک نہایت ہی سچے اور قومی ہمدرد تھے۔ ان کی مفارقت نہ صرف رشتہ داروں کے لئے بلکہ مسلمانوں کے لئے بھی ایسی ہے جس کی تلافی ناممکن ہے۔ لیکن قانون قدرت کے آگے کوئی چارہ نہیں اور وہی ہوتا ہے جو اللہ تعالےٰ چاہتا ہے۔ ان کی بیماری کے متعلق جناب نے بھی لکھا تک نہیں تھا۔ کیا وہ عرصہ سے بیمار تھے۔ یا اچانک ہی ایسا جانکاہ وقوعہ آ گیا۔ گھر میں میرا سلام عرض کر دیجئے گا۔ بچوں کو پیار۔ والسلام۔ خادم۔ فضل حسین۔

جناب مولوی عبدالرحمن صاحب دہلی سے تحریر فرماتے ہیں!

حضرت سیدنا و مولانا۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ پرسوں ریلوے سٹیشن پر میاں نصیر احمد صاحب سے معلوم ہوا کہ آپ کی طبیعت ناساز ہے سن کر بڑا فکر ہوا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ جناب کو جلد صحت کلیہ عطا فرمائے اور ہماری جماعت آپ کی فیض بابرکات سے مستفید ہو۔

حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی وفات سے جو صدمہ آنجناب کو ہوا ہے وہ بہت بڑا ہے اور اسی سے آپ کی صحت پر اثر پڑا ہے۔

ان بزرگ ہستی کی وفات جماعت کے لئے ایک ناقابل تلافی نقصان ہے جس وقت ان کی بابرکت صحبت کا نقشہ سامنے آتا ہے تو کلیجہ دھک سے رہ جاتا ہے۔

(باقی صفحہ ۲۱)

عشقِ قرآن و عشقِ مجددِ زمان

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم کی یادگار میں قومی ترقی کے لئے تجویز

از جناب ڈاکٹر الٰہی بخش صاحب کہو مری

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت دو قرنوں کے اجتماع کے وقت ہوئی۔ انیسویں صدی کے آخر میں دو قسم کی تہذیبوں کی ٹکر تھی۔ پرانی تہذیب اور پرانے علوم کا تسلط قلوب سے اٹھ رہا تھا اور نئی تہذیب اور نئے علوم اس کی جگہ اپنا گھر بنا رہے تھے۔ پرانی روش کا خاصہ مذہبی معتقدات یعنی مذہبی اور اخلاقی اصولوں سے محبت و وابستگی ہے۔ نئے علوم و تہذیب کا مقصد انسانی زندگی کو مادی لوازمات سے آراستہ و پیراستہ کرنا ہے۔ پرانی تہذیب میں تقلید و اطاعت بہترین جوہر خیال کئے جاتے تھے برخلاف اس کے تہذیب جدیدہ آزادی و خود مختاری کی بڑی علمبردار ہے۔ حضرت اقدس کا سب سے بڑا معجزہ یہ ہے کہ آپ نے قلوب میں متضاد انسانی جوہروں کو جمع کر دیا۔ جب کبھی بھی سچے معنوں میں مذہب کا احیاء ہوا ہے تو اس کی یہی صورت پیش آئی ہے کہ بظاہر متضاد و مخالف قوتوں کے نشوونما اپنے کمال اور اپنے محل و موقعہ پر ہو گیا ہے۔ سینکڑوں نہیں ہزاروں کی تعداد میں وہ انسان تھے جنہیں حضرتؑ کی قوت قدسی نے زندہ کر دیا۔ چنانچہ جماعت احمدیہ لاہور آج جس شخص کے ماتم میں آنسو بہا رہی ہے وہ ان عظیم الشان ہستیوں میں سے ایک انسان تھا۔

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب علیہ الرحمۃ نے ایسے ہی زمانہ میں ہوش سنبھالا تھا جبکہ پرانی تہذیب اپنا چولا اتار رہی تھی اور نئے علوم اپنا جلوہ دکھلا رہے تھے۔ حضرت ڈاکٹر صاحب نے مروجہ تعلیم سائنس حاصل کی اور یہ یقین ہے کہ اگر حضرت اقدسؑ کا فیض صحبت انہیں میسر نہ آتا تو آپ کامل طور پر نئی روش میں ڈھل گئے ہوتے۔ ایک طرف بچپن کی سائنس کی تعلیم اور دوسری طرف فطرتی فلسفیانہ و منطقیانہ رجحان۔ ایک طرف مادی عیش و عشرت کے لوازم اور اس کے ساتھ جذبۂ محبت کی جانب طبعی میلان۔ مگر حضرت اقدسؑ کی ساحرانہ مسیحائی تھی کہ نہ صرف ان ذہنی جوہروں کو برقرار رکھتے ہوئے بلکہ انہیں اپنے کمال تک پہنچاتے ہوئے جنہیں تہذیب جدید اجاگر کر دیتی ہے حضرت ڈاکٹر صاحب کے اندر خالصتاً مذہبی و دینی روح جلوہ گر ہوئی۔ کمال علوم جدیدہ و سائنس کی تحصیل اور کہاں علم و فہم قرآن میں کمال۔

مسیح موعود یعنی ذوالقرنین حضرت اقدس کا حقیقی کمال یہی ہے کہ ضدین کو جمع کر کے دکھلا دیا اور یہ وہ امر ہے جس پر غیر حیران ہو رہے ہیں چنانچہ مولانا شبلی مرحوم کا مشہور قول اس پر شاہد ہے کہ "دینیات کا مدرسہ تو ہم نے بھی کھول رکھا ہے مگر مشکل نا قابل حل یہ ہے کہ اگر اس میں وہ طلبا لئے جائیں جنہوں نے سائنس سے کچھ روشنی حاصل کی ہو تو ان میں وہ ایمان کی پختگی اور راسخ الاعتقادی پیدا نہیں ہوتی جو مذہب کا خاصہ ہے اور اگر ایسے طالب علموں کا انتخاب کیا جائے جو صرف عربی و فارسی علوم سے فراغت حاصل کر چکے ہیں تو ان کے اندر وہ وسعت نظری و روشن خیالی پیدا نہیں ہوتی جس کے بغیر موجودہ زمانہ میں مذہب کی حمایت کرنا بے سود ہے۔ یہ کمال صرف حضرت مرزا صاحب کا ہے جنہوں نے اپنے گرد نہ صرف ایسے اصحاب کو ہی اکٹھا کر لیا ہے جو علمائے سلف میں سے ہیں بلکہ نئے تعلیمیافتہ طبقہ کو بھی مذہب کا گرویدہ و فریفتہ بنا دیا ہے"۔ مولانا شبلی مرحوم کا یہ مقولہ جہاں جماعت احمدیہ کے بیشتر سابقین اولین اصحاب پر عام طور پر صادق آتا ہے وہاں حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم پر خاص طور سے منطبق ہوتا ہے۔ حضرت ڈاکٹر صاحب نے بچپن سے ہی انگریزی تعلیم حاصل کی۔ علیحدگی ہی تعلیم سائنس کی اور تمام عمر اسی سائنس کی تعلیم کا شغل رہا یعنی ڈاکٹری سائنس سے واسطہ رہا مگر آپ کی روح ہمیشہ فرقانی علوم کے انہماک و استخراج میں مستغرق رہی۔ کیا ایسے افراد کا موجودہ زمانہ میں پیدا کر دکھلانا معجزۂ آسمانی نہیں؟ کیا اس قسم کا قلبی انقلاب بجز تائید ربی و تحریک سماوی کبھی کسی شخص کو میسر آیا ہے؟ اس میں ذرہ بھر شک و شبہ نہیں کہ حضرت ڈاکٹر صاحب آیات بینات میں سے ایک عظیم الشان آیت ربی تھے۔

علم و معقولیت میں کمال جن اصحاب کو حضرت ڈاکٹر صاحب کی تحریروں کے پڑھنے کا موقع ملتا رہا ہے ان پر عیاں ہے کہ کسی مسئلہ پر روشنی ڈالتے وقت ڈاکٹر صاحب کس خوبی سے اصول محکم سے استنباط کیا کرتے تھے، کس معقولیت سے دلائل و براہین پیش کرتے اور کس طرح فرقان مجید کی تعلیم سے استدلال کرنے کا ایک ملکہ آپ کو حاصل تھا۔ جب کبھی کسی اختلافی مسئلہ کو بیان کرنے آتے تو نہایت وضاحت و صفائی کے ساتھ لکھتے کہ پہلے اور مخالف کے دلائل کو ایک ایک کر کے علم و اصول دین کی کسوٹی پر ایسا پرکھتے کہ ان کا بطلان خود بخود پڑھنے والے پر عیاں ہو جاتا۔ آپ کی تحریروں کا زیادہ تر حصہ قادیانی غلو کی تردید میں ہے لیکن اس قدر مدلل و معقول کہ بڑے سے بڑا مخالف بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا یہی وجہ ہے کہ ہمارے قادیان کے دوست آپ کے مضامین سے اس قدر گھبراتے ہیں۔ مگر اس کے ساتھ مضامین نرے خشک منطقی دلائل کا مجموعہ ہی نہیں ہیں بلکہ جا بجا عمدہ مزاح کی چاشنی ان میں پائی جاتی ہے۔ دہریت، نیچریت، الحاد کے خلاف بھی آپ کے قلم سے متعدد مقالے شائع ہوئے ہیں۔ یہ علم کلام اس قدر مفید اور دلچسپ ہے کہ پورے وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ جماعت احمدیہ لاہور اسے ایسی ترتیب دے کر جلد شائع کرے گی تاکہ آنے والی نسلوں کے لئے ہدایت کا موجب ہو۔

وجدانی رنگ عام طور پر یہ دیکھا جاتا ہے کہ جو انسان علم و معقولیت میں کمال رکھتا ہوں وہ جذباتی و وجدانی رنگ میں ناقص و ادھورا ہوتا ہے یہی باعث ہے کہ اکثر بڑے بڑے عالم فقیہہ باوجود عظیم الشان دینی خدمات کے لوگوں کو اپنی طرف مائل نہیں کر سکے۔ جو علم دین میں راسخ اور معقول و مدلل ہونے کے ساتھ ساتھ جذبات فطرت انسانی سے پورا پورا واقف ہو۔ انسانی فطرت سے باخبر ہونا اس امر کو مستلزم کرتا ہے کہ اسے خود وجدانی فطرت میں سے وافر حصہ عطا ہوا ہو۔ حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم کا کمال یہی نہ تھا کہ آپ مسائل بیان کرنے میں اعلےٰ طرز استنباط و معقولیت کے مالک تھے بلکہ اس سے بڑھکر جو امر آپ کی مجالس درس قرآن میں رونق و کشش کا باعث تھا وہ آپ کی وجدانی کیفیات کا اظہار تھا۔ معقولیت و علم کے پہلو بہ پہلو جب مناسب موقعہ و محل پر جذبات عالیہ کو اپیل کیا جائے تو تب ہی وہ نتیجہ مرتب ہوتا ہے جسے اجتماعی حرکت سے موسوم کیا جاتا ہے۔ حضرت ڈاکٹر صاحب کیوں ہر جگہ اپنے گرد ایک حلقۂ اثر پیدا کر لینے میں کامیاب ہو جاتے تھے اس کا اصلی حقیقی راز یہی ہے کہ آپ کو فطرت کی طرف سے جذباتی عنصر کا وافر حصہ عطا کیا گیا تھا۔ کبھی آپ عین مناسب محل و موقعہ پر کسی صوفی کے کلام سے کوئی موزوں شعر پڑھکر مجلس کو گرماتے اور کبھی فطرت انسانی کی گہرائیوں میں اتر کر کوئی صحیح اپیل کر کے لوگوں کو مسحور کرتے۔ جس طرح سائنس و علوم دنیوی کو ڈاکٹر صاحب نے خدمت دین و قرآن کے لئے استعمال کیا اسی طرح معقولیت و دلائل کو آپ نے تحریک قوت انسانی کے لئے برتا ورنہ علم و دلائل بجائے خود کوئی مقصود بالذات شے نہیں۔

احمدیت کا ٹھیٹھ اور عمدہ نمونہ ڈاکٹر صاحب مرحوم کے متعلق اگر یہ کہا جائے کہ آپ تحریک احمدیہ کا ایک عمدہ پھل تھے یعنی آپ وہ نمونہ و ثبوت تھے جو اس تحریک کے پیدا کرنے کا مقصد ہے تو میرے ناقص خیال میں یہ بات بہت حد تک صحیح ہو گی۔ اس کی تفصیل یہ ہے۔ تحریک احمدیہ کا اصل مقصد ضروریات زمانہ کو ملحوظ رکھکر علوم فرقان کا استخراج و اشاعت ہے خصوصاً جبکہ موجودہ مادی علوم و سائنس کے ذریعہ صداقت کلام اللہ ثابت کی جائے اور موجودہ نسل انسانی کے لئے اصول قرآن پر ایمان پیدا کرنے کی ضرورت اہمیت کو الم نشرح کیا جائے۔ اس عالی مقصد کے حصول کا واحد ذریعہ جو اس زمانہ میں خدا تعالےٰ کی مشیت میں مقدر ہو چکا ہے وہ ان جذبات عالیہ سے وابستہ ہے جو کسی انسان کو بانیٔ سلسلۂ احمدیہ سے متعلق کرتے ہوں یعنی اس مادی دور میں صحیح و مفید رنگ کی خدمت دین ہو نہیں سکتی جب تک کوئی شخص مسیح وقت کے ساتھ جذبات محبت و عقیدت سے گہرے طور پر منسلک نہ ہو۔ مسیح موعود پر ایمان لانا یا آپ کے ساتھ محبت و عقیدت کا رشتہ جوڑنا بجائے خود مقصود بالذات شے نہیں۔ اصلی مقصد منتہائے نظر خدمت قرآن و اشاعت دین ہے لیکن مسلمانوں کی موجودہ حالت اس خدمت و اشاعت کے مقصد کے حصول کے منافی واقع ہوئی ہے اور یہ قوم تب ہی تحریک پذیر ہونے کی اہل ہو گی جب یہ اپنا رشتہ روحانیت مسیح موعود سے جوڑے گی ورنہ نہیں۔ اب دیکھو کہ حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم نے اپنی ذات کے اندر کس طرح ذریعۂ حصول اور مقصد کو اپنے موقعہ و کمال پر جمع کر لیا تھا۔ ایک طرف حضرت مسیح موعودؑ سے عشق و محبت کی وہ کیفیات آپ کے قلب میں موجزن تھیں جن سے تمام جماعت بخوبی واقف ہے اور جن کا آخری ظہور آپ کی اس عظیم الشان تصنیف کے ذریعہ عمل میں آیا جسے "مجدد اعظم" کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ دوسری طرف ان جذبات عالیہ کا جو منتہائے نظر ہے یعنی فہم و استخراج اور اشاعت علم قرآن۔ اس مقصد کے حصول میں بھی ڈاکٹر صاحب مرحوم کی مثال قابل رشک و تقلید ہے۔ ڈاکٹر صاحب کو حضرت اقدسؑ کی صحبت میسر آئی ہوئی اور آپ کے منجانب اللہ ہونے کا یقین اور آپ کی ذات سے محبت و عقیدت کے جذبات . . . دہونے . . . تو یقیناً آپ کے اندر قرآن سے وہ عشق و محبت پیدا نہ ہوئی ہوتی جس کے باعث آپ کی ساری زندگی

کی جدوجہد کا محور و مرکز علوم دینیہ اور عشق قرآن ہونا چاہیئے۔ جماعت احمدیہ سے محبت و وابستگی کا مقصد خدمت اسلام ہے۔ نائب رسول سے عقیدت کے معنے ازدیاد حُبِّ رسولؐ ہیں۔ دنیاوی علوم میں کمال حاصل کر کے انہیں قرآن کی تائید و تصدیق میں استعمال کرنا چاہیئے۔ دلائل و معقولیت کی امداد سے اس وقت مقصد تحریک جذبات عالیہ ہے نہ کہ خشک منطق و علم کلام کی مشق۔ لٹریچر پیدا کرنے سے مقصود بالذات مسلمانوں میں اجتماعی حرکت پیدا کرنا ہے۔ ان جملہ ذرائع حصول اور مقاصد کا اجتماع ڈاکٹر صاحب مرحوم کی ذات میں کس طرح ظہور پذیر ہوا اس سے یہ جماعت بخوبی واقف ہے اور یہی وہ شے ہے جس کے پیدا کرنے کی آج ہمیں ضرورت ہے۔

غلو کی تردید کیوں ضروری ہے

حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم کی تحریروں کا بیشتر حصہ اس غلو کی تردید میں ہے جو جماعت احمدیہ میں ظاہر ہوا۔ بعض ایسے اصحاب ایسے ہیں جن کے نزدیک غالیانہ عقاید کی تردید میں ایسی شدت و سرگرمی کچھ غیر ضروری معلوم ہوتا ہے۔ ان سب اصحاب کو یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ اختلاف اگر صرف عقاید کی بحث تک محدود رہ جاتا اور عمل و مقاصد پہ اثر انداز نہ ہوتا تو شاید ان کا نظریہ صحیح ہوتا۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ عقائد میں غلو کا نتیجہ مقاصد کو ترک کر دینے کا باعث ہو گیا ہے یعنی جماعت احمدیہ لاہور کو اس بات سے زیادہ بحث نہیں کہ جماعت قادیان حضرت اقدسؑ کے لئے لفظ نبی کا استعمال کیوں کرتی ہے جبکہ فی الواقعہ آپ کا دعوے حقیقی نبوت کا نہیں یا یہ کہ مسلمانوں کی توجہ کو تحدی کے ساتھ حقیقت مسیح موعود پر ایمان لانے کی طرف کیوں منعطف کراتی ہے بلکہ غالیانہ عقائد نبوت و تکفیر سے جو نتائج مرتب ہوئے ہیں وہ از بس افسوسناک و منافی تحریک احمدیت ہیں۔ جیسے اوپر عرض کیا جا چکا ہے اس زمانہ میں بیشک فتح و غلبۂ اسلام جماعت احمدیہ کے وجود سے مقدر ہو چکا تھا۔ لیکن یہی تو سوال ہے کہ جماعت قادیان کے موجودہ نظام کی تیس سالہ جدوجہد نے غلبۂ اسلام کے مقصد کو ہمارے کس قدر قریب کر دیا ہے؟ حضرت اقدسؑ نے غیر ادیان پر جو فتح کی طرح ڈالی تھی اس میں موجودہ قادیانی جدوجہد نے کیا اضافہ کیا ہے؟ کیا جماعت قادیان کے اندر حُبِّ رسولؐ و عشق قرآن کے ولولے بڑھ چڑھ کر موجزن ہیں؟ علوم فرقانیہ کی جو نہر حضرت اقدسؑ نے جاری کی تھی اس میں جماعت قادیان کی مساعی سے کیا ازدیاد ہوئی؟ اگر حب اسلام و کیفیت ایمانی اہل اسلام کے جذبات کم ہو گئے ہیں تو تحریک احمدیہ کے مقاصد کی کہاں تک تکمیل ہوئی؟ حضرت ڈاکٹر صاحب بخوبی جانتے تھے کہ غالیانہ عقائد کا نتیجہ مقاصد عالیہ سے دور کر دینا ہوا کرتا ہے اسی لئے آپ نے پورے جوش و مستعدی سے ان کی تردید پر کمر باندھی اور جیسے کہ اختتامِ رسالہ الوصیت میں حضرت اقدسؑ نے لکھا ہے فرمایا تھا کہ قادیان میں میری نسل کا مقصد یہ کیا جائے گا اور میں تمہیں اپنی حفاظت پر متعین کرتا ہوں اسی کے مطابق ڈاکٹر صاحب مرحوم نے اپنے محبوب کی حقیقی حفاظت کا حق ادا کیا۔

فرقانی علوم کی جدید درسگاہ

جہاں ڈاکٹر صاحب مرحوم نے اپنی زندگی میں جماعت کو اپنی خدمات عالیہ سے متمتع کیا وہاں آپ کی وفات اگر ایک طرف غم و رنج کا باعث بن رہی ہے تو دوسری طرف اسی کو یہ جماعت اپنی تقویت کا موجب بنا سکتی ہے۔ انفرادی رنگ میں یوں کہ ہر فرد جماعت اس سے سبق حاصل کر سکتا ہے۔ وہ بانیٔ سلسلہ سے اسی قسم کی محبت و عقیدت کو استوار کرے جیسے کہ ڈاکٹر صاحب کو تھی تاکہ ان جذبات عالیہ کے نتیجہ میں حُبِّ رسولؐ و عشق قرآن کے جذبات پیدا ہوں ڈاکٹر صاحب کے نمونہ کو سامنے رکھتے ہوئے ہم میں سے ہر ایک اس امر کی کوشش کرے کہ فہم قرآن میں اس کی ساری زندگی صرف ہو مسلمانوں کی اجتماعی دینی جدوجہد کا واحد ذریعہ ہے جماعت احمدیہ کی شکل میں دکھلا دی ہے اور علم و عقل سے آگے قدم بڑھا کر ہم جذبات عالیہ کے نشہ سے سرشار ہوں عشق و محبت کے کوچوں میں گشت لگانے کے عادی بنیں۔ اجتماعی رنگ میں جماعت احمدیہ لاہور حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم کی وفات کو قومی ترقی کے لئے اس طرح مفید بنا سکتی ہے کہ فرقانی علوم میں ریسرچ کے لئے ایک عمدہ درسگاہ یا اکیڈیمی کی بنیاد ڈالی جائے۔ جماعت احمدیہ لاہور کا واحد مقصد اشاعت علم دین ہے اور اس مقصد کے دوام و ثبات کا ایک ہی ذریعہ ہے کہ اس کے مرکز میں ایک ایسا ادارہ قائم ہو۔ ریسرچ اکیڈیمی نہ صرف مرکزی ترقی و طاقت کے لئے از بس مفید شے ہو گی بلکہ خود تبلیغ و اشاعت کا جو حقیقی حق ہے وہ کسی ایسے ادارے کے بغیر انجام نہیں پا سکتا۔ نہ صرف موجودہ مسلمانوں کی بلکہ کل عالم کی اسوقت سب سے بڑی و اولین دینی ضرورت یہ ہے کہ نسل انسانی کی موجودہ تمدنی معاشی اقتصادی اور بین الاقوامی مشکلات و حاجات کا بہترین و مکمل حل قرآن سے کر کے دکھلایا جائے اور اس کی اشاعت کے سامان مہیا کئے جائیں۔ یہ وہ مقصد ہے جو اس وقت ہمارے سب سے اہم توجہ کا مستحق ہے۔ یہ وہ بات ہے جس کے بغیر دنیا ہلاکت کے گڑھے میں گرنے والی ہے۔ یہ وہ شے ہے جس کی طرف کل دنیا کے مفکر و اپنا نظر لگائے بیٹھے ہیں یہ وہ مرکزی طاقت ہے کہ جو جماعت یا قوم اپنے آپ کو اس میں لگا دے گی وہ عالم اسلامی کی ساری توجہ کو اپنی طرف منعطف کرے گی۔ یہی وہ عالی نصب العین ہے جس کی تکمیل کے لئے اس زمانہ میں مامور آسمانی کا نزول ہوا۔

جماعت احمدیہ لاہور کی خدمات در بارہ احیاء دین مشہور و معروف ہیں لیکن اس کا دوام و ثبات متقاضی ہے کہ اس کے مرکز میں علوم دینیہ کی ایک نہر رواں ہو جو ہر [illegible] دم نئی ضروریات و نئی حاجات کی حریف ہو سکے اور اپنی مرکزی شعاعوں سے کل عالم کو منور کر لینے والی ہو۔ جس جماعت نے بیرون جات میں حتیٰ کہ دوسرے براعظموں میں عظیم الشان مراکز کھولنے کی ہمت کی ہے کیا اس سے اپنی مرکزی ترقی و دوام کے لئے کسی ایسے قدم کے اٹھانے کی توقع رکھنی بعید امر ہے؟ ہرگز نہیں حضرت اقدسؑ کی قلبی دعائیں اس جماعت کے ساتھ ہیں اور یہ امر یقینی ہے کہ جلد اس کی ترقی و نشوونما کے سامان پیدا ہوں۔ آؤ ہم ڈاکٹر صاحب کی وفات سے

بقیہ تعزیتی خطوط از صفحہ ۱۹

کی روحانی، اخلاقی علمی و عملی خصوصیات اور عشق قرآن یہ ایسی چیزیں ہیں کہ ہمیشہ کے لئے ان کا نام دنیا میں زندہ رہے گا۔ ان پر اللہ تعالیٰ کی بہت بہت برکات اور رحمتیں ہوں

والسلام۔ خادم عبدالرحمٰن۔

جناب شیر محمد صاحب موضع بکھر تحصیل شاہ پور سے تحریر فرماتے ہیں

حضرت محترم جناب مولینا صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آج پیغام صلح مؤرخہ ۲۸ر اپریل سے حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی وفات کی اطلاع سے شدید صدمہ ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ کون شخص ہے جو گذشتہ کم از کم تیس سال کے لٹریچر سلسلہ سے واقف ہو اور معترف نہ ہو کہ ایسا سلیم الفطرت۔ عالم باعمل۔ منکسر المزاج۔ ہمدرد۔ مخلص دوست۔ حق و صداقت کا بے خوف حامی۔ اظہار حقائق میں بے مثل مضمون نگار ہی تھا جس نے جماعت کو برقرار رکھا ایسی عظیم الشان شخصیت سے ہماری جماعت محروم ہو گئی اور یہ ایسا نقصان ہے، کہ بظاہر اس کا پورا ہونا بہت مشکل ہے۔ اللہ تعالےٰ افراد خاندان و افراد جماعت کو صبر جمیل عطا فرمائے اور حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم کو جنت الفردوس میں داخل فرمائے۔ آمین۔

والسلام۔ خاکسار۔ شیر محمد

جناب غلام صمدانی صاحب پشاور سے تحریر فرماتے ہیں

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

میرے نہایت ہی مکرم و مہربان عالیجاہ حضرت قبلہ جناب مولینا صاحب، زاد الطافکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مجھے حضرت قبلہ جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے انتقال کی خبر سے بہت ہی صدمہ ہوا۔ بظاہر اس خلا کا بھر جانا مشکل نظر آتا ہے مگر خدا بڑی قدرت کا مالک ہے۔ اور وہ اپنے دین کے مخلص خادم وقتاً فوقتاً پیدا کرتا رہتا ہے۔ امید ہے کہ وہ اپنے فضل و کرم سے اس قومی نقصان کا نعم البدل عطا فرمائے گا۔ اور پسماندگان کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشے گا۔ بہرحال سوائے دعا و صبر کے چارہ نہیں۔ اللہ تبارک تعالےٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے کر ان کے درجات بلند فرمائے۔ اور پسماندگان کو صبر جمیل اور ان کی پیروی کی توفیق بخشے اور آں مخدوم کا سایہ ہم عاجزوں کے سر پر تا دیر قائم رکھے۔ امید ہے کہ آں مکرم بمعہ متعلقین بعافیت ہونگے۔ سب کی خدمت میں دعا و سلام۔ الحمد للہ میری حالت بہتر ہے۔ اس درجہ بدقسمتی ہے تا حال کلی صحت حاصل نہیں ہوئی۔ والسلام

آپ سب کی خیریت کا خواہاں۔ خادم احقر غلام صمدانی

ینگمینز احمدیہ ایسوسی ایشن

لاہور کا اجلاس

۹ مئی بروز اتوار، نوجوانان جماعت لاہور کی ایک میٹنگ زیر صدارت مولینا احمد یار صاحب ایم اے۔ منعقد ہوئی۔

چوہدری غفور احمد صاحب نے محمدی بیگم کی پیشگوئی پر ایک مدلل تقریر کی، چوہدری صاحب کی یہ تقریر پہلی تمام تقاریر سے کامیاب تھی۔ امید ہے کہ وہ عنقریب ایک کامیاب مقرر ثابت ہونگے۔

غلام ربانی صاحب نے حسب معمول اپنے پرجوش و دلکش انداز میں حضرت مسیح موعود کے علم الکلام پر تقریر فرمائی۔

جناب صدر کے تنقید و تبصرہ کے بعد جلسہ برخواست ہوا۔

سکرٹری کے فرائض محمد اعظم صاحب نے ادا کئے۔

شیخ محمد طفیل

سکرٹری

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی زندگی کا مقصد وحید

از محترم جناب ڈاکٹر شیخ محمد عبد اللہ صاحب جنرل سکرٹری انجمن

مجھے بد قسمتی سے حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم ومغفور کی صحبت میں بیٹھنے کا بہت کم موقعہ ملا۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ جن دنوں میں لاہور میں بطور متعلم اور معلم تھا ان دنوں ڈاکٹر صاحب بوجہ سرکاری ملازمت لاہور سے باہر تشریف رکھتے تھے۔ اور پھر جب وہ پنسن لیکر لاہور تشریف لے آئے تو مجھے تبلیغ اسلام کی خاطر برلن دار الخلافہ جرمنی جانا پڑا جہاں کم وبیش دس بارہ برس کا طویل عرصہ بسر ہوا۔ اس طرح کم وبیش بیس سال کے عرصہ میں مجھے ان کی صحبت میں بیٹھنے کا بہت کم موقعہ ملا۔ اور وہ موقعہ بالعموم جلسہ سالانہ کے اجتماع پر ہوا کرتا تھا۔ ان بیس سال کے زمانہ میں میں نے ان کی تقریباً تمام تحریرات رسالہ جات، کتب کا مطالعہ کیا اور ان سے بیحد مستفیض ہوا۔

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی طرز تحریر میں ایسی جاذبیت ہے کہ میں نے آپ کی بعض تحریرات کو ایک سے زیادہ دفعہ پڑھا ہے اور جب کبھی بھی ان کا مطالعہ کیا ہے ایک نیا سرور اور حظ پایا ہے۔ آپ دقیق سے دقیق مسائل کو اس رنگ اور طرز پر بیان کرتے ہیں کہ پڑھنے والا کبھی اکتاتا نہیں۔ آپ کا آخری شاہکار "مجدد اعظم" ہے جس کی وجہ سے آپ کا نام رہتی دنیا تک روز روشن کی طرح ۔۔ دنیا کو اور بالخصوص احمدی دنیا کو منور کرتا رہے گا۔ اس کتاب کو پڑھکر دل کی گہرائیوں سے آپ کے لئے دعا نکلتی ہے۔

میں اوپر ذکر کر آیا ہوں کہ مجھے حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم ومغفور کی صحبت میں بیٹھنے کا بہت کم موقعہ ملا ہے اور جو ملتا تھا وہ بالعموم جلسہ سالانہ کے ایام میں ہوا کرتا تھا۔ یوں تو یہ موقعہ مجھے ہر ایسے جلسہ سالانہ پر نصیب ہوا کرتا تھا جب بھی میں جلسہ پر حاضر ہوا۔ جہاں تک مجھے علم ہے ڈاکٹر صاحب تو شاید ہی کوئی جلسہ ایسا ہو جس میں شامل نہ ہوئے ہوں (مجھے تو بوجہ قیام برلن کئی جلسوں سے محروم رہنا پڑا) لیکن اب جبکہ میں برلن سے بوجہ جنگ واپس آ گیا تو انجمن نے سن ۱۹۳۹ء سے لیکر آج تک تمام سالانہ جلسوں کا انتظام میرے سپرد کر رکھا ہے۔ ان ایام میں مجھے حضرت ڈاکٹر صاحب کی صحبت میں بیٹھنے کا موقعہ ملا۔ آپ کے تبحر علم۔ عشق قرآن سے تقریباً تمام دوست، واحباب واقف ہیں۔ بالعموم ایسا ہوتا ہے کہ اگر کسی انسان کو تحریر میں ید طولیٰ حاصل ہے تو اس کی تقریر بڑی خشک اور بے لطف ہوتی ہے اور اس میں کوئی جاذبیت نہیں ہوتی اور اگر کسی کی تقریر میں سحر بیانی ہوتی ہے تو اس کی تحریر بالکل بے ربط اور دلچسپی سے خالی ہوتی ہے۔ البتہ ایسی ہستیاں جن کا مقصد دماغی تعیش، محض الفاظ کی بندش، اور سحر بیانی نہیں ہوتا بلکہ وہ انسانوں کے اندر ایک حقیقی تبدیلی پیدا کر کے ان کے اندر روحانیت۔ اطمینان قلبی اور تعلق باللہ پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ ایسی ہستیاں چونکہ خود اس حقیقی سرچشمۂ حیات سے فیضیاب ہوتی ہیں لہذا ان کی تقریر و تحریر ہر دو کے اندر اللہ تعالےٰ ایک خاص نور رکھ دیتا ہے جو لا محالہ دل کو منور کر دیتا ہے، اور شقی سے شقی قلب بھی اس کے اثر سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم ومغفور کے اندر انکی روحانیت اور تعلق باللہ کی وجہ سے یہ چیز خاص اور نمایاں طور پر اللہ تعالیٰ نے ودیعت کر رکھی تھی جس کا اعتراف دوست تو دوست دشمنوں اور غیروں کو بھی کرنا پڑا ہے۔ جن جن لوگوں نے حضرت ڈاکٹر صاحب کے درس قرآن سے فائدہ اٹھایا ہے وہ اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں۔ اور جن کو آپ کے درس قرآن سے براہ راست استفادہ کرنے کا موقعہ نہیں ملا انھوں نے آپ کی تفسیر قرآن موسومہ بہ "انوار القرآن" (جو صرف دو پاروں پر مشتمل ہے) کا مطالعہ کر کے اس لذت اور حظ روحانی کا اعتراف کیا ہے۔

آپ کو قرآن کریم سے سچا عشق تھا اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ اپنی زندگی کا مقصد وحید قرآن کریم کی نشر واشاعت سمجھتے تھے اور ان کا یہ جوش ہر جگہ اور ہر وقت کام کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ ایام ملازمت میں ڈاکٹر صاحب کو جس جگہ بھی جانے کا اتفاق ہوا وہاں انھوں نے قرآن کریم کا درس دینا شروع کر دیا۔ مجھے اپنے چھوٹے بھائی شیخ عطاء اللہ صاحب کی ملازمت کی وجہ سے چند ایک ایسی جگہ جانے کا موقعہ ملا جہاں ان سے قبل حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم رہ چکے تھے۔ اگرچہ میرا وہاں جانا بیس پچیس سال بعد ہوا لیکن میں نے دیکھا کہ بعض بعض جگہ ڈاکٹر صاحب کی یادگار تو بصورت عمدہ مسجد موجود ہے جہاں وہ درس قرآن دیا کرتے تھے اور نماز باجماعت ادا ہوتی تھی لیکن جہاں یہ ظاہری یادگار موجود نہیں وہاں آپ کی نیکی آپ کے اخلاق فاضلہ، آپ کی روحانیت کا گہرا اثر اب تک قلوب پر موجود ہے اور قرآن کریم کے نکات اس کے مشکل سے مشکل مقامات کے حل۔ آپ کی دل میں گھر کر جانے والی تفسیر اب تک زبان زد خلائق ہے اور اسی طرح آپ کا ذکر خیر اب تک جاری ہے۔ کسی شاعر کا شعر آپ پر بھی کیا ہی صادق آتا ہے ؎

جس جا ہو تیرا ذکر ہو ذکر خیر ہی
او رنام نہیں تیرا تو ادب سے لیا کریں

ایک دنیا دار عالم اور فلسفی اور ولی اللہ میں یہی فرق ہوتا ہے کہ اول الذکر کو اپنے علم پر بڑا ناز ہوتا ہے اور اس علم کی وجہ سے اس کے اندر ایک قسم کا تکبر اور غرور اور نخوت پیدا ہو جاتی ہے لیکن ایک عارف باللہ اور باخدا انسان کے اندر باوجود اس کے تبحر علمی اور بیشمار علوم کے نہایت درجہ کی انکساری، فروتنی اور سادگی ہوتی ہے جیسا کہ اوپر ذکر کر آیا ہوں مجھے ڈاکٹر صاحب مرحوم ومغفور کو ایام جلسہ میں بہت قریب سے دیکھنے کا اتفاق ہوا اور ان ایام میں میں نے دیکھا کہ آپ کے اندر کس قسم کی عاجزی اور سادگی ہے اور جماعت سے کس قسم کی محبت بلکہ عشق ہے۔ اکثر احباب نے میرے محترم دوست میاں نصیر احمد صاحب فاروقی۔ آئی۔ سی۔ ایس کے اس مضمون کو پڑھا ہوگا جو اخبار پیغام صلح میں شائع ہو چکا ہے۔ جس میں میاں صاحب نے بتایا ہے کہ ان کے والد بزرگوار کو اپنی اولاد سے بڑھکر جماعت کے ساتھ عشق اور محبت تھا۔ ایام جلسہ کے تین دن بلاناغہ احمدیہ بلڈنگس میں عام لوگوں کی طرح ایک نہایت ہی سادہ اور فقیرانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ اور اس بڑھاپے اور خرابی صحت کے عالم میں ان کو نہ اپنی رہائش کی فکر ہوتی تھی اور نہ ہی اپنی خوراک و آرام کی۔ ایک کمرہ میں ایک معمولی چارپائی اور بستر رکھا ہے اور اسی کمرہ میں اسی فقیرانہ طرز پر ان کا پرانا رفیق سید اسد اللہ شاہ صاحب (مشہور ملہم اور مستجاب الدعوات) رہتا ہے۔

احمدیت کی اشاعت اور تبلیغ کا جوش آپ کے قلب صافی میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا آپ جہاں کہیں گئے آپ نے ایک اچھی خاصی جماعت بنالی۔ اور یہی وجہ تھی کہ اگرچہ شروع شروع میں عزیزوں اور رشتہ داروں نے بوجہ احمدیت آپ کی بڑی مخالفت کی لیکن بالآخر آپ کے جذبۂ تبلیغ اور آپ کے اخلاص نے تمام عزیزوں اور رشتہ داروں کو احمدیت میں داخل ہونے پر مجبور کر دیا بلکہ بعض بعض قرآن کریم کے عاشق بن کر اسلام اور احمدیت کے علمبردار بن گئے۔ پھر یہ محض اللہ تعالےٰ کا فضل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام کی تمام اولاد ایسی نیک اور صالح عطا فرمائی ہے کہ ہر والد اس پر رشک کر سکتا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہم سب کو آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ تقبل منا یا ارحم الراحمین۔

آپ کی آخری خواہش

قبل اس کے کہ میں اس مضمون کو ختم کروں دو امور کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں جس سے حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم ومغفور کا عشق قرآن ظاہر ہوتا ہے۔ ایک واقعہ سے تو اکثر احباب واقف ہیں۔ یعنی یہ کہ قرآن کریم کا عشق ہی آپ کو آخری ایام زندگی میں بمبئی لے گیا جہاں آپ اپنے مولیٰ سے جا ملے۔ یعنی ان کی یہ خواہش تھی کہ میاں نصیر احمد صاحب فاروقی کو ایک دفعہ قرآن کریم با تفسیر پڑھا دیں اور جس عشق اور محبت سے آپ یہ کام باوجود مرض الموت کے کرتے رہے آپ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ سے اور خود میاں نصیر احمد صاحب سے سن چکے ہیں لہذا مجھے اس کے دہرانے کی ضرورت نہیں۔ البتہ ایک واقعہ جس کا شاید کم احباب کو علم ہوگا اسکا ذکر کرتا ہوں۔

جب آپ مجدد اعظم حصہ سوئم مکمل کر چکے ہیں تو ایک دفعہ خاکسار اور مولوی آفتاب الدین صاحب ان کو ملنے مسلم ٹاؤن گئے۔ اس وقت انھوں نے فرمایا کہ ان کی ایک بڑی زبردست خواہش ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر ممکن ہو تو ہم تعلیمیافتہ سعید نوجوانوں کے اجتماع کا کوئی انتظام کر دیں جن کو ڈاکٹر صاحب مرحوم قرآن کریم کی تفسیر اپنے علم اور ذوق کے مطابق سکھا دیں اور جس کے اندر ان تمام اعتراضات کے جوابات آجائیں جو آجکل بوجہ نئی روشنی الحاد۔ دہریت اور کفر کے کالجوں سے طالب علموں کے اندر راسخ ہو چکے ہیں۔ انھوں نے یہانتک منظور فرمالیا تھا کہ وہ اس کام کی خاطر امسال لمبوزی نہ جاویں گے بلکہ احمدیہ بلڈنگس میں رہائش

۱۴

احمدیہ دار الشفاء

کچھ عرصہ سے ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور کے زیر اہتمام ایک احمدیہ ہومیوپیتھی دار الشفاء کھلا ہوا ہے جس کا افتتاح حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا اور اسکی متعلق بہت پسندیدگی کا اظہار بھی فرمایا تھا اس مذکورہ دار الشفاء کے مہتمم و معالج اعلےٰ اخویم مکرم مولانا آفتاب الدین احمد صاحب ہیں اور انکے نائب شیخ محمد طفیل صاحب ایم اے ہیں۔ مولانا موصوف نہایت خلوص و محبت کے ساتھ مریضوں کا علاج کرتے ہیں اور ادویہ مفت دی جاتی ہیں۔ یہ ادارہ ابھی ابتدائی حالت میں ہے اور احمدی احباب کی توجہ کا منت پذیر ہے دوست اگر توجہ فرمائیں تو یہ دار الشفاء بہت مفید اور ایک خاموش مگر نہایت موثر تبلیغ کا ذریعہ بن سکتا ہے امید ہے ہمارے دوست اس ادارہ کی افادی حیثیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے جلد اس طرف توجہ مبذول فرمائیں گے مندرجہ ذیل بزرگوں اور دوستوں نے اس دار الشفاء کے لئے چندہ دیا اور مولوی دوست محمد صاحب نے ادویہ رکھنے کے لئے ایک الماری عنایت فرمائی جزاہم اللہ احسن الجزاء

فہرست چندہ

	روپیہ
حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ	۵
جناب ڈاکٹر الٰہی بخش صاحب	۵
" میاں محمد صادق صاحب	۵
" مخدوم محمد اشرف صاحب	۲
" چودہری فضل الحق صاحب	۲
" سلطان محمود صاحب	۱
" ماسٹر فقیر اللہ صاحب	۱

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم کے خصائل

از محترمہ صالحہ فاروقی صاحبہ بنت حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم

محترم ایڈیٹر صاحب

السلام علیکم

والد صاحب مرحوم و مغفور کے حالات بابرکات کئی ایک صاحب قلم نے تحریر فرمائے ہوں گے۔ چند سطریں انکی زندگی کے حالات سے متعلق عرض کر کے اس ذکر خیر میں حصہ لینا چاہتی ہوں۔ بعض ہستیاں دنیا میں ایک خاص شخصیت لے کر آتی ہیں اور ان کی ہر ایک بات بچپن سے نرالی ہوتی ہے۔ والد صاحب اپنے والدین کے اکلوتے بیٹے تھے ان کے دادا جناب احمد علی صاحب اپنی سب اولاد میں سے والد صاحب کو بے انتہا چاہتے تھے اور ان کی تعلیم و تربیت بھی انھوں نے اپنی نگرانی میں فرمائی۔

میری دادی صاحبہ ایک دیندار اور عبادت گزار بی بی تھیں وہ اکثر والد صاحب کی خداداد عقل اور نیک فطرت کے متعلق ان کے بچپن و جوانی کے حالات کا ذکر فرماتیں۔ اور بعض وقت فخریہ طور پر انہیں ولی کے نام سے موسوم فرماتیں۔ انھوں نے فرمایا کہ جب والد صاحب کی تعلیم شروع کی گئی تو آپ نے تھوڑی دیر میں ہی بیٹھ کر الف۔ بے۔ یاد کر لی اور تیسرے روز قاعدہ ختم کر دیا۔

اس کے بعد والد صاحب کو ان کے دادا صاحب نے چند کتابیں اردو فارسی کی خود پڑھائیں اور غالباً ۹ سال کی عمر میں جب سکول داخل کرنے کی غرض سے بھیجا گیا تو سکول والوں نے آپ کی لیاقت دیکھ کر چھٹی جماعت میں داخل کر لیا۔

گھر کی تعلیم میں آپ کو جغرافیہ نہیں پڑھایا گیا تھا اور اس کی بہت کمی محسوس ہوئی لیکن یہ مضمون آپ کو اس قدر دلچسپ اور بانتیجہ معلوم ہوا کہ آپ تے سال کے اندر اپنی جماعت سے زیادہ سیکھ لیا اور امتحان میں جماعت میں اول آئے۔

آپ کو تحقیق علم کا ازحد شوق تھا یہی وجہ ہے کہ جب مذہبی رنگ آیا تو قرآن کریم کی تحقیق میں اپنے آپ کو پوری طرح مصروف کر دیا۔

آپ کے عجیب رنگ تھے ایک وقت آپ کا دل [illegible] بلند ہوتا تھا اور ایک وقت انکسار فقیرانہ ہوتا تھا۔ اسلام و قرآن کی ہتک آپ ایک منٹ کے لئے برداشت نہ فرما سکتے تھے۔ انجمن کے چندوں کے علاوہ آپ جن کی مدد فرماتے تھے خفیہ فرماتے تھے۔ ظاہرداری و نام و نمود سے آپ کو نفرت تھی۔ اپنی کمائی خرچ کرنے میں نہایت سخی تھے۔

روپیہ جمع کرنا اور جائداد بنانا آپ کو پسند نہ تھا عزیزوں کے کہنے سننے پر آپ نے ڈلہوزی میں کوٹھی بنائی ورنہ جو کمایا اپنے اور اپنے غریب رشتہ داروں اور خدا کی راہ میں خرچ کر ڈالا۔

نقصان مال کے لئے دلی رنج نہ فرماتے تھے بلکہ فرماتے تھے کہ مومن کا نقصان بھی صدقہ میں داخل ہوتا ہے۔ ایک دفعہ بازار میں کچھ خریدنے کے لئے تشریف لیگئے وہاں آپ کا بٹوا گر گیا جس میں قریباً ساڑھے تین سو روپیہ تھا۔ آپ نے آس پاس تلاش کیا نہ ملا۔ آپ جب گھر پہنچے تو آپ کے چہرے پر کوئی ملال نہ تھا۔ کسی نے کہا بھی پولیس میں اطلاع دیں مگر آپ نے اتنی اہمیت نہ دی۔ دنیا کے مناظر و قدرتی خوبصورتی دیکھ کر بے حد محظوظ ہوتے۔ غذا بہت تھوڑی مگر نفیس نوش فرماتے۔

کچھ عرصہ سے آپ کی طرز رہائش سے کچھ ایسا ظاہر ہوتا تھا کہ ہر ایک چیز کو عارضی سمجھنے لگے ہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ تشریف لے جاتے تو گھر اٹھانے و لگانے میں کوئی دلچسپی نہ فرماتے ہاں اگر کوئی دلچسپی تھی تو اپنی تصنیف کو مکمل کرنے کی۔ اس کام میں اس قدر منہمک رہتے تھے کہ معلوم ہوتا جیسے تھوڑے وقت میں آپ نے بہت سا کام کرنا ہے۔

اپنی بیماری میں آپ نہایت صابر و شاکر رہے۔ اپنے متعلق کوئی خاص پروا نہیں فرماتے تھے۔ بعض وقت درد معدہ کا سخت دورہ ہوتا تھا۔ مگر آپ نے کبھی ہائے وائے یا کوئی کلمہ ناشکری نہیں کہا۔ بلکہ سخت تکلیف کے وقت آیات قرآنی اور عربی دعاؤں میں اپنے آپ کو غرق فرما دیتے۔ جب دورہ کی تکلیف یعنی درد ہٹ جاتی تو باوجود سخت کمزوری کے ہنسنے بولنے لگتے۔ اور بیماری کا زیادہ ذکر فکر کرنا پسند نہ فرماتے تھے۔

آپ خود ڈاکٹر تھے آپ کو اپنی بیماری کے لاعلاج ہو جانے کا کچھ اندازہ ہو چکا تھا لیکن آپ نے کبھی مایوسی کا کلمہ نہیں نکالا۔ فوت ہونے سے چند روز پیشتر ایک ڈاکٹر معائنہ کے لئے آیا اور اس نے بیماری کے متعلق فکر ظاہر کیا اس کے جانے کے بعد میری ہمشیرہ پاس گئیں تو انھوں نے کہا تمہیں معلوم ہے ڈاکٹر کیا بتا گیا ہے؟ انھوں نے متفکر ہو کر کہا جی ہاں! کچھ سوچ کر فرمایا اچھا اگر چلنا ہی ہے تو پھر بھی موت کے وقت تک صابر و شاکر رہے۔ عشق قرآن کا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ جب بیماری میں بھی درس قرآن کا وقت

آجاتا تو ایک تندرست کی طرح بیٹھ جاتے اور آواز میں اتنی طاقت و سرور آجاتا کہ دیکھنے والے محسوس کرتے۔

ملازمت میں جہاں جہاں رہے اپنی ہر دلعزیزی چھوڑ آئے۔ (صالحہ فاروقی)

ڈاکٹر صاحب مرحوم کا ذوق سلیم

از جناب مرزا مسعود بیگ صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم و مغفور کی بیشمار خوبیوں میں سے سب سے زیادہ قابل رشک اور اعلیٰ خوبی تو آپ کا فہم قرآن اور کلام پاک کا عرفان تھا۔ اور مرحوم کے اسی وصف پر بیشتر مضامین قارئین "بشارت احمد نمبر" کے ملاحظہ سے گذریں گے جو میری ناچیز تحریر سے یقیناً بہتر ہونگے۔ کلام الٰہی سے اس عشق کی طفیل اللہ تعالیٰ نے مرحوم کو دیگر علوم میں بھی نہایت عمدہ فہم اور ذوق سلیم بخشا تھا۔ اور میں اس وقت اس کے متعلق کچھ عرض کرونگا۔

ڈاکٹر صاحب مرحوم کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دلنشین کلام کے علاوہ مثنوی مولانا روم، خواجہ فرید الدین عطار، شیخ سعدی، حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ اور دیگر متصوفین اور اولیائے امت کے کلام سے بھی خاص شغف تھا۔ آپ درس قرآن مجید کے دوران میں اپنے مخصوص انداز میں حضرت اقدس کے کلام اور مثنوی معنوی سے برجستہ اشعار سنایا کرتے تھے جو سامعین پر خاص اثر کرتے اور مضمون کو دلنشین بنا دیتے۔ آپ کے مطبوعہ مضامین بھی جا بجا برجستہ اور موثر اشعار سے مزین ہوتے تھے۔

ڈاکٹر صاحب مرحوم ایک صاحب حال بزرگ تھے۔ کلام پاک ایک خاص انداز میں تلاوت فرمایا کرتے تھے جو سننے والوں کے لئے وجلت قلوبھم کا اثر رکھتا تھا اور اسی طرح فارسی اور اردو کلام بھی بڑے سوز اور ایک خاص کیفیت سے پڑھا کرتے تھے تو دبھی وجد میں آتے اور سامعین پر بھی وہی کیفیت طاری کیا کرتے۔ سخن فہمی میں بھی آپکو کمال حاصل تھا۔ حضرت امیر قوم ایدہ اللہ نے ایک خطبہ کے دوران میں فرمایا تھا کہ حضرت مسیح موعود کے صرف ایک شعر کے مطالعہ سے ڈاکٹر صاحب مرحوم نے اپنی زندگی کا پروگرام تبدیل کر دیا تھا۔ پنشن کے حصول کے بعد مرحوم کو کسی ریاست میں ملازمت پیش کی گئی اور جب انھوں نے حضرت امیر ایدہ اللہ سے استصواب کیا تو حضرت ممدوح نے امام زمانؑ کا ایک شعر لکھ بھیجا۔

عمر بگذشت و نماند است جز ایامے چند

بہ کہ در یاد کسے صبح کنم شامے چند

اس شعر کو پڑھکر ڈاکٹر صاحب مرحوم نے تمام دنیاوی مشاغل ترک کر دئے اور اپنے باقی تمام لمحات خدمت دین میں صرف کر دیئے اور "مجدد اعظم" جیسی بلند پایہ تصنیف دنیا میں پیدا کی جو ہمیشہ آپ کی یادگار رہیگی۔ یہ واقعہ ڈاکٹر صاحب مرحوم کی کیفیت قلبی کا اظہار کرتا ہے اور آپ کے صاحب حال ہونے پر ایک بین دلیل ہے۔

گذشتہ جلسہ سالانہ پر آپنے قرآن مجید کے جو معارف بیان فرمائے وہ حقیقی لحاظ سے معرکۃ الآراء تھے شاید اسلئے کہ وہ آپکا آخری کلام تھا جو احباب جماعت نے سنا تھا اور اس کے بعد یہ سلسلہ ہمیشہ کیلئے منقطع ہو جانا تھا۔ ویسے تو آپ کا درس ہمیشہ دلچسپ اور دلفریب ہوتا تھا مگر یہ آخری درس ایک خاص رنگ لئے اندر رکھتا تھا۔ اسی درس کے دوران میں حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم نے حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے وہ تین اشعار سنائے جن سے حاضرین مسجد پھڑک اٹھے جلسہ سالانہ کے بعد میں نے مرحوم سے فرمائش کی کہ اگر انکے پاس وہ پورے اشعار ہوں تو مجھے تحریر کرا دیں۔ مرحوم نے فرمایا کہ وہ خود تمام اشعار لکھکر مجھے دیدیں گے۔ چنانچہ دو تین دن بعد مرحوم نے وہ تمام اشعار اپنی قلم سے لکھے ہوئے مجھے عطا فرما دیئے۔ مرحوم کی یہ آخری تحریر میرے پاس محفوظ ہے۔

میری خواہش ہے کہ مرحوم کا یہ آخری تحفہ صرف میری ذات تک محدود نہ رہے بلکہ تمام قارئین پیغام صلح اس سے لطف اندوز ہوں۔ چنانچہ میں وہ تمام اشعار درج ذیل کئے دیتا ہوں تاکہ قارئین کرام ان سے حظ اٹھا کر حضرت ڈاکٹر صاحب کے لئے بلندئ درجات کی دعا کریں۔

مرا در دل بجز از دوست چیزے در نمی گنجد
بخلوت خانۂ سلطان کسے دیگر نمی گنجد

درون قصر دل دارم یکے شاہے کہ گر گاہے
اگر بر دل زند خیمہ بہ بحر و بر نمی گنجد

ازاں جامے کہ من خوردم نہاں کے ماند اسرارم
شراب شوق در جوش است در ساغر نمی گنجد

رموز عشق گر خواہی ز لوح دل توان خواندن
کہ حرفے از حکایاتش بصد دفتر نمی گنجد

حساب عمر صد عاقل بہ محشر بگذرد یک دم
حساب یکدم عاشق بصد محشر نمی گنجد

تنت گر چند موئے شد حجاب جاں بود ویرا
میان عاشق و معشوق موئے در نمی گنجد

ز بحر عشق یک قطرہ ظہور سر منصور است
بہ ظرف ہمت عاشق ازیں کمتر نمی گنجد

معینی گر ہمی خواہی کہ سر عشق گوئی باز
مفاش بر سر دار است بر منبر نمی گنجد

کیسا پاکیزہ کلام ہے اور جس رنگ میں مرحوم ڈاکٹر صاحب نے مندرجہ بالا میں سے چند اشعار درس میں سنائے تھے وہ صرف سننے سے تعلق رکھتے تھے۔ غرض یہ کہ ڈاکٹر صاحب مغفور کو اللہ تعالےٰ نے نہایت عمدہ فہم اور ایک اعلےٰ ذوق عطا فرمایا تھا جو ان کی شگفتہ مزاجی اور بذلہ سنجی کو چار چاند لگایا کرتا تھا۔

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ

از جناب شیخ غلام حسین صاحب محلہ حاجی پورہ شہر سیالکوٹ

۲۱ راپریل کو ہماری جماعت کے واجب الاحترام بزرگ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم مغفور رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا دن جماعت کے لئے نہایت ابتلاء کا دن تھا وہ اپنے بلند پایہ اخلاق اور اعلےٰ روحانیت کی وجہ سے مشہور و معروف انسان تھے۔ آپ کے ذاتی کمالات نہ صرف اپنی ذات تک ہی محدود تھے بلکہ مخلوق خدا کے لئے جسمانی اور روحانی طور پر فیض رساں تھے۔ احباب آپ کی زیارت اور ملاقات کے از حد مشتاق تھے۔ آپ کا درس قرآن کریم آب حیات کا اثر رکھتا تھا۔ جلسہ سالانہ کے موقع پر آپ کے درس کی وجہ سے مسجد احمدیہ بقعۂ نور دکھائی دیتی تھی۔ مرحوم جلسہ کے ایام میں احمدیہ بلڈنگس میں ہی قیام فرماتے اور رات کو بنفس نفیس ہر ایک جماعت کے جائے قیام پر تشریف لے جاتے اور گھنٹوں حقائق و معارف سے سامعین کو لطف اندوز فرماتے تھے۔ ہر طبقہ کے اشخاص کے ساتھ محبت اور اخلاص سے یکساں پیش آتے۔ درس قرآن کریم تو آپ کی غذا تھی۔ جہاں جہاں تشریف لے جاتے وہاں کے احباب کو اس نعمت غیر مترقبہ سے بہرہ یاب فرماتے۔ احمدیت سے قبل فرقہ اہلحدیث سے تعلق تھا۔ پھر حضرت مسیح موعودؑ کی علمی اخلاقی اور روحانی صحبتوں سے اقتباس فیض کیا اور طبیعت کا اسلام کی طرف اس قدر رجحان ہوا کہ مذہب ہی آپ کی زندگی کا اوڑھنا بچھونا ہو گیا جس شخص کو اخبار پیغام صلح کے گذشتہ فائلوں کے مطالعہ کا اتفاق ہوگا وہ دیکھے گا کہ کیسے کیسے حقایق اور معارف سے لبریز مضامین آپ کے قلم سے صفحہ ہائے اخبار پر شائع ہوتے ہیں۔ ان مضامین میں جہاں علم و حکمت کا دریا بہ رہا ہے وہاں ان کی کثرت کا یہ عالم ہے، کہ اخبار کا کوئی پرچہ نہیں جس میں آپ کا کوئی نہ کوئی بلند پایہ اور قیمتی مضمون نہ ہو۔ انسان ورطۂ حیرت میں ڈوب جاتا ہے جب دیکھتا ہے کہ ایک شخص جسکی زندگی سرکاری ملازمت میں منسلک ہو کر ضلع کے سول ہسپتال میں انچارج ڈاکٹر کی ہو وہ اس قدر نادر اور لطیف مضامین لکھے کہ لوگ پڑھتے پڑھتے تھک جائیں اور مضمون نگار لکھتے لکھتے نہ اکتائے۔ اسی پر بس نہیں بلکہ نماز پنجگانہ کے التزام کے علاوہ تہجد گذار قرآن کریم کی تلاوت کے مشتاق۔ گفتگو میں قال اللہ و قال الرسول کے پابند اور شیدا تھے۔ جب اس سے ترقی ہوئی تو تصنیف کا نازک اور ذمہ داری کا کام اپنے کندھوں پر اٹھایا۔ پھر کس قدر بے بہا علوم آپ کے رشحات قلم سے نکلے جن کے مطالعہ سے ایمان و عرفان کی دولت ہاتھ آتی اور دلوں کو اطمینان اور سکینت حاصل ہوتی۔ بہت سی تجربہ روزگار اور بے نظیر کتابیں ہیں جن کی تصنیف کا آپ کو شرف حاصل ہے۔ مثلاً۔ روح حج۔ ردّ تناسخ۔ ولادت مسیح۔ کشف الظنون عن المارق والمجنون۔ انوار القرآن نمبرا و نمبر۲۔ مجدد اعظم جلد اول اور دوم۔ یہ فہرست نام گنانے کے لئے نہیں بلکہ جس کسی نے بھی ان کتابوں کو ایک نظر سے پڑھا ہے گو مخالفت کی وجہ کو کراہت سے ہی شروع کیا ہو مگر شوق اور رغبت کے ساتھ ختم کیا ہے۔ یہ نادر روزگار تحائف ہیں جو تبلیغ اور اشاعت کے لئے بے حد مفید ہیں۔ اور آپ کے بیشمار مضامین اخبار کے کالموں میں اس طرح بکھرے پڑے ہیں جیسے موتی۔ میں نے مئی ۱۹۳۲ء میں اخبار پیغام صلح کے ذریعہ یہ تجویز قوم کے سامنے رکھی تھی کہ ان مضامین متفرقہ کو سمیٹ کر کتابی صورت میں شائع کیا جائے۔ چنانچہ میرا وہ مضمون بغرض دریافت رائے احباب کئی بار شائع ہوتا رہا بہت سے احباب نے میری تجویز سے اتفاق کیا جن کی آراء بھی شائع ہوئیں مگر نامساعدت حالات کی وجہ سے یہ کام ناتمام ہی رہ گیا۔ ان دریکتا کا پراگندہ اور انتشار کی حالت میں رہنا بڑے افسوس کی بات ہے۔ خدا کرے حالات خوشگوار ہوں اور یہ خزانہ کتابی شکل میں قوم کے سامنے آئے اس ضمن میں مثال کے طور پر ایک مضمون خاص طور سے قابل ذکر ہے جس کا عنوان منطق الطیر ہے۔ اگرچہ اسی موضوع پر زمانہ حال کے بعض مصنفوں نے بھی طبع آزمائیاں کی ہیں۔ ان کی محنتیں بھی قابل قدر ہیں۔ مگر جو تحقیق اور ندرت ڈاکٹر صاحب کے مضمون کو حاصل ہے۔ وہ دوسروں کو نصیب نہیں۔ آپ کی تصنیف کے دو شاہکار خصوصیت سے قابل ذکر ہیں منجملہ ان کے ایک انوار القرآن ہے۔ جن کی تصنیف سے آپ کو مفسر القرآن کا رتبہ حاصل ہوا۔ اس کتاب کی دو جلدیں ہیں پہلی جلد میں تیسویں پارہ کی اور دوسری جلد میں انتیسویں پارہ کی تفسیر ہے۔ یہ تفسیر کیا ہے حقائق اور معارف کے دریا بہا دیئے ہیں مسائل دینیہ کو فلسفہ اور سائنس کے ساتھ تطبیق دی ہے کہ پڑھکر دل وجد کرنے لگتا ہے قرآن کریم کے قصص کی تفسیر ایسے محققانہ رنگ سے لکھی ہے جس کو سنکر دل لذت اور سرور سے بھر جاتا ہے۔ غرضیکہ قرآن کریم کے علوم سے جو تعلق اور عشق آپ کے قلب کو تھا وہ انداز تحریر سے صاف طور پر واضح ہو جاتا ہے۔ اس پاک کتاب کی محبت آپ احباب کے دلوں میں بھی پیدا کرتے رہتے تھے یہی آپ کی زندگی کی غرض و غایت تھی آخری زندگی میں جو کام خدا نے آپ سے لیا وہ بھی آپ کی شہرت دوام کا باعث ہے وہ کام حضرت مسیح موعود کی سوانح حیات لکھنے کا ہے اس موضوع پر آپ نے کتاب مجدد اعظم تین مبسوط حصص میں لکھی ہے۔ حصہ اول اور دوم زیور طبع سے آراستہ ہو کر قبول عام کی سند حاصل کر چکے ہیں حصہ سوم کا مسودہ مکمل ہو چکا ہے صرف طباعت کا کام باقی ہے جو احباب کے انتظار کو اشاعت کے لئے بیتاب کر رہا ہے۔

اس کتاب کو جب لکھنے کا ارادہ فرمایا تو خاکسار کو بذریعہ نوازشنامہ اپنے عزم سے مطلع کیا۔ میں نے عرض کی کہ حضرت مسیح موعود کی سیرت پر آج تک جس قدر کتابیں لکھی گئی ہیں وہ سب کی سب نامکمل اور ادھوری ہیں۔ اس موضوع پر بڑے معرکے کی اور مبسوط کتاب چاہیئے اور آپ کی پیرانہ سالی کی وجہ سے خیال ہوتا ہے کہ آپ اس قدر محنت برداشت نہیں کر سکیں گے۔ یہ بھی لکھا کہ حضرت مسیح موعود کی سوانحعمری کم از کم ایسی طرز اور نمونہ پر لکھی جانی چاہیئے جیسے مولانا حالی نے سرسید کی لائف حیات جاوید نامی لکھی ہے جس کے جواب میں آپ نے لکھا بیشک راستہ بہت دشوار گذار ہے مگر ارادہ آہنی ہاتھ پکڑ کر اس راہ پر لگا رہا ہے دعائیں کر رہا ہوں آپ بھی دعا کریں۔ پھر جس شان کی یہ کتاب لکھی گئی ہے وہ کسی تعریف کی محتاج نہیں۔ ظاہرا طباعت تنی دیدہ زیب معنوی خوبیوں کا یہ عالم ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے ذاتی حالات۔ علمی کمالات۔ اخلاق فاضلہ۔ کمالات روحانی۔ دعاوی اور دلائل نشانات سماوی۔ جوش نصرت دین اور بیشمار مسائل دینیہ حکمیہ معقولی اور منقولی کا یہ کتاب مجموعہ اور مخزن ہے۔ حق تو یہ ہے کہ اس کتاب کے مطالعہ سے پڑھنے والے پر کیسی کیفیت طاری ہوتی ہے کہ حضرت مسیح موعود کا زمانہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے اس وقت اس کتاب پر تبصرہ یا ریویو مقصود نہیں، البتہ احباب کی خدمت میں اس قدر التماس ضرور ہے کہ وہ خود بھی اس کو مطالعہ میں رکھیں اور دوسرے ہاتھوں میں بھی اسکو پہنچائیں کیونکہ اس میں بے شمار مسائل دینیہ کا ذخیرہ ہے۔

یہ سطور ڈاکٹر صاحب مرحوم مغفور کی یاد میں لکھی جا رہی ہیں۔ آپ حضرت مسیح موعود کی صحبت کے فیضیافتہ اور خاص احباب میں سے تھے اور اپنے بلند اخلاق اور علمی اور عملی خدمات کی وجہ سے جماعت احمدیہ میں ممتاز حثیت رکھتے تھے۔ آہ حضرت مسیح موعودؑ کی ذات ستودہ صفات سے شروع کر کے حضرت مولوی نور الدین صاحب، حضرت مولوی محمد احسن صاحب۔ حضرت مولوی برہان الدین صاحب، حضرت مولوی عبدالکریم صاحب، صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید۔ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب شیخ رحمت اللہ صاحب۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب۔ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب اور ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کیسی کیسی اعلےٰ ہستیاں ہم سے جدا ہو گئیں غالب نے اسی موقعہ کے لئے کہا ہے ؎

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ او لئیم
تونے وہ گنجہائے گرانمایہ کیا کیئے

ڈاکٹر صاحب مرحوم اپنے حسنات کی وجہ سے یقیناً خدا تعالےٰ کی جوار رحمت میں شاداں و فرحاں ہو گئے مگر احباب ان کی زیارت اور پاک کلمات سے محروم ہو چکے ہیں افسوس مختلف تقریبات اور سالانہ جلسوں میں جب ہم ان کو نہ پائیں گے تو ہمارے لئے کس قدر مایوسی اور حرمان کا موجب ہوگا۔ اسکی تلافی کی اب ایک ہی صورت ہے کہ جب کبھی احباب کو آپ کے ملفوظات کی تلاوت کا اتفاق پیش آئے تو وہ اپنے محسن اور محبوب کے حق میں خلوص دل سے دعاؤں کا ہدیہ پیش کریں اور اس رسم کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کی جائے۔ ان الفاظ کے ساتھ ہم اپنی ارادت و عقیدت کے پھول اور دعا کا ہدیہ اپنے محترم بزرگ کی بلندی درجات کے لئے خدا کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں۔ ربّ اغفرلی ولاخی وادخلنا فی رحمتک وانت ارحم الراحمین ؀

آہ حضرت بشارت احمد!

از جناب چوہدری سلطان علی صاحب شائق

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ
حالِ قوم است دردناک شدہ
سلکِ درہا پہ کلک درس اندر
سفت حضرت بشارت احمد
سرگذشتِ مجدّدِ اعظم
گفت حضرت بشارت احمد
کرد اکثر علاجِ بیماراں
مفت حضرت بشارت احمد
کرد بیدار دیگراں را خود
رفت حضرت بشارت احمد

(بامزارش پس شہادت خود)
۱۹۴۳
جفت حضرت بشارت احمد

تذکرہ حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب علیہ الرحمۃ

اے بےخبر بخدمت قرآں کمر ببند
زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

(از جناب ڈاکٹر حسن علی صاحب گوجرانوالہ)

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے بزرگ صوبہ یوپی۔ کے رہنے والے تھے۔ بغرض کاروبار ملازمت وہاں سے پنجاب پہنچے۔ مرحوم نے اپنی جوانی کے پہلے ایام میں سکاچ مشن ہائی سکول سیالکوٹ میں تعلیم حاصل کی۔ اس زمانہ میں عیسائی مشنریوں کی سرگرمیاں مسلمان نوجوانوں کو اپنے مذہب اسلام سے بیزار کرنے میں بڑے زوروں پر تھیں۔ مرحوم ڈاکٹر اقبال بھی آپ کے کلاس فیلو تھے پادری استاد قرآن مجید کی غلط تفسیریں دکھا کر مسلمان طالب علموں کو گمراہ کرنے میں مصروف رہتے تھے۔

ان دنوں عام طور پر مسلمان طالب علموں کو کوئی مذہبی دلچسپی نہ ہوا کرتی تھی کیونکہ مولوی لوگ اپنے زیر اثر لوگوں کو صرف یہ کہا کرتے تھے کہ اب امام مہدی کا ظہور ہونیوالا ہے۔ تو امام مہدی تلوار ہاتھ میں لیکر کافروں کو قتل کریں گے؟ اور دین کو بڑھائیں گے۔ اور حضرت مسیح ناصری آسمان سے اتر کر زندہ زمین پر ملک دمشق کی جامع مسجد کے مینار پر فرشتوں کے کندھوں پر سہارا لئے اتریں گے۔ پہلے تو دونوں ہمارے یہ آئندہ ہونیوالے خدا رسیدہ بزرگ اور مفسر (حضرت بشارت احمد صاحب) پادریوں کی ان باتوں کی طرف توجہ نہ کرتے تھے۔ آخر کار لاچار ہو کر ایک دن انھوں نے اپنے پادری استاد صاحب کے ساتھ شرط لگائی کہ قرآن مجید کی رو سے حضرت عیسٰی فوت ہو چکے ہیں۔ مگر جب پادری نے قرآن کا حوالہ پوچھا۔ چونکہ حضرت عیسٰے کی وفات کے بارے میں جو آیات تھیں۔ وہ آپ کی نظروں سے اوجھل تھیں۔ اس واسطے وہ کوئی تسلی بخش جواب پادری کو نہ دے سکے اور گھبرا کر خاموش ہو گئے۔ کیونکہ ان کے مقابلے پر پادری استاد نے مکر و فریب اور چالاکی سے آیت بل رفعہ اللہ الیہ کو پیش کیا۔ آپ لاجواب ہو کر رہ گئے۔ چونکہ آپ کے دل میں دینی حمیت تھی اور آپ کا حامی دین ہونا مقدر تھا۔ سب اس موقعہ پر لاجواب ہونے کے بعد آپ کی طبیعت قرآن مجید کے مطالعہ کی طرف منعطف ہو گئی۔

مرحوم اپنی تعلیم کو ختم کر کے ڈاکٹری کے لئے لاہور پہنچے۔ جہاں انھوں نے ۵ سال تک تعلیم حاصل کر کے ڈاکٹری کی ڈگری حاصل کی۔ شروع میں پلیگ ڈیوٹی پر متعین ہوئے۔ بعد ازاں گورنمنٹ انڈیا کی ضرورت کے ماتحت وہ ملازمت سرکاری کے لئے افریقہ چلے گئے۔

ان ایام میں سمالی لینڈ میں ہمارے ایک اور عزیز دوست ڈاکٹر رحمت علی صاحب ہاسپٹل اسسٹنٹ مرحوم بھی سرکاری ملازمت میں موجود تھے۔ جن کے نیک نمونہ کی وجہ سے کئی دوست احمدی جماعت میں شامل ہوئے، افسوس یہ ڈاکٹر رحمت علی صاحب ایک روز ایک جنونی عرب کے ہاتھوں زخمی ہو کر واصل بحق ہو گئے۔ اللہ تعالےٰ کی بیشمار رحمتیں ان پر ہوں۔ بڑی خوبیوں کے مالک تھے اور بڑے جوشیلے اور حقیقی احمدی نوجوان تھے۔ ان کی وفات سے پہلے ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم سے ان کے ساتھ دوستانہ مراسم ہو گئے تھے اور ۱۹۰۲ء میں ڈاکٹر بشارت احمد صاحب بھی باقاعدہ طور پر احمدی جماعت میں داخل ہو گئے۔

حضرت مسیح موعود کی روحانی اور کیمیائی نظروں نے ڈاکٹر بشارت احمد پر وہ کام کیا کہ وہ شراب معرفت پی کر مست الست ہو گئے اور قرآن کریم کے حقائق و معارف سے آپ کے سینہ کو پُر کر دیا گیا اور باقی رہی سہی آلودگی کو بھی انھوں نے حضرت نور الدین علیہ الرحمۃ کی پاک صحبت میں رہ کر دور کر لیا۔ چنانچہ راقم نے ایک رؤیا میں تفسیر انوار القرآن لکھے جانے سے قبل ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کو دین کے توار کو ایک آلہ سے ملاحظہ کرتے ہوئے دیکھا اور پھر ایک موقعہ پر حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صلعم کے حضور بیٹھے ہوئے پایا۔ اس وقت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے سر پر ترکی ٹوپی تھی۔ بدن پر سفید کرتا تھا اور سیاہ صوف کی واسکٹ تھی اور شلوار پہنے تھے۔ غرضیکہ جو فیض انھوں نے پایا وہ حسب حال حضرت مسیح موعود کی بیعت سے اور حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے لطف و کرم سے پایا۔ مرحوم کی اس روشنانہ سیرت پر احمدی جماعت کو فخر ہو سکتا ہے۔ جن کے درمیان ایسا قرآن کا درس دینے والا مزکی انسان موجود تھا

حضرت مسیح موعودؑ کے ایک کرم دین جہلمی نے ایک مقدمہ گورداسپور میں دائر کر رکھا تھا۔ جس کی پیروی کے لئے حضرت صاحب کو قادیان سے اکثر وہاں جانا پڑتا تھا۔ ایک بار ڈاکٹر بشارت احمد صاحب بھی گورداسپور میں موجود تھے جیسا کہ مجدد اعظم میں انھوں نے خود لکھا ہے۔ مرحوم جالندھر ہاسپٹل میں مقرر تھے کہ حضرت صاحب کو لکھا کہ میں یہاں پر اکیلا احمدی ہوں۔ اس پر حضور یعنی حضرت مسیح موعود نے لکھا۔ کہ خدا مومن کو اکیلا نہیں چھوڑا کرتا۔ آپ دعا کرتے رہا کریں۔ چنانچہ آپ نے قرآن مجید کا درس دینا شروع کر دیا۔

قرآن مجید فرماتا ہے جب تک مومنوں کو ابتلا کی بھٹی میں ڈالا نہ جائے۔ ان کے جوہر ظاہر نہیں ہوتے ہیں۔ اس خدائی قانون کے ماتحت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب بھی ایک ابتلائے عظیم میں گرفتار ہوئے اور ایک مقدمہ میں گرفتار ہو گئے جس سے اللہ تعالےٰ نے انہیں نہایت عزت کے ساتھ بری کیا۔

مرحوم کو جو ابتلائے عظیم آیا۔ اس کی وجہ سے گو آپ کو بہت تکلیف پہنچی مگر آپ نے مردانہ وار اس دکھ کو برداشت کیا۔ ایک دن انھوں نے مجھ سے اپنی تکلیف اور سچ کو ہاتھ سے نہ دینے کا ذکر کیا۔ ہم دوستوں نے کہا۔ ڈاکٹر صاحب آپ بڑے متقی ہیں۔ ہم آپ کو خوب جانتے ہیں۔ صبر کریں۔ ہم سب دعا کرتے ہیں۔ خود مولانا نور الدین صاحب آپ کے لئے تحریک دعا کرتے رہتے تھے

صوفی آں باشد کہ ایام بلا
مے گزارد با صدق و صفا

چنانچہ یہ شعر ڈاکٹر بشارت احمد صاحب پر خوب صادق آیا۔ ان ایام میں آپ نے قرآن مجید۔ حدیث، فقہ کے علوم کی تحصیل کے لئے بڑی سعی فرمائی۔ حضرت مولوی نور الدین صاحب کے دل میں ان باتوں نے بڑا اثر پیدا کر دیا تھا۔ چنانچہ آپ کی اس مجاہدانہ سرگرمی دینی ولولہ کو محسوس کر کے آپ کی صاحبزادی کا نکاح حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم اے (موجودہ امیر جماعت احمدیہ لاہور) کے ساتھ کر دیا جن کی پہلی بیوی ۱۹۰۸ء کے اواخر میں وفات پا گئی تھی سلسلہ کے ہر ایک ممبر کو ڈاکٹر صاحب سے بڑی محبت ہوا کرتی تھی۔ اس دینی تعلق کی وجہ سے میں نے اپنے ایک بھتیجے کا نام بھی بشارت احمد رکھا۔ اور جس کا خطبہ نکاح جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے بمقام گجرات پڑھا تھا۔ میرا یہ عزیز اب انسپکٹر پولیس بمقام ہوشیار پور ہے۔ اسی طرح ہمارے خاندان کے افراد کو ڈاکٹر صاحب سے بڑی حسن عقیدت تھی۔ مرحوم ڈاکٹر صاحب کسی ملاں۔ مولوی قاضی مفتی کی طرح کسی معمولی حیثیت کے انسان نہ تھے۔ بلکہ خدا کے فضل سے دین و دنیا میں بڑا مرتبہ رکھتے تھے۔ مرحوم مصفّا، خوش پوش حلال کی روٹی کھانے والے، عابد زاہد باعمل انسان تھے جیسا ولیوں اور صوفیوں کے حالات ہم لوگ پڑھا کرتے ہیں۔ جہاں ایک طرف وہ دوستوں کے لئے دعائیں کرتے تھے وہاں دوستوں کو بھی دعا کے لئے عرض کرتے تھے۔ حکام وقت کی جائز اطاعت ضروری سمجھتے تھے۔ چونکہ خوشامد سے بکلی نفرت تھی۔ اس واسطے حصول خطاب کا خیال آپ کے ذہن میں نہ گذرتا تھا ملازمت میں مختلف مقامات پر تبدیل ہونے پر حکام اعلےٰ کی اجازت کے بعد پبلک اور احباب نے انکو الوداعی پارٹیاں دیں جو اسکا ثبوت تھیں کہ وہ ہمدرد اور نیک نیت انسان تھے۔

حضرت نور الدین علیہ الرحمۃ کی وفات کے بعد جب اختلافات رونما ہوا۔ آپ نے حق کی پاسداری کی اور لاہور کی جماعت کے پاک ممبروں میں شامل ہو کر آخر تک ان کا ساتھ دیا۔

پنڈی۔ جہلم۔ گجرات جالندھر لدھیانہ جہاں کہیں ڈاکٹر صاحب ملازمت پر رہتے تھے۔ درس قرآن جاری رکھتے تھے۔ اس پاک غرض کے لئے وہ مختلف مقامات پر بھی تشریف لے گئے جیسے بمبئی وغیرہ۔ اور آخری ایام زندگی میں بھی وہ اپنے بیٹے میاں نصیر احمد صاحب کے ہاں فقط درس قرآن کے لئے مقیم تھے ہنوز سورت تو یہ ختم نہیں ہوئی تھی، کہ پیغام اجل آ گیا اور وہ ۲۱ر اپریل ۱۹۴۳ء کو وفات پا گئے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

آخر میں ہم کہتے ہیں کہ احمدیت کی تاریخ میں آپ کا نام ہمیشہ بطور یادگار ایک روشن ستارے کی طرح چمکتا رہے گا۔ اور ہمارے بعد قرآن کے عاشق آپ کی تفسیر اور دوسری تصانیف سے فائدہ اٹھا کر آپ کے حق میں دعا کرنیوالے ہونگے

ارشادِ امیر

جماعت میں تین خصوصیتیں پیدا کرنے کی ضرورت

(۱) بچوں کو سات سال کی عمر سے نماز کی عادت ڈالو۔

(۲) بچوں کو سات سال کی عمر سے تبلیغ اسلام کے لئے کچھ خرچ کرنے کی عادت ڈالو۔

(۳) بچوں کو سات سال کی عمر سے قرآن شریف کا ترجمہ سکھانا شروع کرو۔

محمد علی

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی سیرت کے چند پہلو

(از جناب میر مدثر شاہ صاحب گیلانی پشاوری)

غالباً ۱۸۹۷ء میں خاکسار نے حضرت امام الزمان کی بیعت بذریعہ خط کی تھی۔ اور پھر چند سالوں کے بعد میں خود حضرت اقدس کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا تھا۔

حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم و مغفور سے پہلی ملاقات

قادیان کی مسجد میں مجھے آں مرحوم و مغفور سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا تھا، مجھے سنہ یاد نہیں۔ جب میں نے آن مرحوم کے چہرہ کی طرف دیکھا تو میرے دل میں کچھ کشش پیدا ہو گئی اور آپ کی صورت کی طرف دیکھنے سے کچھ حلاوت محسوس ہوتی تھی۔

آں مرحوم کی قرآن دانی

اخبار البدر قادیان میں آں مرحوم و مغفور کا ایک مضمون شائع ہوا تھا جس میں آں مرحوم نے حضرت آدم کی پیدائش اور ملائکہ کا سجدہ کرنا۔ جنتی زندگی اور شجر ممنوع وغیرہ کے متعلق نہایت لطیف اور عجیب تشریح فرمائی تھی۔ اس مضمون کو پڑھ کر مجھے بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ خدا تعالےٰ کی مہربانی سے ابتداء جوانی سے مجھے قرآن کریم سمجھنے پڑھنے اور سیکھنے کا شوق رہا ہے۔ اور میں نے قرآن مجید کے ہر ورق کے ساتھ ایک سفید ورق لگا کر اور کچھ ادہر ادہر ورق لگا کر جلد بندی کرالی تھی۔ اور جب کبھی کسی آیت قرآنی کی تفسیر شائع ہوتی تو میں اس کا خلاصہ اس جلد میں درج کر دیتا تھا۔ چنانچہ میں نے آں مرحوم و مغفور کی اس تفسیر کو نقل کر لیا جو اس وقت میرے پاس محفوظ چلی آتی ہے۔ اور جب مجھے آپ کے انتقال کی خبر وحشت اثر بذریعہ تار کے ملی تو میں نے اپنے غم و حزن کو دور کرنے کے لئے اس تفسیر کو پھر پڑھا۔

آں مرحوم کی قرآن خوانی

دوران ملازمت میں آں مرحوم مغفور کئی سال تک کیمل پور میں رہے۔ گرمی کا موسم تھا۔ چھاؤنی کیمل پور کے حدود سے باہر نماز پڑھنے کا ایک خام چبوترہ تھا، مغرب کی نماز کا وقت آگیا جماعت کے دوستوں کی استدعا پر نماز پڑھانے لگے اس چبوترہ کے قریب بچے کھیل کود میں مشغول تھے اور شور و غل مچا رکھا تھا۔ جب آں مرحوم نے قرأت شروع کی اور جونہی بچوں کے کانوں میں پہنچی تو وہ کھیل کود چھوڑ کر شور و غوغا کو بند کر کے اس چبوترہ کے اردگرد جمع ہو گئے۔ اور نماز کے خاتمہ تک متانت خاموشی و سکون سے سنتے رہے۔ جب قرآن کریم کی تمام تلاوت میں یہ جاذبیت اور مقناطیسی اثر ہے تو پھر اس کے معارف اور حقائق کے بیان کرنے میں کس قدر برکات و انوار کا جلوہ ہوگا۔

اشاعت و تبلیغ اسلام کا عشق

آں مرحوم و مغفور ہمیشہ اپنی بصیرت افروز تصنیفات و تالیفات مجھے بھیجا کرتے رہتے بلکہ اگر میں ان کو کسی مستحق شخص کے متعلق توجہ دلاتا تو وہ بڑی خوشی سے مفت لٹریچر اسکو بھیجتے رہتے کیونکہ آپ کے مد نظر کوئی دنیوی تجارت نہ تھی۔ جب کتاب "مجدد اعظم" حصہ اول شائع ہوئی تو آپ نے حسب عادت ایک کاپی مجھے مرحمت فرما کر بہت تاکید مطالعہ فرمائی۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ نے بذریعہ خط مجھ سے دریافت فرمایا کہ آیا میں نے اسکو پڑھا ہے یا نہیں۔ تو میں نے ان کو نفی میں جواب دیا اور ساتھ ہی یہ عذر بھی لکھ بھیجا کہ میری نظر بہت کمزور ہو چکی ہے اور میں زیادہ لکھنے پڑھنے سے اجتناب کرتا ہوں۔ مگر چند روز کے بعد آں مرحوم و مغفور کا ایک اور سرفراز نامہ موصول ہوا، جس میں بڑے زوردار الفاظ میں مجھے تاکید کی گئی کہ میں تھوڑا تھوڑا کر کے اسکو پڑھوں۔ میں نے جواب میں پھر اپنی معذوری کا اعادہ کیا مگر ساتھ ہی ایک اور واقعہ لکھ بھیجا کہ آپ کی طرح مجھے حضرت خواجہ صاحب نور اللہ مرقدہ نے بھی ایام قیام لاہور میں اپنا ایک رسالہ موسومہ مجدد کامل عطا فرما کر یہ ارشاد فرمایا کہ اس کے پڑھنے سے تجھے حضرت امام ہمام علیہ السلام کا بابرکت زمانہ یاد آ جائے گا۔ یہ سنکر مجھے بڑی خوشی حاصل ہوئی اور یہ خیال آیا کہ ایک مجدد زمانہ اور نائب حضرت خمتیت مآب صلعم کی بدولت اگر کسی شخص کو عہد نبوت مصطفوی ...... پھر یاد آ جائے تو دنیا میں اس سے بڑھکر اور کیا نعمت ہو سکتی ہے، یہ تو اکسیر اعظم سے بڑھکر ہے۔ سو میں نے مجدد کامل کو پڑھا مگر مجھے تو کوئی زمانہ یاد نہ آیا۔ کیونکہ مجھے اس کے اندر احمدیت کے متعلق کوئی نئی بات نہ ملی تھی اب جناب نے کتاب مجدد اعظم لکھدی ہے تو ضخیم بھی ہے ایسا نہ ہو کہ میں نظر پر زور ڈال کر پڑھوں مگر نتیجہ وہی نکلے جس کا ذکر اوپر کر چکا ہوں۔ قصہ کوتاہ آں مرحوم و مغفور کی مستقل مزاجی اور قوت وجدانی کا مجھ پر یہ اثر ہوا کہ میں نے اپنے دل پر کسی قدر جبر کر کے اسکا مطالعہ شروع کر دیا

مجدد اعظم کا اثر

اس میں میں نے وہ تاثیر اور وہ تنویر مشہود کی جو کسی زمانہ میں حضرت مسیح موعود کی صحبت بابرکت سے اور اس کی روح پرور اور تریاق القلوب تصنیفات کے مطالعہ سے میسر آ سکتی ہے۔ غرضیکہ مجھ کو متاع گمشدہ اور گوہر مقصود بفضلہ مل گیا یہ کس قدر افسوس کا مقام ہے جو اب یہ کہا جائے کہ آنحضور کی تشریحات ان کے دعویٰ کے متعلق درج ہیں وہ منسوخ ہیں۔ اور ان سے حجت پکڑنی غلط ہے، غرضیکہ چند اوراق کے پڑھنے سے جب میری آنکھوں میں یا میرے سر میں کچھ تکلیف پیدا ہو جاتی تو میں مطالعہ بند کر دیتا تو دل میں آں مرحوم کے لئے ...... دعا کرنے کی تحریک پیدا ہو جاتی۔ رقت اور حظ پیدا ہوتا۔ حاصل کلام یہ کہ خدا تعالےٰ کی عطا اور مہربانی سے حضرت خواجہ صاحب مرحوم و مغفور کے الفاظ اپنے وقت پر پورے ہو گئے مجدد اعظم اور مجدد کامل میں تو کوئی فرق نہیں ہاں انسان کی حالت میں فرق ہوتا ہے۔ کئی سالوں کی بات ہے کہ آں مرحوم و مغفور غالباً سورت میں جاکر بیمار ہو گئے، یاد نہیں کہ آپ نے خود یا آپ کی طرف سے کسی اور صاحب نے دعا کے لئے لکھا۔ مجھے تعجب تو آیا۔ مگر میرے دل میں دعا کے لئے جوش پیدا ہو گیا دعا تو ان کے لئے تھی مگر ساتھ ہی میری حالت میں تبدیلی پیدا ہوتی جاتی تھی اور ایک فیض معلوم ہوتا تھا جو آ رہا ہے۔ میرے دل میں یہ بات آتی ہے کہ جو شخص خدا کی رضا کے لئے کتاب مجدد اعظم کو پڑھے گا اور آں مرحوم و مغفور کے لئے دعائے مغفرت کرے گا۔ وہ اپنے اعمال اور اقوال میں ایک یمن اور برکت محسوس کرے گا بے نماز نمازخواں اور نمازخواں تہجد گذار ہو جائے گا اور بفضل خدا بہت حد تک گناہوں سے محفوظ رہے گا اب بھی آں مرحوم مجھے کسی کسی نماز میں یاد آ جاتے ہیں اور دعا سے خود میرے اندر لذت پیدا ہو جاتی ہے۔

آپ کی مہمان نوازی

آں مرحوم نے تو مسلم ٹاؤن لاہور میں سکونت اختیار کر لی تھی جب کبھی مجھے لاہور جانے کا اتفاق ہوتا تو آپ نہ صرف مجھکو بلکہ اگر میرے ساتھ کوئی اور ساتھی بھی ہوتے تو ہم سب کو اپنے ساتھ سوار کر کے مسلم ٹاؤن لے جاتے۔ چند منٹ کے رستہ میں بھی خدا اور خدا کے رسول کی باتیں ہوتی رہتیں، وہاں پہنچکر بھی قرآن شریف کی مختلف آیات کے متعلق سلسلہ کلام جاری رہتا اور بڑی خوشی اور تفریح سے وقت گذرتا۔

یکزماں در صحبتے با اولیا
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

اس اثنا میں کھانے کا وقت بھی آ جاتا، اور کھانے کے اندر بھی آپ کے اخلاص اور فراخدلی کا نقشہ نظر آتا۔ اور جب ہم واپس ہونے لگتے تو آں مرحوم و مغفور اپنے مکان سے نکر نہر کی پل تک جو ہیں روڈ پر واقع ہے ہمیں پہنچانے کی تکلیف اٹھاتے میں ہر چند عرض کرتا کہ آپ یہاں ہی ٹھہر جائیں مگر آپ [illegible] کر میں بھی آپ کے ساتھ چل قدمی کروں گا غرضیکہ آپ کے اخلاص کا یہ ایک تمہ اور قلبی محبت کا یہ ایک مرقع ہے۔

اگر کبھی عصر کے وقت آپ احمدیہ بلڈنگس تشریف لے آتے تو کبھی خود انجمن کے مہمانخانہ میں آکر مجکو مسجد میں سے جاتے کبھی کسی شخص کے ذریعہ بلوا بھیجتے۔ اتنے میں بازار سے بڑی عمدہ بنی ہوئی چاء آ جاتی۔ اگرچہ انجمن کے مہمانخانہ میں عادی چاء خوروں کو دونوں وقت چاء ملنے کا دستور ہے۔ مگر باایں ہمہ آں مرحوم مغفور کا یہ مخلصانہ طریق تھا۔ ضلع ملتان ریلوے اسٹیشن پیروال کے قریب سادات نے ایک بستی نئی آباد کی ہے، سالانہ جلسہ لاہور کے متعلق میں ان کو دعوت شمولیت دیا کرتا ہوں چنانچہ بعض میرے تعلق ارشاد ہوتے رہتے ہیں، ان میں سے بعض نے مجھے کہا کہ ہم یہاں آپ کا جلسہ سننے کے لئے نہیں آتے بلکہ ڈاکٹر صاحب کا درس قرآن شریف سننے کے لئے اور کچھ مالی امداد انجمن کو دینے کیلئے آتے ہیں، وہ کہتے تھے کہ اس درس سے قرآن کریم کی عظمت کا پتہ چلتا ہے۔

ایفاء عہد

جب سال گذشتہ آں مرحوم مغفور پشاور رونق افروز ہوئے تو انجمن مقامی کے مکان میں آپ کو ٹھہرایا گیا۔ جناب شیخ الہ بخش صاحب ایڈووکیٹ پشاور کی کوٹھی چھاؤنی میں تھی۔ میں آں مرحوم کو پہنچانے کے لئے ساتھ گیا شام کی نماز وہاں ہی ادا کی گئی، شیخصاحب موجود نہ تھے آں مرحوم نے انتظار کرنی تھی اور میں نے جلدی واپس آنا تھا۔ آں مرحوم نے فرمایا کہ انشاءاللہ صبح کی نماز مسجد میں باجماعت پڑھیں گے۔ صبح کے وقت جب میں مسجد میں پہنچا تو آں مرحوم و مغفور موجود تھے۔ میں نے پوچھا کہ رات کو آپ کس وقت یہاں پہنچے فرمایا کہ رات کو مجھے شیخصاحب کی جگہ پر رہنا پڑا۔ مگر چونکہ میں نے وعدہ کیا تھا اسلئے میں پیدل دوڑتے ہوئے یہاں پہنچ گیا کیونکہ تانگہ نہ ملا، حالانکہ میرے مسکن سے مسجد شاید نصف میل کے قریب اور شیخصاحب کی کوٹھی سے مسجد شاید دو میل سے زیادہ فاصلہ پر ہے، اور باتوں کے علاوہ آں مرحوم نے یہ فرمایا کہ میں چاہتا تھا کہ آپ سے پہلے مسجد میں پہنچ جاؤں تاکہ آپ میری عدم موجودگی کو محسوس نہ کریں یہ ہے تقویٰ اور ایفاء عہد اور پھر ایک دوست کی قدردانی بتاریخ ۱۲ بعد از نماز جمعہ مکرمی شیخ محمد فاضل صاحب ایم اے پروفیسر اسلامیہ کالج پشاور نے باثناء ذکر آں مرحوم فرمایا کہ جب آپ جہلم میں تھے اور درس قرآن کے لئے تشریف لاتے تو ہمیشہ پہلے اپنے ہاتھ دھو لیتے اور پھر قرآن کریم کو ہاتھ لگاتے حالانکہ آپ وضو کر کے اپنی جگہ سے روانہ ہوتے تھے۔

میں نے آپ کی تفسیر موسومہ انوار القرآن ہر دو حصہ کو چند دفعہ پڑھا ہے اور کئی دوستوں کو پڑھنے کے لئے دی اور سب نے یہ رائے ظاہر کی کہ یہ بہترین تفسیروں میں سے ہے اور اس مادیت اور دہریت اور جاہلیت کے زمانہ میں اس

دہلی میں یوم وصال

۲۶ مئی کو دارالمطالعہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام دہلی میں یوم مسیح موعود منایا گیا۔ جناب مولوی عبدالرحمان صاحب جالندھری۔ جناب شیخ عبدالحق صاحب مناظر اسلام اور سید اختر حسین صاحب گیلانی نے حضرت مجدد وقت کی خدمات اسلام اور آپ کی ماموریت کی غرض و غایت پر تقاریر کیں ؛

ضرورت رشتہ

ایک سید زادی جو اکیس سال عمر کی ہے دستکاری و امور خانہ داری میں بہت ہوشیار ہے اور مڈل تک تعلیم یافتہ لیکن اس وقت منشی فاضل کے امتحان کی تیاری کر رہی ہے اس کے لئے رشتہ کی ضرورت ایسی جگہ ہے کہ لڑکا خالص سید ہو تعلیم ایف اے کم نہ ہو شریف اور نیک چلن ہو۔ درخواست معرفت جائنٹ سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام آنی چاہیئے۔ باقی امور خط و کتابت سے طے ہو سکتے ہیں۔

عزیز بخش جائنٹ سکرٹری

اشتہار شتعر حکم حاضری مدعا علیہ زیر آرڈر ۵۔ قاعدہ ۲۰۔ مجموعہ ضابطہ دیوانی

عدالت جناب خان محمد سرفراز خان

ایم۔ ایس۔ سی۔ ایل۔ ایل۔ بی سب جج کوئٹہ

نمبر مقدمہ بابت ۱۹۴۳ء

حمید اللہ ولد سمیع اللہ ذات ارائین سکنہ ملازم بندوبست کوئٹہ مدعی

بنام

(۱) مسماۃ زبیدہ خانم معروف بشیر بیگم (۲) مسماۃ برکت بی بی۔ (۳) محمود عبد اللہ (۴) عبد الغنی۔ سکنائے لکھنؤ و علیگڑھ مدعا علیہم۔

دعوے

اعادہ حقوق زناشوئی مسماۃ زبیدہ خانم معروف بشیر بیگم مدعا علیہا نمبر ۱ زوجہ منکوحہ مدعی و حکم امتناعی بنام مدعا علیہم نمبر ۲ تا ۴ کہ وہ مسماۃ مذکورہ کے مدعی کے ساتھ رہنے میں مزاحم نہ ہوں۔

بنام مسمات زبیدہ خانم معروف بشیر بیگم زوجہ مدعی سکنہ لکھنؤ معرفت مدعا علیہ نمبر ۳ (۲) مسمات برکت بی بی بیوہ محمد طفیل سکنہ لکھنؤ معرفت مدعا علیہ نمبر ۳ (۳) محمود عبد اللہ ولد محمد طفیل ذات ارائین سکنہ لکھنؤ ڈالی گنج نزد پل لوہے والا بلڈنگ صاحب علی (۴) عبد الغنی ولد نامعلوم ملازم علیگڑھ یونیورسٹی بعہدہ الیکٹرک مستری علیگڑھ۔

مقدمہ مندرجہ عنوان بالا میں مدعا علیہم مسمیان (۱) مسماۃ زبیدہ خانم معروف بشیر بیگم (۲) مسمات برکت بی بی (۳) محمود عبد اللہ (۴) عبد الغنی مدعا علیہم مذکور تعمیل سمن سے دیدہ دانستہ گریز کرتے ہیں اور روپوش ہیں۔ اس لئے اشتہار ہذا بنام نمبر ۱ نمبر ۲ نمبر ۳ نمبر ۴ مذکور جاری کیا جاتا ہے کہ اگر مذکور بتاریخ ۲۸ $\frac{۶}{۴۳}$ کو بمقام کوئٹہ بوقت ۱۱ ½ بجے حاضر عدالت ہذا نہیں ہوں گے تو ان کی نسبت یکطرفہ کارروائی عمل میں آوے گی

آج بتاریخ ۴ ماہ جون ۱۹۴۳ء کو بدستخط میرے اور مہر عدالت کے جاری ہوا۔

مہر عدالت — دستخط حاکم

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں

اشتہار شتعر حکم حاضری مدعا علیہ زیر آرڈر ۵۔ قاعدہ ۲۰ مجموعہ ضابطہ دیوانی۔

عدالت جناب خان محمد سرفراز خان

ایم ایس سی ایل ایل بی سب جج کوئٹہ

نمبر مقدمہ ۷ بابت ۱۹۴۳ء۔

ڈاکٹر ٹی۔ آر کنل سکنہ کوئٹہ مدعی۔

بنام (۱) مسماۃ ودیا ونتی بیوہ رام سنگھ (۲) بھجن نابالغ ولد باوا رام سنگھ سکنہ کوئٹہ (۳) مینگھا نابالغ ولد باوا رام سنگھ سکنہ کوئٹہ۔ مدعا علیہ۔

دعویٰ دلائے جانے مبلغ ۶۹۲/۱۲/۲ روپیہ بنام مسماۃ ودیاونتی بیوہ رام سنگھ سکنہ گورنمنٹ روڈ کوئٹہ۔

مقدمہ مندرجہ عنوان بالا میں مدعا علیہ مسمات ودیاونتی مذکور تعمیل سمن سے دیدہ دانستہ گریز کرتی ہے اور روپوش ہے۔ اسلئے اشتہار ہذا بنام مسماۃ ودیاونتی مذکور جاری کیا جاتا ہے کہ اگر مذکورہ بتاریخ ۲۹ $\frac{۶}{۴۳}$ بوقت ۱۱ ½ بجے دن کو بمقام کوئٹہ حاضر عدالت ہذا نہیں ہوگی تو اس کی نسبت کارروائی یکطرفہ عمل میں آوے گی۔

آج بتاریخ $\frac{۵}{۴۳}$ ۲۶ کو بدستخط میرے اور مہر عدالت کے جاری ہوا

مہر عدالت — دستخط حاکم

فضل الباری

یعنی

اردو ترجمہ و مفصل حواشی صحیح بخاری

تالیف حضرت مولانا محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی مؤلف انگریزی ترجمۃ القرآن و بیان القرآن وغیرہ

خصوصیات ترجمہ صاف عام فہم اور سلیس اردو میں ہے۔ حواشی میں مشکل الفاظ کی تشریح حدیث کی مستند لغت سے کی گئی ہے۔ ہر قسم کے اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے۔ بالخصوص ان اعتراضات کا جو زمانہ حال کی دنیوی تعلیم سے پیدا ہوتے ہیں۔ حدیث کی مشکلات کو قرآن کریم اور دوسری احادیث سے حل کیا گیا ہے۔ بخاری کی اپنی مکرر روایات میں جو اختلافات ہیں ان پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور مکرر روایات کو حاشیہ میں لا کر یا جہاں جہاں لفظ بالکل وہی ہیں پہلی حدیث کا حوالہ دے کر کتاب کے حجم کو کم کر دیا گیا ہے۔ سفید ولایتی کاغذ پر چھپی ہے۔

۲۲ × ۲۹ سائز کے قریباً ستر۷۰ صفحات پر مشتمل ہے جلد نہایت خوبصورت پشت پر سنہری حروف میں کتاب کا نام اور جلد کا نمبر دیا گیا ہے۔

جلد اول مجلد آٹھ روپے بارہ آنہ۔ محصول ڈاک جلد اول ‎-/۸/۱

" دوم دس روپے صرف " " " " دوم ‎-/۸/۱

ملنے کا پتہ:- دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور۔

مجدد اعظم حصہ اول

یہ حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم کا شاہکار ہے۔ جس میں انھوں نے نہایت موثر اور دلچسپ پیرائے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سوانح حیات کو پیش کیا ہے حضرت صاحب کے متعلق پھیلی ہوئی غلط فہمیوں کو دور کرنے کیلئے اس کا مطالعہ اور اشاعت از بس ضروری ہے۔

قیمت چار روپے چھ آنہ ‎-/۶/۴

مجدد اعظم حصہ دوم

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم کے اس شاہکار کا یہ دوسرا حصہ ہے اور اس میں وہ تمام خوبیاں بدرجہ اتم موجود ہیں جو مجدد اعظم کے پہلے حصہ میں ہیں۔ اس کا مطالعہ بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ پہلے حصہ کا۔ قیمت حصہ دوم تین روپیہ بارہ آنہ ‎-/۱۲/۳

ملنے کا پتہ

دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

بیان القرآن

یعنی

اردو ترجمہ و تفسیر قرآن کریم معہ عربی متن!

تالیف حضرت مولانا محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی مؤلف انگریزی ترجمۃ القرآن

خصوصیات لغت کی مستند کتب مفردات امام راغب، لسان العرب، تاج العروس کی بنا پر بہترین ترجمہ و تفسیر ہے۔ مشکل الفاظ کی تشریح مکمل طور پر دی گئی ہے۔ پرانی تفاسیر کا خلاصہ معہ حوالجات دیا گیا ہے۔ قرآن کریم کے ایک مقام کو دوسرے مقام سے حل کیا گیا ہے سورتوں کا آپس میں تعلق واضح کیا گیا ہے۔ ہر بات عام فہم اور سلیس اردو میں واضح کی گئی ہے۔ اور موجودہ زمانے کے ہر قسم کے اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے۔

۲۲ × ۲۹ کے دو ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔ جلد نہایت خوبصورت۔ پشت پر سنہری حروف میں کتاب کا اور جلد کا نمبر دیا گیا ہے۔

اصل ہدیہ مکمل مجلد تفسیر چھبیس روپے ‎-/۲۶ رعایتی ہدیہ سولہ روپیہ چار آنہ ‎-/۴/۱۶

محصول ڈاک علاوہ

پتہ:- دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ۔ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

پیغامِ صلح

ایڈیٹر: ایس۔ محمد آصف بی اے ۔ جائنٹ ایڈیٹر: شیخ محمد انعام الحق

جلد ۳۱ ۔ لاہور یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۶ جمادی الثانی ۱۳۶۲ھ م ۳۰ جون ۱۹۴۳ء ۔ نمبر ۲۵

حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفٰے ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بر و شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آیندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ و آئمہ قابل احترام ہیں، سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

اخبارِ شیرِ پنجاب کا ایک معقول اعتراض

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت گورونانک کا حقیقی مقام

اخبار شیر پنجاب کے کسی شمارہ میں پروفیسر عبدالمجید خاں صاحب ایم۔اے کا ایک مضمون شائع ہوا جس میں آپ نے گورونانک رحمۃ اللہ کو پیغمبر لکھا ۸ رجنوری ۱۹۴۱ء میں الفضل قادیان نے اسی مضمون کے متعلق ایک مقالہ افتتاحیہ لکھا جس کا عنوان تھا "بے جا تعریف اور غلط مدح سرائی" اس کے جواب میں پروفیسر صاحب مذکور نے مدیر الفضل کو ایک خط لکھا جو ۲۳ رجنوری کے الفضل میں مع جواب کے چھپ گیا پروفیسر صاحب نے پھر اس کا جواب الجواب لکھا مگر الفضل نے اسے شائع نہیں کیا اور نہ اس کا کوئی جواب دیا۔ اب ۲۳ر مئی کے شیر پنجاب میں وہ ساری خط وکتابت شائع ہوئی ہے اور ایک مقالہ افتتاحیہ بھی لکھا گیا ہے جس میں حضرت گورونانک رحمۃ اللہ کو نبی ثابت کیا گیا ہے۔

ہمارے قادیانی دوستوں کا انبیائی نظام نہایت کمزور بنیادوں پر قائم ہے ایک قصر بالو ہے جسے جو چاہے اور جب چاہے گرا سکتا ہے ایک مغالطوں کا چکر ہے جس میں ہمارے دوست خود بھی پھنسے ہوئے اور دوسروں کو بھی پھنسانا چاہتے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب کی نبوت کو دوسروں سے منواتے ہیں لیکن جب دوسرے کسی بزرگ کی نبوت کو ان کے سامنے پیش کیا جائے تو اس کے انکار کے لئے مناظرانہ چرخیاں لگاتے ہیں کہ

پروفیسر صاحب کو یہ جواب دیا گیا ہے کہ نبی کے لئے دعوےٰ کرنا ضروری ہے جب تک دعوےٰ نہیں انہیں کس طرح نبی تسلیم کیا جا سکتا ہے

عبدالمجید صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے رسالہ "پیغام صلح" میں سے ایک عبارت نقل کی ہے "یہ بے ریب سچ بات ہے کہ نانک کا وجود ہندوؤں کے لئے خدا کی طرف سے ایک رحمت تھا اور یوں سمجھو کہ وہ ہندو مذہب کا آخری اوتار تھا جس نے اس نفرت کو دور کرنا چاہا جو اسلام کی نسبت ہندوؤں کے دلوں میں تھی"

اس اوتار کے لفظ سے پروفیسر صاحب نے بابا نانک رحمۃ اللہ کا پیغمبر ہونا ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اس کا جواب الفضل یہ دیتا ہے کہ اگر پروفیسر صاحب حضرت صاحب کے اس اقتباس کے سیاق وسباق کو غور سے مطالعہ فرماتے تو ان کو معلوم ہو جاتا کہ حضرت صاحب کے یہ الفاظ بابا نانک کی نبوت کو ثابت نہیں کرتے بلکہ بابا نانک کو حضرت صاحب ولی تصور فرماتے تھے وغیرہ وغیرہ۔

مگر ہم استفسار کرتے ہیں کہ قادیانی دوست دوسروں کو تلقین کرتے ہیں کہ نبی کے لئے دعویٰ کرنا ضروری ہے لیکن آپ تو باوجود حضرت صاحب کے صریح دعوےٰ محدثیت کے انہیں محدث نہیں مانتے بلکہ نبی مانتے ہیں اور واضح دعوےٰ کو بدل کر رکھ دیتے ہیں۔ حضرت صاحب کا صاف ارشاد موجود ہے "نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعوےٰ ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے" لیکن قادیانی حضرات ان کو محدث نہیں بلکہ نبی مانتے ہیں اور روز روشن میں حضرت بانئے سلسلہ کے مسلک کے خلاف ایک نیا مسلک قائم کرتے ہیں۔ یہ لوگ دوسروں کو کہتے ہیں کہ حضرت صاحب کی فلاں عبارت کے سیاق وسباق کو مدنظر رکھتے تو ان کو معلوم ہو جاتا کہ حضرت

بابا نانک کے متعلق حضور کے الفاظ انکی نبوت کو ثابت نہیں کر رہے لیکن خود کبھی اس پر عمل پیرا نہیں ہوتے کہ حضرت صاحب کی جو عبارات حضور کی نبوت کے ثبوت میں پیش کی جاتی ہے ان کے سیاق وسباق پر غور کریں اور منطقی طور پر اس نتیجہ پر پہنچیں کہ ان عبارات سے حضرت صاحب کی نبوت نہیں ثابت ہوتی بلکہ محدثیت اور ولایت ثابت ہوتی ہے آج تک قادیانی دوستوں نے حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت کو ثابت کرنے کے لئے محض ایچا پیچیوں سے کام لیا ہے ورنہ حضرت صاحب صاف تحریر فرماتے ہیں:۔

"ابتدا سے میری نیت میں جس کو اللہ تعالیٰ جلشانہٗ خوب جانتا ہے اس لفظ نبی سے مراد نبوت حقیقی نہیں ہے بلکہ صرف محدث مراد ہے جس کے معنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکلم مراد لئے ہیں"

(اشتہار ۲ فروری ۱۸۹۲ء)

اور پھر اس غلط فہمی کو دور صاف کرتے ہوئے فرماتے ہیں "جھوٹے الزام مجھ پر مت لگاؤ کہ حقیقی طور پر نبوت کا دعوےٰ کیا کیا تم نے نہیں پڑھا کہ محدث بھی ایک مرسل ہوتا ہے کیا قرأت ولا محدث کی یاد نہیں رہی پھر کیسی بیہودہ نکتہ چینی ہے کہ مرسل ہونے کا دعوےٰ کیا ہے اے نادانو بھلا بتلاؤ کہ جو بھیجا گیا ہے اسکو عربی میں مرسل یا رسول ہی کہیں گے یا اور کچھ کہیں گے مگر یاد رکھو خدا کے الہام میں اسکے حقیقی معنی مراد نہیں"

اور اگر ان صریح اور واضح عبارات کے ہوتے ہوئے قادیانی دوست حضرت صاحب کو مستقل نبی مانتے ہیں اور ایسا نبی تصور کرتے ہیں کہ جس کے انکار سے ایک کلمہ گو بھی کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور اگر انکا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم کے بعد نبوت کا دروازہ کھلا ہے تو پھر انہیں بابا نانک کی نبوت ماننے میں کیا انکار ہے جہاں ایک نبی کو مانا ہے وہاں دوسرے کے ماننے سے اصولی لحاظ سے کونسا فرق پڑ جاتا ہے کا اور اگر وہ یہ نہیں مانتے تو شیر پنجاب کا یہ کہنا بالکل درست ہے۔

"یہ ایک معمہ ہے جو دنیا کی سمجھ میں ابتک نہیں آیا کہ جہاں خود انکا (قادیانیوں کا) یہ عقیدہ ہے کہ ختم نبوت سے مراد رسولوں نبیوں اور پیغمبروں کا خاتمہ نہیں بلکہ نبوت کی مہر ہے وہ حضرت عائشہؓ کے ارشاد کی اب تک اشاعت کرتے رہے ہیں کہ "اے لوگو یہ کہو کہ محمد خاتم النبیین ہیں اور یہ مت کہو کہ محمدؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا" لیکن مرزا صاحب کے سوا دوسروں کو نبی ماننے سے انکار کرتے ہیں"۔ اخبار شیر پنجاب کا اعتراض بالکل معقول ہے معاصر الفضل کے پاس اسکا کیا جواب ہے؟

امر واقع یہ ہے کہ حضرت سرور کائنات محمد صلعم خاتم النبیین ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول اور نبیوں کے خاتم ہیں ــــ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم نے خاتم النبیین کی تفسیر یوں کی ہے انا خاتم النبیین لا نبی بعدی پس حضرت عائشہؓ کا وہ قول جسے قادیانی دوست پیش کرتے ہیں وہ ان احادیث کے صریح مخالف ہے وہ کیونکر قبول کیا جا سکتا ہے سوائے ایک صورت کے کہ اسکی ایسی تاویل کی جائے جو حضرت نبی کریم کے اقوال کے منافی نہ ہو سو اس محکم اصول کے ہوتے ہوئے حضرت نبی کریم کے بعد اصطلاح شریعت میں کوئی نبی نہیں آ سکتا اور اگر حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے لئے کہیں نبی کا لفظ استعمال کیا ہے تو وہ محض لغوی طور پر جس کے معنی یہ ہیں کہ خدا کی طرف سے اطلاع پاکر غیب کی خبر دینے والا ورنہ اسلامی نقطۂ نگاہ سے حضرت مسیح موعودؑ کا اصل مقام صرف ولایت ہے اور ان پر وحی ولایت نازل ہوتی تھی نہ کہ وحی نبوت چنانچہ حضرت صاحب نے کہیں بھی وحی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ حضرت صاحب اولیاء اللہ میں سے تھے لیکن اپنے کام اور زمانہ کے لحاظ سے اولیاء اللہ میں ان کا درجہ سب سے بلند ہے جس طرح کہ جملہ انبیاء میں آنحضرتؐ کا درجہ سب سے بلند ہے۔ حضرت بابا نانک بھی اللہ تعالیٰ کے ایک برگزیدہ انسان تھے جنہوں نے اپنے زمانہ میں مخلوق خدا کی رہنمائی کا کام کیا ولی اللہ سے ان کا مقام بلند نہیں کیونکہ از روئے شریعت اسلامیہ نبوت اب ختم ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ بھی انہیں ولی اللہ تصور فرماتے تھے۔

تعلیمی پرنٹنگ پریس لاہور میں باہتمام ... چھپا اور دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا

شذرات

(از محمد انعام الحق)

اسلام رواداری کی بہترین تعلیم دیتا ہے

آنریبل سردار محمد اورنگ زیب خاں وزیر اعظم صوبہ سرحد نے ڈیرہ اسماعیل خاں میں میونسپلٹی اور ڈسٹرکٹ بورڈ کے سپاسنامہ خیر مقدم کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ:-

"اقلیتوں کے ساتھ ہمارا سلوک نہ صرف ہمدردانہ اور منصفانہ ہوگا بلکہ ہم ان کے معاملے میں پوری فیاضی کا مظاہرہ کریں گے۔ ...... اس معاملہ میں قرآن کریم ہمارا بہترین رہنما ہے۔ رواداری اور منصفانہ سلوک کی جو تعلیم ہمیں اسلام نے دی ہے آج تک اس کی مثال نہ کوئی دوسرا مذہب دے سکا ہے اور نہ آئندہ دے سکے گا" (روزنامہ رہبر دکن ۸ جون ۱۹۴۳ء)

یہ ایک روشن حقیقت ہے کہ قرآن کریم نے بہت سی اعلیٰ و بے نظیر تعلیمات کے ساتھ مسلمانوں کو اپنے غیر مسلم ہمسایوں اور زیر حفاظت اقوام و افراد کے ساتھ حسن سلوک اور رواداری کی جو تعلیم دی ہے وہ بھی بے مثل ہے۔ قرون اولیٰ کے بعد بھی مسلمان بالعموم اس تعلیم پر عامل رہے۔ غیر مسلموں کے ساتھ ان کی بے نظیر رواداری اور حسن سلوک ہی اشاعت اسلام کی ترقی و کامیابی کا ایک بہت بڑا سبب ہے۔ آج بھی اسلامی حکومتوں اور وزارتوں کے لئے بہترین طریق عمل یہی ہے کہ وہ قرآنی تعلیمات کے مطابق غیر مسلموں کے ساتھ انتہائی رواداری و فیاضی کا برتاؤ کریں اور اسبارہ میں برادران وطن کے تعصب و تنگدلی، کانگریسی حکومتوں کے مظالم اور ہندو ریاستوں کی ستم آزاری کو نظر انداز کر دیں۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سردار صاحب ممدوح اور ان کے رفقا کے اس مبارک عزم میں برکت دے اور انہیں صحیح معنوں میں تعلیمات قرآنی پر عمل پیرا ہونے اور ایفائے عہد کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ ثم آمین :

جناب خلیفہ قادیان توجہ فرمائیں

محمودی دوستوں کا دعویٰ ہے کہ دنیا کے مختلف حصوں میں ان کے ۱۰۰ تبلیغی مراکز قائم ہیں جو اشاعت اسلام و احمدیت کا شاندار کام کر رہے ہیں۔ رسالہ فرقان کے خلافت نمبر میں ان کی لمبی چوڑی فہرست شائع ہو چکی ہے ایک محمودی مولوی فاضل مضمون نگار صاحب نے اس فہرست کو جناب میاں صاحب کی خلافت کی صداقت کا ثبوت قرار دیتے ہوئے ہمیں غور و موازنہ کی دعوت بھی دی تھی۔ ہم غور و موازنہ کے لئے تو خوشی تیار ہیں لیکن مشکل یہ ہے کہ گھر کے بھیدی قسم کے بعض واقف کار لوگوں کا بیان ہے کہ اس فہرست کے اکثر مشن عالم خیال کی مخلوق ہیں اور باقی قریباً سب ——— ایک دو کے سوا برائے نام ہی ہیں۔ لہذا ہم نے اس دعوت غور و موازنہ کا خیر مقدم کرتے ہوئے درخواست کی تھی کہ جن تبلیغی مراکز کی طول طویل فہرست پیش فرمائی گئی ہے ان کے ذریعہ جن جن زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم اور اسلام اور احمدیت کے متعلق مختلف ممالک کی زبانوں میں جو جو رسائل و کتب شائع ہوئی تھیں اُن کی ایک مفصل و مکمل فہرست چھاپ دی جائے تاکہ ہم بہتر طریق پر غور و موازنہ کر سکیں۔

کافی عرصہ گذر جانے کے باوجود اب تک ہم اس مطلوبہ فہرست سے محروم ہیں۔ عملہ فرقان اور محمودی مولوی فاضل مضمون نگار صاحب کی قسم کے حضرات سے تو کوئی توقع نہیں ——— اس بارہ میں ان کی مہر سکوت ٹوٹی بھی تو وہ گالی ہی دیں گے۔ لہذا جناب خلیفہ صاحب کی خدمت میں یاد دہانی عرض کرنے کی جسارت کی جاتی ہے ——— ایک نہ دو اکٹھے اکتیس ۳۱ تبلیغی مراکز آخر ان کا کچھ کام بھی ہمیں معلوم ہونا چاہیئے۔ خدا کرے جناب خلیفہ صاحب مطلوبہ فہرست جلد اپنی تصدیق کے ساتھ شائع فرما دیں اس کے بعد انشاء اللہ نہ صرف ہم خود غور و موازنہ کریں گے بلکہ دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیں گے :

امریکنوں کی یہود نوازی

جنگ کی وجہ سے پیدا شدہ نازک حالات کے باوجود مختلف ممالک کے یہودی اور ان کے زر خرید حامی فلسطین کو خالص وطن یہود بنانے کی شر انگیز کوششوں میں متواتر مصروف ہیں۔ حال ہی میں امریکہ کے مشہور اخبار "واشنگٹن پوسٹ" میں بعض امریکنوں کے دستخطوں سے مسٹر چرچل وزیر اعظم برطانیہ کے نام ایک طویل اپیل شائع ہوئی ہے جس میں فلسطین کو یہودیوں کے لئے مخصوص کر دینے کا مطالبہ کیا گیا ہے یہ مطالبہ شرارت آمیز ہونے کے علاوہ غیر ذمہ دارانہ اور خلاف مصلحت ہے۔ برطانیہ اور اس کے اتحادی جس میں خود امریکہ بھی شامل ہے ایک خطرناک خونین کشمکش حیات میں مصروف ہیں۔ تمام عربی ممالک اور دنیا بھر کے مسلمانوں کی ہمدردی و تعاون بالعموم اتحادیوں کے ساتھ ہیں۔ ان حالات میں ایک ایسا انصاف کش مطالبہ پیش کرنا جس کے متعلق ہمیشہ تمام عالم اسلامی نے متفقہ طور پر انتہائی نفرت، بیزاری و اضطراب کا اظہار کیا ہو بے حد ناقابل برداشت اور غیر ذمہ دارانہ حرکت ہے۔ اس قسم کی نازیبا حرکتوں کا سختی کیساتھ سدباب کرنے کی ضرورت ہے۔ حکومت برطانیہ کو فوراً ایک ایسا واضح اعلان کرنا چاہیئے جو مسلمانان عالم کی اس بے چینی و خدشات کو دور کر سکے جو یہود نوازوں کی مذکورہ بالا قسم کی حرکتوں کے نتیجہ میں بجا طور پر پیدا ہو رہے ہیں۔

برطانیہ و امریکہ اور ان کے متعدد مقبوضہ ممالک میں بیشمار رقبے خطے خالی پڑے ہیں جن میں یہودیوں کو بآسانی آباد کیا جا سکتا ہے پھر خدا جانے کیوں فلسطین کے چھوٹے قلیل ذرائع رکھنے والے ملک پر ناز ان کرنے کے لئے یہ اصرار کیوں ہے۔ اس سے امریکن اور انگریز یہود نوازوں کی انتہائی خود غرضی و شر انگیزی ظاہر ہوتی ہے :

ایک مفید مشورہ

ملک کی تعلیمی ترقی ایک لحاظ سے باعث مسرت اور امید افزا ضرور ہے لیکن ناقص و غیر موزوں نظام تعلیم کے باعث بے روزگار تعلیم یافتوں کی تعداد میں ہولناک اضافہ ہو رہا ہے اور حالات روز بروز زیادہ تشویشناک ہوتے جاتے ہیں۔ امسال پنجاب یونیورسٹی کے امتحان میٹرک میں قریباً تیس ہزار امیدوار شریک ہوئے تھے جن میں سے تئیس چوبیس ہزار کامیاب ہو گئے۔ ان میں سے چند ہزار تو کالجوں میں داخل ہو جائیں گے باقی حسب معمول نوکریوں کی تلاش میں دربدر خوار ہوتے پھریں گے ——— اور بہت کم حصول ملازمت میں کامیاب ہوں گے۔ ہر سال ایسا ہی ہوتا ہے۔

میٹرک پاس نوجوان کلرکی کے سوا کچھ نہیں کر سکتے، سرکاری محکمے اور قومی تجارتی ادارے انتہائی کوشش کے باوجود ان سب کو تو کیا ان کی نصف تعداد کو بھی نوکری نہیں دے سکتے۔ مسلمان نوجوانوں کے لئے خاص طور پر مشکلات زیادہ اور گنجائش کم ہے معاصر "انقلاب" نے میٹرک پاس نوجوانوں کو مشورہ دیا ہے کہ وہ حکومت ہند کی ٹیکنیکل ٹریننگ سکیم کے ماتحت کارخانوں میں کام سیکھنے کے لئے شریک ہو جائیں۔ اس طرح انہیں فی الفور قریباً تیس روپے ماہوار وظیفہ ملنا شروع ہو جائے گا۔ وہ ایک اعلیٰ ہنر سیکھ لیں گے اور چند ماہ کی ٹریننگ کے بعد انہیں معقول تنخواہ کی ایسی ملازمت بلا دقت مل جائے گی جس میں مہارت فن کی شرط کے ساتھ ترقی کے کافی مواقع موجود ہیں۔ جنگ کے بعد انشاء اللہ یقینی طور پر ہندوستان کی صنعتی ترقی کا ایک عظیم الشان دور شروع ہوگا جس میں ہزاروں کام سیکھے ہوئے نوجوانوں کی ضرورت ہوگی اس وقت بھی انہیں اچھی ملازمتیں آسانی کے ساتھ مل جائیں گی۔

ہمارے خیال میں یہ ایک صحیح و مفید مشورہ ہے۔ میٹرک پاس مسلمان نوجوانوں اور ان کے سرپرستوں کو اس سے فائدہ اٹھانا چاہیئے میٹرک پاس بیروزگار احمدی نوجوانوں کو ہم خاص طور پر اس کی طرف توجہ دلاتے ہیں :

اخبار احمدیہ

——— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ڈلہوزی میں خیریت سے ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

اعلانات نکاح (ا) مورخہ ۲۵ جون ۱۹۴۳ء بروز جمعہ جناب حاجی شیخ الٰہ دین صاحب کی پوتی آمنہ بیگم بنت شیخ اسلام دین صاحب مرحوم کا نکاح محمد سعید ولد مولوی فضل قادر صاحب کے ساتھ حضرت مولانا صدر الدین صاحب نے مبلغ پندرہ سو روپیہ مہر (ایک ہزار موجل اور پانچسو غیر موجل) پر پڑھا۔ خطبہ سے پیشتر حضرت مولانا صاحب نے عقائد احمدیہ بیان کئے جن کو حاضرین مجلس سن کر بہت محظوظ ہوئے حاضرین کی تواضع دودھ وغیرہ سے کی گئی مولوی فضل قادر صاحب والد دولہا نے پانچ روپے اشاعت اسلام کے لئے انجمن کو دیئے اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو جانبین کے لئے موجب خیر و برکت بنائے۔

(ب) مورخہ ۱۱ جون کو جناب سید اختر حسین صاحب گیلانی مولوی فاضل بی اے نے مرزا امیر احمد صاحب کا نکاح سکینہ بیگم صاحبہ بنت جناب ڈاکٹر شمس الدین صاحب انچارج شفاخانہ لاڈووا ایک ہزار روپیہ حق مہر پر پڑھا۔ فریقین نے مبلغ سات روپے بغرض اشاعت اسلام انجمن کو دیئے جزاہم اللہ احسن الجزاء دعا ہے اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو فریقین کے لئے موجب خیر و برکت بنائے آمین۔

——— جناب مولوی محمد رمضان صاحب پنڈی بہاء الدین بعارضہ ضعف قلب بیمار ہیں احباب سلسلہ حضور قلب سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مولوی صاحب موصوف کو صحت کامل عطا فرمائے۔

مبارکباد چوہدری سید احمد صاحب نمبردار بدوملہی کی صاحبزادی دلشاد بیگم نے میٹرک فسٹ ڈویژن میں پاس کیا جس پر ہم چوہدری صاحب اور دیگر لواحقین کو مبارکباد دیتے ہیں آپ پرائیویٹ شامل ہوئی تھیں اور گھر میں خود ہی مطالعہ کر کے یہ شاندار کامیابی حاصل کی۔

سانحۂ ارتحال

جماعت کے تمام حلقوں میں یہ خبر انتہائی حزن و ملال سے سنی جائیگی کہ چوہدری خان زمان صاحب بی۔ کام ۲۰ اور ۲۱ جون ۱۹۴۳ء کی درمیانی شب کو وفات پا گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم نہایت نیک سیرت سلسلہ کے لٹریچر سے واقف اور حضرت بانی سلسلہ سے گہری محبت اور عقیدت رکھنے والے نوجوان تھے آپ کی وفات یقیناً جماعت کے لئے ایک بہت بڑا صدمہ ہے دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین احباب سلسلہ جنازہ غائبانہ پڑھیں۔

(بقیہ صفحہ [illegible])

حضرت مسیح موعودؑ کا ایک عظیم المرتبت صحابی

ازجناب محبوب عالم صاحب نذیر احمدی چیمہ

کارکنان قضاء وقدر نے امسال ہم سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک بہت بڑا عاشق چھین لیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون خوش قسمت ہیں وہ لوگ جنہیں حضرت مرزا صاحب کی ہمنشینی کے اتفاقات میسر آتے رہے اور جو خدا تعالیٰ کے ایک برگزیدہ کے مبارک منہ سے قرآن کریم کی تفسیر سن سن کر اپنے قلوب کو منور کرتے رہے۔ دنیا حضرت اقدس کے زمانہ کو رو رو کر اور چلا چلا کر یاد کرے گی۔ مگر زہد و تقویٰ کے وہ نظارے نماز اور تہجد کی وہ کیفیت اور قرآن و اسلام کے لئے وہ بے پناہ تڑپ، جو حضرت مرزا صاحب کے زمانہ میں قادیان کی ایک خصوصیت بن گئی تھی، اب خواب و خیال بن کر رہ گئی ہے۔ اس زمانہ کی یاد عشاق مسیح موعودؑ کو تڑپاتی ہے مگر سے

امروز قوم من نشناسد مقام من
روزے بگریہ یاد کند وقت خوشترم

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم ان عشاق مسیح موعودؑ میں سے تھے جنہوں نے قرآن مجید کے علوم و معارف کو عامۃ المسلمین تک پہنچانے کی تڑپ حضرت مرزا صاحب سے حاصل کی اور پھر تمام عمر اس عشق قرآن کو اپنا شعار بنائے رکھا۔ آخری ایام بھی قرآن کریم کا درس دینے میں صرف ہوئے۔

حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم کو تقریر و تحریر میں قدرت نے جو خصوصیت عطا کی تھی وہ بہت کم ہمیں دوسرے لوگوں میں ملتی ہے آج کل کی مادی دنیا میں دین سے بڑھکر اور کوئی چیز دلچسپی سے زیادہ محروم نہیں۔ لیکن حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم کو قدرت نے کچھ ایسا انداز بیان اور کچھ اس قسم کا لب و لہجہ عطا فرمایا تھا کہ ایک مسئلہ کو جو بظاہر دلچسپی سے بکلی خالی نظر آتا تھا اس کے سمجھنے کی سامعین کو توقع نہ ہوتی تھی اسے ایسے طور پر جاذب توجہ بنا لیتے کہ قلم بیان کرنے سے عاجز ہے۔

یہی نہیں کہ قدرت نے آپ کو انداز بیان میں تاثیر قدسیہ عطا فرمائی تھی بلکہ اس کے علاوہ آپ کی علمی معلومات اور تجربہ بہت وسیع تھا۔ مذہبی دنیا کا جہاں تک تعلق ہے دنیا کا کوئی ایسا مذہبی فرقہ نہیں جس کے عقائد آپ نہ جانتے ہوں اور مسلمانوں میں جس قدر اختلاف عقائد ہے آپ اس پر یکساں و تمام عبور رکھتے تھے۔ ادیان باطلہ کی تردید کا ملکہ خاص طور پر قدرت نے آپ کو مرحمت فرمایا تھا۔

آریہ اور عیسائی معترضین اسلام کے جوابات لکھنے میں آپ کو کمال حاصل تھا اور حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم نے نہ صرف یہ کہ اسلام کی حمایت میں اور مخالفین کی مدافعت میں مضامین لکھے ہیں بلکہ آپ نے بعض چھوٹی چھوٹی کتابیں بھی تحریر فرمائی ہیں جن میں آریوں اور عیسائیوں دونوں کا رد موجود ہے۔

سلسلہ کے اخبارات کا کوئی ایسا فائل موجود نہیں جو حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم کے پُر از معلومات مضامین سے بھرا پڑا نہ ہو۔

آپ کا وجود حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت پر ایک زندہ ثبوت تھا۔ جب کبھی آپ حضرت مرزا صاحب کے زمانہ کے واقعات بیان کرتے تو خود آپ کے لئے بھی ان کا اعادہ باعث لذت ہوتا۔ اور سامعین بھی اس سے کچھ کم محظوظ نہ ہوتے تھے اور نہ صرف اس قدر بلکہ سننے والوں کا ایمان تازہ ہوتا تھا۔ آپ کا وجود نہ صرف لاہور میں ہی موجب برکت تھا بلکہ ڈلہوزی میں بھی آپ کے درس پر لوگ جوق در جوق جاتے۔

آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے انتہائی عشق تھا اور درس قرآن مجید کے اکثر موقعوں پر حضرت اقدس کے فارسی و اردو کے اشعار لے کے ساتھ پڑھتے جاتے اور ایک وجد کی سی حالت آپ پر طاری ہوجاتی

اللہ تعالیٰ نے حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم کے قلم سے مجدد رقم سے حضرت مرزا صاحب کی وہ فہرست لی جس کے حرف حرف سے عقیدت، خلوص اور خدمت اسلام کی تڑپ ٹپکتی ہے۔ اور یہ ایک ایسی تاریخی اور علمی یادگار ہے جس نے حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم کا نام حضرت مرزا صاحب کے عشاق کی صف اول میں شامل کر دیا ہے اور اس بے نظیر خدمت کو دیکھکر بے ساختہ منہ سے یہ دعا نکلتی ہے:

نور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہو تیرا

اس میں شک نہیں کہ حضرت مرزا صاحب کے خدام جنہیں حضور کی خدمت میں بیٹھنے کا شرف حاصل ہوا کشور ہند کے اطراف وجوانب میں اب بھی موجود ہیں اور

ہر کسے را بہرے کارے ساختند

کے تحت ان میں سے ہر ایک نے اپنے رنگ میں اور حسب استعداد خود حضرت اقدس کی خدمات سرانجام دی ہیں اور حضرت صاحب کے نام کو پھیرا .... میں سعی بلیغ فرمائی ہے مگر معلوم ایسا ہوتا ہے کہ حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم ان سب سے بازی لے گئے کیونکہ مجدد اعظم صد چہاردہم کے مفصل حالات زندگی و دعاوی کو معاطہٴ تحریر میں لانے کا کام اللہ تعالیٰ نے ان سے لیا۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

لیکن کیا ہمیں محض ایک خاص نمبر کی اشاعت پر اکتفا کر کے حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم کو بھلا دینا ہے؟ ہمارے دیکھتے دیکھتے حضرت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب مرحوم گذر گئے اور اب، ان کے بعد حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم ہمیشہ کے لئے الوداع کہہ گئے۔

کسی خادم ملت کی یادگار کو ایسی زندہ اور مستقل حیثیت دی جانی چاہیئے جس سے نہ صرف خادم ملت کا نام باقی رہے، بلکہ ان کے کام کو بھی بقا حاصل ہو۔ اس لئے اب ہمیں تساہل سے کام نہ لینا چاہیئے اور حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم کی یادگار کو زندہ اور پائندہ رکھنے کے لئے درس قرآن مجید کا ایک عالمگیر نظام قائم کرنا چاہیئے۔ بہت کم جماعتیں ہیں جو درس کا باضابطہ طور پر اہتمام کرتی ہوں درس کا سلسلہ منظم کرنے کے لئے مرکز میں ایک سب کمیٹی کا قیام عمل میں لایا جاسکتا ہے جو بیرونی جماعتوں کو ہدایات دینے کے علاوہ درس کی تنظیم کے لئے ہر ممکن اقدام کرسکے اور یہ اقدامات بذریعہ خط و کتابت، بذریعہ اخبار و مبلغین سرانجام دیئے جاسکتے ہیں۔

بقیہ اخبار احمدیہ

سانحۂ ارتحال

(ب) یہ خبر بھی نہایت افسوس سے سنی جائیگی کہ حضرت سید اسد اللہ شاہ صاحب جو سلسلہ کے پرانے بزرگوں میں سے ہیں ان کے صاحبزادہ محمد اوسط جو عرصہ سے بعارضہ تپدق بیمار تھے وفات پاگئے اناللہ وانا الیہ راجعون تعالیٰ ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور حضرت شاہ صاحب مذکور اور دیگر لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔

— شموگہ (علاقہ میسور) میں ہمارے چند احباب ہیں ان میں سے ایک دوست عبدالرزاق صاحب کی اہلیہ آج سے ڈیڑھ سال پہلے انتقال کر گئیں مخالف مسلمانوں نے انکی لاش قبرستان میں دفن کرنے سے روک دیا، حکام نے کسی اور جگہ لاش دفن کرادی لیکن عبدالرزاق صاحب نے زیر دفعہ ۱۴۷، ۱۴۳ تعزیرات ہند مخالف حنفی جماعت کے پانچ لیڈروں پر دعوے دائر کردیا۔ ۲۱ رجون ۱۹۴۳ء کو سیکنڈ کلاس کورٹ نے اس مقدمہ کا فیصلہ سنایا ہے، جس کے مطابق پانچوں مخالف لیڈروں کو دو دو ماہ قید کی سزا دی گئی ہے ہم اس کامیابی پر اپنے بھائی عبدالرزاق صاحب اور تمام جماعت شموگہ کو مبارکباد دیتے ہیں۔

... تعالیٰ نے ودیعت کی تھیں لیکن کسی بوجہ کی وجہ سے مفقود ہوچکی تھیں ویسے تو یہ اللہ تعالیٰ کا فیضان رحمت تھا لیکن جس وسیلے سے مجھے پہنچا ہیں اس کا احسان کبھی بھی نہیں بھول سکتا۔

احمدی نوجوانوں کے محسن

ازجناب سعید اختر صاحب ایم اے

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی وفات پُرملال پر ان کے قریبی رشتہ داروں، دوستوں اور عزیزوں نے اپنی اپنی طرز پر عقیدت کے پھول برسائے۔ مجھے بھی حضرت ڈاکٹر صاحب سے ایک خاص عقیدت تھی۔

جیسا کہ تمام احباب کو بخوبی معلوم ہے کہ میں فروری ۱۹۲۲ء میں احمدی ہوا اور حضرت مولانا محمد علی صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی حضرت ڈاکٹر صاحب کے ساتھ میرا کوئی تعارف نہیں ہوا تھا۔ ایک دفعہ جمعہ کے روز صف اول میں حضرت ڈاکٹر صاحب کے ساتھ شانہ بہ شانہ کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ معلوم نہیں یہ حضرت ڈاکٹر صاحب کی وجہ سے تھا یا کوئی اور وجہ تھی کہ میرے دل پر بڑی رقت طاری ہوئی۔ میں سجدوں میں گڑگڑایا اور باری تعالیٰ سے اپنے تمام گناہوں کی معافی چاہی، جب نماز ختم ہوئی تو ڈاکٹر صاحب خود بخود جیسا کہ ان کی فطرت میں تھا میری طرف مخاطب ہوئے اور مجھ سے میرے حالات پوچھے۔ مجھے اس سے پہلے بھی بہت سے بزرگ اور نیک ہستیوں کے ساتھ گفتگو کرنے کا موقعہ ملا تھا۔ لیکن میں نے ان میں اس قدر جاذبیت . . . نہیں محسوس کی تھی۔ اصل بات یہ ہے کہ حضرت ڈاکٹر صاحب کے دل میں قوم کے نوجوانوں کی روحانی پرورش کرنے کا سچا جذبہ اور درد تھا جس کی وجہ سے کہ تمام نوجوان جن کے ساتھ ڈاکٹر صاحب کو بات کرنے کا موقعہ ملا ایک خاص کشش کے ساتھ کھچے چلے آتے تھے میں بھی اسی کشش کا شکار ہوگیا۔ اور جتنا عرصہ بعد میں حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم زندہ رہے دل میں ایک خاص . . . لگن لگی رہی۔ . .

اگرچہ اکثر اوقات ڈاکٹر صاحب سے دور رہا لیکن دل ہی دل میں انکی یاد . . . تھی اور روحانی فیض حاصل ہوتا رہتا تھا۔ جتنی لذت حضرت ڈاکٹر صاحب کیساتھ ہمکلام ہونے میں آتی تھی، دل گواہی دیتا ہے کہ اب تک کسی سے حاصل نہیں ہوئی۔

ڈاکٹر صاحب نے دنیاوی طریقہ پر بھی میرے اوپر بہت زیادہ احسان کئے ہیں۔ اپنے حقیقی بیٹے کی طرح سمجھ کر میرے لئے بیدریغ کوشش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی ان کوششوں کا مزد و اجر دے گا جو کہ انھوں نے بغیر کسی معاوضہ کے کیں۔

کہیں یوں تو ڈاکٹر صاحب نے کس کس پر احسانات کی بارش نہیں کی۔ لیکن نوجوان طبقہ کو ان کا خاص طور پر مرہون احسان ہونا چاہیئے۔

اس کے علاوہ حضرت ڈاکٹر صاحب نے میرے اوپر ایک خاص احسان کیا ہے۔ میں نے مغربی طرز کی تعلیم حاصل کی تھی اور پوری طرح سے روحانی مردہ ہوچکا تھا میری روح کو نئی زندگی بخشی میں پھر جاگ اٹھا اور اپنی استعدادوں کو سنبھالا جو کہ میں ...

غیر مسلموں میں تبلیغ کے مؤثر ذرائع

از محترم جناب شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر اخبار "نور" قادیان

غیر مسلموں میں سے ہمارے ارد گرد بالعموم تین قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ سکھ، آریہ، سناتنی۔ ہر ایک کی نفسیات الگ الگ ہیں۔ جس قوم کو تبلیغی رنگ میں ہم مخاطب کرنا چاہتے ہیں۔ یہ ضروری ہے کہ ہمیں ان کی نفسیات کا کچھ نہ کچھ علم ہو۔ تبلیغ میں ایک بات کو کبھی نظر انداز نہ کرنا چاہیئے، وہ یہ کہ تبلیغ کا مطلب دوسرے کو قریب لانا ہے۔ اگر ہم کسی وجہ سے قریب نہیں لا سکتے تو کم از کم دور بھی نہ کریں۔ ایک مبلغ کا کام ایک وکیل سے زیادہ کٹھن ہے۔ ایک وکیل کا صرف یہ فرض ہے کہ وہ جج کو قائل کر دے۔ وکیل کو اس سے کوئی سروکار نہیں کہ فریق ثانی بھی قائل ہوتا ہے یا نہیں مگر ایک مبلغ کا یہ فرض ہے کہ وہ فریق ثانی کو قائل کرے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ مخاطب کے میلان طبع یا ذہنیت یا نفسیات کو کسی مرحلہ پر بھی نظر انداز نہ کیا جائے۔ اوّل اس بات کو لیجئے کہ سکھ صاحبان کی نفسیات کیا ہیں۔ جہاں تک میں نے اس بات پر غور کیا ہے بالعموم آپ سکھوں کا ظاہر اور باطن یکساں پائیں گے۔ کھوٹ کم ہوگا۔ اور پھر انہیں اپنے بزرگوں کا بے حد گرویدہ پائیں گے۔ چنانچہ ان کے ہاں یہ ایک مشہور مقولہ ہے ؎

گور گوبند دونوں کھڑے کس کے لاگوں پائے
بل ہارے گور اپنے جن ست گور دیا ملائے

یعنی ایک سکھ کے سامنے گورو اور خدا دونوں کھڑے ہیں۔ سکھ اپنے دل میں سوچتا ہے کہ مجھے کس کے پاؤں پڑنا چاہیئے۔ اس کا دل یہ جواب دیتا ہے کہ پہلے گورو کے سامنے ہی جھکنا چاہیئے۔ جن کی مہربانی سے مجھے خدا کی زیارت نصیب ہوئی اس سے سکھ ذہنیت کا آپ ایک حد تک اندازہ لگا سکتے ہیں۔

اب آریہ ذہنیت کو لیجئے آریہ صاحبان کو آپ بالعموم آزاد خیال پائیں گے۔ سوامی دیانند صاحب بمقام امرتسر لیکچر کے بعد اپنے جائے رہائش پر پہنچنے کے لئے گاڑی پر سوار ہونے لگے اور سوامی جی نے ویدوں کو اپنے پاس رکھا ہوا تھا۔ سردار جواہر سنگھ صاحب جو سنگھ سبھا امرتسر کے پریذیڈنٹ اور سوامی صاحب کے ملنے والوں میں سے تھے۔ سوامی جی کی نظر پڑ گئے۔ سوامی صاحب نے سردار جواہر سنگھ صاحب کو گاڑی میں بیٹھنے کے لئے کہا۔ سردار صاحب نے جواب دیا۔ کہ "سوامی جی گاڑی میں جگہ نہیں" سردار جواہر سنگھ کے واسطے سوامی جی نے ویدوں کے احترام کو نظر انداز کر دیا۔ اور وہ کس طرح نظر انداز کیا میں اس کی تشریح میں نہیں جانا چاہتا۔ اس پر سردار جواہر سنگھ نے کہا کہ سوامی جی! یہ تو وید ہیں۔ سوامی صاحب نے جواب دیا کہ یہ حروف اور کاغذ ہیں۔ اصل چیز تو ویدوں کا گیان ہے۔ اس کا تعلق جڑ پدارتھ (بے حس چیز) سے کچھ نہیں۔

اب لیجئے سناتنی صاحبان کو۔ سناتنی صاحبان تو عجوبہ پرست اور معجزوں کے گرویدہ ہیں۔ چنانچہ رامائن میں یہ لکھا ہے کہ جب شری لکھشمن جی لڑائی میں زخمی ہو کر بے ہوش ہو گئے تو حکیم نے ان کے لئے ایک پہاڑی جڑی بوٹی تجویز کی۔ اور شرط یہ تھی کہ اگر یہ جڑی بوٹی سورج نکلنے سے پہلے پہلے استعمال ہو سکے تو لکھشمن جی کی زندگی بچ سکتی ہے ورنہ مشکل۔ ہنومان کو اس بوٹی کے لانے کے لئے بھیجا گیا۔ وہ وہاں جا کر بوٹی کی شناخت کے متعلق شبہ میں پڑ گئے۔ اس لئے انھوں نے اپنے دائیں ہاتھ پر سب پہاڑی کو ہی اٹھا لیا۔

پھر انہیں معلوم ہوا کہ سورج منزل مقصود پر پہنچنے سے پہلے ہی طلوع ہو جائے گا۔ اس لئے انھوں نے سورج کو اپنی بائیں بغل میں دبا لیا اور منزل مقصود پر پہنچ کر یہ دوا لکھشمن جی کو استعمال کروا کر پھر انھوں نے اپنی بغل سے سورج کو رہائی دی۔ تو اس وقت دوپہر تھی۔

اب لیجئے اچھوتوں کو۔ اچھوتوں کی نفسیات یہی ہے کہ ان سے محبت سے بولو نفرت نہ کرو اور انہیں اس ذلت کی حالت سے اوپر اٹھاؤ۔

اب میں ان چاروں گروہوں کے متعلق کچھ علیحدہ علیحدہ عرض کرتا ہوں۔ سب سے اوّل میں سکھ صاحبان کو لیتا ہوں۔ یہ ضروری ہے کہ جس قوم کو آپ تبلیغ کر رہے ہیں۔ ان کے سامنے آپ ایسے اصول یا باتیں رکھیں جس سے ان کی اجنبیت دور ہو۔ اور مخاطب یہ سمجھے کہ متکلم میرا ہمدرد اور مجھ سے بہت قریب ہے۔ کیونکہ جب تک ہم ایک دوسرے کی اجنبیت کو دور نہیں کریں گے تبلیغ مؤثر ثابت نہیں ہوگی۔ لہذا سکھ صاحبان کو تبلیغ کرتے وقت آپ سب سے پہلے ان کی توجہ اس طرف دلائیں کہ ہمارے اور آپ کے اصول بہت ملتے جلتے ہیں۔ اور ہم ایک دوسرے کے قریب بلکہ قریب تر ہیں۔ مثلاً ہم بھی توحید کے قائل اور آپ بھی۔ اور آپ بھی اندا اس یعنی دعا کے قائل ہیں اور ہم بھی بلکہ ہمارا اور آپ کا دعا کرنے کا طریق بھی قریباً یکساں ہے۔ آپ بھی حقہ بندی کے قائل ہیں اور ہم بھی۔ اگر آپ کے ہاں حقہ دار ہے۔ تو ہمارے ہاں امیر ہے۔ آپ بھی گوشت خور ہیں اور ہم بھی۔ ہم بھی وضو کی طہارت کے قائل ہیں اور آپ بھی۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ آپ کے ہاں وضو کو پنج اشنانہ کہتے ہیں۔ آپ کے ہاں بھی داڑھی ضروری ہے اور ہمارے ہاں بھی باقی سوال کچھ کمی بیشی کا رہ جاتا ہے۔ آپ کے ہاں بھی نکاح بیوگان جائز ہے اور ہمارے ہاں بھی۔ آپ بھی کثرت ازدواج کے قائل ہیں اور ہم بھی۔ آپ بھی لمبا کرتہ اچکن اور تنگ پاجامہ پہنتے ہیں اور ہم بھی۔ کیونکہ لمبا کرتہ مسلم صوفیاء کا لباس ہے۔ اچکن اور پاجامہ مغلیہ بادشاہوں کا۔ نہ ہوتی کے آپ روادار اور نہ ہم۔ آپ کے ہاں بھی زیادہ تر محنت مزدوری کرنیوالے ہیں اور مسلمانوں کے ہاں بھی آپ بھی فوجی لوگ ہیں اور مسلمان بھی۔ سؤر مسلمانوں کے ہاں بھی نجس ہے اور آپ کے ہاں بھی جیسا کہ شری گرنتھ صاحب کے اس قول سے عیاں ہے ؎

ایک بھگت بھگوان جہیں پرانی کے ناہیں من
جیسے سوکر سوان نانک جانوں تاہیں تن

یعنی جس شخص کے دل میں خدا کی محبت نہیں وہ ایسا ہی نجس اور پلید ہے جیسے کہ کتا اور سؤر۔

آپ بھی کڑاہ پرشاد کے گرویدہ ہیں اور مسلمانوں کے ہاں بھی یہ کوئی کم مرغوب چیز نہیں جیسا کہ اس مشہور مقولہ سے عیاں ہے المؤمن حلو یحب الحلوٰی۔ کیونکہ مسلمان سمجھا وے سے میٹھا ہے اسلئے اسے حلوے سے محبت ہے۔ پھر ان کے سامنے گرو گرنتھ صاحب کے وہ اقوال رکھیئے جن میں اسلام یا قرآن مجید کے متعلق اظہار رائے کیا گیا ہے۔ مثلاً شری گرنتھ صاحب کا یہ قول کہ ؎

کل پروان کتیب قرآن پوتھی پنڈت رہے پران

یعنی اس کلجگ مراد فیج اعوج کے زمانہ میں قرآن مجید ہی قابل قبول ہے۔ اس کے بالمقابل پوتھی پنڈت اور پران رہ چکے ہیں یعنی ان کا زمانہ جاتا رہا ہے۔ پھر آپ یہ بھی پیش کیجئے کہ شری گورو گرنتھ صاحب ویدوں کے متعلق یہ کہتا ہے ؎

پڑھ پڑھ پنڈت منی تھکے ویدوں کا ابھیاس
ہر نام چت نہ آوای نہ نج گھر ہووے واس

پھر آپ شری گرنتھ صاحب کے ان اقوال کو پیش کیجئے ؎

عیب تن چکڑ دیہہ من میڈ کو کنول کی سار نہیں من بائی
بھنور استاد نت بھاکھیا بولے کیوں بوجھے جانہ بوجھائی
آکھن سناون کی بانی ایہہ من رتا مایا!
خصم کی نذریں دلیں پسندی جنہیں اک کر دھیایا
ننیہہ کر کہے پنج کر ساتھی ناؤں شیطان مت کٹ جائی

شری مہاراجہ فرید کوٹ بہادر نے جو اچھے گیانیوں کے ذریعہ شری گرنتھ صاحب کی شرح کروائی ہے اس میں بھی ان اقوال کے یہ معنے کئے گئے ہیں:۔

خدا کے وہی مقبول ہیں جو ایک کی پوجا کرتے تیس روزے رکھتے اور پانچوں وقت کی نماز پڑھتے ہیں تا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ شیطان راستبازوں کی فہرست سے ان کا نام کاٹ دے،، پھر شری گورو گرنتھ صاحب میں یہ ارشاد بھی ہے ؎

اٹھے پہر بھونا ہے کھاون سند سول
دوزخ پوند کیوں رہن جاں چت آوے رسول

اسجگہ رسول کا لفظ نمایاں ہے۔ ممکن ہے کوئی سکھ دوست یہ کہے کہ اس جگہ رسول سے مراد کچھ اور ہے۔ سو اس کے لئے ہمیں کچھ دور جانے کی ضرورت نہیں سکھوں کے فاضل اجل سردار بہادر بھائی کاہن سنگھ جی نے رسول کے معنے مسلمانوں کا پیغمبر لئے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اوتار یا دیوی دیوتا کے متعلق شری گرنتھ صاحب میں کیا لکھا ہے اس کے لئے شری گرنتھ جی کا ارشاد یہ ہے ؎

دیوی دیوتا پوجے بھائی کیا مانگے کیا دے

یعنی دیوی دیوتا کی پرستش کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ وہ تمہیں دے ہی کیا سکتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ بعض ناواقف سکھ صاحبان گائے، اور شری گورو گوبند سنگھ جی کے لڑکوں کے متعلق آپ سے سوال کریں۔ سو اس کے متعلق آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ سکھ مذہب میں گائے کی پوجا کیلئے کوئی جگہ نہیں۔ چنانچہ شری گرنتھ صاحب بسنت کبیر میں یہ لکھا ہے ؎

گوبر جوٹھا چونکا جوٹھا جھوٹی دینی کار

اس شلوک میں گائے کے گوبر اور اس کے ذریعہ چونکا دینے کو ناجائز قرار دیا ہے۔ پھر رہت نامہ بھائی چوپا سنگھ میں درج ہے کہ باورچی خانہ میں نہ تو گائے کے اوپلے ہی جلائے جائیں اور نہ ہی گائے کے گوبر سے چونکا دیا جائے۔ ورنہ وہ ناپاک ہو جائے گا۔ پھر آسا محلہ ۳ میں درج ہے ؎

مل موت ہوڑ دہے گدہ ہوئے سب لگے تیری سیو

یعنی جن لوگوں کو گائے کے گوبر اور پیشاب سے محبت تھی جب وہ شری گورو صاحب کے چرنوں میں آئے تو ان کو ان چیزوں سے نجات مل گئی۔

اب میں شری گورو گوبند سنگھ صاحب کے لڑکوں کا معاملہ لیتا ہوں۔ جب گورو صاحب قلعہ چمکور میں محصور ہو گئے تو انھوں نے رات کے وقت اپنے دو صاحبزادوں مع والدہ مکرمہ کے قلعہ سے باہر نکالا اور یہ مختصر سا قافلہ اپنے خاندانی برہمن گنگو رام کے ہاں موضع کھیڑی میں پناہ گزین ہوا۔ اس برہمن دیوتا کا دل بدل گیا۔ پہلے تو اس قافلہ کے پاس جو کچھ مال و متاع تھا اس پر ہاتھ صاف کیا۔ پھر راتوں رات ہی نواب سرہند کو جا کر اطلاع دی۔ نواب کے سامنے ان بچوں کی پیشی ہوئی۔ اور دربار سے مشورہ طلب کیا گیا۔ اتفاق حسنہ سے نواب شیر محمد خاں فرمانروائے مالیر کوٹلہ بھی دربار میں موجود تھے۔ انھوں نے کہا۔ اگر برسرجنگ ہیں تو ان کے والد صاحب ان معصوم بچوں کا کیا قصور؟ ان بچوں کو فوراً چھوڑ دینا چاہیئے۔ نواب سرہند چھوڑ دینے کے لئے آمادہ ہو گئے۔ مگر گنگو رام برہمن اور نواب سرہند کے وزیر دیوان سچا نند نے بہت اصرار کیا کہ لڑکوں کو نہ چھوڑا جائے اور اپنی تائید میں دیوان سچا نند نے یہ

کہا" افعی را کشتن و بچہ اش را نگہداشتن خرد منداں نیست - چراکہ گرگ زادہ آخر گرگ شود" معصوم بچوں کے ساتھ جو کچھ ہوا بہت بُرا ہوا - مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ نہ تو یہ شریعت کے فتوے سے ہوا اور نہ ہی سلطنت کے حکم سے - جب اورنگزیب علیہ الرحمۃ کو معلوم ہوا تو انھوں نے نواب صاحب کو ہمیشہ کے لئے موقوف کر دیا - حالانکہ اس وقت نوابی نسلاً بعد نسل چلا کرتی تھی - یوں سمجھئے کہ ایک نواب کو ہمیشہ کے لئے کنگال بنا دیا - اس فعل کی زیادہ ذمہ داری کس پر پڑتی ہے نواب پر یا دیوان سچانند اور گنگو رام برہمن پر یا حکومت پر اسے میں ناظرین پر چھوڑتا ہوں -

پھر گورو صاحب جب خود رات کے وقت اس قلعہ سے نکل کر بمقام ماچھی واڑہ پہنچے اور اپنے مرید گلاب داس مسند کے ہاں ٹھہرنا چاہا - تو اس نے یہ کہہ کر آپ حکومت کے باغی ہیں ٹھہرانے سے انکار کر دیا حالانکہ وہ شخص صرف مرید ہی نہیں تھا بلکہ گورو صاحب کا وظیفہ خوار بھی تھا - ہر نازک وقت میں گورو صاحب موصوف کو پناہ دی تو ماچھی واڑہ کے غنی خاں و نبی خاں دو پٹھان بھائیوں نے - جب شاہی جاسوس گورو صاحب کی تلاش کرتے کرتے ان دو پٹھان بھائیوں کے پاس پہنچے تو ان دو پٹھانوں نے شاہی جاسوسوں کو جواب دیا کہ یہ گورو صاحب نہیں ہیں ہمارے پیر ہیں جو اوچ سے تشریف لاتے ہیں - دلیر خاں سپہ سالار کو اطلاع دی گئی انھوں نے کہا اچھی بات ہم آپ کے پیر کی زیارت کرنا چاہتے ہیں - چنانچہ ان دونوں بھائیوں نے معہ چند ایک شریف مسلمانوں کے پورے احترام سے گورو صاحب کی پالکی کو اٹھایا - اور پورے دس کوس کے فاصلہ پر سپہ سالار کے پاس لے گئے - یہ امر واقعہ ہے کہ پوشاک وغیرہ کے بدلنے سے انسان کی کایا نہیں بدل سکتی سپہ سالار نے یقیناً پہچان لیا - مگر محض اس لئے کہ چند ایک شریف مسلمان گورو صاحب کی حمایت میں ہیں سر آنا پسند نہ کیا - بلکہ عزت افزائی کے لئے گورو صاحب کی دعوت کی - اس سے مسلمانوں کا گورو صاحب سے سلوک کا کسی حد تک اندازہ لگایا جا سکتا ہے -

گورو صاحب جب سات پہاڑی راجاؤں سے برسر جنگ تھے تو ایسے نازک وقت میں سید بدھن شاہ ساڈھورہ نے اپنے لڑکے کے زیر کمان پانچ سو فوج گورو صاحب کی مدد کے لئے بھیجی - گو اس جنگ میں سید صاحب کا لڑکا تو مارا گیا - مگر پہاڑی راجاؤں کو شکست فاش ہوئی -

نہیں! نہیں!! سکھ تاریخ اس سے بھی آگے جاتی ہے، شری گورو ارجن دیوجی مہاراج نے جب دربار صاحب امرتسر کی تعمیر شروع کی تو اس کا بنیادی پتھر رکھنے کے لئے حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ سے

کو ترجیح دی گئی - حالانکہ اس وقت بڑے بڑے پنڈت اور کہلانیوالے رشی یا منی بھی ہوں گے مگر برکت حضرت میاں میر کے ہاتھوں میں ہی نظر آئی اس سے بآسانی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ گورو صاحبان کے وقت میں سکھوں اور مسلمانوں کے تعلقات کتنے خوشگوار تھے - خدا کرے یہ خوشگواری اب بھی پیدا ہو سکے اگر سکھ اور مسلمان یکسال مائل ہوں تو یہ خوشگوار فضا شام سے پہلے پہلے پیدا ہو سکتی ہے - خدا ہر دو کو توفیق دے -

اب میں آتا ہوں آریہ سماج کی جانب یہ تو میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ جس قوم میں تبلیغ کرو سب سے پہلے اُس کی اجنبیت دور کرو تاکہ وہ ہماری باتوں کو غور سے سُن سکے - مسئلہ توحید میں آریہ سماج اور اسلام میں اتفاق ہے - باقی رہا روح اور مادہ کی ازلیت کا جھگڑا تو یہ فلاسفروں کی دل لگی ہے عوام کو اس سے کیا سروکار؟ ویسے بھی اسلام کے آریہ سماج پر بیشمار احسانات ہیں - جو سنہ ۱۸۷۷ء میں جب پہلی دفعہ سوامی دیانند جی بانئے آریہ سماج لاہور آئے تو ہندوؤں نے انہیں جگہ دینے سے انکار کر دیا - بلکہ نمایاں مخالفت کی - حتیٰ کہ برہم سماج نے بھی جو ہندوستانیوں میں نسبتاً زیادہ روادار واقع ہوئی ہے مخالفت کی - ایسے نازک وقت میں سوامی جی کے کام آئے تو مسلمان - خان بہادر ڈاکٹر رحیم یار خاں مرحوم نے سوامی موصوف کے لئے اپنی کوٹھی خالی کر دی جہاں سوامی صاحب دھڑلے سے اپنے مذہب کا پرچار کرتے رہے - اور لاہور کی پہلی آریہ سماج ڈاکٹر رحیم یار خاں مرحوم کی کوٹھی پر ہی قائم ہوئی - اس کے بعد اسی سال ماہ اگست میں جب سوامی جی امرتسر آئے تو امرتسر کے ہندوؤں نے بھی سوامی جی کو جگہ دینے سے انکار کر دیا - کام آئے تو مسلمان امرتسر کے مشہور رئیس میاں محمد جان مرحوم نے سوامی جی کو اپنی کوٹھی میں جگہ دی - سوامی صاحب بے خوف و خطر اپنے مسلک کی پرچار کرتے رہے اور امرتسر میں پہلی آریہ سماج میاں محمد جان کی کوٹھی پر قائم ہوئی سنہ ۱۸۷۹ء میں جب سوامی جی بنارس پہنچے تو ہندوؤں نے سوامی صاحب کو جگہ دینے سے انکار کر دیا - نہ صرف انکار بلکہ غیر معمولی مخالفت بھی کی - ایسے وقت میں کام آئے تو سر سید مرحوم جو ان دنوں بنارس میں جج تھے - اور جنہوں نے اپنی وسیع کوٹھی سوامی جی کے سپرد کر دی - اور جہاں سوامی صاحب بے کھٹکے اپنے خیالات کی اشاعت کرتے رہے اور سنہ ۱۸۷۸ء میں جب سوامی صاحب علی گڑھ آئے تو وہاں ہندوؤں نے مخالفت شروع کر دی اس وقت بھی کام آئے تو سر سید مرحوم جن کی کوٹھی میں سوامی صاحب اطمینان سے اپنے مذہب پر لیکچر دیتے رہے - اس سے اندازہ لگایئے کہ مسلمانوں نے بانیٔ آریہ سماج کے ساتھ کیسا غیر معمولی رواداری کا سلوک کیا - اب آریہ سماج مسلمانوں کو بیگانہ سمجھے تو کیوں؟

ستیارتھ پرکاش کا پہلا ایڈیشن سنہ ۱۸۷۵ء میں چھپا - اس میں مسلمانوں کے خلاف کوئی ذکر نہیں - ہاں جو ایڈیشن سوامی صاحب کی وفات کے بعد چھپا اس میں چودھویں باب کی صورت میں مسلمانوں کی نمایاں مخالفت موجود ہے - مگر اس کے بانی سوامی دیانند ذمہ دار نہیں ہو سکتے اور ویسے بھی ان دنوں کلام پاک کا کوئی ہندی یا سنسکرت ترجمہ موجود نہ تھا - اور سوامی صاحب اردو جانتے نہ تھے - عربی تو دور کی بات ہے - پھر سوامی جی کی طرف سے نکتہ چینی ہوتی تو کیوں؟ اگر یہ کہا جائے کہ اردو ترجمہ دوسرے سے سُن کر سوامی جی نے یہ باب مرتب کیا تو یہ ایک محقق کی شان سے بعید ہے - کہ وہ دوسرے کی سنی سنائی باتوں پر بھروسہ کرے - جیسا کہ خود سوامی صاحب نے ستیارتھ پرکاش میں یہ لکھا ہے - لہٰذا یہ صاف ظاہر ہے کہ یہ چودھواں دلآزار باب بعد کی ایجاد ہے -

عالمگیر مذہب وہ ہوتا ہے جو سب کو یکساں اپیل کرے - ہون آریہ سماج کے ہاں دنیا ہی ضروری ہے جیسا کہ مسلمانوں کے لئے نماز - ہون کے لئے کیسر کستوری صندل اور گھی وغیرہ کی ضرورت ہے - اور یہ اشیاء بہت گراں ہیں آجکل ان پر کم از کم چالیس روپے ماہوار خرچ آئے گا - اور وہ شخص جس کی ماہوار تنخواہ ہی تیس چالیس روپے ہو وہ اس سے اپنے بال بچوں کا پیٹ بھرے گا یا ہون کے لئے سامان خریدے گا - پھر کستوری کے لئے جیو ہتیا ضروری ہے - کیونکہ کستوری نیم مردہ یا نیم جان ہرن سے حاصل کی جا سکتی ہے اور جیو ہتیا آریہ سماج کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے - اب آیئے اسلامی ہون یعنی نماز کی جانب - اس کے لئے کیا ضرورت ہے - صرف ایک لوٹا پانی - اگر وہ بھی نہ ملے - تو تیمم - اب دیکھیئے کونسا مذہب اور اس کے اُصول عوام سے اپیل کرتے ہیں -

آریہ سماج کو اعتراض ہے کہ اسلام کثرت ازدواج کا حامی ہے - حالانکہ یہ کوئی چیز نہیں - راجہ دسرتھ کی تین رانیاں تھیں - رشی دسبھے کی سو بیویاں تھیں، مہادنی یاگوالکیہ کی دو - شری کرشن جی کی آٹھ اور یہ صاف ظاہر ہے کہ موجودہ آریوں کی نسبت شری کرشن جی اور مہارشی یاگوالکیا ویدوں کو زیادہ بہتر سمجھتے تھے - اگر وید کثرت ازدواج کے مخالف ہوتے تو یہ بزرگ ہستیاں کبھی بھی یہ جرأت نہ کرتیں -

اب لیجئے نکاح بیوگان کا معاملہ - نکاح بیوگان کا بدل آریہ سماج کے پاس نیوگ ہے جس کی تشریح میں جانا میں کسی طرح بھی پسند نہیں کرتا اور یہ خوشی کی بات ہے کہ اب آریہ سماج نیوگ کو پس پشت ڈال کر نکاح بیوگان کا سہارا لے رہا ہے گویا ان کا دل یہ تسلیم کرتا ہے کہ اسلامی اصول واقعی بہترین اصول ہیں -

اب لیجئے سناتن دھرم کو اس مذہب کے پیرو مرنجان مرنج طبیعت کے ہونے

ہیں ایسے لوگوں میں تبلیغ مشکل بھی ہے اور آسان بھی - اسلام میں یہ خوبی ہے کہ وہ اپنے ہر پیرو کو ہر بزرگ ہستی کی عزت کرنے کی تعلیم دیتا ہے اور کسی خطہ کو نبوت کے فیض سے محروم نہیں سمجھتا - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ایک مشہور قول ہے - کان فی الہند نبیًا اسود اللون اسمہ کاھن یعنی ہندوستان میں کاہن نامی ایک نبی گذرے ہیں جن کا رنگ سیاہ تھا اور یہ یاد رہے کہ لفظ کرشن کے معنے بھی سیاہ کے ہیں اس طرح مسلمان شری رامچندر جی کی بھی عزت کرتے ہیں - بھوشیہ پران کھنڈ تین شلوک ۳ میں یہ درج ہے :-

" اتنے میں ایک اچاریہ (گورو) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام سے مشہور اپنے چیلوں کے ساتھ آئے راجہ نے عرب دیش کے رہنے والے مہادیو کو گنگا کے بہتے ہوئے پانی سے اشنان کروایا اور چندن سے اس کی پوجا کر کے من میں ایشور سے پرارتھنا (دعا) کی - بھوج راج (اے عرب دیش کے باشی (رہنے والے) پاربتی کے ناتھ (خاوند) تجھ کو بار بار نمسکار ہے - ایشور کے بہت ہی پیارے بھگت تجھ کو بار بار نمسکار ہو - تو مجھ کو اپنی سیوا میں آیا ہوا بھگت جان - اس طرح راجہ کے بچن کو سنکر محمد جی مہاراج نے راجہ کو اشیرواد (دعا) دی - اور کہا راجہ ایشور تیرا کلیان کریں گے "

جن کی کتابوں میں یہ لکھا ہو، انہیں شری جگت گورو محمد جی مہاراج کو واجب التکریم بزرگ ماننے میں کوئی تردد نہ ہونا چاہیئے جبکہ مسلمان شری کرشن جی اور رام چندر جی کو بزرگ ہستیاں تسلیم کرتے ہیں - مستورات کا طبقہ بھی تبلیغ کا بہت محتاج ہے مگر مستورات میں تبلیغ مستورات کے ذریعہ ہی ہو سکتی ہے - ہندو عورت کو میکے اور سسرال دونوں جگہ سے کوئی حصہ نہیں ملتا - مگر اسلام کیا میکے اور کیا سسرال دونوں جگہ سے عورت کو حصہ دیتا ہے - اور پھر حق مہر مزید برآں - پھر ہندو مذہب کے مقنن اعظم منو جی مہاراج نے منو سمرتی میں عورتوں کے لئے جو ریمارکس دیئے ہیں، انہیں دہرانا نہیں چاہتا - آج تک ہندو تاریخ کوئی ایسی مثال پیش نہیں کر سکتی کہ کوئی ہندو عورت حکمران ہوئی ہو - مگر مسلم تاریخ میں کئی مثالیں ملتی ہیں - مثلاً سلطانہ رضیہ - چاند بی بی - نور جہاں بیگم بھوپال وغیرہ - گوسائیں تلسی داس جی رامائن میں لکھتے ہیں کہ -

ڈھول گنوار شودر پشو ناری
یہ سب تاڑن کے ادھکاری

یعنی ڈھول - گنوار شودر حیوان اور عورت یہ بھی کام دیتے ہیں اگر ان کی خاطر داری ہوتی رہے - مگر اسلام میں عورت کا پورا احترام موجود ہے -

اب میں کہلانیوالے اچھوتوں کے سوال کو لیتا ہوں - ان میں بالعموم کہلانیوالے چوہڑے - چمار - بھیل - گونڈ وغیرہ جو ہندو سماج

کے اصلی باشندے ہی شامل ہیں۔ منوجی کا فتویٰ شودروں کے متعلق بہت سخت ہے۔ اتنا سخت کہ اس سے زیادہ ہو نہیں سکتا۔ اگر اتفاق سے کبھی شودر کے کان میں وید منتر کی آواز پڑ جائے تو اس کی تعزیر بہت سخت ہے اور اگر کہلانے والا شودر برہمن کے ساتھ بیٹھ جائے تو اس کی سزا کے تصور سے ہی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ بالمیکی رامائن میں درج ہے۔ کہ ایک دفعہ بارہ سال بارش نہ ہوئی اور بہت قحط پڑ گیا لوگ حیران تھے کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ آخر بڑی جستجو کے بعد اس کی وجہ یہ بتلائی گئی کہ ایک شودر نجات کے حاصل کرنے کے لئے کسی بن میں ریاضت اور عبادت کر رہا ہے۔ لکھا ہے کہ اس نجات کے خواہشمند تپسوی شودر کو جب قتل کیا گیا تو پھر کہیں جا کر بارش برسی۔ اس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ زمانہ سابقہ میں ان بچارے شودروں سے کیا سلوک کیا جاتا تھا۔ ہم دور کیوں جائیں۔ اب بھی دکن میں اس کا کچھ نظارہ دیکھا جا سکتا ہے۔ وہاں اچھوتوں کے گذرنے کے لئے الگ راستے ہیں۔ اور دوسروں کے لئے الگ۔ اور وہ لوگ شودروں کے سایہ کے بھی روادار نہیں۔ ہندوستان میں جہاں جہاں مسلمانوں کی آبادی زیادہ ہے وہاں وہاں شودروں سے نسبتاً کم نفرت ہے اور یہ سب اسلامی برکت ہے کیونکہ مسلمانوں میں کوئی شودر اور اچھوت نہیں۔ سب بھائی بھائی ہیں۔ قرآن مجید کا یہ ارشاد اپنے اندر بڑی اہمیت رکھتا ہے ان اکرمکم عند اللّٰہ اتقٰکم یعنی تم میں وہی مکرم اور معظم ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔ یہ صرف کہنے تک ہی محدود نہیں بلکہ اس کا عملی نمونہ ہمارے سامنے موجود ہے۔ کیونکہ کہلانے والے غلاموں نے مسلمانوں میں بڑے بڑے شہنشاہ ہو گذرے ہیں۔ خود ہندوستان میں ۱۲۰۶ء سے ۱۲۹۰ء تک خاندان غلامان کی حکومت بڑے ٹھاٹھ سے قائم رہی اور خود مصر میں مملوکوں کی حکومت کا عہد بھی اپنے اندر استقلال اور شان رکھتا تھا۔ تاریخ اس امر کی بہترین گواہ ہے۔ سبکتگین اور محمود کا عہد بھی تاریخ میں اپنی نظیر آپ ہے اور یہ سب اسلام کی برکت ہے۔ جس نے نہ صرف حیوانوں سے انسان اور انسانوں سے باخدا انسان کر دیا بلکہ کہلانے والے غلاموں اور کنگالوں کو دنیا کا شہنشاہ بنا دیا۔ آؤ ہم سب مل کر باواز بلند یہ کہیں۔

اسلام زندہ باد

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی اپیل

حضرت امیر ایدہ اللہ نے زمیندار اصحاب اور ایک دیگر گروہ سے اپیل فراہمی غلہ برائے مستحقین کی ہے اس طرف خواہاں حضرات کو فوری توجہ مبذول کرنی چاہیئے اور ۸ رجولائی تک حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کو اطلاع دینا چاہیئے کہ کون کون دوست کس حد تک اس میں شریک ہو سکتے ہیں۔

وزیرآباد میں قادیانی جماعت کا عبرت انگیز فرار

چند دنوں سے جناب مولوی غلام رسول صاحب راجیکی قادیانی وزیرآباد تشریف لائے ہوئے تھے۔ آپ دو تین دفعہ قبلہ جناب شیخ نیاز احمد صاحب رئیس اعظم کی کوٹھی پر تشریف لے گئے۔ اور ایک رات کو وہاں ہستی باری تعالیٰ پر تقریر بھی کی۔ تقریر سے پہلے چند ایک نوجوانوں نے مولوی صاحب سے اختلافی مسائل پر سوال کئے۔ لیکن مولوی صاحب نے کوئی جواب نہ دیا۔ بلکہ بات کو ٹالنے کی کوشش کرتے رہے۔ اور یہ اعتراض کرتے رہے کہ تم سب خودسر ہو۔ تمہارا نظام کوئی نہیں ایک شراب کی مثال دی۔ اور کہا کہ شراب کا نفع ۱۲ ہے اور نقصان کم ہے۔ جب اس پر ٹوکا گیا تو اب قادیانیوں نے یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ انھوں نے یہ کہا تھا کہ نفع ۱۲ ہے اور نقصان ایک روپیہ ہے۔ کیسی خوب مثال ہے۔

دوسرے دن خاکسار نے ان کو جماعت کے مشورہ سے ایک رقعہ لکھا جس میں تحریر کیا کہ ہماری مرضی ہے اور قبلہ جناب شیخ نیاز احمد صاحب رئیس اعظم کی بھی خواہش ہے۔ کہ آپ سے اختلافی مسائل مثلاً مسئلہ کفر و اسلام، مسئلہ نبوت، مسئلہ اسمہ احمد وغیرہ پر تبادلہ خیالات ہو جائے اور ہماری طرف سے جناب مولینا احمد یار صاحب ایم۔اے تبادلہ خیالات کریں گے۔ یہ رقعہ قادیانی کیمپ میں پہنچا تو ایک کھلبلی مچ گئی۔ چودھری عزیز صاحب وکیل صدر جماعت قادیانی فوراً جناب قبلہ شیخصاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں کہا کہ آپس میں مناظرہ نہ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ اس طرح شہر میں شور و شر ہو جائے گا۔ اور لوگ آ کر تماشہ دیکھیں گے۔ قبلہ جناب شیخصاحب مرنجان مرنج بزرگ ہیں۔ انھوں نے ان کے کہنے پر لکھ دیا کہ یہ مناظرہ نہ ہونا چاہیئے۔ لوگ تماشہ دیکھیں گے اور یہ ہمیں پسند نہیں ہے یہ رقعہ لیکر قادیانی جماعت کے لوگ بہت خوش ہوئے۔ فوراً ہی آدمی میری طرف بھیجا اور لکھا۔ کہ ہم تو تیار ہیں لیکن قبلہ شیخصاحب نہیں مانتے اور آپ غیر ذمہ دار آدمی ہیں۔

پھر لکھا کہ اگر آپ مناظرہ کرنا چاہتے ہیں۔ تو قبلہ جناب شیخ نیاز احمد صاحب کی تحریر ہونی چاہیئے۔ یا کسی اور پریذیڈنٹ کی تحریر ہونی چاہیئے۔ یہ کسی اور پریذیڈنٹ کی تحریر کی خوب کہی۔ سکرٹری کی تحریر تو پہنچ چکی تھی۔ اور اس کو غیر ذمہ دار لکھ چکے تھے اور کون پریذیڈنٹ ہوتا۔ پریذیڈنٹ تو قبلہ شیخ صاحب تھے۔ لیکن دوسرے پرچے میں خود ہی جا کر لکھا۔ کہ چونکہ رقعہ کی شیخصاحب نے تائید نہیں کی لہذا واپس سکرٹری صاحب کو بھیجا جاوے۔ پہلے سکرٹری غیر ذمہ دار تھا اب ذمہ دار بن گیا۔ یہ ان کی بدحواسی کی مثال تھی۔

ہم نے ان کی اس آڑ کو بھی توڑ دیا۔ اور جناب قبلہ شیخصاحب کو کہا کہ آپ تحریر لکھ دیں۔ انھوں نے کہا۔ ہم کو انھوں نے کہا تھا کہ یہ خواہ مخواہ شہر میں منادی کرائیں گے اس طرح شور و شر پڑ جائے گا۔ اس واسطے ہم نے بند کیا تھا۔ لیکن جب ہم نے اُن کو یقین دلا دیا۔ کہ ہم منادی نہیں کرائیں گے اور صرف اپنی جماعت کے دوست ہی آئیں گے تو انھوں نے بخوشی تحریر لکھ دی۔ جو کہ حسب ذیل ہے:۔

مکرم معظم جناب مولوی غلام رسول صاحب و چودھری عزیز اللہ صاحب۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ جناب شیخ عبید اللہ صاحب میرے پاس تشریف لائے اور کہا کہ ہماری جماعت کے لوگ کہتے ہیں کہ ہر دو طرف سے ہم دلائل ۔ ۔ ۔ سننا چاہتے ہیں اور اقرار کرتے ہیں غیر آدمی نہیں آنے دیں گے۔ اس لئے مناسب سمجھتا ہوں آپ کی جماعت اور ہماری جماعت بوقت دس بجے تشریف لے آویں تاکہ گفتگو آداب سے ہو جاوے۔

والسلام۔ خاکسار نیاز احمد۔

جب یہ رقعہ قادیانی جماعت کی طرف بھیجا گیا تو انھوں نے جواب دیا کہ ہم جمعہ کے بعد مسجد میں آپ کو جواب بھیجدیں گے ہم نماز جمعہ کے بعد ان کا انتظار کرتے رہے۔ لیکن کوئی جواب نہ آیا۔ یہاں تک کہ ساڑھے چھ بج گئے۔ پھر معلوم ہوا جناب چودھری عزیز اللہ صاحب وکیل پھر قبلہ شیخ صاحب کے پاس وہ رقعہ لیکر گئے اور کہا یہ آپ نے کیا کیا ہے۔ وہاں جناب بابو عزیز احمد صاحب موجود تھے۔ آپ نے کہا کہ چودھری صاحب آپ گفتگو کیوں نہیں کرتے۔ آخر آپ کو ڈر کس بات کا ہے۔ آپ ضرور گفتگو کریں۔

لیکن افسوس کہ قادیانی جماعت کے ہر ایک فرد کو بار بار غیرت دلائی گئی۔ اور کہا گیا۔ کہ ضرور گفتگو ہو لیکن ۔ ۔ مولوی غلام رسول صاحب گفتگو کے لئے تیار نہیں ہوئے۔

رات کے دس بجے تمام دوست قبلہ جناب شیخ نیاز احمد صاحب رئیس اعظم کی کوٹھی پر جمع ہوئے۔ قادیانی دوست معہ مولوی غلام رسول صاحب کے تشریف لائے لیکن آتے ہی بجائے گفتگو کرنے کے ایک لایعنی گفتگو شروع کر دی۔ اور کہا کہ یہاں پر ایک شہزادہ ہے۔ اُس نے بابو عبد الکریم صاحب قادیانی کو کہا تھا کہ مولوی صاحب اور چودھری عزیز اللہ صاحب قبلہ جناب شیخ صاحب کی منتیں کرتے رہے ہیں کہ گفتگو نہ ہو۔ اور آپ سب اس قابل نہیں ہیں کہ آپ کے سامنے گفتگو کی جاوے۔ آپ قبلہ جناب شیخصاحب کو یہاں لائیں۔ جناب شیخ نثار احمد صاحب نے کہا کہ جناب شیخصاحب سو رہے ہیں۔ اس واسطے وہ حاضر نہیں ہو سکے۔ ہم سب آپ کی گفتگو سننا چاہتے ہیں۔ آپ فرمائیں لیکن مولوی صاحب بار بار ایک بات دہراتے رہے۔ کہ قبلہ جناب شیخ صاحب کا کم از کم یہاں ہونا ضروری ہے۔ شیخ نثار احمد صاحب نے دریافت کیا کہ اگر قبلہ جناب شیخصاحب یہاں پر نہ ہوں۔ تو آپ گفتگو کریں گے یا کہ نہیں۔ لیکن مولوی صاحب ایک ہی رٹ لگاتے رہے کہ کم از کم قبلہ جناب شیخصاحب کا یہاں موجود ہونا ضروری ہے۔ حتیٰ کہ اسی بحث میں ایک گھنٹہ گذر گیا۔ میں نے چودھری عزیز اللہ صاحب صدر جماعت قادیانی سے کہا کہ آپ ہی مولوی صاحب کو آمادہ کریں۔ آپ نے کہا کہ پہلے شرائط طے کر لیں۔ میں نے کہا کہ آپ کیا شرطیں چاہتے ہیں انھوں نے کہا کہ ہمارے مولوی صاحب پہلے ۴۵ منٹ تقریر کریں گے اور آپ کے مولوی صاحب صرف ۱۰ منٹ اور مسئلہ نبوت حضرت مسیح موعود ہو گا۔ میں نے کہا کہ آپ کے مولوی صاحب ۴۵ منٹ تقریر کریں ہم کو صرف دس منٹ تقریر کی اجازت دے دیں بعد میں پانچ پانچ منٹ گفتگو ہو جائے۔ لیکن جب مولوی صاحب راجیکی نے یہ سنا۔ تو منع کر دیا۔ اور ان کی جماعت کہنے لگی کہ کم از کم قبلہ جناب شیخ صاحب یہاں پر ہوں تو پھر گفتگو ہو گی۔ ہماری جماعت نے ہر طرح سے غیرت دلائی۔ لیکن مولوی صاحب ٹس سے مس نہ ہوئے۔ اور اس گفتگو کو ٹالنے ہی میں اپنی خیریت سمجھی۔ بصد مجبوری ہم نے جناب مولینا احمد یار صاحب کی خدمت میں درخواست کی کہ آپ تقریر فرماویں۔ جب مولینا احمد یار صاحب تقریر کے لئے کھڑے ہوئے۔ تو مولوی غلام رسول صاحب معہ اپنے احباب کے واپس تشریف لے گئے۔ اور اس طرح سے دنیا پر ثابت کر دیا کہ حق کے سامنے باطل نہیں ٹھہر سکتا اور ہمارے سب کے لئے ازدیاد ایمان کا باعث ہوا۔

جناب مولینا احمد یار صاحب نے ایک پُرمغز تقریر فرمائی جس میں قادیانی باطل عقائد کی حقیقت واضح کی۔ اس کے بعد دعا پر جلسہ برخواست ہوا۔

خاکسار: ایس عبید اللہ۔ سکرٹری

درخواست دعا

اخویم مکرم جناب ڈاکٹر الٰہ بخش صاحب کی صاحبزادی ابھی تک بیمار ہے۔ بیماری بہت طویل ہو گئی ہے جس کی وجہ سے والدین کو بہت تشویش ہے، احباب سلسلہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ صاحبزادی مذکور کو شفا بخشے۔

آمین

خدا کا قانون اور بعثت مجددین

از جناب مولوی محمد حسین صاحب متعلم تبلیغی کلاس

خدا کا یہ قانون ہے جس کو عالم اور جاہل روستائی یا عالم، غرضیکہ ہر ایک آدمی جانتا ہے جس کا مشاہدہ ہم روزمرہ کی زندگی میں کرتے ہیں اور وہ یہ ہے۔

جب زمین کو خشکی کی وجہ سے بارش کی ضرورت ہوتی ہے کہ پیاس سے زمین مردہ ہو جائے۔ زمین کا اندرونی پانی بخارات بن کر اڑنا شروع ہو جائے تو عین اسی وقت خدا کی رحمت موجزن ہوتی ہے۔ وہی پانی جو گرمی اور خشکی کی وجہ سے ما الارض یا سمندروں سے بخارات بن کر اڑا تھا بارش بن کر خدا کی رحمت ساتھ لاتا ہے۔ یعنی وہی گرمی جو زمین کو مردہ بناتی ہے وہی گرمی زمین کے لئے آب حیوان لے آتی ہے ھو الذی یحیی الارض بعد موتھا (وہ خدا ایسا قادر مطلق ہے جو زمین کو مرنے کے بعد دوبارہ زندگی بخشتا ہے) خداوند کریم نے اس قانون کو پوری صورت میں بیان فرما کر نسل انسانی کی رہنمائی روحانی اصلاح کی طرف کی ہے۔ (افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت والی السماء کیف رفعت والی الجبال کیف نصبت والی الارض کیف سطحت فذکر انما انت مذکر)

کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہم بادلوں کے گروہ در گروہ کس طرح پیدا کرتے ہیں۔ یعنی یہ بھی قدرت خدا پر ایک نشان ہے کہ اس نے انہی بخارات کو جو زمین سے اٹھے بادل بنا دیا۔ کیا تم آسمان کو نہیں دیکھتے کہ ہم نے ان کو ایسی صنع اور قطع سے بنایا ہے کہ وہ تمہارے اوپر گردش کرتے ہیں لیکن گرتے یا ٹکرا کر تباہ نہیں ہوتے۔ پھر تم پہاڑوں کو نہیں دیکھتے کہ ہم نے ان کو ایسا کھڑا کیا ہے کہ وہ احیاء الارض میں بڑی مدد دیتے ہیں۔ خلیج بنگال کے اٹھے ہوئے بخارات کو وہ ہمالیہ سے ٹکرا کر بارش برساتے ہیں۔

اسی طرح زمین بھی غور سے دیکھنے کے لائق ہے کہ خدائے قدوس نے اس کو کیسا مسطح کیا ہے۔ پھر بھی تم نصیحت حاصل نہیں کرتے تمہیں تو ضرور عبرت حاصل ہونی چاہیئے کیونکہ تم کو خدا نے عقل دی ہے۔ آپ رات اور دن کی گردش کو دیکھیں تو آپ کو عجیب سبق حاصل ہوتا ہے طلوع آفتاب رات کا پیغام لے کر آتا ہے۔ اسی طرح اندھیری رات کا چھا جانا ایک طرح کی نوید صبح ہے مثل اسائر میں ایک شعر لکھا ہوا ہے جس کے کہنے والے کو مسلمان ثابت کرنے کے لئے مختلف تاویلات کی گئی ہیں۔ لیکن میرے نزدیک یہ جاہلے ایمان کو مضبوط بناتا ہے اس لئے کہ اس میں خدا کے ایک بہترین قانون کی طرف اشارہ ہے

اشاب الصغیر وافنی الکبیر کر الغداۃ و مر العشی

ترجمہ: بچے کو جوان کر دیا اور بوڑھے کو فنا کر دیا کس نے کیا؟ رات کے بعد دن اور دن کے بعد رات کے آنے نے یہی قانون خدا کا روحانی رات اور دن کے متعلق ہے۔ جب دنیا میں ضلالت اور گمراہی پھیل جاتی ہے تو خدا کا نور طلوع فرما کر گمراہی کی رات کو نور کے دن سے بدل دیتا ہے۔ ان مع العسر یسرا وان مع العسر یسرا

خدائے لم یزل نے اس رات کو جس کی صبح نور کی صبح ہوتی ہے، لیلۃ القدر کہا ہے انا انزلنا ہ فی لیلۃ القدر وما ادراک ما لیلۃ القدر لیلۃ القدر خیر من الف شھر۔

روحانی مردوں کی زندگی کے اسباب کی اسی طرح ضرورت ہے جس طرح جسمانی مردہ زمین کو اسباب احیاء سے خداوند کریم زندگی بخشتا ہے۔

خدا کی رحمت جس طرح جسمانی شفا کے لئے نازل ہوتی ہے اسی طرح روحانی بیماریوں کو دور کرنے کے لئے خدا کی رحمت یہی کام دے سکتی ہے۔

چنانچہ یہ سنت اللہ ہے کہ جب دنیا میں فساد پھیلتا ہے اور وہ اس حد تک ترقی کرتا ہے کہ لوگوں کو اپنے صانع حقیقی سے غافل کر کے مردہ بنا دیتا ہے۔ اکثر دنیا دہریہ طرح بن جاتی ہے۔ عین اسی وقت خدا کی طرف سے ایک برگزیدہ بندہ کھڑا ہوتا ہے، وہ خدا سے ہمکلام ہونے کا مدعی ہوتا ہے۔ وہ خدا سے غیب کی خبروں کا علم پاتا ہے وہ اللہ کا خلیفہ بن کر دنیا میں اللہ تعالےٰ کی سلطنت لوگوں کے قلوب پر قائم کرنا چاہتا ہے وہ حقیقی مالک کا کلام سنا کر ان روحانی مردوں میں زندگی بخشتا ہے حتیٰ کہ ان کے دلوں پر حکومت حقیقی قائم ہو جاتی ہے۔ وہ دنیا کو چیلنج (تحدی) کرتا ہے لیکن کلام اللہ کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا۔ ایک نبی اور مامور من اللہ کا اولین کام مشرف بالہام یا وحی ہوتا ہے۔

اور یہی خدا کی ذات پر زندہ ایمان پیدا کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ اس خدا پر جو ہماری آنکھوں سے اوجھل ہے جو (فانہ لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار) کے ماتحت ہماری آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں اور وہ ہماری آنکھوں کو دیکھ سکتا ہے ایمان پیدا کرنے کا واحد ذریعہ کلام ہی ہو سکتا ہے۔ اسی اصول کے ماتحت حضرت آدم سے لیکر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک نبی مبعوث ہوتے رہے محمد رسول اللہ

صلعم اس سلسلہ کی آخری کڑی ہیں آپ کی ختمیت کو قرآن نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے وما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین (محمد تم میں سے کسی کا باپ نہیں بلکہ وہ خدا کے آخری رسول ہیں۔

رسول کریم صلعم کو خدا نے وہ زندہ کتاب دی جس کے بعد دوسری کسی کتاب کی ضرورت نہیں۔ خدا نے ان کو کامل کر کے دنیا کے لئے آخری قانون زندگی بھیجی الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔

رسول کریم کی شریعت کو جہاں خاتم الشرائع بنایا جہاں اسکو آخری قانون کہا وہاں اس کی حفاظت کا وہ انتظام کیا جو پہلے نبیوں کی شریعتوں میں نہیں نظر آتا شریعت اسلام کی حفاظت کے لئے ہر صدی کے سر پر ایک مجدد کو بھیجنے کا وعدہ فرمایا جو خدا سے ہمکلام ہوگا اور خدائی علم سے حل مشکلات کرے گا۔

بعض اوہام کا اس طرف جانا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ نبوت جب رسول کریم صلعم پر ختم ہو گئی تو خدا سے ہمکلام ہونے کے کیا معنے کیونکہ نبی کو ہی یہ شرف حاصل ہوتا ہے۔ لیکن خدا نے ان توہمات کا قلع قمع کر دیا ہے رسول خدا سے قبل بعض ان لوگوں کا ذکر قرآن کریم نے کیا ہے جن کو الہام اور وحی ہوئی باوجودیکہ وہ نبی نہیں۔ واوحینا الی ام موسےٰ (ہم نے موسےٰ کی والدہ کو وحی کی) موسےٰ کی والدہ نبیہ نہیں تھیں اور نہ کسی نے ان کو نبیہ کہا۔ لیکن وحی ہوئی ایک اور جگہ انہیں کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے واوحینا الی امک ما یوحیٰ اسی طرح حضرت عیسےٰ کے حواریوں کو وحی کی گئی واذ اوحیت الی الحواریین (جب ہم نے حواریوں کو وحی کی)

یہ رسول کریم سے قبل کے لوگ ہیں جن کو باوجود نبی نہ ہونے کے وحی کی گئی لیکن رسول کریم صلعم کی امت کے اولیا اور اصفیاء کے متعلق خدا تعالےٰ فرماتا ہے و لھم البشریٰ فی الحیوٰۃ الدنیا (ان کے لئے خوشخبری ہے دنیا میں)

تتنزل الملئکۃ علیھم (ان پر فرشتے اترتے ہیں)

اسی اصول خداوندی کی تشریح بخاری میں رسول خدا کی زبان سے سنیئے۔

لقد کان فیمن کان قبلکم رجال یکلمون من غیر ان یکون انبیا فان یکن فی امتی احد فعمر (بخاری)

تم سے پہلے وہ لوگ تھے جو نبی نہیں تھے لیکن خدا سے ہمکلام ہوتے تھے میری امت میں اگر کوئی ہے تو عمر ہے۔

مدت کی تعیین بھی بتا دی ہے کہ اتنی مدت کے بعد خدا تعالےٰ ایسے لوگوں کو مبعوث فرماتا ہے ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ

علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا (ابوداؤد) کہ خدا تعالیٰ ہر صدی کے سر پر اس امت کے لئے ایک آدمی بھیجتا ہے جو اس کے دین (اسلام) کی تجدید کرے گا۔

قرآن کریم کی سورۃ القدر میں اس حدیث کا اجمال ہے۔ سورۃ القدر میں لیلۃ القدر کو ایک ہزار ماہ سے افضل بتایا۔ یعنی ۸۳ سال سے یہ ایک رات بہتر ہے جس میں خدا کا نور طلوع ہوتا ہے اور مدت بلوغت ملحوظ رکھی جائے تو ایک سو سال بنتے ہیں معلوم ہوا کہ آیت سے بھی یہی صدی کا سر مراد ہے۔

. . . .

. . . .

. . . .

. . . تجدید حقیقتاً ایک اور چیز ہے اور وہ زندہ خدا پر ایمان پیدا کرنا ہے جو اسلام کا حقیقی مقصد ہے اور جس کے لئے اسلام سے قبل وقتاً فوقتاً شرائع اترتی رہیں اور اس غبار کو اتارنا مجدد کا کام ہے جو زمانہ گذرنے پر کدورتوں کی طرح دلوں پر بیٹھ جاتی ہے تاکہ دلوں پر دوبارہ خدا کی حکومت قائم ہو۔

اس ایمان اور حکومت الٰہیہ کے قیام کے لئے ضروری ہے کہ مجدد کو کثرت سے مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ ہو کیونکہ مکالمہ الٰہیہ سے بڑھکر کوئی ذریعہ اللہ پر ایمان پیدا کرنے کا نہیں۔

آیت استخلاف میں خلافت کا مقصد خدا نے بیان فرمایا لیمکنن لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا۔

خدا نے ایمان والوں اور نیک عمل کرنے والوں کے ساتھ وعدہ فرمایا ہے کہ ان کو اپنا خلیفہ بنائے تاکہ ان کے دین کو مضبوط کرے اور خوف کو امن میں تبدیل کرے۔

مجدد کا ایک اور سب سے بڑا کام ایک ایسی جماعت کا قیام ہوتا ہے جو دین کی حفاظت کرتی رہے۔ مجدد ان کے ہاتھوں میں وہ علم کلام دیتا ہے جو اس وقت کے مشکلات کا حل اور اعتراضات کا جواب ہوتا ہے۔ اور یہی وہ جماعت ہے جس کو قرآن کریم نے ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر کہ تم میں ایک ایسی جماعت ہونی چاہیئے، جو لوگوں کو نیکی کی طرف دعوت دے اور اچھی باتوں کا حکم دے اور بُرے کاموں سے روکے۔

اسی مضمون کی ایک حدیث ہے جس میں بنی اسرائیل کے نبیوں اور محمدی خلیفوں کے کاموں کا ذکر ہے۔ کانت بنو اسرائیل تسوسھم الانبیاء کلما ھلک نبی خلفہ نبی وانہ لا نبی بعدی و سیکون خلفاء

(بخاری)

کہ بنی اسرائیل کے سوار نبی ہوا کرتے تھے جب ایک نبی ہلاک ہوتا ہے تو دوسرا نبی اس کے قائم مقام آجاتا ہے لیکن رسول کریم نے فرمایا

ینگمینز احمدیہ ایسوسی ایشنز کی روئیدادیں

راولپنڈی ۲۶ مئی

(ا) مرزا غلام ربانی صاحب کے مکان پر ایسوسی ایشن کا تیسرا ہفتہ واری جلسہ منعقد ہوا۔ صدارت کے فرائض ہمارے سرپرست مرزا گل عباس صاحب بی۔ اے نے انجام دیئے حسب معمول ۸ بجے صبح کاروائی شروع ہوئی۔

تلاوت قرآن مجید عزیزان محمد یحییٰ اور مقبول احمد نے کی اور نعت درثمین عزیزان جمشید احمد۔ نصیر احمد۔ احسان کریم اور عبداللطیف نے پڑھیں۔ سیرت نبوی پر مرزا آفتاب احمد نے ایک تقریر کی اور میاں امین احمد نے ایک مضمون پڑھا۔ دونوں دوستوں نے بڑی محنت سے اپنے اپنے مضمون تیار کئے تھے انھوں نے آیندہ بھی ایسوسی ایشن کی سرگرمیوں میں حصہ لینے کا وعدہ فرمایا ہے۔

سیرت مسیح موعود پر مرزا خورشید احمد صاحب نے تقریر کرنی تھی۔ لیکن وہ بعض خاص مجبوریوں کے سبب مضمون تیار نہ کر سکے۔ انھوں نے درثمین سے ایک نعت سنا دی۔

میاں بشارت احمد صاحب بقا نے نوجوانوں کو مخاطب کرتے ہوئے انہیں خدمت دین کی طرف توجہ دلائی۔ اور ایسوسی ایشن میں دلچسپی لے کر کام کرنے کی درخواست کی۔ بعد دعا جلسہ کی کاروائی ختم ہوئی۔ دوستوں کی چاء سے تواضع کی گئی۔

سکرٹری ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن راولپنڈی

پشاور

(ب) نوجوانان پشاور بڑے خلوص اور جوش کے ساتھ زیر نگرانی جناب ملک کندل خاں صاحب، جناب پروفیسر محمد فاضل صاحب اسلامیہ کالج اور ملک محمد زمان خاں صاحب کام کر رہے ہیں۔ ایسوسی ایشن کے سکرٹری مسٹر شب الولی صاحب اور ان کے نائب سکرٹری مسٹر محمد اقبال صاحب ہیں پروپاگنڈا سکرٹری کے فرائض جناب غلام ربانی صاحب ادا کرتے ہیں۔

۲۱ رمئی ۱۹۴۳ء کو موضع احمدیہ بلڈنگس سفید ڈھیری ایسوسی ایشن کی ایک میٹنگ ہوئی جس میں مسٹر شاہ ولی خانصاحب نے وفات مسیح پر پشتو میں ایک کامیاب تقریر فرمائی مسٹر عبدالجلیل صاحب نے نظم سنائی اور مسٹر عبدالباری اور فضل باری صاحب نے قرآن شریف کی آیات کا ترجمہ پشتو زبان میں کیا۔　نامہ نگار

جہلم

(ج) آج مورخہ ۲/۵/۴۳ کو اجلاس ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن جہلم کا بعد از نماز مغرب ہوا۔ عزیزی مبارک احمد نے تلاوت قرآن کریم کی۔ بعد ازاں طے پایا کہ ہر ماہ کے پہلے اور تیسرے جمعہ کو بعد از نماز مغرب مسجد احمدیہ شاخ لاہور میں ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کا اجلاس ہوا کرے جس کی اطلاع ممبران کو نماز جمعہ میں دی جایا کرے گی۔

انتخاب عہدیداران باتفاق رائے مندرجہ ذیل پاس ہوا۔

صدر:۔ بابو عبدالمنان صاحب
سکرٹری:۔ بابو اصغر صاحب
نائب سکرٹری:۔ عطاء الرحمٰن صاحب
خزانچی:۔ چودھری فضل حق صاحب

(سکرٹری ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن جہلم)

لاہور

(د) ۱۔ جناب چودھری محمد سعید صاحب بھٹہ کے زیر صدارت ۱۳ رجون ۱۹۴۳ء کو بعد از نماز مغرب ہفتہ وار میٹنگ منعقد ہوئی۔ مولوی امیر علی صاحب کی تلاوت کے بعد فضل الرحیم صاحب متعلم جماعت دہم مسلم ہائی سکول نے حضرت مسیح موعود کے اخلاق فاضلہ پر ایک تقریر کی۔ بعد میں جناب قادر شاہ صاحب مالاباری نے انگریزی میں حضرت مسیح موعود اور عشق الٰہی پر تقریر فرمائی۔ جناب صدر کی صدارتی تقریر کے بعد میٹنگ ختم ہوئی۔

۲۔ ہمارے نوجوان دوست مولوی محمد حسین صاحب کے زیر صدارت بروز اتوار ۲۰ رجون ۱۹۴۳ء کو ایک میٹنگ منعقد ہوئی جس میں حکیم غلام مرتضےٰ صاحب نے "حضرت مسیح موعود کی مذہبی رواداری اور بلند نظری پر ایک کامیاب اور دلچسپ تقریر کی۔ خاکسار سکرٹری نے "علامہ اقبال اور احمدیت" کے متعلق ایک مختصر تقریر کی۔ میٹنگ میں تلاوت مولوی امیر علی صاحب نے فرمائی اور حضرت مسیح موعود کی ایک نظم ہمارے دوست عبدالقادر صاحب سیالکوٹی بی۔ اے نے سنائی۔

جناب صدر کی صدارتی تقریر کے بعد میٹنگ برخواست ہوئی۔

۳۔ ینگ مینز کی ۲۷ رجون بروز اتوار ایک میٹنگ ہوئی جس میں حسب ذیل پروگرام پر عمل کیا گیا (۱) قادر شاہ صاحب، مالاباری تقریر (انگریزی) (۲) شیخ یوسف احمد صاحب تقریر۔ ڈاکٹر اقبال اور احمدیت۔

جناب غلام [illegible] نی صاحب متعلم بی کام نے صدارت کے فرائض سرانجام دیئے۔

شیخ محمد طفیل سکرٹری ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور۔

راولپنڈی

(ح) ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن راولپنڈی کے زیر اہتمام ۲۷/۵/۴۳ کو جلسہ یوم وصال حضرت مسیح موعود منعقد ہوا۔ دن کو غیر از جماعت اور قادیانی دوستوں میں ٹریکٹ تقسیم کئے گئے۔ اور انہیں جلسہ میں شمولیت کی بھی دعوت دی گئی۔ خواتین جماعت کیلئے بھی پردہ کا انتظام کیا گیا تھا۔ مقامی انجمن نے جملہ مہمانوں کی چاء سے تواضع کی۔

جلسہ کی کاروائی [illegible] ہوئی۔ میاں محمد اسمٰعیل صاحب موٹر ڈیپارٹمنٹ نے صدارت کے فرائض سرانجام دیئے۔ تلاوت قرآن مجید اور نعت (درثمین) خوانی کے بعد خواجہ محمد عبداللہ صاحب نے سیرت حضرت امام الزمان پر ایک تقریر کی جس میں ان تمام غلط فہمیوں کا جو متعصب ملاں حضرت اقدس کی طرف منسوب کرتے ہیں ازالہ کیا گیا حکیم شیخ عبدالغنی صاحب نے حضرت صاحب کے تعلق باللہ پر تقریر کی۔ میاں قمر الدین احمد نے حضرت اقدس اور عشق قرآن پر ایک مضمون پڑھا۔ مولانا غلام ربانی صاحب نے حضرت مسیح موعود کی تحریرات میں لفظ نبی کے استعمال کے متعلق تقریر کی اور حضرت مرزا صاحب کی تحریرات سے ثابت کیا کہ ان الفاظ سے ظل بروز اور مجاز کا رنگ مراد ہے نہ کہ حقیقی نبوت جس سے حضور نے بارہا انکار کیا ہے۔ میاں بشارت احمد صاحب بقا بی۔ اے نے احمدیت اور اسلام پر ایک تقریر کی جس میں تحریک احمدیت کا مقام اور خدمت اسلام کا کام بیان کیا۔

اس تقریر کے بعد نماز مغرب کا وقت ہو چکا تھا اسلیئے کاروائی جلسہ ختم کرنی پڑی۔

انتخاب عہدیداران

سرپرست:۔ مرزا گل عباس صاحب بی اے
صدر:۔ خواجہ محمد عبداللہ صاحب
نائب صدر:۔ میاں بشارت احمد صاحب بقا۔ بی۔ اے۔
سکرٹری:۔ شیخ محمد نذیر صاحب بی اے۔
جائنٹ و فنانشل سکرٹری:۔ میاں احسان کریم صاحب

درخواستِ دُعا

جماعت سامانہ کے ایک مخلص دوست مستری محمد سلیمان خاں صاحب سنگاپور کی جنگ میں مفقود الخبر ہیں۔ شاید وہ جاپان کے قیدی ہیں۔ احباب خصوصیت سے ان کی سلامتی کے لئے دعا فرمائیں۔

یوم وصال
حضرت مسیح موعودؑ پر جلسہ

مورخہ ۲۶ رمئی ۱۹۴۳ء بروز بدھ کو ایک جلسہ بتقریب یوم وصال حضرت مسیح موعودؑ مسجد احمدیہ میں بوقت دس بجے شب منعقد کیا گیا۔ جس میں جماعت کے علاوہ چند ایک غیر احمدی دوست بھی موجود تھے۔ ٹھیک دس بجے جناب شیخ نثار احمد صاحب بی۔ اے کی زیر صدارت جلسہ شروع ہوا۔ سب سے پہلے جناب صدر شیخ نثار احمد صاحب نے ایک تقریر فرمائی جس میں لوگوں کی توجہ اس طرف مبذول کرائی کہ اس زمانہ کی ضرورت پکار پکار کر کسی مامور کی آمد کا اظہار کر رہی تھی۔ عین ضرورت پر حضرت مرزا صاحب نے دعویٰ کیا۔ اور ہر طرح سے حضرت صاحب کی صداقت کو ثابت کیا۔ اس کے بعد جناب مولوی اللہ دتہ صاحب امام جامع احمدیہ نے تقریر فرمائی آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئیاں پیش کیں۔ لیکھرام اور آتھم کی پیشگوئیاں پیش کیں اور حضرت صاحب کی صداقت کو ثابت کیا اور آپ نے بیان کیا کہ اس زمانہ کی دہریت کی رو کا اگر کسی نے مقابلہ کیا ہے تو وہ حضرت اقدس کی ذات بابرکات تھی۔ آپ نے دنیا کو چیلنج کیا کہ جس کو خدا تعالےٰ کی ہستی پر شک ہو وہ میرے پاس آکر تجربہ کر لے۔ اس کے بعد جناب شیخ محمد عبداللہ صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کے اخلاق کے بارے میں تقریر کی۔ اس کے بعد خاکسار نے اس زمانہ کے اخبارات کی رائیں پڑھ کر سنائیں کہ حضرت اقدس کی وفات پر جو انھوں نے شائع کی تھیں اس کے بعد حضرت اقدسؑ کا مذہب بتایا کہ آپ نے ہرگز نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ بلکہ یہ آپ پر افتراء ہے۔ اس کے بعد مستری عبدالکریم صاحب نے ایک تقریر کی جس میں انھوں نے کہا کہ درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے اس واسطے حضرت اقدس کی جماعت کو دیکھ لو کہ یہ کیسا پھل ہے۔ اس کے بعد دعا پر جلسہ بخیر و خوبی ختم ہوا۔

خاکسار۔ ایس عبداللہ سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام وزیر آباد

خط و کتابت کرتے وقت
چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ۔ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

پیغامِ صلح

ایڈیٹر: ایس۔ محمد آصف بی اے
جائنٹ ایڈیٹر: شیخ محمد انعام الحق

جلد نمبر ۳۱   لاہور ۔ یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۰ رجب المرجب ۱۳۶۲ھ مطابق ۱۴ جولائی ۱۹۴۳ء   نمبر ۲۷

حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہؓ اور آئمہ قابلِ احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب ہوگا

معاصر احسان کی دوسری اپیل

مسلمانانِ ہند کا واحد تبلیغی ادارہ

معاصر احسان لاہور مسلمانوں کو تبلیغ اسلام کی طرف توجہ دلا رہا ہے۔ ۱۰ اپریل ۱۹۴۳ء کے شیوع میں بھی ایک رقت خیز استدعا کی تھی جس کو ہم نے پیغام صلح میں درج کیا تھا اور ایک مقالہ افتتاحیہ بھی اس کے متعلق "صدا بصحرا" کے عنوان سے لکھا تھا اور موجودہ شیوع میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کا ایک مضمون بھی اس کے متعلق "تبلیغ اسلام اور علمائے اسلام" کے عنوان سے شائع ہو رہا ہے۔ احسان ۱۰ جولائی ۱۹۴۳ء میں پھر ایک مقالہ افتتاحیہ "تبلیغی دستور العمل" کے عنوان سے لکھا گیا ہے۔ جسے ہم صفحہ ۷ پر مکمل درج کر رہے ہیں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانانِ ہند کا واحد تبلیغی ادارہ قائم ہونا چاہیئے اور مسلمانوں میں جو چھوٹے چھوٹے تبلیغی ادارے قائم ہیں ان کے علاوہ سب مسلمانوں کا ایک تبلیغی ادارہ ہونا چاہیئے۔ علمائے کرام اپنے سیاسی مشاغل کو چھوڑیں اور اس طرف متوجہ ہوں کیونکہ آج مسلموں اور غیر مسلموں میں جس قدر تبلیغ کی ضرورت ہے شاید کسی اور زمانہ میں بھی نہ ہوئی ہو وغیرہ وغیرہ۔

معاصر احسان کا جوش اور خلوص واقعی قابل تعریف ہے لیکن معلوم دیتا ہے کہ معاصر مذکور کی نظر بعض حقائق سے بالکل ہٹی ہوئی ہے یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ گذشتہ پچاس سال سے مسلمانوں میں احساس زوال موجود ہے اور اس زوال کو دور کرنے کے لئے مختلف تحریکات معرض وجود میں آ چکی ہیں، لیکن کوئی کامیاب نہیں ہو سکی کیونکہ کسی تحریک میں زوال کا حقیقی تجزیہ نہیں کیا گیا۔ جب تک مرض کی صحیح تشخیص نہ ہو اس وقت تک علاج نہیں ہو سکتا۔ مسلمانوں کے زوال کا حقیقی سبب فقدان ایمان و عمل ہے ایمان کو زندہ کرنے کے لئے اسلامی سوادِ اعظم میں سوائے تحریک احمدیت کے اور کوئی تحریک نظر نہیں آتی۔ یہی ایک تحریک ہے جس نے خدا اور رسول پر ایمان کو از سر نو زندہ کیا اور اشاعت اسلام کے لئے ایک مضبوط تبلیغی نظام قائم کیا اور اس تبلیغی نظام کی قوت اور کامیابی کا اعتراف اپنوں اور بیگانوں سب کو ہے اور مسلمانوں کے اندر جو چھوٹے چھوٹے تبلیغی ادارے قائم ہیں وہ تحریک احمدیت کے تبلیغی نظام سے اثر پذیری کا نتیجہ ہیں جو کام آج تک تبلیغی میدان میں تحریک احمدیت نے کیا ہے وہ کوئی دوسرا اسلامی ادارہ نہیں کر سکا اور نہ کر سکے گا یہ ہم فخر اور پندار کی وجہ سے نہیں کہہ رہے بلکہ یہ کام اس شخص کا ہوتا ہے جس کو اللہ تعالےٰ اس کام کے لئے مبعوث فرماتا ہے۔ چھٹی صدی میں جب یونانی تہذیب اور یونانی علوم نے اسلامی تعلیمات پر حملہ کیا تو اللہ تعالےٰ نے امام غزالی علیہ الرحمۃ کو مبعوث فرمایا اور اسی طرح ہر صدی پر اپنے وعدہ کے مطابق احیائے اسلام کے لئے مجددین مبعوث فرماتا رہا تو آج اس چودہویں صدی میں جبکہ یونانی تہذیب اور علوم نے دوسرا حملہ اسلام پر کیا تو وہ کیوں کوئی عظیم الشان مجدد اس کے دفاع کے لئے اور فتح اسلام کیلئے مبعوث نہ فرماتا۔ خدا تعالیٰ اپنے وعدہ میں سچا ہے اس کا وعدہ اٹل اور کوہ گراں ہے اللہ تعالےٰ نے اس دور میں بھی ایک عظیم الشان مجدد بھیجا لیکن مسلمانوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ مسلمانوں کی اجتماعی نفسیات میں ایک عجیب الجھن پیدا ہو چکی ہے۔ ان کی فطرت اور حالات کی نوعیت یہ تقاضا کرتی ہے کہ کوئی رجل عظیم آنا چاہیئے جو ایمان کو از سر نو ان کے قلوب میں زندہ کرے کوئی تبلیغی ادارہ ہونا چاہیئے جو وسیع پیمانہ پر تبلیغ اسلام کا کام کرے لیکن جب وہ رجل عظیم اور تبلیغی ادارہ ان کے سامنے پیش کیا جاتا ہے تو اسے تسلیم کرنے سے انکار کر دیتے ہیں یہ بد قسمتی ہے مسلمانوں کی!

معاصر احسان پر یہ روشن ہونا چاہیئے کہ سیاست زدہ علمائے کرام اس تبلیغی نظام اور ادارہ کو قائم نہیں کر سکتے کیونکہ ان کے قلوب میں ایمان کی آگ سرد پڑ چکی ہے وہ خود خواب گراں کا شکار ہیں، خوابیدہ لوگ دوسرے مسلمانوں کو کیسے جگا سکتے ہیں وہ جگانے والا آیا اور مسلمانوں کی انتہائی تاریک رات میں اس نے ایک ایک مسلمان کے دروازہ پر دستک دی لیکن تھوڑے گوش بر آواز ہوئے اور جنہوں نے اس کی آواز کو سنا وہ اس دن سے اشاعت اور تبلیغ اسلام میں مصروف ہیں اور سچ بات یہ ہے کہ ان لوگوں سے زیادہ خلوص اور جوش ایمان کے ساتھ مسلمانوں کا کوئی تبلیغی ادارہ کام نہیں کر سکا اور نہ کر رہا ہے کیا دیکھنے والوں کے لئے اس میں نشان نہیں ہے کہ وہ سمجھیں اور غور کریں ان کی کامیابی اور جوش تبلیغ کی آخر وجہ کیا ہے معاصر احسان نے مسلمانوں سے مخاطب کرتے ہوئے یہ لکھا "علمائے کرام ایک ہی ادارہ سے منسلک ہو کر قرآن کی عظمت کا احساس مسلموں اور غیر مسلموں کو دلائیں کبھی وہ مشرق کی طرف جائیں اور کبھی مغرب کی طرف بعض کو تو بھولا ہوا سبق یاد آ جائے گا اور بعض کے لیے یہ پیغام نیا ہوگا" لیکن کیا اسے علم ہے کہ اس دور میں وہ کون لوگ ہیں جو بیقرار ہو کر قرآن کو سینہ سے لگائے ہوئے مشرق اور مغرب میں پھرتے ہیں یہ چنگاری انہیں لوگوں کے ساتھ شامل ہونے سے ملے گی اور جس عظیم الشان مجدد سے انھوں نے اس لگن کو حاصل کیا ہے اس کے دامن سے وابستہ ہو کر ملے گی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت یہی ہے اور جو شخص اللہ تعالےٰ کی مشیت کے خلاف اپنی مرضی کو ترجیح دیتا ہے وہ کاٹا جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کے دربار میں اس کی مساعی کو کبھی قبولیت حاصل نہیں ہوتی۔ جو مسلمانوں کے تبلیغی ادارے حضرت امام عصر حاضر سے علیحدہ ہو کر آج تک کامیاب ہو سکے ہیں نہ اب ہو سکتے ہیں بار بار تجربہ کی ہوئی چیز کو تجربہ کرنا فضول ہے مسلمانوں کو چاہیئے کہ اس واحد تبلیغی ادارہ میں شامل ہوں جو اس دور میں خدا تعالےٰ نے اپنی مشیت سے قائم کیا ہے۔ ان نہی دامن علماء کے سامنے دست سوال دراز کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا ۔۔۔

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم کی یادگار کے متعلق احباب رائے دیں

پیغام صلح کے متعدد نمبروں میں تحریک کی گئی ہے کہ حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب قبلہ مرحوم کی کوئی مستقل یادگار قائم ہونی چاہیئے کیونکہ دنیا کی زندہ قوموں کا یہ دستور ہے کہ وہ اپنے رجال عظیم کی یادگار قائم کر کے انکی خصوصیات کو زندہ رکھتی ہیں جن سے آئندہ آنے والی نسلیں بھی مستفید اور متاثر ہوتی رہتی ہیں حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم احمدیت کے ایک عظیم الشان بطل تھے انکی یادگار بھی ضرور قائم ہونی چاہیئے اور وہ یادگار ایسی ہونی چاہیئے جس سے آنے والے لوگ علمی اور روحانی لحاظ سے فیضان حاصل کر سکیں، حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم جہاں تک فہم قرآن اور تحریک احمدیت کی حقیقی روح کو سمجھنے کا تعلق ہے ایک ادارہ کی حیثیت رکھتے تھے اس لئے ان کی یادگار میں بھی کوئی ریسرچ انسٹیٹیوٹ احمدیہ درسگاہ قائم ہونی چاہیئے جو حضرت مرحوم و مغفور کی خصوصیات کی آئینہ دار ہو۔ اس ضمن میں سب سے زیادہ مفید اضافی تجویز اخویم مکرم جناب ڈاکٹر الٰہ بخش صاحب کی ہے جو بشارت احمد قبر میں پیش کی جا چکی ہے آپ کی تجویز ہے "اجتماعی رنگ میں جماعت احمدیہ لاہور حضرت ڈاکٹر صاحب کی وفات کو قومی ترقی کے لئے اس طرح مطیہ بنا سکتی ہے کہ قرآنی علوم کیلئے ایک شاندار درسگاہ یا اکیڈیمی کی بنیاد ڈالی جا سکے" یہ نہایت مفید اور اعلیٰ تجویز ہے اور ایسی ہی یادگار حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم کی شایان شان ہے اس تجویز کے متعلق بعض بزرگوں اور دوستوں کے تائیدی خطوط جناب جنرل سکرٹری صاحب انجمن کو موصول ہو رہے ہیں انجمن اس کے متعلق غور کر رہی ہے اور بہت جلد حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم کی یادگار قائم کرنے کیلئے کوئی قدم اٹھانا چاہتی ہے

قابلِ ستائش لوگ

رحمتِ حق وہ اخوان الصفا کے واسطے

از مانی

درحقیقت ہیں وہی لائق ثنا کے واسطے
زندگی جو وقف کرتے ہیں خدا کے واسطے

دولتِ دنیا کو خاطر میں کبھی لاتے نہیں!
خاک میں ملتے ہیں شانِ کبریا کے واسطے

علم رکھتے ہیں مگر کرتے نہیں اس پر غرور
رکھتے ہیں سجدے میں سر دائم دعا کے واسطے

اُن کے اوقاتِ گرامی کے ہیں مالک اور لوگ
جیتے ہیں وہ اصل میں خلقِ خدا کے واسطے

اپنے بیماروں کی کرتے ہیں مسیحائی بھی وہ
فکر رکھتے ہیں دوا کے اور شفا کے واسطے

اُن کے دل میں ہے محبت انکی باتوں میں خلوص
رحمتِ حق ہیں وہ اخوان الصفا کے واسطے

کارزارِ زندگی میں ہے حجت اُن کی تیغ
سختیاں سہتے ہیں آئینِ وفا کے واسطے

ہے جوانی میں عقل اُن کی بڑھاپے سے سوا
خضر بن سکتے ہیں خود وہ رہنما کے واسطے

نوجوانی میں بھی ہیں وہ پاک دل اور پاکباز
زندگی اُن کی ہے زہد و اتقا کے واسطے

سر جھکاتے ہیں قضا و قدر کے احکام پر
رہتے ہیں تیار تسلیم و رضا کے واسطے

چشم پوشی کرتے ہیں احباب کے اعمال سے
آنکھ ہے اُن کی بنی گویا حیا کے واسطے

عزم سے ٹلتے نہیں محنت سے کتراتے نہیں
ہے روش اُن کی نمونہ اصفیا کے واسطے

نام سے اُن کو غرض ہے اور نہ کچھ شہرت سے کام
کام جو کرتے ہیں، کرتے ہیں خدا کے واسطے

ولولہ ہے اُن کے دل میں خدمتِ اسلام کا
درد رکھتے ہیں وہ دینِ مصطفٰے کے واسطے

تبلیغی دستور العمل

معاصر احسان کی دوسری اپیل

"ہم بعض گزشتہ اشاعتوں میں مسلمانوں کی توجہ اس طرف مبذول کرا چکے ہیں کہ مسلمانانِ پنجاب کے لئے ایک خاص تبلیغی ادارے کی ضرورت ہے، وہ دین جو بطحا کی وادیوں سے نکلا۔ محض قوتِ تبلیغ کی بنا پر اکنافِ عالم پر چھا گیا، ایک روح تھی جو دینِ مبین کی روشنی کو ساتھ لئے ہوئے تاریکیوں کو اجاگر کرتی چلی جا رہی تھی۔ ایک قوتِ عمل و فکر تھی جس کے سامنے بڑے بڑے بت منہ کے بل گرتے تھے۔ ایک نظام تھا جس کے سامنے شہنشاہوں کے تاج مٹی میں گھسٹتے ہوئے نظر آ رہے تھے، اگرچہ دینِ اسلام کا محافظ خود باری تعالیٰ ہے۔ لیکن پھر بھی ایک ایسا وقت آیا کہ مسلمان کی بے عملی کے باعث اس کی روحانی طاقتیں زائل سی ہو کر رہ گئیں اور بظاہر یہ نظر آنے لگا کہ یورپ کی بنائی ہوئی جمہوریت ہی سب کچھ ہے اور اس کے سوا کوئی اور چیز کام کی نہیں، رگوں پر جمود طاری ہوا، ذہنی طاقتیں شل ہو گئیں اور مسلمان اسلام کی صحیح اور اصلی قوت سے بیگانہ ہو گیا۔

ملک اور قوم کے سبز باغ بے حد دلچسپ اور نظر فریب ہوتے ہیں بڑے بڑے علما اس چکر میں آ کر رہ گئے اور انھوں نے اسلام کی بنیادی روشنی سے آنکھ بند کر لی اور وہ اسی رو میں بہ نکلے، وہ سمجھنے لگے کہ سیاسیات کی سحرکاری مذہب پر بھی غالب آ سکتی ہے اور اس فاش غلطی سے مسلمانوں کا رہا سہا وقار اور روحانی عظمت کا بھی خاتمہ ہو گیا ہم نے اسی زوال کو محسوس کرتے ہوئے مسلمانانِ ہند سے درخواست کی تھی کہ ان کا واحد تبلیغی ادارہ ہونا چاہیئے اور وہ علمائے کرام جو سیاسی الجھنوں میں پھنس کر رہ گئے ہیں وہ اس میدان کو یکسر ترک کر دیں اور دینِ اسلام کی کھوئی ہوئی عظمت کو پھر سے حاصل کرنے کے لئے صرف ایک ہی نصب العین اپنے سامنے رکھیں، کیونکہ اسلام کا نصب العین صرف ایک ہے اور اگر چند اصحاب نے اس کا مفہوم علیحدہ علیحدہ گھڑ لیا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ مذہب میں واقعی اس قدر تفریق موجود ہے، اس پر اکثر اصحاب نے ہماری اس تجویز کا تپاک سے خیر مقدم کیا۔ لیکن ہمیں معاف کیجئے کہ خیر مقدم کرنیوالوں میں سے بعض احباب ایسے بھی ہیں جنھوں نے پہلے ہی تبلیغی ادارے قائم کر رکھے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ تجویز تو معقول ہے لیکن ہمارا ادارہ پہلے ہی موجود ہے اس لئے نیا ادارہ بنانے کی ضرورت نہیں۔ ہم انکی خدمت میں ادب سے گزارش کرتے ہیں کہ ممکن ہے ان کے ادارے مسلمانوں کے لئے کوئی نیک کام کر رہے ہوں اور نیک نیتی سے وہ مسلمانوں کی بہبود کے لئے مضطرب ہوں، لیکن ہمارا مقصد یہ نہیں تھا۔ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ صرف ایک ادارہ ہو جس میں مسلمانوں کے تمام فرقے موجود ہوں۔ جب ہم "مسلمانوں کے تمام فرقے" کہتے ہیں تو ہمارا سینہ درد و کرب سے لبریز ہو جاتا ہے مسلمانوں کا صرف ایک فرقہ ایک قوم، ایک ہجوم، بندگانِ خدا کا ایک گروہ ہے۔ لیکن کیا کیا جائے۔ مذہب کی چھان پھٹک کرنے والوں نے اسے بیشمار گروہوں میں تقسیم کر دیا، بہرصورت ہمارا مقصد صرف یہ تھا کہ وہ علمائے کرام جو اس وقت سیاسی پنڈال میں کھڑے ہوئے تقریریں کر رہے ہیں، خواہ ان کا عقیدہ کچھ ہی ہو۔ وہ مسلمانوں کی تبلیغ اور مذہبی اصلاح کے لئے آپس میں بغلگیر ہو جائیں۔ وہ اس امر سے بے نیاز ہو جائیں کہ مسٹر گاندھی کیا کہتے ہیں اور مسٹر جناح کا قول کیا ہے۔ وہ یہ سمجھیں کہ ان کا وجود محض تبلیغ کے لئے ہے اور آج مسلموں اور غیر مسلموں میں تبلیغ کی جس قدر ضرورت ہے۔ شاید کسی دور میں بھی نہ ہوئی ہو اور اگر مختلف تبلیغی اداروں میں کشمکش شروع ہو جائے تو اس سے قوم کو مطلق کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ چند تبلیغی ادارے اپنے اپنے مفاد کے پیش نظر علیحدہ علیحدہ کام میں مصروف ہیں۔ ہم مسلمانوں کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ وہ اپنے اپنے مختلف الخیال مذہبی رہنماؤں کو مجبور کریں کہ وہ سیاسی میدان کو اب اپنی سرگرمیوں کی جولانگاہ نہ بنائیں، اللہ تعالےٰ نے انہیں ایک ایسا جوہر عطا کیا ہے جس کی رو سے وہ دس کروڑ مسلمانانِ ہند کی بگڑی بنا سکتے ہیں۔ کونسی بات ہے جو قرآن مجید میں نہیں، وہ ایک ہی ادارہ سے منسلک ہو کر قرآن کی عظمت کا احساس مسلموں اور غیر مسلموں کو دلائیں کبھی وہ مشرق کی طرف جائیں اور کبھی مغرب کی طرف۔ بعض کو تو بھولا ہوا سبق یاد آ جائے گا اور بعض کے لئے یہ پیغام نیا ہو گا۔ واحد ادارہ سیاسی جماعتوں سے بے نیاز ایک ہی ادارہ جس میں صرف اشاعت و تبلیغِ اسلام کا مکمل پروگرام موجود ہو۔ جس وقت ہر ایک عالمِ دین قرآن اور حدیث کا پیغام مسلمان تک پہنچا دے گا اس کے بعد مسلمانوں کے تمام تاریک راستے منور ہو جائیں گے"

(احسان ۱۰/ جولائی ۱۹۴۳ء)

ضروری تصحیح

"بشارت احمدیہ نمبر" میں اخی المکرم جناب سید اختر حسین شاہ صاحب گیلانی کے بچہ کا نام غلطی سے "سہیل رشدی" کی بجائے سہیل رشہدی چھپ گیا ہے احباب تصحیح فرمالیں

تبلیغ اسلام اور علمائے اسلام

(از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ)

۱۰ اپریل ۱۹۴۳ء کے احسان میں علمائے اسلام کو ان کے اصل فریضہ تبلیغ اسلام کی طرف حسب ذیل توجہ دلائی گئی ہے۔

"اسلام جو کہ دنیا کو پیغام امن سنانے نکلا تھا وہ ہندوستان پہنچ کر دوسروں کی بنائی ہوئی سیاست کے گورکھ دھندے میں آ گیا اور علمائے کرام بھی آزادی اور غلامی کے الفاظ میں پھنس گئے اور اسلام کا سب سے بڑا فرض یعنی اشاعت و تبلیغ اسلام پس پشت ڈال دیا گیا۔ غور کیجئے کہ آج اگر کوئی جماعت اشاعت و تبلیغ کیلئے میدان میں آئی بھی ہے تو وہ بھی کوئی نہ کوئی سیاسی لبادہ پہن لیتی ہے بعض قابل احترام علماء کرام نے ایک راستہ اختیار کیا اور وہ یہ کہ جب تک ملک آزاد نہ ہوگا مذہب کی اشاعت اور تبلیغ بے معنی چیز ہے حالانکہ ان کا مقصد یہ نہیں تھا ہم دردبھرے دل سے ان کی خدمتیں گذارش کرتے ہیں کہ ہندوستان کی وہ سیاست کہ جس کے لئے وہ لڑ رہے ہیں اس کو اس مذہب سے کوئی تعلق نہیں جو بطحیٰ کی وادی سے باہر نکلا...... ہم بڑے ادب سے علمائے کرام کی خدمت میں گذارش کریں گے کہ اگر وہ صحیح طور پر دین اسلام کے ترجمان ہیں تو انہیں سیاسی گڑبڑ سے قطعی طور سے کنارہ کشی اختیار کر کے اشاعت و تبلیغ اسلام کے لئے قدم اٹھانا چاہیئے۔"

یہ کوئی ایسی آواز نہیں جس سے مسلمانوں کے کان پہلی مرتبہ آشنا ہوئے ہوں۔ وقتاً فوقتاً ایسی آوازیں اٹھتی رہتی ہیں، بلکہ اشاعت قرآن حمید اور تبلیغ اسلام کے لئے انجمنیں بھی بنتی رہتی ہیں، گذشتہ پچاس سال میں شاید بیسیوں ایسی انجمنیں بن چکیں اور دو دو چار چار سال زندہ رہ کر مٹ چکیں یا سسک رہی ہیں، بڑے بڑے نامور علماء نے اس کام کے لئے قدم اٹھایا مگر دو چار قدم اٹھا کر رہ گئے کسی میدان میں مسلمانوں نے اتنی ناکامی نہیں دیکھی جیسی تبلیغ اسلام کے معاملہ میں دیکھی ہے۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ کیا اللہ تعالےٰ کا منشاء نہیں کہ اسلام دنیا میں پھیلے وہ تو فرماتا ہے کہ اس نے محمد رسول اللہ صلعم کو بھیجا اس لئے تا اسلام کو سب دینوں پر غالب کرے هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله اور پھر فرماتا ہے کہ جو کوئی بھی اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے کوشش کرے گا ہم اسے ضرور کامیاب کریں گے الذین جاهدوا فینا لنهدینهم سبلنا باوجود اللہ تعالیٰ کے کھلے وعدوں کے کیوں تبلیغ اسلام کی وہ کوششیں جو علمائے کرام وقتاً فوقتاً کرتے رہے ناکام ہوئیں؛ حالانکہ ان میں کئی ایک تحریکات ایسی تھیں جن کی پشت پر سارا اسلامی ہندوستان تھا۔

اگر کسی دردمند مسلمان کے دل میں اس ناکامی کی صحیح وجہ تلاش کرنے کی تڑپ ہے تو اسے واقعات پر ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہیئے، جہاں تبلیغ اسلام کی یہ سب تحریکات ناکام ہوئی ہیں وہاں ایک کامیاب تحریک بھی نظر آتی ہے یہ وہ تحریک ہے جس کی بنیاد اس صدی کے مجدد حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ۱۸۸۹ء میں رکھی یہاں ایک بیّن تفاوت نظر آتا ہے۔ جہاں دیگر تبلیغی تحریکوں کو سب مسلمانوں کی ہمدردی حاصل تھی بلکہ بعض ان میں سے مرکزی حیثیت رکھتی تھیں اور سارا اسلامی ہندوستان ان کی پشت پر تھا۔ مجدد کی اس تحریک کی بعض وجوہ پر نہ صرف مخالفت کی گئی بلکہ اس کو مٹانے کے لئے پوری پوری کوشش کی گئی لیکن جہاں دوسری تمام تحریکات باوجود تمام مسلمانوں کی حمایت کے یکے بعد دیگرے ناکام ہوتی چلی گئیں مجدد وقت کی تحریک باوجود مسلمانوں کی اپنی سخت ترین مخالفت کے کامیاب ہوتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ آج وہ باوجود اپنی قلت کے یورپ اور امریکہ میں اور دوسرے مقامات پر پیغام اسلام کو کامیابی کے ساتھ پہنچا چکی ہے۔ جگہ جگہ تبلیغی مرکز قائم کر چکی ہے مساجد بنا چکی ہے قرآن شریف سیرت نبوی اور تعلیمات اسلام کے تراجم کر کے ان میں اسلام کی صحیح تصویر پہنچا چکی ہے اور نہ صرف ہزارہا بڑے بڑے انسانوں۔ نوابوں۔ رئیسوں۔ مصنفوں تک کو حلقہ بگوش اسلام بنا چکی ہے بلکہ لاکھوں دلوں سے اسلام کی اس غلط تصویر کو مٹا کر جو کہ نسلاً بعد نسلٍ ان کے اندر چلی آتی تھی۔ اسلام کے متعلق ان کا نقطۂ نگاہ تبدیل کر چکی ہے اور اس کا احترام ہی پیدا نہیں کر چکی بلکہ یہ خیال بھی ان کے اندر پیدا کر چکی ہے کہ دنیا کا آئندہ مذہب اگر کوئی ہو سکتا ہے تو اسلام ہی ہو سکتا ہے، یہانتک کہ ایک مصنف (برنارڈ شا) تو یہ لکھتا ہے کہ آئندہ سو سال میں یورپ کا غالب مذہب اسلام ہوگا اور ایک دوسرا مصنف (ز گب) لکھتا ہے کہ اپنی علمی اور اخلاقی زندگی کی تکمیل کے لئے یورپ ان طاقتوں اور استعدادوں کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا جو اسلامی سوسائٹی میں پائی جاتی ہیں"۔ اور پھر لکھتا ہے "اسلام میں اب بھی یہ طاقت موجود ہے کہ وہ قومیت اور روایات کے ایسے پراگندہ اجزاء کو جو باہم ملنے کے قابل نظر نہیں آتے اکٹھا کر دے"۔

اور جہاں دیگر تبلیغی تحریکات کی ناکامی کا رونا خود مسلمان رو رہے ہیں، تحریک احمدیت کی کامیابی کا اعتراف غیر ... کو ہے۔ ایک کہتا ہے: "اس وقت احمدی جماعت دنیا میں سب سے زیادہ اشاعت اسلام کرنیوالی جماعت ہے"۔

"یہاں ہم عیسائیت کے خلاف نئے سے نیا پروپیگنڈا پاتے ہیں جو کبھی دنیا میں پیدا ہوا ہو اور یہاں سے ایک عالمگیر نظام بیرونی مشنوں کا قائم کیا گیا ہے"۔

دوسرا کہتا ہے: "مسلمانوں میں فرقی جھگڑوں کی روح جو عام طور پر سرایت کر گئی ہے ان میں ایک دلچسپ استثناء احمدی ہیں وہ صرف مذہبی اشاعت پر سارا زور صرف کرتے ہیں اور سیاسیات سے الگ رہتے ہیں۔ ان کی توجہ زیادہ تر اس بات میں مرکوز ہے کہ اسلام ہی صرف ایک مذہب ہے جو عقل اور فطرت کے مطابق ہے"۔

تیسرا اعتراف کرتا ہے: "اسے (احمدیت کو) یہ یقین ہے کہ یہ مغربی اقوام کو اپیل کر سکتی ہے ایسی اپیل جو اس وقت بھی ایک حد تک کامیاب ہو چکی ہے"۔

چوتھا کہتا ہے: "یہاں سے شاید مشرقی لوگوں میں ایک نئی طاقت پیدا ہو گئی ہے جو اسلام کے موجودہ تنزل کو روک ہی نہیں بلکہ اس کو ترقی کی صورت میں تبدیل کر دے"۔

پانچواں لکھتا ہے: "احمدیت ایک خاص اثر ان حدود سے آگے نکل کر ڈال رہی ہے جو اب تک اسلام کی حدود سمجھی جاتی تھیں"۔

اب میں اپنے مسلمان بھائیوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ ان واقعات پر ٹھنڈے دل سے غور کریں کہ ایک طرف تبلیغ اسلام کی اس قدر تحریکات باوجود مسلمانوں کی تائید کے ناکام کیوں ہوئیں اور دوسری طرف تحریک احمدیت باوجود ان کی مخالفت کے کامیاب کیوں ہوئی؟ اس کی وجہ بھی خود مجدد وقت نے آج سے پچاس سال پہلے بتا دی تھی ۱۸۹۰ء میں آپ نے ایک کتاب "فتح اسلام" کے ذریعہ سے اس تحریک کی بنیاد رکھی تو اس میں یہ بھی لکھا۔

"جاننا چاہیئے کہ انتہائی غرض اس زندگی کی خدا تعالےٰ سے وہ سچا اور یقینی پیوند حاصل کرنا ہے جو تعلقات نفسانیت سے چھڑا کر نجات کے سرچشمہ تک پہنچا دیتا ہے۔ سو اس یقین کامل کی راہیں انسانی بناوٹوں اور منصوبوں سے ہرگز نہیں کھل سکتیں اور انسانوں کا گھڑا ہوا فلسفہ اس جگہ کوئی فائدہ نہیں پہنچاتا بلکہ یہ روشنی ہمیشہ خدا تعالےٰ اپنے خاص بندوں کے ذریعہ سے ظلمت کے وقت میں آسمان سے نازل کرتا ہے۔ اور جو آسمان سے اترا وہی آسمان کی طرف جاتا ہے، سو اے وہ لوگو جو ظلمت کے گڑھے میں دبے ہوئے اور شکوک و شبہات کے پنجہ میں اسیر اور نفسانی جذبات کے غلام ہو صرف اسمی اور رسمی اسلام پر نازمت کرو اور اپنی سچی رفاہیت اور اپنی حقیقی بہبودی اور اپنی آخری کامیابی انہیں تدبیروں میں نہ سمجھو جو حال کی انجمنوں اور مدرسوں کے ذریعہ سے کی جاتی ہیں"۔

تبلیغ اسلام کی ان دونوں قسم کی تحریکات میں ایک فرق ہے، مجدد کی تحریک کی بنیاد پختہ ایمان ہے، اسلام کی صداقت اور اس کی کامیابی کا دنیا میں اس کے غالب آنے کا پورا پورا یقین ہے اور وہ اس قدر زبردست یقین ہے کہ جو لوگ اس کے پاس بیٹھتے ہیں ان کے دلوں میں بھی وہی ایمان پیدا کر دیتا ہے اور اتنا زبردست ایمان پیدا کر دیتا ہے کہ وہ اس کام کے لئے ہر قسم کی قربانی کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ یہی چیز ہے جو مجدد اور اس کی جماعت کو کامیاب کر رہی ہے اور اسی کا فقدان علمائے ظاہر اور ان کی بنائی ہوئی انجمنوں کو ناکام رکھتا ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ خدا کا دین پھیلانے کے لئے کوشش کی جائے اور وہ ناکام ہو، اگر وہ کوشش دنیا دکھانے کو ہے اور اس زبردست ایمان پر اس کی بنیاد نہیں کہ یہی ہماری زندگیوں کی اصل غرض ہے اور اللہ تعالےٰ کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا اور اس کے پورا کرنے کے لئے ہم سر دھڑ کی بازی لگا دیں گے تو یہ عمارت کو ایک خام بنیاد پر کھڑا کرنے کی کوشش ہے جو کامیاب نہیں ہو سکتی۔ مسلمان اسلام کے لئے قربانیاں کیوں نہیں کرتے اس لئے کہ ان کے دلوں میں نہ اسلام کی صداقت پر زندہ ایمان موجود ہے نہ ہی اللہ تعالےٰ کے ان وعدوں پر زندہ ایمان موجود ہے کہ اسلام ہی بالآخر دنیا کی مشکلات کا حل ہے، اور وہ یقیناً دنیا میں غالب ہوگا۔ اگر یہ ایمان دلوں میں ہو تو مسلمان سب سے بڑھ کر اس کے لئے قربانیاں کریں اور جان و مال کی پروا نہ کرتے ہوئے اس مقصد کے حاصل کرنے کی کوشش کریں مگر حالت یہ ہے کہ اس بات کا اثر ہی ان کے دلوں پر نہیں ہوتا۔ ہر کام پر روپیہ برباد کریں گے۔ مگر خدا کا نام دنیا میں بلند کرنے کے لئے، خدا کے پیغام کو دنیا میں پہنچانے کے لئے، خدا کے دین کو غالب کرنے کے لئے، ان کے دلوں میں حرکت تک پیدا نہیں ہوتی الا ماشاء اللہ۔

میں اپنے مسلمان بھائیوں سے جن کے دلوں میں تبلیغ اسلام کا درد ہے یہ اپیل کرتا ہوں کہ اگر وہ اس کام میں کامیابی دیکھنا چاہتے ہیں تو اس شخص کے دامن سے وابستہ ہو جائیں جس کو اللہ تعالےٰ نے اس وقت چودہویں صدی کا مجدد بنا کر بھیجا ہے آخر اس سے خوف کی وجہ کیا ہے۔ کیا وہ صرف گذشتہ پچاس سال کی تاریخ پر نظر نہیں ڈالتے کہ تبلیغ اسلام کی تمام کوششیں ناکام ہو کر رہ گئیں۔ حالانکہ عامۃ المسلمین کی ہمدردی انہیں حاصل تھی۔ مگر وہ تحریک کامیاب ہوئی جس کو برباد کرنے کے لئے خود مسلمانوں نے سارا زور صرف کر دیا۔ کیوں مسلمان رسول خدا صلعم کے ان الفاظ پر ایمان نہیں رکھتے؟ ان اللّٰه یبعث لهذه الامة علی راس کل مائة سنة من یجدد لها دینها۔ اللہ تعالیٰ ہر صدی کے سر پر ایسے شخص کو مبعوث کرتا رہے گا جو دین کی تجدید کرتا رہے گا۔ یہ مسلمان قوم کی بدقسمتی ہے کہ جس بات میں اس قوم کی زندگی ہے اسی سے اس کے رہنما مسلمانوں کو دور لے جا رہے ہیں یہ حدیث جس کی بنیاد پر امام فرمائی ہے

(۲) (بر صفحہ ۱۶ کالم ۳)

آہ! محمد خان زمان

از جناب چودھری دوست محمد خان صاحب - ایم - اے

میرے برادر خورد محمد خان زمان بی کام کی بوقت وفات کی جگر خراش خبر صفحات پیغام صلح پر آچکی ہے۔ ایک وقت تھا کہ آج سے کچھ عرصہ پہلے محمد خان زمان نہایت گرم جوشی سے اخبار مذکور میں خود مضامین دیا کرتا تھا آج مجھے اس کی وفات پر قلم اٹھانا پڑی ہے۔ مرحوم ابھی تیس سال کی عمر کو نہ پہنچا تھا کہ قدرت نے اسے ہمیشہ کے لیے ۲۲/۶ کو ہم سب سے چھین لیا۔ اس کی بیماری کی داستان طویل ہے لیکن مختصراً یہ کہ وہ تقریباً ۲½ سال بیمار رہا۔ اس عرصہ میں کبھی اس کی طبیعت ناساز ہو جاتی کبھی پورے طور پر افاقہ ہو جاتا۔ علاج کی طرف اس نے خود بھی بہت توجہ کی اور میں اور میرے بھائی نیاز احمد نے بھی کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا والدہ صاحبہ نے ازحد تکلیف برداشت کی۔ لاہور رہ کر بھی گذشتہ سال علاج کرایا گیا۔ وہاں احباب جماعت نے خاص طور پر ڈاکٹر سید محمد طفیل حسین شاہ صاحب ڈاکٹر الٰہی بخش صاحب اور ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب نے اس کے ساتھ بہت ہمدردیاں کیں۔ دیگر جماعت کے احباب خاص طور پر حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے دعاؤں پر زور دیا۔ مگر جو ہی جو اللہ تعالیٰ کو منظور تھا۔

خان زمان اپنی زندگی میں سب ہی خواہان کا تہ دل سے مشکور و مداح تھا میں بھی ان سب کے لیے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر دے۔

محمد خان زمان کا ہم سب سے جدا ہو جانا اتنا ناقابل برداشت صدمہ ہے کہ میں وہ تمام حالات تفصیلی طور پر جو میں لکھنے کی خواہش رکھتا ہوں لکھنے سے قاصر ہوں۔ لکھنے کے لئے طبیعت کی جولانی کہاں سے لاؤں میرے دل پر اتنی چوٹ ہے کہ میری کل طاقتیں سلب ہو گئی ہیں۔ باوجود صبر اور ضبط کے میں اپنے آپ کو اتنا پریشان پاتا ہوں کہ اس حادثہ کے متعلق قلم اٹھانا سر پہ پہاڑ کے مترادف ہے۔

محمد خان زمان کی زمینی زندگی تو ختم ہو گئی لیکن مجھے کامل یقین ہے کہ زندگی بعد الموت کے مرحلے اس طرز سے وہ طے کرے گا جو اس کے مقبول اور نیک بندوں کا حصہ ہوتا ہے۔ میرا اپنا مشاہدہ ہے اور دوسرے بھی مجھ سے اتفاق کرتے ہیں کہ اس عمر کے نوجوان کے لیے اتنا اخلاص در دسنجیدگی ایک قابل رشک صفات ہیں۔ میں نے دراصل احمدیت کی سچی تڑپ اس سے ہی حاصل کی۔ گو وہ میری تبلیغ سے ہی ۱۹۳۳ء (۱۹۳۲) میں احمدیت کی طرف مائل ہوا تھا۔ لیکن تھوڑے عرصہ میں بغیر میری مدد کے وہ اس قدر دور نکل گیا کہ میں حیران ہوتا تھا کہ اس نے اتنی معلومات کیسے حاصل کر لیں حالانکہ وہ تعلیم وغیرہ سے فارغ نہ تھا

تھا کہ تقریباً سلسلہ کی سب ضروری کتب پڑھ لیں اور سب کا گہرا مطالعہ کیا۔ میں چونکہ اس وقت قادیانی جماعت کے ساتھ تھا اس لئے بعض مسائل اور نقاط پر اسے مجھ سے اتفاق نہ تھا۔ حتیٰ کہ ہم دونوں ایک دوسرے کو اپنے زیر اثر کرنے کی کوشش کرتے رہے کتب بینی کے علاوہ قادیانی علماء سے اس نے کئی مقامات پر تبادلہ خیالات کیا۔ کئی موقعوں پر میں بھی موجود ہوتا تھا تقریباً ہر موقعہ پر اختلافی مسائل پر اس نے سب کو لاجواب کیا۔ اس کے بعد ۱۹۳۹ء میں مجھے قائل ہونا پڑا کہ فریق لاہور حق پر ہے اور قادیانی نقطۂ نگاہ درست نہیں میں محمد خان زمان کے ذریعہ اور طفیل سے مجھے جماعت لاہور میں شامل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ میرا دوسرا بھائی نیاز احمد بھی آخر قائل ہو گیا کہ حضرت مسیح موعود کا وہ مسلک جو خان زمان کی زبانی سنا جاتا ہے وہی درست ہے۔ آخر وہ بھی جماعت لاہور میں شامل ہو گیا۔ اس لحاظ سے محمد خان زمان ہم سب کیلئے ایسی نعمت چھوڑ گیا جو غالباً اس کے بغیر ہمیں میسر آنی دشوار تھی۔ اللہ تعالیٰ اس کی اس خدمت کے صلہ میں اس کے درجات جنت الفردوس میں بلند کرے۔ احمدیت کے سلسلہ میں میری سب امیدیں اس کے ساتھ وابستہ تھیں۔ خدا سے میری دعا ہے کہ ان سب بلند مقاصد کے پورا ہونے کے سامان پیدا ہوں۔ برادر عزیز اپنے پیچھے ایک لڑکا بطور یادگار چھوڑ گیا ہے اللہ تعالیٰ نے بچے کو اپنے باپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا کرے۔ بچے کی والدہ دائم المریض ہے۔ دعا کریں اور بچے کی درازی عمر اور کامیاب زندگی کے لیے دعاؤں میں انہیں یاد رکھا جائے۔ محمد خان زمان کی بے شمار صفات تو میں بیان نہیں کر سکتا صرف اس پر اکتفا کرتا ہوں کہ اسے دنیا کے دھندوں سے کوئی سروکار نہ تھا۔ ہمیشہ احمدیت کی ترقی اور احمدیت کے فرزندوں کا ذکر اس کی زبان پر ہوتا۔ بستر مرگ پر لیٹے ہوئے آخری وقت میں باآواز بلند اس کی یہ دعا تھی کہ اے اللہ حضرت مسیح موعود کی تعلیم کے ذریعہ سے اسلام کی ترقی ہو اپنا رہا اور قربانی کا ولولہ اس قدر رکھتا کہ باوجود مالی مشکلات کے چندوں کی ادائیگی اور دیگر وقتی تحریکات میں حصہ لینا اس کے لیے کمال خوشی کا موجب ہوا کرتا تھا۔ اس کی ذات نفع رساں تھی ہر ممکن طریق سے سب کی بھلائی اس کے دل میں ہوا کرتی تھی۔ مزاج میں سادگی اور نفاست کے جوہر اس طرح مرکب تھے کہ ہر شخص اقرار کرتا تھا کہ وہ ایک مکمل انسان ہے۔ راستی منصف مزاجی، پابندی صوم وصلوٰۃ، حلم بردباری تحمل۔ فرمانبرداری عاجزی اور جانثاری [illegible]

سب اوصاف حمیدہ اس میں موجود تھے۔ مہمان نوازی کا حصہ بھی اسے وافر حاصل تھا مہمانوں کی تواضع اتنی بشاشت سے کی جاتی کہ طبیعت پر کبھی بوجھ محسوس نہ کیا جاتا۔ بلکہ ایک فرض منصبی کے طور پر نہایت فراخ دلی اور خندہ پیشانی سے تمام صعوبتیں برداشت کرتا۔ تبلیغ کا اتنا شوق تھا کہ ہر وقت ہر حالت میں کوئی نہ کوئی شخص زیر تبلیغ رہتا۔ زبانی اور تحریری ہر ممکن طریق سے بہت سے عزیزوں رشتہ داروں اور دوستوں تک پیغام حق پہنچایا کرتا تھا۔ میں اس کی انتھک محنت سے ہمیشہ حیران ہوتا تھا گو اسے مستقل روزگار نہ ملنے کی وجہ سے یکسوئی حاصل نہ تھی لیکن پھر بھی ہر وقت احمدیت اور اسلام کی برتری اور ترقی کی تدابیر سوچتا رہتا اور عملی طور پر ہم جیسے کمزور لوگوں کی حوصلہ افزائی کرتا۔ الغرض میں نے اس نوجوان اور پر اخلاص بھائی سے تھوڑے عرصہ میں بہت کچھ سیکھا۔ اور اس کے ساتھ میری بہت سی امیدیں وابستہ تھیں۔ اب میں عمر بھر اس کے دیدار کے لئے ترسوں گا۔ اے اللہ تو اسے غریق رحمت کر ہم سب کو صبر جمیل کی توفیق عطا کر۔ اور اس کی بے وقت موت سے جو نقصان ہوا ہے اس کی تلافی کے سامان پیدا کر دے۔ بعض دوستوں کے تعزیتی خطوط مجھے موصول ہوئے ہیں ہمدردی کا تہ دل سے مشکور ہوں۔

عمزدہ دوست محمد خاں
ایم اے۔ از جالندھر

بقیہ از صفحہ ۵

چھٹی صدی ہجری کے سر پر مجدد ہونے کا دعویٰ کیا اور جس کی بنیاد پر یہاں ہندوستان میں حضرت مجدد صاحب سرہندی اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے مجدد ہونے کا دعویٰ کیا آج چودھویں صدی کے مجدد کی تکذیب کے لیے اسے ضعیف قرار دے کر ان سب برگزیدہ لوگوں کو جن کے نام آسمان پر روشن ستاروں کی طرح نظر آتے ہیں نعوذ باللہ جھوٹے قرار دیا جاتا ہے، گویا انہوں نے عام مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لیے یہ دعوے کئے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی یہ وعدہ نہ دیا تھا کہ اس امت کے اندر مجدد آیا کریں گے۔

سو چودھویں صدی کا مجدد آ گیا اس نے ہزارہا انسانوں کے دلوں کو اس زمانہ کی مسموم ہوا کے اثر سے پاک کر دیا اور ان کے دلوں میں صداقت اسلام کا یقین محکم پیدا کر کے ان کو دین کی خاطر ہر قسم کی قربانیاں کرنے کے قابل بنا دیا۔ تبلیغ اسلام کی بنیادیں تمام دنیا میں رکھ دیں۔ ہزارہا فضلائے یورپ کے دلوں کو اسلام کے نور سے منور کر دیا۔ اس مغربی دنیا کا جو اسلام کو تباہ کرنے پر تلی ہوئی تھی اسلام کے متعلق نقطۂ خیال بدل دیا۔ ہندوستان میں گورمکھی اور ہندی میں، یورپ میں انگریزی۔ ڈچ اور جرمن زبانوں میں قرآن شریف کے ترجمے کرا کر پچاس ہزار سے زیادہ تعداد میں انہیں ان لوگوں تک پہنچا دیا جو

اب تک اسلام کی روشنی سے ناآشنا اور اس کے سخت ترین دشمن تھے۔ سیرت نبوی اور تعلیمات اسلامی کے تیس زبانوں میں تراجم کرا کر انہیں دنیا کے مختلف مقامات پر پہنچا دیا۔ یورپ کے کفر گڑھوں میں مسجدیں بنوا دیں۔ تثلیث کی سرزمینوں میں اللہ اکبر کی آوازیں بلند کر دیں۔ تبلیغ اسلام کی بنیادیں اس قدر بلند ہو گئی ہیں کہ سوائے ان لوگوں کے جو اپنی آنکھوں کو بند کر لیں ہر ایک کو نظر آسکتی ہیں۔ اب بھی اگر مسلمان اس طرف توجہ نہیں کرتے اور مجدد کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو کر مجدد کی قوت ایمانی سے بہرہ اندوز ہو کر اسلام کے پیغام کو دنیا کے کناروں تک نہیں لے جاتے تو یہ خدا اور اس کے رسول کے احکام سے انحراف ہے۔

وما علینا الا البلاغ

خاکسار محمد علی

امیر جماعت احمدیہ لاہور۔

نوٹ: چودھویں صدی کے مجدد کے حالات پر مجدد اعظم .. ۱۴ صفحات کی کتاب کی صرف چند کاپیاں رعایتی قیمت دو روپیہ میں مل سکتی ہیں اور دوسرا مفت لٹریچر سکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور سے طلب کریں۔

باجلاس سردار غلام فرید خان صاحب بہادر پی ایم ایس افسر مال و اسسٹنٹ کلکٹر درجہ اول

اجیت سنگھ، ٹیک سنگھ پسران کھڑک سنگھ قوم جٹ ساکن کوہریاں تحصیل لاہور سائلان

بنام

ہرنام سنگھ ولد منگل سنگھ۔ ٹھاکر سنگھ جگل سنگھ پسران نند سنگھ قوم جٹ ساکنہ چک نمبر ۳۶۲ کوہریاں تحصیل ٹوبہ ٹیک سنگھ ضلع لائلپور۔ مسئول علیہم۔

شمل نمبر ۲۴ فک الرہن اراضی تعدادی ۷۹ کنال ۱۸ مرلے واقع رقبہ کوہریاں تحصیل لاہور - بادائیگی -/۳۳۶۰

مقدمہ بالا مسئول علیہم دیدہ دانستہ تعمیل سمن اور پیروی مقدمہ سے گریز کر رہے ہیں لہٰذا بذریعہ اشتہار ہذا اشتہار کیا جاتا ہے۔ کہ اگر مسئول علیہم مذکور واسطے پیروی وجوابدہی روبرو ہمارے بتاریخ ۴۳/۸/۱۲ بوقت دس بجے صبح بمقام کاہنہ نو حاضر نہیں ہوں گے۔ تو ان کے خلاف کارروائی یکطرفہ عمل میں لائی جا کر مقدمہ مسموع اور فیصل ہو گا۔

آج بتاریخ ۶ ماہ جولائی ۱۹۴۳ء بثبت دستخط ہمارے اور مہر عدالت کے جاری کیا گیا

(مہر عدالت) دستخط حاکم

حضرت مسیح موعودؑ کا کلام منظوم

از جناب غلام جیلانی صاحب متعلم بی۔ایس سی۔اسلامیہ کالج لاہور

گذشتہ سے پیوستہ

حضرت صاحب کی شاعری سرتا سر ایک نیچرل اور اصلیت پر ایستادہ شاعری ہے۔ نیچرل شاعری وہ شاعری ہے جو لفظاً اور معناً نیچر یعنی فطرت یا عادات کے موافق ہو۔ لفظاً نیچرل ہونے سے یہ غرض ہے کہ شاعر الفاظ اور ان کی تراکیب و بندش تا بمقدور اس زبان کی معمولی بول چال کے موافق ہو۔ جس میں وہ شعر کہا گیا ہو۔ کیونکہ ہر زبان کی روزمرہ کی بول چال فطرت انسان کے لئے نیچر یا نیچرل کا حکم رکھتی ہے۔ پس شعر کا بیان جس قدر بے ضرورت معمولی بول چال اور روزمرہ سے بعید ہوگا اسی قدر ان نیچرل سمجھا جائے گا۔

معناً نیچر کے موافق ہونے سے یہ مطلب ہے کہ شعر میں ایسی باتیں بیان کی جائیں جیسی کہ دنیا میں ہوا کرتی ہیں۔ پس جس شعر کا مضمون اس کے خلاف ہوگا۔ وہ ان نیچرل سمجھا جائے گا ؎

لوگوں کے بغضوں سے اور کینوں سے کیا ہوتا ہے
جس کا کوئی بھی نہیں اُس کا خدا ہوتا ہے
بے خدا کوئی بھی ساتھی نہیں تکلیف کے وقت
اپنا سایہ بھی اندھیرے میں جدا ہوتا ہے

اس شعر کے نیچرل ہونے میں کیا فرق رہ گیا ہے مضمون حقیقت اور اصلیت پر مبنی ہے اور سچ تو یہ ہے کہ معناً ان کی شاعری میں "ہو" کی جگہ "آ" نے لے لی ہے۔ ؎

جھوٹ اور سچ میں ہے فرق وہ پیدا ہوگا
کوئی پا جائیگا عزت کوئی رسوا ہوگا

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اُس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے
سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بڑھکر
لیک از خدائے برتر خیر الورٰی یہی ہے
پہلوں سے خوب تر ہے خوبی میں اک قمر ہے
اس پر ہر اک نظر ہے بدر الدجیٰ یہی ہے
جدا زدیں کھتے تھا لے اُس نے بتائے سارے
دولت کا دینے والا فرمانروا یہی ہے
اُس نور پر فدا ہوں اُس کا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے
وہ دلبر یگانہ علموں کا ہے خزانہ
باقی ہے سب فسانہ سچ بے خطا یہی ہے
سب ہم نے اُس سے پایا شاہد ہے تو خدایا
وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے

مندرجہ بالا اشعار جس کیفیت اور اصلیت کے حامل ہیں اس کو نظر انداز کرنا ایک دُرِ بے بہا کو گم کرنا ہے۔ ان اشعار میں تمام قلبی جذبات، محسوسات، وجدان، صحیح ہم آہنگی کے ساتھ مصروف عمل ہیں جس کی وجہ کی گئی ہے، اس کی حیثیت بھی اظہر من الشمس ہے اس کی شان ایک ... مسلمہ ہے، اور پھر ... اسے کس خوبی سے نافۃ الناس سے متعارف کیا ہے۔ بقول حفیظ ایک ایسے بیان میں جہاں کالی کملی والے کا تذکرہ ہو، وہاں سمند طبع کا اپنی جولانیاں دکھانا مناسب نہیں۔ وہاں قلم پر ذہن کو پوری طرح مسلط ہونا چاہیئے۔ وہاں تصورات قوت ممیزہ قابو میں ہوں۔ ایک قدم آگے پیچھے وجدانی کیف سے معرا عمل ہے ——

حضرت مرزا صاحب اس شرط میں بالکل پورے اُترے ہیں۔ ان کی شاعری اصلیت پر تخیل کو قائم کرتی ہے اور پھر تخیل پر حقیقت کا رنگ و روغن کرنا چاہتی ہے۔ اُن کی قوت ایک ایسے معمار کی مانند مشاق ہے۔ جو ایک مکان کو تعمیر کرنے سے پہلے اس کے قرب و جوار کا معائنہ کرتا ہے اور پھر اس کی بنیادیں ایسی بنانے کی سعی میں مصروف ہو جاتا ہے جس سے اس عمارت کے "زمین بوس" ہونے کا امکان نہ رہے اور پھر باراں سے بچنے کے لئے تمام عمارت پر کسی ناقابل تحلیل رنگ و روغن کا لیپ لگاتا ہے۔ تاکہ اس کے مکان کو کسی قسم کا خدشہ نہ پہنچ سکے۔ گویا بنیاد اصلیت ہے۔ عمارت تخیل اور ناقابل تحلیل رنگ ایک ایسی جامع حقیقت ہے جو حوادث روزگار کے سبب بھی شرمندۂ تردید نہ ہو سکے ؎

دن چڑھا ہے دشمنان دیں پہ ہم پر رات ہے
اے مرے سورج نکل باہر کہ میں ہوں بیقرار

دل گھٹا جاتا ہے ہر دم جاں بھی ہے زیر و زبر
اک نظر فرما کہ جلد آئیں ترے آنیکے دن
چہرہ دکھلا کے مجھے کر دیجئے غم سے رہا
کب تلک لمبے چلے جائیں گے ترسانیکے دن
کچھ خبر لے تیرے کوچہ میں یہ کس کا شور ہے
کیا مرے دلدار تو آئے گا مر جانیکے دن
تیرے ہاتھوں سے مرے پیارے اگر ہو کچھ تو ہو
ورنہ دیں میت ہے اور یہ دن ہیں دفنانے کے دن

دیں کی نصرت کیلئے اک آسماں پر شور ہے
اب گیا وقت خزاں آئے ہیں پھل کھانیکے دن

—— اور پھر تقاضائے وقت کے ساتھ کس یاس آمیزی کے ساتھ حقیقت حال کو آشکار کیا ہے ؎

چھوڑ دو وہ راگ جسکو آسماں گاتا نہیں
اب تو ہیں اے دل کے نادانو دعا کے گانیکے دن

اگر وہ جاں کو طلب کرتے ہیں تو جاں ہی سہی
بلا سے کچھ تو نپٹ جائے فیصلہ دل کا
اگر ہزار بلا ہو تو دل نہیں ڈرتا
ذرا تو دیکھئے کیسا ہے حوصلہ دل کا

شاعر کی زبان گرامر کی پیروی نہیں کرتی۔ زبان کی سند کے لئے شعر پیش کیا جاتا ہے۔ اور حقیقت ہے۔ کہ زبان شاعر کی پیروی کرتی ہے کسی زبان کی ابتداء شاعری سے ہوتی ہے اور اس کے بعد وہ نثر کی حد میں داخل ہوتی ہے۔ اس لئے شاعر کے لئے یہ لازمی نہیں کہ وہ زبان کے محدود حلقہ میں ہی اپنا امر حق روشناس عام کرے بلکہ اس کے لئے لابدی ہے کہ وہ اس حلقہ کو وسیع سے وسیع تر بنانے کی کوشش کرے۔

صوفیا کرام کی شاعری کا مقصد تسکین قلبی نہیں۔ جذباتی آسودگی نہیں۔ بلکہ اپنے وجدانی کیفیات کو عامۃ الناس تک پہنچانا ہے —— ان کے لئے لازم نہیں کہ وہ زبان کی پابندی نہایت کڑی شرط کے ساتھ کریں —— اس مقصد کے حصول کے لئے انہیں زبان کی شگفتگی کی طرف زیادہ توجہ دینے کے لئے موقع نہیں ملتا۔

بعینہ یہ امر حضرت مسیح موعود کی شاعری میں نظر آتا ہے۔ ان کا کلام تصوف اور روحانیت کا ایک مرقع ہے۔ وہ زبان کی رسمی پیروی سے گریزاں ہیں —— خود لکھتے ہیں:-

"اس جگہ کوئی شاعری دکھلانا مقصود نہیں اور نہ میں یہ نام اپنے لئے پسند کرتا ہوں"

جس طرح آجکل اُردو شاعری اور نثر میں مختلف پنجابی الفاظ داخل ہو رہے ہیں۔ اسی طرح آج سے بہت پہلے حضرت مرزا صاحب کی شاعری پنجابی اور اُردو کے درمیان ایک رستہ بنی رہی۔

یہ ہے ایک معمولی سا تعارف حضرت مرزا صاحب کی شاعری کا۔ جہاں ان تمام مذکورہ بالا خصوصیات کی حامل ہے وہاں یہ اس قدر آسان اور عام فہم بھی ہے۔ کہ اَن پڑھ سے پڑھ کے سامنے بھی اس کے چند اشعار پیش کر دیں۔ تو بھی اس پر اس باکمال ہستی کی روحانی برتری منقش ہو جائے گی اور اس پر عیاں ہو جائے گا۔ کہ اس کی دماغی، ذہنی اور شعوری تربیت کیسی ہے یہ ایک ایسا جوہر تھا۔ جس کو کسی نااہل نے محض تعصب سے مجبور ہو کر الگ رکھ چھوڑا تھا۔ ورنہ اس کی چمک چشم خیرگی کا باعث بن سکتی تھی۔ وہ آج بھی اس کے باطن سے پھوٹ پھوٹ کر نکل رہی ہے۔ آج سے چالیس برس پہلے جس آواز نے فضا میں ایک ارتعاش پیدا کر دیا تھا وہ لرزش، وہ ارتعاش اب بھی ہے۔ مگر "دیدۂ بینا" کی ضرورت ہے ؎

صادق ہے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے
ہیں درندے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حصار

اس مرد کامل کی منظومات اس کی زندگی میں ایک ثانوی حیثیت رکھتی ہیں۔ اس نے انہیں صرف عامۃ الناس کی جاذبیت کے لئے پرورش کیا اس جوہر کو تربیت دی۔ اور اس رنگ کو اپنی طبیعت پر غالب آنے دیا۔ ورنہ ؎

کچھ شعر و شاعری سے اپنا نہیں تعلق
اس ڈھب سے کوئی سمجھے بس مدعا یہی ہے

حضور کے نزدیک یہ منظومات ایک فطرت ثانیہ تھیں۔ کیونکہ شاعری ایک ودیعت شدہ مادہ ہے جو اکتساب سے حاصل نہیں ہو سکتا شاعرانہ کلام کی تاثیر نثر کی نسبت زیادہ تاثر کر سکتی ہے۔ بائرن نے یونان کو طوق غلامی سے رہائی دلائی۔ سولن نے سلیمس کو دشمنوں سے آزاد کرایا۔ امتلی نے اپنے کلام کے بل پر ذرے کو آفتاب کی ہمسری دی۔ رودکی نے نصر بن احمد سامانی کو بزم نشاط سے بزم کارزار تک پہنچایا۔ اسلئے یہ اغلب ہے کہ کوئی بھی شعر کسی وقت کوئی اچھا اور خاطر خواہ نتیجہ برآمد کر سکے گا۔

حضرت مرزا صاحب کے کلام نے سب سے پہلے مسلمانوں کو جس امر سے آگاہ کیا وہ زندہ ایمان کا فقدان تھا۔ اور وہ بار بار انہی تیر و نشتر سے مسلمانوں کے بال و پر کو چھیڑتے رہے تاکہ اس دم نیم سوز میں دوبارہ قوت عود کر آئے۔ اور ہوا بھی ایسا ہی۔ کہ جلد ہی مسلمان اپنے مقصد، اپنے مشن اور اپنے آپ کو پہچاننے کی کوشش میں بیدار ہونے لگے۔ اور اس طرح اس رباب سے وہ نغمے بلند ہوئے جنہوں نے کنجشک "کو شاہیں" سے لڑنے کی ترغیب دی۔

آہ! شیخ صاحب عبد الخالق صاحب
مانگرول والے

"مانگرول ۱۲ ر جولائی۔ نہایت افسوس کے ساتھ میں آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ میرے والد ماجد شیخ صاحب عبد الخالق ۱۲ر جولائی کو بوقت ۸ بجے وفات پا گئے"

یہ مختصر خبر جو آج ۱۳ ر جولائی کو حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کے نام بذریعہ تار موصول ہوئی ہے جماعت احمدیہ کے تمام حلقوں میں انتہائی رنج و ملال کے ساتھ سنی جائے گی۔ شیخ صاحب عبد الخالق مرحوم ابھی گذشتہ سال اپنے والد ماجد شیخ صاحب محمد جہانگیر میاں کی وفات کے بعد حکومت مانگرول پر فائز ہوئے تھے آپ بالکل نوجوان روشن خیال جماعت احمدیہ کی خدمات کے معترف اور ممد و معاون تھے گذشتہ سال حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ آپ کی دعوت پر مانگرول تشریف لے گئے تھے اور آپ کے پاس قیام فرمایا ہے آپ کا اصرار تھا کہ کم از کم ایک ماہ ٹھیریں اور اپنے فیوض حسنہ سے مستفیض فرمائیں لیکن امور مہمہ دینیہ کی وجہ سے ایسا نہ ہو سکا۔ آپ نے مولانا مرتضےٰ خانصاحب کو دوبارہ محکمہ تعلیم کی انسپکٹری کا چارج لینے کی دعوت دی لیکن بعض مجبوریوں کی وجہ سے مولانا تشریف نہ لے جا سکے، تاہم انجمن کی طرف سے شیخ صاحب جہانگیر میاں کے جہلم کی تقریب پر تعزیت کے لئے انہیں جانا پڑا۔ ہم اس حادثہ پر تمام جماعت کی طرف سے بیگم صاحبہ شیخ صاحب عبد الخالق اور ان کے فرزند ارجمند شیخ صاحب نصیر الدین سے دلی رنج و افسوس کا اظہار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ اس خبر کے پہنچنے پر انجمن کے جملہ دفاتر اظہار افسوس کے لئے بند کر دیئے گئے۔

متفرق خیالات

از محترم جناب شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر اخبار "نور" قادیان

وہ اور ہم } ۸ر جون کا پرتاب لکھتا ہے کہ آل انڈیا دیا نند سالویشن ہوشیارپور کی کوششوں سے ماہ مئی میں ۹۰ غیر ہندوؤں کی شدھی کی گئی۔ اغوا کے ۷۳ کیس برآمد کیے"

یہ یاد رہے کہ اچھوتوں کو ہندو غیر ہندو نہیں سمجھتے۔ غیر ہندو یا تو عیسائی ہو سکتے ہیں یا مسلمان۔ عیسائیوں کی مالی حالت کوئی ایسی کمزور نہیں۔ اور ویسے بھی عیسائیوں میں ایک تنظیم ہے۔ یہ غیر ہندو ہو سکتے ہیں تو مسلمان۔ یہ تو صرف ایک ماہ کی رپورٹ ہے۔ اور وہ بھی صوبہ پنجاب کی۔ کیا ہندوستان کی کوئی تبلیغی انجمن یہ کہہ سکتی ہے کہ اس نے ایک ماہ میں انیس ۰۰ غیر مسلموں کو بھی مسلمان بنایا۔ کیا یہ مسلمانوں کے لئے رونے کا مقام نہیں۔

یاران تیز گام نے محمل کو جالیا
ہم محو نالۂ جرس کاروان رہے

ہندوؤں کی تعداد پہلے ہی کافی سے زیادہ ہے۔ مگر پھر بھی ہندو مطمئن نہیں مسلمان پہلے ہی اقلیت میں ہیں۔ پھر بھی عاقبت سے بے پرواہ۔ اگر مسلمانوں کو روحانی جذبہ بیدار نہیں کر سکتا تو کم از کم سیاسی پہلو کو ہی دیکھیں مستقبل میں وہی قوم شاندار ہوگی جو اکثریت میں ہوگی۔ اقلیت کو اکثریت کا محتاج ہی بنا پڑے گا۔ خدا مسلمانوں کو سمجھ دے۔ اب بھی کچھ نہیں بگڑا ہے

اٹھ باندھ کمر کیوں ڈرتا ہے
پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے

خالی کہنے سے کیا فائدہ } ۱۶ر جون کا پرتاب ہمدم لکھنؤ کا یہ اقتباس دیتا ہے۔ کہ "ہمدم نے یہ دعوے کیا ہے کہ خالصہ پنتھ درحقیقت مذہب اسلام کی ایک شاخ ہے۔ اور جنہوں نے گورو گرنتھ صاحب کو پڑھا ہے وہ اس بات سے انکار نہیں کر سکتے کہ سکھ مذہب جس کی بناء توحید پر ہے درحقیقت اسلام کی ایک شاخ ہے"

یہ صحیح ہے کہ سکھ مذہب کی ابتداء اسلام سے بہت قریب ہو کر ترقی۔ گورو صاحبان کا نمونہ اور شری گورو گرنتھ صاحب کے اقوال کافی حد تک اس معاملہ میں ہماری رہنمائی کرتے ہیں۔ مگر اس سے کیا فائدہ جب تک مسلمان اس کے لئے جدوجہد نہ کریں۔ کیا مسلمانوں نے آج تک سکھوں میں تبلیغ کے لئے کوئی مشن کھولا یا جو شخص بھی اس کار خیر میں جدوجہد کر رہا ہے اس کی کوئی قابل قدر اعانت کی۔ یقیناً نہیں۔ پھر ہم کامیاب ہوں تو کیسے۔ یہ دنیا جدوجہد کی ہے، جو بھی جدوجہد کرے گا کامیاب ہوگا۔ خواہ وہ کوئی ہو۔ اگر ہم سکھوں میں تبلیغ کی پوری سعی کرتے تو آج نقشہ ہی بدلا ہوا ہوتا۔

خوشی } یہ بات انبساط سے سنی جائے گی۔ "مردان کے فوجی ہسپتال کے انچارج لفٹنٹ کرنل اور آئنگر نے جامع مسجد میں مذہب اسلام قبول کیا اور انکی صاحبزادی بھی مشرف باسلام ہوئی۔ صاحب موصوف کا نام مبارک شاہ رکھا گیا۔"

اسلام میں بلا شبہ قوت جاذبہ ہے۔ اس کی روحانیت اور تمدن اپنی نظیر آپ ہے اگر مسلمان کچھ بھی تبلیغ کی طرف توجہ دیں تو ایک کرنل کیا، کئی کرنل اسلامی دولت سے مالا مال ہو سکتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ اس وقت تک ہم اسلام کی صحیح تصویر غیر مسلموں کے سامنے رکھی ہی نہیں۔ ورنہ اس وقت تک اکثر غیر مسلم اسلامی دولت سے مالا مال ہو چکے ہوتے۔

روزہ کی فضیلت } آریہ بالعموم اسلامی روزوں پر پھبتیاں اڑایا کرتے ہیں۔ مگر ہندو اخبار جاگرت اپنے ۱۸ر جون کے پرچہ میں روزہ کی خوبیوں کا یاں الفاظ اظہار کرتا ہے "ہندوؤں کے ہاں ایک نرجلا اکادشی کا برت (روزہ) آتا ہے جس میں پانی تک بھی نہیں پیا جاتا۔ اس کے متعلق یہ اخبار لکھتا ہے۔ کہ "بالکل جل (پانی) تک بھی نہ پیتے ہوئے من (دل) اور اندریوں (حواس) کو وش (قابو) میں کر کے بھگوان کا سمرن (خدا کی یاد) اور پوجا کی جائے تو ضرور ہی منش (انسان) اس لوک میں سکھ بھوگ کر موکش (نجات) بھی حاصل کر سکتا ہے۔"

اسلام میں سال میں تیس ۳۰ روزے فرض ہیں جن میں پانی تک کے استعمال کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اسلامی روزے انسان کو روحانیت کی کس بلندی پر لے جانا چاہتے ہیں۔ اسلام کا ہر ایک اصول کیا روحانی نقطۂ خیال سے اور کیا تمدنی نوعیت سے خاص حکمت پر مبنی ہے۔ مگر اس حکمت سے وہی فائدہ اٹھا سکتے ہیں جن میں اصلاحیت ہو اور جنہیں اللہ سمجھ دے۔

ہندو اور سکھ } جب سے سکھ لیڈروں نے یہ حق بات کہنی شروع کی ہے کہ ہم ہندو نہیں۔ اسی وقت سے ہندو لیڈر اور ہندو پریس سکھوں کو بہت جلی کٹی سنا رہا ہے۔ حالانکہ سکھوں کا یہ دعوےٰ کوئی نیا دعوےٰ نہ تھا۔ آخر اکالی لیڈر ماسٹر تارا سنگھ صاحب کو مجبور ہو کر یہ کہنا پڑا کہ:۔

"میرے سامنے صرف ایک ہی سوال ہے کیا ہم ہندوؤں کی ان دھمکیوں کے سامنے جھک کر ان کے غلام بن جائیں گے۔ میں ڈٹ کر مقابلہ کروں گا۔"

ہندوؤں کو یہ جرأت سکھوں نے ہی دلائی اگر شروع سے ہی اس سلسلہ کو قائم رکھا جاتا کہ سکھ ہندو نہیں تو آج ہندوؤں کو یہ جرأت ہی نہ ہوتی۔ خوشی ہے کہ سکھ وقت پر سنبھل گئے یہ قدرتی بات ہے۔ کہ کچھ عرصہ ہندو پریس شور و شر کرے گا اس کے بعد خود بخود حالات درست ہو جائیں گے۔

اقوال زریں } ۱۸ر جون کے شیر پنجاب نے "مجلسی گراوٹ" کے تحت ایک درد انگیز مضمون لکھا ہے۔ اس کے ضمن میں وہ لکھتے ہیں۔ کہ "جناب پیغمبر اسلام نے کیا خوب فرمایا۔ کہ جاہل مرد عورتوں پر حکومت کرتے ہیں۔ اور نیک و تعلیم یافتہ مردوں پر جاہل عورتیں حکومت کرتی ہیں"

حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال غیر معمولی حکمت پر مبنی ہیں۔ اسلام عورتوں کو پردہ کے ساتھ ایک حد تک آزادی دیتا ہے اگر اس بہترین تعلیم کو مشرق اور مغرب کی دیگر اقوام اپنا لیتیں تو آج سوشل نظام میں یہ برہمی نہ ہوتی۔ اور ہماری گھریلو زندگی نہایت خوشگوار ہوتی۔

اسلام کی طرف } ۲۳ر جون کا پرتاب لکھتا ہے۔ "پچھلے دنوں جسٹس پارٹی کے لیڈر رام سوامی نیکر نے مدراس میں تقریر کرتے ہوئے کہا۔ کہ اگر برہمن ازم کے ظلم سے بچنے کے لئے ہمیں مذہب تبدیل کرنا پڑا تو میں جنوبی ہند کے دراوڑوں کو اسلام قبول کرنے کا مشورہ دونگا"

یہ ہے بھی درست کیونکہ بہترین مساوات اور بہترین روحانیت سوائے اسلام کے اور کہیں نہیں مل سکتی مسلمانوں میں کوئی اچھوت یا شودر نہیں سب بھائی بھائی ہیں۔ لہذا جو بھی قوم دین و دنیا کے حسنات سے مالا مال ہونا چاہتی ہو اسے سوائے اسلام کے اور کہیں یہ نعمت میسر نہ آ سکے گی۔

سانحۂ ارتحال یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں رنج و افسوس کیساتھ سنی جائے گی کہ جناب سید خیر علی شاہ صاحب سابق سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لائلپور کی اہلیہ محترمہ تین ماہ بیمار رہنے کے بعد بروز جمعہ مورخہ ۹ر جولائی ۱۹۴۳ء کو وفات پا گئیں انا للہ و انا الیہ راجعون۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ شاہ صاحب موصوف اور دیگر لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین

سپاس تعزیت } کسی گذشتہ اشاعت میں حضرت سید اسد اللہ شاہ صاحب کے بیٹے کی وفات کی خبر شائع ہوئی تھی اس خبر کو پڑھنے کے بعد متعدد دوستوں نے حضرت شاہ صاحب کو تعزیت کے خطوط لکھے۔ حضرت شاہ صاحب فرداً فرداً دوستوں کو جواب دینے سے معذور ہیں اس لئے بذریعہ اخبار پیغام صلح سب دوستوں کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

باجلاس سردار غلام فرید خان صاحب بہادر بی اے افسر مال و اسسٹنٹ کلکٹر درجہ اول۔ لاہور

بہادر سنگھ کرتار سنگھ پسران مول سنگھ اقوام جٹ ساکنان بھسین تحصیل لاہور سائلان

بنام

گنگا سنگھ کہر سنگھ پسران ماہی سنگھ اقوام جٹ سکنائے بھسین تحصیل لاہور مسئول علیہم

مقدمہ نمبر ۸ انفکاک رہن اراضی تعدادی ۳ مرلے ۶۳ کنال مندرجہ کھاتہ نمبر $\frac{223}{1810}$ مطابق جمعبندی سنہ ۳۹ واقع بھسین۔

بمقدمہ بالا مدعا علیہم دیدہ دانستہ تعمیل سمن اور پیروی سے گریز کر رہے ہیں لہذا بذریعہ اشتہار ہذا مشتہر کیا جاتا ہے کہ اگر مسئول علیہم مذکور واسطے پیروی وجوابدہی روبرو ہمارے بتاریخ ۲۴ ۳ ۴۳ بوقت دس بجے صبح بمقام لاہور حاضر عدالت نہیں ہونگے تو ان کے خلاف کارروائی یکطرفہ عمل میں لائی جا کر مقدمہ مسموع اور فیصل ہوگا۔

آج بتاریخ ۵ ماہ جولائی ۱۹۴۳ء پر ثبت دستخط ہمارے اور مہر عدالت جاری کیا گیا۔

(مہر عدالت) دستخط حاکم

باجلاس سردار غلام فرید خان صاحب بہادر بی اے افسر مال و اسسٹنٹ کلکٹر درجہ اول۔ لاہور

لابھ سنگھ ولد بچی سنگھ قوم جٹ ساکن کرباٹھ تحصیل لاہور سائل۔

بنام

چنن سنگھ ولد وساکھا سنگھ ساکن کرباٹھ تحصیل لاہور مسئول علیہ

مثل نمبر ۱۴۶ فک الرہن اراضی تعدادی ۱ کنال مندرجہ کھاتہ نمبر $\frac{84}{189}$ مطابق جمعبندی سنہ ۳۶-۳۷ واقع کرباٹھ

بمقدمہ بالا مدعا علیہ دیدہ دانستہ تعمیل سمن اور پیروی سے گریز کر رہا ہے۔ لہذا بذریعہ اشتہار ہذا مشتہر کیا جاتا ہے کہ اگر مدعا علیہ مذکور واسطے پیروی وجوابدہی بتاریخ ۲۲ ۷ ۴۳ بوقت دس بجے صبح بمقام لاہور حاضر عدالت ہذا نہیں ہوگا تو اس کے خلاف کارروائی یکطرفہ عمل میں لائی جا کر مقدمہ مسموع اور فیصل کیا جائے گا۔

آج بتاریخ ۲۸ ماہ جون ۱۹۴۳ء کو ثبت دستخط ہمارے اور مہر عدالت کے جاری کیا گیا۔

(مہر عدالت) دستخط حاکم

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود — ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

الصلح خیر

پیغامِ صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

ایڈیٹر۔ ایس محمد آصف بی اے ⁂ جائنٹ ایڈیٹر۔ شیخ محمد انعام الحق۔

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب ہوگا۔

جلد نمبر ۳۱ | لاہور۔ یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۱۷ رجب المرجب سنہ ۱۳۶۲ھ م ۲۱ جولائی سنہ ۱۹۴۳ء | نمبر ۲۸

ستیارتھ پرکاش کا سندھی ترجمہ
مذہبی قائدین اور کتبِ مقدسہ کی عظمت

کسی آریہ سماجی نے سندھی زبان میں ستیارتھ پرکاش کا ترجمہ شائع کیا ہے جس سے سندھی مسلمانوں میں بہت اضطراب پیدا ہوا اور انہوں نے حکومت سے اس مذکورہ ترجمہ کو ضبط کرنے کی درخواستیں کیں لیکن ان پیہم درخواستوں کے باوجود حکومت سندھ نے اعلان کر دیا کہ وہ اس ترجمہ کے خلاف کوئی کاروائی کرنا نہیں چاہتی — اس ترجمہ کے خلاف یہ اضطراب اس لیئے پیدا ہوا کیونکہ ستیارتھ پرکاش میں مسلمانوں کے خلاف ایک باب ہے جس میں حضرت نبی کریم صلعم اور قرآن مجید پر نہایت دلآزار تنقید کی گئی ہے جو مسلمانوں کے لئے یقیناً نہایت تکلیف دہ ہے اس کے علاوہ اور حصص بھی ستیارتھ پرکاش میں ہیں جو دیگر مذاہب کے لیئے دلآزاری کا باعث ہیں ان حصص کے خلاف متعدد دفعہ صدائے احتجاج بلند ہو چکی ہے اور اب ستیارتھ پرکاش کے سندھی ترجمہ پر سندھ کے مسلمانوں میں سخت بے چینی پیدا ہوئی ہے لیکن افسوس ہے کہ حکومت سندھ نے مسلمانوں کے بالکل جائز مطالبہ کو قبول نہیں کیا۔ دنیا کا کوئی مذہب یہ نہیں سکھاتا کہ مذہبی قائدین اور کتب مقدسہ پر دلآزار تنقید کی جائے مذہب کا مقصد انسانوں کے قلوب میں رفق و ملائمت کے جذبات پیدا کرنا ہے نہ کہ دشمنی کے ہندوستان اس وقت جس دور سے گذر رہا ہے اسے ایسے لٹریچر کی اشد ضرورت ہے جس سے مختلف مذاہب کے ماننے والوں میں محبت رواداری اور وسعت قلبی کے جذبات پیدا ہوں اور خصوصاً آجکل جنگ کے دوران میں ان اعلیٰ جذبات کی اشد ضرورت ہے ایسے حالات میں اس قسم کا لٹریچر شائع ہونا جنگی مقاصد کے لئے بھی مضر ہے اور ہندوستانیوں کی سیاسی جدوجہد کے لئے بھی سم قاتل ہے۔ حکومت کو ان حالات کے پیش نظر اس امر کا اہتمام کرنا چاہیے کہ اس قسم کا لٹریچر شائع نہ ہو سکے جس سے جنگی مقاصد کو کوئی نقصان پہنچے۔ اور ہندوستانیوں کو اپنی سیاسی آزادی اور ملک کی اخلاقی اور سماجی بہتری کے لیئے از خود ایسے لٹریچر کو شائع کرنے سے اجتناب کرنا چاہیئے ہر ایک شخص اپنے مذہب کی خوبیاں اپنی مذہبی کتب کی سند سے بیان کر سکتا ہے دوسرے مذاہب سے جائز اور معقول طور پر ہر ایک شخص اختلاف بھی کر سکتا ہے اور دوسرے مذاہب پر اعلیٰ اور صالح تنقید بھی کر سکتا ہے، لیکن ایسا اسلوب بیان اختیار کرنا جس سے ہمسایہ قوم کی دلآزاری ہو نہ کوئی خوبی ہے اور نہ اس سے کوئی خوش کن نتائج پیدا ہو سکتے ہیں آریہ سماجی حضرات ستیارتھ پرکاش کے ایسے حصص کو جو دیگر مذاہب اور ہمسایہ اقوام کے لیئے دلآزاری اور تکلیف کا باعث ہیں ستیارتھ پرکاش سے نکال بھی سکتے ہیں کیونکہ انھوں نے اپنی مناظرانہ مصلحتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے ستیارتھ پرکاش میں بعض ترمیمیں کی ہیں تو کیا وہ ان حصص کی اصلاح نہیں کر سکتے۔

جن سے ایک پڑوسی قوم مضطرب ہوتی ہے اور اس کے جذبات کو ٹھیس لگتی ہے، اگر ان کے دلوں میں ملک کی سچی خیر خواہی ہے تو وہ یقیناً ایسا کر سکتے ہیں — یہ ایک امر واقعہ ہے کہ ہندوستان کے رہنے والے مذہبی کشمکش اور ایک دوسرے کے مذہبی رہنما اور کتبِ مقدسہ کی توہین کرکے اپنی ملکی اور سیاسی ترقی اور بہبودی کو معرض التوا میں ڈال چکے ہیں اور آئے روز کے تلخ تجربات کے باوجود اس بیہودہ روش کا اعادہ کرتے چلے جا رہے ہیں — حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے آج سے بہت عرصہ پہلے اس قسم کی دلآزار مذہبی تنقید کے متعلق گورنمنٹ کو بھی توجہ دلائی تھی اور ہندوستان میں بسنے والی مختلف اقوام کو صلح اور آشتی کا پیغام دیا تھا اور ہندوستان کی بہتری اور بہبودی کے لیئے ایک ایسا اصول پیش کیا کہ جس کے بغیر ہندوستان کی گتھی سلجھ ہی نہیں سکتی حضور نے فرمایا تھا۔ "یہ ایک خیال محال ہے کہ کسی وقت مثلاً ہندو جمع ہو کر مسلمانوں کو اس ملک سے باہر نکال دیں گے یا مسلمان اکٹھے ہو کر ہندوؤں کو جلا وطن کر دیں گے بلکہ اب ہندو مسلمانوں کا چولی دامن کا ساتھ ہے اگر ایک پر کوئی تباہی آوے تو دوسرا بھی اس میں شریک ہو جائیگا اور اگر ایک قوم دوسری قوم کو محض اپنے نفسانی تکبر اور نخوت سے حقیر کرنا چاہے گی تو وہ بھی داغ حقارت سے نہیں بچے گی اور اگر کوئی ان میں سے اپنے پڑوسی کی ہمدردی سے قاصر رہے گا تو اس کا نقصان وہ آپ بھی اٹھائیگا۔"

پھر آپ نہایت درد کے ساتھ فرماتے ہیں:۔

"اے عزیزو! قدیم تجربہ اور بار بار کی آزمائش نے اس امر کو ثابت کر دیا ہے کہ مختلف قوموں کے نبیوں اور رسولوں کو توہین سے یاد کرنا اور ان کو گالیاں دینا ایک ایسی زہر ہے کہ نہ صرف انجام کار جسم کو ہلاک کرتی ہے بلکہ روح کو بھی ہلاک کرکے دین اور دنیا دونوں کو تباہ کر دیتی ہے، وہ ملک آرام سے زندگی بسر نہیں کر سکتا جس کے باشندے ایک دوسرے کے رہبر دین کی عیب شماری اور ازالہ حیثیت عرفی میں مشغول ہیں اور ان قوموں میں ہرگز سچا اتفاق و اتحاد نہیں ہو سکتا جن میں سے ایک قوم یا دونوں ایک دوسرے کے نبی یا رشی اور اوتار کو بدی یا بدزبانی کے ساتھ یاد کرتے رہتے ہیں۔"

امید ہے آریہ سماج ہندوستان کے بدلے ہوئے حالات کے پیش نظر اور ملک و قوم کی بہتری اور بہبودی کی خاطر اور اس انسانی اصول کی خاطر کہ ہمسایہ قوم کے مذہبی بزرگوں اور کتب مقدسہ کی تعظیم کرنا چاہیئے ستیارتھ پرکاش سے از خود ان حصص کو نکال دے گی جو پڑوسی اقوام کے لیئے دلآزاری کا باعث ہیں۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا ایک ٹریکٹ

گذشتہ اشاعت میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا ایک مضمون "تبلیغ اسلام اور علمائے اسلام" کے عنوان سے شائع ہوا ہے وہ ٹریکٹ کی صورت میں شائع ہو چکا ہے احباب سلسلہ کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ اس ٹریکٹ کو جائنٹ سکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے مفت منگوا کر مسلمانوں میں تقسیم کریں شاید مسلمانوں کو اس ٹریکٹ کے مطالعہ سے تبلیغ اسلام کا بھولا ہوا سبق یاد آئے اور وہ حضرت امام عصر حاضر کو پہچانیں اور سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل ہو کر تبلیغ اسلام کے فریضہ کو ادا کرنے کی سعادت حاصل کر سکیں

یہ ٹریکٹ صرف غیر از جماعت احباب میں تقسیم کرنے کے لئے منگوایا جائے۔

فراہمی غلہ
از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

ان سب احباب کی خدمت میں جنہوں نے فراہمی غلہ کی مد میں کچھ غلہ یا رقم دینے کا وعدہ کیا ہے۔ یہ درخواست ہے کہ وہ اپنی اپنی رقوم یا غلہ کی قیمت جلد سے جلد بنام محاسب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور بھیجدیں تاکہ اب اسے مستحقین تک پہنچایا جا سکے۔ ۳۱ جولائی تک بہرحال یہ رقوم دفتر محاسب میں پہنچ جانی چاہئیں افسوس ہے کہ چند ایک اصحاب کے علاوہ دوسرے احباب نے اس کی طرف کم توجہ کی ہے۔

محمد علی۔ ڈلہوزی ۱۷-۷-۴۳

تعلیمی پرنٹنگ پریس لاہور میں باہتمام منیر محمد اختر پرنٹر ... پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔

حضرت اقدسؑ کی صحبت میں

ذکرِ حبیب کم نہیں وصلِ حبیب سے

از جناب مولانا مصطفےٰ خانصاحب

(۲)

اس سے پہلے بھی ایک مضمون اسی عنوان کے تحت نذر ناظرین کر چکا ہوں، اس میں میں نے اپنے چشمدید حالات لکھے تھے آج کی صحبت میں دوسرے احباب کے چشمدید حالات لکھتا ہوں جو اس وقت خدا کے فضل سے زندہ موجود ہیں:-

مجھے کبھی کبھی اپنے کاروبار کے سلسلہ میں لاہور سے باہر جانے کا اتفاق ہوتا ہے - وہاں احمدی احباب سے بھی ملاقات ہو جاتی ہے . چنانچہ ان دنوں دو دوستوں سے ملاقات ہوئی اور اُن سے حضرت اقدسؑ کے متعلق باتیں ہوئیں تو میں بالواسطہ حضرت اقدس کی صحبت سے بہرہ اندوز سعادت ہوا اس سعادت میں میں اپنے دوسرے احباب کو بھی شریک کرنا چاہتا ہوں اور جو کچھ سُنا ہے وہ احباب کرام کی خدمت میں پہنچاتا ہوں۔

ملک خدابخش صاحب لدھیانہ میں ہمارے

محترم دوست ملک خدابخش صاحب ایک نہایت ہی مخلص بزرگ ہیں، جو پہلے محکمہ انہار میں سپرنٹنڈنٹ تھے اور اب پنشن پا چکے ہیں۔ ملک صاحب نے اس لحاظ سے احمدیت کا بہترین نمونہ پیش کیا کہ تمام عمر میں باوجود بہت مواقع ہونے کے کبھی رشوت نہیں لی، حالانکہ اگر وہ چاہتے تو لاکھوں کما سکتے تھے۔ مگر انھوں نے دین کو دنیا پر مقدم کیا جزاہ اللہ احسن الجزاء یہ صاحب قادیان ہائی سکول کے تعلیم یافتہ ہیں اور اس زمانہ میں وہاں تعلیم پاتے تھے جب حضرت اقدسؑ زندہ تھے - وہ فرماتے تھے کہ میں علی العموم سیر کے وقت حضرت اقدس کے ساتھ ہوتا، واپس آ کر سکول جاتا مگر وہاں دیر سے پہنچتا۔ مولانا محمد صادق صاحب دوسرے استاد مجھے ڈانٹتے کہ تم دیر سے آتے ہو، تو میں نہایت جرأت سے کہہ دیتا کہ میں حضرت اقدسؑ کے ساتھ سیر میں تھا، وہ ذرا دبی زبان سے کہہ دیتے کہ سکول میں وقت پر پہنچنا چاہیئے مگر میں کہہ دیتا کہ میں سکول پر حضرت اقدسؑ کی صحبت کو مقدم سمجھتا ہوں، اس پر وہ خاموش ہو جاتے . دل میں سمجھتے ہونگے کہ حضرت اقدسؑ کی صحبت ہی تو اصل چیز ہے ورنہ سکول تو اور جگہ بھی موجود ہیں -

یہی ملک صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میرے والد مرحوم بھی حضرت اقدسؑ کی زیارت کے لئے قادیان تشریف لائے ہوئے تھے - میں اور وہ اکٹھے باہر سے قادیان کی طرف آ رہے تھے تو میں نے دیکھا کہ حضرت اقدس کے مکان کے اس مقام سے جہاں بیت الدعا تھا نور کی شعاع آسمان تک پہنچتی ہے، میں نے والد مرحوم کو بھی دکھایا انھوں نے بھی اس شعاع کو دیکھا، اور میری تصدیق کی - پھر دوسری مرتبہ میں اپنے بہت سے احباب کے ہمراہ نہر کی طرف سے قادیان جا رہا تھا تو پھر یہی نظارہ دیکھا کہ ایک نورانی شعاع حضرت اقدس کے مکان اور آسمان کے درمیان حائل ہے، میں نے تمام جماعت کو یہ نظارہ دکھایا، اور ان سب نے میری تصدیق کی -

ملک صاحب سے یہ بات سُن کر مجھے حضرت اقدس کا یہ شعر یاد آ گیا ؎

بہیں کہ نور بریں خانہ ام ہمی بارد
مگر چگونہ بہ بینی اگر عمیٰ باشد

میں پہلے اس شعر کے معنی وجدانی رنگ ہی میں سمجھتا تھا۔ مگر اب معلوم ہوا کہ اس نور کو ظاہری آنکھ بھی دیکھ سکتی تھی، اور نہ صرف حضرت اقدسؑ کی آنکھ بلکہ دوسرے لوگوں کی آنکھ بھی -

---

سید امجد علی شاہ صاحب سیالکوٹ میں میں

اپنے نہایت ہی محترم اور مخلص دوست سید امجد علی شاہ صاحب سے ملا۔ شاہ صاحب قرآن مجید اور حدیث شریف پر بہت وسیع نظر رکھتے ہیں۔ یہ بھی قادیان کے سکول ہی میں پڑھے ہیں اور اب محکمہ پولیس سے پنشن پا چکے ہیں۔ انھوں نے اپنے قیام قادیان کا ایک دلچسپ واقعہ بیان کیا، فرماتے تھے کہ قادیان کے سکول کے حاکم اعلےٰ جناب نواب محمد علی خانصاحب رئیس اعظم مالیرکوٹلہ تھے۔ جو قادیان ہجرت کر کے آ گئے تھے، نواب صاحب کے مزاج میں شیخ یعقوب علی صاحب تراب (الحکم والے) نے بہت دخل حاصل کر لیا ہوا تھا اور وہ بالواسطہ سکول کے نظام میں بہت کچھ کار فرمائی کرتے تھے۔ موسمی چھٹیاں ہوئیں تو تراب صاحب کی جبلی طبیعت نے یہ شاخسانہ کھڑا کیا کہ میٹرک کے طالب علم جنہیں امتحان کی تیاری کرنی ہے، یہاں ہی ٹھیر جائیں اور استادوں کی مدد سے تیاری کریں تاکہ نتیجہ شاندار رہے، بظاہر یہ بات نہایت دل خوش کن تھی چنانچہ نواب صاحب نے جھٹ حکم دے دیا کہ میٹرک کے طالب علم چھٹیوں میں یہاں ہی رہیں ہم اس حکم سے بہت پریشان ہوئے کہ دسمبر میں تو ہم جلسہ کی مصروفیت کی وجہ سے گھر نہ جاتے تھے اب موسمی تعطیلات پر یہ آفت آ گئی، ہم سب طالب علم نواب صاحب قبلہ کی خدمت میں بطور وفد حاضر ہوئے انھوں نے پوچھا بھئی یہ تو بتاؤ تم سے کتنے ہیں جو کسی نہ کسی طرح ان گرمیوں میں پہاڑ پر جائیں گے - کوئی لڑکا بھی ایسا نہ نکلا جس کا عزم پہاڑ کا ہو۔ پھر نواب صاحب نے فرمایا کہ اب تم غور کرو کہ جب ان گرمیوں میں تمہیں تیاری کرنی ہے تو یہ بہتر نہیں کہ یہاں رہ کر استادوں کی مدد سے تیاری کرو۔ گھر میں تمہیں کس سے مدد مل سکتی ہے جاؤ اور ہماری بات مانو، گویا نواب صاحب قبلہ نے پہلے حکم کی توثیق کر دی۔ اب ہمارے لئے اس کے سوا چارہ نہ تھا کہ حضرت اقدس کی خدمت میں اپیل کریں چنانچہ مشورہ یہی ہوا اور میں نے حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہو کر ماجرا بیان کیا اور یہ بھی عرض کی کہ ہم دسمبر میں جلسہ کی وجہ سے نہیں جاتے اور یہی چھٹیاں ہیں جن میں ماں باپ یا دوسرے اعزہ سے ملنے کا موقعہ ہوتا ہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا ہم نواب صاحب کو لکھدیں گے چنانچہ حضرت اقدس نے لکھدیا اور وہ پہلا حکم منسوخ ہو گیا۔

اب تراب صاحب نے نواب صاحب کو یہ پٹی پڑھائی کہ سکول کے لڑکوں میں بغاوت کا جذبہ پیدا ہو گیا ہے۔ اس کو کچلنا چاہیئے حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہونے کے خلاف کہنا تو مشکل تھا آخر بات یوں بنائی گئی کہ سکول کے لڑکے حکام مدرسہ کے خلاف باتیں اور باہم مشورہ کرتے رہتے ہیں اس لئے ان کے سرغنہ کو سزا ملنی چاہیئے اور سزا یہ تجویز ہوئی کہ اس کی پندرہ دن کی چھٹیاں ضبط کیں۔ میں نے یہ حکم سُنا تو میرے پاؤں تلے کی زمین نکل گئی کہ

این گلِ دیگر شگفت

میں پھر حضرت اقدسؑ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور تمام قصہ بیان کیا۔ انھوں نے فرمایا بہت اچھا ہم نواب صاحب کو لکھدیں گے، چنانچہ حضور نے لکھا، کیا لکھا؟ اس کا مفصل حال تو معلوم نہیں۔ لیکن جو کچھ میں نے اس وقت سُنا وہ یہ تھا کہ حضرت اقدسؑ نے تحریر فرمایا کہ:-

"ہمارے دوست اپنے بچے یہاں اسیئے نہیں بھیجتے کہ آپ ان پر حکومت کریں"

غرض میری سزا بھی منسوخ ہو گئی، میں گھر جانے سے پہلے حضرت اقدسؑ کی خدمت میں سلام کے لئے حاضر ہوا، حضور اس وقت سیڑھیاں چڑھنے ہی کو تھے کہ میں نے سلام عرض کیا فرمایا کیا اب بھی آپ کو کوئی روکتا ہے؟" میں نے عرض کی نہیں حضور میں تو گھر جا رہا ہوں اور رخصت کے لئے حاضر ہوا ہوں اس پر حضور مسکرائے اور فرمایا بہت اچھا اور پھر مجھ سے مصافحہ کیا۔ شاہ صاحب جب میں نے واقعہ سُنا، تو مجھے حضرت مسیح ناصریؑ کا وہ ارشاد یاد آ گیا جس میں وہ فرماتے ہیں کہ چھوٹے بچوں کو میرے پاس آنے دو کہ آسمان کی بادشاہت ایسوں ہی کے لئے ہے۔ یہ دوسرا مسیح بھی بچوں پر پہلے مسیح سے کم شفیق نہیں۔

اس واقعہ کا ایک اور پہلو بھی ہے جس پر نہ صرف احمدی احباب کو بلکہ اُن لوگوں کو خصوصیت سے غور کرنا چاہیئے جو حضرت اقدس کی مخالفت پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں حضرت صاحب کی مصروفیت کو دیکھئے آپ کے مشاغل گوناگوں پر غور کیجئے تصنیفات کا ایک عظیم الشان سلسلہ شروع ہے غیر مذاہب سے مقابلہ اور مجادلہ بھی ہو رہا ہے سینکڑوں خطوط آتے ہیں۔ اُن کو پڑھتے ہیں جواب لکھنے کے لئے ہدایات لکھکر دیتے ہیں بعض خطوط کے جواب خود لکھتے ہیں۔ تقریریں کرتے ہیں پنجگانہ نماز کے علاوہ تہجد کا التزام ہے اشراق بھی پڑھتے ہیں، مہمانوں کی آمد و رفت بھی شروع ہے، ہر ایک مہمان کی خاطر مدارات کرتے ہیں۔ اس سے باتیں کرنا ضروری سمجھتے ہیں، مخالف لوگوں کے مقدمات کی پیروی کرتے ہیں، اعتراضوں کے جواب بھی دیتے ہیں متاہل بھی ہیں ایسیئے بیوی۔ بال بچے کے حقوق بھی ادا کرتے ہیں، سیر بھی بلا ناغہ کرتے ہیں اور اس پر تقریباً ہمیشہ بیمار بھی رہتے ہیں۔ باوجودیکہ اس قدر معمولات ہیں مگر سکول کے بچوں کی باتیں بھی سنتے ہیں۔ جو بیدھڑک ان تک پہنچ جاتے ہیں اور ان کی شکایات کو رفع کرتے ہیں اللہ اکبر حضرت اقدسؑ کی زندگی خود ایک معجزہ ہے

حضرت مولوی نورالدین صاحب کا ایک واقعہ

یہاں میں ایک واقعہ حضرت مولوی نورالدین صاحب کا بھی لکھتا ہوں جو حضرت اقدسؑ کی حقیقی صحبت سے ان کے رنگ میں بہت حد یک رنگین ہو گئے تھے، یہی سید امجد علی شاہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ ڈاکٹر غلام محمد صاحب (جو اس وقت خدا کے فضل سے لاہور کے ماہر ترین ڈاکٹروں میں سے ہیں) میرے ہم جماعت تھے ایک مرتبہ ڈاکٹر صاحب سکول کے استادوں سے برہم ہو گئے اور مجھ سے ڈھاب (قادیان میں ایک جوہڑ ہے جس کو ڈھاب کہتے ہیں) کے کنارے پر کھڑے ہو کر باتیں کر رہے تھے اور اس ناراضگی کے عالم میں کہہ رہے تھے کہ میں یہ سکول چھوڑ دوں گا۔ اتنے میں حضرت مولوی نورالدین صاحب تشریف لائے انھوں نے ایک ہاتھ تو میرے کندھوں پر رکھا اور دوسرا ہاتھ ڈاکٹر صاحب کے کندھوں پر اور اُن سے نہایت نرمی اور لطف سے باتیں کرتے رہے گویا ڈاکٹر صاحب کے غصہ کو کم کرنے کی کوشش کرتے رہے اور پھر آخر میں مجھ سے کہا کہ دوست دوستوں پر بہت اثر ڈال سکتے ہیں۔ یہ کہکر تشریف

شذرات

از جناب مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی ڈلھوی

الفضل قادیان میں آجکل جناب میاں صاحب کی صحت کے لئے دعاؤں اور ادائے صدقات کی تلقین و تبلیغ ہو رہی ہے ہماری بھی دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں جسمانی اور روحانی دونوں طرح کی صحت عطا فرمائے۔ یہ جو سال میں ایک دو مرتبہ بالعموم ہر شخص بیمار ہو جاتا ہے قدرت کی طرف سے یہ ایک سیفٹی والو (Safety Valve) کی بلند آواز ہے جو اسے اسکی غفلت سے بیدار کرنے کیلئے ہے کہ تمہاری جسمانی یا روحانی حالت خطرہ میں ہے تمہیں چاہیئے کہ تم اپنے جسمانی بائلر (Boiler) کو اعتدال پر لے آؤ یہ موقعہ اللہ تعالیٰ کے حضور خشوع و خضوع کا ہوتا ہے نہ اپنے اغراض کے پروپگنڈا اور دوسروں کی بے جا تعریض و تشنیع کا، مگر جن کی فطرت کا تانا اور پیٹا حسد کے رشتوں سے بُنا گیا ہو اور جنھوں نے اپنی ساری کامیابی کا وسیلہ جھوٹا پروپگنڈا سمجھ لیا ان کی آنکھوں میں گو آنسو ڈھلک رہے ہوں مگر دل شرارت سے باز نہیں رہ سکتے اعوذ باللہ من شر حاسد اذا حسد۔

میاں صاحب کی صحت کے اس نازک مرحلہ پر مولانا شیر علی صاحب نے ایک خطبہ پڑھا ہے جو ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے:۔

"احباب ان رپورٹوں کو روزانہ الفضل میں اور بورڈ پر پڑھتے ہیں جو ڈاکٹر کی طرف سے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کے متعلق شائع کی جاتی ہیں ان رپورٹوں سے ہم سب کو یہ علم ہو چکا ہے کہ حضرت امیر المومنین ان دنوں جسمانی طور پر بہت تکلیف میں ہیں"

خطبہ تبرا کس خطبہ کو کہتے ہیں جس میں اللہ اور اس کے رسول کا ذکر نہ ہو یوں پڑھنے کو آپ نے خطبہ کے شروع میں سورۂ فاتحہ ضرور پڑھی ہوگی مگر خطبہ کا خلاصہ یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ۔ درود شریف قرآن مجید کی ساری دعائیں بلکہ کل قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت سراجاً منیراً سب سمٹ سمٹا کر میاں صاحب کے تنہا وجود میں جمع ہو گئی ہیں اور بدقسمتی سے یہ کان اللہ نزل من السماء کا مصداق سورج قادیانی جماعت کی شامت اعمال سے اب گہنا گیا ہے اسلئے یہ ایک پُن دان کا وقت ہے کہ راہو گرہ کے قبضہ سے اس سورج دیوتا کو چھڑایا جائے (ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ لوگوں کی شامت اعمال سے راہو سورج پر قبضہ کر لیتا ہے تو سورج کو گرہن لگتا ہے)

پس بقول مولانا محمودی جماعت کے جناب میاں صاحب کے ساتھ عشق بلکہ شدعشق کی باتیں ہیں ہمیں اس پر اعتراض کرنے کی ضرورت نہیں ہمیں جس بات پر کچھ کہنا ہے وہ یہ ہے مولانا شیر علی صاحب فرماتے ہیں کہ سورج گہن کے موقعہ پر جماعت کا پُن دان دلیل ہے اس بات کی کہ محمودی جماعت کو "حضور ایدہ اللہ تعالیٰ سے عشق و محبت ہے" (ایسا ہی جیسا ہندوؤں کا سورج گہن کے وقت پھٹا پرانا کپڑا بچا کھچا کھانا اور روپیہ پیسہ پُن کرنا ان کا عشق سورج دیوتا سے ظاہر کرتا ہے) مگر یہ عشق و محبت میاں صاحب کے ساتھ جماعت کو کیوں ہے؟ اسلئے کہ حضور کو جماعت سے بے حد عشق و محبت ہے تو گویا بات چکر کھا کر وہیں آجاتی ہے کہ میاں صاحب سے جماعت کا عشق میاں صاحب کے عشق کا ہی مرہون ہے۔

بابا دل تو گفتن کہ چنیں خوب چرائی؟

یہاں تک تو ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ سب پیر و مرید کیوپڈ (عشق کا دیوتا) (Cupid) کے مریض ہیں۔ ؏

مگر کہتے ہیں کیوپڈ (Cupid) اندھا ہے دیکھ بھال کر تیر چلانا اس کے بس میں نہیں چنانچہ مولانا فرماتے ہیں "مولوی ابوالعطاء صاحب کے جس مضمون کا میں نے ذکر کیا ہے اس میں آپ نے حضور کی ایک تقریر کا اقتباس دیا ہے جو پیغامیوں کے سلسلہ میں حضور نے کی تھی اس میں حضور نے فرمایا تھا کہ جماعت احمدیہ اور پیغامیوں میں یہی فرق ہے کہ پیغامیوں کی صرف ایک انجمن ہے اور اس کا صدر ہے لیکن جماعت احمدیہ کے لئے ایک ایسا امام ہے جو دن رات جماعت کے لئے دل سے دعائیں کرتا رہتا ہے"

مولانا نے برسر منبر فرمودہ ان چند جملوں کا تجزیہ حسب ذیل ہے:۔

الف:۔ مولانا نے ایک ہی جملہ میں میاں صاحب کے لئے تین دفعہ حضور حضور حضور کی رٹ لگائی ہے۔

ب:۔ اور جماعت احمدیہ لاہور کو پیغامیوں پیغامیوں پیغامیوں سے تین دفعہ خطاب کیا ہے۔

ج:۔ پیغامیوں کا صدر ہے اور جماعت احمدیہ کا امام ہے۔

د:۔ جماعت احمدیہ کا امام دن رات (کھانے پینے، سونے اور رفع حاجات اور جماعت کی جاسوسی کی رپورٹیں سننے اور ہدایات دینے، جماعت کو لٹھ بازی کی مشقیں کرانے کے اوقات نکال کر) جماعت کے لئے دل سے دعائیں کرتا رہتا ہے یعنی پیغامیوں کا صدر کبھی دل سے اپنی جماعت کے لئے دعائیں نہیں مانگتا۔

الفاظ کی ان کھڑکیوں سے آپ مولانا شیر علی صاحب کے دل کے اندر کی کیفیت کو بخوبی جھانک سکتے ہیں اس کے اندر اگر ایک طرف حد سے بڑھی ہوئی محبت اور عشق موجود ہے تو دوسری طرف ہمارے لئے غضب بھی اپنی ساری شان کے ساتھ بھڑک رہا ہے ان دونوں جذبات کے حد سے بڑھے ہونے کا نتیجہ یعنی حبک الشیء یعمی ویصم اور غضب فانہ جمرۃ فی قلب ابن آدم اگر کسی شئے کی حد سے بڑھی ہوئی محبت انسان کو اندھا اور بہرا کر دیتی ہے تو غضب بھی ابن آدم کے قلب کے اندر وہ چنگاری ہے جو عقل اور بینش کو جلا کر خاک کر دیتی ہے اگر امر واقعہ ایسا نہیں تو ہم مولانا شیر علی صاحب سے پوچھتے ہیں کہ آپ نمبر ۴ کا ثبوت دیجئے کہ جماعت احمدیہ لاہور کا صدر اپنی جماعت کے لئے دل سے دعائیں نہیں کرتا۔ یہ غیب کا علم آپ کو اور آپ کے حضور حضور حضور کو کیسے ہوا؟

جس طرح یہ سو فیصدی جھوٹ ہے کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا صدر جماعت کے لئے دعائیں نہیں کرتا اسی طرح یہ بھی غلط ہے کہ امام جماعت احمدیہ قادیان دن رات جماعت کے لئے دعائیں کرتا رہتا ہے یہ ہمارا کوئی علم غیب پر مبنی دعویٰ نہیں اخبار الفضل خود ہی شاہد ہے اور فنانشل سکرٹری تحریک جدید کا بڑے زور کا اعلان ہے "جن کا سال نہم کا چندہ سو فیصدی مرکز میں داخل ہو جائے ان کا نام دعا کے لئے بھی حضرت کے حضور پیش ہوگا"

ورنہ خود بخود دعا کرنا تو درکنار ان کی درخواست دعا بھی ردی کی ٹوکری میں فنانشل سکرٹری صاحب پھینک دیں گے بہرحال اس سے اتنا پتہ تو ضرور چلتا ہے کہ قادیان کے دعا خانے یا پیر خانے میں معقول رقم پر معقول دعا ہوتی ہے ثبوت کے لئے دیکھئے گورنمنٹ انگریزی نے قادیان کو سپلائی کے ٹھیکے دیئے تو افریقہ میں حضور کی دعاؤں سے نائیجیریا فتح ہو گیا یہ تبلیغ اسلام ولایت میں مولوی جلال الدین صاحب شمس انگریزوں کو کر رہے ہیں یعنی سرکاری فوجوں اور سامان نے افریقہ فتح نہیں کیا بلکہ قادیانی پیر خانے کی دعاؤں نے محوری پر پہلو کے گولے برسا کر ان کو افریقہ سے بھگا دیا۔

اب بھامبڑی میں احراریوں اور محمودیوں میں جو دنگہ فساد ہو کر مقدمہ چل رہا ہے اگر انگریزی عدالت نے فیصلہ قادیان کے حق میں نہ کیا تو گورنمنٹ کو ابھی ہوشیار رہنا چاہیئے کہ سسلی کبھی فتح نہیں ہوگا۔

یہ معقول رقمیں وصول کر کے دعائیں کرنے کا ڈھونگ ایک نہایت ارزاں پیشہ ہے اور کبھی کبھی ہمیں بھی ان کریم الدین اور لعل خاں ٹائپ کے لوگوں پر رشک آتا ہے اگر جماعت قادیان اور جماعت لاہور میں بقول میاں صاحب یہی فرق ہے اور عقائد و اصول کے اختلاف کے سب جھگڑے فضول ہیں تو چلو ہمارے ساتھ ایک آسان فیصلہ کر لو دعاؤں کی رقمیں یا اجرت جو قادیان میں آئے وہ بطور امانت ایک بینک میں جمع ہو ایک کمرے میں جناب میاں صاحب دعاؤں میں لگ جائیں دوسرے کمرہ میں ہم دعاؤں میں معروف ہونگے جو معطیوں کے حق میں زیادہ دعا کرے اسے ماہوار وہ رقم دیدی جایا کرے، اگر دعاؤں کے پر اثر ہونے کا عذر ہو تو مہینہ کے بعد ہم اپنی دعائیں شائع کر دیں گے اور میاں صاحب اپنی دعائیں چھاپ دیں اور ججوں کی ایک کمیٹی فیصلہ کرے جس کی دعائیں پُر اثر ہیں اسے وہ روپیہ دیدیا جائے۔ اور اگر قبولیت دعا کی شرط ہو تو ایک ماہ میاں صاحب معطیوں کے حق میں دعا کریں اور دوسرے مہینے ہم دعا کریں گے اور پھر فیصدی قبولیت دیکھ لی جائے۔ اس صورت میں ہم یہ رقم خود نہ لیں گے بلکہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کو دیدیں گے، ہم اگرچہ گنہگار بندے ہیں اپنی معمولی تنخواہ میں گذارہ کرتے ہیں دعاؤں کا ڈھونگ رچا کر لوگوں کو دھوکہ نہیں دیتے اس لئے ہمیں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری مدد کرے گا اور جماعت احمدیہ لاہور کی صداقت کو ظاہر کرے گا۔

اب اس سے پیشتر کہ ہم جماعت قادیان کے امام کا عشق ۱ اور جماعت قادیان کا اپنے امام سے عشق ۲ کسی معیار پر رکھیں ان کے حسب حال ایک لطیفہ سنیئے:۔

ایک انگریز نے کسی دوسرے انگریز کی گھڑی چرائی، سراغرسانی کا کمال سمجھئے کہ گھڑی چرانیوالے صاحب پکڑے گئے اور مقدمہ عدالت میں پیش ہوا ملزم کے وکیل نے کچھ ایسے پختہ دلائل دیئے کہ مجرم کو صاف بچا لیا اور جج صاحب نے بڑے زور سے کہا کہ ایسا شخص ہرگز چور نہیں ہو سکتا مجرم کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی وہ وکیل کی مدلل اور جرم پاش بحث سے ایسا خوش ہوا کہ اپنے کوٹ کی اندر کی جیب سے وہی چوری کی گھڑی نکال کر عدالت میں کھڑے کھڑے وکیل صاحب سے کہا کہ "شاباش یہی قیمتی گھڑی میں تمہیں انعام دیتا ہوں"۔ اس لطیفہ کے بعد قادیانی جماعت کے عشق ۱ اور عشق ۲ پر میاں صاحب کی اپنی رائے سنیئے:۔

اس شہادت کے سننے سے پیشتر مدیر الفضل، مولانا شیر علی صاحب۔ ابوالعطاء اور حضرت میاں صاحب سے ہم اپنی گستاخی کی معافی مانگتے ہیں کہ قادیانی جماعت کا عشق ۱ اور عشق ۲ مذکورہ لطیفہ سے مماثلت رکھتا ہے۔

جماعت کو حضرت میاں صاحب سے کتنے ڈگری کا عشق ہے سو وہ اس سے ظاہر ہے کہ اس کناروں سے اچھلتے ہوئے عشق کا جوش معلوم کرنے کے لئے مقصود کو ایک جاسوسی محکمہ قائم کرنا پڑا تا رات کی تاریکیوں میں جب جماعت کے لئے دل سے دعا کی تڑپ آپ کو بیقرار کر دے تو اس سے پتہ

یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ جماعت کے کس کس بزرگ کے دل میں حضور کا عشق کتنے درجہ اوپر چڑھتا اور کتنے درجے نیچے گرتا ہے اس محکمہ کی روئداد قابل ملاحظہ ہے، اگر قادیانی دوست ڈاک کے ٹکٹ ہمیں بھیجیں تو صرف ایک آنہ میں یہ روئداد شائع شدہ مل سکتی ہے۔

اب سنیئے میاں صاحب کی اپنی شہادت کہ جماعت کو ان سے کتنا عشق ہے تو ان کو بذریعہ کشف یہ دکھایا گیا کہ ان کی جماعت میں پانچ سو منافقین ہیں ان کے نام معہ ان کی شکلوں کے حضور کو بتا دیئے گئے سوء اتفاق ہی سمجھئے کہ یہ طولانی فہرست میانصاحب کے حافظہ سے اتر گئی کیونکہ باوجود مطالبہ کے وہ نام میاں صاحب نے آجتک نہیں بتائے بلکہ ان کے نام معلوم کرنے کے لئے جاسوسی کا محکمہ قائم کرنا پڑا۔ حضرت میاں صاحب کی برسر منبر یہ شہادت اور محکمہ جاسوسی کا اجرا کیا اس امر کا کافی ثبوت نہیں کہ جماعت کو حضور کے ساتھ کتنا عشق ہے جو رات بھر میاں صاحب کو بیقرار رکھتا ہے۔

ہم قادیانی جماعت کی اس سرشت سے بھی بخوبی واقف ہیں جب میاں صاحب پر کوئی اعتراض کیا جاتے تو جھٹ وہی اعتراض قرآن مجید یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وارد کر دیتے ہیں بلاشبہ یہ تاریخی واقعہ ہے کہ منافقین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی موجود تھے مگر حضور صلعم نے ان کے لیئے کوئی جاسوسی کا محکمہ قائم نہ کیا اور جب وحی الٰہی نے بتا دیا تو ایک ایک منافق کو کان سے پکڑ کر باہر نکال دیا گیا۔ مگر یہاں منافقین کے ساتھ عشق اس قدر بڑھا ہوا ہے کہ باوجود نام بتائے جانے کے ادعا کرنے کے ان کو چھپایا جاتا ہے دوسرا فرق یہ ہے کہ وہاں منافقین کی تعداد قلیل تھی اور یہاں آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا معلوم ہوتا ہے اگر ایسا نہیں تو میاں صاحب کم از کم قادیان کے ۲۰۰ مؤمنیں کی فہرست ہی شایع کر دیں تا معلوم ہو کہ مؤمنین کی تعداد منافقین سے زیادہ ہے

پھر یہ ایک عجیب بات ہے جس کی نظیر منافقین اولیٰ میں نہیں ملتی کہ وہ لوگ جو کسی وقت میانصاحب کے عشاق میں سے سمجھے جاتے ہیں اور غریب پیغامیوں کو گالیاں دیتے ہیں کیونکہ میانصاحب کے عاشق کی پہلی شناخت یہ ہے کہ وہ حضرت مولانا محمد علی صاحب ایدہ اللہ بنصرہ العزیز اور آپ کے ہم خیال لوگوں کو سخت سے سخت گالیاں دیتا ہو دور کیوں جاؤ مولانا شیر علی صاحب کو ہی دیکھ لو کہ ایک چھوٹے سے جملہ میں میانصاحب کو تین دفعہ حضور حضور حضور کہنا کافی نہیں سمجھا گیا کہ آپ کا نام عاشقین محمود میں شمار کیا جاتے بلکہ ایسے مرنجاں مرنج بزرگ کو بھی برسر منبر ہم خیالان حضرت مسیح موعود کو پیغامی۔ پیغامیوں کا سلسلہ۔ پیغامیوں اور پیغامیوں کی انجمن اور اس کا صدر وغیرہ وغیرہ القابل الفاظ

کہنے ہی پڑے۔ وائے بر آں قوم جس میں دشنام وہی سے عشق کا بلند مرتبہ ملتا ہو مگر غضب تو یہ ہے کہ انہی عشاق میں سے جس کا درجہ عشق ذرا اور بلند ہو جاتا ہے وہی منافق قرار پا جاتا ہے، اس بلند منزل عشق پر پہنچنے کے بعد دیگرے تین تو بدیران الفضل پہنچ چکے ہیں کیونکہ اخبار الفضل اس فضیلت کے حاصل کرنیکا بہترین ذریعہ ہے۔

منافقت کی دوسری منزل پر پہنچنے کا دوسرا زینہ "کتاب گھر" قادیان ہے غالباً مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:

> عشق اول سرکش و خونی بود
> تا گریزد ہر کہ بیرونی بود

اس الٰہی خلافت کے زمانہ میں یہ شعر بھی الٹ کر یوں ہو گیا ہے:

> عشق آخر سرکش و خونی بود
> تا گریزد ہر کہ بیرونی بود

اللہ تعالیٰ اس "کتاب گھر" کے بانی کو بخشے (اور موجودہ "کتاب گھر" قادیان کو عبرت بخشے) فاروق کے فائل اس پر گواہ ہیں کہ کس قدر گالیاں اور مغلظات حضرت امیر رضہ کو دی گئیں مگر بالآخر سرکار محمود سے اس عاشق محمود کو راس رئیس منافقین کا خطاب ملا اور اس جرم میں شہید کر دیا گیا۔ اس کے علاوہ کتنے عشاق محمود ہیں جو اس خونی عشق کی بالآخر تاب نہ لا کر قادیان سے بھاگ گئے اور منافقوں کے سردار کہلائے۔

جماعت کا اپنے امام کے ساتھ اور امام کا اپنی جماعت کے ساتھ بڑھا ہوا عشق طغیانی پر ہی تھا کہ غالی عاشقوں کا گروہ یعنی قادیانی جماعت کے مبلغین کو سؤر کا خطاب دیا گیا، سبحان اللہ ان واقعات سے کس قدر عشق و محبت جناب میاں صاحب کا جماعت سے اور پھر جماعت کا امام جماعت سے ظاہر ہو رہا ہے! اور یہ خمیازہ ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالمقابل کسی اور انسان کے ساتھ اس قدر محبت کرنے کا اور یہ سزا ہے محبت میں غلو کرنے کی تا دامان مسیح موعود کو گالیاں دینے کی فاعتبروا یا اولی الابصار۔ حضرت مسیح موعود کے لگائے ہوئے باغ کے قیمتی پودوں کی تحقیر کر کے محض جاسوسوں اور پہرہ داروں کے بھروسہ پر کوئی سکھ کی نیند نہیں سو سکتا ؎

> جلا کر شمع پر دانے کو شب بھر آپ بھی روئی
> مفت میں لے غرور حسن تو نے آبرو کھوئی

سلسلہ میں شمولیت

مندرجہ ذیل احباب حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے دست مبارک پر بیعت کر کے سلسلہ میں داخل ہوئے ہیں۔ خدا تعالیٰ انہیں استقامت عطا فرمائے آمین۔

(۱۰۳) ممتاز بیگم صاحبہ۔ ضلع ہزارہ
(۱۰۴) حاجی محمد صاحب (ضلع ڈیرہ غازی خاں
(۱۰۵) ارشد اختر صاحب۔ لاہور۔

زکوٰۃ

قابل توجہ باتیں

از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

اس بارے میں سکرٹری صاحب کی طرف سے چٹھیاں احباب کو موصول ہو چکی ہوں گی میں دو تین باتوں کی طرف خصوصیت سے توجہ دلانا چاہتا ہوں:۔

۱۔ جمع شدہ مال کا چالیسواں حصہ خدا کی راہ میں ہر سال دینا خدا اور اس کے رسول کا حکم ہے جس شخص کا خدا اور اس کے رسول پر ایمان کا دعوےٰ ہے اسے مال سے محبت کر کے خدا کے حکم کو ٹالنا نہ چاہیئے یہی مال کی محبت یورپ کی قوموں میں انتہاد کو پہنچکر آج دنیا پر اس عذاب کو لائی ہے جو تمام عالم پر محیط ہے اور قیامت آنے سے پہلے دنیا میں ایک قیامت برپا ہو چکی ہے مال سے محبت کر کے خدا کے حکم کو ٹالنے والے فی الحقیقت خدا کو نہیں بلکہ مال کو اپنا معبود بناتے ہیں۔

۲۔ زکوٰۃ کا بیت المال میں جمع ہو کر وہاں سے مستحقین میں تقسیم ہونا یا اعلائے کلمۃ اللہ کے لیئے خرچ ہونا خدا اور اس کے رسول کا حکم ہے، ہماری قوم کو اللہ تعالیٰ نے تبلیغ اسلام کے کام پر کھڑا کر کے بیت المال بھی دیا ہے جہاں سے زکوٰۃ اپنے صحیح مصرف پر خرچ ہوتی ہے۔ البتہ انجمن نے جو خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے اس بنائے حدیث یہ اجازت دی ہے کہ ایک تہائی زکوٰۃ کی ہر شخص اپنے طور پر اپنے قریبی مستحقین پر خرچ کر سکتا ہے باقی دو تہائی ضروری ہے کہ بیت المال میں آئے۔

۳۔ جمع شدہ مال میں وہ زیور بھی شامل ہے جو لوگ سونا جمع کرنے کے لئے یا عورتوں کے پہننے کے لئے بنواتے ہیں مگر حدیث صحیح میں صریح حکم ہے کہ زیور پہننے سے زکوٰۃ سے مستثنےٰ نہیں ہوتا سونے اور چاندی کو کوئی قفل کے اندر رکھ چھوڑے کوئی بنک میں جمع کر دے کوئی اپنے جسم پر بوجھ لادے پھرے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

۴۔ زکوٰۃ فی الحقیقت اس مال سے ادا کی جاتی ہے جو انسان کے پاس جمع ہو۔ سونے میں سے سونا چاندی میں سے چاندی۔ اونٹوں میں سے اونٹ۔ بکریوں میں سے بکریاں۔ غلہ میں سے غلہ وغیرہ۔ آج جب سب چیزوں کے نرخ گراں ہو گئے ہیں تو جب روپیہ بھیجا جائے تو رائج الوقت نرخ کے لحاظ سے بھیجا جائے۔ ایک شخص کا پچاس من غلہ ہے تو اس کی زکوٰۃ پانچ سو روپے پر واجب الادا ہے کیونکہ غلہ کی قیمت دس روپے من کے قریب ہے۔ ایک شخص کے پاس پچاس تولہ سونا ہے یا ایک عورت کے زیور میں پچاس تولے سونا ہے تو زکوٰۃ ۵۰×۸۰ یعنی چار ہزار روپے پر واجب الادا ہے کیونکہ سونے کی قیمت اسی (۸۰) روپے تولہ ہے۔ اس کا چالیسواں حصہ ایک سو روپیہ ہوگا۔ یا وہ سوا تولہ سونا دیدے یا زیور کا کوئی حصہ اس وزن کا دیدے۔

زیور میں سے صرف سونے اور چاندی کے وزن پر زکوٰۃ ہے۔ اگر جڑاؤ زیور ہے تو نگینوں وغیرہ پر زکوٰۃ نہیں ہے

محمد علی

دار السلام۔ ڈلہوزی

قادیانیت سے توبہ

بحضور جناب حضرت امیر صاحب ادام اللہ فیوضہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ابتدا میں عجلت کر کے میں نے جناب صاحبزادہ (میاں محمود احمد صاحب) کی تحریری بیعت کر لی تھی اور بعد میں کچھ عرصہ سے منشی محمد بخش صاحب سکنہ نگر دمتری کی صحبت مجھے میسر آئی۔ مجھے انہوں نے اچھی طرح ذہن نشین کرا دیا ہے۔ کہ درحقیقت حضرت صاحب کا دعوےٰ مجددیت کا تھا۔ مجددیت کا تھا شان اور قرب کا سوال ایک جداامر ہے حالات اور مفاسد زمانہ خدمات اور جد و جہد پر اللہ جسکو زیادہ قرب عطا فرمائے وہ مالک ہے مگر مجھے یہ پوری طرح یقین ہو گیا ہے کہ نبوت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت صاحب (حضرت مسیح موعود) قطعاً ختم سمجھتے تھے۔ اور نبوت حقیقی کے دعویدار کو قطعی ملعون اور مردود اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے تھے۔

اس طور میں حضور کے مسلک کو حق پر سمجھتا ہوں اسلئے میں حضور کے دست مبارک پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ بیعت کرتا ہوں میرے لیئے دعا فرما دیں۔

مجھے حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی تفسیر انوار القرآن منشی محمد حسین صاحب نے دی تھی جس نے مجھے کمال گرویدہ کر لیا اللہ تعالیٰ حضرت ڈاکٹر صاحب کو بلند درجات عطا فرمائے۔

راقم: حاجی محمد ولد غلام حیدر خاں سکنہ سوکڑ ضلع ڈیرہ غازی خاں

خطابت

مقرر کی چند ضروری خصوصیات

نوٹ:- ہمارے نوجوان دوست مرکز میں اور بیرونی جماعتوں میں بھی تقریر کرنے کی مشق کر رہے ہیں۔ اگر وہ مندرجہ ذیل خصوصیات کو ملحوظ رکھیں گے تو امید ہے انہیں فن تقریر کو حاصل کرنے میں بہت مدد ملے گی۔ (مدیر)

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جسمانی حالت وکیفیت یعنی مقرر کے اعضاء کے موزوں حرکات تقریر کی اصل روح رواں ہے۔ ایک مقرر اگر نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ تقریر کرے اور اس کا استدلال بھی بہت صحیح ہو۔ لیکن اگر اس کی جسمانی حرکات اس سے مطابق نہیں تو تقریر میں کچھ اثر نہ ہوگا۔ اس میں شبہ نہیں کہ بڑے بڑے لیکچرار اس سے ہمیشہ احتراز کرتے رہے۔ لیکن اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ تقریر میں بہت زیادہ اثر پیدا کرنے والی یہی چیز ہے۔ اسی ذریعہ سے مقرر کا جوش اور جذبات دلی ظاہر ہوتے ہیں۔

حاصل یہ ہے کہ چہرہ کی بناوٹ، آنکھ کے اشارے، ہاتھوں کی جنبش، جسم کی حرکت تقریر میں خاص اثر رکھتی ہے لیکن ان سب باتوں کے لئے اعتدال بھی شرط ہے ورنہ تقریر متانت کے احاطہ سے نکل کر ظرافت اور تمسخر کے حدود میں داخل ہو جائے گی اور اس کا اثر بالکل کافور ہو جائے گا۔

واقعات متعلقہ تقریر کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ واقعات متعلقہ پر تقریر کی جائے۔ غیر متعلق امور جو اصل مضمون تقریر سے کچھ تعلق نہیں رکھتے ان کو تقریر میں ہرگز شامل نہ کرنا چاہئے۔ تقریر میں طول بھی مناسب نہیں ... اور ایسے الفاظ استعمال کرنے چاہئیں جو تقریر میں زور پیدا کر دیں۔ نپولین بہت چند منٹ تقریر کرتا تھا لیکن کل فوج میں اس سے ایک فوری جوش پیدا ہو جاتا ... واٹرلو میں اس نے صرف پندرہ منٹ تقریر کی تھی لیکن اس کی آواز تمام دنیا میں گونج اٹھی۔

اسی کے ساتھ یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ تقریر کی ابتدا نہایت اہم ہے۔ اس کا آغاز نہایت عمدہ ہونا چاہئے کہ تمام سامعین متوجہ ہو جائیں۔ اور ان کو یہ معلوم ہو جائے کہ اسپیکر کوئی اہم بات کہنا چاہتا ہے۔ جو قابل سننے کے ہے اور اس کے دل میں جوش بھرا ہوا ہے اور تقریر میں بھی زور رفتہ رفتہ بڑھنا چاہئے۔ بعض لیکچراروں کا یہ قاعدہ ہوتا ہے کہ ابتدا ہی میں طوفان اٹھا دیتے ہیں، لیکن آخر تک اس کو نبھال نہیں سکتے اور ان کی تقریر آخر میں سست ہو جاتی ہے، اور جوش کم ہو جاتا ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اسپیکر کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔

اخیر میں یہ بھی بتلانا ضروری ہے، کہ تقریر میں ضرب المثلیں۔ مقولے، لطائف و ظرائف خاص اثر رکھتے ہیں۔ بعض اسپیکر آہ و فریاد سے تقریر میں زور پیدا کرتے ہیں اور بعض استفہامیہ فقروں سے کام لیکر تقریر کی تاثیر بڑھاتے ہیں۔ اسپیکر تقریر کرتے وقت جب ایک سوال کر بیٹھتا ہے تو تمام سامعین متوجہ ہو جاتے ہیں۔ یہی طریقہ سسرو اور ڈیماستھنیز کا بھی تھا وہ لوگ اپنی تقریر میں سوالات سے بہت کام لیتے تھے۔ سسرو لکھتا ہے کہ خود دشمنان گریکس ڈھاریں مار مار کر روتے تھے۔ جب اس نے کہا "آہ میں مظلوم اور کمبخت اب کہاں جاؤں؟ کیا دارالسلطنت کو جاؤں؟ لیکن وہاں تو میرے بھائی کا خون بہ رہا ہوگا۔ کیا اپنے گھر کو جاؤں؟ لیکن وہاں میں اپنی ماں کو ذلیل و خوار اور سرگرم نالہ و فریاد کن آنکھوں سے دیکھ سکوں گا؟ افسوس! ہائے افسوس!!" اچھے خطیب کے لئے جن چیزوں کی ضرورت ہے ان میں سب سے زیادہ اہم قوت تخیل ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ تقریر کی عمدگی زیادہ تر مقرر کی قوت تخیل پر منحصر ہے۔

ارسطو نے لکھا ہے کہ استعارات کو خطیب اور تشبیہات کو شاعر زیادہ استعمال کرتے ہیں۔ برک کو استعمال استعارات میں بہت کمال حاصل تھا۔ اور زمانہ سلف سے اب تک خطباء کا اس پر عمل در آمد چلا آتا ہے۔

جذبہ واحساس علاوہ بریں تقریر کے لئے جذبہ و احساس کا ہونا بھی ضروری ہے۔ اگر تقریر میں کوئی جذبہ نہیں ہے تو خوب یاد رکھو اس کا دلوں پر کوئی اثر نہیں ہو سکتا جذبات کا ہمارے دلوں پر اسی وجہ سے اثر ہوتا ہے کہ وہ مقررین کے دل سے ابھرتے ہیں، اور اسی وجہ سے دل پر اثر کرتے ہیں مثل مشہور ہے

"ہرچہ از دل خیزد بر دل ریزد"

شکاریوں کو یہ ایک عام وہم ہوتا ہے کہ اگر گولی خون میں ڈبو دی جائے تو وہ کبھی خطا نہیں کرتی ایک بڑے شخص کا قول ہے کہ جو شخص اپنی تقریر سے دلوں میں آگ نہیں پیدا کر سکتا اس کی تقریر اس قابل ہے کہ اسکو آگ لگا دی جائے جو مقرر کہ سامعین کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہے اس کے لئے یہی ضروری نہیں کہ عمدگی کیساتھ مضمون کو بیان کر دے۔ بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ان مضامین میں خود بھی غرق ہو جائے ایسی حالت میں اس کی تقریر محض اوپری زبان سے نہ ہوگی بلکہ دل سے ہوگی، اور وہ دل میں بیٹھ جائے گی۔ لارڈ ارسکن کہا کرتا تھا کہ "خود ہمارا دل ہی چشمۂ بلاغت و خطابت ہے"۔ بہت سے لیکچرار اور خطیب جو اس فن میں ناکامیاب ہو جاتے ہیں اس کی یہی وجہ ہے کہ وہ خود محسوس نہیں کرتے۔ اگر آدمی عمدہ خطیب بننا چاہتا ہے تو اسکو چاہیئے کہ وہ خود متاثر ہو جس آگ کو وہ دوسروں کے دلوں میں لگانا چاہتا ہے۔ ضرور ہے کہ اسکا دل بھی اس سے خالی نہ ہو۔ جو استدلال کہ دل سے نہ پیدا ہوا ہو اس میں ہرگز کوئی تاثیر نہ ہوگی بیرسٹر جو ملزم کی بے گناہی پر بحث کرتا ہے اگر اس کے دل میں اسکا درد نہیں ہے تو یہ یاد رکھو عدالت پر بھی اسکا کوئی اثر نہ ہوگا۔

ظرافت ظرافت کا ہر خطیب میں ہونا ضروری ہے۔ اس سے صرف یہی فائدہ نہیں کہ سامعین کی طبیعت میں اس کے ذریعہ سے تازگی پیدا ہو جاتی ہے، بلکہ استدلال میں بھی اس سے بہت کچھ زور پیدا ہو جاتا ہے۔ بہت سے منطقی استدلال اس کے سامنے ہوا ہو جاتے ہیں۔ اور مخالف کی پر زور بحثیں چند الفاظ میں بے اثر ہو جاتی ہیں۔ برٹش پارلیمنٹ میں کیننگ کے طنزیہ فقرے قوی استدلال سے بھی زیادہ موثر ثابت ہوتے تھے اور مخالفین اس کے آلہ سے ہمیشہ خائف رہتے تھے۔ شریڈن کے متعلق بھی کہا جاتا ہے کہ اس کی جادو بیانی کا یہ ایک بہت بڑا آلہ تھا۔ صرف اسی کی بدولت "ولیم پٹ" اس کو اپنا ایک خطرناک حریف سمجھتا تھا۔

فیلڈلفیا کی عدالت میں ایک مرتبہ ایک مقدمہ پیش تھا۔ وہاں کے ایک پٹرسن نامی وکیل نے تین روز تک مسلسل اس میں بحث کی۔ فریق ثانی کی طرف سے نیویارک کا نامور وکیل جارج ڈو تھا جب وہ جواب دینے کے لئے کھڑا ہوا تو اس نے اپنی تقریر کو اس طرح شروع کیا "حضور والا! و دیگر جیوری صاحبان! اگر آپ لوگ میری بحث کو غور کے ساتھ سنیں گے تو مجھے یقین ہے کہ یہ تین روز تک جو آپ لوگ بادلوں میں رہے ہیں وہاں سے اتر کر زمین پر چلنے لگیں گے"۔ ان جملوں کا ایسا فوری اثر ہوا کہ گویا آگ پر پانی پڑ گیا۔ حاصل یہ ہے کہ اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے ظرافت سے زیادہ کوئی فوری ذریعہ نہیں ہے۔

ہم نے جو خصوصیات خطابت کے اوپر بیان کئے ہیں صرف انہی امور پر خطابت موقوف و منحصر نہیں ہے، عمدہ تقریر کی تمام خصوصیات بیان کی جا سکتی ہیں۔ لیکن یہ ناممکن ہے کہ کوئی شخص ان تمام امور کا احاطہ کر سکے جن پر حسن و جمال کا دارومدار ہے ہم ایک دلفریب صورت کو دیکھ کر بے چین ہو جاتے ہیں لیکن اگر ہم سے یہ پوچھا جائے، کہ خاص طور پر اس کی کس چیز نے ہمکو مضطرب کیا تو ہم اسکو ہرگز بیان نہیں کر سکتے۔ گویا کہنا ہے کہ خوبصورتی ناقابل بیان ہے۔ حضرت ذوق دہلوی نے اس مضمون کو کیا خوب ادا کیا ہے

تفنگ و تیر ظاہر میں نہ تھا کچھ پاس قاتل کے
الٰہی میرے دل پر تاک کر مارا تو کیا مارا

یہی حال بالکل خطابت و حسن تقریر کا ہے۔ اس کی کشش کے وجوہ و اسباب کا پورے طور پر بیان کرنا ناممکن ہے۔ ہم صرف یہی کہہ سکتے ہیں کہ یہ خدا کی دی ہوئی ایک قوت ہے ایک ناممکن البیان سحر ہے جو دلوں کے دروازے کھول دیتا ہے، آنکھوں سے آنسو ٹپکاتا ہے اور دلوں کو خوشی یا غم سے بھر دیتا ہے۔ خود خطیب بھی نہیں بتلا سکتا کہ اس کا لیکچر کیوں اس قدر موثر ہوا۔ نپولین سے ایک شخص نے سوال کیا کہ تم نے ایسی فتوحات عظیم کیوں کر حاصل کیں۔ اس نے جواب دیا کہ یہ خدا کی دی ہوئی چیز ہے، مجھکو خدا نے ایسا ہی بنایا اور میں کچھ نہیں کہہ سکتا"

حاصل یہ کہ خطابت ایک فطرتی ودیعت ہے۔ قواعد اور اصول کے ذریعہ اسکا حصول ناممکن ہے، اگر یہ ضرور ہے کہ امور ذیل پر غور کرنے سے اگر کسی شخص میں نیچرل طور پر یہ قوت ہے تو بہت کچھ مدد مل سکتی ہے۔ وہ امور حسب ذیل ہیں:-

زبان اچھی زبان خطیب کے لئے نہایت ضروری ہے۔ یہ تقریر کی عمدگی اثر کو بڑھاتی ہے، ایک خوبصورت شخص کو بہت برا لباس پہنا دو اس کی کشش و حسن کا اثر بہت کم باقی رہ جائے گا۔ خطیب کے لئے قادر الکلامی کی ضرورت ہے اور یہ بذریعہ کتب بینی کے حاصل ہو سکتی ہے، اور مضمون نگاری ترجمہ اور گفتگو سے اس میں بہت کچھ اضافہ ہو سکتا ہے بڑے بڑے انشاء پردازوں کی تحریروں کو دیکھنے اور عمدہ شعراء کے دواوین کے پڑھنے اور اس کو از بر کر لینے سے بہت کچھ فائدہ ہوتا ہے خطیب کو اسلئے ضروری ہے کہ اپنے فرصت کے اوقات میں مشہور نظم و نثر کی عمدہ کتابوں کو دیکھا کرے، ان میں جو اچھے خیالات یا جملے ہوں ان کو از بر یا نوٹ کر لے۔ اس پر تمام بڑے بڑے شعراء اور خطباء کا عمل رہا ہے ولیم پٹ اپنی نوعمری کے زمانہ میں انگریزی و لیٹن کے بڑے بڑے شعراء کے کلام کو پڑھا کرتا تھا۔ شکسپیئر کے اکثر فصیح و بلیغ جملے اسکو از بر تھے۔ فاکس علم و ادب کا شائق تھا۔ وہ برابر ہومر اور ورجل کو اپنے مطالعہ میں رکھتا تھا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ جس شخص کو تقریر کرنے کا شوق ہو اس کو ہمیشہ عمدہ مصنفین اور خصوصاً نامور شعراء کے کلام کو پڑھنا چاہیئے۔ ارسکن جو وکلاء میں سب سے زیادہ اچھی انگریزی بولتا تھا اس نے وکالت شروع کرنے کے دو سال قبل۔ انگریزی لٹریچر کو بہت محنت سے پڑھنا شروع کر دیا تھا۔ شکسپیئر کی کتابیں تو ...

پوری پوری گھنٹوں تک وہ شیکسپیئر کے محاورات و زبان میں گفتگو کرتا تھا۔ ولیم پیکنی نے تو ابتدائے شباب سے یہ التزام کر لیا تھا کہ جو عمدہ محاورات اور جملے اسکو پڑھنے میں آتے تھے۔ ان کو وہ لکھ لیا کرتا تھا۔ اور حفظ بھی کر لیتا تھا۔

ترجمہ بھی اصلاح زبان کیلئے اچھا ہے اس سے زبان پر قدرت حاصل ہوتی ہے مافی الضمیر کے اظہار میں مہارت پیدا ہوتی ہے اور اس کے ذریعہ سے آدمی قادر الکلام ہو جاتا ہے نامور خطباء نے اس پر عمل کیا ہے سسرو نے گریک زبان کے ترجمہ سے اپنی لغوی قابلیت بڑھائی تھی۔ لارڈ چیسٹر فیلڈ یورپ کا نامور لکچرار انگریزی سے فرنچ اور فرنچ سے انگریزی میں ترجمہ کیا کرتا تھا۔ ولیم پیکنی تو لغت کی کتابوں کا ہمیشہ مطالعہ کیا کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ الفاظ کے معلومات بڑھانے کا اس سے زیادہ قوی ذریعہ نہیں ہے۔

مذکورہ بالا مضامین سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ تقریر میں عمدہ اور فصیح الفاظ ہی کا استعمال ہی سب کچھ ہے۔ بلکہ یہ یاد رہے کہ تقریر کا اصل موضوع اثر ہے اور یہ امر معقول استدلال سے زیادہ تر حاصل ہو سکتا ہے۔ عمدہ وکیل کی یہ خواہش نہیں ہوتی کہ میں فصیح و بلیغ یا پر جوش تقریر کروں بلکہ اس کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ ملزم بری ہو جائے۔ لارڈ چیتھم کے لئے کہا گیا ہے کہ اس کی خوش بیانی اس کی عقل پر مبنی تھی۔ وہ اپنی تقریر میں جذبات سے کام نہیں لیتا تھا۔ بلکہ اس کی تقریر کی خصوصیت یہ تھی کہ معاملات کو نہایت صفائی کے ساتھ مدلل بیان کیا کرتا تھا جو سامعین کے دل میں اتر جایا کرتے تھے

فن خطابت سیکھنے کا جن لوگوں کو شوق ہے ان کو چاہیئے کہ اپنے زمانہ کے نامور لیکچراروں کی تقریروں کو بھی سنا کریں اور غور کریں کہ ان کی قبول عام کی کیا وجوہ ہیں پرندوں کے بچے پہلے اپنے ماں باپ سے اڑنا سیکھتے ہیں کہتے ہیں لندن میں چیتھم کی تقریروں کو پٹ پارلیمنٹ میں آکر سنا کرتا تھا اور کچھ دنوں کے بعد وہ خود بھی بڑا اسپیکر ہو گیا۔

مضمون نگاری خطیب کے لئے نہایت مفید ہے۔ اس سے اظہار خیالات کی مشق حاصل ہوتی ہے۔ عمدہ و فصیح و موزوں و مناسب الفاظ کے استعمال کا مذاق پیدا ہو جاتا ہے۔ الفاظ کی نشست و بندش کا اندازہ ہو جاتا ہے اور ان امور سے تقریر میں بہت کچھ مدد ملتی ہے۔

آواز کا خوش آیند ہونا اور اس کا تالثر بھی خطابت کے روح رواں۔ دل پر اس کا خاص اثر ہوتا ہے۔ خطیب اگر خوش آواز ہو تو اس کی تقریر کا بہت بڑا اثر ہوگا۔ لیکن

این سعادت بزور بازو نیست

لکچر کی تیاری } کسی عام جلسہ میں بغیر پیشتر سے تیار ہونے لیکچر دینا اگر محال نہیں تو دشوار ضرور ہے۔ یہ امر ہے کہ جب تک مضامین تقریر اور ان کی ترتیب اسپیکر کے ذہن نشین نہ ہو وہ عمدہ تقریر نہیں کر سکتا۔ بغیر پیشتر کی تیاری کے جو لوگ تقریر کرتے ہیں وہ عموماً ناکامیاب رہتے ہیں۔ یہ تیاری دو طرح پر کی جاتی ہے۔

(۱) بعض لوگ محض اپنے قوت تخیل و حافظہ سے کام لیتے ہیں۔ تقریر کی پوری سکیم کو پہلے سے ذہن نشین کر لیتے ہیں اور اپنی قوت حافظہ کی مدد سے کام لیتے ہیں۔ یہی طریقہ عام طور پر ہمارے علمائے کرام کا رہا ہے اور اب بھی ہے۔ مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہید دہلوی مولانا محمد قاسم صاحب دیوبندی۔ مولوی عبدالرب صاحب دہلوی، مولوی ابراہیم صاحب آروی مولوی سلامت اللہ صاحب جیراجپوری اور دیگر واعظین جن کی جادو بیانی آج زبان زد خاص و عام ہے۔ کوئی یادداشت اپنی تقریر کے لئے نہیں بناتے تھے۔ یہ لوگ محض قوت تخیل و حافظہ اور اپنے انتقال ذہنی سے کام لیتے تھے۔

(۲) بعض لوگ پوری تقریر کو نہیں لکھتے بلکہ اپنی تقریر کی ذہن میں ایک اسکیم اور پلین قائم کر کے اس کا ایک خلاصہ بنا لیتے ہیں، اور مضامین کے عنوان کو لکھ لیتے ہیں اور اس کی مدد سے تقریر کرتے ہیں۔ بہرکیف دونوں صورتوں میں جو اوپر بیان کی گئی ہیں یہ امر ضروری ہے کہ تقریر کئی بار دہرالی جائے۔ اور جب تک پورے طور پر نقش فی الحجر نہ ہو جائے کسی عام جلسہ میں تقریر کرنا مناسب نہیں۔

اس میں شبہ نہیں کہ عموماً تمام لیکچرار واقعات کو لکھکر ازبر کر لیتے ہیں۔ شریڈن اپنی تقریر کو اس قدر قبل سے حفظ کرتا تھا کہ جس شخص کو اس کے حالات سے پوری آگاہی نہیں وہ ہرگز اس پر اعتبار نہیں کر سکتا۔ نامور جادو بیان کینگ کا بھی حال تھا۔ وہ کہا کرتا تھا۔ دوستو الہام کا زمانہ گذر گیا۔ میری جادو بیانی میری یادداشت (خلاصہ) پر مبنی ہے۔ پلنکٹ چند پر جوش فقرے پہلے سے یاد کر لیتا تھا اور اپنی تقریر میں موقعہ و محل سے چسپاں کر دیتا تھا۔ لوسوٹ کو جس روز لکچر دینا ہوتا تھا۔ اس سے ایک روز پہلے سب دلائل کو نوٹ کر لیتا تھا۔ اور دل ہی دل میں کئی بار دہرالیتا تھا۔ لارڈ میکالے تو اپنی اسپیچ کو لفظ بلفظ یاد کر لیتا تھا اور اس پر بھی بعض وقت مرعوب ہو جاتا تھا۔ الگزنڈر ہملٹن جو ایک نامور وکیل تھا اپنی بحث کو پہلے سے لکھ لیتا تھا۔ روفس اپنے شاگردوں سے کہا کرتا تھا کہ اگر یہ چاہتے ہو کہ تقریر شستہ و صحیح ہو اور تم مرعوب نہ ہوں تو تقریر کو لکھ کر پہلے سے حفظ کر لیا کرو۔

کچھ عرصہ گذرا ایک اخبار میں ایک آرٹیکل اسی عنوان پر ایک رپورٹر کے قلم سے نکلا ہوا شائع ہوا تھا۔ اس نے لکھا کہ میں صوبہ بنگال میں رپورٹر تھا۔ بنگال کے ایک مشہور لکچرار کے اسپیچ کا رپورٹ کرنا میرے سپرد ہوا۔ لیکچرار نے اس سرعت کے ساتھ تقریر کی کہ میں لکھ نہ سکا۔ بہت پریشان تھا کہ کیا کروں بالآخر لیکچرار صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی پریشانی ظاہر کی۔ انھوں نے میرے حال پر رحم فرما کر ایک نوٹ بک جیب سے نکال کر میرے حوالہ کی اور کہا کہ اس سے اپنا کام نکال لو۔ لیکن خبردار اس کا حال کسی سے نہ کہنا۔ میں نے دیکھا تو اس میں لفظ بلفظ ان کا لیکچر موجود تھا۔ نامہ نگار مذکور نے بہت سے قصے اس قسم کے اپنے آرٹیکل میں درج کیئے ہیں۔

یہ سوال اکثر پیدا ہوتا ہے کہ جب تقریر کی بنیاد زیادہ تر تحریر پر ہے تو کیا وجہ ہے کہ بڑے بڑے انشاء پرداز اس میں ناکامیاب رہے، گبن اور ایڈیسن کی انشاء پردازی میں کس کو شبہ ہو سکتا ہے۔ مگر وہ لوگ تقریر میں بہت بڑی طور پر ناکامیاب رہے۔ پوپ کی پبلک جلسوں میں زبان بندی ہو جایا کرتی تھی اور ارونگ تو بوقت تقریر گونگا ہو جایا کرتا تھا اس کی وجہ دریافت کرنا بہت آسان ہے دونوں کی زبان میں بہت فرق ہے۔ تحریر میں بندش۔ الفاظ۔ صحت، محاورات فصاحت و بلاغت کا زیادہ لحاظ کیا جاتا ہے۔ تقریر میں محض اظہار خیالات سے مطلب رہتا ہے تحریر میں بہت قابلیت اور طباعی کی ضرورت تقریر میں انتقال ذہنی۔ قوت تخیل۔ اطمینان قلب کی حاجت ہوتی ہے حاصل یہ کہ جو چیزیں کہ انسان کو عمدہ مقرر بنا سکتی ہیں وہ اسکو عمدہ انشاء پرداز نہیں بنا سکتیں۔

آخر میں ہم ناظرین کو یہ بھی بتائے دیتے ہیں کہ کسی فن میں اطمینان قلب اور سلف کانفیڈنس کی اتنی ضرورت نہیں ہے جتنا کہ تقریر میں ہے۔ جب تک انسان کو اپنے اوپر پورا بھروسہ نہ ہو وہ تقریر میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ مقرر پر فرض ہے کہ وقت تقریر تمام خوف و شرم کو اپنے دل سے دور کر دے اور اپنی قابلیت میں کسی قسم کا شبہ یا وہم نہ رکھے۔ ورنہ وہ مرعوب ہو جائے گا۔ اور ناکامیابی کا منہ اسکو دیکھنا پڑے گا۔ یہ بات مشق اور استداد زمانہ سے حاصل ہوتی ہے اور درحقیقت یہی فن تقریر میں کامیابی کا اصلی

اخبار احمدیہ!

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ڈلہوزی میں بخیریت ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں

شاندار نمونہ } ہمارے محترم بزرگ جناب چوہدری محمد اسمٰعیل صاحب ریٹائرڈ ڈی۔سی۔ ایس ضلع لائلپور اور جھنگ میں بطور سپیشل کلکٹر تعینات ہو گئے ہیں —

جناب چوہدری صاحب موصوف نے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی تحریک فراہمی غلہ میں نمایاں حصہ لیا ہے اور اس کے علاوہ چوہدری صاحب نے اپنی جائداد کا دسواں حصہ جو ساٹھ ہزار روپیہ کی مالیت کا ہے وصیت فرمایا ہے، نیز فرمایا کہ اور جائداد بھی مجھے وراثت میں ملے گی اس میں سے بھی دسواں حصہ وصیت کر جاؤں گا۔ جناب چوہدری صاحب کا یہ اقدام نہایت شاندار نمونہ اپنے اندر رکھتا ہے، خدا تعالےٰ کے فضل سے ہماری جماعت میں ایسے مردان مجاہد موجود ہیں جن کے ایثار اور قربانی کو دیکھکر جماعت احمدیہ بجا طور پر فخر کر سکتی ہے، وہ بزرگ جنہوں نے ابھی وصیت کی طرف توجہ نہیں فرمائی انہیں بھی جلد اس طرف توجہ مبذول کرنا چاہیئے۔

— ہمارے مکرم معظم دوست چوہدری غلام حیدر صاحب رئیس بدوملہی کچھ عرصہ سے پاؤں میں نقرس کی بیماری کی وجہ سے صاحب فراش ہیں احباب کرام سے التماس ہے کہ ان کے لیئے دردِ دل سے دعا فرمائیں۔

سانحہ ارتحال } یہ خبر ملال سے سنی جائیگی کہ حافظ محمد بخش صاحب کے برادر خورد اکبرالدین کا لڑکا عبدالحی وفات پا گیا انا للہ وانا الیہ راجعون، دعا ہے اللہ تعالیٰ والدین کو صبر جمیل عطا فرماوے، اور جلد نعم البدل عطا فرمائے آمین

حضرت امام سیدنا مسیح موعودؑ کا مرتبہ حضرت کے اپنے الہامات کے رو سے

خدا تعالےٰ نے جو مقام اور مرتبہ حضرت کا الہامات میں بیان فرمایا ہے وہ صرف محدث یا ولی یا مجدد یا خلیفہ کا ہی مرتبہ بیان فرمایا ہے۔ نبی اور رسول اللہ کہیں نہیں فرمایا اس لئے حضرت امام کے ہاتھ پر بیعت کرنیوالے ہر ایک شخص کا فرض ہے کہ وہ حضرت صاحب کا اتنا ہی مرتبہ سمجھے اور دوسرے لوگوں کو حضرت صاحب کا یہی مرتبہ بتلائے۔

اب ذیل میں چند الہامات اس بارہ میں پیش کئے جاتے ہیں:-

(۱) انت محدث اللہ - تو محدث اللہ یعنی غیر نبی مکلم من اللہ ہے تجھ میں مادہ فاروقی ہو۔

(۲) انت امام مبارک - تو امام ہے مبارک ہے۔

(۳) زمین کہتی ہے یا ولی اللہ کنت لا اعرفک۔ اے اللہ کے ولی میں تجھ کو نہیں پہچانتی تھی۔

(۴) اصبر سنفرغ یا مرزا۔ مرزا ذرا ٹھہر و ہم ابھی فارغ ہوتے ہیں (تذکرہ ص۱۲۳)

(۵) لا تحاط اسرار الاولیاء۔ خدا تعالےٰ کے ولیوں میں جو اسرار ہیں وہ احاطہ سے باہر ہیں۔ (تذکرہ ص۹۵) (یہ الہام ۲ دفعہ حضرت صاحب کو مختلف اوقات میں ہوا)

(۶) الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون - خبردار ہو تحقیق جو لوگ اولیاء اللہ ہوتے ہیں ان پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم کرتے ہیں۔ تذکرہ ص۹۷

(۷) عشق الٰہی وسے منہ پر ولیاں ایہہ نشانی (تذکرہ ص۳۴۴)

(۸) خیال گذرا کہ حدیث بعض الملہمین جو ہے کیا اس حدیث کے مفہوم میں یہ عاجز بھی داخل ہے تو مجھے کشفی طور پر اپنے نام کے اعداد حروف کی طرف توجہ دلائی گئی کہ دیکھو یہی مسیح ہے یعنی غلام احمد قادیانی ۱۳۰۰

(۹) بارہا اس عاجز کا نام مکاشفات میں غازی رکھا گیا (تذکرہ ص۲۹)

(۱۰) انک من المامورین۔

(۱۱) توحید کو پکڑو توحید کو پکڑو اے فارس کے بیٹو۔

(۱۲) کتاب الولی ذو الفقار علی ص۲۳۴

(۱۳) خدا نے الہامات میں میرا نام بیت اللہ بھی رکھا ہے۔

(۱۴) شیر خدا نے اس کو پکڑا شیر خدا نے فتح پائی - ص۳۲

(۱۵) الامام خیر الانام

(۱۶) ھذا رجل یحب رسول اللہ

(۱۷) فتح الولی فتح (دیکھو ۳ دفعہ زندگی کے مختلف اوقات میں یہ الہام ہوا)۔

(۱۸) خدا نے الہام کے ذریعے خبر دی کہ تو اس صدی کا مجدد ہے (تذکرہ ص۱۲۲)

(۱۹) ایک آدمی نے میرے پاؤں چومے اور میں نے کہا کہ میں حجر اسود ہوں (ص۲۵)

(۲۰) ہمیں اپنی ذات کی قسم ہے کہ ہم نے تجھ سے پہلے امت محمدیہ میں کئی اولیاء کامل بھیجے ہیں ص۳۱

(۲۱) تو محبوبین کے مقام پر ہے۔ (ص۳۲۳)

(۲۲) اس کتاب آئینہ کمالات اسلام کی تحریر کے وقت دو دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت مجھ کو ہوئی اور آپ نے اس کتاب کی تالیف پر بہت مسرت ظاہر فرمائی اور ایک رات یہ بھی دیکھا کہ ایک فرشتہ بلند آواز سے لوگوں کے دلوں کو اس کتاب کی طرف بلاتا ہے اور کہتا ہے ھذا کتاب مبارک یہ کتاب مبارک ہے۔ فقوموا للاجلال والاکرام اس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاؤ (تذکرہ ص۲۲۳) اسی کتاب کے اندر لکھا ہوا ہے کہ من نبی نیستم لیکن محدث اللہ ہستم

(۲۳) یا علی دعھم و زراعتھم لان منا اھل البیت لو کان الایمان معلقاً بالثریا لنالہ رجل من فارس

(۲۴) اللہ جلشانہ کی وحی اور الہام سے میں نے مثیل مسیح ہونے کا دعوےٰ کیا ہے ص۵۱

(۲۵) مجھ کو بتلایا گیا کہ جو مسلمان کو کافر کہتا ہے اور اسکو اہل قبلہ، کلمہ گو اور عقائد اسلام کا معتقد پاکر پھر بھی کافر کہنے سے باز نہیں آتا وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے (تذکرہ ص۲۰۹)

(۲۶) مسیح ابن مریم رسول اللہ فوت ہو چکا ہے اور اس کے رنگ میں ہو کر تو آیا ہے۔

(۲۷) ان کو کہدے کہ میں عیسےٰ کے قدم پر آیا ہوں۔ (ص۱۸۷)

(۲۸) خدا نے اپنے کشف صریح سے اس عاجز پر ظاہر کیا کہ قرآن کریم میں مثالی طور پر ابن مریم کے آنے کا ذکر ہے۔

(۲۹) ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی میں ایک الہامی فقرہ اس طرح درج ہے:-

"تو مجھ سے ایسا ہے جیسے انبیائے بنی اسرائیل" اس الہامی فقرہ نے حدیث علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کا اردو زبان میں ترجمہ کر کے اس کی صحت پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے اب ہمیں اسکے راویوں کی چھان بین کرنے کی ضرورت نہیں حضرت صاحب از روئے الہام حدیث کے مفہوم علماء کی صحت پر کھڑے ہیں۔

(۳۰) اوحی الی ان الدین ھو الاسلام وان الرسول ھو المصطفیٰ السید الامام رسول امی امین فکما ان ربنا احد یستحق العبادۃ وحدہ فکذالک رسولنا المطاع واحد لا نبی بعدہ ولا شریک معہ وانہ خاتم النبیین (منن الرحمٰن ص۲۰)

خدا تعالےٰ نے مجھے وحی بھیجی کہ دین اللہ صرف اسلام ہے اور یقیناً الرسول وہی ہے جو مصطفےٰ ہے اور سید الامام رسول امی امین ہے پس جیسا کہ عبادت صرف خدا کے لئے ہی مسلم ہے اور وہ واحد لاشریک ہے، اسی طرح یہ ہمارا رسول بھی مطاع واحد ہے اس کے بعد کوئی نبی نہیں اور یقیناً وہ خاتم النبیین ہے (تذکرہ ص۲۵۹)

(۳۱) کیا شک ہے ماننے میں تمہیں اس مسیح کے
جس کی مماثلت کو خدا نے بتا دیا
حاذق طبیب پاتے ہیں تم سے یہی خطاب
خوبوں کو بھی تو تم نے مسیحا بنا دیا

(۳۲) من نیستم رسول نیاوردہ ام کتاب (قصیدہ الہامیہ)

(۳۳) غلام احمد کی جے۔

(۳۴) من عادیٰ ولیاً فکانما خر من السماء..... جس نے میرے ولی کے ساتھ دشمنی کی گویا وہ آسمان سے گرا (تذکرہ ص۱۸۵)

(۳۵) برتر گمان و وہم سے احمد کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیح الزمان ہے

(۳۶) اولیاء اللہ سے مخالفت رکھنا اس کا نتیجہ اچھا نہیں۔ ص۶۵۸

(۳۷) انی معک یا امام رفیع القدر ص۵۷۹

(۳۸) عبد القادر رضی اللہ عنہ

(۳۹) فتح الولی فتح وقربناہ نجیاً۔

(۴۰) جے تو میرا ہو رہیں سب جگ تیرا ہو۔

اس کے علاوہ اور بھی بیسیوں الہامات ہیں جن میں حضرت کو غیر نبی کر کے پکارا گیا ہے ہمارا دعوےٰ ہے کہ حضرت امام سیدنا مسیح موعود کو جتنے بھی الہامات عربی، فارسی، انگریزی، اردو وغیرہ ۳۰ سال کے عرصے تک ہوتے رہے ان میں کوئی ایک لفظ بھی ایسا الہامی نہیں ہے جس میں حضرت کو نبی یا رسول اللہ کہا گیا ہو، قرآنی آیات کو جو الہامات میں آتی ہیں الگ کر لو، باقی الہامات میں ایک دفعہ بھی لفظ نبی یا رسول اللہ یا من الانبیاء کا لفظ دکھاؤ تو فی حوالہ ایک روپیہ نقد ہم سے انعام لو جب ساری عمر حضرت صاحب کو خدا تعالیٰ نے نبی اور رسول اللہ نہیں کہا تو کس طرح ہم مان لیں کہ آپ معاذ اللہ نبی یا رسول اللہ تھے الہامات اٹھا کر دیکھو ان سب الہامات میں آپ کو صاف اور صریح لفظوں میں محدث (غیر نبی) امام، مجدد، ولی اور خلیفہ کہا گیا ہے یا کہا درہے۔ ان الہامات میں کوئی الہام بھی الہام نبوت یا وحی رسالت نہیں ہے اور ان سے حجت پکڑنا غلط اور شریعت کے خلاف ہے، حضرت صاحب بھی ان سے حجت پکڑنا صحیح نہیں سمجھتے تھے۔ خلاصہ مطلب یہ کہ حضرت صاحب نے کہیں بھی نبی یا رسول کے لفظ کو اس کے اصلی اور صحیح معنوں میں اپنے لئے استعمال نہیں کیا بلکہ بار بار فرمایا اور لکھا کہ شریعت اسلام نبی کے جو معنے کرتی ہے ان معنوں کی رو سے ہرگز نبی نہیں بلکہ قرآنی آیات کو جو الہامات میں آتی ہیں اس کی تعبیر حضرت صاحب نے یہ فرمائی کہ بسا اوقات ایک ملہم کے دل پر قرآن شریف کی آیت الہام کے طور پر القا ہوتی ہے اور اصل معنے سے پھر کر کوئی اور مقصود اس سے ہوتا ہے (ازالہ اوہام ص۳۴۹) ہم پھر عرض کرتے ہیں اور اپنی پہلی بات کو دہراتے ہیں کہ قرآنی آیات یا الفاظ میں جو الہام آگئے ہیں ان کو الگ کر کے باقی الہامات میں کوئی ایک دفعہ ہی لفظ نبی یا رسول اللہ یا من الانبیاء کا دکھا دے تو ہم اس کے قائل ہو جائیں گے جبکہ خدا ایک دفعہ بلکہ صدہا دفعہ حضرت صاحب کو صاف اور صریح لفظوں میں غیر نبی کہہ رہا ہے پھر کس طرح ہم مان لیں کہ خدا نے ایک دفعہ بھی آپ کو نبی کہا ہے حضرت صاحب نے اپنے الہامات مکشوف و رؤیا جو اپنی زندگی میں اپنی کتب و اشتہارات میں خود شائع فرمائی ہیں ان میں بھی ایک الہام نہیں جس میں خدا تعالےٰ نے اپنے مکالمہ مخاطبہ میں حضرت کو نبی کر کے پکارا ہو، باقی رہی ڈائریاں تقاریر، اخبارات اور رسائل جو حضرت صاحب کی زندگی میں شائع ہوتے ان کے متعلق گو ہمارا اعتماد نہیں مگر ان میں بھی سوائے ایک الہام کے جو ۱۹۰۷ء کے سالانہ جلسہ پر ہوا، یا ایھا النبی اطعموا الجائع والمعتر۔ اور کوئی الہام نہیں اور اس الہام کو بھی حضرت صاحب نے کبھی اپنے نبی ہونے پر بطور دلیل کے پیش نہیں کیا مگر ہم ان لوگوں سے جو صرف اس ایک الہام کی بنا پر جو ۳۰ سال کے بعد ایک ہی دفعہ ہوا اور اس کے پانچ مہینے بعد حضرت صاحب کی وفات ہو گئی دریافت کرتے ہیں کہ اگر ان الہامات کو جن میں نہ ایک دفعہ بلکہ صدہا دفعہ حضرت صاحب کو غیر نبی کہا گیا ہے صحیح ہیں تو یہ الہام ان کے خلاف ہو جانے کی وجہ سے ضرور بطور استعارہ یا مجاز کے ہوگا یا مجازی ظلی نبی ہوگا۔ ورنہ خدا کے کلام میں چونکہ تضاد اور مخالفت نہیں ہوتا اس لئے اس ایک الہام سے حضرت صاحب کے نبی ہونے پر دلیل نہیں لی جا سکتی۔ دوسرا اس میں جو نبی کا لفظ ہے وہ کون بتا سکتا ہے کہ اس سے مراد غیر تشریعی نبی ہے یا صاحب شریعت نبی اور دوسرا النبی کا لفظ حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ہی مخصوص ہو نہیں سکتا کہ حضور کو جس خاص خطاب سے اللہ تعالیٰ نے مخاطب فرمایا ہو وہ خطاب کسی دوسرے کو بھی مل جائے اور خصوصاً ایسی حالت میں کہ وہ خطاب ایسے شخص کے متعلق ہو جس پر نہ کوئی کتاب اتری ہو نہ کوئی شریعت۔ پھر ہم دریافت کرتے ہیں کہ کیا حضرت امام سیدنا مسیح موعود نماز میں التحیات نہیں پڑھا کرتے تھے ضرور پڑھتے ہوں گے پھر یا ایھا النبی سے اپنے پر سلام کہنے کا مفہوم لیتے تھے یا رسول کریم پر سلام کہنے کا مفہوم لیتے تھے۔ اگر یا ایھا النبی سے حضرت صاحب اپنے کو نبی مان سکتے تھے تو محمد رسول اللہ کا کلمہ الہام میں آنے سے کیا حضرت اپنے کو ہی محمد رسول اللہ مانتے تھے

ایک قادیانی دوست کا مکتوب

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں

خوشاب کھاریاں کے ایک قادیانی دوست کا مکتوب درج ذیل ہے جو انھوں نے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں لکھا ہے جس سے احمدیت کے حقیقی عقائد پر روشنی پڑتی ہے اور واضح ہوتا ہے کہ پرانے لوگوں کے عقائد وہ نہیں ہیں جو جماعت قادیان کے موجودہ عقائد ہیں، اس کے علاوہ قادیانی نظام کے مظالم بھی نمایاں ہوتے ہیں۔ یہ خط قادیانی فتنہ کی صرف ایک جھلک ہے۔ جس سے بہت کچھ اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ (مدیر)

بخدمت حضرت مولٰنا مولوی محمد علی صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ امید ہے کہ حضور کی صحت اب بفضلہٖ تعالےٰ اچھی ہوگی۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اولین صحابہ سے ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف جب بھی کوئی خط لکھتا تھا تو حضور جواب دیا کرتے تھے۔ پس میں امید کرتا ہوں کہ آپ بھی اپنے مرشد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت پر عمل کرتے ہوئے اپنے قلم سے ضرور جواب فرمائیں گے اور اپنی رائے میری مندرجہ ذیل غرض پر دیں گے۔

میرے والد چوہدری ... داد صاحب صاحب عرائض نویس کھاریاں نے حضرت مولوی فضل دین صاحب مرحوم و مغفور کے ہمراہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی۔ اور اب جبکہ ان کی عمر قریباً ۸۰ سال کے نزدیک ہے۔ بیعت پر قائم ہیں اور موصی بھی ہیں۔ چونکہ حضرت اقدس کے اولین خدام کے وہ عقائد نہیں ہیں جو کہ اس وقت جماعت قادیان کے ہیں۔ جیسا کہ مولوی فضل دین صاحب مرحوم کے بھی نہیں تھے لیکن قادیان کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مسکن و مدفن سمجھ کر جماعت قادیان کے ساتھ وابستہ رہے، لیکن اپنے عقاید وہی رکھے جو کہ حضرت اقدس کی زندگی میں تھے۔ عرصہ دو اڑھائی سال کا ہوا کہ میری ہمشیرہ کے نکاح کے واسطے کئی آدمیوں نے درخواست کی لیکن ہم نے احمدیت کے احترام کو مدنظر رکھتے ہوئے سب سے اول احمدیت کو پیش کیا۔ آخر ایک صاحب چوہدری فتح عالم صاحب سب انسپکٹر پولیس نے احمدیت کو تسلیم کیا۔ اور اپنی بیعت اخبار الفضل میں شائع کرا دی اور ہم نے نکاح کر دیا۔ چند دنوں کے بعد امیر جماعت کھاریاں کے خلاف تقسیم اراضی کے واسطے ہم کو عدالت میں جانا پڑا کیونکہ امیر جماعت کے بھائی کے ساتھ میری دوسری ہمشیرہ کا نکاح تھا۔ اور اس کا خاوند فوت ہو گیا اور امیر جماعت نے اس کا حق دبا لیا۔ لہذا ہمیں مجبوراً عدالت میں جانا پڑا۔ یہ بات امیر مذکور کو ناگوار گذری۔ نیز مرکز کے ساتھ اس کی خط و کتابت تھی اور ہمیں معلوم نہیں تھا۔ آخر اس نے خلیفۃ المسیح کے پاس ہماری شکایت کر دی کہ انھوں نے ایک غیر احمدی کے ساتھ نکاح کر دیا ہے۔ ہمیں مرکز سے پوچھا گیا تو جواب دیا کہ اس نے بیعت کر لی تھی۔ بیعت کا اعلان اخبار الفضل میں شائع ہو گیا تھا۔ ہم نے سمجھا کہ معاملہ ختم ہو گیا ہے۔ آخر ماہ اپریل میں آپ کی جماعت کے چند مبلغین مولوی صدر الدین صاحب کے ساتھ کھاریاں تشریف لائے اور انھوں نے جلسہ کا اعلان کیا۔ میں اور چند دوسرے دوست ان کی قیام گاہ پر گئے اور نبوت وغیرہ مسائل پر گفتگو ہوتی رہی اور جماعت کو ان کے جلسہ کا علم ہوا تو انھوں نے آدمی بھیجکر مولوی عبد الغفور صاحب کو جو کہ کسی قریب کے گاؤں میں تھا بلا لیا۔ شام کی نماز میں گفتگو ہوئی کہ کون آدمی ان کے پاس جائے اور وقت لے آئے آخر انھوں نے مجھے بھیجا کہ جاکر وقت تبادلۂ خیالات کے لئے لے آؤں۔ چنانچہ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور انھوں نے شوق سے وقت دینے کا وعدہ کیا۔ میں نے واپس آکر کہا کہ اب جلسہ ہو رہا ہے چلیں لیکن وہ ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگے میں نے کہا کہ وقت ضائع نہ کرو جلسہ میں چل کر وقت لو پبلک کو اپنے اور ان کے خیالات سنیں اپنائیں لیکن وہ بھاگنے کی کوشش کرنے لگے کبھی کہتے کہ ان سے لکھا کر لاؤ۔ میں نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے عقائد کمزور ہیں۔ اور وقت ضائع کر رہے ہیں چنانچہ اس بات پر مسجد میں کافی گرما گرمی ہوئی۔ لیکن وہ جلسہ میں نہ گئے اور چند دوسرے دوست چلے گئے، اور جلسہ تمام سنا۔ انہی دنوں کے بعد شاورت تھی۔ ان صاحبان نے مشاورت پر جاکر ناظر صاحبان کے ساتھ مل کر مقاطعہ کا حکم قادیان سے لے آئے کہ ... میرے ساتھ اور میرے والد صاحب اور میرے دوسرے بھائی کے ساتھ مقاطعہ ہے جرأت اتنی بھی نہ کر سکے کہ جماعت میں اعلان کر سکیں خفیہ خفیہ لوگوں کو حکم دکھاتے رہے۔ آخر مجھ کو جب اس بات کا علم ہوا تو میں نے حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں تمام واقعات لکھکر ارسال کئے کہ معاملہ محض عداوت کا ہے اور آج ۲ ½ سال کے بعد داخل دفتر شدہ ... کو برآمد کر کے یہ حکم دیا گیا ہے۔ خط میں نے حضرت صاحب کو لکھا جواب ناظر امور عامہ دیتا ہے کہ حضرت نے جو فیصلہ کیا ہے وہ درست ہے۔

آخر پھر میں نے دوسرا نمبر، جو تھا خط معافی کے واسطے لکھا کہ اگر واقعی آپ کے خیال میں یہ غلط ہے تو آپ معافی دے دیں۔ ہم نے تو احمدیت کو پیش کیا اس نے احمدیت کو مان لیا۔ لیکن بار بار لکھتے ہیں کہ چونکہ تم نے گناہ کیا ہے۔ اسلئے گناہ کے بعد سچی ندامت اختیار کرو۔ معافی مانگنے کا یہ طریق نہیں ہے میں نے نظارت میں لکھا کہ قصبہ کھاریاں کے بعض دوسرے احمدیوں نے بھی غیر احمدیوں کو رشتے دئے ہوئے ہیں۔ ان کی نسبت کیوں یہ حکم جاری نہیں ہوا۔ جواب آیا کہ ان کی نسبت اطلاع دی جائے۔ چنانچہ میں نے صرف اپنے محلہ کے دس آدمیوں کے نام لکھکر بھیجدئے کہ یہ بھی احمدی کہلاتے ہیں اور اپنے آپ کو مخلص سمجھتے ہیں۔ ان کی تحقیقات بیشک کھاریاں کے کسی غیر احمدی سے کرائی جاوے۔ لیکن ابھی تک کوئی جواب نہیں آیا۔

اب میں حضور کی خدمت میں مندرجہ بالا واقعہ عرض کرنے کے بعد درخواست کرتا ہوں کہ آپ حضرت اقدس کے خاص الخاص مریدین سے ہیں۔ کیا حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں ایسا ہی ہوتا تھا اور لوگوں کو مقاطعہ کا حکم دیا جاتا تھا۔ اب نئے احمدی تو کم ہو رہے ہیں، جو ہیں ان کو بھی علیحدہ کیا جا رہا ہے آخر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا طریقہ اس زمانہ میں کیا تھا۔ ان لوگوں نے ہمیں ایک امتحان میں ڈال دیا ہے۔ اگرچہ ان کے اس مقاطعہ کا ہم پر بالکل کوئی اثر نہیں ہے کیونکہ عام طور پر احمدیوں کی اکثریت کمین پر اور مضارعان پر ہے۔ بدیں وجہ اسکا اثر نہیں ہے نیز یہ لوگ خود بخود ... بول بھی رہے ہیں۔

آپ برائے مہربانی میری اس عرض پر اپنی رائے سے اطلاع بخشیں۔ اور اگر آپ اسکو اخبار میں جگہ دلوا دیں تو زیادہ احسان مندی ہوگی۔

گناہ بھی ہمارا نہیں ہے۔ صرف یہ ہے کہ امیر جماعت وغیرہ کی ذاتی نظارت میں چلتی ہے۔ وہ جو چاہیں وہاں سے حکم لے آویں۔ کیا آجکل یہی احمدیت رہ گئی ہے خدا رحم کرے۔ والسلام۔

خاکسار: فضل الٰہی سپرنٹنڈنٹ چونگی کھاریاں ضلع گجرات۔

لائل پور میں ایک مبارک تقریب

۲۲ر جون کو کالونی فلور ملز لائل پور میں تقسیم انعامات کی مبارک تقریب بڑی دھوم دھام سے عمل میں آئی۔ کارخانہ کے احاطہ کو شامیانوں سے مسقف کیا گیا اور مہمانوں کی آسائش کیلئے شامیانوں کی چھت میں بجلی کے پنکھے نصب کئے گئے۔ احاطہ کو جھنڈیوں سے سجایا گیا اور میزوں اور کرسیوں کا انتظام وسیع پیمانہ پر کیا گیا۔ کارخانہ سے وابستگان کے علاوہ شہر کے ہندو، مسلم، سکھ رؤساء اور معززین وکلاء، مجسٹریٹ صاحبان اور مقامی ڈپٹی کمشنر کو مدعو کیا گیا۔ مستورات کے لئے پردہ کا انتظام تھا۔ پہلے تمام حاضرین کی تواضع لیمونیڈ، آئس کریم، پھلوں اور مٹھائی سے کی گئی اور پھر زیر صدارت ڈپٹی کمشنر صاحب جلسہ کی کارروائی تلاوت قرآن کریم سے شروع ہوئی۔ نعت خوانی ہوئی۔ ازاں بعد کارکنان کالونی فلور ملز کی طرف سے اپنے نیک دل مالکان کی خدمت میں عقیدت بھرا ایڈریس پیش کیا گیا۔ کارکنان کی طرف سے الحاج شیخ میاں محمد اسمٰعیل صاحب و الحاج شیخ میاں مولا بخش صاحب مالکان ملز کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے گئے اور ایڈریس میں ان کی درازی عمر اور روز افزوں اقبال کے لئے دعا مانگی گئی۔ ایڈریس کے بعد جناب مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع مسلم مشنری سٹیج پر آئے اور "مزدور اور سرمایہ دار" پر ایک ایسی پھڑکتی ہوئی تقریر کی کہ تمام حاضرین مجلس پر ایک خاص کیفیت طاری ہو گئی اور مجلس نے پر زور چیئرز دیئے۔ مرزا صاحب کی تقریر کے بعد ڈپٹی کمشنر صاحب صدارتی تقریر کیلئے کھڑے ہوئے اور اپنی تقریر میں شیخ صاحبان کے اعلیٰ نمونہ اور وابستگان سے حسن سلوک کی تعریف کی اور مرزا صاحب کی تقریر کو سراہا۔ اس کے بعد اپنے ہاتھ سے انعامات تقسیم کئے۔ انعامات کی مجموعی رقم کی تعداد بیس ہزار روپیہ تھی۔ پچیس ہزار روپیہ قرضہ جنگ کے طور پر گورنمنٹ کو دیا گیا۔ ڈپٹی کمشنر صاحب (خواجہ عبد الرحیم صاحب آئی۔ سی۔ ایس) کارخانہ سے رخصت ہوتے وقت مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع سے بغلگیر ہوئے اور ان کی تقریر کی بہت تعریف کی۔ ایک غیر مسلم ایڈووکیٹ نے فرمایا کہ اگرچہ مرزا صاحب نے اسلامی نقطہ نگاہ سے "مزدور اور سرمایہ دار" پر بیان کیا مگر یہ بیان اتنا دلکش تھا کہ ہمارا دل نہ چاہتا تھا کہ مرزا صاحب کا لیکچر ختم ہو ... اس مبارک تقریب کی وجہ سے ادنےٰ درجہ کے مزدور سے لیکر اعلیٰ عہدیداروں کے چہرے مارے خوشی کے تمتما رہے تھے، ہر ایک کارکن کو اس کی دو تنخواہیں بطور انعام دی گئیں اور یوں تمام وابستگان نہال ہو کر اپنے مالکان کو دعائیں دے رہے تھے۔ اس تقریب کی کامیابی کا سہرا جناب میاں عزیز احمد صاحب کے سر ہے کہ آپکی شبانہ روز مساعی سے تقریب اس دھوم دھام سے منائی جا سکی اس تقریب کی خوشی میں انجمن ... کو یک صد روپیہ بطور عطیہ برائے اشاعت اسلام دیا گیا۔ اللہ کریم مالکان کارخانہ کو جزائے خیر دے (نامہ نگار)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود — ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار
آرگن

پیغامِ صلح

ایڈیٹر
ایس۔ محمد آصف بی۔ اے

جائنٹ ایڈیٹر
شیخ محمد انعام الحق

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ و آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب ہوگا

جلد نمبر ۳۱ | لاہور۔ یوم چہارشنبہ۔ مورخہ ۲۴ رجب المرجب ۱۳۶۲ھ م ۲۸ جولائی ۱۹۴۳ء | نمبر ۲۹

مغربی سیاست مسلمانوں کا زوال دور نہیں ہو سکتا

غلبہ اسلام کیلئے زبردست روحانی اور اخلاقی قوت کی ضرورت ہے

جب کسی قوم پر ذلت اور ادبار مسلط ہو جاتے ہیں اور اسکے جسمانی اور دماغی قواء میں اتنی زبردست قوت نہیں رہتی کہ وہ اپنی حریف اقوام کا مقابلہ کر سکیں تو ایسے نازک وقت میں ضرورت یہ ہوتی ہے کہ اسکے اندر اخلاقی اور روحانی قوت پیدا کی جائے اور اسکا سب سے زیادہ خیرخواہ وہ مصلح ہوتا ہے جو اس کے قلب میں اخلاقی تحریکات پیدا کرتا ہے کیونکہ عمرانیات کے اساتذہ اب اس نتیجہ پر پہنچ چکے ہیں کہ کسی قوم کے تعزز اور ترفع کا باعث اخلاقی قوت ہوتی ہے نہ کہ جسمانی قوت۔ اگر کوئی قوم صرف اپنی جسمانی قوت سے حالات پر قابو بھی پا لے تو یہ غلبہ بالکل عارضی ہوتا ہے۔ یا تو وہ قوم خود کسی دوسری قوم کے اخلاق سے مغلوب ہو جاتی ہے یعنی کسی صالح قوم کے اخلاق کو اپنے اندر جذب کر لیتی ہے یا کوئی دوسری باخلاق قوم جلد ہی اس قوم پر حاوی ہو جاتی ہے ورنہ اگر یہ بات نہ تھی تو وحشی قبائل جو جسمانی قوت میں مہذب اقوام سے بہت بڑھے ہوئے ہیں ضرور دنیا پر غالب آ جاتے۔

سو وہ اقوام جو اخلاقی اور روحانی لحاظ سے پست ہیں انہیں عسکریت اور فوجی تسلط کے سبز باغ دکھانا محض ریگ رواں پر پانی کا یقین دلانا ہے۔

یہ دنیا کا عام دستور ہے کہ مغلوب اور کمزور قومیں غالب قوموں کے مادی تصرف اور تسلط سے بہت دھوکا کھا جاتی ہیں اور کچھ عرصہ کے لئے روحانی اور اخلاقی پہلوؤں کی طرف سے انکی آنکھیں بالکل بند ہو جاتی ہیں اور وہ حاکم اقوام کی سیاست کا تتبع شروع کر دیتی ہیں۔ چنانچہ آج بھی جبکہ ہر طرف مغربی اقوام کا فوجی اور مادی غلبہ ہے تو مسلمان بھی انکا تتبع کر رہے ہیں اور بالکل آنکھ بند کر کے ان اقوام کے نقش قدم پر چلنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ انہیں علم نہیں۔ خود یہ اقوام بھی اپنی مادی اور عسکری خصوصیات کی وجہ سے ایک جہنم زار میں گری ہوئی ہیں۔ حالانکہ وقت کی نوعیت کا تقاضا یہ ہے کہ تقویٰ اختیار کیا جائے اور حقوق اللہ ادا کئے جائیں یعنی اپنے اندر ایک زبردست روحانی اور اخلاقی قوت پیدا کی جائے اور یہی وہ اخلاق اور روحانی محرکات ہیں جن سے یہ دنیا اور آخرت جنت میں بدل سکتی ہے۔ اور اسی صداقت کو منوانے کے لئے ہی خداوند تعالےٰ نے ایک عظیم الشان امام مجدد اور محدث کو مبعوث فرمایا اور مسیح کا خطاب دیا تاکہ وہ مسلمان قوم کے اندر ایک زبردست روحانی اور اخلاقی قوت پیدا کرے لیکن افسوس ہے کہ مسلمانوں نے اس مسیح اور نذیر کو قبول نہ کیا۔ لیکن خداوند تعالےٰ زور آور حملوں سے اسکی صداقت نمودار کر رہا ہے کہ مسلمانوں کی رستگاری صرف اس وقت ایک روحانی اور اخلاقی قوت میں ہے ورنہ مادی ساز و سامان میں وہ اقوام بہت بڑھی ہوئی ہیں جو روحانیت اور اخلاق کو صفحہ ہستی سے ناپید کرنے پر تلی ہوئی ہیں اور ان کا یہ ظلم اور فساد ہی ان کی تباہی اور بربادی کی خبر دے رہا ہے اور وہ ایک دوسرے پر اتنے زبردست فوجی اور عسکری حملے کر رہی ہیں۔ جس سے بنی نوع انسان کے دل دہل رہے ہیں اور تمام انسان ہاتھ پھیلائے ہوئے آسمان کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ آسمانی روشنی کے طالب ہیں حالانکہ خداوند تعالےٰ کی طرف سے وہ روشنی و رحمت پہلے ہی آ چکی ہے۔ جب دنیا میں کوئی آفت اور مصیبت نازل ہونے والی ہوتی ہے تو خداوند تعالےٰ پیشتر سے ہی انسانوں کے لئے اس سے بچنے اور مدافعت کے سامان پیدا کر دیتا ہے۔ چنانچہ موجودہ مادی فساد سے بچنے کے لئے اللہ تعالےٰ نے ایک مصلح اعظم کو روحانیت اور اخلاق کا علمبردار کر کے دنیا میں بھیجا اب انسانوں اور خصوصاً مسلمانوں کی رستگاری اسی میں ہے کہ وہ اس امام اور مصلح کو قبول کریں۔

امت موسویہ کی امت محمدیہ سے ایک بہت بڑی مشابہت ہے چنانچہ حضرت موسےٰ علیہ السلام کی قوم پر بھی جب اس قسم کا زوال اور انحطاط مسلط ہو گیا تو خداوند تعالےٰ نے ایک مسیح کو اس قوم کے اندر ایک اخلاقی اور روحانی زندگی پیدا کرنے کے لئے مبعوث فرمایا لیکن اس قوم نے شقی القلب ہونے کی وجہ سے اس مسیح کو قبول نہ کیا بلکہ صلیب پر چڑھا دیا اور ایک اخلاقی اور روحانی پیغام سے ان کی تشفی نہ ہوئی بلکہ وہ لوگ اپنے مادی اور جسمانی غلبہ کیلئے کوشش کرتے رہے جسکا نتیجہ یہ نکلا کہ رومیوں نے جو کہ یورپ کی ہی ایک قوم تھی یہودیوں کو کچل کے رکھ دیا اور وہ قوم سیاسی لحاظ سے ہمیشہ کے لئے اقوام عالم کی صف سے خارج ہو گئی۔ کیا اب مسلمان بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے روحانی اور اخلاقی پیغام کو پس پشت پھینک کر ذلیل و خوار ہونا چاہتے ہیں وقت کا تقاضا یہ نہیں کہ وہ اپنے اندر سیاسی اور فوجی رجحانات پیدا کریں، بلکہ تقاضا یہ ہے کہ اس قوم کو چاہیئے کہ اپنے اخلاقی عوارض کو دور کرے اور اپنے اندر اعلیٰ درجہ کی روحانی خصوصیات پیدا کرے کیونکہ حقیقت میں یہی قوت ہے اور یہی زندگی ہے۔

آج ہندوستان میں کانگریس کو جو تھوڑی بہت کامیابی ہوئی ہے وہ صرف عدم تشدد اور اخلاقی قوت سے ہوئی۔ ورنہ کانگریس اس اخلاقی انحطاط اور زوال کے ہوتے ہوئے اگر تیر و تفنگ سے یہ کامیابی حاصل کرنا چاہتی تو کبھی اسے یہ کامیابی حاصل نہ ہو سکتی تھی۔ مسلمان بھی اگر ہندوستان میں ایک پولٹیکل اقتدار چاہتے ہیں تو انہیں چاہیئے کہ اعلیٰ درجہ کے اخلاقی ضبط سے اسے حاصل کریں۔ نمونہ ان کے سامنے موجود ہے۔ وہ کہہ سکتے ہیں کہ ترکی، مصر، ایران اور افغانستان اسلامی ممالک ہیں انھوں نے بغیر اخلاقی قوت کے مادی ساز و سامان پیدا کر لیئے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ باوجود اس مادی ساز و سامان کے ان ممالک کے اندر اتنی قوت موجود نہیں کہ وہ مغرب کی مادیت اور عسکریت کا مقابلہ کر سکیں ان کے اندر تو وہ روح اور سپرٹ موجود نہیں کہ ان کے مقابلہ کی ہمت پیدا ہو۔

سو وقت کی نوعیت کا تقاضا یہی ہے کہ مسلمان اپنے اندر ایک شاندار اخلاقی اور روحانی قوت پیدا کریں مغربی سیاست سے گذشتہ شان نہیں پیدا ہو سکتی جب اخلاقی قوت مفقود ہو ساز و سامان دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں اور قوم مٹ جاتی ہے لیکن جب سپرٹ اور قوت موجود ہو تو یہ ساز و سامان نہ بھی ہوں تو پیدا ہو جاتے ہیں مسلمانوں کو چاہیئے کہ ایسے نازک وقت میں بجائے مغرب کے خدا اور خدا کے رسول کی طرف رخ کریں اور امام وقت کی آواز پر لبیک کہیں جس نے قوم کو قرآنی اخلاق اور روحانیت کی طرف توجہ دلائی۔ امام کو مشیت ایزدی نے کھڑا کیا ہے اور مسلمانوں کی رستگاری اس وقت صرف اس امام کی تقلید میں ہے جو خدا اور اس کے رسول پر ایک زندہ ایمان پیدا کرتا ہے۔

ضروری خبر

حضرت مولانا صدرالدین صاحب چند روز کیلئے لاہور سے باہر ٹھوٹ تشریف لے گئے ہیں۔ احباب سلسلہ حضرت مولانا سے خط و کتابت کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل پتہ پیش نظر رکھیں:-

حضرت مولانا صدرالدین صاحب
ٹھوٹ (ریاست جموں و کشمیر)

ضروری اعلان

میں تقریباً تین ماہ کیلئے باہر رخصت پر جا رہا ہوں لہٰذا احباب کرام کی خدمت میں گذارش ہے کہ ہر قسم کی خط و کتابت بنام سیکرٹری صاحب انجمن اشاعت اسلام لاہور کریں میرے نام موجودہ تعمیل میں تاخیر ہوگی۔ خاکسار اسسٹنٹ سیکرٹری

تعلیمی پرنٹنگ پریس لاہور میں باہتمام شیخ محمد اختر پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔

شذرات

(از محمد انعام الحق)

شہزادی انگلستان کی مذہبی تعلیم

گذشتہ دنوں شہزادی الزبتھ ولی عہد انگلستان کی دسویں سالگرہ منائی گئی۔ اس موقع پر برطانوی و ہندوستانی جرائد میں ان کے حالات زندگی اور تعلیم و تربیت کے متعلق متعدد مضامین شائع ہوئے۔ حکومت ہند کے سرکاری پرچے "مرکزی معلومات" میں شائع شدہ ایک مضمون کی چند سطریں ملاحظہ ہوں۔

"ایک شہزادی کے لئے مذہبی تعلیم بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ بالخصوص شہزادی الزبتھ کے لئے کیونکہ آپ ایک دن انگلستان کے سرکاری مذہبی ادارہ (Established Church) کی صدر ہونے والی ہیں۔ اس لئے آپ کو سینٹ جارج چیپل ونسر کے مروجہ اصولوں کے مطابق انجیل کی تعلیم دی جاتی ہے" (۱۰ ؍ جون ۱۹۳۶ء)

کیا اس حقیقت پر ہمارے وہ فریب خوردہ الحاد پسند دوست غور فرما دیں گے جو حکومت سیاست اور نظام تعلیم کو مذہب سے بالکل بیگانہ و بے تعلق رکھنے پر مصر ہیں؟ ان کے خیال خام میں یورپ کی علمی و فنی ترقی اور سیاسی برتری کا راز ہی مذہب سے بیگانگی و دوری ہے ــــ وہ اس دن کے لئے کوشاں ہیں جبکہ ہمارے ہاں بھی مذہب کے لئے کوئی جگہ باقی نہ رہے یا کم از کم مذہب ایک انفرادی و پرائیویٹ چیز بن جائے ــــ جس یورپ کی مثال دے کر وہ اپنے ملک اور آیندہ نسلوں کو یورپ کی سب سے بڑی سلطنت کا تاجدار وہاں کے سرکاری مذہبی ادارہ کا صدر اعلیٰ ہے اور اس کی ولیعہد کی مذہبی تعلیم و تربیت غیر معمولی اہتمام و توجہ سے ہو رہی ہے۔ افسوس مذہب دشمنی کے جنون میں عقل پرستی و روشن خیالی کے یہ مدعی اس قسم کے روشن ترین حقائق کو بھی جان بوجھ کر نظر انداز کر دیتے ہیں۔

دولت آصفیہ کی مذہبی رواداری

حال ہی میں اعلیٰحضرت حضور نظام کے محکمہ امور مذہبی کی تازہ رپورٹ اور بعض مستند تاریخی دستاویزات کے مطالعہ کا اتفاق ہوا۔ چند اعداد و شمار درج ذیل کئے جاتے ہیں جن سے دولت آصفیہ کی حیرت انگیز مذہبی رواداری اور ہندو نوازی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

(۱) سلطنت حیدرآباد میں کل چھ ہزار مساجد اور ان کے مقابل ہندوؤں کے ۴۰ ہزار مندر ہیں۔

(۲) گذشتہ سال جن جدید اماکن مذہبی کی تعمیر کی اجازت دی گئی ان میں مسلمانوں کے ۱۳۔ اور ہندوؤں کے ۱۵۔ اماکن ہیں۔

(۳) گذشتہ سال پایہ تخت حیدرآباد میں جن اماکن مذہبی کی ترمیم و توسیع کی اجازت دی گئی ان میں مسلمانوں کے صرف ۲۶۔ اور ہندوؤں کے ۶۹ ہیں حالانکہ پایہ تخت میں مسلمانوں کی آبادی ہندوؤں سے زیادہ ہے۔

(۴) ہندو مندر کو سلطنت حیدرآباد کی طرف سے ایک لاکھ بارہ ہزار روپیہ سالانہ نقد امداد دی جاتی ہے۔ تین لاکھ بارہ ہزار سالانہ جاگیرات، معاشہائے اراضی اور معمولات کی شکل میں۔ پایہ تخت حیدرآباد کے صرف ایک مندر "سیتارام دیول" کی جاگیر پچاس ہزار روپے سالانہ کی ہے۔

(۵) بیشمار پوجاریوں اور بھجن خوانوں کے نام بھی تنخواہیں مقرر ہیں۔

(۶) سب سے زیادہ عجیب بات جسے کہ رواداری اور ہندو نوازی کی حد کہنا چاہئے یہ ہے کہ تقریباً سو اسّو مساجد، درگاہوں اور عاشور خانوں کی تولیت پر ہندو صدیوں سے مامور چلے آتے ہیں۔

کیا کشمیر اور کوئی ہندو ریاست مذہبی رواداری کی کوئی ایسی مثال پیش کر سکتی ہے؟ اس حسن سلوک و رواداری کے باوجود بعض برادران وطن اعلیٰحضرت حضور نظام دکن برار اور محمد شرح کی حکومت پر تعصب و ہندو کشی کا الزام لگاتے رہتے ہیں ــــ اس سے بڑا جھوٹ اور حقائق کو جان بوجھ کر نظر انداز کرنے کی اس سے زیادہ افسوسناک مثال اور کیا ہو سکتی ہے؟

السنہ شرقیہ کے امتحانات کے متعلق شکایات

پنجاب یونیورسٹی کے السنہ شرقیہ، عربی، فارسی وغیرہ کے امتحانات کے متعلق یہ شکایت بہت دیرینہ اور عام ہے کہ ان کے پرچے غیر معمولی مشکل ہوتے ہیں۔ بسا اوقات خارج از نصاب حصوں میں سے سوالات دے دیئے جاتے ہیں ہر سال امتحانات کے بعد کم و بیش ان شکایات کا چرچا ہوتا ہے لیکن ان کے ازالہ کا کوئی خاطر خواہ انتظام اب تک نہ ہو سکا۔ امسال بھی منشی فاضل اور مولوی عالم وغیرہ کے بعض پرچوں کے متعلق کافی چیخ و پکار سنی گئی۔ صرف امیدواروں کی نہیں بلکہ ذمہ دار علمی و تعلیمی حلقوں کی طرف سے بار بار برملا اس خیال کا اظہار ہو چکا ہے کہ ممتحین پرچے مرتب کرتے وقت غیر ذمہ داری سے کام لیتے ہیں۔ یونیورسٹی کے مقررہ نصاب و معیار کے مطابق امیدوار کی قابلیت کو جانچنے کی بجائے اپنی قابلیت کا مظاہرہ ان کے پیش نظر رہتا ہے۔ انہیں یہ وہم ہو گیا ہے کہ ہم جس قدر مشکل پرچے مرتب کریں گے اسی قدر زیادہ ہماری علمی قابلیت کا چرچا ہوگا۔ یہ امر قابل غور ہے کہ سنسکرت، ہندی، گورمکھی وغیرہ کے امتحانات کے متعلق ایسی مشکلات شاذ ہی سننے میں آتی ہیں۔

یہ صورت بہت افسوسناک، علمی و تعلیمی اداروں اور السنہ شرقیہ کے ترقی خواہاں حضرات کی فوری توجہ کی طالب ہے۔ انہیں پورے زور کے ساتھ پنجاب یونیورسٹی کے ارباب انتظام کو اس کی اصلاح پر آمادہ کرنا چاہئے ورنہ ممتحین حضرات کی مشکل پسندی کے باعث پنجاب میں عربی فارسی کی تعلیم کا شوق بالکل ختم ہو جائے گا۔ ہم یہ ہرگز نہیں چاہتے کہ السنہ شرقیہ کے امتحانات کا معیار پست کر دیا جائے اور ایسی نامناسب رعایتیں دی جائیں کہ نالائق امیدوار بھی کامیابی کی سندیں بلا محنت حاصل کر سکیں بلکہ ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ پرچہ مرتب کرنے والے حضرات مقررہ معیار و نصاب کو سامنے رکھیں اور طلباء کے ساتھ بے انصافی نہ ہونے پائے۔

چائے نوشی کی وبا

چائے نوشی کی نقصان رساں عادت ملک میں روز بروز ترقی کر رہی ہے۔ اشتہار بازی اور پروپیگنڈے کے زور نے کثرت چائے نوشی کے عیب کو ہنر بنانے میں حیرت انگیز کامیابی حاصل کی ہے۔ پندرہ بیس سال قبل ہمارے ملک بالخصوص شمالی ہندوستان میں چائے کا استعمال بہت محدود تھا یعنی مغرب زدہ گھرانوں سے قطع نظر یہ صرف شدید سردیوں میں اور خاص خاص موقعوں پر پی جاتی تھی۔ لیکن اب ہم گرم ترین علاقوں کو بھی اس علت میں گرفتار دیکھ رہے ہیں۔ تازہ رپورٹوں سے معلوم ہوتا ہے کہ گذشتہ پندرہ سال کے اندر چائے کی مانگ بڑھتے بڑھتے آج دس کروڑ پونڈ ہو گئی ہے۔ پانچ ہزار چائے کے باغ تقریباً پچیس لاکھ بیگھہ میں پھیلے ہوئے ہیں۔

چائے نوشی کی کثرت طبی و اقتصادی دونوں لحاظ سے تباہ کن ہے۔ مشرق و مغرب کے اطبا متفقہ طور پر اس کے کثرت استعمال کو سخت مضر بتاتے ہیں اقتصادی لحاظ سے بھی یہ آفت ثابت ہوئی ہے۔ بالخصوص موجودہ گرانی کے زمانہ میں۔ کم از کم غریب طبقہ اور نوجوانوں کے لئے یہ اخلاقی لحاظ سے بھی خطرناک ہے۔ جن شہروں میں چائے خانوں کی کثرت ہے وہاں کے اکثر باشندے نشہ کی طرح چائے کے عادی ہو گئے ہیں اور دن رات چائے خانوں میں گھسے رہتے ہیں بیشتر چائے خانوں میں حفظان صحت کے اصولوں کے متعلق پابندی نہیں ہوتی اور صفائی کا اہتمام مفقود ہے۔ ہر قسم کے لوگوں کا وہاں جمگھٹ رہتا ہے۔ اخلاقی و جسمانی مریض بھی بکثرت آتے ہیں۔ اسی طرح اکثر چائے خانے سینما گھروں کی طرح بربادی صحت و اخلاق کے مقام بن گئے ہیں۔ دکن میں تو خاکسار راقم الحروف نے بہت سے بچوں اور خانگی ملازمین کو صرف چائے کی علت کی وجہ سے چوری کرتے دیکھا ہے۔ دوسری بدنصیبیوں کی طرح مسلمان چائے نوشی کی علت میں بھی برادران وطن سے زیادہ مبتلا ہیں۔

ہماری جماعت ایک مجاہد جماعت ہے ہمیں ان چیزوں کے سوا جو کہ صحت و زندگی کے لئے لازمی ہیں اور کسی چیز کا عادی ہرگز نہ ہونا چاہئے ہمارے نوجوانوں کو چاہئے کہ چائے اعتدال کے ساتھ اور حسب ضرورت ہی استعمال کریں اور جو چھوڑ سکتے ہیں وہ اسے بالکل ترک کر دیں۔ بچوں کو تو اس کی مطلق عادت نہ ڈالی جائے۔ چائے اور سوڈا واٹر وغیرہ کی بجائے ہمیں حسب استطاعت دودھ دہی مکھن گھی اور تازہ گوشت اور صحت بخش پھل ترکاریاں استعمال کرنی چاہئیں جو تندرستی اور جسمانی نشوونما کے لئے بدرجہا مفید ہیں۔

عزیز عبد السلام صاحب حیدرآباد دکن

یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے کہ اس نے ہماری حیدرآباد دکن کی مختصر و کم عمر جماعت کو متعدد مخلص و ایثار پیشہ افراد عطا فرمائے انہی میں سے ایک سعید نوجوان عزیز عبد السلام صاحب ہیں۔ عمدہ اخلاق اور جذبۂ خدمت اسلام احمدیت کے لحاظ سے وہ اپنے والد محترم مولانا عبد الرزاق صاحب کے نقش قدم پر ہیں۔ گذشتہ سال میٹرک کر کے عثمانیہ یونیورسٹی کے انجنیرنگ کالج میں داخل ہوئے وہاں کے ذہین اور خوش اطوار طلبہ میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ امسال انھوں نے سال اول کا امتحان اچھے نمبروں میں پاس کیا اور اس خوشی میں اپنے جیب خرچ میں سے بلا طلب مبلغ پندرہ روپے اشاعت اسلام فنڈ کے لئے دیئے اس کے علاوہ وہ وقتاً فوقتاً سلسلہ کی مالی تحریکات میں حسب استطاعت حصہ لیتے رہتے ہیں جو دوسرے احمدی نوجوانوں کے لئے قابل تقلید ہے۔ جہاں تک ان کی تعلیمی مصروفیتیں اجازت دیتی ہیں کاروبار سلسلہ میں بھی ہاتھ بٹاتے ہیں۔ بالخصوص نماز جمعہ کے اہتمام میں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس عزیز نوجوان اور ان کے دوسرے بھائیوں کو صحت و توانائی کے ساتھ عمر دراز دے۔ دینی و دنیوی نعمتوں سے مالامال فرمائے اور خدمت اسلام کی بہت بہت توفیق بخشے۔

عزیز عبد السلام صاحب و دیگر زیر تعلیم نوجوانان سلسلہ سے ہماری خواہش ہے کہ وہ حصول علم و فن پر مزید توجہ دے کر زیادہ سے زیادہ لائق بننے کی کوشش کریں تاکہ ان کا وجود ان کے خاندانوں اور جماعت کے لئے صحیح معنوں میں قابل فخر و مفید ثابت ہو۔ جو لوگ سچے دل سے کوشش کرتے ہیں خداوند کریم ان کی ضرور نصرت فرماتا ہے۔

ایک بزرگ کے خط کا جواب

از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

آپ نے دریافت فرمایا ہے کہ دونوں جماعتوں کے مصالحت کے قائم کی کوئی صورت ہے یا نہیں۔ کیوں نہیں مگر اس کا علاج ایک فریق کے ہاتھ میں نہیں جب قادیان سے علاوہ الفضل کے کالموں کے ایک خاص رسالہ صرف جماعت لاہور کے لئے نکلے تو اس کے سوائے کیا چارہ ہے کہ یہ جنگ جدل جاری رہے جماعت میں وہ لوگ بھی ہوتے ہیں جو حالات سے پورے باخبر نہیں ہوتے۔ البتہ ایک بات اور بھی کہنا چاہتا ہوں۔ عالم اسلامی کی تکفیر اور کلمہ لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ کی تنسیخ کو میں ایک ایسا فتنہ سمجھتا ہوں اور باہمی تکفیر کو بھی کہ اس کے خلاف پورا زور لگانا ہر ایک مسلمان کا فرض ہے اور ہمارا بھی تو فرض ہے۔

آپ فرماتے ہیں پچیس سال کی کوشش سے میاں صاحب کے مسلک کو غلط ثابت کر کے ہم ان کی جماعت کی ترقی کو نہیں روک سکے غرض ہے کہ

(۱) ہماری غرض یہ نہ تھی کہ ان کی جماعت ترقی کرے یا نہ کرے بلکہ ایک جماعت قائم کرنے کی تھی جو حضرت مسیح موعود کے دامن کو ناپاک الزامات سے (جن میں سے اہل قبلہ کی تکفیر کا الزام بھی ایک ہے) صاف کر کے اشاعت اور تبلیغ اسلام کے کام پر اپنی پوری توجہ دے۔ سو الحمد للّٰہ ہم اس جماعت کے قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔

(۲) ترقی کو روکنا یا نہ روکنا ہمارا کام نہیں، وہ خدا کے اختیار میں ہے، جب چاہے کسی فتنہ کو روکے۔ فتنہ عیسائیت کے خلاف آج سے تیرہ سو سال پیشتر حضرت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز اٹھائی مگر وہ فتنہ ترقی کرتا چلا گیا کیا مسلمان اب اس فتنہ کے انسداد کا کوئی علاج نہ کریں صرف اس لیئے کہ اس کی ترقی نہ رکی؟

حضرت مسیح موعود بھی آئے از سر نو کسر صلیب کی بنا بھی رکھی گئی اگر عیسائیت اب بھی ترقی کر رہی ہے تو کیا ہم اس فتنہ کے خلاف اب آواز اٹھانا بند کر دیں۔ فتنہ تکفیر اہل قبلہ، تنسیخ کلمہ لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ بہت بڑا فتنہ ہے۔ یہ خدا تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ یہ فتنہ کب ختم ہو گا لیکن ہم ایسے ہمت نہیں ہار بیٹھیں گے کہ یہ فتنہ باوجود ہماری کوشش کے ترقی کرتا جاتا ہے، اس کو روکنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے ہمارا فرض اسی قدر ہے کہ ہم اس کے خلاف جدو جہد کریں۔ آپ فرماتے ہیں کہ آیندہ اس کے رکنے کی امید نہیں میں کہتا ہوں ہم اب بھی کامیاب ہیں اس لیئے کہ اس فتنہ کو پیدا کرنے والے کو یہ جرأت نہیں کہ وہ تکفیر اہل قبلہ اور تنسیخ کلمہ لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ پر ہم سے بحث کرے۔ ان کے ایک مرید نے (پٹیالہ کے رہنے والے نے) ذمہ لیا کہ وہ اپنے پیر و مرشد کو اس بحث پر راضی کر لے گا کہ غیر احمدی کافر ہیں یا مسلمان۔ مگر نہ وہ راضی کر سکا نہ جناب میاں صاحب یہ جرأت کر سکے کہ اس موضوع پر بحث کریں اور اپنی طرف سے ایک مضمون بحث کا تو بالکل بے معنی سے تجویز کر دیا "انکار نبوت مسیح موعود" ایک صاف موضوع کو اپنے مرید کے اقرار کے خلاف ترک کر کے ایک بے معنی موضوع تجویز کرنا کیا صاف نہیں بتاتا کہ جناب میاں صاحب میں آج یہ جرأت نہیں رہی کہ وہ غیر احمدی اسلامی دنیا کے کفر کو ثابت کر سکیں کیا یہ ان کی شکست اور ہماری کھلی کامیابی نہیں؟ پھر ہم آیندہ سے کیوں مایوس ہوں۔

میں اپنی جماعت کو پر زور الفاظ میں وصیت کرتا رہتا ہوں کہ اس بات پر جس قدر ممکن ہو زور دیں اور اس مسئلہ کو بار بار قادیانی جماعت کے سامنے پیش کریں یہاں تک کہ وہ ایچا پیچیوں کو چھوڑ کر اپنی شکست کا کھلا کھلا اعتراف کریں اس میں نہ صرف جماعت لاہور کی قوت کا راز ہے بلکہ اتحاد اسلام کی قوت کا راز بھی اسی فتنہ تکفیر کو دور کرنے میں ہے اور یہ ہمارا وقت ضائع نہیں ہو رہا بلکہ نہایت مفید کام میں لگ رہا ہے یہ اشاعت اسلام کی مضبوط بنیاد ہے ——— باقی رہا یہ کہ ہم بھی غیر احمدیوں کے ظلم و ستم کا نشانہ ہیں یہ درست ہے لاہور میں بھی اور لاہور سے باہر بھی۔ اس کے لئے دعا کریں اللّٰھم اھد قومی انھم لا یعلمون، یہ ان کی ناواقفیت ہے، جہالت ہے اس کو دور کرنا اور حضرت مسیح موعود کا صحیح مذہب ان کے سامنے پیش کرنا بھی ہمارا فرض ہے جو ہم کر رہے ہیں۔

انجمن کے کام میں نقص ہیں تو دنیا کے کس کے کام میں غلطی نہیں، مگر ایک نظر اٹھا کر دیکھئے کہ تعالیٰ نے ہاتھ (پچیس سال ہوئے) شروع کر کے آج ہم خدا کے فضل سے باوجود اپنی قلت کے دنیا کے اسلام میں ایک نمایاں امتیاز اپنی جماعت کا قائم کر چکے ہیں، تین چار غیر زبانوں میں قرآن کریم کا ترجمہ، سترہ زبانوں میں حدیث نبوی کے تراجم، تیس زبانوں میں تعلیمات اسلامی کے تراجم، لاکھوں کی تعداد میں ان کو دنیا میں پہنچا دینا کیا یہ کوئی چھوٹا سا کام ہے خدا کی نصرت اس جماعت کے ساتھ نہ ہوتی ورنہ یہ کام بالکل نئی بنیاد رکھ کر اس قدر قلیل عرصہ میں ہو نہ سکتا تھا ہاں اگر ابھی تک بعض احباب کا قدم اس راہ میں اس قوت سے نہیں اٹھا جس قوت سے اٹھنا چاہیئے تو ان کے لئے بھی دعا کریں کہ وہ محمد رسول اللہ صلعم کے جان نثاروں کی طرح اس کام میں دیوانہ وار لگ جائیں، اصلاح چاہنا بڑی بات نہیں کسی غلطی کو دور کرنے کی خواہش کرنا عیب نہیں، مگر ایک نظر اس عظیم الشان کام کی طرف بھی ڈالیں جو اب تک ہو چکا ہے اور جس کے لئے آیندہ خدا تعالیٰ کے فضل کے اور رستے کھل رہے ہیں اور اپنی پوری قوت کو اس کام پر لگا دیں میں نے تنسیخ کلمہ لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ کو قادیانی عقائد میں سے قرار دیا ہے یہ اس لئے کہ آج ان کے نزدیک کوئی شخص کلمہ لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ کے اقرار سے اسلام میں داخل نہیں ہوتا جیسا تیرہ سو سال سے ہوتا چلا آیا تھا پس یہ کلمہ منسوخ ٹھہرا۔

خاکسار

محمد علی

مکتوب بغداد

جناب سید تصدق حسین صاحب قادری کا غیر معمولی جوش تبلیغ

سید تصدق حسین صاحب قادری اپنے تازہ مکتوب بنام حضرت مولانا مولوی عزیز بخش صاحب جائنٹ سکرٹری تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"آپ کے گذشتہ ایک خط سے یہ معلوم ہوا تھا کہ ٹریکٹ موسومہ "نیا نظام عالم" کا انگریزی ترجمہ قلت کاغذ اور گرانی کی وجہ سے شائع نہیں ہو سکا یہ سن کر بے حد افسوس ہوا اور دل پر ایک چوٹ لگی کہ جس "نسخۂ کیمیا" کی بنی نوع کو آج اشد ضرورت ہے، وہ قلت کاغذ اور گرانی کے سبب نسل انسانی کو فیض پہنچانے سے قاصر ہے، یہ خیال عرصہ تک دماغ میں گھومتا رہا آخر پچھلے جمعہ خطبہ میں اپنے اس درد دل کا اظہار احباب کے سامنے کرتے ہوئے اپیل کی کہ وہ اس زندگی بخش پیغام کے انگریزی ترجمہ کے اخراجات کا بار اپنے سر لیں، الحمد للّٰہ میری یہ آواز رائیگاں نہ گئی۔ اس وقت تک مبلغ آٹھ سو -/۸۰۰ روپے کے وعدے ہو چکے ہیں اور آخر جون تک امید ہے ایک ہزار روپے سے اوپر رقم ہو جائے جو انشاء اللہ جولائی کے پہلے ہفتہ میں لاہور ارسال کر دی جاوے گی، آپ اس خط کے ملنے پر یہ کام شروع کر دیں۔ رقم انشاء اللہ حسب وعدہ آپ کی خدمت میں وقت پر پہنچ جاوے گی حضرت سیدنا امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کی خدمت میں بھی اس کی اطلاع دیدیں۔ از راہ کرم برائے مفت اشاعت کچھ اردو انگریزی لٹریچر ارسال فرما دیں باقی ہر طرح خیریت ہے جملہ اخوان سلسلہ سے سلام وعلیکم"

تصدق حسین قادری۔ بغداد

جناب سید تصدق حسین صاحب قادری کا جذبۂ خدمت اسلام

سید تصدق حسین صاحب قادری بغداد کا جوش تبلیغ اسلام اور مستعدی، عملی کاروائی جو ان کے مندرجہ بالا خط سے ظاہر ہے ہر ایک احمدی بھائی کے لئے نمونہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسا ہی جذبہ خدمت اسلام کا بخشے اور توفیق عمل دے۔ اس مکتوب بغداد کے ساتھ سید صاحب نے -/۵۵۶ روپے چندہ مختلف مدات کا بھی ارسال فرمایا ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

مد	رقم
چندہ ماہوار	۲۳۸—۱۲—۰
بکڈپو	۳۵۸—۱۱—۰
بجٹ فنڈ	۴۳—۱۲—۰
مفت اشاعت	۲۳—۱۵—۰
یتیم خانہ	۳۱—۰—۰
تعلیمی وظائف	۱۲—۵—۰
پیغام صلح	۱۶—۰—۰
سپین فنڈ	۱۵—۷—۰
لائٹ	۱۳—۵—۰
وصایا	۱۳—۵—۰
ینگ اسلام	۶—۱۱—۰
جلسہ فنڈ	۶—۱۱—۰
آنہ فنڈ	۴—۱۲—۰
عید فنڈ	۱—۰—۰
مساجد فنڈ	۱—۰—۰

سید صاحب موصوف کے دل میں جو ولولہ تبلیغ اسلام کا موجزن ہے وہ ان سے بڑی قربانی کرا رہا ہے مفت اشاعت کی مد کو وہ کبھی نہیں بھولتے اور ہمیشہ کچھ نہ کچھ رقم بھیجکر اس کے عوض کتابیں منگا کر مفت تقسیم کرتے رہتے ہیں۔ اس شعبہ میں کئی دیگر ذی وسعت احباب بھی حصہ لیتے ہیں اور ضرورت ہے کہ سب اس میں حصہ لیں کیونکہ کتابوں کا مفت تقسیم کرنا ہی اس وقت اصل تبلیغ ہے جس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام زور دیا کرتے تھے۔

(عزیز بخش۔ جائنٹ سکرٹری)

اخلاقِ حسنہ اور قیامِ جماعت

(از مدیر)

یہ موضوع اپنی علمی حیثیت سے بہت عمیق اور وسیع ہے۔ ایک دو کالموں میں اس کی وضاحت نہیں ہوسکتی، تاہم وہ عناصر جن پر جماعتوں کی تعمیر کا انحصار ہے وہ بہت ہیں اور واضح ہیں ــــ جہاں کہیں بھی ایک اجتماعی نظام اخلاق پیدا ہوتا ہے وہاں اس اخلاق کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ایک جماعت بھی وجود میں آتی ہے۔ چنانچہ اگر تمام مصلحین عظام کی زندگیوں کا نظر غائر سے مطالعہ کیا جائے تو ہمیں معلوم ہوگا کہ وہ ایک خاص نظام اخلاق کو مدون کرتے ہیں اور اس نظام اخلاق کے پہلو بہ پہلو ایک ایسی قوم بھی بنتی چلی جاتی ہے جو اس نظام اخلاق کو روزمرہ زندگی میں اپنے اوپر وارد کرے۔ چنانچہ بعد میں یہی اخلاق اس جماعت کی بقا اور تعمیر کا باعث ہوتے ہیں اور ان اخلاق میں سے سب سے بڑا خلق قربانی ہے خواہ وہ قربانی کسی ملک کے لئے ہو، قوم کے لئے ہو کسی بلند نصب العین کے لئے ہو۔ قربانی کا مطلب یہ ہے کہ جب ضرورت پیش آئے تو فرد یا جماعت اپنی آزادی یا اپنے نصب العین کی خاطر اپنی جائداد، اپنی اولاد اور اپنی جان عزیز کو مقدم رکھے بلکہ اسے اپنے اجتماعی نظام پر قربان کر دے۔ وہ قومیں جن میں قربانی کی یہ خصوصیت موجود ہو وہ نابود نہیں ہوسکتیں، لیکن وہ جماعتیں اور قومیں بہت جلد تباہ ہوجاتی ہیں جن میں قربانی کرنے والے تو موجود ہوں، لیکن ان کی قربانی کی قدر نہ ہو، جماعت کی تربیت ان اصولوں پر کی جا سکتی ہے جن سے قابل بلند ہمت اور سراپا ایثار انسان تو ترقی پذیر رہیں لیکن نالائق دوں ہمت اور عیار لوگ بام عروج تک نہ پہنچ سکیں، جب قوموں کا مزاج ان موخرالذکر لوگوں کی موجودگی کو برداشت کر لیتا ہے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ قوم یا جماعت اس جہد للبقا کے میدان میں چند روز کی مہمان ہے۔ کیونکہ ایسے لوگ جب اقتدار حاصل کریں گے تو اپنے اخلاق کا پرتو قوم کے اجتماعی اخلاق پر ضرور ڈالیں گے جس سے وہ اعلیٰ درجہ کا اخلاق جو اس جماعت یا قوم کو قائم کئے ہوئے تھا کمزور اور مضمحل ہوجائے گا اور اس کمزوری اور ضعف کا اثر جماعت کی بنا پر یقیناً پڑے گا۔ چنانچہ قوم کے زوال پر قیادت کی باگ ڈور ہمیں ایسے ہی لوگوں کے ہاتھ میں نظر آتی ہے جو بلند اخلاق سے یکسر خالی ہوتے ہیں۔ اور یہ علامات اس قوم کی بدبختی، بدحالی اور تباہی کا دنیا میں اعلان کرتی ہیں۔ اس کے بعد ایک انقلاب آتا ہے اس قوم کو دنیا سے مٹا دیا جاتا ہے اور اس کی جگہ ایک اور صالح قوم کھڑی کر دی جاتی ہے جو پھر ان بلند اور اعلیٰ اخلاق کو دہراتی ہے اور ان اخلاق کی قدر کرتی ہے جو اس کے صحیح ہمدرد ہوتے ہیں اور اپنی قوم کے وقار اور سطوت کے لئے ہر ممکن قربانی کر سکتے ہیں۔ **دوسرا خلق** جو ہمیں صالح قوم کے عناصر ترکیبی میں نظر آتا ہے وہ ہے **جذبہ اخوت** یعنی تمام افراد جماعت اپنے آپ کو ایک ہی کل کا جزو سمجھتے ہیں یعنی وہ سب مل کر ایک جسم ہوتے ہیں۔ اگر جسم کے ایک عضو کو تکلیف یا صدمہ پہنچے تو سب اعضاء بے چین ہوجاتے ہیں اور سارے جسم پر اتنی نیند حرام ہوجاتی ہے اور کسی پہلو چین نہیں پڑتا ــــ جب جماعت کی حالت ایک جسم کے مترادف ہو تو اس کے افراد ایک دوسرے کے دکھ درد اور تکلیف میں سچی ہمدردی اور خیرخواہی کا اظہار کرتے ہیں اور ان کو جماعت کے اندر اس قدر عافیت معلوم دیتی ہے کہ وہ جماعت کو ایک قلعہ تصور کرتے ہیں اور کبھی نہیں چاہتے، کہ اس قلعہ کی دیواروں میں شگاف پڑے وہ محسوس اور نامحسوس طور پر جماعت کی حفاظت کرتے ہیں اور ایسے دشمنوں کا نہایت جانبازی کے ساتھ مقابلہ کرتے رہتے ہیں جن سے انہیں جماعت کو صدمہ پہنچنے کا اندیشہ ہو ــــ یہ جذبہ اخوت سب سے بڑا ہتھیار ہے جس سے جماعت اپنی حفاظت کرتی ہے اور دنیا میں قائم رہتی ہے۔ جس قوم کا یہ ہتھیار کند ہوجاتا ہے، وہ قوم زیادہ دیر تک زندہ نہیں رہ سکتی۔

جذبات چشم پوشی اور درگذر سے بھی جماعتوں کو بہت تقویت پہنچتی ہے جب قوم میں نکتہ چینی اور معائب شماری کی روح سرایت کر جاتی ہے تو اس سے بہت زہریلے اور فاسد مادے پیدا ہوتے ہیں جن سے جماعت کے نظام حیات میں اختلال پیدا ہوجاتا ہے۔ وسیع النظر قوموں میں معائب شماری سے بڑھکر کوئی عیب نہیں وہ اس کو برداشت ہی نہیں کرتیں ایسے افراد جن کا شیوہ معائب شماری یا بے جا نکتہ چینی ہو اس میں پنپ ہی نہیں سکتے اور نہ ہی انہیں کبھی جرأت ہوتی ہے کہ وہ زہر اگلیں جس سے جماعت کے مجموعی اخلاق کو صدمہ پہنچے ــــ قوم کے سارے افراد بھائیوں کی طرح رہتے ہیں اگر کسی میں کوئی نقص بھی دیکھیں تو اسے بشریت پر محمول کرتے ہیں۔ سوائے اس کے کہ کوئی ایسا نقص نہ ہو جس سے جماعت کی ہیئت اجتماعی کو صدمہ پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ معائب کی طرف سے ان کی آنکھیں بند ہوتی ہیں اگر ان کی نگاہوں میں کوئی چیز جچتی ہے تو وہ اپنے بھائیوں کے محاسن۔ عیوب پر ان کی نگاہ ۴

۴ جمتی ہی نہیں۔ اور جونہی جماعت میں نکتہ چینی غیبت اور معائب شماری کے آثار قوم کے خیرخواہ قائدین کو نظر آتے ہیں تو وہ اس زہریلی رو کو روکنے کی کوشش کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا عبدالکریم صاحب مرحوم اپنے ایک خطبہ میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

"میرے دل میں بارہا یہ خیال آیا اور میں نے اس ضرورت کو محسوس کر کے اپنے احباب کے زمرہ میں اس امر کو پیش کیا اور آج میں اسکو علی الاعلان کہتا ہوں کہ ایک، ایسی کمیٹی بنائی جاوے جس کے ممبر عملی طور پر اس اصول پر قائم ہوجاویں کہ پس پشت اپنے کسی بھائی کی نسبت کبھی کلمۃ الخیر کے سوا کچھ نہ کہیں، میں کسی قسم کی ظاہرداری یا تکلف سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ جو اندرونی تہوں کے حالات کو جانتا ہے اس کو خوب معلوم ہے کہ بالکل سچے دل سے کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ مولوی نورالدین پر فضل اور رحم کرے میں نے پندرہ بیس سال کے اندر جب سے کہ میں ان کے پاس بیٹھتا ہوں اور ملتا ہوں میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ اس شخص نے کسی کی پس پشت بجز خیر کے کہا ہو میں نے اس کی عادت اور حالت کو دیکھ کر سچی توبہ کی اور آپ دعا کریں کہ میں اس پر قائم رہوں۔ یہ بات میں نے اس لئے کہی ہے کہ میری دلی آرزو ہے کہ ہماری جماعت ایک پاک نمونہ بن جاوے جس کی آرزو پاک امام کو ہے۔"

(الحکم مورخہ ۱۷ جولائی ۱۸۹۰ء)

مندرجہ بالا اقتباس سے خوب واضح ہوگیا ہوگا کہ وہ لوگ جو جماعتوں کو قائم کرنا چاہتے ہیں وہ کس طرح سے ان کی بنیاد رفیع اخلاق پر قائم کرتے ہیں۔ معائب کو دور کرنے اور محاسن کو اختیار کرنے کے بغیر جماعت نہیں بن سکتی اس مجلس میں ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں باقی آئندہ کسی فرصت میں عرض کریں گے

دو سوالوں کا جواب

از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

سوال نمبر ۱:۔ اَلَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَكَانُوْا شِیَعًا سے کیا مراد ہے اور ہم تو اس کے اندر نہیں آتے۔

جواب:۔ اس سے مراد وہ فرقے ہیں جو ایک دوسرے کو کافر قرار دیتے ہیں۔ خدا کے فضل سے ہم اس کے اندر نہیں آتے۔ اس لئے کہ ہم کسی کلمہ گو کو کافر نہیں کہتے، قادیانی جماعت اس کے اندر آتی ہے یا نہ یہ آپ خود غور فرمالیں۔

جیسے میں نے پہلے عرض کیا تھا ہم سب امت محمدیہ کا حصہ ہیں اس امت کے اندر جو فرقے بھی ایک دوسرے کو کافر قرار دیں وہ كَانُوْا شِیَعًا کے مصداق ہیں۔

سوال نمبر ۲:۔ کیا قادیان کے ساتھ ہمارے اختلافات اس امر کا تقاضا کرتے ہیں کہ مستقل طور پر ایک علیحدہ جماعت قائم کی اور رکھی جائے۔

جواب:۔ قادیانی جماعت نے اسلام کے اندر ایک ایسے تفرقہ کی بنیاد رکھی ہے جس کی مثال ملنی مشکل ہے ان کے ساتھ ہمارے ملنے کے یہ معنے ہیں کہ ہم بھی عملاً انہی کی تائید کرتے ہیں۔

یعنی کل روئے زمین کے مسلمانوں کو سوائے اپنے چند نفوس کے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دینا اور کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو منسوخ قرار دینا اس لئے کہ ان کے نزدیک اب اس کلمہ کے اقرار سے کوئی شخص داخل اسلام نہیں ہو سکتا۔

اتحاد اسلام کو قائم کرنے کیلئے جو سب سے بڑا اتحاد ہے اور جس کے توڑنے پر ہی وہ وعید ہے جو آپ کے پہلے سوال میں مذکور ہے جماعت قادیان کے ان بنیادی امور میں مخالفت کرنی پڑتی ہے اور جب تک ہم اپنے آپ کو اس جماعت سے الگ نہ رکھیں اس فتنہ کی اصلاح ناممکن ہے۔

ایک اور امر بھی آپ کی توجہ کے لائق ہے۔ اصل چیز تو وہ مسلک ہے جو حضرت مسیح موعود کا قائم کردہ ہے دونوں جماعتوں میں سے جو جماعت اس مسلک پر قائم ہے وہی حضرت مسیح موعود کی اصل جانشین ہے محض کثرت کسی جماعت کی حقیقی جانشینی کا ثبوت نہیں۔ اگر حضرت مسیح موعود نے کوئی جماعت بنائی اور اس جماعت کا تبلیغ اسلام کے لئے دنیا میں رہنا ضروری ہے تو وہی جماعت ہے جو اپنے عقاید کے لحاظ سے بھی حضرت مسیح موعود کے مسلک پر قائم ہے اور اپنے کام کے لحاظ سے بھی تبلیغ اسلام کے اس کام میں جس کی بنیاد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رکھی مصروف ہے۔

خاکسار

محمد علی

۲۰/۷/۴۳

حضرت مولانا سید محمد احسن صاحب امروہی مرحوم کا ایک خطبہ جمعہ

ایہا الاحباب۔ یہ ضعیف ناتوان بڈھا اسی برس سے متجاوز کچھ اللہ تعالےٰ کا فضل ہی ہے۔ کہ آپ میرے کلام کو سنتے ہیں آپ کو مجھ سے حدیث سننے کا بہت شوق ہے، اس لیئے میں اس وقت حدیث ہی بیان کرتا ہوں۔ جس میں فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ان اللہ زوی لی الارض فرأیت مشارقھا ومغاربھا وان امتی سیبلغ ملکھا ما زوی لی منھا۔ رواہ مسلم۔ (الحدیث مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۱۲ سطر ۱۰) اس حدیث میں ایک بڑی عظیم الشان پیشگوئی مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرماتے ہیں اور ایسے وقت میں بیان فرماتے ہیں جب آپ کے پاس نہ لشکر تھا نہ کوئی خزانہ لیکن ایسی حالت میں آپ فرماتے ہیں ان اللہ زوی لی الارض۔ اللہ تعالےٰ نے زمین کو لپیٹ کر میرے سامنے کر دیا۔ فرأیت مشارقھا ومغاربھا پس میں نے دیکھ لئے کل مشارق زمین کے اور کل مغارب اس کے۔ وان امتی سیبلغ ملکھا اور تحقیق میری امت پہنچ گئی ان ممالک مغربیہ تک جو لپیٹ دیئے اللہ تعالےٰ نے میرے لیئے۔

مشارق ومغارب کے معنے

مشارق اور مغارب کے لفظ خاص طور پر غور کے قابل ہیں۔ قرآن کریم میں یہ لفظ تین طرح پر آیا ہے کہیں تو فرمایا ہے رب المشرق والمغرب کہیں فرمایا رب المشارق والمغارب۔ ایک جگہ فرمایا رب المشرقین والمغربین یہ جو تثنیہ کا صیغہ یہاں استعمال کیا ہے اس کے متعلق یہ تو خیر سب لوگ جانتے ہیں کہ یہ اس وجہ سے استعمال کیا گیا ہے کہ ہر ایک ملک میں دو ہی فصلیں ہوتی ہیں۔ اس لحاظ سے ایک مشرق ایک فصل کا ہوا اور ایک دوسری فصل کا۔ پھر علم ہیئت کا مسئلہ بھی ہے جسے سب لوگ جانتے ہیں کہ آفتاب کا مشرق اور مغرب روزانہ بدلتا رہتا ہے اور ایک ہی مشرق اور ایک ہی مغرب قائم نہیں رہتا۔

رب المشرق والمغرب

لیکن اس بحث مشرق اور مغرب کی روحانی کو چھوڑ کر ایک تربیت پر دلالت کرتا ہے اور پہلو پر بھی غور کرنا ضروری ہے وہ یہ کہ رب المشرق ورب المغرب میں مغرب اور مشرق کی صرف ظاہری تربیت پر ہی حصر نہیں بلکہ ایک اشارہ اس طرف بھی ہے کہ خدا تعالیٰ دین اسلام کی تربیت کرے گا۔ یہاں تک کہ وہ تمام جگہوں پر پھیل جائے گا۔ اور سب لوگ اس سے پرورش پائیں گے۔ صراحت کے ساتھ دوسری جگہ بیان فرما دیا کہ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین۔ ہم نے تجھے سارے جہان کے لیئے رحمت بنا کر بھیجا ہے ایسا ہی حدیث شریف میں بھی آیا ہے کہ انی بعثت للناس عامۃ میں عام طور پر سب لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں۔ اور کافۃ للناس تو قرآن کریم میں جا بجا آیا ہے اسی کی تائید وہ حدیث کرتی ہے جس میں کل زمین کو لپیٹ کر سامنے کرنے اور مشارق ومغارب تک پہنچنے کا بیان ہے۔ اس حدیث میں جو مشارق ومغارب کا ذکر ہے تو ان لفظوں میں بھی دین اسلام کے مشارق ومغارب کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ اصلی تربیت تو دین اسلام ہی کی ہے۔

طلوع الشمس کی پیشگوئی اور حضرت مسیح موعودؑ کا کشف

ایک دوسری حدیث میں طلوع الشمس من مغربھا آیا ہے یعنے سورج مغرب میں سے طلوع کرے گا۔ اس کے بھی معنے یہی ہیں اسلام پھیلنے کے یا بالفاظ دیگر مغرب سے آفتاب اسلام طلوع ہونے کے معنے ہیں۔ چنانچہ حضرت صاحب کو اس کے متعلق ایک کشف ہوا جس کا ذکر آپ نے ان الفاظ میں کیا ہے کہ:۔

"میں نے دیکھا کہ میں شہر لنڈن میں ایک ممبر پر کھڑا ہوں اور انگریزی زبان میں ایک نہایت مدلل بیان سے اسلام کی صداقت ظاہر کر رہا ہوں۔ بعد اس کے میں نے بہت سے پرندے پکڑے جو چھوٹے چھوٹے درختوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور ان کے رنگ سفید تھے اور شاید تیتر کے جسم کے موافق ان کا جسم ہوگا۔ سو میں نے اس کی یہ تعبیر کی کہ اگرچہ میں نہیں مگر میری تحریریں ان لوگوں میں پھیلیں گی اور بہت سے راستباز انگریز صداقت کا شکار ہو جائیں گے،،

پھر حضرت کو انگریزی میں بھی الہام ہوئے ہیں جن سے یہ اشارہ پایا جاتا ہے کہ آپ کے سلسلہ کے ذریعہ سے ہی اسلام مغرب میں پھیلے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث مذکورہ میں جو پیشگوئی کی ہے اس کے پورا ہونے کا ایک ... تو وہ وقت تھا جب خلفائے ثلاثہ کے عہد میں فتوحات ... [illegible] کا جب یہ پیشگوئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کی، جب آپ کے دہانِ مبارک سے یہ پاک الفاظ نکلے خلفائے ثلاثہ کے وقت اور ان کی فتوحات سے مقابلہ کیا جائے تو اس کی زبردست شان معلوم ہوتی ہے وہ زمانہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پیشگوئی فرمائی ایک ایسا زمانہ تھا جب اس کے قطعاً آثار تک نہ پائے جاتے تھے۔ نہ ہی بظاہر کوئی ایسی شوکت ظاہری آپ کے شامل حال تھی کہ جو اس پیشگوئی کے کسی آئندہ زمانہ میں پورا ہونے کا وہم و گمان تک بھی پیدا کر سکے۔ لیکن پھر دیکھو کہ خلفائے ثلاثہ کے وقت میں کس شان سے یہ الفاظ پورے ہوتے ہیں۔

اس زمانہ میں یہ اور رنگ میں پوری ہوگی

لیکن ان کے بعد ایک اور زمانہ بھی آنے والا تھا۔ جب ان ممالک میں بھی جہاں ابھی تک اسلام نہیں گیا۔ اسکو پھیلنا تھا۔ وہ یہی زمانہ ہے جس میں ہم اور آپ ہیں۔ ان ملکوں میں جو ایشیا کے سوا ہیں عام طور پر عیسائیت کا غلبہ اور زور آج تک رہا ہے۔ خلفائے راشدین کے وقت بھی اسلام پھیلا تو دور دور تک ہے لیکن اسلام کے پھیلنے یا بالفاظ دیگر اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا رنگ بھی دوسرا تھا۔ اس وقت چونکہ مقابلہ تلوار کے ساتھ تھا۔ اسیلئے تلوار ہی کو مخالفین کے دفاع کے لئے کام میں لانا پڑا تھا۔ لیکن آج اس آخری زمانہ میں ایک دوسرے رنگ کا جہاد ہے۔ آج یہ پیشگوئی اور رنگ میں پوری ہوگی اور ہو رہی ہے۔ آج دلائل قاہرہ اور براہین باہرہ سے دین اسلام کی حقیقت ظاہر ہوگی اور اسی سے اسلام کا غلبہ دوسرے ادیان پر ہوگا۔

طلوع الشمس کی پیشگوئی کس کے ذریعہ پوری ہوگی

تو یہ جو طلوع الشمس کی پیشگوئی تھی یہ آخری زمانہ کے لئے ہی خاص تھی اور اس آخری زمانہ میں بھی ہمارے حضرت مسیح موعود کے لئے۔ کیونکہ جو معنے آفتاب کے مغرب سے طلوع ہونے کے حضرت صاحب نے لیئے ہیں اور جس پر آپ کا کشف بھی شاہد ہے کہ جتنے مغربی ممالک میں آفتاب اسلام کا طلوع ... اسی زمانہ میں پورے ہوئے ہیں۔ اگرچہ آفتاب کے جسمانی طلوع سے بھی آپ نے انکار نہیں کیا۔ لیکن یہ دوسری حقیقت جس کو آپ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ کہ:۔

"طلوع شمس کا جو مغرب کی طرف سے ہوگا اس کی حقیقت ایک رؤیا میں یہ ظاہر کی گئی کہ مغرب کی طرف سے آفتاب کا چڑھنا یہ معنے رکھتا ہے کہ ممالک مغربی جو قدیم سے ظلمت کفر و ضلالت میں ہیں آفتاب صداقت سے منور کیئے جائیں گے اور ان کو اسلام سے حصہ ملے گا۔"

صرف حضرت مسیح موعودؑ کے خدام کے وقت میں ہی پوری ہونے والی تھی جو بحمد اللہ پوری ہو رہی ہے۔

شمس سے مراد آفتاب

یہ امر کہ آفتاب سے مراد آفتاب اسلام لیا جا سکتا ہے۔ نہ صرف حضرت مسیح موعودؑ کے اقوال سے ہی بلکہ دیگر بزرگان دین کے کلام سے بھی ثابت ہوتا ہے ایک عظیم الشان بزرگ فرماتے ہیں ؎

افلت شموس الاولین وشمسنا
ابداً علی افق العلیٰ لا تغرب

پہلے لوگوں کے آفتاب، یعنی ادیان سابقہ تو سب کے سب غروب ہو گئے۔ لیکن ہمارا سورج ہمیشہ ہمیشہ کے لیئے افق کی بلندیوں پر چمکتا رہے گا اور کبھی غروب نہ ہوگا۔

پھر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ؎

آں شہ عالم کہ نامش مصطفےٰ
سید عشاق حق شمس الضحےٰ

پھر شمس کا لفظ خود قرآن کریم میں حضرت یوسفؑ کے باپ کے لئے بھی آیا ہے جہاں وہ اپنی اس خواب کا ذکر فرماتے ہیں کہ یا ابت انی رأیت احد عشر کوکباً والشمس والقمر رأیتھم لی ساجدین۔

قدرت ثانی کیا ہے

تو خلاصہ یہ ہے کہ یہ دین اسلام ہر جگہ پھیلے گا اور حضرت رسول کریم صلعم کی یہ پیشگوئی کہ کل روئے زمین مجھے مٹھی میں لپیٹ کر دکھائی گئی۔ انشاء اللہ تعالیٰ پوری ہو کر رہے گی۔ اور ایسے وقت میں یہ پوری ہوگی جب بظاہر آثار دکھائی نہیں دیتے اسیلئے حضرت نے اسکا نام قدرت ثانی رکھا ہے جیسے کہ پہلے خلفاء حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے وقت قدرت ثانی کا ظہور ہوا۔ اسی طرح دلائل سے اسلام پھیلے گا وہ پہلا رنگ اور تھا اب دلائل کے ذریعہ ہی ہوگا۔ جو کچھ ہوگا۔

روحانی ظلمت کے بالمقابل آفتاب کا لفظ لایا گیا ہے

آفتاب ہی کا طلوع اسے کہنا چاہیئے کیونکہ حضرت اقدسؑ فرماتے ہیں کہ:۔

"ممالک مغربی جو قدیم سے ظلمت کفر و ضلالت میں ہیں وہ آفتاب صداقت سے منور کیئے جائیں گے"

ظلمت کے مٹانے کے لیئے تو آفتاب ہی کا لفظ موزوں تھا جو طلوع شمس کی پیشگوئی میں استعمال کیا گیا ہے۔

"داغ ہجرت" کا الہام اور اس کے اصل معنے

پھر حضرت اقدسؑ کا ایک اور الہام ہے "داغ ہجرت" اس الہام کے بعد حضرت اکثر فرمایا کرتے تھے۔ کہ جب ہجرت کا الہام ہو چکا ہے تو ہمارے احباب کیوں یہاں قادیان میں عمارات کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ جب یہاں رہنا ہی نہیں تو مکانوں کے یہاں بنانے سے کیا حاصل؟ لیکن

اصل میں حضرت کو اس الہام کی تفہیم صحیح نہیں ہوئی تھی۔ بات اصل یہ ہے کہ جب آفتاب کا طلوع مغرب سے ہونا تھا، تو جس کے ہاتھ سے اسلام پھیلنا تھا وہ چونکہ ایک ایسا عظیم الشان کام کرنے والا تھا۔ جو خود مسیح موعود کا کام ہے۔ بلکہ جس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کو جاری کیا تھا۔ تو اس وقت عرب میں بھی بالکل ظلمت ہی ظلمت تھی۔ اور آج مغربی ممالک کا بھی یہی حال ہے۔ پس ایسی حالت میں جو شخص اس عظیم الشان کام کو سرانجام دیتا ہے وہ بھی تو خود مسیح موعود ہی کے حکم میں ہے۔ اسی لئے اس کے بڑے بڑے فضائل بیان فرماتے ہیں۔ بلکہ یہاں تک فرما دیا کہ وہ اصفیا میں سے ہوگا۔ اور بھی بڑے بڑے فضائل بیان فرمائے۔ کیونکہ حضرت نبی کریم صلعم کی پیشگوئی کا پورا ہونا کوئی چھوٹی سی بات نہیں۔ تو وہ شخص چونکہ ہجرت کرتا ہے اور ولایت جا کر رہتا ہے اس لیے اس کے داغ ہجرت کو مسیح موعود کا داغ ہجرت قرار دیا ہے جو اس کے عظیم الشان مراتب پر دلالت کرتا ہے۔

اور لوگ بھی جو اس کی امداد کریں۔ جو مالی یا جسمانی طور پر اس عظیم الشان کام میں مدد دیں وہ بھی علیٰ قدر نیات اس ثواب سے حصہ لیں گے، انہیں بھی اپنے اپنے مراتب کے مطابق ان مراتب عالیہ سے کچھ نہ کچھ مل رہے گا۔

تو یہ جو "داغ ہجرت" کا الہام ہے جس سے آج اس فریق اور بالخصوص اس پاک انسان کی عظمت ثابت ہوتی ہے جسے اس داغ سے حصہ لیکر اس الہام کو پورا کیا وہ لوگ جو آج ان کے مخالف بنے پھرتے ہیں اور مرکز مرکز کے لایعنی الفاظ سے انہیں جھٹلانا چاہتے ہیں وہ اس الہام کو کہاں لے جائیں گے اور کیونکر اپنے آپ کو اس الہام کے مصداق ثابت کریں گے۔

ہمارا مرکز

مرکز کے معنے اگر وہی ہیں جو وہ کرتے ہیں یعنی یہ کہ قادیان ہی میں بیٹھے رہیں، تو اس "داغ ہجرت" الہام کے سامنے یہ خیال باطل کیونکر ٹھہر سکتا ہے۔ جب اس قدر دور دراز ممالک میں جانے کا حکم ہے اور اسی حکم کو پورا کرنے کے لیے "داغ ہجرت" کا الہام ہو چکا ہے۔ جب مغرب سے طلوع آفتاب اسلام آج ہی کے لیے مقدر تھا اور وہ ہو نہیں سکتا جب تک کہ خدام مسیح موعود خود چل کر وہاں نہ جائیں اور اسلام کی اشاعت میں منہمک ہو جائیں تو پھر کیونکر وہ کہہ سکتے ہیں کہ صرف قادیان کی چار دیواری میں ہی مرکز ہے۔ بلکہ صحیح اور اصل بات یہی ہے کہ جہاں سے اشاعت اسلام کا کام جاری ہو۔ جہاں سے بھی علوم حقانیہ کے چشمے پھوٹیں جس جگہ سے کہ روحانیت اسلام کا چشمہ دلہائے تشنہ کامان صداقت کو سیراب کرے یا بالفاظ حدیث نبی کریم صلعم اسلام کی صداقت کا آفتاب طلوع ہو۔ وہی ہمارا مرکز ہے اور یہ ہو نہیں سکتا کہ ایک ہی جگہ ہو۔ مسیح موعود ہمارے درمیان بالطبع مبعوث ہوئے تھے کیونکہ آپ کا منصب مسیح موعود کا تھا یعنی عیسائیوں کی اصلاح کے لئے آپ مامور ہوئے تھے پس جہاں سے آپ کے اس مشن کی تکمیل ہوگی اور جس کے ہاتھ سے ہوگی وہی جگہ مرکز ہے اور وہی انسان اور اس کے ساتھی حق پر ہو سکتے ہیں۔

ہمارا ترجمۃ القرآن انگریزی بھی ہماری صداقت پر شاہد ہے

ایک طرف حضرت مسیح موعود کا الہامات انگریزی کا ہونا ثابت کرتا ہے کہ آپ کے سلسلہ کے ذریعہ سے انگریزی ممالک میں ان لوگوں سے تبلیغ ہوگی جو انگریزی دان ہیں اور دوسرے عملاً ایک فریق کی طرف سے یہ کام باحسن وجوہ سرانجام پاتا ہے بلکہ قرآن کریم کا بھی انگریزی میں اسی طرف سے ترجمہ شائع ہوتا ہے۔

صبح کاذب اور صبح صادق

اس سے قبل ان ممالک میں مسٹر عبداللہ کوئلم نامی ایک شخص نے تبلیغ اسلام شروع کی تھی لیکن بعینہٖ صبح کاذب کی طرح چند دنوں کی تبلیغ کے بعد اس کا کام وہیں رک گیا۔ لیکن اب صبح صادق ہو چکی ہے کام ایک عظیم الشان پیمانہ پر جاری ہو چکا ہے۔ پس ایسی حالت میں اس صبح صادق کے بعد طلوع آفتاب ایک ضروری امر ہے جو انشاء اللہ تعالیٰ ہو کر رہے گا۔

ای فریق احق بالصدق

تو ایک طرف مسیح موعود کا کشف اور دوسری طرف مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیاں پھر "داغ ہجرت" کا الہام جس کے معنے ہیں ایک فریق کو ہجرت کا داغ نصیب ہوگا۔ غور کرو ایسی حالت میں جبکہ ہماری گورنمنٹ کو اس قدر مشکلات پیش آ رہی ہیں ان غیر ممالک میں ہجرت کرنا کتنی بڑی بات ہے۔ لکل امری ما نوی پھر یہی نہیں کہ یہ سب باتیں ہمارے حق پر ہونے کی وجہ سے ہماری صداقت پر شاہد ہیں بلکہ یہ بھی غور طلب امر ہے کہ کل قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ کس فریق کی طرف سے شائع ہوتا ہے؟ کیا یہ سب تائیدات سماوی نہیں پھر کیا یہ آلہی نصرتیں اس بات کو ثابت نہیں کرتیں کہ وہی فریق حق پر ہے جسے ان تائیدات سے حصہ ملا۔

تعاونوا علی البر والتقویٰ

تو امر کہ آیا دوسروں کو بھی (یعنی غیر از جماعت لوگوں کو) اس کام میں امداد دینی چاہئیے یا نہیں، یا آیا ان سے ہمیں امداد لینے میں کوئی حرج تو نہیں اس سے صاف ہو جاتا ہے کہ جب ہمارا قرآن ایک ہے کلمہ ایک، نماز روزہ ایک اور دیگر عبادات بھی وہی ہیں، پھر قبلہ بھی ایک ہے تو اسی ایک کلمہ کو منوانے۔ اسی خدائے واحد کی پرستش کرانے۔ اسی ایک قبلہ کی طرف متوجہ کرنے میں ایک دوسرے کی امداد سے کیا ہرج لازم آتا ہے۔ وہ کونسی موانع ہیں جو ایک متحدہ فرض کی ادائیگی میں ان سے امداد لینے سے ہمیں باز رکھیں یا وہ کونسی ایسی بات ہے جو ایک غیر از جماعت کو اس اسلامی کام میں اس طلوع آفتاب از مغرب کی پیشگوئی کو پورا کرنے میں امداد دینے سے باز رکھتی ہے وہ بھی اگر اس کام میں حصہ لیں تو انہیں اپنی اپنی نیات اپنے اپنے مراتب کے مطابق اس ثواب سے حصہ ملے گا۔ تعاونوا علی البر والتقویٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان اور ولا یجرمنکم شنآن قوم ا . . .

. . . . . .

. . . . . . کے ارشادات آلہی بھی اسی کی تائید کرتے ہیں۔

مسیح موعود کا مشن ہمارا مرکز ہے

تم لوگ یہ سمجھ لو کہ کچھ مزدور مقرر کر دیئے ہیں جن کا مرکز ایک شہر میں نہیں یہ نہیں کہتا کہ اسی مرکز پر حصر ہے۔ بالفعل اس شہر میں مرکز ہے۔ باقی اصل مرکز ہمارا تو حضرت صاحب کی تعلیم اور حضرت صاحب کا مشن ہے چنانچہ خود ہی الوصیت میں حضرت صاحب نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں، کیا یورپ اور کیا ایشیا ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لیے میں دنیا میں بھیجا گیا سو تم اس مقصد کی پیروی کرو"

تو یہی وہ کام ہے جو سیبلغ من مشارقہا ومغاربہا کے الفاظ میں حدیث میں بیان ہوا ہے۔

آنحضرت صلعم اور مسیح موعود کی پیشگوئی کس کے ذریعہ پوری ہوئی

سو الحمد للہ کہ وہ آج مسیح موعود کے خدام کے ذریعہ سے ہاں ان پروردگان مسیح موعود کی مساعی جمیلہ سے سرانجام پا رہا ہے جو "داغ ہجرت" کے الہام کے مصداق ثابت ہوئے ہیں، جو مسیح موعود کے ہم عقیدہ ہونے کی وجہ سے ہجرت کے اس داغ کے مورد ٹھہرے ہیں۔ اس سے سمجھ آ سکتا ہے کہ حق پر کون فریق ہے وہی جس کے ذریعہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود کی پیشگوئیاں پوری ہوئیں اور اسلام نے مغرب میں بھی وہ عروج حاصل کیا اور کر رہا ہے جو اس آخری زمانہ کے لئے مقدر تھا۔

لارڈ ہیڈلے پر اعتراض کا جواب

لارڈ ہیڈلے پر اعتراض ہے لیکن اسلام کا تدریجی عروج اور حکمت عملی کیساتھ نزول احکام شرعیہ جو بتدریج ہوا اسکو نسیاً منسیاً کر دیا جاتا ہے مثلاً لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاریٰ اس میں کھلے طور پر شراب کی ممانعت نہیں کی۔ اور اسکا یہ نتیجہ ہوا، کہ لوگوں نے اور وقتوں کو چھوڑ کر صبح کے وقت شراب پینی شروع کر دی تاکہ ظہر کے وقت تک نشہ اتر جایا کرے۔ چنانچہ ایسا ہوتا رہا۔ جس کے بعد ذرا اور سخت کیا اور فرمایا فیہما اثم کبیر ومنافع للناس۔ نقصانات تو اس میں بڑے ہیں ہاں کچھ منافع بھی ہیں لیکن بہت کم اور پھر سب سے آخر یہ حکم آیا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون تو قرآن کریم نے ابتداء میں تدریجاً ہی اس سے لوگوں کو ہٹایا لیکن یہ کس قدر پست فہم ہیں کہ یک لخت سب کچھ چھوڑ دلی ہی دیکھنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ حضرت عمرؓ کی خلافت تک سزا کی زیادتی میں بھی تدریج رہی۔

اعانت آلہی کس کیساتھ ہے اور اسلئے کون فریق حق پر ہے

الغرض لاہور یا قادیان پر موقوف نہیں جہاں سے ان تبلیغی مقاصد کے لیے انتظامات ہونگے وہی مقام مرکز ٹھہرے گا۔ ایک شہر کہاں مرکز ہو سکتا ہے۔ اور پھر وہی فریق حق پر ہوگا جس کے ساتھ تائیدات ایزدی ہوں گی۔ جن کا ذکر کیا گیا۔ حضرت کا یہ الہام بھی موجود ہے جس میں فرمایا انی مهين من اراد اهانتك وانی معين من اراد اعانتك۔ تو پس دیکھو کس کی اہانت ہوتی ہے اور کس کی اعانت ہوتی ہے۔ یہی ہجرت ہے کہ تبلیغ دین کے لئے خالصاً للہ اپنا سب کچھ چھوڑ دینا۔ جیسا کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے من کان ہجرتہ الی اللہ و رسولہ فہجرتہ الی اللہ والی الرسول۔ ان سب باتوں کے ہوتے ہوئے اس بات کا پتہ لگانا کہ حق کس طرف ہے۔ کونسا مشکل امر ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

پیغام صلح مورخہ ۹ ستمبر ۱۹۱۷ء

ایک احمدی دوست کے ہاں چوری کی واردات

ناظرین کرام و احباب جماعت کی خدمت میں ایک ضروری گذارش ہے کہ ہمارے ایک بھائی کے گھر میں پچھلے دنوں سرقہ کی واردات ہوئی ہے جس میں دیگر نقدی زیور کے علاوہ چار سو سو کے ایسے نوٹ بھی ہیں جن کی پشت پر انگریزی میں "GHASI" غازی لکھا ہوا ہے۔

اگر کسی جگہ ناظرین کرام واحباب جماعت کی نظروں سے ایسے نوٹ گزریں تو مندرجہ ذیل پتہ پر بذریعہ تار اطلاع دیکر مشکور فرمائیں۔ تار وغیرہ کا خرچ ادا کر دیا جائے گا۔

پتہ۔ مولوی محمد رمضان دکاندار پینڈی بہاؤالدین گجرات

تاریخ اسلام کا ایک صفحہ

دربارِ حبش میں دعوتِ اسلام

ابن ہشام نے اپنی سیرت میں حضرت ام سلمہ سے اس بارے میں روایات نقل کی ہیں، جو منجملہ مہاجرین حبش کے تھیں۔ وہ کہتی ہیں کہ نجاشی نے ہمارے ساتھ نہایت عمدہ سلوک کیا۔ ہم بآزادی اپنے اعمال مذہبی ادا کرتے تھے اور چین اور آرام سے رہتے تھے۔ ہمارے خلاف وہ کوئی بات نہ سنتا اور نہ ہمیں کوئی مخالف اذیت پہنچا سکتا تھا۔

لیکن جب قریش نے ہمیں ایک گوشۂ عافیت میں محفوظ دیکھا تو یہاں بھی ظلم و ستم سے باز نہ رہے۔ انھوں نے حجاز کی بہتر سے بہتر اور قیمتی سے قیمتی اشیاء تحائف کیلئے جمع کیں۔ اور نہ صرف نجاشی کے لئے بلکہ حبش کے تمام بطریقوں اور پادریوں کے لئے بھی طرح طرح کے ہدایا فراہم کئے۔ اس سے مقصد یہ تھا کہ تمام ملک کو وہ ہمارے برخلاف سازش کرنے کے لئے آمادہ کر سکیں۔

جب سامان فراہم ہو گیا تو عبداللہ بن ربیعہ اور عمرو بن العاص کو اس مہم کے لئے منتخب کیا اور وہ تمام تحائف و ہدایا لے کر حبش پہنچے۔

قریش مکہ نے ان لوگوں کو ہدایت کر دی تھی کہ حبش پہنچکر پہلے نجاشی سے ملاقات نہ کریں، کیونکہ ممکن ہے کہ وہ اعیان دربار و رؤساء دین سے مشورہ کرے اور مشورہ کا نتیجہ ہمارے خلاف نکلے۔ پہلے کچھ دنوں قیام کر کے ملک کے تمام بطریق و رؤساء کلیسا سے ملاقات کر لینا۔ ان میں سے ہر ایک شخص کو تحفہ تحائف دے کر موافق بنا لینا۔ اور جب یہ سازش مکمل ہو جائے تو پھر دربار کا رُخ کرنا۔

چنانچہ اس وفد نے یہی طریقہ اختیار کیا اور تمام بطریقوں سے مل کر کہا:۔

" ہمارے ملک کے چند سفیہ اور مفسد لڑکے ہیں جنہوں نے ہمارا دین چھوڑ دیا اور آپ لوگوں کا دین بھی اختیار نہیں کیا۔ ایک نیا مذہب انھوں نے نکالا ہے جس سے آپ اور ہم دونوں بالکل ناواقف ہیں اور کبھی اس کے احکام سننے میں نہیں آئے۔ وہ بھاگ کر آپ کے ملک میں آ گئے ہیں۔ اُن کے بارے میں ہم پادشاہ سے التجا کریں گے۔ آپ اسے مشورہ دیں کہ ان لوگوں کو ہمارے حوالے کر دیں"۔

تمام بطریقوں نے بھی ان کی تائید کی اور کہا کہ ان کی درخواست لائق پذیرائی ہے اور ان کی خواہش بالکل حق بجانب ہے۔

لیکن نجاشی یہ سنتے ہی غضبناک ہو گیا۔ اس نے اپنے درباریوں پر نظر ڈالی۔ اور کہا کہ یہ کیسی بات ہے جو تم مجھ سے چاہتے ہو؟ میں ایسے لوگوں کو بغیر تحقیق تفتیش کیونکر ان کے حوالے کر دوں جو میرے ملک میں پناہ لینے کے لئے آئے ہیں؟ میں ان کو بلاتا ہوں اور ان کے مقابلے میں اصل حقیقت پوچھتا ہوں۔ اگر ان لوگوں کا بیان صحیح ثابت ہو گیا تو پھر البتہ انکی درخواست لائق قبول ہو گی۔

چنانچہ نجاشی نے مسلمانوں کو طلب کیا اور پوچھا:۔

" وہ کون سا دین ہے جو تم نے اختیار کیا، جس کی وجہ سے تم نے اپنی قوم کے دین کو بھی ترک کر دیا اور ہمارے دین مسیحی کو بھی اختیار نہیں کیا؟"

مہاجرین مسلمین کی جماعت میں سے جعفر بن ابی طالب کھڑے ہوئے اور انھوں نے جواب میں تقریر کی:۔

ساتویں صدی کے ایک داعی اسلام کی تقریر

" اے پادشاہ! ہم ایک وحشی قوم تھے بتوں کو پوجتے تھے، مردار کھاتے تھے۔ فواحش میں مبتلا تھے، قطع رحم اور تمارداری ہمارا شیوہ تھا اور ہم میں سے ہر قوی ضعیف کو تباہ کر دیتا تھا۔

یہ حالت تھی کہ رحمت الٰہی جوش میں آئی اور خدا نے ایک مقدس رسول ہماری طرف بھیجا جو ہم میں ہی سے ایک فرد تھا۔ جسکے نسب کی بزرگی، خصائل کی پاکیزگی اخلاق حسنہ کی عظمت کا ہم میں سے ہر شخص کو علم اور اعتراف ہے۔ پس وہ آیا اور اُس نے اللہ کی طرف ہم سب کو دعوت دی کہ اس کی یگانگت کا اقرار کریں۔ اس کے آگے جبین نیاز جھکائیں، اس کے سوا اُن سب معبودان باطل کو چھوڑ دیں جن کی جہل و نادانی سے ہم اور ہمارے آباؤ اجداد پوجا کرتے آئے ہیں۔ اس نے ہم کو حکمت و دانائی کی تعلیم دی۔ اچھے کاموں کا حکم دیا۔ اس نے بتایا کہ سچائی کو اختیار کرو۔ کسی کی امانت لو تو ادا کرو۔ اپنے اعزا و اقارب کے حقوق کو نہ بھولو۔ ہمسایہ کے ساتھ بھلائی کرو۔ فواحش کے نزدیک نہ جاؤ۔ انسان کا خون نہ بہاؤ۔ فتنہ و فساد سے بچو۔ یتیموں کا مال نہ کھاؤ۔ کسی پر تہمت نہ لگاؤ۔ صرف اللہ ہی کی پرستش کرو، پانچ وقت نماز ادا کرو اپنے مال میں فقراء کا بھی ایک حصہ سمجھو، اور اسی طرح اور تمام برائیوں سے بچنے اور بھلائیوں کے اختیار کرنے کی طرف اس نے ہم سب کو بلایا۔

یہی دین جدید ہے جس کو وہ لیکر آیا اور یہی تعلیم ہے جس کے لئے ہم نے اپنی قدیمی بت پرستی اور جہالت و نادانی کو خیرباد کہا۔ اس پر ہماری قوم ہماری دشمن ہو گئی اور ہم پر طرح طرح کے ظلم و ستم کرنے لگی یہاں تک کہ ہم پر عرصۂ حیات تنگ ہو گیا اور بے بس ہو کر ترک وطن پر مجبور ہو گئے۔ پھر بھی ہم کو چین سے اللہ کی بندگی کرنے کی مہلت نہیں ملتی، اور اے پادشاہ حبش! یہ لوگ یہاں بھی پہنچ گئے ہیں تاکہ ہم کو پھر وہاں لے جائیں اور پتھر کی پوجا چھوڑ کر آسمان و زمین کے مالک کی پرستش کرنے کا انتقام لیں"۔

نجاشی پر نزول روح القدس

حضرت جعفر تقریر کر رہے تھے، اور صداقت الٰہی اندر اندر چھپکے اپنا کام کر رہی تھی جب وہ خاموش ہوئے تو نجاشی پر ایک عالم مدہوشی طاری تھا اُس نے پوچھا کہ تمہارے نبی پر کوئی کتاب بھی اتری ہے؟ اور اتری ہے تو تم اُس میں سے کچھ سنا سکتے ہو؟

حضرت جعفر نے سورۂ مریم کی تلاوت شروع کی اور نجاشی پر جوش تاثر سے رقت طاری ہو گئی۔ وہ بے اختیار چیخ اُٹھا:۔

بیشک بیشک! یہ وہی صداقت کی روشنی ہے جو مسیح ابن مریم کی صورت میں چمکی تھی اور یہ دونوں نور ایک ہی مشکوٰۃ قدس سے نکلے ہیں۔ قسم خدا کی میں ان پرستاران خدا کو کبھی تم ظالموں کے حوالے نہیں کر سکتا جاؤ اور اپنی درخواست واپس لے جاؤ"

(سیرت ابن ہشام برحاشیہ زاد المعاد جزء اول صفحہ ۱۸۰)

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

نفس امارہ کی تین قسمیں۔ نفسِ امارہ۔ لوامہ۔ مطمئنہ

فرمایا نفس کو تین قسم پر تقسیم کیا گیا ہے نفس امارہ۔ نفس لوامہ۔ نفس مطمئنہ۔ ایک نفس زکیہ بھی ہوتا ہے۔ مگر وہ بچپن کی حالت ہے جب گناہ ہوتا ہی نہیں۔ اسلئے اس نفس کو چھوڑ کر بلوغ کے بعد تین نفسوں ہی کی بحث کی ہے۔ نفس امارہ کی وہ حالت ہے جب انسان شیطان اور نفس کا بندہ ہوتا ہے اور نفسانی خواہشوں کا غلام اور اسیر ہو جاتا ہے۔ جو حکم کرتا ہے اسکی تعمیل کیلئے اس طرح تیار ہو جاتا ہے جیسے ایک غلام دست بستہ اپنے مالک کے حکم کی تعمیل کے لئے مستعد ہوتا ہے اس وقت یہ نفس کا غلام ہو کر جو وہ کہے یہ کرتا ہے وہ کہے خون کر تو یہ کرتا ہے۔ زنا کہے، چوری کہے غرض جو کچھ بھی کہے سب کے لئے تیار ہو جاتا ہے کوئی بدی کوئی بُرا کام ہو جو نفس کہے یہ غلاموں کی طرح کر دیتا ہے یہ نفس امارہ کی حالت ہے اور یہ وہ شخص ہے جو نفس امارہ کا تابع ہے۔ اس کے بعد نفس لوامہ ہے۔ یہ ایسی حالت ہے کہ گناہ تو اس سے بھی سرزد ہوتے رہتے ہیں مگر وہ نفس کو ملامت بھی کرتا رہتا ہے اور اس تدبیر اور کوشش میں لگا رہتا ہے کہ اسے گناہ سے نجات مل جائے۔ جو لوگ نفس لوامہ کے ماتحت ہوتے ہیں وہ ایک جنگ کی حالت میں ہوتے ہیں یعنی شیطان اور نفس سے جنگ کرتے رہتے ہیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ نفس غالب آ کر لغزش ہو جاتی ہے اور کبھی یہ خود نفس پر غالب آ جاتے اور اسکو دبا بیٹھتے ہیں۔ یہ لوگ نفس امارہ والوں سے ترقی کر جاتے ہیں نفس امارہ والے انسان اور دوسرے بہائم میں کوئی فرق نہیں ہوتا جیسے کتا یا بلی جب کوئی برتن ننگا دیکھتے ہیں تو فوراً جا پڑتے ہیں اور نہیں دیکھتے کہ وہ چیز ان کا حق ہے یا نہیں اسی طرح پر نفس امارہ کے غلام انسان کو جب کسی بدی کا موقعہ ملتا ہے تو فوراً اسے کر بیٹھتا ہے اگر راستہ میں دو چار روپے پڑے ہوں تو فی الفور انکے اٹھانے کو تیار ہو جاویگا اور نہیں سوچیگا کہ اس کو ان کے لینے کا حق ہے یا نہیں۔ مگر لوامہ والے کی یہ حالت نہیں وہ حالت جنگ میں ہے جسمیں کبھی نفس غالب کبھی وہ، ابھی کامل فتح نہیں ہوئی مگر تیسری حالت جو نفس مطمئنہ کی حالت ہے یہ وہ حالت ہے جب ساری لڑائیوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور کامل فتح ہو جاتی ہے اسلئے اس کا نام نفس مطمئنہ رکھا ہے یعنی اطمینان یافتہ۔ اس وقت وہ اللہ تعالیٰ کے وجود پر سچا ایمان لاتا ہے اور یقین کرتا ہے کہ واقعی خدا ہے نفس مطمئنہ کی انتہائی حد خدا پر ایمان ہوتا ہے کیونکہ کامل اطمینان اور تسلی اسی وقت ملتی ہے جب اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان ہو۔

یقیناً سمجھو کہ ہر ایک پاکبازی اور نیکی کی اصلی جڑ خدا پر ایمان لانا ہے جسقدر انسان کا ایمان باللہ کمزور ہوتا ہے اسیقدر اعمال صالح میں کمزوری اور سستی پائی جاتی ہے۔ لیکن جب ایمان قوی ہو اور اللہ تعالیٰ کو اسکی تمام صفات کاملہ کے ساتھ یقین کر لیا جائے اسیقدر عجیب رنگ کی تبدیلی انسان کے اعمال میں پیدا ہو جاتی ہے۔ خدا پر ایمان رکھنے والا گناہ پر قادر ہو سکتا ہے کیونکہ یہ ایمان اس کی نفسانی قوتوں اور گناہ کے اعضاء کو کاٹ دیتا ہے دیکھو اگر کسی کی آنکھیں نکال دی جاویں تو وہ آنکھوں سے بدنظری کیونکر کر سکتا ہے اور آنکھوں کا گناہ کیسے کریگا۔ اور ایسا ہی ہاتھ کاٹ دیئے جاویں پھر وہ گناہ جو ان اعضاء سے متعلق ہیں کیسے کر سکتا ہے؟ ٹھیک اسی طرح پر جب ایک انسان نفس مطمئنہ کی حالت میں ہوتا ہے تو نفس مطمئنہ اسے اندھا کر دیتا ہے اور اس کی آنکھوں میں گناہ کی قوت نہیں رہتی۔ وہ دیکھتا ہے پر نہیں دیکھتا کیونکہ آنکھوں کے گناہ کی نظر سلب ہو جاتی ہے۔ وہ کان رکھتا ہے مگر بہرہ ہوتا ہے اور وہ باتیں جو گناہ کی ہیں نہیں سن سکتا، اسی طرح پر اس کی تمام نفسانی اور شہوانی قوتیں اور اندرونی اعضاء کاٹ دیئے جاتے ہیں اسکی ان ساری طاقتوں پر جن سے گناہ صادر ہو سکتا تھا ایک موت واقع ہو جاتی ہے اور وہ بالکل ایک میت کی طرح ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ ہی کی مرضی کے تابع ہوتا ہے وہ اس کے سوا ایک قدم نہیں اٹھا سکتا یہ وہ حالت ہوتی ہے جب خدا تعالیٰ پر سچا ایمان ہو اور جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کامل اطمینان اسے دیا جاتا ہے۔

یہی وہ مقام ہے جو انسان کا مقصود ہونا چاہیئے اور ہماری جماعت کو اسکی ضرورت ہے اور اطمینان کامل کے حاصل کرنیکے واسطے ایمان کامل کی ضرورت ہے۔ پس ہماری جماعت کا پہلا فرض یہ ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ پر سچا ایمان حاصل کریں۔

رسالہ "فرقان" کی بددیانتی کا ایک تازہ ثبوت

(از جناب ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب)

اخبار پیغام صلح کے پرچہ مورخہ ۲ ر جون ۱۹۴۳ء میں میرا ایک مضمون بعنوان "امام ربانی بحیثیت طبیب روحانی" شائع ہوا تھا جس کے ایک حصہ کو "فرقان" جولائی ۱۹۴۳ء میں شائع کر کے فرقان نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اس مضمون سے میری مراد یہ ہے کہ روحانی معالج نبی ہی ہو سکتا ہے۔ اوّل تو مضمون کا جو حصہ نقل کیا گیا ہے وہ اس طرح غلط اور غیر مکمل نقل کیا گیا ہے کہ کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی۔ ممکن ہے یہ کاتب کی غلطی ہو لیکن اس کی ذمہ داری بہرحال ایڈیٹر صاحب پر ہے لیکن اگر ایڈیٹر صاحب میرے مضمون کا وہی پیرا ——— جس کا ابتدائی حصہ انھوں نے نقل کیا ہے مکمل اور سارا شائع فرما دیتے تو میرا مطلب اور مفہوم بالکل عیاں ہو جاتا۔ انھوں نے ابتدائی سطور جو کم و بیش دس گیارہ ہیں وہ تو شائع کر دیں لیکن آخری حصہ جو صرف ۵-۶ سطور پر مشتمل ہے دانستہ طور پر حذف کر کے اپنی بددیانتی کا ثبوت دیا ہے۔ اس پیرا کی ابتدائی سطور جو فرقان نے نقل کی ہیں حسب ذیل ہیں:-

"یہ نقطہ بھی یاد رہے کہ چونکہ اس زمانہ میں کیا دہریوں اور منکرین الہام کی طرف سے اور کیا دیگر مذاہب والوں کی طرف سے اور کیا عام مسلمانوں کی طرف سے اللہ تعالےٰ کی صفت تکلم کا بڑی شدومد کے ساتھ انکار کیا گیا تھا لہٰذا یہ ضروری تھا کہ اسی شدومد کے ساتھ اس زمانہ کا روحانی معالج اس الہام کے وجود کو پیش کرتا اور اللہ تعالےٰ نے بھی اسی وجہ سے آپ کے ساتھ کثرت سے ہمکلامی کی اور اس کی اہمیت اور ضرورت کو ہمارے دل و دماغ میں منقش کرنے کیلئے اس Phenomena کا اظہار لفظ نبی سے کر دیا"

اس کے آگے جو الفاظ میں نے محض اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لیئے کہے تھے کہ کہیں اس سے یہ نتیجہ نہ نکال لیا جائے کہ حضرت صاحب نبی تھے ان کو حذف کر دیا گیا ہے۔ اصل الفاظ حسب ذیل ہیں:

"لیکن ساتھ ہی وضاحت فرما دی کہ اس لفظ نبی سے حقیقی نبوت مراد نہیں بلکہ لم یبق من النبوۃ الا المبشرات یعنی رؤیاء صالحہ مراد ہے جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی ہستی پر زندہ اور کامل ایمان پیدا ہوتا ہے۔"

اصل مسئلہ زیر بحث وجود الہام کا انکار یا اقرار تھا اور اس کے ثبوت میں حضرت صاحب نے بڑی شدومد کے ساتھ اپنے آپ کو پیش کیا۔ لیکن ایڈیٹر فرقان ہر جگہ جہاں کہیں لفظ نبی استعمال ہو فوراً حقیقی اور مستقل نبوت کا جواز نکالنے میں ماہر ہیں۔ حالانکہ حضرت صاحب نے خود اس وجہ سے یہاں تک کہدیا کہ لفظ نبی سے میری مراد صرف محدثیت ہے اور اگر کسی شخص کو یہ لفظ شاق گزرتا ہو تو اس کو کٹا ہوا سمجھ کر لفظ محدث کر دے۔ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ جب مضمون نویس خود کسی اپنی تحریر سے آخر پر ایک نتیجہ پیش کرے تو کسی کو کس طرح یہ حق پہنچتا ہے کہ اس نتیجہ کو تو پبلک کے سامنے پیش تک نہ کرے بلکہ خود ایک غلط نتیجہ نکال کر پبلک کو دھوکا دینے کی خاطر پیش کر دے۔ اگر ایڈیٹر صاحب فرقان یہ کہتے کہ ان الفاظ سے جو نتیجہ پیش کیا گیا ہے وہ درست نہیں تو الگ بات تھی لیکن مضمون نگار کی طرف وہ بات منسوب کرنا جو اس کے ذہن میں یا وہم و گمان میں بھی نہ ہو کہاں تک درست ہے۔

حضرت مسیح موعود کے متعلق بھی قادیانی احباب نے یہی رویہ اختیار کر رکھا ہے حضرت صاحب نے بھی جہاں کہیں لفظ نبی استعمال کیا ساتھ ہی اس کی تشریح فرما دی لیکن قادیانی حق پرستی کا یہ حال ہے کہ لفظ نبی کو تو لے لیں گے لیکن اس کی تشریح جو حضرت صاحب نے خود فرما دی ہے اس کو رد کر دیں گے۔ مذہب جس کی بنیاد حق پرستی اور راستبازی پر ہوتی ہے کے نام پر اس قسم کی چالاکیاں اور چالبازیاں کہاں تک جائز اور روا ہیں اس کا جواب شاید قادیانی حضرات ہی دے سکیں۔ اللہ تعالےٰ ان کے حال پر رحم کرے۔

درخواست دعا

مرکزی انجمن کے کارکن غلام محمد صاحب کا چھوٹا بچہ بعارضہ بخار بیمار ہے احباب سلسلہ درد دل سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ بچہ کو صحت کامل عطا فرمائے۔ آمین۔

درخواست دعا

"جملہ برادران محترم و اکابران جماعت لاہور۔ مؤدبانہ التماس ہے کہ راقم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ کا پرانا خادم سنہ ۱۹۰۴ء کے آخری ماہ میں بیعت سے سرفراز ہوا تھا۔ اور ہمیشہ اور بالخصوص اختلاف کے زمانہ سے اسی صحیح عقیدہ پر قائم ہے۔ اب عرصہ سہ سال سے مختلف امراض میں مبتلا ہو کر... موت کا منتظر ہے۔ مگر گذشتہ سہ ماہ سے ازحد تکلیف میں ہے۔ اس لیئے مستحق ہے کہ تمام بزرگان جماعت دلی توجہ سے دعا فرمادیں کہ اللہ تعالےٰ اس عاجز پر خاص رحم فرمائے اور گناہوں سے معافی دے۔ اور میرا خاتمہ بالخیر کرے۔ دنیا و آخرت میں ہر طرح سرخروئی دے۔ اور جب تک دنیا میں رکھے مکمل صحت دے۔ اور اپنی رضامندی کی راہوں پر چلنے کی توفیق دے۔ بعد وفات اپنی رضامندی کی جنت دے۔

راقم

ایم۔ موسےٰ خان۔ منشی فاضل پلیڈر موضع ہانجی شاہ۔ ننگیت کشمیر۔

ینگمینز احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور کی ہفتہ وار روئداد

۱۱ر جولائی ۱۹۴۳ء کو ینگمینز احمدیہ ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام ایک تفریحی پارٹی کا انعقاد کیا گیا حسب توقع پارٹی نہایت شاندار رہی۔ تفریح کیلئے نہر کے سرسبز کناروں کا انتخاب اہل ذوق حضرات کی نکتہ رسی کی ترجمانی کرتا ہے۔ اس پارٹی میں نوجوانان قوم کے دوش بدوش بزرگان سلسلہ نے بھی نہایت سرگرمی سے حصہ لیا جن میں محترمی و مکرمی مصطفےٰ خان صاحب بی۔ اے کا نام قابل ذکر ہے۔ محمد طفیل صاحب ایم اے نے ایک سلجھی ہوئی تقریر کی جس کا ملخص یہ تھا کہ یہ تفریحی نظارے ہم میں اخوت اور مساوات۔ یگانگت۔ یکرنگی کا جذبہ پیدا کرتے ہیں تمام احباب آٹھ بجے سے ۶ بجے شام تک نہر پر رہے۔ چیرمینگ ختم ہوئی شیخ محمد حسین صاحب مہتمم مہمانخانہ۔ برکت بیٹ باورچی اور چوہدری غفور احمد صاحب منتظم تبلیغی کلاس کی سرگرمیاں واقعی قابل داد تھیں۔

۱۸ر جولائی ۱۹۴۳ء۔ ایک میٹنگ زیر صدارت جناب مصطفےٰ خان صاحب بی اے منعقد ہوئی جس میں غلام ربانی صاحب نے اشاعت اسلام کی اہمیت پر تقریر فرمائی۔ پھر صاحب صدر نے صدارتی تقریر کی۔ جس میں انھوں نے مسلمانوں کی موجودہ بے حسی کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ مسلمان مسیح موعودؑ کے دامن سے وابستہ ہو کر ہی ان یاس انگیز حالات سے نجات پا سکتے ہیں۔

۲۵ر جولائی ۱۹۴۳ء۔ ایک میٹنگ زیر صدارت ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب ایم۔ ایس۔ سی (پنجاب) پی۔ ایچ۔ ڈی (برلن) منعقد ہوئی جس میں قادر شاہ صاحب مالاباری نے مسیح موعودؑ اور دعوی مسیحیت پر مدلل تقریر کی اور حضور کے دعوئ پر ہر پہلو سے روشنی ڈالی۔ پھر صاحب صدر کی صدارتی

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود
ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

پیغام صلح

ایڈیٹر
ایس محمد آصف - بی اے

جائنٹ ایڈیٹر
شیخ محمد انعام الحق

جلد نمبر ۳۱ | لاہور - یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۲ شعبان سنہ ۱۳۶۲ھ م - ۴ - اگست سنہ ۱۹۴۳ء | نمبر ۳۰

حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بر و شد اختتام
آن کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفرست و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیت

۱ - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں نہ نیا نہ پرانا۔
۲ - کوئی کلمہ گو کافر نہیں
۳ - قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آیندہ ہوگی۔
۴ - سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵ - اسلام تمام دنیا پر غالب ہوگا۔

مباحثہ میں ثالثوں کا تقرر

از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

مجھے اس مناظرہ کے متعلق توجہ دلائی گئی ہے جس کا اعلان ہوا ہے کہ مابین مولوی عمرالدین صاحب و مولوی اللہ دتہ صاحب ہوگا۔ اس بارے میں میں صرف اس قدر کہنا چاہتا ہوں کہ مولوی عمرالدین صاحب نے اس بارے میں مرکز سے کوئی خط و کتابت نہیں کی مگر مجھے امید ہے کہ مولوی اللہ دتہ صاحب نے جناب میاں صاحب کی اجازت حاصل کرلی ہوگی کیونکہ وہ جماعت قادیان کے تنخواہ دار مبلغ ہیں۔

البتہ مجھے ایک بات پر تعجب ہوا کہ اس مناظرہ میں فریق قادیان نے ثالث منظور کئے ہیں جو دونوں فریق کے دلائل کا وزن کرکے انعام کا فیصلہ کریں گے یعنی اگر مولوی اللہ دتہ صاحب . . . . . . کے دلائل ان کے نزدیک وزنی ہوئے تو انہیں انعام کا حقدار قرار دیا جائے گا اور اگر مولوی عمرالدین صاحب کے دلائل وزنی قرار دیئے گئے تو مولوی اللہ دتہ صاحب کو شکست خوردہ قرار دے کر انعام کی رقم جو پہلے مولوی عمرالدین صاحب نے جمع کرادی ہے انہیں واپس دلائی جائے گی۔ مجھے تعجب یہ ہوا کہ میں کوئی بیس سال سے . . . اختلافی مسائل کے متعلق ثالثوں کے تقرر کا مطالبہ کر رہا ہوں اور قادیانی جماعت اپنے خلیفہ کی سرکردگی میں اس کا انکار کر رہی ہے حالانکہ میرا ثالثوں کے تقرر کا مطالبہ نہایت معقول بھی تھا کہ کوئی غیر اس میں شامل نہ ہو بلکہ تین چار ثالث میں جماعت قادیان سے منتخب کرلوں اور اسی قدر جناب میاں صاحب ہماری جماعت سے چن لیں، اور یہ لوگ صرف اس قدر فیصلہ کردیں کہ کس فریق کے دلائل زیادہ وزنی ہیں ان کے اس فیصلہ . . . . کی وجہ سے کوئی فریق اپنے عقائد کو تبدیل کرنے کا پابند نہیں۔ میرے اس مطالبہ سے بیس سال سے لگاتار انکار ہو رہا ہے لیکن اب خود جماعت قادیان نے اس طریق کو جائز اور پسندیدہ قرار دیا اور اغلب یہی ہے کہ جناب میاں صاحب کی منظوری سے ایسا ہوا ہے کیونکہ فریق قادیان کا ایک سرکاری تنخواہ دار مبلغ اس مقابلہ میں نکلتا ہے اور ہماری جماعت میں سے جو دوست اس مناظرہ میں نکل رہا ہے وہ مرکز کی طرف سے اس کام کے لئے مقرر نہیں بلکہ بکلی آزاد ہیں تو قادیان کا ایک مرکز سے تنخواہ لینے والا مبلغ بغیر مرکز کی اجازت کے ایسا مناظرہ نہ کرسکتا تھا۔ اب جناب میاں صاحب کیلئے دو باتوں میں سے ایک کو اختیار کرنا لازمی ہے یا تو وہ یہ اعلان کریں کہ یہ مناظرہ بغیر ان کی اجازت کے ان کے مبلغ نے کیا ہے اور ان کے نزدیک ثالثوں کا اعلان جائز نہیں اور یا اگر وہ اس بارے میں خاموشی اختیار کریں تو اس مناظرہ کا اعلان جناب میاں صاحب پر قطعی حجت ہے کہ جس طرح یہاں ثالثوں کا تقرر جائز ہے، میرے اور ان کے درمیان مباحثہ میں بھی ثالثوں کا تقرر ہوسکتا ہے جو صرف اس قدر فیصلہ کریں گے کہ کس کس مسئلہ میں کس فریق کے دلائل زیادہ وزنی ہیں۔

میں امید کرتا ہوں کہ اس بات کا فیصلہ کہ ان دونوں میں سے کون سا طریق انہیں اختیار کرنا چاہیئے جناب میاں صاحب جلد کردیں گے۔ الحمدللہ کہ ان کی صحت اب اچھی ہے اور اس بارے میں کوئی روک نہیں۔

محمد علی ۲۷/۷/۴۳

علمائے کرام کی خاموشی

معاصر "احسان" نے اپنی ۴ اگست کی اشاعت میں پھر اس بات کی شکایت کی ہے کہ باوجودیکہ علمائے کرام کو کئی مرتبہ اس طرف متوجہ کیا گیا کہ وہ سیاسی سرگرمیوں کو چھوڑ کر مسلمانوں کی اصلاح اور قرآنی نظام کو رائج کرنے میں اپنی تمام تر توجہ لگا دیں ان کی طرف سے خاموشی کے سوائے کوئی جواب نہیں ملا، معاصر موصوف کا خیال ہے کہ :-

"علمائے کرام کو اللہ تعالیٰ نے منصب ہی یہ ہے کہ صرف وہی مسلمانوں کو الحاد، بے راہ روی اور کم نگہی سے بچا سکتے ہیں"

لیکن سوال یہ ہے کہ اگر خود علماء ہی الحاد، بے راہ روی اور کم نگہی کا شکار ہوجائیں جیسا کہ ان کے موجودہ رویہ سے ظاہر ہے تو وہ مسلمانوں کو کیونکر اس سے بچا سکتے ہیں، "او خویشتن گم است کرا رہبری کند"۔ اگر علمائے کرام کے اندر کوئی دینی حمیت ہوتی، اگر وہ خود الحاد اور بے راہ روی سے بچے ہوئے ہوتے تو آج معاصر "احسان" کو بار بار ان سے اپیلیں کرنے کی ضرورت پیش نہ آتی، اصلاح کرنے اور الحاد سے بچانے والے علماء ایسے نہیں ہوتے کہ زمانہ کی ہر رَو کے ساتھ خود بہ نکلیں اور جیسا کہ معاصر موصوف کو اعتراف ہے "قوم پرستی کے چکر میں پھنسکر مذہب کو ثانوی حیثیت دیدیں" نہ ہی ان کتابوں کو رٹ لینے سے کوئی شخص عالم بن سکتا ہے، ایسے لوگوں کو قرآن کریم نے کمثل الحمار یحمل اسفارا کی حیثیت دی ہے، علماء کی تعریف جو قرآن نے کی ہے وہ اس سے بہت بلند تر ہے، انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء علماء وہ ہیں جن کے دلوں میں سب سے بڑھکر خشیت الٰہی پائی جاتی ہے، جو کتابوں سے بڑھکر تقوےٰ طہارت اور قرآن پر عمل کو اپنا شعار بناتے ہیں، ایسے ہی لوگوں کو اللہ تعالیٰ اصلاح خلق کے لئے مامور فرماتا ہے۔ علمائے ظواہر ان لوگوں کی مخالفت پر کمربستہ ہوجاتے اور مخلوق خدا کو گمراہی کی طرف لے جانے کی کوشش کرتے ہیں، جیسا کہ موجودہ زمانہ کے امام کی مخالفت سے ظاہر ہے۔ آج دنیائے اسلام میں علماء کی ایک اور صرف ایک جماعت ایسی ہے جو تمام دوسری تحریکات سے الگ ہوکر محض اصلاح خلق کے لئے کھڑی ہے اور تبلیغ اسلام کے فریضہ کو پوری تندہی سے سرانجام دے رہی ہے، وہ وہی جماعت ہے جس کو آج علمائے ظواہر کافر قرار دے کر مسلمانوں سے دور رکھنا چاہتے ہیں۔ معاصر "احسان" کو غور کرنا چاہیئے کہ آیا یہ جماعت مسلمانوں کو الحاد و بے راہ روی سے بچا سکتی ہے یا "قوم پرستی کے چکر میں پھنس کر مذہب کو ثانوی حیثیت دینے والے علماء"؟

سانحۂ ارتحال

یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت رنج و افسوس کیساتھ سنی جائے گی کہ ہمارے محترم دوست شیخ غلام قادر صاحب ریٹائرڈ ریلوے ٹیلیگراف انسپکٹر کی اہلیہ محترمہ جو شیخ محمد آصف صاحب ایڈیٹر پیغام صلح کی خوشدامن تھیں آٹھ نو ماہ کی طویل علالت کے بعد یکم و ۲ اگست کی درمیانی شب کو وفات پاگئیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحومہ کی بیماری میں محترم شیخ غلام قادر صاحب نے علاج معالجہ اور خدمت و تیمارداری میں جس صرف کثیر اور محنت شاقہ سے کام لیا اور وفات کے بعد صبر و تحمل کا جو شاندار نمونہ دکھایا وہ احمدی اخلاق کا ایک نمونہ ہے۔ ہمیں اس صدمہ میں اپنے محترم دوست اور دیگر لواحقین سے دلی ہمدردی ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مرحومہ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور تمام پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ احباب کرام سے درخواست ہے کہ جنازہ غائبانہ پڑھکر مرحومہ کی روح کو ثواب پہنچائیں۔ اسی سانحہ کی وجہ سے شیخ محمد آصف صاحب ایڈیٹر پیغام صلح . . .

شذرات

(از محمد انعام الحق)

سود خوری کی لعنت

حال ہی پنجاب ہائی کورٹ کے سابق چیف جسٹس سر ڈگلس ینگ کا ایک قابل توجہ مضمون "بوائے سکاؤٹس بلیٹن" میں شائع ہؤا ہے جس میں موصوف نے شرح سود کی تحدید کو بالکل غیر مؤثر قرار دیتے ہوئے ساہوکاروں کو حکماً بند کر دینے پر زور دیا ہے اور اپنے اس خیال کی تائید میں نہایت وزنی دلائل پیش کئے ہیں آپ فرماتے ہیں کہ:-

"ساہوکار ملک کے طول و عرض پر بلائے مبرم کی طرح چھائے ہوئے ہیں۔ ہندوستان میں انگریزی انصاف کی عدالتیں بنیوں کی ممد و معاون ہیں اور انہیں روپیہ وصول کر کے دیتی ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس ملک کا زمیندار بنیوں کی لوٹ کھسوٹ کا نشانہ بنا ہوا ہے اور اسکا کچومر نکل رہا ہے۔ شرح سود کی حد بندی بالکل بے معنی ہے کیونکہ بنئے جو رقم کسی کو دیتے ہیں اس سے کئی گنا زیادہ تمسک پر لکھوا لیتے ہیں۔ اس لوٹ کھسوٹ کے انسداد کی صورت ایک اور صرف ایک ہے اور وہ یہ ہے کہ سودی کاروبار کو ہندوستان کے طول و عرض میں خلاف قانون قرار دیا جائے"

یہ ایک ایسے ذمہ دار اور تجربہ کار قانون دان کی رائے ہے جو عرصہ دراز تک ایک صوبے کی عدالت عالیہ کے جج اور دوسرے صوبے کی عدالت عالیہ کے چیف جسٹس کے فرائض انجام دیتا رہا ہے اور اس حیثیت سے اسے سینکڑوں ہزاروں مقدمات کی چھان بین کا اتفاق ہوا ہے۔ اس سے قبل بھی یورپ اور ہندوستان کے بہت سے ماہران قانون و اقتصادیات اس قسم کی آراء کا اظہار کر چکے ہیں، یہ ایک حقیقت ہے کہ شرح سود کی تحدید یا دوسری پابندیوں کا حامل کوئی قانون ساہوکاروں کو اپنی چالاکیوں اور لوٹ کھسوٹ سے باز نہیں رکھ سکتا یہ غریب کش طبقہ ہر ایک قانون میں خواہ وہ بظاہر کس قدر جامع کیوں نہ ہو اپنی ناجائز زراندوزی کے لئے کوئی نہ کوئی گنجائش نکال ہی لیتا ہے۔ سودی کاروبار کو قانوناً ممنوع قرار دینے کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں ہے۔

قرآن کریم نے آج سے چودہ سو سال پیشتر دنیا کے تمام مالی نظریوں، قانونوں اور رواجوں کو ٹھکرا کر سود کو قطعی حرام قرار دے دیا تھا کیونکہ اس کتاب کو نازل کرنیوالا علیم و حکیم خدا سود خوری کے مفاسد اور ساہوکاروں کی چالاکیوں کو خوب اچھی طرح جانتا تھا۔ آج طرح طرح کے تجربوں اور ناکامیوں کے بعد دنیا یہ اقرار کرنے پر مجبور ہو رہی ہے کہ سود خوری اور ساہوکاری سچ مچ ایک لعنت ہے ۔۔۔۔ وہ دن یقیناً ایک خوشی و نجات کا دن ہوگا جبکہ اس لعنت کو قانوناً بند کرا دیا جائے گا۔

کاغذ کی بچت کے چند عملی طریقے

آج کل کاغذ کی بیحد قلت ہے۔ ہندوستان کے کاغذ ساز کارخانے پہلے ہی ملک کی ضروریات کو پورا کرنے سے قاصر تھے جنگ کی وجہ سے بیرونی ممالک سے کاغذ کی درآمد قریباً بند ہو گئی۔ اس وقت ملکی کارخانوں میں ... جو کاغذ تیار ہوتا ہے اس کا کثیر حصہ سرکاری و جنگی ضروریات میں صرف ہو جاتا ہے۔ اس طرح کاغذ کا نہایت تکلیف دہ قحط رونما ہو چکا ہے۔ ہوشربا گرانی کے علاوہ نایابی کی مصیبت بھی ہے۔ تمام گھروں میں تھوڑا بہت کاغذ کسی نہ کسی مصرف میں لایا جاتا ہے ہر ایک شہری کا فرض ہے کہ کاغذ کے خانگی استعمال کو حتی الامکان کم کر دے تاکہ سرکاری و جنگی ضروریات کے علاوہ اخبارات و طلبہ کو کسی قدر ارزاں اور نسبتاً بآسانی کاغذ مل سکے۔ ذیل میں چند ایسے سہل طریقے درج کئے جاتے ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر ہر ایک شخص اپنی کاغذی ضروریات بڑی حد تک کم کر سکتا ہے۔

(۱)۔ کاغذ کے دونوں طرف لکھو۔ حتی الامکان چھوٹے سے چھوٹا ورق اور باریک قلم استعمال کرو اور کم سے کم حاشیہ چھوڑو۔

(۲)۔ خط و کتابت ممکن حد تک کم کر دو خطوط میں اختصار سے کام لو۔

(۳)۔ جس کاغذ پر صرف ایک طرف لکھا یا چھپا ہوا ہے ضائع مت کرو۔ اس کی خالی طرف تم بآسانی کئی چیزیں لکھ سکتے ہو یا کم از کم اسے مسودہ کرنے اور "کفایتی لیبل" لگانے کے کام میں لا سکتے ہو۔

(۴)۔ اگر کسی خط یا مضمون وغیرہ میں چند الفاظ یا سطریں کاٹنی پڑیں تو محض اس وجہ سے لیے دوبارہ نہ لکھو کیونکہ پڑھنے والا مطلب بہر حال سمجھ ہی لیگا۔

(۵) مستعمل لفافوں کو ضائع نہ کرو۔ ان پر "کفایتی لیبل" لگا کر دوبارہ استعمال کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ سرکاری محکموں میں ہوتا ہے۔

(۶) اچھا خاصہ جاذب اسلئے نہ پھینک دو کہ اس پر سیاہی کے چند دھبے آ گئے ہیں۔

(۷) ان طریقوں پر خود عمل کرنے کے علاوہ اپنے بچوں اور ملازموں کو بھی ان پر عمل پیرا ہونے کی تاکید کرو اپنے دوستوں اور ملنے والوں کو کاغذ کی بچت اور اس کے طریقے بتاؤ۔

برطانی وزیر مستعمرات کی تقریر

چند ہفتے ہوئے برطانی وزیر مستعمرات مسٹر آلیور سٹینلے نے اپنی ایک تقریر میں کہا تھا کہ:-

"برطانیہ ان مسلمانوں کا رہین منت ہے جنہوں نے ان تاریک گھڑیوں میں بڑے استقلال اور ہمت سے اس کا ساتھ دیا اور وہ چیزیں حاصل کرنے میں اس کی طرف دست تعاون بڑھایا جن کی کہ اسے ضرورت تھی۔ مسلمانوں کی قدیم ثقافت اور مذہبی عقاید میں جمہوریت کے وہ اصول بھی نمایاں طور پر شامل ہیں جو عہد جدید کی پیداوار ہیں۔ جنگ کے بعد ہمیں جو نئی دنیا بنانی ہے یہ بہتر ہوگا کہ اس کی تعمیر میں اس ثقافت کا کچھ حصہ شامل کیا جائے"

(انقلاب ۲۷؍ جون ۱۹۴۳ء)

اس سے قبل بھی بہت سے مغربی مدبر، مفکر اور اہل علم اس قسم کے خیالات کا اظہار وقتاً فوقتاً کر چکے ہیں۔ صدیوں کی مسلسل اسلام دشمنی کے بعد اب یورپ کے ایوانہائے سیاست اور دانش گاہوں سے کبھی برملا اور کبھی دبی زبان میں اسلامی تعلیمات و ثقافت سے استفادہ کا خیال ظاہر اور اہل اسلام سے تعاون کی درخواست کی جا رہی ہے۔ یورپ کے رجحان و ذہنیت کی عظیم الشان تبدیلی نے ہمارے لئے یورپ میں اشاعت اسلام کے فرض کو پہلے سے بھی زیادہ ضروری بنا دیا ہے ۔۔۔۔ تمام وابستگان سلسلہ بالخصوص احمدی نوجوانوں کو اس طرف توجہ کرنی چاہیئے۔

اگر اہل یورپ کے سامنے صحیح معنوں اور معقول طریق پر اسلامی تعلیمات کو پیش کیا جائے تو ان کے بالغ نظر اور بے تعصب افراد تو ضرور اپنی مجوزہ دنیا کی تعمیر میں اسلامی ثقافت کا کچھ حصہ شامل کرنے کی بجائے پورے طور پر ہی اسلام کے حلقہ بگوش ہو جائیں۔

ذخیرہ بازی کی مصیبت

ضروریات زندگی کی گرانی حد کمال کو پہنچ چکی ہے جس کی وجہ سے ہر ایک شخص مضطرب نظر آ رہا ہے حالات روز بروز زیادہ ناقابل برداشت ہوتے جا رہے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ حکومت کو اس صورت حالات کا علم و احساس ہے اور وہ اصلاح کیلئے کم و بیش کوشاں ہے۔ لیکن اب تک حکومت کی کوئی سعی اور اس کا نافذ کردہ کوئی قانون اس مصیبت کے مداوا میں پوری طرح کامیاب نہیں ہو سکا۔ موجودہ گرانی کا ایک بہت بڑا سبب سرمایہ دار تاجروں کی حرص و زر پرستی ہے۔ وہ ضروریات زندگی کو گراں ترین داموں پر فروخت کرنے کے ارادے سے ذخیرہ کرتے رہتے ہیں۔ حکومت نے بھی اس ذخیرہ بازی کے خلاف ایک مہم شروع کر رکھی ہے قانون حرکت میں لایا جا رہا ہے لیکن ذخیرہ باز لوگ اس قدر کائیاں واقع ہوئے ہیں کہ اپنے مقصد کی تکمیل کیلئے کوئی نہ کوئی راہ تلاش کر ہی لیتے ہیں۔ بیرونی ممالک کی حکومتیں بھی بالعموم ذخیرہ بازی کا کامل طور پر انسداد نہیں کر سکیں۔ دراصل مروجہ قوانین و طریقہائے حکومت اور معاشرتی و اقتصادی نظاموں میں ایسی بنیادی خامیاں موجود ہیں جن کی وجہ سے وہ تاجروں اور سود خواروں کی حرص مال کے تدارک سے عاجز ہیں۔ کوئی ایسا ضابطہ قوانین و معاشرۃ اس مصیبت کا حقیقی علاج نہیں کر سکتا جو کہ سود خوری اور مزدور کا خون چوسنے کو جائز قرار دیتا ہو۔

اسلام چونکہ دین فطرت ہے لہذا اس نے سود خوری کے علاوہ "احتکار" (یعنی بزمانہ گرانی اجناس کو گراں قیمت پر فروخت کرنے کی نیت سے روک کے رکھنا) پر بھی سخت ضرب لگائی ہے اور اس کو بالکل ممنوع اور سخت جرم قرار دیا ہے۔ احادیث میں ایسے ذخیرہ بازوں کے لئے سخت لعنت موجود ہے۔

ہر روز طلوع ہونیوالا سورج، باطل و بے خبری اور دجالی تہذیب کی تاریکی میں بھولی بھٹکی دنیا کے سامنے اسلام اور شارع اسلام کی صداقت کا کوئی نہ کوئی نیا روشن ثبوت پیش کرتا ہے ۔۔۔۔ کاش وہ اپنی آنکھیں کھولے اور اس راہ نجات کی طرف آ سکے۔

دجالی تہذیب کا ایک کارنامہ

لندن کی ایک اطلاع مظہر ہے کہ ۲۳؍ جولائی کو وزیر داخلہ نے دار العوام میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے بیان کیا کہ:-

"دشمن کے حملہ آور طیاروں نے آج کی تاریخ تک برطانیہ میں ۱۳۸۹۵ گرجائیں، خانقاہوں، یتیم خانوں اور اسی قبیل کے دوسرے اداروں کو تباہ کیا۔ ان میں مدارس پادریوں کی قیامگاہیں اور دوسرے ادارے شامل نہیں ہیں۔"

یہ صرف ایک چھوٹے سے ملک کی عبادتگاہوں اور خانقاہوں وغیرہ کے ان نقصانات کی کیفیت ہے جو دشمن کے ہوائی حملوں کے نتیجہ میں ہوئے جو خیالات و مقاصد اس جنگ کا باعث ہیں وہ ہلاکت آفرین و آتشبار آلات حرب جو اس خونین آویزش میں بے دریغ استعمال کئے جا رہے ہیں اور سب سے بڑھکر ہٹلر جیسے ڈکٹیٹر اور نازی ازم جیسے آزادی کش نظریے یہ سب مغربی تہذیب کی پیداوار ہیں لہذا یہ جنگ جس کی تباہ کاریوں کی ایک معمولی سی جھلک آپنے اوپر ملاحظہ فرمائی اس دجالی تہذیب کا ایک انسانیت سوز کارنامہ ہے۔

یورپ کے متعصب پادریوں اور صداقت دشمن مورخوں نے صدیوں تک اسلام کے خلاف ہرزہ سرائی کی پیشوایان اسلام کے خلاف طرح طرح کے بہتان تراشے، اسلام کو تلوار کا مذہب بتایا۔ قسم قسم کی کذب بیانیوں سے اسلامی غزوات اور جنگوں کو بدنام کیا مسلمان بادشاہوں کو ڈاکو، لٹیرے تک کہا ۔۔۔۔ لیکن کیا پوری تاریخ اسلامی کے کسی بدترین عہد کی کوئی ایک جنگ بھی ہلاکت آفرینیوں کے لحاظ سے مغربی تہذیب کے اس خونی مظاہرے سے کوئی دور کی نسبت بھی رکھتی ہے؟

یورپ اور اسکی تہذیب کو مذہبی رواداری کا بہت دعوی ہے لیکن اس کے باوجود صرف ایک چھوٹے سے ملک میں تین ساڑھے تین سال کی قلیل مدت کے اندر قریباً چودہ ہزار عبادتگاہیں اور خانقاہیں برباد

ایک قادیانی دوست کا خط

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں

کسی سابقہ اشاعت میں کھاریاں کے ایک قادیانی دوست فضل الٰہی صاحب سپرنٹنڈنٹ چونگی کا ایک مکتوب شائع کیا جا چکا ہے جس میں جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد کی تائید کے علاوہ قادیانی نظام کے مظالم کی ایک جھلک دکھائی گئی ہے۔ اس کے بعد اسی دوست کا ایک اور مکتوب جو حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں موصول ہوا ہے جو حسب ذیل ہے:۔

بخدمت حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

حضور کا نوازش نامہ ملا۔ جزاکم اللہ خیرا۔ واقعی حضور نے حضرت اقدس بانئے سلسلہ احمدیہ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے خط کا جواب دیا ہے اور ہم کو ثابت کر دیا ہے اصل احمدیت کیا ہے۔ لیکن قادیان میں خط حضرت خلیفۃ المسیح کو لکھا جاتا ہے۔ اور جواب ناظر صاحب امور عامہ کی طرف سے آتا ہے۔ گویا حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں جانے ہی نہیں دیا جاتا۔

میرا خط ۲۱ جون ۱۹۴۳ء کو پیغام صلح میں شائع ہوا ہے تو اس کے تیسرے دن بعد بہشتی مقبرہ کے سکرٹری صاحب نے میرے والد صاحب کو خط لکھ دیا کہ آپ کی وصیت بوجہ مقاطعہ و اخراج منسوخ کی جاتی ہے حالانکہ مقاطعہ کا حکم تو ہم نے سنا تھا کہ آیا تھا۔ لیکن اخراج از جماعت کا حکم ہی نہیں آیا ہے۔ یہ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ اتنی مدت سے وصیت کا روپیہ لے کر محض ایک شرارت کے معاملہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک مخلص اور پرانے خادم کے ساتھ ایسا سلوک کیا گیا ہے۔ حالانکہ میرے والد صاحب کو بوقت بیعت حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا تھا کہ تبلیغ کرنی اور وہ اس ارشاد پر اس طرح قائم ہے کہ کھاریاں کے تمام لوگ جانتے ہیں کہ عوام الناس تو درکنار ضلع کا جب بھی کوئی مسلمان ڈپٹی کمشنر صاحب یا تحصیلدار صاحب آئے تو انھوں نے تبلیغ سے کبھی گریز نہ کیا اور آج تک تبلیغ میں مصروف ہیں۔

مولوی برہان الدین صاحب جہلمی نے حضرت مولوی فضل الدین صاحب مرحوم و مغفور کو ایک دفعہ کہا کہ مولوی فضل دین صاحب اگر وسیلو شرائض نویس جیسا ایک اور آدمی تم کو مل جائے تو علاقہ میں کسی کی مجال نہیں کہ احمدیت کے خلاف کوئی غیر لفظ کہہ سکے اوائل میں جب نمازیں الگ ہوئیں تو سب سے پہلے والد صاحب نے مولوی فضل دین مرحوم کے ساتھ مسجد میں الگ نماز پڑھی اور ان تمام مصیبتوں اور تکلیفوں کو برداشت کیا لیکن آج جب ان کی عمر ۸۰ سال کے نزدیک ہے چند آدمیوں کی غلط بیانی پر ایسا برا سلوک کیا جاتا ہے (انا للہ وانا الیہ راجعون) لطف تو یہ ہے کہ ہم سے جواب بھی طلب نہیں کیا جاتا۔ صرف یہی کہا جاتا ہے کہ ان کے عقائد پیغامیوں کے عقائد سے ملتے جلتے ہیں۔

تمام عمر وصیت کا اور دوسرا چندہ لے کر صرف تین پیسہ کا کارڈ لکھ دیا کہ وصیت منسوخ کی جاتی ہے۔ حالانکہ وصیت کا تمام قصد ہی روحانی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کا الہام یدفن معی فی قبری کے تحت رسول اللہ صلعم کے روضہ میں مدفون ہیں۔ حالانکہ آپ کی وفات ظاہری طور پر لاہور میں ہوئی اور قادیان میں دفن ہوئے۔ اسی طرح مومن جس جگہ بھی وفات پاتا ہے وہ اپنے مرشد کے ساتھ ہی روحانی طور پر ہوتا ہے اور وہی حقیقتاً اس کی وصیت ہے۔

ہم نے دو قادیانی احمدیوں کے ساتھ رشتہ کیا۔ دونوں سے ہی تکلیف اٹھائی ایک لڑکی کا خاوند فوت ہو گیا۔ تو اس کے بھائی نے اس کا حق دبا لیا۔ حالانکہ وہ امیر جماعت ہے۔ دوسرے احمدی کے ساتھ رشتہ مولوی غلام رسول صاحب راجیکی نے بہت مبالغہ کی باتیں پیش کر کے کرایا۔ حالانکہ ہم نے ان کو اس سے پیشتر جواب بھی دے دیا تھا۔ آخر ہماری قسمت نے مولوی غلام رسول صاحب راجیکی کی معرفت پلٹا کھایا اور ہم کو یہ روز بد دیکھنا پڑا۔ اور اس شخص نے اپنے والد مرحوم کی طرف نہ دیکھا کہ میرے والد مرحوم چوہدری ولیداد صاحب کی کس قدر عزت کرتے تھے اور کس نظر سے ان کو دیکھتے تھے۔ یہ صاحب مولوی سعد الدین صاحب ہیں جن کا کوئی خط ایسا نہیں ہوتا جس میں یہ تلقین نہیں ہوتی کہ خلیفہ صاحب کی بات گویا خدا کی بات ہے اس تمام کاروائی کا حقیقتاً بانی مبانی یہی سعادت دامادی ہے اور اپنی احمدیت کا یہ نمونہ پیش کر رہا ہے کہ اپنے خسر کو جماعت سے خارج کرایا جاوے اور مقاطعہ کرایا جاتا ہے اور غیر احمدیوں کو دکھایا جاوے کہ یہ حضرت مرزا صاحب کی تعلیم ہے۔ تم انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولوی فضل دین صاحب مرحوم جب تک زندہ رہے احمدیت بھی زندہ رہی اور لوگ شامل بھی ہوتے۔ لیکن اب عرصہ سے ایک بھی شخص جماعت میں شامل نہیں ہوا۔ وہی ہیں جن کو اب فرداً فرداً خارج کرایا جا رہا ہے۔ شاید جماعت لاہور کے ساتھ ملنے کی خدا تعالیٰ نے یہ راہ ہی پسند فرمائی ہو۔

آپ کی اخبار میں میرا خط شائع ہوا تھا کہ تمام جماعت کے لوگ اخبار پیغام صلح کے پڑھنے کو بیتاب ہو گئے۔ اور ڈاکٹر محمد دین صاحب کے مکان پر جا کر اخبار کرتے رہے اس طرح اس مضمون کے ساتھ دوسرے مضمون بھی پڑھ لیے گئے۔ حضور مہربانی فرما کر میرے اس خط کو بھی اخبار میں شائع کرا کر مشکور فرماویں اور اگر حضور کے کچھ ٹریکٹ ہوں تو وہ بھی ارسال فرماویں۔ تاکہ یہاں جماعت میں تقسیم کر دوں والسلام۔ خاکسار۔ طالب دعا۔

فضل الٰہی سپرنٹنڈنٹ چونگی کھاریاں ضلع گجرات

ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور کا اجلاس

یکم اگست ۱۹۴۳ء کو زیر صدارت جناب مصطفےٰ خاں صاحب مبلغ انگلستان نوجوانان مرکز کی ایک میٹنگ ہوئی۔

خاکسار نے کوئی ۱۵ منٹ کے لیے "عصر حاضر میں احمدیت کا پیغام" پر تقریر کی۔ جناب غلام ربانی صاحب نے حضرت مسیح موعود اور مسئلہ جہاد پر ایک تقریر فرمائی۔

حضرت مولانا عزیز بخش صاحب اور جناب مولانا آفتاب الدین احمد صاحب اور جناب صدر کی تقاریر کے بعد میٹنگ ختم ہوئی۔

اگلا پروگرام

جناب عبد الغفار صاحب ڈار بی کی تقریر (انگریزی) ڈاکٹر اقبال اور احمدیہ تحریک۔

شیخ محمد طفیل۔ سکرٹری

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ، حضرت مولینا صدر الدین صاحب اور دیگر بزرگان ملت بحمد اللہ بخیر و عافیت ہیں۔

حضرت امیر کی صاحبزادی بی اے۔ آنرز میں — یہ خبر انتہائی مسرت سے سنی جائے گی کہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی صاحبزادی طاہرہ بیگم سلمہا اللہ تعالیٰ نے خدا کے فضل و احسان سے بی۔ اے کا امتحان سکنڈ ڈویژن میں پاس کیا ہے اور آنرز (انگریزی) میں پنجاب کی تمام لڑکیوں میں تیسرے درجہ پر آئی ہیں دوسرے درجہ پر رہنے والی لڑکی آپ سے صرف ایک نمبر زیادہ ہے۔

حامد احمد فاروق میٹرک میں — اس کے ساتھ ہی یہ خبر بھی خوشی کے ساتھ سنی جائے گی کہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے چھوٹے صاحبزادہ حامد احمد فاروق سلمہ الرحمٰن نے امتحان میٹرک میں خدا کے فضل و کرم سے کامیابی حاصل کی ہے۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ اور بیگم صاحبہ کی خدمت میں مبارکباد عرض ہے۔

بابا نور الدین صاحب — سابق خادم حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فرزند کمال الدین کی شادی کی خوشی میں ایک روپیہ اشاعت اسلام کے لیے دیا ہے اور مقامی احباب کو دعوت۔ بابا صاحب کو مبارک باد۔

درخواست دعا — (۱) منشی مہر دین صاحب کارکن انجمن کی اہلیہ صاحبہ بیمار ہیں۔ (۲) ڈاکٹر الٰہی بخش صاحب کی صاحبزادی کی بیماری دن بدن ترقی پر ہے۔ احباب کرام سے دعا کی درخواست ہے۔

سانحہ ارتحال — اخویم مکرم چوہدری غلام حیدر صاحب رئیس بدوملہی کے خط سے یہ معلوم کر کے افسوس ہوا کہ ان کا پوتا، یعنے چوہدری نصیر احمد صاحب کا لڑکا بعمر ۷ ، ۹ ماہ فوت ہو گیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالےٰ لواحقین کو صبر اور نعم البدل عطا فرمائے۔

مکرم ڈاکٹر حسن علی صاحب — گوجرانوالہ سے لکھتے ہیں، کہ نبوت مسیح موعودؑ کے بارہ میں میری جو خط و کتابت نواب محمد علی صاحب خاں صاحب محمد اسمٰعیل صاحب ریٹائرڈ سول سرجن اور مولوی اللہ دتہ صاحب کے ساتھ ہوئی ہے اور انھوں نے اپنے جوابات الفضل اور فرقان میں شائع کئے ہیں، ان کے متعلق مفصل مضمون عنقریب صلح میں شائع کی جائے گا۔ اب منتظر رہیں۔

ایک اور درخواست دعا — چوہدری فضل داد صاحب محصل انجمن حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں لکھتے ہیں:۔

"باوجود آنجناب کے ارشاد کے میں اس تاصریح کر عزیز حاکم علی کی بیماری کی آپ کو متواتر اطلاع دوں۔ امید ہے کہ آپ معاف فرما دیں گے۔ قریباً دو ماہ سے حاکم علی کو اپنی سابقہ سکونت موضع لمبہوڑ ضلع گجرات آئے ہوئے گذر چکے ہیں۔ موضع لمبہوڑ برلب دریائے چناب واقع ہے اس واسطے چک ۲۸۸ جنوبی کی نسبت یہاں کی آب ہوا بہت اچھی ہے۔ لیکن ابھی تک حاکم علی کی صحت بہت کمزور ہے اور کمزوری دن بدن بڑھتی چلی جاتی ہے اس واسطے نہایت ادب سے عرض ہے کہ عزیز حاکم علی کے واسطے خاص طور پر دعا فرماویں اور

پاپائیت اور حریت فکر

اسلام اور پاپائیت میں بنیادی اختلاف ہے

از جناب ڈاکٹر الٰہی بخش صاحب احمد بلڈنگس لاہور

عیسائیت کے انتہائی عروج کے وقت یورپ میں پاپائیت کا دور دورہ تھا بدترین شکل کی غلامی اس وقت رائج ہو چکی تھی بلکہ یوں کہنا صحیح ہوگا کہ انتہائی جہالت حد درجہ تعصب اور کورانہ تقلید پر پاپائیت کا تمام نظام استوار تھا۔

پاپائے روم اپنے آپ کو مسیح کا خلیفہ قرار دیتے ہیں اور ان کا عقیدہ ہے کہ گو بظاہر مسیح کے خلفاء کا انتخاب انسانوں کی آراء کے ذریعے عمل میں آتا ہے لیکن منتخب ہوتے ہی پوپ خدا کا محبوب اور برگزیدہ ہستی بن جاتا ہے، یعنی تخت پاپائیت پر بیٹھتے ہی وہ خدا تعالیٰ کا دست راست بن جاتا ہے۔ وہ خدا کا مقرر کردہ خلیفہ ہوتا ہے نہ کہ انسانوں کا۔ وہ انسانوں کے سامنے جواب دہ نہیں ہوتا۔ نہ اسے معزول کیا جا سکتا ہے۔ وہ شریعت و قانون سے بالاتر ہوتا ہے۔ خدا تعالےٰ اور انسانوں کے درمیان وہ ایک وسیلہ ہوتا ہے اُس کی دعا اور برکت سے ہی بندوں کی نجات ہوتی ہے اس کی بد دعا یا غضب خدا تعالیٰ کی لعنت کا موجب ہوتا ہے، تمام قسم کی دینی اور دنیاوی ترقیاں اور برکتیں صرف اُسی کے ذریعہ حاصل کی جا سکتی ہیں اور تمام راستے مسدود ہوتے ہیں اس کی کامل اطاعت عقیدت و محبت سے برکتوں کے دروازے کھولے جاتے ہیں، انسان اپنے عمل سے نہیں بلکہ خلیفۂ وقت کی نظر عنایت سے دین و دنیا میں فلاح حاصل کر سکتا ہے، اس کی اطاعت خدا کی اطاعت اور اس کی نافرمانی خدا کی سرکشی ہے ظاہر ہے کہ جس قوم میں اس قسم کی ذہنیت پیدا کی گئی ہو وہ اگر بدترین سے بدترین غلامی میں گرفتار نہ ہوگی تو ان معتقدات کا نتیجہ سوائے اس کے اور کیا نکلے گا چنانچہ تاریخ گواہ ہے کہ سارے کا سارا براعظم یورپ پاپائیت کی غلامی میں گرفتار تھا۔ ترقی کی کل راہیں مسدود ہو چکی تھیں۔ دماغوں پر قفل لگ چکے تھے ہر طرف تاریکی ہی تاریکی تھی دین کے میدان میں تو اجتہاد کرنا کفر عظیم تھا دنیاوی معاملات میں بھی عقل و دانش سے کام لینا ممنوع ہو چکا تھا کوئی شخص مروجہ خیال سے الگ کوئی رائے پیش کرنیکا مجاز نہ تھا۔ کوئی نیا علمی تصور پیش کرنا مرتد ہونے کے مترادف قرار دیا جاتا تھا۔ پوپ کی ذات تو ہر ایک قسم کی تنقید سے ارفع تھی ہی۔ کیونکہ اُسے خدا کی مشیت کا آلۂ کار خیال کیا جاتا تھا اور اسی باعث اس کی دانستہ غلطی یا صریح ظلم بھی گرفت کے نیچے نہ تھی۔ مگر ایسی ناروا داری اور تعصب کی بھی شاید ہی کوئی مثال ہو۔ جہاں کسی نے کوئی نیا علمی نکتہ دریافت کر کے اسے دنیا میں شائع کرنے کی جرأت کی اور وہیں اسے ظلم و تشدد کا تختہ مشق بنایا گیا۔ بائیکاٹ اسے کر دیا جاتا۔ یہ اعلان کر دیا جاتا کہ اس سے ملنا جلنا گفتگو کرنا ممنوع ہے اور ان احکام کی خلاف ورزی بھی اسی سزا کا مستوجب بنا دیتی ہے جس کا مستحق خود مرتکب جرم تھا۔ رشتہ دار قریبی۔ عزیز و دوست سب اُس سے قطع تعلق کرنے پر مجبور ہو جاتے کیونکہ ہر دل پر خوف و رعب طاری رہتا تھا۔ پھر چونکہ اس تاریک زمانہ میں ملکوں کے بادشاہ بھی پوپ کے ماتحت ہوتے تھے اسلئے ان لوگوں کو جو آزادی سے کسی رائے کو پیش کرتے تھے ہر طرح کی سزائے قید و سلاسل اور موت دی جاتی تھی۔

یہ ایک تفصیل طلب داستان ہے جس کی جزئیات ایک علیحدہ مضمون کی محتاج ہیں کہ یورپ کے کس کس خطے میں کب اور کس نے آزادی رائے کا علم بلند کرنے کی کوشش کی اور ان پر کیا کیا انتہائی مظالم ڈھائے گئے جن کے تصور سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جس قدر علمی انکشافات اور سائنٹیفک ایجادات ہیں یورپ کے زمانہ پاپائیت کے اندر ان کی نشو و نما کی کوئی گنجائش نہ تھی۔ چنانچہ اسی لیئے اس زمانے کا نام مؤرخین نے (DARK AGE) زمانۂ تاریک رکھا ہے اور اس کے مقابل اس دور کو جس میں تعصب اور کورانہ تقلید کی زنجیریں ٹوٹ کر آزادی رائے قائم ہوئی زمانہ احیاء علوم (Renaissance) لکھتے ہیں۔

جھوٹی تعلیم اور باطل اتحاد

شاید یہ سوال کیا جائے کہ ایسے صریح ظلم اور اس قسم کی انتہائی ذلت و غلامی کے جواز میں اس وقت کیا دلیل پیش کی جاتی تھی۔ یعنی وہ کیا امر تھا جس کے نام پر لوگوں کو خاموش کرا دیا جاتا تھا کہ وہ انسانیت سوز مظالم کو ہوتے دیکھیں اور اس کے خلاف آواز نہ اٹھا سکیں جیسے پہلے ذکر کیا گیا ہے، ان مظالم کی اصلی پشت پناہ تو وہ انتہائی اقتدار تھا جو پاپائے روم یا خلفائے مسیح نے حاصل کر لیا تھا اور جس کے باعث نہ صرف ہر مخالف کو تختۂ دار پر چڑھا دینا آسان تھا بلکہ ادنیٰ سے ادنیٰ اختلاف پر تشدد و ظلم کا دور شروع ہو جاتا تھا۔ چونکہ پوپ کو صرف دینی اقتدار حاصل تھا بلکہ دنیوی حکومتیں بھی اس کے ماتحت تھیں اسلیئے اسے رعایا پر پورا قبضہ حاصل تھا۔ اور لوگوں کی زندگی اور اس کے تمام لوازم پوپ کے رحم پر موقوف تھے۔ یہ انسانی فطرت کا خاصہ ہے کہ اس میں دنیاوی مفاد حتیٰ کہ جان تک کو بھی قربان کر دینے کا عزم موجود ہے، انتہائی مظالم کے خلاف بغاوت پر آمادہ ہونا کچھ مشکل امر نہیں۔ لیکن جہاں نہ صرف دنیاوی مفاد کی قربانی کا سوال ہو بلکہ ایمان بھی ہاتھ سے جاتا ہو۔ وہاں سرکشی اختیار کرنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ پوپ کا اقتدار گو بظاہر اس کی حکومت کے سبب دکھلائی دیتا ہے۔ مگر اس کی تہ میں ایک ایمانی عنصر کام کر رہا تھا۔ ورنہ اس قدر زمانہ دراز تک ایسے انتہائی مظالم و تشدد کا دور جاری نہ رہ سکتا تھا۔ وہ ایمانی امر کیا تھا جس کے باعث لوگ دبے چپکے جا رہے تھے؟ وہ عیسائیت کے اتحاد اور اس کی تنظیم کے نام پر اپیل تھی یورپ کی اقوام عیسائیت قبول کرنے سے قبل محض وحشی تھیں، ابتدائی عیسائی مبلغوں کے خلوص و ایثار، اور خود مذہب عیسائیت کی عمدہ تعلیم نے لوگوں کو گرویدہ کر لیا ہوا تھا وہ اسے صداقت حقہ تسلیم کرتے تھے اور اس کی خاطر ہر دکھ سہنے کے لیئے تیار تھے۔ اسلیئے جب انہیں یہ بتلایا جاتا تھا کہ مذہب کی بقا تنظیم سے وابستہ ہے اور مذہبی اتحاد کو توڑنا صداقت کو ترک کر دینے کے مترادف ہے تو اس پروپیگنڈا کا نتیجہ یہ نکلا کہ باوجود اس کے کہ پوپ کے مظالم اور گناہ انہیں صاف صاف نظر آتے تھے مگر مذہب و صداقت کی بقا کی خاطر ہر ذلت و خواری برداشت کر لیتے تھے۔

لوتھر کیوں کامیاب ہوا

پاپائیت کے مظالم کا دور اسلیئے لمبا ہو گیا کہ جھوٹے پروپیگنڈا کے باعث یہ دجل پھیلایا گیا تھا کہ پوپ کے احکام کی خلاف ورزی نہ صرف دنیاوی تعلقات کی بربادی کا موجب ہے بلکہ اس سے بڑھکر یہ کہ دین و ایمان جیسی قیمتی متاع بھی ہاتھ سے کھو دینی پڑتی ہے۔ لوتھر کی کامیابی کا راز منجملہ اور اسباب کے اس باعث بھی تھا کہ اس نے مذہبی میدان میں اجتہاد کے دروازے کو کھولا۔ اس نے یہ ثابت کر دیا کہ اس قسم کی مذہبی آزادی جائز ہے اور یہ کہ کتب مقدسہ کو پڑھنے اور سمجھنے کا اختیار ہر شخص کو حاصل ہے اگر مارٹن لوتھر اس مذہبی نکتہ کو اپنے جہاد کا مرکز و محور نہ بناتا تو وہ کبھی کامیابی حاصل نہ کر سکتا تھا۔ لوگ عام طور پر پوپوں کے مظالم اور گناہوں سے تنگ تو مدت سے آ چکے تھے۔ مگر وہ اس خوف سے سرکشی سے رکے ہوئے تھے کہ ان کا یہ فعل ان کے ایمان و دین کی بربادی کا باعث ہوگا اور اس سے عیسائیت کے اتحاد و تنظیم کو نقصان پہنچے گا، اور اس کی تنظیم برباد ہو جائے گی۔ لیکن جب اصولی طور پر انہیں ثابت ہو گیا کہ ایک شخص آزادی کا علم بلند کر کے بھی اسی قدر مخلص و ایمان دار رہ سکتا ہے، تو اُن کے سامنے سے وہ روک دور ہو گئی اور افتاں و خیزاں ظلم و تعدی کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ ایمان ضائع ہونے کا خطرہ جب جاتا رہا تو دنیاوی مفاد کی قربانی پیش کرنی چنداں مشکل بات نہ تھی، لوتھر اگر پوپ کے خلاف جزئی مظالم کی داستان لیکر کھڑا ہوتا تو اس سے ہر فرد متفق ہوتا۔ مگر تاہم بغاوت پر آمادہ نہ کیا جا سکتا تھا اس لیئے کہ دین و ایمان کے ضائع ہو جانے کی روک حائل تھی۔

اسلام پاپائیت کے صریح متضاد ہے

پاپائیت اور اسلام کی روح میں ایسا تضاد واقعہ ہوا ہے کہ لوتھر کو جس نے پاپائیت کے خلاف آزادی کا علم بلند کیا خود عیسائی دنیا کی طرف سے "محمدی کتا" کا خطاب حاصل ہوا۔ گویا ہر امر جو ضمیر کی آزادی کی طرف رہنمائی کرتا ہے وہ عیسائی دنیا کے نزدیک حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طفیل ہے۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے، کہ آزادی، علم دوستی روشن خیالی اور رواداری کی کیسی زبردست لہر اسلام نے پیدا کی تھی حتیٰ کہ غیر بھی جب اس کی ادنیٰ رو کو محسوس کرتے تو انہیں اسلام کا حوالہ دینا پڑتا۔ ایک عالمگیر کامل مذہب کے شایان شان بھی یہی امر تھا کہ وہ انسانوں کی گردنوں کو ہر قسم کی ذلیل ترین غلامی سے نجات دے کر صرف اس احکم الحاکمین کی درگاہ پر جھکائے توحید کیونکر کامل ہو سکتی تھی۔ جب تک کہ پورے طور پر بندوں کی روح معبودان باطلہ کی اطاعت سے آزاد نہ کرائی جاتی اور حقیقت تو یہ ہے کہ انسانی جوہر نپپ نہیں سکتے۔ جب تک وہ خدا کے قوانین کی تابعداری کے سوا ہر غیر اللہ کی اطاعت سے آزاد نہ ہوں۔ اسلام صرف تنظیم اور اتحاد کا حامی ہے جس سے قومی اور انفرادی نشو و نما اور نمو کے سامان پیدا ہوں۔ لیکن جو تنظیم و اتحاد اعلیٰ انسانی جوہروں کے کچلنے کے لیئے وقف ہو نہ صرف وہ خلاف اسلام ہے بلکہ اسکا تباہ و برباد کر دینا ہی سب سے بڑی نیکی ہے۔

سپاس تعزیت

میرے بھائی چوہدری محمد خان زمان بی کام کی وفات حسرت آیات پر احباب جماعت، دوستوں عزیزوں اور رشتہ داروں کی طرف سے متعدد تعزیتی خط موصول ہوئے ہیں، عدیم الفرصت ہونیکی وجہ سے فرداً فرداً جواب دینے سے قاصر رہا ہوں۔ بذریعہ اخبار ہذا سب کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ جزائے خیر دے مندرجہ سطور اخبار میں شائع کر کے عنداللہ ماجور ہوں۔

خاکسار۔ دوست محمد خاں۔ ایم اے

از ۷/۴۳ ۲۰

قادیانی حضرات یہ مضمون غور سے پڑھیں

چوہدری خان زمان صاحب بی کام کی وفات پر تعزیتی مکتوبات

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا مکتوب گرامی

(۱) دارالسلام ڈلہوزی - ۲۵-۶-۴۳ء

اخویم مکرم معظم چوہدری صاحب -

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

آج آپ کے خط سے عزیز خان زمان کے انتقال کی خبر سے اس قدر صدمہ ہوا جو بیان سے باہر ہے - انا للہ وانا الیہ راجعون - اللھم اغفرلہ وارحمہ

میں اپنے اس عزیز کے لیئے ڈیڑھ دو سال سے جب کہ وہ کلکتہ سے بیمار ہو کر واپس آئے برابر دعا کرتا رہا ہوں اب آپ کے خط سے کچھ تسلی بھی ہوئی تھی کہ شاید مرض جاتی رہی ہے اور صرف کمزوری باقی ہے - عزیز خان زمان نے میرے ساتھ بہت تھوڑے دن کاٹے ہیں مگر جتنے دن وہ میرے پاس رہے ان کی محبت نے میرے دل میں گھر کر لیا ایسے صالح اور خدمت دین کا جذبہ دل میں رکھنے والے نوجوان میں نے بہت کم دیکھے ہیں - وہ شرافت کا مجسمہ تھا - جب انھوں نے گورنمنٹ سروس میں جانے کا ارادہ ظاہر کیا تو میرا دل نہ چاہتا تھا - میں نے صرف اس خیال کو مدنظر رکھکر انہیں اجازت دے دی کہ وہ یہ نہ خیال کریں کہ میں ان کی ترقی میں روک بنتا ہوں - ایسے ہونہار نوجوان کی وفات ایک قومی صدمہ ہے - میرا یہ خیال تھا کہ وہ کسی وقت اسلام کے لیئے مفید کارکن بنینگے مگر ہر انسان کے لیئے جب وقت اجل مقدر ہے وہ اور اس کے متعلقین بے بس ہوتے ہیں نہ دعا کارگر ہوتی ہے اور نہ دوا - وہ مالک حقیقی جب چاہے جو چیز دے اور جب چاہے اسے لے لے -

آپ کو اور دیگر اعزہ کو جو صدمہ ہوا ہوگا اللہ تعالیٰ اس سے آپ کو تسکین عطا فرمائے بالخصوص ان کی بیمار اہلیہ کی طرف سے میرے دل پر بہت ہی صدمہ ہے - اللہ تعالیٰ ان کی دستگیری فرمائے اور اپنی حفاظت میں رکھے غالباً ان کا ایک بچہ بھی تھا - مجھے بڑی آرزو تھی کہ میں انہیں دیکھ سکوں مگر وہ جلسہ پر نہ آسکے اور ان کی صحت یابی کے بعد یہ خیال بھی نہ تھا کہ وہ اس قدر جلد داغ مفارقت دے جائیں گے - سوائے صبر کے چارہ نہیں -

والسلام - محمد علی

---

(۲) آج مورخہ ۳۰-۶-۴۳ کو گورنمنٹ ہائی سکول میانوالی کے طلباء اور ممبران سٹاف کا اجلاس بہ تقریب وفات حسرت آیات چوہدری محمد خان زمان صاحب سکینڈ کمرشل ٹیچر منعقد ہوا - بہ تقدیم جناب غلام محمد خاں صاحب ہیڈ ماسٹر اور بہ تائید جملہ حاضرین قرار پایا کہ یہ اجلاس چوہدری محمد خان زمان صاحب کی بے وقت موت پر انتہائی رنج و غم کا اظہار کرتا ہے - مرحوم ہمہ صفت موصوف مرنجان مرنج نہایت ہی خوش خلق ہنس مکھ نیک خصائل نوجوان تھے اس سکول کا ہر فرد و بشر مرحوم کے نیک خو ہونے کی وجہ سے ان کا گرویدہ تھا خداوند کریم اس جوانامرگ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے -

یہ اجلاس مرحوم کے پسماندگان کے ساتھ دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے - واقعی ایسے لایق اور نیک فرد کی کمی خاندان کے لئے نا قابل برداشت نقصان کے مترادف ہے - ہم دعا کرتے ہیں کہ خداوند کریم پسماندگان کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے - اظہار غم کے طور پر سکول باقی وقت کے لئے بند رہا - اس اجلاس کی کاروائی معہ تعزیت نامہ مرحوم کے بھائی چوہدری دوست محمد خاں صاحب ایم - اے اور بغرض اشاعت اخبارات میں بھیجی جائے -

سکرٹری انجمن معلمین گورنمنٹ ہائی سکول میانوالی -

مکرم ملک محمد بخش صاحب

آسٹریلیا میں ہمارے ایک مکرم و معظم دوست ملک محمد بخش صاحب سکنہ لاہور مدت سے تجارت کے لئے گئے ہوئے ہیں اور یہ امر موجب مسرت ہے کہ اس دور دراز مقام پر بھی جس کو کفرستان کہنا جائز ہے ملک صاحب کا جوش ایمانی بدستور قائم ہے قریباً ہر مہینہ ان کی طرف سے ایک خط حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں پہنچ جاتا ہے جس سے انکے علمی مذاق اور دینی جوش کا اظہار ہوتا ہے اللہ تعالیٰ دعا ہے کہ ہمارے اس دور افتادہ بھائی کو تا دیر زندہ اور سلامت رکھے اور ایسے سامان پیدا کرے کہ وہ اپنے وطن میں کامیابی کیساتھ واپس لوٹ سکیں احباب کرام سے درخواست ہے کہ ملک صاحب [illegible]

[illegible]

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

بیعت کی غرض

ہر ایک شخص جو میرے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے اسکو سمجھ لینا چاہیئے کہ اس کی بیعت کی کیا غرض ہے - آیا وہ دنیا کے لئے بیعت کرتا ہے یا اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیئے بہت سے ایسے بدقسمت انسان ہوتے ہیں کہ ان کی بیعت کی غایت اور مقصود صرف دنیا ہوتی ہے اور بیعت سے اُن کے اندر کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوتی - اور وہ حقیقی یقین اور معرفت کا نور جو حقیقی بیعت کے نتائج اور ثمرات ہیں ان میں پیدا نہیں ہوتا ان کے اعمال میں کوئی خوبی اور صفائی نہیں آتی، نیکیوں میں ترقی نہیں کرتے گناہوں سے بچتے نہیں ایسے لوگوں کو جو دنیا کو ہی اپنا اصل مقصود ٹھیراتے ہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ :- دنیا روزے چند آخر کار با خداوند -

یہ چند روزہ دنیا تو بہرحال گذر ہی جاوے گی خواہ تنگی میں گذرے خواہ فراخی میں مگر آخر کا معاملہ بڑا سخت معاملہ ہے - وہ ہمیشہ کا مقام ہے اور اسکا انقطاع نہیں ہے - پس اگر اس مقام میں وہ اسی حالت میں گیا کہ خدا سے اس نے صفائی کر لی تھی اور اللہ تعالیٰ کا خوف اس کے دل پر مستولی تھا اور وہ معصیت سے توبہ کر کے ہر ایک گناہ سے جس کو اللہ تعالیٰ نے گناہ کر کے پکارا ہے بچتا رہا تو خدا کا فضل اس کی دستگیری کرے گا اور وہ اس مقام پر ہوگا کہ خدا اس سے راضی ہوگا - اور اگر ایسا نہیں کیا بلکہ لاپرواہی کے ساتھ اپنی زندگی بسر کی تو پھر اس کا انجام خطرناک ہے اسلیئے بیعت کرتے وقت یہ فیصلہ کر لینا چاہیئے کہ بیعت کی کیا غرض ہے اور اس سے کیا فائدہ حاصل ہوگا اگر محض دنیا کی خاطر ہے تو بیفائدہ ہے لیکن اگر اللہ تعالیٰ کی رضا اور دین کے لیئے ہے تو ایسی بیعت مبارک - اور اپنی اصل غرض اور مقصد کو ساتھ رکھنے والی ہے جس سے ان فوائد اور منافع کی پوری امید کی جاتی ہے جو سچی بیعت سے حاصل ہوتے ہیں ایسی بیعت سے انسان کو دو بڑے فائدے حاصل ہوتے ہیں ایک تو یہ کہ وہ اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہے اور حقیقی توبہ انسان کو خدا تعالیٰ کا محبوب بنا دیتی ہے اور اس سے پاکیزگی اور طہارت کی توفیق ملتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطھرین یعنی اللہ تعالیٰ توبہ کرنیوالوں کو دوست رکھتا ہے اور نیز ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو گناہوں کی کشش سے پاک ہونیوالے ہیں - تو بہ حقیقت میں ایک ایسی شئے ہے کہ جب وہ اپنے حقیقی لوازمات کے ساتھ کی جاوے تو اس کے ساتھ ہی انسان کے اندر ایک پاکیزگی کا بیج بویا جاتا ہے جو اسکو نیکیوں کا وارث بنا دیتا ہے - یہی باعث ہے جو آنحضرت صلعم نے بھی فرمایا ہے کہ گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہوتا ہے کہ گویا اس نے کوئی گناہ نہیں کیا - یعنی توبہ سے پہلے گناہ اس کے معاف ہو جاتے ہیں، اس وقت سے پہلے جو کچھ بھی اس کے حالات سے اور جو پہلے حرکات اور بے اعتدالیاں اس کے چال چلن میں پائی جاتی تھیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کو معاف کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک عہد صلح باندھا جاتا ہے اور نیا حساب شروع ہوتا ہے - پس اگر اس نے اللہ تعالیٰ کے حضور سچے دل سے توبہ کی ہے تو اسے چاہیئے کہ اب اپنے گناہوں کا نیا حساب نہ ڈالے اور پھر اپنے آپ کو گناہ کی ناپاکی سے آلودہ نہ کرے بلکہ ہمیشہ استغفار اور دعاؤں کے ساتھ اپنی طہارت اور صفائی کی طرف متوجہ رہے اور خدا تعالیٰ کو راضی اور خوش کرنے کی فکر میں لگا رہے اور اپنی زندگی کے حالات پر نادم اور شرمسار رہے جو توبہ کے زمانہ سے

قائداعظم پر حملہ کی مذمت

جماعت احمدیہ لاہور کا ریزولیوشن

لاہور - ۳۰ جولائی - احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ایک غیر معمولی اجتماع آج مسجد احمدیہ بلڈنگس میں بعد نماز جمعہ منعقد ہوا جس میں جناب مرزا مسعود بیگ صاحب اسسٹنٹ سکرٹری کی تحریک اور جملہ حاضرین کے اتفاق سے ذیل کا ریزولیوشن پاس ہوا :-

" احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا یہ اجتماع اس وحشیانہ حملہ پر دلی رنج و نفرت کا اظہار کرتا ہے جو قائداعظم مسٹر محمد علی جناح پریذیڈنٹ آل انڈیا مسلم لیگ کی جان لینے کیلئے کیا گیا جن کی قابلانہ اور زبردست سیاسی رہنمائی نے اس نازک ترین دور میں مسلمانوں کو اس قابل بنا دیا ہے کہ وہ اپنی ہستی کو برقرار رکھ سکیں، یہ اجتماع قائداعظم کی جان کی سلامتی پر انہیں دلی مبارکباد دیتا ہے - اور دست بدعا ہے کہ باری تعالیٰ انہیں اپنی خاص حفاظت میں رکھے اور عمر طویل عطا فرمائے - "

الہامات میں لفظ نبی

مولوی اللہ دتہ صاحب کی کم علمی

فرقان ماہ اپریل ۱۹۴۳ء کے صفحہ ۱۴ پر پیغام صلح کے حوالہ سے لکھا ہے، کہ مولوی اللہ دتہ حضرت کے تین الہام ایسے بھی نہیں دکھا سکتے جس میں خدا نے آپ کو نبی کہا ہو اس کے جواب میں مولوی اللہ دتہ صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت صاحب نے تو لکھا ہے کہ وہ وحی جو مجھ پر نازل ہوتی ہے اس میں ایسے الفاظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں، اس کے بعد لکھتا ہے کہ اب کسی احمدی کا حق نہیں کہ کہے کہ تین دفعہ بھی الہامات میں نبی کا لفظ نہیں آیا۔ اس کا جواب تو یہی ہے کہ ہم نے تو الہامات کی کوئی ایسی کتاب تذکرہ نام بنا کر شائع نہیں کی جس میں ہم نے ان الہامات کو چھوڑ دیا ہو جس میں خدا نے حضرت کو صدہا دفعہ نبی، مرسل اور رسول فرمایا تھا یہ کتاب تو قادیان سے ہی شائع ہوئی صدہا دفعہ چھوڑ کوئی ایک تو الہام حضرت صاحب کا اس تذکرہ میں سے نکال کر بتایئے جس میں خدا نے آپ کو نبی کہا ہو، مولوی اللہ دتہ صاحب نے تین الہام اپنی طرف سے فرقان ماہ اپریل ۱۹۴۳ء صفحہ ۱۴ پر لکھے ہیں ایک یہ الہام کہ دنیا میں ایک نبی آیا مگر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔ اس کا یہ جواب ہے کہ حضرت صاحب نے خود لکھا ہے کہ دنیا میں ایک نذیر آیا کی دوسری قرأت یہ ہے کہ دنیا میں ایک نبی آیا اور لکھا کہ دنیا میں ایک نذیر آیا ہی قرأت براہین میں درج ہے اور فتنہ سے بچنے کے لیئے یہ دوسری قرأت درج نہیں کی گئی۔ تذکرہ صـ ۱۰۵

جب خود حضرت نے نبی والی قرأت کو ترک فرمایا اور اسکو درج نہیں کیا بلکہ ہر کتاب میں جہاں بھی حضرت نے اپنے اس الہام کو لکھا ہے دنیا میں ایک نذیر آیا ہی لکھا ہے۔ کسی کتاب میں حضرت صاحب نے یہ نہیں لکھا کہ دنیا میں ایک نبی آیا جب متواتر حضرت نے اسی الہام کو اپنی کتابوں میں لکھا اور دوسری قرأت کو موقوف فرما دیا تو معلوم ہوا کہ الہام میں لفظ ہی آئے تھے کہ "دنیا میں ایک نذیر آیا" یہ لفظ نہیں آئے تھے، کہ دنیا میں ایک نبی آیا۔ قرأت کا مسئلہ بہت لمبا چوڑا ہے اس کے متعلق پھر دکھایا جائے گا کیا بخاری میں ما ارسلنا من رسول ولا نبی کے آگے لا محدث کی قرأت لکھی ہوئی نہیں ہے پھر یہ قرأت دنیا کے کسی قرآن میں کیوں نہیں لکھی گئی اگر وہ قرأت وحی الٰہی سے آئی ہوتی تو ضرور قرآن میں لکھی جاتی مگر اس قرأت کا قرآن میں نہ لکھا جانا ہی بتلا رہا ہے کہ حضور صلعم کی وحی میں وہ الفاظ نہیں آئے تھے ورنہ ناممکن تھا کہ لا محدث کے لفظ قرآن میں درج نہ ہوتے۔ اب ہم نہیں جانتے کہ جس قرأت کو خدا نے حضرت صاحب کے ہاتھوں کو ان کی کتابوں میں اس لفظ نبی کو لکھوانے سے روک دیا وہ کیونکر الہام میں آیا ہوا لفظ سمجھا جا سکتا ہے۔ دوسری بات جو اپنے ثبوت میں اللہ دتہ صاحب نے پیش کی ہے وہ ۸ رفروری ۱۹۰۷ء کا الہام "زمین کہتی ہے یا نبی اللہ" یعنے اے اللہ کے نبی میں تجھے نہیں پہچانتی تھی، اس الہام کو پیش کر کے مولوی اللہ دتہ صاحب نے اپنی کم علمی کا خوب ثبوت دیا ہے۔ سوال تو یہ تھا کہ خدا نے آپ کے کسی الہام میں آپ کو نبی کہا ہے وہ کہاں ہے جواب دیا جاتا ہے کہ زمین کہتی ہے یا نبی اللہ سوال از آسمان جواب از ریسمان کا سا معاملہ ہے ہم پوچھتے ہیں خدا نے کہاں نبی کہا وہ کہتے ہیں کہ زمین کہتی ہے اے نبی ــــ بھائی زمین چھوڑ کر آسمان بھی کہے اور ستارے اور چاند اور سورج بھی کہیں، چونکہ یہ سب چیزیں خدا نہیں ہیں غیر خدا ہیں ان کا کہنا کوئی حجت نہیں۔ مگر مولوی اللہ دتہ صاحب کو اتنا یاد نہ آیا کہ زمین ہی تو یہ کہتی ہے یا ولی اللہ اے اللہ کے ولی میں تجھے نہیں پہچانتی تھی۔ اور زمین کا ولی اللہ کہنا اور پھر نبی اللہ کہنا دونوں ہی ایک دوسرے کے خلاف بیان ہیں، وہی زمین نبی اللہ کہتی ہے اور وہی زمین ولی اللہ کہتی ہے اب ان دونوں باتوں میں سے کون سی ایسی بات ہے جو زمین کہتی ہے اور وہ درست ہے اور کونسی درست نہیں دونوں میں مطابقت اس لیئے نہیں ہو سکتی کہ نبی کو ولی کہنا اس کے نبی ہونے سے انکار کرنا ہے۔ بعض نادانوں کو جو یہ وہم گذرتا ہے کہ نبی بھی ولی ہوتا ہے ان کو دیکھنا چاہیئے کہ اعمال، عقائد اور نجات کے لئے نبی پر ایمان لانے کی ضرورت ہوتی ہے یا ولی پر وہ تو جسم کو روح کہہ رہے ہیں یہ وہم سراسر دلی کوری پر مبنی ہے صاف ظاہر ہے کہ جب کہ ولی کا وجود ہی نبی کے ذریعے سے ہوتا ہے نہ کہ نبی کا وجود ولی کے ذریعہ سے اور بغیر متابعت نبی کے اس کا ولی ہونا ناممکن اور محال ہوتا ہے اور بالکل ممتنع ہے کہ کوئی ولی بغیر نبی پر ایمان لانے کے اور آپ کی پیروی کرنے کے اپنے آپ ہی ولی بن جائے نبی تو جڑھ ہوتا ہے ولایت کی اگر نبی کو علیحدہ کر دیا جائے تو ولایت کیونکر قائم رہے گی ولایت کا موجب اور ولی کی پیدائش ہی نبی کے وجود سے ہوتی ہے اور ولایت کا سرچشمہ ہی نبی ہوتا ہے اور نبی کے ذریعے سے ہی خدا کا مخفی چہرہ نظر آتا ہے نہ کہ ولی کے ذریعے سے اور پھر ولی کے لئے امتی ہونا شرط ہے، ناممکن ہے کہ کوئی امتی ہونے کے بغیر براہ راست ہی ولی ہو جائے اللہ تعالے کو چونکہ کسی کی ہدایت اور ضلالت کی پرواہ نہیں ہے جو لوگ اس کی کتاب کو چھوڑ کر دوسری طرف قدم اٹھاتے ہیں وہ ہمیشہ ضلالت کے گڑھے میں گرتے ہیں اس لیئے ضروری تھا کہ قادیان کے مولوی بھی ضلالت کے گڑھے میں گرتے کیونکہ انھوں نے قرآن مجید کو چھوڑ کر غیر قرآن الہام سے تمسک کرنا شروع کیا اور ہر مسئلہ میں ان الہامات کو حجت شرعی سمجھا حالانکہ ان الہامات میں نہ کوئی وحی نبوت ہے نہ کوئی وحی رسالت۔ قرآنی آیات تو حضرت نبی کریم صلعم پر نازل ہو چکیں اب کسی پر ہزار دفعہ بھی یا ایہا النبی یا محمد رسول اللہ کی آیت الہام میں آئے تو وہ نبی اور محمد رسول اللہ کبھی نہیں بن سکتا۔

کیا ہم امید رکھیں کہ محمودی مولوی خدائی کتاب، قرآن کی آواز کے ہمنوا ہو کر حضرت امام سیدنا مسیح موعودؑ جو صرف محدث (غیر نبی) اور ولی ہیں، ان کو نبی اور رسول کہنے سے باز آجائیں گے، اور جو ان کا مرتبہ خدا نے محدث یا ولی یعنے غیر نبی اور غیر رسول ہونے کا الہامات میں بیان کیا ہے اس کو تسلیم کریں گے۔ اگر حضرت صاحب نبی ہوتے یا خدا ان کو نبی کہتا تو حضرت صاحب اس لفظ نبی کو صرف عن الظاہر کیوں فرماتے اور اس کی تاویل کیا فرماتے کیا ظلی نبی کے معنے غیر نبی کے نہیں کیا امتی نبی کے معنے غیر نبی کے نہیں، کیا مجازی نبی کے معنے غیر نبی کے نہیں جب حضرت صاحب نے خود اپنے کو غیر نبی ہی بتلایا ہے تو ہم ان کو نبی کہکر کیوں اپنی عاقبت تباہ کریں۔ حضرت صاحب تو فرماتے ہیں اور اپنا ایک الہام پیش کرتے ہیں من اعرض عن ذکری نبتلہ بذریۃ فاسقۃ ملحدۃ یمیلون الی الدنیا ولا یعبدوننی شیئا۔ تذکرہ صـ ۳۱۹۔ جو شخص قرآن سے کنارا کرے گا ہم اس کو ایک خبیث اولاد کے ساتھ مبتلا کریں گے جن کی ملحدانہ زندگی ہوگی وہ دیندار ہرگز نہیں بنیں گے، میری پرستش سے ان کو کوئی سروکار نہیں ہوگا یعنے اس اولاد کا انجام یہ ہوگا اور توبہ تقوٰے نصیب نہ ہوگا۔

دیکھو حضرت صاحب کے الہام میں بھی خدا نے کہدیا کہ بس قرآن ہی قرآن ہے، قرآن سے غیر جو چیز ہے وہ دین نہیں ہے الخیر کلہ فی القرآن خیر تو سب ہی قرآن میں، جب عالم کشف میں حضرت نے دیکھا کہ زمین نے مجھ سے گفتگو کی اور کہا یا ولی اللہ کنت لا اعرفک اے خدا کے ولی میں تجھ کو پہچانتی نہ تھی تو اب یہ لفظ خود بتلا رہے ہیں کہ حضرت ولی اللہ ہیں نبی نہیں ہیں اور وہ جو نبی اللہ کا لفظ زمین کہتی ہے وہ بھی نبی بمعنی ولی کے ہیں نہ کہ ولی بمعنی نبی کیونکہ ولی اور نبی کی دونوں حقیقتیں متضاد اور متخالف اور متبائن ہیں خدا نے نبی کو نذیر بھی کہا رسول بھی کہا خلیفہ بھی کہا امام بھی کہا مگر کسی نبی کو خدا نے ولی یا امتی نہیں کہا۔ ولی اور امتی نبی ہو ہی نہیں سکتا خود حضرت نے لکھا ہے کہ حضرت عیسٰے کو امتی کہنا کفر ہے پھر امتی کو نبی کہنا کس طرح اسلام ہو سکتا ہے۔ پھر یا حضرت صاحب کو امتی کہنا چھوڑ دو یا حضرت صاحب کے الہاموں میں کوئی تعلیم کوئی ہدایت اور کوئی دین حق کی بات نکال دکھاؤ۔ یہ جتنے الہامات حضرت صاحب کے شائع ہوئے ہیں یہ سب الہامات اسی قسم کے ہیں جو اولیاء اللہ کو ہوتے ہیں کوئی فرق حضرت صاحب کے الہام میں اور اولیاء اللہ کے الہام میں نہیں دکھایا جا سکتا۔ جب حضرت کو الہام میں بتلایا گیا کہ جو مسلمان کو کافر کہتا ہے اور اس کو اہل قبلہ کلمہ گو اور عقائد اسلام کا معتقد پا کر پھر بھی کافر کہنے سے باز نہیں آتا وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے تو اب بتلاؤ کہ حضرت صاحب خود مسلمان ہو کر کسی دوسرے کو کافر کس طرح کہہ سکتے تھے خود اہل قبلہ اور کلمہ گو ہو کر اور عقائد اسلام کے معتقد ہو کر کسی اہل قبلہ کلمہ گو اور عقائد اسلام کے معتقد کو کس طرح کافر کہہ سکتے تھے کیا جب تک یہ الہام حضرت صاحب کو نہیں ہوتے تھے تو دین کامل نہیں تھا اور جب ہوئے تو دین کامل ہو گیا جب یہ بات نہیں تو حضرت صاحب کا ماننا جزو ایمان جزو دین اور جزو اسلام کس طرح ہو سکتا ہے۔ دوسرا مطالبہ مولوی اللہ دتہ صاحب سے یہ ہے کہ کیا یہ نبی کی شان ہو سکتی ہے کہ خدا تو اس کو بار بار نبی اور رسول اور مرسل کہے اور وہ اس سے انکار کرے اور کہے کہ میں خدا کا رسول نہیں ہوں کیونکہ میں کوئی کتاب نہیں لایا پھر لطف یہ ہے کہ خدا نے بھی حضرت صاحب کو کسی الہام میں رسول اللہ کر کے نہیں پکارا۔ مولوی اللہ دتہ صاحب ایک دفعہ ہی حضرت صاحب کی نسبت الہام میں آیا ہوا لفظ رسول اللہ کہیں سے دکھا دیں پھر ساتھ ہی اس کے اس وحی کے بھی کچھ معنے کر دیں جو حضرت صاحب پر ہوئی کہ لا نبی بعدہ ولا شریک معہ وانہ خاتم النبیین جب خود اللہ تعالٰی وحی کر رہا ہے کہ رسول اللہ کے بعد کوئی نبی نہیں اور رسول مقبولؐ کا کوئی شریک نہیں اور حضور ہی خاتم النبیین ہیں تو پھر الہام میں حضرت صاحب کی نسبت نبی یا رسول کا لفظ کس طرح آسکتا ہے۔ اگر آجائے تو کیا وہ کان من عند غیر اللہ کا مصداق ہوگا۔

(باقی بر صفحہ ۸)

امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات

فخرالدین رازی رح کے نام نامی سے شاید ہی کوئی اہل علم ہوگا جو واقف نہ ہوگا۔ آسمان علم میں وہ آفتاب نصف النہار تھے میدان فضل و کمال میں وہ شہسوار نامدار تھے مادر گیتی نے بہت ہی کم ایسے بیٹے جنے جو اس کے پایہ اور مرتبہ کو پہنچے۔ قدرت نے ان کو ایسا ذہن رسا دیا تھا کہ فوراً بات کی تہ کو پہنچ جاتے تھے۔ ان کی علمی قابلیت کا نہ صرف ان کے معاصرین نے ہی اعتراف کیا ہے۔ بلکہ بعد کی آنیوالی نسلوں نے ان کو علم و فضل کا امام تسلیم کیا ہے۔ اس بزرگ امام نے دین کو دلائل قویہ و براہین عقلیہ سے روز روشن کی طرح چمکا کر دکھا دیا ہے اور رسمی طرز اور اندھی تقلید کو گلے سے اتار کر پھینک دیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ مولانا روم جیسے بزرگ کو بھی ان کی نسبت یہ کہنا پڑا ہے

گر باستدلال کار دیں بُدے
فخر رازی راز دار دیں بُدے

ولایت اور نام و نسب

اس امام کا نام محمد اور باپ کا نام عمر تھا، جو ضیاء الدین عمر کے نام سے مشہور تھے یہ اپنے وقت میں مستند عالم اور خطیب رہے تھے۔ اسی واسطے اس امام کو عموماً ابن خطیب الرے بھی کہتے تھے۔ یہ بزرگ ۵۴۴ھ مطابق ۱۱۵۹ء میں بمقام شہر رے جو مضافات تبریز سے پیدا ہوئے۔

تعلیم اور تعلم

انھوں نے اپنے وطن ہی میں اپنے بزرگ باپ سے تعلیم حاصل کی جب کچھ ہوش سنبھالا تو مجدالدین جیلی کے ہمراہ مراغہ میں چلے گئے۔ جہاں انھوں نے علوم فلسفہ و حکمت کی تحصیل تمام کی۔ تھوڑے زمانہ میں ان کی خداداد ذکاوت و حذاقت اور علمی قابلیت و فضیلت کا دور دور تک شہرہ پھیل گیا صرف فلسفہ اور حکمت کے فنون ہی میں کمال پیدا نہیں کیا بلکہ دینی علوم میں ان کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ ان کی فطرت سعید و سیرت رشید نے پسند نہ کیا کہ ان علوم و فنون کے مزے اپنے نفس تک ہی محدود رکھیں بلکہ دنیا کے مشارق و مغارب کو ان سے مستفید کیا جائے۔ چنانچہ اسی بناء پر ابھی تحصیل علم سے فراغت بھی نہ ملی تھی کہ تصنیف و تالیف کا شغلہ اختیار کیا اور بہت سی مفید کتب مختلف مضامین میں لکھیں جو عام قبولیت کی نگاہ سے دیکھی گئیں اور صرف اسی پر بس نہیں بلکہ وسط ایشیا میں سیر و سیاحت کا سلسلہ شروع کر کے جہاں جاتے وہیں درس کی مجلس گرم کر دیتے اور ہر طبقہ کے علماء اور تشنگان علوم ان کے سرچشمہ تحقیق سے مستفیض ہونے کے لئے ان کی مجلس میں حاضر ہوتے اور حسب استعداد فائدہ اٹھاتے

ہرات میں آپکا شاندار استقبال اور وعظ

جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں امام موصوف نے وسط ایشیا میں سیر و سیاحت کر کے مختلف شہروں میں جا کر جہاں جہاں قیام فرماتے ہر جگہ لوگوں کو درس دیا کرتے تھے اسی دوران سیاحت میں ان کا داخلہ ہرات میں ہوا۔ جس شان و شوکت اور جاہ و جلال سے اس شہر میں اس امام کا داخلہ ہوا کسی بڑے سے بڑے تاجدار کو بھی نصیب نہیں ہوا۔ بزم و حشم اور شاگردوں کا گروہ عظیم آپ کے ہمرکاب تھا۔ اس زمانہ میں ہرات کا فرمانروا سلطان حسین تھا۔ اس امام جلیل الشان کی اپنی ولایت میں تشریف لانے کی خبر سن کر بہ نفس نفیس استقبال کے لئے نکلا اور اور بڑی عزت اور حرمت کے ساتھ امام کو لے جا کر اپنا مہمان شاہی بنایا اور بڑے اعزاز اور احترام کے ساتھ رکھا۔ ہرات کی عظیم الشان جامع مسجد میں علامہ موصوف کے وعظ کا سامان کیا گیا اور ایک بہت بڑا شاندار منبر نصب کیا گیا جس پر امام ہمام جلوہ افروز ہوئے دور دور سے لوگ آپ کے وعظ سننے کے لئے آئے اور اس قدر مجمع ہوا کہ تل رکھنے کو جگہ نہ رہی خود سلطان حسین بھی شریک وعظ ہوئے اور امام کے اشارے سے ان کے پاس ہی منبر کے پائیں میں بیٹھ گئے۔ علاوہ ازیں سلطان شہاب الدین غوری حکمران فیروزکوہ کا بھانجا سلطان محمود بھی مجلس میں حاضر ہوا۔ وہ سلام کے بعد امام کی اجازت سے ان کے دوسرے پہلو میں آ بیٹھا۔ امام نے فضائل و رذائل نفس پر اس فصاحت اور بلاغت سے تقریر فرمائی کہ تمام سامعین نقش بدیوار بن کر رہ گئے اور مجلس پر ایک ایسا سناٹے کا عالم چھایا تھا کہ کہیں سے کسی قسم کی صدا تک نہیں اٹھتی تھی ترک غلام زریں لباس پہنے اور تلواریں ٹیکے ہوئے بیٹھے تھے غرض اعلیٰ سے ادنیٰ تک آپ کے وعظ سے ایسے متاثر ہوئے کہ جس کی نظیر کم ملتی ہے۔

فیاضی اور نکتہ سنجی

آپ بڑے فیاض اور نکتہ پسند بھی تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ جب وہ ہرات کی جامع مسجد میں اپنی فصاحت و بلاغت کے موتی بکھیر رہے تھے اور ان کی بلا کی ساحرانہ تقریر سے بنی نوع انسان مسحور ہو رہے تھے۔ عین اسی حالت میں ایک کبوتر بہری کے پنجہ سے بھاگتا ہوا امام ہمام کے قدموں پر آ گرا۔ اس پر شرف الدین ابن عنین ایک نامی شاعر نے جو مجلس وعظ میں حاضر تھا اس نظارہ کو دیکھ کر اس سین کا واشعار فی البدیہہ میں نقشہ کھینچا اور امام کے سامنے پڑھ کر سنایا امام نے انھیں اس قدر پسند فرمایا کہ شرف الدین کو طلب فرما کر اپنے پاس جگہ دی اور ختم مجلس وعظ کے بعد گھر پہنچ کر پورا خلعت مع زر نقد شاعر کو بطور انعام بھیج دیا اور اس کے بعد ہمیشہ اس سے اچھا سلوک فرماتے رہے۔

مجلس درس

امام فخرالدین کی مجلس درس نہایت شاندار در وسیع تھی شاگردوں کی ترتیب نشست اس طرح ہوا کرتی تھی کہ بڑے بڑے نامی گرامی طلباء جو دور دور کے بلاد سے تحصیل علم کے لئے آتے ہوئے تھے امام کے نزدیک ہوتے اور پھر باقی درجہ بدرجہ کم رتبہ کے طلباء ہوتے ہر ایک علمی سوال کے جواب اول یہی امور طلبا دیا کرتے اور جس مسئلہ کا جواب ان سے نہ بن آتا تو پھر فوراً امام صاحب ہی اپنی تقریر پر تاثیر سے عقدہ لاینحل کو ایسا کھول کر سناتے کہ سامعین عش عش کر اٹھتے اور ان کے کلام سے ایک ایسی حالت ان پر طاری ہو جاتی کہ گویا نقش بدیوار بن جاتے۔

اخلاق اور تبتل الی اللہ

امام فخرالدین باوجود علم منطق و فلسفہ میں ید طولیٰ رکھنے اور دیگر تمام علوم میں متبحر علامہ ہونے کے آجکل کے علماء کی طرح متکبر اور نخوت پسند نہ تھے فرماتے تھے جہاں تک انسانی طاقت کی حد ہے میں نے کوئی کام ایسا نہیں چھوڑا جس پر کامل عبور نہ کیا ہو۔ اب اگر مجھے کسی چیز کی پیاس ہے تو صرف دیدار الٰہی کی اور اگر کسی چیز کی ضرورت ہے تو صرف لقاء اللہ کی۔

ایک شاہی دربار میں منصب جلیلہ پر تقرر

امام کا قیام زیادہ تر اپنے اصلی وطن شہر رے میں رہا کرتا تھا مگر قدردان بادشاہ آپ باکمال انسانوں کی شہرت سن کر اپنے دربار کو محروم رکھ سکتے تھے۔ خوارزم شاہ نے جو وسط ایشیا کا ایک عظیم الشان بادشاہ تھا امام فخرالدین کے علم و فضل کا شہرہ سنکر آپ کو دربار میں طلب فرما کر آپ کا بڑا اعزاز فرمایا۔

وفات حسرت آیات

یہ منصب جلیلہ ان کی خوشی کا باعث نہ ہوا بلکہ ان کی صحت اور راحت کے نقصان کا باعث ہوا کیونکہ اس نواح کی آب و ہوا ان کے موافق نہ آئی اور ان کی صحت خراب ہو گئی اور بیماری کی حالت میں سفر کرنا پڑا اور سفر ہی کی حالت میں بمقام صفا جو ہرات کے نزدیک ہے رحلت فرما کر دار البقا پہنچے اور اپنے متوسلین کو ہمیشہ کے لئے داغ ہجرت دے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

وصیت

اپنی علالت کو بڑھتے دیکھ کر ۲۱ محرم سنہ ۶۰۶ھ کو اپنے ایک شاگرد ابراہیم بن ابی بکر بن علی اصفہانی سے وصیت نامہ لکھوایا خود املا کرتے جاتے اور شاگرد لکھتا جاتا تھا۔ اس وصیت میں اپنے عقاید حقہ کی تشریح اور تصانیف کا حال بیان کرنے کے بعد آخر میں ہدایت کی کہ ان کی موت لوگوں پر ظاہر نہ کی جائے اور قواعد شرع کے مطابق تجہیز و تکفین کر کے اس پہاڑ کے دامن میں دفن کر دیا جائے جو مزدوان خان نامی گاؤں کے نزدیک واقع ہے۔ لاش کو قبر میں اتار کر جس قدر ہو سکے قرآن کریم کی ایسی آیتیں تلاوت کی جائیں جن میں خدا تعالیٰ کی عظمت اور قدرت کا بیان ہے اور پھر یہ کہکر مٹی ڈال دیں۔ کہ اے رب کریم یہ فقیر محتاج تیرے حضور میں آیا ہے اس پر رحم فرما۔

امام کی اولاد

امام فخرالدین کے دو بیٹے اور ایک لڑکی تھی۔ بڑے کا نام ضیاء الدین تھا اور چھوٹے کا شمس الدین۔ دونوں لائق عالم تھے مگر چھوٹا بلا کا طباع اور ذہین تھا۔ اس کی نسبت امام فخرالدین رح اکثر کہا کرتے تھے کہ اگر میرا یہ بیٹا زندہ رہا تو علم و کمال میں میرا یادگار بلکہ مجھ سے بڑھ کر ہوگا۔ کیونکہ بچپن ہی سے اس لڑکے میں لیاقت اور جوہر قابل ہونے کے آثار نظر آتے ہیں۔

ان کی وفات کے بعد ان کی اولاد شہر ہرات میں مقیم ہوئی۔ چھوٹا لڑکا شمس الدین باپ کی مسند درس پر بیٹھا اور انہی کا لقب اختیار کیا اور ان کی لڑکی خوارزم شاہ کے فاضل وزیر علاء الملک علوی سے بیاہی گئی۔

تصنیفات

امام فخرالدین رازی نے جیسے کہ پہلے لکھا گیا ہے صرف درس و تدریس سے تشنگان علوم کو سیر ہی نہیں کیا بلکہ آیندہ آنیوالی نسلوں کو ہمیشہ کے لئے مستفیض ہونے کے لئے علوم و فنون میں کتابیں تصنیف فرما کر نہ مٹنے والی یادگاریں اپنے پیچھے چھوڑ گئے جزاہ اللہ احسن الجزاء فی الدنیا والاخرۃ۔ تفسیر، فقہ، اصول، فلسفہ منطق مناظرہ رمل۔ علم ہندسہ اقلیدس جغرافیہ فن طب وغیرہ علوم میں متعدد کتابیں تصنیف و تالیف فرمائیں تفسیر مفاتیح الغیب معروف بہ تفسیر کبیر اسی علامہ کی تفسیر ہے جو آٹھ ضخیم جلدوں میں ہے اور ایسی معقول و مدلل ہے کہ اس کے پایہ کی کوئی تفسیر دنیا میں نہیں۔ عصمت انبیاء پر ایک بے نظیر کتاب لکھی نیز ایک کتاب لوامع البینات لکھی جو اسماء اللہ و صفات اللہ کی شرح ہے۔ امام غزالی کی کی کتاب الوجیز کی ایک ناتمام شرح تین ضخیم جلدوں میں لکھی۔ فضائل الصحابہ نام ایک کتاب لکھی جس میں صحابہ کے فضائل نہایت خوبی کے ساتھ لکھے [illegible] (رازی)

جذباتِ عالیہ

میرا محبوب خدا ہے مجھے معلوم نہ تھا

(ازمانی)

(۱) حسن یوں ہوش رُبا ہے مجھے معلوم نہ تھا
عشق اک طرفہ بلا ہے مجھے معلوم نہ تھا

(۲) میں تو سمجھا تھا کہ انساں ہے خدا کا مظہر
یہ بشر ننگِ وفا ہے مجھے معلوم نہ تھا

(۳) شیخ جی! آپ کو تو جانتا ہوں مدت سے
آپ کا کوئی خدا ہے! مجھے معلوم نہ تھا

(۴) مدتوں بتکدے میں ناصیہ فرسائی کی
میرا محبوب خدا ہے مجھے معلوم نہ تھا

(۵) مفتیٔ شہر باپں دعوئ ترکِ دُنیا
بندۂ حرص و ہوا ہے مجھے معلوم نہ تھا

باجلاس سردار غلام فرید خاں صاحب بہادر بی اے افسر مال واسسٹنٹ کلکٹر درجہ اول

وڈھاوا سنگھ ولد کالا سنگھ قوم جٹ ساکن وطنہ تحصیل لاہور...... سائل۔

بنام

(۱) عبدالرحمن (۲) نور برہان (۳) عبدالعزیز (۴) سلطان احمد (۵) محمد صدیق پسران نواب۔
(۶) چراغدین (۷) شہاب الدین (۸) نذیر پسران امام الدین قوم جٹ سکنائے جو دھو ڈھیر (۹) وزیارہ سنگھ ولد کسیر سنگھ (۱۰) جگت سنگھ ولد تیجا سنگھ اقوام جٹ سکنہ وطنہ تحصیل لاہور۔ مسئول علیہم۔

مقدمہ نمبر ۷۷، انفک الرہن اراضی تعدادی کنال واقع رقبہ وطنہ تحصیل لاہور

بمقدمہ بالا مسئول علیہم دیدہ دانستہ تعمیل سمن اور پیروی سے گریز کر رہے ہیں۔ لہذا بذریعہ اشتہار ہذا مشتہر کیا جاتا ہے کہ اگر مسئول علیہم مذکور واسطے پیروی وجوابدہی روبروے ہمارے بتاریخ $\frac{9\ 8}{43}$ بوقت دس بجے صبح بمقام لاہور حاضر عدالت نہیں ہوں گے تو ان کے خلاف کارروائی یکطرفہ عمل میں لائی جا کر مقدمہ مسموع اور فیصل ہو گا۔

آج بتاریخ ۷ ار ماہ جولائی ۱۹۴۳ء بہ ثبت دستخط ہمارے اور مہر عدالت کے جاری کیا گیا۔

مہر عدالت　　دستخط حاکم

باجلاس سردار غلام فرید خاں صاحب بہادر بی اے افسر مال واسسٹنٹ کلکٹر درجہ اول

سردار کنہیا سنگھ وغیرہ ٹھیکیداران بذریعہ سپورن سنگھ ایم۔ ایل۔ اے۔ ولد سردار کرم سنگھ قوم جٹ۔ ساکن لاہور نمبر ۲ کوئین روڈ مدعیان۔

بنام

جلال دین ولد غلام محمد قوم ارائیں ساکن بھماں شمولہ سلطان پورہ مدعا علیہ۔

مقدمہ نمبر ۲۸/۵ لگان و بیدخلی بابت اراضی واقع سلطانپورہ۔

بمقدمہ بالا جلال دین مدعا علیہ دیدہ دانستہ تعمیل سمن اور پیروی سے گریز کر رہا ہے۔ لہذا بذریعہ اشتہار ہذا مشتہر کیا جاتا ہے کہ اگر مسئول علیہم مذکور واسطے پیروی وجوابدہی روبروے ہمارے بتاریخ $\frac{8}{43}$ ۷ بوقت دس بجے صبح بمقام لاہور حاضر عدالت نہیں ہوں گے تو ان کے خلاف کارروائی یک طرفہ عمل میں لائی جا کر مقدمہ مسموع اور فیصل ہو گا۔

آج بتاریخ ۷ ار ماہ جولائی ۱۹۴۳ء بہ ثبت دستخط ہمارے اور مہر عدالت کے جاری کیا گیا۔

مہر عدالت　　دستخط حاکم

صدقہ بلا شرط

بخدمت ایڈیٹر صاحب۔ السلام علیکم۔

(۱) میاں لال دین احمد صاحب ملٹری اورسیر ملتان چھاؤنی فرماتے ہیں کہ میں خدا تعالیٰ سے شرط نہیں باندھا کرتا۔ کہ اگر میرا فلاں کام ہو جائے تو اس قدر رقم نذر کروں گا۔ بلکہ قبل از وقت دینا زیادہ پسند کرتا ہوں۔ چنانچہ مبلغ پانچ روپے چندہ خاص اس غرض کے لیے ارسال ہے وہ یہ بھی چاہتے ہیں کہ یہ اطلاع جملہ احباب کے لیے پیغام صلح میں شائع کر دی جائے تا کہ کوئی سعید روح اس سے فائدہ اُٹھاوے اور بجائے خدا تعالےٰ سے شرط باندھنے کے قبل از وقت خیرات کر دیا کریں۔

(۲) مبلغ -/5 روپے چندہ خاص بندہ کی طرف سے اس غرض کے لیے ارسال ہے کہ بوجہ موٹروں کی قیمتوں میں بہت اضافہ ہو جانے کے ! انہی دنوں میں بندہ کو ایک موٹر کی فروختگی میں امید سے بڑھ کر فائدہ حاصل ہوا ہے اس خوشی میں بندہ نے علاوہ خیرات مساکین انجمن کو بھی مبلغ -/5 ارسال کئے ہیں۔ فقط

والسلام

دستخط　خاکسار عبدالعزیز

بقیہ از صفحہ (۶)

حقیقی نبی اور غیر حقیقی نبی

افسوس ہے کہ یہ لوگ ہماری طرف یہ بات منسوب کرتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت صاحب کو جھوٹ موٹ کا نبی سمجھتے ہیں گویا اُن کے نزدیک مجازی نبی کے معنے جھوٹ موٹ کا نبی ہے ہم تو مجازی نبی کے معنے ہی غیر نبی کے کرتے ہیں تو جھوٹ موٹ کا نبی کہنے کا کوئی سوال ہی نہیں ہو سکتا ہم تو حضرت پر نبی کا لفظ ہی بولنا گناہ سمجھتے ہیں۔ پھر جھوٹ موٹ کا نبی کس طرح کہہ سکتے ہیں ہم ان کو ولی سے زیادہ نہیں مانتے مجدد سے زیادہ نہیں مانتے اماما مکم منکم سے زیادہ نہیں مانتے آیت استخلاف کے ماتحت خلیفہ رسول اللہ سے زیادہ نہیں مانتے۔ ہاں ہم حضرت صاحب کو نیکوکار پاکباز راستباز، صادق الایمان ملہم من اللہ یقین کرتے ہیں۔ حضرت صاحب کے کسی الہام کے متعلق ہمارا یہ اعتقاد نہیں کہ معاذ اللہ حضرت صاحب نے خدا پر افترا کیا تھا۔ بس ہم اس سے زیادہ کچھ نہیں مان سکتے کہ حضرت کو امام الزمان مانیں مجدد وقت مانیں، مسیح زمان مانیں۔ ولی اللہ مانیں۔ نہ حضرت صاحب نے کسی مسلمان کو کافر کہا نہ ہم کسی مسلمان کو کافر کہتے ہیں۔ یہ مسلمانوں کو کافر بنانے والے اور بہشت میں جانے کا پروانہ خدا کی طرف سے حاصل کرنے والے ایمان اور نجات کے ٹھیکہ دار ہی جو کچھ چاہیں کہیں کسی کو کافر کہیں کسی کو بے ایمان کہیں ہمیں ان سے کوئی واسطہ نہیں۔ ہاں وہ ہمیں یہ ضرور بتائیں کہ حضرت نے جو لکھا ہے کہ "خاتم الانبیاء کے بعد نبی کیسا" اس کے معنے کیا ہیں۔

وما علینا الا البلاغ

(ایک خادم ملت)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ۔ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

پیغامِ صلح

ایڈیٹر: ایس۔ محمد آصف بی۔ اے

جائنٹ ایڈیٹر: شیخ محمد انعام الحق

لاہور۔ یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۹ر شعبان ۱۳۶۲ھ ۔ ۱۱ر اگست ۱۹۴۳ء

جلد نمبر ۳۱ — نمبر ۳۱

حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آن کتاب حق کہ قرآن نام او
بادۂ عرفان ما از جام او
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آیندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب ہوگا۔

میاں صاحب کے مرید ڈاکٹر محمد صدیق صاحب سنوری جواب دیں

مارچ ۱۹۴۳ء میں چار موضوعوں پر حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ اور میاں محمود احمد صاحب کے درمیان بحث کی ذمہ داری ہمارے دوست جناب ماسٹر صادق علی صاحب اور ڈاکٹر محمد صدیق صاحب سنوری جو میاں صاحب کے مرید ہیں نے لی تھی، وہ چار موضوع درج ذیل ہیں:۔

(۱) نبوت حضرت مسیح موعودؑ۔
(۲) کفر و اسلام غیر احمدیاں۔
(۳) اسمہٗ احمد۔
(۴) خلافت احمدیہ۔

جناب ماسٹر صاحب کا خط آنے پر حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ نے غیر مشروط طور پر ان مذکورہ بالا موضوعوں پر بحث کو منظور کر لیا تھا نیز مان لیا تھا کہ بغیر تقرر ثالث کے ان کے اور میاں صاحب کے درمیان بحث ہو جائے۔ دوسری طرف ڈاکٹر محمد صدیق صاحب سنوری نے بھی قادیان پے در پے خطوط لکھے اور یہ بھی لکھا کہ عدم جواب ان کی کھلی شکست ہوگی چنانچہ ان کی پیہم معروضات سے مجبور ہو کر میاں صاحب نے جواب دیا اور اس اسلوب سے مناظرہ کی منظوری عطا فرمائی جو درحقیقت منظوری نہ تھی بلکہ نہایت بے معنی شرائط لگا کر عدم منظوری کو چھپانے کی کوشش تھی چنانچہ اس کے متعلق مفصل پیغام صلح ۲۰ر مئی ۴۳ء میں لکھا جا چکا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ میاں صاحب کے جواب میں موضوع تبدیل شدہ تھے اور قبل از وقت شرائط بھی لگا دی گئی تھیں جن کا کسی ایک فریق کو کوئی حق نہ تھا اور تیسرے موضوع اسمہٗ احمد کے متعلق لکھا گیا تھا کہ یہ کوئی مستقل موضوع ہی نہیں ہے حالانکہ یہ امر واقع ہے کہ میاں صاحب اسمہٗ احمد کو موضوع قرار دے کر تمام دنیا کے عالموں اور فاضلوں کو چیلنج دے چکے تھے لیکن مذکورہ جواب میں اس موضوع پر بحث کرنے سے صاف طور پر گریز تھا حالانکہ اس موضوع پر بحث کرنے سے میاں صاحب ایک ہی صورت میں گریز کر سکتے تھے کہ وہ صاف طور پر اعلان کر دیتے کہ اس موضوع پر ان کے دلائل نہایت کمزور ہیں اور وہ جماعت احمدیہ لاہور کے مضبوط دلائل کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اس کے علاوہ موضوع نمبر ۲ کفر و اسلام غیر احمدیاں کو بگاڑ کر ایک بے معنی موضوع بنا دیا گیا "انکار مسیح موعودؑ" جس سے صاف واضح تھا کہ وہ اس موضوع پر بھی بحث کرنے کو تیار نہیں ہیں کیا جناب میاں صاحب کے نزدیک یہ بھی کوئی مستقل موضوع نہیں حالانکہ وہ دنیا کے ۴۰ کروڑ مسلمانوں کو اپنے عقیدۂ تکفیر کی وجہ سے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دے چکے ہیں۔

پیغام صلح مؤرخہ ۲۰ر مئی ۱۹۴۳ء میں ڈاکٹر محمد صدیق صاحب سنوری کو خطاب کرتے ہوئے لکھا گیا تھا کہ یا تو ڈاکٹر صاحب یہ اعلان کریں کہ جن چار موضوعوں پر بحث کی ذمہ داری انھوں نے لی تھی وہ اسے پورا نہیں کر سکے اور یا انہی چار موضوعوں پر منظوری کا اعلان کرائیں۔ لیکن ابھی تک ڈاکٹر صاحب بالکل خاموش ہیں معلوم نہیں اس کی کیا وجہ ہے حالانکہ ڈاکٹر صاحب صاف طور پر یہ تحریر لکھ کر دے چکے ہیں:۔

"میں بھی حضرت مرزا محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور سے بحث کرانے کی ذمہ داری لیتا ہوں جو مسائل نبوت حضرت مسیح موعود، کفر و اسلام غیر احمدیاں، اسمہٗ احمد اور خلافت احمدیہ پر ہوگی"

دستخط محمد صدیق احمدی

۲۰ — ۳/۴۳

یہ تحریر پیغام صلح میں شائع بھی ہو چکی ہے، ہم پھر جناب ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں گذارش کرتے ہیں کہ وہ جواب دیں کہ وہ کیوں خاموش ہیں؟

ایک مسلمان اور خصوصاً ایک احمدی کی طرح اخلاقی جرأت سے صاف طور پر یہ اقرار کریں کہ جن چار موضوعوں پر بحث کی ذمہ داری انھوں نے لی تھی وہ اسے پورا نہیں کر سکے اور اس کے علاوہ جو میاں صاحب نے موضوعوں کو بگاڑ کر ایچا پیچیوں سے کام لیا ہے وہ درحقیقت مناظرہ سے گریز اور فرار ہے، ہم اب زیادہ سے زیادہ ۳۰۔ اگست تک جناب ڈاکٹر صاحب کے جواب کا انتظار کریں گے اگر اس تاریخ تک جناب ڈاکٹر محمد صدیق صاحب سنوری کی طرف سے کوئی جواب موصول نہ ہوا تو ہم یہ اعلان کرنے پر مجبور ہوں گے کہ ڈاکٹر صاحب اپنی تحریری ذمہ داری کو پورا نہیں کر سکے، اور میاں محمود احمد صاحب ان چار مذکورہ موضوعوں پر بحث کرنے سے درحقیقت گریز کر چکے ہیں۔ امید ہے ہماری اس گذارش کا جواب ضرور دیا جائیگا اور یہ گذارش صدا بصحرا ثابت نہ ہوگی۔

فیصلہ کن مناظرہ

فرقان جولائی ۴۳ء میں مولوی اللہ دتہ صاحب جالندھری نے جناب مولانا عمر الدین صاحب شملوی سے تحریری انعامی مناظرہ کا ذکر کرتے ہوئے اس مناظرہ کو غیر مبائعین سے انعامی تحریری مناظرہ' کے نام سے موسوم کیا ہے غیر مبائعین سے مولوی اللہ دتہ صاحب محمودی کی مراد جماعت احمدیہ لاہور ہے یعنی یہ مناظرہ ساری جماعت احمدیہ لاہور سے ہے حالانکہ جماعت احمدیہ لاہور سے مناظرہ تو وہ کہلا سکتا ہے جس کے لیے جناب میاں صاحب کو تین چار سال سے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دعوت دی جا رہی ہے اور اب جناب میاں صاحب کے مرید ڈاکٹر محمد صدیق صاحب سنوری نے ذمہ داری لیکر بھی اس مناظرہ کے کروانے سے گریز کیا ہے۔ یہی مناظرہ دونوں جماعتوں میں فیصلہ کن بھی ہو سکتا ہے رہا مولانا عمر الدین صاحب اور مولوی اللہ دتہ صاحب محمودی جالندھری کا مناظرہ اس کے لئے مولوی اللہ دتہ صاحب نے تو قادیان سے منظوری حاصل کر لی ہوگی لیکن مولانا عمر الدین صاحب نے لاہور سے اجازت حاصل نہیں کی اس مناظرہ کو اتنی اہمیت دینا درحقیقت فیصلہ کن مناظرہ سے گریز کرنا ہے اور دنیا کو فریب دینا ہے کہ قادیانی جماعت اور جماعت احمدیہ لاہور کے

اختتام جنگ کے بعد
تبلیغی نظام اور احباب سلسلہ

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی ایک مطبوعہ چٹھی جس میں احباب کرام سے بعد از جنگ تبلیغ کی تیاری کے لئے بعض سوالات کیے گئے ہیں کئی احباب کے نام فرداً فرداً یا بذریعہ مبلغین بھیجی جا چکی ہے، ان میں سے بعض دوستوں کے جوابات آ بھی گئے ہیں لیکن بعض کے نہیں آئے تمام دوستوں سے جنہوں نے جوابات ابھی تک نہیں بھیجے گذارش ہے کہ مہربانی فرما کر جلد جوابات حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں ارسال فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

تعلیمی پرنٹنگ پریس لاہور میں باہتمام مسٹر محمد اخجد پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔

متفرق خیالات

(از محترم جناب شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر اخبار نور قادیان)

تلخی کا اعتراف } ۱۱ رجولائی کا پرتاپ لکھتا ہے کہ:-

"ستیارتھ پرکاش کے چودھویں باب میں مسلمانوں کے متعلق تنقید کڑی ہو سکتی ہے لیکن تنقید کے الفاظ اتنی اہمیت نہیں رکھتے جتنی کہ تنقید کرنیوالے کی نیت۔"

نیت کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ پبلک جو رائے قائم کرے گی وہ ظاہر پر اور اس کا پرتاپ کو بھی اعتراف ہے۔ کہ نقطہ چینی تلخ ہے۔ اخباروں میں کئی دفعہ ایسی خبریں چھپی ہیں۔ کہ ایک ماں نے اس لئے کہ اس کا بچہ آرام سے سو جائے افیون کھلائی۔ مگر مقدار سے زیادہ دی گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بچہ ہمیشہ کے لیے سو گیا۔ یہ صاف ظاہر ہے کہ ماں کی نیت یہ ہرگز نہ تھی۔ کہ اس کا بچہ ہمیشہ کی نیند سو جائے مگر یہ نیک نیتی اُسے قانون قدرت کے مواخذہ سے نہ بچا سکی۔ ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ کسی کے فعل کا نتیجہ اور اثر کیا ہوتا ہے۔ یہ صاف ظاہر ہے کہ ستیارتھ پرکاش کی اس تلخ نقطہ چینی نے مسلمانوں اور آریوں میں آزردگی اور کشیدگی کو زیادہ کیا ہے۔ اور جس کا نتائج دن بدن زیادہ اور زیادہ ہو رہا ہے۔ اس کے دو ہی علاج ہیں یا تو اس باب کو الگ کر دیا جائے اور یا پھر اس کی اصلاح کر دی جائے۔

عذر گناہ } یہی پرتاپ آگے چل کر لکھتا ہے کہ:-

"رشی دیانند نے اسلام اور عیسائیت کے ساتھ اس وقت کے مروجہ ہندو دھرم اور سکھ دھرم پر بھی تنقید کی ہے۔ کہ یہ بات ان کے حق میں سمجھی جائے یا خلاف۔"

یہ ابھی معلوم ہوا۔ کہ جب ایک فعل کا وسیع پیمانہ پر ارتکاب ہو تو پھر وہ فعل مواخذہ سے بری ہو جاتا ہے۔ فرض کرو ایک شخص نے ایک شخص پر حملہ کیا ہے۔ تو کیا جب یہ شخص بہتوں پر حملہ کرے گا تو اس کا جرم زیادہ سنگین ہو جائے گا یا کم؟

شروع سے ہی } ۱۶ رجولائی کا جاگرت لکھتا ہے کہ:-

"سکھ ہندو نہیں ہیں" کا جو نعرہ لگایا جا رہا ہے وہ آج اس قدر ترقی کر چکا ہے کہ ماسٹر تارا سنگھ کی پارٹی اپنے آپ کو ہندوؤں کی نسبت مسلمانوں کے زیادہ قریب سمجھتی ہے۔"

"سکھ ہندو نہیں ہیں" یہ کوئی نئی چیز نہیں ہے بلکہ اس وقت سے ہے۔ جب سے سکھ مذہب دنیا میں آیا۔ شری گرنتھ صاحب میں صاف لکھا ہے:-

ہندو مولے۔ بھولے اکھٹی جائیں
نارد کہیا سو کار کرائیں

اندھے گونگے اندھ اندھار۔ پاتھر پوجے مگدھ گنوار۔ اوہ جب آپ ڈوبے تم کہاں تارن ہار"

اس شلوک میں (ہندوؤں) کے متعلق جو رائے ظاہر کی گئی ہے۔ میں اس کی تشریح میں نہیں جانا چاہتا۔ اندھے۔ گونگے، اندھ اندھار اور مگدھ گنوار سے صاف ظاہر ہے کیا یہ رائے رکھتے ہوئے گورو صاحبان اپنے آپ کو ہندو کہہ سکتے تھے؟ ویدوں کے متعلق شری گورو صاحب کا یہ ارشاد ہے:-

پڑھ پڑھ پنڈت منی تھکے ویدوں کا ابھیاس
ہرنام چت نہ آوئی نہ نج گرہو ہے داس

یعنی بڑے بڑے رشی اور منی بھی ویدوں کو پڑھ پڑھ کر تھک گئے۔ مگر...... جنیئو کے متعلق گورو صاحب کا ارشاد یہ ہے:-

"جھوٹے جنیئو جتن تیاگو"

یعنی جنیئو سے کچھ فائدہ نہیں اسے ترک کر دو۔ پھر تیرتھوں کے متعلق گورو صاحب کا ارشاد ہے کہ:-

"تیرتھ نہائے نہ اُترس میل"

یعنی تیرتھوں پر نہانے سے گناہوں کی میل دور نہیں ہو سکتی۔ اوتار کے متعلق گورو صاحب کا ارشاد ہے:-

"اوتار نہ جانے انت۔ پرمیشور پار برہم بے انت"

یعنی اوتار خدا کے بھیدوں کو نہیں جان سکتا۔ پھر گورو صاحب کا ارشاد ہے:-

"کرشن بشن کبھی ہوں نہ دھیاؤں
جو بر چاہوں سو تم سے پاؤں"

یعنی کرشن اور بشن (وشنو) کی میں کبھی بھی پوجا نہ کروں گا۔ میں تو جو کچھ مانگوں گا خدا سے ہی۔ پھر گائے کے متعلق گورو صاحب کا ارشاد ہے:-

"گوبر جھوٹا۔ چونکا جھوٹا جھوٹی دیتی کارا"

یعنی گائے کا گوبر ناپاک ہے اس سے پرہیز کرو۔

ان مذکورۃ الصدر اقوال کی موجودگی میں یہ کبھی وہم بھی ہو سکتا ہے کہ وہ گورو صاحبان جن کی زبان مبارک سے یہ اقوال نکلے ہیں وہ ہندو تھے؟ حاشا وکلا۔

سکھوں پر نظر کرم } یہی اخبار جاگرت اپنے اسی پرچہ میں لکھتا ہے:-

ماسٹر تارا سنگھ کی اکالی پارٹی کے اندھے لیڈر کی دماغی افترا........ پھر دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے۔ جب پنجاب کے دو مورکھ گیانیوں کی بدولت اس مشترکہ محاذ پر بجلی گری۔ اور ماسٹر تارا سنگھ نے اپنے طرز عمل کو تبدیل کیا" سکھوں نے زیادہ سے زیادہ یہی کیا ہے، کہ انھوں نے اپنے اس قدیمی دعوے کو دہرایا ہے کہ "ہم ہندو نہیں"۔ اور سکھوں کا یہ دعوے کوئی نیا نہیں۔ خود گورو صاحبان کا بھی یہی مسلک تھا۔ جیسا کہ میں اسی اخبار میں کسی دوسری جگہ ثابت کر چکا ہوں، صرف اس اختلاف رائے پر سکھ لیڈروں کو "اندھے" اور "مورکھ" کہنا کہاں کی عقلمندی ہے۔

سوتے ہو یا جاگتے } ۹ رجولائی کا پرتاپ لکھتا ہے۔ کہ:-

"آل انڈیا دیانند سالویشن ہوشیارپور کے زیر اہتمام ماہ جون ۱۹۴۳ء میں گردھر پور ضلع علی گڑھ میں چالیس مسلمان راجپوت شدھ کئے گئے۔ اس کے علاوہ پنجاب میں تین۔ سی۔ پی میں دو۔"

کیا کسی اسلامی انجمن نے ایک ماہ میں اس سے نصف غیر مسلموں کو بھی مسلمان بنایا؟ یقیناً نہیں۔ حالانکہ ملک میں اسلامی انجمنوں کا جال بچھا ہوا ہے۔ یہ یاد رہے کہ ہندوستان کے ہر صوبہ میں آریوں کی شدھی سبھائیں قائم ہیں۔ اگر دوسرے صوبوں کی رفتار کو بھی شامل کر لیا جائے۔ تو کیا تعجب کہ سینکڑوں تک میزان پہنچ جائے۔ یہ دیکھ کر حیرت سے بے ساختہ زبان سے یہ نکل جاتا ہے۔

یاران تیز گام نے محمل کو جا لیا
ہم محو نالۂ جرس کارواں رہے

جاگو } ہندوؤں کی تعداد پہلے ہی بہت زیادہ ہے۔ مگر پھر بھی وہ اتنے بے چین ہیں کہ وہ دیگر قلیل غیر ہندوؤں کو بھی اپنے ساتھ شامل کرنے کے لیے غیر معمولی طور پر مضطرب ہیں۔ مسلمان پہلے ہی تعداد میں کم ہیں اور باوجود اس کے لحاف تان کر سو رہے ہیں۔ حالانکہ آنے والے ہندوستان میں سرداری اس کی ہوگی جس کی تعداد زیادہ ہوگی۔ اگر مسلمانوں کو روحانی جذبات اپیل نہیں کر سکتے۔ تو کم از کم سیاسی پہلو سے ہی انہیں غور کرنا چاہیئے اگر ہم اپنے مستقبل کو شاندار دیکھنا چاہتے ہیں۔ تو ہمیں تبلیغی میدان میں غیر معمولی جد وجہد سے کام لینا پڑے گا۔ جو سہولتیں مسلمانوں کو ہیں وہ ہندوؤں کو کہاں۔ جو قوت جاذبہ اسلام میں ہے دیگر مذاہب اس سے بالکل تہیدست۔ اسلام کا ہی یہ سنہری اصول ہے اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ یعنی تم میں وہی معزز ہے۔ جو پرہیزگار ہے۔ مضائقہ نہیں خواہ وہ کوئی ہو اگر آج ایک بھنگی یا چمار دائرہ اسلام میں داخل ہوتا ہے تو وہ ہمارا ایسا ہی دینی بھائی ہے جیسا کہ کوئی دوسرا ہو سکتا ہے اور وہ آج کا مسلمان ہوا ہوا کسی بھی اسلامی بادشاہ کے پہلو بہ پہلو کھڑا ہو کر نماز پڑھ سکتا ہے اور کسی بھی معزز سے معزز مسلمان کے ساتھ بیٹھ کر کھا پی سکتا ہے۔ کوئی اُسے یہ نہیں کہہ سکتا کہ تم بھنگی سے مسلمان ہوئے ہو اسلئے تمہیں یہ حق نہیں اگر کوئی ایسا کہے تو اسلام میں اس کا کوئی ٹھکانا نہیں۔ ان سہولتوں کے ہوتے ہوئے اگر ہم پھر بھی فائدہ نہ اُٹھائیں تو ہماری بد قسمتی میں شبہ ہی کیا؟

چہ سود از رہبر کامل تہیدستان قسمت را

اللہ تعالے مسلمانوں کو سمجھ دے اور وہ اپنے نفع نقصان کو سمجھیں۔ ابھی کچھ نہیں بگڑا۔ صبح کا بھولا اگر شام کو بھی گھر آ جائے تو پھر وہ بھولا نہیں۔

بہت خوب } ۷ رجولائی کا پرتاپ لکھتا ہے کہ:- لائلپور کے ہندو سبھا کے سکرٹری صاحب کا ارشاد ہے کہ جو کوئی ہندو ماسٹر تارا سنگھ سے صلح کی گفتگو کرے گا۔ تو پنجاب کے ہندو سبھا کی ذمہ واری نہ ہوگی۔ یہ ارشاد اس خبر کے جواب میں صادر ہوا ہے۔ کہ کچھ ہندو ماسٹر تارا سنگھ سے صلح کی بات چیت کر رہے تھے۔"

اب سکھوں کے معاملہ میں ہندو اتنے تلخ کیوں ہو رہے ہیں۔ اس کی صرف ایک ہی وجہ ہے۔ وہ یہ کہ اب سکھوں نے اپنا نفع نقصان سمجھنا شروع

احمدیہ بلڈنگس فوڈ کمیٹی

اہالیان احمدیہ بلڈنگس۔ کوچہ نقشبندیہ احاطہ حاجی غلام محی الدین۔ کسان بلڈنگس جواہر سٹریٹ۔ خالد سٹریٹ، کٹڑی حکیم ولایت حسین میراں بخش بلڈنگس، رام گلی نمبر ۵ و ۹ کا ایک عام جلسہ ۱۴ رجولائی ۱۹۴۳ء کو ½ ۹ بجے شب بصدارت جناب ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب ایم۔ ایس۔ سی۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ مسلم ہائی سکول کے صحن میں منعقد ہوا۔ بحث و تمحیص کے بعد مندرجہ ذیل حضرات پر مشتمل ایک فوڈ کمیٹی بنائی گئی۔ (۱) ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب (۲) مرزا مسعود بیگ صاحب ایم اے بی۔ ٹی۔ (۳) ملک برکت علی صاحب (۴) حافظ غلام محمد صاحب (۵) پروفیسر محمد علم الدین سالک صاحب اس کمیٹی کو اختیار دیا گیا کہ وہ جس قدر حضرات کو چاہے اپنے ساتھ شامل کر لے۔

۲۸ جولائی کو فوڈ کمیٹی کا جلسہ پھر منعقد ہوا مذکرہ بالا حضرات کے علاوہ مختلف محلوں کے نمائندے بھی اس میں شامل ہوئے تھوڑی سی بحث کے بعد مندرجہ ذیل امور کا تصفیہ ہوا اور مختلف محلوں کے نمائندے منتخب ہوئے (۱) کمیٹی کی باقاعدہ تشکیل ہوئی اور اسکا نام احمدیہ بلڈنگس فوڈ کمیٹی قرار پایا۔ مندرجہ ذیل عہدیدار چنے گئے:-

صدر پروفیسر علم الدین سالک صاحب۔ نائب صدر۔ ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب۔ سکرٹری۔ مرزا مسعود بیگ صاحب ایم اے۔ بی ٹی۔ نائب سکرٹری۔ شیخ محمد طفیل صاحب (آپ حسابات بھی کریں گے) پراپیگنڈا سکرٹری۔ شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر۔ سٹاک منتظم خزانچی۔ حافظ غلام محمد صاحب نیز یہ قرار پایا کہ یہ معلوم کیا جائے کہ لوگ غلے کا کیا بندوبست کر رہے ہیں اسکے لئے ایک نقشہ مرتب کر کے ہر نمائندہ کے حوالے کیا جائے تاکہ وہ اسے مرتب کر کے سکرٹری صاحب کی خدمت میں پیش کرے۔

مغرب کے سیاسی مذاہب اور اسلام

{از مدیر}

جب سے تہذیب کا دور دورہ شروع ہؤا اس وقت سے تہذیب کی بنیادیں مذہب اور اخلاق پر استوار ہوتی رہی ہیں۔ تاریخ سے ایک مثال بھی ایسی پیش نہیں کی جا سکتی جس سے اس امر پر روشنی پڑ سکے کہ تہذیب و تمدن کا قیام بغیر مذہب اور اخلاق کے ہو سکتا ہے انسان کی تمام تمدنی اور معاشرتی فتوحات مذہبی ایمان کی رہین احسان ہیں۔ صرف ایمان اور مذہب سے انسان اس قابل ہؤا کہ اپنے ادنیٰ اور حیوانی جذبات کو مغلوب کر سکے اور اپنے اعلیٰ جذبات کو زیادہ سے زیادہ ترقی دے سکے آج بھی جبکہ ہر طرف مادیت اور مادی اصولوں کا دور دورہ ہے دنیا کا اخلاقی معیار وہی ہے جو مذہب نے قائم کیا اگر اس اخلاق کو مادیت کے قالب سے نکال لیا جائے، تو مادیت کا سرد اور مردہ جسم باقی رہ جائے گا۔ جس میں ایک دو پشتوں بعد سڑاند پیدا ہو جائے گی۔ اقصائے عالم میں جو کلچر و تہذیب کے کاخ و کو نظر آتے ہیں وہ قبرستانوں میں بدل جائیں گے۔ جو ابد الآباد تک افسردہ اور پژمردہ رہیں گے۔

ہمیشہ زندہ اخلاق کو زندہ خدا پر ایک زندہ ایمان نے پیدا کیا ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ جب کسی قوم کے اندر اخلاق کی بنیادیں کمزور ہونے لگیں، تو اس قوم کے بطن سے ہی ایک شاندار روحانی تحریک پیدا ہوئی جس نے ایمان کو زندہ کیا اور ایمان نے اخلاق کو زندہ کیا اور اخلاقی حیات سے تہذیب کے رگ و پے میں گرم گرم خون دوڑنے لگا۔

یورپ کی متمدن اور مہذب اقوام صرف رنگ و نسل کے امتیازات پر لڑ رہی ہیں۔ ان کے اندر بعض اس قسم کی معاشرتی اور نفسیاتی اُلجھنیں پیدا ہو چکی ہیں جن کو دور کرنے کے لئے ایک عظیم الشان روحانی قوت کی ضرورت ہے۔ عیسائیت ان مشکلات کا حل پیش کرنے سے قاصر ہے۔ کیونکہ یہ مہذب اقوام جو ایک دوسرے کے خون میں تیرنا چاہتی ہیں عیسائی اقوام ہیں، لیکن باوجود عیسائیت کی مذہبی تعلیم کے ان کے اندر قومیت کے اصول پنپتے رہے اور انہی اصولوں نے ایسے نسلی اور معاشی اختلافات پیدا کر دیئے ہیں کہ جنہیں دور کرنا اور سلجھانا عیسائیت کی طاقت میں نہیں یورپی اقوام کے مطمح نگاہ کو ایک ایسا اصول بدل سکتا ہے جو جغرافیائی حدود اور رنگ و نسل کے امتیازات کو مٹا دے اور اس کی جگہ ایک عالمگیر انسانی برادری قائم کرے جس کی بنیاد خالص اخلاقی اصولوں پر ہو۔ ایسی عالمگیر اور روحانی برادری کی تکمیل صرف اسلام نے ہی پیش کیا ہے۔ قرآن مجید میں تمام اقوام کے متعلق ارشاد ہے کان الناس امۃ واحدۃ یعنی سب لوگ ایک ہی جماعت ہیں۔ پھر ان لوگوں میں سے بھی ایک دوسرے پر کسی کو فوقیت نہیں۔ سرمایہ دار اور مزدور میں کوئی بنیادی اختلاف نہیں بلکہ ان میں سے بھی خدا کے ہاں مقبول وہی ہے جو نیک اور متقی ہے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔

مغرب میں قومیت کے علاوہ جو سب سے بڑی معاشی الجھن ہے وہ مزدور اور سرمایہ دار کی ہے اور سوسائٹی کے ان دو طبقوں کے درمیان جو خلیج حائل ہو چکی ہے۔ اس کو بھی صرف اسلام ہی پاٹ سکتا ہے۔ روس کا اشتراکی نظام جو سرمایہ داری کی ضد ہے اس نے مذہب کو اسلئے خیرباد کہا کیونکہ مذہب قدیم نظامات کو قائم رکھتا ہے۔ مذہب تو ہمات پیدا کرتا ہے اور علم و فضل کو پھیلنے سے روکتا ہے۔ مذہب عملی قواء کو شل کرتا ہے حالانکہ اسلام کے ہاں یہ تینوں باتیں مفقود ہیں اسلام ان قدیم نظامات کا جو خیر انسانی ہیں دشمن ہے اسلام علم و فضل کا حامی اور عملی قوا کو حرکت میں لاتا ہے۔ لیکن روس اپنے ملحدانہ اشتراکی نظام کو زیادہ دیر تک قائم نہیں رکھ سکتا اسے بہت جلد اسلام کے قدموں پر جھکنا پڑے گا۔ کیونکہ انسان اپنی فطرت میں ملحد نہیں بلکہ خدا پرست ہے اور دنیا کا جو مذہب روس کے اشتراکی نظام کے قریب ہے وہ صرف اسلام ہی ہے اسلئے روس کو اسلام قبول کرنے کے بغیر چارہ نہیں۔

یورپ کی تہذیب کے مادی تصورات جن کی وجہ سے مغربی اقوام کی عافیت معرض تلف میں ہے ان سب میں ایک بنیادی خامی ہے۔ وہ نامکمل ہیں اور سب سے بڑھ کر ان کا خمیر تنگ خیالی سے اٹھا ہے، یہ تنگ خیالی اور خود غرضی ہی موجودہ تہذیب کی تباہی کا باعث ہے۔

ایک اشتراکی صرف مادی ضروریات تک ہی انسانی کائنات کو محدود کرتا ہے اور اس امر کو بالکل فراموش کر دیتا ہے کہ انسان صرف روٹی سے ہی زندہ نہیں رہتا اگر صرف روٹی کو ہی ملحوظ رکھا جائے تو روح فاقہ مست ہوتی ہے اور اسے یہ علم نہیں کہ مرتی ہوئی روح کی سسکیوں سے حکومتوں کے تختے اُلٹ جایا کرتے ہیں۔ کارل مارکس نے پرول طاری حقوق کی تو خوب وکالت کی لیکن اس نے اس امر کو فراموش کر دیا۔ کہ ہمیشہ مذہبی عقیدہ نے انسانی راستوں کا تعین کیا ہے۔ اس کے مقالات کی برق تپاں جہاں خرمن سرمایہ داری پر گری ساتھ ہی روح انسانی کو بھی جھلس گئی لیکن اسلام اس مردہ روح کو از سرنو زندہ کرے گا۔ اس وقت روسی قوم کے لئے سب سے بڑی نوید اسلام ہے جو ان کے اشتراکی نظام کو بھی جلا دیتا ہے اور روح کی تشنگی کو بھی دور کرتا ہے۔

ایک نازی کے نزدیک یہ دنیا مقابلہ کی دنیا ہے۔ جس میں فرد واحد کی حیثیت نہ ہونے کے برابر ہے اسلئے نہایت ضروری ہے کہ فرد واحد اپنے آپ کو کسی منظم اجتماع میں جذب کرے۔ تاکہ وہ اپنی ہستی کو زیادہ سے زیادہ مؤثر بنا سکے۔ نازی فرد قوم کی روح کو قوی کرتا ہے لیکن اپنی روح کو کچل دیتا ہے اور بحیثیت مجموعی تمام انسانوں سے اپنے رشتے منقطع کر لیتا ہے۔ لیکن اسلام فرد کی خودی اور ایغو کو سلب نہیں کرتا۔ اور اس انفرادیت کو برقرار رکھتے ہوئے اسے صرف خدا اور اس کے رسول کے احکام کا پابند کرتا ہے اور یہ پابندی عین اس کی فطرت کے مطابق ہے۔ کیونکہ اسلام دین فطرت ہے اور اس کے نوامیس نوامیس فطرت ہیں۔

جمہوری تصور یقیناً شاندار ہے کیونکہ یہ کافی حد تک انسانیت کے قریب ہے جمہوریت نے جب سنہ ۸۹ ۱۷ء میں آزادی مساوات اور اخوت کے نعرے بلند کئے تو مظلوم اور بیکس انسانوں کی ہمتیں بندھ گئیں۔ لیکن جمہوریت کی تاریخ کے اوراق انسانی خون سے آلودہ ہیں۔ عوام کی جابرانہ حکومت اور پھانسی کے تختے ابھی دنیا بھولی نہیں ——— جمہوریت میں حقوق العباد تو ہیں لیکن حقوق اللہ مفقود ہیں۔ وہ جمہوریت جس میں خدا کا تخیل موجود نہیں۔ وہ یقیناً انسانوں کے لئے مفید نہیں ہو سکتی اسی لئے ایک شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے ؎

گریز از طرز جمہوری غلام پختہ کارشو
کہ از مغز دو صد خر فکر انسانے نمی آید

وہ انسانوں کا اجتماع جس میں ایمان اور بصیرت نہیں صرف اس کی حکمت عملی اور تدبر پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ ان کی رہنمائی کے لئے الوہی حکمت درکار ہے اور ایسے بنیادی اصول چاہئیں جو انہیں جادۂ اعتدال سے بھٹکنے نہ دیں۔ یہ اصول صرف اس صحیفۂ حکمت میں ہیں جسے قرآن مجید کہتے ہیں۔ جمہوریت اگر قرآن مجید کی رہبری میں قائم ہو تو بہت بلندی اور رفیع چیز ہے۔ کیونکہ اسلام اپنے خالص اسلامی اخلاق کی روشنی میں امرھم شوریٰ بینھم کی تلقین کرتا ہے۔

مغربی تہذیب جھوٹے اور خیالی دیوتاؤں کے پیچھے سرگرداں ہے۔ قومیت اشتراکیت، آمریت، جمہوریت سب خیالی اور جھوٹے دیوتا ہیں۔ اور یہی دیوتا یورپ میں آجکل برسرپیکار ہیں، وہی پتے جن پر مغربی تہذیب نے تکیہ کیا تھا ہوا دینے لگے ہیں اور ایک ایسی آگ مغربی دنیا میں بھڑک رہی ہے کہ جس کو بجھانے کے لئے آسمانی بارش کی ضرورت ہے۔

گذشتہ ربع صدی میں جتنے معاشی مذاہب مغرب میں رائج کئے گئے ہیں وہ قومی اور بین الاقوامی مشکلات کو حل نہیں کر سکے کیونکہ ان میں الحاد کا پہلو غالب تھا۔ الحاد نے خود غرضی اور حیوانیت جیسے اخلاقی معائب پیدا کئے جس سے مغربی اقوام کی زندگیاں تلخ ہو گئیں اور مغربی تمدن کا سرمایہ حقیر ہو کر رہ گیا۔ آج مغرب میں جلوے ہیں لیکن ان میں کلیم نہیں، مغرب میں شعلے ہیں لیکن ان میں خلیل نہیں! مغربی اقوام کے لئے ایک . . . روحانی بارش کی ضرورت ہے، ایک ایسے اصول کی ضرورت ہے جو انسانیت اور اخلاق پر قائم ہو۔ جو دنیا کی ہر قسم اقوام کے لئے ایسا نصب العین پیش کرے جس سے ان کے روحانی اور معاشی زخم مندمل ہو سکیں، وہ بشارت اور اصول صرف اسلام ہے جو مغرب کی سیاسی اور تمدنی مشکلات کو حل کر سکتا ہے اور تہذیب کی ڈوبتی ہوئی ناؤ کو بچا سکتا ہے۔

موجودہ دور ایک انقلابی جنبش کا دور ہے جس میں اشیاء کے معیار بدلنے والے ہیں، قومیت کی بجائے ہیئت اجتماعیہ انسانیہ قائم ہونے والی ہے کیونکہ لوگ حدود بندیوں سے اُکتا چکے ہیں قومیت کے قید خانوں میں ان کا دم گھٹتا ہے۔ وہ تمام قیود کو توڑ کر ایک ہی ملک ایک ہی اصول اور ایک ہی خدا کے خواہاں ہیں وہ ایک کھلی فضا میں سانس لینا چاہتے ہیں جہاں طاقت صرف رفیع الشان خدا کو حاصل ہو۔ باقی سب اس کے حضور سر بسجود ہوں اور غالباً یہی وہ وقت ہے جبکہ مغرب سے اسلام کا آفتاب طلوع ہوگا۔ اور اسلام تمام ادیان پر غالب آ جائے گا۔ اور قرآن مجید کا یہ ارشاد پورا ہوگا ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ الکٰفرین۔

ولادت باسعادت

یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں مسرت سے سنی جائے گی کہ اللہ تعالیٰ نے میاں احمد یار صاحب ایم اے کو فرزند عطا فرمایا ہے دعا ہے اللہ تعالیٰ مولود مسعود کو نیک اور صالح بنائے اور لمبی عمر عطا فرمائے آمین

درخواست دعا

ملک محمد عبداللہ صاحب چک ۲۶۵ ع ب کے صاحبزادہ بیمار ہیں ان کی صحت کیلئے احباب حضور قلب سے دعا فرمائیں۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

خدمت اسلام کیلئے احسن تدابیر اختیار کرنا بدعت و معصیت نہیں ہے

بمطابق حدیث نبویؐ کہ انما الاعمال بالنیات کوئی احسن انتظام اسلام کی خدمت کے لئے سوچنا بدعت اور ضلالت میں داخل نہیں ہے۔ جیسے جیسے بوجہ تبدل زمانہ کے اسلام کو نئی نئی صورتیں مشکلات کی پیش آتی ہیں یا نئے نئے طور پر ہم لوگوں پر مخالفوں کے حملے ہوتے ہیں ویسی ہی نئی تدبیریں کرنی پڑتی ہیں۔ پس اگر حالت موجودہ کے موافق ان حملوں کے روکنے کی کوئی تدبیر اور تدارک سوچیں تو وہ ایک تدبیر ہے۔ بدعات سے اس کو کچھ تعلق نہیں اور ممکن ہے کہ بباعث انقلاب زمانہ کے ہمیں بعض ایسی نئی مشکلات آجائیں جو ہمارے سید و مولا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس رنگ اور طرز کی مشکلات پیش نہ آئی ہوں۔ مثلاً ہم اس وقت کی لڑائیوں میں پہلی طرز کو جو مسنون ہے اختیار نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اس زمانہ میں طریق جنگ و جدل بالکل بدل گیا ہے اور پہلے ہتھیار بیکار ہو گئے اور نئے نئے ہتھیار لڑائیوں کے پیدا ہوئے اب اگر ان ہتھیاروں کو پکڑنا اور اٹھانا اور ان سے کام لینا ملوک اسلام بدعت سمجھیں اور ۔۔۔۔ مولوی کی بات پر کان دھر کے ان اسلحہ جدیدہ کا استعمال کرنا ضلالت اور معصیت خیال کریں اور یہ کہیں کہ یہ وہ طریق جنگ ہے کہ نہ رسول اللہ صلعم نے اختیار کیا نہ صحابہ و تابعین نے تو فرمایئے کہ بجز اس کے کہ ایک ذلت کے ساتھ اپنی ٹوٹی۔ پھوٹی سلطنتوں سے الگ کئے جائیں اور دشمن فتحیاب ہو جائے کوئی اور بھی اسکا نتیجہ ہوگا؟ پس ایسے مقامات تدبیر اور انتظام میں خواہ وہ مثلاً جنگ و جدل ظاہری ہو یا باطنی اور خواہ تلوار کی لڑائی ہو یا قلم کی ہماری ہدایت پانے کیلئے یہ آیت کریمہ موصوفہ بالا کافی ہے یعنی یہ کہ اعدوا لهم ما استطعتم من قوة۔ اللہ جلشانہ اس آیت میں ہمیں اختیار دیا ہے کہ دشمن کے مقابل پر جو احسن تدبیر تمہیں معلوم ہو اور جو طرز تمہیں موثر اور بہتر دکھائی دے وہی طریق اختیار کرو۔ پس اب ظاہر ہے کہ اس احسن انتظام کا نام بدعت اور معصیت رکھنا اور انصار دین کو جو دن رات اعلائے کلمہ اسلام کے فکر میں ہیں جن کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حب الانصار من الایمان ان کو مردود ٹھہرانا نیک طینت انسانوں کا کام نہیں ہے بلکہ درحقیقت یہ ان لوگوں کا کام ہے جن کی روحانی صورتیں مسخ شدہ ہیں (آئینہ کمالات اسلام)

اجلاس ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن جہلم!

منعقدہ ۲۳ رجولائی ۱۹۴۳ء

۲۳ رجولائی قبل از نماز مغرب ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کا اجلاس زیر صدارت جناب بابو عبدالمنان صاحب منعقد ہوا۔ جلسہ کی کاروائی مسٹر الطاف حسین صاحب نے تلاوت قرآن کریم سے شروع فرمائی بعد ازاں راقم الحروف نے ایک نظم بعنوان "مسیح موعود اور زمانہ حاضرہ" اور روئیداد گذشتہ اجلاس سامعین کو پڑھکر سنائی۔ اس کے بعد مسٹر فضل الرحمن صاحب نے احمدیت پر ایک دلکش مضمون پڑھکر سنایا۔ آپ نے اسم احمد و محمد کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا چونکہ یہ زمانہ آنحضرت صلعم کی احمدی شان کا ہے اسلئے مسیح موعودؑ نے جماعت کا نام احمدی رکھا مضمون کو جاری رکھتے ہوئے آخر میں آپ نے فرمایا کہ یہ ہماری ۔۔۔ خوش قسمتی ہے کہ ہم نے امام وقت کو پہچانا اور صحیح طور پر ان کو اپنے مرتبہ پر سمجھا ورنہ ہوا جانے ہم نے بھی محمودیوں اور شیعوں کی طرح میدان غلو کے کہاں تک مرحلے طے کرنے تھے۔

ان کے بعد عزیزی مبارک احمد نے حضرت مسیح موعودؑ کا جامع مسجد دہلی کا واقع سامعین کے آگے رکھا۔ کہ جب لوگ پتھر نیز ہتھیاروں کے ساتھ مسیح موعودؑ پر حملہ آور ہونے کے عازم ہوئے تو ایک معتبر مرید کے جواب میں آپنے فرمایا کہ مردے تمہدوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ چنانچہ حضرت صاحب بخیر و عافیت مخالفین اور مشتعلین کے مجمع سے واپس ہوئے اور لوگ منہ دیکھتے ہی رہ گئے۔ آخر میں جناب صدر نے مضمون خواں حضرت کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ اگر ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کے نوجوانوں میں اس طرح کا جوش و ولولہ اور علمی شغل پیدا ہو جائے تو یہ ایک دن اسلام کیلئے حیرت انگیز کام کو سرانجام دے سکتے ہیں۔ خدا کے فضل و کرم سے یہ جلسہ گذشتہ جلسوں کی نسبت ۔۔۔ نہایت ہی کامیاب رہا۔ احمدی حضرات کے علاوہ غیر احمدی نوجوانوں کو بھی مدعو کیا گیا۔ آخر میں حاضرین کی شربت سکنجبین سے تواضع کی گئی۔

احمد گل ۳۰ - جولائی ۱۹۴۳ء
جہلم

ایک دوست کے خط کا جواب

از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ

آپ نے الذین فرقوا دینهم وکانوا شیعا کے معنے دریافت کئے تھے کہ اس سے کون لوگ مراد ہیں میں نے عرض کیا تھا کہ اس سے مراد وہ فرقے ہیں جو ایکدوسرے کو کافر قرار دیتے ہیں آپ فرماتے ہیں کہ اس سے بڑھکر فتنہ ملکی لڑائیاں ہیں جو حضرت علی اور حضرت معاویہ میں ہوئیں۔ میں کہتا ہوں کہ اس سے ایک قدم اور پیچھے چلیں تو حضرت عائشہ اور حضرت علی کی جنگ نظر آتی ہے لیکن ان جنگوں سے مسلمانوں کے اتحاد کو وہ نقصان نہیں پہنچا جو فتنہ تکفیر سے پہنچا یا پہنچتا ہے۔ جنگ ہوئی چند دن یا چند ماہ کے بعد صلح ہوگئی پھر ایک ہو گئے۔ حضرت عائشہ اور حضرت علی کی جنگ کے بعد پھر مسلمان ایک ہو گئے اور حضرت علی اور حضرت معاویہ کی جنگ کے بعد بھی ایک ہو گئے۔ لیکن فتنہ تکفیر جب شروع ہوتا ہے تو وہ مٹنے میں نہیں آتا۔ اسلیئے اہل اسلام نے اتحاد المسلمین کو توڑنے والا ان جنگوں کو قرار نہیں دیا۔ بلکہ خوارج کے فتنہ تکفیر کو قرار دیا ہے جس کے متعلق کہا گیا ہے قد شقوا عصا المسلمین۔ انھوں نے مسلمانوں کے اتحاد کو توڑ دیا پس فتنہ تکفیر ہی سب سے بڑا فتنہ ہے۔

خود قرآن کریم کے جو لفظ آپ نے پیش کئے تھے ان میں فرقوا دینهم کے لفظ ہیں انھوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ ملکی لڑائیوں سے دین ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہوتا ہاں تکفیر سے دین ٹکڑے ٹکڑے ہوتا ہے کہ ایک شخص دوسرے کو اور ایک فریق دوسرے فریق کو دین سے خارج قرار دیتا ہے۔

آپ لکھتے ہیں کہ آپکے نزدیک تفریق کے یہ معنے ہیں کہ باہمی تعاون کسی قسم کا نہ رہے اور ہر گروہ اپنی زندگی دوسرے کے نابود ہونے میں تصور کرے۔ یہ حالت بھی اسی وقت پیدا ہوتی ہے جب ایکدوسرے کو کافر قرار دیں جبتک ایک فریق دوسرے کو مسلمان سمجھتا ہے وہ اس سے تعاون بھی ضرور کرے گا خواہ کم ہو۔ تعاون اسی وقت ختم ہوتا ہے جب دوسرے کو کافر قرار دیا جاوے باقی تعاون کی کمی بیشی ہو سکتی ہے مگر وہ ختم نہیں ہوتا۔

آپ بار بار "دونوں جماعتوں" کو اس الزام کے نیچے لاتے ہیں جو صرف قادیانی جماعت پر عاید ہوتا ہے۔ ہم نے خدا کے فضل سے اتحاد بین المسلمین کا رشتہ کھولا ہے اس اصل الاصول کو قائم کر کے کہ ہر کلمہ گو مسلمان ہے سنی ہو یا شیعہ احمدی ہو یا غیر احمدی اور آج اسکا اثر اسلامی دنیا پر نظر آتا ہے قادیانی جماعت نے کل عالم اسلامی کی تکفیر کر کے فرقوا دینهم کی بدترین مثال قائم کی ہے اور حضرت مسیح موعود کو اور جماعت احمدیہ کو بدنام کیا ہے ان کے اس مسئلہ تکفیر کو توڑنے کے لئے اللہ تعالےٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کے پیرووں کی ہی ایک جماعت کو کھڑا کر دیا۔ ورنہ عام مسلمان جو خود ایک دوسرے کی تکفیر کرتے تھے اس فتنہ کو دور نہ کر سکتے تھے۔ اس جماعت کا وجود اس وقت عالم اسلامی میں مغتنمات میں سے ہے۔ اس کے قائم رہنے کے لئے حجت شرعی یہی ہے کہ یہ اسلام سے بدترین فتنہ کو مٹانیوالی اور اتحاد اسلام کو قائم کرنے والی ہے۔

آپ کا خیال ہے کہ جس طرح جماعت قادیان ہمیں مٹانے کے درپے ہے ہم بھی اس جماعت کو مٹانے کے درپے ہیں یہ خیال غلط ہے اور میں اپنی جماعت کی طرف سے علی الاعلان یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہماری جماعت اس مسلک پر قائم نہیں اور جو شخص اس جماعت میں ہو کر ایسا خیال کرتا ہے وہ سخت غلطی کا ارتکاب کرتا ہے۔ یہ صرف قادیانی جماعت کا پروپیگنڈا ہے جس سے ممکن ہے ہماری جماعت میں سے کوئی شاذ و نادر کے طور پر متاثر ہو گیا ہو۔ ہم قادیانی جماعت کی صرف اسقدر اصلاح چاہتے ہیں کہ وہ عالم اسلامی کی تکفیر کو چھوڑ دے اور کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو جس پر اتحاد اسلام کی بنیاد ہے منسوخ قرار نہ دے۔ جس دن قادیانی جماعت کے رہنما یہ اعلان کر دیں کہ وہ ان لوگوں کو جو حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج نہیں قرار دیتے اور جو کافر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرے اسے مسلمان سمجھتے ہیں اس دن ہماری اور ان کی اصل بحث ختم ہو جائے گی باقی جو اختلافات ہوں گے وہ محض فروعی ہوں گے اور ہمیں ان کی مخالفت کی ضرورت نہ ہوگی۔

رہا نماز کا مسئلہ۔ آپ کا خیال ہے کہ حضرت مسیح موعود نے اس میں شدت برتی ہے اور آپ بھی شدت کے قائل ہیں اور کوئی بھی غیر احمدی ہو آپ اس کے پیچھے نماز مکروہ سمجھتے ہیں۔ اس بارے میں حضرت مسیح موعودؑ کی آخری تحریر وفات سے چند یوم پیشتر کی تحریر ہمارے ہاتھ میں کھلی سند ہے کہ آپ اس شدت کو کہاں تک جائز سمجھتے تھے۔

"چونکہ عام طور پر اس ملک ہندوستان کے ملاں لوگوں نے اپنے تعصب کی وجہ سے ہمیں کافر ٹھیرایا ہے اور فتوے لکھے ہیں، اور باقی لوگ ان کے پیرو ہیں پس اگر ایسے لوگ ہوں کہ وہ صفائی ثابت کرنے کے لئے اشتہار دیدیں کہ ہم ان مکفر مولویوں کے پیرو نہیں ہیں تو پھر ان کے ساتھ نماز پڑھنا روا ہے ورنہ جو شخص مسلمان کو کافر کہے وہ آپ

مسئلہ نبوت حضرت مسیح موعود کے فیصلہ کے لئے ایک قادیانی حوالہ

از جناب خان بہادر میاں محمد صادق صاحب ریٹائرڈ سپرنٹنڈنٹ پولیس

عرصہ قریباً ایک سال چند ماہ کا ہوا جبکہ سید سرور شاہ صاحب قادیانی سے بموجودگی ڈاکٹر غلام مصطفےٰ صاحب مجھے بمقام یوسف منزل مسلم ٹاؤن لاہور نبوت حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق تبادلہ خیالات کا موقعہ ملا۔ علاوہ اور باتوں کے بعض اکابر جماعت احمدیہ لاہور کی پہلی تحریرات زیر بحث آئیں جس کے جواب میں بعض اکابر جماعت قادیان کی تحریروں کے حوالجات پیش کئے گئے لیکن اس وقت سید صاحب کی اپنی کوئی ایسی تحریر میرے علم میں نہ تھی جو آپ کے دعوے کے جواب میں پیش کی جاتی۔ مقام شکر ہے کہ اب مجھے سید صاحب مذکور کے قرآن کریم کے تفسیری نوٹ جو ۱۹۰۶ء سے ۱۹۱۲ء تک شائع ہوئے ہیں ان کا ایک اپنا حوالہ ملا ہے جو ذیل میں درج کرتا ہوں:۔

(جلد ۵ صفحہ ۱۵ تفسیر القرآن) پارہ سیقول کی تفسیر کے دوران میں سید صاحب فرماتے ہیں:۔

”جو رسول اور کتاب کے تابع ہو گئے ان میں جو اندرونی اختلاف رائج تھے بدفع ہو گئے اور وہ امت واحد بن گئے۔ ہاں پھر کچھ عرصہ کے بعد ان میں اختلاف پیدا ہوئے اور ان کے رفع کے لئے پھر رسول آیا اور اس کے ساتھ ہی کتاب آئی، وہی پہلی کتاب اصلی صورت میں اس کے قلب پر نازل ہوئی اور پھر کچھ لوگ اس امت واحد سے اس رسول اور کتاب کا انکار کر کے مختلف اور علیحدہ ہو گئے اور یہی سلسلہ ہمیشہ سے جاری رہا۔ پس جس طرح سے پہلے ایک امت ہوئے تھے اور مصلحین کی بعثت پر (جو کہ اندرونی اختلافات مٹانے آیا کرتے تھے) ان میں ایک گروہ منکر اور مخالف اور کافر بالرسول ہو جاتا تھا۔ اسی طرح تم میں بھی مجددین اور مصلحین امت اندرونی اختلافوں کے رفع کرنے کے لئے مبعوث ہونگے اور ان کو کتاب اللہ کا خاص علم دیا جائے گا تو ایک گروہ تم میں سے ان کا منکر اور مخالف اور کافر بالمجددین ٹھہرے گا۔“

یہ ۱۹۰۸ء کے بعد کا حوالہ ہے جبکہ حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کے بعد حضرت حکیم الامت مولانا مولوی نور الدین صاحبؓ کا زمانہ تھا اس وقت سید صاحب امت محمدیہ میں بعثت مجددین و مصلحین کے نہ کہ نبیین کے قائل تھے۔ ۱۹۱۴ء کے بعد جو تبدیلی ان میں آئی وہ اظہر من الشمس ہے ذکر کی ضرورت نہیں اب وہ نبوت حضرت مسیح موعودؑ پر حلفی شہادت دینے سے بھی خوف نہیں کھاتے۔ اللہ تعالیٰ قادیانی علماء کی ذہنیت پر رحم فرمائے۔

کافر ہو جاتا ہے پس اس کے پیچھے نماز کیونکر پڑھیں، یہ تو شرع شریف کے رو سے جائز نہیں“

ان الفاظ پر غور کیجئے نماز سے اسلئے نہیں روکا کہ وہ مسیح موعود کے دعوے کو تسلیم نہیں کرتے اسلئے روکا ہے کہ وہ کلمہ گو مسلمان کو کافر کہتے ہیں اور بروئے شریعت مسلمان کو کافر کہنے والے پر خود کفر الٹ پڑتا ہے جو بھی مسلمان کو کافر کہے اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے روکا ہے۔ اب یہاں قادیانی اور غیر قادیانی کی تخصیص باقی نہیں رہتی۔ اگر ایک قادیانی سارے عالم اسلامی کو کافر قرار دے تو اس کے پیچھے نماز اسی طرح مکروہ ہوگی جیسے ایک مکفر مولوی یا اس کے پیرو کے پیچھے یہی ہماری جماعت کا مسلک ہے میں نے جن جن موقعوں پر غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھی ہے اس بات کا پورا اطمینان ہوتے ہوئے پڑھی ہے کہ وہ حضرت صاحب کا مکفر نہیں تھا۔

تہذیب و تمدن اور اخلاق کے دشمن

(از جناب مولانا عبد الحق صاحب ودیارتھی)

”ابتداء دنیا سے آج تک کس مذہب یا مذہبی کتاب نے سب سے زیادہ فتنہ فساد جنگ و جدل اور خونریزی کی تعلیم دی ہے اور دنیا میں سب سے بڑا فتنہ انگیز تہذیب و تمدن اور آرٹ کا دشمن کون ہوا؟“

یہ وہ دلخراش الفاظ ہیں جو مہاشہ خوشحال چند خورسند نے مسلمانوں کو مخاطب کر کے لکھے اور اخبار ملاپ میں جسے ہزارہا مسلمان اپنی قومی حس کی کمزوری کی وجہ سے روزانہ پڑھتے ہیں شائع کئے ہیں مگر ہم نے ان کو اخبار احسان مورخہ ۲ اگست سے نقل کیا ہے۔

مہاشہ خوشحال چند آریہ ہیں اور آریوں میں بھی وہ اپنے آپ کو بلند کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ مہاتما منشی رام اور مہاتما ہنسراج کے دنیا خالی کر جانے کے بعد مہاتما کا خطاب کسی طرح ان کو مل جائے اور اس کا آسان طریقہ مسلمانوں کے مذہب اور ان کے مقدس پیغمبر کو گالیاں دینا ہے جو آریہ سماج میں بہت مقبول ہے۔ اس مختصر سے تعارف کے بعد یہ بتا دینا بھی ضروری ہے کہ مہاشہ خوشحال چند نے یہ الفاظ ستیارتھ پرکاش کی ضبطی کے سوال سے چڑ کر لکھے ہیں۔

اس سے پیشتر کہ ہم تاریخ کی روشنی میں آریہ مہاشیہ کے پیش کردہ موضوع پر کچھ لکھیں امر واقع کے طور پر دو تین باتوں کا ظاہر کر دینا ضروری ہے۔ اکثر لوگوں کی ذہنیت اپنے متعلق حد سے زیادہ جنبہ دارانہ واقعہ ہوئی ہے۔ چنانچہ ایک مشہور سپرنٹنڈنٹ جیل سے جب مجرموں کے متعلق خط و کتابت کی گئی تو اس نے جواب دیا کہ باستثناء چند تمام مجرم اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہیں وہ ایسے ہی اچھے انسان اپنے آپ کو خیال کرتے ہیں جیسے میں اور آپ اپنے آپ کو۔ وہ معقولیت کے ساتھ آپ کو بتائیں گے کہ ان کا ارادہ کسی تجوری کے توڑنے یا کسی شخص کو قتل کرنے سے کیا تھا اور وہ کس قدر نیک ارادہ تھا ان میں سے اکثر اپنے اس خلاف انسانیت افعال کو منطق اور کسی مشہور فلاسفر کے فلسفہ کی بنا پر نہ صرف جائز بلکہ فرض قرار دیتے ہیں یہ ان مجرموں کا حال ہے جو مجلسی اور ملکی قوانین کی رو سے وکلاء کی بحث کے بعد مجرم ثابت ہوتے ہیں لیکن وہ اعتقاد اور خیالات اور اعمال جو انسان کسی مذہب کے زیر اثر اور کسی سوسائٹی کی دھوپ اور چھاؤں میں رہتا ہوا کرتا ہے جس پر نہ کبھی وکلاء کی معقول بحث ہوتی ہے نہ ججوں کے فیصلے قانون کی دفعات کے ماتحت ہوتے ہیں ان کے متعلق انسان اپنے آپ کو مجرم اور غلط کار سمجھ سکتا ہے؟

آریہ سماج کے ساتھ ۲۵ برس تک بڑے بڑے معرکۃ الآرا مناظرے کرنے کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ آریہ سماج کوئی مذہبی سوسائٹی نہیں۔ مذہب کی ہمارے دل میں بحیثیت مجموعی ایک عزت ہے خواہ وہ ہندو دھرم ہو خالصہ پنتھ ہو یا کوئی دوسرا الہامی مذہب البتہ آریہ سماج کو نہ ہم مذہب سمجھتے ہیں نہ دھرم۔ اور یہ ہماری تحقیقات ویدوں کی بنا پر ہے۔ آریہ پہلے بھی ایک قوم تھی جو ویدوں کے رشیوں کی ایسی ہی دشمن تھی جیسے آریہ سماج آج مذہب کی دشمن ہے بدزبان دوسرے مذاہب میں بھی ہو سکتے ہیں مگر آریوں میں ۹۹ فیصدی بداخلاق اور بدزبان ہیں اس پر طرہ یہ کہ عادی مجرموں کی طرح ان کو اپنی بدتہذیبی اور بدزبانی کا احساس بھی نہیں وہ یہ خیال کرنے لگے ہیں کہ دوسرے مذاہب کے بزرگوں کی تعریض اور نکتہ چینی ہمارے سچے ہونے کی دلیل ہے پس اس میں سکھ صاحبان ہندو اور مسیحی حضرات کا الگ الگ اپنے اپنے اخبارات میں ستیارتھ پرکاش کے خلاف کچھ لکھنا مفید نہیں ہو سکتا بارہا ایسی کوشش کی گئی مگر آریوں نے اپنی ضد نہیں چھوڑی بلکہ بدزبانی میں اور ترقی کرتے چلے گئے اسی طرح جس طرح ایک عادی مجرم اپنے طغیان میں بہکتا جاتا ہے۔

ہندوستان کی مذہبی دنیا میں ان خبیث کے جراثیم کا علاج صرف ایک ہے اور وہ یہ کہ ایک زبردست متحدہ جلسہ مذاہب کیا جائے جس میں تمام مذاہب کے نمایندے ستیارتھ پرکاش کے خلاف اپنی اپنی شکایات کو پیش کریں اور آریہ پنڈتوں کو بھی جواب کا موقعہ دیا جائے، پھر تمام مذاہب کے علماء کی کمیٹی اس مناظرہ پر ریویو لکھکر اپنے معززین کی وساطت سے آریوں کو مجبور کرے کہ ستیارتھ پرکاش کے ان حصص کو یا تو تم خود ہی خارج کر دو ورنہ ہم گورنمنٹ کو مجبور کریں گے کہ وہ اس فتنہ و فساد کی جڑ کو ملک سے نابود کرے اور اسے قابل ضبطی قرار دے یقین ہے کہ تمام مذاہب کے معززین کی متفقہ آواز پر گورنمنٹ اسے ضبط کرنے پر مجبور ہوگی اس مناظرہ کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ سکھ سناتنی اور مسیحی حضرات کو اپنے اپنے بزرگوں کے متعلق ستیارتھ پرکاش کے غلط الزامات کو رد کر کے ان بزرگوں اور اوتاروں کی پاکیزگی کو ظاہر کرنے کا موقعہ ملے گا اسی طرح مسلمانوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت و تقدیس ثابت کر کے دیانند کی فحش کلامیوں کو طشت از بام کر کے مختلف معززین مذاہب سے تہذیب اور شائستگی کے نام پر اپیل کرنے کا موقع ملے گا۔ اور مختلف مذاہب کی آپس کی غلط فہمیاں دور ہو کر محبت اور اتحاد کے جذبات پیدا ہوں گے یہ جلسہ دسمبر کی بڑے دن کی تعطیلات میں لاہور میں ہونا چاہیئے اس سے ایک یا دو ماہ قبل تمام مذاہب کے اخبارات میں اس جلسہ کو کامیاب بنانے کے لئے پروپیگنڈا کیا جائے اگر خالصہ صاحبان مسیحی حضرات سناتنی اور جینی دوستوں کو یہ تجویز پسند ہو تو اخبار احسان میں اس کا اعلان کر دیں اس کے بعد تمام مذاہب کے نمایندوں کی ایک سب کمیٹی باقی انتظامی اور ضروری امور کا فیصلہ کر سکتی ہے۔ ہندوستان کی مذہبی فضاء کو خوشگوار بنانے اور باہم ملنے جلنے اور ایک دوسرے کے خیالات سن کر فائدہ اٹھانے کے لئے اس سے بہتر اور کوئی تجویز نہیں ہو سکتی۔

جنگ کے اسباب اور ان کا سدِ باب

از جناب ڈاکٹر الٰہ بخش صاحب اسسٹنٹ کیمیکل اگزیمینر لاہور

مورخین جب کسی جنگ کے اسباب لکھنے بیٹھتے ہیں تو ان کی نگاہ زیادہ تر ان خارجی واقعات تک محدود ہو جاتی ہے جو فوری طور پر اس کا باعث بنتے۔ مثلاً ایک سطحی مورخ جب گذشتہ عالمگیر جنگ کے اسباب کو بیان کرے گا تو غالباً سب سے مقدم اور اس کے سامنے یہ ہوگا کہ ملک آسٹریا کا ایک شہزادہ قتل کر دیا گیا تھا۔ ایسا ہی اگر موجودہ عالمگیر ہولناک جنگ کے اسباب کو بیان کرنا ہو تو یہی کہا جائے گا کہ ملک جرمنی کا پولینڈ پر حملہ کرنا اس کا اصل باعث و سبب بنا۔ حالانکہ یہ امر ظاہر ہے کہ اگر برطانیہ یا اس کے حامی جنگ کا اعلان نہ کرتے۔ جب جرمنی پولینڈ پر حملہ آور ہوا تھا تب بھی ایسی ہولناک جنگ ناگزیر تھی اسلئے کہ جرمنی کے جذبۂ حرص اقتدار نے پولینڈ پر قبضہ پا جانے کے بعد بھی تھمنے کا نام نہ لیتا۔ جرمنی کے بڑھتے ہوئے جذبہ کا صرف ایک ہی علاج تھا کہ اس کی پیشقدمی کو روکا جائے۔ یہ روکاوٹ جب بھی عمل میں لائی جاتی اسی وقت اس قسم کی جنگ کا چھڑ جانا یقینی امر تھا۔ اس سے یہ امر ثابت ہو گیا کہ خاص طور پر یہ واقعہ کہ پولینڈ پر حملہ کیا گیا۔ جنگ کا اصلی سبب نہیں، گو خارجی طور پر فوری سبب اسے قرار دینا غلط بھی نہیں۔ آؤ ہم ایک قدم آگے چلیں اور اس امر پر غور کریں کہ اگر آج ملک جرمنی اپنے جذبۂ حرص واقتدار کے باعث اس جنگ کا سبب نہ بنتا تو کیا ایسی جنگ کا پیش آ جانا ہمیشہ کے لئے ملتوی ہو جاتا۔ جس طرح جرمنی کا پولینڈ پر حملہ کرنا محض ایک فوری سبب جنگ کا بنا نہ کہ اصلی کیونکہ جرمنی نے جنگ کی مدتوں قبل ٹھان لی تھی۔ اور اسلیئے جنگ ناگزیر تھی، اگر پولینڈ پر حملہ اسکا سبب نہ بنتا تو کسی اور واقعہ کا عالمگیر جنگ کا باعث بن جانا یقینی وقطعی تھا۔ اسی طرح یہ امر بھی نظر آ رہا ہے کہ اگر بالفعل ملک جرمنی کسی ہولناک تباہی کا مرکز نہ بنتا تو بھی دنیا میں ایسی عالمگیر جنگ کے بپا ہوئے بغیر چارہ نہ تھا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ جس طرح ملک جرمنی میں جذبۂ حرص واقتدار ترقی پذیر ہوا۔ ایسا ہی یہ جذبہ عالم کی جملہ اقوام و افراد کے درمیان عام طور پر اور مغربی اقوام و افراد میں خاص طور پر پرورش پا رہا تھا۔ اس امر کو تسلیم کہ لو کہ ملک جرمنی کے اندر ایک احساس و شعور اور ایک خاص سکیم کے ماتحت اپنے جذبہ کی آبیاشی کی گئی اور اسلیئے وہاں خاص طور پر اسکی ترقی سرعت رفتاری سے وجود میں آ گئی۔ لیکن اصل سوال تو یہ ہے کہ اقوام عالم میں وہ کونسی قوم اس وقت موجود ہے جس کے سامنے اس قسم کا نظریہ موجود نہیں کہاں اور کس ملک میں تمنا عزت ... صداقتی موجود ... یہ الگ بات ہے کہ گرمجوہ

اقوام یا ممالک میں ہمت نہیں کہ وہ دوسروں کو زیر کر کے اپنے جذبہ کی تسکین کا سامان پیدا کر سکیں۔ لیکن جہاں تک اندرونی حالت کا سوال ہے ہر فرد اور ہر قوم ایسے جذبہ سے کمال درجہ پر متاثر ہو چکی ہے تو پھر جبکہ عالم میں اس قسم کے واقعات ظہور پذیر ہو چکے ہوں تو اس حالت میں یہ کہنا صحیح ہو کہ ملک جرمنی محض ایک فوری باعث ایسی جنگ کا بن گیا ہے۔ ورنہ اس نے ہو کر ہی رہنا تھا۔ ممکن ہے چند برس اور ظاہر طور پر امن وعافیت کے گذر جاتے لیکن ہولناک جنگ اٹل تھی۔ اگر جرمنی اس کا مرکز نہ بنتا تو کسی اور ملک سے یہ وبا پھوٹ پڑتی۔

باطل فلسفۂ زندگی اور اسکی اشاعت

ہولناک جنگ کے اصلی اسباب کو اگر تلاش کرنا ہو تو اسے قلوب کی اندرونی گہرائیوں میں ڈھونڈو نہ کہ بیرونی وخارجی واقعات میں۔ خود یہ امر بھی قابل غور ہے کہ آج اس زمانہ میں اس جذبۂ حرص واقتدار نے ایسی ہولناک ترقی کیوں اختیار کر لی ہے۔ جس سے کل عالم پر ایک ہولناک وبا آ رہی ہے؟ آخر اس سے تو انکار نہیں کہ یہ جذباتِ حرص اقتدار ہمیشہ سے انسانی فطرت کا جزو رہتے ہیں۔ اور ہمیشہ رہیں گے۔ آج پیدا نہیں ہو گئے۔ اس سوال کا جواب ہمیں اس امر سے ملتا ہے کہ جس طرح ایک احساس وشعور کے ماتحت آج اس تعلیم کو دنیا میں رائج کیا گیا ہے کہ انسانی خوشحالی جذباتِ حرص واقتدار کی نشو ونما اور ان کی تسکین سے وابستہ ہے۔ ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا۔ اس قسم کا باطل فلسفۂ زندگی کسی زمانہ میں اشاعت پذیر نہیں ہوا۔ افراد یا اقوام کی کجروی ایک الگ امر ہے لیکن باطل تعلیم کو صحیح و راست سمجھ کر دنیا میں اسے رائج کرنا بالکل علیحدہ شئے ہے۔ اس میں ذرہ بھر شک وشبہ نہیں کہ گذشتہ زمانوں میں بھی بہتیرے ایسے افراد پائے جاتے تھے جن کی فطرت ان جذباتِ حرص اقتدار کی تسکین کی خواہشمند ہوا کرتی تھی اور دنیا میں اگر انہیں سامان میسر آ جاتے تو وہ کسی حد تک تباہی وبربادی پیدا کرنے کا موجب ہو جایا کرتے تھے۔ لیکن کسی ایسی تعلیم کے وہ حامل وناشر نہ تھے گو ان کی اپنی فطرت انہیں مجبور کرتی۔ کہ امن وعافیت میں خلل ڈالیں۔ مگر دنیا میں وہ اپنی فطرت زبیحہ کے لئے ان کی بدبختی زیادہ تر انہیں کی ذات تک محدود رہا کرتی تھی۔ ایک عالمگیر وبائی صورت اختیار نہ کیا کرتی۔ لیکن نظر دوڑاؤ کہ آج مغربی فلسفۂ زندگی کی بدولت اقوام و افراد کی اندرونی حالت کیا ہو چکی ہے آج ہر فرد اور ہر قوم نہ زیغ قلب کے باعث جذبات سافلہ کی نشو ونما میں ہی اپنی فلاح تصور کر رہی ہے۔ جب کہ یہ جذبات سافلہ ہر طرف پھیل رہے ہیں۔ . . . . . تو پھر جنگ کیوں ہولناک اور عالمگیر صورت اختیار نہ کرے خصوصاً جبکہ سائنس نے تباہی وبربادی کے نئے نئے سامان ایجاد کر لیئے ہوں؟ کیا دنیا کے لئے ایسی جنگوں کا پیش آ جانا یقینی وقطعی نہیں۔ جب تک اس قسم کی تعلیم سے ایسی ذہنیتیں تیار ہو رہی ہوں؟ ایسی جنگیں ہٹلر یا مسولینی کی تباہی سے رک سکتی ہیں نہ جرمنی یا اٹلی کی بربادی سے بلکہ وہ تو اس ذہنیت کے کچلنے سے رکیں گی جسے زبان مقدس نبوی نے دجالی اسم سے موسوم کیا۔

جنگ کے اصلی اسباب کو تلاش کرنا ہو تو انہیں نہ تو کسی خارجی واقع میں تلاش کرو اور نہ کسی ایک فرد یا ایک قوم کے اندر انہیں ڈھونڈو بلکہ ان اسباب کا اصلی اور سچا مرکز قلب انسانی ہے کیا اسی امر کو قرآن شریف میں ان الفاظ میں بیان نہیں فرمایا گیا نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ الَّتِي تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ۔ جنگ کی آگ وہ نار ہے جو قلوب انسانی پر شعلہ زن ہوتی ہے جب قلوب سفلی جذبات کے تحرک سے اس کی لپیٹ میں آ جاتے ہیں تو وہی آگ ظاہرا طور پر توپ و تفنگ، بارود و دھواں اور بم آتش کی ظاہری صورت میں متمثل ہو جاتی ہے اور جب کسی زمانہ میں ایسی نار دانستہ طور پر عمداً ہر فرد کے اندر شعلہ زن کی گئی ہو۔ کیونکہ اسی نظریہ کو اعلیٰ فلسفۂ زندگی سمجھا جا رہا ہو تو پھر ایسی صورت میں یہ کہنا کیونکر قرین صواب ہے کہ فلاں فرد یا فلاں قوم دنیا میں ہولناک تباہی کا باعث ہے؟ موجودہ تہذیب و تمدن میں کوئی خاص فرد یا قوم اگر مورد اعتراض ہے تو صرف اسی قدر کہ اس کا وجود فوری طور پر کسی ایسی عالمگیر تباہی کا موجب بنا نہ کہ حقیقی و اصلی طور پر اسلیئے کہ ایسی ہولناک عالمگیر تباہی ناگزیر ہے، جب تک وہ فلسفۂ تعلیم دیا جا رہا ہے جس کے باعث سفلی جذبات متحرک ہوتے ہیں

اشاعت علوم حقہ یا احمدی نقطۂ نگاہ

بہت سے علاج سوچے جا رہے ہیں کہ آیندہ کے لئے کیونکر ایسی جنگوں کا سدِ باب کیا جائے۔ عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ ہر قوم خود مختار ہو جائے۔ تو مرض کا علاج ہو جائے گا۔ لیکن سوال تو یہی ہے کہ قوموں کی خود مختاری قائم کیونکر ہو اور وہ برقرار کیونکر رہے۔ زبردست اقوام کا جذبۂ حرص واقتدار انہیں اسبات پر مجبور کر دیتا ہے کہ وہ کمزوروں کو تابع کر دیں۔ شاید یہ کہا جائیگا کہ ایک بین الاقوامی مجلس یا بین الاقوامی طاقت ایسی قائم کی جائے جو قوموں کے تنازعوں کو منصفانہ طور پر حل کر دیا کرے۔

اور اس سے آیندہ جنگوں کا سدِ باب ہو جائے گا۔ لیکن اس امر کو نہیں سوچا جاتا کہ جو مبدءِ مرض ہے جب تک اسے صحت کی حالت پر نہ لایا جائے گا تب تک بیماری کی حالت قائم رہے گی۔ اگر ایک شکل اختیار نہ کرے گی تو دوسری راہ سے نمودار ہو جائیگی جبکہ یہ امر حقیقت ہے کہ آج ہر فرد اور ہر قوم کا قلب جذبۂ حرص واقتدار کی آگ سے شعلہ زن ہے اور اس کا باعث غلط فلسفۂ زندگی کا رائج کرنا ہے تو پھر جب تک قلوب انسانی اس آگ سے نجات حاصل نہیں کریں گے یعنی جب تک تعلیم حقہ کی صحت پر یقین حاصل نہ ہوگا تب تک اصل مرض کا واقعی علاج نہ ہوگا۔ جو اصحاب موجودہ فتنوں کا سدِ باب حصول طاقت و عسکریت اور سلطنت و مادی ساز و سامانوں کی فراوانی میں تلاش کرتے ہیں۔ وہ ذرا ٹھنڈے دل سے غور کریں کہ جبکہ ہر چہار طرف طاقت و مادیت پر قبضہ پانے کا جذبہ جوش پر ہے تب تک کسی ایک قوم یا دوسری کا اسے حاصل کر لینا امن وعافیت کو کیونکر پیدا کر دینے کا موجب بن سکتا ہے۔ طاقت و مادیت کا حصول تو خود اصل مرض ہے پھر اسی مرض کا شکار ہو جانا کیونکر باعث نجات ہوگا؟ صاف ظاہر ہے کہ اصل سدِ باب منبع مفاسد کو پاک کرنے سے ہوگا یعنی قلب انسانی کو جذبۂ حرص واقتدار سے پاک کرنے اور اس قسم کا اقدام تب ہی اٹھے گا جب دنیا اس بات کی قائل ہو جائے گی۔ کہ سچا فلسفہ زندگی وہ نہیں جسے مغربی تہذیب تمدن یا دہریت و مادیت کے سرچشموں سے سیراب کیا گیا ہے۔ بلکہ اصول زندگی وہی راست ہیں جنہیں مذہب نے پیش کیا ہے غور کرو کہ مذہب کے سوا کوئی دوسری شئے دنیا میں ہے جو حقیقی بے نفسی وایثار کا سبق دیتی ہو جس کا مقصد قلوب انسانی کو دنیاوی آلائشوں سے مطہر کرنے کا ہو اور جس نے کامیابی بھی حاصل کی ہو؟

مذہبی دور کی آمد

آج دنیا مذہبی اصولوں کو فرسودہ سمجھ چکی ہے اور وہ اسپر قائم ہے کہ مذہب کا دور ختم ہو چکا۔ لیکن ذرا غور کرو کہ یہ نظریہ کس قدر سطحی ہے۔ اگر بالفرض صحیح مذہبی اصولوں نے دنیا میں دوبارہ قائم ہو کر نہیں رہنا تو پھر یہ بھی یقین رکھئے کہ اس عالم میں امن و عافیت اور صلح نے بھی کنارہ کشی اختیار کر لی ہے۔ بھی ان ہولناک وعالمگیر جنگوں کا سدِ باب ممکن ہی نہیں مادہ پرستی وحصول طاقت کا نتیجہ تو اسی جذبۂ حرص واقتدار کی شعلہ زنی ہے جس کا انجام ہولناک جنگوں کے سوا اور کچھ نہیں۔ پھر اس کا برعکس فلسفۂ زندگی جس کا خلاصہ قناعت و رضا بقضاء سادگی بے نفسی و ایثار ہے، ہی وہ دارو ہے تریاق نہیں جس کی اشد ضرورت اس وقت دنیا کو لاحق ہے اور کیا ایسا سچا فلسفۂ زندگی بجز مذہب کے

ایک سرحدی دوست کا سفر اور احمدی دوستوں سے ملاقات

نوٹ:- ہمارے سرحدی دوست محمود احمد خاں صاحب نہایت مخلص اور پرجوش احمدی ہیں انھوں نے حال ہی میں پشاور سے دہلی تک ایک سفر کیا ہے اس سفر کے تاثرات انھوں نے بیان کئے ہیں اس بیان سے ان کا مقصد یہ ہے کہ احمدیوں میں بہت محبت اور نہایت گہری اخوت ہونی چاہیئے اور اس آئین مہمان نوازی کو زندہ کرنا چاہیئے جو احمدی قوم کے شایان شان ہے ان تاثرات میں راقم الحروف کا بھی کچھ ذکر ہے یہ خاں صاحب موصوف کی حسن ظنی ہے، خدا کرے میرے اندر وہی خصائص پیدا ہو جائیں جنہیں میرے سرحدی دوست نے محسوس کیا۔ (مدیر)

بعض غیر ضروری حالات کو چھوڑتے ہوئے احباب سلسلہ کے سامنے میں چند ضروری واقعات پیش کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں اور ممکن ہے بعض احباب اس سے کچھ سبق بھی کریں۔ جن کو احمدیت میں آتے ہوئے کچھ سرور معلوم ہوتا ہو۔ یا جن کو احمدی احباب سے ملنے میں کچھ روحانی غذا ملتی ہو۔ ویسے تو ایک مسلمان کو ہر نو وارد کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم شریعت میں موجود ہے۔

۱۴ر جولائی ۱۹۴۳ء کو فرانٹیئر میل سے چل کر وزیر آباد سے ہوتے ہوئے سیالکوٹ پہنچا۔ ایک رات گذاری احمدیہ مسجد اور جماعت . . . کو تلاش کیا۔ لیکن کامیابی نہ ہوئی دوسرے دن وارد لاہور ہوا۔ سیدھا مہمانخانہ میں گیا۔ مہتمم صاحب عین دروازہ میں ملے پرتپاک طریقہ سے ملے۔ نوجوان اور خوش خلق صاحب ہیں، کم گو ہیں لیکن مہمان کی ہر ضرورت کو پورا کرنے میں نہایت مستعد واقع ہوئے ہیں۔ اس کے بعد دفتر گیا ہر ایک صاحب کی میز پہ گیا۔

ہر ایک بزرگ سے مصافحہ کیا۔ دو ایک پتے ان سے نوٹ کئے۔ ایک دوست کے لئے انگریزی ترجمہ میثاق النبیین کا خریدا جناب آصف صاحب کے متعلق پوچھا۔ معلوم ہوا کہ وہ نہ مل سکیں گے شاید کہیں باہر گئے ہیں۔ جمعرات کا دن تھا۔ رات کو آٹھ بجے گاڑی میں سوار ہو کر صبح جمعہ کے دن دہلی پہنچا سیدھا قیام گاہ پر گیا۔ نہایا کپڑے بدلے انجمن کی تلاش میں جیسا کہ پتہ دیا گیا تھا نکل گیا تاکہ جمعہ پڑھ لوں۔ فضل الٰہی شامل حال تھا سیدھا انجمن کے دروازہ پر پہنچا۔ اوپر چڑھا کئی احباب، جماعت اس مختصر سی جگہ میں نماز سنت ادا فرما رہے تھے۔ سامنے جامع مسجد دہلی تھی۔ عجیب ہیجان دل میں اٹھا اور دل ہی میں سرد ہو گیا۔ کہ یا الٰہی مخلوق کی یہ کثرت نہ معلوم آج ہمیں اور ہمارے انجمن کے بورڈ کو گزرتے وقت کس حقارت کی نگاہ سے دیکھتی ہوگی۔ لیکن ایک وقت آئے گا کہ یہی بالا خانہ ایک یادگار اور تبرک کے طریق سے زیارت گاہ بن جائیگا اسی وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا شعر یاد آیا ؎

امروز قوم من نشناسد مقام من
روزے بگریہ یاد کند وقت خوشترم

میرے مظلوم بزرگان قوم آپ کا ہر لمحہ واقعی درس اور سبق ہمارے سامنے پیش کرتا ہے اور اس وقت مامور کا زمانہ آنکھوں کے سامنے پھر رہا تھا۔ جمعہ شروع ہوا سید صاحب نے ایک رقت انگیز خطبہ پڑھا۔ حق یہ تھا کہ یہ خطبہ جامع مسجد دہلی میں پڑھا جاتا اور لوگ سن کر جھوم جھوم کر احمدیت کے . . . علم الکلام پر حیرت اور استعجاب کرتے۔ یہی تمنا دل میں اٹھی اور اور اس امید کے لئے دل سے بے اختیار دعا نکلی۔ خالق کائنات کے لئے مشکل نہیں۔ کہ وہ دن بھی دیکھنا ہمیں نصیب ہو خیر بعد نماز سید اختر حسین صاحب گیلانی مجھے چائے کی دوکان پر لے گئے۔ اور چائے پلاتے وقت کافی واقعات اپنے متعلق ذکر فرمائے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک مبلغ کی زندگی کشمکش کی زندگی ہے۔ جس کو ہر وقت پریشان کن حالات پیش آتے ہیں۔ ان مشکلات کے سلجھانے کے لئے ایسے ہی دل گردہ کی ضرورت ہے جیسا دل گردہ مالک الملک نے سید اختر حسین شاہ صاحب کو مرحمت فرمایا ہے۔

انجمن کو اللہ تعالے اگر توفیق دے تو ہر ایک مبلغ کی زندگی کو ایک مجاہد کے رنگ میں رنگین کر دے کیونکہ وہ پنجہزاری فوج کے ایک معزز نمایندہ کی حیثیت رکھتا ہے مختصر یہ کہ سید صاحب نے اتوار کے دن کے لئے دعوت طعام کا وعدہ لے کر مجھے ایک محبوب بھائی کی طرح رخصت کیا۔ اور خود ایک احمدی بھائی کے اہل و عیال کی خبر گیری کے لئے تشریف لے گئے۔ جو خود کہیں اپنے بچوں سے بچھڑا ہوا مسافر ہے۔ جناب سید صاحب کے مکان واقع پہاڑ گنج میں حاضر ہوا۔ وہاں بھی سید صاحب نے ایک قد آدم بورڈ رہگزران سڑک کو متوجہ کرنے کے لئے لگا رکھا ہے۔ جس پر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام دہلی تحریر ہے بہرصورت سید صاحب نے اپنے آپ اور انجمن کو تمام دہلی میں بورڈوں کے ذریعہ سورج کی طرح پیش کیا ہے۔ لیکن شاید وہی حضرت مسیح موعودؑ کے فرمان کے مطابق کہ دہلی والوں کو ہزار ہا دلیا جو آج بھی اپنی ہزاروں سے اپنے کارناموں سے اپنا نقشہ پیش کرتے ہیں راہ راست پر نہ لا سکے۔ تو ہم کیا گلہ و شکوہ کریں گے "مردوں کی طرح ان بورڈوں کے سامنے سے گزرتے ہیں اور بھول کر بھی اس حقیقت کے معلوم کرنے کا خیال دل میں نہیں لاتے۔ سید صاحب مکان پر تپاک سے ملے۔ لیکن سخت افسوس ہوا۔ کہ مسافر کے تین بچے کی بیماری نے سب گھر والوں کو پریشان کر رکھا تھا۔ دو ڈھائی گھنٹے تبادلہ خیالات ہوتا رہا بہت ہی مسرور ہوئے سید صاحب کے دل سے محبت اور اخوت کے چشمے ابل رہے تھے۔ دوسرے دن دہلی کو . . . خیرباد کہتے ہوئے لیکن سید صاحب کی یاد کو دل میں لئے ہوئے امرتسر اور وہاں سے سیدھا لاہور پہنچا۔ سامان کسی دوست کے پاس رکھا احمدیہ بلڈنگس کے مسافرخانہ میں جا کر ذرا سستانے کے بعد نماز جمعہ کی تیاری کی اور نماز میں شامل ہو کر حضرت مولینا عزیز بخش صاحب کا خطبہ سنا نماز کے بعد جناب محمد آصف صاحب بی اے ایک محبوب دوست کی طرح ملے۔ دو تین گھنٹے مسجد میں بیٹھے ہوئے مختلف موضوعات پر آپس میں گفتگو کی تضیع اوقات کا خیال کر کے جناب آصف صاحب سے باہر جانے کیلئے اجازت چاہی انھوں نے صبح کی چائے کی دعوت دی جو بصد شکریہ قبول کی گئی۔ صبح چائے پر جماعت میں اخوت و محبت پیدا کرنے کے لئے میں نے صاحب موصوف پر بہت زور دیا کہ اخبار کا کوئی پرچہ اس سے خالی نہ ہو انھوں نے نہایت فراخدلی سے وعدہ کیا۔ آصف صاحب قابل ترین ایڈیٹر ہیں اسلامی دنیا کے ترجمان کی حیثیت سے، ان کا دل احمدیت کی اقبالمندی کیلئے ترس رہا ہے وہ دل کی گہرائیوں سے احمدیت کے مہرتاباں کو چاردانگ عالم میں منور کرنے کے متمنی ہیں ان میں ایک اور خوبی ہے کہ ہر ایک سنگین اعتراض کا معقول اور مدلل جواب دیتے وقت رحیمانہ رنگ چڑھانے میں ید طولےٰ رکھتے ہیں۔ حضرت مولانا صدرالدین صاحب سے جاتے وقت چند منٹ ملاقات ہوئی تھی۔ مگر وہ منور چہرہ اور وہ چند شیریں الفاظ جلسہ سالانہ تک ملاقات کے لئے کافی روحانی غذا اپنے اندر رکھتے ہیں۔ آخر میں سب ناظرین اخبار کی خدمت میں مخلصانہ السلام علیکم عرض ہے۔ والسلام

محمود احمد اٹک
از بکٹ گنج - مردان

سری نگر میں
جلسہ معراج النبی صلعم

یکم اگست ۱۹۴۳ء کو بعد نماز مغرب احمدیہ مسجد قلمدان پورہ سری نگر میں زیر صدارت ماسٹر غلام محی الدین صاحب بی۔ اے بی۔ ٹی ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام سرینگر کا متحدہ جلسہ معراج النبی صلعم کے سلسلہ میں منعقد ہوا۔ جلسے کا آغاز ملک محمد مقبول صاحب صدر ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن نے تلاوت قرآن پاک سے کیا اور پھر مسٹر محمد سلیم نے "آج نہیں تو کل سہی" کے عنوان سے ایک وجد آفرین نظم پڑھی۔

اس کے بعد خاکسار راقم الحروف نے ایک مختصر سی تقریر میں کہا۔ چونکہ احمدیوں کا نظریہ معراج کے بارے میں غیر احمدیوں کا سا نہیں اسلئے وہ انہیں الزام دیتے ہیں کہ گویا وہ معراج کے منکر ہیں۔ احمدی قرآن شریف کے نظریہ کے مطابق معراج کو رؤیا سمجھتے ہیں۔ رویاء کے معنی مفردات امام راغب میں خواب دیکھنے کے ہیں۔ بس اسی پر غیر احمدی آسمان سر پر اٹھاتے ہیں کہ احمدی معراج کے منکر ہیں۔ اتنی سی بات تھی جسے افسانہ کر دیا۔ حالانکہ یہ وسعت علم اور عقل و فکر کا سوال ہے نہ کہ منکر و غیر منکر ہونیکا۔ مسیح موعود علیہ السلام نے اس کا جواب یوں دیا ہے "اور دوسرے الزامات جو میرے اوپر لگائے جاتے ہیں کہ یہ شخص لیلۃ القدر کا منکر ہے اور معجزات کا انکاری اور معراج کا منکر ہے نیز نبوت کا مدعی ہے اور ختم نبوت سے انکاری ہے یہ سارے الزامات باطل اور دروغ محض ہیں۔ ان تمام امور میں میرا مذہب وہی ہے جو دیگر اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے۔ دیکھو اشتہارات حصہ چہارم ص ۳۲۲)

پھر ملک محمد مقبول صاحب نے ورثمین میں سے ایک نعت خوش الحانی سے پڑھی جس سے حاضرین جھوم اٹھے اسکے بعد محترم کمانڈر سے قانہ صاحب نے ایک پر جوش اور پر از معلومات تقریر فرمائی۔ اور کہا کہ قرآن شریف کا دل سورۃ یٰسین ہے جس میں نبی کریم صلعم کی شان درج ہے دنیاوی کتابوں میں سو سال کے اندر تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں جیسے عیسائی ہر دس سال کے بعد انجیل میں تحریف کر کے اس دوران میں عاید شدہ اعتراضات کو دور کرنے کی کوشش کیا کرتے ہیں لیکن قرآن شریف جس شان میں تھا اسی شان میں حشر تک رہیگا۔ فاضل مقرر نے حضور سرور کائنات صلعم کی سیرت کے چند واقعات اور آپ کے اخلاقی کمال کی درخشندہ مثالیں دیتے ہوئے، کہا کہ آنحضرت صلعم نے اس قدر کمال حاصل کر لیا تھا۔ کہ نماز کے سجدوں میں جنت اور دوزخ دیکھا کرتے تھے آپ نے سرمایہ داری اور غربت کی تمیز مٹا دی کسی نے آپ سے پوچھا کہ بڑی نیکی کیا ہے تو سرور کائنات نے جواب دیا کہ دستکار کو جس کے پاس اوزار نہ ہوں اوزار خرید کر دو۔ فاضل مقرر نے تقریر کو ایسے نفیس پیرائے میں جاری رکھا کہ سب حاضرین وجد میں تھے اور نبی کریمؐ کی شان میں گنگنانے لگے کہ ؎

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

پھر شیخ عبدالصمد صاحب سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام سرینگر نے کشمیری زبان میں ایک پر اثر اور ولولہ انگیز تقریر کرتے ہوئے کہا۔ کیا مسلمانوں کا فرض نہیں کہ وہ دردِ دل سے سوچتے۔ کہ ہمارا محبوب (نبی کریمؐ) ہم سے کس طرح خوش ہو جائے کاش آجکل کے لیڈر عوام کو نبی کریم صلعم کا اسوۂ حسنہ پیش کرتے جس نے فرمایا ہے کہ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرا مسلمان محفوظ رہے لمبی رات کی تاریکی میں جاگنے والا آپ جیسا بس آدمی جب بیس سال کے قلیل عرصہ میں ۱۲ لاکھ مربع میل زمین کا شہنشاہ بنتا ہے اس وقت بھی آپ مفلسی کی زندگی بسر کرتے تھے اور دولت کے ڈھیروں کے ڈھیر غریبوں میں تقسیم کرتے۔ قابل لکچرار نے پھر غیر احمدیوں کی غلط فہمیاں دور کرنیکی سعی کی۔ اس کے بعد خاکسار نے جماعت بھدرواہ کے متعلق چند قراردادیں پیش کیں جو متفقہ طور پر پاس ہوئیں۔ آخر میں صاحب صدر نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ جلسہ ہر لحاظ سے کامیاب رہا۔ حاضرین کی تعداد کافی سے زیادہ تھی۔

عبدالعزیز جنرل سیکرٹری ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن سرینگر۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام سری نگر کی ضروری قراردادیں

سری نگر ۔ یکم اگست ۱۹۴۳ء معراج النبی صلعم کی مبارک تقریب پر مسجد احمدیہ قلمدان پورہ سری نگر میں ایک عظیم الشان جلسہ ماسٹر غلام محی الدین کی صدارت میں منعقد ہوا ۔ اس میں عبدالعزیز صاحب سکرٹری ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن نے حسب ذیل قراردادیں پیش کیں ۔ جو ملک محمد مقبول صاحب صدر ایسوسی ایشن و شیخ محمد عبدالصمد صاحب کی تائید و تائید مزید سے متفقہ طور پر پاس ہوئیں :-

(۱) احمدیہ انجمن اشاعت اسلام سری نگر و ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کا یہ متحدہ عظیم الشان جلسہ مسلمانان بھدرواہ کی اس انسانیت سوز حرکت پر نہایت رنج و غم اور افسوس کا اظہار کرتا ہے کہ انھوں نے گذشتہ چار ماہ سے احمدیہ جماعت بھدرواہ کا سوشل بائیکاٹ کر کے انہیں تکالیف پہنچانے کی اخلاق سوز حرکت کی ۔ یہ اجلاس جہاں صحیح پسند مسلمانان بھدرواہ سے اپیل کرتا ہے کہ وہ مفسدوں کو اس غیر اسلامی دل آزار حرکت سے باز رکھیں وہاں حکومت کشمیر پر زور بھی دیتا ہے کہ وہ مفسدوں کی پشت پناہی کرنیوالے ملازمین سرکار نائب تحصیلدار بھدرواہ غلام محمد چپراسی تحصیلدار بھدرواہ و مسلم ٹیچران ہائی سکول کو فوراً وہاں سے تبدیل کرے ۔ اور مفسدوں اور شر پسندوں کے خلاف کاروائی کر کے انہیں قرار واقعی سزا دے

(۲) یہ اجلاس ریونیو کمشنر صاحب جموں کے اس حکم کی مذمت کرتا ہے جس کی رو سے احمدی مسلمانان بھدرواہ کو مسجد کے لئے وہ زمین دینی نامنظور ہوئی ہے ۔ جس کے لیئے وہ گذشتہ بارہ سال سے سعی کرتے آتے ہیں اور جس کے عطا کرنے کی سفارش تمام افسران نے کی تھی ۔ لہذا حکومت کشمیر سے استدعا کی جاتی ہے کہ وہ مذکورہ جائے سفید باسمہ سید گلاب شاہ متصل تحصیل بھدرواہ جماعت احمدیہ بھدرواہ کو اسی طرح عطا فرمائے جس طرح سکھوں کو گوردوارہ کے لئے جگہ دے دی گئی ۔ باوجودیکہ وہ احمدیوں کے مقابلہ میں تعداد میں بہت ہی کم ہیں ۔

قرار پایا گیا کہ متذکرہ صدر اہم معاملات کے سلسلے میں معززین احمدیہ جماعت سرینگر کا ایک وفد حکومت کشمیر کے آنریبل ہوم منسٹر و پرائم منسٹر صاحب سے مل کر شکایات رفع کرانے کی توجہ دلائے اور قرار دادہا نقول برائے اشاعت پریس و متعلقہ افسران کو بھیجدی جائیں ۔

جنرل سیکرٹری
ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن سری نگر

بقیہ از صفحہ نمبر ۵

سکے کہیں اور نصیب ہو سکتا ہے ؟ یقیناً سمجھو کہ مادیت و طاقت کا دور ختم ہونیوالا ہے ۔ اور جو اصحاب اس وقت مذہب کی ترویج کرنے والے ہونگے وہی آنے والے دور کے پیشرو اور رہبر کہلائیں گے ۔ دل سے اس بات پر ایمان رکھو کہ بجز مذہب اسلام اور کوئی مذہب زندہ نہیں جو قلوب کی مسخ شدہ حالت کو تبدیل کر سکے اور اس کی زندگی و تازگی کا ثبوت تحریک احمدیہ پیش کر رہی ہے ۔ اس تحریک کے عروج و ترقی سے ہی عالم کا امن و عافیت وابستہ ہے اور اسی سے خونناک جنگوں کا سدباب ہونا مقدر ہو چکا ہے

سانحۂ ارتحال

افسوس ہے میاں عبدالرحمن صاحب بٹ دوکاندار احمدیہ بلڈنگس لاہور کے لڑکے محمد وارث کی بیوی پسرور میں مورخہ ۳ کو وفات پا گئی ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ جمعہ مورخہ ۶ کو مسجد احمدیہ بلڈنگس لاہور میں مرحومہ کا جنازہ غائبانہ پڑھا گیا ۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور جملہ متعلقین کو صبر کی توفیق عطا فرمائے ۔ مرحومہ کی یادگار ایک بچی تھی وہ بھی آج ۸ کو فوت ہو گئی ہے انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ — بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم — رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

پیغام صلح

ایڈیٹر: ایس محمد آصف بی۔ اے
جائنٹ ایڈیٹر: شیخ محمد انعام الحق ہوشیارپوری

حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آن کتاب حق کہ قرآں نام او
بادۂ عرفان ما از جام او
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آیندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب ہوگا

جلد نمبر ۳۱ | لاہور یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۶ شعبان ۱۳۶۲ھ م ۱۸ اگست ۱۹۴۳ء | نمبر ۳۲

مکتوب امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

برادران مکرم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

نیا نظام عالم

اس نام کا ایک مختصر سا رسالہ میں نے گذشتہ سالانہ جلسہ پر لکھا تھا صرف اردو میں۔ مگر اصل غرض انگریزی میں اسے انگریزی دنیا میں پہنچانا تھا۔ جلسہ کے بعد پہلے تو پے در پے تین چار حملے انفلوئنزا کے ہوئے اور پھر خفیف حرارت شروع ہو گئی اور قریباً چار پانچ ماہ بیکاری ہی میں گذر گئے۔

اللہ تعالیٰ اپنی رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے سید تصدق حسین قادری پر ان کے دل میں تبلیغ کا جو ولولہ ہے وہ قابل رشک ہے انہوں نے مجھے سوتے کو جگایا یعنی دفتر سے دریافت کرنے پر انہیں یہ معلوم ہوا کہ کاغذ کی بے حد گرانی کی وجہ سے اس کا انگریزی ترجمہ شائع نہیں ہو سکا تو انہوں نے فوراً ایک ہزار روپیہ کی رقم جمع کرنیکا تہیہ کر لیا۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء اور ان سب دوستوں کو بھی جزائے خیر دے جنہوں نے اس کام میں ان کی معاونت کی اور اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا کہ جب ایک چھوٹی سی جماعت ظاہری مساوات کے لحاظ سے تو نا فتادہ مگر روحانی رنگ میں قریب تر ہونا یہ ہمت دکھا سکتی ہے تو میں کیوں اس رسالہ کو زیادہ مفید بنانے کی کوشش نہ کروں گو اس پر خرچ زیادہ ہو جائیگا۔ مگر میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کچھ اور دلوں میں بھی حرکت پیدا کریگا اور اس رسالہ کا خرچ پورا ہو کر رہیگا میرے دل میں یہ یقین ہے کہ سید تصدق حسین قادری کی خواہش کو اللہ تعالےٰ ضرور پورا کریگا۔

انہوں نے ایک دفعہ پہلے بھی ایک عظیم الشان کام کیا تھا۔ غالباً ۱۹۳۸ء اپریل کا مہینہ تھا یا مئی کی ابتداء جب جوبلی کی تحریک جنرل کونسل نے منظور کی۔ اس کے بعد میں بیمار ہو گیا اور بیماری سخت اور لمبی ہو گئی یہاں تک کہ میرے معالج بھی کچھ مایوس ہی ہو گئے میری اس بیماری کی حالت میں جوبلی کی تحریک بھی مردہ ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے شفا دی تو میں نے جوبلی کی تحریک کو پھر زندہ کرنا چاہا مگر تمام کے تمام دوست اس کے خلاف تھے انجمن اس وقت قریب ایک لاکھ کے مقروض تھی اور جماعت معمولی اخراجات کو پورا نہ کر سکتی تھی قرضہ بڑھتا چلا جاتا تھا۔ اس وقت سید تصدق حسین قادری ہی تھے جنہوں نے میرے عزم کو پختہ کر دیا جب مجھے شفا ہوئی تو بغداد سے ان کا خط پہنچ گیا کہ انہوں نے ایک معقول رقم جوبلی کیلئے جمع کر لی ہے۔ اس پر میں نے بھی بسم اللہ مجریہا و مرسٰہا پڑھتے ہوئے باوجود دوستوں کی مخالفت کے تحریک کو شروع کر دیا۔ اور اللہ تعالےٰ نے اس میں اسقدر برکت دی کہ دو تین ماہ کے اندر جوبلی کے وعدوں کی رقم پونے دو لاکھ تک پہنچ گئی اس تحریک میں میں سید تصدق حسین قادری کو بھی اصل محرک سمجھتا ہوں۔

اب جب میرے برادر محترم مولوی عزیز بخش صاحب جائنٹ سیکرٹری نے مجھے اطلاع دی کہ "نیا نظام عالم" کے انگریزی ترجمہ کے لئے سید تصدق حسین قادری نے ایک ہزار روپیہ کر لیا ہے یا اس کے قریب قریب کر لیا ہے تو میرے دل میں معاً یہ تحریک ہوئی کہ ان کی اس ہمت و ارادہ کا صرف جواب نہیں کہ میں اس خرچ سے ٹریکٹ کا انگریزی میں ترجمہ کر دوں بلکہ ہمیں بھی کچھ ہمت کرنی چاہیئے اور اسے مکمل کرنا چاہیئے یہاں تک کہ اسلام کی ساری تعلیم کا ایک مختصر سا خاکہ اس میں ایسا پیش کر دیا جائے جو موجودہ جنگ کے اندر بھی اگر خدا چاہے تو کسی کیلئے رہنمائی کا باعث بن جائے اور جنگ کے بعد تو یقیناً ان لوگوں کی جو اس وقت کشت و خون میں محو ہیں آنکھیں کھلیں گی اور انہیں معلوم ہوگا کہ اسلام میں وہ نیا نظام عالم ہے جس سے اس دنیا میں کشت و خون کی بجائے انس اور محبت کی دائمی بنیادیں رکھی جا سکتی ہیں۔

ابتداء میں میرا یہ بھی خیال تھا کہ اس کام کو جنگ کے خاتمہ پر کیا جائے مگر اب میری رائے بدل گئی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ اس کام کو فوراً سرانجام دیا جائے۔ اور جنگ سے پہلے پہلے یہ کام ہو جائے اس لئے کہ اس وقت اللہ تعالےٰ نے بہت سے دور دور کے لوگوں کو لا کر اس ملک میں جمع کر دیا ہے اور ہماری آواز گھر بیٹھے بڑی آسانی سے ان لوگوں تک پہنچ سکتی ہے۔ لیکن میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ کم سے کم دس ہزار یہ کتاب انگریزی میں شائع ہو اور اردو میں جسقدر ضرورت سمجھی جائے۔ اور موجودہ کاغذ کی گرانی کی وجہ سے اور اجرتوں کے بڑھ جانے کی وجہ سے میرا یہ خیال ہے کہ کم سے کم دس ہزار روپیہ اس کے لئے درکار ہوگا۔ اور سید تصدق حسین قادری کے ایک ہزار کو بطور چندہ پیش کرتے ہوئے میں اپنی جماعت کے امراء سے اپیل کرتا ہوں کہ باقی رقم کو وہ پورا کریں۔ وہ غرباء اور متوسط الحال لوگ جنہیں اس گرانی میں اپنے اخراجات کا پورا کرنا بھی مشکل ہو گیا ہے انہیں میں اس بارے میں کچھ نہیں کہتا۔ صرف اس طبقہ سے اپیل کرتا ہوں جن کے پاس خدا کا دیا ہوا بہت ہے۔ کہ وہ کچھ دنیوی کارخانوں سے نکال کر اس دینی کارخانہ پر خرچ کریں۔ اور اس نازک موقعہ پر جب جنگ کا کوئی خاتمہ نظر نہیں آتا اور نہ انسانوں کی تباہی اور انسان کے پیدا کردہ اموال کی بربادی کا کوئی انجام نظر آتا ہے نسل انسانی کی اس خدمت کے لئے ہاتھ بڑھائیں جو ان کے کاموں کو ہمیشہ کے لئے زندہ رکھے گی۔

میرا یہ ارادہ ہے کہ اس کام کے لئے پانچ سو یا پانچ سو سے زیادہ دینے والے یا جمع کر دینے والے احباب کے نام بطور اعتراف اس کتاب کی تمہید میں بطور شکریہ درج کر دونگا۔ اور یہ ان کا صدقہ جاریہ ہوگا۔ جس سے لوگوں کو ایک مدت دراز تک فائدہ پہنچتا رہے گا۔ لان یھدی بک رجل خیر لک من حمر النعم ایک آدمی بھی کسی کی بدولت ہدایت پا جائے تو اس سے بہتر کوئی دولت نہیں۔ والسلام

خاکسار محمد علی ۱۴ اگست ۱۹۴۳ء

معذرت

پیغام صلح کے موجودہ کاتب منشی محمد فاضل صاحب کو بعض عزیزوں کی شدید علالت کی وجہ سے ۔۔ اچانک رخصت پر جانا پڑا اسلئے پیغام صلح کا موجودہ شیوع ایک دن کی تعویق سے شائع ہو رہا ہے ؞

(مینیجر)

تعلیمی پرنٹنگ پریس لاہور میں باہتمام حکیم محمد اختر پرنٹر و پبلشر چھپکر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا

معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

سبحان الذی اسرٰی بعبدہٖ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصا الذی برکنا حولہ لنریہ۔ ترجمہ: وہ ذات پاک ہے جو ایک رات اپنے بندے کو پاک مسجد سے دور کی مسجد کی طرف لے گیا جس کے ارد گرد ہم نے برکت دی ہے تاکہ ہم اپنی کچھ نشانیاں دکھائیں بے شک وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

آیت اسرا اور احادیث معراج

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے نبی کریم صلعم کو رات کے وقت مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ کو لے جانے کا ذکر ہے اور مفسرین نے اس سے مراد معراج لیا ہے۔ کیونکہ حدیث معراج میں نبی کریم صلعم کو پہلے بیت المقدس لے جانے کا ذکر ہے احادیث اس بارہ میں بہت ہیں اور ان میں سے صحیح بھی ہیں۔ حسن بھی اور ضعیف بھی، اور ان میں بہت سے اختلافات بھی ہیں۔ یہاں تک کہ انہیں اختلافات کی وجہ سے بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ معراج کئی بار ہوا ہے ایک بار نہیں۔ مگر کثیر صحابہ سے اس روایت کا پایا جانا اور سب میں ایک ہی معراج کا پایا جانا صاف بتاتا ہے کہ واقعہ تو صحیح ہے اور ہے بھی ایک لیکن بوجہ نوعیت قصہ کے اس میں راویوں سے اختلافات ہو گئے ہیں۔ خلاصہ احادیث معراج کا یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پہلے بیت المقدس میں تشریف لے گئے اور پھر سب آسمانوں کی سیر آپ کو کرائی گئی یہاں تک کہ آپ ان تمام مقامات سے اوپر نکل گئے جہاں تک دوسرے انبیاء علیہم السلام پہنچے تھے۔ اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پانچ نمازوں کا فرض ہونا بھی واقعہ معراج سے ہی متعلق ہے۔

معراج سے متعلق امت میں دو گروہ

اس بارہ میں سب سے پہلا سوال یہ ہے کہ معراج جسد عنصری کے ساتھ تھا یا نہیں اور اس بارہ میں امت میں دو گروہ ہوئے ہیں کثیر گروہ اسے جسم عنصری کے ساتھ مانتا ہے اور قلیل گروہ جن میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور معاویہ رضی اور حسن رضی ہیں اسے رویا مانتا ہے ابن کثیر نے اس پر بحث کرتے ہوئے ابن اسحاق کے الفاظ نقل کئے ہیں واللہ اعلم ای ذالک کان قد جاءہ وعاین من اللہ فیہ ما عاین علی ای حالاتہ کان نائما او یقظانا کل ذالک حق وصدق۔ یعنی اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ معراج جسم عنصری سے تھا یا بغیر اس کے ہاں آپ اللہ تعالیٰ کے حضور گئے اور اس میں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیکھنا تھا دیکھا۔ خواہ کسی حالت میں ہوں یعنی سوتے یا جاگتے۔ یہ سب حق وصدق ہے اور یہی بات اقرب الی الصواب ہے مگر آج اس بات پر تعجب ہے کہ صرف اس بات کے کہنے کی وجہ سے کہ معراج روحانی تھا تکفیر تک نوبت پہنچائی جاتی ہے

معراج کے جسد عنصری کیساتھ ہونیکے دلائل

جن لوگوں نے معراج کو جسمانی مانا ہے ان کے دلائل حسب ذیل ہیں اول یہ کہ ایک عظیم الشان واقعہ کے طور پر بیان کیا گیا ہے یہاں تک کہ اس کی ابتدا سبحان الذی سے ہوتی ہے دوم یہ کہ اگر جسمانی نہ ہوتا تو کفار قریش تکذیب کیوں کرتے۔

سوم یہ کہ بعض مسلمان اس بات کو سن کر مرتد بھی ہو گئے تھے چہارم یہ کہ لفظ عبد مجموعہ جسم و روح سے عبارت ہے

ان میں سے پہلی بات تو چنداں قابل توجہ نہیں معراج روحانی بھی ہو تو اس کی عظمت کم نہیں ہو جاتی۔ عظمت تو اس لحاظ سے ہے کہ آنحضرت صلعم کو تمام انبیاء سے بلند تر مقام پر پہنچایا گیا۔ دوسری بات یہ کہ کفار تکذیب نہ کرتے یہ بھی کوئی مضبوط دلیل نہیں اس لئے کہ کفار تو آنحضرت صلعم پر وحی آنے کی بھی تکذیب کرتے تھے۔ اور حضرت ابوبکر کا جواب بھی اسی طرف اشارہ کرتا ہے کہ جب آپ کے سامنے ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا انی اصدقہ علی بعد من ذالک اصدقہ علی خبر السماء غدوۃ او روحۃ میں تو اس سے بھی زیادہ بعید از قیاس پر آپ کی تصدیق کرتا ہوں میں تو ... اس کو بھی سچا مانتا ہوں کہ صبح شام آپ کو آسمان کی خبر آتی ہے تیسری بات کہ بعض مسلمان مرتد ہو گئے تھے۔ صحیح معلوم نہیں ہوتی۔

روایات میں ہے کہ بعض مرتد ہو گئے تھے مگر ابوسفیان والی حدیث اس کی تردید کرتی ہے جہاں قیصر کے اس سوال کے جواب میں کہ کوئی مسلمان مرتد ہوتا ہے ابوسفیان نے یہ جواب دیا حالانکہ وہ اس وقت مسلمان بھی نہ تھا کہ دین سے ناراض ہو کر کوئی مرتد نہیں ہوتا۔ اور چوتھی بات بہت ہی کمزور ہے چونکہ رویا میں جو کچھ انسان دیکھتا ہے وہ گو اس جسد عنصری سے نہ ہو مگر روح کو ایک اور جسم مل جاتا ہے اور حالت کشفی میں بھی جو رویا سے زیادہ صفائی کی حالت ہے ایک اور نورانی جسم عطا ہوتا ہے جس کے ساتھ انسان کسی دوسرے عالم کی اشیاء کو دیکھتا ہے حضرت ابراہیم کہتے ہیں انی اری فی المنام یہ دیکھنے والا بھی تو روح مع الجسد ہی ہے مگر وہ جسم جو رویا اور کشف میں ملتا ہے یہ جسم عنصری نہیں ہوتا۔ یہ جہاں ہوتا ہے وہیں رہتا ہے اور انسان کہیں کا کہیں ہو آتا ہے لوگ چونکہ انبیاء علیہم السلام کے رویا کو بھی اپنے خوابوں کی طرح سمجھتے ہیں اس لئے خیال کرتے ہیں کہ رویا کے نیچے حقیقت ہی کیا ہے۔

معراج کے جسد عنصری کیساتھ نہ ہونیکے دلائل

غور کیا جائے تو خود قرآن شریف اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صحیح مذہب وہی ہے جس کی طرف قلت گئی ہے یعنی یہ کہ معراج نبوی اس جسد عنصری سے نہیں بلکہ نورانی جسم کے ساتھ تھا جو اللہ تعالیٰ حالت کشف میں اپنے برگزیدوں کو عالم روحانی کی سیر کے لئے عطا فرماتا ہے۔ قرآن کریم میں پہلی دلیل تو خود یہ موجود ہے کہ اسی سورت میں معراج کا ذکر کر کے فرمایا۔ وما جعلنا الرءیا التی اریناک (۱۷: ۶۰) یہاں صاف الفاظ میں اسے رویا کہا ہے اور رءیا کا لفظ عالم خواب سے مخصوص ہے جس میں جسد عنصری حرکت نہیں کرتا۔ والرءیا مایرٰی فی المنام (مفردات راغب) رویا وہ ہے جو خواب میں دیکھا جاتا ہے دوم جب کفار نے جسد عنصری کے ساتھ اوپر جانے کا مطالبہ کیا او ترقیٰ فی السماء (۱۷: ۹۳) تو اس کا جواب دیا قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا گویا یہ تقاضائے بشریت کے خلاف ہے کہ انسان اس جسد عنصری کے ساتھ اس زمین کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ پر چلا جائے جیسا کہ دوسری جگہ الم نجعل الارض کفاتا احیاء وامواتا ... (۷۷: ۲۶) سوم حدیث بخاری میں صاف یہ لفظ ہیں فی ما یری قلبہ وتنام عینہ ولا ینام قلبہ یعنی اس حالت میں معراج ہوا جب آپ کا قلب دیکھتا تھا اور آپ کی آنکھ سوتی تھی مگر دل نہیں سوتا تھا اور اسی حدیث کے آخر میں یہ لفظ ہیں واستیقظ وھو فی المسجد الحرام۔ پھر آپ جاگ اٹھے اور آپ مسجد حرام میں تھے۔ جس سے صاف ثابت ہوا کہ یہ سب کچھ حالت خواب میں وارد ہوا اور دوسری روایت میں جو وہ بھی بخاری کی ہے معراج کی حالت کو بین النائم والیقظان یعنی سوتے اور جاگتے کے درمیان کی حالت مکاشفہ قرار دیا ہے اور مطلب دونو کا ایک ہے چہارم جو کچھ آنحضرت صلعم نے معراج میں دیکھا اس کا اسی زمین پر حالت کشف یا رویا میں دیکھنا ثابت ہے اول بیت المقدس حدیث میں ہے کہ جب کفار نے آپ کی بات کو نہ مانا اور بیت المقدس کے حالات دریافت کئے تو اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو آپ کے سامنے کر دیا یعنی کشفی حالت میں۔ اور آپ نے ان کو سب کچھ بتا دیا۔ فجلی اللہ لی بیت المقدس فطفقت اخبرھم عن آیاتہ وانا انظر الیہ میں جو یہ ہیں کہ جب ایسا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس میرے سامنے کر دیا تو میں انہیں اس کی نشانیوں سے خبر دینے لگا۔ درآں حالیکہ میں اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ دوسرا جنت و نار۔ حدیث کسوف میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مجھے اس جگہ سب کچھ دکھا دیا گیا یہاں تک کہ بہشت اور دوزخ بھی۔ اور یہ اس وقت کا ذکر ہے جب آپ نماز کسوف پڑھا رہے تھے۔ چنانچہ بخاری ابواب الکسوف میں حدیث اسماء بنت ابی بکر میں یہ لفظ ہیں قال ما من شیء کنت لم اراہ الا قد رایتہ فی مقامی ھذا حتی الجنۃ والنار یعنی کوئی چیز نہیں جسے میں نے نہیں دیکھا تھا مگر وہ مجھے اس مقام پر یعنی نماز پڑھتے پڑھتے دکھائی دی گئی یہاں تک کہ بہشت اور دوزخ بھی دکھا دیئے گئے تیسرا اللہ تعالیٰ نے جس طرح معراج میں دنا فتدلیٰ کا نظارہ ہوا اسی طرح احمد اور ترمذی کی روایت میں ہے جسے حدیث صحیح کہا گیا ہے جو معاذ سے روایت ہے۔

انی قمت من اللیل فصلیت ... فاذا انا بربی فی احسن صورۃ فقال ... فرایتہ وضع کفہ بین کتفی حتی وجدت برد انا ملہ بین صدری یعنی میں رات کے وقت اٹھا اور نماز پڑھی ... تب ناگہاں میں نے اپنے رب کو احسن صورت میں دیکھا ...... تب میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے کندھوں کے درمیان رکھا یہاں تک کہ میں نے اس کی انگلیوں کی ٹھنڈک اپنے سینہ میں پائی۔ تو جب اللہ تعالیٰ کو جنت و نار کو بیت المقدس کو مکہ یا مدینہ میں دکھلا دیا تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ یہ نظارے اسی زمین پر دکھا دیا کرتا ہے اور ان کے لئے نقل مکانی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ہاں اللہ تعالیٰ کو یہ بھی قدرت ہے کہ وہ ایک انسان کو اٹھا کر لے جائے یہاں تک کہ جنت دکھا دے اور یہ بھی کہ جنت کو اٹھا کر لائے یہاں تک کہ ایک انسان کو دکھا دے دونوں صورتوں میں قدرت میں کوئی فرق نہیں اور نہ اس سے قدرت میں کچھ فرق آتا ہے کہ ایک چیز اپنی جگہ پہ بھی ہو اور اللہ تعالیٰ اس کا تمثل دوسری جگہ بھی دکھا دے

معراج کی غرض

یہاں معراج کی ایک غرض بھی بتائی ہے لنریہ من ایاتنا یعنی آنحضرت صلعم کا معراج اس غرض کیلئے تھا کہ آپکو کچھ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں دکھائی جائیں گویا جو باتیں آپکو معراج میں دکھائی گئیں وہ کسی دوسری حقیقت کیلئے بطور نشان بھی تھیں اور درحقیقت معراج میں آنحضرت صلعم کے کمالات غیر منتہاہی کا نقشہ کھینچا ہے اور یہ بتایا ہے کہ آپ اس بنا

(باقی بر صفحہ ۱۳)

حضرت اقدس کی زندگی کا ایک واقعہ

بیاور ید گر اینجا بود زبان دانے
غریب شہر سخنہائے گفتنی دارد

از جناب مولانا مصطفیٰ خان صاحب

امیر حبیب اللہ خاں والئے افغانستان جب سے نئے ہز مجسٹی ہوئے تو انہیں سیاحت ہند کا شوق ہوا، چنانچہ انھوں نے حکومت ہند سے اپنی خواہش کا اظہار کیا، وائسرائے نے فوراً جواب میں لکھا کہ اہلاً و سہلاً و مرحبا، اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی تو تمام اسلامی اداروں میں خوشی و مسرت کی ایک لہر دوڑ گئی۔ اسلامی انجمنوں نے اپنے شاہی مہمان کے استقبال کے لئے دھوم دھام سے تیاریاں شروع کردیں۔ امیر مرحوم اس سے پہلے حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے خون سے ہاتھ رنگین کر چکے تھے، اسلئے احمدی قوم کے دل میں تو ان کی طرف سے ناسور پڑے ہوئے تھے، چنانچہ قادیان میں ان کی آمد کے متعلق ذکر تک بھی نہ ہوا۔ البتہ اندرون خانہ حضرت اقدس کے سامنے کسی صاحب نے امیر کی آمد کا ذکر کیا تو حضور نے فرمایا کہ لوگ تو امیر کی آمد پر بڑی خوشیاں منا رہے ہیں۔ مگر ہم تو سمجھتے ہیں کہ یہ شخص

من قتل مومنا متعمدا فجزاؤہ جہنم۔	جو شخص ایک مومن کو جان بوجھ کر قتل کرتا ہے اسکی سزا جہنم ہے۔

کا مصداق ہے۔ حضور کے یہ کلمات میاں محمود احمد صاحب نے اپنے رسالہ تشحیذ الاذہان میں شائع کر دیئے۔

(۲)

امیر کے ورود کے متعلق جب پروگرام شائع ہوا، تو حکومت ہند کی طرف سے مقامی حکومتوں کے نام اور مقامی حکومتوں کی طرف سے ڈپٹی کمشنروں اور کلکٹروں کے نام تاکیدی اور تفصیلی احکام صادر ہوئے کہ اس شاہی مہمان کی عزت، واحترام اور خاطر و مدارات میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا جائے۔ امیر کا سفر منزل بمنزل تھا۔ چنانچہ ایک رات انہیں ایک ضلع کے صدر مقام پر بھی قیام کرنا تھا جس کے حاکم اعلیٰ ایک انگریز کلکٹر تھے، انھوں نے امیر کی آمد سے پہلے کیمپ وغیرہ کا سب انتظام کرا دیا، اور امیر کے پہنچنے سے کوئی دو گھنٹے پہلے خود کیمپ کا ملاحظہ فرمایا تھا کہ کوئی کسر تو باقی نہیں رہ گئی ان کے ساتھ ایک مقامی مسلمان رئیس بھی تھے، جو اس تیاری کو غور سے دیکھ رہے تھے انھوں نے کہا کہ اور تو سب ٹھیک ہے مگر ایک بڑی فروگذاشت ہوگئی ہے، کلکٹر صاحب نے پوچھا وہ کیا؟ عرض کیا کہ آپ نے تو استنجے کے لئے بلاٹنگ پیپر رکھوایا ہے مگر حنفی مسلمان پیشاب سے فارغ ہو کر طہارت مٹی کے ڈھیلوں سے کرتے ہیں کہ فقہ حنفیہ کے نزدیک یہی حکم صحیح ہے صاحب بہادر نے آدمی دوڑائے کہ فوراً بہت سے سڈول ڈھیلے لاؤ ایسا نہ ہو کہ مٹی کے ڈھیلے نہ ہونے کی وجہ سے ان کا سب کیا کرایا خاک میں مل جائے لسان العصر اکبر الہ آبادی مرحوم زندہ تھے، ان کو ایسے مضمون خدا دے انھوں نے فوراً اس واقعہ کو منظوم کر دیا اور فرمایا

ذرا دیکھو تو افغانی مسلمانی کی کھیلوں کو
کلکٹر ڈھونڈتے پھرتے ہیں استنجے کے ڈھیلوں کو

(۳)

غرض امیر آئے، انگریز جہاں اور باتوں میں کمال رکھتے ہیں وہاں مہمان نوازی میں بھی کمال کرتے ہیں، بہت سے لوگ ان کی مہمان نوازی کو دیکھ کر اپنی ہستی کو بھول جاتے ہیں، بیچارے امان اللہ خاں سے یہی معاملہ ہوا، حکومت ہند کی طرف سے امیر کی مہمان نوازی نہایت اکرام و احترام اور تزک و احتشام سے ہوئی، امیر علیگڈھ پہنچے تو انھوں نے کالج کے طلباء سے دینیات کے متعلق نہایت کرید کرید کر ٹیڑھے سوال کئے، کسی ٹرسٹی نے کہا کہ عجب ملا ہستی، امیر نے تعلّی کی لیتے ہوئے کہا ملا ہستم، سپاہی ہستم، بادشاہ ہستم۔ اسی طرح ہندوستان کے بڑے بڑے مقامات کی سیر کرتے ہوئے امیر بالآخر حضرت مجدد صاحب الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہونے کے لئے سرہند تشریف لے گئے، تمام افغانستان حضرت مجدد صاحب سرہندی کا مرید ہے مگر تعجب ہے کہ پٹھانوں کو چودھویں صدی کے مجدد کی تلاش ابھی تک نہ ہوئی، حالانکہ مجدد صاحب کا دعوے ان کی رہبری کے لئے کافی تھا۔

امیر نے جب سرہند شریف میں نماز ادا کی تو بوٹ سمیت ادا کی، اس پر بعض لوگ معترض ہوئے اور اخبارات میں یہ خبر نہایت جلی حروف میں شائع ہوئی۔ حضرت اقدس کی مجلس میں آپ کے کسی مرید نے غالباً اس خیال سے کہ حضرت اس سے خوش ہوں گے عرض کیا، کہ امیر پر آج کل اخبارات میں بڑی لے دے ہو رہی ہے کہ اس نے جوتی سمیت نماز کیوں پڑھی، مگر حضرت اقدس نے سنکر فرمایا جو لوگ امیر پر اس بات کے لئے معترض ہیں وہ غلطی پر ہیں کیونکہ جوتی سمیت نماز جائز ہے۔

(۴)

اللہ اکبر! کوئی غور کرنیوالا دماغ، کوئی نفسیات کا ماہر، ذرا اس پر تدبر کرے کہ حضرت اقدس کی فطرت کیسی پاک واقع ہوئی ہے، آپ اپنے سلسلہ کے بدترین دشمن سے بھی انصاف کا سلوک کرتے ہیں اور صداقت کو ہاتھ سے نہیں دیتے، اگر ایک معاملہ میں قرآن مجید کے حکم کے مطابق اس کو جہنم کا سزاوار کہتے ہیں، تو دوسرے وقت میں شریعت کے حکم کے مطابق اسی شخص کی وکالت کرنے کے لئے تیار ہیں کہ قرآن مجید کا حکم ہے لا یجرمنکم شنآن قوم علی الا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوی۔ یعنے کسی قوم کی عداوت تم کو انصاف کے خلاف کرنے پر آمادہ نہ کردے، بلکہ ہر حالت میں انصاف کرو، کہ یہی تقوے کے قریب ہے۔

مجھے معلوم ہے اور خوب معلوم ہے کہ کس طرح دنیا کے بنائے تقدس کے لبادہ پوش معمولی سے اختلاف پر اپنے مخالف کے خلاف حاشیہ نشینوں میں نفسیاتی فقرے چھوڑتے ہیں، اور کبھی مسکرا کر اور کبھی خاموشی سے جس میں ہمان معنی پنہاں ہوتا ہے، مخالف کی تذلیل و تحقیر میں کتمان حق سے کام لیتے ہیں، لیکن حضرت اقدس کی ذات تو آسمان صداقت کی رفعتوں پر جلوہ فرما ہے، اس زمین کی پستیوں سے آپ کو کوئی واسطہ نہیں، آپ نے بالکل سچ فرمایا تھا کہ :-

ازاں قفس بپریدم بیروں کہ دنیا نام
کنوں بکنگرہ عرش جائے ما باشد

(۵)

حضرت مولوی نورالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ کا بھی ایک واقعہ مجھے یاد آ گیا آپ کے عہد میں عیسائیوں سے مباحثہ کی طرح پڑ گئی، غالباً مفتی محمد صادق صاحب، اور مولوی محمد علی صاحب اسی غرض سے لاہور روانہ ہونے کو تھے، کہ حضرت مولوی صاحب کی خدمت میں رخصت ہونے کے لئے حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ جو بات وہ صحیح کہیں اس کو مان لینا اور جو بات غلط کہیں اس کی تردید کرنا، حضرت مولوی صاحب کی یہ بات بھی آب زر سے لکھنے کے قابل ہے اور بالکل حضرت اقدس کے اسوۂ حسنہ کے مطابق ہے کہ دشمن کی صحیح بات کو مان دینا چاہئے، یہی وجہ ہے کہ حضرت اقدس مولوی صاحب خلیفہ اول ہوئے، کہ آپ حضرت اقدس کے نقش قدم پر چلتے تھے آج حضرت اقدس کی جماعت کے دو فریق ہیں جو آپس میں مباحثات کرتے رہتے ہیں، لیکن کاش یہ دونوں فریق اس اسوۂ حسنہ پر گامزن ہوں جو حضرت اقدس نے ان کے لئے چھوڑا ہے۔

بقیہ صفحہ ۲ ترین مقام پر پہنچے ہوئے ہیں۔ جہاں کوئی دوسرا انسان یا فرشتہ نہیں پہنچا۔

اسرائیلی اشارہ

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس اسراء میں اشارہ نبی کریم صلعم کی ہجرت کی طرف ہو خواہ اقصیٰ سے مراد مدینہ ہو لے لیا جائے اور اس مسجد کو جو بننے والی تھی جہاں سے برکات اسلام دنیا میں پھیلتی ہیں اور خواہ مسجد اقصیٰ سے مراد بیت المقدس ہو۔ مگر الی غایت کیلئے نہ ہو اور حدیث معراج کی بعض روایتوں میں آتا ہے کہ آپ نے پہلی منزل میں نماز مدینہ میں پڑھی اور دوسری منزل پر بیت المقدس میں۔

واقعہ اسراء میں یعنی آنحضرت صلعم کے مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ کیطرف لیجائے جانے میں یہ اشارہ ہے کہ بیت المقدس جو انبیائے بنی اسرائیل کا مقام تھا آنحضرت صلعم کے متبعین کو دیا جائیگا کیونکہ یہود یا عیسائیوں میں وہ لوگ نہ رہے تھے جو اس پاک سرزمین کے وارث قرار دیئے جاتے اور بموجب وعدہ خداوندی بھی ضروری تھا کہ ابراہیم کی اولاد کی دوسری شاخ اب اس پاک سرزمین کی وارث ہوتی پس اصل اشارہ اسطرف ہے کہ انبیائے بنی اسرائیل کی برکات کا وارث بھی اب حضرت محمد مصطفیٰ صلعم کو کیا جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ معراج میں کل انبیاء کا آپ کے اقتداء میں بیت المقدس میں نماز پڑھنا دکھایا گیا اور قرآن شریف میں معراج کا ذکر صرف اسی قدر ہے جو یہاں ہوا یعنی بیت المقدس کو لیجانیکا ذکر آسمانوں پر لیجانیکا ذکر نہیں جس سے اسی بات کی تائید ہوتی ہے کہ یہاں بیت المقدس کے آنحضرت صلعم کو دیا جانے اور انبیائے سابق کی تمام برکات کا وارث کیا جانے کی طرف ہی خاص اشارہ ہے۔ اور اسی کی تائید آیت کے آخری الفاظ سے ہوتی ہے جنمیں اللہ تعالیٰ کی صفات سمیع و بصیر کا خاص ذکر کیا گیا ہے گویا بتایا ہے کہ وہ خدا جو مخلوق کی باتوں کو سنتا اور ان کے اعمال کو دیکھتا ہے اسی کا یہ کام ہے کہ اب ان تمام برکات کا وارث ایک دوسری قوم کو بناتا ہے اور اسی کی مزید تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ آگے ذکر حضرت موسیٰ کا اور اس کے بعد بنی اسرائیل کے فساد فی الارض کا ہے اور ھو السمیع البصیر میں بعض نے ضمیر آنحضرت صلعم کیطرف لی ہے مگر اس صورت میں مراد صرف اسقدر ہوگی کہ آپ سب سے بڑھکر اللہ تعالیٰ کے کلام کو سننے والے اور سب سے بڑھکر اللہ تعالیٰ کے نشانات کو دیکھنے والے تھے۔ مگر چونکہ السمیع البصیر اللہ تعالیٰ کے اسماء ہیں اس لئے ھو کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف ہی لینی چاہیئے۔ (بیان القرآن)

قادیانی ذہنیت کے دو نمونے

از جناب میاں محمد صادق صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس

سورۂ فاتحہ کی تفسیر کے دوران میں سید سرور شاہ صاحب قادیانی رسالہ تعلیم الاسلام ملک کے صفحہ ۲۰۴ پر فرماتے ہیں:-

"جو لوگ حضرت صاحب کی کتابوں پر نظر رکھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ اتباع انبیاء اور ضرورت امام اور شناخت مامورمن اللہ کے متعلق اھدنا الصراط المستقیم سے (آپ نے (یعنی حضرت مسیح موعود نے) کیا کچھ ثابت کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مختصر کلمات معارف و حقائق کے بحر بلکہ بحار ہیں۔ اور حضرت اقدس نے اس آیت کے متعلق یہ بھی لکھا ہے کہ اگر یہ آیت نہ ہوتی جو کہ ثابت کرتی ہے کہ جو کچھ پہلوں کو ملا ہے وہ آخرین کو بھی مل سکتا ہے تو مخالفین کی کمریں ٹوٹ جاتیں، یہی وہ آیت ہے جو کہ دشمنان اسلام کے دانت توڑتی ہے جو کہ بصورت دوست بنکر اسلام کی اس خصوصیت اور نبیت کو چھیننا چاہتے ہیں جو کہ اسلام کی سچائی اور منجانب اللہ ہونے پر کافی شہادت ہے اور مشرکین عرب سے بڑھ کر آنحضرت کو روحانی طور پر ابتر اور لاولد قرار دیتے ہیں اور افضل الرسل اور خاتم النبیین کو موسےٰ سے اور قرآن مجید کو تورات سے اور اسلام کو شریعت موسوی سے اور اولی اسلام کے سب علماء کو انبیاء بنی اسرائیل کے

تمغہ داروں کو بنی اسرائیل کی عورتوں سے کمتر اور ادنےٰ ٹھیراتے ہیں، جو کہتے ہیں کہ جس طرح ما کان محمد ابا احد من رجالکم سے (کہ آنحضرت جسمانی رنگ میں کسی کے باپ نہیں) اسی طرح روحانی طور پر بھی آپ کسی کے باپ نہیں اور وہ آپ کی مدح سے کام کرکے آپ کو خاتم النبیین ٹھہراتے اور یہ بھی کہ حضرت موسےٰ تو بانی خاندان نبوت تھے اور آپ کے آثار اور برکات سے آپ خدام میں کثیر التعداد انبیاء ہوئے کہ جن میں سے ایک حضرت مسیح بھی ہیں جو کہ خدا کی طرح بہت سے امور میں بے مثل اور بے نظیر تسلیم کئے جاتے ہیں۔ لیکن محمد محمد شاہ رنگیلے کی مانند خاندان نبوت کے برباد کن ہیں اور ایسے بے فیض ہیں کہ قیامت تک ان کی اتباع سے ادھورا سا نبی بھی نہ ہوگا۔ اور نہ اب تک ہوا ہے اور شریعت موسوی کے فیض اتباع سے بنی اسرائیل کی عورتوں تک کو مکالمہ الٰہیہ کا شرف ملا مگر اسلام ایسا بے فیض ہے کہ اس کی اتباع سے کسی ایک متنفس کو بھی نہیں مل سکتی"

یہ ہیں انبیاء بنی اسرائیل

کے ایک قادیانی تمغہ دار کے کلام کا نمونہ ہے حضرت محمدؐ کو محمد شاہ رنگیلے سے نسبت دینا اور برباد کن خاندان نبوت قرار دینا صرف قادیانی ذہنیت ہی کا کام ہے۔

ان قادیانی علماء سے ادب ... اس طرح رخصت ہو جاتا ہے جیسا کہ ایک گدھے کے سر سے سینگ، جو لوگ خود رنگیلے ہوتے ہیں ان کو دوسرے بھی رنگیلے ہی نظر آتے ہیں

اسی قسم کے ایک اور ... دار ہیں جن کا نام نامی ڈاکٹر محمد اسمٰعیل صاحب قادیانی ہے رسالہ فرقان بابت ماہ جولائی ۱۹۴۳ء صفحات ۱۱/۱۲ "ایک خاص دلیل" کی سرخی کے نیچے ڈاکٹر حسن علی صاحب گوجرانوالہ کے ایک خط کے جواب میں لکھا ہے :-

"اس لئے میں آپ کو ان جھگڑوں سے (جو مسئلہ نبوت مسیح موعود کے متعلق جماعت قادیان اور لاہور کے درمیان چل رہے ہیں) نجات دلانے کے لئے ایک خاص راستہ پیش کرتا ہوں۔ حضور علیہ السلام کی تحریروں میں تو اختلاف اور تصادم ہے وہ آپ کو بھی مسلم ہے نبوت کے مسئلہ میں نہ سہی حیات و وفات مسیح میں تو ہے ہی (یہ بھی نہیں جماعت احمدیہ لاہور حضرت مسیح کو شروع سے وفات یافتہ قرار دیتی چلی آئی ہے اور کبھی کوئی جھگڑا نہیں ہوا) بہرحال آپ بھی جانتے ہیں کہ نبی اجتہادی غلطیاں بھی کر سکتا ہے بعض تفہیم بھی اس کی غلط ہو سکتی ہے۔ وہ باتیں جن کو وہ کہتا ہے میرے دل میں ڈالی گئیں بسبب بشریت اور بعض دیگر ذہنی وجوہ کے ملجانے کے وہ ان میں بھی غلطی کر جاتا ہے لیکن خود خدا کا لفظی کلام تو اس پر اترتا ہے اس میں چونکہ بشری ذہن کا تعلق نہیں ہوتا اسلیے وہ کلام ایسی غلطیوں سے بالکل پاک ہوتا ہے ....
اسی طرح ہم نبوت مسیح موعود کا فیصلہ بھی خدا کے وحی و الہامات کی مدد سے کر سکتے ہیں .... آپ اس طرح (اس طرف) ہرگز نہ جاویں کہ مسیح موعود نے مسئلہ نبوت کے متعلق اپنی تفہیم کے بنا پر کب کیا لکھا اور کس وقت کیا تحریر ... کیونکہ وہاں ضرور کچھ اختلاف ... موجود ہے اور فتنہ پرداز جھگڑالو کے لیے دوسروں کا سر کھانے کے لئے کچھ بہانہ اور عذر مل سکتا ہے۔"

اسی پر بس نہیں کی ڈاکٹر صاحب نے اس اختلاف اور تضاد کی اپنی اسی تحریر میں

جو مثالیں لکھی ہیں وہ حسب ذیل ہیں:-

(۱) حضور ایک جگہ فرماتے ہیں کہ مسیح ناصری زندہ ہیں۔ پھر یہ بھی فرماتے ہیں کہ مسیح ناصری فوت ہو چکے ہیں۔

(۲) مسیح ناصری آخری زمانہ میں نازل ہوں گے اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ وہ ہرگز آسمان سے نازل نہیں ہوں گے۔

(۳) مسیح اور مہدی دو شخص ہوں گے۔ پھر فرماتے ہیں ہرگز نہیں مسیح اور مہدی ایک ہی شخص ہے۔

(۴) مہدی تو بنی فاطمہ سے ہوگا۔ پھر کہتے ہیں کہ میں ہی مہدی ہوں۔

(۵) مجھے عیسےٰ سے کیا نسبت وہ عظیم الشان نبی تھے ساتھ ہی یہ بھی فرماتے ہیں کہ میں مسیح ناصری سے ہر طرح افضل اور شان میں بڑھ کر ہوں۔

(۶) کبھی فرماتے ہیں کہ میں نبی نہیں ہوں صرف مجدد اور محدث ہوں۔ پھر یہ بھی فرماتے ہیں کہ ہم نبی اور رسول ہیں۔

(۷) اسی طرح فرماتے ہیں میرے انکار سے کوئی کافر نہیں ہوتا پھر یہ بھی کہتے ہیں کہ میرا منکر کافر ہے۔

(۸) غیر احمدیوں کے پیچھے نمازیں پھر حرام بھی قرار دیں۔

(۹) ان سے رشتے ناطے بھی کر لیتے تھے پھر فسخ بھی کر دیتے تھے۔

(۱۰) محمدی بیگم کے رشتے کے لئے پوری ہمت لگا دیا پھر کہا کہ ہزار روپیہ انعام اگر مولوی ... جھوٹ ... کے اور معنی ثابت ہوں۔

(۱۱) ایک نبی دوسرے کا متبع نبی ہو۔ ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ کسی نبی کے لئے ضروری نہیں کہ وہ کسی دوسرے نبی کا متبع نہ ہو۔

(۱۲) ایک کتاب میں نبی کی تعریف کی، دوسری میں اس کی کچھ مخالفت کی ہے

(۱۳) کبھی کہا کہ میں تو مسیح کا مثیل ہوکر آیا ہوں وہ خود ہی آئیگا پھر کہا کہ میں ہی مسیح ہوں اور کوئی نہیں آئیگا۔

جس وحی اور الہام سے حضرت مسیح موعود کو مسئلہ نبوت کے لئے ایک فیصلہ کن اور خاص دلیل قرار دیا گیا ہے اس کے متعلق حضرت مسیح موعود نے آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۱ - حمامۃ البشریٰ صفحہ ۱۱۳ اور حقیقۃ الوحی صفحہ ۹ و ۱۵۰ پر لکھا ہے کہ حضرت نے جب تک اپنی وحی و الہام کو قرآن اور حدیث پر عرض نہیں کیا اس کو ثبوت قطعی اور حجت شرعی نہیں سمجھا اور کہتے ہیں کہ فرض محال کے طور پر معاملہ اس کے خلاف ہو تو ہم ان سب کو اپنے ہاتھوں سے ردی خبر کی طرح اور کھانسی کے مادہ کی طرح پھینک دیں گے"

ڈاکٹر محمد اسمٰعیل صاحب سے دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا نبی کی وحی ایسی ہی ہوا کرتی ہے۔ اگر حضرت مسیح موعود خود حامل وحی نبوت ہوتے تو کبھی ایسا نہ

لکھتے۔ ظاہر ہے کہ ان کی وحی وحی ولایت یا وحی محدثیت سے بڑھکر نہ تھی۔ تعجب ہے کہ ایک طرف تو حضرات قادیانی حضرت مسیح موعود کی تفہیم اور مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کے مدعی سے بڑھا کر ہی بتاتے ہیں۔ دوسری طرف اسی شخصیت کی تحریروں کو اختلاف اور تضاد کا مجموعہ قرار دیتے ہوئے نہیں شرماتے اور تفہیم سے بھی کورا قرار دیتے ہیں، اس ذہنیت پر جس قدر ماتم کیا جاوے کم ہے۔

یہی کا انبیاء بنی اسرائیل کے قادیانی تمغہ دار اپنے اسی مضمون میں جو فرقان بابت ماہ جولائی ۱۹۴۳ء کے صفحہ ۳ سے ۱۱ تک پھیلا ہوا ہے یہ بھی لکھ گئے ہیں:-

"خدا کا فضل ہے کہ اس نے ایک نبی کا بروز ہم میں بھیجدیا۔ عرب میں نہیں، شام میں نہیں، ایران میں نہیں، ہندوستان میں نہیں بلکہ پنجاب اور اس کے بھی ایک ایسے حصہ میں جہاں پہنچنے میں کوئی ایسی بہت دقت نہیں"

ڈاکٹر صاحب کی اس سادہ لوحی کے قربان ہو جائیے۔ آپ کو ظلی بروزی اتنی۔ اصطلاحات چھوڑنے کا بھی فکر دامنگیر ہے مگر ساتھ ہی حضرت مسیح موعود کو بروزی نبی بھی لکھتے ہیں۔

اب جس شخص کے کلام میں اختلاف و تضاد و تناقض ہو حضرت مسیح موعودؑ کا جو فتویٰ اس کے متعلق ہے وہ بھی ملاحظہ فرما لیویں:-

"اس جگہ پر ان لوگوں کو متنبہ رہنا چاہیے جو ایسے لوگوں کو مولوی اور دیانتدار سمجھ کر ان کے قول پر عمل کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ اور جھوٹے کے کلام میں تناقض ضرور ہوتا ہے۔ اس لئے مولوی (محمد حسین) صاحب کا بیان بھی تناقض سے بھرا ہوا ہے۔

(صفحہ ۱۱۱ تتمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم)

اخویم ڈاکٹر حسن علی صاحب ساکن گوجرانوالہ اس حوالہ کو نوٹ کر لیویں۔ اور اس قادیانی تمغہ دار کا انبیاء بنی اسرائیل سے دریافت فرماویں کہ جھوٹا کون ہے حضرت مسیح موعودؑ یا یہ سادہ لوح انسان خود جو معمولی اردو عبارات کے سمجھنے اور سلجھانے کی بھی اہلیت نہیں رکھتے جس میں حضرت مسیح موعود نے متعدد کتابیں لکھی ہیں۔ دراصل تفہیم سے یہ محض خود کورا ہے۔ اس کو لکھ بھیجیں کہ اگر اسکو بعض متشابہات حل کرنے کی خود توفیق نہیں ملی تو جماعت احمدیہ لاہور کے ایک بزرگ سید محمد شاہ صاحب گیلانی پشاوری کی کتاب تائید احمدیہ متعلق نبوت محمدیہ پڑھ لیجئے۔

یہ ہیں قادیانی ذہنیت کے چند نمونے غلو نے ان لوگوں کو کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے اور انکو ... کرے۔

سکھ اور گائے

از جناب شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی

آج کل اخبارات میں سکھ اور گائے کے موضوع پر بہت بحث ہو رہی ہے۔ اکالی اخبار "اجیت" میں ایک مضمون شائع ہوا تھا جس کا یہ مطلب تھا کہ سکھ دھرم میں ذبیحہ گاؤ کی ممانعت نہیں اور سکھ دھرم کی پستکوں میں گائے کی عزت یا تعظیم کا کوئی ذکر نہیں وغیرہ۔ "اجیت" کے اس مضمون پر جو بحث چلی اب تک ختم نہیں ہوئی۔ ہندو اخبارات چلا رہے ہیں کہ گورو صاحبان نے گئو رکشا کے لئے اپنی جانوں کو قربان کیا مگر اب تک کسی سکھ نے ہندوؤں کے اس بیان کی تردید نہیں کی۔ کیونکہ ہندوؤں نے اپنے اس دعوے کی دلیل میں کسی گورو صاحب کے کلام کا کوئی حوالہ پیش نہیں کیا۔ بلکہ گرنتھ صاحب میں صاف لکھا ہے کہ

کلجگ ا دھاریا گور دیو۔ مل مُوت
مُوڑھ جے گدھ ہوتے سب لگے تیری
سیو (آسا محلہ ۵)

ترجمہ:۔ سکھ دھرم کے مشہور اور مستند مصنف بھائی کاہن سنگھ جی گیانی نابھہ نواسی اپنی کتاب گورمت پربھاکر کے صفحہ ۵۳۴ پر مذکورہ بالا شلوک کا یوں ترجمہ کرتے ہیں:۔

"گوبر اور پیشاب کی کرشدھی ماننے والے اور خدا کو چھوڑ کر مادی اشیاء سے نجاست طلب کرنے والے سب وقوف انسان گورو نانک دیو کے اپدیش سے اے خدا تیری حمد و ثنا میں لگ گئے۔"

پھر گرنتھ صاحب میں ایک دوسری جگہ یوں مرقوم ہے۔

"گئو براہمن کو کرلادہ گوبر ترن نہ جائی (وار آسا)

ترجمہ:۔ اے ہندو۔ گائے اور براہمن کی تعظیم کا کیوں ڈھونگ رچتے ہو گوبر کے ذریعہ نجات حاصل نہیں ہو سکتی۔

دسم گرنتھ میں گورو گوبند سنگھ صاحب نے نسل گائے کا مارنا بھی لکھا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

راج ساج ہم پر جب آیو
جتھا سکت تب دھرم چلایو
بھانت بھانت بن کھیل شکارا
مارے ریچھ روجھ جھنکارا

ترجمہ:۔ جب ہم پر حکومت اور فارغ البالی کا زمانہ آیا۔ تو حتی الوسع دھرم کو چلایا جنگلوں ہم نے قسم قسم کے شکار کھیلے۔ ریچھ۔ نیل گائے ...... اور ہرنوں کو مارا۔

مذکورہ بالا حوالجات سے صاف ظاہر ہے کہ سکھ دھرم میں گائے کی کوئی تعظیم نہیں۔ اسلئے "اجیت" اخبار اور دیگر سکھوں کا یہ بیان کہ سکھ دھرم میں گائے کی تعظیم کا کوئی ذکر نہیں۔ صداقت پر مبنی ہے۔

آریہ اور گائے

ہاں یہ صحیح ہے کہ گائے دودھ گھی اور کاشتکاری کے لئے ایک مفید جانور ہے اسلئے اس کی پرورش اور خدمت کرنا چاہئے۔ لیکن نہ صرف گائے کی بلکہ بھینس کی بھی کیونکہ وہ دودھ بھی گائے سے زیادہ دیتی ہے اور کاشتکاری میں بھی اسکو کافی دخل ہے اسلئے سوامی دیانند جی مہاراج نے بھی ستیارتھ پرکاش میں صاف لفظوں میں گائے اور گھی کو ایک پلیٹ فارم پر لا کھڑا کیا تھا۔ اور گائے کی پوجا یا تعظیم کے ڈھونگ کو ختم کر کے رکھدیا تھا۔ بلکہ صاف لکھا تھا کہ ہندو دھرم پستکوں میں جہاں جہاں گومیدھ وغیرہ لکھی ہیں وہاں وہاں پشوؤں میں نروں کا مارنا لکھا ہے اس وجہ سے نرمیدھ لکھا ہے انسانوں کا مارنا کہیں نہیں۔ کیونکہ جیسی طاقت بیل وغیرہ نروں میں ہے ویسی استریوں یعنی گایوں میں نہیں۔ اور ایک بیل سے ہزاروں گائیں حاملہ ہو سکتی ہیں۔ اس سے نقصان بھی نہیں ہوگا۔ (سنسکرت عبارت) یہ براہمن کی شرتی ہے اس سے صیغہ مذکر سے جانا جاتا ہے کہ بیل وغیرہ کو مارنا۔ گایوں کو نہیں۔ اور وہ بھی گومیدھ وغیرہ یگوں میں اور جگہ نہیں۔ کیونکہ بیل وغیرہ سے بھی لوگوں کا بہت فائدہ ہوتا ہے اس لئے ان کی بھی حفاظت کرنا چاہئیے۔ اور جو بانجھ گائے ہوتی ہے اسکو بھی گومیدھ میں مارنا لکھا ہے (سنسکرت عبارت) یہ براہمن کی شرتی ہے۔ اس میں صیغہ مؤنث سے اکثر بانجھ گائے لی جاتی ہے کیونکہ بانجھ گائے سے دودھ اور بچھڑوں کی پیدائش نہیں ہوتی۔ اور جو گوشت نہ کھائے وہ دودھ وغیرہ سے گذارہ کرے کیونکہ گھی دودھ وغیرہ سے ہی قوت حاصل ہوتی ہے۔ سو جو گوشت کھائے یا گھی دودھ سے گذارہ کرے وہ سب آگ میں ہوم کئے بغیر نہ کھائے۔ کیونکہ جیو مارنے کے وقت جو تکلیف ہوتی ہے اس سے کچھ پاپ بھی ہوتا ہے۔ پھر جب آگ میں وہ ہوم کریں گے تب پرمانوؤں میں مل کر سب جیووں کو سکھ پہنچے گا۔ ایک جیو کی تکلیف سے پاپ ہوا تھا سو بھی تھوڑا سا گنا جائیگا" (صفحہ ۳۸۹، ۳۹۰)

مگر افسوس کہ سوامی جی کی وفات کے بعد جو ستیارتھ پرکاش چھاپا گیا اس میں عیسائیوں اور مسلمانوں کے خلاف تیرھواں اور چودھواں باب داخل کر دیا گیا۔ ورنہ آج یہ گوشت اور گائے کے جھگڑے نہ ہوتے۔

وید اور گائے

خود ویدوں میں کسی بھی جگہ گائے کو مارنے سے پاپ کا ہونا نہیں مانا گیا۔ بلکہ اس کے برعکس گائے ذبح کرنا۔ پکانا کھانا اور قربانی گائے کے ذریعہ بہشت ملنا صاف لکھا ہے۔ حوالہ یہ ہے:۔

(۱) یہ شتو دنام پچتی کام ہوین یہ کلپتے، پرینا ہیہ اسیہ رتو جیہ سرد سنے نیتی یتھا بیتھم۔ (اتھروید کانڈ ۱۰۔ سوکت ۹۔ منتر ۴)

پنڈت راجارام صاحب آریہ پروفیسر ڈی۔ اے۔ وی کالج لاہور۔ اس منتر کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:۔

"جو شتودنا کو پکاتا ہے وہ ہر ایک کامنا کی پورتی سے سرخرو ہوتا ہے کیونکہ پرسن ہوئے اس کے سارے رتوج ٹھیک ٹھیک ہو جاتے ہیں (شتودنا کے معنے سو دانتوں والی گائے)۔

(۲) سیے تے دیوی شمی تارہ پکتارہ سیے جہ سنے جنا ۔۔ تے تو اسرو سے گوپیتی مہیو بھینتی شتو تے۔ (ایضاً منتر ۵)

ترجمہ از پنڈت راجارام صاحب آریہ:۔ جو تیرے اے دیوی ٹھنڈا کرنیوالے (یعنی مارنے والے) اور جو جن تیرے پکانے والے ہیں۔ وے سب تیری رکشا کریں گے۔ مت ان سے ڈر اے شتودنا۔

(۳) کروڑ دتے ستام پروڑا شتوا جیسین ابھگھارتو۔ تو بکشتو دیوی کرتوا ساپکنا رم دوم وہ۔ (ایضاً منتر ۲۵)

ترجمہ پنڈت راجارام صاحب آریہ:۔ "جو تیرے دو کروڑ (کلاوے) ہیں گھی سے نکھارے ہوئے دو پروڈاش (پراٹھے) ہیں۔ ان دونوں کو پنکھ بنا کر اے دیوی۔ وہ تو اپنے پکانے والے کو سورگ کو لے جا۔

از یں قبیل بیسیوں منتر ہیں کہ جن میں گوشت خوری اور قربانی وغیرہ کا صاف ذکر ہے پھر نہ معلوم کہ کیوں اجیت کے خلاف شور برپا کیا جا رہا ہے۔

(باقی - باقی)

درخواست دعا

جماعت کے بعض احباب بیمار ہیں اور بعض مالی مشکلات میں مبتلا ہیں احباب سلسلہ حضور قلب سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں شفا دے اور مالی آسودگی عطا فرمائے۔

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ ڈلہوزی میں خیریت سے ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

— جناب ڈاکٹر شیخ محمد عبد اللہ صاحب جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کچھ عرصہ کے لئے مری تشریف لے گئے ہیں۔

سانحہ ارتحال امرتسر میں مولانا عبد الحق صاحب ودیارتھی کے چچازاد بھائی شیخ فضل حق صاحب کا انتقال ہو گیا ہے۔ مرحوم نے دو بچے یادگار چھوڑے ہیں۔ اس سے پیشتر مولانا ممدوح کی صاحبزادی بلقیس بیگم بھی امرتسر میں وفات پا گئی ہیں۔ مرحومہ نے تین بچے یادگار چھوڑے ہیں ان صدمات میں ہمیں مولانا صاحب سے گہری ہمدردی ہے اور ہم ان کے غم میں شریک ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ فوت شدگان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین!

سپاس تعزیت محترم جناب شیخ غلام قادر صاحب ریٹائرڈ ٹیلیگراف اینڈ ٹریفک انسپکٹر احمدیہ بلڈنگس لاہور ان تمام احباب کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ جنہوں نے ان کی اہلیہ محترمہ کی وفات پر تعزیتی خطوط لکھے اللہ تعالےٰ ان سب دوستوں کو جزائے خیر عطا فرمائے

— چوہدری تاجدین صاحب ویروالہ ضلع سیالکوٹ کا نوجوان اکلوتا بیٹا چوہدری مشتاق احمد کئی ماہ سے بعارضہ بخار و کھانسی بیمار ہے احباب سلسلہ کی خدمت میں درخواست ہے کہ نوجوان کی صحت کے لئے درد دل سے دعا کریں

— میاں عبد الغنی صاحب بٹ احمدیہ بلڈنگس لاہور کا بٹوا جس میں ۱۳۴ روپے تھے چند دن ہوئے گم ہو گیا ہے موجودہ حالات میں یہ ایک بہت بڑا نقصان ہے وہ احباب سلسلہ کی خدمت میں درخواست کرتے ہیں کہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ غیب سے اس نقصان کی تلافی کا سامان فرمائے اور دیگر مشکلات میں ان کا حامی و ناصر ہو آمین

مکتوبات

مکتوب بغداد

اس سے قبل ایک خط مؤرخہ ۲۱ کے روز ارسال کیا تھا - اور مبلغ پانسو روپیہ کا ڈرافٹ بھی بھجوایا تھا - امید ہے خط اور ڈرافٹ مل گیا ہوگا۔ مذکورہ بالا خط کے ملنے پر امید ہے آپ نے "نیا نظام عالم" کے انگریزی ترجمہ کی چھپائی کا کام کروا دیا ہوگا۔ اس تحریک میں اس وقت تک ایک ہزار ایک سو تریسٹھ روپیہ چھ آنے کی رقم ہو چکی ہے جس میں سے اب تک مبلغ ۹۳۶/۱۱ روپے وصول ہوئے جو آج کی ڈاک سے محاسب صاحب کے نام بھیجے جا رہے ہیں۔ (تفصیل نیچے ملاحظہ ہو) باقی رقم وصول ہونے پر ارسال کر دی جاوے گی۔ ترجمہ چھپنے پر چند کاپیاں بغداد ارسال فرما دیں -

بہت عرصہ سے آپ کی جانب سے کوئی خیریت نامہ نہیں آیا کم از کم مہینہ میں ایک بار ضرور خیریت نامہ آنا چاہیئے۔ حضرت سیدنا امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ڈلہوزی میں ہوں گے - میری، اور جملہ اخوان سلسلہ کی جانب سے حضور کی خدمت میں سلام علیکم اور دعا کے لئے درخواست عرض کریں۔ جملہ اخوان سلسلہ سے سلام علیکم۔

اسمائے معطی صاحبان

(۱) اخویم عبد الرحمن صاحب انصاری	۶۶	۱۱	۰	
(۲) اخویم کیپٹن مرزا عبد الرحمن بیگ صاحب	۱۰۰	۰	۰	
(۳) اخویم ابراہیم آدم صاحب سجوانی	۱۰۰	۰	۰	
(۴) اخویم اسماعیل محمود و السید تصدق حسین قادری	۱۵۰	۰	۰	
(۵) اخویم نواب دین صاحب آف بصرہ	۶۶	۱۱	۰	
(۶) اخویم فیض محمد صاحب	۶۶	۱۱	۰	
(۷) اخویم عبد اللطیف اسمٰعیل صاحب	۱۰۰	۰	۰	
(۸) اخویم عبد الصمد صاحب برق	۳۳	۵	۰	
(۹) اخویم محمد بشیر گل صاحب	۲۰۰	۰	۰	
(۱۰) معرفت اخویم عبد الصمد صاحب برق	۲۰	۰	۰	
میزان کل	۹۳۶	۱۱	۰	

مجموعہ نو سو چھتیس روپے گیارہ آنے فقط - اس مد میں مندرجہ ذیل احباب نے بھی وعدے فرمائے ہیں رقم وصول ہونے پر انشاء اللہ ارسال کر دی جائے گی۔

اخویم سید عابد علی صاحب	۱۰۰	۰	۰
" سلطان علی صاحب	۱۰۰	۰	۰
" ایم۔ آر۔ مرزا صاحب	۲۶	۱۱	۰
میزان	۲۲۶	۱۱	۰

(سید تصدق حسین قادری بغداد)

تعزیتی مکتوب

کلکتہ ۸ راگست ۱۹۴۳ء - مکرمی ایڈیٹر صاحب پیغام صلح -

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

آپ کے اخبار کے ذریعہ سے چوہدری خان زمان صاحب بی۔ کام کی وفات حسرت آیات کا معلوم کر کے دل کو بہت صدمہ ہوا - جن دنوں چوہدری صاحب مرحوم و مغفور یہاں کلکتہ میں سپلائی ڈیپارٹمنٹ میں کلرک تھے تو اکثر مجھ سے ملنا جلنا رہتا تھا - میں نے ان کو نہایت سعید الفطرت - خوش اخلاق اور اشاعت اسلام اور اشاعت احمدیت کا دلدادہ پایا وہ صرف اپنے دوستوں اور ملنے جلنے والوں کو ہی تبلیغ کیا کرتے تھے - بلکہ قادیانیوں کے مکان میں جا کر ان سے نبرد آزما ہوتے تھے - جب کبھی مرکز سے ٹریکٹ آتے تو وہ انکو بانٹنے کی ڈیوٹی بخوشی قبول کرتے - ان کو دیکھ . . کر مجھے نہ صرف رشک ہی آتا تھا - بلکہ شرمندگی محسوس کرتا تھا کہ میں ان جیسے جوش اور اخلاص کے ساتھ خدمت دین نہ کر سکتا تھا مجھے بہت افسوس ہوا جبکہ وہ بیمار ہو کر یہاں سے چلے گئے - مگر ان کے مضامین اخبار پیغام صلح میں پڑھ کر گویا ان سے ملاقات ہو جاتی تھی - افسوس ہے ان کی عمر نے وفا نہ کی خدا بہتر جانتا ہے - اس میں بھی کوئی مصلحت ہوگی - ہمیں افسوس کے ساتھ صبر کر کے تسلیم خم کرنا ہی پڑتا ہے - انا للہ وانا الیہ راجعون اللہ تعالیٰ چوہدری صاحب مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے وہ ان کے پسماندگان اور دوستوں کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ہماری جماعت کے نوجوانوں کو توفیق دے کہ چوہدری صاحب کے نقش قدم پر چل سکیں - ؎؎

؎؎ ہماری جماعت کے احباب کلکتہ نے چوہدری صاحب کا جنازہ غائبانہ پڑھا - مجھے ان کے بھائی صاحب چوہدری دوست محمد صاحب ایم۔ اے سے دلی ہمدردی ہے - ان کا پتہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے ان کو الگ خط نہ لکھ سکا۔

والسلام خاکسار

ممتاز احمد فاروقی۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

جماعت میں باہمی اتفاق و محبت کی ضرورت

جماعت کے باہم اتفاق و محبت پر میں پہلے بہت دفعہ کہہ چکا ہوں کہ تم باہم اتفاق رکھو اور اجتماع کرو - خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہی تعلیم دی تھی کہ تم وجود واحد رکھو . . . . نماز میں ایک دوسرے کے ساتھ جڑ کر کھڑا ہونے کا حکم اسی لئے ہے کہ باہم اتحاد ہو برقی طاقت کی طرح ایک کی خیر دوسرے میں سرایت کرے گی اگر اختلاف ہو اور اتحاد نہ ہو تو بے نصیب رہو گے - رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آپس میں محبت کرو ایک دوسرے کے لئے غائبانہ دعا کرو - اگر ایک شخص غائبانہ دعا کرے تو فرشتہ کہتا ہے کہ تیرے لئے بھی ایسا ہی ہو - کیسی اعلیٰ درجہ کی بات ہے اگر انسان کی دعا منظور نہ ہو تو فرشتہ کی تو منظور ہوتی ہے میں نصیحت کرتا ہوں اور کہنا چاہتا ہوں کہ آپس میں اختلاف نہ ہو میں دو ہی مسئلے لے کر آیا ہوں اول خدا کی توحید اختیار کرو، دوسرے آپس میں محبت اور ہمدردی ظاہر کرو - وہ نمونہ دکھاؤ کہ غیروں کے لئے کرامت ہو - یہی دلیل تھی جو صحابہؓ میں پیدا ہوئی تھی - کنتم اعداءً فالف بین قلوبکم - یاد رکھو تالیف ایک اعجاز ہے -

یاد رکھو جب تک تم میں ہر ایک - ایسا نہ ہو کہ جو اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی اپنے بھائی کے لئے پسند کرے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے وہ مصیبت اور بلا میں ہے اس کا انجام اچھا نہیں - میں ایک کتاب بنانے والا ہوں جس میں ایسے تمام لوگ الگ کر دیئے جائیں گے جو اپنے جذبات پر قابو نہیں پا سکتے - چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑائی ہوتی ہے مثلاً ایک شخص کہتا ہے کہ کسی بازی گر نے دس گز کی چھلانگ ماری ہے دوسرا اس پر بحث کرنے بیٹھتا ہے اور اس طرح پر کینہ کا وجود پیدا ہو جاتا ہے - یاد رکھو بعض کا جدا ہونا مہدی کی علامت ہے اور کیا وہ علامت پوری نہ ہو گی وہ ضرور ہو گی - تم کیوں صبر نہیں کرتے جیسے طبی مسئلہ ہے کہ جب تک بعض امراض کا قلع قمع نہ کیا جائے مرض دفعہ نہیں ہوتا میرے وجود سے انشاء اللہ ایک صالح جماعت پیدا ہوگی

(خطبہ عید الضحیٰ ۱۱ر اپریل ۱۹۰۳ء)

مولوی اللہ دتا صاحب سے ایک ضروری استفسار

مولوی اللہ دتا صاحب اپنے ایک خط میں مولینا عمرالدین صاحب شملوی کو تحریر فرماتے ہیں :-

"آپ نے معلوم کر لیا ہوگا کہ سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے منظور فرما لیا ہے کہ نبوت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کفر و اسلام منکرین حضرت مسیح موعودؑ اور مسئلہ خلافت ہر سہ مسائل پر خود جناب مولوی محمد علی صاحب ایم اے سے تحریری بحث کریں - اور ہر موضوع پر پانچ پانچ پرچے ہوں - دو ماہ اس اعلان پر گزر چکے ہیں مگر مولوی صاحب نے اسے منظور نہیں کیا - کیا آپ انہیں اس پر آمادہ کر سکتے ہیں؟ کیا آپ کو وہ اپنی تحریر یاد ہے جس میں آپ نے اس یقین کا اظہار کیا تھا - کہ مولوی صاحب صرف مسئلہ نبوت حضرت مسیح موعودؑ پر بھی بحث کیلئے تیار ہو جائینگے - خدارا مولوی صاحب کو مجبور کریں کہ اب ادھر ادھر کی باتوں کو چھوڑ کر مناظرہ کر ہی لیں کیا اس بارے میں میں انتظار رکھوں؟"

ہم مولوی اللہ دتا صاحب سے استفسار کرتے ہیں کہ میاں صاحب نے کس اخبار میں ان مسائل پر بحث کرنا منظور کیا ہے صرف پانچ پانچ پرچے لکھنے کی تجویز کی ہے ہم تو اس دن کو بڑا مبارک سمجھیں گے جب جناب میاں صاحب ان مسائل پر بحث کرنے کے لئے نکلیں - ان کے ایک مرید نے البتہ یہ ذمہ لیا تھا - کہ وہ میاں صاحب کو اس بات پر راضی کر لیگا - مگر اب وہ بھی خاموش ہے اور میاں صاحب بھی خاموش ہیں ہمارے نزدیک پانچ پانچ پرچے بے معنی ہیں [illegible]

سیاسی تحریکات

ہندو مسلم اتحاد اچھوت اقوام اور عدم تشدد

از جناب ڈاکٹر الٰہی بخش صاحب اسسٹنٹ کیمیکل اگزیمینر لاہور

جادو ہے فرنگ بھی عجیب طلسم ہے۔ ایک طرف مشرق اس کے دجل و فسوں کارروائیوں سے نالاں و ترساں ہے دوسری طرف نادانستہ نامحسوس طور پر اسی مغربی سحر کی خصوصیات شوق و جذب سے اقل کی جا رہی ہے۔ کون ہے جسے آج قومیت و وطنیت کے مغربی تخیل سے بیزاری نہ ہو؟ ایک عالم کی امن و عافیت کا بیڑا اسی نظریہ کے طفیل بھنور میں آگرا ہے۔ ایک قوم دوسری کو اور ایک ملک باقی ملکوں کو اپنے قبضہ اقتدار میں لانے کے لئے انتہائی کوشش کر رہا ہے۔ لیکن باوجود اس کے مشرقی دنیا اسی بھینٹ مغربی وطنیت کے بت کے سامنے سربسجود ہو رہی ہے۔

مغربی قوم پرستی و حب الوطنی کا خلاصہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ اپنی قوم کی ترقی و اقتدار کی خاطر ہر شے قربان ہو۔ صداقت شعاری و صداقت گوئی عہد و پیمان، عدل و انصاف آزادی ضمیر غرض ہر اعلیٰ انسانی جوہر ہی مفاد کی نذر نگاہ و برجینٹ چڑھایا جا رہا ہے۔ اگر قومی و ملکی منفعت کی خاطر غیروں سے دھوکہ و فریب کا برتاؤ کرنا پڑے تو یہ امر کچھ مضائقہ . . . نہیں۔ اگر چالبازی و عیاری، جھوٹ، دجل کے ذریعے کوئی لیڈر اپنی قوم کا مفاد حاصل کرنے والا ہو تو وہی بڑا قوم پرست شار ملک وطن اور زیرک و قابل سمجھا جائے گا۔

ہندو مسلم اتحاد

آؤ گذشتہ ربع صدی کے واقعات کا جائزہ ہندوستان میں لیں اور دیکھیں کہ یہ ملک مغربی لعنتوں کی غلامی سے آزادی کی طرف قدم اٹھا رہا ہے یا عملی میدان میں اس ملک کی حیاد و جہد مغربی غلامی کی زنجیر میں نہایت سرعت سے دقت کی جا رہی ہے؟

آزادیٔ ہند کی تحریک جنگ عظیم کے بعد وسیع پیمانہ پر شروع کی جاتی ہے اور اس تحریک کا بنیادی پتھر اس وقت ہندو مسلم اتحاد قرار دیا جاتا ہے۔ جب کچھ برسوں کی مسلسل و متفقہ جدوجہد کے جس میں مسلم قوم نے بڑھ چڑھ کر قربانی کا نمود پیش کیا امتحان کا وقت آتا ہے اور اقوام عالم کی سٹیج کے سامنے یعنی گول میز کانفرنس لندن میں ہندو مسلم مفاہمت کا مسئلہ پیش ہوتا ہے تو کانگرس اس عقدہ کی گتھی سلجھانے میں ناکام رہتی ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ اس مسئلہ کے حل کی طرف متوجہ ہی نہیں ہوتی نتیجہ وہی نکلتا ہے، جو ہمیشہ سے افتراق و انشقاق کے مقدر میں آ چکا ہے۔ گاندھی جی جو اس جگ کا بینک چیک جس کا ڈھنڈورا پیٹا جا رہا تھا کہیں دکھائی نہیں دیتا۔ بلکہ اس کے بعد آپ یہ فرماتے سنائی دیتے ہیں کہ ہندو مسلم اتحاد ہو سکے تو بہتر ورنہ اس کے بغیر ہی آزادی کا جھنڈا لہرانا ضروری ہے گویا وہ بنیادی پتھر جس سے تحریک کی ابتدا کی گئی اور جس کے باعث ہی اس تحریک کی تمام ترقی و فروغ ہوا۔ ستارۂ منثوراً ہو گیا۔ وہ امر ضروری نہ رہا بیانیہ کہ کانگرس کا اقتدار مسلم و مضبوط ہو چکا تھا۔ آج ہم پھر کانگرس پلیٹ فارم سے ہندو مسلم اتحاد کی دھیمی سی آواز سننے لگے ہیں اور شاید یہ آواز زیادہ زور سے گونجنے لگ پڑے۔ اس وقت دوبارہ کانگرس کو ضرورت ہے کہ حکومت پر اپنے وسیع اقتدار کا سکہ جمائے اس وقت پھر عملی جد و جہد اور قربانیوں کی حاجت درپیش ہے اور بغیر مسلمانوں کی شرکت کے ایسی جد وجہد یقیناً بیکار ثابت ہوگی لہذا مسلمانوں کو ازسرِنو دعوت لبیک دی جا رہی ہے۔ اور انہیں گلے لگانے کی تمنا ظاہر کی جا رہی ہے۔ پیدا ہونے کو ہیں۔

ابھی کچھ اور فریب دکھانا ہے تم کو
وہ عہد وفا توڑ کر بندھتے ہیں

اچھوت اقوام

دوسرا بڑا کارنامہ اچھوت اقوام کی رفعت کا مسئلہ ہے۔ صدیوں سے یہ قوم ہند میں بدترین غلامی کی زنجیروں میں جکڑی رہیں، کسی کو ان سے ادنیٰ انس و ہمدردی کا جذبہ پیدا نہ ہوا، حتیٰ کہ تحریک آزادی کا علم بلند کرنے کے وقت بھی کہیں ان کا نام دکھائی نہیں دیتا لیکن گول میز کانفرنس کے معاً بعد جب مختلف اقوام کو ان کے تناسب کے لحاظ سے جداگانہ انتخاب حقوق دینے کا فیصلہ کیا گیا تو گاندھی جی کے جذبہ ہمدردی و خیر خواہی کا پیمانہ لبریز ہو کر ذرا چھلک پڑا اور آپ ان مظلوم اقوام کی خاطر فاقہ کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ انہیں اپنانے اور ہندو قوم میں مدغم کرنے کی تحریک جاری کی گئی کیا ہی اعلیٰ جذبہ تھا۔ ہمارا ہند کے ماتھے پر اچھوت اقوام کی زبوں حالی کا جو کلنک کا ٹیکہ لگا ہے اسے اتارنے کی کیا ہی عمدہ احسن تجویز تھی۔ لیکن کتنے دنوں یہ غلغلہ بلند رہا؟ ہندو مسلم اتحاد اگر ناممکن تھا، تو اچھوت سدھار تو . . . عین قابل عمل تحریک تھی۔ پھر اس تحریک کی تہ کے پیچھے جو خلوص کام کر رہا تھا اس کا خاتمہ کیوں ہو گیا؟ بہت ممکن ہے کہ اگر کسی آیندہ دستور میں اچھوت اقوام کا ان کے جائز حقوق کے بارہ میں ذکر ہو تو پھر دوبارہ وہی بلند جذبے نیچ اقوام کی رفعت کے بھڑک اٹھیں۔

عدم تشدد

عام طور پر یہ امر مسلم ہے کہ گاندھی جی مسئلہ عدم تشدد کے قائل دل سے ہیں یعنی یہ حربہ بطور ایک کارگر ہتھیار کے استعمال نہیں کیا جا رہا جبکہ ایک نہتی قوم کے پاس سوائے اس کے اور کچھ چارہ ہی نہ ہو بلکہ یہ مسئلہ گاندھی جی کے نزدیک ان کے مذہب و ایمان کا جزو ہے، خدا کرے ایسا ہی ہو۔ لیکن جہاں تک کانگرس کا سوال ہے وہاں کچھ اور ہی کرشمہ نظر آتا ہے۔ کچھ عرصہ . . . کی بات ہے کہ کانگریس نے فیصلہ کیا تھا کہ بیرونی دفاع اور نیز اندرونی نظام کے قیام کی خاطر وہ عدم تشدد کی قائل نہیں اسی بناء پر گاندھی جی بھی مجلس عاملہ سے الگ کئے گئے تھے، چند ہی ایام میں قلابازی کھائی۔ گاندھی جی کے سر پر وہی لیڈری کا سہرا پھر رکھا گیا اور وہی عدم تشدد کا مسئلہ کانگریس کا جزو ایمان ہو گیا۔ گویا اگر حکومت مل جاتی تو اقتدار کے ہوتے ہوئے بھی کانگریس کو تشدد کی حاجت تھی مگر محکوم ہو کر حکومت سے ٹکر لگانے کے وقت تشدد ناجائز و حرام ہو جاتا ہے، کیا اسے پالیسی کہا جائے گا یا جزو ایمان؟ جس وقت کانگریس نے گاندھی جی کو الگ کیا اس وقت ایک دوست نے فرمایا کہ اس اقدام سے ایک طرف کانگریس کی آزادانہ سپرٹ پائی جاتی ہے، دوسری طرف گاندھی جی کی اصول پرستی۔ راقم سطور ہذا نے ان صاحب کی خدمت میں اسی وقت عرض کر دیا تھا کہ یہ ایک سیاسی چال ہے اگر حکومت کانگریس کو حاصل ہو جانے جیسے کہ اس وقت کچھ امید نظر آتی تھی تو اپنے اقتدار و اختیار کو فروغ دینے اور کمزور اقوام کو کچلنے میں کانگریس ہر ممکن ذریعہ استعمال کرے گی اسی لئے اس کا اعلان کیا جا رہا ہے اور اگر حکومت نہ ملے بلکہ غیر ملکی حکومت سے ٹکر لگانے کا سوال پیدا ہو تو لیڈری کا تاج فوراً گاندھی جی کو پہنا کر عدم تشدد کی پالیسی کا اعلان کر دیا جائے گا۔ اگر گاندھی جی کانگریس میں اس وقت بھی رہتے۔ جب کہ اس نے عدم تشدد کو ترک کر دیا تھا۔ تو پھر وہ دنیا کے سامنے دوبارہ عدم تشدد کے حربہ کو استعمال کرنے کے قابل نہ رہتے۔ . . . چاہیئے تو یوں اور ہر مذہب بھی تعلیم دیتا ہے کہ قبضہ و اقتدار کے وقت جھکاؤ اور نرمی اختیار کرو اور مظلومیت و غلامی میں اپنے جوہر جوانمردی و شجاعت دکھاؤ۔ لیکن کانگریس کا مذہب اس کے بالکل برعکس ہے۔ محکومی و مغلوبی کی حالت میں بگلے بھگت بن جاؤ اور حکومت حاصل ہو جائے تو کمزور اقوام کے برخلاف شجاعت کے جوہر دکھلاؤ۔ چنانچہ کانگریس نے اپنے نیم اقتدار کے عرصہ میں اس کا عملی ثبوت بہم پہنچا دیا تھا۔ مولوی فضل حق صاحب وزیر اعظم بنگال نے جو کھلی چٹھی . . . عرصہ ہوا گاندھی جی کے نام لکھی تھی اس میں ہائیکورٹ کے ججوں کے فیصلہ کا اقتباس درج تھا کہ کس طرح کانگریس حکومت کے وزیر اعظم اور دیگر ذمہ دار ارکان نے بیگناہ مسلمانوں کے تختہ دار پر لٹکانے کی کوششیں کیں تھیں۔ خدا بھلا کرے ہمارے "قوم پرست" مسلمانوں کا کہ وہ کانگریس میں شمولیت اختیار کر کے اسلام اور مسلمانوں کا نام روشن کر رہے ہیں اور اپنی فرض شناسی کا ثبوت دے رہے ہیں ورنہ دنیا میں یہ شور بپا ہو جاتا کہ تمام ہندوستانی مسلمان تحریک آزادی و حب الوطنی سے کورے ہیں۔

عرب ملکوں کی فیڈریشن
ایک کانفرنس کی تیاریاں

القدس۔ عراق کے وزیر اعظم جنرل نوری سعید پاشا بلاد عرب کی فیڈریشن قائم کرنے کے سلسلے میں ایک کانفرنس کے انعقاد کی تیاریاں کر رہے ہیں جو غالباً اسی سال کے دوران میں منعقد ہو گی۔ اور خیال ہے کہ تمام عرب حکومتیں اس میں شریک ہوں گی۔ شام اور لبنان کے بارے میں فرمایا! شام میں باہمی اتحاد قائم کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے بعد شام فیڈریشن کے مسئلہ پر توجہ دے سکتا ہے لبنان میں اس وقت دو آراء ہیں ایک یہ کہ عرب ممالک ایک خاص حد تک تعاون کریں۔ اور دوسری یہ کہ پورے معنوں میں عرب ممالک کی فیڈریشن قائم کی جائے۔

(بحوالہ اطلاعات پنجاب)

آنحضرت صلعم خاتم النبیین ہیں

جماعت قادیان توجہ کرے

از جناب چوہدری ولیداد صاحب احمدی شرائیص نویس احمدی ٹھاریاں ضلع گجرات

نوٹ :- چوہدری ولیداد صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کے بزرگ ہیں اور اب تک جناب میاں صاحب کی تنظیمی بیعت میں شامل تھے ان کا مندرجہ ذیل بیان جماعت قادیان پر ایک حجت ہے کہ جماعت احمدیہ کے عقائد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں کیا تھے اور اب جماعت قادیان کتنا غلو کر چکی ہے قادیانی دوستوں کیلئے اس بیان میں کافی بصیرت کا سامان ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

میں ابھی بچہ ہی تھا کہ میرے والد صاحب مرحوم مجھے ایک ولی اللہ کے پاس جو میرے گاؤں سے نصف میل کے فاصلہ پر تھا لے گئے - کیونکہ میں علم سے متنفر تھا اور بھاگتا پھرتا تھا۔ اس ولی اللہ نے میری طرف توجہ کی اور میرے والد مرحوم کو کہنے لگے کہ اب یہ خود پڑھے گا - اس کے بعد میں نے ابتدائی علم کے علاوہ قرآن شریف - احادیث تفاسیر کو پڑھا - اور جن ایام میں علم حدیث پڑھا کرتا تھا - جب میں اس مقام پر پہنچا جس جگہ نبی کریم صلعم نے فرمایا ہے کہ من

ضل علینا القاموة حرم اللہ علیہ النار

اس وقت سے میں نے اس فرمان نبوی کی مداومت کی جو آج تک ہے - اور پرندوں کی پرواز کی طرح مجھ پر آسان ہے - اور میں یہ پڑھتے پڑھتے فنا کے مقام سے واقف ہو گیا - اور حضرت مرزا صاحب کی پہلی آواز کو ہی پہچان لیا - اور آپ کی آواز کو نبی کریم صلعم کے پاک وجود سے شناخت کیا اور لبیک کہتا ہوا قادیان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور بیعت کی - اور بوقت بیعت حضرت صاحب نے تبلیغ کرنے کا ارشاد فرمایا - اور اب تک آپ کے اس فرمان کو اللہ تعالیٰ کی مدد سے پورا کر رہا ہوں -

حضرت مرزا صاحب کا دعوے نبوت کا نہیں تھا - بلکہ آپ فنا فی الرسول کے مقام پر تھے - جہاں دوئی کا نام و نشان نہیں - یہی وجہ تھی کہ آپ بوقت بیعت احمد کے ہاتھ پر بیعت کراتے تھے نہ کہ غلام احمد کے ہاتھ پر - کیونکہ احمد حضرت نبی کریم صلعم کا نام تھا - اگر آپ کی نبوت الگ ہوتی تو غلام احمد کے ہاتھ پر بیعت کراتے - مسیح موعود اور مہدی حقیقتاً نبی کریم صلعم تو ہی ہیں - کیونکہ حدیث میں آپ نے فرمایا ہے کہ اقوم انا و عیسےٰ ابن مریم فی قبرٍ واحد بین ابی بکرؓ و عمرؓ - روضہ نبوی میں چوتھا وجود ہی کوئی نہیں ہے - یہی وجہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب میں حضرت نبی کریم صلعم کا فیض تھا - اور نیز حدیث میں بھی مسیح موعود کو امام کے لفظ سے آنحضرت صلعم نے یاد فرمایا ہے - اور امام ایک بڑا درجہ ہے - اس سے بڑھ کر حضرت مرزا صاحب کی اور کیا شان ہو گی کہ نبی کریم صلعم نے فرمایا ہے کہ وہ میرے ساتھ دفن ہو گا - اور حضرت مرزا صاحب کا ایمان تھا کہ نبی کریم صلعم کی نبوت قیامت تک جاری ہے - اور آپ خاتم النبیین ہیں - سلسلہ درود شریف ثابت کرتا ہے کہ وہ نبی ہر ایک مرد اور عورت کے گھر میں سورج کی طرح رہتا ہے - گویا وہی زمانہ مومن کے سامنے رہتا ہے - یہی ایک دلیل ختم نبوت کے واسطے کافی ہے - بجز آپ کے دیکھے خدا ہرگز ہرگز کسی کو نظر نہیں آ سکتا - حضرت مرزا صاحب نے بھی فرمایا ہے

نازرو یا بیم ہر نور و کمال
وصل دلدار ازل بے او محال
ہر کہ بے او زد قدم در بحر دین
کرد در اول قدم گم منزلے

رسول اللہ صلعم کو دیکھنے والا قرآن کریم کو سمجھ سکتا ہے اور وہ زمین سابقہ کو حاضر کی طرح دیکھتا ہے - اور اسکو ایک رونے والی آنکھ ملتی ہے اور وہ تمام جہان کا ایسا ہمدرد بن جاتا ہے - جیسے مرغی اپنے بچوں کے لئے - جو شخص کلمہ پڑھتا ہے وہ مسیح موعود کا منکر حقیقتاً نہیں ہے اسلئے وہ مسلمان جو مسیح موعود کو نہیں مانتے انکو کافر کہنا زیب نہیں ہے - کیونکہ وہ اپنی نافہمی کی وجہ سے نہیں مانتے ورنہ مسیح موعود کا علیحدہ کوئی وجود ہی نہیں ہے

قادیان کی جماعت کے لوگ نہ تو حضرت صاحب کے دعوے کو صحیح سمجھ سکتے ہیں - اور نہ ہی صحیح بیان کر سکتے ہیں حالانکہ حضرت مرزا صاحب نے حضرت نبی کریم صلعم کی نبوت کو دنیا کے سامنے پیش کیا ہے - بلکہ یہ لوگ نبی کریم صلعم کے کئی ارشادات کی خلاف ورزیاں کر رہے ہیں - آپ نے تاکید اً ارشاد فرمایا تھا کہ جو امام ہو وہ خطبہ چھوٹا کرے اب اس فرمان نبوی کے برعکس نہایت ہی طول طویل خطبہ پڑھا جاتا ہے - بدیں خلاف ورزی یہ لوگ ایک بالشت بھی اپنے مقام سے آگے نہیں بڑھتے - بلکہ جہاں تھے اس جگہ پر ہیں اور من کان فی ھذہٖ اعمٰی فھو فی الاٰخرة اعمٰی کے مصداق ہیں چونکہ یہ لوگ نبی کریم صلعم سے دور ہیں اس واسطے ان کو خدا بھی نظر نہیں آتا حالانکہ خدا ان کے سامنے ہے - نبی کریم صلعم نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر صحابہ سے فرمایا کہ یہ کونسا مہینہ ہے - اور کون سا شہر ہے - صحابہ نے عرض کی کہ یہ مکہ کا شہر ہے اور حج کا مہینہ ہے - آپ نے فرمایا تم جہاں رہو اپنے آپ کو اس جگہ موجود پاؤ -

نبوت نبی کریم صلعم پر ختم ہو چکی ہے - اور قیامت تک آپ ہی نبی تمام دنیا کے لئے ہیں - حضرت مرزا صاحب کی زندگی میں یہی ہمارا اعتقاد تھا اور یہی اب بھی ہے - میں اپنے نبی کریم صلعم پر روزانہ ہزار دفعہ درود شریف پڑھتا ہوں - اور اپنے نبی علیہ السلام کو دیکھتا ہوں - اور اس برکت کی وجہ سے صلوٰۃ التسبیح بھی سفر میں اور بیماری میں کبھی فوت نہیں ہوئی -

ڈاکٹر سر محمد اقبال کے ساتھ میری عرصہ تک خط و کتابت رہی - اس نے مجھے ایک دفعہ کہا کہ آپ مرزا صاحب کو چھوڑ دیں اور اپنے عقائد میں اصلاح کریں - میں نے لکھا کہ میں نے حضرت مرزا صاحب کے اندر نبی کریم صلعم کی آواز پائی آپ بتلائیں اس میں کیا اصلاح کروں - اس کے بعد وہ خاموش ہو گئے اور پھر کبھی بھی اس طرف اشارہ تک نہ کیا -

بحیثیت مجدد اور امام کے حضرت مرزا صاحب کا مقام بہت بلند ہے - کیا ضرورت ہے - کہ نبی کا دعوے آپ کی طرف منسوب کر کے جاہل اور کم علم لوگوں کو متنفر کیا جائے اور آپ کے ماننے میں لوگوں کے آگے رکاوٹ کی یہ دیوار کھڑی کی جاوے - بلکہ تبلیغ کا رنگ وہی اختیار کیا جائے جو کہ آپ کی زندگی میں تھا -

اگر در خانہ کس است حرفے بس است
وما علینا الا البلاغ

ینگمینز احمدیہ ایسوسی ایشن

لاہور کا ہفتہ وار اجلاس

۱۵ - اگست بروز اتوار احمدیہ بلڈنگس میں زیر صدارت جناب مولانا مولوی محمد یار صاحب ایم - اے منعقد ہوا -

محمد عبد اللہ صاحب نے نہایت خوش آیند آواز میں تلاوت قرآن کریم فرمائی - اس کے بعد غلام ربانی صاحب نے "انجیل مقدس کے اردو نسخے" کے موضوع پر ایک مدلل اور پر از معلومات تقریر فرمائی - آپ نے مختلف سالوں میں طبع شدہ انا جیل سے متعدد ایسی آیات کا موازنہ کر کے دکھایا جن کو کتر بیونت کر کے اپنے ڈھب کا بنا لیا گیا ہے - اور واضح کر دیا کہ موجودہ نسخوں میں بہت کچھ غیر الہامی عنصر شامل ہے آخر میں مقرر موصوف نے ان اعتراضات کو بھی صاف کیا جو اکثر عیسائیوں کی طرف سے اسلام اور نبی کریم صلعم پر کئے جاتے ہیں - وقت زیادہ ہو جانے کی وجہ سے صاحب صدر نے جلسہ دعا پر ختم کیا -

برائے سکرٹری
محمد اعظم علوی

ارشاد امیر

(۱) بچوں کو سات سال کی عمر سے نماز کی عادت ڈالو -

(۲) بچوں کو سات سال کی عمر سے تبلیغ اسلام کے لئے خرچ کرنے کی عادت ڈالو -

(۳) بچوں کو سات سال کی عمر سے قرآن شریف کا ترجمہ سکھانا شروع کرو

محمد علی

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم ـ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ـ ندائے فتح نمایاں بنامِ ما باشد

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

پیغام صلح

ایڈیٹر: ایس۔ محمد [illegible] بی اے

جائنٹ ایڈیٹر: شیخ محمد انعام الحق

حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا ـ مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام ـ ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست ـ بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قلم دوری ازاں روشن کتاب ـ نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں۔ سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب ہوگا۔

جلد ۳۱ | لاہور۔ یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۳ شعبان ۱۳۶۲ھ م ۲۵ اگست ۱۹۴۳ء | نمبر ۳۳

معاصر الفضل کا ایک تازہ مضمون

قادیانی دوستوں کیلئے سامانِ بصیرت

الفضل مورخہ ۱۶ اگست میں ایک مضمون "امام الزمان کی ضرورت کا احساس" کے عنوان سے شائع ہوا ہے جس کے سیاق میں اختصار کے ساتھ فلسفۂ اجتماع پر روشنی ڈالی گئی ہے اور جماعت کے لئے امام کی ضرورت کو واضح کیا گیا ہے اور پھر اس امام کے متعلق لکھا ہے :-

"امام الزمان کون ہو سکتا ہے۔ اس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ ان اللّٰہ یبعث لھذہ الامۃ علیٰ رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا (مشکوٰۃ مجتبائی صفحہ ۳۶) کہ اللہ تعالیٰ بالضرور ہر صدی کے سر پر امتِ محمدیہ کے لئے مجدد مبعوث فرماتا رہے گا۔ جو تجدید دین کرے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ہر صدی کے سر پر مجدد آتے رہے۔ اور حضورؐ کی یہ پیشگوئی نہایت صفائی کے ساتھ پوری ہوتی رہی اس صدی کا مجدد امام الزمان اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا حضور فرماتے ہیں :-

"جب تیرھویں صدی کا آغاز ہوا اور چودھویں صدی کا ظہور ہونے لگا۔ تو خدا تعالیٰ نے الہام کے ذریعہ مجھے خبر دی کہ تو اس صدی کا مجدد ہے"

(کتاب البریہ حاشیہ صفحہ ۱۲۸)

"خدا تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ ہر صدی کے سر پر وہ ایسے اشخاص کو مبعوث کرے گا۔ جو دین کو تازہ کرے گا۔ اور اس کی کمزوریوں کو دور کر کے پھر اپنی اصلی صورت اور قوت پر اسے لے آئے گا۔ اس پیشگوئی کی رُو سے ضرور تھا کہ کوئی شخص اس چودھویں صدی کے سر پر خدا تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوتا اور موجودہ خرابیوں کی اصلاح کے لئے پیشقدمی دکھلاتا سو یہ عاجز عین وقت پر مامور ہوا۔ اس سے پہلے صدہا اولیاء نے اپنے الہام سے گواہی دی تھی کہ چودھویں صدی کا مجدد مسیح موعود ہوگا۔ اور احادیث صحیحہ نبویہ پکار پکار کر کہتی ہیں کہ تیرھویں صدی کے بعد ظہور مسیح ہے۔ پس کیا اس عاجز کا یہ دعوےٰ اس وقت عین اپنے محل اور اپنے وقت پر نہیں ہے؟ کیا یہ ممکن ہے کہ فرمودہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطا جائے۔ جب علماء سے یہ سوال کیا جاتا ہے کہ چودھویں صدی کا مجدد ہونے کے لئے بجز اس عاجز کے اور کس نے دعوےٰ کیا ہے۔ اور کس نے منجانب اللہ آنے کی خبر دی ہے اور ملہم ہونے اور مامور ہونے کا دعوےٰ کیا ہے تو اس کے جواب میں وہ بالکل خاموش ہیں اور کسی شخص کو پیش نہیں کر سکتے جس نے دعوےٰ کیا ہو"

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۴۰)

اس کے علاوہ لکھا ہے کہ امام الزمان کی جماعت قادیانی جماعت ہے اور اس میں شمولیت کی مسلمانوں کو دعوت دی ہے کیونکہ اس سے ان کی غفلت کے پردے چاک ہو سکتے ہیں

یہ ہے وہ صحیح مسلک اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا صحیح مذہب جس کو معاصر نا گوار نے اپنے ۱۶ اگست کے شائع میں پیش کیا ہے۔ یہ خوشی کی بات ہے کہ قادیانی صحیفوں کے ذریعہ اب کبھی کبھی حق و صداقت کی بات نکل جاتی ہے اور یہ دلیل ہے اس امر کی کہ قادیانی مسلک مرورِ زمانہ سے ناکام ہو چکا ہے۔ جناب میاں صاحب خود بعض دفعہ ایسے خطبات ارشاد فرما دیتے ہیں جن سے تکفیر المسلمین سے گریز پایا جاتا ہے اور الفضل میں بعض ایسے مضامین شائع ہو جاتے ہیں جن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق غلط عقیدہ نبوت کو پیش نہیں کیا جاتا بلکہ ان کے حقیقی مقام مجددیت کو ہی پیش کیا جاتا ہے چنانچہ اس کی ایک مثال یہ مضمون ہے جس کا اقتباس ہم نے اوپر درج کیا ہے۔ قادیانی صحیفوں کا یہ میلان بھی جماعت احمدیہ لاہور کی ایک نمایاں فتح ہے اور اس امر کا زبردست ثبوت ہے کہ حق بالآخر کامیاب ہوتا ہے اور باطل اپنی تمام کوششوں کے باوجود ناکام رہتا ہے اس میدان میں قادیانی دوستوں کے لئے کافی سامانِ بصیرت موجود ہے۔

. . . . . اللہ تعالیٰ ہمارے قادیانی دوستوں کو توفیق عطا فرمائے کہ وہ جلد غلط اور باطل عقاید کو ترک کریں اور ان صحیح عقاید کو مستقل طور پر اختیار کریں جن کو اختیار کرنے میں احمدیت کی فتح اور کامیابی کا راز مضمر ہے۔ اور ان پر یہ امر روشن ہو جائے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حقیقی جماعت وہی ہے جو باوجود انتہائی مشکلات کے صحیح عقاید کو پیش کر رہی ہے۔

جماعت کے بزرگ وصیت کریں

پہلے بھی کئی دفعہ اس طرف توجہ دلائی جا چکی ہے کہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا :-

"وہ بزرگ جو زندگی کی بہت سی منازل طے کر چکے ہیں ان سے میں کہتا ہوں کہ انھوں نے اپنی عمریں تو دین کی خدمت میں صرف کر دیں اپنے پیچھے بھی کم از کم اس کام کو جاری رکھنے کا سامان کر دیں اور اپنے مال سے کچھ وصیت کریں تاکہ ان کے پیچھے وہ صدقہ جاریہ کا کام دے، حضرت صاحب نے دسواں حصہ خدمت دین کے لئے وقف کرنے کا حکم دیا ہے ورنہ جب میں جماعت کے بزرگوں کو دیکھتا ہوں تو ایسے ایسے اخلاص کے نمونے نظر آتے ہیں کہ بعض لوگوں نے تہائی حصہ تک وصیت کر دی ہے صرف لوگوں کو توجہ نہیں ورنہ یہ ایک بڑی عظیم الشان بنیاد ہے خدمت دین کی جو ان کے ہاتھوں سے رکھی جا رہی ہے"،

ہماری جماعت کے قابل رشک بزرگ جنھوں نے حضرت امام عصر حاضر کے ہاتھ پر دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کیا ہے وہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد وصیت کو عملی جامہ پہنائیں تو اشاعت اسلام کے لئے ایک مستقل فنڈ قائم ہو سکتا ہے۔ بزرگان سلسلہ کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ جلد اس طرف متوجہ ہوں اور حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر لبیک کہیں۔

مولود مسعود

یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں انتہائی مسرت کے ساتھ سنی جائے گی کہ ۱۶ اگست کو حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ نے نبیرہ مسعود عطا فرمایا ہے جو ملک کرم الٰہی صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی کلکٹر اتھار کا پوتا ہے اور ملک اعجاز الٰہی صاحب کا صاحبزادہ ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ مولود مسعود کو نیک اور صالح بنائے اور لمبی عمر عطا فرمائے آمین۔ ہم اس ولادت پر حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ جناب ملک کرم الٰہی صاحب اور ملک اعجاز الٰہی صاحب کی خدمت میں مبارکباد عرض کرتے ہیں۔

ضروری خبر

حضرت مولانا صدر الدین صاحب سٹوٹ کشمیر سے خیریت کیساتھ واپس لاہور تشریف لے آئے ہیں۔

تعلیمی پرنٹنگ پریس لاہور میں باہتمام منیجر محمد اختر پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔

تحریک صدقہ قرضہ میں حصہ لینے والے اصحاب کی فہرست

نوٹ۔ جماعت کے جن بزرگوں اور دوستوں نے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی تحریک صدقہ قرضہ میں حصہ لیا انکی فہرست درج ذیل ہے اس فہرست کو مطالعہ کرکے بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ کے مجاہد افراد میں کس قدر قربانی اور ایثار کی روح موجود ہے اور وہ کس جرأت اور ہمت کیساتھ اپنے امیر کی آواز پر لبیک کہتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سب دوستوں اور بزرگوں کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

نمبر شمار	نام وپتہ	پائی	آنے	روپے
۱	شیخ نیاز احمد صاحب وزیرآباد	-	-	۱۰۰۰
۲	جماعت بغداد معرفت سید تصدق حسین شاہ صاحب بغداد	-	۹	۸۷۹
۳	میاں نصیر احمد صاحب فاروقی تھانہ بمبئی	-	-	۵۵۰
۴	ڈاکٹر سید طفیل حسین شاہ صاحب بھاٹی گیٹ لاہور	-	-	۵۰۰
۵	چوہدری نظام الدین صاحب چک 2/4-7	-	-	۳۰۰
۶	خانصاحب قاضی سمیع اللہ صاحب ملتان	-	-	۲۵۵
۷	ماسٹر سراج الدین صاحب ذکی سیالکوٹ	-	-	۲۵۰
۸	خان بہادر میاں غلام رسول صاحب جھنگ	-	-	۲۵۰
۹	ڈاکٹر شیخ عطاء اللہ صاحب گھوڑا گلی	-	-	۲۵۰
۱۰	میاں ممتاز احمد صاحب فاروقی۔ کلکتہ	-	-	۲۵۰
۱۱	خان بہادر مرزا غلام صمدانی صاحب پشاور	-	-	۲۵۰
۱۲	چوہدری محمد اسماعیل صاحب پنشنر ای اے سی۔ لائلپور	-	-	۲۵۰
۱۳	مخدوم محمد اشرف صاحب لاہور	-	-	۲۴۹
۱۴	نامعلوم الاسم صاحب معرفت جناب مرزا مسعود بیگ صاحب	-	-	۲۰۰
۱۵	ملک غلام سرور صاحب آگرہ	-	-	۲۰۰
۱۶	شیخ محمد اسمٰعیل ولد حاجی محمد ابراہیم صاحب چنیوٹ	-	-	۲۰۰
۱۷	~~میاں غلام عباس صاحب دہلی~~	-	-	۲۰۰
۱۷	چوہدری سلطان علی صاحب بدوملی	-	-	۱۸۰
۱۸	میاں شریف احمد صاحب میاں چنوں	-	۶	۱۷۳
۱۹	خانصاحب ڈاکٹر سعید احمد خانصاحب ڈاڈر	-	-	۱۲۵
۲۰	ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب پشاور	-	-	۱۲۵
۲۱	جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم ومغفور	-	-	۱۲۵
۲۲	خانصاحب خان غلام ربانی صاحب۔ مانسہرہ	-	-	۱۲۵
۲۳	چوہدری فضل احمد صاحب میرٹھ چھاؤنی	-	-	۱۲۵
۲۴	شیخ محمود احمد صاحب کوئٹہ معرفت حضرت امیر قوم	-	-	۱۲۵
۲۵	حضرت مولانا مولوی صدرالدین صاحب لاہور	-	-	۱۲۵
۲۶	پروفیسر شیخ ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب جنرل سیکرٹری انجمن	-	-	۱۲۵
۲۷	ڈاکٹر کرم الٰہی صاحب درگئی	-	-	۱۲۵
۲۸	ڈاکٹر عبدالرحمن صاحب لاہور چھاؤنی	-	-	۱۲۵
۲۹	حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب امیر قوم لاہور	-	-	۱۲۵
۳۰	کیپٹن مرزا رفیق بیگ صاحب کوئٹہ	-	-	۱۲۵
۳۱	شیخ میاں عطاء اللہ صاحب امرتسر	-	-	۱۲۵
۳۲	حاجی حافظ محمد حسن صاحب گجرات	-	-	۱۲۵
۳۳	شیخ عزیز احمد صاحب ٹوبہ ٹیک سنگھ	-	-	۱۲۵
۳۴	میاں مولا بخش صاحب لائل پور	-	-	۱۲۵
۳۵	سید امجد علی شاہ صاحب سیالکوٹ	-	-	۱۲۵
۳۶	شیخ محمد حیات صاحب ماڈل ٹاؤن لاہور	-	-	۱۲۵
۳۷	شیخ عبدالرحیم صاحب اچھرہ لاہور	-	-	۱۲۵
۳۸	شیخ اللہ بخش صاحب پشاور	-	-	۱۲۵
۳۹	مولوی عالم الدین صاحب شیخوپورہ	-	-	۱۲۵
۴۰	سید الطاف حسین شاہ صاحب خانپور (بہاولپور)	-	-	۱۲۰
۴۱	ڈاکٹر وزیر احمد صاحب جموں	-	-	۱۰۱
۴۲	قاضی ثناء اللہ صاحب لاہور چھاؤنی	۳	۱۱	۱۱۴
۴۳	ڈاکٹر الٰہی بخش صاحب لاہور	-	-	۱۰۰
۴۴	شیخ فضل الرحمن صاحب لائل پور	-	-	۱۰۰
۴۵	چوہدری غضنفر علی صاحب بدوملی	-	-	۱۰۰
۴۶	چوہدری سلطان علی صاحب بغداد	-	-	۱۰۰
۴۷	مختلف احباب بموقعہ سالانہ جلسہ	۳	۱۵	۹۵
۴۸	پروفیسر سلطان علی صاحب لائل پور	-	-	۹۰
۴۹	ملک شیر محمد خان صاحب بی۔ اے سرینگر (کشمیر)	-	-	۹۶
۵۰	شیخ عبدالعزیز صاحب دہلی	-	-	۸۰
۵۱	شیخ محمد لطیف صاحب دہلی	-	-	۸۰
۵۲	معرفت جناب ہیڈ ماسٹر صاحب بدوملی سکول	-	۱۱	۸۴
۵۳	مہر خان محمد خان صاحب احمد پور سیال	-	-	۷۵
۵۴	شیخ فضل حق صاحب۔ لائلپور	-	-	۶۰
۵۵	جناب ڈاکٹر حسن علی خانصاحب گوجرانوالہ	-	-	۵۲
۵۶	خان صاحب خان عبدالعزیز صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس بمبئی	-	-	۵۰
۵۷	شیخ برکت اللہ صاحب سیالکوٹ	-	-	۵۰
۵۸	محترمہ زکیہ ایزد بخش صاحب پشاور	-	-	۵۰
۵۹	خان مطیع اللہ خان صاحب مانسہرہ	-	-	۵۰
۶۰	چوہدری سرفراز خان صاحب بدوملی	-	-	۵۰
۶۱	خانصاحب جمعدار آزاد خانصاحب پولیٹیکل تحصیلدار داتہ خیل	-	-	۵۰
۶۲	اہلیہ صاحبہ محمد اشرف صاحب جموں	-	-	۵۰
۶۳	سلیمہ فاروقی صاحبہ معرفت حضرت امیر قوم ایدہ اللہ	-	-	۵۰
۶۴	چوہدری عبدالمجید صاحب مسلم ہائی سکول لاہور	-	-	۵۰
۶۵	چوہدری محمد سعید صاحب بھٹہ سیالکوٹ	-	-	۷۵
۶۶	چوہدری عبدالرحمان صاحب جموں	-	-	۵۰
۶۷	ماسٹر صادق علی صاحب پٹیالہ	-	-	۵۳
۶۸	کیپٹن مرزا عبدالرحمن بیگ صاحب	-	-	۵۰
۶۹	بیگم صاحبہ شیخ عبدالرحمن صاحب راولپنڈی	-	-	۵۵
۷۰	شیخ نذیر احمد صاحب ملتان	-	-	۵۰
۷۱	مولوی عبدالہادی صاحب عظیم کلہ (بنوں)	-	-	۵۰
۷۱	چوہدری دوست محمد صاحب ایم۔ اے۔ بی۔ ٹی جالندھر	-	-	۵۰
۷۲	ملک کرم الٰہی صاحب۔ شاہ جمال روڈ لاہور	-	-	۵۰
۷۳	خواجہ عبدالحمید صاحب امرتسر	-	-	۵۰
۷۴	شیخ عزیز احمد صاحب وزیرآباد	-	-	۵۰
۷۵	مولوی آفتاب الدین احمد صاحب لاہور	-	-	۵۰
۷۶	خان عبدالغنی خانصاحب انجینئر لاہور	-	-	۵۰
۷۷	ملک الٰہی بخش صاحب جالندھر	-	-	۵۰
۷۸	ڈاکٹر چوہدری عبدالمجید صاحب پشاور	-	-	۵۰
۷۹	مستری یعقوب علی صاحب جموں	-	-	۵۰
۸۰	پروفیسر ڈاکٹر نذیر الاسلام۔ سرینگر	-	-	۵۰
۸۱	مرزا عنایت اللہ بیگ صاحب گجرات	-	-	۵۰
۸۲	چوہدری امجد خان صاحب کراچی	-	-	۵۰
۸۳	قاضی منہاج الدین صاحب گڑگاواں	-	-	۵۰
۸۴	خواجہ محمد اصغر صاحب سیالکوٹ	-	-	۵۰
۸۵	شیخ عبدالحق صاحب دہلی	-	-	۵۰
۸۶	چوہدری فضل حق صاحب لاہور	-	-	۵۰
۸۷	ملک خدا بخش صاحب لدھیانہ	-	-	۵۰
۸۸	بابو غلام قادر صاحب لاہور	-	-	۵۰
۸۹	خان بہادر دین محمد صاحب لاہور	-	-	۵۰
۹۰	خانصاحب سید عبدالمجید صاحب کپورتھلہ	-	-	۴۰
۹۱	شیخ محمد بخش صاحب کلکتہ	-	-	۴۰
۹۲	میاں محمد زمان خان صاحب داتہ خیل	-	-	۴۰
۹۳	مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع لائل پور	۳	۵	۳۳
۹۴	مرزا معصوم بیگ صاحب چمبہ	-	-	۳۱
۹۵	بابو شکر الدین صاحب۔ راولپنڈی	-	-	۳۰
۹۶	مولانا مولوی عبدالحق صاحب ودیارتھی لاہور	-	-	۳۰

نمبر شمار	نام و پتہ	پائی	آنے	روپے
۹۷	خان عبدالاکبر خانصاحب موضع خزانہ پشاور	-	-	۳۰
۹۸	ڈاکٹر محمد اسحاق صاحب	-	-	۳۰
۹۹	پروفیسر عبدالرحمان صاحب چیفس کالج لاہور	-	-	۳۰
۱۰۰	چوہدری فتح محمد صاحب وکیل گجرات	-	-	۲۶
۱۰۱	میاں شریف احمد صاحب واہ	-	۲	۲۵
۱۰۲	بابو چراغ الدین صاحب جموں	-	-	۲۵
۱۰۳	چوہدری شبیر احمد صاحب گارڈ لاہور	-	-	۲۵
۱۰۴	شیخ عبدالرحمان صاحب راولپنڈی	-	-	۲۵
۱۰۵	حافظ محمد بخش صاحب نمبردار دہاڑی منڈی	-	-	۲۵
۱۰۶	بابو عبدالحمید صاحب پٹنہ	-	-	۲۵
۱۰۷	محمد اسماعیل محمد یعقوب صاحبان مدراس	-	-	۲۵
۱۰۸	ملک عزیز احمد صاحب انبالہ چھاؤنی	-	-	۲۵
۱۰۹	بابو عبدالحق صاحب جہلم	-	-	۲۵
۱۱۰	اہلیہ صاحبہ خان بہادر دین محمد صاحب لاہور	-	-	۲۵
۱۱۱	[illegible] عبدالعزیز صاحب و ہمراہ سال (پونچھ)	-	-	۲۵
۱۱۲	جناب مرزا مسعود بیگ صاحب لاہور	-	-	۲۵
۱۱۳	[illegible] عالم [illegible] صاحب شملہ	-	-	۲۵
۱۱۴	مولوی [illegible] صاحب، احمدیہ فارمیسی لاہور	-	۵	۲۲
۱۱۵	پروفیسر عنایت علی صاحب علی گڑھ			۲۲
۱۱۶	مولوی عزیز الدین صاحب لاہور		۵	۲۰
۱۱۷	ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور	-	۹	۲۶
۱۱۸	منشی نواب خانصاحب گوجرانوالہ	-	-	۳۰
۱۱۹	ملک احمد بخش صاحب راولپنڈی	۶	۹	۲۹
۱۲۰	منشی نواب خانصاحب جموں	-	-	۳۰
۱۲۱	ڈاکٹر خیر الدین صاحب کوئٹہ	-	-	۳۰
۱۲۲	میجر ڈاکٹر سید بشیر حسین شاہ صاحب	-	-	۲۰
۱۲۳	چوہدری سلطان محمود صاحب لاہور	-	-	۲۰
۱۲۴	مرزا خلیل الرحمان صاحب لاہور	-	-	۲۰
۱۲۵	چوہدری عبدالمجید صاحب اوکاڑہ	-	-	۲۰
۱۲۶	شیخ نثار احمد شاہ صاحب وزیرآباد	-	-	۲۰
۱۲۷	چوہدری محمد حسین صاحب چک نمبر ۸۱ جنوبی	-	-	۲۰
۱۲۸	شیخ انعام اللہ صاحب وزیرآباد	-	-	۲۰
۱۲۹	ملک لنگر حیات صاحب بھلوال	-	-	۲۰
۱۳۰	شیخ حفیظ اللہ صاحب وزیرآباد	-	-	۲۰
۱۳۱	چوہدری محمد عبداللہ صاحب چک نمبر 4/17	-	-	۲۰
۱۳۲	عبدالرحیم صاحب شجاع آباد ملتان	-	-	۲۰
۱۳۳	چوہدری فضل داد صاحب منڈی بہاؤالدین	-	-	۲۰
۱۳۴	خان محمد اسلم خانصاحب برہ خانخیل	-	-	۲۰
۱۳۵	بابو عبدالرحمان صاحب جہلم	-	-	۱۹
۱۳۶	معرفت سید محمود صاحب بمبئی	-	-	۱۹
۱۳۷	سید اختر حسین شاہ صاحب گیلانی دہلی	-	۴	۱۷
۱۳۸	شیخ عبدالرحمان صاحب سرگودھا	-	-	۱۶
۱۳۹	منجانب جماعت جہلم معرفت خدا بخش صاحب	-	-	۱۶
۱۴۰	حضرت مولانا مولوی عزیز بخش صاحب لاہور	-	-	۱۵
۱۴۱	میاں بشیر احمد صاحب واہ (سیمنٹ فیکٹری)	-	-	۱۵
۱۴۲	شیخ محمد یوسف صاحب گرنمتی لاہور	-	-	۱۵
۱۴۳	میاں عبدالغنی صاحب برٹ لاہور	-	-	۱۵
۱۴۴	مرغوب عالم صاحب شملہ	-	-	۱۵
۱۴۵	معرفت عبدالغنی صاحب	-	۸	۱۳
۱۴۶	محمد اسمٰعیل صاحب	-	-	۱۱
۱۴۷	چوہدری محمد اختر صاحب منٹگمری	-	-	۱۰
۱۴۸	نامعلوم الاسم معرفت مولانا مولوی صدرالدین صاحب	-	-	۱۰
۱۴۹	خان عبدالعزیز خانصاحب ملتان چھاؤنی	-	-	[illegible]
۱۵۰	مولوی محمد رمضان صاحب منڈی بہاؤالدین	-	-	۱۰

نمبر شمار	نام و پتہ	رقم ادا شدہ		
		پائی	آنے	روپے
۱۵۱	ماسٹر عبدالمجید صاحب اوکاڑہ	-	-	۱۰
۱۵۲	چوہدری نذیر احمد صاحب ڈیرہ غازیخاں	-	-	۱۰
۱۵۳	ملک عبدالکریم صاحب بھکر	-	-	۱۰
۱۵۴	میاں عبدالشکور صاحب لاہور	-	-	۱۰
۱۵۵	شیخ عبدالعزیز صاحب معرفت ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب	-	۴	۱۰
۱۵۶	مولوی دوست محمد صاحب لاہور	-	-	۱۰
۱۵۷	میاں غلام بشیر احمد صاحب منٹگمری	-	-	۱۰
۱۵۸	مستری فقیر محمد صاحب اوکاڑہ	-	-	۱۰
۱۵۹	ماسٹر عطا الٰہی صاحب برنالہ	-	-	۱۰
۱۶۰	منشی محمد بخش صاحب کسوکوڑ	-	-	۱۰
۱۶۱	چوہدری فضل حق، فضل رب صاحبان جہلم، حال لاہور	-	-	۱۰
۱۶۲	بابو ثناءاللہ صاحب امرتسر	-	-	۱۰
۱۶۳	چوہدری فیض احمد صاحب چک نمبر ۸۱ جنوبی	-	-	۱۰
۱۶۴	منشی غلام حسین صاحب راجپورہ	-	-	۱۰
۱۶۵	مستری محمد عبداللہ صاحب احمدیہ بلڈنگس	-	-	۱۰
۱۶۶	سید عابد علی صاحب بغداد	-	۱۵	۹
۱۶۷	انعام اللہ خانصاحب فورٹ سنڈیمن	-	۱۴	۹
۱۶۸	شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری	-	-	۸
۱۶۹	چوہدری محمد حسین صاحب اوکاڑہ	-	۵	۸
۱۷۰	قاضی شیر محمد صاحب علی پور	۳	۵	۸
۱۷۱	مولوی مرتضٰی خان صاحب لاہور	-	-	۸
۱۷۲	عبداللہ خانصاحب	-	-	۷
۱۷۳	موسٰی خان صاحب لنگیٹ کشمیر	-	-	۷
۱۷۴	جماعت دہلی معرفت محمود علی صاحب منجانب ڈاکٹر شمس الدین صاحب دہلی	-	-	۷
۱۷۵	جناب چوہدری محمد الدین صاحب ڈاڈر	-	-	۱۰
۱۷۶	سید احمد شاہ صاحب بھیرہ	-	-	۵
۱۷۷	بیگم صاحبہ محمد اسماعیل صاحب	-	-	۵
۱۷۸	شیخ عبداللہ صاحب معرفت جناب جنرل سیکرٹری صاحب	-	-	۵
۱۷۹	والدہ صاحبہ ریاض احمد صاحب بہاول نگر	-	-	۵
۱۸۰	منشی سید احمد صاحب ڈاڈر	-	-	۵
۱۸۱	میر احمد صاحب ،	-	-	۵
۱۸۲	نذیر احمد صاحب ڈاڈر	-	-	۵
۱۸۳	سراج الدین صاحب	-	-	۵
۱۸۴	محمد عبداللہ صاحب	-	-	۵
۱۸۵	محمد امین صاحب جموں	-	-	۵
۱۸۶	مستری محمد حسین صاحب موگا	-	-	۵
۱۸۷	محمد صادق صاحب ایبٹ آباد	-	-	۵
۱۸۹	چوہدری عبدالحمید صاحب مسلم ہائی سکول لاہور	-	-	۵
۱۹۰	چوہدری محمد اسماعیل صاحب مری	-	-	۵
۱۹۱	بابو محمد حسین صاحب لاہور	-	-	۵
۱۹۲	اہلیہ صاحبہ قاضی ثناءاللہ صاحب لاہور چھاؤنی	-	-	۵
۱۹۳	داروغہ نبی بخش صاحب لاہور	-	-	۵
۱۹۴	جنابہ بیگم صفدر صاحبہ معرفت حضرت امیر قوم	-	-	۵
۱۹۵	سید الف شاہ صاحب گورالی	-	-	۵
۱۹۶	قاضی غلام مصطفٰے صاحب چک ورکانی	-	-	۵
۱۹۷	سید سبحان احمد صاحب بردوان	-	-	۵
۱۹۸	چوہدری شاہ محمد صاحب وہاڑی ضلع ملتان	-	-	۵
۱۹۹	سید حسن شاہ صاحب پٹواری ملیاں کلاں	-	-	۵
۲۰۰	ہارون رشید صاحب معرفت جنرل سیکرٹری صاحب	-	-	۵
۲۰۱	فضل الدین صاحب سرینگر معرفت حضرت امیر قوم	-	-	۵
۲۰۲	بابو الٰہی بخش صاحب معرفت محمد الدین صاحب ڈاڈر	-	-	۱
۲۰۳	ڈاکٹر سید بشیر حسین شاہ صاحب	-	-	۷
۲۰۴	منجانب جماعت گوجرانوالہ چراغدین صاحب	-	-	۵
۲۰۵	میاں عبدالسبحان صاحب	-	-	۴

کیا نماز فرض کے بعد جماعت کا ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا مسنون طریق ہے

ایک دوست کے خط کے جواب میں

از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالے

آپ کے پہلے سوال کا مطلب غالباً یہ تھا کہ نماز فرض کے بعد جو عام طریق مسلمانوں میں مروج ہے کہ امام معہ مقتدیوں کے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتا ہے یہ طریق مسنون ہے یا نہ؟ اس کے جواب میں میں نے لکھا تھا کہ اس بات کا ثبوت حدیث اور عمل صحابہ سے نہیں ملتا۔ آپ نے اس کے جواب میں مشکوٰۃ سے حدیث ذیل کا حوالہ دیا ہے "عن الفضل بن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصلوٰۃ مثنی مثنی تشھد فی کل رکعتین وتخشع وتضرع وتمسکن ثم تقنع یدیک یقول ترفعھما الی ربک مستقبلا ببطونھما وجھک وتقول یارب یارب ومن لم یفعل ذلک فھو کذا وکذا"۔ یہ حدیث نماز فرض کے متعلق نہیں اور نہ اس میں امام اور جماعت کا ذکر ہے بلکہ جیسا کہ حدیث کے الفاظ "الصلوٰۃ مثنی مثنی" سے ظاہر ہے اور مشکوٰۃ کے حاشیہ پر بھی یہ نوٹ موجود ہے کہ یہ نفل کے متعلق ہے یہ نماز تہجد کا ذکر ہے کیونکہ دو دو رکعت نماز تہجد ہی ہے نماز فرض زیادہ تر چار چار اور تین رکعت ہے۔ نماز تہجد تنہائی کی نماز ہے اور اس میں یا اس کے بعد بیشک کوئی شخص جیسا کہ اس حدیث میں مذکور ہے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگے، لیکن اس حدیث کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ یہ ساری نماز دعا کے رنگ میں ہی ہے۔ نماز فرض کے بعد آنحضرت صلعم کا کیا طریق تھا اس کے لئے آپ مشکوٰۃ باب الذکر بعد الصلوٰۃ کو دیکھیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز فرض سے فارغ ہو کر نبی کریم صلعم اور صحابہ بلند آواز سے بعض ذکر کرتے تھے مثلاً ایک حدیث میں ہے کہ اللہ اکبر بلند آواز سے کہتے تھے اور ایک حدیث میں ہے کہ اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یاذا الجلال والاکرام پڑھتے تھے۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ نماز فرض کے بعد یہ ذکر پڑھتے تھے۔ لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیئ قدیر، اللھم لامانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد، اور ایک حدیث میں ہے، کہ آپ نے صحابہ کو یہ تلقین فرمائی تھی کہ نماز فرض کے بعد سبحان اللہ اور اللہ اکبر اور الحمد للہ تینتیس تینتیس بار پڑھیں۔ ایسے ہی بعض اور اذکار مذکور ہیں لیکن تمام احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ ذکر اپنی اپنی جگہ سب لوگ کرتے تھے اور کسی حدیث سے معلوم نہیں ہوتا ہے کہ اس وقت ہاتھ اٹھا کر کوئی دعا مانگی جاتی تھی۔ ویسے ہاتھ اٹھا کر دعا نبی کریم صلعم نے کئی موقعوں پر مانگی اور اس کا ذکر بھی احادیث میں اپنے اپنے موقعہ پر آتا ہے لیکن نماز فرض سے فراغت کے بعد مسنون اذکار وہی ہیں جن کا ذکر اوپر ہوا اور ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا کسی حدیث سے ثابت نہیں ؛

خاکسار- محمد علی

معذرت

اخبار پیغام صلح کا موجودہ شیوع پھر ایک دن کی تعویق سے شائع ہو رہا ہے اس تاخیر کی وجہ یہ ہے کہ پیغام صلح کے کاتب منشی محمد فاضل صاحب کی بھاوجہ اور اس کا بچہ دونوں وفات پا گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ منشی صاحب مذکور ان صدمات کی وجہ سے باقاعدہ پرچہ کی کتابت نہ کر سکے اسلئے موجودہ شیوع کے شائع ہونے میں ایک دن کی تاخیر ہو گئی ہمیں منشی صاحب سے ان صدمات میں گہری ہمدردی ہے دعا ہے اللہ تعالےٰ ان کی فوت شدہ عزیزہ کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین ؛

سانحۂ ارتحال

انتہائی افسوس کے ساتھ یہ اطلاع دی جاتی ہے کہ حضرت چوہدری نواب خاں صاحب جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دست حق پرست پر بیعت کرنے والے پرانے صحابی تھے مورخہ ۱۷ اگست ۱۹۴۳ء کو بارہ بجکر پانچ منٹ پر مقام بانیال اپنے صاحبزادہ چوہدری عبدالرحیم صاحب کے ہاں چند یوم علیل رہ کر وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دعا ہے اللہ تعالےٰ مرحوم کو جنت

نمبر شمار	نام و پتہ	رقم ادا شدہ		
		پائی	آنے	روپے
۲۰۶	معرفت چوہدری فضل داد صاحب لبوڑ	.	.	۴
۲۰۷	حاجی اللہ الدین صاحب۔ لاہور	.	-	۴
۲۰۸	شیخ احمد علی صاحب بٹالہ	.	.	۴
۲۰۹	منجانب جماعت جموں فضل احمد صاحب سرینگر	-	-	۴
۲۱۰	آمنہ بی بی صاحبہ - بدوملی	.	-	۳
۲۱۱	فضل الرحمان صاحب لنگیٹ کشمیر	.	-	۳
۲۱۳	حکیم محمد صدیق صاحب بھیرہ	.	.	۳
۲۱۴	ایم۔ کے۔ رمان صاحب یو۔ پی ٹریٹ	-	.	۳
۲۱۵	منشی فضل کریم صاحب لاہور	.	-	۲
۲۱۶	خدا بخش صاحب گروٹہ	-	.	۲
۲۱۸	چوہدری فضل داد صاحب لبوڑ	.		۲
۲۱۹	چوہدری عبدالرحمن صاحب ترمیوں	.	۴	۲
۲۲۰	سید مبارک علی شاہ صاحب - مانکی	.	۸	۲
۲۲۱	میاں عادل محمد صاحب علی پور	-	-	۲
۲۲۲	بذریعہ بل اوکاڑہ اگست ۱۹۴۳ء	-	-	۲
۲۲۳	بابو نثار اللہ صاحب جموں	-	.	۲
۲۲۴	عالم بی بی صاحبہ بدوملی	.	۴	۱
۲۲۵	چوہدری محمد شریف صاحب بدوملی	.	-	۱
۲۲۶	چوہدری عمر الدین صاحب کوٹلی	.	-	۱
۲۲۷	جلال الدین صاحب بدوملی	-	-	۱
۲۲۸	نبی بخش صاحب بدوملی	-	-	۱
۲۲۹	امام الدین صاحب بدوملی	.	.	۱
۲۳۰	مولوی عبدالوہاب صاحب لاہور	-	.	۱
۲۳۱	حمیدہ بانو صاحبہ لاہور چھاؤنی	.	.	۱
۲۳۲	محمد اسحاق صاحب نیروبی	.	-	۱
۲۳۳	الیس عبداللہ صاحب وزیرآباد	.	.	۱
۲۳۴	میاں سردار محمد خانصاحب جھنگ	.	.	۱
۲۳۵	بابو عبدالعزیز صاحب گارڈ ریلوے لاہور	-	-	۱
۲۳۶	جماعت وزیرآباد معرفت شیخ عبیداللہ صاحب	.	-	۱
۲۳۷	رحمت اللہ صاحب کلرک لاہور	-	۹	۱
۲۳۸	بابو لال دین صاحب لاہور چھاؤنی	.	-	۱۵
۲۳۹	ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب راولپنڈی	.	.	۳
۲۴۰	دین محمد صاحب بدوملی	-	۸	.
۲۴۱	حسن علی صاحب "	-	۷	.
۲۴۲	غلام نبی صاحب	.	۶	.
۲۴۳	بابو محمد حسن خانصاحب ملتان	-	-	۶
۲۴۴	چوہدری محمد اکبر خاں صاحب ملتان	.	.	۵
	کل میزان	۳	۴	۱۴۰۷۹

احمدیہ دار الشفاء کیلئے چندہ

مندرجہ ذیل اصحاب نے احمدیہ دار الشفاء احمدیہ بلڈنگس لاہور کیلئے چندہ عطا فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے۔

(۱) جناب ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب 5/-/-

(۲) جناب شیخ غلام قادر صاحب 5/-/-

(۳) جناب موسےٰ خانصاحب کشمیر 5/-/-

میزان کل 15/-/-

مذاکرہ علمیہ

وحی الٰہی از روئے فلسفہ

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم

نوٹ:۔ گذشتہ ربع صدی سے حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم کے مضامین پیغام صلح کے اوراق کی زینت تھے مگر کچھ عرصہ سے عالم عجز رقم خاموش ہے ہم آپکی یاد کو قوم کے قلوب میں تازہ رکھنے کیلئے ان کے شاہکار پیش کرتے رہینگے چنانچہ ان کے بلند پایہ مضامین سے ایک مضمون درج ذیل ہے:۔

قرآن نے جو مذہب اسلام کی الہامی کتاب ہے اس کی حقیقت کو تین فقروں میں نہایت مدلل اور ابلغ طریق پر بیان فرما دیا ہے۔ فرماتا ہے۔ کہ سبح اسم ربک الاعلیٰ ۝ الذی خلق فسویٰ ۝ والذی قدر فھدیٰ + اے انسان تیرے رب نے تجھے جس مقصد کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور اپنی ربوبیت کے فیضان سے تجھے جس اعلےٰ مقام پر پہنچانا چاہتا ہے اسے حاصل کرکے اپنے رب کے نام کی پاکیزگی اور بلندی کو ظاہر کر تاکہ مخلوق کے اعلےٰ مقام کو ترقی دینے سے اس کے پیدا کرنے والے کی اعلیٰ شان و صفات کاملہ عالیہ کا علم پیدا ہو۔ لیکن اس اعلےٰ مقام کو انسان اس ہدایت الٰہی کے ماتحت چل کر حاصل کر سکتا ہے۔ جس کے ماتحت قدرت کی ہر ایک چیز چل کر اپنے مقصد پیدائش کو حاصل کر رہی ہے۔ صحیفہ فطرت پر نظر ڈال اور دیکھ کہ تیرے رب نے ہر ایک چیز کو پیدا کیا۔ پھر اسے ٹھیک، بنایا یعنی جس مقصد کے لئے اسے پیدا کیا۔ اس کے مناسب حال نہایت عمدہ قویٰ اور استعدادیں بھی عطا فرمائیں۔ پھر اس میں ہر ایک امر کا اندازہ مقرر کر دیا اور پھر اسے ان راہوں پر چلایا۔ جن پر چل کر وہ اپنے مقصد پیدائش کو حاصل کر لیتی ہے۔ پس تو بھی خدا کی بتائی ہوئی راہوں پر چل کر اپنے مقصد پیدائش کو حاصل کر۔

ان آیات میں چار باتوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ جن کا پایا جانا کائنات کی ہر ایک چیز میں لازمی ہے۔

(۱) ایک تو اس کی پیدائش۔

(۲) دوم اس کی پیدائش کی غرض کے مناسب حال اس میں قویٰ کا پایا جانا۔

(۳) سوم اس کی قوتوں میں ایک خاص اندازہ کا پایا جانا اور اس چیز کا دوسری اشیائے کائنات سے ایک خاص نسبت رکھنا۔

(۴) چہارم پھر اس خاص اندازہ کے مطابق قدرت کا ان قوتوں کو ان راہوں پر چلا دینا جن پر چل کر وہ مقصد حاصل ہو جاتا ہے جس کے لئے یہ چیز پیدا ہوئی ہے۔

پس جب یہ چار باتیں کائنات کی ہر چیز میں لازمی طور پر پائی جاتی ہیں۔ تو ضرور ہے کہ انسان بھی ان چاروں باتوں سے خالی نہ ہو۔ یعنی:۔

(۱) ایک تو اس کی پیدائش۔

(۲) دوم اس کی پیدائش کی غرض کے مناسب حال اس میں قویٰ کا پایا جانا۔

(۳) سوم اس کی قوتوں میں ایک خاص اندازہ کا موجود ہونا اور دوسری اشیائے کائنات سے اس کا ایک خاص نسبت رکھنا۔

(۴) چہارم اس خاص اندازہ کے ماتحت قدرت کا اس کی قوتوں کو ان راہوں پر چلانا جن پر چل کر وہ ان مقاصد کو حاصل کرے جس کے لئے یہ پیدا ہوا ہے۔

ہمارے زیر بحث یہاں چوتھی بات ہے۔ یعنی قدرت کی ہدایت جس کے ماتحت چل کر انسان اپنے مقصد پیدائش کو حاصل کر لیتا ہے

یہ تو ظاہر ہے۔ کہ انسان کو کائنات کی دوسری اشیاء سے ایک حد تک تو اشتراک ہے۔ مگر ایک حد کے آگے خاص طور پر امتیاز بھی حاصل ہے۔

اشتراک تو اس امر میں ہے کہ اس کی حیوانی زندگی کے لئے جو قوتیں اسے عطا ہوئے ہیں۔ وہ اسی طرح بلا ارادہ اور بے اختیار قدرت کی ہدایت کے ماتحت کام کرتے ہیں جس طرح دوسری اشیاء کائنات کرتی ہیں۔ مثلاً کھانے کا ہضم ہونا، دل کی حرکت، دوران خون غرضیکہ تمام جسم انسانی کا نظام بالعموم بغیر ارادہ اور بے اختیار قدرت کی ہدایت کے ماتحت چل رہا ہے۔ یہ حصہ تو وہ ہے۔ جو انسان اور دوسری اشیائے کائنات میں مشترک ہے۔

مگر انسان میں علاوہ ازیں ایک اور حصہ بھی ہے۔ جسے تمام دیگر اشیائے کائنات پر ایک خاص امتیاز حاصل ہے۔ اور حقیقت میں اسی کا نام انسانی زندگی ہے۔ اور وہ ہے اس کا قلب جس میں خود شناسی اور خود اختیاری کی صفات موجود ہیں جس کے ذریعے انسان اپنی ہستی کو پہچانتا ہے۔ اپنی نسبت کائنات کی دوسری چیزوں سے اور ان کی آپس کی نسبت کو خوب پہچانتا ہے۔ پھر اس علم کے ساتھ اپنے ارادہ اور سمجھ کے مطابق ان میں دخل دینے کی بھی قدرت رکھتا ہے۔ یہ وہ حصہ ہے جس میں ترقی کرنا انسان کی پیدائش کی غرض اصلی ہے۔ اس حصہ میں ترقی کرنے کے لئے ضرور ہے۔ کہ انسان علم صحیح حاصل کرے۔ اور دنیا میں جو چیزیں بھی ہیں۔ ان میں اپنے صحیح مقام کو پہچان کر اپنی اور دوسری چیزوں کی ماہیت کا علم حاصل کرکے ان میں اپنے ارادہ اور مرضی سے تصرف کرے۔ اور اس طرح کائنات کی کل اشیاء پر حکومت کرے اور ترقیات لا متناہی کا وارث ہو۔ اس لئے اس حصے میں اگر خالق فطرت کی ہدایت اسی طرح ہوتی جس طرح دوسری اشیاء میں ہوتی ہے۔ یعنی بلا اختیار و بلا ارادہ اس کی قوتیں اور استعدادیں کام کرتیں تو ظاہر ہے۔ کہ پھر امتیاز انسانی ہی مٹ جاتا اور انسان کی پیدائش کی اصلی غرض ہی فوت ہو جاتی۔ پس اس حصۂ انسانی یعنی قلب انسانی کو خالق فطرت کی طرف سے ہدایت اسی طرح ہو سکتی تھی۔ کہ انسان کو اس کی پیدائش کے مقصد کا اور اس کے حصول کی راہوں کا اس کے خالق کی طرف سے صحیح علم دے دیا جاتا۔ اور وہ اسی علم کو حاصل کرکے اپنے ارادہ و مرضی سے اس پر عمل کرتا۔

دوسرا امر قابل توجہ یہ ہے۔ کہ کوئی انسان اپنی فطرت میں علم لے کر پیدا نہیں ہوتا۔ یعنی علم اس کے قلب کے اندر سے نہیں پھوٹتا بلکہ علم ہمیشہ قلب کے خارج سے آتا ہے البتہ انسان میں علم کو قبول کرنے کی استعداد اور اس کے حاصل کرنے کے ذرایع یعنی حواس خمسہ فطرتاً موجود ہوتے ہیں۔ انسان ان حواس خمسہ کے ذریعے علوم حاصل کرکے ان کو سمجھتا اور ان سے نتائج نکالتا ہے۔ اور فیصلے کرتا ہے لیکن یہ کبھی نہیں ہوتا کہ علم انسان کے قلب کے اندر سے خود بخود پیدا ہو۔ مثلاً جب تک انسان سرخ اور سبز رنگ کو نہ دیکھے وہ نہیں سمجھ سکتا۔ کہ سرخ اور سبز رنگ کیا ہوتا ہے جب دیکھ کر علم حاصل کر لیتا ہے۔ تو پھر ان کو سمجھتا ہے اور ان میں امتیاز بھی کر سکتا ہے اسی لئے خالق فطرت نے انسان کو حواس خمسہ عطا فرمائے ہیں جن کے ذریعہ سے انسان علم حاصل کرتا ہے۔ یعنی قوت باصرہ، قوت سامعہ، قوت شامہ، قوت ذائقہ، قوت لامسہ۔ جب تک یہ پانچوں حواس یعنی دیکھنے، سننے، سونگھنے، چکھنے اور چھونے کی قوتیں انسان میں موجود نہ ہوں۔ وہ کوئی علم نہیں حاصل کر سکتا۔ ان قوتوں میں دیکھنے اور سننے کی قوتیں حصول علم کے ذرایع میں سب سے بڑھ کر مقام رکھتی ہیں۔ یہ قوتیں خارج کی چیزوں کو محسوس کرکے انسان کے اندر علم پیدا کرتی ہیں۔

اب ایک اور امر بھی سمجھ لینا چاہیئے۔ جو علم فزیالوجی اور سائیکالوجی کا ایک مسلمہ مسئلہ ہے۔ اور سچ پوچھو تو یہی وہ بات ہے جو انسان کے حواس خمسہ میں خاص طور پر امتیازی رنگ میں نمایاں نظر آتی ہے۔ اور جس کی وجہ سے انسان اپنے احساس سے جس علم کو حاصل کرتا ہے۔ اسے سمجھتا اور اس سے نتائج نکالتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ انسان کے حواس خمسہ یعنی دیکھنے، سننے، چکھنے، سونگھنے، چھونے میں سے ہر ایک حس کے بالمقابل اسی قسم کی ایک ایک حس اندر قلب انسانی (Mind) میں موجود ہے۔ اور دماغ میں ان کے مرکز موجود ہیں۔ جب تک وہ حسیں کام نہ کریں۔ ظاہری حواس خمسہ میں سے کسی حس سے بھی کوئی علم قلب انسانی محسوس نہیں کر سکتا۔ مثلاً قلب کی بصارت کی حس کا مرکز اگر خراب ہو جائے۔ تو ایک انسان ایک چیز کو دیکھتا رہیگا مگر اسے تمیز نہ کر سکے گا۔ کہ وہ کیا دیکھ رہا ہے۔ خواہ اس چیز کو ہزار بار دیکھا ہو۔ اور جانتا بھی ہو۔ وہ گھوڑے کو دیکھ رہا ہے۔ مگر نہیں جانتا کہ وہ گھوڑا ہے۔ کیونکہ اس کے قلب کی بصارت کی حس کام نہیں کر رہی۔ اسی طرح قلب کی قوت سامعہ اگر خراب ہو جائے۔ تو وہ ایک آواز کو سنے گا۔ مگر سمجھے گا نہیں کہ اس کا کیا مطلب ہے۔ خواہ اس کی اپنی زبان ہو۔ اور سو دفعہ سن چکا ہو۔ تو معلوم ہوا کہ جسم انسانی کے حواس خمسہ کی طرح قلب انسانی کے حواس خمسہ انہی کے بالمقابل الگ ہیں۔ اور حواس ظاہرہ کا دیا ہوا علم اسی صورت میں مل سکتا ہے کہ اس کے اپنے حواس خمسہ خود خارج سے کسی چیز کو محسوس کریں۔ اور اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔

(۱) یا تو حواس خمسہ ظاہری اپنے احساس کو حواس خمسہ باطنی تک منتقل کریں۔ یعنی حواس خمسہ باطنی حواس خمسہ ظاہری کی وساطت سے علم حاصل کریں۔

(۲) یا حواس خمسہ باطنی بلا وساطت حواس خمسہ ظاہری کے کسی چیز کو محسوس کریں۔ دونوں صورتوں میں چونکہ قلب انسانی کے اپنے حواس جو اس کے لئے ذرائع علم ہیں۔ کام کرینگے۔ اس لئے دونوں طریق پر قلب انسانی علم حاصل کر سکیگا۔

حواس خمسہ ظاہری جس علم کو حواس خمسہ باطنی تک منتقل کرتے ہیں۔ وہ مشاہدہ اور تجربہ کے ذریعے سے انسان کی اپنی کوشش اور سعی سے بتدریج ملتا ہے۔ اور اس میں انسان بوجہ ناتجربہ کاری اور علم و عقل کی کمزوریوں سے بار بار ٹھوکریں کھاتا اور غلطیاں بھی کرتا ہے۔ اگر اس طریق سے اسے اپنے مقصد پیدائش اور اس کے حصول کی راہوں کا علم حاصل کرنے کی کوشش کرنی پڑتی۔ تو وہ غلطیاں کر کرکے ہلاک ہو جاتا۔ اور یہ اس پیدائشی حق کے خلاف ہوتا۔ جو کائنات کی ہر چیز کو حاصل ہے۔ جیسا کہ میں اوپر ذکر کر آیا ہوں۔ یعنی ہر ایک چیز جو پیدا کی گئی ہے۔ خود اس کے پیدا کرنے والے کی طرف سے اس کو ان صحیح راہوں پر چلایا جاتا ہے۔ جن پر چل کر وہ اپنے مقصد پیدائش کو پا لیتی ہے۔ پس انسان کے اس پیدائشی حق کا تقاضا یہ تھا کہ اسے اپنے پیدا کرنے والے کی طرف سے کسی کوشش کے نتیجے میں نہیں بلکہ وہبی طور پر وہ علم براہ راست ملتا جس کے ذریعے سے وہ صراط مستقیم پر چل کر اس مقصد کو پا لیتا جس کے لئے وہ پیدا ہوا ہے۔ چنانچہ جب سے انسان عالم وجود میں آیا ہے۔ قلب انسانی کو اس کے خالق کی طرف سے یہ علم بھی ملتا آیا ہے۔ اور ظاہر ہے۔ کہ یہ علم جو بطور موہبت کے قلب انسانی کو ملتا ہے۔ وہ بلا وساطت حواس ظاہری کے ملنا چاہیئے۔ کیونکہ حواس ظاہری تو اس لئے ہیں کہ انسان ان کے ذریعے اپنی کوشش سے علم حاصل کرے۔ اور جو علم بطور موہبت ملے گا۔ اس میں ان حواس کی

وساطت عبث ہے۔ پس قلب کو جو علم اس صورت میں ملتا ہے۔ وہ براہ راست اس کو اپنے انہی حواس باطنی کے ذریعہ ملتا ہے۔ جو اس میں موجود ہیں۔ یعنی قوت باصرہ، قوت سامعہ قوت شامہ۔ قوت ذائقہ۔ قوت لامسہ کے ذریعے سے۔ یہ حواس باطنی چونکہ ظاہری حواس سے عین مشابہ ہیں۔ اس لئے یہ بھی اسی طرز میں احساس کو قبول کرتے اور علم کو حاصل کرتے ہیں جس طرز میں حواس ظاہری علم حاصل کرتے ہیں۔ پس ظاہر ہے۔ کہ قلب انسانی کو اگر کوئی علم خالق فطرت کی طرف سے بلا وساطت حواس ظاہری کے براہ راست دیا جائے گا۔ تو ضرور ہے کہ وہ بھی یا تو آواز کے رنگ میں الفاظ معنی ہو۔ جسے اصطلاح میں **وحی والہام** کہتے ہیں۔ یا نظارہ و مشاہدہ کے رنگ میں ہو جسے **کشف و رویا** کہتے ہیں۔ یا قلب کو احساس لمس ہو جسے **القا و نزول فراست** یا خوشبو و بدبو اور ذائقہ کی شکل میں احساس ہو۔ کیونکہ یہی وہ حواس ہیں۔ جن کے ذریعہ قلب علم حاصل کرسکتا ہے۔ بغیر ان حواس باطنی کے قلب کوئی علم حاصل نہیں کرسکتا۔ پس جب ان حواس پر براہ راست اثر ڈال کر قلب کو کوئی علم دیا جائے گا۔ تو وہ اسی طرح دیا جائے گا جس طرح حواس ظاہری کے ذریعہ سے دیا جاتا ہے۔ اور قلب اسے اسی طرح محسوس کرے گا جس طرح اس وقت کرتا ہے۔ جب کوئی علم حواس ظاہری کے ذریعہ حواس باطنی کو منتقل ہوتا ہے۔ قلب کے اپنے حواس دونوں صورتوں میں یکساں کام کریں گے۔ یعنی خواہ کوئی علم حواس ظاہری سے حواس باطنی کی طرف منتقل ہو رہا ہو یا براہ راست حواس باطنی کو اس کے خالق کی طرف سے مل رہا ہو۔ قلب انسانی کو اس کا احساس یکساں ہوگا۔ وہ اپنے خالق کی آواز کو اسی طرح سنے گا اور اس کے عجائبات کو اسی طرح دیکھے گا جس طرح اس وقت آواز کو سنتا یا کسی مشاہدہ کو دیکھتا ہے۔ جب یہ احساس حواس ظاہری سے حواس باطنی کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ فرق صرف اتنا ہوتا ہے۔ کہ جب حواس باطنی براہ راست کسی علم کو حاصل کرتے ہیں۔ اس وقت حواس ظاہری معطل ہوتے ہیں۔

پس جب یہ ثابت ہو چکا کہ قلب انسانی میں بھی اسی قسم کے حواس ہیں جس طرح ظاہر میں حواس ہیں۔ اور ان حواس کے ذریعے وہ اپنے خالق کی آواز کو اسی طرح سن سکتا ہے اور اس کے باطنی عجائبات کو اسی طرح مشاہدہ کرسکتا ہے جس طرح انسان ظاہری حواس سے سنتا اور دیکھتا ہے۔ تو پھر ظاہر ہے۔ کہ ہر ایک انسان کم و بیش ان حواس سے علم حاصل کرسکتا ہے۔ لیکن چونکہ ہر ایک انسان کی فطری استعداد الگ ہے۔ اور سب کی قوتیں یکساں نہیں ہوتیں۔ جس طرح ظاہری حواس اور قوتیں بعض میں تیز اور طاقتور ہوتی ہیں۔ اور بعض میں کمزور۔ اور بعض میں کسی وجہ سے پوری طرح نشوونما نہیں پاتیں اسی طرح باطنی حواس بھی سب کے یکساں طور پر تیز اور طاقتور نہیں ہوتے۔ اور اکثر ایسا ہوتا ہے۔ کہ دنیا میں انہماک کی وجہ سے ان کا نشوونما کما حقہ نہیں ہوتا۔ اس لئے خالق فطرت کی طرف سے انسان کو اس کا پیدائشی حق یعنی ہدایت دینے کے لئے ایسے لوگوں کا انتخاب ہو جاتا ہے۔ جن کی استعداد اور حواس باطنی کی ذکاوت اور لطافت نہ صرف فطرتی طور پر دوسرے لوگوں سے امتیاز خاص رکھتی ہے۔ بلکہ ان کی توجہ الی اللہ ان کے حواس و قوائے باطنیہ کو کامل طور پر نشوونما دے دیتی ہے۔ یہ لوگ خالق فطرت کی آواز کو سننے اور اس علم کو حاصل کرتے ہیں۔ جس پر عمل کرنے سے انسان اپنے مقصد پیدائش کو حاصل کر لیتا ہے۔ اس علم کا نام **وحی الٰہی** ہوتا ہے۔ اور یہ لوگ **نبی** کہلاتے ہیں۔ جس طرح تیز نگاہ رکھنے والا انسان پہلی رات کا چاند دیکھ کر کمزور نگاہ والوں کو بتلاتا ہے۔ اسی طرح انبیا اپنے حواس قلبی کی تیزی اور ان کے پورے نشوونما پائے ہوئے ہونے کی وجہ سے اس قابل ہوتے ہیں۔ کہ ہدایت الٰہی کا علم حاصل کرکے دوسرے لوگوں کو دیں۔ اور اسی وجہ سے وہ اس کام کے لئے خالق فطرت کی طرف سے منتخب کئے جاتے ہیں تاکہ انسان کو اس کا پیدائشی حق دیا جائے۔ اور تا ہر شخص اس علم سے بہرہ یاب ہوسکے۔ انبیاء کی بتائی ہوئی ہدایات پر عمل کرنے سے نہ صرف یہی ہوتا ہے۔ کہ انسان اپنے مقصد ہستی کو پا لیتا ہے۔ بلکہ اس طرح اس کی اپنی باطنی قوتوں کا نشوونما بھی اس قدر ہو جاتا ہے کہ وہ خود بھی حسب استعداد اس مزہ کو چکھ لیتا ہے

متذکرہ بالا امور محض فلسفہ ہی کی حد کے اندر محدود نہیں۔ بلکہ ہزارہا انبیا اور ان کے متبعین کامل کے اپنے ذاتی تجربوں اور مشاہدوں کی وجہ سے انہیں ایک عین حقیقت کا مرتبہ حاصل ہے۔ اس حقیقت کو پا کر پھر ایک دانا اور منصف مزاج انسان انکار کر نہیں سکتا۔ مثال کے طور پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو لے لو۔ آپ مہبط وحی الٰہی ہونے کے مدعی ہیں۔ آپ نے جو وحی الٰہی کے متعلق گواہی دی ہے۔ وہ اس قدر زبردست ہے کہ اس کا انکار نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ آپ کی گواہی کے ساتھ بعض باتیں ایسی نظر آتی ہیں جن کی وجہ سے ماننا پڑتا ہے۔ کہ جو کتاب ہدایت انسانی کے لئے آپ نے پیش کی یعنی قرآن وہ واقعی وحی الٰہی ہے۔

(۱) سب سے پہلے یہ کہ آپ کی پہلی زندگی نہایت پاک و صاف تھی۔ آپ کو خود آپ کی قوم نے صادق اور امین کا خطاب دے رکھا تھا۔ آپ نے اپنی پہلی تمام عمر کی پاکیزگی اور راستبازی کو بطور دلیل کے بڑی تحدی کے ساتھ اپنی قوم کے سامنے پیش کیا۔ اور مطالبہ کیا کہ جب تمام عمر جھوٹ سے کام نہیں لیا۔ تو اب آخر عمر میں آکر خدا پر کس طرح جھوٹ بول سکتا ہوں۔ باوجود اس تحدی کے آپ کی قوم جس میں آپ نے دن رات عمر بسر کی تھی۔ آپ کی پہلی زندگی پر حرف گیری نہ کرسکی۔

(۲) آپ کو دنیا کا لالچ نہ تھا۔ جب آپ کی قوم کے لوگوں نے آپ کے سامنے بڑی سے بڑی دولت، خوبصورت سے خوبصورت عورت، سلطنت و امارت غرضیکہ دنیا کی تمام لذات اور عزت کے سامانوں کو ایسے وقت میں پیش کیا۔ جب آپ اپنی دعوت کے ابتدائی ایام میں نہایت افلاس اور مصیبت کی حالت میں تھے اور اس کے بدلہ میں صرف یہ چاہا۔ کہ آپ اپنی تبلیغ سے رک جائیں۔ تو آپ نے ان سامان دنیوی کو نہایت حقارت کے ساتھ رد کر دیا۔ اور اپنے مشن کو پورا کرنے کے لئے ہر ایک قسم کا دکھ اٹھانے کے لئے تیار ہوگئے۔ پھر آخر عمر میں جب آپ تمام عرب کے بادشاہ بن گئے۔ تب بھی آپ نے اپنی فقر و مسکنت کی زندگی کو نہ چھوڑا۔

(۳) آپ مجنون نہ تھے۔ کہ کسی دماغی خرابی کی وجہ سے ایسا کرتے تھے۔ بلکہ صاحب خلق عظیم تھے۔ آپ کی صحبت میں بیٹھنے والوں کو جس چیز نے سب سے بڑھ کر شیدائی بنا دیا۔ وہ آپ کے اخلاق فاضلہ ہی تھے۔ اور آپ کا کلام علم و حکمت سے پُر ہوتا تھا۔ جس نے عرب کے وحشیوں کو دنیا کا معلم بنا دیا۔

(۴) آپ نے کسی استاد سے علم نہیں سیکھا ان پڑھ تھے۔ کتاب سے بھی علم نہ حاصل کر سکتے تھے۔ دوسری کوئی زبان بھی نہ جانتے تھے جس سوسائٹی میں آپ نے پرورش پائی۔ وہ ساری کی ساری ان پڑھ اور سخت جاہل تھی۔ اس لئے صحبت علمی بھی آپ کو میسر نہ تھی۔ بایں ہمہ آپ نے جس کلام کو وحی الٰہی کے طور پر پیش کیا۔ اس کے لئے نہایت زور سے تحدی کی۔ کہ کیا بلحاظ اثر و تزکیہ جو اس پر عمل کرنے سے حاصل ہوگا۔ انسان کی بنائی ہوئی کوئی کتاب اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ اور یہ فیصلہ کن بات تھی۔ ایک ایسا قلب صافی جو حواس ظاہری کے ذریعہ سے کوئی بھی علم نہ حاصل کرسکا ہو۔ وہ جب کوئی ایسا علم پیش کرے۔ جس کی فصاحت و بلاغت اور علم و حکمت کی مثل لانے سے نہ صرف تمام قوم عاجز رہ گئی۔ بلکہ آج تک اس کا مخالف سے مخالف بھی اس کی ایک سورۃ کی مثل نہ لاسکا ہو جس کے اصولوں کو دیکھ کر یورپ کے وہ منصف مزاج لوگ جو آج علم و حکمت کے آسمان کے تارے ہیں۔ حیرت سے کہیں کہ یہی وہ اصول ہیں۔ جو ہماری فطرت کی پیاس کو بجھا سکتے ہیں۔ اور اپنی غلط فہمیوں کا اعتراف کریں۔ اور لامذہبی کے جلتے بھنتے بیابان میں یہی اصول انہیں چشمۂ آبحیات نظر آئیں۔ اور جس کے زبردست اصولوں کے سامنے منکر سے منکر قوموں کو بھی آخرکار طوعاً و کرہاً سر کو جھکانا پڑے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ جس کی ہدایتوں پر چل کر عرب کی وحشی سے وحشی اور جاہل سے جاہل قوم نہ صرف صاحب سطوت و حکومت اور متمدن و مہذب بن کر علم و حکمت کی دنیا میں معلم بن گئی۔ بلکہ معرفت الٰہیہ اور تقویٰ و طہارت کے تمام مدارج عالیہ کو طے کر کے اس **مقصد** کو بدرجہ اولیٰ حاصل کر گئی۔ جس کے لئے انسان پیدا ہوا تھا۔ تو پھر سوائے اس کے چارہ نہیں رہتا کہ مانا جائے کہ یہ وہ ہدایت اور علم تھا۔ جو جناب محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے قلب سلیم نے اپنے حواس باطنی کے ذریعے اپنے خالق سے انسانوں کی ہدایت کے لئے حاصل کیا۔ یعنی وحی الٰہی کے ذریعے سے آپ کو یہ علم عطا ہوا تھا۔

(۵) اور یہ امر پھر یقین کو اپنے انتہائی کمال کے مقام پر پہنچا دیتا ہے۔ جب خدا کے قول کی تائید میں خدا کا فعل بھی نظر آتا ہے یعنی جو لوگ آپ کی بتلائی ہوئی ہدایت اور علم کی اتباع کرتے ہیں۔ وہ واقعی مقصد پیدائش انسانی کو حاصل کر لیتے ہیں۔ جو لوگ اس کے خلاف چلتے ہیں۔ وہ ان تمام ترقیات و کمالات کو حاصل کرنے سے محروم رہ جاتے ہیں۔ جو متبعین کو ملیں۔ بلکہ مخالفت کرنے والے ذلیل اور ہلاک کر دیئے جاتے ہیں۔ اور یہ سب کچھ پہلے سے اس وقت بتا دیا گیا تھا جب آپ کی تعلیم پر تمسخر ہوتا تھا۔ اور آپ کی بیکسی و بےبسی کی وجہ سے آپ کے متبعین بکریوں کی طرح ذبح کئے جاتے تھے۔ اور سخت مصائب میں مبتلا تھے۔ جیسے جیسے مخالفت کا زور بڑھتا گیا ویسے ویسے تحدی بھی بڑھتی تھی۔ سالہا سال کی مہلت مخالفین کو دی گئی۔ تاکہ پورا زور لگا لیں۔ مگر آخرکار خدا کے فعل نے اپنے قول کی تائید کی۔ مخالفت کرنے والے باوجود اپنی تمام طاقتوں اور قوتوں کے ناکام و ناپید ہوگئے۔ اور اتباع کرنے والے باوجود اپنی بےبسی اور بیکسی و ضعف کے اخلاقی، علمی، سیاسی اور روحانی ترقیات کے معراج پر پہنچ گئے۔ جو پہلے سے کہا تھا۔ وہی پورا ہوا۔ یہ انسانی طاقت سے بڑھ کر تھا۔ اب خدا کا فعل تھا۔ جو اپنے قول کی تائید میں ظاہر ہوا +

خط و کتابت کرتے وقت
چٹ نمبر کا حوالہ
ضرور دیں

شذرات

(از محمد انعام الحق)

فیصلہ کن مناظرہ سے محمودیوں کا گریز

محمودی جماعت اختلافی مسائل پر فیصلہ کن مناظرہ سے مسلسل گریز کر رہی ہے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے جناب خلیفہ قادیان کو بارہا دعوت دی کہ وہ مسئلہ تکفیر و نبوت وغیرہ اختلافی مسائل پر ثالث مقرر کر کے فیصلہ کن مباحثہ کرلیں تاکہ آئے دن بحث و مناظرہ کی ضرورت باقی نہ رہے۔ جس پر دونوں جماعتوں کی کافی قوت اور کافی وقت صرف ہوتا رہتا ہے۔ اس کے لئے حضرت ممدوح نے نہایت آسان، معقول اور منصفانہ شرائط پیش فرمائیں۔ لیکن جناب خلیفہ قادیان اور ان کے مصاحبین و اخبارات نے ہمیشہ فیصلہ کن مباحثہ سے گریز کیا۔ کبھی خاموش رہے کبھی اُلٹے سیدھے بہانے کر دیئے۔ اس گریز کی وجہ واقف کار حضرات پر بخوبی ظاہر ہے۔

ثالثوں کی تجویز فیصلہ کن مباحثہ کے مقصد کے لحاظ سے نہایت ضروری اور مفید تھی۔ ثالثوں نے صرف اس قدر فیصلہ کرنا تھا۔ کہ کس فریق کے دلائل زیادہ وزنی ہیں۔ ان کے فیصلہ کی وجہ سے کوئی فریق اپنے عقائد تبدیل کرنے کا پابند نہ تھا۔ پھر ثالثوں کا انتخاب دونوں جماعتوں سے اس طریق پر تجویز ہوا تھا کہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ چند ثالث جماعت قادیان میں سے منتخب فرمالیں اور اسی قدر ثالث جناب خلیفہ قادیان جماعت لاہور سے چن لیں۔ لیکن جناب خلیفہ صاحب نے اس کو منظور نہ فرمایا۔ اور ان کے مصاحبین نے ثالثوں کے تقرر پر نہایت غیر معقول اعتراضات کئے۔ بعد ازاں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے جناب خلیفہ صاحب کی سہولت اور ان کے گریز کو ختم کرنے کی خاطر اس ضروری شرط کو بھی چھوڑ دیا۔ لیکن اس کے باوجود جناب خلیفہ صاحب میدان مباحثہ میں آنے کی جرأت نہ کرسکے۔ اور اب تک خاموشی یا مختلف حیلوں بہانوں سے ٹال رہے ہیں۔ ان کے ایک سرکردہ مرید ڈاکٹر محمد صدیق صاحب سنوری نے ہمارے محترم دوست جناب ماسٹر صادق علی صاحب سے طے کرکے خلیفہ صاحب کو حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ فیصلہ کن مناظرہ پر آمادہ کرنے کا ذمہ بھی لے لیا۔ لیکن اس کے باوجود جناب خلیفہ صاحب کا گریز حال بدستور قائم ہے۔ اور ان کو حضرت موصوف سے فیصلہ کن مناظرہ کی جرأت اب تک نہیں ہوئی ——— آخر کار جناب خلیفہ صاحب سمجھدار ہیں اپنے دلائل و ملک کی کمزوری کو بخوبی سمجھتے ہوں گے اس لئے دعوت مناظرہ کو قبول نہیں فرماتے۔ معذکچے اسکے سوا ان کے گریز کی اور کیا وجہ ہو سکتی ہے؟

مولوی اللہ دتا صاحب سے ایک سوال

آٹھ دس سال قبل جب جناب خلیفہ صاحب کو اس طور پر دعوت مباحثہ دی گئی تھی۔ تو پہلے خلیفہ صاحب عرصہ تک بالکل خاموش رہے۔ پھر انہوں نے خود "قصر خلافت" میں بیٹھے بیٹھے مولوی اللہ دتا صاحب جالندھری کو ٹال مٹول اور دنیا کو غلط فہمی میں مبتلا کرنے کیلئے آگے کر دیا تھا۔ چونکہ "بارگاہ خلافت" سے یہ خدمت مولوی صاحب مذکور کے سپرد ہو چکی تھی۔ اور وہ جس طرح بھی بن پڑے اسے انجام دینے کے لئے مجبور تھے۔ خلیفہ صاحب کے گریز کی کوئی معقول وجہ تو موجود نہ تھی۔ اس لئے مولوی صاحب نے "ادائے فرض" کی خاطر غیر معقول و غیر متعلق باتیں شروع کر دیں ان کا ایک بڑا اعتراض ثالثوں کے تقرر پر ہی تھا۔ اس سیدھی سادھی معقول تجویز پر انہوں نے بڑے لمبے چوڑے اعتراضات کئے بیحد غل مچایا۔ حتےٰ کہ ثالثوں کے تقرر کو خلاف شریعت تک فرما دیا۔ لیکن اب وہ خود ثالث مقرر کرکے اپنے قدیم دوست و جدید حریف اور جناب خلیفہ صاحب کے واقف حالات سابق مرید جناب مولانا عمر الدین صاحب شملوی سے مناظرہ کر رہے ہیں۔ کیا وہ از راہ کرم بتائیں گے۔ کہ ثالثوں کی وہ تجویز جسکو دونوں جماعتوں کے امیروں کے درمیان مناظرہ کے لئے ناجائز، غیر ضروری اور غیر معقول بتایا جاتا ہے۔ اب اس مناظرہ کے لئے کس طرح جائز، ضروری اور معقول بن گئی؟

مولوی اللہ دتا اور ان کے بعض رفقاء اپنے خلیفہ صاحب کی کمزوری و گریز کو چھپانے کی خاطر اس انفرادی مناظرہ ہی کو فیصلہ کن مناظرہ کہہ رہے ہیں۔ یہ ایک صریح دھوکا اور کھلا ہوا فریب ہے۔ ممکن ہے جناب خلیفہ صاحب نے اپنی جان چھڑانے اور دنیا کو غلط فہمی میں مبتلا کرنے کی خاطر مولوی اللہ دتا صاحب کو اس مناظرہ کی اجازت دے دی ہو۔ لیکن مولانا عمر الدین صاحب اپنی ذاتی ذمہ داری پر یہ مناظرہ کر رہے ہیں جیسا کہ قبل ازیں "پیغام صلح" میں اعلان کیا جا چکا ہے۔ انہوں نے اس بارہ میں مرکز سے کوئی خط و کتابت نہیں کی۔ لہٰذا اس مناظرہ کو کسی لحاظ سے بھی فیصلہ کن مناظرہ نہیں کہا جا سکتا ہے۔ اگر ہمارے محمودی دوستوں کو فیصلہ کن مناظرہ کی جرأت ہے۔ تو وہ اپنے خلیفہ صاحب کو قصر خلافت سے باہر میدان مناظرہ میں لائیں اور انہیں کم از کم ڈاکٹر محمد صدیق صاحب سنوری کی شرائط کے مطابق ہی مباحثہ پر آمادہ کریں۔ تاکہ دنیا پر حقیقت واضح ہو سکے۔

ستیارتھ پرکاش کیخلاف متحدہ جلسہ مذاہب کی ضرورت

آریہ سماجیوں کی مشہور کتاب "ستیارتھ پرکاش" کے بعض حصے بالخصوص آخری ابواب بہت قابل اعتراض ہیں۔ ان میں اسلام، عیسائیت اور ہندو، سکھ دھرم وغیرہ مذاہب پر نہایت غیر ذمہ دارانہ اور دل آزار طریق پر اعتراضات کئے گئے ہیں۔ اسلام کے متعلق ان میں جو کچھ لکھا گیا ہے۔ کم از کم اس کے متعلق تو ہم یقینی طور پر کہہ سکتے ہیں۔ کہ تنقید و نکتہ چینی کی آڑ لے کر نہایت نازیبا بد زبانی اور صریح غلط بیانی کی گئی ہے۔ اس لئے یہ ابواب اکثر مذاہب کے پیروؤں کے لئے اضطراب و شکایت کا باعث بنے ہوئے ہیں۔ اور وہ بارہا ان کے خلاف آواز بلند کر چکے ہیں۔ گذشتہ بیس پچیس سال ہی کی مدت میں حکومت سے "ستیارتھ پرکاش" کی ضبطی کا متعدد مرتبہ مطالبہ کیا جا چکا ہے۔ اب پھر کچھ عرصہ سے مسلمانوں، سکھوں، اور سناتن دھرمیوں وغیرہ کی طرف سے یہ مطالبہ ہو رہا ہے۔ اگر ہمارا اندازہ غلط نہیں تو بعض آریہ سماجی بھی اس مطالبہ کی اہمیت کو کسی حد تک محسوس کرنے لگے ہیں۔ کیونکہ علم و تحقیق کی روشنی اور معقولیت و باہمی رواداری کی ضرورت کے احساس نے ستیارتھ پرکاش کے اکثر اعتراضات، طرز تنقید اور طریق استدلال کو غلط و ناپسندیدہ قرار دیا ہے۔

گذشتہ تجربات کی بنا پر ہمارا خیال ہے کہ "ستیارتھ پرکاش" کے متعلق یہ غیر منظم اور انفرادی کوششیں شاید نتیجہ خیز ثابت نہ ہوسکیں۔ اس بارہ میں جناب مولانا عبد الحق صاحب ودیارتھی فاضل سنسکرت و عبرانی نے ایک عمدہ قابل عمل تجویز پیش فرمائی ہے۔

"وہ یہ کہ ایک زبردست متحدہ جلسہ مذاہب منعقد کیا جائے جس میں تمام مذاہب کے نمائندے ستیارتھ پرکاش کے خلاف اپنی شکایات کو پیش کریں اور آریہ پنڈتوں کو بھی جواب کا موقع دیا جائے۔ پھر تمام مذاہب کے علماء کی کمیٹی اس مناظرہ پر ریویو لکھ کر اپنے معززین کی وساطت سے آریوں کو مجبور کرے کہ "ستیارتھ پرکاش" کے ان حصص کو یا تو تم خود ہی خارج کردو۔ ورنہ ہم حکومت کو مجبور کریں گے۔ کہ وہ اس فتنہ و فساد کی جڑ کو ملک سے نابود کردے اور اسے قابل ضبطی قرار دے یقینا ہے کہ تمام مذاہب کے معززین کی متفقہ آواز پر گورنمنٹ اسے ضبط کرنے پر مجبور ہو جائے گی ......

یہ جلسہ دسمبر کی بڑے دن کی تعطیلات میں لاہور میں ہونا چاہئے۔ اس سے ایک یا دو ماہ قبل تمام مذاہب کے اخبارات میں اس کو کامیاب بنانے کے لئے پروپیگنڈا کیا جائے۔ اگر خالصہ ... [illegible] حضرات سناتنی اور جینی دوستوں کو یہ تجویز پسند ہو تو اخبار "احسان" میں اس کا اعلان کردیں۔ اس کے بعد تمام مذاہب کے نمائندوں کی ایک سب کمیٹی باقی انتظامی اور ضروری امور کا فیصلہ کر سکتی ہے"

مولانا موصوف کی یہ تجویز نہایت عمدہ اور بر محل ہے۔ برادران وطن کے ذمہ دار افراد کی خدمت میں درخواست ہے۔ کہ وہ اس پر غور فرما کر جلد اپنی رائے کا اظہار کریں۔

حکومت کشمیر کی غیر دانشمندانہ حرکات

گذشتہ دنوں حکومت کشمیر نے بعض نہایت افسوسناک اور غیر دانشمندانہ حرکات کا ارتکاب کیا۔ پہلے اس نے مسلمانان کشمیر کے سیاسی اجتماع "کشمیر مسلم کانفرنس" پر نامناسب پابندیاں عاید کردیں اور یہ عجیب و غریب حکم دیا کہ کوئی بیرونی شخص کانفرنس کی کسی کارروائی میں حصہ نہ لے حتیٰ کہ سامع کی حیثیت سے پنڈال میں بھی نہ بیٹھے۔ اس ناواجب حکم پر ہندوستان کے اسلامی حلقوں کے علاوہ غیر مسلم اکابر و اخبارات بھی احتجاج و اظہار ناپسندیدگی کر رہے ہیں۔

اس کے بعد حکومت مذکور سے دوسری غیر معقول حرکت یہ سرزد ہوئی کہ عالیجناب نواب بہادر یار جنگ صاحب صدر منتخب کشمیر مسلم ملیہ کانفرنس کا داخلہ حدود ریاست میں بند کردیا جس کی وجہ سے نہ صرف کشمیری مسلمان بلکہ برطانی ہندوستان کے مسلمان بھی بہت ناراض و مضطرب ہو رہے ہیں۔ درحقیقت حکومت کشمیر کے یہ افعال بہت ہی قابل افسوس ہیں اور تدبر و سیاست سے کوئی دور کی بھی مطابقت نہیں رکھتے۔ اس خیال کا اظہار عام طور پر ہو رہا ہے کہ حکام کشمیر نے محض تعصب و مسلم آزاری کے جذبات کے تحت مذکورہ بالا پابندیاں عاید کی ہیں۔ کیونکہ وہ مسلمانوں کی بیداری و ترقی کو کسی صورت میں گوارا نہیں کر سکتے۔

حیرت ہے۔ ہندو مہا سبھا اور آریہ سماج کے فسادی لیڈر کشمیر جاکر کھلے خزانے مسلم آزار اور امن سوز تقریریں کرتے ہیں۔ حکومت برطانیہ اور تمام ریاستوں کے جانی دشمن، قانون شکن کانگرسی رہنماؤں پر بھی کشمیر کے دروازے کھلے ہیں۔ ان میں سے بعض کو سرکاری مہمان رکھا جاتا ہے۔ لیکن عالیجناب نواب بہادر یار جنگ جیسے ذمہ دار، معزز، پابند قانون مسلمان لیڈر کا داخلہ خواہ مخواہ بند کردیا گیا۔ حالانکہ نواب صاحب ممدوح ہندوستان کی سب سے بڑی ریاست کے ایک نہایت معزز اور خاندانی امیر ہونے کے علاوہ تمام ریاستوں کے خیر خواہ اور ان کی ترقی و نیک نامی کے متمنی ہیں ہم ہز ہائی نس مہاراجہ بہادر جموں کشمیر کو مخلصانہ مشورہ دیتے ہیں کہ وہ اس معاملہ پر

حضرت مسیح موعودؑ اور یورپ میں اشاعت اسلام

اشاعت اسلام کیلئے زبردست جماعتی قوت درکار ہے

آج سے قریباً نصف صدی قبل جب مغرب کی مادی تہذیب اور غبار آلود تمدن نہایت تیزی کے ساتھ مشرق کو متاثر کر رہے تھے ہر طرف مادی علوم کا چرچا تھا۔ نوجوانوں میں ملحدانہ خیالات پھیل رہے تھے۔ سارا ایشیا مرعوبیت محض ہو کر رہ گیا تھا۔ یورپ کی اس ناگہاں یورش سے سب سے زیادہ نقصان اسلام اور مسلمانوں کو برداشت کرنا پڑا۔ مسلمانوں کے حریف اس حقیقت سے خوب واقف تھے۔ کہ ان کا مقابلہ مشرقی ممالک میں سوائے اسلام اور مسلمانوں کے کسی سے نہیں کیونکہ مسلمانوں نے اس فضا میں آنکھ کھولی تھی۔ جو ان کی عظمت رفتہ سے گونج رہی تھی مسلمان ایک حکمران اور متمدن قوم تھی مسلمانوں کے پاس ایک زندہ کلچر تھا۔ ایک پیغام تھا اور مغربی ارباب حل و عقد اس عالمگیر تمدن اور پیغام سے خائف تھے۔ اس لئے انہوں نے چاہا کہ مسلمانوں میں مغربی علوم رائج کر کے قدیم مشرقی اداروں کو کمزور اور کھوکھلا کر دیا جائے جس سے مشرقی اقوام میں احساس کمتری پیدا ہو اور وہ مغربی اقوام کے قدموں میں صید زبوں ہو کر گر پڑیں۔ اور ان کی قوت عمل بالکل مفلوج ہو جائے۔ چنانچہ مغربی شاطروں کے منصوبے کامیاب ہوئے مسلمان مغربی تہذیب اور علوم و فنون سے شدت کے ساتھ مرعوب ہوئے صرف عام مسلمان نہیں بلکہ مسلمانوں کے رہنما اور مصلحین بھی مرعوبیت محض ہو کر رہ گئے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ قرآن مجید زینت طاق نسیان ہو گیا۔ اور مسلمانوں کو اپنے علوم و فنون اور قدیم اداروں میں خامیاں ہی خامیاں نظر آنے لگیں۔ اور اغیار کی برتری آنکھوں میں جچنے لگی۔ ایسے حالات نامساعد میں اشاعت اسلام کا تصور مسلمانوں کے سامنے پیش کرنا اور پھر یورپ میں جا کر تبلیغ اسلام کرنے کی دعوت دینا دیوانگی نہیں تو اور کیا تھی! ——— لیکن اس دور مرعوبیت اور محکومیت میں جب مسلمانوں پر ایک قسم کی تمدنی اور مذہبی موت طاری ہو چکی تھی۔ اچانک حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک گمنام بستی سے اٹھ کر اس فروتری اور مرعوبیت اور طلسم سیح مقداری کے پردوں کو چاک کیا۔ اور خدا تعالےٰ کی مصلحتوں کو واضح کرتے ہوئے کہا۔ ؎

چونکہ مرا نور ہے پئے قوم مسیحی دادہ اند
مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند

آپ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اسی صدی کے اختتام پر مجدد مقرر فرمایا ہے اور میرے قلب و دماغ میں مسیحی اور مغربی فتنہ کے مقابلہ کے لئے نہایت اعلےٰ درجہ کی قوت ودیعت کی گئی ہے۔ میں مغربی اقوام کو اسلام کی دعوت دونگا۔ اور رسول عربی کا پیغام ان تک پہنچاؤنگا۔ اور یہ خدا تعالےٰ کی مشیت ہے۔ کہ میرے ہی ذریعہ سے ان میں تبلیغ اسلام ہو۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں۔

"عمدہ عمدہ تالیفیں ان مغربی ممالک میں بھیجی جائیں۔ اور قوم بدل و جان میری مدد میں مصروف ہو۔ تو میں چاہتا ہوں کہ ایک تفسیر بھی تیار کر کے اور انگریزی میں ترجمہ کرا کر ان کے پاس بھیجی جائے۔ میں اس بات کو صاف صاف بیان کرنے سے نہیں رہ سکتا کہ یہ میرا کام ہے۔ اور دوسرے سے ایسا ہرگز نہیں ہو گا۔ جیسے مجھ سے یا جیسے اس سے جو میری شاخ ہے۔ اور مجھ میں ہی داخل ہے۔"
(ازالہ اوہام)

آج ایک دنیا شاہد ہے کہ حضرت کے یہ الفاظ کس صداقت سے پورے ہوئے۔ صرف حضور اور حضور کے شاگردوں ہی سے یہ کام ہوا باقی تمام انجمنیں اور ادارے اس کام کو کرنے سے عاجز ہیں۔

پھر آپ نے فرمایا ان مغربی لوگوں کے اندر ایسی تحریکات پیدا ہو چکی ہیں۔ جو انہیں عیسائیت سے بیزار کر دینگی۔ اور یہ کھینچ کر اسلام کی طرف آئینگے۔ جیسا آپ کا ایک شعر ہے۔ ؎

آ رہا ہے اس طرف احرار یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مردوں کی ناگہ زندہ وار

دنیا نے اس آواز کو سنا اور خیال کیا۔ کہ یہ محض ایک خیال ہے! واہمہ ہے۔ جنون ہے! اور یوں سمجھنے والے حق بجانب بھی تھے۔ کیونکہ اس زمانہ میں اس امر کا یقین بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ یورپ اپنی تہذیب کے کارواں کو لیے ہوئے کدھر جا رہا ہے۔ یہ تو اس کے بہت بعد یورپ کے بعض مفکرین نے بدلتے ہوئے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے اپنی اس رائے کا اظہار کیا کہ یورپ کی نجات اسلام میں ہے۔ اور یورپ کا آئندہ غالب مذہب اسلام ہو گا۔

مختصر یہ کہ اس وقت فضا حد سے زیادہ ناسازگار تھی۔ ہر طرف مغربی تہذیب کا طوطی بول رہا تھا۔ ایسے وقت میں یہ وہم بھی نہ ہو سکتا تھا۔ کہ کبھی یورپ میں بھی تبلیغ اسلام ہو سکتی ہے۔ لیکن ایسی حالت میں آپ نے ایک کشف دیکھا جو درج ذیل ہے:۔

"میں نے دیکھا میں شہر لندن میں ایک ممبر پر کھڑا ہوں اور انگریزی زبان میں ایک نہایت مدلل بیان سے اسلام کی صداقت ظاہر کر رہا ہوں۔ بعد اس کے میں نے بہت سے پرندے پکڑے جو چھوٹے چھوٹے درختوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور ان کے رنگ سفید تھے۔ اور شاید تیتر کے جسم کے موافق ان کا جسم ہو گا سو میں نے اس کی یہ تعبیر کی کہ اگرچہ میں نہیں مگر میری تحریریں ان لوگوں میں پھیلیں گی۔ اور بہت سے راستباز انگریز صداقت کا شکار ہو جائینگے۔"
(ازالہ اوہام)

چنانچہ بعد میں ایسا ہی ہوا۔ اور دنیا نے دیکھا اور شہادت دی۔ وہ کشف جو مجدد اعظم نے دیکھا تھا۔ عالم اسباب میں بھی حرف بحرف درست نکلا۔ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک ممتاز شاگرد تھے ۱۹۱۲ء میں ولایت گئے۔ اور انہوں نے وہاں ایک اسلامی تبلیغی مشن قائم کیا جس میں انہیں بہت کامیابی نصیب ہوئی۔ لارڈ ہیڈلے اور سر آرچی بالڈ ہیملٹن جیسے عظیم المرتبت اور ان کے علاوہ ہزاروں انگریز دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ اور ایک مرد کامل کی نگاہ سے یورپ کے دل فتح مفتوح ہو گئے۔ — آنحضرت صلعم اور اسلام کے متعلق مغربی ممالک میں جو غلط فہمیاں پادریوں نے پھیلا رکھی تھیں۔ رفتہ رفتہ دور ہونے لگیں۔ اسی زمانہ میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ اور تفسیر شائع کی جس نے تبلیغی آفاق کو بہت وسیع کر دیا ——— پھر عین وسط یورپ میں حضرت مولانا صدر الدین صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فیض روحانی سے بہرہ یاب ہو کر برلن مشن کی بنیاد رکھی۔ اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے برلن میں ایک نہایت عالیشان مسجد تعمیر کروائی۔ بڑے بڑے جرمن حلقہ بگوش اسلام ہوئے جن میں سے ڈاکٹر حمید مارکوس اور ڈاکٹر برن عمر خاص طور پر قابل ذکر ہیں ——— مختصر یہ کہ نہایت قلیل عرصہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فرمان کے مطابق یورپ میں ایک دور جدید کی بنیادیں بھی استوار کر دی گئیں۔ اور یہ سب کچھ مشیت ایزدی کے ماتحت ہوا۔ اور وہ مہم جسے مسلمان جوئے شیر کا لانا سمجھتے تھے اسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے شاگردوں نے سر کیا۔ اور دنیا نے اس کا اعتراف کیا۔ چنانچہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم کی وفات پر حبیبیہ ہال لاہور میں ایک تعزیتی جلسہ منعقد ہوا۔ تو اس موقعہ پر ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین صاحب نے بیان کیا۔ کہ جب خواجہ صاحب مرحوم تبلیغ اسلام کے لئے انگلستان تشریف لے گئے تو میں وہاں موجود تھا میں نے ان کے تبلیغی عزائم کو سن کر رائے دی کہ خواجہ صاحب پاگل ہو گئے ہیں۔ مغربی دنیا اور اس میں تبلیغ اسلام یہ خیال بالکل عبث اور باطل ہے۔ اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ خواجہ صاحب کیوں اپنی قوتوں کو ضائع کرتے ہیں۔ لیکن آج پورے بیس سال بعد اس امر کا اعتراف کرتا ہوں۔ کہ میری رائے غلط تھی۔ اور خواجہ صاحب مرحوم صحیح تھے۔

اس کے علاوہ بھی متعدد شہادتیں پیش کی جا سکتی ہیں جن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے شاگردوں کی اسلامی خدمات کا اقرار اور اعتراف کیا گیا ہے ——— لیکن اگر غور سے دیکھا جائے۔ تو اس اشاعت اسلام کی توفیق محض خدا تعالےٰ کے فضل اور ایک جماعت کے ذریعہ سے ملی ہے۔ اشاعت اسلام کے پروگرام کو وسیع پیمانہ پر بروئے کار لانے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ یہ میرا کام ہے۔ یہ مجھ سے ہو گا یا اس سے جو میری شاخ ہے۔ اور مجھ میں ہی داخل ہے۔ اس لئے خدا تعالےٰ کے ہاں یہ مقدر ہو چکا ہے۔ کہ اسلام کے دور جدید کا آغاز یورپ میں حضرت مسیح موعود اور ان کی جماعت کے ذریعہ ہو ——— ہمارے سامنے ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ اور اس جنگ نے جس نے دنیا کو ایک ماتم کدہ بنا رکھا ہے۔ ہماری ذمہ داریوں کو کئی گنا بڑھا دیا ہے۔ کہ ہم اس جنگ کے بعد خاک و خون میں لتھڑی ہوئی نسل انسانی کو اسلام کا پیغام دیں۔ اور ان کے سامنے وہ جدید نظام حیات پیش کریں جس کی یہ دنیا متلاشی ہے۔ ہم ایک بہت بڑی امانت کے امین ہیں۔ اس امانت اور ذمہ داری کا بوجھ جماعت احمدیہ پر ہے۔ ہم جنگ ... بڑے کام کو کامیابی کے ساتھ نہیں کر سکتے۔ جب تک ہماری جماعت وسیع اور منظم نہ ہو۔ یہ بہت بڑا کام ہے۔ اس لئے اس کے واسطے ایک مضبوط جماعت چاہیئے۔ اب ضرورت ہے کہ جماعت کے اندر ایک نئی جولانی اور قوت پیدا کرنے کے لئے اسے وسیع کیا جائے۔ اور اس میں ایسے ادارے قائم کئے جائیں۔ جو اس کی تقویت کا باعث ہوں اور ان معاندانہ تحریکات کا شدت کے ساتھ مقابلہ کیا جائے۔ جو اس تحریک کو مٹانا چاہتی ہیں۔ اور اس کے وقار کو کم کرنے کی کوشش کر رہی ہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم ان امور پر غور کریں جو جماعت کے استحکام اور دیرپائی کا باعث ہوں۔

(مدیر)

رسول کریمؐ کے اخلاق فاضلہ پر تقریر

۲۳ راگست ۱۹۴۳ء بروز سوموار بعد از نماز مغرب ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کے ایک اجلاس میں جناب عبدالقادر صاحب مالاباری نے انگریزی میں رسول کریمؐ کے اخلاق فاضلہ پر ایک مدلل تقریر فرمائی۔ آپ نے رسول اکرمؐ کے ابتدائی زندگی کے حالات پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا۔ کہ کس طرح رسول مقبولؐ تمام دنیا کے لئے نا رہبر بن کر آئے۔

مولوی احمد یار صاحب نے اپنی صدارتی تقریر میں مقرر موصوف کی تقریر کا خلاصہ اردو میں بیان کیا اور اپنے مختصر تبصرے کے بعد اجلاس کو برخاست کر دیا۔

شیخ محمد طفیل۔ ایم۔ اے
سیکرٹری ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ۔ ندائے فتح نمایان بنام ما باشد

الصلح خیر

پیغام صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

ایڈیٹر: ایس محمد آصف بی اے

جائنٹ ایڈیٹر: شیخ محمد انعام الحق

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آن کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادہ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آیندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب ہوگا۔

جلد ۳۱ | لاہور۔ یوم سہ شنبہ مورخہ ۲۹ شعبان ۱۳۶۱ھ م ۳۱ اگست ۱۹۴۳ء | نمبر ۳۴

"ایک ہو جاؤ اور نیک ہو جاؤ"

نواب بہادر یار جنگ کا مسلمانانِ لاہور سے خطاب

چند دن ہوئے نواب بہادر یار جنگ صاحب نے لاہور میں موچی دروازہ کے باہر رات کے قریباً دس بجے ایک تقریر فرمائی جس میں آپ نے مسلم لیگ کے . . . نصب العین "پاکستان" کے ارتقائی منازل کا ذکر کیا اور اس ضمن میں آپ نے مسلمانوں سے فرمایا کہ تم اس وقت تک اپنے نصب العین کو حاصل نہیں کر سکتے جب تک تم میں وحدت قومی نہ پیدا ہو جائے اور تم من حیث القوم نیک اور صالح نہ بن جاؤ، آپ کی تقریر نہایت جامع، نہایت پُر اثر اور نہایت پُر شوکت تھی آپ کی تقریر سن کر ایک تاریخ کے طالبعلم کے سامنے سسرو، برک، اور حجاج بن یوسف کے خطبات کا نقشہ کھنچ جاتا ہے نواب صاحب ممدوح کے فن خطابت پر مسلمان فخر کر سکتے ہیں۔ آپ نے خلاصہ کے طور پر فرمایا کہ مسلمانو تمہاری آیندہ کامیابی اور رستگاری صرف دو لفظوں میں ہے کہ "ایک ہو جاؤ اور نیک ہو جاؤ" اور آپ نے ان دو لفظوں کی نہایت فصیح اور بلیغ تشریح فرمائی۔ لیکن ہم عرض کرتے ہیں کہ جب تک مسلمانوں کے اندر علماء کا ایک ایسا گروہ موجود ہے جو محض ناجائز منفعت کے لئے ایک دوسرے کی تکفیر کرتا ہے اور مسلمانوں کو اس تکفیر کی ترغیب دیتا ہے اس وقت تک یہ وحدت قومی کس طرح قائم ہو سکتی ہے اس وحدت قومی کے لئے ضرورت ہے کہ پہلے ان علماء کی اس تخریبی روش کا انسداد کیا جائے اور مسلمان جمہور کو ان کے اثر سے نکالا جائے اور مسلمانوں میں اس اصول کو عام کر دیا جائے کہ کوئی کلمہ گو کافر نہیں جس دن مسلمان اس اصول پر محکم طور پر قائم ہو جائیں گے اور یہ اصول ان میں راسخ ہو جائے گا وہ دن مسلمانوں کی وحدت قومی کا پہلا دن ہوگا سو مسلمان زعماء اور قائدین جو درحقیقت مسلمانوں کے خیر خواہ ہیں انہیں اس طرف توجہ کرنا چاہیئے اور مسلمانوں کو ان خطرناک اور نام نہاد علماء سے نجات دلانا چاہیئے جو مسلمانوں کی تفریق اور تکفیر کا باعث ہیں یہ محض خدا کا فضل ہے کہ جماعت احمدیہ لاہور اپنے امام کی رہبری میں اس صحیح مسلک پر عرصہ دراز سے قائم ہے اور مسلمانوں کو اس امر کی تلقین کرتی ہے . . . کہ کوئی کلمہ گو کافر نہیں لیکن آج تک اس کی آواز صدا بصحرا رہی ہے اور مسلمانوں نے اجتماعی طور پر اس طرف توجہ نہیں کی مگر اب معلوم دیتا ہے کہ مسلمان موجودہ سیاسی اور معاشی حالات کے پیش نظر وحدت اور اخوت کی ضرورت شدت کے ساتھ محسوس کر رہے ہیں خواہ مغربی نقطۂ نگاہ سے محسوس کریں لیکن شکر ہے کہ انھوں نے اس ضرورت کو محسوس کیا ہے لیکن ہم ان کی خدمت میں گذارش کرتے ہیں کہ وحدت اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ تکفیر المسلمین کرنے والے علماء کی آواز کو بے اثر نہ کر دیں گے خدا تعالیٰ مسلمانوں کو ایسا اثر و نفوذ دے کہ وہ ہمیشہ کیلئے علماء کی اس تخریبی طاقت کو ختم کر دیں۔

دوسرے نواب صاحب نے فرمایا کہ نیک ہو جاؤ۔ واقعی روحانی اور اخلاقی کلچر ایک بہت بڑی طاقت ہے اس طاقت سے قومیں دنیا میں حکمرانی کرتی ہیں اور انہیں دنیا میں غلبہ اور استحکام نصیب ہوتا ہے لیکن ہمارے نزدیک اسلام میں یہ نیک ہونے کی سعادت اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتی جب تک قلب میں نور ایمان نہ ہو اسلام میں اعمال صالح کا سرچشمہ ایمان ہے اور یہ ایمان آجکل مسلمانوں کے قلوب سے مفقود ہے اس فقدان کے دو وجوہ ہیں ایک وجہ تو مسلمانوں کا زوال اور انحطاط ہے اور دوسرے مغربی علوم سے جو تشکیک پیدا ہوئی ہے وہ اس کی بہت بڑی وجہ ہے تعلیم یافتہ مسلمان وحی و تنزیل میں شک کرتا ہے جب قلب انسانی پر فلسفیانہ شکوک طاری اور ساری ہو جائیں اس وقت ایمان کمزور ہو جاتا ہے بلکہ بعض صورتوں میں بالکل ناپید ہو جاتا ہے سو اس ایمان کو پیدا کرنے کیلئے ضرورت ہے کہ اللہ تعالےٰ خود اسلامی سواد کے اندر سے ہی ایک ایسے مجدد کو مبعوث فرمائے جو اپنے روحانی تجربہ کو دلائل اور یقین کے ساتھ پیش کرے اور بلند آواز سے کہے کہ مسلمانو! تمہارا خدا زندہ خدا ہے وہ اب بھی کلام کرتا ہے جس طرح پہلے کلام کرتا تھا اور تمہارے تمام مصائب کا علاج اس حیّ و قیوم خدا سے تعلق پیدا کرنے میں ہے اس تعلق سے تم نے پہلے دنیا میں کامیابی حاصل کی تھی اور اسی ذریعہ اور واسطہ سے تم اب بھی دنیا میں سربلند ہو سکتے ہو۔ سو وہ علماء جن کے قلوب زوال و انحطاط کی وجہ سے بے نور ہیں اور وہ مغرب زدہ مصلحین جن کے اپنے قلوب میں شکوک شبہات ہیں اور ان کی تمام مساعی ایک مصلحت عمرانی کی رہین احسان ہیں وہ کس طرح اس ایمان کو زندہ کر سکتے ہیں اس ایمان کو وہ عالم ربانی ہی زندہ کر سکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لئے مبعوث فرمایا اللہ تعالیٰ نے احیائے دین اسلام کیلئے بعثت مجددین کا وعدہ فرمایا تھا اور اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس دور میں بھی وہ وعدہ پورا ہوا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو اس صدی کا مجدد اور مسیح موعود بنا کر مبعوث فرمایا جنھوں نے مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے کہا۔ "جب تیرھویں صدی کا آغاز ہوا اور چودھویں صدی کا ظہور ہونے لگا تو خدا تعالےٰ نے الہام کے ذریعہ مجھے خوشخبری دی کہ تو اس صدی کا مجدد ہے" (کتاب البریہ حاشیہ ص ۱۲۸) اس کے بعد آپ نے اپنے روحانی تجربات کو پیش کیا جو اسلام کی برکت سے اور حضرت نبی کریم صلعم کے فیض سے آپ کو حاصل ہوئے اور آپ نے ایک جماعت کی بنیاد رکھی جو دنیا میں اعلائے کلمۃ الحق کرے اور مستقل طور پر تبلیغ اسلام کا کام کرے اور اس تبلیغی میدان میں جو کامیابی آپ کی جماعت کو حاصل ہوئی وہ کسی اور جماعت کو حاصل نہ ہو سکی۔ یہ اس ایمان کی برکت سے تھا جو آپ نے اس جماعت کے قلب میں پیدا کیا اور یہ ایمان صاحب ایمان ہی پیدا کر سکتا ہے یہ علماء نہیں کر سکتے جو خود اس دولت سے تہی دامن ہیں سو آج مسلمان بھی اگر اپنے قلوب میں ایک زندہ ایمان پیدا کرنا چاہتے ہیں اور اعمال صالح کا خوگر ہونا چاہتے ہیں تو انہیں چاہیئے کہ حضرت امام عصر حاضر کے دامن سے وابستہ ہوں جنہیں اس ایمان کی چنگاری اور تحریک عمل کو پیدا کرنے کے لیئے مبعوث کیا گیا ہے۔ اللہ تعالےٰ نواب صاحب ممدوح کو بھی اور باقی مسلمانوں کو بھی حضرت امام عصر حاضر کے دامن سے وابستہ ہو کر "ایک ہو جاؤ اور نیک ہو جاؤ" کے ماٹو پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ؛

ضروری اعلان

مولوی حافظ عبدالرشید صاحب مبلغ اسلام سندھ کو انجمن نے نماز تراویح کیلئے بلوایا ہے۔ آپ تراویح میں باقاعدہ قرآن شریف سنائیں گے۔ اسلیئے احباب لاہور کو چاہیئے کہ تراویح کیلئے جامع احمدیہ میں تشریف لایا کریں ؛

تعلیمی پرنٹنگ پریس لاہور میں باہتمام شیر محمد اختر پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔

روزہ اور اسلام

{ از مدیر }

دنیا کے تمام مذہبی نظامات میں روزہ بحیثیت ایک مذہبی پابندی کے پایا جاتا ہے ایک مغربی فاضل لکھتا ہے کہ روزہ کے مقاصد اور طریقہ مرز و بوم کے لحاظ سے مختلف ہیں لیکن کسی مذہب و ملت کا نام لینا بہت مشکل ہے جس میں کسی نہ کسی رنگ میں اسکا اعتراف اور اقرار موجود نہ ہو، کنفوشیت اور زرتشتیوں کو اس سے مستثنےٰ خیال کیا جاتا ہے، لیکن مؤخرالذکر میں بھی کم از کم پادریوں اور مذہبی رہنماؤں کے لئے روزہ رکھنا ضروری ہے۔ دورِ حاضر میں گو عیسائی روزہ کو اہمیت نہ دیں لیکن اس میں مطلق شک نہیں کہ حضرت مسیح روزہ کو زیادہ ضروری سمجھتے تھے۔ انھوں نے خود چالیس دن کا روزہ رکھا اور اپنے شاگردوں کو روزہ رکھنے کی ہدایت فرمائی چنانچہ انجیل مقدس میں ایک جگہ ان کا ارشاد موجود ہے "اس کے علاوہ جب تم روزہ رکھو تو منافقت کیساتھ چہرہ کو مغموم مت بناؤ جب تم روزہ رکھو تو سر کو تیل لگاؤ اور چہرہ کو دھو کر صاف کرو،، چنانچہ حضرت مسیح علیہ السلام کے اس حکم کے بموجب ابتداء میں عیسائی لوگ نہایت اہتمام سے روزے رکھا کرتے تھے۔ پہلے عیسائیوں کے ذکر کو چھوڑتے ہوئے سینٹ پال جو موجودہ عیسائیت کا بانی ہے اس نے روزہ رکھا ہے۔

اسلام کے علاوہ تمام اقوام ممیزہ میں روزہ کو غم دکھ اور مصیبت کے اظہار کا طریقہ خیال کیا جاتا تھا۔ یہودی خاص طور پر اس اظہار کے لئے روزہ رکھتے تھے ۔۔۔۔۔۔ حضرت داؤد کے متعلق لکھا ہے کہ انھوں نے اپنے ننھے بچے کی بیماری کے دوران میں سات دن کا روزہ رکھا چنانچہ پہلے سام میں روزہ کو ماتم کا نشان بتایا گیا ہے۔

غالباً روزہ کو غم و اندوہ کے اظہار کا ذریعہ سمجھنا اسلیئے تھا کیونکہ روزہ کو خود اذیتی کے مترادف سمجھا جاتا تھا اسلیئے لوگ خیال کرتے تھے کہ اپنے آپ کو دکھ دینے سے خداوندان قضاء و قدر خوش ہو جاتے ہیں، اور انسان کی مصائب کو کم کر دیتے ہیں، صرف حضرت موسےٰ علیہ السلام کے چالیس روزے ایسے ہیں جن کی نوعیت پہلوں سے مختلف ہے جو محض خداوند تعالےٰ کی وحی حاصل کرنے سے پہلے تیاری کے طور پر رکھے گئے اور جن کی بعد میں حضرت مسیح نے پیروی کی۔ عیسائیت نے کوئی جدید معنی روزہ کے مفہوم میں پیدا نہیں کئے اور حضرت مسیح کے وہ الفاظ جن کا مطلب یہ ہے کہ ان کے شاگرد ان کے رفع کے بعد روزے رکھیں۔ صرف روزہ کا اسرائیلی تصور ہے جس کا قومی ماتم اور آشوب سے تعلق ہے۔

لیکن اسلام نے روزہ کا مفہوم بالکل بدل ڈالا اسلام کے ہاں روزہ ایک اپنی مرضی سے اختیار کی ہوئی اذیت نہیں ایک ایسی قربانی نہیں جو کسی مغلوب الغضب دیوتا کو خوش کرنے کے لئے کی گئی ہو۔ بلکہ ایک عبادت ہے جس سے انسان کے روحانی قویٰ کی تربیت کا کام لیا گیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ قرآن مجید میں ایسے روزوں کا بھی ذکر ہے جنہیں ہم مکافات کے ضمن میں لا سکتے ہیں۔ مثلاً کوئی شخص اگر خدا تعالیٰ کے کسی حکم کی خلاف ورزی کرے تو اسے مکافات کے طور پر چند روزے رکھنے ہونگے لیکن ان کو بھی اگر غور سے دیکھا جاوے تو مقصد تادیب نفس ہے لیکن وہ روزے جو مسلمانوں پر فرض کئے گئے ہیں انکی نوعیت بالکل مختلف ہے۔ ان کی حیثیت ایک اخلاقی ادارے کی ہے۔ وہ صرف اس لئے رکھے جاتے ہیں کہ مسلمانوں کے اندر ایک نہایت اعلےٰ درجہ کا روحانی اخلاقی اور جسمانی انضباط اور تزکیہ عمل میں لایا جائے یہی وجہ ہے کہ اسلامی ارکان کے اندر روزہ کی حیثیت ایک مستقل عبادت کی حیثیت ہے اور اگر اسلام میں بھی روزے محض تادیبی سزا اور تنبیہ کے لئے ہوتے تو انہیں ایک مستقل عبادت کی شکل نہ دی جاتی روزہ اسلام میں صرف تقوےٰ پیدا کرنے کے لئے ہے اور تقوےٰ کے معنے بدی سے حفاظت اور اجتناب کے ہیں۔ یعنی انسان روحانی اور اخلاقی لحاظ سے یہاں تک بلند ہو کہ اسے خدا تعالےٰ کا قرب حاصل ہو جائے۔ سورۂ توبہ اور التحریم میں روزہ رکھنے والوں کو السائحون کے نام سے یاد کیا گیا ہے جو کہ سائح سے عبارت ہے جس کے معنے سیاحت کرنے والے کے ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ روزہ دار ایک روحانی راہرو ہے یعنی ایک ایسا مسافر ہے جو روحانی منازل کو نہایت ہمت اور استقلال سے طے کرتا ہے۔ رمضان کا ذکر کرتے ہوئے قرآن مجید خدا کے قرب کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ چنانچہ سورۃ البقرہ کے رکوع ۲۳ میں رمضان کے متعلق احکامات دیتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے واذا سالک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبو لی ولیومنوا بی لعلھم یرشدون ترجمہ:۔ اور جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق دریافت کریں تو بیشک میں قریب ہوں میں دعا کرنیوالے کی دعا کو جب وہ مجھے پکارتا ہے قبول کرتا ہوں پس چاہیئے کہ میری فرمانبرداری کریں اور چاہیئے کہ مجھ پر ایمان لائیں تاکہ برکت پائیں۔

اس کے علاوہ حدیث شریف میں بھی اس امر پر خاص زور دیا گیا ہے کہ روزہ محض خدا تعالےٰ کی خوشنودی اور قرب حاصل کرنے کے لئے رکھنا چاہیئے چنانچہ ایک جگہ ارشاد نبوی ہے:۔

"کہ جو کوئی رمضان کے مہینہ میں روزہ رکھتا ہے وہ مجھ پر ایمان رکھتا ہے اور میری خوشنودی حاصل کرتا ہے،،

اور آخر خدا اور خدا کے رسول کی خوشنودی اور قرب کیوں حاصل نہ کرے جب کہ ایک انسان اپنے گھر میں دنیا کی تمام نعمتوں کو رکھتے ہوئے صرف اسلیئے ایک لمبے وقفے کے لئے ان کے استعمال سے رکا رہتا ہے کہ یہ ارشاد خداوندی ہے ورنہ گھر کی تنہائیوں میں وہ جب چاہے اپنی پیاس اور بھوک کم کر سکتا ہے۔ مگر صرف ایک خیال اسے ایسا کرنے سے روک دیتا ہے اور وہ خیال خدا تعالیٰ کی موجودگی کا ہے۔ یعنی وہ خیال کرتا ہے کہ خدا ہر جگہ موجود ہے اور اس کی انسان کے ہر فعل پر نگاہ ہے اس لئے وہ خدا تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی سے اجتناب کرتا ہے۔ یعنی اس کے قلب میں خدا تعالیٰ کی موجودگی کا خیال اتنا قوی ہے کہ وہ ہر وقت اور ہر لمحہ اس بلند و برتر ہستی کو اپنے قریب پاتا ہے اور جوں جوں رمضان کے دن گذرتے ہیں یہ خیال ایمان میں بدل کر محکم ہو جاتا ہے اتنا محکم کہ دنیا کی کوئی طاقت اسے متزلزل نہیں کر سکتی یعنی مسلمان روزمرہ کی ارضی زندگی کے بطن سے ایک نہایت شاندار روحانی زندگی پیدا کر لیتا ہے دنیا میں رہتے ہوئے دنیا میں نہیں رہتا دنیوی نعمتوں کا مالک ہوتے ہوئے جب چاہے اپنے خدا اور رسول کے لئے ان سے مجتنب ہو سکتا ہے سو اسلام نے روزہ میں تقوےٰ اور تزکیہ کا تصور پیدا کر کے روزہ کے تصور کو بہت بلند کر دیا ہے:

ملفوظات سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

وجہ تسمیہ رمضان

فرمایا:۔ رمضان سورج کی تپش کو کہتے ہیں۔ رمضان میں چونکہ انسان اکل و شرب اور تمام جسمانی لذتوں پر صبر کرتا ہے۔ دوسرے اللہ تعالےٰ کے احکام کے لئے ایک حرارت اور جوش پیدا کرتا ہے۔ روحانی اور جسمانی حرارت اور تپش مل کر رمضان ہوا۔ اہل لغت جو کہتے ہیں کہ گرمی کے مہینے میں آیا اسلیئے رمضان کہلایا۔ میرے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ یہ عرب کے لئے خصوصیت نہیں ہو سکتی۔ روحانی رمضان سے مراد روحانی ذوق و شوق اور حرارت دینی ہوتی ہے۔ رمضان اس حرارت کو بھی کہتے ہیں جس سے پتھر وغیرہ گرم ہو جاتے ہیں۔ رمضان دعا کا مہینہ ہے شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن سے ہی ماہ رمضان کی عظمت معلوم ہوتی ہے۔ صوفیوں نے اس مہینہ کو تنویر قلب کے لئے عمدہ لکھا ہے۔ اس میں کثرت سے مکاشفات ہوتے ہیں۔ نماز تزکیہ نفس کرتی ہے اور روزہ سے تجلی قلب ہوتی ہے۔ تزکیہ نفس سے مراد یہ ہے کہ نفس امارہ کی شہوات سے بعد حاصل ہو جاوے اور تجلی قلب سے مکاشفات ہوتے ہیں جن سے مومن خدا کو دیکھ لیتا ہے انزل فیہ القرآن میں بھی یہی اشارہ ہے۔ بیشک روزہ کا حکم اجر عظیم ہے۔ مگر امراض اور اغراض اس نعمت سے انسان کو محروم کر دیتے ہیں روزہ کے بارہ میں خدا فرماتا ہے ان تصوموا خیر لکم یعنی اگر تم روزہ رکھ ہی لیا کرو تو تمہارے لئے اس میں بڑی خیر ہے:

(فتاوےٰ احمدیہ صفحہ ۱۷۵)

مکتوب امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

مجاہدہ کا مہینہ

برادران مکرم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

دو تین سال سے غالباً متواتر میں احباب کو اس طرف توجہ دلاتا رہا ہوں کہ گو ماہ رمضان ایک رنگ میں سب مسلمانوں کے لئے ہی مجاہدہ کا مہینہ ہے مگر اس لحاظ سے کہ یہ انزل فیہ القرآن کا مصداق ہے۔ اس مجاہد جماعت کے لئے جو اس قرآن کو دنیا میں پہنچانے کے لئے کھڑی ہوئی ہے یہ ایک زبردست مجاہدہ کے تیس دن ہیں فی الحقیقت روزے کی تکمیل دو اور باتوں سے ہوتی ہے دعا اور صدقہ، اور نبی کریم صلعم کے عمل سے ثابت ہے کہ ماہ رمضان میں آپ ان دونوں باتوں میں خصوصیت سے کوشش فرماتے تھے دعا اور صدقہ یوں بھی دو زبردست روحانی ہتھیار ہیں اور پھر جب تیسرے روحانی ہتھیار کھانے پینے اور شہوات کے ترک کے ساتھ مل جائیں تو یہ تینوں روحانی ہتھیار اکٹھے ہو کر ایک زبردست اثر پیدا کرتے ہیں۔ سو ہمارے سامنے اب وہ موقعہ آرہا ہے اور میں سب دوستوں سے۔ بزرگوں سے۔ نوجوانوں سے، خواتین سے۔ اپیل کرتا ہوں کہ اپنی اپنی مقدرت کے مطابق وہ ان تیس ایام میں دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عملی ثبوت دیں۔

جماعت نے جو مجاہدات اب تک کئے ہیں انہیں اللہ تعالےٰ نے پھل بھی بہت لگایا ہے، اللہ تعالےٰ کا کسقدر احسان ہے کہ جب ایک طرف ایک خطرناک گرانی کی وجہ سے انجمن کو سخت ترین مشکلات کا سامنا تھا کیونکہ اس کے سارے کاروبار کا انحصار چندوں پر ہے اسی وقت اللہ تعالےٰ نے جماعت کی چھوٹی چھوٹی کوششوں کو قبول فرما کر ان پر زبردست اجر مترتب کیا اتنا بڑا اجر جو ہمارے وہم و گمان سے بھی بڑھکر ہے۔ دسمبر ۱۹۴۱ء کے سالانہ جلسہ پر صدقۂ قرضہ کے نام سے ایک تحریک ہوئی اس وقت انجمن قریباً پچپن ہزار کی مقروض تھی۔ آج ابھی پورے دو سال نہیں ہوئے کہ نہ صرف قرضہ اتر گیا ہے بلکہ اس وقت انجمن کے ہاتھ میں نقد روپیہ اس سے زیادہ موجود ہے جو آج سے چار پانچ سال پیشتر اس کے ذمہ قرضہ تھا۔ اس میں شک نہیں کہ اس سال اوکاڑہ کی زمین بھی اس میں بڑی معاون ہوئی ہے۔ مگر یہ خدا کا فضل ہے کہ جماعت کے چندے ان دو سال کے اندر پچاس فیصدی سے لیکر سو فیصدی تک ترقی کر [illegible] اول ماہوار چندہ جو آج سے تین چار سال پیشتر بمشکل سترہ اٹھارہ روپے ماہوار ہوتا تھا اب بتیس سو پینتیس سو بلکہ بعض مہینوں میں چار ہزار تک بھی پہنچ جاتا ہے عطیہ جات میں بھی آمدنی دوگنی کے قریب ہو گئی ہے۔ قریباً دو سال ہوئے انجمن نے تین نئے مشن کھولے تھے یعنی لائل پور۔ دہلی حیدرآباد دکن۔ سو یہ تینوں مشن خدا کے فضل سے بیحد کامیاب ہوئے ہیں۔ جماعت لائل پور میں مرزا مظفر بیگ صاحب کی ان تھک کوششوں سے بالخصوص نوجوانوں کے اندر ایک نئی روح پیدا ہو گئی ہے۔ جماعت اپنی تعداد کے لحاظ سے بھی بہت ترقی کر گئی ہے اور ماہوار چندہ دو گنے سے بھی زیادہ ہو گیا ہے دہلی میں بھی اگر ایک طرف جماعت کے اندر بہت مفید کام ہوا ہے تو دوسری طرف سید اختر حسین صاحب کے لیکچر عام پبلک کو گرویدہ کر رہے ہیں۔ حیدرآباد دکن میں شیخ انعام الحق صاحب کی قابل قدر کوشش سے نہ صرف جماعت بن گئی اور اس کے ممبروں میں ایثار کی ایک زبردست روح پیدا ہو گئی ہے بلکہ تین زبانوں میں یعنی کنٹری تلیگو اور مرہٹی میں مفید ٹریکٹ شائع ہونے شروع ہو گئے ہیں اور اس طرح ہندوؤں میں تبلیغ اسلام کے کام کی بنیاد پڑ گئی ہے، فالحمد للہ علیٰ ذالک

اللہ تعالےٰ کا قانون ہے لئن شکرتم لازیدنکم۔ اگر شکر کرو تو میں اپنی نعمتیں اور زیادہ دیتا ہوں سو ہمارا فرض ہے کہ ہم بھی اپنے ان مجاہدات میں پہلے سے بڑھکر ہمت دکھائیں تبلیغ اسلام اتنا عظیم الشان کام ہے کہ گو ہم یہ کہتے ہیں کہ ہماری جماعت نے خدا کے فضل سے اس میدان میں بہت کام کیا ہے لیکن جو کام ابھی ہمارے سامنے ہے اس کے مقابل پر ابھی ایک بحر زخار سے ہم نے ایک گھونٹ ہی لیا ہے۔ اس کام کی عظمت کو اور اپنی جماعت کی قلت کو مدنظر رکھتے ہوئے جب تک ہماری جماعت کا ایک ایک فرد اپنی پوری قوت اس کام پر نہیں لگا دیتا بڑے نتائج کی توقع رکھنا عبث ہے۔ بیشک ہماری جماعت میں دوسری تمام اسلامی جماعتوں کے مقابلہ میں تبلیغ اسلام کے لئے ایک حرکت نظر آتی ہے ان کی طرح جمود کی حالت نہیں لیکن [illegible] ابھی پوری قوت پیدا نہیں ہوئی۔ اس قوت کو پیدا کرنے کے لئے آئیے ہم سب مل کر چھوٹے اور بڑے مرد اور عورتیں ان تیس ایام میں جو ہمارے سامنے ہیں ایک زبردست کوشش کریں۔

رمضان کے مجاہدہ کی تکمیل کے لئے جیسا کہ میں نے اوپر کہا دعا اور صدقہ دو اور چیزوں کی ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ کی نصرت کے دن بہت قریب آرہے ہیں مگر اس نصرت کا ظہور اس وقت تک رکا ہوا ہے جب تک ہمارے دل اس کیلئے تیار نہیں ہوتے۔ اور دل دعا سے تیار ہوتے ہیں۔ دنیا میں سب سے بڑے انقلاب جو پیدا ہوئے ہیں وہ دعا سے ہی پیدا ہوئے ہیں۔ زبردست انقلاب یہ نہیں کہ آج ایک قوم کی ایک ملک پر حکومت ہے تو کل دوسرے کی ہے۔ یہ تو لیل و نہار کی گردش کی طرح ہونے والی چیز ہے اور ہوتی رہتی ہے، تلک الایام نداولہا بین الناس زبردست انقلاب وہ ہیں جنھوں نے قوموں کی رفتار کو طرز عمل کو بدل دیا ان کے دلوں میں خدا پر ایمان پیدا کر کے ایک نیک زندگی اور صحیح تہذیب کی بنیاد رکھی بھیڑیوں کو جو ایک دوسرے کو کھانے کو تیار رہتے بھائی بھائی بنا دیا۔ آج ہم کو بھی ایسا انقلاب پیدا کرنے کیلئے کھڑا کیا گیا ہے۔ مگر یہ انقلاب اسی راہ سے پیدا ہو سکتا ہے جس راہ سے پہلے ایسے انقلاب دنیا میں پیدا ہوئے ہیں۔ یعنی خدا کے آگے جھکنے سے

رمضان کا مہینہ دعا کے لئے خاص طور پر موزوں ہے اسلئے کہ دعا کے لئے پچھلی رات موزوں ترین وقت ہے جب اللہ تعالےٰ سماء اول پر نزول فرماتا ہے یعنی انسان کے دل سے قریب تر ہوتا ہے اور اسکا دریائے رحمت جوش مارتا اور وہ خود آواز دیتا ہے کہ کوئی مانگنے والا ہے؟۔ رمضان میں خواہ مخواہ بھی پچھلی رات اٹھنا پڑتا ہے کیونکہ ہر مسلم گھرانے میں اس وقت ایک ہل چل ہوتی ہے اس لئے سب سے پہلے میں اپنے احباب کو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ سب کے سب رمضان کے مہینے میں تہجد کو لازم کر لیں اور جو پہلے اس کے عادی ہیں وہ اس وقت کو لمبا کر دیں تاکہ ... زیادہ دیر تک اپنے مالک حقیقی کے سامنے جھکا رہنے کا موقع ملے اپنی معروضات کو کھول کر پیش کرنے کا موقعہ ملے، اپنے سینے کھول کر رکھ دینے کا موقعہ ملے، تاکہ انوار الٰہی ان کے اندر داخل ہوں۔ یوں تو قبض و بسط بھی خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے کسی وقت انسان کی طبیعت میں انشراح ہوتا ہے دل خدا کی طرف دوڑا جاتا ہے کبھی انسان پر کسل غالب ہو جاتا ہے نیند نہیں کھلتی یا کھلتی ہے تو انسان سوچتا رہتا ہے کہ ابھی اٹھتا ہوں کہ پھر نیند غالب آجاتی ہے۔ اس کا ایک علاج یہ بھی ہے کہ انسان رات کے وقت زیادہ شکم کو پر نہ کرے بلکہ رات کی غذا کو سادہ اور ہلکا رکھے۔ جس قدر معدہ پر زیادہ بوجھ ہوگا اسی قدر انسان کی طبیعت پر کسل زیادہ ہوگا۔ زیادہ مرغن غذا بھی اس وقت نہ کھائی جائے بلکہ جو لوگ اپنے آپ کو تہجد کا عادی بنانا چاہتے ہیں انہیں دیگر ایام میں یہ تجربہ کر کے دیکھنا چاہیئے۔ دوسرا علاج یہ ہے کہ جب وقت پر نیند نہ کھلے تو انسان کا دل اسے ملامت کرے۔ ضمناً میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ سحری کے وقت بھی زیادہ بوجھ معدہ پر نہ ڈالنا چاہیئے۔ غذا بیشک مقوی ہو مگر مقدار میں زیادہ نہ ہو۔ روزے کی اصل غرض جسمانی رنگ میں یہ ہے کہ انسان کے اندر جو محفوظ (reserve) قوت ہے وہ شدائد کا مقابلہ کرنے کے قابل ہو اور روحانی رنگ میں یہ کہ قوائے جسمانی میں کسی قدر کمزوری واقع ہو تو اس سے قوائے روحانی میں ترقی کی ایک راہ کھلے

دوسری بات جو میں کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ رمضان کے مہینے میں اپنی دعاؤں کو اسلام کی ترقی کے لئے اور دنیا میں غلبۂ اسلام کے لئے مخصوص کر دیا جائے کسی دعا کے لئے بھی دو باتوں کی ضرورت ہے اول یہ کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی ہستی پر اور اس بات پر کہ وہ مجھ سے قریب ہے اور میری دعا کو سنتا ہے ایمان ہو۔ اور یہ ایمان دعا کے وقت ایک مشاہدہ کے رنگ میں تبدیل ہو جائے اور انسان یہ محسوس کرے کہ وہ خدا تعالےٰ کے سامنے کھڑا اپنے دل کو کھول رہا ہے۔ دوسرے یہ کہ جو چیز وہ مانگ رہا ہے اس کے لئے اس کے دل میں ایک سچی تڑپ موجود ہو دعا منہ سے چند لفظوں کے رٹ لینے کا نام نہیں یہ دل میں ایک درد پیدا ہونے کا نام ہے جس کے لئے بعض وقت کافی لفظ بھی نہیں ملتے۔ اپنی ذاتی اغراض کے لئے، انسان کے دل میں ایسا درد آسانی سے پیدا ہو جاتا ہے، اس کی بیوی بیمار ہو، بچہ بیمار ہو۔ خود کسی مصیبت میں مبتلا ہو اس وقت کیا کیفیت پیدا ہوتی ہے اسی لئے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے امن یجیب المضطر اذا دعاہ۔ اضطرار کی حالت کی دعا قبول ہو جاتی ہے اگر دوسری شرائط بھی موجود ہوں۔ کیونکہ اس وقت دل میں درد پیدا ہو جاتا ہے اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے خدا کے کلام کو دنیا میں پہنچانے کے لئے، مخلوق خدا کو راہ راست پر لانے کے لئے اس درد کا پیدا ہونا آسان نہیں اسلئے یہ مشکل ترین دعا ہے۔ نبی کریم صلعم کو ارشاد ہوتا ہے لعلک باخع نفسک الا یکونوا مومنین اپنے آپ کو اسی غم میں ہلاک کر دو گے کہ یہ لوگ راہ راست پر نہیں آتے تب انسان کے دل کا درد اس انتہا کو

پہنچ جاتا ہے تو خدا کی رحمت کا دریا بھی جوش میں آتا ہے اسی لئے اس کے بعد فرمایا ان نشاء ننزل علیھم من السماء اٰیة فظلت اعناقھم لھا خاضعین، ہم ان پر آسمان سے ایسا نشان اتاریں گے کہ حق وصداقت کے سامنے ان کی گردنیں جھک جائیں گی۔ آج بھی اگر ایک جماعت کے دلوں میں یہ درد پیدا ہو جائے تو اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے سامنے دنیا کی گردنیں جھک سکتی ہیں یہی سب سے بڑی دولت ہے جس کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اپنے دلوں کے اندر راتوں کی دعاؤں سے اور دنوں کے عمل سے اعلائے کلمۃ اللہ اور غلبۂ اسلام کے لئے وہ درد پیدا کرو جس سے سرکشوں کی گردنیں اسلام کے سامنے جھک جائیں۔

اگر یہ درد ہمارے دلوں میں پیدا ہو جائے تو وعدہ الٰہی کے پورا ہونے کے دن بھی قریب آ جائیں گے۔ اس بات پر محکم ایمان رکھو کہ خدا کا وعدہ ٹل نہیں سکتا۔ وہ فرما چکا ہے کہ وہ اسلام کو دنیا میں غالب کرے گا۔ ہاں دل میں جب یہ درد اٹھے کہ وہ وعدہ پورا ہو تو اسی کے وعدے کو اس کے حضور بطور واسطہ پیش کرو۔ بدر کے دن رسول خدا صلعم نے کیا کیا تھا جب سامنے ایک زبردست مسلح جنگ آزمودہ ایک ہزار فوج نظر آئی اور ادھر تین سو تیرہ ان کے پاس بھی کافی ہتھیار نہیں اکثر جنگ کا تجربہ نہ رکھنے والے نوجوان تو آپ ساری رات دعائیں کرتے رہتے یہ بھی رمضان کا مہینہ تھا اور رو رو کر فرماتے تھے اللھم انی انشدک وعدک۔ تیرا وعدہ ہے کہ تو مجھے غالب کرے گا اسی وعدہ کا واسطہ تیری جناب میں پیش کرتا ہوں اللھم ان اھلکت ھذہ العصابة فلن تعبد فی الارض ابداً، اے خدا اگر تو نے اس چھوٹی سی جماعت کو ہلاک کر دیا تو زمین میں تیری عبادت نہیں رہے گی۔ یا حی یا قیوم برحمتک استغیث

آج ہم بھی ایک چھوٹی سی جماعت ہیں مگر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ آج قرآن کو دنیا میں پہنچانے کا فکر رکھنے والی اس کے سوا کوئی جماعت نہیں۔ حکومتیں ہیں، خزانے ہیں، امراء ہیں، علماء ہیں، پیر ہیں، ان پر جانیں فدا کرنے والے، ان کے سیاہ کو سفید کہنے والے مرید ہیں جتھے ہیں نظام ہیں، چندے بھی ہیں، مگر خدا کے کلام کو دنیا میں آگے کرنے والے نہیں۔ ہاں تو رو رو کر یہ دعا کرو کہ اے خدا تو نے اس چھوٹی سی جماعت کو ناکام رکھا تو تیرے قرآن کو دنیا میں پہنچانے والا کوئی نہ رہے گا۔ اے خدا تیرا وعدہ ہے کہ تو اپنے دین کو دنیا میں غالب کرے گا تو اس وعدہ کو پورا فرما اور اپنے ان بندوں کی نصرت فرما جو تیرے دین کی نصرت کر رہے ہیں۔

ہاں یوں بھی دعا کرو کہ اے خدا آج ہم نے اپنی آنکھوں سے تیرے بیشمار وعدوں کو پورا ہوتے دیکھ لیا ہے جو تو نے اپنے پاک کلام میں یا اپنے رسول کی زبان سے کئے تھے۔ ہم نے اپنی آنکھوں سے اس دجال کو دیکھ لیا جس کی بائیں آنکھ ستارے کی طرح روشن ہے اور جس کی دنیوی ترقیاں کمال کو پہنچ گئیں اور جس کی داہنی آنکھ روشنی سے بالکل خالی ہے اور اسے تیری ہستی نظر نہیں آتی۔ ہم نے اس کے بہشت کو بھی دیکھ لیا جو آج ہماری آنکھوں کے سامنے جہنم بن چکا ہے اور ہم نے اس چیز کو بھی تجربہ کر کے دیکھ لیا جسے وہ جہنم بتاتا ہے کہ اسی میں دلوں کی حقیقی راحت ہے اور وہی حقیقی جنت ہے۔ ہم نے یاجوج ماجوج کو اپنی آنکھ سے دیکھ لیا جو من کل حدب ینسلون کے مصداق ہیں جو تمام بلندیوں پر قابض ہو گئے۔ ہم نے اس قوم کو دیکھ لیا جس نے دنیا کے کاریگری کے کاموں کو انتہا تک پہنچا دیا الذین ضل سعیھم فی الحیٰوة الدنیا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعاً۔ ہم نے وترکنا بعضھم یومئذ یموج فی بعض کے وعدے کو بھی پورا ہوتے آج اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ ہم نے وعرضنا جھنم یومئذ للکٰفرین عرضاً کا نظارہ بھی دیکھ لیا۔ اور دنیا میں چاروں طرف یہ آوازیں بلند ہوتیں سن لیں کہ جہنم دنیا پر آ گیا، ہم نے ان کی دنیا کی زینت کے انجام کو بھی دیکھ لیا کہ کس طرح شہروں کے شہر آج کھنڈروں کی صورت میں تبدیل ہو گئے، اور لہلہاتے باغ اور سبزہ زار ویران بن گئے۔ جیسا کہ تو نے فرمایا تھا وانا لجاعلون ما علیھا صعیداً جرزاً۔ ہم نے ان جسمانی آنکھوں سے تیرا یہ وعدہ بھی پورا ہوتے دیکھ لیا کہ دنیا کی کوئی آبادی نہیں جسے ہم ہلاک نہ کر دیں یا سخت عذاب میں مبتلا نہ کر دیں جیسا کہ تو نے فرمایا تھا ان من قریة الا نحن مھلکوھا قبل یوم القیامة او معذبوھا عذاباً شدیداً۔ مگر اے خدا تو نے ہی فرمایا تھا کہ جب ان سب باتوں کو دیکھ لو تو یہ بھی جان لو واقترب الوعد الحق، حق کے غلبہ کا وعدہ بھی قریب آ گیا ہاں جہاں تو نے یہ فرمایا تھا کہ القینا بینھم العداوة والبغضاء کہ ان عیسائیوں کے درمیان جو اسلام کو برباد کرنا چاہتے تھے ہم سزا کے طور پر باہم عداوت اور بغض پیدا کر دیں گے۔ یہ بھی فرمایا تھا کہ ونفخ فی الصور فجمعنٰھم جمعاً کہ صور پھونک کر ہم ان کو دین واحد پر بھی جمع کر دیں گے۔ یہ بھی فرمایا تھا کہ تیرا آخری دین اسلام سب دینوں پر بالآخر غالب آ جائے گا سو اے خدا جہاں تو نے ہمیں اپنی آنکھوں سے اتنے وعدے پورا ہوتے دکھائے ہیں اپنے دین کے غلبہ کا وعدہ بھی اپنی آنکھوں سے پورا ہوتا دکھا۔ ہمیں وہ سامان عطا فرما اور وہ کارکن عطا فرما کہ ہر ملک اور ہر قوم کے اندر تیرے دین کی تبلیغ کا ایک مرکز قائم ہو جائے ایک روشنی پہنچانے والا مینار بلند ہو جائے اور دنیا میں وہ ہوا چلا اور وہ حالات پیدا کر دے کہ لوگوں کی گردنیں تیرے قبلہ تیرے اسلام اور تیرے رسول کے سامنے جھکتی چلی جائیں اور بالآخر وہ نصرت بھی ہمیں عطا فرما کہ ہم لوگوں کو تیرے دین میں گروہ در گروہ اور فوج در فوج داخل ہوتے دیکھ کر تیری تسبیح اور تیری حمد کرتے ہوئے اور تیری حفاظت چاہتے ہوئے تیری طرف آئیں

یوں تو ہمیں یہ دعا بھی اللہ تعالےٰ نے ہی سکھائی ہے ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنة وفی الاٰخرة حسنة اپنی کی بھلائی بھی ہم اللہ تعالےٰ سے ہی مانگتے ہیں لیکن میں چاہتا ہوں کہ اس رمضان کی دعاؤں کو ہم اس قدر غلبۂ اسلام کے لئے وقف کر دیں کہ اپنے نفسوں کو بھی بھول جائیں۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر ہم اس کے دین کی خاطر اپنے آپ کو بھول جائیں تو اللہ تعالےٰ ہمیں نہیں بھلائے گا۔ خدا اسی کو بھلاتا ہے جو خدا کو بھلاتا ہے یا خدا کے دین کو بھلاتا ہے۔ ہاں اپنی دعاؤں کو خدا کے دین کے لئے وقف کرنے میں دو اور دعائیں بھی شامل ہیں۔ ایک دعا اس جماعت کے لئے جو اس وقت پیغام الٰہی کی حامل ہے اور خدا کے کلام کو دنیا کے کناروں تک پہنچانے میں ساعی ہے کیونکہ اسی کی قوت استحکام سے آج اسلام کی اشاعت وابستہ ہے۔ اور جب ہم اس جماعت کے لئے دعا کریں گے تو ان سب لوگوں کے لئے بھی فرداً فرداً دعا کریں گے جو عملاً اس جماعت کے ساتھ شامل ہیں اور اللھم انصر من نصر دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مصداق ہیں۔ اور دوسری اپنی آیندہ نسلوں کے لئے دعا کہ اللہ تعالےٰ ان کے دلوں کو بھی اس چنگاری سے روشن فرمائے جو امام وقت کی بدولت اس نے ہمارے دلوں میں ڈالی ہے، اور ان کے اندر بھی تبلیغ اسلام کا وہ ولولہ پیدا ہو جو امام وقت اپنی جماعت کے اندر پیدا کرنا چاہتا تھا تاکہ اس کے دین کی تبلیغ کا یہ کام جس کی بنیاد ہم نے رکھی ہے ہمارے بعد بھی جاری رہے اور یہ عمارت قیامت تک بلند ہوتی چلی جائے۔

حدیث میں آتا ہے من کان فی حاجة اخیه کان اللہ فی حاجته جو اپنے بھائی کی ضرورت میں امداد کرتا ہے، اللہ تعالےٰ اسکی ضرورت میں اس کی امداد کرتا ہے دعا سے بھی انسان ایک حد تک اپنے بھائی کی امداد کر سکتا ہے۔ اسلئے جب ہم اپنے بھائیوں کے لئے دعائیں کریں گے تو اس لحاظ سے کہ اس میں شفقت کا رنگ ہے اور ذاتی غرض سے خالی ہے وہ استجابت کے زیادہ قریب ہو گی اور دوسری طرف اپنے بھائی کی ضرورت میں معاون ہونے کی وجہ سے ہم خود اللہ تعالےٰ کی اعانت کے مستحق ہوں گے۔ اور چونکہ ہمارے بھائی ہمارے لئے دعا کرنیوالے ہونگے اسلئے ان کی دعا ہمارے حق میں اغراض ذاتی سے پاک ہونے کی وجہ سے استجابت سے زیادہ قریب ہو گی۔ پس فرداً فرداً سب بھائیوں کے لئے جہاں تک یادداشت ہو دعا کی جائے اور بحیثیت مجموعی سب ان دوستوں کے لئے جو نصرت دین میں مشغول ہیں۔

اس موقعہ پر میں بعض احباب کا خصوصیت سے ذکر کرنا چاہتا ہوں اور یہ وہ دوست ہیں جن کے نام پیغام صلح کے پچھلے پرچہ میں شائع ہو چکے ہیں یعنی تحریک صدقہ قرضہ میں حصہ لینے والے احباب۔ ان لوگوں نے ایک سخت تنگی کے وقت جب انجمن قرضہ کے بوجھ کے نیچے دبی ہوئی تھی اور کہنے والے کہتے تھے کہ یہ انجمن اب رہ گئی۔ ایک بے نظیر قوت ایمانی دکھائی وہ انجمن کے لئے ساعة العسرة تھی جب میں اس قرضہ کو اتارنے کے لئے ان احباب کے نام خود رقمیں ڈال کر خطبہ جمعہ میں اسکا اعلان کر رہا تھا اور میں نہ جانتا تھا کہ مجھے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے گا یا اللہ تعالےٰ میری آوازیں اڑ ڈالے گا تو چاروں طرف سے لبیک لبیک کی آوازیں چلی آ رہی تھیں اور اللہ تعالےٰ نے بھی ان کے اس صدقہ کو ایسی قبولیت عطا فرمائی کہ اس کے بعد انجمن کا قدم ترقی کی طرف ہی اٹھتا چلا گیا اور ہر قسم کے قرضے صاف ہو جانے کے علاوہ انجمن کے چندے بھی ترقی کرتے چلے گئے اور انجمن کے قدم مالی طور پر بہت مضبوط ہو گئے اس فہرست کو کبھی کبھی دیکھ لیا کریں اور ان کے لئے ممکن ہو تو نام لے لے کر دعائیں کریں کہ اللہ تعالےٰ ان پر اپنی رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے اور جس طرح وہ خدا کے دین کی تنگی کے وقت اس کے کام آئے خدا بھی ان کے آڑے وقت ان کے کام کر دے ہاں اور ان کے لئے بھی دعا کریں جو باوجود مقدرت کے اس میں شامل نہیں ہو سکے کہ اللہ تعالےٰ اب ان کے سینوں کو کھول دے اور اس کوتاہی کا کفارہ کرنے کے قابل انہیں بنا دے۔ میں امید رکھتا ہوں کہ اگر جماعت کا اخلاص اور ایثار اسی طرح ترقی کرتا چلا گیا تو تھوڑے دنوں میں اللہ تعالےٰ کی نصرت کے وہ نظارے ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے جن کی اس وقت ہمارے دلوں میں آرزو ہے۔

دعا کے متعلق اس قدر تفصیل سے لکھنے کے بعد میں چند الفاظ رمضان میں صدقہ کے متعلق بھی لکھنا چاہتا ہوں رمضان میں صدقہ تو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے کان اجود ما یکون فی رمضان جس قدر اس مہینے میں خدا کی راہ میں دیتے تھے اور کسی مہینے میں اس قدر نہ دیتے تھے۔ اب صدقہ غربا کی امداد کے لیئے بھی ہو سکتا ہے اور اس زمانہ کے سب سے بڑے غریب (بدا الاسلام غریبا وسیعود کما بدا) دین کے لیئے بھی ہو سکتا ہے جو لوگ جماعت میں امداد کے مستحق تھے الحمد للہ کہ چند زمیندار احباب اور چند دیگر اہل دل اصحاب کی توجہ سے انہیں امداد پہنچا دی گئی ہے۔ میرے سامنے ان اصحاب کے نام ہیں اور میں ان کے لیئے دعا کرتا ہوں اور اب میں چاہتا ہوں کہ رمضان کا صدقہ اسی طرح دین کی تبلیغ کے لیئے وقف کر دیا جاوے جس طرح دعاؤں کو غلبۂ اسلام کیلئے وقف کیا جائے گا۔ درحقیقت یہ صدقہ ہی اصل دعا ہے ہاں یہ الفاظ میں دعا نہیں یہ عمل میں دعا ہے۔ ایک تو ہم لفظوں میں دعا کرتے ہیں اپنے درد کا اظہار خدا کے سامنے یوں کرتے ہیں کہ اے خدا تو اپنی مخلوق کو ہدایت دے لیکن اگر فی الواقعہ ہمارے دلوں میں درد موجود ہے اور ہماری دعا ہمارے منہ کے چند لفظ نہیں تو ہم اپنے مال کو مخلوق خدا کی ہدایت کے لیئے خرچ کر کے اس بات کا ثبوت اپنے عمل سے دیتے ہیں کہ فی الواقع ہمارے دل میں درد موجود ہے جو شخص اپنا مال حسب مقدرت مخلوق خدا کی ہدایت کے لیئے خرچ نہیں کرتا اس کا یہ دعوےٰ کہ وہ غلبۂ اسلام کے لیئے دعا کرتا ہے یا کرے گا صحیح نہیں جس طرح ایک بھوک سے مرتے ہوئے انسان کو دیکھ کر ایک شخص کے دل میں درد پیدا ہوتا ہے تو وہ اپنے پاس سے کچھ خرچ کر کے اس کی جان بچانے کی کوشش کرتا ہے اسی طرح دنیا کی روحانی موت کے قریب پہنچی ہوئی حالت کو دیکھ کر اگر ہمارے دلوں میں یہ درد پیدا نہیں ہوتا کہ اپنے پاس سے کچھ خرچ کر کے انہیں روحانی موت سے بچانے کی کوشش کریں تو ہمارا ان کے لئے لفظوں سے دعا کرنا بے سود ہے۔

اس صدقہ کے لیئے میں ایک رستہ تجویز کر چکا ہوں اور وہ ہے دنیا کے موجودہ مصائب کے وجوہ پر ایک نظر ڈال کر اس کے سامنے اس نظام کو پیش کرنا جو انہی مصائب کے علاج کے لیئے اللہ تعالیٰ نے محمد الرسول اللہ صلعم کے قلب مبارک پر منکشف فرمایا تھا۔ فی الحقیقت اسلام ہی ایک نظام ہے جو نظام عالم یا World order کہلانے کا مستحق ہے کیونکہ اسلام کے سوائے دوسرا کوئی نظام ایسا نہیں جس میں انسان کی زندگی کے ہر پہلو کے لئے ایک راہ تجویز کی گئی ہو۔ اور یہ راہ چونکہ خدائے عالم الغیب نے تجویز فرمائی ہے اسلیئے ان مصائب کو دور کرنے کی یہی راہ صحیح ہے اور اس کے سوائے جتنی راہیں بھی اختیار کی جائیں خواہ وہ ایک ملک کے مدبر پیش کریں یا سب ملکوں کے مدبر مل کر پیش کریں ناکام ثابت ہوں گی یہ نظام آج سے تیرہ سو سال پیشتر دنیا پر ظاہر کر دیا گیا تھا۔ یورپ کے لوگوں نے اس نظام کو جھٹلایا بلکہ اسکو مٹانے کی پوری کوشش کی اور آخر اس کی سزا بھگت رہے ہیں مگر وہی نظام ان مشکلات کا علاج ہے چاہے اسے آج قبول کر لیں اور چاہے دس یا بیس یا پچاس سال بعد اور سزا کا مزہ چکھ کر قبول کریں۔ یہ خدا کا وعدہ ہے جو ہو کر رہے گا۔

میں نے سال گذشتہ ایک چھوٹا سا رسالہ اس مضمون پر "نیا نظام عالم" کے عنوان سے اردو میں لکھا تھا جو خدا کے فضل سے بہت مقبول ہوا ہے اب بعض تحریکات کے ماتحت میں اسے ذرا بسط سے لکھنا چاہتا ہوں اور بتانا چاہتا ہوں کہ مغربی دنیا کی کیا کیا مصائب ہیں اور ان کا کیا کیا علاج اسلام نے تجویز کیا ہے اور یہ بھی چاہتا ہوں کہ سردست انگریزی میں اس کی دس ہزار کاپی طبع ہو کر ان لوگوں تک پہنچائی جائے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے صحت دی تو میرا یہ بھی ارادہ ہے کہ میرے ایام رمضان صرف اسی کام میں صرف ہوں۔ میں نے دفتر میں بھی لکھ دیا ہے کہ سوائے اشد ضرورت کے مجھے رمضان میں کوئی کاغذات نہ بھیجے جائیں اور اپنے دوستوں سے بھی التجا کرتا ہوں کہ سوائے اس خط و کتابت کے جو ان دو امور سے تعلق رکھتی ہو جن کا ذکر میں نے اوپر کیا ہے یعنی ایک دعا کے متعلق کہ جو کوئی دوست مجھے اپنی کسی تکلیف میں دعا کے ساتھ شامل کرنا چاہے اس کے لئے حاضر ہوں اور دوسرے اس نئے جہاد میں حصہ لینے کے متعلق اور کسی قسم کی خط و کتابت سوائے اشد ضرورت کے نہ کی جائے۔

اگر اللہ تعالےٰ نے مجھے اس کی توفیق دی اور یہ میں اس کے در سے امید رکھتا ہوں تو پھر اس کی طباعت کا سوال ہے۔ ایسا دین کی جماعت ہی حل کر سکتی ہے، اس کے لئے کاغذ کی موجودہ گرانی میں کم سے کم دس ہزار روپیہ درکار ہے جس میں سے ایک ہزار سے اوپر سید تصدق حسین صاحب قادری بغداد سے بھیج رہے ہیں باقی کے لئے میں اپنی ہندوستان کی جماعت سے اپیل کرتا ہوں، میں جانتا ہوں کہ اس جماعت میں خدا کے فضل سے وہ متمول بھی موجود ہیں کہ ان میں سے ایک بھی اس رقم کو پورا کر سکتا ہے مگر مال کی کشائش اور دل کی کشائش دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ پرانا رونا

کریماں را بدست اندر درم نیست
خداوندانِ نعمت را کرم نیست

میں نہیں روتا کیوں کہ اس جماعت کے خداوندان نعمت نے بعض اوقات بڑی دریا دلی سے اپنے مالوں کو خدا کی راہ میں خرچ کیا ہے۔ ہاں خدا کے آگے روتا ہوں کہ وہ میری آواز میں یہ اثر پیدا کر دے کہ اس عظیم الشان کام کے لئے بھی صاحب ثروت لوگوں کے دل کھل جائیں۔ اے خدا تو اگر چاہے تو میری کمزور آواز کے اندر طاقت پیدا کر دے کہ میں اس رسالہ کے لکھنے میں کامیاب ہو جاؤں اور میری جماعت اس کی طبع کے مصارف جمع کرنے میں کامیاب ہو جائے، اور پھر میری اس محنت کو اور جماعت کے ان صدقات کو اے خدا تو اس طرح قبول فرما کہ یہ کام تیری مخلوق کی ہدایت کا ذریعہ ہو جائے۔

والسلام

خاکسار محمد علی

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ڈلہوزی میں خیریت سے ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

اعلانِ نکاح

جناب چودھری فضل احمد صاحب رسالدار میرٹھ چھاؤنی کے فرزند ارجمند جناب چودھری نذیر احمد صاحب کا نکاح ۲۲ اگست ۱۹۴۳ء کو جناب چودھری ولی محمد صاحب پراسیکوٹنگ انسپکٹر دہلی کی صاحبزادی سے تین ہزار روپیہ مہر پر پڑھا گیا، برات میرٹھ سے دہلی آئی اور اسی دن شام کو رخصتی عمل میں آئی — جناب رسالدار چودھری فضل احمد صاحب نے اس خوشی میں مبلغ بیس روپے بغرض اشاعت اسلام انجمن میں دیئے۔
اللہ تعالےٰ اس رشتہ کو جانبین کے لئے موجب برکت و رحمت کرے۔

شادی کی تقریب

منشی عطا محمد خان صاحب پٹواری موضع میرانپور ضلع مظفر گڑھ اطلاع دیتے ہیں کہ ماسٹر محمد سعید صاحب چغتائی ہیڈ ماسٹر آلو دیوالی کی شادی ۱۸ اگست کو ایک شریف سنی مسلمان کی لڑکی سے ملانوں کی مخالفت کے باوجود ہو گئی ہے اس خوشی میں ماسٹر صاحب نے مبلغ ۱۰/- روپے انجمن کو اشاعت اسلام کے لئے بھیجے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس تعلق کو جانبین کے لئے مبارک کرے۔

سانحۂ ارتحال

جیو ونجل ضلع گجرات سے پر افسوسناک خبر آئی ہے کہ ہماری جماعت کے ایک نہایت مخلص بزرگ مولوی غلام قادر صاحب ساکن جیو ونجل جو حضرت مسیح موعود کے پرانے خدام میں سے تھے ۲۸ ماہ گذشتہ کو انتقال فرما گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔
مرحوم نہایت پاکباز اور فہیم انسان تھے۔ اختلافات سلسلہ کے ابتدائی ایام میں انجمن کی طرف سے کچھ عرصہ تبلیغ کا کام بھی کرتے رہے، تھوڑا عرصہ ہوا ان کا ایک مضمون حضرت مسیح موعود کے اعجاز کے بارہ میں اخبار میں شائع ہوا تھا۔ اللہ تعالےٰ مرحوم کو غریق رحمت فرمائے اور انکے پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔ احباب کرام مرحوم کا جنازہ غائبانہ پڑھکر ثواب حاصل کریں۔

"علم الاقوام" مصنفہ جناب ڈاکٹر بیرن عمر صاحب

پر

ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب کا ریویو

علم الاقوام (Ethnology) اور علم الانسان (Anthropology) پر اردو زبان میں بہت ہی کم کتابیں لکھی گئی ہیں۔ حالانکہ یہ ایک ایسا علم ہے جس کی عمومی واقفیت ہر ایک انسان کو ہونی چاہیئے۔ فاضل مصنف نے اس اہم اور دقیق موضوع پر مختلف پہلوؤں سے سیر کن بحث کی ہے۔ جس کے مطالعہ سے ہماری معلومات میں کافی سے زیادہ اضافہ ہوتا ہے۔ میں ان تمام پہلوؤں پر اس وقت تنقید کرنے سے قاصر ہوں کیونکہ جس اخبار کے لئے میں یہ چند سطور لکھ رہا ہوں اس کا دائرہ عمل مذہبی اور اخلاقی ہے لہٰذا میں صرف اس حصہ پر کچھ عرض کروں گا جس کا تعلق صرف مذہب سے ہے۔

مذہب کئی طرح کے مراحل سے ہوتا ہوا ہم تک پہنچا ہے اس کا تصور بعض حالتوں میں متضاد بھی نظر آتا ہے۔ خالق کل کے متعلق ہر مذہب نے کوئی نہ کوئی نظریہ پیش کیا ہے۔ فاضل مصنف اس موضوع پر لکھتے ہوئے رقمطراز ہے کہ:-

"توحید کا عقیدہ ان سب قوموں میں جو علم الاقوام کے موضوع ہیں۔ یعنی جو ابتداء میں لکھنا پڑھنا نہیں جانتی تھیں۔ واضح طور پر موجود تھا، لیکن سوائے اولین تہذیب کے حاملوں کے کسی قوم میں یہ عقیدہ وضاحت اور وثوق کے ساتھ قائم نہیں رہا کہ معبود صرف ایک ہی ہے جو مخلوق پر مہربان ہے......"

آگے چل کر ڈاکٹر صاحب موصوف رقمطراز ہیں کہ:-

"کسی قسم کی باقاعدہ اور باجماعت عبادت، کوئی مندر مورتی وغیرہ ان کے ہاں نہ تھی۔ البتہ ایک خاص قسم کی قربانی کا سب قوموں میں رواج ہے، جو اولین تہذیب کی حامل ہیں۔ اس کی صورت یہ ہے کہ پہلے پھل اور ہر غذا کا پہلا یا اوپر کا حصہ خدا کی نذر کر دیا جاتا ہے۔ نذر دینے والا یہ نہیں سمجھتا کہ خدا کو ان غذاؤں کی ضرورت ہے بلکہ یہ صرف شکرانہ ہے اس ذات کا جس نے ہر غذا کو اور خود زندگی کو پیدا کیا۔ ان کا معبود عالم کل۔ قادر مطلق، اور رحمان و رحیم ہے۔ عجیب بات ہے کہ یہی عقیدہ دنیا کے بڑے بڑے مذاہب میں پایا جاتا ہے......"

ان الفاظ میں خالق کا جو تصور پیش کیا گیا ہے وہ عین اور خالص اسلامی تصور ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اولین تہذیب کے حاملوں کا خدا تعالےٰ کے متعلق تصور وہی تھا جو اسلام کا ہے۔

زندگی بعد الموت کے متعلق بھی ڈاکٹر صاحب تحقیقات کے بعد جس نتیجہ پر پہنچے ہیں وہ قابل غور ہے۔ صاحب موصوف تحریر فرماتے ہیں کہ:-

"یہ عقیدہ بھی عام معلوم ہوتا ہے کہ موت کے بعد ایک اور زندگی آنے والی ہے اگرچہ وہ جسمانی شکل میں نہیں ہوگی۔ اس کے مختلف تصورات ہیں جو مبہم ہیں مگر یہ بات صاف ہے کہ جو لوگ نیک نیت۔ نیک دل اور دیانت دار ہیں۔ سچ بولتے ہیں اور مہمان نوازی کرتے ہیں ان کا انجام کچھ اور ہوگا اور جو اس کے برعکس ہیں ان کا کچھ اور۔"

اسی طرح گناہ اور توبہ کا تصور بھی اولین تہذیب کے حاملوں کے اندر پایا جاتا ہے۔ اور وہ یہ سمجھتے تھے کہ توبہ استغفار سے قہر الٰہی دور ہو جاتا ہے۔ مردوں کے بارے میں یہ دستور ہے کہ جس جگہ مریں، وہیں دفن کر دیئے جائیں۔

اب ہر مسلمان یہ جانتا ہے کہ یہ تمام نظریئے اور تصورات کس حد تک اسلامی ہیں جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ شروع سے ہی بنی نوع انسان کا اصلی اور حقیقی مذہب اسلام تھا۔

آخر میں صاحب موصوف کے بعض اپنے نتائج جو انھوں نے خود اپنی اس کتاب کے اخیر پر نکالے ہیں ان کی اپنی زبان میں پیش کرتا ہوں۔ تحریر فرماتے ہیں:-

"ایک چیز ہمیں صاف نظر آتی ہے اور وہ نوع انسانی کی وحدت ہے۔ پھر ہم نے یہ دیکھا کہ مختلف مذہبی تصورات مختلف مقامات پر اور مختلف زمانوں میں پیدا ہوئے اور ساری دنیا میں پھیل گئے۔ ابتداء میں نوع انسانی نسل اور تہذیب کے لحاظ سے ایک تھی (کان الناس امۃ واحدۃ۔ ناقل) لیکن جیسے جیسے نئے تصورات وجود میں آتے گئے اس وحدت میں کثرت پیدا ہوتی گئی غرض ارتقار کے سلسلہ میں جسے ہم غلطی سے ترقی کہتے ہیں کوئی ہم آہنگی نہ تھی۔"

ارتقاء بیشک ایک حقیقت ہے لیکن کیا واقعی ارتقاء ترقی کا نام ہے؟ اس میں کوئی شک نہیں کہ مادی دولت اور قوت میں ضرور ترقی ہوئی لیکن جن لوگوں نے یہ دولت اور قوت حاصل کی کیا ان کی ذہنی اور روحانی مسرت میں بھی ترقی ہوئی؟ ہم نے اس سے قطعی انکار کیا ہے۔ اولین تہذیب کے غریب حاملوں کے بلند اور سادہ مذہبی تصورات میں "اضافہ" تو بیشک ہوا لیکن یہ اضافہ تنزل کا باعث تھا۔ واحد اور غیر مرئی پر رنگ چڑھا کر اسے مجسم اوتاروں میں تقسیم کر دیا گیا اور اس کے بعد مورتوں تک نوبت پہنچی۔ اولین تہذیب کے معاشرتی نظام میں خاندان کے افراد برادری کے پاک رشتے میں منسلک ہوتے تھے اور کوئی کسی پر ظلم نہ کرتا تھا۔ عورتوں اور مردوں کے حقوق برابر تھے۔ نہ کوئی غلاموں کا طبقہ تھا اور نہ امیروں کا آپس میں قدرتی طور پر میل اور محبت تھی لیکن جیسے جیسے علم اور صنعت میں اضافہ ہوتا گیا مختلف طبقے پیدا ہو گئے اور ایک دوسرے کو دبانے لگا۔ اس طرح رفتہ رفتہ امیروں کا عزت مند طبقہ اور غلاموں اور مزدوروں کا ذلت نصیب طبقہ پیدا ہو گیا۔ ذلت جو افلاس سے کہیں بدتر ہے دولت اور اعلیٰ تہذیب کی پیداوار ہے۔ افلاس بجائے خود ایسی چیز نہیں کہ لازمی طور پر انسان کے لئے مصیبت ہی ہو۔ کم کھانا اور کم پینا تو صحت کے لئے اچھا ہے۔ اصل میں افلاس کا احساس اور وہ معاشرتی پستی جو اس سے وابستہ ہے انسان کے لئے مصیبت ہے۔ راحت و مسرت کا غیر محدود سامان۔ صاف ہوا۔ ٹھنڈا پانی۔ سورج کی روشنی۔ کھیل کود کا لطف یہ چیزیں اولین تہذیب کے سیدھے سادے اور آزاد مردوں اور عورتوں کو بھی میسر تھے۔

مادی دولت کی ترقی اور اخلاقی صفات کے انحطاط کا یہ عمل سینکڑوں سال سے جاری ہے لیکن صنعت و حرفت اور مادی تہذیب کے حیرت انگیز کارناموں کے مقابلے میں اگر ہم اس نقصان کو دیکھیں جو شخصی آزادی، راحت مسرت اور حسن و ہم آہنگی کو پہنچ رہا ہے تو ان کارناموں پر فخر کرنے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔

پھر آگے چل کر فاضل مصنف لکھتا ہے کہ:-

"لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ ہم نوع انسانی کے مستقبل سے مایوس ہو کر بیٹھ جائیں۔ بیشک دولت ہم کو بگاڑ رہی ہے اور تمدنی ترقی اخلاقی انحطاط کا باعث ہو رہی ہے لیکن اس کے ساتھ مذہب اور انسانیت کے بنیادی عقائد نئے سرے سے زندہ ہو رہے ہیں، دنیا کے بڑے الہامی مذاہب زیادہ زور اور قوت کے ساتھ ان اصولوں کی تعلیم دے رہے ہیں جن پر انسانی زندگی کی بنیاد قائم ہے جہاں دولت اور قوت کے ساتھ ساتھ اخلاقی انحطاط کی لہر بڑھ رہی ہے وہاں مذہب کی اصلاح اور تجدید کا دائرہ بھی وسیع ہوتا جاتا ہے اور چاہتا ہے کہ کل نوع انسانی کا احاطہ کر لے۔ اس لئے حد سے زیادہ مایوس ہونا بھی اتنا ہی بے جا ہے جتنا ظاہری ترقی سے دھوکا کھا کر خوش ہو جانا۔"

یہ نتائج کسی تشریح کے محتاج نہیں تحریک احمدیت کا خلاصہ بھی صرف اسی قدر ہے کہ اب دنیا دہریت، مادیت اور مادی ترقی سے تنگ آ چکی ہے اور اگر دنیا میں کوئی حقیقی اور اعلیٰ ترقی اور راحت پیدا ہو سکتی ہے تو صرف اس بات پر منحصر ہے کہ انسانی زندگی۔ تمدن و معاشرت کی بنیاد صحیح مذہبی اخلاقی اور روحانی اصول پر ہو۔ اور یہ صرف زبانی ایمان ہی نہ ہو بلکہ عملاً نیا نظام عالم روحانی اور اخلاقی طاقت اور قوت پر قائم کیا جائے بجائے مادی اور عسکری طاقت کے، مذہب اخلاق اور روح کی طاقتوں کو تسلیم کیا جائے ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم کے اصول کو بنیادی طور پر تسلیم کیا جائے موجودہ جنگ نے ثابت کر دیا ہے کہ مادی اور عسکری طاقت سے انسان حقیقی راحت اور مسرت حاصل نہیں کر سکتا اب اسکا نتیجہ انشاءاللہ یہ ثابت کر دے گا کہ صرف روحانی۔ اخلاقی اور مذہبی طاقتیں اور قوتیں دنیا کی اقوام میں امن اور سلامتی قائم رکھ سکتی ہیں اور اب یہ جماعت احمدیہ کے ذریعہ اشاعت اسلام کے رنگ میں ظاہر ہوگا۔ انشاءاللہ العزیز و باللہ التوفیق۔

بالآخر ہم اپنے مکرم دوست ڈاکٹر بیرن عمر رالیٹ آرن فیلس کو دلی مبارکباد دیتے ہیں کہ وہ علم الاقوام کے گہرے مطالعہ سے اس نتیجہ پر پہنچے ہیں جسکو تحریک احمدیت نے امام ربانی و امام الزمان حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے ذریعہ دنیا کے سامنے پیش کیا۔ یہ کتاب انجمن ترقی اردو ہند دہلی نے شائع کی ہے اور اس کی جلد اول و دوم

کھاریاں کی قادیانی جماعت کو مخلصانہ مشورہ

از جناب فضل الٰہی صاحب سپرنٹنڈنٹ چونگی کھاریاں

کھاریاں کے جو لوگ جماعت احمدیہ میں شامل ہوئے وہ صرف حضرت مولوی فضل الدین صاحب مرحوم و مغفور کی وجہ سے۔ کیونکہ مولوی صاحب مرحوم باوجود اہل علم ہونے کے ایک با خدا ولی بھی تھے۔ اور صرف حضرت مولوی صاحب کا وجود ہی تھا جن کی برکت سے کھاریاں کے لوگوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی اور اس طرح انھوں نے خدا کے مامور کو اپنے وقت پر قبول کر لیا۔

حضرت مولوی صاحب مرحوم جب تک زندہ رہے کھاریاں میں احمدیت بھی زندہ رہی۔ بلکہ ایک دفعہ عصر کی نماز کے بعد سید احمد شاہ صاحب پنشنر نے حضرت مولوی صاحب کی خدمت میں عرض کی۔ کہ آپ کی زندگی تک ہی کھاریاں میں احمدیت ہے اس کے بعد خدا حافظ۔

آخر آپ لوگوں کو سوچنا چاہیئے کہ حضرت موصوف کی زندگی تک کئی لوگ سلسلہ میں داخل ہوئے۔ آپ کی وفات کے بعد کیوں لوگ شامل نہیں ہوتے۔ اس کی صاف وجہ ہے۔ کہ حضرت مولوی صاحب کے عقاید موجودہ لوگوں کے عقائد سے ملتے نہیں تھے۔ حضرت مولوی صاحب مرحوم نے کئی غیر احمدیوں کا جنازہ پڑھا۔

- - - - - - -

اس طرح اپنی وسعت قلبی کا ثبوت دیا جو کہ مومن کی امتیازی نشانی ہوتی ہے ہاں آپ نے تمام عمر کسی غیر احمدی امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس حکم پر آپ سختی سے پابند رہے۔

(۱) آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ حضرت مولوی صاحب مرحوم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مجدد صدی چہار دہم ہی مانتے تھے۔ اور آپ لوگ اس بحث کو یاد کریں جو کہ مابین مولوی صاحب مرحوم و مولوی محمد حسین کولوتارڑ ہوئی۔ جس میں آپ نے حضرت مرزا صاحب کو مجدد تسلیم کیا جبکہ مولوی محمد حسین کولوتارڑوی نے حضرت کو نبی کہا اور یہ بحث مسجد میں ایک تحصیلدار صاحب کی موجودگی میں ہوئی تھی جن کا اسم گرامی راجہ سکندر خاں صاحب تھا۔ اور یہ حضرت خلیفۂ اول کا زمانہ تھا۔

(۲) مولوی غلام رسول صاحب فاضل راجیکی نے پڑاؤ کھاریاں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دوران لیکچر میں نبی کہا اور حضرت مولوی صاحب مرحوم نے فرمایا کہ مولوی غلام رسول صاحب نے غلطی کی ہے کہ حضرت صاحب کی طرف نبوت کا دعوےٰ منسوب کیا ہے۔ اور حضرت مولوی صاحب مرحوم نے اس پر نفرت کا اظہار کیا۔ اور جلسہ ختم ہونے کے بعد مسجد میں مولوی غلام رسول کے ساتھ حضرت مولوی صاحب اس مسئلہ پر کافی گفتگو کرتے رہے۔

(۳) حضرت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب ایک دفعہ ڈاکٹر محمد دین صاحب کے ملنے کے لئے کھاریاں تشریف لے گئے۔ تو حضرت مولوی صاحب مرحوم کو جب علم ہوا تو فوراً ڈاکٹر محمد دین صاحب کے مکان پر ملنے کے لئے چلے گئے۔ اور وہاں بھی حضرت نے اپنا عقیدہ جماعت احمدیہ لاہور کیسا تھ ہی بتلایا۔ اور جماعت قادیان کے ساتھ وابستگی کے وجوہ اس طرح بیان کئے کہ قاضی امیر حسین صاحب قادیانی کھاریاں میں آئے۔ اور انھوں نے نہایت ہی اصرار کیا تھا۔ بیعت کا خط قادیان لکھوایا۔ اور اپنی داڑھی پر ہاتھ رکھکر کہا کہ اب عمر قریباً ختم ہونیوالی ہے اور تمہاری بھی ہونیوالی ہے اس آخری عمر میں قادیان کو نہ چھوڑیں۔ کیونکہ حضرت مولوی صاحب نہایت ہی پاک نفس انسان تھے۔ اور سادگی اس کے علاوہ تھی۔ ادھر جماعت لاہور سے کوئی آدمی کھاریاں نہ آیا۔ اسلئے حضرت نے بیعت کر لی۔

(۴) نتیجہ صاف عیاں ہے۔ کہ انسان کے عقائد اس کے اعمال سے پائے جاتے ہیں۔ آپ نے کئی غیر احمدیوں کا جنازہ پڑھا۔ مثال کے طور پر چوہدری ذوالفقار خاں صاحب، چوہدری غلام محمد صاحب والدہ صاحبہ چوہدری تاج دین صاحب۔ چوہدری حامد خاں صاحب، چوہدری گوہر اور ان کی اہلیہ صاحبہ وغیرہ یہ سب غیر احمدی تھے

- - - - - - - -

- - - - - -

(۵) مندرجہ بالا واقعات سے اگر کوئی انکار کرے تو میں ایسے شخص کیساتھ مباہلہ بھی کرنیکو تیار رہوں۔ اوّل تو مجھے امید نہیں کہ کوئی انکار کرے۔ کیونکہ یہ ایسے واقعات ہیں جن کے غیر احمدی بھی گواہ ہیں

(۶) حضرت مولوی فضل الدین صاحب کی نسبت حافظ صاحب موضع دلو والے فرمایا کرتے تھے۔ کہ اگر کسی نے فرشتہ نہ دیکھا ہو تو وہ کھاریاں جا کر مولوی فضل دین صاحب کو دیکھ لے۔

بالآخر میں آپ لوگوں سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ صاحبان حضرت مولوی صاحب مرحوم و مغفور کی تقلید کریں . . . اور اپنے عمل سے مولوی صاحب مرحوم کی روح کو خوش کریں۔ اور مولوی سعد الدین صاحب کی تقلید نہ کریں۔ جن کو ایک دفعہ ہمارے جھگڑے کے وقت مولوی صاحب نے نہایت ہی غصہ کی حالت میں فرمایا تھا، کہ پہلے اپنے اعمال درست کرو۔ پھر جلسے وغیرہ کرنا۔ کیونکہ ان دنوں مولوی سعد الدین صاحب کی تجویز تھی کہ قادیان سے علماء بلا کر جلسہ کرایا جائے۔ لیکن مولوی صاحب مرحوم نے فرمایا کہ پہلے آپس میں صلح تو ہونے دو۔ پھر جلسے کرانا۔

(۷) مولوی عبد المالک صاحب پنشنر منشیر مالی ریاست بہاولپور ایک دفعہ کھاریاں تشریف لائے۔ تو نماز کے بعد مولوی صاحب سے سوال کیا کہ آپ حضرت مرزا صاحب کو نبی مانتے ہیں یا کہ مجدد۔ تو حضرت مولوی صاحب مرحوم نے فرمایا کہ مسیح موعود مان کر بیعت حضرت مرزا صاحب کی کی تھی اور چودہویں صدی کا مجدد حدیث ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ کے ماتحت مانا تھا۔ اس واقعہ کے گواہ سید احمد شاہ صاحب ہیں۔ اور ابھی چند دن ہوئے کہ شاہ صاحب کے پاس میں نے اس واقعہ کو بیان کیا تو انھوں نے فرمایا کہ واقعی مولوی صاحب نے مولوی عبد المالک صاحب کو یہی جواب دیا تھا۔

(۸) پس میں آپ صاحبان سے نہایت ہی مؤدبانہ طور پر اپیل کرتا ہوں کہ آپ لوگ حضرت مولوی فضل دین صاحب کی طفیل احمدی ہوئے۔ آپ لوگ اپنے عقائد بھی حضرت مرحوم و مغفور کے عقائد کی طرح بنائیں۔ اور ان کے نقش قدم پر چلیں بالخصوص میں مولوی عبد الرحمٰن صاحب خلف الرشید حضرت مولوی صاحب مرحوم کو توجہ دلاتا ہوں کہ اگرچہ میرے خیال میں ان کے عقائد حضرت مولوی صاحب کی طرز پر ہی ہیں جیسا کہ وہ اور میں اسبات کو جانتے ہیں۔ لیکن وہ مہربانی فرما کر ذرا دلیری اور جرأت کو حرکت میں لاویں۔ اور مجھے امید ہے کہ انکے لئے یہ بات دشوار نہیں ہے۔ دوسرے بھائیوں کے مقابلہ میں جتنی زیادہ ترقی ان کی ہوئی ہے وہ محض مولوی صاحب کی برکت سے ہے۔ اور ان کے عقائد کی وجہ سے۔ اور نیز مولوی صاحب مرحوم کی آخری وقت کی خدمت کا صلہ ہے اور آخر کا خدمت صرف انہی کے حصہ میں یا ان کی اہلیہ صاحبہ محترمہ کے حصہ میں آئی۔ حضرت مولوی فضل دین صاحب مغفور نے اپنی وفات سے پیشتر قادیان کے بہشتی مقبرہ کی وصیت کے متعلق جو بات کہی تھی اور جو مشہور بھی ہے اس کے بارہ میں پھر انشاء اللہ تعالیٰ عرض کروں گا۔ ابھی اسکو پردۂ راز میں رکھتا ہوں تا کہ حضرت مولوی صاحب

روزے کے مسائل

۱۔ روزہ کا اصل مقصد تقوےٰ ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے یایھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون۔ پس روزہ میں جھوٹ بولنا۔ گالیاں دینا۔ غیبت کرنا۔ بدنظری، حرامخوری روزہ کے مقصد کو فوت کر دیتی ہے

۲۔ جب تک رمضان کا چاند نظر نہ آئے یا شہادت نہ مل جائے شکی روز رکھنا جائز نہیں

۳۔ رمضان کے فرضی روزہ کی نیت اس سے قبل شام سے ہونی چاہیئے کہ کل صبح روزہ رکھنا ہے سوائے اس کے کہ چاند دیکھنے کی خبر نہ آئی ہو۔ نفلی روزہ کے لئے اس کی ضرورت نہیں صبح اٹھکر بھی نیت ہو سکتی ہے

۴۔ مسافر اور بیمار کے لئے روزہ معاف ہے۔ مسافر جب گھر پہنچے تو فوت شدہ روزوں کے بدلہ رمضان کے بعد روزے رکھ لے اور بیمار جب تندرست ہو تب روزوں کی قضا ادا کرے۔

۵۔ سفر کیلئے کوئی خاص شرط نہیں۔ جب سفر کے لئے گھر سے نکلے وہ مسافر سمجھا جائے گا اسی طرح بیماری کیلئے کوئی خاص لچر یا بیماری کے معیار کی ضرورت نہیں، البتہ معاملہ کو خدا سے صاف رکھے اور بہانہ بازی سے کام نہ لے اور جب وجہ معذوری دور ہو جائے تو قضا شدہ روزے رکھ لے۔

۶۔ اگر ایسا بیمار ہے جس کی صحت کی درستی کے لئے ایک لمبا عرصہ درکار ہے یا امید صحت نہیں یا ایسا کمزور ہے جس کیلئے روزہ رکھنا مضر صحت ہے یا ایسا بوڑھا ہے جس کے لئے روزہ رکھنے سے اس کی صحت پر بُرا اثر پڑتا ہے یا حاملہ عورت ہے یا دودھ پلانیوالی عورت ہے ایسے لوگ روزہ نہ رکھیں اور ہر ایک قضا شدہ روزہ کے بدلہ میں ایک مسکین کو کھانا کھلائیں لیکن مسکین کو کھانا کھلانا انہیں لوگوں پر فرض ہے جو مسکین کو کھانا دینے کی طاقت رکھتے ہوں جو خود مسکین ہیں اور فدیہ نہیں دے سکتے وہ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا کے مطابق ہر طرح معافی کے مستحق ہیں۔

۷۔ روزہ میں غلطی سے اگر کوئی چیز منہ میں ڈال لی جائے یا نگل لی جائے یا کلی کرتے وقت سہواً غلطی سے پانی حلق میں اتر جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

۸۔ کسی خوشبو یا بدبو، گرد و غبار کے ناک یا منہ میں جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

۹۔ آنکھ میں سرمہ ڈالنے۔ نہانے، سر میں تیل ڈالنے، آنکھ یا کان میں دوا ڈالنے آئینہ دیکھنے۔ قے آ جانے، نکسیر پھوٹنے خون نکلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

(باقی بر صفحہ ۸)

پنجاب میں پیر پرستی

تحقیق کی بازی ہو تو شرکت نہیں کرتا
ہو کھیل مُریدیؔ کا تو ہرتا ہے بہت جلد

یوں تو پیر پرستی کا وجل و فریب ہندوستان کے گوشے گوشے میں پھیلا ہوا ہے۔ مگر پنجاب میں یہ فتنہ ایک دائمی اور مستقل صورت اختیار کر گیا ہے۔ اور مسلمان کو قعرِ مذلت کی طرف لئے جا رہا ہے۔ "پیری" کا یہ ڈھونگ کچھ اس طرح سے رچایا جا رہا ہے کہ آپ پنجاب کے کسی گوشہ میں چلے جائیے وہاں یقیناً کسی پیر جی نے اڈا ضرور جمایا ہو گا۔ کیونکہ پنجاب کے عام مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ بغیر پیر کی بیعت کے نہ تو خدا کی عبادت ضروری اور نہ رسول کی اطاعت لازمی ہے۔ اور یہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ جو لوگ پیروں کے اس "طلسم ہوشربا" سے آزاد ہیں ان کے لئے "بے پیرا" کا لفظ طعن و تشنیع کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔

اگر پنجاب کی اس پیری کا بنظرِ تعمق مطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح طور پر آشکارا ہو جاتی ہے کہ پیری کا یہ سلسلہ درحقیقت ایک "معزز دکانداری" ہے جو پیر جی کے لئے نہ صرف عزت کا باعث ہے بلکہ عزت کے ساتھ ساتھ دولت حکومت، شہرت کے ذرائع بھی بہم پہنچاتا ہے، جو ہر قسم کی ذمہ داری سے بے نیاز ہے۔ دنیا کے حوادث مصائب و آلام تفکرات اس کے لئے حروف مہمل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس فرعونی پیشے نے پنجاب کے مسلمانوں کی حالت خصوصاً اس قدر دگرگوں کر دی ہے کہ جسکو دیکھ کر ایک سچا مسلمان خون کے آنسو روتا ہے، پنجاب کا یہ پیر پرست مسلمان اس حالت کو پیش کرتا ہے۔ جو رسول کریم صلعم کی تشریف آوری سے پہلے عرب کی حالت تھی۔ عرب آپ کی آمد سے پہلے بے جان بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ مگر موجودہ زمانے کا مسلمان جاندار بتوں کی پوجا کر رہا ہے۔ وہ کافر تھے اسلام کی تعلیم سے روشناس نہیں ہوئے تھے۔ اسلئے ان کی اس جاہلیت پر ہم اتنے شاکی نہیں ہیں جتنے موجودہ زمانے کے مسلمان سے۔ وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے لیکن اس کے باوجود اسلام کی صحیح تعلیم سے سراسر بیگانہ ہے۔ توحید کی حقیقت سے وہ بالکل بے خبر ہے، اسکو یہ معلوم نہیں کہ خدا کے بغیر کسی کے آگے جھکنا یا کسی کو وسیلہ ٹھہرانا سراسر کفر ہے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ پنجاب کا یہ "مرید" اپنے پیر کے ہاتھوں، پاؤں اور گھٹنوں کو بے اختیار چومتا ہے اور وہ پیر جو اپنے آپ کو اسلام کا ٹھیکیدار سمجھتا ہے، کتنا خوش ہو ہو کر اپنے ہاتھ کو بوسہ دلوانے کے لئے مرید کی جانب بڑھاتا ہے۔

پنجابی مسلمان اس پیری کے طلسم میں بُری طرح سے یوں پھنسا ہوا ہے کہ جس سے رہائی پانا اس کے لئے ایک امر محال کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ وہ مریدی کے نشے میں یوں کھو گیا ہے کہ خدا اور رسول کا اُسے دھیان ہی نہیں رہا۔ خدا کو کوئی کچھ کہتا ہے، لیکن اس پیر پرست مسلمان کو پرواہ تک نہیں ہوتی رسول اکرمؐ کی کوئی ہتک کرے تو اس کے بدن پر جوں تک نہیں رینگتی۔ لیکن اگر پیر جی کے خلاف چند جملے زبان سے نکل جائیں تو اس شخص کو کافر، وہابی، ملحد اور نہ جانے کن کن الفاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ پنجاب میں یہ حالت جاہل مسلمانوں ہی کی نہیں بلکہ خود کو پڑھا لکھا کہنے والے مسلمان بھی اس دام میں گرفتار ہیں، اور جو یہ جانتے ہوتے بھی کہ پیری اسلام کے سراسر خلاف ہے اس دام سے آزاد نہیں ہوتے ....

پنجاب کے یہ پیر مسلمانوں کو پست خیال ذلیل اور مذہب سے دور لئے جا رہے ہیں جاہل مریدوں سے روپیہ بٹور کر اپنا اُلّو سیدھا کر رہے ہیں۔ مرید بیچارے کے گھر میں کھانے تک کو بھی نہ ہو۔ لیکن اگر پیر جی اس کے گھر جائیں، تو اُن کے لئے مرغ حلوا پراٹھے، اور پلاؤ چاہیئے، وہ جو شخص جو لوگوں کی کمائی کھانا باعث فخر سمجھتا ہو، اس سے نیکی خودداری اور عزت کی کیا امید ہو سکتی ہے، یہ پیر تو لوگوں کی میل کھانے والے ہیں، جو پرلے درجے کی بے غیرتی اور بے بسی ہے پیری کا مزا تو تب ہے کہ پیر جی مریدوں سے پیسہ وصیلا لینا چھوڑ دیں۔ ماڈرن پیروں نے جو جو حربے بنائے ہیں (جس کا مطلب محض علاجی طور پر روپیہ جمع کرنا ہے) ان کو توڑ دیا جائے پیر جی خود کما کر کھائیں۔ بلکہ اپنے غریب مریدوں کی امداد کریں۔ لیکن یہ چیزیں کہاں، ان پیروں کے لئے تو عالیشان محل چاہئیں۔ دونوں وقت دسترخوان پہ مرغ پلاؤ اور حلوا لگا ہوا ہونا چاہیئے موٹریں ہونی چاہئیں۔ ریشمی کپڑے اور قیمتی گھڑیاں پیر جی کے ہاتھ پر لگانے کے لئے ہونی ضروری ہیں، بلکہ یہ پیر اپنی اولاد تک کو انگریزی سکولوں میں تعلیم دلوائیں اور مریدوں کو یہ تلقین کریں کہ انگریزی پڑھنا گناہ ہے، خفیہ طور پر خود تو حکومت کا دم بھریں اور مریدوں کو یہ کہیں کہ وہ آزاد ہیں ـــــ بالکل آزاد۔

یہ پیر نہیں بلکہ کوتاہ اندیش مسلمانوں کے پھنسانے کے لئے ایک جال ہے، جس میں غریب اور سادہ مسلمان بری طرح سے پھنسا ہوا ہے۔ مسلمان فطرتاً سادہ واقع ہوا ہے۔ وہ پیر کی چکنی چپڑی باتوں میں فوراً پھنس جاتا ہے۔ اور اس کی ڈاڑھی اور تسبیح کو دیکھ کر غلطی کھا جاتا ہے اس کے فرضی مریدوں کی تعداد دیکھ کر فوراً مرید بن جاتا ہے عرس کرنیکی کی مجلس جان کر اپنی گاڑھے پسینے کی کمائی مفت میں ضائع کر دیتا ہے۔ مگر اس کو معلوم نہیں کہ یہ عرس تو پیر جی کی آمدنی کا ایک ذریعہ ہوتے ہیں۔ بلکہ میں تو کہوں گا کہ پیری کی یہ ایک کلیر فس تیل .... ہوتے ہیں۔ ہر سال ہندوستان میں تو کیا پنجاب میں ہی ہزاروں عرس منائے جاتے ہیں۔ لیکن کیا کبھی کسی گدی نشین پیر نے مسلمانوں کو کوئی پیغام بھی دیا ہے۔ روپے کی فراہمی کا پیغام نہیں، بیداری کا پیغام، کیا کبھی کسی پیر نے یہ بھی کہا ہے کہ سوائے اللہ کے کسی کے آگے نہ جھکو اور اس کے سوا کسی کو اپنا وسیلہ نہ بناؤ؟ کیا کبھی کسی سجادہ نشین نے یہ فرمانے کی بھی تکلیف گوارا کی ہے کہ وطن کی خدمت کرو کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے حب الوطن من الایمان وطن کو آزاد کراؤ تم غلام ہو اور مسلمان غلام نہیں رہ سکتا کیا کسی پیر نے یہ بھی کہا ہے کہ فرقہ بندی چھوڑ دو اور سچے مسلمان بنو۔ عمل کو اپنی حیات کا اہم پہلو سمجھو۔ کیونکہ اگر تم عمل نہ کرو گے تو تمہاری نمازیں اور عبادتیں سب فضول ہیں۔ لیکن یہ باتیں، یہ سچی باتیں بھلا یہ پیر کیوں کہیں، اگر وہ ان باتوں کا پرچار کریں تو پھر ان کا مرید کون بنے! ان کو پیسے کہاں سے آئیں۔ عرس منائے جاتے ہیں اور پیر جی کا خزانہ مریدوں کے ٹکوں سے بھر جاتا ہے اور ایک برس بے فکری سے گذر جاتا ہے، جوش ملیح آبادی کیا خوب فرماتے ہیں:۔

قبروں پر مریدوں کو جھکاتے رہیئے
ڈھولک پر سنتھوں کو نچاتے رہیئے
اللہ اگر روٹھ رہا ہے روٹھے
بے خوف و خطر عرس مناتے رہیئے

پنجاب میں پیر پرستی کا زور کیوں ہے؟ اس کی دو بڑی وجوہات ہیں۔ پہلی وجہ پنجابی مسلمانوں کی مذہب سے بیگانگی ہے پنجاب میں اس وقت مسلمان دو طبقوں میں منقسم ہیں ایک طبقہ وہ ہے جو محض نام کے مسلمان ہیں اور جن کو مذہب سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ دوسرا وہ طبقہ ہے جس کو مذہب سے غلط مس ہے اور جو پیروں کے دام میں پھنسا ہوا ہے جن کے خیال میں پیر کی بیعت کرنا اسلام کے بنیادی اصولوں سے ایک اصول ہے اس چیز کو توہم پرستی نے اور بھی مضبوط کر دیا ہے، کسی کے ہاں اولاد نہ ہوئی یا کوئی ایسی ویسی بیماری ہو گئی۔ ہے تو پیر جی کی بھینٹ چڑھنا ضروری سمجھا گیا اور ان کی بیعت کرنا ان مصائب سے خلاصی پانا خیال کیا گیا ہے۔

دوسری وجہ ایک غلط عقیدے کی نشر و اشاعت ہے یعنی بغیر وسیلے کے خدا یا رسول تک رسائی ناممکن ہے مطلب یہ ہے کہ اگر ہم خدا یا رسول سے لو لگانا چاہتے ہیں تو ہمیں پیر جی کی غلامی اختیار کر لی چاہیئے یہ غلط عقیدہ عوام میں اس قدر سرایت کر گیا ہے کہ اس عقیدے کے رد میں آپ کچھ دلائل دیتے رہیں وہ ماننے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہوں گے۔ لیکن ان کو معلوم نہیں کہ خدا اور رسول کو ان وسیلوں کی ضرورت نہیں ہے۔

باطل دوئی پسند ہے حق لا شریک ہے
شرکت میانہ حق و باطل نہ کر قبول

توحید! اسلام کا سب سے بڑا بنیادی اصول ہے۔ خدا تو کہتا ہے اگر تم مجھ کو پانا چاہتے ہو یا مجھ سے کچھ حاصل کرنا چاہتے ہو۔ تو براہ راست مجھ سے مانگو کسی کی سفارش کی چنداں ضرورت نہیں ہے کیونکہ میں تمہارے دلوں کے بھید دل کو جانتا ہوں، میں حاضر و ناظر ہوں اور تمہاری شہ رگ سے بھی زیادہ تمہارے قریب ہوں۔ خدا تو کھلے لفظوں میں کہتا ہے کہ مجھ سے اور صرف مجھ سے براہ راست مانگو لیکن پیر پرستوں کا یہ ایمان ہے کہ بغیر وسیلے کے ہم کچھ حاصل نہیں کر سکتے۔ اور سہارا بھی ان شخصوں کا لیا جاتا ہے جن کی کیفیت بقول حضرت عدم ؎

ڈاڑھیوں میں معصیت کی تیرگی گوندھی ہوئی
راہبانہ شکل و صورت حرص میں ڈوبی ہوئی
پنڈلیوں تک خوف زہد و ورع آیا ہوا
اور آنکھوں میں رعونت کا نشہ چھایا ہوا
معصیت کوشی کے پیکر نفس سرکش کے مرید
خلد کے تاجر خدا کو بیچنے والے پلید

پنجاب کے مسلمانوں کے لئے فرض ہے کہ وہ جلد از جلد "پیری" کے اس دجل و فریب سے آزاد ہونے کی کوشش کریں۔ اگر ان کی حالت یہی رہی، تو ممکن ہے کہ مذہب حقیقی کا نام پنجاب سے ہمیشہ کے لئے مٹ جائے۔

(ماخوذ)

بقیہ از صفحہ نمبر

روزے کے مسائل

۱۰۔ حکم ہے کہ افطار میں جلدی کرو اور سحری کھانے میں تاخیر کرو۔ صحابہ سے روایت ہے کہ ہمارے سحری کھانے اور نماز فجر شروع ہونے کے درمیان اتنا وقفہ ہوتا تھا جس میں چالیس آیتیں پڑھی جا سکتی ہیں۔ ایک دفعہ حضرت بلالؓ نے غلطی سے اذان جلد دیدی تو آنحضرت صلعم نے حکم دیا کہ مسلمانوں کے گھروں پر جاؤ اور ان کو اطلاع دو کہ ابھی سحری کھا سکتے ہو مجھ سے غلطی ہو گئی۔

۱۱۔ رمضان کی راتوں میں قیام کرنا خاص طور پر آنحضرت صلعم کی سنت ہے۔ حضور نے فرمایا کہ اس سے بڑھکر بدقسمت کون ہو گا جس نے رمضان کو پایا اور خدا سے گناہ نہ بخشوائے آپ پچھلی رات قیام کرتے تھے اور گیارہ رکعت پڑھتے تھے اور دو دو رکعت کی نیت باندھتے تھے گیارہویں یعنی آخری رکعت علیحدہ پڑھتے تھے یہی آخری رکعت وتر کہلاتی ہے کیونکہ یہ رکعت ساری رکعتوں کو طاق کر دیتی ہے۔ چونکہ آجکل ہمارے ملک میں عشاء کی نماز کے آخری تین وتر پڑھ لیتے ہیں۔ اس لئے آخر شب صرف آٹھ رکعت پڑھنی کافی ہیں پہلی شب میں بیس رکعتیں اور تین رکعت وتر کا پڑھنا حضرت عمرؓ کے زمانہ سے شروع ہوا لوگ مسجد میں بعد نماز عشاء بیٹھے باتیں کرتے تھے آپ نے ایک حافظ قرآن کو مقرر کیا کہ وہ انہیں

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

پیغام صلح

ایڈیٹر: ایس۔ محمد آصف بی اے

جائنٹ ایڈیٹر: شیخ محمد انعام الحق

جلد ۳۱ — لاہور۔ یوم چہارشنبہ مورخہ ۸ رمضان المبارک ۱۳۶۲ھ م ۸ ستمبر ۱۹۴۳ء — نمبر ۳۵

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفرست و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب ہوگا۔

مکتوب بنام جناب مرزا محمود احمد صاحب

{از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ}

مکرم معظم میاں صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کی بیماری سے شفایابی پر مبارکباد عرض کرتا ہوا ایک درخواست کرتا ہوں اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ میں بھی آپ کی شفایابی کے لئے دعا کرتا رہا ہوں، اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی زندگی میں ان غلط عقائد سے رجوع کی توفیق دے جو آپ نے حضرت مسیح موعود کی طرف منسوب کئے ہیں اور اس طرح حضرت مسیح موعود کا دامن ان غلط الزامات سے جلد پاک ہو سکے اور اس کام کی تکمیل میں سہولتیں پیدا ہوں جس کے لئے حضرت مسیح موعود کو کھڑا کیا گیا تھا یعنی اسلام کا پیغام امن دنیا کے کناروں تک پہنچانا اور دنیا کو یہ بتانا کہ اس تمام جنگ و جدال کا جس سے اس وقت دنیا تباہ ہو رہی ہے علاج اسلام اور صرف اسلام ہے۔

میں بارہا آپ سے یہ درخواست کر چکا ہوں اور آج پھر کرتا ہوں کہ ہمارے درمیان جو چند مسائل متنازعہ فیہ ہیں اور جن پر دونوں جماعتوں کا بہت سا وقت ضائع ہو رہا ہے ان کی وجہ سے ہمارے اصل کام کو بہت نقصان پہنچ رہا ہے۔ آپ بھی ایک بیماری سے اٹھے ہیں اور میں بھی قریباً تین ماہ بیمار رہ کر ہی اٹھا ہوں اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ کب تک ہم کو مہلت دی گئی ہے ہم دونوں اس صحت یابی کے شکریہ کے طور پر ان مسائل کو صاف کرنے کی کوشش کریں جن میں الجھ جانے کی وجہ سے ہماری تبلیغ اسلام کی کوششوں کو نقصان پہنچ رہا ہے اور عام پبلک کو چھوڑ کر خود احمدی کہلانے والے بھی حیرت میں ہیں۔ ممکن ہے آپ اس بحث کو لمبا سمجھ کر اس سے گھبراتے ہوں اور میں بھی اس عمر میں لمبی لمبی بحث کے قابل نہیں اس طویل حصہ کو مختصر کرنے کے لئے آپ کے سامنے ایک راہ پیش کرتا ہوں۔ میں آپ کو یہ تکلیف بھی دینا نہیں چاہتا کہ ہم دونوں ایک جگہ اکٹھے ہو کر بحث کریں۔ آپ کا دعویٰ ہے کہ حضرت مسیح موعود کے دعوے کے بعد کوئی غیر مسلم مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ حضرت مسیح موعود کی نبوت پر ایمان نہ لائے اور جو مسلمان اس دعوے کے وقت موجود تھے یا جو آئندہ پیدا ہونگے وہ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہو گئے اور خارج رہیں گے جب تک کہ وہ حضرت مسیح موعود کی نبوت پر ایمان نہ لائیں۔ خواہ ان غیر مسلموں یا مسلمانوں کا نام بھی نہ سنا ہو۔ میرا دعویٰ ہے کہ جس طرح تیرہ سو سال تک اسلام میں داخل کرنے کے لئے صرف لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کافی تھا حضرت مسیح موعود کے دعوے کے بعد بھی وہی اقرار کافی ہے اور کوئی مسلمان دائرہ اسلام سے اس وجہ پر خارج نہیں ہو سکتا کہ وہ مسیح موعود پر ایمان نہیں لایا۔

ہم دونوں اپنے اپنے دعوے کی تائید میں ایک ایک مضمون لکھیں جو صرف واقعات کے رنگ میں ہو یعنی حضرت مسیح موعود کا عمل اس بارہ میں کیا تھا۔ عمل کی شہادت ایک ایسی شہادت ہے جو نہایت مختصر ہونے کے باوجود ایسی قطعیۃ الدلالت ہوتی ہے کہ اس میں کسی کو شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ یہ مضمون بوجہ واقعات پر مبنی ہونے کے لمبا نہیں ہو سکتا اور اخبار کے صرف دو صفحات کافی ہونگے یہ مضمون ہیں چھپ جائے اس کے بعد اتنا ہی لمبا جواب آپ میرے مضمون کا لکھیں اور میں آپ کے مضمون کا لکھوں جو اسی طرح دونوں اخبارات میں چھپ جائے پھر ایک مختصر سا جواب الجواب دونوں طرف سے اسی طرح ہو جائے۔

آپ آج سے پیشتر ثالثوں کے مقرر کرنے کے خلاف رہے ہیں لیکن اب مولوی اللہ دتہ صاحب کو مولوی عمر الدین صاحب کے ساتھ بحث میں آپ نے ثالثوں کی اجازت دے کر اس اصول کو منظور کر لیا ہے، میرا منشاء ہرگز یہ نہیں کہ ثالثوں کے فیصلے کے سامنے میں یا آپ اپنے عقائد کو بدل لیں لیکن ثالث اگر کسی رائے کا اظہار کریں تو اس سے عام پبلک کو فائدہ ہو سکتا ہے۔ چھ تین ثالث آپ میری جماعت سے منتخب کرلیں یا تین ثالث آپ کی جماعت سے منتخب کرلوں گا یہ چھ آدمی ایک جگہ جمع ہو کر ان مضامین کو پڑھ لیں اور باہم ان پر بحث کر کے حلف اٹھا کر اپنی رائے کا اظہار کر دیں کہ ان کے نزدیک دونوں فریق میں سے کس کا دعویٰ ثابت ہے اور اس کے ساتھ وہ دلائل بھی دیدیں جن سے ان کے نزدیک ایک یا دوسرے فریق کا دعوےٰ ثابت ہوتا ہے اگر اس طرح پر آپ کا دعوےٰ کثرت رائے سے صحیح ثابت ہو جائے تو میں اپنے آپ کو شکست خوردہ تسلیم کر لوں گا اور مزید کسی بحث کی ضرورت نہ ہوگی اور اگر کثرت رائے سے میرا دعوےٰ صحیح ثابت ہو جائے تو میں آپ سے یہ مطالبہ نہیں کرتا کہ آپ اپنے آپ کو شکست خوردہ مان لیں۔ بلکہ اس کے بعد (اور اسی طرح اس صورت میں کہ ثالثوں کی کثرت رائے کسی طرف نہ ہو) تین تین پرچے اسی مضمون پر علمی رنگ میں ہو جائیں یعنی حضرت مسیح موعود کی تحریرات سے ہم دونوں اپنے اپنے دعوے کی تائید میں دلائل پیش کریں۔ اور اس پر بھی اسی طرح ثالث اپنی رائے کا اظہار کریں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر مسئلہ کفر و اسلام حل ہو جائے تو نبوت کے مسئلہ پر یا خلافت پر بحث کی ضرورت بھی باقی نہ رہے گی، لیکن اگر آپ مزید ضرورت سمجھیں تو مسئلہ نبوت پر یا خلافت پر تنقیحات قائم ہو کر وہ بھی آسانی سے اسی طرح طے ہو سکتا ہے۔

ثالثوں کی تجویز میں نے صرف اس لئے پیش کی ہے کہ آپ اب خود ثالثوں کے تقرر کو اصولاً مان چکے ہیں اور عام پبلک کے لئے اس میں سہولت ہوگی کیونکہ اگر میں اپنے دلائل سے آپ کے مریدوں کو قائل کر دوں یا آپ اپنے دلائل سے میرے ساتھیوں کو قائل کر دیں تو پبلک خود سمجھ لے گی کہ حضرت مسیح موعود کے مذہب پر کون سا فریق ہے میں اس پر زور تو دیتا ہوں لیکن اصرار نہیں کرتا اگر آپ ثالثوں کی تجویز کو کسی صورت میں اپنے مباحثہ کے لئے منظور نہیں کرتے حالانکہ اپنے ایک مرید

افسوسناک وفات

یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں انتہائی رنج و ملال کے ساتھ سنی جائے گی کہ مورخہ ۳۰ اگست ۱۹۴۳ء کو جناب شیخ نیاز احمد صاحب رئیس اعظم وزیر آباد کے خالہ زاد بھائی جناب شیخ مولا بخش صاحب حرکت قلب بند ہو جانے سے وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

شیخ صاحب مرحوم و مغفور سلسلہ کے پرانے بزرگوں میں سے تھے آپ نہایت مہمان نواز۔ خلیق اور پیکر اخلاص تھے اور ان محاسن کے حامل تھے جو اس دور میں ناپید ہو رہے ہیں۔ ہم اس صدمہ میں جماعت کے تمام بزرگوں اور دوستوں کی طرف سے جناب شیخ نیاز احمد صاحب رئیس اعظم وزیر آباد کی خدمت میں اظہار افسوس اور ہمدردی کرتے ہیں۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ جناب شیخ صاحب مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

شذرات

{ از محمد انعام الحق }

ستیارتھ پرکاش اور مسیحان پنجاب

دھرمی ہندوؤں، سکھوں اور مسلمانوں کے علاوہ عیسائیوں میں بھی ستیارتھ پرکاش کے متعلق اضطراب روز افزوں ہے اور اس کتاب کے اشتعال انگیز و قابل اعتراض حصوں کی ضبطی کے مطالبہ میں وہ دیگر اقوام کے ہمنوا ہیں۔ چنانچہ چند روز ہوئے قلعہ گوجر سنگھ لاہور میں پنجاب کے معزز مسیحی اصحاب کا ایک نمائندہ اجتماع منعقد ہوا جس میں متفقہ طور پر ستیارتھ پرکاش کی ضبطی کا قرارداد منظور کی گئی۔

ہندوستان کی مختلف اقوام کے ایسے اجتماعات، قراردادیں اور اخباری مضامین اس غم و غصہ اور اضطراب کو بخوبی ظاہر کرتے ہیں جو "ستیارتھ پرکاش" کے متعلق ان کے دلوں میں موجود ہے۔ حکومت کا فرض ہے کہ جلد متوجہ ہو لیکن جیسا کہ ہم پہلے بھی کہہ چکے ہیں کہ پیش نظر مقصد کے لئے یہ انفرادی کوششیں غالباً کافی نہ ہوں گی۔ ہمارے خیال میں حصول مقصد کی خاطر، جناب مولانا عبد الحق صاحب ودیارتھی کی تجویز پر عمل ہونا چاہیے یعنی کرسمس کی تعطیلات میں بمقام لاہور ایک زبردست متحدہ جلسہ مذاہب منعقد کیا جائے جس میں تمام مذاہب کے نمائندے "ستیارتھ پرکاش" کے متعلق اپنی شکایات وضاحت کے ساتھ پیش کریں آریہ سماجیوں کو بھی جواب کا موقعہ دیا جائے۔ بعد ازاں تمام مذاہب کے علماء کی کمیٹی اس مناظرہ پر ریویو لکھ کر اپنے اکابر کی معرفت آریوں سے کہے کہ تم خود ان حصوں کو "ستیارتھ پرکاش" سے نکال دو۔ اگر وہ اس کو نہ مانیں تو پھر حکومت سے متفقہ طور پر ان کی ضبطی کا مطالبہ کیا جائے۔

مولانا موصوف کی خواہش کے مطابق سناتن دھرمی، سکھ، عیسائی اور جینی اکابر کو اس معقول تجویز پر غور فرما کر جلد از جلد اخبار "احسان" لاہور میں اعلان فرمانا چاہیئے۔

عزم راسخ اور جذبۂ صادق کے کارنامے

موجودہ جنگ کے ابتدائی دور میں اتحادیوں بالخصوص برطانیہ کی حالت بہت تشویشناک تھی۔ ان کے پاس ساز و سامان کی بے حد قلت تھی۔ تیار دشمن کے پاس آلات حرب و رسد کے بیشمار ذخائر موجود تھے۔ لے دیکے اس وقت بحری طاقت ہی اتحادیوں کا بڑا سہارا تھی لیکن دشمن کی آبدوزوں اور ہوائی حملوں نے اسکو بھی بے حد نقصان پہنچایا اور بہت سے سمندروں میں معطل کرکے رکھ دیا۔ اس طرح بظاہر حالات بہت مایوس کن اور ناموافق ہو گئے لیکن برطانیہ و امریکہ نے ہمت نہ ہاری بلکہ ایک پکے ارادے کے ساتھ میدان عمل میں آکر پوری طاقت کے ساتھ کام شروع کر دیا اور دیکھتے ہی دیکھتے نہ صرف نقصان کی تلافی کر لی بلکہ ہوائی طاقت کے علاوہ اپنی بحری طاقت کو بھی بیحد مضبوط بنا لیا۔ چند ہفتے ہوئے آخر جولائی میں صدر جمہوریہ امریکہ مسٹر روزویلٹ نے اپنی ایک نشری تقریر میں کہا تھا کہ:-

"ہماری جہاز سازی کی رفتار ایسے کمال تک پہنچ چکی ہے کہ سننے والے یقین نہیں کرتے، اس سال امریکہ ایک کروڑ نوے لاکھ ٹن کے جہاز بنا رہا ہے اور آئندہ یہ مقدار دو کروڑ دس لاکھ ٹن تک پہنچ جائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری بحری طاقت اٹلانٹک، شمالی بحر الکاہل جنوبی بحر الکاہل، ہندوستان اور جنوبی امریکہ کے ساحلوں تک پھیلی ہوئی ہے۔"

(روزنامہ انقلاب ۱۷ر اگست ۱۹۴۳ء)

کیا ہم وابستگان سلسلہ احمدیہ کے لئے امریکہ کی اس روئیداد عمل میں کوئی سبق نہیں ہے؟ ہمارے سامنے بھی دنیا کا عظیم ترین مقصد ہے۔ اس عالم اسباب میں ساز و سامان کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا لیکن جذبۂ صادق اور عزم راسخ ایسی دولت ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے خود بخود ساز و سامان فراہم کر لیا کرتی ہے۔ قلت تعداد اور ساز و سامان کی کمی سے نہ گھبراؤ جذبۂ صادق اور عزم راسخ پیدا کرو ——— پھر تم یقیناً اسلام کے لیئے دنیا کو فتح کر لوگے۔ انشاء اللہ

ہندو اور مسلمان دو جداگانہ قومیں ہیں

صداقت اپنے اندر بے پناہ طاقت رکھتی ہے۔ اس کے اشد ترین مخالفین کی زبان سے بھی کبھی نہ کبھی حقیقت کا اظہار ہو ہی جاتا ہے۔ ہندو اور مسلمان ہر لحاظ سے دو مستقل جداگانہ قومیں ہیں۔ لیکن مہاسبھائی اور کانگرسی ہندو راج کے جنون کی وجہ سے ہمیشہ جان بوجھ کر اس سے انکار کرتے رہے حالانکہ ان دونوں قوموں کو ایک قرار دینا سورج سے زیادہ روشن حقیقت کو جھٹلانے کے مترادف ہے۔ صدر ہندو مہاسبھا مسٹر ساورکر گو بہت سے باطل دعاوی کے علمبردار ہیں آخر صداقت سے مغلوب ہونا پڑا انہوں نے گذشتہ دنوں بمقام ناگپور اپنی ایک تقریر میں صاف طور پر کہا کہ مجھے مسٹر جناح کے دو قوموں کے نظریہ سے انکار نہیں کیونکہ میں ہندوؤں کو بجائے خود ایک مستقل قوم سمجھتا ہوں اور یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ہندو اور مسلمان دو قومیں ہیں۔

اس اعتراف حقیقت پر کانگریسی لیڈر بہت بگڑے اور ان کے اخبارات میں بہت غل مچا۔ جس کی وجہ سے مسٹر ساورکر گھبرا گئے اور انھوں نے خوفزدہ ہو کر کہا میری تقریر اخبارات میں غلط شائع ہوئی ہے۔ لیکن ان کا یہ "عذر گناہ" بدتر از گناہ" ثابت ہوا کیونکہ متعدد ہندو مسلمان خبر رساں ایجنسیوں کے ذمہ دار نامہ نگاروں نے اعلان کیا ہے کہ ہماری موجودگی میں مسٹر ساورکر نے اپنی تقریر میں دو قوموں کے نظریہ کی صحت کو واضح طور پر تسلیم کیا تھا۔ ان کی تقریر اخبارات میں بالکل صحیح شائع ہوئی ہے اب اس کے بعد مسٹر ساورکر کے لئے تاویل و عذر مزید کی کوئی گنجائش باقی نہ رہی تا حال وہ خاموش ہیں اور خاموشی ہی ان کے لئے مفید ہے۔

حقائق کو ہمیشہ کے لئے نہیں جھٹلایا جا سکتا۔ صداقت آخر غالب ہو کر رہے گی وہ وقت قریب آ رہا ہے کہ تمام ذمہ دار ہندو لیڈر مسلمانوں کو مستقل جداگانہ قوم ماننے پر مجبور ہوں گے ——— اور ان کے دل تو اب بھی مان رہے ہیں۔ صرف زبانیں انکار کر رہی ہیں۔

حکومت کشمیر کا نازیبا طرز عمل

"پیغام صلح" کی ایک گذشتہ اشاعت میں جناب نواب بہادر یار جنگ بہادر صدر آل انڈیا ریاستی مسلم لیگ کے داخلہ کشمیر پر پابندی کے متعلق ایک شذرہ لکھا جا چکا ہے۔ لیکن اس کے بعد جو تفصیلات مختلف ذرائع سے موصول ہوئیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ درحقیقت یہ واقعہ اس سے بہت زیادہ افسوسناک اور اہم ہے جتنا کہ محولہ بالا شذرہ کے سپرد قلم کرتے وقت ابتدائی مجمل اطلاعات کی بناء پر ہم نے اسے سمجھا تھا۔ بعد میں موصول شدہ تفصیلات کا خلاصہ یہ ہے کہ نواب صاحب ممدوح سری نگر میں نماز جمعہ کے لئے تشریف لے جا رہے تھے کہ راستے میں متعلقہ حکام کی طرف سے آپ کو فوراً حدود ریاست سے باہر نکل جانے کا حکم ملا۔ اس حکم سے مطلع ہو کر ممدوح نے وزیر اعظم کشمیر کے نام ایک چٹھی لکھی جس میں آل انڈیا ریاستی مسلم لیگ کے طریق کار اور اپنے دورۂ کشمیر کے مقصد کو واضح فرماتے ہوئے بتایا کہ ہمارا مسلک والیان ریاست کیساتھ تعاون اور مساعی جنگ کی کامل تائید ہے اور یقین دلایا کہ میں یہاں ریاست کے لئے کسی قسم کی مشکلات پیدا کرنے کے لیئے ہرگز نہیں آیا ہوں

اس چٹھی کا وزیر اعظم یا اور کسی کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔ بلکہ نواب صاحب ممدوح کے اطمینان دلانے کے باوجود انہیں گرفتار کرکے سرحد کشمیر پر خطرناک جنگل میں رات کے دو بجے چھوڑ دیا گیا۔ محترمہ بیگم بہادر یار جنگ بھی ممدوح کے ہمراہ سری نگر تشریف لے گئی تھیں۔ سری نگر سے روانگی کے وقت نواب صاحب کو اپنی بیگم صاحبہ سے ملنے اور کوئی سامان ہمراہ لینے کی بھی مہلت نہ دی گئی۔ رات کے دو بجے جس وقت ممدوح کو عین جنگل میں سرحد کشمیر پر پہنچایا گیا اس وقت موسلا دھار بارش ہو رہی تھی۔ نواب صاحب اس علاقہ سے بالکل ناواقف تھے انھوں نے اس موٹر کو جس میں کہ وہ سری نگر سے لائے گئے تھے ڈاک بنگلہ تک لے جانے کی خواہش کی۔ ان کی اس معمولی خواہش کو بھی پورا نہ کیا گیا بلکہ ریاستی پولیس کے خود ماغ آدمی نہایت گستاخی اور بدتمیزی کے ساتھ پیش آئے۔

یہ تمام واقعات اخبارات میں شائع ہو چکے ہیں اور حکومت کشمیر تا حال خاموش ہے۔

ہز ہائی نس مہاراجہ بہادر کا فرض

اس افسوسناک واقعہ کی وجہ سے تمام اسلامی ہند میں کافی اضطراب پیدا ہو چکا ہے مسلمانوں کے علاوہ بہت سے غیر مسلم اکابر و اخبارات بھی حکومت کشمیر کے نازیبا و اخلاق سوز طرز عمل پر اظہار ملامت و بیزاری کر چکے ہیں۔ واقعہ کے بعد جنوبی ہندوستان میں قریباً آٹھ دس روز تک نواب صاحب ممدوح کی خیریت کی کوئی خبر نہ پہنچ سکی جس سے حیدر آباد و دیگر بے شمار مقامات پر بے حد تشویش پیدا ہو گئی۔ جگہ جگہ مظاہرے ہوئے۔ اگر ذمہ دار حضرات دانشمندی سے کام نہ لیتے تو بہت سے مقامات پر یقیناً یہ مظاہرے حکومت کشمیر کے خلاف احتجاج کی کوئی شدید صورت اختیار کر لیتے۔

جیسا کہ ہم پہلے بھی کہہ چکے ہیں کہ نواب صاحب ممدوح ایک نہایت باوقار، ذی فراست آئین پسند اور شائستہ مزاج رہنما ہیں۔ وہ تمام ہندوستانی ریاستوں اور ان کے حکمرانوں کے ہمدرد و خیر خواہ ہیں۔ ممدوح مخلصانہ جذبات اور نہایت اچھے عزائم کے ساتھ کشمیر تشریف لے گئے تھے۔ وہاں کے حکمران یا حکومت کے لیئے وہ ہرگز کوئی مشکل پیدا نہ کرنا چاہتے تھے۔ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ حکومت کشمیر کو ان کی تشریف آوری کا علم کافی عرصہ پہلے ہو چکا تھا۔ ان کی حیدر آباد سے روانگی کی اطلاع ان کے سرحد کشمیر پر پہنچنے سے کئی روز قبل اخبارات میں شائع ہو چکی تھی۔ اگر حکومت کو ان کا کشمیر آنا پسند نہ تھا تو وہ ان کے عزم کشمیر کی اطلاع پاتے ہی پابندی کا اعلان کر سکتی تھی۔ ان کے تشریف لے جانے کے بعد اس قدر نامناسب طریقے سے اخراج ریاستی حکام کے عدم تدبر، تعصب، بدتمیزی اور مسلم آزاری کا کھلا ثبوت ہے۔ جسے مسلمانان کشمیر و دکن کے علاوہ پورا اسلامی ہند بھی یقیناً نظر انداز نہیں کر سکتا۔

ہمارا خیال ہے کہ حکام کشمیر سے یہ نازیبا حرکت ہز ہائی نس مہاراجہ بہادر کے علم و

ماہِ رمضان المبارک اور جہادِ کبیر کیلئے تیاری

از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

بہت دنوں سے میرے دل میں یہ خیال ہے کہ اس جنگ کے بعد تبلیغ اسلام کا کام ایک وسیع پیمانے پر شروع کیا جائے۔ چنانچہ اس غرض کے لئے میں نے چند سوالات تیار کر کے مختلف احباب کو بھجوائے تھے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ کس حد تک اور کس طریق پر ہم اس کام کو شروع کر سکتے ہیں ان سوالات کے جوابات ابھی تک انہیں احباب کی طرف سے پہنچے ہیں لیکن میں نے ابھی سرسری نظر سے ہر ایک جواب کو دیکھا ہے اور اس انتظار میں ہوں کہ مزید جوابات آجائیں تو غور کروں کہ کن کن احباب کی خدمات سے کس کس رنگ میں فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

اس سلسلہ میں میرے دل میں ایک اور خیال بھی دیر سے ہے اور میں چاہتا ہوں کہ اس رمضان میں ہی اس طرف بھی جماعت کو توجہ دلاؤں قبل اس کے کہ میں اس کا ذکر کروں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ میری خواہش یہ ہے کہ جنگ کے بعد پہلے کام کے علاوہ کم سے کم چھ اور ممالک میں تبلیغ اسلام کی بنیاد رکھی جائے اور ہندوستان میں تبلیغ اسلام کے کام کو بھی وسیع کیا جائے سپین مشن تو مدت سے ایک شیمہ (؟) تھا اور اس میں اگر کوئی روک نہ ہوتی تو پہلے خود اس ملک کے اندر جنگ اور اس کے بعد دوسری جنگ عالمگیر کا شروع ہو جانا۔ اس کے بعد سب سے پہلے امریکہ میں تبلیغ اسلام کا ایک مرکز قائم ہونا چاہیئے جہاں پہلے بھی کچھ مدت تک ہم کام کر چکے ہیں اور جو بظاہر حالات آئندہ کی دنیا میں ایک غالب عنصر نظر آتا ہے۔ اس کے بعد چین اور جاپان دو مشرقی ممالک ہماری توجہ کے محتاج ہیں۔ پھر روس جو دہریت کا مضبوط ترین قلعہ ہونے کی وجہ سے اس جماعت کی توجہ کا مرکز ہونا چاہیئے جس کی تبلیغ کی بنیاد ہی اس بات پر ہے کہ سب سے پہلے خدا کی ہستی منوائی جائے۔ پھر اطالیہ تو عیسائیت کا مرکز ہے۔ چار مشن پہلے موجود ہیں تین یورپ میں اور ایک جاوا میں۔ اس طرح ہندوستان کو ملا کر یہ کل گیارہ ہو جائیں گے۔

اگر یہ سب تبلیغی مراکز روپے پر چلائے جائیں تو نہایت سادگی اور کم خرچی کو مدنظر رکھکر بھی دو لاکھ روپے سالانہ کا خرچ بکار ہے، اور اس قدر سامان ہمارے پاس نہیں لیکن میرے خیال میں بعض وقت یہ بات آتی ہے کہ اگر کچھ لوگ اغراض تجارت کے لئے یا بعض اور قسم کے کاموں کے لئے بیرونی ممالک میں نکل جائیں تو ابتداء میں تھوڑا سا خرچ کر کے یہ تبلیغی مراکز بہت کم خرچ سے قائم ہو سکتے ہیں۔ ابتداء میں اسلام زیادہ تر تاجروں کے ذریعہ سے ہی پھیلا اور ملکوں کے ملک محض ان لوگوں کی تبلیغی کوششوں سے مسلمان ہو گئے شاید اسی حدیث میں **التاجر الصدوق الامین مع النبیین والصدیقین والشھداء** سچا اور امین تاجر نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہے (جس سے قادیانیوں کے ختم نبوت کے بعد نبی بنانے کی عمارت کا سب سے بڑا ستون گر جاتا ہے) اس طرف بھی اشارہ ہے کہ میری امت میں تاجر وہ کام کریں گے یعنی دعوت الی الاسلام کا کام جو نبیوں صدیقوں، شہیدوں کا کام ہے لیکن اب پرانی اسلامی تبلیغی عمارت کی تجدید کے لئے یہ ضرورت ہے کہ پہلے کچھ لوگ اپنے آپ کو دین کی تبلیغ کے لئے تیار کریں یہاں پر مجھے خیال آتا ہے کہ ہم یہ کیوں کہیں کہ کچھ لوگ اپنے آپ کو تبلیغ دین کے لئے تیار کریں کیوں نہیں نہ کہیں کہ ہماری ساری جماعت اپنے آپ کو تبلیغ دین کے لئے تیار کرے اس جماعت کے نوجوان آج سے یہ عزم کریں کہ انھوں نے بالآخر کام تبلیغ دین کا کرنا ہے خواہ وہ آج ملازمت کر رہے ہیں یا تجارت کر رہے ہیں یا کوئی اور کام کر رہے ہیں

اللہ تعالیٰ بہت بہت جزائے خیر دے محمد حسن خاں بی کام کو یہ ڈاکٹر حسن علی خاں صاحب (گوجرانوالہ) کے فرزند ہیں۔ رمضان سے پہلے بہت لوگ دعا کے لئے خط لکھتے ہیں انھوں نے بھی لکھا مگر بدیں الفاظ کہ جماعت کے نوجوانوں کے لئے دعا کریں سو اس وقت سے میرے دل میں یہ تحریک اور بھی زیادہ قوت پکڑ گئی ہے کہ ادھر میں اور میرے دوسرے دوست جماعت کے نوجوانوں کے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کی توجہ دنیا سے پھیر کر بکلی دین کی طرف کر دے اور ادھر یہ نوجوان اپنی زندگیوں کا رخ پھیر دیں اور اس رمضان میں یہ عزم کر لیں کہ ان کی زندگی کا اصل مقصد یہ نہ ہوگا کہ وہ اپنے اور اپنے متعلقین کے لئے معاش کی فکر کریں بلکہ یہ محض ایک سہارا ہوگا اصل غرض کے لئے کہ وہ اپنے آپ کو تبلیغ دین کے لئے تیار کریں۔ وہ بیشک نوکری کریں لیکن اگر اپنی زندگی کا یہ مقصد قرار دے لیں گے کہ انھوں نے ایک دن تبلیغ اسلام کا کام کرنا ہے تو وہ ابھی سے اسکے لئے تیاری بھی شروع کر دیں گے اس میں بھی انکی رہنمائی کے لئے پوری کوشش کروں گا شاید آہستہ آہستہ کوئی کورس بھی مقرر کر دیا جائے کوئی کتابیں بھی تجویز کر دی جائیں بلکہ مہیا بھی کر دی جائیں کوئی امتحان بھی مقرر کر دیئے جائیں لیکن اصل چیز جس کی ضرورت ہے وہ یہ ہے ان کے اپنے عزم میں اپنے خیالات میں ایک تبدیلی کا پیدا کرنا مقصد زندگی کا تبدیل کر دینا۔ وہ دنیا نہ ہو، دنیا کی آسائشیں نہ ہوں مال و دولت نہ ہو ان سب سے صرف فائدہ اٹھایا جائے مگر اصل مقصد ہو دین۔ خدا کے نام کو خدا کے کلام کو دنیا میں پہنچانا۔ اور اس کیلئے آج سے اپنے آپ کو تیار کرنا شروع کر دینا میں دعا کرتا ہوں اور اپنے دوستوں سے بھی درخواست کرتا ہوں کہ وہ بھی دعا کریں اور جماعت کے نوجوانوں سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ اس رمضان میں اپنی زندگی کی ایک نئی بنیاد رکھدیں اور وہ بنیاد اس عہد پر رکھی جائے کہ ان کی زندگی کا مقصد دنیا نہ ہوگی دین ہوگا

یہ تو درست ہے کہ ان لوگوں کی زندگیوں کا مقصد بھی ایک گونہ دین ہو جاتا ہے جو اپنی آمدنیوں کا ایک مقررہ حصہ تبلیغ دین کے لئے دیتے ہوں اور ان نوجوانوں سے جو اب سلسلہ ملازمت میں داخل ہو رہے ہیں میں یہ درخواست کروں گا کہ وہ پہلے دن سے ہی یہ اصول مقرر کر لیں کہ دسواں حصہ اپنی آمد کا اشاعت اسلام کیلئے دیتے رہیں گے، لیکن موجودہ تحریک سے میرا منشا یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو تبلیغ دین کیلئے اسی طرح تیار کرنے میں لگ جائیں جس طرح ایک طالب علم ایک مقابلہ کے امتحان کی تیاری میں لگ جاتا ہے وہ اپنے مفوضہ کام کو جس کی وہ تنخواہ لیتے ہیں بیشک اچھی طرح انجام دیں لیکن اپنے مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے اگر زیادہ نہیں دو گھنٹے روزانہ بھی اس مطالعہ کیلئے نکال دیں جس سے بالآخر تبلیغ دین کے قابل ہو جائیں تو ہر سال میں ایک ماہ گویا اس کام پر صرف ہوگا۔ اس روزانہ کام کے علاوہ جو ملازم ہیں وہ کبھی کبھی رخصت بھی لیں تو ان ایام میں لاہور میں آکر اپنی معلومات میں مزید واقفیت پیدا کریں۔

میں اس بات کو صفائی سے کہنا چاہتا ہوں کہ کوئی نوجوان خواہ اسے کسی خالص دینی مدرسہ میں ہی دو تین سال تعلیم دی جائے اس قابل نہیں ہو جاتا کہ مبلغ بن جائے تبلیغ کی اہلیت اس میں ضرور پیدا ہو جاتی ہے مگر مبلغ بننے کیلئے کسی قدر پختہ کاری کی ضرورت ہے کسی قدر دنیا کا تجربہ بکار ہے کسی قدر قوائے جسمانی کے ڈھلنے اور قوائے روحانی کے ترقی پذیر ہونے کی ضرورت ہے جیسا کہ فطرت انسانی کو صحیح طور پر جاننے والا اس فطرت کا خالق فرماتا ہے **حتیٰ اذا بلغ اربعین سنۃ وبلغ اشدہ** جسمانی رنگ میں بلوغت کی عمر اٹھارہ یا اکیس سال ہے مگر روحانی بلوغت کی عمر چالیس ہے اور ایسے ممالک میں جا کر جہاں طرح طرح کے ابتلاؤں کا مقابلہ کرنا پڑے یہ عمر زیادہ موزوں ہے کہ انسان بطور مبلغ جائے یونہی نوجوانوں کو ایک یا دو سال کی تعلیم دین دیکر غیر ممالک میں پھینک دینا الا ماشاءاللہ اچھے نتائج پیدا نہیں کر سکتا کیونکہ مبلغ کے لئے علمی دلائل کی نسبت اپنا اخلاقی نمونہ دکھانا اور تعلق باللہ پر اپنی عمارت کو قائم کرنا زیادہ ضروری ہے اور یہ چیزیں ذرا دیر سے پیدا ہوتی ہیں اسلئے اگر ہماری جماعت کے نوجوان آج سے اپنے آپ کو تیار کرنا شروع کر دیں تو بعض آج سے پانچ سات سال بعد بعض دس سال بعد بعض پندرہ بیس سال بعد تیار ہوں گے مگر جہاں نسل انسانی کی اصلاح مقصود ہو وہاں یہ پندرہ بیس سال بلکہ پچاس سال بھی کوئی چیز نہیں)۔

ان میں سے بعض لوگ ایسے بھی ہوں گے جو کلیتہً اپنے خرچ پر ہی باہر چلے جائیں گے اور ان کے ذاتی اخراجات کا انجمن پر کوئی بوجھ نہ ہوگا بعض احباب اس وقت بھی ایسے ارادہ کا اظہار کر چکے ہیں ان کی پنشن اور پراویڈنٹ فنڈ اپنے اخراجات کیلئے کافی ہونگے۔ بعض ایسے ہونگے کہ ان کو شاید کچھ مدد دینی پڑے اور بعض ایسے ہونے چاہئیں کہ وہ کسی ملک میں جا کر تجارت کے رنگ میں اپنی معاش پیدا کریں۔ اور تبلیغ اسلام بھی ساتھ ساتھ کریں۔ یہ حصہ ہے جس کی طرف میں بالخصوص توجہ دلانا چاہتا ہوں بعض ممالک ہیں مثلاً چین جاپان جہاں نہایت آسانی سے تجارت کا سلسلہ قائم کر کے انسان اپنی روزی بھی پیدا کر سکتا ہے اور تبلیغ دین کا کام بھی کر سکتا ہے۔ بہتیرے ممالک ہیں جہاں اس وقت بھی تاجروں کی حیثیت میں صدہا مسلمان موجود ہیں اور ان کی کامیاب تجارتیں چل رہی ہیں جیسے آسٹریلیا و امریکہ وغیرہ مگر ان میں تبلیغ دین کا وہ احساس نہیں جو پہلے مسلمانوں میں تھا۔ ہماری جماعت کے تاجر دوست یا تجارت کی طرف میلان رکھنے والے دوست اگر اس طرف توجہ کریں تو ہم بہت جلد اسلام کا پیغام ساری دنیا میں پہنچا سکتے ہیں۔ رہ جائیگا صرف لٹریچر کا مہیا کرنا سو وہ خدا کے فضل سے یہ انجمن بہت کچھ پیدا کر چکی ہے اور امید ہے آئندہ بھی ایسا لٹریچر پیدا کرنے والے اس میں پیدا ہوتے رہیں گے۔ ابھی چند دنوں کی بات ہے ایک نوجوان جو سال ڈیڑھ ہوا ہماری جماعت میں داخل ہوئے ڈلہوزی میرے پاس اس مشورہ کے لئے آئے تھے کہ وہ گو اس وقت ملازمت میں ہیں اور ۱۶۰ روپے ماہوار تنخواہ بھی لے رہے ہیں لیکن ان کا میلان تجارت کی طرف زیادہ ہے اور وہ میلان اور بھی زیادہ اس لئے ہو گیا ہے کہ ان کے دل میں تبلیغ اسلام کا جوش ہے اور یہ کام جسقدر آسانی سے وہ تاجر ہونیکی حیثیت میں کر سکتے ہیں ملازم ہونے کی حیثیت میں نہیں کر سکتے۔ تو جہاں میں نے عام طور پر نوجوانوں کو اپنی زندگی کا مقصد دین بنانے کے لئے کہا ہے یہ بھی میری خواہش ہے کہ جماعت کے نوجوان اس ملک کے مختلف حصوں میں یا دوسرے ممالک میں اپنی تجارتیں قائم کریں اور اس نیت سے قائم کریں کہ ان کی تجارت تبلیغ اسلام کا ایک مرکز ہوگی۔ اور اپنے آپ کو وہ بطور ایک مبلغ کے تیار کریں۔

خاکسار

محمد علی

مکتوب امیر ایدہ اللہ تعالےٰ

برادران مکرم ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

"نیا نظام عالم"

اس تحریک کے متعلق پہلے ڈاکٹر حسن علی صاحب نے گوجرانوالہ سے اور پھر مستری یعقوب علی صاحب نے جموں سے میری تجویز میں ایک اصلاح پیش کی ہے یہ دونوں بزرگ حضرت مسیح موعودؑ کے مخلص احباب میں سے ہیں اور یہ ان دونوں کے درد دل کی آواز ہے اور دونوں کے خیالات میں توارد ہوا ہے میرا خیال یہ تھا کہ متوسط الحال اور غرباء کا طبقہ چونکہ بوجہ گرانی بہت زیادہ بوجھ کے نیچے ہے اس لیئے ان سے اس نئے رسالے کے اخراجات کے متعلق اپیل نہ کی جائے۔ مگر ان دونوں اصحاب کی رائے ہے کہ اس جہاد میں جو حضرت مسیح موعودؑ کا اصل کام ہے نہ صرف سب حصہ لیں بلکہ ہر گھرانے کے تمام افراد حصہ لیں خواہ وہ بڑے ہوں یا چھوٹے اور ہر گھرانے کا سردار خود اس بات کا ذمہ لے کہ سب بڑوں چھوٹوں کی طرف سے چندہ جمع کرے ۔ چنانچہ ان دونوں اصحاب نے خود اس پر عامل ہو کر میرے پاس یہ تجویز بھیجی ہے۔ ڈاکٹر حسن علی صاحب نے اپنے گھرانے کی طرف سے پچیس روپے بھیجے ہیں اور مستری یعقوب علی صاحب نے پچاس روپے۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔

لہذا اب میں اپنی پہلی تحریک میں یہ تبدیلی کر کے احباب کے سامنے رکھتا ہوں اور فی الحقیقت میرا خیال صحیح بھی نہ تھا، اسلیئے کہ کامیابی اسی تحریک میں ہوتی ہے جس میں غرباء اور متوسط الحال طبقہ کے لوگ بھی شامل ہوں کیونکہ امراء کی نسبت ان لوگوں کی قربانیاں جو اپنے آپ پر تنگی وارد کر کے ان کاموں میں حصہ لیتے ہیں اللہ تعالےٰ کے نزدیک زیادہ قابل قبول ہیں ایک امیر آدمی جو لاکھوں کا مالک ہے اور جس کی لاکھوں روپے کی سالانہ آمد ہے اگر ایک یا دو ہزار بھی چندہ دے تو اس کے نفس پر اس سے کچھ تکلیف وارد نہیں ہوتی سوائے اس تکلیف کے جو ہر مالدار کو اپنا مال جدا کرتے وقت ہوتی ہے، کیونکہ اس کی محبت مال سے کچھ زیادہ ہی ہوتی ہے لیکن ایک غریب یا متوسط الحال آدمی جس کے پاس مشکل اس قدر ہے کہ وہ اپنا یا اپنے بال بچوں کا پیٹ بھرے ۔ اس کے دس روپے بھی بارگاہ الٰہی میں بہت قابل قدر ہیں ۔ کیونکہ وہ نفس پر تکلیف اٹھا کر دیتا ہے اور پھر جو اس طرح دیتا ہے اس کے دل میں ایک درد بھی پیدا ہوتا ہے اور وہ دعا بھی کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کام میں برکت دے، لہذا اس تحریک کے لئے ہزارہا دلوں کی دعاؤں کو ہم نے لئے ہیں اس لئے اب عام کرتا ہوں اور سب دوستوں سے اپیل کرتا ہوں کہ جہاں تک ممکن ہو اس جہاد میں شامل ہو کر ثواب حاصل کریں۔

اس سے پیشتر میں ماہ رمضان کے مجاہدہ کے متعلق بھی ایک تحریر اخبار میں بھیج چکا ہوں جس میں یہ بھی احباب سے عرض کیا تھا کہ جو احباب مجاہدہ رمضان کو تکمیل تک پہنچانا چاہتے ہیں ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ کچھ صدقہ بھی کریں اور یہ صدقہ صرف اس نئے جہاد کے لئے مخصوص ہو ۔ یوں فی الحقیقت میرے دل کی آواز ہی تھی جس کی طرف زیادہ وضاحت سے میرے دوستوں نے مجھے متوجہ کیا ہے ہاں اس کے ساتھ ہی اس قدر عرض کرنا ضروری ہے کہ چونکہ اپیل دس ہزار کے لئے ہے بلکہ مستری یعقوب علی صاحب نے جموں سے مجھے یہ توجہ دلائی ہے کہ دس کی بجائے بیس ہزار کر دیا جائے، تاکہ علاوہ انگریزی اردو کے دوسری زبانوں میں بھی یہ رسالہ شائع ہو سکے اس لئے احباب سے میری یہ درخواست ہے کہ اپنے حسب حیثیت معقول رقوم ارسال فرمائیں اور دوسرے یہ کہ یہ سب رقوم ماہ رمضان کے اندر اندر محاسب کے نام پہنچ جائیں ۔ منی آرڈر کے کوپن پر اس بات کی وضاحت ہو کہ یہ "نیا نظام عالم" کے لئے ہے۔ والسلام

خاکسار
محمد علی

نوٹ ۱: اس کے ساتھ ہی میں احباب سے یہ درخواست بھی کرتا ہوں کہ وہ میرے لئے دعا کریں کہ میں ماہ رمضان میں اس کام کو سرانجام دے سکوں اور یہ بھی دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ اس میں برکت ڈالے اس کے لئے سامان مہیا کر دے اور اسے اپنی مخلوق کی رہنمائی کا ذریعہ بھی بنائے رب اشرح لی صدری ویسر لی امری واحلل عقدۃ من لسانی یفقہوا قولی۔

نوٹ ۲: تبلیغ اسلام کے لئے یہ ایک عظیم الشان عملی قدم ہے جو اس رمضان میں ہم اٹھا رہے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی احباب سے معافی کا خواستگار ہوتا ہوا ایک اور عملی قدم کے لئے بھی انہیں توجہ دلانا چاہتا ہوں، معافی اسلیئے کہ بعض احباب اسے بہت بوجھ خیال نہ کریں مگر فی الحقیقت یہ کوئی بوجھ نہیں وہ ہے توسیع جماعت کے لئے عملی قدم ۔ یوں کہ اس ماہ میں ہر ایک دوست کم سے کم دس ان بھائیوں تک پہنچنے کی کوشش کرے جو اس جماعت میں شامل نہیں جو دور اور ناواقف ہیں انہیں قریب لانے کی کوشش کرے اور جو قریب ہیں انہیں اندر لانے کی کوشش کرے خود کسی کے پاس جا کر، خط لکھ کر، کوئی ٹریکٹ یا رسالہ یا کتاب بھیج کر یہ توسیع جماعت کی دعا کی تکمیل کے لئے ایسا ہی ضروری عملی قدم ہے جیسا غلبہ اسلام کی دعا کے لئے "نیا نظام عالم" کے جہاد میں شریک ہونا ۔ غرض میری یہ خواہش ہے کہ اس رمضان میں ان دونوں کاموں کے لئے ایک سرتوڑ کوشش کی جائے ۔ میں جماعت کے بڑے آدمیوں ان سے جو مرتبہ یا مال یا علم کی وجہ سے دوسروں سے ممتاز ہیں ۔ اور پھر ان سے جو نکتہ چینی زیادہ کرتے ہیں اور کام کم، درخواست کرتا ہوں کہ اس غرض کے لئے وہ بھی اپنے آپ کو اسلام کی فوج کا ایک معمولی سپاہی سمجھیں اور ان دونوں جہادوں میں اپنی مقدرت کے مطابق شریک ہوں ۔ مجھے یقین ہے کہ اس کام میں شرکت سے ممتاز اصحاب اور زیادہ ممتاز ہو جائیں گے اور شاید بعض احباب کی نکتہ چینی کم ہو کر کام کی قوت زیادہ ہو جائے میں خود اپنے آپ کو اسلام کی فوج کا ایک ادنےٰ سپاہی قرار دے کر اس مضمون کا اپنے آپ کو مخاطب بھی سمجھتا ہوں۔

خاکسار
محمد علی

جناب ڈاکٹر الٰہ بخش صاحب کو صدمہ

یہ خبر تمام بیرونی جماعتوں میں انتہائی رنج و ملال سے سنی جائے گی کہ اخویم مکرم جناب الٰہ بخش صاحب اسسٹنٹ کیمیکل ایگزامنر کی صاحبزادی عرصہ تین سال بعارضہ ٹی ۔ بی ۔ بیمار رہ کر مورخہ ۵ ستمبر ۱۹۴۳ء بروز ہفتہ وفات پا گئیں انا للہ وانا الیہ راجعون وفات تو ہر ایک عزیز کی اندوہناک ہوتی ہے، لیکن والدین کے لیئے بچہ کی جوانمرگی جس رنج و افسوس کا باعث ہوتی ہے اسے بیان نہیں کیا جا سکتا صرف محسوس کیا جا سکتا ہے ہمیں اس صدمہ میں جناب ڈاکٹر صاحب اور ان کی اہلیہ محترمہ اور حضرت مولانا عزیز بخش صاحب جو مرحومہ کے دادا ہیں سے گہری ہمدردی ہے۔

دعا ہے اللہ تعالےٰ والدین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور نعم البدل دے آمین۔

جماعت کے غیر مستطیع اصحاب کی امداد

حضرت امیر قوم ایدہ اللہ تعالےٰ نے آخر مئی ۱۹۴۳ء میں ایک تحریک فرمائی تھی کہ موجودہ گرانی کے پیش نظر جماعت کے غرباء اور غیر مستطیع اصحاب کو فراہمی غلہ میں مدد دی جائے اور زمیندار احباب جماعت کو خصوصیت سے مخاطب فرماتے ہوئے آنمحدوح نے فرمایا تھا کہ وہ اپنی ضروریات پورا کر لینے کے بعد جو غلہ قابل فروخت ہو اس کا بیسواں حصہ اس مد میں دیدیں۔ مقام شکر ہے کہ جماعت کے احباب نے اپنی سابقہ روایات کے مطابق اس تحریک پر بھی بشرح صدر لبیک کہا اور اس وقت تک ایک ہزار روپیہ نقد اس فنڈ میں جمع ہو چکا ہے۔ بیرونجات سے چونکہ جنس کی صورت میں گندم لاہور پہنچنے میں مشکلات تھیں اسلیئے احباب معطین نے اس مد کا غلہ فروخت کر کے نقد رقم بھیجدی ۔ مندرجہ بالا رقم کے علاوہ قریب چھ صد روپے کے وعدے ابھی قابل وصول ہیں کیونکہ بعض دوستوں نے شاید ابھی اپنی اجناس فروخت نہیں کیں۔

علاوہ ان رقوم کے جو احباب جماعت نے عطا کیں انجمن نے خود پچاس من پختہ گندم اپنی اراضیات اوکاڑہ سے اس مد میں دی ہے اور اس طرح کل روپیہ اس فنڈ کا پندرہ سو -/۱۵۰۰ ہو گیا ہے جو نقد وصول شدہ ہے اس رقم میں سے اس وقت تک تیرہ سو روپے (-/۱۳۰۰) کی رقم بصورت امداد جماعت کے بتامےٰ بیوگان اور غرباء کو خرید گندم کے لئے دی گئی ہے ۔ بیرونی جماعتوں کے غرباء کو مقامی سکرٹری کی وساطت سے گندم خرید کر دی گئی ہے اور لاہور و لاہور چھاؤنی کے دوستوں کو بصورت جنس امداد دی گئی اکثر لوگوں کو مفت گندم دی گئی ہے اور بعض کو چار یا پانچ روپے فی من کے حساب سے رعایتی قیمت پر دی گئی ہے اور باقی قیمت اس مد سے پوری کر دی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ ان تمام معطین کو جزائے خیر اور اجر عظیم عطا کرے جنہوں نے اپنے غریب بھائیوں کی امداد فرما کر انہیں نان شبینہ کی فکر سے آزاد کر دیا۔ فجزاہم اللہ خیرا۔

جن احباب نے ابھی اپنے وعدے پورے نہیں کیئے وہ فوراً توجہ فرمائیں تاکہ جماعت کے اور مستحقین کی امداد بھی کی جا سکے۔

خاکسار
مسعود بیگ سکرٹری تحصیل و تبلیغ

مکتوب مفتوح بنام جناب مرزا محمود احمد صاحب امام جماعت احمدیہ قادیان

سید اختر حسین شاہ صاحب گیلانی کا باطل شکن بیان!

جناب مکرم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

آپ نے ۱۶ جون ۱۹۲۲ء کو گورداسپور کی ایک عدالت میں یہ حلفیہ بیان دیا تھا کہ:۔

"بعض لوگ خاتم النبیین کے معنے آخری نبی کرتے ہیں مگر لغت میں اس کے معنے آخری نبی کے نہیں"

(الفضل ۲۹-۱۰-۲۹ جون ۲۲ء)

اوّل تو بارہا یہ واضح ہو چکا ہے کہ از روئے لغت بھی خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کے سوا کچھ ثابت نہیں ہوتے لیکن بفرض محال اگر آپ کا یہ بیان صحیح بھی ہو تو بھی آنحضرت صلی اللہ کے فیصلہ کے سامنے آپ کی تحقیق کی کچھ بھی حقیقت نہیں رہتی، خود حضرت مسیح موعودؑ نے یہ اصول بتا دیا ہے کہ:۔

"قرآن مجید نے بعض الفاظ لغت سے بیکر ایک معنے کے لئے خاص کر دیئے ہیں، جیسے صوم، صلوٰۃ، رحمانیت، رحیمیت، توفی اور ایسا ہی اللہ کا لفظ اور کئی اور الفاظ، سو اصطلاحی امر میں لغت کی طرف رجوع کرنا حماقت ہے"

(ازالہ اوہام صفحہ ۵۳۸)

پھر فرمایا:۔

"اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی تفسیر ثابت ہو جائے تو مسلمان کا فرض ہے کہ بلا توقف اور بلا دغدغہ قبول کرے نہیں تو اس میں الحاد اور فلسفیت کی رگ ہوگی"

(برکات الدعا صفحہ ۱۴)

مگر آپ نے اور آپ کے رفقاء نے خاتم النبیین کے اس معنی کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے ہیں یعنی:۔

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

پس پشت ڈال کر لغت کی طرف رجوع کیا جہاں سے گو آپ کی تائید نہیں ہوتی لیکن آپ نے بزعم خود خاتم النبیین کے معنے افضل النبیین وغیرہ تجویز کر لئے، بدیں وجہ ڈیڑھ سال سے زیادہ عرصہ ہوا کہ خاکسار نے اعلان کیا تھا کہ آپ کا یہ عقیدہ یکسر غلط ہے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہیں یہ نہیں بیان فرمایا کہ:۔

"انا خاتم النبیین اعنی انا افضل النبیین"

اور اگر آپ یہ نص حدیثی پیش کر سکیں، تو آپ کو پانسو روپیہ انعام دیا جائے گا۔ — اب تک بار بار آپ کو اور آپ کے مضمون نگاروں کو توجہ دلائی گئی کہ میرے چیلنج مطبوعہ پیغام صلح ۱۷ جنوری ۱۹۴۲ء کو اپنے اخبار میں شائع کر کے لکھیں کہ آپ ایک ایسی نص حدیثی جس میں "انا خاتم النبیین لا نبی بعدی" کی طرح انا خاتم النبیین اعنی انا افضل النبیین" وغیرہ الفاظ آئے ہوں دکھا سکتے ہیں لیکن آپ میں سے کسی نے ایسا نہیں کیا، مبادا کہ آپ کی جماعت اس چیلنج کی اشاعت کے بعد اصل حقیقت سے واقف ہو جائے اور پھر آپ کے لئے خلاف حق پروپیگنڈہ کا موقعہ نہ رہے۔

میں نے مجبور ہو کر ۲۵ نومبر ۱۹۴۲ء کو آپ کے نام رجسٹرڈ خط میں اپنا مطبوعہ چیلنج اور دیگر مضامین بھجوائے تاکہ آپ اس چیلنج کو شائع کر کے اسکا جواب دیں مگر پھر بھی آپ نے ایسا نہ کیا — میں نے اس خیال سے کہ اگر آپ اس چیلنج کا جواب نہ دیں گے تو کم از کم چند امور کا دو لفظی جواب تو دے دیں گے آپ سے چند سوالات کئے، اس کے جواب میں آپ نے فرمایا بلکہ اخبارات میں شائع کرایا کہ گویا خاکسار نے آپ سے حوالے طلب کئے ہیں اور حوالے بتانا امام کا کام نہیں ہے۔ جب خاکسار نے دوبارہ رجسٹرڈ خط میں یہ عرض کیا کہ میں حوالجات طلب نہیں کرتا آپ اپنے حوالے سنبھال کر رکھئے اور میرے سوالات کا جواب صرف "ہاں یا نہیں" میں ہی دے دیجئے، تو آپ نے ۱۲ جنوری ۱۹۴۳ء سے لیکر آج تک کامل سکوت اختیار کر لیا، اور "ہاں یا نہیں" میں بھی جواب نہیں دیا — جس سے میں یہ سمجھنے پر مجبور ہو گیا ہوں کہ جناب کے نزدیک کسی دینی مسئلہ کا جواب "ہاں یا نہیں" میں دینا بھی امام کی شان کے خلاف ہے۔

اللہ! اللہ!! اگر ایک امام ہندوستان کے سیاسی مسئلہ "کانگریس" کے لئے حوالے تلاش کر کے ایک کتاب تالیف کر دے تو یہ جناب کے نزدیک اس کے فرائض میں داخل ہے، اگر ایک امام یورپ کی نمائشوں، اور پیرس کے او پیروں میں تفریح یا "حصول علم" پر روپیہ اور وقت جو قومی امانت ہے صرف کرتا رہے تو یہ آپ کے نزدیک اس کیلئے ضروری ہے۔ لیکن یا حسرتا! وا اسفا!! کہ کتاب اللہ کے ایک لفظ کی تشریح میں "ہاں یا نہیں" تک میں جواب دینا اس کی شان امامت سے بعید ہے، اور آپ کے نزدیک اس کا یہی کام ہے کہ ایک ایسے موقعہ پر وہ سکوت عن الحق اختیار کر کے "صمٌّ و بکمٌ" بن جایا کرے! — آہ! کیا ارشاد باری لتبیننہ للناس ولا تکتمونہ (آل عمران) سے نگاہیں غافل ہو گئی ہیں، اور کیا خدا کی تہدید یا اھل الکتاب لم تلبسون الحق بالباطل وتکتمون الحق وانتم تعلمون (آل عمران ع) قلب و دماغ پر بے اثر رہی ہے جو اس طرح کے عذرات تراشے جاتے ہیں؟

محترم خلیفہ صاحب! کیا یہ سچ نہیں کہ یہ حق و صداقت کا ہی رعب ہے، جو آپ کے اس غیر اسلامی عقیدہ کے باعث آپ سب پر طاری ہو گیا ہے کہ نہ تو آپ خود "ہاں یا نہیں" تک میں جواب دے سکے اور نہ آپ کے "فاضل اجل" جناب مولوی غلام رسول صاحب آف راجیکے اور ان کے رفیق مولوی فاضل نے ۵ اپریل ۱۹۴۳ء کو بدوملہی کے عظیم الشان مناظرہ میں ان مطالبات "ہاں یا نہیں" میں جواب دیا۔ اور دنیا نے دیکھا کہ اس ضرب کلیمی سے آپ کی جماعت کے اکابر کو "خاتم المحدثین" اور "خاتم الفقہاء" کے مغالطہ پر مبنی محاورات اور حماسہ اور متنبی کے اشعار یک قلم فراموش ہو گئے — الحمد للہ کہ اس مالک حقیقی نے آپ کو ایک طریق پر پکڑا، جس کا آپ کو وہم و گمان بھی نہ تھا اور حق و صداقت کے رعب سے آپ کے حوصلے متزلزل اور قلوب مرتعش ہو گئے — فاتاھم اللہ من حیث لم یحتسبوا وقذف فی قلوبھم الرعب (الحشر ع)

اس بنیادی مسئلہ میں آپ کا باطل پر ہونا، اس قدر واضح ہو گیا ہے، کہ اس وقت تک اس چیلنج کی تائید میں مخدومی جناب چوہدری محمد اسمٰعیل صاحب ریٹائرڈ پی۔سی۔ایس کی طرف سے پانسو روپے کی ایک انعامی رقم کا اعلان ہو چکا ہے۔ (پیغام صلح ۳۰ مئی ۱۹۴۳ء) اور مخدومی جناب مولانا عمر الدین صاحب نے مجھے لکھا ہے کہ وہ مزید پانسو روپے کی رقم ادا کرنے کو تیار ہیں بشرطیکہ آپ اس مطالبہ کے جواب میں صرف ایک نص حدیثی "انا خاتم النبیین اعنی انا افضل النبیین" دکھا سکیں یہ تمام ڈیڑھ ہزار روپیہ کے انعامات ہیں لیکن مجھے یقین ہے کہ زمین و آسمان کا بدل جانا آسان ہے لیکن آپ کا ایک ارشاد نبوی "انا خاتم النبیین اعنی انا افضل النبیین" وغیرہ پیش کر سکنا ناممکن ہے آپ کی خاموشی پر ایک طویل عرصہ گذر چکا ہے، اور اگر آپ کی تائید میں کوئی ایسا ارشاد نبوی موجود ہے تو ضرور اب تک آپ کے علم میں آ چکا ہوگا، لہذا اب ایک مرتبہ پھر اتمام حجت کی غرض سے عرض کر رہا ہوں کہ

اوّل۔ ذیل کے چیلنج کو بتمام کمال اپنے اخبار میں شائع کیجئے:۔

"حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خاتم النبیین کے معنی، نہ تو نبیوں کی مہر کئے ہیں نہ نبیوں کی انگوٹھی کئے ہیں، نہ نبیوں کی زینت کئے ہیں، اور نہ نبیوں کی تصدیق کرنے والا کئے ہیں اور نہ نبیوں میں سے افضل کئے ہیں، بلکہ یہ کئے ہیں کہ "انا خاتم النبیین لا نبی بعدی" میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں، مرزا محمود احمد صاحب اور ان کے رفقاء کو جو خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کی بجائے نبیوں کی مہر یا انگوٹھی یا زینت کرتے ہیں وغیرہ، میرا چیلنج ہے کہ وہ صرف ایک حدیث نبوی پیش کر دیں جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہو کہ:۔

میں خاتم النبیین ہوں، یعنی میں نبیوں کی مہر یا انگوٹھی، یا زینت ہوں یا تصدیق کرنیوالا ہوں یا میں خاتم النبیین ہوں یعنی افضل النبیین ہوں۔

یہی ایک حدیث پیش کرنے پر خواہ ادنےٰ پایہ ہی کی ہو، میں مبلغ پانصد روپیہ ان کی خدمت میں پیش کروں گا اگر وہ ایسا نہ کر سکیں اور ہرگز نہ کر سکیں گے، تو یاد رکھیں کہ اس مسئلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح فیصلہ کو رد کر کے وہ اپنے ایمان کو خطرہ میں ڈال رہے ہیں۔

فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما۔

ترجمہ:۔ تیرے رب کی قسم وہ ایمان ہی نہیں لاتے جب تک وہ تجھے اس میں حکم نہ بنائیں، جو ان میں آپس میں اختلاف ہو پھر اپنے دلوں میں اس سے کوئی تنگی نہ پائیں جو تو فیصلہ کرے اور پوری پوری فرمانبرداری کریں،

(پیغام صلح ۱۷ جنوری ۱۹۴۲ء)

"تہذیب وتمدن، اخلاق اور آرٹ کے دشمن!"

(بسلسلہ اشاعت ۱۱ اگست ۱۹۴۳ء)

از جناب مولانا عبد الحق صاحب ودیارتھی

مہاشہ خوشحال چند خورسند کے چیلنج مطبوعہ اخبار ملاپ "ابتداء دنیا سے آجتک کس مذہب یا مذہبی کتاب نے سب سے زیادہ فتنہ وفساد جنگ جدل اور خونریزی کی تعلیم دی ہے اور دنیا میں سب سے بڑا فتنہ انگیز تہذیب وتمدن اور آرٹ کا دشمن کون ہوا ہے"؟

مسلمانوں نے مہاشہ جی کے اس چیلنج کو قبول کر لیا مگر قریباً ایک مہینہ گذرتا ہے کہ مہاشہ جی کہیں اندر دھیان ہو گئے ہیں نہ تو اپنے اس چیلنج کی چھپکلی کو نگلتے ہیں اور نہ چھوڑ کر اس مکروہ فعل سے توبہ کرتے ہیں کہ جس کے ذریعہ سے انھوں نے ہندوستان کے دس کروڑ مسلمانوں کی انتہائی دلآزاری اور دنیا کے عظیم الشان مصلح کی توہین کی ہے۔ ایک ماہ کے انتظار کے بعد اب ہم مہاشہ جی کے سوالات کو تحقیق حق کی غرض سے تین حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

(۱) دنیا میں فتنہ وفساد، جنگ جدال اور خونریزی کا بانی کون ہوا ہے؟

(۲) سب سے زیادہ فتنہ انگیز کون ہے؟

(۳) تہذیب وتمدن اور آرٹ کا دشمن کون ہے؟

مضمون کو تین حصوں میں تقسیم کرتے ہوئے ہم نے مذہب کے لفظ کو دانستہ ترک کر دیا ہے اور اسکی وجہ مذہب کی وہ عزت اور تعظیم ہے جو ہمارے دل میں موجود ہے خواہ وہ ہندو دھرم ہو یا اسلام اور کوئی اور الہامی مذہب البتہ آریہ کو ہم نہ مذہب سمجھتے ہیں نہ دھرم یہ ہماری تحقیقات میں گوری چٹی ایک نسل کا نام ہے جو وید کے رشیوں کی ایسی ہی دشمن تھی جیسے اس کی ہمنام آریہ سماج آج مذہب کی دشمن ہے۔

اس سے پیشتر کہ ہم تاریخ کی روشنی میں ان مضامین پر بحث کریں یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ بتا دیا جائے جنگ ہر قوم اور ہر مذہب کا لازمی جزو رہا ہے اور کوئی مذہبی صحیفہ حق کی خاطر جنگ کرنے اور اپنی حفاظت کے لئے تلوار اٹھانے کو ناجائز قرار نہیں دیتا گیتا کے دوسرے ادھیاء میں جناب کرشن کے خطبہ کو پڑھو جو ارجن کے ان الفاظ کے جواب میں دیا گیا۔

سیدنتی مم گاترانی مکھم چہ پری شش یتی
ویپتھش چہ شریرے مے روم ہرش چہ جایتے

میرے اعضا بیٹھے جا رہے ہیں میرا منہ خشک ہو رہا ہے۔ میرے سارے بدن میں کپکپی ہے میرے رونگٹے کھڑے ہوں کی طرح کھڑے ہو گئے ہیں کہ اپنے اعزا اور بزرگوں کے خلاف میں جنگ کروں)"

جناب کرشن اس پر فرماتے ہیں۔

سودھرمم اپی چہ آویکشیہ نا وکم اپی تم ارہسی
دھرمیا دھی یدھات شریو انیت کشتریسیہ ودیتے

تمہارے اپنے دھرم کی رو سے بھی تمہیں خوف نہیں کھانا چاہیئے کیونکہ کشتری کے لیئے جنگ سے بڑھکر کوئی اور کام نہیں ..... کشتری کے لئے بہشت کا دروازہ جنگ سے ہی کھلتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ آریہ لیڈروں کی زبان سے اسلامی تلوار کی کہانی سننی فضول ہے۔

داستان عہد گل را فند شنید از عندلیب
زاغ وزغن آشفتہ تر گفتن این افسانہ را

اسلامی تلوار نہ تو لولوں پر نہیں بلکہ ظالموں پر، یتیموں اور بیواؤں پر نہیں بلکہ ان پر ستم ڈھانے والوں پر، مال و دولت اور ملک گیری کی ہوس سے نہیں بلکہ مذہبی آزادی قائم کرنے کے لئے اگر جیوں مندروں اور مسجدوں کو گرانے کے لئے نہیں بلکہ ان کو بچانے کے لیئے سنیچوں، عورتوں، ضعیفوں اور سول آبادی کو تہ تیغ کرنے کے لئے نہیں بلکہ ان کی جان بچانے کے لیئے وحشت اور بربریت کے مظاہرہ کیلئے نہیں بلکہ ظالمانہ جنگ کو روکنے کے لیئے میان سے باہر نکلی تاہم سنگ آریہ ہم جیسے برہمن مذہب کو مطعون کرتے ہیں اس افترا پردازی اور بہتان طرازی میں ان کی زبانوں کی تلوار آجکل شمشیر آہنی سے زیادہ تیز ہے اللہ تعالےٰ ان کو اس ظلم عظیم سے باز رکھے۔

رہا یہ امر کہ ابتداء دنیا سے آج تک کس نے سب سے زیادہ فتنہ وفساد، جنگ جدال اور خونریزی کی تعلیم دی ہے؟

(۲) دنیا میں سب سے بڑا فتنہ انگیز کون ہے؟

(۳) تہذیب تمدن اور آرٹ کا دشمن کون ہوا ہے؟

اس کے لئے ہزارہا حوالجات کی سند کو محفوظ رکھتے ہوئے مشتے نمونہ از خروارے اس جگہ کچھ دعوت فکر کی مہمانی کے لیئے پیش کیا جاتا ہے۔

دھرم کے مخالفوں کو زندہ آگ میں جلا دو

"(۱) مجھ کو چاہیئے کہ میں بہادری کے ساتھ راکشسوں کو جلا دوں، دان (برہمنوں کا ٹیکس) نہ دینے والوں کو جلا دوں مخالفوں کو بھسم اور دان نہ دینے والوں کو آگ میں جلا دوں"

(۲) "اپنی طاقت سے طاقتور گھر گھر جمع کر کے بھڑکائی ہوئی آگ ان سب کو جلا دے جو ہمیں دکھ اور تکلیف دیں اور جو ہمارے ساتھ دان نہ دینے والوں کا سا سلوک کرے"

(۳) "جو ہم نہ ستانے والوں کو ستانا چاہے تیز جو ہم ستانے والوں کو ستانا چاہے اس کو سب گھروں سے کھینچی ہوئی آگ کے دونوں دلوں کے بیچ میں رکھتا ہوں"

(۴) "شعبدہ بازوں (غیر آریہ قوموں) کو فنا کرنیوالی آگ کے آتشکدہ کے اندر خوب جلاؤ اے آگ تو راکشسوں کو دور بہا کر جلا دے تاکہ ہمارے گھروں کا کچھ بھی نہ جلے"

(۵) اے سخت سزا دینے والے ادھرم کے مخالف دشمنوں کو ہمیشہ جلائیے اور اے جاہ وجلال والے جو شخص ہمارے دشمنوں کو حوصلہ دیتا ہے آپ اسے الٹا لٹکا کر خشک لکڑی کی طرح جلا دیئے"

وید کے خلاف کرنیوالوں کے ٹکڑے اڑا دو

(۶) "تو کرتہ کا ٹکڑے ٹکڑے کر دے، کاٹ ڈال، فنا کر ملیا میٹ کر، وید کے چھیننے والے کو اور برہمن کے چھیننے والے کو پڑھائی کر"

(۷) "دیوتاؤں کی مذمت کرنیوالوں کے لیئے چھری کی مانند موت کی شکل اختیار کر کے سب طرف حملہ کر"

(۸) "برہمن کو چھیننے والے، برا کرنیوالے دیوتاؤں کو ستانے والے برہمنوں کو دان نہ دینے والے شخص کے سر کو توڑ ڈال"

(۹) وید کے خلاف برے کام کرنیوالے کو انصاف (دیانک انصاف) کی رو سے جلا کر راکھ کر ڈالے"

(۱۰) "برہمن کے چھیننے والے بدکردار کو، دیوتاؤں (آریہ دیوتاؤں) کو ستانے والے برہمنوں کو دان نہ دینے والے شخص کے سینکڑوں جوڑ والے تیز تیر کے سی دھار والے ہتھیار سے کندھوں اور سر کو توڑ دے"

اس منتر کا مطلب آریہ مفسر نے یہ لیا ہے کہ ... نے یہ بتایا ہے کہ وید کی تعلیم کے مطابق ویدک مذہب کے مخالفین کو دور کالے پانی میں رکھے۔

(۱۱) "اس کے بالوں کو کتر ڈال۔ اس کی کھال اتار لے، اس کے گوشت کی بوٹی بوٹی کر دے اس کے پٹھوں کو اینٹھ دے اس کی ہڈیاں پیس دے، اسکا بھیجا نکال دے اس کے سب اعضاء اور جوڑوں کو الگ کر دے"

یعنی دھرم پر چلنے والا راجہ وید کے اصول پر چل کر وید سے پھرے ظالم لوگوں کو طرح طرح کے عذاب دیکر دکھ دے (آریہ مفسر)

اپنے مخالفوں کو درندوں سے ٹکڑے کرا دو

(۱۲) "جس ایذا رساں شخص کی ہم لوگ مخالفت کرتے ہیں یا جو ایذا دینے والا ہم سے دشمنی کرتا ہے اسکو ہم بھیڑیئے وغیرہ کے منہ میں ڈال دیں (ترجمہ دیانند)

(۱۳) "ہم لوگ جس بد سے دشمنی کریں اور جو ہم سے دشمنی کرے اسکو ہم لوگ خونخوار جانوروں کے منہ میں ڈال دیں"

(۱۴) جن سے ہم لوگ نفرت کرتے ہیں یا جنکو ہم ناراض کرتے ہیں یا جو ہم کو دکھ دیتے ہیں ان کو ہم ہوا میں لٹکا کر اس طرح دکھ دیں جس طرح بلی کے منہ میں چوہا"

ان منتروں سے صاف ظاہر ہے جن لوگوں کو آریہ ناپسند کریں یا جن سے وہ خواہ مخواہ ناراض ہو جائیں ان کو وہ ہوا میں معلق لٹکا کر تڑپا تڑپا کر اس طرح ماریں جس طرح بلی چوہے کو مارا کرتی ہے اور یہ انتہاء درجہ کی وحشیانہ سزا ہے۔

ان منتروں کا ترجمہ سوامی دیانند کے مستند ترجمہ سے لیا گیا ہے

غیر آریہ قوم کی عورتوں کو ان کے بچے کھلا دو

(۱۵) "وہ عورت جس نے ہمیں بد دعا دیکر ستایا ہے اور دکھ کی بنا رکھی ہے اور جس نے کھان پان چرانے کے لیئے ہمیں کہیں لگا دیا ہے وہ اپنے بچے کھائے"

(۱۶) "شعبدہ باز (غیر آریہ) اپنے بیٹے بہن اور اپنی بیٹی کے بچہ کو کھائے"

کنبوں یا خاندانوں کو اچھی طرح کچلنے والا کون ہے؟

(۱۷) "اندر (ایشور یا آریہ راجہ) خاندانوں کو اچھی طرح سے طاقت کیساتھ کچلتا ہے وہ بے رحم بہادر ہے اور قسم کے غصہ والا ہے"

(۱۸) "اندر دیوتا کی پوجا نہ کرنے والوں کو اندر راجہ نے زمین پر دے پٹکا اور ان کو اپنی رتھ کے پہیوں کے نیچے کچل ڈالا"

(۱۹) "اندر راکشسوں کو مٹی کے برتن کی طرح پھوڑتا ہے"

(۲۰) "اندر کی پوجا نہ کرنیوالوں کو کب اپنے پاؤں سے کھمبی کی طرح اکھاڑ پھینکے گا" گائے ذبح کرنے والوں کے ٹکڑے اڑا دو (سوامی دیانند کا فتوےٰ)

(۲۱) "اے سلطنت کے لوگو جیسے سورج بادل کو مار کر زمین پر گرا کر سبکو خوش کرتا ہے ویسے ہی تم بھی گائے وغیرہ کو مارنے والوں کو مار کر حیوانات کو خوش کرو"

(رگوید بھاشیہ اور یجروید بھاشیہ از سوامی دیانند)

غیر آریوں کے متعلق وید کے احکام

وید کے مخالفوں کے ٹکڑے کر کے ایک ایک عضو کو جلاؤ۔

(۲۲) "اے بہادرو! جو آگے بڑھکر ہم پر غرور کرے یا جو ہماری دعا کی ہتک کرے یہ برے کام اس کے لئے آگ کا عذاب ہوں۔ آسمان بھی اس وید کے مخالف کو سب طرف سے جلا دے"

(۲۳) "تیرے ان سات حواس اور آٹھ اعضاء کو میں وید کی بنا پر توڑتا ہوں۔ مطلب از آریہ مفسر۔ جو شخص ویدوں کے احکام پر عمل نہ کرے اسے سپاہی لوگ سزا دیں یعنی سات حواس (دو کان۔ دو آنکھیں

دو آنکھیں اور ایک منہ) اور آٹھ اعضاء سر، ہاتھ اور دو ٹانگوں وغیرہ کو سزا کے طور پر کاٹ کر بیشمار دکھوں کے ساتھ جلا دینا چاہیئے،،

اور جلاتے ہوئے یہ منتر پڑھنا چاہیئے

(۲۴) "تیرے پاؤں کو جلتی ہوئی عذاب دینے والی آگ میں ڈالتا ہوں۔ آگ تیرے بدن میں داخل ہو اور تیری چیخ و پکار کی آواز ہوا میں ضائع چلی جائے،،

بچوں کو قتل کرنے، آنکھیں نکلوا دینے اور بیل کی کھال میں زندہ سی دینے کے عذاب

(۲۵) "اے سوم رس کے پینے والے راجہ تو دکھ دینے والوں کی اولاد کو مار اور اے آگ مذمت کرنے والے کی دائیں اور بائیں آنکھ کو نکال دے،،

(۲۶) "جو ہمارا دوست نہیں انکو بیل کی کھال میں سی دو تاکہ وہ دہشت زدہ ہو جائیں۔ ان کو ہرن کی طرح ڈرپوک بنا دو اور الٹے منہ جو دوست نہیں وہ بھاگ جائیں اور ان کے مویشی ہماری طرف چلے آئیں،،

لوہے کے کانٹے دار شکنجوں سے گوشت خوروں کو کچلنا۔

(۲۷) "اے عالم! لوہے کے دہکتے ہوئے شعلہ زن دانتوں سے یاتو دھانوں (یا تو قوم کے لوگوں) کو کچل ڈال۔ خوب زور سے بیوقوف دیوتاؤں کے پجاریوں اور غیر مذاہب کو پکڑ لے اور تو ان کو کچل کر گوشت کھانے والوں کو (شکنجہ کے) منہ میں رکھ لے"

(۲۸) "تپس دینے والے دہکتے ہوئے (شکنجہ) کے نیچے اور اوپر کے دونوں دانتوں کو چلا اور اے آگنی ہمارے ارد گرد پھر (ہماری حفاظت کر) غیر آریوں پر وندانہ دار تیز ہتھیاروں سے حملہ کر"

(۲۹) "اے آتش مثال راجہ غیر آریوں کی کھال اتار دے مار دینے والا اوزار زور سے اسے مارے۔ اس کے جوڑوں کو کچل ڈال گوشت خور گوشت تلاش کرنے والا اسے پھاڑ ڈالے"

(۳۰) اے آتش مثال پنڈت جہاں کہیں تو غیر آریہ کو کھڑے دیکھے اپنے تیز تیر سے اسے بیندھ دے،،

(۳۱) "اے آتش مثال راجہ...... غیر آریوں کو دو دھاری تلوار سے مار ڈال۔ گوشت خور جنگبرے۔ بڑی آواز نکالنے والے گدھ اسکو کھا دیں"

ادنیٰ خطائیں اور وحشیانہ سزائیں

(۳۲) "اے راجہ تو غیر آریوں کو لوگوں میں سے اچھی طرح تاڑ اس کے اوپر کے تین اعضاء (سر اور دونوں کندھوں کو توڑ ڈال اے آتش مثال راجہ اس کی پسلیاں کچل ڈال غیر آریوں کو پیچھے سے تین ٹکڑے کر دے (یعنی دونوں ٹانگوں کو چیر کر توڑ جدا کر دے۔

(۳۳) "اے آتش مثال راجہ جو آج دودھ دینے والے گالی دیتے ہیں۔ جو بولنے والے سخت کلامی کرتے ہیں غضبناک دل سے ان کے لئے تیروں کی بارش برسے۔ غیر آریوں کا دل ان تیروں سے چھید ڈال"

(۳۴) "غیر آریہ جو گایوں کا پانی بگاڑیں تو بدکار نا قابل ترمیم قانون کی بنا پر بالکل کاٹ دیئے جائیں،،

(۳۵) گائے کا گؤشالہ میں جو دودھ ہے اسے راجہ غیر آریہ اسے نہ پیئیں لے آتش مثال راجہ جو کوئی اس دودھ سے اپنا پیٹ بھرنا چاہے اس مخالف نزدیک آنیوالے کو اپنے شعلہ سے پھونک ڈال،،

غیر قوموں سے آریوں کا سلوک

ویدوں میں آریہ اور دسیو دو ایک دوسرے کی مخالف قوموں کا ذکر آتا ہے منو نے دسیوؤں کی تعریف یہ بتائی ہے "منہ، بازو جانگھ اور پاؤں سے جو قومیں پیدا ہوئیں ان کے علاوہ جو قومیں ہیں وہ خواہ آریوں کی زبان بولتی ہیں یا ملیچھوں کی وہ دسیو کہلاتی ہیں۔ چنانچہ رگوید میں ان کو نیچ ذات اجنبی زبان والے۔ دوسرے طریق یا مذہب والے۔ دیوتا اور برہمن کو نہ ماننے والے آریوں کے طریقہ عبادت کے منکر۔ کالی چمڑی والے۔ کالی ذات والے۔ چپٹی ناک والے۔ کشتنی گردن زدنی لامذہب اور دیوتاؤں کے مغضوب بتایا گیا ہے۔ آریوں نے ان مغلوب۔ داسوں اور دسیوؤں کے ساتھ جو آریوں کے ہندوستان میں ورود کے وقت ہند کے اصل باشندے تھے۔ کیا سلوک کیا وہ ویدوں سے بالخصوص رگوید اور اتھروید سے ظاہر ہے۔

(۳۶) "اِندر تمام دنیا کو ڈرا دھمکا کر اپنے قبضہ میں رکھتا ہے جیسے آریہ دسیوؤں کو قبضہ میں لاتا ہے" (گویا آریہ دسیوؤں کے خدا تھے)

(۳۷) "دھن دولت اور مال مویشی غیر آریوں کے پاس رہنا فضول ہے راجا ان سے چھین کر آریوں کو دے دے"

(۳۸) "دسیوؤں کو قتل کر آریوں کی حفاظت کر"

(۳۹) "آریہ راجا دشمن کو مارنے والا۔ شہروں کو غارت کرنیوالا اور کالی قوم کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے والا ہے،،

(۴۰) "بیوقوف وید نہ ماننے والے کو ہلاک کر"

(۴۱) "دسیو کے سر کو کچل دو"

(۴۲) "دسیو کو کلہاڑے سے مارو"

(۴۳) لامذہب کالی چمڑی والے کو کچل ڈال

(۴۴) چپٹی ناک والے دسیو کو مار کر فنا کر دو اور بے عمل اجنبی زبان والے کو بے گھر کر دو"

(۴۵) "نیچ خاندان دسیو راجا کی دولت میرے لئے لے آ"

انسانی خون اور گوشت کا معمہ

(۴۶) جو کچھ میں کھاتا ہوں طاقت بنا دیتا ہوں۔ تب میں ہتھیار پکڑتا ہوں اس شخص کے کندھوں کو توڑتا ہوں، جیسے اندر دشمن کی گردن توڑتا ہے۔ جو کچھ میں پیتا ہوں سب پی لیتا ہوں جیسے سمندر سب کچھ ہڑپ کر لیتا ہے ہم اس شخص کی جان کو پی کر اس کو نگل لیتے ہیں"

(۴۷) "جو کچھ میں کھاتا ہوں میں اسکو نگل جاتا ہوں جیسے سمندر سب کو ہڑپ کر جاتا ہے اس شخص کی جان کو پی کر ہم اسکو بالکل ہڑپ کر جاتے ہیں،،

اسی قسم کا واقعہ مہابھارت میں بھی موجود ہے۔ بھیم سین نے دشاسن کا خون پینے کی قسم کھائی تھی چنانچہ اسکا خون پی کر اپنی قسم کو پورا کر دیا۔

سوامی دیانند کے ارشادات خاص

(۴۸) "اے راجہ آریوں کو آپ جانیں اور غیر آریوں کو بیخ و بنیاد سے نیست و نابود کر دیجئے،،

(۴۹) "جو شخص وید اور عابد لوگوں کی تصنیف شدہ کتابوں کی (جو ویدوں کے مطابق ہوں) تحقیر کرتا ہے اس وید کی مذمت کرنیوالے کو جماعت اور برادری سے علیحدہ اور ملک سے باہر نکال دینا چاہیئے بلکہ وہ کسی ملک میں بھی رہنے نہ پائے،،

(۵۰) "جو شخص ہم سے دشمنی کرتا ہے اسے خوب اچھی طرح جلا دو"

(۵۱) دشمٹ مخالف جو ہم دھرماتماؤں کا مخالف ہو اس کے مال و دولت کو ہمیشہ جلاؤ،،

(۵۲) برہمچریہ، گرہست، وان پرستھ اور سنیاس وغیرہ دھرم کے قواعد کے مطابق وید کے طریق کو توڑنے والے احمقوں پر جلدی سزا وارد کرو جس سے وہ بھی عالم ہو کر نیک ہوں یا ان کا خاتمہ ہو جائے مگر ہمارے بس میں ہی رہیں،،

(۵۳) "دوسرے ملکوں کے راجہ ہمارے دیس میں کبھی نہ ہوں یا ہم لوگ دوسرے کے ماتحت کبھی نہ ہوں علم ہوشیاری مال و دولت وغیرہ طاقتور اناج اور تندرستی اچھی طرح خدمت کرنیوالے ہماری سلطنت میں ہوں"

اسلامی تلوار کی کہانی آریوں کی زبانی ہم نے بارہا سنی اور اسکا جواب دیا اب ویدک تلوار کی کہانی خود وید کی زبانی بھی سن لو گو مہاشہ خوشحال چند خورسند یہ یاد رکھیں

Heard melodies are sweet but those unheard are sweeter.

ع سنائیں گے ہم تم کو یہ داستاں پھر بھی

درخواست دعا

محترم جناب محمد شفیع صاحب علوی سالہا سال سے آجکل چند ایک آلام و مصائب میں مبتلا ہیں نیز انکے صاحبزادہ محمد لطیف صاحب کی اہلیہ کافی عرصہ سے بیمار ہیں جس کی وجہ سے انہیں بہت تشویش و فکر رہتی ہے احباب سلسلہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ علوی صاحب کے آلام و مصائب کو دور فرمائے اور آپکی بہو کو صحت کاملہ عطا فرمائے۔ آمین۔

(بقیہ صفحہ ۔۔)

(دوم) لیکن اگر اس کی ہمت نہ ہو تو میرے ان دو مطالبات کا جواب دے دیجئے

(۱) کیا آپ کے علم میں کتب حدیث میں، یا عام اسلامی لٹریچر میں، حتیٰ کہ غیر اسلامی لٹریچر میں کسی مسلمان، بلکہ غیر مسلم تک نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یہ بات منسوب کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ:-

"میں خاتم النبیین ہوں، یعنی میں نبیوں میں سے افضل یا نبیوں کی زینت یا نبیوں کا مصداق یا نبیوں کی انگشتری یا نبیوں کی مہر ہوں" ؟

اپنے بیان کی تائید میں حوالہ پیش کرنا تو خود آپ کے قول کے مطابق آپ کی شان کے خلاف ہے، لہٰذا اس سوال کا جواب "ہاں یا نہیں" میں ہی دے دیجئے، البتہ یہ واضح ہو جائے تو بہتر ہے کہ ایسا ارشاد نبوی آپ کو کتب حدیث یا اسلامی لٹریچر میں کہیں ملا ہے یا غیر اسلامی لٹریچر میں،

(۲) دوسرا مطالبہ یہ ہے کہ اگر آپ کے نزدیک خاتم النبیین کے معنی آخری نبی نہیں ہو سکتے جیسا کہ آپ کا حلفیہ بیان ظاہر کرتا ہے اور "لا نبی بعدی" کے معنی "میرے بعد کوئی نبی نہیں" نہیں ہو سکتے تو واضح فرمایئے کہ اگر اللہ تعالیٰ یہ بیان کرنا چاہتا ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمانا چاہتے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں، تو کون سے الفاظ استعمال کرتے جن سے یہ مفہوم ادا ہو سکتا، کیا لغت عرب میں کوئی الفاظ ختم کرنے، اور بند کرنے کے معنی میں بھی استعمال ہوتے ہیں یا سب الفاظ کا ترجمہ "افضل" ہی "افضل" ہے، ــ اگر ایسے الفاظ ہیں تو ظاہر فرمایئے اور اگر عربی زبان جوامع الالسنہ "ایسے الفاظ ہی نہیں رکھتی تو اس کا بھی واضح الفاظ میں اعلان کر دیجئے۔

(سوم) اگر آپ فی الواقع محسوس کر چکے ہیں کہ آپ کا یہ عقیدہ غلط ہے تو شیوۂ ایمان یہ ہے کہ آپ اس کا اعلان فرما دیں کہ خاتم النبیین کے معنی افضل النبیین وغیرہ نہیں بلکہ آخری نبی ہی ہیں تا کہ آپ کا اور ہمارا نزاع ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے۔

یہ مکتوب مفتوح ماہ رمضان میں بھجوا رہا ہوں کہ اس بابرکت مہینہ میں شیطان کو مقید کر دیا جاتا ہے تاکہ کسی مومن صادق کو خلاف حق قول اور عمل پر آمادہ نہ کر سکے کیا امید کی جائے کہ آپ اس مکتوب کے جواب میں خشیت اللہ کو، اس مہینہ کے احترام کو، اور اپنے قلب کے فتویٰ کو مدنظر رکھیں گے کیونکہ زبان کچھ کہتی رہے مگر قلب خوب جانتا ہے کہ حق و صداقت کس طرف ہے

بل الانسان علی نفسہ بصیرۃ و لو القی معاذیرہ (القیامہ) اللہ تعالیٰ احقاق حق اور ابطال باطل میں آپکو اور ہم کو اپنی رضا کی راہوں پر گامزن رکھے۔

سید اختر حسین گیلانی عفی اللہ عنہ

www.aaiil.org

فہرست معطیین مد امداد فراہمی غلہ برائے مساکین

نوٹ:۔ جماعت کے وہ احباب جنہوں نے امداد فراہمی غلہ برائے مساکین میں حصہ لیا ہے ان کی فہرست درج ذیل ہے۔ اللہ تعالے انہیں جزائے خیر دے آمین ثم آمین

نمبر شمار	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنے	روپے
۱	سید اللہ شاہ صاحب گورالی (گجرات)	۔	۔	۱۰
۲	چوہدری عبدالمجید صاحب مسلم ہائی سکول لاہور	۔	۔	۵۰
۳	پروفیسر حمید المعز صاحب لاہور	۔	۔	۱۰۰
۴	ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب جنرل سکرٹری انجمن	۔	۔	۵۰۰
۵	مولانا آفتاب الدین احمد صاحب لاہور	۔	۔	۲
۶	چوہدری محمد اسمٰعیل صاحب لاہور	۔	۔	۱
۷	ملک غلام سرور صاحب گورنمنٹ انجینئر مشرا	۔	۔	۵
۸	خان بہادر میاں غلام رسول صاحب جھنگ	۔	۔	۱۰۰
۹	مرزا مسعود بیگ صاحب لاہور	۔	۔	۲
۱۰	شیخ انعام اللہ صاحب کوئٹہ	۔	۔	۲۰
۱۱	چوہدری نظام الدین صاحب چک ۲/۵۳	۔	۸	۵۹
۱۲	چوہدری شریف احمد صاحب	۔	۔	۱۵
۱۳	چوہدری فیض احمد صاحب چک ۹/۱۱ جنوبی	۔	۴	۵۲
۱۴	محمد امین خان صاحب منڈوہ	۔	۔	۵۰
۱۵	خان محمد اعظم خان صاحب رئیس مردان	۔	۔	۱۰
۱۶	میسرز محمد محسن، مولا بخش صاحبان لائل پور	۔	۔	۵۰
۱۷	چوہدری معراج دین صاحب علی چک	۔	۴	۷۴
۱۸	چوہدری خدا بخش صاحب گروٹہ	۔	۴	۳
۱۹	صاحبزادہ عبدالقدوس صاحب سرائے نورنگ	۔	۔	۴۴
۲۰	حافظ محمد بخش صاحب مع برادران دہلوی	۔	۱۱	۱۰۷
۲۱	مولانا عبدالہادی صاحب رئیس عظیم گڑھ	۔	۔	۷۹
۲۲	سید عبدالغفور شاہ صاحب گندوت	۔	۔	۵
۲۳	جماعت مراد معرفت مولوی احمد علی صاحب	۔	۴	۴۶
۲۴	صاحبزادہ عبدالرب صاحب سرائے نورنگ	۔	۔	۱۵
	میزان	۔	۱۳	۱۰۱۳

فہرست وعدہ جات

نام	پائی	آنے	روپیہ
چوہدری محمد اسمٰعیل صاحب ریٹائرڈ ای۔ اے۔ سی۔ حال سپیشل کلکٹر لائلپور	۔	۔	۵۰۰
منشی نثار احمد صاحب وزیرآباد	۔	۔	۲۰
چوہدری علی گوہر صاحب چک نمبر ۹	۔ایک بوری گندم		
چوہدری عبداللہ صاحب نمبردار چک نمبر ۳/۱۷ ب	حسب گنجائش		
مرزا محمد اکبر و محمد اقبال صاحبان بہیہ نصرت نمبر ۱۱۷ ضلع نواب شاہ (سندھ)		سیر ۲۰	من ۲

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام!

تاثیرات روزہ و حضرت مسیح موعود کا التزام صوم

ایک مرتبہ ایام جوانی میں ایسا اتفاق ہوا کہ ایک بزرگ معمر پاک صورت مجھ کو خواب میں دکھائی دیا۔ اور اس نے یہ ذکر کرکے کہ کسی قدر روزے انوار سماوی کی پیشوائی کے لئے رکھنا سنت خاندان نبوت ہے، اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ میں اس سنت اہل بیت رسالت کو بجا لاؤں۔ سو میں نے رؤیا مذکورہ بالا کے موافق چھ ماہ تک برابر مخفی طور پر روزوں کا التزام کیا اس اثنا میں عجیب عجیب مکاشفات مجھ پر کھلے، بعض گذشتہ نبیوں سے ملاقاتیں ہوئیں اور جو اعلیٰ طبقہ کے اولیاء اس امت میں گذر چکے ہیں، اُن سے ملاقات ہوئی، ایک دفعہ عین بیداری کی حالت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مع حسنین وعلی رضی اللہ عنہم و فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دیکھا اور یہ خواب نہ تھی بلکہ بیداری کی ایک قسم تھی، غرض اس طرح پر کئی مقدس لوگوں کی ملاقاتیں ہوئیں جن کا ذکر کرنا موجب طوالت ہے اور علاوہ اس کے انوار روحانی تمثیلی طور پر برنگ ستون سبز و سرخ ایسے دلکش و دلستان طور پر نظر آتے تھے جن کا بیان کرنا بالکل طاقت تحریر سے باہر ہے۔ وہ نورانی ستون جو سیدھے آسمان کی طرف گئے تھے، جن میں سے بعض چمکدار اور بعض سبز و سرخ تھے ان کو دل سے ایسا تعلق تھا کہ ان کو دیکھ کر دل کو نہایت سرور پہنچتا تھا۔ اور دنیا میں کوئی بھی ایسی لذت نہیں ہوتی جیسا کہ اسکو دیکھ کر دل اور روح کو لذت آتی تھی۔ میرے خیال میں ہے کہ وہ ستون خدا اور روزہ کی محبت کی ترکیب سے ایک تمثیلی صورت میں ظاہر کئے گئے تھے، یعنی وہ ایک نور تھا، جو دل سے نکلا اور دوسرا وہ نور تھا جو اوپر سے نازل ہوا اور دونوں کے ملنے سے ایک ستون کی صورت پیدا ہو گئی۔ یہ روحانی امور ہیں کہ دنیا ان کو نہیں پہچان سکتی۔ کیونکہ وہ دنیا کی آنکھوں سے بہت دور ہیں۔ لیکن دنیا میں ایسے بھی ہیں جن کو ان امور سے خبر ملتی ہے۔

جب میں نے چھ ماہ کے روزے رکھے تو ایک دفعہ ایک طائفہ انبیاء کا مجھ سے ملا اور انھوں نے کہا کہ تو نے کیوں اپنے نفس کو مشقت میں ڈالا ہوا ہے۔ اس سے باہر نکل۔ اس طرح جب انسان اپنے آپ کو خدا کے واسطے مشقت میں ڈالتا ہے تو وہ ماں باپ کی طرح رحم کرکے اسے کہتا ہے کہ تو کیوں مشقت میں پڑا ہوا ہے، مگر جو لوگ تکلف سے اپنے آپ کو مشقت سے محروم رکھتے ہیں۔ خدا ان کو دوسری مشقت میں ڈالتا ہے اور نکالتا نہیں اور دوسرے جو خود مشقت میں پڑتے ہیں ان کو وہ آپ نکالتا ہے۔ انسان کو واجب ہے کہ اپنے آپ پر شفقت نہ کرے بلکہ ایسا بنے کہ خدا اس کے نفس پر شفقت کرے۔ کیونکہ انسان کی شفقت اس کے نفس پر اس کے واسطے جہنم ہے، اور خدا کی شفقت جنت، ابراہیم علیہ السلام کے قصہ پر غور کرو کہ جو آگ میں ہو گرنا چاہتا ہے اسے تو وہ خدا آگ سے بچاتا ہے، اور جو خود آگ سے بچنا چاہتے ہیں، وہ آگ میں ڈالے جاتے ہیں۔ یہ اسلم ہے اور یہ اسلام ہے کہ جو کچھ خدا کی راہ میں پیش آوے اس کا انکار نہ کرے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حفاظت کی فکر میں خود لگتے تو واللہ یعصمک من الناس کی آیت نازل نہ ہوتی۔ حفاظت الٰہی کا یہی سر ہے ۔

(فتاوے احمدیہ)

سانحۂ ارتحال

(ا) پر ملال خبر ملی ہے کہ جناب چوہدری محمد حسین صاحب نمبردار چک ۸/۱۱ جنوبی کے صاحبزادہ چوہدری حاکم صاحب مورخہ ۲۷/۸/۴۳ کو وفات پا گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دعا ہے اللہ تعالے مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

(ب) نہایت افسوس کے ساتھ اطلاع دی جاتی ہے کہ جناب ماسٹر احمد الدین صاحب ہیڈ ماسٹر شیخوپورہ حال سیالکوٹ کی والدہ محترمہ مورخہ ۲۶/۸/۴۳ کو کچھ عرصہ بیمار رہ کر وفات پا گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دعا ہے اللہ تعالے مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

درخواست دعا

جناب ایس حمید صاحب سٹیشن ماسٹر کولی تحریر فرماتے ہیں کہ جماعت کے ایک مخلص ممبر شیخ ابراہیم صاحب مجاور سخت بیمار ہیں۔ احباب سلسلہ ان کی صحت کے لئے دعا فرمائیں ۔

خط و کتابت

کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن۔

پیغام صلح

ایڈیٹر
ایس۔ محمد آصف۔ بی اے

جائنٹ ایڈیٹر
شیخ محمد انعام الحق

حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آن کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب ہوگا۔

جلد ۳۱ | لاہور۔ یوم چہارشنبہ۔ مورخہ ۱۴ رمضان المبارک ۱۳۶۲ھ م۔ ۱۵ ستمبر ۱۹۴۳ء | نمبر ۳۶

آہ! مبارک مسعود!

۱۲ ستمبر کو صبح ۷ بجے کے قریب اطلاع ملی کہ مبارک مسعود (شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری کے دوسرے صاحبزادے) وفات پاگئے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون یہ جانکاہ حادثہ غیر متوقع تھا۔ کون جانتا تھا کہ یہ صالح نوجوان یوں ہم سے چھین لیا جائے گا۔ یہ خبر یقین کے قابل نہ تھی۔

ابھی چند دن ہوئے مبارک مسعود مسکراتا ہوا احمدیہ بلڈنگس میں پھرتا تھا۔ سرکاری ملازمت پر روانہ ہونے سے قبل وہ میو ہسپتال میں درد گردہ کے سلسلہ میں مشورہ لینے گیا۔ یہ مشورہ موت کا پیغام ثابت ہوا۔ وہ چند نوآموز ڈاکٹروں کا تختہ مشق بن گیا۔ اس کی مرضی کے خلاف سسٹس کوپی کی گئی۔ طبی معائنہ مہلک ثابت ہوا۔ ۱۰ ستمبر کی صبح اطلاع ملی کہ مبارک مسعود کی حالت نازک ہے۔ شام کو حالت سنبھل گئی لیکن ڈاکٹروں کی نوآموزی نے پھر حالت کے بگڑنے کے اسباب پیدا کر دیئے ۱۱ ستمبر کی رات کو حالت بہت زیادہ خراب ہوگئی اور ۱۲ ستمبر کی صبح کو مبارک مسعود ہمیں داغ مفارقت دے کر اپنے مولا کریم کے حضور میں جا پہنچا۔

ہمارے دل فگار ہیں۔ اس نوجوان سے والدین، بھائیوں اور دوستوں کی توقعات وابستہ تھیں۔ وہ والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھا بھائیوں کے لئے ایک شفیق بھائی اور دوستوں کے لئے قابل تقلید نمونہ۔ اس کی دلنواز طبیعت، متین اور سنجیدہ گفتگو سب کو گرویدہ بنا لیتی تھی۔ چند ماہ ہوئے وہ اپنی تعلیم (ایم۔ اے) مکمل کر چکا تھا۔ اب وہ زندگی میں داخل ہو رہا تھا۔ لیکن یہ زندگی کتنی بلند زندگی ہے کہ خدا نے اسے اپنے پاس ہی بلا لیا۔

کرب و بلا کا یہ منظر کون دیکھ سکتا ہے۔ بھائی بہنوں اور دوستوں کی آنکھیں آنسوؤں سے پُر ہیں۔ کلیجے شق ہو رہے ہیں۔ جواں مرگی ـــــ وہ بھی مبارک مسعود کی ـــ کون برداشت کر سکتا ہے۔ لیکن اس صبر آزما لمحات میں مبارک مسعود کے بوڑھے والدین اپنے مولا کریم کی مرضی پر خوش ہیں۔ ماں کی زبان پر واویلا نہیں۔ بلکہ وہ کہہ رہی ہیں:-

"اے میرے مالک تو نے مجھے رنج و محن سے آزمایا۔ مال کی تنگی سے آزمایا۔ میں نے تیرا ہر حال میں شکر کیا۔ اب تو مجھے اولاد سے آزما رہا ہے۔ میں شکر کرتی ہوں۔ اگر سارے بچے دیکر بھی تیری رضا مجھے مل جائے تو میں خوش ہوں"

مبارک مسعود تو کس قدر خوش قسمت تھا۔ یہ وہ گود تھی جس نے تجھے پالا۔ اور پھر تیرے پیارے ابا جان (یہ الفاظ اب تک ہمارے کانوں میں گونجتے ہیں) ہمیں صبر کی تلقین فرما رہے تھے۔ تمہیں ـــــ تمہارے دوستوں کو ـــــ تمہارے بھائیوں کو ـــــ تو ہمارے سامنے پڑا تھا۔ ہمارا رفیق۔ ہم تجھے سینکڑوں من مٹی تلے دبانے والے تھے۔ ہمارا دل خون ہو کر آنکھوں کے راستے بہہ رہا تھا لیکن اس وقت تمہارے ابا جان ہمیں صبر کا درس دے رہے تھے ـــــ وہ مجسم صبر و شکر تھے ان کی زبان پر قرآن مجید کی آیات اور قول نبوی تھا۔ یہ ہیں تمہارے ابا جان! جنہوں نے تمہیں پالا پوسا۔ اعلیٰ تعلیم دی اور پھر ایک پکا مومن بنایا ـــــ تو خدا کا شکر کرتا دربار ایزدی میں جا پہنچا۔ تیری موت میں نوجوانوں کے لئے سبق ہیں۔ ہم روتے ہیں اس لئے کہ ہم مجبور ہیں لیکن تمہارا نیک نمونہ ہمارے لئے ایک مشعل راہ ہوگا۔ تمہاری بے داغ جوانی ہمارے لئے باعث فخر ہے ـــــ

تو ہمیشہ کے لئے ہم سے جُدا ہو گیا ہے لیکن تیری یاد ہمارے دلوں میں ہمیشہ کے لئے رہے گی تیرا مسکراتا چہرہ، اسے ہم بھول سکتے ہیں ہم ـــــ تیری یاد میں ہم آنسوؤں کے پھول چڑھائیں گے۔ لیکن یہ جانگداز صدمہ ہمیں برداشت ہی کرنا ہوگا ـــ یہی ہمارے مولا کریم کی رضا ہے۔ ہم اس کے شکر گزار بندے ہیں ـــــ خداوند کریم تیری مرقد کو اپنے نور سے بھر دے ـــــ

انا للہ وانا الیہ راجعون

غمزدہ تمہارا ایک دوست
شیر محمد اختر

آہ! میرا دوست!

آج چند سطور اپنے عزیز ترین دوست مبارک احمد مسعود ایم۔ اے کے سانحہ ارتحال پر لکھتے ہوئے انگلیاں فگار اور خامہ خونچکاں ہے۔ الفاظ ملتے نہیں اور اگر ملتے ہیں تو ان میں وہ معنی پیدا نہیں ہوتے جو دل محسوس کر رہا ہے۔ جذبات کی بہتی ہوئی دھارا موت کے ٹھنڈے اور تلخ احساس سے منجمد ہو چکی ہے۔ لیکن اس انتہائی غم میں بھی اے خدا ہم تیری رضا کو اپنے ہر جذبہ اور ہر احساس پر مقدم کرتے ہیں جیسا کہ ہمارے مرحوم دوست نے دم واپسیں اپنے والد محترم سے کہا "اباجان آپ تو اباجان ہیں لیکن خدا سب پر مقدم ہے"

اے دوست ہم بھی تیرے ہم نوا ہو کر دل و دماغ کے مکمل اتحاد کے ساتھ خدا کی رضا کو مقدم کرتے ہیں اور اس کی مشیت اور مصالح میں اطمینان قلبی اور سکون ابدی کی تلاش کرتے ہیں۔ تمہاری فطرت۔ تمہاری شخصیت اور تمہاری زندگی میں دوام کی جھلک تھی، یہ فانی دنیا تمہیں پسند نہ تھی تو دوام سے نکل کر پھر دوام میں گم ہو گیا بیشک تو دنیا سے ہمیشہ کے لئے چلا گیا اور اب کبھی ہمیں اس دنیا میں تیری ملاقات نصیب نہ ہوگی اور تو کبھی ہمارے پاس نہیں آئے گا لیکن ہم تیرے پاس آئیں گے اور ابد کی وادیوں میں تم سے ملیں گے جہاں نہ دکھ ہے نہ درد ہے اور نہ بیماری ہے جہاں زندگی جسم کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی نہیں جہاں روح کا جامہ مرور زمانہ سے تار تار نہیں ہوتا۔ اے دوست ہمیں مکمل یقین ہے کہ ہم تم سے ضرور ملیں گے اسلئے ہمارے دل حزیں نہیں بلکہ خدا کی مشیت پر خوش اور راضی ہیں خدا تعالیٰ تمہیں وہی روز و شب اور زمان و مکاں دے جن کیلئے تمہاری سیمابی فطرت ہمیشہ بے چین رہتی تھی۔ اے خدا ہمارے محبوب دوست کو غریق رحمت کر اور اس کے والدین بھائیوں اور بہنوں کو صبر جمیل عطا فرما۔ آمین۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

غم نصیب۔ آصف

ایک اور جواں مرگ

ابھی ابھی اطلاع ملی ہے کہ ہمارے معزز بزرگ گھنڈے خاں صاحب سرینگر کے جواں سال صاحبزادے عبدالرحیم خاں وفات پاگئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم کی عمر صرف ۲۲ سال تھی اور تجارت کا کام کرتے تھے۔ ایک نوجوان کے داغ سے ابھی ہماری آنکھیں پُرنم تھیں کہ دوسری دلفگار خبر ملی صبر کے سوا چارہ نہیں۔ دعا ہے خداوند کریم مرحوم کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے ـــ اور مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے ـــ آمین ؛؛

تعلیمی پرنٹنگ پریس لاہور میں باہتمام شیر محمد اختر پرنٹر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا

روزہ اور اسلام

نادان دشمن خیال کرتے ہیں کہ مسلمانوں کو ان تیس ایام میں بھوکا، پیاسا رکھ کر اسلام نے خواہ مخواہ کی مشقت ان پر ڈالی ہے، جس کا روحانیت سے کوئی تعلق نہیں۔ انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ روزہ ہی ایک ایسی چیز ہے جس سے انسان اس جسم خاکی کے ساتھ عالم روحانیت کی طرف پرواز کر سکتا ہے، اسلام نے جہاں انسان کو وقت پر کھانا کھانے کا حکم دیا ہے۔ وہیں روزہ کے ذریعہ سے خواہشات نفسانی پر حکمرانی کی طاقت اس کے اندر پیدا کرنی چاہی ہے تاکہ اگر بعض وقت کھانا وقت پر نہ مل سکے یا کسی غریب کو بھوکا اور پیاسا دیکھے اور اپنی ضرورت سے زیادہ کھانا نہ رکھتا ہو تو اپنی ضرورت کو نظر انداز کر کے اس غریب کو کھانا کھلا دے اور سب سے بڑھکر نیکی کی قوت کو یہاں تک اپنے اندر بڑھائے کہ حرام چیزیں اور بُری خواہشات تو ایک طرف خدا کی رضا کے لئے اگر کسی حلال چیز کو بھی چھوڑنا پڑے تو اسے چھوڑ دے اور رضائے الٰہی کو مقدم کرے۔ پہلی قوموں میں جیسا پادری کروڈن نے بجوم بائبل میں لکھا ہے۔ غم اور رنج اور مصیبت کے ایام روزہ رکھا جاتا تھا۔ لیکن اسلام کو جہاں اور باتوں میں دوسری اقوام پر فضیلت ہے وہیں ایک یہ بھی ہے کہ اس کی ہر ایک عبادت کسی رنج اور غم کو دور کرنے کے لئے نہیں۔ بلکہ اصلاح نفس یا تکمیل نفس انسانی کے لئے ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم نے لعلکم تتقون کے الفاظ میں مختصر طور پر بیان کیا ہے۔ اگر غور کر کے دیکھا جائے تو روزہ کے بغیر فی الحقیقت بے نفسی اور نیکی کی قوت پیدا ہونی ناممکن ہے۔ اور جب تک عملی طور پر ایک بات کی مشق نہ کی جائے اُس وقت تک یہ مشکل ہوتا ہے کہ موقعہ پیش آنے پر اس قسم کا نمونہ کوئی شخص دکھا سکے جیسا کہ روزہ رکھنے والا دکھا سکتا ہے۔

صرف اسلام ہی نہیں جس نے رمضان کے ذریعہ سے اس قوت کو پیدا کرنا چاہا سابقہ شرائع میں بھی روزہ کا حکم موجود ہے اور تاریخ اسے بات پر شاہد ہے کہ اسلام نے یہ کوئی انوکھا طریق اختیار نہیں کیا۔ بلکہ سابقہ انبیائے کرام کی سنت کو کامل اور اکمل طریق پر زندہ کیا ہے۔ توریت اور انجیل کو جا کر دیکھو۔ وہاں صاف طور پر روزوں کا ذکر پایا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ خود حضرت مسیح نے بھی چالیس دن اور چالیس رات کا روزہ رکھا ہے (متی ۲:۱۰) اور صاف طور پر اپنے پیروؤں کو یہ تعلیم دی ہے کہ "جب تم روزہ رکھو، ریاکاروں کی طرح اپنے چہرہ کو اُداس نہ بناؤ"

ایسا ہی ہندو قوم میں بھی روزہ کی رسم اب تک باقی ہے، جیسا مہاتما گاندھی نے اکیس دن کا روزہ رکھا اور عام طور پر ہندو لوگ شیوراتری کے دن روزہ رکھتے ہیں۔

لیکن ان میں اور اسلام کے روزہ میں یہ فرق ہے، کہ دوسری اقوام میں روزہ کے متعلق افراط و تفریط کا رنگ غالب ہے ان میں وہ بھی ہیں جو ایک دن کے روزہ میں فاکہ یا شربت وغیرہ کا استعمال جائز سمجھتے ہیں۔ اور وہ بھی جو گاندھی جی کی طرح اکیس دن تک کچھ بھی کھانا پینا جائز نہیں سمجھتے بلکہ کہا جاتا ہے کہ ہندو قوم میں اس سے زیادہ لمبا روزہ بھی ہے۔ اور ممکن ہے پہلے عیسائیوں اور یہودیوں میں بھی ہو جیسا کہ انجیل سے معلوم ہوتا ہے، کہ حضرت عیسیٰ نے چالیس دن اور چالیس رات کا روزہ رکھا۔ ... سابقہ امم میں روزہ کی ابتدا اگلی رات سے ہوتی تھی، اور انتہا مغرب کے بعد اور اس طرح سے روزہ کے ایام میں جہاں اگلی رات سے ہی ان پر کھانا پینا حرام ہو جاتا تھا وہیں وہ زوج کی طرف بھی رجوع نہ کر سکتے تھے جو بعض وقت نقصان کا موجب ہو جاتا تھا، یہی وجہ ہے کہ اسلام کا ہر حکم افراط اور تفریط دونوں پہلوؤں سے بچا ہوا ہے۔ روزہ کے متعلق اس نے جہاں حکم دیا کہ کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم تم پر اسی طرح سے روزے فرض کئے گئے جس طرح سے پہلے لوگوں پر فرض تھے، وہیں اس اعتدال کو بھی مدنظر رکھا جو فطرت انسانی کے مناسب حال ہے اور صاف طور پر فرما دیا کہ احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الیٰ نسائکم ھن لباس لکم وانتم لباس لھن علم اللہ انکم کنتم تختانون انفسکم فتاب علیکم وعفا عنکم فالئٰن باشروھن وابتغوا ما کتب اللہ لکم وکلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر ثم اتموا الصیام الی اللیل روزوں کی رات میں تمہارے لئے اپنی عورتوں کی طرف رغبت کرنا حلال کیا گیا۔ وہ تمہارے لئے لباس ہیں اور تم ان کے لئے لباس ہو اللہ تعالےٰ جانتا ہے کہ تم اپنی جانوں کو نقصان پہنچانا چاہتے تھے۔ سو اس نے تم پر رجوع برحمت کیا۔ اور تمہیں معاف کیا پس اب ان سے میل جول کرو اور جو اللہ نے تمہارے لئے مقرر کیا ہے۔ اس کی خواہش کرو۔ اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ سیاہ دھاری سے سفید دھاری نمودار ہو جائے۔ پھر اس کے بعد رات تک روزے کو پورا کرو۔

یہ ہے اسلام کی تعلیم۔ اس سے ظاہر ہے کہ اس نے روزہ کے اندر کوئی ایسی مشقت انسان پر ڈالنی نہیں چاہی جو فطرت انسانی کے لئے نقصان دہ ہو یا اس کی برداشت انسان کی طاقت سے باہر ہو۔ یہی وجہ ہے کہ بیمار اور مسافر کو دوسرے دنوں میں جب بیماری یا مسافرت میں وہ نہ ہوں، روزہ رکھنے کی اجازت دی ہے۔ فمن کان منکم مریضا او علی سفر فعدۃ من ایام اخر۔ ایسا ہی بوڑھے اور دائم المریض اور حاملہ اور دودھ پلانیوالی عورتیں جن کے لئے روزہ کی مشقت ناقابل برداشت ہے اس حکم کی صرف اسی حد تک مکلف ہیں کہ ایک مسکین کا کھانا کھلا دیا کریں جیسا کہ فرمایا وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین اور ان لوگوں پر جو روزہ کی برداشت نہیں رکھتے ایک مسکین کا کھانا ہے۔ اس سے یہ مطلب نہیں کہ جس شخص کو ذرا بھی مشقت روزہ کے اندر محسوس ہو وہ فدیہ دیدے۔ یوں تو ہر شخص روزے سے آزاد ہو سکتا ہے کیونکہ کم و بیش ہر شخص روزہ میں تکلیف محسوس کرتا ہے۔ اگر یہی اس کا مطلب ہوتا تو روزہ کا حکم ہی دینا فضول تھا صرف فدیہ کا حکم دے دیا ہوتا۔ ... فدیہ کی اجازت صرف ان کے لئے ہے جن کے لئے روزہ کی مشقت عام طور پر ناقابل برداشت ہو یا ان کی جان جانے کا خطرہ ہو۔ یا اور کسی قسم کا جسمانی نقصان ہونیکا احتمال ہو۔ جیسے کہ شیخ فانی یا دائم المریض یا حاملہ یا دودھ پلانے والی عورتوں کا حال ہے۔

غرض اسلام نے روزہ کے متعلق میانہ روی اور اعتدال کو مدنظر رکھا ہے اس نے نہ تو اتنا لمبا اور سخت روزہ رکھنے کا حکم دیا ہے جو انسان کی جسمانی صحت کے لئے مضر ہو۔ اور اسکو جان کے لالے پڑجائیں اور نہ اس کی اجازت دی ہے کہ کچھ تھوڑا سا روزہ میں کھا پی لیا جائے۔ جس سے روزہ کی غرض ہی مفقود ہو جاتی ہے۔ ایسا ہی جہاں ان لوگوں کو جو اس کی برداشت نہیں کر سکتے۔ فدیہ پر چھوڑ دیا۔ تاکہ روزہ کی غرض کو ایک حد تک وہ بھی حاصل کر لیں۔ جو لوگ روزہ کی تکلیف کو برداشت کر سکتے ہیں ان کو روزہ رکھنے ہی کا مکلف ٹھہرایا۔ تاکہ اس حقیقی فائدہ کو جو روزے سے متصور ہے حاصل کر سکیں۔ اسلام نہ تو یہ چاہتا ہے کہ خواہ مخواہ انسانوں کو دن رات بھوکا پیاسا رکھکر یا ہر بوڑھے اور جوان بیمار اور مسافر کو بلا استثنےٰ روزہ کا حکم دے کر تکلیف مالا یطاق میں مبتلا کرے اور نہ انہیں ایسی بے جا رعایتیں دیتا ہے جو تقوےٰ کی حقیقی غرض ہی کو فوت کر دیں۔ روزہ سے اسکا حقیقی منشا متقی بنانا اور روح انسانی کو اسی جسم کے اندر [illegible] خواہشات سے بلند کرنا ہے اور یہ غرض اسی اعتدال پر قائم رہ کر حاصل ہو سکتی ہے جو اسلام نے سکھایا ہے۔

. . . .

عام طور پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اسلام نے روزہ کی حد صبح صادق سے غروب آفتاب تک بتائی ہے۔ تو ان ممالک میں جہاں کئی کئی ماہ کا دن ہوتا ہے، کس طرح روزہ رکھا جا سکتا ہے اور چونکہ ان ممالک پر یہ قانون عائد نہیں ہو سکتا اسلئے اسلام عالمگیر مذہب نہیں۔

یہ اعتراض رمضان کے متعلق قرآن کریم کے الفاظ کو نہ دیکھنے کا نتیجہ ہے۔ قرآن کریم کے صاف الفاظ ہیں من شھد منکم الشھر فلیصمہ جو شخص تم میں سے اس مہینہ کو پائے وہ اس کے روزے رکھے۔ جن ممالک میں چھ چھ مہینہ کا دن اور چھ چھ مہینہ کی رات ہوتی ہے۔ وہاں اول تو آبادی کوئی نہیں اگر ہو بھی تو اس قدر لمبے دنوں میں بارہ مہینوں کی تقسیم ہی مشاہدہ میں نہیں آسکتی اور نہ رمضان کا مہینہ وہاں ہوتا ہے۔ اس لئے من شھد منکم الشھر کے رو سے وہ تمام مقامات احکام رمضان سے خارج ہیں۔

دوسرا سوال مسافر اور مریض کے متعلق ہے۔ قرآن کریم کے صاف اور کھلے الفاظ ہیں۔ من کان منکم مریضا او علی سفر فعدۃ من ایام اخر لیکن آج مسلمانوں میں جہاں اور معاملات میں افراط و تفریط کا رنگ غالب ہے وہیں روزہ کے متعلق بھی دونوں قسم کے خیالات موجود ہیں۔ اور دونوں پہلوؤں میں تشدد بہت ہے۔ کئی ایک جانیں اسی وجہ سے ضائع ہو جاتی ہیں کہ بیمار ہونے کے باوجود روزہ رکھنا ضروری سمجھا جاتا ہے بعض لوگوں کا خیال ہے اور عموماً روزہ کی تائید میں اس خیال کو بلا سوچے سمجھے پیش کیا جاتا ہے کہ روزہ بیماریوں کو اچھا کرتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ روزہ سے جسم انسانی کی بہت سی آلائشیں دور ہو کر بہت حد تک صحت ترقی کرتی ہے، لیکن جو شخص پہلے سے بیمار ہے اور اس کی صحت کا مدار اسی پر ہے کہ اسے وقتاً فوقتاً دوائی اور غذا ملے۔ اسکو روزہ رکھوانا حفظان صحت کے قوانین کی صریح خلاف ورزی کرنا ہے اور خدائی کتاب کی ایک کھلی مخالفت ہے اگر روزہ بیمار کے لئے بھی مفید ہوتا تو اللہ تعالےٰ اسے رخصت نہ دیتا بلکہ سب سے پہلے اسی پر فرض ہوتا ہاں اس کے ساتھ ہی ذرا ذرا سی تکلیف کو بھی بیماری قرار نہیں دیا جا سکتا۔ معمولی تکلیف جس میں دوائی وغیرہ کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی روزوں کا چھوڑ دینا بھی صحیح نہیں۔

سفر کے متعلق بعض لوگوں نے [illegible]

نبوت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق بعض قادیانی فرقانی حلفیہ شہادتوں کی حقیقت

از جناب خانبہادر میاں محمد صادق صاحب ریٹائرڈ ڈی ایس پی

سال ۱۹۱۴ء میں جب جماعت احمدیہ میں اختلاف نمودار ہوا۔ جماعت لاہور کی طرف سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ جماعت احمدیہ کے بزرگ جنہوں نے ۱۹۰۱ء سے پہلے حضرت صاحب کی بیعت کی مسئلہ نبوت حضرت مسیح موعود کے بارہ میں اپنی حلفیہ شہادت شائع کریں کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے حضرت صاحب کو مجدد مانتے تھے اور ۱۹۰۱ء میں ایک غلطی کے ازالہ کے باعث آیا انہیں معلوم ہوا کہ حضرت صاحب کا دعوے مجددیت کا نہیں بلکہ نبوت کا ہے۔ پھر جماعت احمدیہ لاہور کی طرف سے ۱۹۱۵ء میں ۷۰ آدمیوں کی شہادت شائع ہوئی۔ قادیان سے اعلان ہوا کہ اس کے متعلق مرکز (قادیان) سے ایک جامع جواب شائع کیا جاوے گا۔ افراد جماعت کو فرداً فرداً طبع آزمائی کی ضرورت نہیں۔ پھر ۲۳ ستمبر ۱۹۱۵ء کے الفضل میں موجودہ خلیفہ صاحب قادیان کا ایک بیان شائع ہوا جس کا ذکر فرقان ماہ ستمبر ۱۹۴۲ء میں موجود ہے پھر خاموشی طاری ہو گئی اور یار لوگ جگانے کے بعد صدا کے برنخاست کا مضمون رہا۔ اب پورے ۲۹ سال بعد فرقان نے ماہ ستمبر ۱۹۴۲ء سے بعض احباب قادیان کی شہادتیں شائع کرنی شروع کی ہیں اور اس وقت تک کل ۷۹ شہادتیں شائع ہو چکی ہیں۔ ان میں سے ۱۰ بیانات ایسے ہیں جو میری نظر سے نہیں گذرے باقی ۶۹ میں نے فرداً فرداً اور یکجائی طور پر بھی پڑھے ہیں، انہیں کے متعلق آج کی صحبت میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ فرقان نے ان بیانات کو شائع کرتے وقت اپنے تعارفانہ نوٹوں میں لکھا ہے کہ

(۱) امید ہے کہ غیر مبائع بھائی خدا کے فرستادہ کا چہرہ دیکھنے والے ان بزرگوں کے بیانات سے فائدہ اٹھائیں گے۔

(۲) اے کاش ہمارے غیر مبائع ... اب بھی اس مسئلہ کے متعلق سبیل المومنین کو اختیار کریں

ورنہ حضرت مسیح موعود کی کھلی کھلی اور واضح تحریروں کے سامنے ان باسی بیانات کی کیا حقیقت ہے، یہ بیانات اتنے عرصہ کے بعد کیوں شائع کئے جاتے ہیں اس کی وجہ بھی فرقان کے الفاظ میں پڑھنے کے قابل ہے۔

"جماعت احمدیہ (قادیان) نے اپنے عمل سے ثابت کر دیا ہے کہ وہ حضرت مسیح موعود کو نبی اور رسول مانتی تھی اور مانتی ہے اسلئے مزید لفظی شہادت کی ضرورت نہ تھی۔ (صفحہ ۹ فرقان ماہ ستمبر ۱۹۴۲ء)

ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ:-

(۱) یہ بیانات اس وقت تک شائع نہیں کئے گئے جب تک جماعت قادیان نے اپنے ممبروں سے پورے طور پر نبوت حضرت مسیح موعود کو منوا نہیں لیا یعنی ان کو پکا نہیں کر لیا۔

(۲) ۱۹۳۰ء سے پہلے اور ۱۹۱۵ء کے بعد ۲۰ سال کے عرصہ میں مطالبہ جماعت لاہور کے جواب میں خلیفہ صاحب قادیان کے بیان کے سوا اور کوئی شہادت شائع کرنے کی ان کو جرأت نہیں ہوئی۔

(۳) اب جو شہادتیں شائع کی جا رہی ہیں وہ اگرچہ غیر ضروری ہیں یعنی مشتے بعد از جنگ کی مصداق ہیں اور بر کلہ خود باید زد کی مستحق ہیں۔ ان کو شائع کرنے کی علت غائی یہ ہے کہ جن لوگوں کو مطالبہ جماعت لاہور کی غرض یاد نہیں رہی ان کو اس طرح پھندے میں لایا جاوے ۱۹۱۴ء کہاں ۱۹۴۳ء کہاں۔ اتنے عرصہ تک تمام قضیہ کس کو یاد رہ سکتا ہے۔

دل تو یہ چاہتا ہے کہ ان ۶۹ شہادتوں پر حضرت مسیح موعود اور خلیفہ صاحب قادیان موجود الوقت جو بانی مسئلہ نبوت ہیں کی تحریرات کی روشنی میں فرداً فرداً تنقید کر کے ثابت کیا جاوے کہ یہ پیراں نمی پرند و مریداں می پرانند کی ذہنیت کے ماتحت لکھی گئی ہیں۔ لیکن طوالت کا خوف ہے۔ اسلئے اختصار پر مجبور ہوں۔ مجموعی طور پر تمام حلفیہ شہادتوں کا رد ان ۶۹ گواہوں میں سے ایک گواہ نمبر ۸ مفتی محمد صادق صاحب کے اس بیان میں موجود ہے جو انہوں نے خود اپنے اخبار بدر میں بزمانہ حکیم الامت حضرت مولوی نورالدین صاحب ۲۷ اکتوبر ۱۹۱۰ء کو شائع کیا اور جو حسب ذیل ہے:-

"مرزا صاحب کی نبوت کا مسئلہ ہمارے ہاں ایسا نہیں کہ شرائط بیعت میں داخل ہو یا بیعت کے وقت اس کا اقرار لیا جاتا ہو"

(کالم ۳ صفحہ ۹ بدر ۲۷ اکتوبر ۱۹۱۰ء)

اب تک جو بیان شائع کئے گئے ہیں وہ سب کے سب ایسے افراد کے ہیں جو ۱۹۱۰ء سے پہلے سلسلہ بیعت میں داخل ہوئے، ظاہر ہے کہ جب ۱۹۱۰ء سے پہلے نبوت کی بیعت لینے کا رواج ہی نہ تھا تو انہوں نے نبوت کی کیونکر بیعت کی اور کس کے ہاتھ پر کی؟ اس حوالہ سے یہ بھی ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود اپنی نبوت پر بیعت نہ لیا کرتے تھے ممکن ہے کہ موجودہ خلیفہ صاحب۔۔۔ اس وقت کوئی باطنی بیعت لیا کرتے ہوں۔

(۱) ان ۶۹ بیانات میں سے ۲۹ بیانات ایسے احباب قادیان کے ہیں جو خاص قادیان کے رہنے والے ہیں کچھ مہاجر ہیں اور اکثر باقی مسئلہ نبوت خلیفہ صاحب قادیان کے مدت العمر سے دست نگر ہیں۔

دریا میں رہنا اور مگرمچھ سے بیر

ان میں اتنی جرأت کہاں کہ مطالبہ پر کچھ اس کے سوا کہہ سکیں جس کو وہ زیر نگرانی موجد مسئلہ نبوت برابر ۲۱ سال تک رٹتے رہے ہیں۔ جنہوں نے کچھ سرتابی کی ان کی خبر نہیں اور عتاب زدگان کے نمونے موجود ہیں۔

(۲) ۶۹ بیانات میں سے صرف ۱۳ ایسے ہیں جن کے شروع میں حلف یا قسم کے الفاظ لکھے گئے ہیں اور ۳۲ ایسے ہیں جن کی سرخی میں حلفیہ شہادت کے الفاظ آئے ہیں اور بطن میں نہیں۔ اس لئے یہ کہنا بھی محال ہے کہ کل کے کل حلفیہ بیانات ہیں۔ اگرچہ فرقان نے ان کو مرتبہ ہی دیا ہے۔

(۳) کئی لاکھ کی جماعت میں سے حضرت مسیح موعود کے زمانہ کے بہت سے احباب اس وقت زندہ ہیں۔ مگر ۲۱ سال کی تعلیم مسئلہ نبوت اور جدوجہد کے باوجود صرف چندصد بیانات کے علاوہ اور حاصل نہیں ہو سکے کیونکہ فرقان نے جب سے یہ بیانات شائع کرنے شروع کئے ہیں اپنے افتتاحی نوٹوں میں لکھا ہے کہ سینکڑوں ایسے بیانات دفتر نظارت تالیف و تصنیف میں موجود ہیں۔

(فرقان ماہ ستمبر ۱۹۴۲ء)

(۴) یہ بھی فرقان کو مسلم ہے کہ یہ بیانات مطبوعہ فارم پر لیئے گئے تھے۔ اور تین سوالات دریافت کئے گئے تھے۔

(۱) بیعت کا زمانہ

(۲) نبوت مسیح موعود کے متعلق اس وقت کا عقیدہ۔

(۳) اس عقیدہ کی بناء

اصل فارم کا نمونہ شائع نہیں کیا گیا۔ اور صرف چندصد بیانات کی تعداد خود بتلا رہی ہے کہ یہ فارم چیدہ اور منتخب راسخ فی المسئلہ نبوت کو بھیجے گئے ہونگے تاکہ وہ جو خلیفہ صاحب کی صحبت میں بہت عرصہ تک نہیں رہے کہیں طبع آزمائی کرتے ہوئے سب کھیل نہ بگاڑ دیویں۔ کیونکہ باوجود اس احتیاط کے بعض اب بھی اس طبع آزمائی سے باز نہیں آئے۔ مثلاً مفتی محمد صادق صاحب۔

(۵) ان ۶۹ بیانات میں بقول خود بعض نے بذریعہ تحریر بیعت کی ہے مثلاً ۱۱/۲۳، ۵/۱، ۵/۷ کون نہیں جانتا کہ حضرت مسیح موعود نے اپنی تصنیف حقیقۃ الوحی (جو ۱۹۰۶ء کے بعد ۱۹۰۷ء میں شائع ہوئی اور جو قلمی نسخہ حضرت خلیفہ صاحب قادیان سے جس کے لئے دیکھو صفحات ۵ و ۱۲۱ حقیقت نبوت مصنفہ خلیفہ صاحب جو ۱۹۱۵ء میں شائع ہوئی۔ محفوظ ہے) کے صفحہ ۱۱ پر ایک محکم اصول شائع فرمایا ہے کہ:-

"اگر خدا تعالےٰ کی تمام کتابوں کو غور سے دیکھا جاوے تو معلوم ہوگا کہ تمام نبی یہی سکھلاتے آئے ہیں کہ خدا تعالےٰ کو وحدہ لاشریک مانو اور ساتھ اس کے ہماری رسالت پر بھی ایمان لاؤ اسی وجہ سے اسلامی تعلیم کا ان دو فقروں میں خلاصہ تمام امت کو سکھلایا گیا کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ"

اس کے ساتھ ہی جب ہم ان شرائط بیعت کو دیکھتے ہیں جو حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں اخبارات احمدیہ میں اور حضرت کی اپنی کتابوں میں شائع کی گئیں، اور آپ کے وصال کے بعد ۱۹۱۱ء میں میر قاسم علی صاحب مرحوم کی کتاب "دین الحق یا ہمارا مذہب" میں بڑے زور شور سے قادیان سے شائع کی گئیں۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ ان میں حضرت مسیح موعود نے اپنی نبوت اور رسالت پر بیعت لینے کے لئے کوئی شرط قائم نہیں کی۔ اس لئے ان احباب قادیان کی نسبت جنہوں نے ۱۹۱۱ء تا ۱۹۱۴ء خلیفہ صاحب موجود الوقت کے مسند نشین ہونے سے پہلے تحریری بیعت کی کیونکر درست تسلیم کیا جاوے کہ ... نبوت مسیح موعود کے متعلق ان کا اس وقت بھی یہی عقیدہ تھا۔ جواب ان کے نام پر ۲۱ سالہ تعلیم و تربیت کے بعد ۱۹۳۹ء میں قلمبند ہو کر ۱۹۴۲ء/۱۹۴۳ء میں شائع کیا گیا ہے، یاد رہے کہ یہ صرف میرا ہی خیال نہیں، فرقان کے حلفیہ بیان دینے والوں میں سے گواہ نمبر ۱۸ حضرت مفتی محمد صادق صاحب اپنے اخبار بدر میں جس کے وہ خود اڈیٹر تھے، ۱۹۱۰ء میں یہی عقیدہ لکھ گئے ہیں:-

"مرزا صاحب کی نبوت کا مسئلہ ہمارے ہاں ایسا نہیں کہ شرائط بیعت میں داخل ہو یا بیعت کے وقت اسکا اقرار لیا جاتا ہو"

(کالم ۳ صفحہ ۹ بدر ۲۷ اکتوبر ۱۹۱۰ء)

(۶) ان ۶۹ بیانات میں سے ۲۶ بیانات ایسے احباب جماعت قادیان کے ہیں جنہوں نے ۱۹۰۱ء سے پہلے بیعت کی۔ ان کے لئے ۱۹۰۱ء سے پہلے مسئلہ نبوت حضرت مسیح موعود کے متعلق ان کے موجودہ پیر و مرشد کے ارشادات قابل ملاحظہ ہیں۔

(۱) صفحہ ۵۵ حقیقت النبوۃ حصہ

اوّل "(از افادات حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب فضل عمر)" پر جو ۱۹۱۵ء میں مسند نشینی کے ایک سال بعد شائع ہوئی لکھا ہے:۔

"ہم نے سب سے پہلے اس مسئلہ پر بحث کی ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کا عقیدہ نبوت کے متعلق شروع سے ایک ہی رہا ہے یا اس میں کبھی تبدیلی بھی ہوئی اور اللہ تعالےٰ کے فضل سے ثابت کیا ہے کہ اس عقیدہ میں سن ۱۹۰۱ء کے بعد تبدیلی ہوئی ہے ۔ ۔ ۔ پس مسئلہ نبوت کے متعلق جب بحث ہو تو ہمیں ان تحریرات کو اصل قرار دینا ہوگا جو ۱۹۰۱ء سے لیکر وفات تک شائع ہوئیں اور پہلی تحریرات جو (۱) بعد کی تحریرات کے خلاف ہوں (۲) جن میں ایسے الفاظ پائے جاتے ہوں کہ ان سے حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت میں کوئی نقص ثابت ہوتا ہو اور حضرت مسیح موعود نے ان الفاظ کو سن ۱۹۰۱ء سے ترک کر دیا ہو انہیں منسوخ قرار دینا پڑے گا (یعنی وہ تحریرات جو مسئلہ نبوت کے متعلق ہوں کیونکہ ان کے متعلق خود حضرت صاحب نے حقیقت الوحی میں فیصلہ کر دیا ہے۔"

پھر اپنی کتاب کے صفحہ ۱۲۱ پر لکھا ہے:۔

"اس سے معلوم ہوا کہ نبوت کا مسئلہ آپ پر (حضرت مسیح موعودؑ) پر سن ۱۹۰۱ء میں کھلا ہے اور چونکہ غلطی کا ازالہ سن ۱۹۰۱ء میں شائع ہوا ہے جس میں آپ نے اپنے عقیدہ میں تبدیلی کا اعلان بڑے زور سے کیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سن ۱۹۰۱ء میں آپ نے اپنے عقیدہ میں تبدیلی کی ہے اور سن ۱۹۰۱ء ایک درمیانی عرصہ ہے جو دونو خیالات کے درمیان برزخ کے طور پر حد فاصل ہے، پس ایک طرف آپ کی کتابوں سے اس امر کے ثابت ہونے سے کہ سن ۱۹۰۱ء سے آپ نے نبی کا لفظ بار بار استعمال کیا ہے اور دوسری طرف حقیقت الوحی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے تریاق القلوب کے بعد نبوت کے متعلق عقیدہ میں تبدیلی کی ہے یہ بات ثابت ہے۔ کہ سن ۱۹۰۱ء سے پہلے کے وہ حوالے جن میں آپ نے نبی ہونے سے انکار کیا ہے اب منسوخ ہیں لہٰذا ان سے حجت پکڑنی غلطی ہے۔"

ان ہر دو حوالجات سے ثابت ہوتا ہے کہ بقول جناب خلیفہ صاحب قادیانی خود حضرت مسیح موعود کو سن ۱۹۰۰ء یا سن ۱۹۰۱ء تک اپنی نبوت کی نوعیت سمجھ میں نہ آئی تھی، اور انھوں نے سن ۱۹۰۱ء میں اپنے عقیدہ دربارہ نبوت میں غلطی کے ازالہ کے ذریعہ سے تبدیلی کا اعلان کیا۔ اب ان حوالہ جات کے مقابل ان سن ۱۹۰۱ء سے پہلے بیعت کرنے والے ۲۶ احباب جماعت قادیان کے حلفیہ بیانات کو کیونکر درست تسلیم کر لیا جاوے کہ سن ۱۹۰۱ء سے پہلے بھی نبوت حضرت مسیح موعود کے متعلق ان کا وہی عقیدہ تھا جو سن ۱۹۲۰ء میں قلم بند ہو کر سن ۱۹۴۲ء سے شائع کیا جا رہا ہے، اور مدیر فرقان بھی غور فرماویں کہ وہ ان حوالہ جات کے غیر منسوخ حالت میں موجود ہوتے ہوئے یہ اعلان کرنے کی کیونکر جرأت کر سکتے ہیں۔ کہ جماعت احمدیہ (قادیان) ہمیشہ سے حضرت مسیح موعودؑ کو نبی اور رسول مانتی رہی ہے۔ ان کے موجودہ پیر و مرشد تو فرماتے ہیں کہ خود مدعی نبوت کو اپنی نبوت کے متعلق سن ۱۹۰۱ء سے پہلے سمجھ نہیں آئی۔ اور وہ یہ ثابت کرنے کے لئے کہ حضرت صاحب کی نبوت کے متعلق سن ۱۹۰۱ء سے پہلے بھی جماعت قادیان کا وہی عقیدہ تھا جو سن ۱۹۱۴ء یعنی موجودہ خلیفہ صاحب کے مسند نشین ہونے کے بعد قائم ہوا ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں اور حلفیہ شہادتیں شائع کر رہے ہیں کیا یہ وہی مثل تو نہیں من چہ می گویم و طنبورہ من چہ می سراید

(۷) سن ۱۹۰۱ء سے پہلے کے بیعت کرنے والے احباب قادیان ذرا حضرت مسیح موعودؑ کے حلفیہ اعلانات دربارہ انکار نبوت ۲ $\frac{1}{91}$ ـ ۲ ـ $\frac{3}{92}$ ـ ۳ کو بذریعہ اشتہارات مندرجہ تبلیغ رسالت مؤلفہ میر قاسم علی صاحب مرحوم ۱۹ اکتوبر سن ۱۹۲۷ء تک قادیان سے شائع ہوتے رہے۔ اور جو بعد میں بقول جناب خلیفہ صاحب قادیان سن ۱۹۰۱ء تک حضرت مسیح موعودؑ کی اپنی تصنیف کردہ کتابوں میں بھی شائع ہوتے رہے غور فرما کر اعلان کریں۔ کیا اس وقت بھی جب یہ انکار کے اعلانات بار بار شائع ہوتے رہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت کے متعلق ان کا یہی عقیدہ تھا جو انھوں نے سن ۱۹۳۵ء میں قلم بند کر کے سن ۱۹۴۲ء میں شائع کروایا ہے۔

اس سوال میں میرا خطاب خاص کر اپنے ہمنام جناب مفتی محمد صادق صاحب کی طرف ہے، جنہوں نے سن $\frac{1890}{1891}$ء میں بیعت کی جیسا کہ ان کے حلفیہ بیان میں درج ہے $\frac{2}{92}$ ـ ۲ کو حضرت مسیح موعود نے اپنے ایک اشتہار میں جس کی سرخی ہے:۔ "ایک عاجز مسافر کا اشتہار قابل توجہ جمیع مسلمانان انصاف شعار و حضرات علمائے نامدار" اپنی نبوت سے بدیں الفاظ انکار کیا:۔

"اس شہر کے بعض اکابر علما میری نسبت یہ الزام مشہور کرتے ہیں کہ یہ محض نبوت کا مدعی . . . . . . ہے ہذا میں اظہاراً للحق ۔ ۔ ۔ گذارش کرتا ہوں۔ کہ یہ الزام سراسر افتراء ہے میں نہ نبوت کا مدعی ہوں نہ معجزات اور ملائک اور لیلۃ القدر وغیرہ سے منکر اور میں سیدنا و مولانا حضرت محمدؐ ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت و رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں"

کیا مفتی صاحب بتلا سکتے ہیں کہ اس اعلان کے وقت وہ مسلمان تھے یا کافر۔ $\frac{2}{93}$ ـ ۴ کو آپ نے پھر بذریعہ اشتہار اعلان کیا:۔

"دوسرا پیرایہ یہ ہے۔ کہ بجائے لفظ نبی کے محدث کا لفظ ہر جگہ سمجھ لیں اور اس کو یعنی لفظ نبی کو کاٹا ہوا خیال فرما لیویں"

سوال یہ ہے کہ اس وقت جبکہ مندرجہ بالا اعلانات شائع ہوئے کیا مفتی صاحب اور جملہ اکابر قادیان جنہوں نے سن ۱۹۰۱ء سے پہلے بیعت کی تھی۔ وہی عقیدہ دربارہ نبوت حضرت مسیح موعودؑ رکھتے تھے جو انھوں نے سن ۱۹۳۵ء میں قلم بند کر کے شائع کرایا ہے۔ اگر جواب مثبت میں ہو۔ تو یاد رہے کہ اس وقت حضرت مسیح موعودؑ کے انکار کے باوجود آپ کو مدعی نبوت قرار دینے والے تو مکفرین ہی تھے۔ کیا وہ اس نسبت کو پسند فرمائیں گے۔ اس وقت مکفرین نے فتوئے تکفیر مرتب کرتے ہوئے جو کچھ اعلان کیا تھا وہ بھی پڑھ لیویں۔

"آپ نے (یعنی مرزا صاحب نے) ختم نبوت کو توڑ کر خود دعوی نبوت و رسالت کیا اور اپنا نام احمد رسول مبشر بزبان عیسیٰ علیہ السلام بنص قرآن ومبشراً برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد ہونا مشتہر کر دیا"

(پرچہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۴ صفحہ ۱۹۲ سن ۱۸۹۱ء)

ہاں یہ بھی درست ہے کہ جو بات مکفر مولویوں نے سن ۱۸۹۰-۱۸۹۱ء میں کہی تھی وہی بات احباب قادیان کے موجودہ پیر و مرشد میاں محمود احمد صاحب نے سن ۱۹۱۴ء کی مسند نشینی کے بعد اپنی کتاب انوار خلافت کے صفحہ ۲۳ پر بایں الفاظ لکھ دی:۔

"پس اس آیت میں جس رسول احمد نام والے کی خبر دی گئی ہے وہ آنحضرت صلعم نہیں ہو سکتے ہاں اگر وہ تمام نشانات جو اس احمد رسول کے ہیں آپ کے وقت میں پورے ہوں تب بیشک ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس آیت میں احمد نام سے مراد احمدیت کی صفت کا رسول ہے . . . . لیکن یہ بات ہی نہیں"

یعنی جو بات مکفرین حضرت مسیح موعودؑ نے سن ۱۸۹۱ء میں فتوئے تکفیر جاری کرتے ہوئے کہی تھی۔ اور جس سے حضرت مسیح موعود نے بار بار انکار کیا وہی بات موجودہ خلیفہ صاحب قادیان نے سن ۱۹۱۴ء کے بعد لکھ دی اب احباب قادیان خود فیصلہ کر لیویں۔ کہ انکو حضرت مسیح موعود کا ساتھ دینا چاہئے تھا یا مکفرین اور موجودہ خلیفہ صاحب کا۔ کیا وہ اپنے عقیدہ ۱۹۳۵ء والے پر نظر ثانی فرمائیں گے۔

(۸) مشتے نمونہ از خروارے۔ اب ایک حلفیہ شہادت کے نفس مضمون کو لیجئے۔ اس ضمن میں اپنے ہمنام جناب حضرت مفتی محمد صادق صاحب کے حلفیہ بیان مندرجہ صفحہ $\frac{13}{15}$ ماہنامہ فرقان بابت ماہ اکتوبر سن ۱۹۴۲ء کو پیش کرتا ہوں۔ اپنے بیان مندرجہ فرقان اکتوبر سن ۱۹۴۲ء میں حضرت مفتی صاحب فرماتے ہیں:۔

"میں نے حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت سال سن ۱۸۹۰ء و سن ۱۸۹۱ء کی سردیوں میں کی تھی (یعنی حضرت مسیح موعود کے انکار نبوت والے اشتہار مورخہ $\frac{2}{92}$ ـ ۲ کے دو سال پہلے) ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میں حضرت مسیح موعود کو ان کی زندگی میں ہی ایسا نبی اور رسول مانتا تھا۔ جیسا کہ پہلے انبیا مذکورہ توریت، انجیل و قرآن شریف، صرف اتنے فرق کے ساتھ کہ حضرت مسیح موعودؑ لازماً آنحضرتؐ کے اُمتی اور آنحضرتؐ کے فیضان سے نبوت حاصل کرنے والے تھے، میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ تدریجاً کب میں نے اس عقیدہ کو حاصل کیا"

غیر ضروری الفاظ میں نے بخوف طوالت چھوڑ دیئے ہیں۔ مندرجہ بالا عبارت میں الفاظ خط کشیدہ قابل غور ہیں۔ ان سے بجز اس کے اور کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا:۔

(۱) حضرت مسیح موعودؑ لازماً آنحضرت صلعم کے امتی اور آنحضرت کے فیضان سے نبوت پانے والے تھے۔ یعنی آپ امتی ہی تھے۔ امتی نبی کو حضرت مسیح موعودؑ نے محدث کے ہم معنی قرار دیا ہے۔ الفاظ "صرف اتنے فرق کے ساتھ" بھی بتلا رہے ہیں کہ پہلے انبیا اور قادیانی نبوت کے درمیان فرق لازماً رہے گا۔

(۲) مفتی صاحب نے عقیدہ نبوت

مسیح موعودؑ نے تدریجاً حاصل کیا۔ کب کیا وہ نہیں کہہ سکتے۔ ممکن ہے جناب خلیفہ صاحب موجود الوقت کی مسند نشینی جو ۱۹۱۴ء میں ہوئی کے بعد حاصل کیا ہو کیونکہ اس ۱۹۳۵ء والے حلفیہ بیان سے پہلے ان کا ۱۹۱۰ء کا اپنا۔ ایک اور بیان مندرجہ اخبار بدر جس کے مفتی صاحب خود اڈیٹر رہے ہیں جلد ۹ نمبر ۵۱ مورخہ ۲۷ اکتوبر ۱۹۱۰ء کالم ۳ صفحہ ۹ بھی موجود ہے جس کا عنوان "دار العلوم ندوہ ہے جو حسب ذیل ہے:۔

" مولوی شبلی صاحب کی زیارت کے واسطے ان کے مکان پہ پہنچے جو دار العلوم ندوہ کے بانی اور روح رواں ہیں اور اپنی درسگاہ کی خاطر اپنے وطن کو چھوڑ کر لکھنؤ میں رہتے ہیں . . . . . دریافت فرمایا کہ کیا ہم لوگ مرزا صاحب مرحوم کو نبی مانتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ ہمارا عقیدہ اس معاملہ میں دیگر مسلمانوں کی طرح ہے۔ کہ آنحضرت صلعم خاتم النبیین ہیں آپ کے بعد کوئی دوسرا نبی آنے والا نہیں نہ نیا نہ پرانا ہاں مکالمات الٰہیہ کا سلسلہ برابر جاری ہے اور وہ بھی آنحضرت نبی کریم صلعم کی طفیل آپ سے فیض حاصل کر کے۔ اس امت میں ایسے آدمی ہوتے رہے ہیں جن کو الہام الٰہی سے مشرف کیا گیا اور آیندہ بھی ہوتے رہیں گے چونکہ مرزا صاحب بھی الہام الٰہی سے مشرف ہوتے رہے اور الہام کے سلسلہ میں آپ کو خدا تعالےٰ سے بہت سی آیندہ کی خبریں بھی بطور پیشگوئی کے بتلائی جاتی تھیں جو پوری ہوتی رہیں اس واسطے مرزا صاحب ایک پیشگوئی کرنے والے تھے اور اس کو عربی لغت میں نبی کہتے ہیں اور حدیث میں بھی آنے والے مسیح موعود کا نام نبی رکھا۔ اس پر مولوی شبلی صاحب نے فرمایا کہ بے شک لغوی معنوں کے لحاظ سے یہ ہو سکتا ہے اور عربی لغت میں اس لفظ کے یہی معنے ہیں لیکن عوام اس مفہوم کو نہ جاننے کے سبب سے گھبراتے ہیں اور اعتراض کرتے ہیں۔ (میں نے (مفتی صاحب نے) عرض کی کہ نبوت کا مسئلہ ہمارے ہاں ایسا نہیں۔ کہ شرائط بیعت میں داخل ہو یا بیعت کے وقت اسکا اقرار لیا جاتا ہو یا اس کا ہم وعظ کرتے پھرتے ہوں ہاں جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ویسا ہی ہمارا عقیدہ ہے "

مندرجہ بالا بیان کے خط کشیدہ الفاظ قابل غور ہیں۔ ان سے اس کے سوا اور کیا ثابت ہوتا ہے کہ ۱۹۱۰ء تک تو جبکہ یہ بیان اخبار بدر قادیان میں شائع ہوا جماعت قادیان صرف یہ مانتی تھی:۔

(۱) ان کا عقیدہ دیگر مسلمانوں کی طرح ہے کہ آنحضرتؐ خاتم النبیین ہیں آپ کے بعد کوئی دوسرا نبی آنے والا نہیں نہ نیا نہ پرانا چہ جائیکہ اس وقت تک مرزا صاحب کو نبی مانا جاتا ہو

(۲) مرزا صاحب ایک پیشگوئی کرنے والے تھے۔ اور اس کو عربی لغت میں نبی کہتے ہیں۔

(۳) نبوت کا مسئلہ ان کے ہاں ایسا مسئلہ نہ تھا کہ داخل شرائط بیعت ہو یا بیعت کے وقت اس کا اقرار لیا جاتا ہو یا اس کا جابجا وعظ کیا جاتا ہو۔

کیا جماعت قادیان کے احباب جنہوں نے ۱۹۳۵ء میں اپنے حلفی بیانات قلم بند کر کے ۱۹۴۲ء میں شائع کرائے اور مدیر فرقان اپنی جماعت کے ایک بزرگ کے اس بیان پر غور فرماتے ہوئے سبیل المومنین کو اختیار کریں گے یہ ہی باتیں ہیں جن کو جماعت احمدیہ لاہور شروع سے عرض کرتی چلی آئی ہے اور قادیان کے اہل غرض نے جماعت قادیان کو غور کرنے کی اجازت تک نہیں دی، مفتی محمد صادق صاحب بفضلہ تعالےٰ اب تک زندہ ہیں ان سے ہر ایک قادیانی بھائی کو پوچھنا چاہیئے کہ ان کا کونسا بیان سچا ہے۔ وہ جو انھوں نے خود بدر ۱۹۱۰ء میں شائع کیا جو ۱۹۳۵ء میں قلم بند کر کے ۱۹۴۲ء میں شائع کیا ہے۔ ان دونوں بیانات میں زمین و آسمان کا فرق ہے، ہاں اس مشکل کو حل کرنے کی مفتی صاحب نے اپنے بیان مندرجہ فرقان کے سلسلہ میں سعی لاحاصل ضرور کی ہے جو ملاحظہ سے تعلق رکھتی ہے۔ مفتی صاحب فرماتے ہیں:۔

" اس جگہ ایک غلط فہمی (خدا جانے کس کی شاید مفتی صاحب کی اپنی ہی ہو) کو رفع کرنے کے واسطے یہ ذکر کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خلیفہ اول کے زمانہ خلافت میں ایک دفعہ عاجز راقم اور مولوی صدر الدین صاحب اور حضرت مولانا سید سرور شاہ صاحب علاقہ یو۔پی میں لیکچروں کے واسطے گئے تھے۔ لکھنؤ میں بھی ایک دو روز قیام ہوا۔ وہاں ہم مولانا شبلی صاحب سے ملنے گئے۔ شبلی صاحب نے فرمایا۔ کیا آپ لوگ مرزا صاحب کو نبی مانتے ہیں میرے دو رفقاء سفر کا مجھے اشارہ ہوا کہ میں جواب دوں میں نے سمجھا کہ لمبی تقریر کا موقعہ نہیں کوئی ایسی مختصر بات کی جائے۔ جس سے شبلی صاحب کچھ قائل ہو جاویں۔ میں نے کہا جناب ایک شخص جو خدا تعالےٰ سے خبریں پا کر کثرت سے پیشگوئیاں کرے اور وہ سب پوری ہو جاویں تو ہم اسے کہیں گے پیشگوئیاں کرنے والا۔ آپ اسے عربی میں کیا کہیں گے۔ شبلی صاحب نے فرمایا ہاں لغوی معنوں میں نبی ہوا۔ مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب نے فرمایا کہ حدیث میں بھی آنے والے مسیح کو نبی کہا گیا ہے مگر شبلی صاحب نے مولانا صاحب کی بات کی طرف توجہ نہ کی اور نہ مجھ سے کچھ اور سننا چاہا بلکہ کوئی اور بات شروع کر دی اور یہ بات یہیں تک رہ گئی۔ ہم ان سے چند منٹوں کے واسطے ملنے گئے تھے ایسا موقعہ نہ تھا کہ ہر مسئلہ پر مفصل بحث اور گفتگو کی جائے میں نے بھی غنیمت سمجھا کہ کسی نہ کسی رنگ میں (خواہ وہ خود غلط فہمی پیدا کرنے والا ہو) ایک مخالف کے منہ سے یہ تو نکلا کہ حضرت مرزا صاحب کو نبی کہہ سکتے ہیں اور دراصل لغت میں بھی نبی اس کو کہتے ہیں جو شریعت میں نبی ہوتا ہے ورنہ لغوی نبی کوئی الگ نہیں ہوتا۔ اب اس سے استدلال کرنا کہ میں حضرت مسیح موعودؑ کو نبی نہ مانتا تھا۔ اخبار پیغام صلح لکھنے والوں کی محض خوش فہمی ہے۔ اول تو مباحثہ کے وقت کی گفتگو انسان کے تمام عقاید کے پوری تسلسل پر مبنی نہیں ہوتی (مگر آپ تو مباحثہ کے لئے نہیں گئے تھے) بلکہ حسب موقعہ و محل دشمن کو کچھ منوانے کی کوشش وہاں مدنظر ہوتی ہے (تاکہ لوگوں کو دھوکا دیا جا سکے) میرے عقاید اس تذکرہ سے بہت قبل اور بعد اخبار بدر میں چھپتے رہے ہیں۔ سو ہم لغت میں بھی نبی اسی کو کہتے ہیں جو شریعت اور حدیث میں نبی ہوتا ہے نہ کوئی اور "

والسلام ۱۷ مارچ ۱۹۳۵ء

مفتی صاحب کا پہلا بیان بسبب مکالمہ شبلی صاحب ۱۹۱۰ء کا ہے جبکہ حضرت مسیح موعودؑ کے بعد حکیم الامت مولوی نور الدین صاحب کا زمانہ تھا۔ آج اس کو ۳۳ سال ہو چکے ہیں۔ دوسرا بیان ۱۹۳۵ء کا ہے۔ ۲۵ سال کا عرصہ عمر کا ایک بڑا حصہ ہے اور حافظہ اتنے عرصہ تک تمام واقعات محفوظ نہیں رکھ سکتا۔ ۱۹۳۵ء والے تشریحی بیان کے خط کشیدہ الفاظ قابل غور ہیں ان میں مفتی صاحب نے یہ ظاہر کرنے کی کوشش فرمائی ہے کہ دراصل لغت میں بھی نبی اسی کو کہتے ہیں جو شریعت میں نبی ہوتا ہے اور ان باتوں کو چھوا تک نہیں کہ اس وقت ان کا عقیدہ کیا تھا کہ:۔

(۱) خاتم النبیین کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا نیا ہو یا پرانا۔

(۲) ۱۹۱۰ء تک نہ نبوت حضرت مسیح موعودؑ پر بحث کی جاتی تھی اور نہ اس نبوت کا وعظ کیا جاتا تھا۔

کیوں جناب مفتی صاحب جیسا کہ آپ نے ۱۹۱۰ء میں بدر میں لکھا تھا اب بھی وہی عقائد ہیں۔ کہ

(۱) کیا ایسے نبی کی بیعت کا مسئلہ شرائط بیعت میں داخل ہے یا نہیں اگر جواب مثبت میں ہو تو فرمایئے کہ اس وقت آپ نے یہ کیوں لکھا کہ ہمارے ہاں نبوت کا مسئلہ ایسا نہیں کہ شرائط بیعت میں داخل ہو یا بیعت کے وقت اس کا اقرار لیا جاتا ہو یا اس کا آپ وعظ کرتے ہوں۔

(۲) کیا اب بھی آپ کا یہ عقیدہ ہے کہ آنحضرت کے بعد کوئی دوسرا نبی آنے والا نہیں نیا ہو یا پرانا۔ اگر جواب نفی میں ہو تو فرمایئے کہ حضرت مرزا صاحب کون سے نبی ہیں نئے یا پرانے اور آپ کا کونسا بیان سچا ہے۔ اور فرمایئے کہ جب ایمان کا مسئلہ زیر بحث ہو تو دشمن کو کچھ نہ کچھ منوانے کے لئے دھوکا دینا کہاں جائز ہے۔ مفتی صاحب کے علم و فضل سے مجھے انکار نہیں۔ مگر ان کے ہر دو بیانات پڑھ کر افسوس ضرور ہوتا ہے کہ جناب مفتی کی حالت پر رحم کے قابل غریب کشمکش جبر و اختیار میں ہے ہمارے مفتی صاحب بھی کیا کریں۔ وہ جبر و اختیار کی کشمکش میں مبتلا ہیں۔ جب تک آزاد تھے سب کچھ صاف صاف لکھتے رہے اب اگر اپنے سابقہ بیان کو مدنظر رکھتے ہوئے الٹے سیدھے حل نہ پیش کریں تو کدھر جاویں۔ اس پیرانہ سالی میں قادیان کے باہر ان کا پرسان حال کون ہوگا۔ یہ تو ان کا اختیار ہے کہ اب جو چاہیں لکھیں لیکن خوف خدا کا تقاضا ہے کہ حضرت مسیح موعود کی مقرر کردہ حدود سے باہر نہ جاویں مفتی صاحب نے اپنے تشریحی بیان میں لکھا ہے کہ لغوی نبوت اور اسلامی اصطلاحی نبوت ایک ہی ہے، لیکن حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

" (۱) یہ الفاظ (نبی اور رسول) بطور استعارہ ہیں۔ حدیث میں مسیح موعود کے لئے نبی کا لفظ آتا ہے ظاہر ہے کہ جس کو خدا بھیجتا ہے وہ اس کا فرستادہ ہی ہوتا ہے اور

فرشتہ وہ کو عربی میں (یعنی لغت میں) رسول کہتے ہیں اور جو غیب کی خبر خدا سے پاکر دیوے اس کو عربی میں (یعنی لغت میں) نبی کہتے ہیں۔ اسلامی اصطلاح کے معنی الگ ہیں اس جگہ لغوی معنی مراد ہیں"

(اربعین ۲ حاشیہ صفحہ ۱۸)

(۳) "چونکہ اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں یا نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے ہیں اور براہ راست بغیر استفادہ کسی نبی کے خدا تعالےٰ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اسلئے ہوشیار رہنا چاہیئے کہ اس جگہ بھی یہی معنے نہ سمجھ لیویں۔ یہ مناسب ہے کہ اس ہدایت کے برخلاف کچھ بھی دل میں نہ رکھتے ورنہ خدا تعالےٰ کے نزدیک جوابدہ ہوگا۔ (خط حضرت مسیح موعود مندرجہ الحکم نمبر ۲۹ جلد ۳ مورخہ ۱۷ اگست ۱۸۹۹ء)

(۳) "یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعوے کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالےٰ کی طرف سے شریعت یا احکام جدید لاتے ہیں"

(حاشیہ تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰ مطبوعہ قادیان ۱۹۰۲ء)

(۴) "نبی کا وجود در اصل دو چیزوں سے مرکب ہوتا ہے۔ نبوت اور ولایت۔ نبوت کے ذریعہ وہ احکام اور شرائع مخلوق کو دیتا ہے اور ولایت اس کے تعلقات کو خدا سے قائم کرتی ہے" (کالم ۲-۳ صفحہ ۵- اخبار الحکم جلد ۶ نمبر ۳۰ مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۰۲ء)

ظاہر ہے کہ حضرت صاحب شریعت نہیں لائے۔ اس لئے آپ نبی نہیں ہوسکتے ولی ہوئے۔ اب ایک حوالہ مفتی صاحب کے موجودہ پیر و مرشد کا ملاحظہ کر لیجئے:۔

(۵) "۱۹۱۰ء تک مفتی صاحب کے پیر و مرشد کا بھی یہ عقیدہ تھا۔ ... کہ آنحضرت کے بعد سلسلہ نبوت بند ہے اور آج تک کوئی نبی نہیں آیا اور نہ آئندہ آویگا تیرہ سو برس گذر گئے کہ کسی نے آج تک نبوت کا دعوے کرکے کامیابی حاصل نہیں کی ... آپ کی (آنحضرت کی) بعثت کے بعد وہ سلسلہ کیوں بند ہوگیا ... صداقت معلوم ہوتا ہے کہ آپکی پیشگوئی ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں ... آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا"

(تشحیذ الاذہان بابت اپریل ۱۹۱۰ء مضمون نجات)

مفتی صاحب، جیسے مدعی علم و فضل والے قدیم صحابی حضرت مسیح موعود کے لئے ان حوالہ جات اور ان کے مطلب سے لاعلمی کی امید نہیں ہوسکتی۔ اگر وہ لمبی عمر کی وجہ سے بھول گئے ہوں تو اور بات ہے۔ لیکن اگر انھوں نے ان باتوں کے جانتے ہوئے کسی کو محض خوش کرنے کیلئے یہ تشریحی بیان فرقان میں شائع ہونے دیا ہے جس میں پہلے نقل کر چکا ہوں تو افسوس سے کہنا پڑے گا کہ یہ فعل بندگان خدا کو دھوکا دینے کے مترادف ہوگا۔ اور مذہب کے بارہ میں الفاظ کی ایچا پیچی سے کسی کو دھوکا دینا ایک خوف خدا رکھنے والے متقی انسان کے شایان شان نہیں ہاں ان کے لئے ایک راستہ کھلا پڑا ہے اور وہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان کا ۱۹۱۰ء والا بیان مندرجہ اخبار بدر بلا حلف تھا۔ اور ۱۹۳۵ء والا بیان مندرجہ فرقان ماہ اکتوبر ۱۹۴۲ء حلفیہ بیان ہے۔ اسلئے ۱۹۱۰ء میں انھوں نے جو کچھ کہا وہ صرف مولانا شبلی کو اپنے راہ پر لانے کے لئے کہا۔ اور اس کا ہمیں اور مذہب سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ ورنہ مفتی صاحب کو اپنے ۱۹۱۰ء والے بیان کو اس ۱۹۳۵ء والے تشریحی بیان سے مقابلہ کرنے سے معلوم ہوگا کہ انھوں نے جو اس پہلے بیان کی تشریح کرنے کی کوشش کی ہے اس کے باوصف بھی وہ ان چار باتوں کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتے:۔

(۱) آنحضرت خاتم النبیین ہیں ان کے بعد نہ کوئی نیا نبی آسکتا ہے اور نہ ہی پرانا (الفاظ نیا اور پرانا قابل غور ہیں)

(۲) ۱۹۱۰ء تک یعنی حضرت حکیم الامت مولوی نورالدین صاحب تک حضرت مسیح موعود کی نبوت پر بیعت لینا شرائط بیعت میں داخل نہ تھا۔ (دیکھو شرائط بیعت جو حضرت صاحب نے خود شائع کئے۔ ان میں نبوت اور رسالت کا کہیں ذکر نہیں)

(۳) ۱۹۱۰ء تک بیعت کے وقت نبوت حضرت مسیح موعود کا نہ اقرار لیا جاتا نہ

(۴) اسکا جابجا وعظ کیا جاتا تھا۔

مفتی محمد صادق صاحب نے اپنے ۱۹۳۵ء والے حلفیہ بیان میں ایک اور امر بیان کیا ہے جو قابل ذکر ہے:۔

"میں حضرت مسیح موعود کو ان کی زندگی میں بھی ایسا نبی اور رسول مانتا تھا جیسا کہ پہلے انبیاء مذکورہ در توریت انجیل و قرآن شریف"

اس سے صحف اولیٰ والی نبوت کا خیال نکل سکتا تھا مفتی صاحب نے اس کی زد سے بچنے کے لئے اس کے ساتھ ہی یہ الفاظ بھی لکھ دیئے:۔

"صرف اتنے فرق کے ساتھ کہ حضرت مسیح موعود لازماً آنحضرت صلعم کے امتی اور آنحضرت صلعم کے فیضان سے مقام نبوت حاصل کرنے والے تھے"

یہ سچ ہے اور حضرت مسیح موعود اپنے ایک اعلان مندرجہ استفتاء منسلکہ ضمیمہ حقیقت الوحی صفحہ ۱۶ بزبان عربی میں بھی لکھا ہے:۔

"ما نعنی من النبوۃ ما یعنی فی الصحف الاولیٰ"

جو حوالہ جات اربعین اور تریاق القلوب کے عین مطابق ہے جو پہلے درج ہو چکے ہیں۔ اور اس لحاظ سے باوجود اس قدر [...] حضرت مفتی صاحب کا نبوت حضرت مسیح موعود کے متعلق وہی عقیدہ رہ جاتا ہے جو کہ جماعت احمدیہ لاہور کا ہے یعنی حضرت مسیح موعود صرف لغوی معنوں کے لحاظ سے نبی کہلا سکتے ہیں۔ جو اہل اسلام کو مثلاً شبلی صاحب کو بھی مسلم تھا اور ایسے نبی کی نبوت سے انکار کفر کا موجب نہیں ہوسکتا۔ اب یہ مفتی صاحب کا اختیار ہے کہ وہ تکفیر اہل قبلہ سے رک جاویں یا اللہ تعالےٰ کے مقابلہ میں کسی شخصی خوشنودی کے لئے اہل اسلام کی تکفیر پر کمربستہ رہیں۔ کیا وہ اس بات پر غور نہیں فرمائیں گے کہ حضرت مسیح موعود کہ اگر حضرت مسیح موعود کی نبوت ایسی ہی تھی کہ اس پر ایمان نہ لانا کفر کو مستلزم ہے تو پھر خلیفہ صاحب نے اس مسئلہ میں اختلاف رکھنے والوں سے بھی بیعت لینے کے لئے کیوں گنجائش رکھی۔ نبی نہ ماننے والا کافر ہے تو پھر کافر سے بیعت کیا معنی رکھتی ہے۔ اگر کہا جاوے کہ تاویل کی گنجائش ہے۔ اسلئے جائز ہے تو پھر یہ قابل تاویل نبوت کیا؟ یہ حقیقت ان حلفیہ شہادتوں کی ہے۔ جو قادیانی ماہنامہ فرقان میں شائع ہوئے ہیں۔

میں پھر کہوں گا کہ کیا بوجوہات مندرجہ بالا امید رکھی جاوے کہ احباب قادیان و مدیر فرقان مسئلہ نبوت مسیح موعود کے بارہ میں سبیل المؤمنین پر عمل کریں گے۔

درخواست دعا

ملک عبد الغنی صاحب اور عبد الحمید کارکنان انجمن بیمار ہیں ان کی صحت کے لئے درد دل سے دعا فرمائی جاوے۔ اس کے علاوہ جماعت کے اور بھی جو دوست بیمار ہیں ان کو بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھا جائے۔

بنگال کے مصیبت زدگان کی امداد کیلئے اپیل

اس وقت بنگال میں قحط نے ایک قیامت برپا کر رکھی ہے۔ حکومت ہند، حکومت بنگال اور حکومت پنجاب اس سلسلہ میں کافی کام کر رہی ہے۔ مگر اس کے علاوہ تمام ملک میں مختلف جماعتیں بھی اپنے ان مصیبت زدہ بنگالی بھائیوں کی امداد کے لئے سرگرم عمل ہیں۔ جماعت احمدیہ لاہور کی طرف سے بھی اس سلسلہ میں ایک معقول رقم دیئے جانے کی تجویز ہوئی ہے۔ لیکن جماعت کے افراد سے بھی اپیل کی جاتی ہے کہ وہ بجائے انفرادی طور پر اس کار خیر میں حصہ لینے کے جماعتی طور پر شمولیت اختیار کریں اور اپنی امداد کی رقم صدر انجمن میں بھجوا دیں تاکہ یہاں سے یہ رقم اکٹھی بھیجی جائے۔ اس طرح جماعتی وقار قائم ہوگا اور معقول رقم بھی بھیجی جا سکے گی۔

درخواست دعا

یوں تو میں نے حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز و جماعت کے چند بزرگوں۔ دوستوں۔ بیماروں۔ یتیموں اور بیوگان کی خدمت میں براہ راست فرداً فرداً دعا کی درخواست کی ہے، مگر تمام کو خطوط لکھنا بہت مشکل ہے۔ لہذا اخبار کے ذریعہ تمام بزرگوں اور دوستوں کو متوجہ کرتا ہوں کہ وہ جہاں اپنے لئے اپنے لواحقین کے لئے۔ اپنی جماعت کے لئے مسلمانان عالم کے لئے اور ترقی اسلام کے لئے، رمضان شریف کے اس بابرکت اور نورانی مہینہ میں متواتر درد بھری دعائیں کریں وہاں اس گنہگار کو بھی یاد رکھ کر دعا فرمائیں کہ اللہ کریم میرے گناہوں کو معاف فرما کر مجھ سے صلح فرمائے اور مجھے آئندہ اپنی رضا کی راہوں پر چلا کر خدمت دین اسلام کی نمایاں توفیق دے۔ آمین۔ میں بزرگوں اور احباب کے اس احسان پر جو وہ مجھ گنہگار پر روا رکھیں گے شکر گذار ہونگا اور اللہ کریم انہیں اپنی جناب سے اجر عظیم دیں گے۔

دعاؤں کا محتاج

مرزا مظفر بیگ ساطع مبلغ اسلام

طارق آباد۔ لائل پور۔

دورانِ رخصت میں احباب سے ملاقات اور میرے تاثرات

از جناب ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب

میں ۳ ہفتہ کی رخصت پر گھوڑا گلی (کوہ مری) گیا تو راستہ میں احبابِ جماعت کی ملاقات کی خاطر راولپنڈی اور وزیر آباد میں ٹھیرا۔ جاتی دفعہ جماعت راولپنڈی کے احباب سے ملاقات ہوئی جن میں سے خاص طور پر قابلِ ذکر جناب فخر الدین صاحب جناب غلام ربانی صاحب پسران ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب مرحوم ہیں۔ ممبران جماعت کا اجتماع علاوہ نماز جمعہ کے ہر اتوار کو برمکان جناب شکر الدین صاحب کمیٹی محلہ ہوتا ہے۔ جو احباب باقاعدہ شریک ہوتے ہیں اللہ تعالےٰ ان کو جزائے خیر دے۔ اور جو دوست سست ہیں ان کی خدمت میں وہاں بھی عرض کیا تھا اور اب بذریعہ عریضہ ہٰذا ملتمس ہوں کہ ملنے ملانے سے جماعت کے اندر قوت پیدا ہوتی ہے لہٰذا اس سلسلہ کو ضرور جاری رکھا جائے۔ انشاء اللہ مفید ثابت ہوگا۔

گھوڑا گلی میں تو کوئی جماعت نہیں وہاں میرے برادر حقیقی ڈاکٹر شیخ عطاء اللہ صاحب ہیں۔ ان کو بفضلہ مذہب اسلام اور احمدیت سے بڑا اُنس ہے وہ خود ہر جمعہ کو بلا ناغہ نماز جمعہ کے لئے کوہ مری جاتے ہیں جو کم و بیش ۵ میل (آمد و رفت) کا فاصلہ ہے۔ خاص طور جو بات نمایاں طور پہ مجھے ان کے ہاں نظر آئی وہ اس امر کا احساس تھا کہ ہماری جماعت کے بچوں اور نوجوانوں کے اندر جب تک حقیقی اور بنیادی طور پہ مذہب کا جذبہ، مذہب سے محبت اور مذہب کی اہمیت کا احساس پیدا نہ کیا جائے تب تک ہم نہ ہی اپنی جماعت کی بنیادیں مستحکم کر سکتے ہیں اور نہ ہی کوئی اصلاحی اور تبلیغی کام ہو سکتا ہے۔ اس غرض کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ڈاکٹر صاحب خود بڑی جدوجہد کرتے ہیں۔ چنانچہ مجھے جس چیز سے خاص حظ اور لذت ملی وہ یہ تھی کہ ڈاکٹر صاحب کے چھوٹے چھوٹے بچے جنکی عمریں ۶-۷-۸ سال کے قریب ہیں علی الصبح قرآن کریم باترجمہ پڑھتے ہیں۔ اور پھر باقاعدہ چار پانچ وقت نماز باجماعت ہوتی ہے جس میں یہ ننھے ننھے بچے شریک ہوتے ہیں۔ قرآن کریم اور اسکا ترجمہ ڈاکٹر صاحب خود پڑھاتے ہیں۔ میں جس چیز کی طرف احباب کی توجہ دلانی چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ہم اپنے بچوں کی دینوی اور جسمانی تعلیم و تربیت کے لئے تو اس قدر کوشش کرتے ہیں کہ علاوہ اسکولوں کے ان کے لئے اتالیق رکھتے ہیں۔ بلکہ خود بھی ان کی تعلیم میں امداد دیتے ہیں لیکن بالعموم مذہبی اور دینی تعلیم کی طرف بہت کم توجہ دی جاتی ہے، انسان جس چیز کو زیادہ اہم اور ضروری سمجھتا ہے اسکو دوسری چیزوں پر مقدم کرتا ہے لہٰذا اگر ہم فی الواقع دین کو دنیا پر مقدم سمجھتے ہیں تو ہمیں اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت میں بھی اس اصول کو مدنظر رکھنا چاہیئے۔

کوہ مری میں بفضلہ کم از کم موسم گرما میں اچھی خاصی جماعت بن جاتی ہے۔ نماز جمعہ کا باقاعدہ انتظام ہوتا ہے۔ امسال ابتداء میں نماز جمعہ مکرم اخویم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب کے مکان پر ہوتی تھی۔ بعد میں ان کی صاحبزادی کی علالت کی وجہ سے اسکو برمکان چوہدری محمد اسمٰعیل صاحب منتقل کر دیا گیا۔ مجھے وہاں دو دفعہ جمعہ پڑھانے کا موقع ملا۔ بفضلہ اچھی خاصی رونق ہو جاتی ہے۔ کوہ مری میں غیر از جماعت احباب سے بھی ملاقات اور گفتگو کا موقع ملا اور وہاں میونسپل ہال میں خواجہ بشیر احمد صاحب کی سعی و کوشش سے میرا ایک پبلک لیکچر بھی ہوا۔

کوہ مری اور راولپنڈی میں خواجہ محمد اسمٰعیل صاحب ٹیلر ماسٹر نے دو مسجدیں اپنے خرچ پر تعمیر کرنے کا وعدہ کیا ہوا ہے۔ کوہ مری کی زمین کا تصفیہ ہو چکا ہے۔ اور امید ہے اسکا سنگِ بنیاد انشاء اللہ اس سال رکھ دیا جائے گا اور راولپنڈی کی مسجد کی زمین کا تا حال فیصلہ نہیں ہو سکا لیکن امید ہے اس کا جلدی فیصلہ ہو کر انشاء اللہ کام شروع ہو جائے گا۔ درد دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ خواجہ صاحب کو استقامت عطا فرمائے اور اس کارِ خیر کا اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ امید ہے کہ ان مساجد کے وجود سے وہاں کی جماعتیں انشاء اللہ ترقی کر سکیں گی۔

واپسی پر دو دن وزیر آباد قیام کا موقع ملا نماز جمعہ ادا کی اور اسی دن شام کو وہاں ینگ مینز کی میٹنگ میں شمولیت کا موقعہ ملا۔ نوجوانان جماعت میں بفضلہ اخلاص اور جوش موجود ہے۔ سکرٹری صاحب شیخ حمید اللہ صاحب اور عزیزم شیخ محمد عبداللہ صاحب نے مختصر لیکن برجستہ اور مدلل تقاریر کیں خاکسار نے بھی احباب کی فرمائش پر چند کلمات کہے۔ مقام تشکر اور مسرت ہے کہ نوجوانان جماعت ہر ہفتہ باقاعدہ جلسے منعقد کرتے ہیں اور ان کے اندر تبلیغ کا کافی جوش اور ولولہ موجود ہے۔

ہے اللھم زد فزد

احباب یہ سنکر خوش ہونگے کہ نوجوانوں کے اندر از سر نو اشاعت اسلام اور تبلیغ احمدیت کا جذبہ ترقی کر رہا ہے ضرورت اس بات کی ہے کہ جو دوست سست ہیں وہ اپنی سستی کو دور کرکے

جماعت کی توسیع و استحکام کیلئے کوشش کریں۔ جتنی جماعت ترقی کرے گی اتنا ہی اشاعت اسلام کا کام ترقی کرے گا اور جتنی جماعت مستحکم ہوگی اتنا ہی اشاعت اسلام کا کام مستحکم ہوگا۔ جماعت کی طاقت اور قوت اشاعت اسلام کیلئے ایک بنیادی چیز ہے

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

راہِ خدا میں زندگیاں وقف کرو

میں نے بعض اخبارات میں پڑھا ہے کہ فلاں آریہ نے اپنی زندگی آریہ سماج کے لئے وقف کر دی اور فلاں پادری نے اپنی عمر مشن کو دے دی ہے۔ مجھے حیرت آتی ہے کہ کیوں مسلمان اسلام کی خدمت کے لئے اور خدا کی راہ میں زندگی وقف نہیں کرتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ پر نظر کر کے دیکھیں تو ان کو معلوم ہوگا۔ کہ کس طرح اسلام کی زندگی کے لئے اپنی زندگیاں وقف کی جاتی تھیں۔

یاد رکھو کہ یہ خسارہ کا سودا نہیں ہے بلکہ بیقیاس نفع کا سودا ہے۔ کاش مسلمانوں کو معلوم ہوتا اور اس تجارت کے مفاد اور منافع پر ان کو اطلاع ملتی جو خدا کے لئے اس کے دین کی خاطر اپنی زندگی وقف کرتا ہے۔ کیا وہ اپنی زندگی کو کھوتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ فلہ اجرہ عند ربہ ولا خوف علیہم ولا ھم یحزنون۔ اس للّٰہی وقف کا اجر ان کا رب دینے والا ہے۔ یہ وقف ہر قسم کے ہموم و غموم سے نجات اور رہائی بخشنے والا ہے....

میں خود جو اس راہ کا پورا تجربہ کار ہوں۔ اور محض اللہ تعالےٰ کے فضل و فیض سے میں نے اس راحت و لذت سے حظ اٹھایا ہے۔ یہی آرزو رکھتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ کی راہ میں زندگی وقف کرنے کے لئے اگر مر کے پھر زندہ ہوں اور پھر مرو اور زندہ ہوں تو ہر بار میرا ذوق ایک لذت کے ساتھ بڑھتا ہی جاوے۔

پس میں چونکہ خود تجربہ کار ہوں۔ اور تجربہ کر چکا ہوں۔ اور اس وقف کے لئے اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ جوش عطا فرمایا ہے کہ اگر مجھے یہ بھی کہہ دیا جائے کہ اس وقف میں کوئی ثواب اور فائدہ نہیں۔ بلکہ تکلیف اور دکھ ہوگا۔ تب بھی میں اسلام کی خدمت سے رک نہیں سکتا۔ اس لئے میں اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ کہ اپنی جماعت کو وصیت کروں اور یہ بات پہونچا دوں۔ آئندہ ہر ایک کا اختیار ہے کہ وہ اسے سنے یا نہ سنے کہ اگر کوئی حیات چاہتا ہے۔ اور حیات طیبہ اور ابدی زندگی کا طلبگار ہے۔ تو وہ اللہ کیلئے اپنی زندگی وقف کرے اور ہر ایک اس کوشش اور فکر میں لگ جاوے کہ وہ اس درجہ اور مرتبہ کو حاصل کرے کہ کہہ سکے کہ میری زندگی، میری موت، میری قربانیاں میری نمازیں اللہ ہی کے لئے ہیں اور حضرت ابراہیم کی طرح اس کی روح بول اٹھے اسلمت لرب العٰلمین۔ جب تک انسان خدا میں کھویا نہیں جاتا۔ خدا میں ہو کر نہیں مرتا۔ وہ نئی زندگی نہیں پا سکتا۔

پس تم جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو۔ تم دیکھتے ہو کہ خدا کے لئے زندگی کا وقف میں اپنی زندگی کی اصل اور غرض سمجھتا ہوں۔ پس تم اپنے اندر دیکھو کہ تم میں سے کتنے ہیں جو میرے اس فعل کو خدا کے لئے پسند کرتے اور خدا کے لئے زندگی وقف کرنے کو عزیز رکھتے ہیں

(الحکم جلد ۴ صفحہ ۳۱)

رمضان المبارک میں ادائیگی زکوٰۃ

احباب جماعت کا کثیر حصہ رجب اور شعبان میں اپنی زکوٰۃ ادا کر چکا ہے لیکن کئی ایک دوست ابھی تک اس فریضہ الٰہی کی بجا آوری سے عہدہ برآ نہیں ہوئے ایسے تمام احباب کو رمضان کی برکات سے پورا پورا حصہ لینے کے لئے اسی مہینہ میں اپنی زکوٰۃ ضرور ادا کرنی چاہیئے۔ یہ مہینہ ویسے بھی صدقہ و خیرات اور جہاد کا مہینہ ہے اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ اجود ما یکون فی رمضان کا مصداق تھا اسلئے اس مہینہ میں زکوٰۃ کی ادائیگی اور بھی زیادہ ثواب کا موجب ہوگی، امید ہے تمام صاحب نصاب دوست جنہوں نے اب تک زکوٰۃ ادا نہیں کی توجہ فرما کر عند اللہ ماجور ہونگے۔ (خاکسار۔ اسسٹنٹ سکرٹری تبلیغ و تحصیل)

(بقیہ از صفحہ ۲)

عطا کی ہیں۔ اور آج عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ ریل نے سفر کی صعوبتوں کو دور کر دیا ہے اسلئے ایسے سفر میں روزہ چھوڑنا صحیح نہیں۔ معلوم نہیں لوگوں کو خدا کی کتاب سے کیوں اس قدر پرخاش ہے کہ جن باتوں کا حکم دیا گیا ہے، ان پر عمل نہیں کرتے اور جن اعمال سے اللہ تعالےٰ نے رخصت دی ہے ان کو بجا لانا ضروری سمجھتے ہیں نماز اور زکوٰۃ کا حکم بار بار ہر پارہ اور ہر سورۃ اور قریباً ہر رکوع کے اندر دیا گیا ہے۔ لیکن کتنے مسلمان ہیں جو نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔ کتنے ہیں جو برے افعال اور حرمت کی چیزوں سے بچتے ہیں۔ روزہ پر اس قدر تشدد ہے کہ بیمار ہو یا مسافر روزہ کا رکھنا ضروری سمجھا جاتا ہے لیکن روزہ رکھکر جھوٹ بولتے بالباطل دوسروں کا مال کھاتے ہیں اور نماز کا کبھی نام تک نہیں لیتے۔ حیرت ہے کہ روزہ کے متعلق اس قدر تشدد کیوں ہے کیا دوسرے احکام خدائی کا حکم نہیں؟ کیا خدا تعالےٰ نے کہیں فرمایا ہے کہ ریل کا سفر ہو تو روزہ رکھ لینا چاہیئے ایک مسلمان کا طرز عمل ہمیشہ افراط و تفریط کے بین بین ہونا چاہیئے اور انہی باتوں پر عمل کرنا چاہیئے جن کا اللہ تعالےٰ نے حکم دیا ہے ؎

بزہد و ورع کوش و صدق و صفا
ولیکن میفزائے بر مصطفےٰ

احادیث نبوی سے صاف ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں نکلے صحابہ آپ کے ساتھ تھے۔ رمضان کا مہینہ تھا بعض صحابہ نے روزہ رکھا ہوا تھا۔ ان کو تکلیف ہوئی آپ نے افطار کا حکم دیا۔ بعض نے روزہ کھول دیا اور بعض نے نہ کھولا۔ اس کی رپورٹ رسول اللہ صلعم کے پاس ہوئی تو آپ نے فرمایا اولٰئک ھم العصاۃ۔ یہی لوگ نافرمان ہیں پس کتاب الٰہی میں مسافر کے لئے روزہ رکھنے کی اجازت ایک طرف اور رسول اللہ صلعم کا عمل اور حکم دوسری طرف اس طرز عمل کے قطعاً خلاف ہے، جو آج عام طور پر مسلمانوں نے اختیار کر رکھا ہے۔

مسافروں کے اندر بعض وہ لوگ بھی شامل ہیں جو ملازمتوں اور کاروبار کی وجہ سے ہمیشہ سفر میں ہی رہتے ہیں اس لئے فعدۃ من ایام اخر پر بھی وہ عامل نہیں ہو سکتے ایسے لوگ اسی حکم میں داخل ہیں جو دائم المرض اور شیخ فانی وغیرہ کے لئے ہے اور جن کے متعلق یہ بتایا جا چکا ہے کہ وہ ایک مسکین کا کھانا دیا کریں جتنے اس قسم کے لوگ ہیں جن کے لئے روزہ کی مشقت ناقابل برداشت ہو اور وہ دوسرے دنوں میں بھی وہ روزہ نہ رکھ سکتے ہوں ان کے متعلق صاف فرما دیا وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین جو لوگ طاقت برداشت نہ رکھتے ہوں ان پر ایک مسکین کا کھانا بطور فدیہ دینا ہے۔

اطلاع

اخویم مکرم شیخ محمد آصف صاحب چند دنوں کی رخصت پر ہیں۔ یہ اطلاع ان کی غیر حاضری میں شائع کیا جا رہا ہے۔

شیر محمد اختر

اعلان

نئی تبلیغی کلاس کا اجرا یکم نومبر ۱۹۴۳ء سے ہو رہا ہے۔ اسلئے جو دوست اس میں داخلہ لینا چاہیں وہ مقامی جماعت کے سکرٹری یا صدر یا مبلغ علاقہ سے سفارش اور تصدیق کرا کر جملہ کوائف تعلیم کے ساتھ ۳۰ ماہ ستمبر تک اپنی درخواست بھجوا دیں۔

عبد اللہ جنرل سکرٹری

ینگمینز احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور کا اجلاس

۵ ستمبر ۱۹۴۳ء بروز اتوار بعد از نماز عصر نوجوانان جماعت لاہور کی پروفیسر سلطان علی صاحب کی زیر صدارت میٹنگ ہوئی مولوی امیر علی صاحب کی تلاوت کے بعد سکرٹری نے جناب شیخ مولا بخش صاحب مرحوم وزیر آبادی اور جناب ڈاکٹر الٰہ بخش صاحب کی صاحبزادی کے بے وقت اور الم ناک انتقال پر اظہار افسوس کیا۔ محمد سعید، رشید احمد اور اقبال احمد نے نظمیں سنائیں۔ غلام جیلانی صاحب نے اپنا تازہ کلام سنایا۔ غلام احمد صاحب بی۔ ایس سی آنرز نے حضرت مولانا نور الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی پر ایک مفصل تقریر کی جس میں آپ نے حضرت مولانا موصوف کے زندگی کے تمام پہلوؤں پر بالتفصیل روشنی ڈالی۔

شیخ محمد طفیل۔ سکرٹری

شیخ صاحبان لائلپوری کی غربا پروری

سابقہ اشاعت میں قارئین کرام نے ملاحظہ فرمایا تھا کہ موجودہ گرانی اور قحط کے پیش نظر ہماری انجمن نے جماعت کے غربا کو خرید گندم اور قحط امداد کی تمد میں معقول امداد بہم پہنچائی ہے۔ اس امداد کے علاوہ ہماری لائلپور کی جماعت کے مخیر بزرگان حاجی شیخ میاں محمد اسمٰعیل صاحب۔ حاجی شیخ میاں محمد صاحب۔ شیخ محمد محسن مولا بخش صاحبان۔ میاں فضل حق صاحب غلہ منڈی اور میاں فضل حق صاحب ریاضی کاٹن ملز نے سینکڑوں روپے کی امداد جماعت کے غربا مساکین یتامٰے۔ بیوگان۔ بیماروں اور بیکاروں کو بھجوائی ہے جزاہم اللہ خیرا۔ یہ اقدام خیر ہمارے مکرم مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع کی تحریک پر ہوا ہے۔ تمام احباب سے درخواست ہے کہ وہ مخلص صاحبان اور مرزا صاحب موصوف کے حق میں دعاء خیر فرماویں۔ احباب جماعت کی یہ قربانیاں بے نظیر ہیں۔

اللھم زد فزد۔

خاکسار۔ مسعود بیگ۔ اسسٹنٹ سکرٹری

آئندہ امتحان دینیات

۱۷ اکتوبر ۱۹۴۳ء بروز اتوار صرف ان مضامین کا امتحان ہوگا جو کسی درجہ کے بعض مضامین کا امتحان دینے کے بعد رہ گئے ہیں اور قرآن کریم کے علاوہ دیگر مضامین کی فہرست پہلے ۳ صفحہ پر بڑی وضاحت سے اعلان ہو چکا ہے۔ اس لئے جو صاحبان ان مضامین کا امتحان دینا چاہیں وہ اپنا نام پتہ اور نام مضمون جس کا امتحان دینا ہو رجسٹرار دفتر سکرٹری میں بھجوا دیں تاکہ ان کو پرچے سوالات کے بذریعہ ڈاک بھجوا دیئے جاویں۔

عزیز بخش جائنٹ سکرٹری

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ — بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم — رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود - ندائے فتح نمایان نام ما باشد

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

پیغامِ صلح

ایڈیٹر: ایس محمد آصف بی اے

جائنٹ ایڈیٹر: شیخ محمد انعام الحق

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفٰے ما را امام و پیشوا
ہست اوخیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آن کتابِ حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں نہ نیا نہ پرانا۔
۲- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳- قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آیندہ ہوگی۔
۴- سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵- اسلام تمام دنیا پر غالب ہوگا

جلد ۳۱ — لاہور - یوم چہار شنبہ - مؤرخہ ۲۱ رمضان المبارک ۱۳۶۲ھ م ۲۲ ستمبر ۱۹۴۳ء — نمبر ۳۷

نیا نظامِ عالم

اس وقت دنیا ایک ایسے دور سے گذر رہی ہے، جس کی نظیر شاید اس سے پہلے چشمِ فلک نے نہیں دیکھی، آثار اور پیشگوئیوں میں جو کچھ بیان کیا گیا، قرآن کریم نے یاجوج ماجوج کی جنگ کے جو ہولناک مناظر آج سے تیرہ سو سال پہلے الفاظ کے جامہ میں دنیا کے سامنے پیش کئے ... اور پھر آج سے تیس چالیس سال پیشتر حضرت مسیح موعود کو جن قیامت خیز زلازل، اور ہوش ربا خونریزیوں اور قحط سالیوں کی خبر دی گئی وہ آج حقیقت بن کر ہمارے سامنے آچکے ہیں، اور جیسا کہ خدا کے مامور نے فرمایا تھا آج دنیا میں چاروں طرف موتا موتی لگ رہی ہے، کہیں میدان جنگ کی گولہ باریوں سے، کہیں قحط اور بھوک کی شدت سے، کہیں بیماریوں اور وباؤں کے اثر سے،

لوگ کہتے ہیں کہ یہ سرمایہ داری اور افلاس کی جنگ ہے، اور یہ ختم نہیں ہو سکتی جب تک سرمایہ دار اور مزدور کو مساوی حیثیت نہ دی جائے، کوئی اسکا علاج بولشوزم بتاتا ہے اور کوئی کمیونزم اور کوئی نیشنل سوشلزم۔ کیا فی الحقیقت یہ صحیح ہے؟ اگر آپ تھوڑی دیر کے لئے غور سے کام لیں، اور اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ بیماری کے حقیقی اسباب نہیں اور نہ وہ علاج حقیقی علاج ہے جو تجویز کیا جا رہا ہے، اگر سرمایہ داری اور افلاس ہی اس بیماری یا عذاب الیم کا حقیقی موجب ہوتا، اگر بولشوزم اور کمیونزم ہی اسکا اصل علاج ہوتا تو چاہیئے تھا کہ روس اس بیماری سے نجات پا جاتا جس نے گذشتہ جنگ کے بعد بولشوزم اور کمیونزم کے ذریعہ سرمایہ دار اور مزدور کو ایک سطح پر لانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔

حقیقت یہ ہے کہ اصل جو موجودہ بیماری یا عذاب الیم کا موجب ہے وہ جنگ ہے جو انسان نے خدا کے ساتھ برپا کر رکھی ہے - آج خدا سے موڑ کر سرمایہ داری کو معبود بنا لیا گیا اور اس کے ذریعہ سے ایسے ایسے ہولناک مظالم اور شرمناک اخلاق کا مظاہرہ کیا گیا کہ شیطان بھی پناہ مانگ اٹھا۔

پس اگر آج دنیا نجات پا سکتی ہے تو صرف اس بات سے کہ خدا تعالےٰ کے آگے اس کی گردن جھک جائے، اور اس کی صرف ایک ہی راہ ہے، کہ اس کے موجودہ نظام کو جو خدا سے برگشتہ کرنے والا ہے، درہم برہم کرکے اس نظام امن کو قائم کیا جائے جو اسلام نے دنیا کو دیا ہے، اسی غرض سے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ نے "نیا نظامِ عالم" کے نام سے ایک عظیم بالشان تصنیف اس رمضان میں لکھنی شروع کی ہے اور دوستوں سے اپیل کی ہے کہ وہ اس رمضان ہی میں اس کی طباعت اور مختلف زبانوں میں اسکے تراجم کے لئے بیس ہزار روپیہ جمع کر دیں۔ احمدی قوم کی ہمت کے آگے یہ کوئی بڑی چیز نہیں، اس قوم نے اس سے بہت بڑھ چڑھ کر مالی قربانیاں قلیل سے قلیل مدت میں کی ہیں امید رکھنی چاہیئے کہ اب بھی قوم کا ہر فرد کیا غریب اور کیا امیر، کیا بچہ اور کیا بوڑھا، کیا مرد اور کیا عورت، اس تحریک میں اپنے حسب استطاعت حصہ لیکر دنیا کو اس عذاب الیم سے بچانے میں پورے طور پر ساعی اور ممد و معاون ہوگا یہی وہ مقصد ہے جسکے لئے جماعت احمدیہ پیدا کی گئی اور یہی وہ ذریعہ ہے جو حضرت مسیح موعود کے متعلق لیظہرہ علی الدین کلہ کو پورا کر سکتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اشاعت قرآن ٹرسٹ

آخری عشرہ رمضان کیلئے ایک دُعا کی التجا

از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

میرے پیارے دوستو اور بھائیو! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

۱۴ یا ۱۵ ماہ شعبان تھی کہ میرے معمولی طور پر اٹھنے کے وقت سے کوئی آدھ گھنٹہ پیشتر مجھ پر ایک نیم خوابیدگی کی حالت وارد ہوگئی اور اس حالت میں میری زبان پر یہ فقرہ تھا اور بار بار میں یہی کہتا چلا جاتا تھا رب قربنی الیک و قرب نصرتک الی۔ اے میرے رب تو مجھے اپنے قریب کرلے اور اپنی نصرت کو مجھ سے قریب کر دے۔ یہانتک کہ میرے اٹھنے کا وقت ہوگیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت کا وقت قریب آگیا ہے خواہ وہ میری زندگی میں ہو یا میرے بعد میری جماعت کو ملے جس خاص دعا کیلئے میں اب آپ سے التجا کرنا چاہتا ہوں اسکے لئے شاید آپ کو پورا عشرہ تو نہیں ملے گا۔ مگر مجھے امید ہے کہ ۲۱ یا زیادہ سے زیادہ ۲۲ رمضان تک میری یہ التجا اخبار کے ذریعہ سے آپ تک پہنچ جائیگی۔

سب سے بڑی تڑپ جو حضرت مسیح موعود کے دل میں تھی وہ یہ تھی کہ قرآن کریم کو دوسری زبانوں میں ترجمہ کرکے غیر مسلموں تک پہنچایا جائے اور ہماری جماعت کا سب سے بڑا نصب العین یہی رہا ہے اور خدا نے اس چھوٹی سی جماعت کو توفیق بھی وہ دی جو کسی اسلامی حکومت یا کسی اسلامی جماعت کو نہیں ملی کہ چار زبانوں میں قرآن کریم کے ترجمے کئے اور پچاس ہزار کی تعداد میں انہیں دنیا میں پہنچایا۔ مگر اس کام کیلئے ابھی تک ہم نے کوئی مستقل بنیاد نہیں رکھی اب ۱۳، ۱۴ رمضان کے قریب ایک دَور کے مقامات، ایک ایسی تحریک اٹھی ہے جس سے اس کام کی بنیاد مستقل ہو جانے کی قوی امید ہے اور وہ یہ تحریک ہے کہ اشاعت قرآن کریم کے لئے ایک ٹرسٹ بنایا جائے جس کا ایک لاکھ کا سرمایہ ہو اور اس سرمایہ سے قرآن کریم کے تراجم مختلف زبانوں میں کرکے انہیں غیر مسلمین تک پہنچایا جائے۔ اور خدا کے فضل سے اس تحریک میں کامیابی کے فوری آثار پیدا ہو گئے ہیں، اور ایسے فوری آثار پیدا ہوگئے ہیں کہ شاید ایک لاکھ کی بجائے دسمبر تک ان کا سرمایہ دو لاکھ ہو جائے۔ سو میں نے چاہا کہ رمضان مبارک میں جس کا نزولِ قرآن سے خاص تعلق ہے ہم اس کام کی بنیاد رکھدیں آج ۱۷ رمضان ہے اور جنگِ بدر کی سالگرہ اس لئے جہاں ایک طرف اس بنیاد کے رکھنے میں کچھ عملی کارروائی کر رہا ہوں دوسری طرف یہ چاہتا ہوں کہ جماعت کے دوست اس آخری عشرہ کی تہجد میں جس میں لیلۃ القدر بھی ہے اس مقصد میں کامیابی کے لئے دعاؤں پر خاص زور دیں ہمارا کام تو قرآن کریم کو دنیا میں پہنچا دینا ہے۔ اور اس کا پہنچانا صرف یوں ہی ہو سکتا ہے کہ دوسری زبانوں میں اس کے ترجمے ہو کر اسے لوگوں کو پہنچا دیا جائے دلوں کو فتح کرنا اسکا اپنا کام ہے اور یہ ہو کر رہے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا اپنا یہ وعدہ ہے ما انزلنا علیک القرآن لتشقیٰ نہ وہ ناکام ہوا جس پر قرآن اترا نہ وہ ناکام ہونگے جو قرآن کو دنیا میں پہنچائیں والسلام

خاکسار ۔ محمد علی ۱۷ رمضان

حضرت مسیح موعودؑ سے آپ کے خدام کا عشق!

یک زمانہ صحبتے با اولیاء - بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

از جناب مرزا مسعود بیگ صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

کل ہی مکرمی مولوی دوست محمد صاحب قائم مقام ایڈیٹر پیغام صلح نے اخبار ... کے لئے ایک مضمون کی فرمائش کی۔ مصروفیت کا عذر کرنا تو آج کل فیشن ہی ہے لیکن میں نے بھی برحقیقت مصروفیت پیش کر کے معذرت چاہی۔ مولوی صاحب موصوف نے جب اصرار کیا تو مجھے وعدہ کرنا ہی پڑا۔ لیکن آج جب کچھ لکھنے بیٹھا تو دیر تک سوچتا رہا کہ کیا لکھوں۔ کچھ سمجھ نہ آیا۔ میرے پاس حضرت امام زمان علیہ السلام کے زمانہ کے کچھ خطوط ہیں جو ورثہ میں ملا ہوا تبرک ہے اور جنہیں میں ایک گنج گرانمایہ سے کم نہیں سمجھتا۔ بالآخر اس کی طرف رجوع کیا۔ پیکٹ جب کھولا تو سب سے اول حضرت مولانا عبدالکریم صاحب علیہ الرحمۃ کا ایک خط نظر پڑا اور اسی خط کو سامنے رکھکر میں نے یہ ٹوٹا پھوٹا مضمون لکھدیا ہے۔

مشہور مقولہ ہے کہ خط و کتابت نصف ملاقات ہے اور ذکر حبیب میں وصل حبیب کی سی لذت مل جاتی ہے۔ اسی خیال کے ماتحت اس زمانہ کے خطوط کو اگر پڑھا جائے تو میرے جیسے بیشمار کم نصیب لوگ جنہوں نے وہ انوار و برکات کا زمانہ نہیں دیکھا اس کا کسی قدر نظارہ کر سکتے ہیں۔ اور جن خوش بختوں نے وہ زمانہ دیکھا تھا انہیں نئے سرے سے کچھ حظ اور سرور مل جاتا ہے۔ پس آج میں قارئین پیغام صلح کی خدمت میں حضرت مولینا عبدالکریم صاحب کا آج سے پچاس سال قبل کا ایک خط پیش کرتا ہوں۔

حضرت اقدس کی اپنے احباب سے اُلفت

رموز محبت جاننے والے کہتے ہیں کہ دل را بدل رہیست۔ بلا شبہ یہ ایک بہت بڑی حقیقت ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کو اپنی جماعت کے دوستوں کے ساتھ حد درجہ محبت تھی اور بڑی شفقت کا سلوک تھا۔ اور اسی طرح آپ کے احباب اور خدام کو آپ سے والہانہ عشق تھا۔ شمع مسیحیت کے یہ پروانے آپ کی صحبت کو دنیا کی سب سے بڑی نعمت سمجھتے تھے۔ حضرت صاحب نے کوئی درویشوں کی جماعت نہیں بنائی تھی جو سب کاروبار چھوڑ کر تارک الدنیا ہو کر کہیں دھونی رما کر بیٹھ جائیں۔ بلکہ آپ کے خدام سب دنیاوی کاروبار بھی کرتے تھے۔ ڈاکٹر، وکیل، تاجر، سرکاری ملازم اور زمیندار سب ہی قسم کے لوگ آپ کی جماعت میں تھے جو اپنا اپنا کام بھی کرتے تھے بال بچوں کا پیٹ بھی پالتے تھے۔ لیکن دل کی لگن یہی ہوتی تھی کہ جونہی کوئی فرصت کا وقت مل جائے تو اسے ابتغاءً لمرضات اللہ اپنے امام اور حبیب کے قدموں میں گزارا جائے۔ اُس زمانہ کی سفر کی صعوبتوں کے باوجود دور دور سے لوگ قادیان کھچے چلے آتے تھے اور فیض صحبت سے سرشار ہوتے تھے۔ کئی مخلصین تو التزاماً ہر مہینہ یا ہر ہفتہ قادیان جایا کرتے تھے۔ عم مرحوم ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب سے کئی بار میں نے سنا کہ وہ اکثر ہر ہفتہ کے دن تیسرے پہر لاہور سے روانہ ہو کر شام کو بٹالہ پہنچ جاتے تھے اور راتوں رات قادیان حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہو جایا کرتے تھے۔ کئی بار موسم ناخوشگوار ہوتا یا سواری نہ ملتی تو یہ عشاق مسیح موعودؑ پیدل بٹالہ سے قادیان پہنچ جاتے۔ اتوار کا سارا دن حضرت صاحبؑ کی صحبت میں بسر کر کے شام کو پھر واپس ہوتے اور نصف رات کو لاہور یا کبھی بار سوموار کی صبح کو واپس اپنے کام پر پہنچا کرتے تھے۔ جماعت کے کئی ایک بزرگ اسی طرح پروانہ وار قادیان کھنچے چلے جاتے تھے۔ دوسری طرف حضرت اقدس بھی اپنے مریدان باصفا کا بڑے شوق سے انتظار فرمایا کرتے تھے۔ کئی بار نماز جمعہ کی اقامت میں کچھ تاخیر فرما دیتے کہ شیخ صاحب تشریف لا رہے ہیں۔ یا خواجہ صاحب اور مولینا محمد علی صاحب آ رہے ہیں یا مرزا صاحب اور شاہ صاحب آ رہے ہیں وعلیٰ ہذا۔

قادیان کی دلبستگیاں

قادیان بظاہر ایک معمولی سا قصبہ تھا جس میں کوئی رونق کا سامان نہ تھا لیکن اس کے باوجود وہاں کچھ ایسی دلبستگی تھی کہ جو وہاں گیا بس وہیں کا ہو گیا۔ لوگ حضرت صاحب کی ملاقات کے لئے جاتے تو پھر لوٹنے کا نام نہ لیتے۔ حضرت حکیم الامت مولینا نورالدین صاحب علیہ الرحمۃ جب کشمیر سے ترکِ ملازمت کے بعد اپنے وطن بھیرہ میں تشریف لائے تو آپ نے وہاں ایک حویلی کی تعمیر شروع کرائی اور وسیع پیمانے پر ایک مطب کھولنے کی تجویز کی۔ اسی تعمیر کے سلسلہ میں کچھ عمارتی سامان خریدنے کے لئے لاہور تشریف لائے۔ لاہور آ کر خیال ہوا کہ اب قادیان بھی قریب ہے۔ حضرت اقدس کی زیارت بھی کرتے جائیں۔ مگر جب آپ قادیان پہنچے تو وہیں کے ہو گئے۔ نہ حویلی کی تعمیر کا خیال رہا اور نہ باقی کاروبار کا۔ دھیان امام صادق کی محبت نے کچھ ایسا لطف دیا کہ پھر قادیان ہی ان کا وطن ہو گیا اور وہی سب دلبستگیوں کا مرکز۔ اور بالآخر خاک قادیان ہی آپ کا مرقد بنا۔ اسی طرح اور کئی مخلصین اپنا وطن چھوڑ کر قادیان آ گئے اور قادیان ہی کے ہو گئے۔ اس مقناطیسی کشش کا باعث امام زمان کی شخصیت اور آپ کا فیضِ روحانی تھا جس کی لذت کا اندازہ کچھ وہی لوگ کر سکتے ہیں جنہوں نے اس سے حصہ پایا۔

حضرت مسیح موعودؑ کی مسیحیت کا اور کیا ثبوت چاہیئے کہ آپ کی نظر کرم نے خاک کو کیمیا بنا دیا۔ حضرت مولینا نورالدین صاحب، مولینا عبدالکریم صاحب، مولینا سید محمد احسن صاحب تو خیر پہلے بھی بہت کچھ علم جانتے تھے لیکن حضرت اقدس نے نو عمر نوجوانوں کو بھی جو نئی روشنی کے تعلیمیافتہ تھے علامہ اور فاضل اجل بنا دیا۔ حضرت مولینا محمد علی صاحب، حضرت خواجہ کمال الدین صاحب، مولینا صدر الدین صاحب، ڈاکٹر بشارت احمد صاحب، مولوی شیر علی صاحب، مولوی سید سرور شاہ صاحب یہ سب نوجوان اور نو تعلیمیافتہ تھے اور انہیں جو کچھ ملا حضرت صاحب کے فیض صحبت سے ملا۔ یہ مسیحائی نہیں تو اور کیا ہے؟

حضرت مولینا عبدالکریم صاحب کا مکتوب

اس بستی کے رہنے والے خدام مسیح موعودؑ یہاں تک اس سرزمین سے پیوستہ ہو چکے تھے کہ یہاں سے تھوڑے عرصہ کے لئے بھی دوری گوارا نہ ہوتی تھی کیونکہ حضرت صاحب کی صحبت میں ہی تو ان کو سب سرور ملتا تھا اور آپ کی جدائی یکسر ان کے لئے ناقابل برداشت تھی۔ حضرت مولینا عبدالکریم صاحب کا مکتوب ملاحظہ ہو۔

برادر عزیز بابو یعقوب و ایوب سلمکما۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ حضور کی تین کتابیں کرامات الصادقین۔ تحفہ بغداد۔ مسیح موعود۔ یہاں میرے اہتمام میں طبع ہو رہی ہیں۔ [illegible]
[illegible]
بحکم حضور مقدس [illegible] سے مستفید ہوتا رہتا ہوں۔
والسلام - عاجز عبدالکریم - دکان مولا بخش بوٹ فروش ۱۲ ستمبر

معرفت سید حیدر علی شاہ صاحب جنرل ٹیلیگراف آفس

برادران یعقوب بیگ و ایوب بیگ صاحبان سلمہما

سیالکوٹ

"میرے عزیز بھائی یعقوب و ایوب سلمکما۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ حضور کی تین کتابیں کرامات الصادقین۔ تحفہ بغداد۔ مسیح موعودؑ۔ یہاں میرے اہتمام میں طبع ہو رہی ہیں۔ پہلی دو عربی زبان میں تیسری اردو میں۔ حیرت انگیز مضامین لکھے ہیں۔ عربی رسالوں کی عربیت پڑھکر میں دنگ رہ جاتا ہوں۔ تیسرے رسالہ میں بالکل نئے طرز پر اپنے مسیح موعود ہونے کا قرآن سے ثبوت دیا ہے اور سید احمد خانی خیالات والوں نے جو حدیث وعدۂ آمد ثانی مسیح کو بے اعتبار ٹھہرایا ہے اس پر مفصل اور لطیف بحث کی ہے۔ پرسوں کا تازہ کلام ہمارے حضرت پاک کا سن لو کہ امۃٌ جلیلۃٌ قد جاء وقتہا۔ عظیم الشان کرامت کا وقت آ پہنچا ہے۔ میں سیالکوٹ میں بحکم حضور مقدس ٹھہرا ہوا ہوں گو بظاہر دور ہوں مگر کتابوں کے وسیلہ انفاس طیبہ سے مستفید ہوتا رہتا ہوں۔ والسلام۔ عاجز عبدالکریم۔ دکان مولا بخش بوٹ فروش۔ ۱۲ ستمبر (۱۸۹۳ء)"

اللہ اللہ! کیا عشق ہے۔ سیالکوٹ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کا اپنا وطن اور آپ کی جنم بھومی ہے۔ وہاں آپ کا گھر ہے، سب خویش و اقارب ہیں لیکن وہاں بیٹھے آپ حضرت کے فراق کو محسوس کر رہے ہیں اور اس دوری کی تلافی کے لئے یوں دل کو تسلی دیتے ہیں کہ حضرت کے حکم سے ٹھہرے ہوئے ہیں اور حضرت کی کتب کے ذریعہ ان کے انفاس طیبہ سے مستفید ہو رہے ہیں۔ سبحان اللہ وبحمدہ۔

ہمارے سید و مولےٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک کثیر جماعت مہاجرین نے اپنا وطن ترک چھوڑ کر مدینہ کو اپنا وطن بنایا۔ اور وہ شمع رسالت کے پروانے بھی ایسے مدنی ہوئے کہ پھر سوائے حج کعبۃ اللہ کے کبھی مکہ جانے کا نام نہ لیا اور وطنی

(باقی صفحہ ۔۔۔)

سورۂ فاتحہ کے کمالاتِ علمی کا ایک ورق

از جناب مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی

نوٹ:۔ اوائل اگست میں مجھے لاہور کی مسجد احمدیہ میں ایک خطبہ پڑھنے کا موقعہ ملا نماز سے فراغت کے بعد بعض احباب نے مجبور کیا کہ اس خطبہ کو شائع کیا جائے، میں اپنے خطبات اور لیکچروں کے نوٹ لکھنے میں بہت ہی سست واقع ہوا ہوں مگر اس وقت دوستوں کے نرغہ میں کچھ اس طرح گھر گیا بالخصوص میرے محسن ڈاکٹر غلام محمد صاحب ریٹائرڈ سول سرجن نے مجھے بری طرح محصور کر لیا اور میرے کسی عذر کو قبول نہ کرتے ہوئے جبراً وعدہ لے لیا کہ میں اسے ضرور لکھوں گا، اب اگر اس کی اشاعت سے کچھ ثواب ہو تو اس کے حقدار زیادہ تر وہی احباب ہیں جنہوں نے مجھ پر جبر کیا اور اگر اس سے کسی کو فائدہ پہنچے تو وہ انہی بزرگوں کے حق میں دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اشاعت وخدمتِ اسلام کی توفیق مزید عطا فرمائے۔

اس خطبہ کو جب میں لکھنے کے لئے بیٹھا تو رات کی کہانی کی طرح بات اس قدر طول پکڑ گئی کہ اس کا اصل اس تحریر میں کہیں گم ہو گیا بہرحال میرے دوست جو اسی خطبہ کے سننے کے شائق ہیں وہ مایوس نہ ہوں۔ سخنے لطیف بود۔ دراز تر گفتم۔ وہ خطبہ بھی ہے اور مزید بلکہ مزید تر بھی۔ (عبدالحق)

سورۂ فاتحہ جس کا نام قرآن مجید نے **سبعًا من المثانی** رکھا ہے یعنی یہ ایسی سات صداقتیں اور خوبیاں ہیں جو ہمیشہ دہرائی جائیں گی اور اس کے عجائبات ہر دور و زمانہ میں ظاہر ہوں گے" اس بہت بڑے دعوے کا ثبوت صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ ہم زمانۂ حاضرہ کے نہایت اہم مسائل کا حل اس سورۃ میں دکھا دیں۔ میری تحقیقات میں قوموں کے عروج اور تہذیب و تمدن کی بنیاد اصولاً سات اخلاقی خوبیوں پر ہے جن کو (Seven Virtues) کہا جاتا ہے علماء اخلاق اس نتیجہ پر بڑی کد و کاوش اور اقوام عالم کی تاریخ کی چھان بین کے بعد پہنچے ہیں مگر مکہ کا نبی امی آج سے ۱۳۵۰ سال پیشتر دنیا میں اس حقیقت کا اعلان سورۃ فاتحہ کے اندر کر گیا اور اپنی امت کو یہ مشورہ سکھا کر بلکہ اسے بار بار اپنی نمازوں میں دہرانے کا حکم دے کر یہ بتا گیا کہ امتِ مسلمہ کا نصب العین ان سات خوبیوں کا حصول ہے اگر انھوں نے ان سات خوبیوں کو اپنے اندر پیدا کر لیا تو وہ قوموں کے رہنما اور شہداء بن جائیں گے جس طرح اس زمین پر سات آسمان ہیں اسی طرح انسان کی ضمیر اور روح کی سرزمین پر سات اخلاقی بلندیاں ہیں یہ حقیقت ہے "الصلوٰۃ معراج المومنین" کی کہ نماز مومن کا معراج ہے جو نماز کی روح اور حقیقت پر قائم ہوتا ہے اسے معراج نصیب ہوتی ہے، پھر جہنم کے سات دروازے ہیں اور وہ انہی سات نیکیوں کے بالعکس ہیں جو سات برائیاں ہیں وہ ایک ایک برائی جہنم کا ایک ایک دروازہ کھولتی ہے اسی طرح جنت کے سات طبقات ہیں ان نیکیوں میں سے ایک ایک نیکی کا اجر اور ثواب ہے۔ سات وہ بڑی بڑی دجالی اقوام ہیں یا سیاسی مذاہب ہیں جن کی تردید اسی سورۃ فاتحہ سے انشاء اللہ کروں گا وہ ستا منہم کلبھم آٹھواں اُن کا کتا ان کی حرص جوع الارض ہے جن کی تہذیب و تمدن کو اس آٹھویں صفت نے ہلاک اور برباد کر دیا اور دنیا کو جہنم زار بنا دیا، اس دجال کا گدھا وہ گروہ علماء ہے **کمثل الحمار یحمل اسفارا** جو تہذیب تمدن اخلاق و مذہب کی بے شمار کتابیں اپنی پشت پر اٹھائے ہوئے ہے **بئس مثل القوم الذین کذبوا بآیات اللہ واللہ لا یھدی القوم الظالمین** اس قوم کی مثال یہود سے بھی بدتر ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا **ذالک جزاؤھم جھنم بما کفروا واتخذوا آیاتی ورسلی ھزوا** ان قوموں نے ان سات خوبیوں کا جو انبیاء اور رسولوں کا مشترکہ خزانہ ہے شدت سے انکار کیا ہے چونکہ ان کا یہ انکار جہالت اور لاعلمی کی وجہ سے نہیں بلکہ ان کا دعوے معلمان اخلاق ہونے کا ہے اس لئے ان کی جزا جہنم ہے جو مسلمانوں کے لئے سرمایہ عبرت ہے۔

سبعًا من المثانی یا سات اخلاقی خوبیاں

علماء اخلاق جن کو سات نیکیاں یا Seven Virtues کہتے ہیں یہ ہیں:۔

(۱) (Faith in God) خدا کی ہستی پر ایمان۔
(۲) (Hope or Faith in self) امید اور اپنے آپ پر اعتماد
(۳) (Charity) صدقات وخیرات
(۴) (Prudence) عمل اور محنت کا پورا بدلہ یا دور اندیشی۔
(۵) (Justice) عدل وانصاف
(۶) (Fortitude) فرائض کی ادائیگی میں استقلال۔
(۷) (Temperance) ضبط یا جذبات میں اعتدال۔

اب ان سات نیکیوں یا اخلاقی خوبیوں پر الگ الگ بحث کی جاتی ہے اور سورۃ فاتحہ نے جو کچھ ان میں اصلاح کی ہے یا اسے تکمیل دی ہے اس کا ذکر بھی ضمناً کیا جائے گا۔

الحمد للہ (Faith in God)

اَل:۔ تمام
حمد:۔ خوبی۔ تعریف اور شکر
لِ:۔ لئے یا واسطے
اللہ:۔ اسم ذات خداوند عالم۔ مستجمع جمیع صفات کاملہ

ترجمہ:۔ تمام خوبیاں۔ تعریفیں اور شکر اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے۔

خدا کی ہستی پر ایمان تمام الہامی مذاہب کا اصل اصول ہے مگر اس صورت میں مجرد خدا کا اقرار کہ وہ کوئی ہستی ہے کافی نہیں سمجھا گیا بلکہ اس کی خوبیوں اور صفات کاملہ کے ساتھ اسے ماننا ہی درحقیقت ایک کامل اور مفید ایمان ہے سب سے پہلے یہ کہ وہ ہستی واحد ہے دوسرے یہ کہ تمام اعلیٰ درجہ کی صفات کاملہ اس میں موجود ہیں۔ قرآن مجید میں جہاں جہاں خدا کی حمد کا ذکر ہے ان تمام آیات میں اگر غور سے دیکھا جائے تو تین طرح الحمد للہ پر دلائل کا سلسلہ قائم کیا گیا ہے۔ کائنات کی خوبصورتی۔ اس کے اندر صداقت یا عقل اور حکمت کا پایا جانا اور اخلاق حسنہ یا نیکی کا وجود گویا حسن صداقت اور نیکی کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

خدا کی ہستی پر حسن کی شہادت

حسن یا خوبصورتی ہمارے مشاہدہ کی چیز ہے مگر اس کی تعریف نہایت مشکل ہے گانا۔ آواز۔ ہیرا موتی، پھول بہار سمندر اور پہاڑ سبھی خوبصورت کہلاتے ہیں مگر ان سب میں مشترک چیز جسے خوبصورتی کہا جاتا ہے کیا ہے؟

کیا ان سب میں کوئی ایک امر مشابہت موجود ہے؟

دنیا کی کوئی زبان نہیں جس میں اس کے لئے کوئی لفظ نہیں کوئی فرد نہیں جس کے اندر اس کا احساس نہیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ یہ کوئی حقیقت ہے یا صرف انسان کے خیالات کے عکس یا آئینے ہیں؟ خوبصورتی کا فیصلہ نسل انسانی میں اس قدر مختلف ہے جس قدر اس کے قبائل اور قومیں مختلف ہیں اکثر لوگ جہاں اختلاف دیکھتے ہیں اس شئے کی صداقت سے انکار کر دیتے ہیں بالخصوص مذہب اور وحی والہام سے انکار نوجوانوں میں عام ہو گیا ہے اس لئے میں نے بھی ان کے مذاق کی دلیل کو لیا ہے خوبصورتی کے معیار میں اختلافات ہیں اور اس کی تعریف میں کہ وہ احساس مخفی ہے یا حقیقت (Reality) طویل مباحثات ہیں مگر وہ ہمارے مشاہدہ کی ایک چیز ہے اس لئے کوئی نوجوان اس سے انکار کی مجال نہیں رکھتا، رہے خوبصورتی کے معیار میں اختلافات سو ان کے سلجھانے کا طریق اور ان کو وحدت کی طرف لانے کا ذریعہ اسے سننے کے لئے آپ کتنے ہی بیقرار کیوں نہ ہوں وہ رب العالمین کی تفسیر کے ماتحت انشاء اللہ بتایا جائیگا۔

مناظر قدرت کے حسن سے خدا کی ہستی پر استدلال یا اس کی صفات کا استنباط یہ قرآن مجید کے وسیع مضامین میں سے ہے اسجگہ صرف دو تین امور کا ذکر کیا جاتا ہے کائنات عالم میں حسن کی نمائش جی کھول کر کی گئی ہے۔ بیج کا پھوٹنا، پودہ اور درخت کی شکل اختیار کرنا محض اپنی بقاء نوع کی غرض سے ہے مگر پودہ بیج بنانے کیلئے جلدی نہیں کرتا بلکہ اپنی منزل مقصود کو جاتے ہوئے لہلہاتے جوبن اور پھولوں میں بے پرواہی سے کھیلتا جاتا ہے۔ بادل کا کام صرف پانی برسانا ہے مگر اس کے ساتھ اپنے گوناگون اور دلکش رنگوں سے لوگوں کے دلوں کو اپنے حسن کی بہار لوٹنے کی دعوت بھی دیتا جاتا ہے ورنہ پانی تو شاید درختوں کو زیر زمین بھی پہنچایا جا سکتا تھا۔ درخت صرف لکڑی اور آگ بننے کی کوشش نہیں کرتے بلکہ اپنے ہرے بھرے وجود کی نمائش سے حسن کی بوچھاڑ بھی کرتے اور نوجوانوں کو بالخصوص زیر شجر دلچسپیوں کا احساس دلاتے جاتے ہیں۔ سمندر صرف دلکش بادل ہی نہیں اٹھاتا بلکہ اپنی اتھاہ گہرائیوں اور دلربا سطح پر صدہا دلچسپیاں پیدا کرتا ہے۔ آفتاب اپنے آنکھ مچولی کے کھیل سے دن اور رات ہی نہیں بناتا صبح و شام کے رنگین اور سہانے مناظر بھی پیش کرتا ہے، آسمان کو دیکھو وہ اپنی تاروں بھری رات کی قسم کھا کر تمہیں کیا بتاتا ہے؟ ان تمام حسین اور جمیل نظاروں سے جنہیں تم اپنے آپ کو کبھی کبھی کھو دیتے ہو یہ ظاہر ہے کہ انسان کی آنکھ انہیں دیکھے یا نہ دیکھے کوئی نہ کوئی ہستی ان دلکش مناظر میں اپنا حسن دکھا رہی ہے اور ہر منظر میں قدرت اپنے اصل مقاصد کو پوشیدہ رکھکر اپنے بے بہا حسن کو لٹا رہی ہے۔ عروس فطرت کا یہ صبیح اور پر مسرت چہرہ دیکھنے والے کو غور و فکر کی دعوت دیتا ہے کہ اس کے پیچھے کوئی آفتاب حسن جلوہ ریز ہے ورنہ مردہ بے حس اور بے رونق میٹر (مادہ) میں یہ دل لبھانے بلکہ دل لے جانے کی ادائیں کہاں سے پیدا ہو گئیں، یہ بھی سوچو کہ بہت سی چیزوں میں یہ خوبصورتی نیم عیاں اور نیم نہاں یا زیادہ واضح الفاظ میں نیم برہنہ ہے کیا ہم اس درون پردہ راز کو کھول سکتے ہیں صرف ہم اتنا جانتے ہیں کہ کامل خوبصورتی ان میں موجود نہیں مگر اس حسن کے بکھرے ہوئے اجزاء سب جگہ موجود ہیں اس پر کسی نے سچ کہا:۔

That type of perfect in the mind
In nature we can nowhere find

قرآن مجید فرماتا ہے الحمد للہ وہ کامل خوبصورتی اس میں موجود ہے جس نے اپنے کمال حسن پر یہ حسین مناظر بطور شہادت پیش کئے ہیں خوبصورتی صرف قلب کا احساس ہے اور اسی میں اس حسن مطلق کا احساس بھی موجود ہے۔

پر تو حسنت نگنجد در زمین و آسمان
در حریم سینہ حیرانم کہ چوں جا کردہ

اور حضرت مسیح موعود ؑ نے اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:۔

گر عاشقوں کی روح نہیں اسکے ہاتھ سے
پھر کس نے لکھ دیا ہے دل کی کتاب میں

خدا کی ہستی پر صداقتوں کی شہادت

کائنات عالم میں جہاں حسن کی کثرت اور خوبصورتی کی بوچھاڑ ہے وہاں صداقت کی بھی کمی نہیں موجودات کے ساتھ ہمارا تعلق اس طرح پر ہے جذبات کا تعلق عقل کا تعلق اور مسرت حقیقی کا تعلق جذبات دنیا میں زیادہ تر ظاہری حسن کو تلاش کرتے ہیں عقل اشیاء کی باطنی اور پوشیدہ خوبی کو ڈھونڈتی ہے مگر جس طرح حسن کی تعریف نہیں ناپ اور تول مشکل ہے اور اس کی تعریف کرنے میں بیشتر گنہگاروں کے خواب ہی رونما نظر آتے ہیں اسی طرح صداقت کی حدبندی اور معیار مقرر کرنا بھی محال ہے اس میں بھی شیاطین کے رویاء و کشوف اکثر صداقت کا جامہ پہن لیتے ہیں اس لئے کہتے ہیں عقل اور مذہب میں ہر چیز کا جواز نکل آتا ہے۔ تاہم صداقت کا حقیقی معیار کیا ہے اس کے لئے بھی رب العالمین کی تفسیر کا انتظار کرنا چاہیئے کیونکہ سبعاً من المثانی کی خوبی یہی ہے کہ اس کے ایک جملہ پر جو شک اور شبہ پیدا ہوتا ہے اسے دوسرے جملہ میں حل کیا گیا ہے مکاشفات یوحنا کی بنا پر یہ وہ سر مکتوم یا راز کی کتاب ہے جسے سات مہر لگوا کر بند کیا گیا اور جس کے کھولنے والا کوئی مرد مسیح کے بعد بھی یوحنا تک پیدا نہ ہوا تھا اور یوحنا نے کہا کہ اس کا راز آئندہ زمانہ میں کھلے گا اور اس کی مہریں ٹوٹنے پر کے بعد دیگرے دنیا کے اندر سات عظیم الشان فتنے (سیاسی مذاہب) اور دجالی جنگیں بپا ہوں گی بہرحال نظام قدرت میں جہاں حسین نظاروں کی کثرت ہے وہاں ہر چیز میں صداقت اور فلسفہ بھی موجود ہے اگر دنیا میں جنت نگاہ وسیع تر ہے اور فردوس گوش بجد ہے تو کائنات کی وسیع پہنائیوں میں فلسفہ حقہ اور سائنس کی لذت اور سرور بھی موجود ہے۔ عقل اس جنت عدن میں جہاں جاتی ہے لذت اندوز ہوتی ہے وہ ہر چیز میں اپنا زوج اور جوڑا تلاش کرتی ہے، سیب زمین پر گرتا ہے جو روزمرہ کا ایک معمولی سا واقعہ ہے اگر انسان میں اس نظارہ سے سبق حاصل کر کے لطف اندوز ہونیوالی کوئی قوت موجود نہیں تو گرا کرے اسے کیا لیکن ایک انسان کے دماغ میں جو میزان عقل رکھدی گئی ہے وہ سوچتی ہے۔

(ا) سیب زمین پر گرا
(ب) جہاں تھا وہاں نہیں رہا
(ج) آسمان کی طرف بھی نہیں گیا
(د) جو چیز آسمان کی طرف پھینکی جائے وہ بھی تو بالآخر زمین پر آ رہتی ہے ایسا کیوں ہے؟

یہاں سے کشش ثقل زمین کا مسئلہ حل ہوجاتا ہے نیوٹن خوشی سے ناچنے لگتا ہے اس کے بعد جو شخص بھی سنتا ہے اس میں ایک عقلی لذت محسوس کرتا ہے انسان کی اندرونی عقل کا زوج خارج میں قدرت کے اندر موجود ہے جہاں یہ دونوں ملے اولئك اصحاب الجنة هم فيها خالدون۔ اصحاب الجنۃ کی طرح ہمیشہ اکٹھے اور باہم لطف اٹھاتے ہیں بلکہ ایک دوسرے کا جزو ہوجاتے ہیں جس چیز میں انسانی عقل کو اپنا زوج نہیں ملتا اس کیلئے وہ تڑپتی اور بیقرار رہتی ہے۔

نبیؐ امی کا کمال

نیوٹن نے غور و فکر کے بعد ہماری عقل کے لیئے ایک لذت کا سامان تیار کیا لیکن وہ امی عرب نیوٹن سے صدیاں پیشتر اللہ تعالے سے خبر پاکر ہماری دانش بینش کے لیئے یہ خوان لذت چن گیا الم نجعل الارض كفاتا احياء وامواتا کیا ہم نے زمین کو زندہ اور مردہ اشیاء دونوں کو اپنی طرف روک رکھنے والی نہیں بنایا۔

نیوٹن کو اس امر کا اعلان بھی کرنا چاہیئے تھا کہ مسیح ہو کا وہ حصہ جو اس زمین کی خورد و نوش اور اشیاء کا مرکب تھا یا مردہ میٹر سے بنا تھا ہرگز آسمان پر نہیں گیا بلکہ جس طرح سیب اپنی شاخ سے ٹوٹ کر زمین پر آ رہا اسی طرح مسیح بھی پہاڑ کے اوپر سے آسمان پر نہیں گیا بلکہ پہاڑ سے نیچے اتر کر کسی دوسری سرزمین میں چلا گیا۔ مگر یہ اس روحانی نیوٹن مرزا غلام احمد کا کام تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت اور قرآن مجید کی برتری نیوٹن جیسے فلاسفر اور ان کے خدا اسرائیل پر ثابت کرنے کے لئے مبعوث کیا گیا تھا:

غرض قرآن مجید اس قسم کی صدہا صداقتوں سے بھرا پڑا ہے اور یہ ہم محض قیاس اور ظن سے نہیں کہتے بلکہ اسکا ثبوت ہمارے پاس موجود ہے اور لوگوں نے بارہا ان باتوں کو مجھ سے سنا ہے نیچر کے اندر سائنسدانوں کی یہ غواصیاں جب شبانہ روز نت نئی خوبی نکالتی ہیں تو یہ موتی ان کے باوا جان نے یا ان جیسے کسی انسان نے تو بکھیرے نہیں بلکہ يخرج منهما اللؤلؤ والمرجان فبای آلاء ربكما تكذبان قدرت کے سمندروں سے یہ موتی اور مرجان نکالتے ہو اور خوش ہوتے ہو نوا س اپنے رب کا جس نے یہ نعمتیں پیدا کیں پھر تمہارے دماغ میں عقل اور سمجھ رکھی کہ ان کو نکال سکو اور استعمال میں لا سکو اس سے تم کیسے انکار کر سکتے

مکتوب امیر ایدہ اللہ تعالےٰ

صدقہ رمضان کے جہاد میں سب دوست شامل ہوں اور گھر کے تمام افراد کو (شامل کریں)

برادران محترم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

یہ خط اس وقت آپ کی نظر سے گذرے گا جب آپ رمضان کے آخری عشرہ میں داخل ہوچکے ہوں گے اس وقت تک بہت سے احباب اس جہاد میں شریک ہو چکے ہونگے جو اس رمضان کے ساتھ مخصوص کیا گیا ہے اور ممکن ہے ابھی بہت سے باقی ہوں اسیلئے میں تین باتوں کی طرف آخری مرتبہ توجہ دلانا چاہتا ہوں۔

۱۔ کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ رمضان کے اندر اندر ہر ایک دوست جس قدر رقم سے شرکت کرتا ہے وہ وصول ہوجائے۔

۲۔ اس جہاد میں گھر کے سب افراد شامل ہوں اور دفتر میں جو فہرست بھیجی جائے اس میں ہر ایک احمدی کا نام ہو۔ اگر ایک امیر آدمی پانچ سو یا ہزار روپیہ بھی دیتا ہے تو بھی وہ اپنی بیوی اور بچوں کو اس ثواب سے محروم نہ رکھے۔ بلکہ وہ بھی کچھ نہ کچھ حصہ ضرور لیں تاکہ انہیں بھی اس جہاد میں شمولیت کا ثواب حاصل ہو۔

۳۔ غریب سے غریب احمدی بھی اس جہاد میں شامل ہوجائے وہ ایک آنہ یا ایک پیسہ سے بھی شامل ہو، اس کا ایک آنہ شاید عند اللہ ایک امیر آدمی کے ایک سو روپے سے بھی زیادہ قابل قدر ہو۔

خاکسار
محمد علی ۱۴ر رمضان

مزید مستحقین کو امداد مل سکتی ہے

"تحریک فراہمی غلہ برائے امداد مساکین کی مد سے جماعت کے بہت سے مستحقین اصحاب کی امداد کی جاچکی جس کی مفصل اطلاع کسی سابقہ اشاعت میں درج ہوچکی ہے۔ اس مد میں کچھ رقم ابھی باقی ہے جو قابل تقسیم ہے۔ اسیلئے بیرونی جماعتوں میں اگر کوئی قابل امداد دوست ایسا ہو جسے اب تک امداد نہ ملی ہو تو سکرٹری صاحب مقامی جماعت اس کے استحقاق سے صدر دفتر کو جلد از جلد اطلاع دیں تاکہ اپنے اس مستحق بھائی کی امداد ہوسکے جہاں جماعتیں موجود نہ ہوں وہاں درخواست کنندہ خود ہی اپنے تمام کوائف لکھکر بھیجدے۔ ایسی تمام درخواستیں۔ ۳۰ر ستمبر ۱۹۴۳ء تک صدر دفتر انجمن میں پہنچ جانی چاہئیں:

المعلن: مسعود بیگ۔ اسسٹنٹ سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

فہرست معطیین تحریک فراہمی غلہ

(۱) شیخ غلام قادر صاحب سابق ٹیلیگراف انسپکٹر لاہور۔ گندم ۲ من ۲۰ سیر چھٹانک ۔۔
(۲) ملک خدا بخش صاحب سپرنٹنڈنٹ ہیڈ کلرک لدھیانہ . . . . ۵ روپے ۴ آنے ۳ پائی
(۳) سید اسد اللہ شاہ صاحب پنشنر لدھیانہ ۲
(۴) اہلیہ صاحبہ سید اسد اللہ شاہ صاحب لدھیانہ ۲

مضمون نگار حضرات سے

مضمون نگار حضرات اپنے مضامین میں جب کسی ایسی بات کا ذکر کرتے ہیں جس کا تعلق کسی کتاب یا اخبار یا حضرت مسیح موعودؑ یا کسی اور شخصیت سے ہو تو ان کو چاہیئے کہ اس کا پورا حوالہ دیا کریں کہ کس کتاب یا اخبار وغیرہ میں وہ بات پائی جاتی ہے تاکہ پڑھنے والوں کو اس سند کی تلاش کرنے میں دقت پیش نہ آئے امید ہے مضامین نگار معاونین اس بات کا خاص خیال رکھیں گے

اشاعت اسلام کیلئے ایک گرانقدر عطیہ

جناب مولوی عبداللطیف صاحب حیدرآباد دکن کا قابل تعریف ایثار

از محمد انعام الحق

قارئین "پیغام صلح" میرے معزز دوست، جماعت حیدرآباد کے محترم رکن جناب مولوی عبداللطیف صاحب ہیڈ ماسٹر ہائی اسکول کے اسم گرامی سے بخوبی واقف ہیں۔ موصوف کا ذکر خیر ان کالموں میں متعدد مرتبہ ہو چکا ہے آپ بہت سی قابل رشک خوبیوں کے مالک ہیں۔ بلند اخلاقی، دوست نوازی، غریب پروری، اصول پسندی، دیانتداری اور اعلیٰ قابلیت کے علاوہ آپکے دل میں خدمت اسلام کا غیر معمولی جذبہ اور دین کے لئے خاموشی کیساتھ زبردست مالی قربانیوں کا شوق موجود ہے۔ آپکا جذبۂ ایثار اور دست کرم ماشاءاللہ بار بار حرکت میں آرہا ہے۔ حال ہی میں آپ نے انجمن کو

مبلغ ۱۰۰۰ دس سو روپیہ کا گرانقدر عطیہ اشاعت اسلام کیلئے دیا ہے

یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ گزشتہ ایک سال سے بھی کم مدت میں وہ چندہ ماہوار کے علاوہ

دو ہزار ۲۰۰۰ سے زائد روپیہ اشاعت اسلام کیلئے عطا فرما چکے ہیں

علاوہ ازیں انکے بعض غیر از جماعت احباب نے ان کی تحریک پر وقتاً فوقتاً انجمن کو معقول رقمیں عنایت کیں۔ اللہ تعالیٰ مولوی صاحب موصوف کو جزائے خیر دے صحت و مسرت کیساتھ عمر دراز اور خدمات دینی کی بیش از بیش توفیق عطا فرمائے اور ہماری جماعت میں ان جیسے بہت ایثار پیشہ افراد پیدا کر دے۔ آمین ثم آمین۔ مولوی عبداللطیف صاحب کوئی بڑے مالدار اور صاحب جائیداد نہیں بلکہ متوسط آمدنی رکھنے والے ایک متقی اور انتہائی دیانتدار و با اصول انسان ہیں۔ ہاں اللہ تعالیٰ نے ان کو دین کا درد رکھنے والا حوصلہ مند دل دیا ہے۔ ایک متوسط آمدنی رکھنے والے دوست کی طرف سے یہ گرانقدر عطیہ ایک ایسا ہی واقعہ ہے جس کی مثالیں کبھی کبھی ہی دیکھنے اور سننے میں آتی ہیں۔

میرے نزدیک اس گرانقدر عطیہ سے بھی زیادہ قیمتی و قابل تعریف وہ خلوص، خوشدلی اور اللہ تعالیٰ سے معاملہ صاف رکھنے کا عزم ہے جس کیساتھ یہ رقم دی گئی۔ چند روز کا ذکر ہے مولوی عبداللطیف صاحب نے اپنے چھوٹے بھائی عزیز عبدالسلام صاحب کو خاص طور پر میرے پاس بھیجکر مجھے بلایا۔ مولوی صاحب آجکل علیل ہیں جس وقت میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت بھی وہ بستر پر لیٹے ہوئے تھے۔ انھوں نے یہ فرماتے ہوئے کہ میں نے کچھ عرصہ قبل ایک ارادہ کیا تھا اور اب اسے جلد پورا کر دینا چاہتا ہوں" قریباً ۱۲۰۰ روپیہ کی پوٹلی میرے حوالے کر دی اور اس کے علاوہ کچھ اور رقم دینے کا بھی ارشاد فرمایا۔ سہ پہر کا وقت تھا بنک وغیرہ بند ہو چکے تھے۔ میں نے درخواست کی کہ سر دست اس رقم کو اپنے پاس رکھیں میں کل یا پرسوں لے لوں گا۔ لیکن انھوں نے اصرار کیساتھ رقم مجھے دیدی اور فرمایا کہ "میں نے خدا کے دین کے لئے جو ارادہ کیا تھا اسے جلد پورا کر دینا چاہتا ہوں۔ اسمیں مجھے تاخیر گوارا نہیں"

جیسا کہ میں اوپر عرض کر چکا ہوں مولوی صاحب موصوف کچھ عرصہ سے علیل ہیں انہیں جوانی ہی میں ضیق النفس کا عارضہ لاحق ہو گیا ہے جو بعض اوقات بہت تکلیف دہ صورت اختیار کر لیتا ہے گذشتہ دنوں اسکا شدید دورہ ہوا جس کے اثرات اب تک باقی ہیں۔ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ سے تو میں الگ اس کیلئے درخواست کر رہا ہوں دیگر بزرگان و احباب سلسلہ کی خدمت میں بھی التماس ہے کہ وہ میرے اس محترم دوست، جماعت کے قابل فخر رکن اور دین کے مخلص خادم کی صحت و درازی عمر کے لئے مسلسل دعائیں کرتے رہیں۔ ماہ رمضان المبارک کے بابرکت ایام میں میری اس گزارش کو خاص طور پر پیش نظر رکھیں۔ مولوی صاحب موصوف کا قیمتی وجود دکن میں ہمارے لئے ایک زبردست ستون کا حکم رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس ستون کو تادیر سلامت و قائم رکھے۔

میں خوب اچھی طرح جانتا ہوں کہ جناب مولوی عبداللطیف صاحب کا خاموش و بے ریا جذبۂ ایثار اور شوق اخفا شاید اس اعلان کو پسند نہیں کرے گا۔ لیکن نیک اور اچھی مثالوں کو قوم کے سامنے پیش کرنا کہ دوسروں کو ان کی تقلید کا شوق ہو مفید اور ضروری ہے۔ اس اعلان کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں۔

ان سطور کو ختم کرتے ہوئے میں بزرگان و احباب سلسلہ سے ایک مرتبہ اور مولوی صاحب موصوف کے لئے دعائے صحت کی درخواست کرتا ہوں۔

خاکسار

محمد انعام الحق از حیدرآباد دکن

نکات عجیبہ

حضرت مولینا نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ نے جلسہ سالانہ دسمبر ۱۹۱۲ء کے موقعہ پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا:۔

قرآن شریف اور الہام مسیح موعود

"جب قرآن شریف نازل ہوا۔ تو سب ملائکہ اس میں شریک تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حدیثوں میں آیا ہے کہ فلاں آیت کے اترتے وقت ستر ہزار فرشتے موجود تھے۔ یعنے جب کبھی کوئی آیت اتری۔ تو سب فرشتے جو پہلے نبیوں پر اترتے رہے اس وقت والے کے ساتھ شریک ہو گئے۔ ایک اور جگہ لکھا ہے۔ قل ابلغوا رسلٰت ربھم واحاط بما لدیھم واحصی کل شیءٍ عددًا جب ہم خاص کلام پہنچاتے ہیں تو اردگرد پہرہ کر دیتے ہیں۔ اس میں وہ سر ہے جس کی وجہ سے ہم حضرت صاحب کے الہام نماز میں پڑھ نہیں سکتے۔ قرآن کی حد اور ہی ہے۔ جو شخص ایسا کرے وہ جھوٹا ہے۔ اسے خبر نہیں کہ قرآن کو اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل فرمایا۔ قرآن کی آیتیں علیم حکیم لاریب سے شروع ہوتی ہیں۔ تا عظمت الٰہی دل میں بیٹھ جائے اور انسان کو عمل کے لئے موقعہ ملے۔ اللہ تعالےٰ نے قرآن کا نام حبل رکھا ہے۔ پھر ایک اور وظیفہ فرمایا۔ اولم یکفیھم انا انزلنا علیک الکتاب یتلی علیھم ان فی ذالک لرحمۃ وذکری لقوم یومنون۔ یہ کتاب جو ہم نے نازل کی کافی ہے رحمت ہے۔ تمام صداقتوں پر گواہی دیتی ہے۔ پس قرآن ہمارے لئے کافی کتاب ہے"

آنحضرت صلعم اور حضرت مسیح موعود

"ایک شخص نے حضرت خلیفۃ المسیح کو لکھا کہ مجھے آپ کی جماعت کے ایک آدمی کی کسی بات سے معلوم ہوا کہ احمدی لوگ مرزا صاحب کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر جانتے ہیں اور کعبۃ اللہ میں دعا کرنے کی قدر ان کو نہیں اس واسطے میں آپ کی بیعت سے علیحدہ ہوتا ہوں حضرت نے جو جواب اس کے خط کا لکھوایا وہ فائدہ عام کے لئے درج اخبار کیا جاتا ہے:۔

ہمارا کبھی وہم و گمان بھی نہیں ہوا اور نہ کبھی ہمارے خیال اور اعتقاد میں آیا ہے کہ معاذ اللہ حضرت صاحب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے برابر ہیں۔ حضرت صاحب تو فرماتے ہیں کہ بعد از خدا بعشق محمدؐ مخمرم وہ تو خادم دین رسول اللہ ہیں اور نام غلام احمد ہے اور اس قرآن اور شریعت کے جو آنحضرت لائے ہیں تابعدار ہیں اور سچے فرمانبردار ہیں اور نہ کسی اور احمدی کا یہ عقیدہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ آپ نے کسی ناواقف یا کسی مخالف سے باتیں سُن کر ایسا سمجھا اور لکھ دیا کہ میں بیعت سے علیحدہ ہوتا ہوں .... ہم اظہار حق کے لئے یہ بات کہتے ہیں اور اخبار میں بھی چھپوا دیتے ہیں۔ کہ آپ اور سب لوگ جان لیں اور یقین کر لیں کہ نہ ہمارا نہ کسی اور احمدی کا یہ عقیدہ ہے کہ معاذ اللہ حضرت مرزا صاحب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر ہیں بلکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے فرمانبردار اور تابعدار اور خادم ہیں" (بدر ۲۷ فروری ۱۹۱۳ء)

"کیا مسیح موعود محدّثات و عین محدّیت کہنے والے"

ایک غیر احمدی کو میاں صاحب کا جواب

حج سے واپس آکر میاں محمود احمد صاحب نے مسجد النور قادیان میں ایک تقریر کی جس میں اپنے سفر کے حالات بیان کرتے ہوئے یہ بھی بتایا کہ:۔

"ایک شخص نے اعتراض کیا، کہ رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ میری امت میں ہر صدی میں ایک فرقہ ناجی رہے گا۔ تم کہتے ہو کہ صحابہ کے علاوہ اب تک تمام لوگ حیات مسیح کے قائل کافر ہوتے رہے۔ میں نے ان کو جواب دیا۔ کہ ہم غیر احمدیوں کو حیات مسیح کے ماننے کے سبب سے کافر نہیں کہتے بلکہ اس لئے ان کو کافر کہتے ہیں کہ وہ میرزا صاحب کے مرید مسلمان معتقدوں کو کافر کہتے ہیں۔ اسلئے ہم ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے ماتحت مسلمانوں کو کافر کہنے کے سبب سے کافر کہتے ہیں"۔ (بدر ۲۳ جنوری ۱۹۱۳ء جلد ۱۲ صفحہ ۱۸ کالم ۲)

پیغام صلح:- کیا اب بھی میاں صاحب کا عقیدہ یہی ہے یا وہ حضرت مسیح موعود کو نبی نہ ماننے کے سبب سے تمام غیر احمدیوں کو کافر کہتے ہیں؟

بقیہ اخبار احمدیہ

یہ سننا موجب مسرت ہو گا کہ اخویم مکرم چودھری سید احمد صاحب بردلمی کے صاحبزادہ بخت ناصر نے جو فوجی ملازمت میں ہیں، فوجی امتحان میں کامیابی حاصل کی ہے اور اب انہیں جمعداری کا عہدہ ملنے کی امید ہے اس خوشی میں چودھری صاحب نے انجمن کو مبلغ

بسم اللہ اسلامی زندگی میں!

{از افاضات حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ}

مسلم کی زندگی کے بعض اہم ترین اور ضروری اصول چھوٹے چھوٹے فقروں کے لباس میں ہر ایک مسلمان کے سامنے آٹھوں پہر رہتے ہیں۔ خواہ وہ خواندہ ہو یا ناخواندہ عرب ہو یا ایرانی، یا افغان یا ہندوستانی یا چینی یا ترک یا مصری یا ایشیائی ہو یا یورپ افریقہ یا کسی اور ملک کا رہنے والا ہو۔ آج اسلام میں داخل ہوا ہو یا نسلاً بعد نسل مسلمان چلا آیا ہو، چونکہ یہ اصول چھوٹے چھوٹے جملوں کے رنگ میں ہیں اس لئے ان کا نام اگر اسلامی کہاوتیں رکھا جائے تو غیر موزوں نہیں ہے۔ ان جملوں میں نہ صرف بعض زرّین اصول زندگی ہی پوشیدہ ہیں، جو جو انسان کو ہر حال میں کام دینے والے ہیں، بلکہ یہ جملے یہ اسلامی کہاوتیں اس وجہ سے کہ ساری اسلامی دنیا میں شہرت رکھتے ہیں اور ہر ایک مسلمان گھرانے میں یکساں علم ان کا ہے اور ہر مسلم کی زبان پر یکساں پائے جاتے ہیں۔ درحقیقت اسلامی محبت و اتحاد کی اس قدر ضمانتیں ہیں اس زنجیر اخوت کی اس قدر زبردست کڑیاں ہیں۔ جس کے اندر ساری دنیا کے مسلمان جکڑے ہوئے ہیں۔ اور جو مشرق کے ایک مسلمان کے دل کو مغرب کے مسلمان کے دل سے ملاتے ہیں، یہ جملے تمام ملکی اور زمینی حد بندیوں سے بالاتر قوم اور ذات کی قیود سے آزاد۔ رنگ اور زبان کے اختلاف سے غیر متاثر اور وہ ایک مسلمان کی ورانثت ہیں۔ خواہ وہ ایک پر رونق شہر میں ہجوم کے اندر ہو یا اکیلا کسی جنگل میں ہو درحقیقت ان کا دائرہ ایسا ہی وسیع ہے جیسے کہ خود دنیا کا۔

مسلم کی زندگی کے ان زرین ہدایت ناموں کو میں ان الفاظ سے شروع کرتا ہوں جن سے قرآن کریم کی ابتداء ہے اور جو وہ پہلا جملہ ہے جو ہر ایک ملک میں ہر ایک قوم میں ہر ایک گھرانے میں ہر ایک مسلم بچہ کو سب سے پہلے سکھایا جاتا ہے، اور جن الفاظ کو ہر ایک مسلمان ہر کام اور بالخصوص اہم کاموں کی ابتداء میں دہراتا ہے، دنیا میں شاید کوئی مسلمان ہوگا جو ان الفاظ سے ناواقف ہو، اور وہ الفاظ کیا ہیں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یا اور بھی اختصار کر کے صرف بسم اللہ جس کے معنے ہیں خدا کے نام سے۔ بسم اللہ ایک رنگ میں سارے قرآن کریم کا گویا خلاصہ ہے، کیونکہ سورۃ فاتحہ کے سارے مطالب اجمالی رنگ میں بسم اللہ کے اندر موجود ہیں اور اس طرح پر گویا بسم اللہ سورۃ فاتحہ کا خلاصہ ہے۔ لیکن سورۃ فاتحہ خود سارے قرآن کا خلاصہ ہے۔ اسی لئے اس کا نام ام القرآن بھی ہے۔ ان الفاظ کو کیوں ایک مسلمان کے ہر کام کی ابتداء میں رکھا گیا ہے، خود ان الفاظ کی ابتداء اس پر روشنی ڈالتی ہے۔

انسان کی گری ہوئی حالت۔ ہاں ساری نسل انسان کی قعر تنزل میں چلے جانے کی حالت کو مشاہدہ کر کے وہ انسان جو نسل انسانی کا سب سے بڑا ہمدرد ثابت ہوا ہے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا کی کنج تنہائی میں عزلت گزیں ہوا تاکہ ایک خلوص بھرے دل کے اندرونی سازوں کو اپنے مالک حقیقی کے سامنے کھولے اور اس کی جناب میں گڑگڑائے اور گریہ زاری کرے۔ گو آپ نے صرف عرب اور شام کی پستی کا ہی مشاہدہ کیا تھا۔ مگر آپ کا پاک دل گویا کل قوموں کی بگڑی ہوئی حالت پر اطلاع پا چکا تھا۔ جیسا کہ بعد کے ان الفاظ سے جو آپ کے قلب مطہر پر نازل ہوئے۔ ظهر الفساد في البر والبحر سے ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن ایک طرف اگر آپ ان تاریکیوں اور جہالتوں ان بد اعتقادیوں اور ناپاک اور ذلیل کاموں پر تاسف کرتے تھے تو دوسری طرف کوئی ایسی راہ بھی آپ کو نظر نہ آتی تھی کہ نسل انسانی کو اس گری ہوئی حالت سے باہر نکال سکیں۔ آپ کے ذرائع ایک اتنے بڑے کام کے لئے کچھ بھی نہ تھے۔ آپ کے والد تو آپ کی پیدائش سے بھی چند ماہ پیشتر فوت ہو چکے تھے۔ ابھی چھ سال کی عمر تھی کہ والدہ ماجدہ کا بھی انتقال ہو گیا دو سال بعد آپ کے دادا عبدالمطلب بھی فوت ہو گئے۔ مال اور دولت آپ کے پاس نہ تھا کہ کسی اصلاح کی بنیاد مال کے بھروسہ پر ڈالتے۔ علم آپ نے کوئی حاصل نہیں کیا تھا۔ بلکہ آپ کو پڑھنا اور لکھنا بھی نہیں آتا تھا۔ آپ اُمی یعنی اَن پڑھ تھے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں بار بار فرمایا ہے اسی طرح پر اس عظیم الشان اصلاح کے لئے جس کی تڑپ ایک سچے ہمدرد نوع انسانی کے دل میں پیدا ہو سکتی ہے۔ آپ کے پاس کوئی بھی سامان نہ تھا۔ آپ کے دل میں ایک تڑپ تھی۔ مگر اس کے پورا ہونے کا کوئی بھی سامان نہ تھا۔ آپ کو کوئی بھی راہ نظر نہ آتی تھی جس سے آپ ان لوگوں کو ان جہالتوں اور غلطیوں سے باہر نکال سکیں اسی تڑپ اور انہی مشکلات کا نقشہ قرآن کریم نے سورہ والضحیٰ میں ایک ہی لفظ میں کھینچ دیا ہے۔ ووجدك ضالا فهدى۔ آپ کو کوئی راہ نظر نہ آتی تھی کیونکہ کوئی سامان آپ کے پاس تھا ہی نہیں اللہ تعالےٰ نے راہ دکھا دی۔ یہاں ضال سے مراد صرف اس قدر ہے کہ آپ کو اپنی کوشش سے، ہاں محض انسانی کوشش سے کوئی راہ نہ مل سکتی تھی۔ اور آپ حیران تھے کہ کیا ہوگا۔ اور کس طرح دنیا سے تاریکی کا تسلط اُٹھ کر لوگ حق کو قبول کریں گے۔ کہ ناگہاں خدا کی طرف سے ایک روشنی نمودار ہوئی اور وہی روشنی ان تاریکیوں کے اندر آپ کی ہادی راہ ہوئی۔ خدا کا فرشتہ ناموس اکبر جو ہمیشہ خدا کے پیغام اس کے برگزیدہ بندوں کو پہنچاتا رہا تاکہ وہ انسانوں کو تاریکیوں سے باہر نکالے آپ پر ظاہر ہوا۔ اور سب سے پہلا پیغام یہی لایا کہ پڑھو۔ کیا پڑھیں اور کس طرح پڑھیں۔ کیونکہ پڑھنا تو آپ جانتے نہیں تھے، اس لئے جواب میں آپ نے یہی فرمایا ما انا بقارئ۔ میں تو پڑھنا نہیں جانتا۔ فرشتہ نے پھر وہی لفظ دہرائے۔ اور وہی جواب آپ نے دیا۔ یہاں تک کہ تین مرتبہ اسی بات کا اعادہ ہوا۔ کیونکہ جو شخص پڑھنا نہیں جانتا تھا وہ کس طرح پڑھنے پر قادر ہو، اسلئے ناموس اکبر نے چوتھی بار کہا اقرأ باسم ربك الذي خلق۔ اپنے رب کے نام سے پڑھو جس نے پیدا کیا۔ ان الفاظ میں کیا بجلی کی طاقت تھی۔ ہاں بجلی کی طاقت بھی اس کے مقابل ہیچ ہے کہ رب کے نام سے پڑھنے کا حکم پاتے ہی وہ سب تاریکی دور ہو گئی وہ سب حیرت اور طبیعت کی کشمکش جاتی رہی، ایک لمحہ کے لئے یہ خیال دل میں آیا کہ کیا کل عالم کی اصلاح کے عظیم الشان کام کو میں سر پہ اٹھا سکتا ہوں مگر باسم ربك نے ساری مشکلات کو حل کر دیا۔ اور سارے بوجھوں کے پہاڑ کو اڑا دیا اور ادھر حکم ملا ادھر آپ اصلاح خلق کے کام میں لگ گئے وہ عظیم الشان کام جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اپنی کوشش سے کرنا ایسا ناممکن تھا کہ کبھی اس کے کرنے کا وہم بھی کسی کو نہ ہو سکتا تھا۔ وہ خدا کی مدد سے ایسا سہل ہو گیا۔ کہ اب کوئی مشکل آپ کی راہ میں باقی نہ رہی، ہاں اس خدا کے نام کی مدد سے جو ناممکن تھا ممکن ہو گیا۔

یہ ہے ان الفاظ کی ابتداء اور ان حالات میں۔ ہاں بسم اللہ میں جس کے ساتھ قرآن کریم شروع ہوتا ہے۔ ایک مسلم کو یہ سبق دیا گیا ہے کہ وہ عظیم الشان کام جو فی الحقیقت ناممکن نظر آتا تھا اس کو خدا کے نام نے، ہاں اللہ تعالےٰ کی مدد اور نصرت نے ایسا آسان کر دیا۔ تو ایک مسلم کی زندگی میں وہ کوئی مشکل ہے جو ایسے خدا کے نام کی مدد سے دور نہیں ہو سکتی۔ ہاں اسکو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ جو کام اس کی اپنی کوشش سے نہیں ہو سکتا وہ بسم اللہ سے ہو سکتا ہے اور اسی لئے اسے تاکید ہے کہ وہ ہر کام کی ابتدا بسم اللہ سے کرے۔ وہ بات جو انسان کو منزل مقصود تک پہنچاتی ہے، وہ جو اس سے بڑے بڑے جوانمردی کے کام کرا سکتی ہے وہ کیا ہے کامیابی کا یقین۔ یہ یقین کہ کوئی روک اس کی راہ میں ایسی نہیں جو دور نہ ہو سکے۔ اسی سے انسان کے اندر وہ عزم پیدا ہوتا ہے جس کے سامنے مشکلات کے پہاڑ دھنی ہوئی روئی کی طرح اُڑ جاتے ہیں وتكون الجبال كالعهن المنفوش اسی یقین کو پیدا کرنے کے لئے اسے بسم اللہ سکھائی گئی ہے اور اسے بتایا گیا ہے کہ وہ کسی کام کو ناممکن نہ سمجھے، بلکہ خواہ اس کی اپنی کوشش کسی کام کے مقابل میں کیسی ہی کمزور نظر آئے اسکو اپنی کمزوری پر نہیں بلکہ اس ذات پاک کی طاقت پر بھروسہ کرنا چاہیئے جس نے سب کچھ پیدا کیا ہے۔ اسی طرح پر بسم اللہ گویا انسانی زندگی کی ساری مشکلات کی کنجی ہے۔ جس کے سامنے مشکلات کے تالے ٹوٹتے چلے جاتے ہیں۔ ہاں انسان کا دل اپنی کمزوری کو محسوس کرتا ہے۔ مگر خدا کی مدد کا بھروسہ اس کی ساری کمزوریوں کو دور کر کے اس کے دل کو پہاڑ کی طرح مضبوط بنا دیتا ہے، بہت سی باتیں ہیں جو انسان کے نزدیک ناممکن ہیں مگر خدا کے نزدیک کچھ ناممکن نہیں۔ پس بسم اللہ ہمیں یہ بتاتی ہے کہ انسان کے قلب کی کیا حالت ساری مخلوق کے خالق کے سامنے ہونی چاہیئے اپنی عاجزی کا پورا اعتراف اور خدا کی مدد کا کامل بھروسہ، پہلا اعتراف انسان کے قلب کو اس قابل بنا دیتا ہے کہ وہ دوسری جگہ سے امداد حاصل کرے۔ دوسرا یقین انسان کے لئے وہ سرچشمہ ہے جو اس کی ساری کمزوریوں کو دور کر دے گا اور یوں توحید الٰہی کا عملی سبق ہر مسلمان کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں ملتا ہے اور یہ وہ بات ہے جو ساری کتب مقدسہ کی اوراق گردانی کے بعد بھی انسان کو کہیں نہیں مل سکتی۔

ایک اور بات جو قابل غور ہے وہ یہ ہے کہ صفات الٰہی کی جو تصویر بسم اللہ میں کھینچی گئی ہے وہ کیسی ہے۔ یہاں تین نام ذات باری تعالےٰ کے آئے ہیں۔ اللہ رحمٰن۔ رحیم۔ اور چونکہ ایک مسلمان اپنے ہر کام کی ابتدا میں بسم اللہ پڑھتا ہے۔ اس لئے یہ تین نام گویا اسمائے الٰہی ہیں۔ جو شب و روز ایک مسلمان کے سامنے رہتے ہیں۔ اور انہی صفات الٰہی میں وہ شب و روز پناہ ڈھونڈتا ہے، ان میں سے لفظ اللہ ذات باری کا نام ہونے کے علاوہ توحید الٰہی کا ایک نشان ہے کیونکہ یہ لفظ عربی زبان میں سوائے خدائے واحد کے اور کسی پر نہیں بولا گیا۔ پھر اسم اللہ جامع جمیع صفات حسنہ باری تعالےٰ ہے۔ دوسرا اسم الرحمٰن ہے جس کے معنے ہیں رحم کو کمال کے ساتھ رکھنے والا۔ وہ جس کا رحم کافر و مومن پر یکساں ہے، یعنی اس کی صفت رحمانیت کا یہ تقاضا ہے کہ انسان

آہ! مبارک احمد مسعود

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

ایں ماتم سخت است کہ گویند جواں مُرد

(از جناب مولانا مصطفٰے خان صاحب)

یہ خبر لکھتے ہوئے دل دھڑکنے لگتا ہے کہ حضرت شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری کا صاحبزادہ مبارک احمد مسعود ایم۔ اے، عین نوجوانی کے عالم میں کل ۱۹ ستمبر۔ اتوار صبح کے سات بجے میو ہسپتال میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ موت حقیقت میں اتفاقیہ اور اچانک واقع ہوئی، اور اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ مشیت ایزدی کس طرح انسان کو گھیرے ہوئے ہے۔ عزیز مرحوم ملازمت کے سلسلہ میں انٹرویو کے لئے جانے کو تیار تھے، ان کو خیال ہوا کہ مجھے کبھی کبھی درد گردہ ہوتا ہے، جانے سے پہلے اگر ایکس رے کرا لیا جائے تو کیا اچھا ہو کہ معلوم ہو جائے کہ کوئی پتھری تو نہیں۔ چنانچہ ایکس رے کرایا گیا اور نتیجہ میں کچھ نہ نکلا، پھر میو ہسپتال کے ڈاکٹر نے نیفرانا مشورہ کے ایک آلہ استعمال کرکے دیکھنا چاہا۔ انھوں نے کہا کہ مجھے پرسوں انٹرویو کے لئے جانا ہے، ڈاکٹر نے کہا آپ آج شام کو فارغ ہو سکتے ہیں انکی مرضی کے خلاف ڈاکٹر صاحب نے آلہ کا استعمال کیا، خدا جانے کیا غلطی ہوگئی کہ بدن میں زہر پھیل گیا اور ۱۰۲ درجہ کا بخار ہوگیا، اس وقت معلوم ہوا کہ معاملہ تو خراب ہوگیا۔ چنانچہ ڈاکٹروں نے بھی جدوجہد شروع کی جو بے وقت تھی نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یہ مختصر سی روئیداد ہے، غالباً ایڈیٹر صاحب پیغام صلح مفصل لکھ سکیں گے کہ وہ مرحوم کی تیمارداری میں شریک رہے ہیں۔ میں ہفتہ کی دوپہر کو ہسپتال میں گیا تھا۔ اس وقت حالت اچھی تھی، بات چیت کرتے تھے۔ مجھ سے سلام علیکم اور مصافحہ بھی کیا۔

مصری صاحب کا نمونہ

مصری صاحب کے تمام بچے ادب آداب کے لحاظ سے خاص طور پر ممتاز ہیں وہ بچہ بھی ایسا ہی تھا۔ اسلئے ہم سب احباب کو اس کی وفات سے سخت صدمہ ہوا ہے، اور مصری صاحب کے صدمہ کی تو کوئی انتہا ہی نہیں کہ جوان قابل بچہ جو پروان چڑھ چکا تھا آناً فاناً ان سے علیحدہ ہوگیا۔ ہمارے محترم دوست حضرت مولوی صدرالدین صاحب نے اس موقع پر نہایت موزوں الفاظ استعمال کئے اور فرمایا کہ مصری صاحب کے لئے تو ایک ثمردار درخت کٹ گیا،

لیکن مصری صاحب نے اس جانکاہ صدمہ کو اس پیرانہ سالی میں جس مردانگی اور توسل سے برداشت کیا وہ ان کے تعلق باللہ اور رضا بالقضا پر دلالت کرتا ہے، اور تمام مسلمانوں کے لئے علی العموم اور ہماری جماعت کے لئے علی الخصوص ایک قابل تقلید نمونہ ہے۔ انتقال کے بعد جب مولوی صدرالدین صاحب سے ملے تو ان سے کہا کہ میں تو خدا کی رضا پر خوش ہوں، مجھ سے ملے تو فرمایا کہ ؎

بلانیوالا ہے سب سے پیارا اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

یہ حضرت مسیح موعودؑ کی اس چھوٹی سی نظم کا مصرع ہے جو آپ نے میاں مبارک احمد صاحب کے مزار پر بطور کتبہ لکھی تھی مصری صاحب کے یہ الفاظ محض الفاظ ہی نہیں بلکہ ہم نے دیکھا کہ آپ کے منہ سے کوئی بے صبری کا کلمہ نہیں نکلا، کوئی جزع فزع نہیں، کوئی نالہ و فریاد نہیں۔ بلکہ نہایت صبر و سکون سے باتیں کرتے رہے، اور اس صدمہ میں بھی حضرت مسیح موعود کا ذکر فرماتے رہے۔

مصری صاحب کے منذر رویاء

مصری صاحب کا بیان ہے کہ دو سال سے مجھے اس بچے کے متعلق منذر خواب آرہے تھے، میں دعا کرتا رہتا تھا، لیکن آثار قبولیت معلوم نہ ہوتے تھے، پچھلے دنوں جب اس بچے کی ملازمت کے سلسلہ میں ۲۰۰ روپیہ ماہوار کی جگہ ملنے کی امید ہوئی تو میں نے دیکھا کہ اس کے دو سو روپیہ گم ہو گئے ہیں۔ میرا ماتھا ٹھنکا کہ شاید یہ ملازمت نہ مل سکے، پھر اس بیماری میں جب ۱۰۶ درجہ کا بخار ہوگیا تو مجھے وہ سب منذر خواب یاد آ گئے، میں دعا کرتا تھا، تو عین دعا ہی میں مجھے اس کی موت کا خوفناک نظارہ دکھایا جاتا تھا۔ جس سے میں گھبرا جاتا تھا اور چاہتا تھا کہ یہ نظارہ نظر دور سے اوجھل ہو جائے، آخر میں مصری صاحب نے فرمایا کہ اگر یہ تقدیر مبرم نہ ہوتی تو میں امید رکھتا ہوں کہ میری دعائیں قبول ہوتیں۔

خدا پر ایمان کا ظاہری فائدہ

مصری صاحب کے اس صبر و استقلال میں ایک نکتہ معرفت ہے موت و فوت کا سلسلہ تو دنیا میں جاری ہے، بعض وقت لوگوں کے چھوٹے بیٹے بھی مر جاتے ہیں، تو جو لوگ خدا پر ایمان نہیں رکھتے یا کامل ایمان نہیں رکھتے، وہ جزع فزع کرتے ہیں، سر پھوڑتے ہیں، کفر کے کلمات زبان پر لاتے ہیں۔ حال سے بے حال ہو جاتے ہیں لیکن بنتا کچھ نہیں۔ آخر تھک کر بیٹھ جاتے ہیں، بعض اپنی صحت اور زندگی تک کھو بیٹھتے ہیں، مگر ایک مومن کامل نہایت صبر و سکون سے خدا کی رضا پر راضی ہو جاتا ہے اور کوئی خفیف الحرکتی نہیں کرتا، اس فرق کو ہر ایک شخص دیکھ سکتا ہے، اور ایک دہریہ بھی محسوس کرتا ہے، اس زمانہ میں جب کہ ہر ایک چیز کی منفعت پر ہی اس کی قدر و قیمت کا اندازہ لگایا جاتا ہے، خدا کی ذات پر ایمان کا یہ ظاہری فائدہ بھی نظرانداز کرنے کے قابل نہیں۔ اس کے علاوہ روحانی اور اخلاقی فوائد تو بیشمار ہیں۔ مگر ان فوائد سے وہی لوگ متمتع ہو سکتے ہیں جو خدا پر کامل ایمان رکھتے ہیں، اس ایمان کو اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود نے دوبارہ زندہ کیا ہے، ورنہ زمانہ کی عام حالت کا نقشہ تو لسان العصر اکبر الہ آبادی نے یوں کھینچا ہے ؎

حریفوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جاکے تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

اس ایمان کا نمونہ ہمیں مصری صاحب نے اس صدمہ میں دکھایا اللہ تعالےٰ ان کا حامی و ناصر ہو، ہمیں ان سے دلی ہمدردی ہے، امید ہے احباب جماعت جنازہ غائبانہ پڑھیں گے اور مصری صاحب کے تمام خاندان کے لئے دردِ دل سے دعا فرمائیں گے۔

(بسم اللہ اسلامی زندگی میں)

(بقیہ از صفحہ ۶)

انسان کے استحقاق پیدا کرنے سے وہ اپنا رحم اس پر کرتا ہے۔ اور اس لئے یہ رحم اس کی ساری مخلوق کے لئے عام ہے تیسرا اسم **رحیم** ہے جس کے معنے ہیں وہ جس کی صفت رحم بار بار کام کرتی رہتی ہے۔ صفت رحیمیت کا تعلق انسان کے افعال کے ساتھ ہے۔ یعنی جو شخص اپنے آپ کو اس قابل بناتا ہے کہ اللہ اس پر رحم کرے، وہ صفت رحیمیت سے فائدہ اٹھاتا ہے گویا صفت رحمانیت کا رحم ایک عام قانون کے رنگ میں ہے اور صفت رحیمیت کا رحم ایک فعل کے نتیجہ کے رنگ میں وہ رحمان ہے کہ اس نے انسان کے پیدا ہونے سے پہلے وہ سارے سامان پیدا کئے جن سے انسان فائدہ اٹھاتا ہے، اور وہ رحیم ہے کہ جو انسان اس کے قوانین اور سامانوں کو اپنے کام میں لاتا ہے وہ ان سے فائدہ اٹھاتا ہے پس یہ تینوں اسمائے، یعنی **اللہ، رحمان رحیم** ذات باری تعالےٰ کے کمال اس کی محبت، اس کی رحمت پر دلالت کرتے ہیں، اور جو شخص اپنی ذات پر بھروسہ کرتا ہے اور اس سے مدد طلب کرتا ہے۔ وہ یقیناً محروم نہیں کیا جاتا۔

بسم اللہ اس بات کا فیصلہ بھی کرتی ہے کہ ایک مسلمان اپنے خدا کو کیسا سمجھتا ہے کیونکہ **بسم اللہ الرحمن الرحیم** درحقیقت **قرآن کریم** کی تعلیم کا خلاصہ در خلاصہ ہے۔ اسلئے جن صفات الٰہی کا یہاں اظہار ہے وہ خدائے اسلام کی صفات کا اصلی نقشہ دکھاتی ہیں اب بسم اللہ میں اسم **اللہ** کمال پر۔ اسم **رحمان** محبت غیر متناہی پر۔ اسم **رحیم** غلبۂ رحم پر دلالت کرتا ہے۔ اور اس سے ہم سمجھ سکتے ہیں کہ اسلام اس خدا کو پیش کرتا ہے جس کی ذات میں کمال اور جس کی صفات میں محبت اور رحم کا غلبہ ہے۔ اور ان صفات الٰہی کو ہر وقت نظر کے سامنے رکھنے سے ایک مسلمان بھی انہی صفات کو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرے گا۔ پس نہ صرف **بسم اللہ** اس بات کا فیصلہ کرتی ہے کہ خدائے اسلام کی صفات غالب محبت اور رحم ہیں، بلکہ ساتھ ہی یہ بھی سکھلاتی ہے کہ اس انسان کو جو ہر حال میں ایک محبت اور رحم والے خدا کی مدد طلب کرتا ہے، خود بھی محبت اور رحم کی صفات اپنے اندر پیدا کرنی چاہئیں۔

بعض معترضین نے کہا ہے کہ **بسم اللہ الرحمن الرحیم** عربوں کو طائف کے شاعر امیہ نے سکھائی تھی یہ یقیناً غلط ہے۔ صلح حدیبیہ کے زمانہ میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ کفار عرب ص م

ص ۴ **بسم اللہ الرحمن الرحیم** کے لکھنے سے انکار کرتے ہیں، اور اس کی بجائے اپنی پرانی طرز میں **باسمک اللھم** لکھتے ہیں کیونکہ سہیل بن عمرو نے معاہدہ حدیبیہ پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھنے سے انکار کیا۔ اس میں شک نہیں کہ ہر ایک قوم کے اندر ابتدا کرنے کے لئے بطور تبرک کوئی جملہ استعمال کیا جاتا ہوگا مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہی بسم اللہ کسی قوم میں مروج تھی، اسلام کا کمال اس میں ہے کہ پہلوں کی خوبیوں کا ہونا تسلیم کرکے اُن سے بڑھ کر خوبی کی بات پیش کرتا ہے، **بسم اللہ** کی جو صورت قرآن کریم نے سکھلائی اور جن جن صفات الٰہی کا اس کے اندر بطور خلاصہ نقشہ کھینچا وہ اسلام کے امتیازات میں سے ہے۔

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ڈلہوزی میں بفضلہ تعالیٰ خیریت سے خدمات دینی میں مصروف ہیں۔

—— حضرت مولانا صدر الدین صاحب چند (۱) سے خوابی جگر کی وجہ سے بیمار ہیں۔ اسی وجہ سے گذشتہ جمعہ آپ کے بجائے حضرت مولانا عزیز بخش صاحب نے پڑھایا احباب کرام دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جلد از جلد صحت عطا فرمائے۔

—— جناب سید عبد الجبار شاہ صاحب سابق والئے سوات اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں کہ ۹ رمضان کو بروز جمعہ ایبٹ آباد اور ہری پور کے درمیان لاری میں سفر کرتے ہوئے لاری اُلٹ جانے کا حادثہ پیش آیا وہ تو چکنا چور ہو گئی، سواریوں میں سے دو ہلاک ہو گئے اور میں خود سخت دباؤ کے نیچے آ کر زخمی ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ کوئی عضو نہیں ٹوٹا سوائے بائیں ہاتھ کی ایک انگلی کے سر پر بھی زخم آیا پشت کی طرف کمر سے نیچے کا حصہ اس قدر درد کرتا ہے کہ اپنے اختیار سے کروٹ بدلنا اور اٹھنا بیٹھنا میرے لئے محال ہے۔

پیغام صلح شاہ صاحب کی جان کی سلامتی کے لئے انہیں مبارکباد دیتے ہیں اور ان کی صحت کیلئے احباب سے دعا کے ملتجی ہیں۔

—— اپنے اسی خط میں شاہ صاحب نے ایک اور افسوسناک خبر سنائی ہے کہ اسی جمعہ کے دن دس گیارہ بجے کے درمیان میرے بڑے بیٹے اکبر حسین کا بڑا لڑکا شبیر حسین عمر ۱۲ سال بقضائے الٰہی فوت ہو گیا حالانکہ چھ دن پہلے گھر سے روانہ ہوتے وقت ہم اس کو گھر پر تندرست چھوڑ کر آئے تھے انا للہ وانا الیہ راجعون ہمیں اس صدمہ میں سید صاحب اور دیگر متعلقین سے دلی ہمدردی ہے اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور ہر قسم کے ابتلاؤں اور حوادث سے انہیں محفوظ رکھے۔

—— چوہدری دوست محمد صاحب جالندھر سے لکھتے ہیں کہ برادر مرحوم خان زمان کی اہلیہ اور بچہ مبشر احمد کی صحت کے لئے احباب کرام دعا فرمائیں، وہ دونو بیمار ہیں۔

—— برادر سید عمر صاحب اول مدرس مناگی ضلع مردان کو انکے خویش و اقارب اور گاؤں کے لوگ تکالیف پہنچا رہے ہیں احباب انکے لئے خاص طور پر دعا فرمائیں۔

—— میاں کرم دین حجام سیالکوٹی مرحوم جو حضرت مسیح موعود کے پرانے خدام میں سے تھے ان کی بیوہ کا انتقال ۲۶ ۸/۴۳ کو ہوا ہے مرحومہ نے اپنی زندگی میں ۴ مرکیاں طلائی وزنی ۳ تولہ ۴ ماشہ ۴½ رتی برائے اشاعت اسلام احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کو دینے کی تاکید اپنے داماد کو کی۔ چنانچہ جنازہ کے موقعہ پر مرحومہ کے ...

دُعا کیلئے درخواست

قبل ازیں مجھ گنہگار کی تحریک پر لائلپور کے جن بزرگوں اور دوستوں نے سینکڑوں روپیہ جماعت کے غربا کو بطور امداد بھجوائے ہیں ان کا ذکر اخبار میں آ چکا ہے۔ اللہ کریم ان تمام بزرگوں اور دوستوں کو اپنی جناب سے اجر عظیم دے اور ان کے مال و اقبال اور روحانیت میں بیش از بیش ترقی ہو۔ آمین۔ اسی ضمن میں حضرت الحاج شیخ میاں مولا بخش صاحب قبلہ کو بھی میں نے ڈلہوزی لکھ بھیجا تھا کہ آپ بھی اس مد میں یکصد روپیہ عنایت فرمائیں۔ چنانچہ حضرت ممدوح نے کمال شرح صدر سے یہ رقم منظور فرمائی جو ان کے دفتر کی معرفت مستحقین کو بھجوا دی گئی۔ حضرت حاجی صاحب اپنے سینے میں ایک دردمند دل رکھتے ہیں کئی غربا کو مستقل وظائف بھجواتے ہیں اور نگران حال رہتے ہیں۔ آپ کی صحت اکثر خراب رہتی ہے۔ قارئین کرام سے درخواست ہے کہ اس مخیر عالم باعمل بزرگ کے حق میں خاص طور پر دردِ دل سے دعائیں فرمائیں۔ اللہ کریم اس مفید ہستی کو دیر تک سلامت ... رکھے آمین

مرزا مظفر بیگ ساطع مبلغ اسلام
طارق آباد۔ لائل پور

شکریہ تعزیت

کئی احباب نے مجھے میری پوتی کی وفات پر تعزیت کے خطوط لکھ کر اظہار ہمدردی اور صبر کی تلقین کر رہے ہیں اور عزیزم ڈاکٹر الٰہی بخش صاحب اور ان کی اہلیہ صاحبہ کے لئے بھی دعائیں کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو صبر سے ان کی لڑکی کی جدائی کے صدمہ کو برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے میں فرداً فرداً ان صاحبان کو جواب دینے سے قاصر ہوں، بذریعہ اخبار پیغام صلح ان سب صاحبان کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو اس ہمدردی کی جزائے خیر دے اور ان کو دین و دنیا کے حسنات سے متمتع فرمائے

خاکسار
عزیز بخش پنشنر احمدیہ بلڈنگس لاہور

... مرحومہ کے لڑکے نے وہ زیور شیخ غلام حسین صاحب پنشنر سب انسپکٹر پولیس سیالکوٹ کے سپرد کیا۔ یہ زیور فروخت کیا گیا جس کی قیمت ۲۴۰/۲/- وصول ہو کر وصایا فنڈ میں داخل کی گئی ہے۔

احباب کرام مرحومہ کا جنازہ غائب پڑھ کر اس کی روح کو ثواب پہنچائیں۔

(باقی بر صفحہ ۹)

حضرت مسیح موعودؑ سے آپ کے خُدام کا عشق (بقیہ از صفحہ نمبر ۳)

ہم کشش یا جائداد و املاک کا کبھی خیال تک نہ آیا۔ محمد عربی کی خاکِ پا ان کے لئے دین و دنیا کی سب سے بڑی دولت تھی۔ کچھ اسی قسم کا نقشہ اس زمانہ کے امام اور آپ کے خدام میں ہمیں نظر آتا ہے۔ مولوی عبد الکریم صاحب اپنے گھر میں بیٹھے ہیں لیکن محسوس ہو رہا ہے کہ حضرت سے دور کیوں ہیں۔

جوشِ ایمانی اور تبلیغی شوق حضرت مولانا مرحوم کا یہ مکتوب اور بھی کئی لحاظ سے قابل غور ہے۔ اس زمانہ کا جوش ایمان اور تبلیغی تڑپ ملاحظہ ہو۔ جونہی حضرت صاحب کی زبان مبارک سے کوئی بشارت سنی یا کوئی الہام ہوا یا نشان الٰہی ظاہر ہوا تو اسے فوراً ایک بھائی نے دوسرے بھائی تک پہنچا دیا تاکہ وہ سب کے ازدیاد ایمان کا باعث ہو، حضرت اقدس کی کتب سے بھی کیا عشق ہے۔ کتب ابھی شائع نہیں ہوئیں لیکن مولانا عبد الکریم صاحب مسودہ کو ہی مزے لے لے کر پڑھتے ہیں اور طرز تحریر پر فریفتہ ہو رہے ہیں۔

پھر جماعت کے دوستوں کی ایک دوسرے سے شفقت ملاحظہ ہو مولانا عبد الکریم صاحب سلسلہ کے ایک مسلمہ بزرگ اور جید عالم اور مکتوب الیہما دو نوعمر جوان اٹھارہ بیس سال عمر کے لیکن کس پیار اور محبت سے خطاب ہوتا ہے اور سلسلہ کی ذرا ذرا بات ان تک پہنچائی جاتی ہے۔ اللہ اللہ! کیا پاکیزہ لوگ تھے اور کیا خوب وقت تھا۔ اے کاش کہ وہ روز و شب ایک بار پھر لوٹ آئیں تاکہ ہم بھی انکا تھوڑا سا نظارہ کر لیں۔

اے خدا تو اپنے ان پاک بندوں کے درجات بلند کر اور ہم عاجز و ناکارہ لوگوں کو بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین

تحریک "نیا نظام عالم"

مندرجہ بالا تحریک میں اس وقت تک ۱۵۷۱/- روپیہ نقد وصول ہو چکا ہے۔ احباب جماعت کی توجہ خصوصیت سے اس امر کی طرف مبذول کرائی جاتی ہے کہ حضرت امیر قوم ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے ماتحت تمام معطیین اپنی اپنی رقم اسی ماہ مبارک یعنی رمضان کے اندر اندر بھیجدیں۔

جماعتوں کو الگ تحریک کی گئی ہے اور اہل ثروت حضرات کو فرداً فرداً بھی تحریک کی گئی ہے۔ آخری عشرہ رمضان میں ترسیل رقوم زیادہ برکات کا باعث ہوں گی۔ احباب اور جماعتیں توجہ فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

والسلام۔ سیکرٹری تحصیل و تبلیغ

نوجوانانِ جماعت لاہور کے مشاغل

(۱) شیخ غلام ربانی صاحب کی تقریر ۱۷ ستمبر بروز جمعہ بعد از نماز فجر ڈاکٹر الٰہی بخش صاحب کے زیر صدارت شیخ غلام ربانی صاحب متعلم بی کام نے حضرت مسیح موعودؑ اور مسئلہ جہاد پر ایک کامیاب تقریر فرمائی۔ تقریر کا ایک حصہ آیندہ اینٹوع میں شائع ہو گا۔ ڈاکٹر الٰہی بخش صاحب نے فرمایا کہ یہ جہاد کا مسئلہ بھی احمدیہ جماعت کی ترقی میں ایک رکاوٹ ہے۔ اور اسے صاف کرنا ہمارا فرض ہے۔

(۲) سوشلزم کیا ہے؟ ۱۹ ستمبر بروز اتوار ینگ مینز کی ایک اور میٹنگ میں جناب عبد المجید صاحب ایم۔ اے نے مندرجہ بالا موضوع پر تقریر فرمائی۔ آپ نے مختصر مگر واضح الفاظ میں سوشلزم کی بنیادی حقیقتوں کی طرف توجہ دلائی۔ آپ کی تقریر کے بعد سوال و جواب اور تنقید و تبصرہ کا دلچسپ سلسلہ شروع ہو گیا۔ جس میں ڈاکٹر الٰہی بخش صاحب عبد القادر صاحب مالابازی، عبد السلام شاہ صاحب، مشتاق احمد صاحب ایم اے نے سرگرمی سے حصہ لیا۔ ڈاکٹر محمد عبد اللہ صاحب نے جلسہ کی صدارت فرمائی۔

(۳) مجلس دار الاقامہ متعلقین مہمانخانہ کی ایک میٹنگ ڈاکٹر ... کے زیر صدارت منعقد ہوئی جس میں مجلس دار الاقامہ کی بنیاد رکھی گئی۔ مولوی محمد حسین صاحب مولوی فاضل اور محمد اعظم صاحب بٹالوی کو بالترتیب مجلس کا صدر اور سیکرٹری منتخب کیا گیا دیگر امور کے علاوہ مجلس کا اہم مقصد مقیمان مہمانخانہ میں دینی جذبہ پیدا کرنا ہے۔ ملازمین کو خاص طور پر تبلیغ کی جاتی ہے۔ مجلس ینگ مینز کے ساتھ ملحق ہو گی۔

شیخ محمد طفیل ایم۔ اے۔ سکرٹری ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور

عید الفطر کیا ہے؟

صدقہ عید الفطر، عید فنڈ اور مساجد فنڈ کی ادائیگی کی طرف خاص توجہ کیجائے

رمضان کے مبارک مجاہدہ کے بعد عید الفطر ایک انتہائی روحانی انبساط اور خوشی کا دن ہے اسلامی نقطہ نگاہ سے حقیقی خوشی وہی ہے جو کہ انسان مشکلات کا مقابلہ کر کے حاصل کرے اس میں سبق ہے کہ دنیا میں وہی قوم بام عروج تک پہنچتی ہے، جو صعوبت کش ہو، جو دشواریوں کو دعوت مقابلہ دے۔ اور ناز بستر اٹھانا جس کا شیوہ نہ ہو۔ اور یہ صاف ہے قوم جب انتہائی مشکلات کا مقابلہ کرنے کے بعد اپنے دینی اور دنیوی معراج کو حاصل کرتی ہے تو اس وقت اس کے اپنے قلب کے اندر جو خوشی کے جذبات ہوتے ہیں۔ وہ حقیقی خوشی کے آئینہ دار ہیں۔ اور وہ حقیقی خوشی ہی درحقیقت عید ہے، سو عید الفطر درحقیقت مرد مومن کے قلب کی اس کیفیت کو واضح اور وانشگاف کرتی ہے جو اسے مجاہدہ کے بعد محسوس ہوتی ہے۔ عید مسلم کے راستہ میں وہ مقام ہے، جہاں وہ خدا اور عالم روحانی کو خود ایک زندہ حقیقت کی طرح محسوس کرتا ہے، سو رمضان اور عید الفطر میں ایک زبردست تمثیل بیان کی گئی ہے، اور ایک فلسفۂ حیات پیش کیا گیا ہے، جس کے بغیر انسان کبھی منزل مقصود کو نہیں پہنچ سکتا، اور نہ کبھی رستگاری حاصل کر سکتا ہے، جماعت احمدیہ ابھی مجاہدہ کے دور میں سے، وہ نہایت جفاکشی کے ساتھ اشاعت اسلام کر رہی ہے اور اس راستہ میں ہر قسم کا ایثار کر رہی ہے لیکن اس کی عید اس وقت ہوگی جبکہ دنیا میں غلبۂ اسلام ہوگا اور دنیا کے ایک کنارہ سے لیکر دوسرے کنارہ تک خدا اور رسول کا نام گونج رہا ہوگا، مادیت اور توہم پرستی کے بت پاش پاش ہو جائیں گے اور دنیا ایک روحانی معیار اشیاء اور فلسفہ حیات کو اختیار کرے گی، اور گندہ بستہ نظام حیات کو خیرباد کہے گی، جس کی وجہ سے دنیا میں اس قدر بربادی اور تباہی ہو رہی ہے، سو اس رمضان اور عید میں غلبۂ اسلام اور اس کے لئے مجاہدات کو متشکل کر کے دکھایا گیا ہے، یعنی اس وقت تک دنیا میں غلبۂ اسلام نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ اس راستہ میں ہم پسینہ کی جگہ خون نہ بہائیں اور روپیہ کو خدا تعالیٰ کے راستہ میں بیدریغ خرچ نہ کریں، عید ہمیں اس دن کی یاد دلاتی ہے جبکہ اسلام اور مسلمانوں کے لئے ایک عظیم الشان خوشی کا دن ہوگا، سو ہمیں عید کو مناتے ہوئے اس عید کو کبھی فراموش نہ کرنا چاہیئے جو کہ ہر ایک احمدی کا حقیقی نصب العین ہے، ایسے خوشی کے موقع پر ہمیں جماعت کی ان تحریکات کو بھی نہیں بھولنا چاہیئے جو اس دن سے مخصوص ہیں۔

صدقہ عید الفطر ان تحریکات میں سب سے پہلے صدقہ عید الفطر ہے جو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ہر مسلمان پر فرض ہے، جیسا کہ حدیث بخاری میں ہے عن ابن عمر فرض النبی صدقۃ الفطر او قال رمضان علی الذکر والانثیٰ والحر والمملوک صاعاً من تمر او صاعاً من شعیر یعنی نبی کریم صلعم نے صدقہ فطر اور صدقہ رمضان، مرد اور عورت اور آزاد اور غلام سب پر فرض ٹھہرایا ہے، ایک صاع کھجور اور [illegible] احادیث میں ایک صاع گندم یا ایک صاع پنیر بھی آتا ہے۔ اس حدیث سے بخوبی معلوم ہو جاتا ہے کہ آنحضرت صلعم اس صدقہ عید الفطر کو کس قدر ضروری اور اہم خیال فرماتے تھے، عام مسلمانوں کے ہاں اس صدقہ کو جمع کرنے کا کوئی انتظام نہیں۔ کیونکہ ان کے ہاں کوئی ایسا بیت المال نہیں جو مشترکہ ہو جس میں قومی مال جمع ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ جو خالص اسلامی جماعت ہے اور جسے حضرت امام عصر علیہ السلام نے مشیت ایزدی کے ماتحت قائم کیا اس کے ہاں ایک بیت المال ہے۔ سب احباب سلسلہ کو یہ صدقہ عید الفطر ادا کرنا چاہیئے، اور جماعتوں کو اپنے مرکز کی بیت المال میں بھجوانا چاہیئے۔ صدقہ فطر موجودہ گرانی کے نرخ کے حساب سے انجمن نے ۸ ر فی کس مقرر کیا ہے، سب احمدی دوستوں کو چاہیئے کہ وہ اس فریضہ کو نہایت ذمہ داری کے ساتھ ادا کریں، کیونکہ اس ذمہ داری میں ان کی قوم کی قوت اور بقا کا راز پوشیدہ ہے۔

عید فنڈ فطرانہ کے علاوہ ہمارے ہاں ایک روپیہ فی کس عید فنڈ مقرر ہے۔ یہ فنڈ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مقرر کردہ ہے۔ یہ فنڈ اشاعت اسلام کے لئے جمع ہوتا ہے، جہاں ہمارے دوست عید کے دن غیر معمولی طور پر خرچ کرتے ہیں، ایک روپیہ انہیں اپنے مرشد کے ارشاد پر بھی خرچ کرنا چاہیئے، اگر ہمارے سب دوست اہتمام کے ساتھ اس فنڈ میں ایک روپیہ ادا کریں تو اشاعت اسلام کے لئے ایک بہت بڑی رقم جمع ہو سکتی ہے ہمارے دوستوں کو اس فنڈ کی اہمیت کو سمجھنا چاہیئے اور اسے ضرور ادا کرنا چاہیئے۔

مساجد فنڈ بیرونی جماعتوں میں مرکزیت اور تنظیم پیدا کرنے کے لئے مساجد کی سخت ضرورت ہے، بغیر مسجد کے یہ کام ہو ہی نہیں سکتا، چند سالوں سے انجمن نے یہ فنڈ اس غرض کیلئے قائم کیا ہے تاکہ جماعت پر بوجھ بھی نہ پڑے اور عید کے موقعہ پر ایک رقم جمع ہو جائے، جس سے بیرونی جماعتوں کی مساجد کی تعمیر پر صرف کیا جائے۔ چنانچہ بعض جگہ اس فنڈ سے مساجد تعمیر بھی ہو چکی ہیں۔ عید کے موقعہ پر اس فنڈ کی ادائیگی کو خاص طور پر پیش نظر رکھنا چاہیئے اور اپنے بیرونی مراکز کو مضبوط کرنے کیلئے اس فنڈ کو ضرور ادا کرنا چاہیئے، امید ہے جماعت کے سب دوست عید کے موقعہ پر صدقہ عید الفطر، عید فنڈ اور مساجد فنڈ نہایت فراخدلی سے ادا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عید کے حقیقی مفہوم کو سمجھنے اور اپنے فرائض کو ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ لاہور میں بخیریت ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

— قاضی شیر محمد صاحب مبلغ علی پور ضلع مظفر گڑھ کا لڑکا مبارک احمد بعمر چودہ سال ۲۰ ستمبر ۱۹۶۳ء کو درخت سے گر گیا، ریڑھ کی ہڈی میں چوٹ آئی اور انتڑیوں میں ورم پیدا ہو گیا ہے احباب کرام اس کی صحت کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں۔

— ہمارے ایک اور دوست قاضی عبدالرحمٰن صاحب سکنہ جتوئی ضلع مظفر گڑھ عرصہ سے بعارضہ فالج صاحب فراش ہیں، بہت نیک مخلص اور سرگرم احمدی ہیں احباب کرام ان کے لئے دعا فرمائیں

— علاقہ کشمیر کا ایک غریب طالب علم اخبار "پیغام صلح" اپنے نام جاری کرانیکا خواہشمند ہے، قیمت ادا کرنے کی گنجائش نہیں اگر کوئی دوست چار روپیہ بھی پیش کر سکیں تو سال بھر کے لئے اخبار ان کے نام جاری کر دیا جائے گا۔

— بابو عبدالحق صاحب، کا نوجوان لڑکا فضل رب صاحب بعارضہ بخار بیمار ہیں، یہ نوجوان نہایت نیک اور سلسلہ کے مخلص خادم ہیں، احباب کرام دعا فرمائیں۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا تعزیتی مکتوب

محترم جناب شیخ عبدالرحمن صاحب مصری کے نام

(از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ)

اخوم مکرم محترم شیخ صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ فقرہ لکھتے وقت کہ ہمارے نہایت پیارے شیخ مبارک احمد کا انتقال ہو گیا آنکھوں میں آنسو بھر آتے ہیں لا حول ولا قوۃ الا باللہ رضاً بقضاء ربنا۔ اس سعید نوجوان کے ساتھ آپ کی امیدیں تو وابستہ تھیں ہی میری بھی بہت سی امیدیں وابستہ تھیں اور اس کے چہرے پر سعادت کے آثار دیکھ کر مجھے یہ یقین تھا کہ وہ ایک دن اس جماعت کا ایک نہایت ہی مفید رکن بنے گا مگر آہ یہ معلوم نہ تھا کہ وہ اس قدر تھوڑی عمر لیکر اس دنیا میں آیا اور اپنے مولا سے ملنے میں اس قدر جلدی کرے گا۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللھم اغفر لہ وارحمہ وعافہ واعف عنہ۔ اللھم اکرم نزلہ ووسع مدخلہ وارفع درجتہ فی الجنۃ۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی سنت سے آپ پر ابتلاؤں کا بڑا بھاری امتحان بھیجا ہے جب مسلمان مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ آئے اور بڑے بڑے امتحانوں سے گذر کر آئے تو ارشاد ہوا ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات ابھی کچھ اور امتحان باقی ہیں جو کچھ خوف کے ذریعہ سے کچھ بھوک کے ذریعہ سے کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے۔ اس کی غرض کیا تھی ان کو کمال تک پہنچانا اللہ تعالیٰ کی ربوبیت جس طرح انعامات کے ذریعہ ہوتی ہے مصائب کے ذریعہ سے بھی ہوتی ہے ان لوگوں کو بڑے بلند درجات عطا فرمانا اللہ تعالیٰ نے مقرر کر رکھا تھا مگر وہ بلند درجات مل نہ سکتے تھے جب تک کہ مصائب کے بڑے بھاری امتحانوں سے نہ گذرتے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھی ایسے ہی امتحانوں سے گذارا ہے اور مجھے کامل امید ہے کہ آپ کی بلندی درجات کے لئے ہی گذارا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود ان مصائب میں صبر کرنیوالوں کو بشارت دی ہے اور یہ خوشخبری بھی دی ہے۔ اولٰئک علیھم صلوات من ربھم و رحمۃ۔ الحمدللہ کہ آپ نے تمام مصائب کو ایسے رنگ میں برداشت کیا ہے جو دوسروں کے لئے اعلیٰ درجہ کا نمونہ ہے۔ آپ نے جس کو اپنا گھر بنایا تھا اس مقام کو محض خدا کی رضا کے لئے چھوڑا۔ جو عزت بنی ہوئی تھی اس کو خدا کے لئے چھوڑا۔ دنیوی آسائشوں کو خدا کے لئے چھوڑا۔ معیشت کے سامان کو چھوڑا اور ہر قسم کی تکلیفوں کو خدا کی رضا کے لئے قبول کیا۔ آپ کا مقام قابل رشک ہے اور اب اللہ تعالیٰ نے سنت صلحا کے مطابق آپ پر اس تکلیف کو وارد کیا۔ اولاد کا صدمہ پھر ایسے سعید اور صالح اور ہونہار جوان بیٹے کا صدمہ دل کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے۔ مگر آپ نے اسے بھی صبر سے برداشت کیا، مجھے کل شام کو یہ خبر ملی پرسوں شام کو بیماری کی خبر ملی تھی مگر اس وقت ہمارا یہ پیارا بچہ داعی اجل کو لبیک کہہ چکا تھا۔ اور آج رات میں آپ کے لئے بار بار یہی دعا کرتا رہا کہ اے خدا تو نے اپنی جن رحمتوں اور برکتوں کا اپنے صابر بندوں کے لئے وعدہ فرمایا ہے وہ سب شیخ عبدالرحمن صاحب کو عطا فرما۔ ربنا ولا تحملنا ما لا طاقۃ لنا بہ۔ اور آیندہ کے لئے انہیں ایسے مصائب سے اپنی حفاظت خاص میں رکھیو۔

والد کی محبت کی گہرائیوں کو تو کون پہنچ سکتا ہے مگر میں بھی آپ کے صدمہ میں شریک ہوں اور میری بیوی اور بچے بھی، ان کی طرف سے گھر میں اظہار افسوس کردیں۔

کل شام کا وقت میرے لئے اس قدر غم کی خبریں لایا کہ انسان کی زندگی میں یہ کم ہی واقع ہوتا ہے۔ عزیز مبارک احمد کی وفات کی خبر۔ پھر دوسری گھنٹہ ... خاں صاحب کے نوجوان بیٹے عبدالرحیم خاں کی وفات کی خبر پھر سید عبدالجبار شاہ صاحب کے پوتے کی وفات کی خبر۔ وہ مالک ہے جو کچھ بھیجے اس کے سامنے سر جھکانے کے سوائے چارہ نہیں۔ والسلام

خاکسار
محمد علی

میو ہسپتال میں ایک نہایت المناک واقعہ

حکومت پنجاب فوراً توجہ کرے

میو ہسپتال شمالی ہندوستان میں چوٹی کا ہسپتال ہے اور اس شاندار طبی ادارہ کو حکومت نے پبلک کے علاج اور فائدہ کے لئے قائم کیا ہے۔ اس قسم کے ادارے حکومت کی شہرت، استحکام اور قوت کا باعث ہوتے ہیں۔ لیکن افسوس کے ساتھ لکھا جاتا ہے کہ بعض دفعہ اس ہسپتال میں نہایت قیمتی جانیں ڈاکٹروں کی غیر ذمہ دارانہ روش اور عدم التفات کا شکار ہو جاتی ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ بعض اوقات عمل جراحی میں باوجود سرجن کی انتہائی توجہ کاوش اور محنت کے اشخاص مرجاتے ہیں لیکن محض تشخیص کے دوران میں ہی ایک اچھا بھلا تندرست انسان اگر نو آموز ڈاکٹروں کا تختہ مشق بن جائے اور صرف ان کے طبی مشغلہ پر قربان کر دیا جائے تو اس سے زیادہ افسوسناک بات کیا ہو سکتی ہے، حال ہی میں ایک واقعہ ایسا پیش آیا ہے جو اپنی نوعیت میں نہایت دردناک اور الم انگیز ہے اور اس کے ساتھ تعجب خیز بھی ہے۔ اخویم شیخ مبارک احمد مسعود صاحب ایم۔ اے جو نہایت قابل، صحت ور، اور ہونہار نوجوان تھے، وہ یک معقول ملازمت کے سلسلہ میں لاہور سے باہر جانیوالے تھے۔ جانے سے پہلے انہیں خیال پیدا ہوا کہ وہ میو ہسپتال میں اپنا طبی معاینہ کروالیں کیونکہ کچھ عرصہ پہلے انہیں درد گردہ کی شکایت تھی۔ وہ علاج کے لیے نہیں بلکہ صرف طبی معاینہ اور تشخیص کے لئے ہسپتال میں داخل ہوئے۔ میو ہسپتال سرجیکل وارڈ کے ایک Side Room میں انہیں جگہ دی گئی۔ ان کا ایکسرے لیا گیا ایکسرے کے نتیجہ نے یہ بتایا کہ گردے شکل اور حجم میں بالکل نارمل ہیں اس نتیجہ سے ان کی بالکل تسلی ہوگئی۔ وہ مزید معاینہ کے خواہشمند نہ تھے لیکن ان کی مرضی کے خلاف ایک آلہ کے ذریعہ اندر سے مثانہ اور گردوں کا معائنہ کیا گیا۔ اس معائنہ کے دو تین دن بعد انہیں شدید بخار آگیا جو ۱۰۶ درجہ تک پہنچ جاتا تھا لیکن ان کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں کی گئی بلکہ انتہائی غفلت سے کام لیا گیا۔ دو تین دن تک یہی حالت رہی اس کے بعد گردوں نے کام کرنا بالکل ترک کر دیا اور نظام جسم میں زہر پھیل گیا اور بالآخر حرکت قلب بند ہو کر مورخہ ۲۲ ستمبر ۱۹۴۳ء کو اس ہونہار نوجوان کی وفات واقع ہوگئی۔ ڈاکٹروں کا یہ خیال ہے اور جیسا کہ خون کے طبی معاینہ نے بھی یہ ظاہر کیا کہ وہ آلہ جس سے گردوں کا امتحان کیا گیا وہ صاف نہیں تھا اس کے ذریعہ سے بیکٹیریا اندر داخل ہو گیا اور بعد میں اس سے یہ فساد و فشار پیدا ہوا اور ایسی قیمتی جان مذبح ہوگئی۔ معلوم ہوتا ہے جس ڈاکٹر نے یہ طبی معاینہ کیا ہے وہ بالکل اناڑی اور نو آموز ہے یا اگر ایسا نہیں تو اس بات میں مطلق شک نہیں کہ اس نے انتہائی بے احتیاطی سے کام لیا ہے اور معاینہ کرتے وقت اپنی ذمہ داری کو ہرگز محسوس نہیں کیا۔ یہ درست ہے کہ علاج اور اپریشن کے دوران میں بعض جانیں ضائع ہو جاتی ہیں اور ڈاکٹروں کی انتہائی کوشش کے باوجود بعض اشخاص لقمہ اجل ہو جاتے ہیں لیکن یہ آج تک ہرگز سننے میں نہیں آیا کہ محض تشخیص سے ہی کوئی شخص مر جائے۔ جس ادارہ کی تشخیص اتنی خطرناک ہے اس کے علاج پر روشنی ڈالنے کی چنداں ضرورت نہیں ان مریضوں کا خدا حافظ ہے جو علاج کے لئے اپنے آپ کو اس ادارہ کے سپرد کرتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ میو ہسپتال کو حکومت نے پبلک علاج کے لئے قائم کیا ہے لیکن وہ لوگ جو پبلک کے ساتھ اس قسم کا سلوک روا رکھتے ہیں وہ حکومت کے وقار کو اور اس ادارہ کی شہرت کو سخت نقصان پہنچاتے ہیں، ہم حکومت پنجاب کی خدمت میں درخواست کریں گے کہ وہ فوراً اس ادارہ کی طرف اپنی توجہ مبذول فرمائے اور محکمانہ طور پر ایسے لوگوں کی خاطر خواہ سرزنش کرے جو اپنی غیر ذمہ دارانہ روش سے حکومت کے ایک ادارہ کو بدنام کرتے ہیں اور نہایت بے دردی کے ساتھ لوگوں کی جانوں کے ساتھ کھیلتے ہیں امید ہے افسران اعلیٰ ضرور اس مذکورہ بالا اندوہناک واقعہ کی تحقیق کریں گے اور ایسا قدم اٹھائیں گے جس سے آیندہ کے لئے ایسے غیر ذمہ دارانہ واقعات کا انسداد ہو جائے اور رعایا کی قیمتی جانیں محفوظ ہو جائیں۔

مضمون نگار حضرات سے

مضمون نگار حضرات اپنے مضامین میں جہاں کسی ایسی بات کا ذکر کرتے ہیں جس کا تعلق کسی کتاب یا اخبار یا حضرت مسیح موعودؑ یا کسی شخصیت سے ہو تو ان کو چاہیئے کہ اس کا پورا پورا حوالہ دیا کریں کہ کس کتاب یا اخبار وغیرہ میں وہ بات پائی جاتی ہے تاکہ پڑھنے والوں کو اس کی سند تلاش کرنے میں دقت پیش نہ آئے۔ امید ہے پیغام صلح کے قلمی معاونین اس بات کا خاص خیال رکھیں گے۔

عید کی نماز کا وقت

لاہور کے احمدی دوستوں کی اطلاع کے لئے لکھا جاتا ہے کہ عید الفطر کی نماز ٹھیک دس بجے مسجد احمدیہ بلڈنگس لاہور میں ہوگی اور نماز کے بعد حضرت مولینا صدرالدین صاحب خطبہ ارشاد فرمائیں گے۔

جناب شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری کو صدمہ اور انکا قابلِ رشک نمونہ صبر و رضا

از جناب ملک شیخ محمد عبداللہ صاحب جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام

شیخ مبارک محمد صاحبزادہ جناب شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری کی وفات کی خبر احباب جماعت کو بذریعہ اخبار پیغام صلح مل چکی ہے۔ یہ صدمہ بڑا ہی جانکاہ ہے نوجوان۔ تندرست۔ قابل۔ تعلیم یافتہ۔ نیک اور صالح بچہ کا جس سے والدین اور خاندان کی بیشمار امیدیں وابستہ ہوں اچانک موت کا شکار ہو جانا بڑا ہی المناک اور دردانگیز واقعہ ہے۔ ایسی موت کے تصور سے دل دہل جاتا ہے اور عام انسان کا پیمانۂ صبر لبریز ہو جانا اور اس کا واویلا کرنا خدا سے شکوہ و شکایت کرنا ہر روز کا تجربہ اور مشاہدہ ہے۔ ایسے مواقع پر بالعموم دنیا کا یہی دستور ہے کہ جس شخص کو اس قسم کا دلفگار صدمہ پہنچا ہوا ہو اس کے پاس اس کے واقفکار احباب اقربا اسکو صبر و شکر، تحمل اور برداشت کی تلقین کرنے کے لئے جاتے ہیں تا کہ اس طرح اس کے غم میں شریک ہو کر اسکے غم غلط یا ہلکا کرنے کی کوشش کریں۔ اور بالعموم ایسے کلمات کہ "بجز صبر و شکر کے کوئی چارہ نہیں"۔ "خدا کی یہی منظور تھا"۔ "صبر کا بڑا اجر ہے"۔ "یہ خدا کی آزمائش ہے"۔ وغیرہ الفاظ زبان پر جاری ہوتے ہیں۔ اور یہی انسانی فطرت کا تقاضا ہے۔ اس فطری اور انسانی جذبۂ ہمدردی کے ماتحت ہم بھی مکرم جناب مصری صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ لیکن وہاں کیا دیکھتے ہیں کہ گو دل مغموم ہے، آنکھوں میں آنسو ہیں۔ چہرہ پر غم کے آثار نمایاں ہیں لیکن خدا کی رضا پر راضی ہیں۔ اور کیسے خوبصورت کلمے ان کی زبان سے سننے میں آتے ہیں!

"خدا کی رضا پر راضی ہوں۔ ایک بیٹا کیا اگر تمام بیٹے بھی وہ لے لے لیکن اسکی رضا حاصل ہو جائے تو یہ کچھ بھی نہیں۔ اس کی امانتیں ہیں وہ اصل اور حقیقی مالک ہے جب چاہے اپنی چیزیں واپس لے لے"

عین اس وقت جبکہ نوجوان لخت جگر کی میت گھر میں پڑی ہے مصری صاحب مع اپنے اہل و عیال نماز میں مشغول ہیں اور گھر پر نماز باجماعت پڑھا رہے ہیں قرآن کریم کی تلاوت ہو رہی ہے۔ دعاؤں میں مشغول ہیں، دعاؤں کی تلقین ہو رہی ہے خدا کے بندوں کا امتحان ایسے ہی وقت ہوتا ہے اور خدا کے بندے امتحان کے وقت پہچانے جاتے ہیں اور جو اس ابتلا میں پورے اترتے ہیں اولٰئک علیھم صلوٰت من ربھم کے مصداق بن جاتے ہیں، اور ان کو بشارتیں دی جاتی ہیں۔ ایسے مواقع پر دوست اور آشنا تسکین اور تسلی دیتے ہیں لیکن شیخ صاحب نے جو بھی ان کے پاس گیا الٹا اسکو تسلی دی اور راضی برضا کی تلقین کی اور نفس مطمئنہ کا ایک نمونہ پیش کیا۔ یہی حال خدا کے بندوں کا ہوتا ہے۔ کہنا اور وعظ کرنا آسان ہے لیکن آزمائش اور مصیبت کے وقت پورا اترنا مشکل ہے۔

"جمال ہمنشیں درمن اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم"

مامور من اللہ اور مجددین کا سب سے بڑا کمال یہی ہوتا ہے کہ وہ اپنے پاس بیٹھنے والوں کے اوپر اپنا رنگ چڑھا دیتے ہیں حضرت اقدس مرزا صاحب مجدد زماں نے اپنے صاحبزادہ مبارک احمد کی وفات پر جو صبر اور رضا بالقضا کا نمونہ پیش کیا اور اس موقع پر جو اشعار کہے اُن کے پڑھنے سے خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایمان تازہ ہوتا ہے دراصل کسی برگزیدہ انسان کی زندگی میں اس قسم کے ابتلاؤں سے جناب الٰہی کا یہ بھی منشا ہوتا ہے کہ اس شخص کے ذریعہ مشیت و تقدیر الٰہی کے علم پر جو بہت وسیع اور نہاں در نہاں ہے کسی قدر پردہ اٹھایا جائے اور اس ذریعہ سے لوگوں پر علم اور معرفت الٰہی کے دروازے کھولے جائیں تا کہ علم اور حکمت کے دریا بہہ نکلیں اور اہل دل اور صاحب فہم لوگ لذت روحانی سے سیراب ہوں۔ چنانچہ حضرت اقدس کی صحبت سے فائدہ اٹھانے والے ہزاروں انسانوں نے اس روحانی لذت سے حظ حاصل کیا اور رضا بالقضا کا ایسا سبق حاصل کیا کہ جب کبھی ان کی زندگیوں میں بھی ایسے مواقع آئے تو انہوں نے بھی صبر و استقلال اور راضی برضا کا قابل تقلید نمونہ دکھلایا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ خدا کے رنگ، رسول کریم کے رنگ اور اپنے خادم مجدد زماں کے رنگ میں اپنے آپکو رنگین کر سکیں تا کہ ہماری زندگیاں اسلام اور قرآن اور آنحضرت صلعم کی صداقت پر بطور دلیل اور ثبوت پیش ہو سکیں۔ آمین

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین
اللھم صل علی محمد و علی آل محمد
[illegible]

عیدالفطر کے مسائل

(۱) عیدالفطر کے دن صبح سویرے اٹھ کر غسل کرنا اور صاف کپڑے پہننا، خوشبو لگانا عیدگاہ کو جانے سے قبل ناشتہ کرنا سنت ہے۔

(۲)۔ عیدگاہ کو جاتے ہوئے تکبیر و تہلیل یا ذکر الٰہی کرتے جانا افضل ہے۔

(۳)۔ عید کی نماز سے قبل صدقہ فطر ادا کر دینا چاہیئے، خواہ غلہ کی شکل میں ہو خواہ نقدی کی صورت میں، جو صدقہ عید کے بعد ادا کیا جائے گا وہ معمولی صدقہ شمار ہو گا اسے صدقہ عیدالفطر نہیں کہا جا سکتا، حدیث شریف میں صدقہ عیدالفطر روزوں کے ایام میں بعض کمزوریوں کے سرزد ہو جانے کی تلافی کیلئے ہے، دوسرا فائدہ یہ ہے کہ غربا و مساکین کو اناج مل جاتا ہے جس سے وہ بھی اپنی عید منا سکتے ہیں گویا ساری قوم کو عید میں شمولیت کا موقع مل جاتا ہے۔ مساکین محروم نہیں رہتے صدقہ عیدالفطر ہر فرد پر واجب ہے خواہ وہ عید کی صبح ہی کو پیدا ہوا ہے، عورتوں اور بچوں کا اور نوکر اور غلام کا صدقہ ان کے شوہروں، والدین، اور آقاؤں کے ذمہ ہے جو ان کے رزق کے کفیل ہیں، صدقہ فی کس تقریباً ۲ سیر گیہوں یا اس کے برابر قیمت نقد ہے لاہور کی جماعت نے فی کس ۸ مقرر کیا ہے۔

(۴) عید کی نماز دو رکعت ہوتی ہے۔ اس میں اذان و تکبیر و اقامت کوئی نہیں پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ سے قبل سات تکبیریں اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ سے قبل پانچ تکبیریں ہیں تکبیروں کے درمیان ہاتھ کھلے چھوڑ دینے چاہئیں، قرأت جہری ہوتی ہے

(۵)۔ نماز کے بعد خطبہ مسنون ہے، ہندوستان میں چونکہ یہاں کی زبان اردو ہے، اس لئے قرآن کریم کی تلاوت کے بعد اردو میں مسائل مہمات ضروریہ پر تقریر کرنی چاہیئے، کاغذ کا ایک رول لیکر مولوی لوگ جو پرانا لکھا ہوا خطبہ پڑھ دیتے ہیں، نہایت لایعنی چیز ہے۔ اسلئے لوگ سننے سنانے کچھ نہیں، آپس میں معانقہ کرنے اور سینہ سے سینہ رگڑنے اور عید مبارک کہنے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ بعض خطیب کے سامنے غلہ پھینکتے رہتے ہیں۔ بعض اس کے سر پر [illegible] رہتے [illegible] یہ سب [illegible] اور آداب خطبہ کے خلاف ہے، خطبہ کو توجہ سے سننا اور اس سے فائدہ اٹھانا [illegible] تو نماز سے قبل دے دو یا خطبہ کے بعد، صدقہ عیدالفطر ہمیشہ نماز سے قبل دے دینا چاہیئے۔

(۶)۔ عید کے خطبہ کے درمیان میں خطیب کو بیٹھنا نہیں چاہیئے، جیسا کہ جمعہ کے خطبہ کے درمیان میں بیٹھا کرتے ہیں۔

(۷)۔ خطبہ ختم ہونے کے بعد جماعت کی شکل میں چلنا افضل ہے، کہ اسلام کی شوکت کا اظہار اس میں ہے۔ جس راستہ سے آئے ہیں اس راستہ کی بجائے کسی دوسرے راستہ سے جانا مستحسن ہے۔

۸ عید میں آپس میں ملنا جلنا اور ایک دوسرے کو ہدایا یا تحائف یا طعام میں شریک کرنا تمدن کے لئے نہایت ہی مستحسن چیز ہے عیدگاہ سے واپسی پر گھر میں گھس کر دن کاٹ دینا یہ قومی مُردگی کی علامت ہوتی ہے۔

(۹)۔ چونکہ آج کل اسلام سے بڑھکر کوئی غریب نہیں، اس لئے حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ سے احمدی جماعت کے افراد صدقہ عیدالفطر کا کل یا اکثر حصہ انجمن کے بیت المال میں بھیجدیتے ہیں۔ اس لئے احباب کو اس پر عمل کرنا چاہیئے۔ نماز عید سے قبل محاسب کو صدقہ ادا کر دیں۔

(۱۰)۔ صدقہ عیدالفطر کے علاوہ حضرت صاحب کے حکم سے ایک روپیہ عید فنڈ بھی مقرر ہے۔ آخر عید کے دن بچوں اور عزیزوں کو عیدی اور تحائف دیتے ہیں، اسی طرح اس خوشی کے دن میں اسلام کا بھی کچھ حق ہے۔ لہٰذا احباب کو خاص توجہ اس فنڈ کی طرف مبذول فرمانی چاہیئے۔ اور عید فنڈ کے روپے جمع کر کے انجمن کے بیت المال میں بھیجدیں۔ یہ حضرت صاحب کا حکم ہے اور ایک مالی جہاد ہے اسے استخفاف کی نظر سے نہ دیکھنا چاہیئے۔

ارشادِ امیر

(۱) بچوں کو سات سال کی عمر سے نماز کی عادت ڈالو۔

(۲) بچوں کو سات سال کی عمر سے تبلیغ اسلام کیلئے کچھ خرچ کرنے کی عادت ڈالو۔

[illegible]

عید الفطر

اللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد

از جناب مولوی عبدالرشید صاحب مبلغ اسلام

رمضان المبارک کے مبارک ایام ختم ہوئے کلفتوں کی ساعتیں تمام ہوئیں۔ بھوک پیاس کا دور انجام کو پہنچا اور وہ ساعت سعید آ پہنچی جس کی دید کے لئے آنکھیں ترس رہی تھیں۔ اور دلوں میں مسرتوں کا تلاطم برپا تھا۔ یعنی عید سعید، عید الفطر، عید المومنین۔ اللہ اکبر اللہ اکبر اور کلمۃ اللہ کی سربلندی کی تقریب۔ سعید اور بندگی و عبودیت کے مظاہرے کا جشن مبارک۔

"خوشی کا کوئی موسم نہیں" وہ ہر موسم میں آتی ہے اور حیات تازہ سے دلوں کو معمور کر دیتی ہے۔ رنج و ملال اور حزن و کلفت بھی وقت سے بے نیاز ہے افراد کی زندگی میں یہ دونوں کیفیتیں پہلو بہ پہلو نظر آتی ہیں۔ اور بیک وقت ہر جگہ ان کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ ایک گھر عشرت کدہ بنا ہوا ہے، اور دوسرا گھر ماتم کدہ۔ ایک خاندان فرزند نرینہ کی پیدائش پر مصروف چنگ و رباب ہے۔ دوسرا خاندان اکلوتے اور جوان سال فرزند کی موت پر مصروف آہ و فغاں۔ کوئی فرد اور کوئی انسانی قلب ایسا نہ ہوگا۔ جس پر حزن و مسرت کے دوگونہ جذبات کی فراوانی نہ ہو۔ اسلام چاہتا ہے کہ جس طرح اس نے اجتماعی فاقہ کشی کی تحریک کی اسی طرح وہ اجتماعی مسرتوں کا خوان یغما بھی سب کے سامنے بچھائے۔ اور فرحت انبساط کی انفرادیت کو ختم کر دے۔

اسلام نے سال بھر میں صرف دو تہوار مقرر کئے ہیں مگر ان کی شان یہ ہے کہ انہیں ہر قسم کی مذموم حرکت سے پاک رکھا گیا ہے۔ دنیا کے دوسرے فرقے بھی تہوار مناتے ہیں مگر وہ لہو و لعب سے آگے نہیں بڑھتے۔ شراب اور قمار بازی کا اذن عام دے دیا جاتا ہے اور فواحش کے ارتکاب سے مسرتوں کی تکمیل کی جاتی ہے۔

اسلام کی عید یہ ہے کہ تم توحید پرستی کی روح لئے ہوئے عید کے دربار میں جھکو اللہ اکبر اللہ اکبر کے نعروں سے دلوں کو گرما دو۔ اور دونوں میں پانچ وقت کی نماز پڑھتے ہو۔ عید سعید کی تقریب میں ان پانچوں کو بھی ادا کرو اور عید کے دن ایک ہی مقام پر جمع ہو کر اور دوگانہ بھی ادا کرو۔ ... مسلمان کی عید، مسلمان کی ... تزکیۂ نفس، اصلاح اعمال اور ... [illegible]

کرو اور اس عبادت میں عید کی ایک اور عبادت بھی شامل کر لو۔ اور چاند دیکھتے ہی پہلے تو چاند پرستی پر یہ کہکر تیر چلاؤ کہ ربی و ربک اللہ۔ اے چاند میرا اور تیرا رب تو ایک اللہ ہے۔ اور پھر اللہ کی بڑائی کا نعرہ لگاؤ اور اللہ اکبر اللہ اکبر کہتے رہو۔

رنج اور مسرت کے لئے کوئی خاص موسم نہیں۔ اس اصول پر اسلام نے بھی عیدین کو کسی موسم کے ساتھ نتھی نہیں کیا تاکہ موسم پرستی کا تصور پیدا نہ ہو سکے۔ عید نوروز اسلام میں نہیں ہے۔ کہ یہ سال نو کی آمد کی یادگار ہے اور اسلام اس قسم کی یادگاروں کا حامی نہیں ہے۔ اس کی عید کا کسی کی پیدائش سے بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔ کہ یہ انسان پرستی کا سنگ بنیاد ہے۔ اور اسلام تو ہر پرستی سے دامن بچا کر خدا پرستی کی بنیادیں استوار کرنے آیا ہے۔

غرض اسلامی عید احتساب نفس، ذکر الٰہی، اصلاح اعمال اور مکارم اخلاق کا دن ہے۔ اور اسلام چاہتا ہے کہ ہر مومن خالصت اجتماعی طور پر مسرت میں شریک ہو، اور خوش ہو کر اٹھے اور دوسروں سے زیادہ خدا پرستی کا موقعہ ملا ہے۔

مسلمان کی عید مسلمان کو ریاکاری اور اسراف سے بچاتی ہے۔ جو مسلمان اپنی معاشی اور اقتصادی زندگی میں اعتدال پیدا نہیں کرتا بلکہ عید کے روز اور زیادہ مسرف بن جاتا ہے اس کی عید نہیں تو اس کا کوئی تعلق عید سے نہیں ہے۔ عید آتی ہے اور تم سمجھتے ہو کہ ... [illegible] ... لہو و لعب دیکھنے کا لائسنس ... [illegible]

دو گے، علم کی تحصیل کو زندگی کا مشن بناؤ گے، تبلیغ اسلام و باقی صالحات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لو گے۔ اگر اتنا بھی نہیں کر سکتے تو اس عید پر حیف ہے اور اس کی مسرتوں پر افسوس۔ مبارک ہے وہ جو اس کا خیال اور احساس کرے اور عید کی شادمانیوں کے لئے اپنے آپ کو مستحق بنا لے۔

عید اور جنگ

جنگ کا زمانہ ہے اور جنگ بھی وہ جنگ کہ انسانیت بھی کانپ اٹھی یعنی یورپ کی طاقتیں، رقیبوں کا نوں اور جغرافیائی حدود کے لئے انسانی خون کا دریا بہا رہی ہیں۔ اگر ہم اس کی آفتوں سے بچنا اور زندہ رہنا چاہتے ہیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہم اپنے نفس کے خلاف جنگ شروع کر دیں ملت کی تنظیم کا ثبوت دیں کہ دشمن کے لئے ناقابل تسخیر ... بن جائیں۔

عیدین کا اجتماع اور خطبہ ہمیں یہی سبق دیتا ہے کہ آئندہ بارہ ماہ تک تمہارے اجتماع و ... [illegible] ... رہے اور

ہو سکتی ہے، خدا کے نزدیک عید نہیں ہو سکتی۔ "لیس العید من لبس الجدید و آکل لذیذ"

کتنے مسلمان ہیں کہ مقدمہ بازی و اسراف بے جا سے توبہ کریں گے اور ایک دوسرے کی اعانت کے لئے تیار ہوں گے۔ عید جہالت کے خلاف اعلان جنگ ہے۔ کتنے مسلمان ہیں جو عید کی خوشی میں اشاعت قرآن و تبلیغ کا عہد کریں گے، جاہل مسلمانوں کو تعلیم کا شوق دلائیں گے۔

اگر رمضان المبارک کے روزے رکھکر، صلاح و تقوے کا تہیہ کر کے، عید کی مسرتوں سے لطف اندوز ہو کر بھی ہم ویسے کے ویسے ہی رہے تو ہم اور اس بڑھیا میں کیا فرق رہ جائے گا۔ جو صبح سے شام تک سوت کاتتی ہے اور آخر میں سب کو توڑ ڈالتی ہے۔ تہیہ کرو کہ کسی تقریب میں خواہ شادی ہو یا ماتم اسراف کر کے سودی قرض نہ لو گے۔ مقدمہ بازی کی لعنت سے دامن بچاؤ گے۔ اخلاقی درستی کرو گے اور ہمدردی و اخوت و رواداری کا ثبوت

اسی اجتماعی روح کے ساتھ تم مالی ایثار کا ثبوت دیتے رہو۔ صدقۂ فطر ایثار کی روح کو زندہ رکھنے کا ذریعہ ہے۔ تم جس قدر تنظیم اور وحدت کا ثبوت دو گے اور جس حد تک اپنے نفس کو ایثار کے لئے آمادہ کرو گے اسی حد تک تم میں مصائب و مشکلات کو عبور کرنے کی طاقت پیدا ہو گی۔ اور تم معلوم کر سکو گے کہ تمہارا مقام کہاں ہے۔

خالق اکبر سے دعا ہے کہ وہ اس روز سعید کو اسلام اور مسلمانوں کی سربلندی کا ذریعہ بنائے۔ امت اسلامیہ بیدار ہو۔ ان کی سیاسی، اخلاقی اور عملی قوت کا چراغ تمام عالم میں روشن ہو۔ اور جنگ جہاں سوز کے شرارے ہمیشہ کے لئے سرد پڑ جائیں مسلمانوں تمہیں "عید مبارک" ہو۔

غربا و یتامیٰ کی امداد گندم پر عام تاثرات

(از جناب محمود احمد صاحب مانگ بکٹ گنج مردان)

انجمن نے اس نازک دور میں اپنے غربا و یتامیٰ کی گندم کے ذریعہ جو امداد فرمائی ہے۔ اسکی شان اس نفسا نفسی والے حالات میں مشکل سے ملے گی۔ انجمن کی اس امداد نے اپنوں کو چھوڑ بیگانوں کے دلوں کو خرید لیا جس نے دیکھا اور سنا بے اختیار زبان سے یہ کلمات نکلے۔ کہ زندہ قوم ایسی ہوتی ہے جو مصیبت کے وقت اپنے پسماندہ افراد کو سنبھالنے کے لئے مستعد رہتی ہے اور یہی وہ زرین اور کامیاب تبلیغ ہے جو خاموشی سے دلوں کو گھائل کرتی چلی جاتی ہے۔ انجمن کے علاوہ اگر انجمن کے ذی ثروت اصحاب اپنے اپنے ماحول میں مصیبت زدہ بھائیوں کی خبر گیری کریں۔ تو ایسے سلوک سے وہ نتائج پیدا ہو سکتے ہیں، جو وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتے۔

والسلام محمود احمد مانگ (بکٹ گنج مردان)

نوجوانان جماعت لاہور کی مصروفیات

(۱) ۲۶ ستمبر بروز اتوار بعد از نماز عصر ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب مبلغ جرمنی کے زیر صدارت ینگ مینز کا ایک جلسہ منعقد ہوا۔ مولوی محمد حسین صاحب کی تلاوت کے بعد عبدالقادر صاحب مالاباری نے انگریزی میں ایک گھنٹہ سوشلزم پر ایک مدلل تقریر کی جس میں انہوں نے سرمایہ دارانہ نظام کے ان تاریک پہلوؤں پر تفصیل سے بحث کی جو اشتراکیت کی تحریک کو وجود میں لانے کا باعث ہوئے۔

(۲) جمعیت طلباء احمدیہ (احمدیہ سٹوڈنٹس فیڈریشن) اسی مجلس میں خاکسار سکرٹری نے ینگ مینز کے نئے پروگرام کی وضاحت کی، جمعیت طلباء احمدیہ کے نام سے ینگ مینز ایسوسی ایشن کی ایک شاخ قائم کی گئی ہے جس کا مقصد کالج کے احمدی طلباء میں تنظیم ہے، اس شعبہ کے صدر عبدالقادر صاحب مالاباری ہیں اور غلام ربانی صاحب بطور سکرٹری کام کریں گے۔ عنقریب جماعت کے نوجوانوں کو جمعیت کے پروگرام سے آگاہ کیا جائے گا۔

(۳) مجلس اطفال الاحمدیہ

مجلس اطفال احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن کی دوسری شاخ ہے جس نے احمدی بچوں کی تربیت و تنظیم کا کام اپنے ذمہ لیا ہے یہ کام مرزا یعقوب بیگ صاحب ٹیچر مسلم ہائی سکول کی زیر نگرانی ہوگا۔

بزرگان سلسلہ سے درخواست ہے کہ وہ جہاں نوجوانوں کی ان کوششوں کو کامیاب و بامراد دیکھنے کے لئے دعا فرمائیں وہاں خاکسار کو بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

... [illegible] ... ایم اے سکرٹری ینگ مینز ایسوسی ایشن

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

لوگوں کے خود تراشیدہ وظائف و سرود و رقص

لوگوں نے اپنے شامت اعمال کو نہیں سوچا۔ ان اعمال خیر کو جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے تھے ترک کر دیا۔ اور ان کے بجائے خود تراشیدہ ورد و وظائف داخل کر لئے۔ اور چند کافیوں کا حفظ کر لینا کافی سمجھا گیا۔ ... اور عجیب ہے کہ قرآن شریف کا جہاں وعظ ہو رہا ہو۔ وہاں بہت ہی کم لوگ جمع ہوتے ہیں۔ لیکن اس قسم کے جہاں مجمعے ہوں۔ وہاں ایک گروہ کثیر جمع ہو جاتا ہے۔ نیکیوں کی طرف سے یہ کم رغبتی اور نفسانی اور شہوانی امور کی طرف توجہ ... ظاہر کرتی ہے کہ لذت روح اور لذت نفس میں ان لوگوں نے کوئی فرق نہیں سمجھا ہے۔ ... گیا کہ بعض ان رقص و سرود کی مجلسوں میں دانستہ پگڑیاں اتار لیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ میاں صاحب کی مجلس میں بیٹھتے ہی وجد ہو جاتا ہے۔ اس قسم کی بدعتیں اور اختراعی مسائل پیدا ہو گئے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ جنہوں نے نماز سے لذت نہیں اٹھائی۔ اور اس ذوق سے محروم ہیں۔ وہ روح کی تسلی اور اطمینان کی حالت ہی کو نہیں سمجھ سکتے۔ اور نہیں جانتے کہ وہ سرور کیا ہوتا ہے۔ مجھے ہمیشہ تعجب ہوتا ہے۔ کہ یہ لوگ جو اس قسم کی بدعتیں مسلمان کہلا کر نکالتے ہیں۔ اگر روح کی خوشی اور لذت کا سامان اسی میں تھا تو چاہیئے تھا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم جو عارف ترین اور راکمل ترین انسان دنیا میں تھے۔ وہ بھی اس قسم کی کوئی تعلیم دیتے۔ یا اپنے اعمال سے ہی کچھ کر دکھاتے۔ میں ان مخالفوں سے جو بڑے بڑے مشائخ اور گدی نشین اور صاحب سلسلہ ہیں پوچھتا ہوں۔ کہ کیا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے ورد و وظائف اور چلہ کشیاں اور الٹے سیدھے لٹکنا بھول گئے تھے۔ اگر معرفت اور حقیقت شناسی کا یہی ذریعہ اصل تھے۔ مجھے بہت ہی تعجب آتا ہے۔ کہ ایک طرف قرآن شریف میں یہ پڑھتے ہیں۔ **الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی**۔ اور دوسری طرف اپنی ایجادوں اور بدعتوں سے اس تکمیل کو توڑ کر ناقص ثابت کرنا چاہتے ہیں ...... ایک طرف تو یہ ظالم طبع لوگ مجھ پر افترا کرتے ہیں کہ گویا میں ایسی مستقل نبوت کا دعوےٰ کرتا ہوں جو صاحب شریعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے الگ نبوت ہے۔ مگر دوسری طرف یہ لوگ اپنے اعمال کی طرف ذرا بھی توجہ نہیں کرتے۔ کہ جھوٹی نبوت کا دعویٰ تو خود کر رہے ہیں جبکہ خلاف رسول اور خلاف قرآن ایک نئی شریعت قائم کرتے ہیں۔ اب اگر کسی کے دل میں انصاف اور خدا کا خوف ہے تو کوئی مجھے بتائے کہ کیا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک تعلیم اور عمل پر کچھ اضافہ یا کم کرتے ہیں۔ جبکہ اسی قرآن شریف کے بموجب ہم تعلیم دیتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو اپنا امام اور حکم مانتے ہیں۔ (فتاوے احمدیہ صفحہ ۹۱)

شیخ مبارک احمد صاحب ایم۔ اے

کی المناک وفات پر جماعت احمدیہ لاہور کا ریزولیوشن

جامع مسجد احمدیہ بلڈنگس لاہور میں مورخہ ۱۲ ستمبر ۱۹۴۳ء کو مرزا مسعود بیگ صاحب ایم۔ اے نے نماز جمعہ کے بعد مندرجہ ذیل ریزولیوشن جماعت احمدیہ لاہور کے سامنے پیش کیا جو بہ اتفاق رائے پاس ہوا اور یہ قرار پایا کہ اس کی کاپیاں وزیر تعلیم۔ آئی۔ جی۔ سی۔ آئی۔ ڈی۔ سی۔ ایچ اور پریس کو بھیجی جائیں۔

"جماعت احمدیہ لاہور کا یہ اجتماع جناب شیخ عبد الرحمن صاحب مصری کے صاحبزادہ شیخ مبارک احمد صاحب مسعود ایم۔ اے کی بے وقت اور المناک وفات پر اظہار افسوس کرتا ہے جو ہسپتال لاہور میں اچانک غیر متوقع اور دردناک طور پر مورخہ ۱۲ ستمبر ۱۹۴۳ء کو واقعہ ہوئی۔

مرحوم کا عنفوان شباب تھا اور صحت اچھی تھی۔ وہ فوجی محکمہ میں کمشن حاصل کرنے کی کوشش کر رہے تھے وہ ہسپتال میں صرف اس غرض کیلئے داخل ہوئے تاکہ اپنا اطمینان کر لیں کہ وہ فوجی ملازمت کے لئے موزوں ہیں۔ ان کا ایکس رے غالباً ۲۹ اگست کو لیا گیا جس میں کوئی غیر معمولی چیز ظاہر نہیں کی۔ چنانچہ وہ مورخہ ۲ ستمبر کو ہسپتال چھوڑنے کے لئے تیار ہو گئے کیونکہ ۵ ستمبر کو انہوں نے راولپنڈی میں ایک فوجی بورڈ کے سامنے حاضر ہونا تھا۔ لیکن ان کی مرضی کے خلاف تشخیص کے لئے ایک ایسا طریقہ اختیار کیا گیا جو چند دنوں کے بعد مہلک ثابت ہوا۔ سو یہ اجتماع پبلک کی آئندہ بہتری کو مدنظر رکھتے ہوئے حکومت پنجاب کو نہایت پرزور الفاظ میں توجہ دلاتا ہے کہ وہ اس المناک واقعہ کی فوری تحقیق کرے۔ اور ان وجوہ کا انسداد کرے جو ایسے سنگ دلانہ اور غیر ذمہ وارانہ واقعات کا باعث ہوتے ہیں۔

مکتوب بغداد

السید تصدق حسین قادری باب الآغا بغداد۔

مورخہ ۱۷ ستمبر ۱۹۴۳ء۔ محصولہ ۲۷ ستمبر بذریعہ طیارہ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

بخدمت شریف حضرت مولانا عزیز بخش صاحب سلہ الرحمن۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

عرصہ دراز کے بعد آپ کا خط مرقومہ ۱۰ اگست ملا آپ کی خیر و عافیت و دیگر حالات معلوم ہو کر فکر و تشویش دور ہوئی یہ سن کر ازحد مسرت ہوئی کہ حضرت آقائے سیدنا امیر بہ نفس نفیس خود "نیا نظام عالم" کا ترجمہ کر رہے ہیں۔ امام الزمان کی دی ہوئی قلم ہی دنیا میں انقلاب پیدا کر سکتی ہے وہ انقلاب حقیقی جس کی نیاد روحانیت اور صبغت اللہ پر قائم ہے .... اخویم ابراہیم آدم صاحب سچوانی کے فرزند عبد الرحیم کی شادی کراچی میں ۱۸ اگست کے روز ہوئی۔ اس خوشی میں اخویم ابراہیم صاحب موصوف نے بصرہ سے مبلغ پچاس روپے کا چیک مرحمت فرمایا جو ملفوف ہذا ہے حسب ذیل بابت میں وضع فرما دیں۔ اللہ تعالیٰ موصوف کو جزائے خیر دے اور تقریب سعید کو بابرکت فرمائے۔

دار الیتامیٰ	۲۵
پیغام صلح ایک سال کے لئے کسی مستحق کے نام جاری کریں	۶
لائٹ ایک سال کے لئے	۶
ینگ اسلام۔ ایک سال کیلئے	۳
مفت تقسیم لٹریچر اشاعت اسلام	۱۰

اخویم محمد شیر گل صاحب ہوائی جہاز سے ہندوستان تشریف لے گئے امید ہے لاہور آ گئے ہونگے۔ باقی ہر طرح خیریت ہے۔ حضرت سیدنا امیر المومنین و دیگر بزرگوں اور دوستوں کو ہم سب کی طرف سے السلام علیکم۔

حضرت مسیح موعودؑ اور جہاد

از شیخ غلام ربانی صاحب متعلم بی کام

یہ مضمون ہمارے نوجوان دوست شیخ غلام ربانی صاحب نے ۱۱ ستمبر بروز جمعہ بعد از نماز تحریک مینتھ کے اجلاس میں پڑھ کر سنایا۔

(ایڈیٹر)

جہل و ظلمات کی بدلیوں میں میں جس طرح حضرت نبی کریم محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم برق بن کر چمکے اور تاریکی کو نور سے منور کر دیا، شاید ہی کوئی ایسا واقعہ اس سے پہلے دنیا نے دیکھا ہو۔ لیکن اسکے علاوہ انھوں نے ایک اور معجزہ جو زندہ کہلانے میں حق بجانب ہے چھوڑا اور وہ یہ کہ قیامت تک اللہ تعالےٰ اولیاء امت سے خطاب کرے گا جو بجز نبی کریم صلعم کی غلامی کا جوا گردن میں ڈالنے کے میسر نہیں آسکتا۔ خدا تعالےٰ نے اس نعمت کو امتِ مرحومہ میں خاص کر دیا اور الیوم اکملت لکم دینکم کہکر اتممت علیکم نعمتی کو بھی پورا کیا۔ لہٰذا تمام ادیان کے مقابل پر اسکو سربلند کیا۔ اور قیامت تک حجت قائم کر دی۔

اس موجودہ دور میں جب مغرب کی نئی اور جدید تعلیم نے اسلام کی قدیم تعلیم سے ٹکر لی تو مجتہدین عصر نے اسی میں مفر سمجھی کہ اسلام کی تعلیمات کو جس طرح بنے مغرب کے مطابق ثابت کیا جائے اور بجائے اس کے کہ مغرب کو ٹھکرا کر اسلام کو کسوٹی بناتے انھوں نے اسلام کو ٹھکرا کر مغرب کو کسوٹی بنایا۔ ہندوستان میں سر سید احمد خان مرحوم نے عقل کی کچی پر کود پر مذہب کی اساس رکھی اور الہام۔ ملائکہ، جنت دوزخ۔ حشر اور دجال و یاجوج وماجوج کے متعلق بہت کمزور استدلال کیا۔ اوّل الذکر پانچ کا تو سرے سے انکار کر دیا۔ اور کبھی دل کی آواز اور کبھی اسلامی اجتماع قرار دیا۔ لیکن مؤخر الذکر کو ایسی عجیب وغریب تاویل میں پھنسایا کہ تمام احادیث کے مطالب فوت ہو گئے۔

اسی طرح دوسرے ممالک میں بھی علماء کی حالت انتہائی افسوسناک ہو چکی تھی چند سعید روحیں تھیں جنہیں یہ فکر کھائے جاتا تھا کہ اسلامی سلطنت کیوں ٹوٹ گئی۔ سید جمال الدین افغانی۔ سرسید۔ مفتی محمد عبدہٗ۔ مصطفٰے کمال۔ رشید رضا۔ سعد زاغلول۔ وغیرہم نے جو بھی حل تلاش کئے وہ اصل مشکل کو دور نہ کر سکے۔ سید جمال الدین مرحوم کی تحریک وطنیت کے سمندر میں نقش بر آب ثابت ہوئی اور بارش کے اس قطرہ کی طرح جو سمندر میں جب مل جاتا ہے تو پھر علیحدہ نظر نہیں آسکتا یہ تحریک بھی وطنیت کے طوفان میں گم ہو کر رہ گئی۔ اور

اس عظیم الشان مقتدا کے پیرووں نے پہلے تو اپنا وطن ہی آزاد کرایا اور پھر ان میں اسلامی قانون کے ماسوا غیر اسلامی فاسد قوانین کو نافذ کیا۔

انہی ایام میں حضرت میرزا غلام احمد صاحب نے قادیان سے مسیح موعودؑ اور مہدی معہود ہونے کا دعوےٰ کیا۔ لیکن باوجود اس انتظار کے جو مسلمانوں میں پایا جاتا تھا انھوں نے حضرت صاحب کا صاف انکار کر دیا جس کا تذکرہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی ایک نظم میں یوں کیا ہے:۔

یاد وہ دن تھے جبکہ کہتے تھے یہ سب ارکان دین
مہدی موعود حق اب جلد ہوگا آشکار
کون تھا جس کی تمنا یہ نہ تھی اک جوش سے
کون تھا جس کو نہ تھا اس آنیوالے سے پیار
پھر وہ دن جب آ گئے اور چودھویں آئی صدی
سب سے اوّل ہو گئے منکر یہی دیں کے منار

جس شد ومد سے مہدی موعود کا انتظار تھا وہ مندرجہ ذیل چند اقتباسات سے واضح ہو سکتا ہے:۔

یا صاحب الزمان بظہور شتاب کن
عالم ز دست رفت تو پا در رکاب کن

(اخبار وطن ۱۰ مئی ۱۹۱۲ء)

ب

آنیوالے آ۔ زمانے کی امامت کیلئے
مضطرب ہیں تیرے شیدائی زیارت کیلئے

(اخبار زمیندار ۹ مارچ ۱۹۲۵ء)

ب

آنیوالے عجب انداز عجب شان سے آ
نئے اعجاز دکھانے نئے سامان سے آ
تیرا اجلال جو تکلیف نہ فرمائے گا
پیکر مہدی موعود میں کون آئے گا

(سیماب)

ب

ہو چکا امتحانِ صبر و رضا
اب نہیں وقت آزمانے کا
بھیجدے اب امام مہدی کو
یا طریقہ بتا بلانے کا
اے امام۔ زماں کہاں ہیں آپ
کچھ پتہ دیجئے ٹھکانے کا
اب نہ آئیں گے آپ تو کوئی
اس کی بگڑی نہیں بنائیگا
جلد آجایئے جو آنا ہے
اب کب آئیگا وقت آنے کا
دیکھئے اک جہان ہے مشتاق
آپ کو آنکھوں پر بٹھانے کا

(تنہا عابدی)

انتظار شدید تھا لیکن جب وہ آیا تو یہ سب اصل راہ سے کیوں بھٹک گئے اس بے بھٹکنے کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ مہدی موعود کے متعلق یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ وہ آشکارا ہوتے ہی تمام روئے زمین کی حکومتیں مسلمانوں کو دلا دے گا۔ ان کا خیال تھا کہ جب مہدی آئے گا تو بغیر کسی کوشش کے وہ دولت و سلطنت کے مالک بن بیٹھیں گے۔ اسی انتظار میں وہ قوم کی فلاح کے لئے کوئی عملی قدم نہ اٹھاتے تھے۔ مسلمانوں کی حالت کمزور ہو رہی تھی ڈاکٹر اقبال نے اس کے متعلق لکھا ہے۔

تھے تو آبا وہ تمہارے ہی مگر تم کیا ہو؟
ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظر فردا ہو

قوم کا شیرازہ بکھر رہا تھا۔ مرکزیت ٹوٹ چکی تھی اور تکفیر المسلمین نے قوم کے قویٰ مضمحل کر دیئے تھے۔ اندریں حالات مہدی موعود اگر تیغ کے ہمراہ آتے تو جو حال مہدی سوڈانی کا ہوا تھا یقیناً وہی مہدی موعود کا بھی ہوتا۔

لیکن بجائے اس کے کہ وہ مہدی آ کر جہاد کا علم بلند کرتا غیر از اسلام لوگوں کو قتل کرتا خون کی ندیاں بہاتا، اس نے واضح طور پر کہدیا:۔

"جس حالت میں شریعت اسلام کا یہ واضح مسئلہ ہے جس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ ایسی سلطنت سے لڑائی اور جہاد کرنا جس کے زیر سایہ مسلمان لوگ امن اور عافیت اور آزادی سے زندگی بسر کرتے ہوں اور جسکے عطیات سے ممنون منت اور مرہون احسان ہوں اور جس کی مبارک سلطنت حقیقت میں نیکی پھیلانے کے لئے کامل مددگار ہو قطعی حرام ہے تو پھر بڑے افسوس کی بات ہے کہ علمائے اسلام اپنے جمہوری اتفاق سے اسے شائع نہ کرکے ناواقف لوگوں کی زبان اور قلم سے مورد اعتراض ہوتے رہیں،،

(براہین احمدیہ حصہ سوم)

بس یہ پہلی تحریر تھی جو حضرت مسیح موعود نے انجمن اسلامیہ لاہور کی استدعا پر سپرد قلم کی اور انہیں صحیح طریق اسلامی کو واضح کیا تو مسلمان بھڑک اٹھے۔ کہاں ان کی وہ امیدیں اور کہاں یہ تحریر ان کے تمام ہوائی قلعے مسمار ہو گئے۔ اس پر انھوں نے بجائے اس کے کہ مہدی کو قبول کرتے اس خدائی دعوت کو بھی ٹھکرا دیا۔ اور سرے سے اس کا انکار کر دیا۔

مسلمان تو اس کو برداشت ہی نہ کر سکتے تھے کہ ایسی حکومت کے خلاف جہاد جائز نہیں۔ انھوں نے حضرت صاحب کے رویہ کے متعلق ایسی مسموم تحریریں سپرد قلم کیں جن سے الٹے نتائج برآمد ہوئے اور مہدی موعود کے متعلق یہ مشہور ہو گیا کہ اس نے جہاد کو منسوخ قرار دیا ہے اور وہ تمام مسلمانوں کو غلام بنانا چاہتا ہے۔ جس نے حضرت صاحب کی پوزیشن کو عوام کی نگاہوں سے بالکل پوشیدہ کر دیا۔

مذہبی پس منظر: حقیقت یہی ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام نے کوئی معاملہ خلاف قرآن نہیں کیا۔ نہ ہی انھوں نے جہاد کو منسوخ قرار دیا، اور نہ ہی انہوں نے علماء کے متفقہ عقیدہ در بارۂ جہاد کو چھوڑ دیا بلکہ سمجھنے والوں نے اس کے خلاف سمجھا۔ جہاد کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کا مسلک آسانی سے سمجھ میں آجاتا ہے جب ہم ہندوستان کے مرد مجاہد مجدد سیزدہم حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ الفاظ پڑھتے ہیں:۔

"سرکار انگریزی گو منکر اسلام ہے مگر مسلمانوں پر کچھ ظلم وتعدی نہیں کرتی اور نہ ان کو فرض مذہبی اور عبادت لازمی سے روکتی ہے پھر ہم سرکار انگریزی پر کس سبب سے جہاد کریں اور خلاف اصول مذہب طرفین کا خون گرائیں"۔

(سوانح احمدی بحوالہ مسلمانوں کا روشن مستقبل صفحہ ۲۲)

اسلام نے جہاد کرنے کی چند سرحدیں مقرر فرمائی ہیں۔ ان حدود سے روگردانی کرنا اسلام کی ایک عظیم الشان تعلیم کا انکار کرنا ہے موجودہ دور میں کوئی مذہبی گرفت نہیں ہے اور نہ ہی کسی کو جبراً اسلام سے منحرف کرایا جاتا ہے۔ اور جس سلطنت نے دوستی کا ہاتھ بڑھایا ہے۔ حق کی تبلیغ کی کھلی اجازت دی ہے اور کسی قسم کی ناجائز قیود عائد نہیں کیں تو پھر جہاد کی کوئی ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔ واضح رہے کہ یہاں ہمارا خطاب جہاد بالسیف سے ہے۔ قرآن کریم کا کھلا فیصلہ ہے:۔

لا ینھٰکم اللّٰہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا الیھم ان اللّٰہ یحب المقسطین انما ینھٰکم اللّٰہ عن الذین قاتلوکم فی الدین واخرجوکم من دیارکم وظاھروا علیٰ اخراجکم ان تولوھم ومن یتولھم فاولٰئک ھم الظٰلمون (۲۱۶)

اللہ تمہیں ان لوگوں سے منع نہیں کرتا جنھوں نے تم سے دین کے معاملہ میں جنگ نہیں کی اور تمہیں تمہارے وطن سے نہیں نکالا کہ تم ان کے ساتھ احسان اور انصاف کرو کیونکہ اللہ انصاف والوں کو دوست رکھتا ہے۔ اللہ تو تمہیں صرف ان لوگوں کے ساتھ دوستی کرنے سے روکتا ہے جنھوں نے تم سے دین کے معاملہ میں جنگ کی ہے اور تمہیں تمہارے وطنوں سے نکالا ہے اور تمہارے نکالنے میں دشمنوں کی مدد کی ہے انہیں

جو کوئی دوست بنا ہوئے وہ ظالم ہے۔

اسی وجہ سے حضرت مرزا صاحب نے سلطنت برطانیہ کے متعلق وہی پالیسی اختیار کی جو سید احمد بریلوی نے کی تھی۔ اور وہ ایسا کرنے میں حق بجانب بھی تھے۔ اپنی کتاب حقیقۃ المہدی میں حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:۔

"اس سلطنت کا شکریہ ادا نہیں کر سکتے جس کے ماتحت ہم امن اور فارغ البالی کی زندگی بسر کرتے ہیں اور ہم سکھوں کی تکالیف سے ہم آزاد ہوئے اور ہم نے اس دور میں عزت اور برکت پائی اور دنیاوی طور پر ہم محفوظ ہوئے پس مجھ پر ضروری ہے کہ اس کی اطاعت کروں اور اس کے اقبال کے لئے بعد دل سے دعا کروں۔ یہ چیزیں ہم چھپا نہیں سکتے۔ میں اس کا شکریہ ادا کرتا ہوں لا پھر شکریہ ادا کرتا ہوں۔"

(حقیقۃ المہدی صفحہ ۳۲)

حضرت موسےٰؑ اور حضرت ہارون علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے حکم دیا تھا کہ دونوں فرعون کے پاس جاؤ جس نے سرکشی کی ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔

اذھبا الی فرعون انہ طغیٰ۔

لیکن دونوں کہتے ہیں:

ربنا اننا نخاف ان یفرط علینا او ان یطغیٰ۔ اے ہمارے رب ہم ڈرتے ہیں کہیں وہ ہم پر زیادتی نہ کرے لیکن جب فرعون کے مقابل ہوئے تو انھوں نے ہر ممکن کوشش کی کہ فرعون راہ راست پر آجائے اور اس قوم کو جسے اس نے غلامی کی زنجیروں میں جکڑ رکھا ہے آزاد کر دے۔ لیکن انکا طریق کار کیا تھا کتب صحیحہ سے ثابت ہے کہ انھوں نے جہاد نہیں کیا کیونکہ قوم اس قابل نہ تھی بلکہ حکم ہوتا ہے۔

فقولا لہ قولا لینا لعلہ یتذکر او یخشیٰ اور اس سے نرم بات کرو شاید وہ باز آجائے اور ہم سے ڈرے۔

لیکن فرعون نے ہیٹ دھرمی تکبر اور سرکشی کو اختیار کیا اور حضرت موسےٰؑ نے بجائے جہاد کے وہاں سے ہجرت کرنے میں بہتری سمجھی۔

حقیقت یہ ہے کہ کوئی نبی یا رسول اپنے ماحول سے علیحدہ ہو کر کوئی کام نہیں کرتا۔ حالات سے بے نیاز نہیں ہو سکتا اور جو طرح بھی ڈالتا ہے سوچ سمجھ کر ڈالتا ہے۔ حضرت نبی کریم صلعم نے تیرہ سال تک دکھ اٹھائے۔ قوم نے انہیں لالچ دینے۔ رشوت دینے کا ارادہ کیا۔ ڈرایا دھمکایا۔ انھوں نے سب کچھ برداشت کیا اور اپنے مشن کے لئے یہی راستہ اختیار کیا۔

ثم ان ربک للذین ھاجروا من بعد ما فتنوا ثم جاھدوا وصبروا (۱۶ : ۱۱۰) پھر تیرا رب

ان لوگوں کے لئے جو بہت دکھ دئے جانے کے بعد گھر بار چھوڑ کر نکل گئے اور جنھوں نے حق کی خاطر سخت جدوجہد کی اور راہ حق میں ثابت قدم رہے مغفرت کرنے والا ہے۔

ہجرت کی اور اس دارالحرب کو چھوڑ دیا لیکن جب ظالموں نے پیچھا نہ چھوڑا تو مقابل پر بہت آرا ہوئے۔ اس دور میں بھی حضرت مسیح موعودؑ کے حصہ میں ایک ایسی قوم آئی تھی جس کے اعمال انتہائی گندے تھے جن کی سیرتیں مسخ شدہ تھیں جن کے ایمان کو دیمک کھا رہی تھی۔ صرف ایک شہادت یہاں کافی ہوگی:۔

"تم کہلانے کو تو میری امت ہو مگر کام یہودیوں اور بت پرستوں کے کرتے ہو، تمہارا شیوہ وہی رہا ہے جو عاد اور ثمود کا تھا کہ رب العالمین کو چھوڑ کر لات، یغوث، نسر اور یعوق کی پرستش کرتے ہو، تم میں سے اکثر ایسے ہیں جو میری توہین کرتے ہیں۔"

(اخبار زمیندار مورخہ ۱۸ ستمبر ۱۹۲۵ء ختم رسالت کی طرف سے مسلمانوں کے نام خط)

ان حالات میں یہ قطعی ناممکن تھا کہ جہاد کا علم بلند کیا جاتا۔ خود گاندھی جی جو ہندوستان میں تحریک عدم تشدد اور پورن سوراجیہ کے بانی ہیں۔ صاف صاف کہہ دیا کہ ہندوستانی قوم ابھی سول نافرمانی کے لئے تیار نہیں۔

واقعات خود اس بات پر گواہ ہیں کہ جہاد ممکن نہیں تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:۔

"تم جانتے ہو کہ ہمارے زمانہ میں مذہب کے لئے کوئی ہمیں زدوکوب نہیں کرتا۔ اور ہم پر کوئی جبر نہیں کہ اللہ کے دین کو جو تمام دینوں سے افضل ہے چھوڑ کر ان کے دین میں داخل ہوں۔ پس ہم اس بات کے محتاج نہیں کہ انتقام کی جنگ لڑیں۔ اور ہم پر کوئی ضروری نہیں کہ تیر نکالیں اور جنگ کا بازار گرم کریں۔ بلکہ وہ زمانہ گذر گیا اور (دین پر حملہ کرنے کے) طریق بدل گئے اور حرب اور غزوات کی ضرورت باقی نہ رہی، بلکہ اس مقام پر دلائل قطعیہ اور براہین بینہ نے قبضہ کر لیا۔"

(حقیقۃ المہدی صفحہ ۲۵)

حضرت صاحب نے اپنی ایک نظم میں ان تمام اسباب پر روشنی ڈالی ہے، جو جہاد بالسیف کے مانع ہیں، قوم کے اخلاق گر چکے تھے اس میں شجاعت، بہادری، استقلال جیسی صفات مفقود ہو چکی تھیں۔ اب جہاد کرتے تو کس قوم کے ساتھ۔ حضرت صاحب تو ایک روحانی مصلح تھے۔ ان حالات میں تو ایک دنیاوی لیڈر بھی قوم کو اس خطرناک راستے پر نہ لے جا سکتا تھا۔

دادا بھائی نارو جی نے ۱۸۸۶ء میں کلکتہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا۔

"بات فضول سی ہے لیکن آؤ ہم مردوں کی طرح صاف صاف کہہ دیں کہ ہم

وفادار ہیں۔ دل و جان سے وفادار ہیں (تالیاں) اور ہم ان برکات کو [illegible] ہیں کہ جو اس راج کی وجہ سے ہمیں میسر آئیں ہیں ۔۔۔ اسی راج نے ہمیں بتلایا کہ بادشاہ رعایا کے لئے بنایا جاتا ہے نہ کہ رعایا اپنے بادشاہ کے لئے۔ ہم نے ایشیائی استبداد کی تاریکی میں یہ نیا سبق آزاد مغربی تہذیب کی روشنی میں سیکھا ہے۔

(بلند تالیاں)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا حکومت ہم پر یقین کرتی ہے؟ کیا اسے ہماری وفاداری پر اعتماد ہے؟ کیا اسے یقین ہے کہ ہم انگریزی راج کی سچے دل سے قدر کرتے ہیں اور ہمیں اس پر بھروسہ ہے۔ ہم فی الحقیقت اس کے دوام کے خواہاں ہیں۔ اور یہ ہماری عقل ہماری جذبات۔ اور ہماری اغراض سب کے سب اس حکومت سے مطمئن ہیں۔ اب جو کچھ ہم چاہتے ہیں اور جو کچھ ہماری تمنا ہے وہ یہ ہے کہ اگر یہ بات ہم اس کانگرس کے افتتاح کے ذریعہ سے اپنے حکمرانوں کو سمجھا سکیں تو میرے خیال میں یہی ہماری کامیابی ہوگی۔"

(صدارتی تقریر دادا بھائی نارو جی کانگریس کا دوسرا سالانہ اجلاس ۱۸۸۶ء)

اس امر کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اسلام میں جہاد کی ماہیت کیا ہے اس کے متعلق حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:

"میں نے پہلے بھی کئی دفعہ اپنی قوم کے حال پر رحم کر کے اردو اور فارسی اور عربی میں ایسی کتابیں لکھی ہیں جن میں یہ ظاہر کیا ہے کہ مسلمانوں میں جہاد کا مسئلہ اور کسی خونی امام کے آنے کے انتظار کا مسئلہ اور دوسری قوموں سے بغض رکھنے کا مسئلہ یہ سب بعض کوتاہ اندیش علماء کی غلطیاں ہیں ورنہ اسلام میں بجز دفاعی طور کی جنگ یا ان جنگوں کے سوا جو بغرض سزائے ظالم یا آزادی قائم کرنے کی نیت سے ہو اور کسی صورت میں دین کے لئے تلوار اٹھانے کی اجازت نہیں ہے، اور دفاعی طور کی جنگ سے مراد وہ لڑائیاں ہیں جن کی ضرورت اس وقت پیش آتی ہے، جب کہ مخالفوں کے بلوہ سے اندیشۂ جان ہو، یہ تین قسم کے شرعی جہاد ہیں، بجز ان تین صورتوں کے جنگ کی اور کوئی صورت جو دین کے لئے ہو اسلام میں جائز نہیں۔"

(مسیح ہندوستان میں صفحہ ۳)

اور اسی نظریہ کی تائید علماء حاضر نے بھی کی ہے۔ ڈاکٹر اقبال مرحوم کا وہ خط جو کسی نامعلوم ہستی کے نام رسالہ **ھمایوں** میں جون ۱۹۳۸ء میں چھپا ہے قابل غور ہے فرماتے ہیں:۔

لاہور ۱۲ دسمبر ۱۹۳۶ء

[illegible] کا یہ کہنا کہ اقبال اس وقت [illegible] کا حامی ہے یہ غلط ہے میں جنگ کا حامی نہیں ہوں اور نہ کوئی مسلمان شریعت کی حدود متعینہ کے ہوتے ہوئے اس کا حامی ہو سکتا ہے۔ قرآن کی تعلیم کی رو سے جہاد یا جنگ کی صرف دو صورتیں ہیں محافظانہ اور مصلحانہ۔

پہلی صورت میں یعنی اس صورت میں جبکہ مسلمانوں پر ظلم کیا جائے اور ان کو گھروں سے نکالا جائے مسلمان کو تلوار اٹھانے کی اجازت ہے (نہ حکم)۔ دوسری صورت میں [illegible] کا حکم ہے ۹:۴۹ میں بیان ہوئی ہے ان آیات کو غور سے پڑھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ وہ چیز جس کو سیمول ہور جمعیت الاقوام کے اجلاس میں (Collective Security) کہتا ہے قرآن نے اس کے اصول کو سادگی اور فصاحت سے بیان کیا ہے اگر گذشتہ زمانہ کے مسلم مدبرین اور سیاستدان قرآن پر تدبر کرتے تو اسلامی دنیا میں جمعیت الاقوام کو بنے ہوئے کئی صدیاں گذر گئی ہوتیں۔ جوع الارض اور تسکین کے لئے جنگ کرنا دین اسلام میں حرام ہے علی ہذا القیاس اور دین کی اشاعت کے لئے تلوار اٹھانا بھی حرام ہے۔

(ہمایوں لاہور۔ جون ۱۹۳۸ء صفحہ ۴۸۸)

بنگال ریلیف فنڈ میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا حصہ
دو سو روپیہ مسلم لیگ کو بھیجے گئے

بنگال کی شدید قحط سالی نے جو ہولناک صورت حالات پیدا کر رکھی ہے وہ ہر فرد انسانیت کے جذبات ہمدردی کو برانگیختہ کرنے والی ہے، یہی وجہ ہے کہ ہر مذہب و ملت کی طرف سے امداد و اعانت کا سلسلہ پیدا کیا جا رہا ہے۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے بھی اس انسانی ہمدردی کے کام میں حصہ لینا ضروری سمجھا اور فی الحال مبلغ دو سو روپیہ مسلم لیگ کو بنگال ریلیف فنڈ کی مد میں بھیجدیا گیا ہے۔ آیندہ بھی جو رقوم اس سلسلہ میں موصول ہوں گی، وہ مسلم لیگ کو بھیجدی جایا کریں گی۔

خط و کتابت
کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝ نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم ۝

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ۔ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

پیغام صلح

ایڈیٹر ایس محمد آصف ۔ بی اے

جائنٹ ایڈیٹر شیخ محمد انعام الحق

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئیندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں
سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

جلد ۳۱ لاہور ۔ یوم چہارشنبہ مطبوعہ ۵ شوال ۱۳۶۲ھ ۔ م ۔ ۶ اکتوبر ۱۹۴۳ء نمبر ۳۹

اخبار ایمان کا ایک تازہ مقالہ افتتاحیہ

"اصلاح امت کا ایک ہی طریق"

اخبار ایمان جو مرکزی سیرت کمیٹی پٹی ضلع لاہور کا ترجمان ہے کے ۔ ۳۰ ستمبر ۱۹۴۳ء کے ایشوع میں ایک مقالہ افتتاحیہ "اصلاح امت کا ایک ہی طریق" کے عنوان سے لکھا گیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے ۔ ہندوستان میں عیسائیوں کے تبلیغی ادارے ہیں اور مراکز ہیں۔ پوپ کی ریاست ویٹکن سانٹ تمام رومن کیتھولک عیسائیوں کا مذہبی قبلہ ہے یہ دنیا کی حکومت ہے ۔ قادیانیوں کا بھی ایک امیر اور تبلیغی مرکز ہے ، رادھا سوامیوں کا ایک مرکز ہے ، ہنگوں کا ایک مرکز ہے ، بہائیوں کا ایک مرکز ہے ، مگر اہل سنت کا کوئی نظام اور کوئی تبلیغی مرکز نہیں ان میں نہ اتحاد خیال ہے اور نہ اتحاد عمل ہے جب تک ہندوستان میں ایک نظام کے ماتحت اسلامی تبلیغ کرنے کا انتظام نہ کیا جائیگا مسلمانوں کی عملی حالت کبھی درست نہیں ہو سکتی ۔ اس کے بعد مدیر ایمان نے ڈاکٹر لیبان کے فلسفہ اجتماع سے متاثر ہو کر بتایا ہے کہ قوموں کی زندگی پر ہمیشہ منتظم جماعتوں کا بہت بڑا اثر پڑتا ہے اور دنیا میں جتنے انقلابات آئے ہیں ان کا واحد سبب خیالات کا انقلاب ہے۔ پھر آپ نے ڈاکٹر لیبان کے اس اصول کو مسلمانوں کے زوال پر منطبق کیا ہے اور بعد میں آپنے اپیل کی ہے کہ ہر درد مند مسلمان امت مسلمہ کی تبلیغی شیرازہ بندی کی طرف متوجہ ہو اور ہم ایک بیج قطع ارتقی حاصل کر کے ہاں ایک ہی تبلیغی یونیورسٹی کی شیخ ڈالیں جو مسلمانوں کی تمام تبلیغی ضروریات پر حاوی ہو وغیرہ وغیرہ ۔

لیکن ہم مولوی عبدالمجید صاحب قرشی مدیر اخبار ایمان پٹی سے دریافت کرتے ہیں کہ جب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی صورت میں ایک زبردست تبلیغی ادارہ ملک میں موجود ہے تو کیا ضرورت ہے کہ ڈیڑھ اینٹ کی علیحدہ مسجد بنائی جائے کیا فائدہ اس سے بجائے امت میں وحدت عمل پیدا ہونے کے انتشار پیدا ہوگا اور وہ مقصود حاصل نہیں ہوگا جو قرشی صاحب لگاتار ۱۹۲۹ء سے حاصل کرنیکی کوشش کر رہے ہیں۔ قرشی صاحب کی اپنی رائے اس انجمن اور جماعت کے متعلق موجود ہے جو درج ذیل ہے۔

"احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے ارکان نے بعض نیز دینی و نیز ... بالا ترہیں ۔ واقعہ یہ ہے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں جو انجمن کی تبلیغی اور تعمیری خدمات کی تعریف و توصیف سے عہدہ برآ ہو سکوں ..... انجمن نہایت مفید قابل تعریف اور عظیم الشان خدمات انجام دے رہی ہے ۔ قرآن کریم کے ڈچ انگریزی اور جرمن زبانوں میں تراجم شائع کرنا ، قلب یورپ میں مساجد اللہ کی تعمیر سیرت نبوی کی اشاعت دنیا کے گوشے گوشے میں پیغام اسلام کی علمبرداری اور ان مقاصد کیلئے ہر سال کئی لاکھ روپیہ جمع کرنا اور پھر اسے نہایت دیانت حفاظت اور ذمہ داری کیساتھ صرف کرنا ایسے کام ہیں جو کسی صورت میں اعجاز سے کم نہیں انجمن کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے قادیانی جماعت کے غلو کی مخالفت کی ختم نبوت کے علم کی حفاظت فرمائی ..... میں سمجھتا ہوں کہ انجمن کی یہ خدمت تمام امت کے لئے صد ہزار تحسین و آفرین کی مستحق ہے انجمن کا دوسرا بڑا اجتہاد یہ ہے کہ اس نے فتنہ تکفیر کا مقابلہ کیا اور کفر سازی کی مشین گنوں کی قوت کو توڑ دیا وغیرہ وغیرہ"

ہمارے خیال میں قرشی صاحب کی یہ رائے نہایت خلوص اور صدق دل پر مبنی ہے جو اس کے لفظ لفظ سے ظاہر ہے اس لئے یہ واقعہ ہے کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ہی تبلیغی ادارہ ہے جس میں وحدت عمل اور وحدت خیال کے تمام عناصر موجود ہیں۔ قرشی صاحب بجائے اس کے کہ ایک علیحدہ تبلیغی نظام قائم کرنے کی کوشش کریں انہیں چاہیئے کہ اس رائے کے پیش نظر مسلمانوں کو یہ تحریک کریں کہ وہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے تبلیغی نظام میں شامل ہوں کیونکہ امت کے سواد میں صرف یہی تبلیغی نظام ہے جو کامیاب ہوا ہے اور اس کے علاوہ مسلمانوں کی تمام تبلیغی تحریکیں ناکام ہی رہیں امید ہے جناب قرشی صاحب ایمان کی کسی [illegible]

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک صحابی چل بسے

یہ خبر انتہائی افسوس کیساتھ درج کی جاتی ہے کہ ہماری جماعت کے معزز رکن ..... حضرت چودھری محمد سرفراز خان صاحب [illegible] دار فانی سے مورخہ ۲ بوقت ۱۰ بجے شام رحلت فرما گئے انا للہ و انا الیہ راجعون ۔

آپ نہایت صالح اور شب زندہ دار بزرگ تھے۔ آپ کو علم کلام سے آپکو تعلق باشد حاصل تھا ۔ بدوملہی سکول کے قیام میں آپنے نہایت تندہی سے حصہ لیا تھا ۔ باوجود [illegible] کے مرحوم مرکز کی ہر تحریک میں حصہ لیتے تھے ۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ آپکو جنت الفردوس میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین ۔ احباب سلسلہ جنازہ غائبانہ پڑھیں

سانحۂ ارتحال نہایت افسوس سے اطلاع دی جاتی ہے کہ ہمارے محترم جناب مولوی مطیع اللہ خانصاحب آف انبالہ کا نواسہ اور مسٹر محمد حسین صاحب کا اکلوتا فرزند عزیز محمد حسین بعمر ایک سال دہلی میں انتقال کر گیا ہے ، اللہ تعالیٰ مولوی صاحب موصوف اور بچے کے والدین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور نعم البدل عطا فرمائے آمین ؛

مستقبل کا مؤرخ

موت اللہ تعالیٰ کا ایک قانون ہے جس سے کسی فرد و بشر کو مفر نہیں اس دنیا کی ہر چیز فانی ہے ہر انسان نے ایک دن اسی دروازہ سے گذرنا ہے موت انسانوں کا شیرازہ پراگندہ کر دیتی ہے ۔ وفات خواہ کیسی ہی ہو انسان کا دل پسیج جاتا ہے اور پھر جوان مرگی تو ایسا سانحہ ہے جس پر ایک سنگدل انسان کا دل بھی گداز ہو جاتا ہے لیکن مولوی اللہ دتہ جالندھری کا دل اس مٹی سے نہیں بنا جس مٹی سے انسانوں کے دل بنتے ہیں اور ان میں ایسے مواقع پر ہمدردی و افسوس کے گہرے جذبات پیدا ہوتے ہیں ۔ ہمارے خیال میں مذہب بھی مولوی صاحب کے قلب کی تربیت کرنے سے قاصر ہے ، مولوی صاحب نے فرقان ستمبر ۱۹۴۳ء میں شیخ مبارک احمد مسعود صاحب ایم اے کی وفات پر ایک نوٹ لکھتے ہوئے آخری دو فقرے ایسی [illegible] زنی کی ہے جو دور جاہلیہ کی یاد تازہ کرتی ہے ۔ مولوی صاحب اپنے نوٹ کے اخیر پر لکھتے ہیں

"کیفیت موت افسوسناک ہے ہم مستقبل کے مؤرخ کے لئے ان الفاظ کو نقل کرتے ہیں و للہ فی شئونہ حکم ۔"

اس میں محترم جناب مصری صاحب اور جناب میاں صاحب کے اختلاف کی طرف اشارہ ہے کہ وفات اس اختلاف کے نتیجہ میں واقعہ ہوئی ہے مولوی صاحب ! مؤرخ ایسے واقعات کو نہیں لیا کرتے بلکہ ایسے واقعات کو لیتے ہیں جن سے تحریکات کی تاریخ کے رخ بدلتے ہیں اور قائدین کی ان لغزشوں کو لیتے ہیں جن سے تحریکات کی فطرت میں ایسی اخلاقی و نفسیاتی الجھنیں پیدا ہو جاتی ہیں کہ جن کو سلجھانے کے لئے صدیاں درکار ہوتی ہیں اگر آپ ذرا بھی فلسفہ عمرانیات اور تاریخ سے واقف ہوں تو آپ سمجھ سکتے ہیں کہ مؤرخ کو کن واقعات کی ضرورت ہوتی ہے ــــ لیکن اگر آپ اس مذکورہ سانحہ ارتحال کو ہی مستقبل کے مؤرخ کیلئے مواد سمجھتے ہیں تو پھر مؤرخ کو اس نوعیت کا پورا مواد دیجئے ۔ آپ کو یاد ہوگا کہ جناب میاں صاحب کی دو جوان بیویاں جن سے ان کی بہت سی توقعات وابستہ تھیں جوانی کے عالم میں فوت ہو گئیں جناب مرزا عزیز احمد صاحب کے دو نوجوان صاحبزادے فوت ہو گئے اور ایک کی لاش تو ہوائی جہاز کے ذریعہ ولایت سے آئی اور پھر جناب میاں شریف احمد صاحب کی جوان صاحبزادی گذشتہ سال اچانک وفات پا گئیں اور پھر دور کیوں جاتے ہیں آپ کے اپنے جوان بھائی کا واقعہ بھی کافی افسوسناک ہے ، اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ ان سب مذکورہ واقعات پر ہمارا دل حزیں ہے اور ہمیں جناب میاں صاحبان سے اور آپ سے بھی ان المناک واقعات میں گہری ہمدردی ہے چنانچہ ان میں سے بعض کی وفات پر پیغام صلح میں الیہ نوٹ شائع ہوئے ہیں لیکن آپ اپنے رجحانات سے مجبور ہو کر تحریک احمدیت کے لٹریچر میں ایسی نگارش کی طرح ڈال رہے ہیں جو یقیناً تحریک احمدیت کے معاندین کے لئے خوشی کا باعث ہوگی اور وہ اس سے تحریک کے اخلاقی معیار کو پرکھنے کی کوشش کریں گے ۔

[illegible] پرنٹنگ پریس لاہور [illegible] صاحب پرنٹر پبلشر نے چھپوا کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا ۔

میو ہسپتال لاہور کے افسوسناک واقعات

(از جناب چودھری سلطان محمود صاحب)

میو ہسپتال پنجاب بھر میں سب سے بہترین ہسپتال مانا جاتا ہے۔ اور یہ درست بھی ہے۔ لیکن ایسے واقعات ایک نہیں دو نہیں بلکہ بہتر سے ہیں کہ ایسے بہترین ادارہ میں انسان جیسی قیمتی اور انمول ہستی محض نوآموز ڈاکٹروں کا شکار ہو جاتی ہے نوآموز ڈاکٹر تو ایک طرف رہے بعض اوقات اچھے اچھے قابل ڈاکٹروں کی محض لاپرواہی اور بے توجہی پر انسانی زندگی قربان کر دی جاتی ہے۔ یہ واقعات ہیں اور ان واقعات کا دہرانا برداشت سے باہر ہو جاتا ہے۔

ہسپتال کی حالت اور زندگی دیکھنے کا مجھے کافی موقعہ ملا۔ خود اپنی بیماری کی وجہ سے اور اپنے بعض عزیزوں کی بیماری کے سلسلہ میں مجھے ہسپتال کی کافی خاک چھاننی پڑی اور خود میں ابھی تک بیمار ہی ہوں واقعات میرے مشاہدہ میں آ چکے ہیں کہ اب بھی جب یاد آتے ہیں تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور دل کانپ اٹھتا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ہسپتال میں لوگ مرتے کیوں ہیں۔ بلکہ یہ کہتا ہوں کہ محض ڈاکٹروں کی لاپرواہی اور بے توجہی سے لوگ زیادہ مرتے ہیں اور نوآموز ڈاکٹر جس کو چاہتے ہیں بغیر اس کی رضامندی کے اسکو تختہ مشق بنا لیتے ہیں۔ چاہے کوئی کتنا ہی چیخے پرواہ نہیں کی جاتی اور انسان کو خواہ مخواہ موت کے منہ میں دے دیتے ہیں۔

شیخ مبارک احمد صاحب مسعود کی ٹریجک موت کے واقعہ نے مجھے پچھلے سب واقعات یاد کرا دیئے اور میں مجبور ہو کر یہ چند سطور لکھ رہا ہوں شیخ مبارک احمد صاحب مسعود کی موت کی المناک داستان آپ نے اخبار میں پڑھ لی ہے، نوآموز ڈاکٹروں کے لئے مبارک تختہ مشق بنا لیا گیا اور موت کے پنجہ میں دے کر چھوڑ دیا۔ یہ ڈاکٹر اسکی موت کو محسوس نہیں کر سکتے۔ ان کے لئے یہ بالکل معمولی واقعہ ہے۔ لیکن کوئی مرحوم کے والدین۔ مرحوم کے عزیزوں اور مرحوم کے دوستوں سے پوچھے کہ یہ واقعہ کتنا بڑا۔ کتنا المناک اور کتنا دردناک ہے۔ ان کے لئے آسمان ٹوٹ پڑا اور زمین پھٹ گئی۔ ان کے لئے دنیا اندھیر ہو گئی کیوں؟ کیا اس وجہ سے کہ مبارک احمد مسعود فوت ہو گیا ہے نہیں فوت تو ہر ایک نے ہونا ہے۔ بلکہ اس وجہ سے کہ اچھے بھلے اور تندرست مبارک احمد مسعود کو موت کی طرف دھکیل دیا گیا۔ وہی مبارک احمد جو ہنستا، بولتا، چلتا پھرتا ہسپتال پہنچا دو دن کے اندر اندر بغیر کسی وجہ کے عدم آباد کے رستہ پر ڈال دیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ خدا اسے جنت نصیب کرے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

بالکل ایسا ہی واقعہ مجھے سنہ ۱۹۴۱ء کی گرمیوں میں پیش آیا تھا۔ میرے اکلوتے بچے کا گلا کچھ خراب تھا۔ اپنے بعض بزرگ اور قابل ترین ڈاکٹروں کے مشورہ پر عمل کرتے ہوئے میں اس کو ٹانسلز کے اپریشن کے لئے میو ہسپتال میں لے گیا۔ گلا کچھ زیادہ خراب بھی نہ تھا۔ بچہ بالکل تندرست تھا۔ جب ہم آؤٹ ڈور سے پرچی حاصل کر کے اپریشن روم کے سامنے جا بیٹھے۔ وہاں سے ہمیں وارڈ اور بڈ کے متعلق بتلایا جاتا تھا۔ ابھی ہم بیٹھے ہی تھے کہ ایک نوجوان ڈاکٹر بھاگا بھاگا کمرے سے باہر نکلا اور بچے کے بازو پر ٹیکہ لگا دیا، یہ اتنی جلدی میں ہوا کہ میں بھی کچھ نہ بول سکا۔ میں حیران تھا کہ ابھی ہم ہسپتال میں داخل بھی نہیں کئے گئے۔ وارڈ اور بڈ دریافت کرنے کے لئے یہاں بیٹھے ہیں، آخر یہ ٹیکہ کس لئے کر دیا گیا۔ میرے دریافت کرنے پر ڈاکٹر صاحب نے فرمایا۔ کہ اس کا اپریشن ابھی ہونے والا ہے۔ میں نے کہا۔ ڈاکٹر صاحب ہم تو ابھی ہسپتال میں بھی داخل نہیں کئے گئے اور آپ اپریشن فرما رہے ہیں۔ یہ کیا معاملہ ہے۔ پھر وہ بھی حیران ہوا۔ کمرہ کے اندر گیا اور کاغذات ہاتھ میں لئے ہوئے آیا اور نام مریض پکار کر کہنے لگا کہ کیا یہ وہ مریض نہیں ہے میں نے کہا نہیں۔ اس ٹیکہ کی وجہ سے میرے بچہ کو اسی وقت بیٹھے بیٹھے اتنا شدت کا بخار ہو گیا کہ بچہ تڑپ اٹھا۔ دو دن کے بعد یہ بخار اترا۔ کیا لاپرواہی کی اس سے بدترین مثال مل سکتی ہے۔

(۵) بچے کا اپریشن ہوا۔ دوپہر کو بچے کو ذرا ہوش آیا۔ لیکن فوراً بعد ہی بچے کے سانس میں نقص پیدا ہو گیا۔ ہم نے اسی وقت دیکھ لیا کہ سانس میں نقص ہے۔ میں گھبرایا ہوا ایک ایک نرس کو کہتا تھا کہ بچے کو دیکھیں جب انھوں نے توجہ نہ کی تو میں نے ہوس سرجن کی منت کی میری بہت سی منت سماجت کے کافی دیر بعد وہ آیا اور دور سے کھڑے ہو کے فرمایا کہ بچہ تندرست ہے تمہاری گھبراہٹ کی وجہ سے بچہ بھی گھبرا رہا ہے میں نے بہتیرا اصرار کیا کہ بچہ ہوش میں نہیں ہے اور صاف نظر آ رہا ہے کہ بچے کے سانس میں کافی نقص پیدا ہو گیا ہے اور پیدا ہوتا جا رہا ہے۔ لیکن انھوں نے میری ایک نہ سنی اور چلا گیا۔ پھر کچھ وقت کے بعد جب بچے کی حالت زیادہ خراب ہو گئی تو میں نے ہوس سرجن سے کہا کہ خدا کے لئے مجھ پر رحم کرتے ہوئے ان ڈاکٹر صاحب کو بلا دیں جنہوں نے اپریشن کیا ہے۔ مجھے جواب ملا کہ ڈاکٹر صاحب کوٹھی چلے گئے ہیں۔ اب شام کو آئیں گے، اس سے پہلے نہیں آ سکتے۔ اور خود ہوس سرجن اپنے دوستوں سے گپ شپ میں مشغول ہو گیا۔

جب میری منت سماجت کا کچھ بھی اثر نہ ہوا تو میں گھبراہٹ میں فوراً ہسپتال سے باہر آ گیا۔ اپنے دو بزرگ مہربان ڈاکٹر صاحبان کے مکان پر تانگہ لیکر پہنچا۔ لیکن میری بدقسمتی کہ وہ دونوں گھر پر نہ مل سکے۔ پھر میں نے انہی ڈاکٹر کو جس نے اپریشن کیا تھا ٹیلیفون میں بچے کی ساری حالت بیان کر کے گڑگڑا کر درخواست کی کہ آپ کا احسان عظیم ہوگا آپ اسی وقت آ کر بچے کو دیکھ لیں۔ مجھے صرف اتنا جواب ملا کہ ہمارا ٹینس کا وقت قریب ہے۔ ہم شام کو راؤنڈ پر آئیں گے۔ میں نے دوبارہ التجا شروع کی تو ٹیلیفون بند کر دیا گیا میرے واپس پہنچنے پر بچہ قریب المرگ، نبض قریباً ختم ہو چکی تھی لیکن ہوس سرجن اور نرسوں نے ایسی حالت میں بھی بچے کے پاس آنا پسند نہ کیا۔ پھر ڈاکٹر صاحب اپنے مقررہ وقت پر آئے تو بچہ مر چکا تھا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ بچہ کیوں مر گیا۔ مگر یہ ضرور کہتا ہوں کہ بچہ میو ہسپتال جیسی جگہ میں بغیر طبی امداد کے کیوں مرا۔ میں چیختا، چلاتا اور منت سماجت کرتا رہ گیا لیکن طبی امداد نہ دی گئی۔

شیخ مبارک احمد صاحب مسعود کے واقعہ سے متاثر ہو کر یہ واقعہ لکھا گیا ہے، نامعلوم ایسے واقعات کتنی تعداد میں روزانہ ہوتے ہیں ان دنوں بھی میں نے کوشش کی تھی کہ ایسے واقعات کے تدارک کے لئے افسران بالا کو توجہ دلائی جائے، لیکن میں کامیاب نہ ہو سکا تھا۔

اب یہی چند سطور اسی غرض کو مدنظر رکھتے ہوئے لکھ رہا ہوں۔ کہ اگر کوئی صورت ممکن ہو تو ایسے واقعات کو افسران بالا تک پہنچایا جاوے اور جو ڈاکٹر ایسے واقعات کے ذمہ دار ہوں ان سے افسران بالا باز پرس کریں۔ اس مقصد کے لئے بہت بڑی منظم کوشش کی ضرورت ہے۔ اگر یہ ممکن ہو تو ضرور کی جاوے۔

دہلی میں ختم قرآن

گذشتہ سالوں کی طرح اس سال بھی رمضان شریف میں مخدوم و محترم جناب حافظ شیخ عبدالعزیز صاحب دارالمطالعہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام دہلی میں نماز تراویح میں قرآن مجید سنایا اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ وہ حافظ صاحب مکرم کو دنیا اور عقبیٰ کی حسنات سے متمتع کرے۔

ایثار اور اخلاص کا ایک قابل رشک نمونہ

نوٹ: ذیل میں ہم ایک مکتوب کا اقتباس جو مرزا عزیز بیگ صاحب سامانہ ریاست پٹیالہ نے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں لکھا درج کرتے ہیں جس میں انھوں نے چوہدری رحیم بخش صاحب کے مختصر حالات درج کئے ہیں، جو انتہائی ایثار و خلوص کے آئینہ دار ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ غریب سے غریب آدمی اگر خدا اسے دل دے تو کس قدر کام کر سکتا ہے۔ ہماری جماعت کے ان دوستوں اور بزرگوں کیلئے جنہیں اللہ تعالیٰ نے دولت دنیا سے مالا مال کیا ہے چوہدری صاحب کے ایثار و خلوص میں ایک قابل رشک نمونہ ہے۔ (ایڈیٹر)

مکتوب

از مقام سامانہ ریاست پٹیالہ

جناب مخدوم مکرم حضرت قبلہ مولوی محمد علی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ سب سے پہلے میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میرا یہ عریضہ حسب ہدایت آپ کی تحریک "نیا نظام عالم" اور دعا کے علاوہ کسی امر کی بابت نہیں ہے۔

"نیا نظام عالم" کے متعلق جو آپ کے دو مکتوب پیغام صلح میں طبع ہوئے ہیں ان کے متعلق میں اپنے بزرگ بھائی چودہری رحیم بخش صاحب کے خیالات جناب کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ جب انھوں نے آپ کا پہلا مکتوب مجھ سے سنا جس میں حضور نے محض امراء کے طبقہ سے اپیل کی تھی تو انھوں نے نہایت افسوس سے یہ فرمایا کہ حضرت امیر نے ہم غریبوں کو کیوں اس ثواب سے محروم رکھا اور آخر میں یہ بات کہی کہ میری طرف سے تو اس میں مبلغ دس روپے آپ ضرور بھیجدیں لیکن جب آپ کا دوسرا مکتوب پہنچا جس میں آپ نے غربا اور متوسط الحال طبقہ کو بھی اس جہاد میں شامل فرمایا تو چوہدری صاحب بہت خوش ہوئے اور یہ فرمایا کہ چونکہ پہلے دس ہزار کی اپیل تھی اور اب اس سے دوچند بیس ہزار کی اپیل ہے لہذا میں بھی اپنی رقم موعودہ دس روپیہ کو دوچند مبلغ بیس روپیہ کرتا ہوں۔ چودہری صاحب کی یہ قربانی دیکھ کر میں دنگ رہ گیا کاش اس قسم کے لوگ جماعت میں اللہ کریم بہت پیدا کرے۔ جو اپنی بساط سے بڑھکر قربانی کرتے ہیں۔

چودہری صاحب کے حالات زندگی حسب ذیل ہیں آپ مزدور پیشہ شخص ہیں عمر ساٹھ سال سے اوپر ہے عام طور پر گراس کٹری کا کام کرتے ہیں سنہ ۱۹۴۲ء سے قبل آپ کی آمدنی محض دس بارہ روپیہ ماہوار تھی اور آپ ایک روپیہ ماہوار چندہ انجمن کو دیا کرتے تھے لیکن سنہ ۴۲ء سے آپ نے انجمن کو اپنی آمدنی کی تہائی [illegible] دینی شروع کر دی اس کے بعد اللہ کریم نے ان کی آمدنی میں اضافہ کر دیا جیسا کہ رقوم چندہ داداشدہ سے ظاہر ہے۔ ماہ اپریل سنہ ۴۳ء سے آپ نے بجائے گراس کٹری پھیری کا کام شروع کر دیا۔ جس سے اللہ کریم نے انکی آمدنی میں اور اضافہ کر دیا یعنی اپریل سے جولائی تک چار ماہ میں انکا چندہ [illegible] سے جو سب ماہ بماہ لاہور میں پہنچ چکا ہے۔ ماہ اگست میں آپ

پیغامِ عید

از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

برادران محترم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
میں نے رمضان کے شروع ہونے سے پہلے ایک تحریک کی تھی یعنی "نیا نظام عالم" کی تحریک۔ میرا دل چاہتا تھا کہ یہ تحریک رمضان میں ہی تکمیل کو پہنچ جائے اور یہ رسالہ بھی رمضان میں ہی مکمل ہو جائے مگر نہ ابھی جماعت کی طرف سے یہ کام پورا ہوا ہے اور نہ مجھ سے ہو سکا البتہ دونوں باتوں کی ابتداء اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت اچھی ہو گئی ہے اور اسی لئے دونوں کاموں کو بعد رمضان بھی جاری رکھنا چاہتا ہوں اور آج ۲۹ رمضان کو یہ پیغام آپ کو پہنچانا چاہتا ہوں کہ تھوڑی سی کوشش اور کریں اور عید کے ساتھ ہی اس کام کی تکمیل کا تہیہ کریں ہاں میں دور بیٹھا ہوں نہیں کہہ سکتا کہ کب تک یہ پیغام آپ کو پہنچے۔

جماعت کی طرف سے جو ابتداء اس کام کی ہوئی ہے وہ ان ایام کی مشکلات کو مدنظر رکھتے ہوئے بہت ہی حوصلہ افزا ہے، جماعت کا اکثر حصہ ان غربا کا ہے جن کی آمدنیاں بہت ہی محدود ہیں اور اس وقت کی ہوشربا گرانی نے انہیں پریشان کر رکھا ہے، مگر خدا کے دین کے عشق کا جذبہ اس قدر زبردست ہے کہ احباب نے اپنی مشکلات کی پروا نہ کرتے ہوئے اس نئے جہاد میں شرکت کے لئے امید سے بڑھکر جوش دکھایا ہے بغداد کی جماعت جہاں سے اس تحریک کی ابتداء ہوئی تھی دور کی جماعت ہے مگر کس قدر قریب ہے، سید تصدق حسین صاحب قادری کے تازہ خط سے معلوم ہوا کہ اخی المکرم عبداللطیف اسمٰعیل صاحب نے جو گذشتہ فروری میں لاہور بھی تشریف لائے تھے اور اپنی ملاقات سے انہوں نے یہاں کی جماعت کو مسرور فرمایا تھا میری سب سے پہلی تحریک کو پڑھتے ہی علاوہ اس ایک سو روپیہ کے جو پہلے دے چکے تھے ایک ہزار روپیہ کا مزید چیک فوراً کاٹ کر قادری صاحب کے حوالہ کر دیا جزاک اللہ احسن الجزاء، میں جماعت کے سب بزرگوں سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ عبداللطیف اسمٰعیل صاحب کے لئے درد دل سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کے اموال میں برکت عطا فرمائے۔ اور ان کے سینے میں اس سے بھی زیادہ وسعت پیدا کرے۔ میں بھی دعا کرتا ہوں اس طرح ایک جماعت بغداد نے ہی رقم مطلوبہ کا پانچواں حصہ پورا کر دیا یعنی ایک ہزار پہلے دیا تھا اور ایک ہزار اب آ گیا اور باقی ساری جماعت کے لئے صرف چار حصے باقی رہ گئے۔

عبداللطیف صاحب کے نام سے میرا ذہن ان کے ہمنام اپنے عزیز بھائی عبداللطیف صاحب حیدر آبادی کی طرف منتقل ہو گیا۔ اس مرد بیمار نے جو مالی لحاظ سے غرباء میں شامل ہیں اپنی عمر کا اندوختہ سولہ سو روپے کی رقم ابھی ابھی انجمن کو عطا کی ہے جزاک اللہ خیراً، میں نے ان کا ذکر اس موقعہ پر اسلئے کیا ہے کہ وہ اکثر بیمار رہتے ہیں دمہ کا عارضہ ہے میں جماعت کے بزرگوں سے جنہیں رات کو اٹھنے کا موقعہ ملتا ہے یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ عبداللطیف صاحب حیدر آبادی کے لئے بھی درد دل سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں کامل صحت عطا فرمائے، ان کا دکھ ہم سب کا دکھ ہے مسنی الضر وانت ارحم الراحمین

ایسے درد دل رکھنے والے اور اس قسم کا ایثار کرنیوالے احباب آج عنقا کا حکم رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ جماعت کو اس قسم کے انصار دین سے بھر دے اور خود اپنے رحم سے انکی تکلیفوں کو دور فرمائے۔

میں ان دوستوں کا نہایت شکرگذار ہوں جنہوں نے مجھے اس طرف توجہ دلائی کہ اس جہاد کو امراء تک محدود نہ رکھا جائے بلکہ غریب سے غریب آدمی کو بھی اس میں شامل کیا جائے اور جماعت کے ایک ایک فرد کو شامل کیا جائے۔ مجھے یقین ہے کہ امراء بھی اس میں حصہ لیکر جلد رقم مطلوبہ کو پورا کر دیں گے گو اس وقت تک جو میں لکھ رہا ہوں مجھے ان کی طرف سے کوئی اطلاع نہیں ملی سوائے ایک دو اصحاب کے، اس وقت میرے لکھنے کی غرض صرف اس قدر ہے کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ اس تحریک میں جماعت کا ایک ایک فرد، مرد یا عورت عمر رسیدہ ہو یا نوجوان، شامل ہو، خواہ کوئی ایک پیسہ سے ہی شامل ہو مگر کوئی شخص جو اپنے آپ کو احمدی کہتا ہے اس سے باہر نہ رہے۔ اس میں ایک خاص مصلحت ہے جس کو میں پھر کسی وقت بیان کروں گا اس لئے اس تحریک کو میں اس وقت تک جاری رکھنا چاہتا ہوں جب تک مجھے اطمینان نہ ہو جائے کہ جماعت کا کوئی دوست اس سے باہر نہیں رہا۔

بعض اصحاب نے مجھے یہ کہا ہے کہ اس تحریک کی کیا ضرورت ہے انجمن کیوں یہ رقم خرچ نہیں کر دیتی، میرا خیال ہے کہ اس بارے میں انہیں مجھ پر اعتماد کرنا چاہیئے انجمن نے کوئی ریزولیوشن پاس نہیں کیا تھا کہ میں یہ تحریک کروں اور یہ بھی میں جانتا ہوں کہ انجمن چاہے تو وہ اس قدر رقم خرچ کر سکتی ہے، لیکن ابتداء سے میرا خیال تھا کہ جہاد کو شروع کرتے وقت جو فی الحقیقت ہمارے آیندہ کرنے والے کاموں کی ایک بنیاد ہے ساری جماعت کو ساتھ لیکر قدم آگے بڑھایا جائے اور اب جو میں نے اس رسالہ کو لکھنا شروع کیا ہے تو میرا یہ خیال اور بھی زیادہ مستحکم ہو گیا ہے کہ اس جہاد میں ساری جماعت کا قدم اکٹھا اٹھے اور نہ صرف وہ مالی رنگ میں اس میں شریک ہوں بلکہ اپنی دعاؤں کے ساتھ بھی شریک ہوں درفی الحقیقت یہ ساری جماعت کو دعا میں شامل کرنے کا ہی ایک بہانہ ہے ورنہ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے:۔

ہمت ہیں اجر نصرت را دہند اے اخی ورنہ
قضا ئے آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا

میں نے اب تک جس قدر حصہ اس رسالہ کا لکھا ہے اور آئندہ جو رستہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے کھولا ہے میرا اس پر شرح صدر ہے کہ دلائل کے رنگ میں یہ ایک زبردست ہتھیار ہمارے لئے ہوگا اللہ تعالیٰ نے میری بہت سی تحریروں کو محض اپنے کرم سے وہ قبولیت عطا فرمائی ہے جو میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھی اور مجھے یقین ہے کہ وہ اب بھی میری تقصیروں سے درگذر فرماتا ہوا اپنے رحم کے دامن کو اس قدر وسیع کرے گا کہ یہ رسالہ شاید سب پر سبقت لے جائے مگر میں یہ بھی جانتا ہوں کہ ہم نے دلوں کو فتح کرنا ہے اور محض دلائل سے دل فتح نہیں ہوتے جب تک کہ اس کے ساتھ روحانی قوت نہ ہو، اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اس جہاد کو شروع کرتے ہوئے ساری جماعت کا عزم ساری جماعت کی ہمت، ساری جماعت کی دعائیں میری اس ناچیز کوشش کے ساتھ ہوں اور اس میں وہ قوت پیدا کرنے کا موجب ہوں جس سے دل خدا کے آگے جھک جائیں اسلئے میں ساری جماعت کی شرکت اس میں چاہتا ہوں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات میں بعض وقت تیرہ تیرہ چودہ چودہ سال کے لڑکے بھی مجاہدین میں شامل ہوتے تھے، میرا دل چاہتا ہے کہ ہماری جماعت میں بھی اس پاک نمونہ کی ایک جھلک پیدا ہو۔

مجھے یہ کوئی امر بعید معلوم نہیں ہوتا کہ ہمیں اس رسالہ کے دس بیس یا چالیس پچاس زبانوں میں ترجمے کی ضرورت محسوس ہو تاکہ اس وقت ہم پیغام اسلام کو اطراف عالم تک پہنچائیں یہ سب کام انجمن ہی کرے گی اور انجمن ہے کیا وہ جماعت کا ہی نام ہے۔ آپ لوگ ہی کریں گے میں تو سپاہی بننے کے لائق نہ تھا مگر آپ لوگوں نے خود ہی مجھے اپنا کمانڈنگ افسر بنا دیا۔ اسلئے جب تک آپ کے دلوں میں میری یہ حیثیت ہے کیونکہ میری ظاہری طاقت تو کوئی ہے نہیں۔ اس وقت تک آپ میں سے ہر ایک کو میرے ساتھ چلنا ہوگا اور اس وقت میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس جہاد میں اس جماعت کا ایک ایک فرد، مرد ہو یا عورت، لڑکا ہو یا لڑکی، سب کے سب شامل ہوں اور اس تحریک کو اس وقت تک جاری رکھا جائے گا جب تک یہ غرض پوری ہو جائے یعنی اب میری غرض دس ہزار کی رقم بھی نہیں جو کچھ ہو جائے کم ہو یا زیادہ اس کی پروا نہیں لیکن ساری جماعت اس میں شامل ہو جائے جو اصحاب پہلے کچھ ادا کر چکے ہیں اور ان کے بیوی بچوں کی طرف سے کچھ نہیں آیا وہ اب ان کو بھی شامل کریں ہاں جو ایک پیسہ سے بھی شامل ہونے کی طاقت نہیں رکھتے ان کے متعلق مجھے علم ہو جائے تو شاید اللہ تعالیٰ ان کے لئے بھی شمولیت کا کوئی رستہ کھول دے۔ والسلام

خاکسار:۔ محمد علی
ڈلہوزی۔ ۲۹ رمضان

نوٹ

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا مندرجہ بالا پیغام عید عید کے بعد دفتر پیغام صلح کو موصول ہوا اس لئے موجودہ شکل میں شائع کیا جا رہا ہے۔ (ایڈیٹر)

سپاسِ تعزیت

میں ان تمام دوستوں اور احباب جماعت کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے میری لڑکی کی طویل علالت کے دوران میں اور پھر اس کی وفات پر میرے ساتھ ہمدردی و غمخواری کا اظہار کسی رنگ میں فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر دے۔ اس بارہ میں احباب جماعت لاہور اور جماعت کوہ مری خاص طور پر قابل شکریہ ہیں۔ لاہور میں مکرمی ڈاکٹر غلام محمد صاحب اور کوہ مری میں برادرم ڈاکٹر عطاء اللہ صاحب نے ان تین برس کے عرصہ میں میری ہر طرح کی امداد کی اور طبی مشورہ بہم پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ احباب جماعت دعا فرما دیں کہ خدائے تعالیٰ میرے لئے اس ابتلاء کو مزید دینی خدمات کا باعث بنائے۔

(ڈاکٹر) اللہ بخش۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

وَاِنْ مِنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا الخ پر ایک اعتراض اور اس کا جواب

اسلامی اور مسیحی جہنم کا فلسفہ

از جناب حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم!

سوال۔ آیت وان منکم الا واردھاج کان علی ربک حتماً مقضیاً۔ ثم ننجی الذین اتقوا ونذر الظلمین فیھا جثیا ﴿ (سورہ مریم)

اس آیت کی تشریح جو حضرت مسیح موعود نے آئینہ کمالات اسلام میں فرمائی ہے اس میں حضور نے تین مختلف توجیہات بیان فرمائی ہیں اور کسی ایک پر حصر نہیں فرمایا بلکہ آگے چل کر واللہ اعلم بالصواب لکھدیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس آیت کے معنے آپ پر بھی نہیں کھلے۔ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالے بنصرہ نے بھی بیان القرآن میں مختلف اقوال لکھے ہیں اور "وارد" کے معنے دخول فی جھنم" بجائے دوزخ کے اوپر پہنچنا مراد لیتے ہیں۔ اور اوپر سے گذر جانا مراد لے کر دوزخ کی تکلیف سے مومنوں کا محفوظ رہنا لکھے ہیں۔ لیکن اسی طرح دخول بھی معنے لئے ہیں۔ آخری قول جس کو حضور نے ترجیح دی ہے، وہ خطاب صرف کفار کے لئے سمجھا ہے ان میں کونسے قول کو صحیح سمجھا جائے؟ اگر کفار کے لئے خطاب سمجھا جائے تو مشکل یہ پیش آتی کہ بعض احادیث میں ایسا لکھا ہے کہ تم میں سے ہر ایک دوزخ میں داخل ہوگا۔ حضرت مسیح موعود نے مومن کی دنیاوی تکالیف مراد لی ہیں۔ عیسائی کہتے ہیں کہ بہر حال تمام مسلمان دوزخ میں داخل تو ہو جائیں گے خواہ وہ آگ ان پر ٹھنڈی ہو جائے۔ نجات تو نہ ہوئی آپ پادری سلطان محمد پال کی کتاب شیر افگن پڑھیں لاہور سے دستیاب ہو سکتی ہے ۵ قیمت ہے۔ میں ایک دو قول لکھدیتا ہوں۔ عن عبد اللہ بن رواحہ قال اخبرنا اللہ عن الورود ولم یخبرنا بالصدور فقال علیہ السلام یا ابن رواحہ اقرا ما بعدھا ثم ننجی الذین اتقوا (تفسیر کبیر جلد پنجم ۵۵۶ مطبوعہ مصر) کتاب مسلم میں بشر سے اسی طرح کی روایت ہے۔ الغرض بہت سی روایات ہیں جن سے پایا جاتا ہے کہ تمام انسان دوزخ میں داخل ہوں گے گو وہ آگ مومنوں کے لئے بہت ٹھنڈی ہو جائے ورود کے معنے دخول بھی ثابت ہیں۔ گو اوپر پہنچنا بھی ہیں۔ بغیر کسی وجہ کے تمام روایات سے انکار نہیں کیا جاتا۔ مہربانی فرما کر ان تمام روایات کو لیکر ان پر الگ الگ بحث کریں"

تفسیر میں مختلف توجیہات اور "وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ"

جواب:۔ آیت ان منکم الا واردھا کی تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آئینہ کمالات اسلام میں ایسی شاندار کی ہے کہ پڑھ کر وجد آ جاتا ہے۔ حضرت نے تین طریق سے اس کی تفسیر کی ہے، مگر ہمارے دوست جو سائل ہیں، اتنی سی بات پر اس سارے معرفت کے دریا کو رد کر دیتے کہ حضرت صاحب نے آخر میں لکھدیا ہے "واللہ اعلم بالصواب" کہ اللہ بہتر جانتا ہے۔ سائل صاحب کہتے ہیں کہ ایک معنی پر حصر کیوں نہیں کیا۔ اور "اللہ تعالے بہتر جانتا ہے" کے فقرے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ معنے اللہ تعالے نے ان پر نہیں کھولے محض اجتہاد سے لکھے ہیں۔ تو گزارش ہے کہ میں جو کچھ لکھوں گا وہ کونسا خدا سے پوچھ پوچھ کر لکھوں گا۔ آخر وہ بھی تو ایک اجتہادی ہوگا۔ آپ کا اعتراض تو پھر بھی باقی رہے گا، اور اگر "واللہ اعلم بالصواب" کے فقرہ پر تفاسیر رد کرنے لگیں تو ۱۳۰۰ سال کی ساری تفسیریں رد ہو جائیں گی کیونکہ پچھلے زمانہ میں ہر ایک عالم اور مجتہد و مفسر اس فقرے کو ضرور استعمال کیا کرتا تھا۔ کیونکہ اسے تقوے کی ایک شان سمجھا جاتا تھا۔ بایں ہمہ کہ ایک امر پر نہایت واضح اور مدلل طور پر بحث کر دی جاتی تھی، مگر تقوے کی یہی شان سمجھی جاتی تھی۔ کہ اپنے علم کو خدا کے علم کے سامنے ہیچ سمجھا جائے انہی معنوں میں حضرت مسیح موعود نے بھی یہ فقرہ تحریر فرمایا۔ مگر آج زمانہ بدل چکا ہے بدقسمتی سے تقوے کے اس تقاضہ کو نقص علم کا اعلان سمجھا گیا۔ جو ایک سخت غلطی ہے حضرت مولانا محمد علی صاحب نے اس آیت پر اپنی تفسیر بیان القرآن میں جو کچھ لکھا ہے اگرچہ وہ نہایت معقول و مدلل ہے۔ مگر وہ سب سائل صاحب کی نگاہ میں اس وجہ سے رد ہو گیا کہ انھوں نے اس آیت کی دو طرح پر توجیہیں کر دیں کسی ایک پر حصر کیوں نہیں کیا۔ لیکن اگر اسی طرح رد کرنے کا سلسلہ تسلیم کر لیا جائے تو پھر قرآن کی ساری تفسیریں رد کر دینے کے قابل ٹھیریں گی۔ کیونکہ مفسرین نے اکثر ایک ایک آیت کی کئی کئی رنگ میں تفسیریں اور توجیہیں کی ہیں اور اس کا مطلب ہمیشہ یہ ہوتا ہے کہ پڑھنے والے کو اپنی سمجھ کے مطابق جو تفسیر بھی معقول و مدلل نظر آوے وہ قبول کر لے۔ یہ تو بڑی خوبی کی بات ہوا کرتی ہے کہ ایک آیت کی کئی کئی رنگ میں تفسیریں ہو سکیں۔ **ہاں وہ تفسیر جائز نہیں جو کسی محکم آیت کے خلاف پڑے** ۔ اس لئے جب کئی تفسیریں ہوں اور اس میں کوئی تفسیر آیات محکمات قرآن کے خلاف پڑتی ہوگی تو لازماً ہم اسے چھوڑ دیں گے اس کے علاوہ اگر متعدد تفسیریں کسی آیت کی ہوں تو اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ پڑھنے والے کی مرضی پر ہے کہ وہ اپنی سمجھ کے مطابق ان میں سے جسے چاہے اختیار کرے۔ چونکہ مفسر نے کسی ایک تفسیر پر حصر نہیں کیا اسلئے ہم اس کی ساری تفسیروں کو رد کر دیں یہ تو کوئی تحقیق حق کا طریق نہیں۔

اعتراض کی لغویت اور عیسائی پادری کا منہ

مجھے تو ایسا شبہ پڑتا ہے کہ شاید سائل صاحب کے قلب پر پادری سلطان محمد پال کا کچھ رعب پڑ گیا ہے، اس لئے کتنی کوئی دلیل معقول ہو اس سے ان کی تسلی ہوتی نظر نہیں آتی حالانکہ اعتراض بجائے خود ایسا لچر ہے کہ مجھے یہ سمجھ نہیں آتا کہ کیوں اس اعتراض کو قابل وقعت سمجھا گیا۔ ایک مسلمان متقی کا دوزخ کی آگ میں جلنا کیا کبھی قرآن کی تعلیم ہو سکتی ہے؟ ظاہر ہے کہ قطعاً نہیں پھر ان منکم الا واردھا کے معنے کس طرح یہ ممکن ہو سکتے ہیں جس سے یہ مترشح ہو کہ ایک مومن متقی دوزخ کی آگ میں جلے گا۔ اور سب سے بڑھکر حیرت یہ ہے کہ یہ اعتراض ایک عیسائی پادری پیش کر رہا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر یہ کوئی اعتراض بھی ہوتا تو ایک عیسائی پادری کا تو یہ منہ نہ ہونا چاہیئے تھا کہ وہ اسے کسی مسلمان کے آگے پیش کرتا۔ بھلا جو قوم اپنے خدا کو تین دن کے لئے گناہوں کے بدلے میں جہنم کی آگ میں جلتا اور کباب ہوتا تسلیم کرتی ہو وہ منہ پر کیا ناک رگڑ کر اسلام پر یہ اعتراض کر سکتی ہے، کہ قرآن میں کسی آیت سے کھینچ تان کر یہ نکالا جا سکتا ہے کہ مومن جہنم میں داخل ہوں گے گو مومنوں کی شان یہ ہوگی کہ ان کے وارد ہوتے ہی جہنم سرد ہو جائے گی۔

روایات میں مومنوں کے ورود پر جہنم کے سرد ہو جانے کا ذکر

اگر ان روایتوں کو تسلیم کیا جائے جن میں مومنوں کے جہنم پر وارد ہونے کا ذکر ہے تو ان میں تو یہ بھی لکھا ہے کہ جہنم مومنوں کے اس پر وارد ہونے کی وجہ سے سرد پڑ جائے گی۔ بلکہ ایک روایت میں تو صاف لکھا ہے جب اہل جنت، جنت میں داخل ہوں گے تو وہ دریافت کریں گے کہ اللہ تعالے نے فرمایا تھا ان منکم الا واردھا تو کہا جائے گا تم اس کے اوپر سے گذر آئے ہو اور اس کی آگ بجھی ہوئی تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ مومنوں کو جہنم باغ کی شکل میں نظر آئے گی۔ جس کی تشریح حضرت مولانا رحمہ اللہ نے اپنے مخصوص انداز میں یہ کی ہے کہ چونکہ مومن اسی دنیا میں اپنے جذبات اور خواہشات کے جہنم کو جنت بنا لیتا ہے اسلئے آخرت میں مومن کی جہنم جنت بن چکی ہوگی۔

جہنم کیا ہے؟

اور یہی بات سچ ہے قرآن کے رو سے ہر ایک آدمی اپنا جہنم آپ بناتا ہے۔ وہ کوئی احاطہ پہلے سے تیار نہیں جس میں آگ جل رہی ہے۔ اور جس میں لوگوں کو داخل کر کے بند کر دیا جائے گا۔ قرآن کی تشریح جو جہنم کی ہے وہ یہ ہے کہ نار اللہ الموقدۃ التی تطلع علی الافئدۃ۔ کہ وہ اللہ کی روشن کی ہوئی آگ ہے جو انسان کے قلب پر بھڑکتی ہے۔ یہی آگ جو اس دنیا سے، انسان اپنے ساتھ لے جاتا ہے قیامت میں فی عمد ممددۃ نظر آئے گی۔ جس طرح انسان جب اس دنیا میں خواہشات اور جذبات کے اندر پڑ جاتا ہے تو اس آگ سے نجات ملنی ناممکن ہو جاتی۔ ہے طمع ذرا اگر بھڑکتی ہے تو ساری دنیا کی دولت جمع کر کے بھی ٹھنڈی نہیں پڑتی، شہوت پرستی بھڑک اٹھے تو اس سے بھی کبھی سیری نہیں ہوتی، غصہ وحسد کے جذبات مشتعل ہو جائیں تو قتل وخون کے ہنگاموں پر بھی انسان بس نہیں کرتا۔ پس یہی خواہشات جذبات کی آگ جو انسانی قلب پر بھڑکتی ہے آخر کار انسان کو اس طرح چاروں طرف سے گھیر لیتی ہے کہ پھر اس میں سے نکلنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ یہی آگ جو اس مادی دنیا میں باطنی رنگ میں پنہاں ہے آخرت میں جب ہر ایک باطن ظاہر کی صورت اختیار کرے گا اگر ظاہر شکل میں نظر آوے تو کیا یہ عین حقیقت نہ ہوگی جس سے کوئی عقلمند انکار نہیں کر سکتا؟ اسی کا نام جہنم ہے،

متقی انسان جہنم میں نہیں جائینگے

میں اوپر لکھ آیا ہوں کہ ہر ایک آدمی اپنا جہنم آپ بناتا ہے جس کی آگ قلب سے شروع ہو کر انسان کو گھیر لیتی ہے، پس یہ تو سچ ہے کہ ایک بے ایمان اور بدعمل آدمی جس نے اپنا جہنم آپ بنایا تھا۔ قیامت میں اس آگ میں مبتلا نظر آوے گا۔ مگر یہ کس طرح ممکن ہے کہ ایک انسان جو متقی ہے

ان سنے اپنے جذبات و خواہشات کو اللہ تعالےٰ کی راہ میں لگا کر اپنے ایمان و اعمال سے ایک جنت پیدا کر لی ہے۔ وہ قیامت میں بجائے جنت کے جہنم میں نظر آوے۔ اسی لیئے قرآن کریم میں قیامت کے ذکر میں آتا ہے کہ ازلفت الجنۃ للمتقین غیر بعید کہ متقیوں کے لئے جنت نزدیک کر دی جائے گی اور کوئی فاصلہ نہ ہوگا۔ بلکہ نفوس مطمئنہ رکھنے والوں کو تو موت کے ساتھ ہی جنت میں داخل ہونے کا ارشاد ہوتا ہے فرماتے ہیں:۔

یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الیٰ ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی۔ اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف لوٹ تو اپنے رب سے راضی اور تیرا رب تجھ سے راضی، پس میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا

قرآن کا صریح وعدہ کہ متقی جہنم کی آہٹ بھی نہیں پائیں گے

تو پھر کس طرح ممکن ہے کہ ان منکم الا واردھا میں مومنوں کو میں ہر ایک انسان مخاطب ہے خواہ وہ نبی ہو یا ولی متقی ہو یا غیر متقی، کیا ان سب کو جنت میں سے باہر نکالا جائے گا جن کے لئے قرآن میں آیا ہے کہ وما ھم منھا بمخرجین کہ جنتی کبھی جنت سے باہر نہیں نکالے جائیں گے۔ کیا قرآن کی یہ صریح محکم آیت غلط ہو جائے گی کہ ان الذین سبقت لھم منا الحسنیٰ اولٰئک عنھا مبعدون ۵ لا یسمعون حسیسھا وھم فی ما اشتھت انفسھم خالدون ۵ لا یحزنھم الفزع الاکبر وتتلقھم الملٰئکۃ ھٰذا یومکم الذی کنتم توعدون ۵

(الانبیاء)

بیشک جن کے لئے ہماری طرف سے پہلے سے بھلائی آ چکی ہے وہ جہنم سے دور رکھے جائیں گے وہ اس کی آہٹ بھی نہ سنیں گے۔ اور وہ اس میں جس میں ان کے دل چاہیں گے رہیں گے۔ سب سے بڑی پریشانی اور خوف کی بات انہیں غمگین نہ کرے گی اور فرشتے انہیں ملیں گے اور کہیں گے) یہ وہ تمہارا دن ہے جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا، غور فرمایئے کہ کس صفائی سے یہاں نیکو کاروں کا ذکر کیا ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ سبقت منا الحسنیٰ جن کے لئے ہو چکا ہے، وہ وہی لوگ ہیں جن کیلئے قرآن میں بار بار بشارت دی گئی کہ بشر الذین آمنوا وعملوا الصلحت ان لھم جنت تجری من تحتھا الانھار کہ ایمان لانیوالوں اور اعمال صالحہ بجا لانے والوں کو خوشخبری سنا دو کہ ان کے لئے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ فرماتے ہیں یہ لوگ جہنم سے دور رکھے جائیں گے۔ جہنم کی آہٹ بھی ان کے کانوں تک نہ پہنچے گی۔ پریشانی و غم کا گذر ان تک مطلق نہ ہوگا۔ فرشتے ان سے ملاکر کہیں گے کہ یہی وہ خوشی کا دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ آخر ان سب آیات کی موجودگی میں کس طرح مان لیا جائے کہ ان منکم الا واردھا میں سب مومن متقی بھی مخاطب ہیں۔

آیہ متنازعہ فیہ کا سیاق و سباق

سورۃ مریم کے اس رکوع کو شروع سے پڑھو، یہاں صاف ان کفار کا ذکر ہے جو مرنے کے بعد زندگی کے قائل نہیں ہیں ویقول الانسان ءاذا ما مت لسوف اخرج حیا اور انسان کہتا ہے کہ کیا جب میں مر جاؤں گا تو پھر زندہ کر کے نکالا جاؤں گا یہاں صاف ان دہریہ لوگوں کا ذکر ہے جو مرنے کے بعد کسی زندگی کے قائل نہیں ہیں یا کم سے کم ان کے عمل سے یہ نظر آتا ہے کہ انہیں اعمال کی ذمہ داری کا قطعاً یقین نہیں اور دنیا کو ہی اپنا مطلوب مقصود اور معبود بنا رکھا ہے۔ ان کی سزا کا ذکر ان الفاظ میں فرماتے ہیں فوربک لنحشرنھم والشیطین ثم لنحضرنھم حول جھنم جثیا ۵ ثم لننزعن من کل شیعۃ ایھم اشد علی الرحمٰن عتیا ۵ ثم لنحن اعلم بالذین ھم اولیٰ بھا صلیا ۵ وان منکم الا واردھا کان علیٰ ربک حتما مقضیا ۵ ثم ننجی الذین اتقوا ونذر الظلمین فیھا جثیا ۵

(سورہ مریم)

پس تیرے رب کی قسم ہم یقیناً انہیں اور ان کے شیطانوں کو اکٹھا کریں گے پھر ہم ضرور انہیں گھٹنوں پر گرے ہوئے جہنم کے گرد لا حاضر کریں گے، پھر ہر گروہ میں سے ہم ضرور انہیں الگ نکال لیں گے جو رحمان کے خلاف سرکشی میں سخت تر تھے۔ پھر یقیناً ہم انہیں خوب جانتے ہیں جو اس میں داخل ہونے کے زیادہ اہل ہیں۔ اور تم میں سے کوئی نہیں مگر اس میں وارد ہوگا یہ تیرے رب پر لازم ہے جس کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ ایک اور بات سنو ہم انہیں نجات دیتے ہیں جنہوں نے تقوےٰ اختیار کیا اور ہم ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل گرا ہوا چھوڑ دیتے ہیں"

ان منکم الا واردھا میں ایک وہم کا ازالہ

ان آیات میں صاف لفظوں میں جہنم کے گرد انہی لوگوں کے جمع ہونے کا ذکر ہے جنھیں آخرت کا منکر بتایا تھا یا وہ منکرین آخرت ہوں گے یا ان کے شیاطین ہوں گے، جو پہلے تو نہایت ذلت کی حالت میں جہنم کے گرد بٹھائے جائیں گے۔ پھر ان میں سے جو اشد ترین دشمن خدا کے ہوں گے وہ الگ کئے جائیں گے۔ پھر ان میں سے جو آگ میں داخل ہونے کے زیادہ اہل ہوں گے انہیں اللہ تم خوب جانتا ہوگا۔ تمام مجرمین سے اشد ترین لوگوں کو علیحدہ کرنا اور ان میں سے جو زیادہ اہل آگ میں داخل ہونے کے ہیں، ان کا علم جناب الٰہی کو ہونا ایک وہم پیدا کرتا تھا کہ شاید جہنم میں صرف وہی لوگ داخل ہوں گے جو اشد ترین دشمن خدا کے ہیں اور بہ وجہ اپنی شدت کے جہنم کے زیادہ اہل ہیں۔ باقی ممکن ہے چھوڑ دیئے جائیں اس وہم کو رفع کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ تمام مجرموں کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ یاد رکھو تم میں سے کوئی نہیں جو جہنم میں داخل نہ ہو یہ تو خدا کا حتمی فیصلہ ہے۔ زیادہ شریر لوگوں کو علیحدہ کرنا سزا کی زیادتی اور سختی کے لئے ہے۔ نہ اسلئے کہ فقط انہی کو سزا دی جائے گی اور باقی کو چھوڑ دیا جائے گا یعنی انہیں نجات دے دی جائے گی، یاد رکھو نجات تو ہم انہی لوگوں کو دیتے ہیں جو متقی ہوتے ہیں اور ظالموں کو تو ہم اسی جہنم میں گھٹنوں پر گرا ہوا چھوڑ دیتے ہیں۔ یہاں دو امور قابل غور ہیں۔

صیغہ غائب کو چھوڑ کر مخاطب کا صیغہ کیوں اختیار کیا گیا؟

(۱) ایک تو یہ کہ پہلے تو ان مجرمین کا ذکر جو جہنم کے گرد جمع کئے گئے ہیں صیغہ غائب میں کرتے ہیں پھر ان منکم الا واردھا میں یکدم صیغہ غائب کا چھوڑ کر مخاطب اختیار کر لیتے ہیں اسے صنعت التفات کہتے ہیں اس کا مقصد کلام میں زور اور تاکید پیدا کرنا ہوتا ہے۔ تمام مجرموں کو جہنم کے گرد جمع کیا جا رہا ہے، اسی جہنم کے گرد جو در حقیقت تو ان کے اپنے ہاتھوں کی بنائی ہوئی ہے۔ اسی لئے جہنم میں داخلہ کے وقت اشد لوگوں کو علیحدہ کیا جاتا ہے تاکہ اپنے اعمال کے مطابق انہیں جہنم کی سزا سے زیادہ حصہ ملے اشد لوگوں کی اس علیحدگی سے دوسرے مجرمین کو نجات کی ایک امید موہوم پیدا ہوتی ہے، اس پر ضروری ہوا کہ جناب الٰہی انہیں مخاطب کر کے اعلان کریں کہ مجرم زیادہ سخت ہوں یا کم درجہ کے اپنے اپنے اعمال کے مطابق تم میں سے ہر ایک شخص جہنم میں داخل ہوگا۔ اگر تمہارا یہ وہم ہو کہ تم اس سے بچ جاؤ گے تو یہ ناممکن ہے، خدا کا یہ حتمی فیصلہ ہے۔ یہ یاد رکھو کہ نجات تو ہم انہی لوگوں کو دیتے ہیں جو تقوےٰ سے کام لیتے ہیں اور وہ تم میں موجود نہیں پس ظالموں کو تو ہم جہنم میں ہی چھوڑتے ہیں۔

ثم کا لفظ ایک اعلان سے دوسرے اعلان کی طرف توجہ دلانے کیلئے ہے

(۲) دوسرا امر قابل توجہ "ثم" کا لفظ ہے۔ عام طور پر معترضین ثم کے معنے ترتیب کے لے کر پہلے تو سب کو جہنم میں وارد کرتے ہیں پھر متقیوں کو اس سے نجات دلاتے ہیں حالانکہ "ثم" کے لفظ میں ترتیب کا مفہوم ضروری نہیں بلکہ ثم کا لفظ میں بعض دفعہ ایک امر سے دوسرے امر کی طرف توجہ پھیرنے کے لیئے استعمال ہوتا ہے۔ یہاں بھی ثم کا لفظ محض ایک اعلان سے دوسرے اعلان کی طرف توجہ پھیرنے کے لئے استعمال ہوا ہے۔ پہلا اعلان جو مجرموں کو مخاطب کر کے ہوا ہے وہ یہ ہے کہ تم میں سے جو بھی ہیں اشد تر مجرم ہیں یا کم تر سب جہنم میں داخل ہوں گے۔ یہ فیصلہ اٹل ہے۔ دوسرا اعلان جو وہ بھی مجرموں کو ہی مخاطب کر کے کیا گیا ہے کہ اگر تمہارے دل میں نجات کی کوئی تمنا یا توقع ہو تو یاد رکھو کہ یہ غلط ہے۔ نجات تو ہم انہی لوگوں کو دیا کرتے ہیں جو تقوےٰ سے کام لیتے ہیں۔ اور جو متقی نہیں ہوتے بلکہ ظالم ہوتے ہیں وہ جہنم میں ہی چھوڑ دیئے جاتے ہیں یہ بطور اصول کے بیان کیا ہے جو مجرموں کو مخاطب کر کے ارشاد ہوا ہے اس کے یہ معنے نہیں کہ وہاں کوئی متقی موجود تھے۔ حاشا و کلا۔ ہرگز نہیں بھلا متقی کا وہاں کیا کام؟ صاف طور پر تو لکھا ہے کہ جہنم کے گرد مجرموں کا ایک مجمع اکٹھا ہے۔ ان میں اشد تر مجرم بھی ہیں اور کمتر بھی سب کو مخاطب کر کے پہلے ایک اعلان کیا جاتا ہے کہ تم سے ہر ایک جہنم میں داخل ہوگا۔ پھر دوسرے اعلان کو سامنے لایا جاتا ہے کہ اس عذاب سے بچ جانے کی اگر کوئی توقع ہو تو دل سے نکال دو۔ اس عذاب سے نجات تو انہی لوگوں کو نصیب ہوتی ہے جو تقوےٰ سے کام لیتے ہیں۔ مجرموں کو تو اسی میں رہنا پڑے گا گویا مجرموں کے سامنے ایک اعلان تو ان کے داخلہ جہنم کا ہے۔ دوسرا اعلان اس سے نجات نہ پانے کا ہے کیونکہ نجات پانے کی شرط جو تقوےٰ ہے وہ ان میں پائی نہیں جاتی۔ پس یہاں ثم کا لفظ ایک اعلان کے بعد دوسرے کی طرف توجہ منعطف کرانے کے لئے استعمال ہوا ہے۔

مومن کے قدم سے جہنم کی آگ کا سرد ہو جانا موجب سعادت ہے

ان آیات محکمات قرآنی کے ہوتے ہوئے ایک عیسائی پادری کو جسے احقاق حق سے کوئی غرض نہیں بلکہ محض اسلام پر اعتراض کرنا اسکا مقصد زندگی۔ سوائے اس کے چارہ ہی کیا تھا کہ وہ چند غیر مستند روایات کے دامن میں پناہ لے۔ کیونکہ جہاں تک میری تحقیق ہے اس مسئلہ میں کوئی متواتر مرفوع متصل حدیث موجود نہیں۔ لیکن میں حیران ہوں کہ جن روایتوں پر پادری صاحب "شیر افگنی" کر رہے ہیں وہ سب کی سب کیا تبلاتی ہیں کیا ان میں سے ایک بھی روایت ایسی ہے جس کا مقصد یہ ہو کہ تقوےٰ کا نتیجہ جہنم کی سزا ہے یا متقی جہنم میں جلیں گے۔ بلکہ سب کی سب اس بات پر متفق ہیں کہ اگر نیک لوگ جہنم پر وارد ہوں گے تو جہنم ان کے اثر سے ٹھنڈا

مولوی اللہ دتا صاحب کے چیلنج کا جواب

از جناب مولانا عمر الدین صاحب شملوی

فرقان بابت جون ۱۹۴۳ء کے صفحہ پر مولوی اللہ دتہ صاحب سید اختر حسین صاحب کے انعامی چیلنج کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"غیر مبائع مبلغ مولوی سید اختر حسین صاحب نے بڑے طمطراق سے اعلان کیا تھا کہ اگر کوئی شخص حدیث نبوی سے خاتم النبیین کے معنے افضل النبیین ثابت کر دے تو اسے پانچ صد روپیہ انعام دیا جائے گا۔ ...... کیا غیر مبائع مبلغ خود یا ان کا کوئی اور نمایندہ اس انعامی چیلنج پر قائم رہ سکتا ہے"

مجھے معلوم نہیں کہ سید صاحب نے مولوی اللہ دتہ صاحب کے اس مضمون کو پڑھا بھی ہے یا نہیں۔ جواب تو میری نظر سے نہیں گذرا۔ بہتر تو یہی تھا کہ سید صاحب ہی دیتے۔ مگر چونکہ میں متعدد مرتبہ مولوی اللہ دتہ صاحب کو بذریعہ خطوط کے اس چیلنج کے متعلق لکھ چکا ہوں کہ مولوی صاحب ہم آپ سے صرف ایک حدیث نبوی کا مطالبہ کرتے ہیں جس میں حضور نے فرمایا ہو کہ خاتم النبیین کے معنے افضل النبیین ہیں ہمیں اس پر کسی بحث کی ضرورت نہیں اور نہ اس بحث کی ضرورت ہے کہ خاتم النبیین کے لفظ پر لغت وغیرہ سے بحث کی جائے۔ آپ صرف ایک حدیث نبوی دکھاویں جس میں حضور نے خاتم النبیین کے معنے افضل النبیین کئے ہوں۔ مگر میری کھلی کھلی تحریروں کے باوجود یہ ظاہر کر رہے ہیں ہم لوگ اپنے اس چیلنج سے منحرف ہو گئے ہیں۔

کیا یہ شرم کی بات نہیں

کہ پچاس دفعہ ایک مطالبہ کو کھول کر بیان کیا گیا اور میں نے لکھا کہ میں انعام کی رقم پہلے جمع کرا دیتا ہوں آپ کسی طرح ہمارے سید صاحب کے چیلنج کو منظور تو کریں اگر سید صاحب بحث نہ کریں گے تو میں اس خدمت کو خوشی بجالاؤں گا۔ اگر یہی سید صاحب اور ان کے ہم خیالوں کا انحراف ہے تو میں کہوں گا کہ یہ انحراف دراصل قادیان کے تمام علماء کی بے کسی اور بے بسی پر ایک مضبوط مہر ہے۔ کیونکہ میں نے اخبار پیغام صلح مجریہ ۲۱ر جنوری ۱۹۴۳ء اور نیز کئی خطوط کے ذریعہ مولوی اللہ دتہ اور ان کے تمام ہمخیالوں کو بار بار للکارا کہ آؤ میدان مقابلہ میں آکر بات کرو۔ ہم سید صاحب کے چیلنج پر قائم ہیں اور تا قیامت تمام قادیانی مل کر بھی مطلوبہ حدیث نبوی نہیں دکھا سکتے۔

خدائی تصرف

مولوی اللہ دتہ صاحب نے اسی ضمن میں ہمارا انحراف ثابت کرتے کرتے لکھا کہ خدائی تصرف ملاحظہ ہو کہ اسی بحث کے دوران میں دوسرے غیر مبائع مبلغ نے پیغام صلح ۲۱ر جنوری ۱۹۴۳ء ص کالم اول میں صاف اقرار کر لیا کہ:-

"آنحضرت صلعم کو تمام انبیاء سے کلی طور پر ہر شان میں افضل مانتے ہیں اور بلاشبہ آنحضرت صلعم کا وجود مبارک تمام انبیا کے سلسلہ کی زینت ہے۔ مگر یہ تو خاتم النبیین کے معنے ہیں نہ کہ لانبی بعدی کے"

میں نے جب یہ الفاظ پڑھے تو میں حیران ہو گیا کیونکہ مجھے یہ میرا ہی مضمون معلوم ہوتا تھا اور تعجب یہ تھا کہ میں نے تو وہ مضمون لکھا ہی اس بات کو ثابت کرنے کیلئے تھا کہ خاتم النبیین کے معنے افضل النبیین یا زینت النبیین کے نہیں ہیں۔ پھر مولوی اللہ دتہ صاحب نے کس جرأت سے اس مضمون سے اپنے دعوے کی تائید کے لئے یہ فقرہ نقل کر دیا کہ:-

"مگر یہ تو خاتم النبیین کے معنے ہیں نہ کہ لانبی بعدی کے"

اخبار تلاش کیا نہ ملا مگر میں نے مولوی اللہ دتہ صاحب کو لکھا کہ یہ کیا تقویٰ ہے کہ چھاپے کی غلطیوں کو آپ دلائل سمجھیں اور اس کا نام خدائی تصرف رکھیں۔ ادھر میں نے لاہور ایک دوست کو لکھا کہ وہ اخبار دیکھ کر مولوی اللہ دتہ صاحب کو جواب لکھدیں۔ اب ان کا خط آیا ہے تو فرماتے ہیں کہ اصل مضمون تو ملتا نہیں البتہ اخبار میں یہ فقرہ اسی طرح چھپا ہے۔ مگر یہ سیاق و سباق کے بالکل خلاف ہے۔ آپ اس کی تصحیح کرا دیں۔

انصاف طلب اصحاب غور فرمائیں کہ میں بار بار تو یہ کہہ رہا ہوں کہ خاتم النبیین کے معنے افضل النبیین نہیں ہیں پھر میں کیونکر یہ لکھ سکتا ہوں کہ خاتم النبیین کے معنے افضل النبیین کے ہیں دراصل یہ فقرہ میں نے تو اس طرح لکھا تھا کہ

"یہ نہ تو خاتم النبیین کے معنے ہیں اور نہ لانبی بعدی کے"

اگر لکھتے لکھتے مجھ سے "یہ" کے بعد "نہ" کا لفظ رہ گیا ہو تو کچھ تعجب نہیں یہ بھی ممکن ہے کہ کاتب صاحب سے غلطی ہو گئی ہو۔ بہرحال مضمون کا سیاق و سباق ظاہر ہے اور یہ غلطی بالکل ظاہر ہے مگر قادیان کے فاضل صاحب کو اس سے کوئی غرض نہیں انہیں تو اپنی قابلیت دکھانے سے غرض ہے مگر سچ یہ ہے کہ میری یا کاتب کی غلطی نے مولوی اللہ دتہ صاحب کی اصل حقیقت کو عیاں کر دیا ہے۔ کیونکہ ان کا یہ مضمون ان کی نیک نیتی اور تقویٰ کے خلاف ہے۔ شاید مولوی صاحب اسی قسم کے ثبوت دینا چاہتے ہوں گے مگر ہم ان سے کسی دلیل خود ساختہ کے ذریعہ خاتم النبیین کے معنے افضل النبیین کے نہیں پوچھتے بلکہ ہمارا مطالبہ صرف ایسی حدیث نبوی کا ہے جس میں خود حضور نے خاتم النبیین کے معنے افضل النبیین کے کئے ہوں یقیناً ایسی کوئی حدیث نہیں ہے اور یہی وجہ ہے کہ باوجود مطالبہ صاف ہونے کے مولوی اللہ دتہ صاحب سید صاحب کے طور پر اصل مطالبہ کی طرف توجہ ہی نہیں کرتے اور میدان سے بھاگتے ہوئے کہتے جا رہے ہیں پکڑو، پکڑو، پکڑو۔ تاکہ کوئی خود مولوی صاحب کو ہی نہ پکڑے۔

شبان الاحمدیہ

ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور

۳ر اکتوبر ۱۹۴۳ء کو بعد از نماز مغرب جناب ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب کے زیر صدارت نوجوانان جماعت کی ایک میٹنگ منعقد ہوئی جس میں سال آیندہ کے متعلق ضروری مشورے اور تجاویز کی گئیں۔ قرار پایا کہ ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کے عربی ترجمہ شبان الاحمدیہ کو بوقت ضرورت استعمال کیا جائے۔

خاکسار نے اجتماعی حیات کے تصور پر ایک مختصر سی تقریر کی اور اس اجتماعی نظام کو تقویت دینے پر زور دیا۔ اسی سلسلہ میں مجلس دارالاقامہ جمعیت طلباء احمدیہ اور مجلس اطفال احمدیہ کی تفصیلات سے دوستوں کو آگاہ کیا گیا تنقید و تبصرہ کے بعد میٹنگ ختم ہوئی۔

شیخ محمد طفیل
سکرٹری شبان الاحمدیہ لاہور

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام!

زمانہ کے موجودہ گدی نشین و پیرزادوں کا حال

اس ملک کے گدی نشین اور پیرزادے دین سے ایسے بے تعلق اور اپنی بدعات میں ایسے دن رات مشغول ہیں کہ انکو اسلام کی مشکلات اور آفات کی کچھ خبر نہیں۔ ان کی مجالس میں اگر جاؤ تو بجائے قرآن شریف اور کتب حدیث کے طرح طرح کے طنبورے اور سارنگیاں اور ڈھولکیاں اور قوال وغیرہ اسباب بدعات نظر آئیں گے۔ اور پھر باوجود اس کے مسلمانوں کے پیشوا ہونیکا دعوے اور اتباع نبوی کی لاف زنی اور بعض ان میں سے عورتوں کا لباس پہنتے ہیں اور ہاتھوں میں مہندی لگاتے ہیں۔ چوڑیاں پہنتے ہیں اور قرآن شریف کی نسبت اشعار پڑھنا اپنی مجلسوں میں پسند کرتے ہیں۔ یہ ایسے پرانے زنگار ہیں۔ جو خیال میں نہیں آسکتا کہ دور ہو سکیں، تاہم خدا تعالےٰ اپنی قدرتیں دکھائے گا اور اسلام کا حامی ہوگا۔ (ضیائے احمدیہ صفحہ ۱۱۴)

حضرت مسیح موعود کی بیعت سے پہلے مشائخ کی بیعت ٹوٹ جاتی ہے

سوال:- حضور کی بیعت کرنے کے بعد پہلی بیعت اگر کسی سے کی ہو۔ وہ قائم رہتی ہے یا نہیں؟

جواب:- جب انسان میرے ہاتھ پر بیعت توبہ کرتا ہے تو پہلی ساری بیعتیں ٹوٹ جاتی ہیں۔ انسان دو کشتیوں میں کبھی پاؤں نہیں رکھ سکتا۔ اگر کسی کا مرشد اب بھی زندہ ہو۔ تب بھی وہ حقایق و معارف ظاہر نہ کرے گا۔ جو خدا تعالیٰ یہاں ظاہر کر رہا ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے ساری بیعتوں کو توڑ ڈالا ہے۔ صرف مسیح موعود ہی کی بیعت کو قائم رکھا ہے، جو خاتم الخلفاء ہو کر آیا ہے، ہندوستان میں جس قدر گدیاں اور مشائخ اور مرشد ہیں سب سے ہمارا اختلاف ہے بیعت دینی سلسلوں میں ہوتی ہے جو خدا تعالےٰ قائم کرتا ہے۔ ان لوگوں کا ہمارے مسائل میں اختلاف ہے۔ اگر ان میں سے کسی کو شک ہو کہ وہ حق پر ہیں تو ہمارے ساتھ فیصلہ کرلیں قرآن شریف کو حکم ٹھیرائیں۔

اصل یہ ہے کہ اس وقت سب گدیاں ایک مردہ کی حیثیت رکھتی ہیں اور زندگی صرف اسی سلسلہ میں ہے جو خدا نے میرے ہاتھ پر قائم کیا ہے۔ اب کیسا نادان ہوگا وہ شخص جو زندوں کو چھوڑ کر مردوں میں زندگی طلب کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے ایسا ہی چاہا تھا کہ ایک زمانہ فیج اعوج کا ہو۔ اور اس کے بعد ہدایت کا بہت بڑا زمانہ آئے۔ چنانچہ ہدایت کے دو ہی بڑے زمانے ہیں جو دراصل ایک ہی ہیں۔ مگر ان کے درمیان وقفہ ہے۔ اسلئے دو سمجھے جاتے ہیں۔ ایک وہ زمانہ جو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ قرار دیا گیا ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کسی دوسرے کی بیعت کب جائز ہو سکتی ہے اور قائم رہ سکتی ہے۔ یہ اس شخص کا زمانہ ہے جسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کہا۔ اب اس کی بیعت کے سوا سب بیعتیں ٹوٹ گئیں ہیں۔ (الحکم ۲۴ر اگست ۱۹۰۳ء)

حضرت مسیح موعودؑ اور جہاد

از شیخ غلام ربانی صاحب متعلم بی کام

((قسط نمبر ۲))

حضرت مسیح موعودؑ نے لفظ جہاد کی تعریف کی ہے :۔

"جاننا چاہیئے کہ جہاد کا لفظ جُہد سے مشتق ہے جس کے معنے ہیں کوشش کرنا اور پھر مجاز کے طور پر دینی لڑائیوں کے لئے بولا گیا ہے"

(رسالہ جہاد صفحہ ۲)

الفرقان میں ذکر ہے :۔

یا ایھا الذین اٰمنوا ھل ادلکم علی تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم تؤمنون باللہ ورسولہ وتجاھدون فی سبیل اللہ باموالکم وانفسکم ذٰلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون

(الصف)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کیا تمہیں ایسی نفع بخش تجارت بتائی جائے جس کے طفیل تم عذاب الیم سے بچ جاؤ۔ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنی جانوں اور مالوں سے جہاد کرو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانو!

جہاد کا مفہوم جو اس سے اخذ ہوتا ہے وہ اللہ کی راہ میں اپنے اموال اور جانوں سے کوشش کرنا ہے۔ یہ حقیقت ہے جس کا کوئی اسلامی تاریخ کا عالم انکار نہیں کر سکتا کہ دین قیم انہی نفوس طیبہ کے ذریعے پھیلا جنہوں نے لوگوں کے دلوں میں اپنے اعمال صالحہ سے جگہ بنا لی تھی اور تلوار کو اس معاملہ میں مطلقاً دخل نہ تھا۔

تاریخی پس منظر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور جہاد بالسیف پر بحث کرتے ہوئے ہمیں اس دور کے تاریخی حالات جو اس کے محرک ہوئے سمجھ لینے چاہئیں۔ یہ خیال کرنا کہ کوئی نبی یا مجدد اپنے ماحول سے بے نیاز ہو کر اپنی تحریک کو اوج ثریا پر پہنچانے کی کوشش میں کامیاب ہو سکتا ہے غلطی ہے۔

مدت سے ایسٹ انڈیا کمپنی ہندوستان پر دندان حسد تیز کر رہی تھی۔ اقتصادی پہلو سے اس کی عجیب وغریب اختراعات نے ساحلی علاقہ کو کنگال کر دیا تھا۔ لیکن ہنوز کمپنی کا رویہ مذاہب کی دنیا کے متعلق نہ بدلا تھا یعنی انھوں نے کسی کے مذہب میں مداخلت کرنے کی ضرورت نہ سمجھی یہاں تک کہ ۱۷۹۲ء کا سال آیا۔ اور انگلستان کے چند صلیبی شیدائیوں نے سوچا کہ مذہب تثلیث کی طرف سے یہ تجاہل عارفانہ برتنا ٹھیک نہیں ہے۔

"انہیں یادنت کے ساتھ مسٹر ولبر فورس نے ۱۷۹۲ء میں پارلیمنٹ کے سامنے اس مضمون کی تجویز پیش کی کہ ہندوستان میں پروٹسٹنٹ مذہب کے عقیدے کی عبادت اور تعلیم کے ذرائع مہیا کئے جائیں اور اس مقصد کے لئے وقتاً فوقتاً پادری بھیجے جائیں"

(مسلمانوں کا روشن مستقبل صفحہ ۱۳۴)

لیکن بورڈ آف ڈائرکٹرز نے اسے یہ کہہ کر مسترد کر دیا کہ :۔

"ایک مذہب کے قائم ہو جانے سے انسانوں کے مقاصد متحد ہو جاتے ہیں اور اگر یہ ہو گیا تو ہندوستان میں انگریزوں کی برتری کا خاتمہ ہو جائے گا" (تاریخ تعلیم از میجر باسو صفحہ ۲۰۲)

کمپنی کے ارکان نے اسکا کچھ بھی جواب دیا ہو اس سے یہ تو ظاہر ہے کہ ۱۷۹۲ء تک کمپنی نے مذہب کی دنیا میں مداخلت کو گوارا نہ کیا تھا، نہ وہ یہ چاہتی تھی کہ دین عیسوی کا پرچار کیا جائے۔ ولبر فورس جو بعد میں برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی کے بانی ہوئے اسبات کے متمنی تھے کہ ہندوستان بھی تثلیث کا پرستار ہو جائے لیکن ان کا نخل امید ثمر آور نہ ہو سکا۔ تاہم انھوں نے اپنی جدوجہد جاری رکھی۔ کمپنی نے اپنی قلمرو کے اندر بھی دین عیسوی کی اشاعت کو ممنوع قرار دیا تھا جس کا پتہ مندرجہ ذیل واقعہ سے مل سکتا ہے :۔

"۔۔۔۔۔ ۱۷۹۹ء میں انگلستان سے دو پادری ہندوستان آئے اور سیرامپور علاقہ ہالینڈ میں رہے تاکہ انگریزی علاقہ میں ان کی گرفت نہ ہو سکے اور مسٹر کیری کے جو پہلے ہندوستان آئے ہوئے تھے شریک کار ہو کر اپنا مذہبی کام کرتے رہے"۔

(مسلمانوں کا روشن مستقبل صفحہ ۱۳۶)

انہیں دنوں چارلس گرانٹ نے ایک رسالہ لکھا جس میں دین عیسوی کی تبلیغ کو ہندوستان میں اشد ضروری قرار دیا گیا اور ہندوستانیوں کو جُہلا کہا جن میں تعلیم مفقود تھی۔ لیکن ان کے رسالے کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ آخر گرانٹ اور فورس کے صبر کے نتائج مترتب ہوئے۔ ۱۸۱۳ء میں اس چیخ و پکار کی وجہ سے آخر بورڈ نے اجازت دیدی اور :۔

"۱۸۱۳ء کے (مندرجہ بالا) قانون کے اجراء سے کمپنی نے تعلیم کا کچھ انتظام برائے نام کیا۔ البتہ یورپ کے پادریوں کے لئے اس قانون کی رُو سے اس پھاٹک کی ایک کھڑکی کھل گئی جو ابتدائے عملداری سے پادریوں پر بالکل بند تھی"

(مسلمانوں کا روشن مستقبل صفحہ ۱۳۹)

خدا کا کرنا کیا ہوا چارلس گرانٹ بورڈ آف کنٹرول کے پریسیڈنٹ ہو گئے :۔

"ایک طرف انگریزی کالجوں کے ذریعے مذہب عیسوی کی اشاعت ہو رہی تھی تو دوسری طرف پادریوں کی تعلیم کا سلسلہ جاری تھا۔ ۱۸۳۳ء میں جبکہ کمپنی کے ٹھیکہ کی تجدید ہو رہی تھی۔ وہی مسٹر چارلس گرانٹ جنھوں نے چالیس سال قبل ہندوستان میں مذہب عیسوی کی اشاعت کا منصوبہ قائم کیا تھا، اور اس کے لئے ایک کتاب لکھی تھی کمپنی کے بورڈ آف کنٹرول کے پریسیڈنٹ ہو گئے۔ اب پارلیمنٹ میں ان کی تجویز مذہبی اور اخلاقی ترقی کے متعلق منظور ہو گئی اور جدید قانون کی رو سے پادریوں پر سے تمام بندشیں اٹھا دی گئیں اور ہندوستان میں ان کی آمد اور اشاعت و تبلیغ کے لئے پورا پھاٹک کھول دیا گیا جس کی صرف ایک کھڑکی ۱۸۱۳ء میں کھولی گئی تھی، اس کے بعد پادریوں نے کثیر التعداد میں یہاں آکر اور ہندوستان کے مذاہب پر حملے کر کے اہل ہند کی دلآزاری کا سلسلہ جاری کیا"

(مسلمانوں کا روشن مستقبل از طفیل احمد بنگلوری صفحہ ۱۴۲)

ہندوستان میں اشاعت تثلیث کے یہ وہ مختلف مدارج ہیں جن سے گذر کر پادریوں کو تبلیغ کا حق دیا گیا۔ انہیں ایام میں ہندوستان کے دور شمال میں ۱۷۶۱ء کے قریب احمد شاہ ابدالی نے مرہٹوں سے نبرد آزمائی کی اور شکست دینے کے بعد واپس چلا گیا۔ بعینہٖ جس طرح ہسپانیہ میں مسلمانوں کی شمع گل ہونے سے پہلے حملہ آوروں کا تانتا بندھا ہوا تھا، اُسی طرح ہندوستان بھی حملہ آوروں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ وہاں مسلمان بربر سے آتے تھے اور ہسپانوی مسلمانوں کے ہاں اترتے تھے، ہسپانیہ کے عیسائی نائٹ فوراً ... لیکن بربری وہاں سے واپس چلے جاتے تھے اور پھر ہسپانوی مسلمان عیسائی لٹیروں کے رحم پر چھوڑ دیئے جاتے۔ یہ ڈرامہ دنوں چلتا رہا یہاں تک کہ سپین میں مسلمانوں کا ٹمٹماتا ہوا چراغ گل ہو گیا۔ پھر جو کشت و خون ظلم و تشدد کا دور آیا اُسے سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

احمد شاہ ابدالی آیا اور چلا گیا سکھوں نے اس موقعہ کو غنیمت جانا اور لوٹ مار شروع کر دی، ابدالی کو ہندوستان پھر آنا پڑا۔

"۱۷۶۲ء کے دوران میں سکھوں نے پنجاب میں بہت زیادہ اُدھم مچایا اور دھلی پر آفت لانے کا ارادہ کیا۔ مگر اس وقت پھر احمد شاہ ابدالی نے نجیب الدولہ کی امداد کی سکھوں نے سارے ملک میں غدر مچا رکھا تھا۔ اپریل ۱۷۶۷ء میں وہ لاہور آیا سکھ بھاگ کر پہاڑوں میں چلے گئے آلا جاٹ نے سرہند میں دو لاکھ فوج جمع کر رکھی تھی۔ شاہ ابدالی نے ۹۰ کوس دو روز میں طے کئے اور اس پر حملہ کر دیا اور شکست دی جس میں سکھوں کے بیس ہزار آدمی قتل ہوئے اس کے بعد وہ کبھی ہندوستان میں نہیں آیا"

(دہلی تاریخ ذکاء اللہ صفحہ ۳۱۸/۹)

اور ہندوستان کو سکھوں اور مرہٹوں کے رحم پر چھوڑ گیا۔ مغل طاقت کو اب زوال آ رہا تھا۔ اس میں اتنی سکت بھی نہ تھی کہ صرف دہلی کو بیرونی حملہ آوروں سے محفوظ رکھ سکے۔ یہاں بالکل ہسپانیہ کا نقشہ تھا۔ احمد شاہ ابدالی بربری تھا اور سکھ مرہٹے عیسائی نائٹ تھے،

یہ انتہائی مظالم کا دور ۱۷۶۷ء سے شروع ہو کر ۱۸۴۵ء کے قریب ختم ہوا، یہ ایک صدی کا زمانہ انتہائی بے رحمی کا زمانہ تھا، جس میں غریب کی غربت اور امیر کی امارت لٹیروں کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکتی تھی۔ حضرت سید احمد بریلوی علیہ الرحمۃ نے ان حالات کو دیکھا تو ان کی رگوں میں خون کھولنے لگا۔ انھوں نے جہاد کے لئے ایک جماعت فراہم کی۔ آپ بالاکوٹ کے میدان کارزار میں پہاڑی کے دامن میں داد شجاعت دیتے شہید ہو گئے اور یہ مظالم باقاعدہ جاری رہے صرف قادیان کی بستی فتح کرنے پر ہی سکھوں نے وہ ظلم توڑے کہ الامان۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس کے متعلق لکھتے ہیں :۔

"بالآخر سکھوں نے قادیان پر بھی قبضہ کر لیا اور دادا صاحب مرحوم (حضرت مسیح موعودؑ کے دادا جان) معہ اپنے تمام لواحقین کے جلاوطن کئے گئے۔ اس روز سکھوں نے پانسو کے قریب قرآن شریف جلا دیئے اور بہت سی کتابیں چاک کر دیں اور مساجد میں سے بعض مساجد مسمار کیں۔ بعض میں اپنے گھر بنائے اور بعض کو دھرم سالہ بنا کر قائم رکھا جو اب تک موجود ہیں اس فتنہ کے وقت میں جس قدر فقراء و علماء و شرفاء و نجباء قادیان میں موجود تھے سب نکل گئے"

(ازالہ اوہام صفحہ ۱۳۱)

ایسے حالات پر مندرجہ حوالہ سے بھی روشنی پڑتی ہے :-

"یہ حالات سُن کر سید صاحب (سید احمد بریلوی علیہ الرحمۃ - ناقل) کے خلیفہ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب تحقیق حالات کے لئے خود پنجاب تشریف لے گئے اور امرتسر - لاھور اور دوسرے مقامات کا دورہ کیا وہاں آپ نے بچشم خود دیکھا کہ تمام بڑی بڑی مساجد میں گھوڑے بندھے ہوئے ہیں - قرآن مجید کی علانیہ بے حرمتی کی جاتی - اور مذہبی فرائض کی ادائیگی بعض صورتوں میں بالکل ناممکن ہوگئی تھی - ان واقعات سے ظاہر ہے کہ پنجاب میں مسلمانوں کے مذہبی اور بنیادی حق پر ایسی دست اندازی ہوتی تھی جس کی مدافعت کے لئے حضرت سید احمد صاحب نے سکھوں پر جہاد کا ارادہ کیا"

(مسلمانوں کا روشن مستقبل صفحہ ۱۰۷، ۱۰۸)

یہ حال شمال مغربی ہندوستان کا تھا اور وسط ہند اور دکن میں مرہٹوں کے عساکر اپنی یلغار کرتے تھے - اور اکثر شمالی ہندوستان میں آکر مار دھاڑ کر کے واپس چلے جاتے - دہلی میں انھوں نے وہ لوٹ مچائی کہ لوگ نادر شاہی قتل عام کو بھی بھول گئے - دیوان خاص کی سونے اور چاندی کی پتریاں، امراء شہر کے خزائن سب ان کی نذر ہوگئے - کمزور عورتوں کی عصمت، شرفاء کی عزت، سب کچھ ان کی بھینٹ چڑھ گیا - اسی سے متاثر ہو کر حضرت شاہ عبد العزیز مرحوم نے اپنے چچا کو ایک خط میں لکھا :-

(۱) جزی اللہ عنا قوم سکھ مرھتہ عقوبتہ شر عاجلا غیرا اجل

. . . . .

. . . (اللہ تعالیٰ ہمیں) سکھوں اور مرہٹوں سے نجات عطا فرمائے اور ان پر جلد از جلد کوئی عذاب مسلط فرمائے -

(۲) - وکم قتلوا جمعاً کثیراً من الوری وکم ادجعوا اھل شاء وجامل

اور انھوں نے کثرت سے انسانوں کا خون بہایا ہے - اور اونٹوں اور بکریوں کے چرواہوں کو تکالیف دیں -

(۳) لھم کل عام نھبتہ فی بلادنا یجتنون فینا بالضحی والاصائل

اُن کے لئے ہمارے شہر لوٹ مار کے لئے کھلے پڑے ہیں - اور لوٹ مار کے لئے وہ ہمارے درمیان صبح و مسا آتے ہیں

(۴) - فھل من ھا ھنا من معاذ لعائذ؟ وھل من مغیث یتقی اللہ عادل؟

کیا کوئی ایسا پناہ دینے والا ہے جو کسی پناہ مانگنے والوں کو پناہ دے -

اور کیا کوئی دادرس ہے جو اُس عادل خدا کا خوف کرے ؟

پھر کسی دوسرے خط میں لکھا :-

(۱) ایام بردٍ اتت فالقلب منجزعٌ من قوم سکھ - وان الخوف معقولٌ

سردی کے ایام لوٹ آئے اور دل کی دھڑکنیں بھی تیز ہوگئیں - سکھ قوم سے اور یہ خوف معقول ہی ہے -

(۲) الفاھم اللہ عن ھذہ الدیار فھم شر الاعادی وھم من جنۃ غول

واللہ انہیں ہمارے گھروں سے دور رکھے . . .

. . . . .

(۳) فوضت امری وامر الناس کلھم الی الالٰہ وان الحفظ مامول

سپرد کر دیا میں نے اپنا اور لوگوں کا معاملہ - اس خدا کی طرف جس سے حفاظت کی امید کی جاسکتی ہے -

(شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک از عبید اللہ سندھی صفحہ ۹)

غرض وہ کونسا ظلم تھا جو سکھوں نے روا نہ رکھا ہو - آخر ۱۸۴۵ء کے قریب سکھ سلطنت کا برطانوی ہند سے الحاق ہوگیا اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا :-

"اور ظاہر ہے کہ ایسی جاہل ریاست کہ جو حیوان کے قتل کے عوض انسان کو قتل کروا دیتی اپنا فرض سمجھتے تھے - (گائے کو ذبح کرنیوالے کو قتل کیا جاتا تھا - ناقل) اس لائق نہیں تھے کہ خدا تعالیٰ لئے بہت عرصہ تک اس کو مہلت دیتا - اسیلئے خدا تعالیٰ نے اس تنبیہ کی صورت کو مسلمانوں کے سر پر سے بہت جلد اُٹھا لیا - اور ابر رحمت کی طرح ہمارے لئے انگریزی سلطنت کو دور سے لایا - اور وہ تلخی اور مرارت جو سکھوں کے عہد میں ہم نے اُٹھائی تھی گورنمنٹ برطانیہ کے زیر سایہ آکر ہم بھول گئے اور ہم پر اور ہماری ذریت پر یہ فرض ہوگیا کہ اس مبارک گورنمنٹ برطانیہ کے ہمیشہ شکر گذار رہیں"

(ازالہ اوہام صفحہ ۱۳۲)

قرآن حکیم خود کہتا ہے "ھل جزاء الاحسان الا الاحسان" تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اگر یہ لکھدیا تو اس میں سیخ پا ہونے کی کیا ضرورت -

یہ وہ تاریخی حقائق ہیں جنہوں نے مسیح موعود علیہ السلام کو مجبور کیا - کہ محسن قوم کا شکریہ بجالائیں اور یہ کہدیں کہ :-

"سخت جاہل اور سخت نادان اور سخت نالائق وہ مسلمان ہے جو اس گورنمنٹ سے کینہ رکھے اگر ہم اس کا شکر نہ کریں تو پھر ہم خدا تعالیٰ کے بھی ناشکر گذار ہیں کیونکہ ہم نے جو اس گورنمنٹ کے زیر سایہ آرام پایا اور پا رہے ہیں وہ آرام ہم کسی اسلامی گورنمنٹ میں بھی نہیں پا سکتے ہرگز نہیں پا سکتے"

(ازالہ اوہام صفحہ ۵۰۹)

باقی آئندہ

رجسٹرڈ۔ ایل نمبر ۸۳۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود + ندائے فتح نمایان نام ما باشد

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

پیغامِ صلح

ایڈیٹر
ایس محمد آصف (بی اے)

جائنٹ ایڈیٹر
شیخ انعام الحق

جلد ۳۱　لاہور۔ یوم چہارشنبہ مطبوعہ ۱۲ شوال المکرم ۱۳۶۲ھ م ۱۳ اکتوبر ۱۹۴۳ء　نمبر ۴۴

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آیندہ ہو گی
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

تحریک "نیا نظام عالم"

زندہ جماعتیں اپنی ماحول اور زمانہ کو اپنے خیالات اور عقائد سے متاثر کرتی ہیں

آج جبکہ موجودہ نظام عالم میں خطرناک۔ معاشی۔ سیاسی۔ اخلاقی اور روحانی الجھنیں پیدا ہو چکی ہیں اور ان الجھنوں کی وجہ سے ساری مہذب دنیا خاک و خون میں لتھڑی ہوئی ہے اور دنیا کا کوئی خطہ ایسا نہیں جو اس جنگ عظیم کے مہیب اور خطرناک اثرات سے بچا ہوا ہو۔ انسانوں کی بنائی ہوئی تحریکات انسانوں کے بنائے ہوئے نظامات اس مذکورہ جنگ کی صورت میں اپنے عجز کا اظہار کر چکے ہیں آج اسی نظام کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کی ضرورت ہے جس کی بنیاد وحی اور تنزیل پر ہے اور جو اللہ تعالیٰ نے خود اسلام کی شکل میں دنیا کی رستگاری کے لئے حضرت نبی کریم صلعم پر نازل فرمایا اور جس کی آج حضرت نبی کریم صلعم کے ایک عظیم الشان خلیفہ نے تجدید کی۔ ہماری جماعت اگر چاہتی ہے کہ وہ دنیا کی زندہ اور فعال جماعت رہے اور اس کے خیالات اور معتقدات دنیا پر اثر انداز ہوں تو اسے ان سوالات اور مشکلات کا حل دنیا کے سامنے پیش کرنا چاہیے جن کا حل دنیا کو نہیں ملتا۔ زندہ جماعتیں اپنے پیغام کو اپنے زمانہ کے اسلوب کے مطابق دنیا کے سامنے پیش کرتی ہیں اور ان کا اپنے گرد و پیش کی تحریکات سے ایک زندہ تعلق رہتا ہے اور وہ اپنے ماحول اور زمانہ کو اپنے خیالات اور عقائد سے متاثر کرتی ہیں۔ حضرت **امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی تحریک "نیا نظام عالم"** اس امر کو واضح کرتی ہے کہ جماعت احمدیہ ایک زندہ جماعت ہے اور دنیا کی موجودہ معاشی، اخلاقی اور روحانی مشکلات کا حل اس جماعت کے پاس موجود ہے اور ایک عظیم الشان پیغام ہے جو یہ جماعت دنیا کو دینا چاہتی ہے۔ اس تحریک کی کامیابی دنیا پر اس امر کو واضح کر دیگی کہ واقعی یہی خالص اسلامی جماعت دنیا کی امام اور رہنما ہے، اسلئے اس تحریک کی جو اہمیت ہو سکتی ہے وہ ہر ایک احمدی فرد پر خواہ وہ مرد ہے یا عورت، بوڑھا ہے یا جوان امیر ہے یا غریب پر روشن ہو جانی چاہیئے اور ہر ایک احمدی دوست کو جو **حضرت مسیح موعود کی پنجہزاری فوج** کا ایک فرد ہے حضرت مسیح موعود کے **مظفر و منصور جرنیل** کی آواز پر لبیک کہنا چاہیئے، اور انتہائی ایثار و اخلاص اور قربانی کیساتھ اس تحریک کو کامیاب کرنا چاہیئے، کیونکہ یہ تحریک اسلام کی صداقت کو دنیا پر ثابت کرے گی، حضرت امام عصر حاضر کی صداقت کو منوائیگی اور جماعت احمدیہ کو ایک زندہ جماعت اور رہنما جماعت کی صورت میں اقوام عالم کی موجودہ کشمکش میں ایک نمایاں اور رفیع حیثیت دے دیگی اور اپنے مصائب، مصائب اور عوارض کے علاج کیلئے دنیا جماعت احمدیہ لاہور کی طرف نظریں جمائیگی سو یہ تحریک جماعت احمدیہ لاہور کے حرکی پہلو کو واضح کرنے کے لئے ایک زبردست تحریک ہے، یہ تحریک ہماری جماعت کی بقاء، افادیت اور سطوت کا اظہار ہے اور ہمارے اس جوہر قابل کا امتحان ہے جو ہماری فطرت اور خمیر میں بطور ایک پیغام اور امانت کے موجود ہے جس پیغام اور امانت کو اقوام عالم تک پہنچانا ہمارا فرض ہے اور فرض اولین ہے۔ امید ہے جماعت احمدیہ کے سب بزرگ سب دوست، سب خواتین جنہوں نے ابھی اس تحریک میں حصہ نہیں لیا دل کھول کر اس تحریک میں حصہ لیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس تحریک میں حصہ لینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ؎

میاں صاحب کا مناظرہ سے گریز اور انکے ایک مرید کی عبرتناک خاموشی

مولوی اللہ دتہ صاحب جالندھری کی اس خاموشی اور گریز کو چھپانیکی ناکام کوشش

جیسا کہ پیغام صلح کے قارئین کو یاد ہو گا کہ ڈاکٹر محمد صدیق صاحب نوری قادیانی نے چار موضوعوں پر حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ اور میاں محمود احمد صاحب کے درمیان بحث کی ذمہ داری لی تھی اس پر مفصل پیغام صلح مورخہ ۲۰ مئی ۱۹۴۳ء اور پیغام صلح مورخہ ۱۱ اگست میں لکھا جا چکا ہے وہ چار موضوع درج ذیل ہیں (۱) نبوت حضرت مسیح موعود (۲) کفر و اسلام غیر احمدیاں (۳) اسمہ احمد (۴) خلافت احمدیہ۔ میاں صاحب نے ڈاکٹر صاحب مذکور کی مبہم معروضات پر ایسی طرز پر مناظرہ کی منظوری عطا فرمائی جو درحقیقت منظوری نہ تھی۔ میاں صاحب کی منظوری میں موضوع تبدیل شدہ تھے اور قبل از وقت شرائط بھی لگادی گئی تھیں جن کا کسی ایک فریق کو حق نہیں تھا اور تیسرے موضوع اسمہ احمد کے متعلق لکھا گیا کہ یہ کوئی موضوع ہی نہیں، اس موضوع پر بحث کرنے سے صاف گریز تھا اور ایک موضوع کو بدل کر اس پر بحث کرنے سے گریز کیا گیا تھا مثلاً مسئلہ کفر و اسلام غیر احمدیاں کو بدل کر انکار مسیح موعود بنا دیا گیا۔ ۲۰ مئی ۱۹۴۳ء اور ۱۱ اگست ۱۹۴۳ء کی اشاعتوں میں ہم نے ڈاکٹر محمد صدیق صاحب نوری قادیانی کو توجہ دلائی کہ یا تو وہ یہ اعلان کریں کہ جن چار موضوعوں پر بحث کی ذمہ داری انھوں نے لی تھی وہ انہیں پورا نہیں کر سکے اور میاں صاحب ان مذکورہ موضوعوں پر بحث کرنے سے درحقیقت گریز کر چکے ہیں اور یا انہی موضوعوں پر بحث کرنے کے لئے میاں صاحب کو آمادہ کریں لیکن افسوس ہے ڈاکٹر صاحب مذکور بالکل خاموش ہیں اور میاں صاحب کے گریز اور اپنی ناکامی اور بے بسی کا اعلان اپنی عبرتناک خاموشی کے ذریعہ کر چکے ہیں ۔۔۔ لیکن اب مولوی اللہ دتہ صاحب اپنی مناظرانہ طبیعت کی افتاد سے مجبور ہو کر میاں صاحب کے مناظرہ سے گریز اور ڈاکٹر صاحب مذکور کی عبرتناک خاموشی کو فرقان میں چھپانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مولوی اللہ دتہ صاحب نے مولانا عمر الدین صاحب شملوی کو لکھا کہ میاں صاحب نبوت حضرت مسیح موعود کفر و اسلام منکرین حضرت مسیح موعود اور خلافت ہر سہ مسائل پر خود جناب مولوی محمد علی صاحب ایم اے سے تحریری بحث کریں ہر موضوع پر پانچ پانچ پرچے ہوں دو ماہ اس اعلان پر گذر چکے ہیں مگر مولوی صاحب نے اسے منظور نہیں کیا آپ انہیں اس پر آمادہ کر سکتے ہیں۔ اس پر ہم نے پیغام صلح میں استفسار کیا کہ میاں صاحب نے کس اخبار میں اعلان کیا ہے مولوی اللہ دتہ صاحب فرقان ستمبر میں لکھتے ہیں کہ میاں صاحب نے فرقان اپریل میں یہ اعلان کیا تھا اور فرقان ایڈیٹر پیغام صلح اور حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کو باقاعدہ بھیجا جاتا ہے یہ قطعاً غلط بات ہے کہ فرقان مدیر پیغام صلح کو بھیجا جاتا ہے۔ ہمیں یہ رسالہ کسی مصلحت کی وجہ سے ہرگز نہیں بھیجا جاتا اور جیسا ہمیں بھیجا جاتا ہے، ویسا ہی حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کو بھیجا جاتا ہو گا لیکن حیرت کی بات ہے کہ جو اقتباس فرقان اپریل میں میاں صاحب کی منظوری کے متعلق دیا گیا ہے اس میں عنوان ہے انکار مسیح موعود علیہ السلام اور جو خط مولوی صاحب نے مولانا عمر الدین صاحب شملوی کو لکھا ہے اس میں عنوان کفر و اسلام منکرین مسیح موعود ہے، مولوی اللہ دتہ صاحب نے اس عنوان کی تبدیلی سے مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے اور ہم یہی لکھ رہے ہیں کہ میاں صاحب مناظرہ کے عنوانات جو ڈاکٹر محمد صدیق صاحب نے لکھ کر دیئے تھے بدلکر مناظرہ سے گریز کر رہے ہیں اور مولوی اللہ دتہ صاحب دنیا کو مغالطہ دیکر میاں صاحب کے گریز کو چھپانیکی ناکام کوشش کر رہے ہیں اگر یہ بات نہیں تو ڈاکٹر محمد صدیق صاحب جو اس مناظرہ کے اصل محرک تھے کیوں خاموش ہیں؟ اور کیوں ہمارے بار بار متوجہ کرنے پر وہ اس طرف توجہ نہیں دیتے۔ کیا مولوی اللہ دتہ صاحب ڈاکٹر محمد صدیق صاحب نوری سے یہ اعلان کروا سکتے ہیں کہ جناب میاں صاحب عنوانات کو بدل کر مناظرہ سے گریز نہیں کر رہے ہم وثوق سے کہتے ہیں کہ مولوی صاحب ایسا نہیں کر سکتے، البتہ دنیا کو مغالطہ دے کر میاں صاحب کے گریز پر پردہ ڈالنے کی ناکام کوشش ضرور کر سکتے ہیں جیسا کہ وہ کر رہے ہیں ؎

(تعلیمی پرنٹنگ پریس لاہور میں باہتمام [illegible] چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا)

حضرت مسیح موعودؑ اور جہاد

از شیخ غلام ربانی صاحب متعلم بی۔ کام

قسط نمبر ۳

مخالفین کا یہ الزام کہ حضرت صاحب نے گورنمنٹ کے خلاف علم بغاوت کیوں بلند نہیں کیا، سر جہالت پر مبنی ہے۔ سید احمد بریلوی رح کے رویہ پر ہم روشنی ڈال چکے ہیں۔

جہاد بالسیف کیوں کیا جاتا ہے اس سے ہمیں بحث نہیں ہے۔ مسلمانوں میں وہ تاب و تواں ہی نہیں تھی جو جہاد میں کام آتے:۔

"مدینہ منورہ میں مسلمانوں کے پاس صرف ایک مسجد تھی ۹ کروڑ مسلمانان ہند کے پاس کم از کم چھ لاکھ مساجد ہیں لیکن پھر بھی جو نتائج اس ایک مسجد کے مرکز سے پیدا ہوئے ہم چھ لاکھ مراکز کے ہوتے ہوئے بھی ان سے محروم ہیں ہم پر کئی زندگی کی مظلومیت اور تباہ حالی مسلط ہے۔"

(اصلاحی و تبلیغی دستور العمل ادارہ اصلاح و تبلیغ لاہور صفحہ ۵)

مخالفین میں "جہاد" کا جو شوق پایا جاتا ہے وہ قابل تعریف سہی۔ لیکن انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ پر اعتراض کرنے سے پہلے یہ بھی سوچا ہے کہ مہدی سوڈانی کا مشن کیوں تباہ ہو گیا؟ حضرت سید احمد بریلوی علیہ الرحمت کے ساتھ جہاد بالسیف کے شائقینوں نے کیوں غداری کی؟ عین معرکہ کارزار گرم ہونے کے وقت امیر شہید کو زہر کس نے پلایا؟

"ایک رات مجاہدین نے دیکھا کہ پہاڑیوں پر اور قریہ بقریہ اونچے مکانات پر آگ جلائی جا رہی ہے اور عوام خوشیاں منا رہے ہیں۔ مجاہدین نے اس کا سبب دریافت کیا تو بتایا گیا کہ یہ سب مالیہ سرکاری کی ادائیگی کی تیاری ہے تاکہ فصل صاف کر کے کل عشر ادا کیا جائے لیکن ایک ہی رات میں کہیں عشا کی نماز کے وقت کہیں نصف شب کے وقت کہیں صبح کی نماز کے وقت تمام مجاہدین۔ تحصیلداروں و غیر حکام کو ذبح کر دیا گیا"

(شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک صفحہ ۱۶۸-۱۶۹)

اس وقت یہ لوگ کیوں فی سبیل اللہ میں لڑنے والوں کی راہ میں روڑے اٹکاتے تھے کفوا ایدیکم و اقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ میں کس بات کی تعلیم ملتی ہے۔ جنگ کے ساتھ صلوٰۃ اور زکوٰۃ کا ذکر کرنے میں کیا مصلحت تھی؟ یہی کہ مسلمانوں کو سمجھایا جائے کہ جنگ اسلام کی اصل غرض نہیں ہے۔ بلکہ ضرورت تھی ہے اور اصل غرض جس کے لئے نبی آتا ہے تکمیل نفس انسانی ہے۔ اور اللہ تعالےٰ سے زندہ تعلق ہے۔ اس لئے جن باتوں سے یہ دو امور حاصل ہوتے ہیں، انہیں اختیار کرنے کی تلقین ہے۔ اور یہ چیز بھی قابل غور ہے کہ اس ایک آیت میں جنگ سے رکنے اور صلوٰۃ و زکوٰۃ قائم کرنے کا اکٹھا بیان یہ بتاتا ہے کہ انسان کے لئے دو جہاد ہیں، جہاد بالنفس اور جہاد برائے حفاظت دین، ان میں سے جہاد بالنفس مقدم ہے۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو جنگ کی اجازت اس وقت دی جب پہلے وہ اصلاح نفس کے جہاد میں کامیاب ہو گئے، موجودہ مہذب اقوام کا مطالعہ کریں یہ اقوام تکمیل نفس کے بغیر جنگوں میں پڑ گئیں ان میں صرف اخلاق خشونت ہی پرورش پاتے رہے۔ نرمی اور فروتنی مفقود رہی۔ یہی وجہ ہے کہ ظلم و خونخواری محکوم اقوام کو ذلیل حالت میں رکھنا ان کا شیوہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جانتے تھے کہ قوم میں روحانی امراض پھیل رہے ہیں اور اس متعدی بیماری نے بیس کروڑ انسانوں کو بستر پر دراز کر رکھا ہے۔ انہوں نے وہی نسخہ استعمال کیا جو حکیم مطلق نے اپنی بیاض "شفاءٌ للناس" میں ایسے مریض کے لئے تجویز فرمایا ہے اور وہ یہ ہے:۔

"الذین ان مکنٰھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر۔ (۲۲:۴۱)"

یعنے جب انہیں زمین میں مرکزیت دی جاتی ہے تو وہ نماز اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور امر معروف کا حکم دیتے ہیں اور منکر سے روکتے ہیں۔

اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:۔

"اس زمانہ میں کوئی شخص مسلمانوں کو مذہب کے لئے قتل نہیں کرتا تو کس حکم سے ناکردہ گناہ لوگوں کو قتل کریں اب تلوار کے جہاد کا خاتمہ ہے۔ مگر اپنے نفسوں کو پاک کرنے کا جہاد باقی ہے۔" (رسالہ جہاد صفحہ ۲)

مسیح موعودؑ اور حکومت برطانیہ

حضرت مسیح موعودؑ علیہ السلام کے متعلق جو دوسرا غلط تاثر قائم کیا گیا ہے وہ یہ کہ ان کی حکومت برطانیہ کے متعلق پالیسی نرم رہی۔ ہمارے مخالفین کہتے ہیں کہ انہوں نے آخر کیوں نہ ایک ایسی پارٹی کی بنیاد رکھی جس کا کام دن رات حکومت کے خلاف منصوبے سوچنا تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو فتویٰ جہاد کے متعلق دیا ہے اس کو پڑھنے سے تمام حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے۔ فرماتے ہیں:۔

"مہدی اور عیسیٰ (علیہ السلام) کی بعثت کی غرض ایک ہی ہے اور وہ مخالفت جہاد اور تازہ نشانوں سے دین کا احیاء ہے۔ تاکہ ایمان کو پھر سے دلوں میں ثبت کر دیا جائے اور (کون اس کا انکار کر سکتا ہے کہ) بیشک موجودہ دور میں اور ان بلاد میں جہاد کی شرائط معدوم ہیں۔"

(ترجمہ ضمیمہ تحفہ گولڑویہ یا فتویٰ جہاد)

ہاں جب جہاد بالسیف کی شرائط پیدا ہو جائیں تو پھر جہاد فرض ہو جاتا ہے۔ مسیح موعودؑ کا یہ فتوے تو خیر آج کل کا ہے۔ جب سکھوں نے ہندوستان کو تباہ کیا اور اسلامی علاقوں سے "چوتھ" وصول کرنے لگے تو عوام نے فتوے طلب کیا تھا:۔

"کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع مبین اس امر میں کہ مسلمانوں کا ملک کفار کے ہاتھوں میں چلا گیا ہے جو مسلمانوں کو نماز جمعہ اور عیدین ادا کرنے دیتے ہیں اور شریعت اسلام قائم رکھنے کے لئے مسلمانوں کی خواہش کے مطابق قاضی مقرر کرتے ہیں مگر سلطان حاکم مقرر کرانے کے لئے مسلمانوں کو کفار سے درخواست کرنی پڑتی ہے ایسا ملک دار الاسلام ہے یا دار الحرب؟"

(اس کے جواب میں علماء جون پور نے فتوے دیا کہ ایسا ملک دار الاسلام ہی ہے۔

(مسلمانوں کا روشن مستقبل صفحہ ۱۰۵)

پھر اس دور میں سید ابو الاعلیٰ مودودی نے فرمایا:۔

"کوئی سچا اخلاقی مصلح تلوار اور قلم میں سے ایک چیز کو اختیار کرنے اور ایک ہی ذریعہ سے فریضہ اصلاح کو انجام دینے کا فیصلہ نہیں کر سکتا اس کو اپنا کام پورا کرنے کے لئے دونوں چیزوں کی یکساں ضرورت ہے۔ جب تک زبانی تلقین و تبلیغ شوریدہ سر جماعتوں کو اخلاق و انسانیت کے حدود کا پابند بنانے میں کارگر ہو سکتی ہو تو ان کے خلاف تلوار استعمال کرنا ناجائز بلکہ حرام ہے۔ مگر جب تک کسی جماعت کی شرارت اور بدباطنی اس حد سے گذر چکی ہو کہ اسے وعظ و تلقین سے راہ راست پر لایا جا سکے، اور اسکو دوسری جماعتوں اور قوموں پر دست اندازی کرنے اور حقوق غصب کرنے اور ان کی عزت و شرافت پامال کرنے اور ان کی اخلاقی اور روحانی اور مادی زندگی کو تباہ کرنے سے باز رکھنے کی کوئی صورت باقی نہ رہے تو ہر سچے بہی خواہ انسانیت کا یہ اولین فرض ہے کہ اس کے خلاف تلوار اٹھائے اور اس وقت تک آرام نہ لے جب تک خدا کی مخلوق کو اس کے کھوئے ہوئے حقوق واپس نہ مل جائیں"

(الجہاد فی الاسلام صفحہ ۱۸)

پہلے قلم ہے حکمت و موعظت ہے۔ اور یہی مسیح موعود علیہ السلام کا فتوے ہے۔ اب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی ہے جسے ہم یہاں درج کرتے ہیں:۔

"تیسرے وہ گھنٹہ جو اس منارہ کے کسی حصہ دیوار میں نصب کیا جائے گا۔ اس کے نیچے یہ حقیقت ہوگی کہ تا لوگ اپنے وقت کو پہچان لیں یعنی سمجھ لیں کہ آسمان کے دروازوں کے کھلنے کا وقت آ گیا۔ اور اب سے زمینی جہاد بند کئے گئے اور لڑائیوں کا خاتمہ ہو گیا۔ جیسا کہ حدیثوں میں پہلے لکھا گیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ صحیح بخاری کو کھولو اور اس حدیث کو پڑھو جو مسیح موعود کے حق میں ہے یعنی یضع الحرب جس کے یہ معنی ہیں کہ جب مسیح آئے گا تو جہادی لڑائیوں کا خاتمہ ہو جائے گا سو مسیح آ چکا اور یہی ہے جو تم سے بول رہا ہے"

(اشتہار برائے چندہ منارۃ المسیحؑ)

لیکن یہ یاد رہے کہ اس کے ماسوا تمام لڑائیاں خدائی نشانات ہیں۔ اگر آج مسلمان کوئی لڑائی لڑیں تو وہ جہاد نہیں کہلا سکتی کیونکہ ہمارے آقا نبی کریم صلعم نے جو جہاد کی تعریف کی ہے وہ بالکل واضح ہے

عن معاذ بن جبل رض قال قال رسول اللہ صلعم ان الغزو غزوان فاما من ابتغی وجہ اللہ واطاع الامام، وانفق الکریمۃ واجتنب الفساد فان نومہ ونبھتہ اجر کلہ واما من غزا ریاءً وسمعۃ وعصی الامام وافسد فی الارض فانہ لا یرجع بالکفاف۔

لڑائیاں دو قسم کی ہیں جس شخص نے خالص اللہ کی رضا کے لئے لڑائی کی اور اس میں امام کی اطاعت کی، اپنا بہترین مال خرچ کیا اور فساد سے پرہیز کیا تو اس کا سونا جاگنا سب اجر کا مستحق ہے اور جس نے دنیا کے دکھاوے اور شہرت و ناموری کے لئے جنگ کی اور اس میں امام کی نافرمانی کی اور زمین میں فساد پھیلایا تو وہ برابر بھی نہ چھوٹے گا۔

عن ابی موسیٰ اشعری رض جاء رجلٌ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال الرجل یقاتل للمغنم۔

(بقیہ صفحہ ۵ پر)

عقلیت پرستی اور الہام

صرف الہام سے مسلمانوں کا جمود ٹوٹ سکتا ہے

(از م س ب)

الہام کی ضرورت

صرف عقلیت اور اجتہاد سے مسلمانوں کا جمود نہیں ٹوٹ سکتا کیونکہ مسلمانوں کی ہیئت اجتماعیہ کی بنیاد وحی اور تنزیل پر ہے اسلئے مسلمانوں کے اندر قوت فعال اور اسلام کے حرکی پہلو کو پیش کرنے کے لئے الہام کی ضرورت ہے یہی وہ الہام ہے جسے اسلامی اصطلاح میں "وحی ولایت" کہتے ہیں۔ وحی نبوت آنحضرت صلعم پر ختم ہو گئی اسلیئے وحی نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہے، البتہ اُمّتِ محمدیہ میں وحی ولایت اور مبشرات جاری ہیں اور یہی وہ روحانی قوت ہے جس سے ہمیشہ مسلمانوں کا جمود ٹوٹتا رہے گا۔ اور ان مبشرات کا اُمّتِ محمدیہ کو وعدہ بھی ہے۔

ارشادات

جیسا کہ آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے لم یبق من النبوۃ الا المبشرات نبوت سے کچھ بھی باقی نہیں رہا، مگر مبشرات، اس امت کے برگزیدہ انسانوں کو خداوند تعالیٰ سے ہمکلامی کا شرف حاصل ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے لقد کان فی من کان قبلکم رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء فان یکن فی امتی احد فعمر۔ تم میں سے پہلے لوگوں میں ایسے ہوتے تھے کہ جن سے اللہ تعالےٰ ہمکلام ہوتا تھا گو وہ نبی نہ ہوتے تھے۔ میری امت میں اگر کوئی شخص ایسا ہے تو عمرؓ ہے۔ اس ارشاد نبویؐ سے ثابت ہوتا ہے کہ اس امت میں ایسے لوگ ہو سکتے ہیں جو نبی نہ ہوں۔ مگر اللہ تعالیٰ ان سے ہمکلام ہو۔

عقلیت پرستی کا زمانہ

تاریخ انسانی میں موجودہ زمانہ عقلیت پرستی کا زمانہ ہے، یونان روم اور ہندوستان کے علمی عروج میں "عقلیت پرستی اس مقام تک نہیں پہنچی جیسا کہ آج کل دورِ حاضر میں، صرف عقلیت پرستی" ہی زندگی کے تمام شعبوں میں انسان کی رہنما ہے، اور سب معتقدات عقلیت کی زد میں ہیں اور مذہب کو سب سے زبردست مقابلہ اسی عقلیت سے ہے۔ دنیا میں دہریت اور الحاد اسی عقلیت کی بدولت پھیلے ہیں، اس سے ہستی باری تعالےٰ کے متعلق مختلف شکوک دماغوں میں پیدا ہوتے ہیں اور اس تشکیک سے مسلمان بھی محفوظ نہیں رہ سکے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تعلیمیافتہ مسلمان اس دولت ایمان سے محروم ہو گیا جس سے قرون اولیٰ کے مسلمان مالامال تھے۔ بعض اسلامی مفکرین نے عقلیت سے عقلیت کا ابطال کر کے اس ایمان کو پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ صرف عقل اور مطالعہ فطرت سے ہستی باری تعالےٰ پر وہ ایمان پیدا نہیں ہو سکتا۔ جس کی آج مسلمان کو ضرورت ہے۔ اور قرون اولیٰ کا مثبت ایمان صرف الہام سے پیدا ہو سکتا ہے۔ لیکن آج وہ "الہام اور مبشرات" کہاں ہیں جن کا امت محمدیہ کو وعدہ تھا؟

تقاضاء وقت

خداوند تعالےٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے :۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحفظون. یقیناً ہم نے ہی اس نصیحت کو اتارا۔ اور ہم ہی اسکی حفاظت کرنیوالے ہیں یہی زمانہ ھے جب کہ اس حفاظت کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ لیکن کیا سمجھ لیا جائے کہ نعوذ باللہ آج وہ "زبان" گنگ ہے جس نے اپنی ایک معمولی سی جنبش تخلیق سے اس اشرف المخلوقات کو دولت نطق سے سرفراز کیا! یہ وہ چیلنج ہے جو اکناف عالم کی ہر ایک ملحد تحریک اسلام اور مسلمانوں کو دے رہی ہے! دنیا کے چپہ چپہ پر اس خدائے قادر کو للکارا جا رہا ہے ۔جس نے فرمایا ہے ونحن اقرب الیه من حبل الورید۔ آج اس حی و قیوم خدا کے متعلق کہا جا رہا ہے :۔

"خدا یا روح کل محض ایک مفروضہ ہے جو انسان کی جہالت کا کرشمہ ہے"
(ایم۔ این۔ رائے) (نعوذ باللہ)

دنیائے اسلام اس وقت الہام کے لئے تشنہ ہے! اور ملحد مفکرین زندہ خدا پر ایک تازہ شہادت چاہتے ہیں اور خود مسلمان بھی اشاعت اسلام کے لئے اس شہادت کا متلاشی ہے۔ زمانہ ایک زندہ شہادت مانگ رہا ہے ایک بالکل قریبی انسانی تجربہ چاہتا ہے تاکہ اس تشکیک کا ازالہ ہو سکے، جس سے مہذب دنیا کے دماغوں میں ناسور پیدا ہو چکے ہیں، ورنہ محض معقولیت سے ان زخموں کا اندمال نہیں ہو سکتا اور نہ الٰہیات پر یقین کامل پیدا ہو سکتا ہے، یہ یقین اور ایمان کوئی صاحب حال عارف باللہ ہی پیدا کر سکتا ہے، نہ کہ افلاطون اور ارسطو۔

امام عصر حاضر کا ارشاد

جیسا کہ حضرت مسیح موعود، امام عصر حاضر فرماتے ہیں:۔

"سوچ کر دیکھ لو کہ الہام کے بغیر نہ یقین کامل ممکن ہے نہ غلطی سے بچنا ممکن نہ توحید خالص پر قائم ہونا ممکن نہ جذبات نفسانیہ پر غالب آنا امکان میں داخل ہے۔ وہ الہام ہی ہے جس کے ذریعہ سے خدا کی منت ملنے کی دھوم مچی ہوئی ہے اور تمام دنیا ہست ہست کر کے اسکو پکار رہی ہے، وہ الہام ہی ہے جو ابتداء سے دلوں میں جوش ڈالتا آیا کہ خدا موجود ہے وہی ہے جس سے پرستاروں کو پرستش کی لذت آتی ہے، ایمانداروں کو خدا کے وجود اور عالم آخرت پر تسلی ملتی ہے، وہی ہے جس سے کروڑ ہا عارفوں نے بڑی استقامت اور جوش محبت آلہیہ سے اس مسافرخانہ کو چھوڑا ....

فقط عقل کے پردے سے جسقدر دنیا کو ضرر پہنچا ہے وہ کچھ پوشیدہ نہیں۔ بھلا تم آپ ہی بتلاؤ کس نے افلاطون اور اس کے توابع کو خدا کی خالقیت سے منکر کیا۔ کس نے جالینوس کو روحوں کے باقی رہنے اور جزا سزا کے بارہ میں شک ڈال دیا؟ کس نے تمام حکیموں کو خدا کے عالم بالجزئیات ہونے سے انکاری رکھا، کس نے بڑے بڑے فلاسفروں سے بت پرستی کرائی۔ کس نے مورتوں کے آگے حیوانات کو ذبح کرایا؟ کیا یہی عقل نہ تھی جس کیساتھ الہام نہ تھا؟"

عقل پرستوں کی رستگاری

سو یہ الہام ہی ہے جس سے آج مہذب عقل پرست دنیا کی روحانی رستگاری وابستہ ہے اور گذشتہ روحانی تجربات پر اس زمانہ میں ایک شہادت درکار ہے۔ اگر گذشتہ الہام اور تعلق باللہ کو موجودہ اصطلاح میں صوفیانہ تجربہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے صرف عقلی لحاظ سے پرکھا جائے تو ڈاکٹر اقبال جیسے انسان بھی یہ کہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں :۔

"کہ ابھی ہمارے پاس کوئی ایسا موثر اور علمی ذریعہ نہیں جس سے ہم شعور کے غیر عقلی طریقوں کا تجزیہ اور تحلیل کر سکیں۔ ابھی قریب کی بات ہے کہ علم نفسیات اس قابل ہوا ہے کہ وہ صوفیانہ شعور کے خائر مطالعہ کی اہمیت کا اندازہ کر سکے"
(اسلام میں مذہبی تصور کی نئی تشکیل صفحہ ۲۲)

سو صرف عقلی لحاظ سے خدا کی ہستی کے متعلق کوئی مثبت ثبوت ملنا یا الہام کی صداقت کی تحلیل ہونا سخت مشکل ہے۔ اس کے لئے خود ایسے انسان کی ضرورت ہے جو عارف باللہ ہو اور اپنے عرفان سے لوگوں کے قلوب میں عرفان پیدا کرے۔ یعنی اس ایمان ویقین کے لئے ایک زندہ شہادت کی ضرورت ہے اور ان مبشرات کی ضرورت ہے جن کا ملتِ اسلامیہ سے وعدہ ہے کہ وہ اس ملت کو دی گئی ہیں اور اس مکالمہ مخاطبہ آلہیہ کی ضرورت ہے جو کہ آنحضرت صلعم کے بعد اس امت میں جاری ہے خود ان وعدوں کی صداقت کے لئے خدا کی ہستی پر زندہ ایمان پیدا کرنے کے لئے اور دہریہ رجحانات کے بطلان کے لئے ایک موجود شہادت کی ضرورت ہے اور وہ شہادت کہاں ہے اس کے متعلق ہم کسی آئندہ مقالہ میں تفصیل کے ساتھ لکھیں گے۔

شکریہ احباب بدوملھی

از جناب مولانا مرتضیٰ خان صاحب

ماہ حال کے دوسرے ہفتہ کے شروع میں میں بدوملھی گیا۔ جمعہ وہاں ہی پڑھا گیا "نیا نظام عالم" کے چندہ کے لئے تحریک کی گئی۔ رات کو موضع کوٹ پیر محمد میں جہاں چوہدری سلطان علی صاحب اور اُن کے بھائی رہتے ہیں دوبارہ تحریک کی گئی اس جلسہ میں گاؤں کی خواتین نے شمولیت کی۔ ان تحریکات کا بہت اچھا اثر ہوا۔ بعض احباب نے وعدے کئے اور بعض نے اسی وقت رقوم ادا کر دیں جس کے لئے وہ قابل شکریہ ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان سب کو جزائے خیر دے۔ بدوملھی سے جو رقوم اس دفعہ وصول ہوئیں ان کی تفصیل حسب ذیل ہے :۔

(۱) منجانب جماعت بدوملھی ۔۔۔۔ 126 بدات مختلفہ اس میں 10 روپیہ نیا نظام عالم کی مدمیں ہیں۔

(۲) چوہدری سلطان علی صاحب ۔۔۔ 50 بمد نیا نظام عالم

(۳) چوہدری محمد طیب صاحب فرزند چوہدری سلطان علی صاحب ۔ ۲/-/-

(۴) اہل خانہ چوہدری سلطان علی صاحب [illegible] بمد نظام عالم

(۵) چوہدری احمد بخش صاحب ۔ ۱/-/- " "

(۶) چوہدری فضل صاحب ۔ ۱/-/- " "

(۷) میاں قاسم صاحب ۔ -/۴/- " "

(۸) چوہدری سلطان علی صاحب ۔ ۱۰/-/- بمد خزانہ

197 —/5— •

نظام عالم کے سلسلہ میں ابھی مزید رقم قابل وصول ہے جو امید ہے کہ دسمبر کے مہینہ کے اندر اندر ہی خزانہ میں پہنچ جائے گی۔

متفرقات

شبان الاحمدیہ

(۱) بروز اتوار ۱۰ اکتوبر۔ نوجوانان جماعت لاہور کی ایک میٹنگ خاکسار کے زیر صدارت منعقد ہوئی۔ مولوی محمد حسین صاحب مولوی فاضل نے بہائیت پر تقریر فرمائی جس میں حضرت باب اور حضرت بہاء اللہ کے سوانح حیات مختصر طریق پر بیان فرمائے۔ بہاء کی شریعت کے احکام جدیدہ پر روشنی ڈالی نیز حضرت بہاء کی پیشگوئیوں پر بحث کی۔ اسی سلسلہ میں آپ نے کتاب الاقدس سے مختلف حوالہ جات بھی پڑھ کر سنائے۔

خاکسار نے اپنی صدارتی تقریر میں اس امر کی وضاحت کی احمدیت کا وجود بہائیت کی تردید کا ایک زندہ ثبوت ہے۔ بہائیت اگر اس امر کا دعویٰ کرتی ہے کہ اسلام اب روحانی طور پر ختم ہوچکا ہے تو احمدیت اسلام کی زندگی کی شہادت ہے اور یہ اسلام کے لئے ایک کامل فتح کی مؤید ہے۔

(۲) مجلس اطفال احمدیہ

کے ماتحت احمدی بچوں کا بروز اتوار ۱۰ اکتوبر نماز عصر کے بعد ایک مختصر سا اجتماع ہوا جس میں مجلس اطفال احمدیہ کے متعلق ابتدائی امور پر گفتگو و تنقید ہوئی۔ مجلس کا دوسرا اجتماع آئندہ جمعہ کو ہوگا۔

(۳) مجلس دار الاقامہ

کی ایک میٹنگ چند ضروری امور طے کرنے کے لئے زیر صدارت مولوی امیر علی صاحب ۴ اکتوبر سوموار کے دن بعد از نماز مغرب منعقد ہوئی جس میں مولوی محمد حسین صاحب صدر مجلس دار الاقامہ نے اپنی گذشتہ کارروائی سے حاضرین کو آگاہ فرمایا۔

مجلس کے زیر اہتمام مولوی صاحب موصوف ہر روز صبح ... دارالمطالعہ کو ... قرآن کریم کا ترجمہ سناتے ہیں۔

(۴) جمعیت طلباء احمدیہ

کے متعلق ضروری امور طے ہوچکے ہیں اور قواعد و ضوابط بھی مکمل ہوگئے ہیں۔ انشاء اللہ ہفتہ رواں میں اس کے پروگرام پر عمل شروع ہوجائے گا۔

شیخ محمد طفیل ایم اے سیکرٹری شبان الاحمدیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

وفات

محمد عبید اللہ صاحب افریقی مبلغ کو اطلاع دیتے ہیں کہ شیخ ادریس مجاہد احمدی ... ۶۵ سال کی عمر میں اقتضائے الٰہی فوت ہوگئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ احباب جماعت مرحوم کے حق میں دعائے مغفرت کریں۔

مسلم ٹاؤن میں عید الفطر

اس دفعہ مسلم ٹاؤن میں بھی عید الفطر ادا کی گئی جہاں ہماری جماعت کے گنتی کے گھر ہیں۔ خدا کے فضل سے اچھی خاصی رونق ہوگئی۔ بعض غیر از جماعت احباب نے بھی شرکت فرمائی جن کی تعداد ۴۰ کے قریب تھی خوشی کی بات یہ ہے کہ خواتین نے بھی نماز میں شرکت فرمائی جو ہمارے مرحوم و مغفور خواجہ کمال الدین صاحب کی صاحبزادی یعنی بیگم صاحبہ خواجہ جلال الدین صاحب اور بیگم صاحبہ مولانا عبد الحق صاحب کی کوشش کا نتیجہ تھا۔ جزاہم اللہ احسن الجزا۔

فطرانہ اور عید فنڈ بھی جمع کیا گیا جس کی مجموعی رقم ... روپیہ تھی خواتین سے ... روپیہ کی رقم بیگم صاحبہ خواجہ کمال الدین صاحب کی معرفت وصول ہوئی جن کے لئے ان کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔

مولانا مرتضیٰ خاں صاحب مسلم ٹاؤن

دہلی میں عید الفطر

جماعت دہلی نے ایڈورڈ پارک دہلی میں نماز عید الفطر ادا کی، جناب سید اختر حسین صاحب گیلانی نے بعد از نماز "فلسفہ عید" کے موضوع پر ایک پُر از معارف خطبہ دیا، اور ان وجوہ کو بیان کیا جن کے باعث اسلامی تہواروں کو دیگر اقوام و ملل کے تہواروں پر فضیلت حاصل ہے۔

ینگمینز احمدیہ ایسوسی ایشن

جہلم کا اجلاس

۱۷ ستمبر ۱۹۴۳ء بروز جمعہ قبل از نماز مغرب ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن جہلم کا اجلاس زیر صدارت جناب شیخ محمد فاضل صاحب پروفیسر اسلامیہ کالج پشاور منعقد ہوا۔ عزیزی مبارک احمد کی تلاوت کے بعد عزیزی مقصود احمد نے نظم با ترنم سے سامعین کو محظوظ کیا۔ راقم الحروف نے روئیداد اجلاس گذشتہ پڑھکر سنائی۔ مسٹر رشید احمد صاحب نے مضمون (موجودہ مسلمان) کے عنوان پر سنا کر خراج تحسین حاصل کیا۔ آخر پر جناب صدر نے جلسے میں بولنے والے نوجوان کی تعریف کے بعد تنقیدا ان کی خامیوں پر آگاہ کیا۔ اجلاس ختم ہونے کے بعد ینگ مینز کی طرف سے روزہ افطار کرانے کا انتظام کیا گیا۔

خاکسار احمد گل

"تحریک نیا نظام عالم"

رفتار وصولی

میزان سابقہ (روپے آنے پائی)	وصولی ہفتہ رواں (روپے آنے پائی)	میزان کل (روپے آنے پائی)
۳۱۱۵—۹—۰۰	۲۵۹۳—۱۴—۰	۵۷۰۹—۷—۰

وعدہ کنندگان جلد ادائیگی رقم سے سبکدوش ہوں اور داخل حسنات ہوں۔

اسسٹنٹ سیکرٹری تحصیل و تبلیغ

شکریہ

میری درخواست دعا پر توجہ فرما کر حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ اور جناب مولانا صدر الدین صاحب نے دلی توجہ سے دعا بھی کی اور تحریراً اطلاع دے کر اس خاکسار کو مشکور فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان ہر دو بلند مرتبت بزرگوں کو جزائے خیر دے اور عرصہ دراز تک ان کا نیک سایہ اس خاکسار اور احمدیہ جماعت لاہور پر قائم رکھے، یقیناً دیگر اکابر و احباب جماعت نے بھی دعا فرمائی ہوگی بہر حال میں احباب جماعت کا مشکور و ممنون ہوں۔ خداوند کریم کے فضل اور جماعت کی دعا سے میری صحت دن بدن اچھی ہو رہی ہے۔ مگر تاہم ابھی ضرورت ہے کہ دعا سے یاد فرمائیں۔

خاکسار ایم موسیٰ خاں منشی فاضل پلیڈر موضع ہانجی شاہ ڈاکخانہ ... کشمیر

اعلان نکاح

ماسٹر محمد یعقوب صاحب ہیڈ ماسٹر ہائی سکول جمبہ کے بڑے لڑکے محمد شریف صاحب کا نکاح گلاب دین صاحب مرحوم کی صاحبزادی غلام فاطمہ سے ۲۷ ماہ رمضان کو ہوا اس خوشی میں ماسٹر محمد یعقوب صاحب نے مبلغ دو روپیہ انجمن کو عطا کئے ہیں۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو جانبین کے لئے موجب برکت بنائے۔ آمین۔

معطیین تحریک امداد و فراہمی غلہ

نام	رقم
شیخ نثار احمد صاحب وزیر آباد	20/-/-
چوہدری عبد اللہ خاں صاحب نمبردار ...	50/-/-
چوہدری سلطان علی صاحب ولی و اہلیہ صاحبہ خود	120/-/-
اہلیہ صاحبہ ملک خدا بخش صاحب ...	1/-/-
شیخ حفیظ اللہ صاحب وزیر آباد	20/-/-
شیخ عبید اللہ صاحب	2/-/-
میاں ممتاز احمد صاحب فاروقی کلکتہ	5/-/-
مسٹر محمد اقبال صاحب رنگ پور	5/-/-
چوہدری علی گوہر صاحب چک ۹ پنیار	25/-/-
خانصاحب سید عبد المجید صاحب کیمبل پور	5/-/-
منشی رسلی خاں صاحب ہانجی شاہ ڈاکخانہ کشمیر	45/-/-
بیگم صاحبہ شیخ محمود احمد صاحب چلتان ہوٹل کوئٹہ	10/-/-

اسسٹنٹ سیکرٹری تحصیل و تبلیغ

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی تشریف آوری

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ مورخہ ۱۳ اکتوبر ۱۹۴۳ء بروز بدھ شام کے وقت بذریعہ بس ڈلہوزی سے لاہور تشریف لا رہے ہیں۔ مورخہ ۱۵ اکتوبر ۱۹۴۳ء کو حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ مرکزی احمدیہ مسجد احمدیہ بلڈنگس لاہور میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمائیں گے اور نماز جمعہ پڑھائیں گے۔

آئندہ احباب سلسلہ حضرت ممدوح سے خط و کتابت مندرجہ ذیل پتہ پر کریں:-

مسلم ٹاؤن۔ اچھرہ۔ لاہور

شکریۂ احباب

از محترم جناب شیخ عبد الرحمن صاحب مصری

میرے لڑکے عزیز مبارک احمد مسعود ایم۔ اے کی وفات پر مقامی احباب بزرگوں نے زبانی و قلمی طور پر اور جماعتہائے بیرونجات کے احباب نے بذریعہ خطوط جس اعلیٰ درجہ کی برادرانہ ہمدردی و اخلاص کا نمونہ دکھلایا ہے وہ اپنی نظیر آپ ہی ہے غیر تو غیر آجکل کے جسمانی رشتہ داروں میں بھی اس کی مثال تلاش کرنا عبث ہے اصل بات یہ ہے کہ ایسی خالص ہمدردی بغیر خالص اخوت کے ظہور پذیر ہی نہیں ہو سکتی اور خالص اخوت ہمیشہ اسی جماعت میں ہی پیدا ہو سکتی ہے، جو جماعت کسی مامور من اللہ کی پاک صحبت اور اس کے انفاس طیبہ کے ذریعہ تیار ہوتی ہے اسی کے افراد میں جو اخوت قائم ہوتی ہے وہی فاصبحتم بنعمتہ اخواناً کی حقیقی مصداق اور صحیح معنوں میں اخوت کہلانے کی مستحق ہوتی ہے کیونکہ یہی ایک اخوت ہے جس کی بنیاد محض للہیت پر ہوتی ہے اور ہر قسم کی ذاتی منفعتوں اور خود غرضیوں کے خیالات سے پاک ہونے کی وجہ سے تمام جسمانی رشتوں کو پس پشت ڈال دیتی ہے، ایسی للہیت سے بھری ہوئی اخوت کا ثبوت اگرچہ بہت سے موقعوں پر ملتا رہتا ہے لیکن مصائب اور رنج کی گھڑیاں اس کے لئے خصوصیت کے ساتھ اپنے آپکو نمایاں کرنیکا موقعہ ہوتی ہیں۔ والحمد للہ کہ جماعت نے ہمارے اس غم اور صدمہ کے موقعہ پر اپنے بے مثال رویہ سے ثابت کر دیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اخوت کی جو روح جماعت میں پھونک گئے تھے جماعت اس کی پورے طور پر حامل ہے اور منجملہ دیگر نعمتوں اور برکتوں کے جو امام الزمان کے ذریعہ اسے حاصل ہوئیں ہیں یہ نعمت بھی کوئی معمولی نعمت نہیں کہ جس نے اس زمانہ میں خصوصیت کے ساتھ اس جماعت کو فاصبحتم بنعمتہ اخواناً کا مظہر بنا کر اس صفت میں بھی اسے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا بروز ثابت کر دیا ہے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کا تعزیتی خط جو اخبار پیغام صلح میں شائع ہو چکا ہے اس کا ایک ایک لفظ کس طرح اس اخوۃ اور روحانیت کا زندہ ثبوت ہے جو حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ اس جماعت میں قائم ہوئی ہے۔

۱۰ ستمبر بروز جمعہ احمدیہ بلڈنگس میں احباب کرام کو عزیز مرحوم کی بیماری اور اس کی تشویشناک حالت کا علم ہوتا ہے، یہ خبر سنتے ہی بعض احباب تو اسی وقت عزیز مرحوم کو دیکھنے کے لئے بیتاب ہو جاتے ہیں اور فوراً ہسپتال میں پہنچ جاتے ہیں اور دوسرے احباب نماز جمعہ کے بعد شام تک آتے رہتے ہیں، نماز جمعہ میں میرے محترم بزرگ مولانا مولوی صدر الدین صاحب بڑے پُر سوز الفاظ میں عزیز مرحوم کی صحت کیلئے دعا کی تحریک کرتے ہیں اور جماعت بھی سوز سے بھرے ہوئے دل کے ساتھ دعا کرتی ہے گو یہ دعا تقدیر مبرم ہونے کی وجہ سے صحت کی شکل میں قبول نہیں ہوئی لیکن مجھے یقین ہے کہ احباب کی یہ دعا ضائع نہیں گئی اور عزیز مرحوم کے لئے اگلے جہان میں بڑی ممد ثابت ہو گی، پھر ہفتہ کے روز بھی احباب صبح سے لیکر شام تک ہسپتال میں عزیز مرحوم کو دیکھنے کے لئے تشریف لاتے رہے، اتوار کی صبح کو ۷ بجے عزیز اپنے حقیقی مولا سے جا ملا، اس خبر کو سنتے ہی احباب فوراً چارپائی لیکر ہسپتال میں پہنچے اور جنازہ اٹھا کر گھر پہنچایا اور بہت دیر تک میرے غم میں شریک رہے اور ادھر جماعت کے دیگر احباب کو اطلاع کا انتظام کیا گیا اور باوجود روزہ کے اکثر احباب ½ ۵ بجے شام جنازہ کے لئے پہنچ گئے صرف ہمارے بھائی ہی نہیں بلکہ بہنیں بھی ہمارے اس غم میں شریک ہوئیں جن بہنوں کو علم ہوا وہ فوراً پہنچیں اور عزیز مرحوم کی والدہ اور بہنوں کا غم غلط کرنے میں مصروف رہیں اور اکثر تو بعد میں بھی آتی رہیں اور اب تک آ رہی ہیں، اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر دے، آمین۔

صرف اسی پر بس نہیں بلکہ جو بات ہماری جماعت کو دوسروں سے ممتاز کر رہی تھی وہ یہ تھی کہ جو بھائی اس موقعہ پر عزا پرسی کیلئے آئے وہ محض رسمی طور پر اظہار افسوس کے لئے نہیں آئے بلکہ ان کے چہروں سے غم ٹپک رہا تھا اور ان کے دل اس صدمہ کے اثر سے گہرے طور پر متاثر تھے اور ان کے ہر لفظ و ہر حرکت سے ظاہر ہو رہا تھا کہ ہمارے اس صدمہ کو انھوں نے اس طرح محسوس کیا ہے جس طرح کہ گویا ان کا اپنا کوئی عزیز فوت ہو گیا ہے یہی حال ہماری بہنوں کا بھی تھا دل سخت غمزدہ تھے آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں اسی طرح باہر سے بھی جن دوستوں کے خطوط موصول ہوئے ہیں ان کا بھی ایک ایک لفظ بتا رہا ہے کہ ان کا اظہار افسوس بھی محض رسمی نہیں بلکہ غم ان کے قلوب کی گہرائیوں سے اس طرح پھوٹ پھوٹ کر نکل رہا ہے جس طرح اپنے کسی عزیز کی موت پر طبعی طور پر نکلا کرتا ہے۔

بہر حال ہمارے بھائیوں اور بہنوں کی اس قیمتی اور کچی ہمدردی کا ہمارے دل پر اتنا گہرا اثر ہے کہ اس اثر کو الفاظ میں بیان کرنا ہمارے لئے نہایت مشکل ہے کیونکہ ان جذبات تشکر کے اظہار کے لئے جو ہمارے دل میں موجزن ہیں ہمیں مناسب الفاظ نہیں ملتے۔

بہرحال میں بھی اور عزیز مرحوم کی والدہ بھی رسمی طور پر نہیں بلکہ خلوص قلب کے ساتھ اپنے ان تمام بھائیوں اور بہنوں کا جنہوں نے ہمارے اس غم میں زبانی طور پر یا خطوط کے ذریعہ اظہار ہمدردی کیا ہے تہ دل سے شکرگذار ہیں اور ان سب کے لئے رمضان کے مبارک ماہ میں بھی دلی درد کے ساتھ دعائیں کرتے رہے ہیں اور انشاء اللہ آیندہ بھی کرتے رہیں گے دوستوں کے خطوط کا فرداً فرداً جواب لکھنا ان ایام میں مشکل تھا اس لئے اخبار کے ذریعہ اس فریضہ کو ادا کیا گیا ہے امید ہے احباب کرام معذور سمجھ کر اس اخباری شکریہ کو ہی قبول فرمالیں گے اپنے احباب کرام کی خدمت میں آخری التماس ہماری یہ ہے کہ وہ عزیز مرحوم کا جنازہ غائب پڑھکر عند اللہ ماجور ہوں بعض خطوط سے تو معلوم ہوتا ہے کہ بعض جماعتوں نے جنازہ غائب پڑھا ہے لیکن دوسرے احباب کے خطوط میں اس کا ذکر نہیں اسلئے میں نے عرض کر دیا ہے امید ہے احباب کرام اس درخواست کو منظور فرما کر ہمیں مزید شکر گذاری کا موقعہ دیں گے اور اگر کسی جگہ کوئی دوست اکیلے ہی ہوں تو وہ بھی عزیز مرحوم کی مغفرت اور نیز ترقی درجات کے لئے دعا کر کے عزیز مرحوم کی مدد فرما کر اس پر احسان فرمائیں ان اللہ یجزی المحسنین۔

ہم اسجگہ ان دوستوں کا بھی دلی شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں جنہوں نے باوجود جماعت قادیان سے تعلق رکھنے کے ہمارے غم میں شریک ہوتے ہوئے دلی ہمدردی کا اظہار کیا ہے اسی طرح اس موقعہ پر ہم اپنے ان تمام ہندو رشتہ داروں کا بھی شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتے ہیں جو عزیز کی بیماری کی خبر سن کر بیمار پرسی کے لئے ہسپتال پہنچے اور پھر وفات کی خبر سن کر عزا پرسی کے لئے بھی تشریف لائے اور ہمارے غم میں شریک ہوئے اور اس صدمہ میں دلی ہمدردی کا اظہار کیا پھر ان غیر از جماعت ہمسایہ مردوں و مستورات کا بھی جنہوں نے ہمارے اس غم میں نہ صرف شرکت کی بلکہ کافی ہمدردی کا ثبوت دیا اور عزیز مرحوم کے ان دوستوں کا بھی جنہوں نے خطوط کے ذریعہ یا زبانی طور پر اظہار ہمدردی کیا ہے اسی طرح ان تمام اشخاص کا بھی جو کسی نہ کسی تعلق میں اظہار افسوس کے لئے خود آئے یا بذریعہ خطوط اظہار افسوس کیا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں اور اس شکریہ کو آخر میں اس دعا پر ختم کرتے ہیں کہ اے اللہ تعالیٰ ہمارے اس غم میں شریک ہونیوالے تمام بھائیوں اور بہنوں کو اپنی خاص نعمتوں اور برکتوں کا وارث کرے اور اپنی اخص رحمتوں سے مالا مال کرے۔ آمین یا رب العالمین آمین

خاکسار
شیخ عبد الرحمان مصری

(بقیہ از صفحہ ۲)

والرجل یقاتل للذکر والرجل یقاتل لیریٰ مکانہ فمن فی سبیل اللہ؟ قال من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا فھو فی سبیل اللہ

ایک شخص رسول اللہ صلعم کے پاس حاضر ہوا اور بولا کوئی شخص مال غنیمت کے لئے جنگ کرتا ہے۔ کوئی شہرت و ناموری کی خاطر کوئی بہادری کے جوہر دکھانے کیلئے فرمایئے کونسی جنگ اللہ کی راہ میں ہے کیا راہ خدا کی جنگ تو محض اس شخص کی ہے جو محض اللہ کا کلمہ بلند کرنے کیلئے لڑے۔ (بخاری)

اسی بنا پر مصر کی اور ترکی کی جنگیں جہاد نہیں کہلا سکتیں کیونکہ وہ نہ اللہ اور اس کے رسول کیلئے جنگیں نہیں کی گئیں۔

حضرت مسیح موعود نے جہاد کو منسوخ نہیں کیا بلکہ وہ مقراض ہمارے ہاتھوں میں دیدی جس سے لوگوں کے دل کاٹے جاتے ہیں اور وہ مقراض قرآن ہے۔ اسی مقراض سے نئے نظام کی کاٹ ہو گی لیکن پہلے اس بات کی ضرورت ہے کہ:۔

چوں دور خسروی آغاز کردند
مسلماں را مسلماں باز کردند

مسلمانوں کو "نیابت فی الارض" کا حقیقی مصداق نہیں بنایا جائیگا جب تک عبادی الصلحون کے مراتب عالیہ تک نہ پہنچ جائے۔

اک معجزہ کے طور سے پیشگوئی ہے کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

اور پھر اسلامی علم کو تھام لیں مسیح موعودؑ کے دامن سے وابستہ ہو جائیں تب کامیابی کی کوئی امید ہو سکتی ہے۔ اگر مسلمانوں کو بحیثیت دنیاوی قوم کے کوئی فائدہ پہنچ بھی جائے تو اس سے اسلام کو کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا۔ حرم کی حفاظت کرو تمہیں سب کچھ مل جائیگا۔

پھر سیاست چھوڑ کر داخل حصار دیں ہو ملک و دولت ہے فقط حفظ حرم کا اک ثمر

اور حفظ حرم کے سامان کہاں ہو رہے ہیں وہ اس مٹھی بھر جماعت میں جس کے اموال اور جانیں محض دین کے لئے وقف ہیں جن کا ذکر ھل ادلکم الخ میں ہے وہ یہی اشخاص ہیں۔ مخالف دشمن کی تمام کوششیں احمدیت کو مٹانے میں کامیاب نہ ہو سکیں۔ یہ ایک ننھا سا پودا تھا جس کے خلاف تند و تیز ہوائیں چل رہی تھیں لیکن یہ پودا بتائید ایزدی قائم رہا۔ اب ایک تناور درخت بن چکا ہے۔ ۔ ۔ ۔

نوٹ:۔ اس مضمون کیلئے مختلف حوالہ جات کی تلاش میں شیخ محمد طفیل صاحب نے بڑی امداد دی ہے اس کے لئے میں ان کا شکر گذار ہوں۔

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا الخ پر

ایک اعتراض اور اُس کا جواب

اسلامی اور مسیحی جہنم کا فلسفہ

از جناب حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم

(قسط نمبر ۲)

یہ تو شان ابراہیمؑ ہے کہ آگ اس پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جائے۔ کاش کہ مجھے یہ سعادت نصیب ہو کہ اگر جہنم میں میرا گذر ہو تو جہنم کی آگ سرد پڑتی چلی جائے۔

ایک مومن کی عظمت اور خداوند یسوع

یہ سعادت وہ ہے جو خداوند یسوع کو بھی نصیب نہ ہوئی، کیونکہ وہ برابر تین دن تک جہنم کی آگ میں جلتے اور جھلستے رہے اور ان کے قدم سے جہنم کی آگ سرد نہ ہوئی اسلام نے تو ایک مومن متقی کی بڑی شان رکھی ہے کہ وہ جہنم پر سے گذرتا ہے تو جہنم کو سرد اور اس کی آگ کو گلزار پاتا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کسی پادری کو ان روایتوں سے کیا نفع پہنچا۔ سوائے اس کے کہ ایک مومن کی عظمت اور شان کا پتہ لگ گیا۔ کہ مومن اپنے اندر وہ جنتی اثر رکھتا ہے۔ کہ جہنم میں سے گذر جائے تو اسے جنت بنا دیتا ہے۔

مومن تقویٰ سے اپنے جہنم کو سرد کرتا ہے

ہر ایک عقلمند جو جہنم کے اسلامی فلسفہ سے واقف ہے وہ اسے آسانی سے سمجھ سکتا ہے، کہ جب ہر ایک آدمی اپنی خواہشات اور جذبات کی آگ کو بھڑکا کر اپنے اعمال بد سے اپنا جہنم آپ بناتا ہے تو ظاہر ہے کہ جس آدمی نے اپنے جذبات اور خواہشات کی آگ کو جناب الہٰی کی کامل فرمانبرداری کے ماتحت لاکر اپنے جہنم کو سرد کر لیا۔ اور اپنے ایمان اور اعمال صالحہ سے اپنا جنت آپ بنا لیا اسے قیامت میں جہنم سرد نظر آئے گی تو اور کیا نظر آئے گا۔ وہی خواہشات جذبات کی آگ اگر غلط طور پر بھڑکتی تو جہنم بنتی۔ اب خدا کے احکام کے ماتحت کام میں آنے سے جہنم سرد ہو گئی۔ اور ایمان و اعمال صالحہ کے ذریعہ سے ایک جنت رونما ہو گئی ان حالات میں آخرت میں متقی کو جہنم سرد نظر نہ آئے تو اور کیا ہو، اور جنت اس کا مسکن نہ ہو تو اور کیا ہو، ان روایتوں کا مطلب، اگر کوئی ہو سکتا ہے تو یہی ہو سکتا ہے کہ ایک جنتی انسان بھی جذبات اور خواہشات اسی طرح رکھتا تھا جیسا کہ ایک جہنمی انسان رکھتا تھا۔ دونوں وہ تمام اسباب اپنے اندر جمع رکھتے تھے جن کے غلط استعمال سے جہنم بنتا ہے اور صحیح استعمال سے جنت بنتی ہے۔ مگر ایک متقی انسان ان اسباب کے صحیح استعمال سے اپنے جہنم کو جنت سے تبدیل کر لیتا ہے، جذبات و خواہشات کے ابتلاؤں میں سے وہ بھی گزرا مگر ان کے صحیح استعمال سے وہی اسباب جو جہنم کی آگ کو سلگاتے سرد پڑ گئے۔ اور اسی لئے قیامت میں اُسے جہنم سرد نظر آئے گی۔ ظاہر ہے کہ یہ اس کی اپنی جہنم ہے جو سرد ہو گئی۔ ورنہ اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ سارے کافروں کی جہنم سرد ہو کر کفار کے عذاب کا خاتمہ ہو جائے گا۔ نہیں ہر ایک شخص کو جو جہنم نظر آئے گی جس میں وہ وارد ہو گا وہ وہی جہنم ہے جو اس کے اپنے ہاتھوں سے بھڑکائی گئی ہے یا سرد ہو چکی ہے۔ خوش قسمت ہے وہ جس کی جہنم اس کے اپنے ہاتھوں سے سرد ہو چکی اور وہ جنت کا وارث ٹھہر گیا۔

ورود کے معنے پہنچنے کے ہیں نہ کہ داخل ہونیکے

ان روایات میں جو فلسفہ نظر آتا ہے وہ بجائے خود نہایت لطیف ہے، جن لوگوں نے ان روایات کی بنا پر تسلیم کیا ہے، کہ سب لوگ جہنم پر سے گذریں گے اور اس لئے وہ ان منکم الا واردھا میں مخاطب سب انسانوں کو لیتے ہیں۔ وہ پھر ورود کے معنے کسی چیز کے اوپر وارد ہونے کے لیتے ہیں، نہ کہ اس میں داخل ہونے کے جیسا کہ لغت میں کسی پانی کے گھاٹ پر پہنچنے کو ورود کہتے ہیں، نہ کہ اس میں داخل ہونے کو چنانچہ قرآن کریم میں آیا ہے ولما ورد ماء المدین۔ جب وہ مدین کے پانی پر پہنچا۔ ان کے نزدیک اس آیت کے معنے یہ ہوئے کہ ہر ایک انسان جہنم پر سے گذرتا ہے، لیکن چونکہ ہر ایک شخص کی جہنم اپنی ہی بنائی ہوئی ہوتی ہے۔ اور جو شخص بھی جہنم میں جائے گا۔ وہ اپنے ہی ہاتھ کے بنائے ہوئے جہنم میں جائے گا۔ وہ ہرگز کسی دوسرے شخص کے بنائے ہوئے جہنم میں نہیں جا سکتا۔ پس متقیوں کا جب جہنم پر گزر ہو گا تو اسی جہنم پر سے گزر ہو گا جسے وہ اپنے تقویٰ کے پانی سے سرد کر چکے ہیں لہٰذا وہ اسے سرد پائیں گے۔ اور عذاب جہنم سے محفوظ رہیں گے۔ اور کفار کا جب اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے جہنم پر گزر ہو گا تو وہ ان کے اعمال بد کی وجہ سے بھڑکتی ہوئی آگ ہو گی جس میں وہ رہ جائیں گے۔

مومن کی نجات

پس جہنم پر سے تو سب گذرے۔ مگر ہر ایک اپنے جہنم پر سے گذرا۔ متقی لوگ اپنی سرد اور جنت سے تبدیل شدہ جہنم پر وارد ہوئے اور ہر ایک دکھ اور عذاب سے محفوظ گذر گئے اور یہی معنے نجات کے ہیں۔ پس وہ نجات پا گئے۔ کیونکہ دنیا میں اپنے تقوے سے اپنے جذبات و خواہشات کی آگ کو سرد کر چکے تھے۔ اور کفار اپنے اعمال بد کی وجہ سے بھڑکتی ہوئی آگ پر وارد ہوئے اور اسی میں رہ گئے۔ یہی وہ معنے کرتے ہیں ثم ننجی الذین اتقوا ونذر الظلمین فیھا جثیا کے۔ کہ جہنم پر وارد تم سب ہو گئے۔ مگر ہم متقیوں کو نجات دیتے ہیں۔ اور ظالموں کو جہنم میں گھٹنوں کے بل چھوڑ دیتے ہیں۔ متقیوں کی نجات تو اس طرح ہوئی کہ ان کا جہنم بوجہ ان کے تقوے کے سرد ہو چکا تھا۔ اس لئے انھوں نے اسے سرد پایا۔ اور وہ خیریت سے گذر گئے۔ اور نجات پا گئے اور ظالموں کا جہنم بجائے سرد ہونے کے شعلوں کی بھڑکتی ہوئی آگ تھی۔ اس لئے سزا بھگتنے کو وہ اس میں رکھے گئے۔

ورود کے معنے قرآن کے مطابق کرو

مگر سائل صاحب کو یہ وسوسہ تنگ کر رہا ہے کہ چونکہ بعض دفعہ ورود کے معنے اندر داخل ہونے کے بھی آتے ہیں اس لئے ہم پادری صاحب کی کیوں نہ مانیں؟ اور ورود کے معنے داخل ہونے کے کیوں نہ لیں؟ مگر انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ علم معانی کے رو سے یہ اصول غلط ہے جب ایک لفظ کئی معنوں میں مستعمل ہوتا ہے تو ہمیشہ اس کے معنے کرنے میں سیاق و سباق اور قرائن کو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ اور قرینہ یہی ہے۔ جیسا کہ تمام روایتیں اسی کی مؤید ہیں کہ جہنم پر ایک انسان کا ورود جو ہو گا اس میں داخلہ شرط نہیں۔

سرد شدہ جہنم میں داخلہ موجب راحت ہے

لیکن چلو ہم مانے لیتے ہیں کہ داخلہ ضرور ہو گا تو ایک سرد اور سلامتی والی جہنم میں جو جنت بن چکی ہے داخلہ خوشی اور راحت کا موجب ہو گا نہ کہ کسی دکھ اور عذاب کا۔ مجھے اگر یہ دکھایا جائے کہ تیری جہنم سرد اور سلامتی والی اور گلزار بن چکی ہے تو میرے لئے تو وہ گھڑی بے انتہا خوشی اور مسرت کی ہو گی یہ مقام غور ہے کہ ایک انسان کے لئے اس سے بڑھ کر خوشی کا مقام اور کیا ہو سکتا ہے کہ اس کی جہنم مبدل بہ . . . . . جنت ہو جائے۔

دو الگ الگ جہنم

پس ان سب روایتوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ متقی جب جنت میں جائے گا تو راستہ میں جہنم پر سے گذرے گا اور اسے سرد اور گلزار پائے گا۔ اور خوشی سے پھولا نہ سمائے گا۔ اور نجات کا وارث ٹھہرے گا۔ اور ایک کافر بدعمل جب اپنے جہنم پر وارد ہو تو اپنے جہنم کو بھڑکتا ہوا پائے گا۔ اور اس میں سزا بھگتنے کو چھوڑ دیا جائے گا۔ یہ دونوں جہنم الگ الگ ہیں: (۱) ایک متقی کی سرد شدہ مبدل بہ جنت جہنم ہے، (۲) اور دوسری کافر کی آگ سے بھڑکتی ہوئی جہنم ہے۔ کافر کی آگ سے بھڑکتی ہوئی جہنم سے تو ایک متقی کو اس قدر دوری ہو گی کہ وہ اس کی آہٹ بھی نہ سنے گا۔ جیسا کہ قرآن میں ہے کہ اولٰئک عنھا مبعدون لا یسمعون حسیسھا کہ متقی اس جہنم سے دور رکھے جائیں گے یہاں تک کہ اس کی آہٹ بھی نہ سنیں گے۔ پس کافر کی جہنم سے جو مقام سزا ہے متقی کا کیا واسطہ ہو سکتا ہے!

خلاصہ مطلب

خلاصہ یہ ہے کہ ان منکم الا واردھا میں مخاطب دراصل کفار و شیاطین ہیں جن کا وہاں ذکر ہے، دیگر آیات قرآنی سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے اور حضرت ابن عباس جیسے جید صحابی بھی جو اپنے علم قرآن کے لئے مشہور ہیں یہی مذہب رکھتے ہیں۔ لیکن اگر ان روایات کو بھی مان لیا جائے جنہیں پادریوں نے پیش کیا ہے۔ اور ان منکم الا واردھا سے مراد ہر ایک انسان بھی لے لیا جائے تب بھی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ متقی اپنی سرد اور مبدل بہ جنت، جہنم پر سے گذرے گا اور کافر اپنی بھڑکتی ہوئی آگ سے پُر جہنم میں گرے گا۔ متقی کا کافر کی جہنم سے کوئی واسطہ نہیں ایک کافر اپنے ہاتھوں سے اپنی جہنم بھڑکاتا اور اس میں گرتا ہے اور متقی اپنے ہاتھوں سے اپنی جہنم کو سرد کر لیتا اور جنت بنا لیتا ہے۔ دونوں کی راہیں مختلف ہیں منزل مقصود مختلف ہے، تو قیامت میں ایک جگہ ہرگز جمع نہیں ہو سکتے۔

عیسائیوں کے نزدیک ہر انسان جہنم کا وارث ہے

دراصل عیسائیوں کی باطل پرستی اور جنت و جہنم کے اسلامی فلسفہ سے ناواقفی کا نتیجہ ہے جو وہ ایسی فاش غلطی کھاتے ہیں اور مفت میں اپنی جہالت کا مظاہرہ کر ڈالتے ہیں، چونکہ ان کے اپنے مذہب کے رو سے ہر ایک انسان گناہ کو ورثہ میں پاتا ہے اور اس لئے جہنم میں داخل ہونا ان کے لئے لازمی ہے اس لئے اس کبڑی عورت کی طرح جو تمام دنیا کی عورتوں کو کبڑا دیکھنا ہی پسند کرتی تھی، یہ بچارے رات دن اسی تاویل

میں رہتے ہیں کہ دوسرے مذاہب میں بھی انہی کی طرح کا کیڑا پن نکل آوے، بالخصوص اسلام پر بہت نظر عنایت ہے، کیونکہ اسے یہ اپنے مقابل کا حریف سمجھتے ہیں جہنم میں ہر ایک انسان کے جلنے کا عقیدہ تو ج[illegible]ان کا اپنا ہے کیونکہ یہ انسان کو فطرتاً گنہگار اور اس لئے سب کو جہنم کا سزاوار سمجھتے ہیں۔ ان کے عقیدہ کے مطابق خدا باپ ہر ایک انسان کو فطرتاً گنہگار پیدا کر کے جہنم میں جلنے کیلئے ہی پیدا کرتا ہے، ہاتھی کے دانت کھانے کے اور ہیں اور دکھانے کے اور ہیں۔ یہ پادریوں کے محض منہ سے کہنے کے لفظ ہیں کہ "خدا محبت ہے"۔ کیا محبت کا یہی تقاضا ہوا کرتا ہے کہ انسان کو فطرتاً گنہگار پیدا کیا جائے تاکہ وہ گناہوں سے بچ نہ سکے اور جہنم کا ایندھن بنے۔

"خدا باپ" کا انوکھا انصاف

اس باطل عقیدہ کی اصلاح کی یوں کوشش کی گئی کہ انسان کی یہ زبوں حالی اور مجبوری کی حالت دیکھ کر خدا بیٹے کو رحم آگیا، اُس نے اس میں کسی قسم کی مداخلت تو نہ کی کیونکہ خدا باپ کے انوکھے انصاف میں فرق آتا تھا۔ "انوکھا انصاف" میں نے اسلئے کہا کہ جو چیز انسانی فطرت میں داخل ہو اس پر سزا دینا اگر انصاف ہے تو ذرا بتایئے ظلم کس کا نام رکھا جائے؟ کیا انسان کے دیکھنے بولنے سننے پر سزا دینے والا صاحب انصاف کہلائیگا؟ پس اگر گناہ انسانی فطرت میں داخل ہے تو اس پر سزا دینا اگر انصاف کہلائے گا تو کیا یہ انوکھا انصاف نہ ہوگا؟ الغرض خدا بیٹے کو رحم آگیا، اس نے نوع انسان کی اس مصیبت کو ٹالنے کے لئے اپنے آپ کو سزا بھگتنے کے لئے پیش کر دیا خدا باپ بھی راضی ہو گیا مگر سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ پہلا فطرتی تقاضوں پر سزا دینے کا انصاف کیا کم عجیب تھا جو اب یہ دوسرے عجیب و غریب انصاف کا مظاہرہ شروع کیا گیا کہ ایک بیگناہ کو گنہگاروں کے بدلے سزا دے دی گئی، اور پھر بھی خدا باپ کا عجیب و غریب انصاف بالکل صحیح سلامت قائم رہا۔ لیکن اتنا ہی نہیں اس کے ساتھ ہی انصاف کا ایک تیسرا مظاہرہ اور ظہور پذیر ہوا اور وہ یہ تھا کہ انسان کو تو اس کے گناہوں کے بدلہ میں ابدالآباد کا جہنم ملتا تھا مگر انہی گناہوں کے بدلہ میں جب خدا بیٹا سزا بھگتنے کھڑا ہوا تو صرف تین دن کا جہنم کافی سمجھا گیا۔ گناہ ایک ہی! مگر انسان اس کی سزا بھگتے تو ابدالآباد کا جہنم پائے۔ اور خدا بیٹا بھگتے تو صرف تین دن کا جہنم پاوے۔ کیا اس عجیب و غریب انصاف کا یہ تیسرا انوکھا مظاہرہ نہیں؟ جو انسانی سمجھ سے باہر ہے!

"خدا محبت" جہنم میں جلائے بغیر راضی ہی نہیں ہو سکتا

مقام غور ہے کہ اس عجیب و غریب عقیدہ کفارہ کی جس کی لغویت سے انسانی عقل کو شرم آجاتی ہے ضرورت کیوں پیش آئی محض اسلئے کہ عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ انسان فطرتاً گنہگار ہے۔ خدا نے اس کی فطرت ہی ایسی پیدا کی ہے کہ وہ گناہ کرے اور جہنم میں جلے۔ کفارہ کے ذریعہ یہ کوشش کی گئی کہ انسان کے بدلہ میں اس کا ایک نمایندہ خدا کا بیٹا جہنم میں جلے۔ گویا خدا باپ بغیر جہنم میں کسی کو جلانے کے راضی ہی نہیں ہو سکتا فرمایئے خدا کی محبت کا یہ کیسا عجیب مظاہرہ ہے؟

پس جس قوم کا یہ مذہب ہو اس کا اسلام کے منہ آنا اور اعتراض کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟ اپنے باطل عقیدہ کو مسلمانوں کے ذمہ تھوپنا کہاں کا انصاف اور حق پرستی ہے؟ اسلام کے رو سے ہر ایک انسان فطرتاً معصوم پیدا ہوتا ہے، وہ خدا کے رحم سے مستفید ہونے کے لئے پیدا ہوا ہے، اس کے قویٰ اور جذبات ترقی و کمال کے لئے پیدا کئے گئے ہیں جن سے وہ اپنے لئے ایک جنتی زندگی بناتا ہے۔ ہاں ان کے غلط استعمال سے وہ اپنے لئے جہنم بھی بنا لیتا ہے مگر خدا کی ذات اس سے پاک ہے کہ وہ انسان کی فطرت ایسی بنا دے کہ گناہ کے سوا اسکو چارہ نہ ہو، اور جہنم میں داخلہ کے سوا اس کیواسطے کوئی راہ مفر نہ ہو۔ خدا کے بیٹے کا وجود اور اس کا انسان کے گناہوں کے بدلہ میں لعنتی ہو کر جہنم میں جلنا محض ایک خوش عقیدگی ہے۔ جس کی لغویت کی وجہ سے کوئی عقلمند اسے نہیں مان سکتا یہ کس قدر لچر بات ہے کہ خدا کا انصاف ایسا پر خود غلط مانا جائے کہ وہ انسانوں کو اس کے فطرتی تقاضوں پر سزا دیتا ہے، اور اس کی اصلاح کرنے لگتا ہے تو ایک بیگناہ کو گنہگاروں کے بدلہ پکڑ کر سزا دیدیتا ہے پھر ایک ہی گناہ کی سزا انسان کو دے تو ابدالآباد کا جہنم دے اور اپنے بیٹے کو سزا دے تو صرف تین دن کا جہنم کافی سمجھ لے۔ اور خدا کیا اور اس کا بیٹا کیا۔ اولاد تو بقائے نوع کے لئے ہوتی ہے۔ کیا خدا باپ پر فنا آنے والی ہے جو بیٹے کی ضرورت پڑ گئی۔

سبحان اللہ عما یصفون ۔

ضرورت ہے

پنجاب ٹینری وزیر آباد کے لئے ایک ایسے آدمی کی ضرورت ہے جو مذکورہ فیکٹری کے متعلق انگریزی اور اُردو میں خط و کتابت کر سکتا ہو اور ٹائپ جانتا ہو۔ اس کے علاوہ بچوں کو تعلیم دے سکتا ہو۔ اور ان کی تربیت کر سکتا ہو۔ تنخواہ ۴۵/- روپے ماہوار ہوگی۔ مزید تفصیلات کے لئے مندرجہ ذیل پتہ پر خط و کتابت کریں

مینیجر صاحب

دی پنجاب ٹینری۔ وزیر آباد

قادیانی جماعت سے شہادت امر واقعہ کا مطالبہ

از جناب شیخ غلام حسین صاحب سیالکوٹ

حضرت مسیح موعود نے سال ۱۸۹۰ء کے قریب حدیث مجدد کی رو سے دعویٰ ماموریت۔ مجددیت اور محدثیت فرمایا اور اس دعوے کی تائید میں بیشمار لٹریچر کتابوں۔ اخباروں۔ ٹریکٹوں اور اشتہارات کی صورت میں فراہم کیا اور ایک جماعت قائم کی جو آپ کی زندگی تک بلکہ حضرت مولوی نورالدین صاحب مرحوم و مغفور کی زندگی تک ایک ہی مسلک پر متحد رہی۔ مگر حضرت مولوی نورالدین صاحب کی وفات کے بعد جماعت دو حصوں میں تقسیم ہو گئی ہماری جماعت کا تو یہی عقیدہ رہا کہ حضرت مسیح موعود محدث اور مجدد ہیں۔ مگر قادیانی جماعت نے آپ کی طرف نبوت کا دعویٰ منسوب کیا۔ قادیانی جماعت کو یہ بات تو تسلیم ہے کہ ابتداً حضرت مسیح موعود نے دعوئے محدثیت فرمایا۔ مگر ان کا یہ بھی خیال ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد آپ نے دعوئے نبوت اور رسالت فرمایا۔ اس پر ہماری گذارش یہ ہے کہ ایسا واقعہ کبھی حضور کی زندگی میں نہیں آیا۔ اگر کسی وقت ایسا تغیر اور انقلاب واقعہ ہوتا تو چونکہ یہ ایک عظیم الشان واقعہ تھا۔ اسلئے غیر اغلب ہے کہ آپ اس موقعہ پر خاموش رہتے۔ چاہیئے تھا کہ اس انکشاف پر آپ کیطرف سے بڑے بڑے پوسٹر شائع ہوتے۔ اشتہار لکھے جاتے۔ جماعتوں کو طلب کر کے بذریعہ لیکچر صورت واقعہ کا اعلان کیا جاتا۔ باہر کی جماعتوں کو مبلغین کے ذریعہ اطلاع دی جاتی۔ اور کھلے کھلے الفاظ میں اعتراف کیا جاتا کہ ہم سے بڑی بھاری فروگذاشت ہوئی ہے کہ خدا تعالےٰ نے تو ہم کو منصب نبوت اور رسالت پر سرفراز فرمایا تھا مگر ہم نے غلطی سے اپنے آپ کو بجائے نبی کے محدث اور مجدد سمجھ لیا۔ ہاں ہم نے ایسا بھی غلطی کھائی اور جماعت کو بھی ایک غلط راستہ پر ڈال دیا۔ اب آیندہ کے لئے سب ماننے والوں کو ہدایت کی جاتی ہے کہ علاوہ محدث اور مجدد کے ہمیں نبی اور رسول سمجھیں اور یقین کریں اور جو توجیہات اور تاویلات قادیانی جماعت کیطرف سے آج دعوئے نبوت کے متعلق پیش ہو رہی ہیں وہ حضرت مسیح موعود کا حق تھا کہ اس وقت پیش فرماتے اور اپنی غلطی کو پبلک میں علی رؤس الاشہاد واضح کرتے۔ حضور کی تو عادت تھی کہ معمولی معمولی واقعات کے پیش آنے پر جس سے غلط فہمی واقع ہونے کا احتمال ہوتا فوراً بذریعہ اشتہار اور اخبار اس واقعہ کی توضیح فرماتے۔ پھر کیا اتنا عظیم الشان واقعہ رونما ہو کہ آپ کو امتی سے نبی کے مقام تک فائز کیا جائے اور آپ خاموش رہیں، اور کسی کو کانوں کان تک خبر نہ ہو۔ ہم آپ کا وہ اعلان اور بیان دیکھنا چاہتے ہیں جو دعوئے نبوت کے انکشاف ہونے پر آپ نے شائع کیا ہو اور ہر ایک حق پسند اس مطالبہ میں ہمارا ہمنوا ہوگا۔ اور ایسا اعلان پیش نہ کر سکنا، اس امر کی شہادت اور دلیل ہوگا کہ حضرت مسیح موعود کی طرف دعوئے نبوت منسوب کرنا واقعات کی شہادت کے صریح خلاف ہے۔ اس کے ساتھ ہم یہ بھی دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ تبدیلی دعوے کا واقعہ کس تاریخ کو وقوع میں آیا اور وہ کونسا مہینہ اور سنہ تھا۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ہم نے سمجھ لیا تھا کہ حضرت صاحب نبی اور رسول ہیں مگر ہمارا مطالبہ یہ نہیں بلکہ ہمارا سوال یہ ہے کہ خود حضرت مسیح موعود نے کونسی تاریخ کس ماہ اور کس سنہ میں سمجھا اور اعلان فرمایا کہ ہم نبی اور رسول ہیں انسب ہوگا کہ اس بارے میں آپ کا کوئی الہام پیش کر دیا جائے جس میں خدا تعالےٰ نے آپ کو اس غلطی سے آگاہ فرمایا ہو کہ آپ محدث اور مجدد کے علاوہ نبی اور رسول ہیں اور چونکہ الہاماً یا اجتہاداً آپ کی طرف سے کوئی ایسا اعلان

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک فرمان کی یاددہانی

از جناب فضل الٰہی صاحب سپرنٹنڈنٹ چونگی کھاریاں

ہر کسے کو دور ماند از اصل خویش
باز جوئد روزگار وصل خویش (مولانا روم)

(۱) حضرت مسیح موعود علیہ السلام ۳۰ مئی ۱۸۹۳ء کو ایک اشتہار شائع کیا جس میں ثابت کیا کہ دنیا میں سچا اور زندہ مذہب صرف اسلام ہی ہے جو خدا تعالیٰ کے وجود کا پتہ دیتا ہے۔ اور وہ قادر مطلق ہماری دعاؤں کو سنتا اور ہم کو اطلاع دیتا ہے اور مشکلات سے ہمیں نجات دیتا ہے۔ اور سچے مذہب کی یہی نشانی ہوتی ہے کہ اس مذہب کی تعلیم سے ایسے راستباز پیدا ہوتے رہیں۔ جو محدث کے مرتبہ تک پہنچ جائیں جن سے خدا تعالےٰ آمنے سامنے کلام کرے اور اُن سے نشانات ظاہر ہوں۔

اس کے جواب میں عبداللہ آتھم نے حضرت مسیح موعود کو لکھا۔ کہ ہم اس امر کے قائل نہیں ہیں کہ تعلیمات قدیم کے لئے معجزہ جدید کی کچھ ضرورت ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جواباً ارقام فرمایا کہ "صاحب من۔ میں نے معجزہ کا لفظ اپنے خط میں استعمال نہیں کیا۔ بیشک معجزہ دکھانا نبی اور مرسل من اللہ کا کام ہے نہ ہر ایک انسان کا لیکن اس بات کو تو آپ مانتے اور جانتے ہیں، کہ ایک درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے" اس میں صاف پایا جاتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ کے نزدیک معجزہ صرف نبی ہی دکھا سکتا ہے نہ ہر ایک انسان بلکہ حضورؑ صرف اپنے آپ کو محدث ہی سمجھتے تھے اور لفظ نبی کے معنی بھی محدث ہی کئے جیسا کہ حضور نے ازالہ اوہام صفحہ ۴۲۲ پر "نبوت کا دعوےٰ نہیں محدثیت کا دعوےٰ ہے جو خدا تعالےٰ کے حکم سے کیا ہے" تشریح فرما دی۔ نیز حضور حقیقت الوحی میں بھی نبوت کی تشریح بحث نبیٌ من اللّٰہ علی الطریق المجاز لا علی وجہ الحقیقت میں بیان فرماتے ہیں۔

کاش کہ قادیان کے دوست ۱۸۹۳ء والے اشتہار کو غور سے پڑھیں اور وہاں پر لفظ راستباز محدث کے مرتبہ تک پہنچ جائیں اور پھر ۱۹۰۶ء میں لکھی ہوئی تحریر پر لفظ نبی کی تشریح پڑھیں۔ اور حضرت پر نبوت کا دعوےٰ منسوب کریں۔ اور نیز اسی اشتہار ۱۸۹۳ء میں حضور فرماتے ہیں کہ دارالنجات میں داخل ہونے کے لئے دروازہ لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ ہے، دوستو غور کرو اور پھر غور کرو۔ کہ حضرت نے کس طرح حضرت نبی کریم صلعم کی حدیث من قال لا الٰہ الا اللّٰہ دخل الجنت۔ کی وضاحت فرمائی ہے۔ حکم و عدل کے اس فیصلہ کی قدر کرو۔ اور ناحق تمام مسلمانوں کو کافر نہ کہو۔ بلکہ صرف انہی کو کافر کہو جو آپ کو کافر پہلے کہتے ہیں۔ اور حضرت کے فرمان تریاق القلوب کو یاد رکھیں۔ "کہ میرے دعوےٰ کے انکار سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا،،

(۲) حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تبصرہ میں اپنی جماعت کے لوگوں کے لئے نصیحت فرمائی۔ حضور کے الفاظ حسب ذیل ہیں:۔

"چاہیئے کہ میری جماعت اس کو یاد رکھے اور اس کو اپنے گھروں کی نظارہ گاہ جگہوں پر چسپاں کریں۔ اور اپنی عورتوں اور لڑکیوں کو اس کی اطلاع دیں اور جہانتک ممکن ہو نرمی اور آہستگی سے اپنے واقفکاروں کو اس امر پر مطلع کریں،،

یاد رکھنے کے لئے حضور نے پیشگوئی فرمائی۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

"میں رحمٰن ہوں۔ صاحب عزت اور سلطنت جو شخص میرے ولی سے دشمنی کرے گا گویا وہ آسمان سے گر گیا ...... ان، کو کہدو میں تمہارے لئے مامور ہو کر آیا ہوں،،

اس میں علاوہ حضرت کے دشمنوں کی ذلت و ادبار کے اللہ تعالےٰ نے حضورؑ کو الہام میں ولی کہا۔ خدا تعالےٰ جانتا تھا کہ کہ ایک وقت جماعت کے لوگ حضرت کی طرف دعوےٰ نبوت منسوب کریں گے۔ اسلئے حضرت کی قلم سے جماعت کو خاص طور پر تاکید کرا دی گئی۔ کہ وہ اپنی نظارہ گاہ پر پیشگوئی لکھ کر رکھیں اور لڑکوں اور عورتوں کو بھی یاد کرائیں۔ تاکہ اگر والد فوت ہو جائے تو اس زمانہ میں اس کے لڑکے بھی یاد رکھ سکیں۔ اور بوقت ضرورت یہ الفاظ کام آئیں۔ لیکن آہ۔ حضرت کے اس فرمان کو یاد نہ رکھا گیا۔ اور خلافت قائم کرنے کے لئے حضرت کو نبی بنایا گیا۔ اور حضرت نے آخر میں لکھا کہ جماعت کے لوگ تقوےٰ اور طہارت سے پاک نمونہ دکھائیں۔ ملاحظہ ہو تبصرہ صفحہ ۷، ۸، ۹۔

میں اپنے قادیان کے دوستوں سے اب بھی درخواست کرتا ہوں۔ اور حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے فرمان مندرجہ تبصرہ کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ کہ وہ اب بھی حضور کی اس پیشگوئی کو اپنی نظارہ گاہ جگہوں پر چسپاں کریں۔ کہ وہ اب بھی حضور کی اس پیشگوئی کو اپنی نظارہ گاہ جگہوں پر چسپاں کریں۔ شاید اس طرح ہی بار بار کے دیکھنے سے حضور کا صحیح مقام سمجھ میں آ جائے۔ اور حضور کی طرف نبوت کا دعوےٰ منسوب نہ کریں۔ اور سلسلہ احمدیہ کے بڑھنے میں روک کا باعث نہیں۔ نبوت کے دعوےٰ سے لوگ حضرت کی طرف کم توجہ کرتے ہیں۔ ہاں عام لوگ مجدد ماننے میں تردد نہیں کرتے جب آپ لوگوں کی طرف سے مجدد ہونے کا اور مسیح موعود ہونے کا عام اعلان ہو جائے تو پھر دیکھیں کہ کس طرح سلسلہ بڑھتا ہے۔ اور حضور کے الہام کے مطابق فوج در فوج لوگ داخل ہوتے ہیں۔ اگر آپ لوگ یہ کہیں کہ لاہور کی جماعت تو حضرت کو مجدد مان رہی ہے۔ پھر لوگ کیوں داخل نہیں ہوتے تو اس کا صرف یہی جواب ہے کہ محض آپ لوگوں کی وجہ سے کیونکہ آپ لوگ نبی مانتے ہیں اور لاہور والے مجدد تو تحقیق کنندہ تذبذب میں پڑ جاتا ہے کہ کون سے عقائد صحیح ہیں آخر تمام لوگ حضرت کی کتابوں کو تو نہیں پڑھتے۔ کسی ایک عالم نے پڑھ لیں۔ تو اس کی تقلید کر لیتے ہیں۔ اسلئے میں نے آپ لوگوں کے سامنے حضرت مرزا صاحب کی ابتدائی سال کی تحریر اور آخری سال کی تحریر پیش کر دی ہے۔ چاہیئے کہ آپ لوگ اس پر غور کریں۔ اور غور کرنے کے بعد اظہار حق میں دیر نہ کریں۔ خدا تعالےٰ سب کو توفیق دے۔ آمین ؟؟

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام!
مکفر مولویوں سے خطاب

یاد رہے کہ جس قدر ہمارے مخالف علماء لوگوں کو ہم سے نفرت دلا کر ہمیں کافر اور بے ایمان ٹھہراتے اور عام مسلمانوں کو یہ یقین دلانا چاہتے ہیں کہ یہ شخص معہ اس کی تمام جماعت کے عقائد اور اصول دین سے برگشتہ ہے۔ یہ ان حاسد مولویوں کے وہ افتراء ہیں کہ جب تک کسی کے دل میں ایک ذرہ بھی تقوےٰ ہو ایسے افترا نہیں کر سکتا۔ جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بنیاد رکھی گئی ہے وہ ہمارا عقیدہ ہے۔ اور جس خدا کی کلام یعنی قرآن کریم کو پنجہ مارنا حکم ہے۔ ہم اسکو پنجہ مار رہے ہیں...... اور ہم اسبات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالےٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق اور حشر اور اجساد حق اور روز حساب حق اور جنت حق اور دوزخ حق ہے...... اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعت اسلام میں ایک ذرہ کم کرے، یا ایک ذرہ زیادہ کرے یا ترک فرائض اور اباحت کی بنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں کہ لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ اور اسی پر مریں...... اور صوم و صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کے مقرر کردہ فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں ...... ہم آسمان اور زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے اور جو شخص مخالف اس مذہب کے کوئی اور الزام ہم پر لگاتا ہے وہ تقوےٰ اور دیانت کو چھوڑ کر ہم پر افترا کرتا ہے اور قیامت میں ہمارا اس پر یہ دعوےٰ ہے کہ کب اس نے ہمارا سینہ چاک کر کے دیکھا۔ (ایام الصلح صفحہ ۸۶، ۸۷)

آہ! چوہدری سرفراز خاں ملتھی
سالِ وفات

(از جناب چوہدری سلطان علی صاحب)

چودھری سرفراز خان ملتھی
بود اندر علاقہ اش ممتاز
بود شب زندہ دار و نیکوکار
بود پابند روزہ ہم و نماز
تنگدست و فراخ دل بودہ
دلفگاراں را ہمدم و دمساز
بود قانع و صابر و شاکر
مثل تو مثل نبود بندۂ آز
ہیچگاہے بجز خدائے پاک
دست پیش کسے نکرد دراز
کرد سبقت بہ بیعت مہدی
احمدی بود صاحب آواز
بود نامش بہ اولیں سہ صد
احمدیت را بود محرم راز
بد ملتھی جماعت لاہور
گشت برپا بہ سعیٔ آں جانباز
از جہاں او برفت سوئے جناں
باہمہ سرفرازیہا ممتاز
درصد سیزدہ و شصت و دو
رخت بستی بہ لیست سرافراز

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

الصلح خیر

صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا

پیغامِ صلح

ایڈیٹر
ایس محمد آصف ۔ بی اے

جائنٹ ایڈیٹر
شیخ محمد انعام الحق

جلد ۳۱ — لاہور یوم چہارشنبہ مطبوعہ ۱۹ شوال المکرم ۱۳۶۲ ھ م ۲۰ اکتوبر سنہ ۱۹۴۳ء — نمبر ۴۱

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں نہ نیا نہ پرانا
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آیندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب ہوگا۔

معاصر احسان کی تبلیغی اپیل میں سیاسی پیچیدگیاں

یہ کام "علمائے کرام" کا نہیں بلکہ عالم ربانی کا ہے

معاصر احسان متعدد دفعہ ہندوستان کے علمائے اسلام سے اپیل کر چکا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں کا واحد تبلیغی ادارہ قائم ہونا چاہیئے اور مسلمانوں میں جو چھوٹے چھوٹے تبلیغی ادارے قائم ہیں ان کے علاوہ سب مسلمانوں کا ایک تبلیغی ادارہ ہونا چاہیئے۔ علمائے کرام اپنے سیاسی مشاغل کو چھوڑ دیں اور اس طرف متوجہ ہوں کیونکہ اسوقت مسلموں اور غیر مسلموں میں جس قدر تبلیغ کی ضرورت ہے شاید کسی اور زمانہ میں [illegible] ہو وغیرہ وغیرہ مگر ۱۶ اکتوبر سنہ ۱۹۴۳ء کی اشاعت میں معاصر مذکور لکھتا ہے:

"کہ تبلیغی ادارہ کے سلسلہ میں بعض اہل نظر نے ہمیں لکھا ہے کہ اس میں شک نہیں کہ آپ کی تحریک مسلمانان ہند کے لئے بے حد سودمند ہوگی اور اس سے مسلمانوں کے بہت سے اختلافات کا خاتمہ ہو جائے گا لیکن آپ چاہتے ہیں کہ اس ادارہ میں سیاسی رجحانات داخل نہ ہوں ایسا نہیں ہونا چاہیئے کہ مذہب اسلام اور سیاست دونوں ایک ہی چیز ہیں وغیرہ وغیرہ"

ہم نے معاصر احسان کی پہلی اپیل پر ہی عرض کیا تھا کہ یہ اپیل منڈھے چڑھتی نظر نہیں آتی کیونکہ موجودہ مغربی سیاست کا لپکا ایسا ہی جو ان علمائے کرام کو اس طرف نہیں آنے دیگا اور وہ کبھی صمیم قلب کے ساتھ اس کام کی طرف متوجہ نہیں ہونگے چنانچہ لیجئے ابھی تو مذہب اور سیاست کی بحث چھیڑ کر اس تحریک سے گریز کیا جا رہا ہے۔ اور علمائے کرام ادھر توجہ کرنا نہیں چاہتے۔ لیکن باوجود اس کے آج کل ہر طرف تبلیغی ادارہ [illegible] قائم کرنے کی [illegible]

پایا جاتا ہے، چنانچہ سیرت کمیٹی پٹی والے بھی ایک واحد تبلیغی ادارہ قائم کرنا چاہتے ہیں جس میں وحدت عمل اور وحدت خیال ہو۔ اس رجحان کی وجہ دراصل یہ ہے کہ مسلمانوں کی عمرانی اور مذہبی زندگی میں ایک خلا پیدا ہو چکا ہے اس کو پُر کرنے کی یہ سب کوششیں ہیں لیکن جب تک اس خلاء کے پیدا ہونے کی اصل وجہ معلوم نہیں ہوگی اس وقت تک یہ خلا پر نہیں ہو سکتا کیونکہ جب مرض کی صحیح تشخیص نہ ہو اس وقت تک علاج نہیں ہو سکتا۔ علاج تو سب کرنا چاہتے ہیں لیکن اس طرف کوئی غور نہیں کرتا کہ اس عارضہ کی اصل وجہ کیا ہے؟ اصل حقائق سے سب کی نظریں ہٹی ہوئی ہیں یہ ایک حقیقت ہے کہ گذشتہ نصف صدی سے مسلمانوں میں احساس زوال موجود ہے اور اس زوال کو اور اس زوال سے پیدا شدہ خلا کو دور کرنے کے لئے مختلف تحریکات وجود میں آ چکی ہیں لیکن کوئی تحریک اس وقت تک اس خلا کو پُر نہیں کر سکی اور مسلمانوں کی صحیح رہنمائی کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکی اور نہ کسی ناکام تحریک کے قائدین نے اپنی تحریک کی ناکامی اور زوال کے حقیقی اسباب پر غور کرنے کی تکلیف گوارا کی ہے۔ مسلمانوں کے زوال کا حقیقی سبب فقدان ایمان و عمل ہے اس فقدان کو دور کرنے کی کوشش بعض قائدین نے علوم سے کی ہے اور بعض نے پین اسلام ازم کو ہی اسکا حقیقی علاج قرار دیا ہے اور بعض نے فوجی قوت اور تنظیم سے اس کا تدارک کرنے کی سعی کی ہے لیکن یہ سب مساعی مشکور نہیں ہوئیں اور سب تحریکات نے اپنی ناکامی سے اس حقیقت پر مہر ثبت کر دی ہے [illegible] زوال کو دور [illegible]

ذرائع بالکل ناقص تھے ورنہ اگر یہ ذرائع ناقص نہ ہوتے تو کامیابی ضرور ہوتی۔ امر واقعہ یہ ہے کہ مسلمانوں کا زوال آج اس ذریعہ سے دور ہو سکتا ہے جس ذریعہ سے قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے دنیا میں ترقی کی اور ساری دنیا کے رہنما بنے۔ اس وقت مسلمانوں کی رہنمائی وحی آلہٰی نے کی تھی لیکن آج مسلمانوں کا ایمان اس وحی اور تنزیل پر کمزور ہو چکا ہے اور وہ اس سے فیضان حاصل نہیں کر سکتے اور اکتساب نور نہیں کر سکتے اسلیئے ضرورت ہے کہ کوئی ایسا عارف باللہ، محدث اور مجدد مبعوث ہو جو ازسر نو الہام کے ذریعہ سے مسلمانوں کا ایمان قرآن مجید پر تازہ کرے اور ایمان کو ثریا سے واپس لائے اور مسلمانوں کے قلوب میں وہی ایمان پیدا کرے جو قرون اولیٰ کے مسلمانوں میں تھا۔ یہ بالکل واضح بات ہے کہ اس ایمان کو تازہ کرنے کی کوشش حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے کی ہے لیکن مسلمانوں کی بدقسمتی ہے کہ مسلمانوں نے اس عصر کے امام کی طرف توجہ نہیں کی اسلیئے وہ ان کے راہ نما اندھیرے میں ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں اور انہیں اپنی مشکلات کا حل نہیں ملتا اور اپنے زوال کے اسباب معلوم نہیں ہوتے اور ان کا کوئی ادارہ کامیاب نہیں ہوتا کیونکہ ان کے اداروں کی بنیاد درست نہیں ہے آج صرف ایک تبلیغی ادارہ کامیاب ہے اور اس کی کامیابی پر بڑے بڑے مسلمان لیڈروں کی شہادتیں موجود ہیں اور سب سے بڑھکر اس ادارہ کا کام شاہد ہے اور وہ ادارہ حضرت امام عصر حاضر حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا قائم کردہ ہے جو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے نام سے دنیا میں کام کر رہا ہے تبلیغی میدان میں جتنی کامیابی اس ادارہ کو ہوئی ہے کسی اسلامی ادارہ کو نہیں ہو سکی اور نہ ہو سکتی ہے یہ محض فخر اور پندار کی وجہ سے نہیں بلکہ پچاس سالہ تجربہ ہے۔ ہم معاصر احسان کی خدمت میں اپیل کریں گے کہ وہ بجائے علمائے کرام کی طرف رجوع کرنے کے اس عالم ربانی کی طرف رجوع کرے اور مسلمانوں کو بھی تلقین [illegible] کہ اس طرف رجوع

کریں کیونکہ علمائے کرام کبھی اس ادارہ کو بنانے میں کامیاب نہیں ہو سکتے چنانچہ معاصر احسان کی مخلصانہ اپیل پر انھوں نے سیاسی پیچیدگیاں پیدا کرنی شروع کر دی ہیں، یہ کام علمائے کرام کا نہیں بلکہ اس عالم ربانی کا ہوتا ہے جسکو اللہ تعالیٰ اس کام کیلئے مبعوث فرماتا ہے چنانچہ زمانہ اور تجربہ شاہد ہے کہ یہ کام اسی کا ہی ہے کیونکہ اس کے ادارہ کے علاوہ اور کوئی تبلیغی ادارہ کامیاب نہیں ہو سکا اسلیئے کوئی اور ادارہ قائم کرنے کی بجائے اس ادارہ کی طرف توجہ کرنی چاہیئے جو یہ کام پہلے ہی نہایت کامیابی کے ساتھ کر رہا ہے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ڈلہوزی سے واپس تشریف لے آئے ہیں

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ مورخہ ۱۳ اکتوبر سنہ ۱۹۴۳ء کو بروز بدھ شام کی گاڑی سے ڈلہوزی سے لاہور تشریف لے آئے ہیں۔ مورخہ ۱۵ اکتوبر کو حضرت ممدوح نے "نیا نظامِ عالم" اور اشاعت قرآن ٹرسٹ کی تحریک" پر ایک نہایت بصیرت افروز خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا اور نماز جمعہ بھی حضرت ممدوح نے ہی پڑھائی۔ مذکورہ خطبہ جمعہ اسی اشاعت میں درج ہے احباب سلسلہ نہایت غور سے مطالعہ فرمائیں۔

آیندہ احباب سلسلہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ سے خط و کتابت مندرجہ ذیل پتہ پر کریں۔

پتہ
مسلم ٹاؤن۔ اچھرہ
لاہور

ایک قادیانی مبلغ کی گوجرانوالہ میں آمد

از جناب ڈاکٹر حسن علی صاحب

ناظرین پیغام صلح کی خدمت میں عرض ہے کہ مولوی اللہ دتہ صاحب قادیانی احمدیہ فوجی کمپنی کی بھرتی کے سلسلے میں گوجرانوالہ مع اپنے چند رفقا کے تشریف لائے تھے، بروز اتوار ۱۰ر ستمبر ۱۹۴۳ء مغرب کے قریب وہ راقم الحروف کے غریب خانہ پر بھی بمعہ اپنے احباب کے پہنچے معمولی تواضع کے بعد انھوں نے تبادلۂ خیالات کے لئے کہا جس کے جواب میں عرض کیا گیا۔ کہ گذشتہ مناظرہ کے دوران میں چونکہ آپ نے ہمارے مبلغ مولانا احمد یار صاحب ایم اے کے سوال کا جواب دیتے ہوئے یہ فرمایا تھا کہ "جب تم غیر احمدیوں کو مسلمان سمجھتے ہو۔ تو پھر ان کو اپنی لڑکیاں بھی دیا کرو" چونکہ یہ الفاظ عین مناظرہ کے وقت مولوی صاحب کیطرف سے ہماری دلآزاری کا باعث تھے۔ لہذا ان کے میر مجلس صاحب کی خدمت میں ان کو ایسے دل آزار الفاظ کے استعمال سے منع کرنے کے لئے، Protest ہماری جانب سے کیا گیا تھا۔ مسائل کفر و اسلام اور نبوت مسیح موعود کے خاتمہ پر رات کو تیسرا مضمون خلافت احمدیہ تھا۔ چونکہ ان قادیانیوں نے خود اپنی رضی سے دن کے وقت ہی خلافت وغیرہ غیر از جماعت احباب کو بلا کر ان کی توہین کی تھی لہذا مصلحت وقت اور امن کی خاطر تیسرے مضمون کو بند کیا گیا۔ اس ناگوار واقعہ کے متعلق جناب خلیفہ صاحب قادیان کی خدمت گرامی میں مولوی اللہ دتہ صاحب کی دلآزاری کی شکایت کی گئی۔ چنانچہ انھوں نے بھی اس کے متعلق اپنا ایک خطبہ دیا۔ نامعلوم اس خطبہ کا اثر مولوی اللہ دتہ صاحب کی عادت پر کچھ ہوا تھا یا نہ ہوا۔ وہ خود جانتے ہیں۔ ہمارے مکان کی بجائے ان کی خدمت میں کسی اور مکان پر مناظرہ کے لئے عرض کیا گیا کہ وہ اقرار کریں۔ کہ وہ اپنی حسب معمول گرم مزاجی سے کام نہ لیں گے تو، اس صورت میں اپنی مقامی جماعت کے ذریعہ سے پبلک میں یا برادرانہ طور پر بیٹھکر تبادلۂ خیالات کر سکتے ہیں۔ اور مسائل حسب ذیل ہونگے یعنی مسئلہ کفر و اسلام۔ نبوت مسیح موعود۔ خلافت مقبرہ بہشتی اس مولوی صاحب نے اپنی مولویت کو بلند پایہ کی شئے خیال کر کے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا مناظرہ کے لئے نام پیش کیا جو خارج از بحث تھا۔ چونکہ قادیانی لوگ لاہور کے بزرگوں کو صحابی کہنے میں تمسخر سے کام لیتے ہیں۔ لہذا ان کی توجہ کو حضرت مسیح موعود ؑ کے فرمودہ کی طرف مبذول کر دیا گیا۔

مسیح وقت اب دنیا میں آیا
خدا نے عہد کا دن ہے دکھایا
مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہ سے ملا جب مجھکو پایا

ساتھ ہی ان کی خدمت میں عرض کی گئی۔ کہ میرے برادر گرامی خان نواب خان صاحب نے اور راقم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر بٹالہ سے لیکر قادیان تک حضور کی میت کو کندھا دینے کی سعادت حاصل کی تھی۔ حضور کا جنازہ پڑھا تھا۔ اس پر ایک غالی نے کہا کسی بزرگ کی میت کو ہاتھ لگانے سے کوئی آدمی خود بہشتی نہیں ہو سکتا ہے۔ یا کامل مومن نہیں بن جاتا ہے۔ یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ میرے بڑے بھائی خان نواب خان صاحب جنھوں نے ۱۸۹۹ء میں حضرت صاحب کی بیعت کی تھی مکان پر پہنچے۔ معمولی تعارف کے بعد انھوں نے مولوی اللہ دتہ صاحب کی خدمت میں عرض کیا۔ شور کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ کچھ آپ سنا دیں۔ کچھ میری باتوں کو سن لیں۔ چونکہ ان احباب کو اپنی بڑائی کا فخر تھا۔ لہذا انھوں نے خود بدمزگی پیدا کر دی۔ چند منٹ کے بعد بخیریت تمام ہمارے مکان سے رخصت ہوئے۔ راستے میں مولوی اللہ دتہ صاحب نے کہا آپنے میرے خلاف غلط پروپاگنڈا کیا ہے کہ میں نے غیر احمدیوں کے بارے میں عین مباحثہ کے وقت یہ الفاظ کہے تھے جس پر میں نے عرض کیا۔ اگر آپ نے کہے نہ ہوتے تو ہمیں خواہ مخواہ خلیفہ صاحب قادیان کے دربار میں آپ کے قابل اعتراض رویہ کے متعلق شکایت کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ چنانچہ ایک قادیانی نے بھی میرے اس بیان کی تائید کی کہ ان کے خلیفہ صاحب نے بھی کسی غیر مبائع دوست کا حوالہ دے کر اپنی جماعت کے مبلغین کو دلآزاری سے منع کیا تھا۔

۱۱ر اکتوبر ۱۹۴۳ء ہم مولوی اللہ دتہ صاحب بمعہ اپنے رفقاء ضلع گوجرانوالہ کے بیرونجات میں فوجی بھرتی کے فرائض ادا کرنے کے لئے گئے، نماز مغرب کے قریب ۴/۳ ۱ بجے مجھے خبر ملی کہ وہ واپس گوجرانوالہ آ گئے ہیں۔ چنانچہ آج پھر ۴/۳ ۵ بجے احمدیہ مسجد جماعت قادیان گوجرانوالہ میں راقم بعد نماز ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مگر جیسا کہ ان قادیانیوں کا رویہ ہے۔ پھر وہی شور و غوغا کا سماں رہا۔ جس کا نتیجہ کچھ نہ نکلا، اور میں واپس چلا آیا۔

مولوی اللہ دتہ صاحب کے دو سوالات کا جواب باصواب

مئی ۱۹۴۳ء کا ذکر ہے کہ میں، ایک شادی کی تقریب پہ قادیان گیا تھا۔ جمعہ کی آخری اتوار کو قادیانی جماعت کا یوم تبلیغ تھا۔ پس میں نے بھی ان لوگوں کی تبلیغ سے فائدہ اٹھانے کے لئے بمعیت برادرم محمد حسین صاحب قادیانی مولوی اللہ دتہ صاحب کے ہاں گیا۔ تقریباً گھنٹہ سوا گھنٹہ تک ان کیساتھ نہایت امن سے میں نے گفتگو کی۔ انھوں نے میرے صحابی ہونے پر اعتراض کر کے کتاب حقیقۃ الوحی سے مسیح موعود ؑ کی نبوت کا حوالہ پیش کیا۔ چونکہ یہ لوگ نہایت چالاکی سے الفاظ کو آگے پیچھے کر دیتے ہیں اور سننے والے اور طالب حق کو دھوکہ لگ سکتا ہے لہذا ان کی خدمت میں نبوت کی تعریف کو جو حضرت صاحب نے دوسرے صفحہ ۶۸ پہ کی ہے۔ ملاحظہ کے لئے عرض کی اس کے بعد انھوں نے دوسرا سوال کیا کہ حضرت صاحب کی زندگی میں بھی احباب جماعت غیر احمدیوں کو کافر جان کر ان کیساتھ نماز وغیرہ پڑھنے میں پرہیز کرتے تھے چنانچہ انھوں نے مرحوم و مغفور حکیم مولانا فضل الدین صاحب بھیروی کا ایک مضمون اخبار الحکم اگست ۱۹۰۷ء کی فائل سے پڑھ کر سنایا جس پر میں نے غور کرنے کے لئے وعدہ کیا تھا۔ میرے صحابی ہونے کے متعلق تو جواب اوپر آچکا ہے۔

مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہ سے ملا جب مجھکو پایا

ایک احمدی جو حضرت کو مہدی، مجدد، مسیح موعود امام الزمان ملہم ربانی مانتا ہے۔ جب تک وہ مرزا صاحب کو نبی نبی ہر روز پکار کر نہ کہے۔ تو وہ صحابی نہیں کہلا سکتا ہے [illegible] ایسی گمراہ تشریح و تاویل قادیانی لوگوں کو مبارک ہو

اب دوسرا سوال یعنی حکیم فضل الدین صاحب کے ایک خط کا جواب جو الحکم ۱۹۰۷ء کے فائل سے پڑھکر مولوی اللہ دتہ صاحب نے پڑھ کر مجھے سنایا تھا اور میں نے غور کرنے کے لئے کہا تھا سو اس کا جواب باصواب حسب ذیل دیا جاتا ہے۔

جناب حکیم مرحوم فضل الدین بھیروی کے اپنے بیان مندرجہ الحکم ۱۹۰۷ء کے خود وہ دار تھے ہم نے تو دیکھنا ہے۔ کہ حضرت صاحب کی زندگی میں جماعت کے لوگوں کا کیا دستور العمل تھا۔ میں صرف گوجرانوالہ کی جماعت قادیان کے چند ممبروں کا ذکر کرتا ہوں جنھوں نے موجودہ خلافت سے پہلے اپنے غیر احمدی رشتہ داروں کا جنازہ پڑھا اور ایک بزرگ نے تو اپنے مکفر۔ مکذب سلسلہ احمدیہ کے پکے دشمن کے لئے حضرت صاحب کی خدمت میں دعائے مغفرت کیلئے درخواست کی تھی۔

(۱) زندہ صحابیوں غلام رسول صاحب فضل الٰہی صاحب۔ محمد حسین صاحب نے بمقام گوجرانوالہ اپنے غیر احمدی باپ میاں چراغدین کا جنازہ پڑھا تھا۔

(۲) زندہ صحابیوں غلام رسول صاحب فضل الٰہی صاحب۔ محمد حسین صاحب نے اپنی ایک غیر احمدی ہمشیرہ کا جنازہ پڑھا تھا۔

(۳) متوفی صحابی محمد بخش والد کرم الٰہی جراح گوجرانوالہ نے اپنی غیر احمدی لڑکی حسین بی بی کا جنازہ پڑھا تھا۔

(۴) خاکسار کے پھوپھی زاد بھائی محمد حسین خاں مقیم قادیان نے اپنی ایک غیر احمدی رشتہ دار بھانجی کا جنازہ بمقام گوجرانوالہ ۱۹۰۷ء میں پڑھا تھا یہ لڑکی چوہدری بوٹا خاں کی بھانجی تھی چوہدری بوٹا خاں متوفی مولوی محمد حسین کے تایازاد بھائی تھے۔

(۵) صحابی قاضی محمد عالم صاحب آف قاضی نے اپنے غیر احمدی والد قاضی غلام غوث صاحب اپیل نویس کا جنازہ پڑھا تھا۔

(۶) صحابی عبد القادر صاحب سابق ہیڈ کلرک دفتر خزانہ گوجرانوالہ نے اپنے باپ قاضی نور علی صاحب کا جنازہ پڑھا تھا جو غیر احمدی بزرگ تھے۔

(۷) صحابی میاں بخش صاحب نے اپنے غیر احمدی والد کا جنازہ پڑھا تھا۔

(۸) صحابی بابو شیخ جمال الدین صاحب مرحوم کلیم انسپکٹر ریلوے گوجرانوالہ نے اپنی غیر احمدی والدہ کا جنازہ پڑھا تھا۔

(۹) مرحوم منشی احمد الدین صاحب اپیل نویس سابق ملازم نواب محمد علی صاحب نے اپنی مرحومہ والدہ کا جنازہ غیر احمدی مولوی علاء الدین کے پیچھے پڑھا تھا۔

(۱۰) صحابی پنشنر انسپکٹر پولیس جناب بابو نیاز محمد صاحب مقیم گوجرانوالہ نے اپنے والد میاں بخش صاحب کی مغفرت کے لئے حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کی تھی۔ جو سلسلہ کے پکے مخالف تھے۔

امید ہے پیغام صلح اخبار کے ذریعہ اب مولوی اللہ دتہ صاحب کو ان کے ہر دو سوالوں کا جواب معلوم ہو جائے گا اور اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا کر کے راہ صواب اختیار کریں گے۔ والسلام۔

قابل توجہ اعلان

انجمن کا مالی سال ۳۱ اکتوبر ۱۹۴۳ء کو ختم ہوتا ہے سال رواں کے جملہ بقایا جات چندہ ماہوار ودیگر تحریکات آخر اکتوبر تک صدر دفتر انجمن میں پہنچ جانے ضروری ہیں تاکہ بجٹ اور آمد کا تناسب قائم رہے اسلئے جملہ احباب جماعت اور سیکرٹری صاحبان جماعتہائے کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ آخر اکتوبر سے قبل تمام رقوم چندہ بالخصوص بقایا چندہ ماہوار ضرور ارسال فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ اور شکر گذاری کا موقعہ دیں۔

اسسٹنٹ سکرٹری تحصیل و تبلیغ

ا اس کا مفصل جواب محترم جناب شیخ عبد الرحمٰن صاحب مصری نے اسی پرچہ میں دیا ہے۔

تحریک نیا نظام عالم اور اشاعت قرآن ٹرسٹ کی تحریک

یہ سال حزن و ملال کا سال ہے لیکن ساتھ ہی بڑی کامیابی کا سال بھی

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ مورخہ ۱۵ اکتوبر ۱۹۴۳ء

سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

پرانے دوستوں اور نوجوان دوستوں کی جدائی چار ساڑھے چار مہینے کے بعد مجھے آپ سے آج خطاب کرنیکا موقعہ ملا ہے۔ جب میں یہاں سے گیا تو اس وقت ایک ہی غم کا بوجھ دل پر لے کر گیا تھا لیکن علم آلہی میں یونہی مقدر تھا کہ ابھی اور بہت سے غم پہنچنے والے تھے اور ان چار ماہ کے اندر اس قدر پرانے مخلص دوست اور نوجوان دوست ہم سے جدا ہو گئے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کے غم کا ایک زخم دل پر ہے۔

شیخ مولا بخش صاحب وزیرآبادی مرحوم ہمارے پرانے دوستوں میں سے شیخ مولا بخش صاحب وزیرآبادی بہت ہی مخلص احباب میں سے تھے خاموش کارکن تھے

چوہدری سرفراز خاں صاحب نمبردار مرحوم اور ابھی حال ہی میں چوہدری سرفراز خاں صاحب بدوملہی والے وفات پا گئے، ان کے چہرہ کو دیکھ کر ہمیشہ مجھے خدا کا نور نظر آتا تھا بڑے مخلص اور بڑے نیک اور عابد انسان تھے۔ میں نے حضرت صاحب کے منہ سے کئی دفعہ یہ مقولہ سنا "یا نولودھ مقدمی یا اللہ نوں لوڑ" یا تو نمبرداری حاصل کر اور یا تو اللہ کو اپنا مطلوب بنا۔ مگر چوہدری سرفراز خاں باوجودیکہ اپنے گاؤں کے نمبردار تھے لیکن اللہ تعالےٰ کے ساتھ ان کا تعلق ایسا تھا کہ ان کا حقیقی مطلوب وہی تھا۔ اور بھی جماعت کے کئی ایک دوست داغ مفارقت دے گئے۔

نواب عبدالخالق صاحب مرحوم اور ان کے علاوہ منگرول کے نواب عبدالخالق صاحب۔ میں جب ان سے ملاہوں میں نے کئی دن تک متواتر انکے ساتھ حضرت صاحب کے دعاوی اور سلسلہ کے متعلق مسلسل گفتگو کی مگر میں نے دیکھا کہ اس گفتگو میں انہیں خوشی حاصل ہوتی تھی۔ جب میں جاتا تو فوراً آدمی بھیجتے کہ جاؤ ناصر کو بلا لاؤ ان کے بڑے لڑکے کا نام ناصرالدین ہے جو اب ریاست کے نواب ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق ان کے خیالات بالکل مخلصانہ تھے اور بہت ہی ادب سے آپ کا ذکر کرتے تھے۔ بیشک انھوں نے بیعت نہیں کی تھی مگر چلتے ہوئے مجھے انھوں نے کہا:۔

"آپ کی جو تحریک بھی ہو مجھے اس میں نہ بھولئے گا"

مبارک احمد مسعود کا دردانگیز واقعہ پھر ہمارے نوجوان دوست شیخ عبدالرحمن صاحب مصری کے صاحبزادہ مبارک احمد مسعود ایم۔ اے کا واقعہ بڑا دردانگیز واقعہ ہے اللہ تعالےٰ کو یونہی منظور تھا کہ اس چھوٹی سی عمر میں ہی وہ ہم سے جدا ہو جائیں گھنڈے خاں صاحب کے صاحبزادہ کا واقعہ بھی بڑا افسوسناک ہے۔ ایک دن کا واقعہ ہے شاید زندگی میں کبھی کبھی ایسا وقت آتا ہے کہ ایک دن مجھے چار اموات کی خبر ملی۔

دل کے زخموں کی مرہم باوجود اس قدر غموں کا سال گذرنے کے میں نے آپ کے سامنے کیا پڑھا کہ الحمد للہ رب العٰلمین میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایسا عجیب فقرہ ہے کہ آپ دنیا کی کسی کتاب میں ایسا فقرہ نہ پائیں گے، غم کے وقت ایسا کام دیتا ہے جیسا کہ زخم پر مرہم کام دیتی ہے ہر وقت اور ہر حال میں الحمد للہ رب العٰلمین کہنا چاہیئے یہ ایک مسلمان کی ذہنیت کا آئینہ دار ہے۔ ایک عام دنیادار کو سمجھ نہیں آسکتا وہ سمجھتا ہے کہ یہ غم کا موقعہ کونسا ہے کہ الحمد للہ رب العٰلمین کہا جائے مگر ہمارے خدا نے ہمیں یہی تعلیم دی ہے۔

مومنوں کی آزمائش پھر فرمایا کہ یہ یوں نہ سمجھو کہ یہ یونہی فقرہ ہے ولنبلونکم بشیٔ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات ہم تمہیں خوب آزمائیں گے کچھ خوف کے ذریعہ سے کچھ بھوک کے ذریعہ سے کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے۔ آپ کو معلوم ہے یہ خطاب کن لوگوں کو ہو رہا تھا، یہ حضرت نبی کریم صلعم کے صحابہ رضٰ تھے جو مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آئے اور بڑے امتحانوں سے گذر کر آئے دین کی خاطر دنیا کا سب کچھ چھوڑ کر آئے، ان کو بھی فرمایا ولنبلونکم بشیٔ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات مگر ساتھ ہی کہدیا وبشر الصٰبرین اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دو۔

دکھ اور مصیبت کا قرآنی تصور اور اس کے ساتھ ہی فرمایا:۔ الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون جب تمہیں کوئی مصیبت پہنچے تو تمہارے سامنے یہ اصل حقیقت آجانی چاہیئے کہ تم سب اللہ کے لئے ہو تمہاری ہستی کچھ چیز نہیں اور تم سب اللہ کی طرف جانیوالے ہو۔ اولئک علیھم صلوات من ربھم ورحمۃ خداتعالیٰ کی طرف سے بڑی رحمتیں تمہیں ان مصائب اور مشکلات کے بدلہ میں ملیں گی۔

مصیبت اور رحمت میں سمجھتا ہوں کہ جو فرداً فرداً ایک انسان کو تکلیف پہنچی ہے اگر وہ خداتعالےٰ پر ایمان رکھتا ہو تو وہ یقیناً ایک دن اس کے لئے رحمت کا موجب ہوگی مگر ہمارے یہ مصائب افراد کے مصائب ہی نہیں، قومی رنگ بھی رکھتے ہیں ولنبلونکم بشیٔ میں تو سب کی سب مصائب قومی تھیں جو آدمی بھی اس وقت گرتا تھا وہ اس جذبہ کو لیتے ہوئے گرتا تھا کہ وہ خدا کے دین کو پھیلاتے اور دین کا ایک سپاہی گرتا تھا خواہ وہ جنگ میں گرے اور خواہ قضاوقدر کی مصیبت کے نیچے گرے۔

حضرت نبی کریم صلعم کی دعا ایک وقت جو آنحضرت صلعم کو کفار کی ایک زبردست جمعیت دیکھ کر یہ خطرہ پیدا ہوا کہ آج یہ قوم ہی نہ مٹ جائے تو ساری رات آپ نے دعا کرتے ہوئے گذار دی اور یوں بھی دعا کرتے تھے اللھم ان تھلک ھذہ العصابۃ لا تعبد فی الارض۔ آلہٰی اگر یہ گروہ ہلاک ہوگیا تو پھر تیری عبادت زمین پر نہ ہوگی۔

دو طرح کی مصیبتیں صحابہ پر بھی مصیبتیں اور مشکلات دونوں طرح کی آتی تھیں جنگوں میں بھی مصائب آتی تھیں اور قضاوقدر کی مصائب بھی آتی تھیں حضرت نبی کریم صلعم کے بڑے بڑے صحابہ رضٰ شہید ہوگئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جب ایک جماعت بن جاتی ہے اس جماعت کے اندر جو کوئی گرتا ہے وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی سپاہی گر جائے چاہے کوئی قضاوقدر سے گرے اور چاہے کوئی جنگ میں مارا جائے۔

شہید کون ہے؟ ایک دفعہ حضرت نبی کریم صلعم نے صحابہ رضٰ سے پوچھا شہید کسے کہتے ہیں صحابہ رضٰ نے جواب دیا من قتل فی سبیل اللہ فھو شھید جو اللہ کی راہ میں قتل ہو وہ شہید ہے حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ پھر تو میری امت کے شہید بہت تھوڑے رہ گئے من قتل فی سبیل اللہ فھو شھید ومن مات فی سبیل اللہ فھو شھید جو خداتعالیٰ کے راستہ میں قتل ہوجائے وہ بھی شہید ہے اور جو خداتعالےٰ کے راستہ میں فوت ہو جائے وہ بھی شہید ہے۔ خوب یاد رکھو کہ یہ سب مصائب جماعتی رنگ میں پہنچی ہیں یہ جماعت کا تعلق ہی تھا کہ حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی وفات کے ساتھ دور دور تک لوگوں کے دل ہل گئے اور لوگوں نے حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی وفات کے صدمہ کو اس شدت کے ساتھ محسوس کیا کہ جیسے اپنا ایک بہت ہی پیارا عزیز جدا ہوجاتا ہے شیخ عبدالرحمن صاحب مصری کا صاحبزادہ فوت ہوتا ہے کس قدر زبردست لہر جماعت کے اندر اس صدمہ کی اٹھتی ہے اور کس قدر جماعت نے اس غم اور صدمہ کو محسوس کیا۔ خوب یاد رکھو کہ بغیر اجر اور صلہ کے یہ چیزیں نہیں چھوڑی جاتیں۔

کامیابیوں کا سال ادھر یہ سال اتنے غموں کا سال ہے اور ادھر اتنی کامیابیوں کا سال ہے کہ وہ بھی اپنی جگہ پر بے نظیر ہیں۔

غلبہ اسلام کا وقت قریب ہے جن لوگوں کا خداتعالےٰ کے کلام پر ایمان ہے ان کا ایمان ہے کہ خدا کا یہ ارشاد لیظھرہ علی الدین کلہ پورا ہو کر رہے گا اور اس کے پورا ہونے کا وقت قریب آرہا ہے۔ سورج جس وقت نکلتا ہے تو ڈیڑھ گھنٹہ پیشتر اس کے آثار ظاہر ہوجاتے ہیں اسی طرح آنکھوں کے سامنے خداتعالیٰ کی ہستی پر اور آنحضرت صلعم کی صداقت پر وہ وہ واقعات ظاہر ہوئے ہیں کہ جس نے ذرا بھی قرآن مجید پر غور کیا ہے اس کے دل میں ذرا بھی شبہ نہیں رہ سکتا کہ خداتعالےٰ کی نصرت کے دن قریب آرہے ہیں۔

بغداد سے تحریک ایک چھوٹا سا رسالہ "نیا نظام عالم" میں نے گذشتہ سال اردو میں لکھا تھا جب یہ تحریک بغداد سے ہوئی۔ بغداد کے ایک عزیز نوجوان شیر گل صاحب یہاں بیٹھے ہیں جو ابھی چند دنوں کے لئے ہندوستان آئے ہیں، میرے ذہن میں یہ بات تھی کہ میں نے انگریزی میں بھی اس رسالہ کا ترجمہ کرنا ہے۔ جب بغداد سے تحریک ہوئی کہ "انگریزی میں بھی اس رسالہ کا ترجمہ شائع ہو" تو میں اس کو ترجمہ کرنے کے لئے لیکر بیٹھا تو میرے دل نے گوارا نہ کیا کہ یہ اتنا ہی رسالہ ترجمہ کردوں۔ یوں تو میں نے ہزاروں صفحات لکھے ہیں لیکن بعض دفعہ مجھ پر ایسا وقت آتا ہے کہ ایک سطر بھی لکھنا مشکل معلوم ہوتا ہے دس دن تک میں اسے شروع نہ کرسکا۔ لیکن آخر اللہ تعالےٰ نے راستہ کھول دیا۔

قرآن کی صداقت کے سامنے کوئی چیز نہیں ٹھیر سکتی مجھے پختہ یقین ہے کہ اسلام کی صداقت کے سامنے کوئی چیز نہیں ٹھیر سکتی جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے لو انزلنا ھذا القرآن علی جبل لرایتہ خاشعا متصدعا من خشیۃ اللہ۔ اگر ہم اس قرآن کو پہاڑ پر اتارتے تو تو اسے اللہ کے خوف سے گرا ہوا پھٹا ہوا دیکھتا۔

رسالہ کا بڑا حصہ لکھا جاچکا ہے میں اس رسالہ کو ابھی تک مکمل نہیں کرسکا مگر اس کا بڑا حصہ نکل گیا ہے بڑے حصہ کے متعلق یہ نہیں کہ جتنا کہ صفحات کے لحاظ سے بڑا حصہ نکل گیا البتہ مضمون کی اہمیت کے لحاظ سے بڑا حصہ نکل گیا ہے اس کو پڑھکر اگر تعصب روک نہ ہو تو

بڑی اثر کرنیوالی چیز ہے۔ کتابیں لکھنے سے ہماری یہ غرض نہیں کہ فی الحقیقت یہ کتابیں بھی کوئی چیز ہیں ہماری غرض یہ ہے کہ ان کے ذریعے سے لوگ قرآن مجید کی طرف متوجہ ہوں اور اسے پڑھیں۔

جرمنی کا مشہور شاعر گوئٹے — جرمنی کا بلند پایہ شاعر اور ڈرامہ نگار گوئٹے (Goethe) اس نے کہا ذرا اس قرآن کو لیکر پڑھنے بیٹھو اور تمہارے دل میں اس کے متعلق بغض ہو تم ختم کرنے سے پہلے یہ اپنی محبت تمہارے دل میں بٹھا دیگا۔ قرآن شریف کی طرف ہم لوگوں کو لانا چاہتے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اشاعت اسلام کے لیئے دروازہ کھول دیا ہے کوئی ایک دن مقابلہ کرے گا اور کوئی دس دن مقابلہ کرے گا بالآخر یہ قرآن کو فتح کریگا ہمارا کام اسے دنیا تک پہنچانا حضرت صاحب کا بھی یہی مقصد تھا اُدھر مسیح موعود ہونے کا دعوے کرتے ہیں اور ادھر الہاماً یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں چاہتا ہوں کہ ترجمہ کرا کر قرآن مجید ان ممالک میں پہنچاؤں۔

قادیانی جماعت کا اور ہمارا فرق — قادیانی جماعت کا اور ہمارا بڑا فرق ہے بات اب چھپی نہیں رہی ہمارا اور ان کا بڑا فرق ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

قد تبین الرشد من الغی بعض وقت اللہ تعالیٰ صحیح اور غلط رستہ کو کھلا کھلا الگ کر دیتا ہے، دونوں جماعتوں کی راہیں جُدا ہو چکی ہیں ایک شخص جو چاہتا ہے کہ دنیا کا مال اور جماعت کی کثرت دیکھے تو دنیا کا مال اور جماعت سب کچھ وہاں قادیان میں موجود ہے لیکن ایک شخص جو چاہتا ہے کہ قرآن کی اشاعت میں اسے حصہ ملے وہ یہاں ہے یہ میں نہیں کہتا کہ قادیان میں نیک لوگ نہیں ہیں تہجد خواں اور نمازی قادیان میں ہیں لیکن قرآن کو دنیا میں پہنچانے کی توفیق ان سے چھن گئی ہے۔ ہم بیسیوں دفعہ سن چکے ہیں کہ قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ اب چھپتا ہے، اب آتا ہے اب آتا ہے لیکن وہ نہ آیا میں بعض دفعہ خدا تعالیٰ کے آگے روتا ہوں کہ جہاں تو نے اتنا مال دیا انہیں اشاعت قرآن کی توفیق نہیں ملتی، قرآن کو دنیا میں پہنچانے کی توفیق نہیں ملتی اور جہاں یہ کچھ کام ہو رہا ہے وہاں روپیہ نہیں بیشک خدا تعالیٰ نے ہمیں اپنے وہم و گمان سے بڑھکر دیا ہے لیکن جو کچھ ہم کر رہے ہیں یہ بھی کچھ نہیں۔

بائیبل کے تراجم — بائیبل جس کے اندر لغو اور سائنس کے خلاف باتیں بھی ہیں، تاریخ کے خلاف بھی ہیں عیسائیوں نے اس کتاب کا ترجمہ ۵۰۰ زبانوں میں کر لیا ہے اور دنیا میں اسے پھیلا دیا لیکن ان کے مقابلہ میں ہم نے کیا ہے ہمارے دلوں میں تڑپ ہے مگر سامان موجود نہیں۔ ابھی ہم پر تنگی اور تکلیف کی حالت ہے جس قدر دل کے اندر تڑپ ہے اتنا کام نہیں ہوا۔ مگر اب اللہ تعالیٰ اس کے لیے بھی ایک رستہ کھول رہا ہے۔

اشاعت قرآن ٹرسٹ — اشاعت قرآن ٹرسٹ کی تحریک بہت دور سے ہوتی ہے مگر یہ کام بھی اسی جماعت کا ہے اور انشاء اللہ یہی جماعت کرے گی۔ اشاعت قرآن ٹرسٹ کا مطلب یہ ہے کہ کچھ روپیہ اشاعت قرآن کے لئے انجمن کو وقف کر دے اور کچھ ہم اپنے دوستوں سے کہیں کہ وہ انفرادی طور پر کچھ روپیہ اس کے لیئے وقف کر دیں۔ اور اس لاکھ یا دو لاکھ روپے کو تجارت میں لگا کر اسکی آمدنی سے قرآن کریم کے تراجم دنیا کی مختلف زبانوں میں شائع کیئے جاویں۔

شیخ میاں محمد صاحب کی طرف سے دس ہزار روپیہ کا وعدہ — ہمارے بھائی ہمارے دوست شیخ میاں محمد صاحب ہیں سب سے پہلے ڈلہوزی میں جمعہ کے دن خطبہ میں یہ ذکر کیا تو انہوں نے بعد نماز سب سے پہلے ایک کہا اور فرمایا کہ دس ہزار روپیہ میری طرف سے اس تحریک میں لکھ لیں۔

مختلف زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم — میں سمجھتا ہوں، غریب کوئی نہیں دل میں آجانے کی بات ہے قرآن کے نام پر مجھے یقین ہے کہ ہماری جماعت اپنے مالوں کو قربان کر دے گی اور ہر ایک دل میں یہ تڑپ پیدا ہوگی کہ اس کے بعد اس صدقہ جاریہ کا کام اس کے کام کو ہمیشہ کے لیئے زندہ رکھے۔ خدا کے فضل سے یہ ہماری جماعت کے لئے کامیابیوں کا سال ہے، قرآن مجید کا ترجمہ مختلف زبانوں میں کر کے لوگوں کو پہنچانے کی کوشش کی جائے خواہ مفت ہو یا کم قیمت پر یا پوری قیمت پر۔ ہندوستان کی زبانیں ہوں یا یورپ کی سب زبانوں میں قرآن مجید کا ترجمہ کیا جائے۔

دنیا کی کوئی جماعت نہیں جس کا یہ مقصد ہو — اس وقت کوئی جماعت نہیں جس کا مقصد یہ ہو۔ ذرا غور کیجئے دنیا کی کوئی جماعت کوئی ٹولی اور کوئی ریاست آپ کو ایسی نظر نہیں آتی جس کا یہ مقصد ہو جو اس جماعت کا ہے اور پھر جتنی کامیابی بھی حاصل ہوئی ہو جتنی کہ آپ کو حاصل ہوئی اس بات کو اپنے دل اور دماغ میں جگہ دیجئے کہ اس سے بڑھکر کوئی نیکی کا کام نہیں اس کو قوت دینے کی کوشش کیجئے میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ بنیاد اب قائم ہو گئی ہے اور بہت جلد یہ تحریک شروع ہو جائے گی میں چاہتا ہوں کہ جلسہ سالانہ میں یہ اعلان کرنے کے قابل ہو جاؤں کہ اس ٹرسٹ کا کام اتنے سرمایہ سے شروع ہو گیا ہے پھر جس قدر لوگ شامل ہوتے جائیں گے وہ سب اسے قوت دیتے جائیں گے کسی نے لنبلونکم بشئی من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات کا ترجمہ خوب کیا ہے ؎

ہر بلا کیں قوم را حق دادہ است
زیر آں گنج کرم بنہادہ است

آپ پر غموں کے بادل بھی چھائے لیکن کامیابیوں کی بارش بھی آ رہی ہے جماعت کے نوجوان جو کام چاہیں کریں لیکن ایک خیال کو اپنے قلب پر غالب کر لیں کہ ان کی زندگیوں کا اصل مقصد اللہ تعالیٰ کے کلام کو دنیا میں پہنچانا ہے ٭٭٭٭

نیا نظام عالم

رفتار وصولی

میزان سابقہ	آمد ۱۲ تا ۱۸ اکتوبر	کل میزان
روپے آنے پائی	روپے آنے پائی	روپے آنے پائی
۵۷۰۹—۷—۰	۳۴۱—۲—۰	۶۰۵۰—۱۰—۰

وعدہ کنندگان جلد ادائیگی رقم سے شکر گذار کریں اور داخل حسنات ہوں۔

اسسٹنٹ سکرٹری تحصیل و تبلیغ۔
19-X-43

ضرورت ہے

پنجاب ٹینری وزیر آباد کیلئے ایک ایسے آدمی کی ضرورت ہے جو مذکورہ ٹینری کے متعلق انگریزی و اردو میں خط و کتابت کر سکتا ہو اور ٹائپ جانتا ہو۔ اس کے علاوہ بچوں کو تعلیم دے سکتا ہو، اور ان کی تربیت کر سکتا ہو۔ تنخواہ ۴۵/- روپے ماہوار ہوگی۔ مزید تفصیلات کیلئے مندرجہ ذیل پتہ پر خط و کتابت کریں۔ منیجر صاحب۔ پنجاب ٹینری وزیر آباد۔

درخواست دعا

محمد حفیظ اللہ صاحب محرر پیغام صلح عرصہ ۱½ ماہ سے دشمنان کی طرف سے مقدمہ بازی کی مصیبت میں مبتلا ہیں اور سخت ہراساں اور پریشان خاطر ہیں۔ نیز انکا صاحبزادہ بغداد میں بیمار ہے دعا کی جائے کہ خداوند تعالیٰ رحم کرے اور اس مصیبت سے جلدی

ضروری اعلان!

جنرل کونسل کا انعقاد

ممبران جنرل کونسل کو اطلاع دی جاتی ہے کہ بعض ناگزیر حالات کے ماتحت جنرل کونسل کا اجلاس بجائے ۲۴ اکتوبر کے ۳۱ اکتوبر ۱۹۴۳ء بروز اتوار ٹھیک دس بجے منعقد ہوگا۔ فرداً فرداً اطلاع بھی دی جا چکی ہے۔

نیز چونکہ بعض اہم معاملات اس اجلاس میں پیش ہیں لہذا حضرت امیر ایدہ اللہ کا ارشاد ہے کہ احباب اس میں شمولیت کے لئے خصوصیت سے کوشش کریں اور پورا دن اس کام کے لئے وقف رکھیں۔ خاکسار

عبداللہ جنرل سکرٹری

شبان الاحمدیہ

(۱) شبان الاحمدیہ کی ایک میٹنگ ۱۷ اکتوبر بروز اتوار بعد از نماز مغرب ڈاکٹر الہٰ بخش صاحب کے زیر صدارت منعقد ہوئی۔

مولوی محمد یحییٰ صاحب نے مسلم لیگ، خاکسار اور احرار کے مقاصد کو واضح کرتے ہوئے جماعت احمدیہ کے طرز عمل کو ان پارٹیوں کے متعلق سے پیش کیا۔ ڈاکٹر صاحب کی صدارتی تقریر کے بعد میٹنگ ختم ہوئی۔

مجلس اطفال احمدیہ — ۱۵ اکتوبر بروز جمعہ بعد از نماز عصر مسجد کی گیلری میں مجلس اطفال احمدیہ کا اجتماع منعقد ہوا بچوں کے علاوہ جو حضرات اسمیں شریک تھے ان میں سے قابل ذکر یہ ہیں مولانا مصطفیٰ خاں صاحب، ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب، مولانا آفتاب الدین احمد صاحب مولوی دوست محمد صاحب۔

خاکسار نے ایک گھنٹہ کے مختصر عرصہ میں بچوں کو حضرت مسیح موعود۔ احمدیت اور احمدیہ جماعت کے کام کے متعلق کئی امور بتائے ان امور کو اچھی طرح ذہن نشین کرانے کے لئے اور بچوں میں دلچسپی پیدا کرنے کے لئے مختلف تدابیر سے کام لیا گیا۔ چائے پینے کے بعد بچوں سے ان بزرگوں کا تعارف کرایا گیا جن کے نام اوپر درج ہو چکے ہیں۔ میٹنگ کا یہ حصہ بہت دلچسپ تھا اختتام پر تمام بچے ان بزرگوں کو سلام کہتے اور مصافحہ کرتے رخصت ہوئے۔ مجلس کا دوسرا اجتماع آئندہ اتوار کو بعد از نماز عصر ہوگا انشاءاللہ

شیخ محمد طفیل سکرٹری شبان الاحمدیہ، لاہور

جمعیت طلباء احمدیہ — جمعیت کا پہلا اجتماع ۲۲ اکتوبر بعد از نماز جمعہ مسجد میں منعقد ہوگا تمام احمدی طالب علموں سے شمولیت کی درخواست ہے۔

شیخ محمد طفیل سکرٹری شبان الاحمدیہ۔ لاہور

حکیم فضل الدین صاحب بھیروی کا مذہب

حضرت اقدس کی نبوت کے متعلق

از محترم جناب شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری

گذشتہ سال جو ہم نے ایک سلسلہ مضامین پیغام صلح ۱۳ر اگست ۱۹۹۱ء کو شائع ہونا شروع ہوا تھا ثابت کیا تھا کہ حضرت اقدس کی زندگی میں اگرچہ حضور کے لئے لفظ "نبی" کا استعمال جماعت کی طرف سے ہوتا رہا لیکن جب کبھی بھی اس لفظ "نبی" کی تشریح کی ضرورت پیش آئی تو جماعت کی طرف سے ہمیشہ اس کی یہی تشریح کی جاتی رہی کہ یہ نبوت نبیوں والی نبوت نہیں بلکہ ایسی نبوت ہے جس میں تمام مجددین و اولیاء امت شریک ہیں۔ اس کے ثبوت کے لئے میں نے سن ۱۹۰۱ء سے سن ۱۹۰۸ء تک کے حوالے پیش کئے تھے جناب میاں صاحب مکرم اور ان کے رفقا آج تک ان حوالوں میں سے نہ تو کسی حوالہ کو غلط کہہ سکے ہیں اور نہ ہی ان کا جواب دے سکے ہیں اب چاہیئے تو یہ تھا کہ جب یہ حقیقت ان کے سامنے آگئی تھی کہ حضرت اقدس کی زندگی تک جماعت کا یہی مذہب رہا ہے کہ حضور کی نبوت نبیوں والی نہیں بلکہ محدثین والی نبوت ہے اور یہ کہ حضور جماعت انبیاء کے نہیں بلکہ جماعت اولیاء کے ایک فرد ہیں، تو اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے نبوت کے متعلق اپنے خیال میں تبدیلی کا اعلان کر دیتے یا کم از کم آئندہ کے لئے جماعت کی طرف اس خیال کو کر حضرت اقدس کی نبوت نبیوں والی نبوت سے منسوب کرنے سے اجتناب کرتے لیکن ان دونوں باتوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کی بجائے رسالہ فرقان میں ایسا طریق اختیار کیا ہے جس کے متعلق افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ وہ تقوی سے کوسوں دور ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ الحکم ۲۴ر مئی سن ۱۹۰۱ء میں ایک سائل کے سوال مندرجہ ذیل "کیا آپ کے فرقہ کو سوائے مخالفوں کے دوسرے مسلمانوں سے ملکر نماز پڑھ لینے کی اجازت ہے،،" کے جواب میں مخالف یا غیر مخالف امام کے پیچھے نماز ناجائز ہونے کی وجوہ بیان کرتے ہوئے حکیم فضل الدین صاحب بھیروی رح کی قلم سے ایک وجہ یہ بھی بیان ہوئی ہے کہ "حضرت مرزا صاحب نبی اللہ ہیں اور نبی کا منکر کافر ہے بالاتفاق" ان الفاظ سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ حضرت اقدس کی زندگی میں جماعت حضور کو ایسے نبیوں کے زمرہ میں شمار کرتی رہی ہے جن کے نہ ماننے سے انسان حالت ایمان سے حالت کفر کی طرف منتقل ہو جاتا ہے یعنی پہلے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر جو ایمان اسے حاصل ہوتا ہے وہ ناکافی اور بیکار ہو جاتا ہے جب تک کہ اپنے زمانہ کے نبی پر ایمان نہ لائے یعنی جس طرح حضرت موسیٰ پر ایمان دلانیوالا اگر حضرت عیسیٰ پر ایمان نہیں لاتا تو وہ مومن نہیں بلکہ کافر کہلاتا ہے اور جس طرح حضرت آدمؑ سے لیکر حضرت عیسیٰ تک تمام نبیوں پر ایمان لانیوالا کافر ہی کہلائے گا اگر وہ نبیوں کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لاتا ٹھیک اسی طرح حضرت آدم سے لیکر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانیوالا بھی کافر ہی رہے گا اگر وہ حضرت مرزا صاحب پر ایمان نہیں لاتا گویا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء سابقین پر ایمان حضرت مرزا صاحب کے ظہور کے ساتھ ہی زائل ہو جاتا ہے یہ وہ مفہوم ہے جو ایڈیٹر صاحب "فرقان" نے حکیم فضل الدین صاحب بھیروی رحمۃ اللہ کے مندرجہ بالا فقرہ سے سمجھا ہے اگر اس مندرجہ بالا فقرہ سے جو کچھ ایڈیٹر صاحب فرقان نے سمجھا ہے وہی درست ہے اور اس فقرہ کا فی الحقیقت یہی مفہوم ہے اور حکیم صاحبؒ کے ذہن میں بھی اس فقرہ کو لکھتے وقت یہی مفہوم تھا تب بھی تقوے کا تقاضا یہی تھا، کہ ایڈیٹر صاحب "فرقان" حکیم صاحب رح کے اس قول کو اپنے مذہب کی تائید میں ہرگز پیش نہ کرتے کیونکہ اس قول کے شائع ہونے کے تین ماہ بعد خود حضرت مسیح موعودؑ کی قلم سے اس خیال کی تردید جس کو حامل جناب ایڈیٹر صاحب اس قول کو بنا رہے ہیں خود الحکم ۲۴ر اگست سن ۱۹۰۱ء کے پرچہ میں ہی صفحہ ۳ پر موجود ہے پس جس خیال کی تردید خود حضرت مسیح موعودؑ نے اس کے شائع ہونے کے بعد فوراً ہی کر دی ہو اس کو جماعت کا مذہب قرار دینا اور حضرت اقدس کے پیش کردہ صحیح عقیدہ کو چھوڑ کر اس رد شدہ خیال پر اپنے مذہب کی بنیاد رکھنا اور جماعت کو اس غلط خیال کے ہی قبول کرنے کی طرف دعوت دینا کہاں تک تقوے کے مناسب حال ہے، عقلمند احباب خود ہی اس کا فیصلہ کر لیں حکیم فضل الدین صاحب بھیرویؒ بیشک نیک اور مخلص احمدی تھے، سلسلہ کے سچے خادم اور حضرت محمد رسول اللہ صلعم اور حضرت اقدس کے عشاق میں سے تھے، اشاعت اسلام کی سچی تڑپ ان کے دل میں تھی، غرضیکہ وہ حقیقی معنے میں متقی انسان تھے، لیکن

باوجود اس کے اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ نہ ہی وہ بہت بڑے عالم اور نہ ہی معصوم عن الخطا تھے، ایسے معاملات میں ان کی زبان و قلم سے بعض اوقات غلط فتوے نکل جاتا تھا جس کی اصلاح توجہ دلانے پر کر دی جاتی تھی چنانچہ ایک دفعہ انھوں نے بعض دوستوں کے سامنے آیت قرآنی مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد میں احمدؐ سے مراد حضرت مسیح موعودؑ کو قرار دیا انھوں نے حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب رضؓ کو اس سے اطلاع دی حضرت مولوی صاحب نے الحکم ۱۰ر جنوری سن ۱۹۰۴ء صفحہ ۱۴ میں مندرجہ ذیل جواب شائع کیا۔

"یاتی من بعدی اسمہ احمد سے مراد ہمارے سید و مولیٰ ہادی کامل خاتم النبیین رسول رب العالمین محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور یہی امر سچ ہے حکیم فضل الدین صاحب نے اگر اس کے خلاف کہا ہے تو غلط اور بالکل غلط کہا ہے،،"

ٹھیک اسی طرح اگر حکیم فضل الدین صاحبؒ نے اپنے مندرجہ بالا فقرہ میں حضرت اقدس کو ایسا نبی قرار دیا ہے جس کے محض دعوے کے انکار یا نہ ماننے سے انسان کافر بن جاتا ہے تو غلط اور بالکل غلط کہا ہے، چنانچہ خود حضرت اقدسؑ نے اس کے بعد اس بارے میں اپنا صحیح مذہب پیش کر کے حکیم صاحب کی اس غلطی کو واضح کر دیا۔ حضور کے الفاظ جو ۲۴ر اگست سن ۱۹۰۱ء کے پرچہ الحکم صفحہ ۳ پر شائع ہوئے ہیں مندرجہ ذیل ہیں:۔

"تکفیر کے معاملہ میں اصل بات یہ ہے کہ پہلے میں ان تمام لوگوں کو کلمہ گو خیال کرتا تھا اور کبھی میرے دل میں نہیں آیا کہ ان کو کافر قرار دوں پھر ایسا اتفاق ہوا کہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے میری نسبت ایک استفتاء تیار کیا اور وہ استفتاء مولوی نذیر حسین دہلوی کے سامنے پیش کیا اور انھوں نے فتوے دیا کہ یہ شخص اور اس کی جماعت کافر ہیں اگر مر جائیں تو مسلمانوں کی قبروں میں ان کو دفن نہیں کرنا چاہیئے، پھر بعد اس کے دو سو مہر تکفیر کی اس فتوے پر لگا لی گئی یعنی تمام پنجاب اور ہندوستان کے مولویوں نے اس پر مہریں لگا دیں کہ درحقیقت یہ شخص کافر ہے بلکہ یہود و نصاریٰ سے بھی زیادہ کافر ہیں اور اگر یہ مسلمان ہیں تو پھر ہم کافر ہیں کیونکہ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ اگر کوئی مسلمان کو کافر کہے تو کفر الٹ کر اسی پر پڑتا ہے، بس اس پر ہمیں ان لوگوں کو کافر ٹھہرانا پڑا ورنہ ہماری طرف سے ہرگز اس بات کی سبقت نہیں ہوئی کہ یہ لوگ کافر ہیں ان لوگوں نے خود سبقت کی اس کا فتوے پہلے ان لوگوں کی طرف سے شائع ہوا ہم نے کوئی کاغذ ان لوگوں کی تکفیر کا شائع نہیں کیا اب جس شخص کو یہ امر گراں گذرتا ہو کہ اسکو کیوں کافر کہا جائے تو اس کے لئے یہ سہل امر ہے کہ وہ اس بات کا اقرار شائع کر دے کہ میں ان لوگوں کو کافر نہیں جانتا بلکہ وہ لوگ کافر ہیں جنہوں نے انکو کافر ٹھہرایا .... پھر جو شخص مولوی محمد حسین اور مولوی نذیر حسین وغیرہ کو باوجود اس فتوے کے مسلمان جانتا ہے تو کیونکر ہمیں مسلمان کہہ سکتا ہے اور اگر ہمیں مسلمان جانتا ہی تو کیونکر ان کو مسلمان قرار دیتا ہے پس یہ ہے اصلیت اس امر کی کہ ہم ان لوگوں کو کافر کہنے کے لئے مجبور ہوئے"

حضرت اقدسؑ کی مندرجہ بالا تحریر سے صاف عیاں ہے کہ حضور اگر دوسرے مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں تو اس حدیث کی بنا پر کافر کہتے ہیں جس میں لکھا ہے کہ مومن کو کافر کہنے والا خود کفر کے نیچے آجاتا ہے اپنے دعوے کے نہ ماننے کی وجہ سے کسی کو کافر کہنے کے لئے تیار نہیں اگر علماء اسلام اپنا فتوے تکفیر واپس لے لیں یا حدیث نبوی پر عمل کرتے ہوئے اگر عام مسلمان ان علماء کو جنہوں نے حضور پر فتویٰ کفر لگایا ہے کافر سمجھ لیں تو حضور تمام مسلمانوں کو مسلمان سمجھنے کے لئے تیار ہیں جیسا کہ حضور کے مندرجہ بالا الفاظ سے ظاہر ہے اور اسی طرح حضور اپنی جماعت کو ان کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم دینے کے لئے بھی تیار ہیں جیسا کہ حضور کے مندرجہ ذیل الفاظ سے ظاہر ہے جو اخبار بدر ۲۴ر مئی سن ۱۹۰۸ء کے صفحہ ۲ پر شائع ہوئے ہیں اگر یہ لوگ اشتہار دیدیں کہ ہم سلسلہ احمدیہ کے لوگوں کو مومن سمجھتے ہیں بلکہ ان کو کافر سمجھتے ہیں تو میں آج ہی اپنی تمام جماعت کو حکم دیتا ہوں کہ وہ ان کے ساتھ مل کر نماز پڑھ لیں، اگر حضور مسلمانوں کے کفر کا باعث اپنے دعوے کو نہ ماننا سمجھتے تھے تو حضور ان کے فتوے تکفیر واپس لے لینے کے بعد یا حضور کو کافر کہنے والے علماء کو کافر سمجھ لینے کے بعد کس طرح مسلمانوں کو مسلمان سمجھ لینے اور اپنی جماعت کو ان کے پیچھے نماز پڑھنے کی اجازت دینے کے لئے تیار ہو سکتے تھے

حکیم فضل الدین صاحب مرحوم نے بھی سائل کے جواب میں دیگر مسلمانوں کے پیچھے نماز نہ پڑھنے کی چار وجوہ لکھی ہیں ان میں سے پہلی وجہ یہی لکھی ہے کہ "اول تو وہ حضرت کو نعوذ باللہ کافر سمجھتے ہیں یا مومن کو کافر کہنے والا خود کافر ہے،، باقی تین وجوہ ایسی ہیں جن سے کافی غور کرنے والے کو شبہ پڑ سکتا ہے کہ وہ حضور کے دعووں کو نہ ماننے کو بھی عدم جواز نماز کی وجہ سمجھتے ہیں لیکن حضرت اقدسؑ نے اپنے جواب میں صرف پہلی وجہ کو ہی صحیح قرار دیا ہے باقی وجوہ کو رد کر دیا ہے جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ حکیم صاحب رضؓ کے غلط خیال کی اصلاح اسی وقت ہی حضور کی قلم سے

ہوگئی۔ اسلئے اسکو حجت سمجھنا کسی طرح بھی جائز نہیں ہوسکتا یہ جواب، تو اس صورت میں ہے اگر حکیم صاحب رح کے مندرجہ بالا فقرہ سے جیسا کہ ایڈیٹر صاحب فرقان کا خیال ہے سمجھا جائے کہ حکیم صاحبؒ حضرت اقدسؑ کی طرف محدثین والی نبوت نہیں بلکہ نبیوں والی نبوت ہی منسوب کرتے تھے جو آج جماعت لاہور کے پاک ممبر حضورؑ کی طرف منسوب کررہے ہیں اس کے ثبوت کیلئے ہمیں دور جانے کی ضرورت نہیں خود اسی مضمون میں ہی جس میں سے ایڈیٹر صاحب "فرقان" نے حکیم صاحب کا مندرجہ بالا فقرہ نقل کیا ہے حکیم صاحب مرحوم نے اس پر مفصل بحث کی ہے اور وہ بحث بھی اس فقرہ کو لکھنے سے پہلے کی ہے جس کے صاف یہ معنی ہیں کہ حضورؑ کی نبوت کے متعلق اپنا یہ مفصل فیصلہ دینے کے بعد کہ حضورؑ کی نبوت محدثین والی نبوت ہے جو یہ فقرہ لکھ رہے ہیں کہ "حضرت مرزا صاحب نبی اللہ ہیں اور نبی کا منکر کافر ہے بالاتفاق" اس سے آپ وہ مراد نہیں لے رہے جو آج ایڈیٹر صاحب فرقان ان کی طرف منسوب کررہے ہیں، بلکہ اس فقرہ میں لفظ "نبی" اور لفظ "کفر" سے ان کی کچھ اور ہی مراد ہے جس پر میں انشاء اللہ تعالےٰ بعد میں روشنی ڈالوں گا سردست تو میں حکیم صاحبؒ کے صرف وہ اقوال درج کرنا چاہتا ہوں جن سے ان کے خیالات در بارہ نبوت حضرت اقدسؑ پر روشنی پڑتی ہے نہ معلوم جناب ایڈیٹر صاحب فرقان نے حکیم صاحب رح کے ان اقوال کو کس مصلحت کی بنا پر نظر انداز کردیا ہے حالانکہ یہ اقوال بھی اسی مضمون کا حصہ ہیں جس مضمون میں سے انھوں نے ایک تھوڑا سا حصہ نقل کیا ہے بہرحال احباب کرام کی آگاہی کے لئے خاکسار ذیل میں انہیں درج کردیتا ہے تا اس بات کو معلوم کرنے میں کہ حضرت اقدسؑ کی زندگی میں جماعت کا حضورؑ کی نبوت کے متعلق صحیح مذہب کیا تھا پوری طرح مدد مل سکے۔ حکیم صاحب رح فرماتے ہیں:۔

(۱) "غرض اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین یعنی ظاہری جسمانی اولاد تو کوئی چیز نہیں اور نہ اس جسمانی اولاد سے عموماً کوئی نام چلتا ہے بلکہ اس کی روحانی اولاد ہے جس کی ولادت کا سلسلہ قیامت تک ممتد ہے وہ یہ ہے کہ یہ رسول اللہ تعالیٰ کا ہے اور اس کا سلسلہ نبوت اس کے بعد ہو چلے گا وہ اسی کی مہر (تابعداری) سے چلیگا النبیین پر الف لام تخصیص کے لئے ہے جیسے اذ نحن تنا بکوالعجل جب چیرا ہم نے تمہارے لئے اس دریا کو یہاں النبیین کے معنی وہ خاص نبی ہیں جو آیندہ زمانہ میں تابع شریعت محمدی صلعم تجدید دین کے لئے آیا کریں گے اور وہ تیری روحانی اولاد ہوں گے اور وہ حقیقی اولاد ہوں گے ...... اسلئے لاکن سے دونوں طرح کی ترقی لفظاً ومعناً فرمائی کہ رسول اللہ صلعم اب نہیں حقیقی والد ہیں اور حقیقی والدیت آپ کی عارضی اور چند روزہ نہیں بلکہ ان کی روحانی تولید سے نبیین کی ولادت ہوتی رہے گی اور قیامت تک وہ سلسلہ جاری رہے گا اور ان کے دشمنوں کا نام ونشان بھی نہیں رہے گا اور بالکل صفحہ زمین سے مٹ جائے گا" ص۲ کالم ۳

(۲) "چونکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے انما انت منذر ولکل قوم ھاد تو اے محمد صلعم ایک عظیم الشان حکم ہے اور تیرے ماتحت ہمیشہ ہادی آیا کریں گے جو ہر ایک قوم کو تجدید دین کیا کریں گے، چنانچہ اس کی تفسیر خود رسول اللہ صلعم نے فرمائی کہ ہر ایک صدی پر مجدد آیا کریں گے" ص۲ کالم ۴۔

(۳) حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رح فتوح الغیب ص۲۱ میں فرماتے ہیں تکون وارث کل رسول ونبی وصدیق پس اس وقت تو ہو جائے گا وارث ہر ایک رسول نبی صدیق کا ورثۃ انبیاء در سل مال و اسباب دنیوی نہیں بلکہ ورثۃ انبیاء کا نبوت ہے ص۵ کالم ۳

(۴) اگر اللہ تعالےٰ نبوت کسی قسم کی بھی دینا نہیں چاہتا تو لوگوں کو نبوت مانگنے کی تاکید کیوں کرتا چونکہ اللہ تعالےٰ عالم الغیب جانتا تھا کہ نبوت مسیح موعود میں جھگڑا ہوگا اس لئے اسی سورہ (الحمد) کے پڑھنے کی بہت تاکید کی یہاں تک کہ سوائے اس کے نماز ہی نہیں ہوتی تاکہ ہر ایک آدمی سمجھ سکے کہ اگر ہم نبی نہیں بن سکتے ہیں تو یہ موعود خلیفہ جس کو اللہ تعالیٰ نے رسول کہا رسول اللہ صلعم نے نبی اللہ کہا وہ تو بطریق اولی نبی کہلانے کے لائق ہے" ص۶ کالم ۴

(۵) انا ارسلناک بالحق بشیراً ونذیراً وان من امۃ الاخلا فیھا نذیر۔ یعنی تجھے اے رسول اکرم صلعم ہم نے بھیجا ہے ایک بڑا عظیم الشان رسول بناکر جو خوشخبری اور ڈرسناوے مگر تیری یہ رسالت تیرے پر ہی ختم نہیں بلکہ جیسے امم سابقہ میں ہم نے کوئی گروہ بھی کسی نذیر کے آنے سے خالی نہیں رکھا اسی طرح تیری امت میں بھی کوئی گروہ نذیر کے آنے سے خالی نہیں رہے گا ص۷ کالم ۴۔

اقوال مندرجہ بالا سے عیاں ہے کہ حکیم فضل الدین صاحب بھیروی رح کے نزدیک نبی کریم صلعم کے بعد ہر صدی کے سر پر جو مجدد آپ کی امت میں مبعوث ہوا کرے گا وہ نبی ہے اور حضرت اقدسؑ بھی اسی جماعت کے فرد ہیں ہاں حضورؑ کی یہ خصوصیت ضرور ہے کہ حضورؑ کو نبی کے نام سے احادیث میں پکارا گیا ہے۔ ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ جس طرح اس زمانہ میں حضرت اقدسؑ بطور نذیر آئے ہیں اسی طرح امت محمدیہ کے ہر گروہ میں نذیر آتے رہے ہیں کس قدر واضح الفاظ ہیں وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلعم کی روحانی تولید سے نہ صرف ایک نبی نہیں بلکہ نبیوں کی ولادت ہوتی رہے گی اور نبیوں کا یہ ایک سلسلہ ہوگا جو قیامت تک چلتا رہے گا اور اسی سلسلہ انبیاء کی طرف حدیث ان اللہ یبعث علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا میں اشارہ کیا گیا ہے۔

حکیم فضل الدین صاحب بھیروی رح کے مندرجہ بالا اقوال درج کرنے کے بعد اس بات کا فیصلہ کہ حضرت اقدسؑ کی نبوت کے متعلق حکیم صاحب رح کے اقوال جماعت لاہور کے پاک ممبروں کے عقیدہ کی تائید کرتے ہیں یا جناب میاں صاحب مکرم کے عقیدہ کی، میں منصف مزاج احباب پر ہی چھوڑتا ہوں، غیر از جماعت دوستوں کے کفر کے متعلق حضرت اقدسؑ کا صحیح مذہب بیان کردینے کے بعد اگرچہ حکیم صاحب مرحوم کے مندرجہ بالا قول پر کچھ لکھنے کی ضرورت تو باقی نہیں رہتی لیکن انشاء اللہ مسئلہ نبوت پر مکمل بحث ختم کرنے کے بعد مسئلہ کفر پر جب میں بتوفیق اللہ وعونہ بحث شروع کروں گا تو حکیم صاحب کے اس قول پر بھی مفصل روشنی ڈالوں گا۔

والسلام علی من اتبع الہدیٰ

مکتوب بغداد

نوٹ:۔ حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم کے متعلق سید تصدق حسین صاحب قادری بغداد سے ۱۱ مئی ۱۹۴۳ء کو بحری ڈاک سے ایک خط بھیجا تھا جس میں حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم کی وفات پر اظہار افسوس تھا اس خط کے لاہور پہنچنے کا جب انہیں علم ہوا تو انہوں نے ۷ راگست کو بذریعہ ہوائی ڈاک اس کی نقل اس غرض سے بھیجی کہ اخبار میں شائع ہو۔ لہذا ذیل میں اس کی نقل اب شائع کی جاتی ہے۔

عزیز بخش جائنٹ سکرٹری "پیغام"

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء

قبلہ مولانا عزیز بخش صاحب سلمہ الرحمن

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے ۲۹ اپریل کے پوسٹ کارڈ میں یہ المناک خبر پڑھکر کہ حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب واصل باللہ ہوگئے دل ودماغ پر ایک ایسی چوٹ لگی جس کا اظہار قلم کے ذریعہ ممکن نہیں۔ آہ مسیح محمدی کے ستارے آسمان کا درخشندہ ستارہ جس کی چمک دمک عرصہ دراز تک مخالفین ومعاندین سلسلہ اور برادران یوسف کی آنکھوں کو خیرہ کرتی رہی جس کی روشنی وابستگان سلسلہ کے قلوب میں پہنچکر حرارت ایمانی کو بڑھاتی رہی آخر غروب ہوگیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متبرک ہاتھوں سے بویا ہوا مقدس بیج کزرع اخرج شطئہ کی مثال بڑھا مضبوط ہوا پھلا اور پھولا احمدیت کی کھیتی کے مقدس مالک امام زمان کی مطہر روح کی خوشنودی کا باعث ہوا وہ مسیح زمان کی اس آرزو اور تمنا کو کہ کلام الٰہی کی تمام دنیا میں اشاعت ہو اور اسکے پیارے آقا محمد الرسول اللہ صلعم کی صحیح تصویر دنیا کے سامنے آجائے پورا کرنے اور پایۂ تکمیل کو پہنچانے میں حضور کی شاخ کا تا دم زیست ممد اور معاون رہا۔ اندرونی اور بیرونی بڑی سخت سے سخت مخالفت کی آندھیاں چلیں شدید زلزلے آئے بادسموم کے جھلسا دینے والے جھونکے چلے لیکن اس مسیح کے ہاتھوں لگائے ہوئے پودا کو ذرہ بھر جنبش نہ ہوئی۔ یہ ان قدسی صفت بزرگ ہستیوں میں سے ایک ہستی تھی جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ بدیں الفاظ ارشاد فرماتا ہے وعد اللہ الذین امنوا وعملوا الصالحات منھم مغفرۃ واجراً عظیما۔

اے سلسلہ احمدیہ کے پیارے نوجوانو یہ تمہارے آقا پیارے مسیح کا وفادار سپاہی تمہارے محبوب امیر کا زندگی بھر کا ساتھی جو راہ حق میں آخر دم تک لڑتا رہا پیرانہ سالی میں بھی کبھی نہیں تھکا ہر نازک سے نازک ترین میدان میں قدم آگے ہی بڑھاتا چلا گیا اس وقت اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملا لیکن آیت کریمہ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء کا شعور رکھنے والے سمجھتے ہیں کہ وہ ابدالآباد تک زندہ ہے اس کے اعمال صالحہ زندہ ہیں نہ صرف ہی بلکہ مردہ دلوں کے لئے زندگی بخش ہیں تمہیں اس کی مطہر روح جاھدوا فی اللہ حق جہادہ کی آواز سنا رہی ہے اس نے تمہیں اس مقدس جہاد کے نئے نئے ہتھیار بھی دیئے ہیں اس مرد خدا کی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم ان ہتھیاروں کو ہاتھ میں لیکر اس کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے تبلیغ حق کے لئے میدان عمل میں کود پڑیں، عزیزو گوہر مقصود کے حصول کا وقت بہت قریب آگیا ہے، حق کا وعدہ پورا ہونے کو ہے تمہاری کوششیں اور جدوجہد یقیناً رائگاں نہیں جاویں گی، اللہ کا وعدہ ہے یا ایھا الذین امنوا ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم۔

آؤ آج ہم اس مرد حق کی یاد میں دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا تجدید عہد کریں پوری قوت ایمان اور پورے اسلامی جوش کے ساتھ ہمہ تن مصروف عمل ہوجائیں بشارت احمد کی وہ آرزو جو آپ کے مقدس امام کی عین آرزو ہے کے پورا کرنے کا باعث ہوں اے خدا ہمیں مرحوم ومغفور کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخش اور اسے اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرما اور ہمیں اس کا نعم البدل عنایت فرما۔ آمین۔

خاکسار

السید تصدق حسین۔ القادری۔ بغداد

"جنسی مسئلہ"

دجالی تہذیب کا ایک نیا شیطانی نظریہ

(از محمد انعام الحق)

تحریک ضبط تولید و منع حمل

اخبار بین حضرات کو معلوم ہوگا کہ گذشتہ جنگ عظیم کے بعد مالتھس کے "نظریہ آبادی" کا بہت چرچا ہوا اور اس کے زیر اثر ضبط تولید اور منع حمل کی تحریک عام ہوگئی۔ اس تحریک کے حامیوں کی دلیل یہ ہے کہ دنیا کی آبادی نہایت سرعت کے ساتھ بڑھ رہی ہے کہ ارض کی غذائی پیداوار اور بیشمار خاندانوں، قوموں، اور ملکوں کے اقتصادی حالات اس اضافۂ آبادی کا ساتھ نہیں دے سکتے جس کی وجہ سے ناقابل حل اقتصادی مشکلات اور بے شمار جھگڑوں کے قحط کا اندیشہ شدید پیدا ہوگیا۔ لہذا ضبط تولید ضروری ہے۔ جس کی بہ آسانی قابل عمل تدبیر منع حمل کے سوا اور کوئی نہیں۔ مغرب کے بعض "زندہ دل" اطباء نے اس تحریک سے متاثر ہوکر فتوے دے دیا کہ بہت سی حالتوں میں حمل، اور وضع حمل اور ایام رضاعت عورت کی صحت و حسن کے لئے بہت نقصان رساں ہوتے ہیں۔

اس تحریک کے اخلاق سوز اثرات و نتائج یورپ کی

تہذیب مزاج اور آزاد خیال لیڈیاں اس طبی سند کو لیکر دیوانہ وار اٹھیں اور دیکھتے ہی دیکھتے ساری "مہذب دنیا" میں ضبط تولید و منع حمل کا غلغلہ پورے زور سے بلند ہوگیا۔ "غیر مہذب دنیا" بھی اس سے کم متاثر نہ ہوئی۔ مغرب زدہ مرد و عورتیں یورپ کی اس "برکت" کو مشرق میں بھی رواج دینے کے لئے کوشاں نظر آنے لگے۔ تہذیب جدید کے نفس پرست علمبرداروں کو مادر پدر آزادی کے حصول کا ایک بہانہ اور حیلہ نفس کا ایک سہل ذریعہ ہاتھ آگیا۔ سینما، تھیٹر، ریڈیو "روشن خیال" اخبارات و رسائل، "ادب جدید" نے اس اخلاق سوز آگ کو خوب ہوا دی یہاں تک کہ اس آگ نے چند سالوں کے اندر سوسائٹی کے بہت بڑے حصہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ نگار خانوں کی ایکٹرسوں، دفتروں، کارخانوں، ہوٹلوں اور جلسوں کی لڑکیوں اور آزاد منش بیاہتا عورتوں کا تو ذکر ہی کیا، زنانہ درسگاہوں کی دوشیزہ طالبات کے جزدانوں میں بھی آلات مانع حمل بکثرت پائے جانے لگے، فرانس اور دوسرے ممالک میں عورتوں نے برملا استقاط حمل کا حق مانگا۔ روس میں بعض پابندیوں کے ساتھ اسکو یہ حق مل بھی گیا۔

اس تحریک کے حامی اور انکا مقصد

بظاہر انسانی ہمدردی، بحض طبی، احتیاطیں اور چند اہم اقتصادی مشکلات مالتھس کے "نظریہ آبادی" کی بنیاد دکھائی دے رہی ہیں لیکن دراصل یہ شیطان کے ایک فریب کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا ہے اس نظریہ کو پیش کرنیوالی ہستی اور اس کے چند رفقاء مخلص ہوں۔ انھوں نے اپنے ماحول اور اپنی عقل و فکر کے لحاظ سے جس چیز کو مفید سمجھا پیش کر دیا لیکن اس کے باوجود ان لوگوں کی کوششوں کو مہلک نتائج لاابالی اضطراری حرکات کے سوا اور کچھ نہیں کہا جا سکتا ہے۔ تحریک ضبط تولید و منع حمل کا تو تمام تر فروغ بالکل نفس پرستی اور مادر پدر آزادی کے شوق کی وجہ سے ہے کم از کم مغرب میں ... فیصدی حامی یقیناً اپنی عیاشی اور نفس پرستی کی خاطر اس تحریک کی حمایت کر رہے ہیں۔ ان لوگوں نے غرباء کی اقتصادی مشکلات اور غذائی پیداوار کی کمی کو ایک آڑ بنا لیا ہے

کثیر الاولاد غرباء کی پُر فریب و مضحکہ خیز حمایت

بہت سنسان یا مسدود ہیں بھی وہ منظر کس قدر پُر فریب اور مضحکہ خیز ہوتا ہے جبکہ متمول گھرانوں کے خوش پوش بے فکرے نوجوان اور "روشن خیال" خاندانوں کی بے حجاب اور زرق برق ملبوسات سے آراستہ آتیں شاندار ڈرائنگ روموں، کلبوں اور مخلوط اجتماعات میں ضبط تولید و منع حمل کی پر جوش تائید کرتی ہیں۔ ایسے موقعوں پر یہ لوگ اکثر بطور دلیل کثیر الاولاد ... غرباء کی مصائب عجیب طریق پر بیان کیا کرتے ہیں۔ اس وقت ان کے الفاظ اور انداز گفتگو سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ساری دنیا کے کثیر الاولاد غرباء کی غربی و فاقہ کشی کا درد انہی پیٹ بھرے بے فکرے نوجوانوں کے حسن پرست دل میں سما گیا ہے۔ ان بے اولاد و خوشنما "تیتریوں" کو پانچ پانچ سات سات بچوں والی ماؤں کے دکھوں نے بُری طرح بے چین کر رکھا ہے۔ حالانکہ حقیقت کچھ اور ہے۔

اصل حقیقت

ان لوگوں کی ہمدردی خود غرضی پر مبنی ہوتی ہے اور اس کی حیثیت مگرمچھ کے آنسوؤں سے زیادہ نہیں ——— یہ لوگ اکثر حالتوں میں فریب کار اور بعض حالتوں میں خود فریب ہوتے ہیں۔ کثیر الاولاد مفلسوں کی پُرجوش وکالت سے ان کا مقصد بالعموم ان کے اخلاقی، مذہبی اور قانونی ضوابط کو توڑنا یا کمزور کرنا ہوتا ہے، جو ان کی اخلاق سوز آزادی میں روک ہیں۔ یہ شادی کی پابندیوں اور اولاد کی ذمہ داریوں سے محفوظ رہ کر بہائم کی طرح مرد و عورت کا آزادانہ اختلاط چاہتے ہیں۔

جنسی بھوک کا شیطانی نظریہ اور اس کا مقصد

اس پر بس نہیں۔ اس کے بعد تہذیب جدید ایک نیا گل کھلاتی ہے۔ "نظریہ آبادی" نے تحریک ضبط تولید و منع حمل کو فروغ دیا۔ اس فروغ نے نوجوان مرد و عورتوں کے جنسی جذبات کو ابھارا اور بھڑکایا۔ "ادب جدید" کے نام پر شہوانی، فحش نوازی، عصمت، فروشی اور آبرو باختگی کی کھلم کھلا تائید کی گئی۔ اس طرح ان مفاسد سے چند سال کے اندر ہی دیکھتے دیکھتے "جنسی بھوک" (Sexual Hunger) کا ایک نیا ناپاک شیطانی نظریہ پیدا ہوگیا۔ سرزمین "تہذیب و تمدن" کے اس جدید نظریہ کو بیان کرتے ہوئے ایک معمولی مشرقی کا قلم بھی سو مرتبہ جھجک اور شرم محسوس کرتا ہے۔ اس نظریہ کے حامی کہتے ہیں کہ شکمی فاقہ کشی اور "شہوانی بھوک" میں اصولاً کوئی فرق نہیں ہے۔ جس طرح غذا کے بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا اسی طرح جذبۂ شہوت کو روکنا بھی انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔ لہذا جس طریق پر بھوکوں کے لئے روٹی کا انتظام ضروری ہے۔ اسی طرح اس جنسی بھوک کے لئے حکومتوں کی طرف سے "خیراتی چکلے" اور "فری قحبہ خانے" وسیع پیمانہ پر کھولنے چاہئیں۔ اس نظریہ کے بعض حامی تو یہاں تک کہہ رہے ہیں کہ زنا بالجبر کوئی جرم ہی نہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

اس نظریہ کے ایک حامی کا مطالبہ

فرانس کا مشہور جریدہ لالیون ری پبلکن (Le Lyon Republican) نے کچھ عرصہ ہوا اس سوال پر بحث کرتے ہوئے کہ "زنا بالجبر آخر کیوں جرم ہے" لکھا تھا کہ:-

"جب غریب لوگ بھوک سے بیتاب ہوکر چوری اور لوٹ پر اتر آتے ہیں تو کہا جاتا ہے کہ ان کو روٹی مہیا کرو وہ خودبخود چوری سے باز آجائیں گے۔ لیکن عجیب بات یہ ہے کہ ہمدردی و مواسات کا جو جذبہ جسم کی طبعی ضرورت کے مقابلہ میں ابھرتا ہے وہ ویسی ہی طبعی اور اتنی ہی اہم ضرورت یعنی محبت کے لئے کیوں وسیع نہیں ہوتا۔ جس طرح چوری بالعموم بھوک کی شدت کا نتیجہ ہوتی ہے، اسی طرح زنا بالجبر اور ایسا اوقات قتل کی خواہش بھی اس ضرورت کے شدید تقاضے سے واقع ہوتی ہے۔ جو بھوک اور پیاس سے کچھ کم طبعی نہیں جس طرح ایک تندرست و توانا نوجوان اپنی بھوک کو اس وعدے پر نہیں ٹال سکتا۔ ایک نوجوان آدمی کی شہوانی فاقہ کشی بھی اتنی ہی افسوسناک ہے جتنی مفلس آدمی کی شکمی فاقہ کشی۔ جس طرح بھوکوں کو روٹی مفت تقسیم کی جاتی ہے اسی طرح دوسری قسم کی بھوک سے جو لوگ مر رہے ہیں ان کے لئے بھی ہمیں انتظام کرنا چاہیئے۔"

(بحوالہ خیام ... ۱۹۴۳ء)

زنا بالجبر قانونی جرم نہیں ہوگا شیطان کی تحریک

پر لکھی ہوئی محولہ بالا سطور کسی تبصرہ کی محتاج نہیں ہیں۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ جذبۂ شہوانی سے مست ایک ہٹا کٹا نفس پرست نوجوان بدمعاش بھی اسی طرح قابل رحم اور مستحق امداد و ہمدردی ہے جیسے کوئی معذور و مفلس مرد ضعیف، بے کس بیوہ یا بے یار و مددگار یتیم، جس طرح حکومت اور قوم محتاج گھر، یتیم خانے اور بیوہ خانے کھولتی ہے اسی طرح ان کو ان شہوت پرست نوجوانوں کے لئے ہر جگہ چکلوں اور قحبہ خانوں کا انتظام کرنا چاہیئے، جہاں سیاہ کاری کے لئے عورتیں مفت مہیا کی جائیں۔ لیکن غالباً اس قدر فراخانہ اہتمام بھی کافی نہ ہوگا۔ ایسے نوجوانوں کی نفس پرستی جسے محبت کا نام دیا گیا ہے اکثر حالتوں میں خاص "شکار" کے بغیر مطمئن نہیں ہو سکے گی تو پھر کرنا یہ ہوگا کہ ان کو کھلی چھٹی دے دی جائے کہ جس عورت یا لڑکی کے ساتھ ان کا منہ کالا کرنے کو جی چاہے کر لیں۔ وہ بخوشی آمادہ نہ ہو تو زبردستی سے کام لیں۔ زنا بالجبر کوئی قانونی جرم نہ رہے۔ یورپ کی دجالی تہذیب عیاشی اور مادر پدر آزادی کی حد تک مساوات زن و مرد کی بہت قائل ہے۔ جب مردوں کو اپنی پسند کے مطابق سیاہ کاری کی کھلی چھٹی ہوگی تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ عورت کو یہ حق نہ دیا جائے کہ وہ جس مرد کو جس وقت چاہے پکڑ کر فحش کاری پر مجبور کر سکے۔ دس ظلم کو یورپ کی "روشن خیالی" "مساوات پسندی" کس طرح گوارا کر سکے گی کہ مرد کو اس قسم کا حق حاصل ہو اور عورت اس سے محروم رہے، "ادب جدید" کے حامی یہ جو کچھ چاہتے ہیں وہ ہم مشرقیوں کو خواہ کس قدر ہی ناممکن و عجیب کیوں نظر آئے لیکن یورپ کی دجالی تہذیب سے یہ قطعاً بعید نہیں جس تہذیب نے حرامکاری کو انتہائی فروغ دیا۔ عورت کو اسقاط حمل کا حق بخشا جس تہذیب نے بے حیائی و عریانی کو لازمہ ترقی قرار دے کر بیشمار برہنہ کلب قائم کر دیئے اس سے یہ ہرگز ناممکن نہیں کہ وہ زنا بالجبر کو قانونی جرم نہ رہنے دے۔

نوع انسانی کیلئے خطرناک دلدل

اصل بات یہ ہے کہ یورپ کی ملحدانہ دجالی تہذیب نوع انسانی کے لئے ایک خطرناک اخلاقی دلدل ثابت ہوئی ہے اس تہذیب کی بنیاد غلط انسانیت دشمن اور اخلاق سوز اصولوں پر رکھی گئی ہے عیسائیت اور پوپوں کے ناروا تشدد کے ردعمل نے اس کو اور زیادہ خطرناک اور مادر پدر آزاد بنا دیا ہے۔ اس تہذیب کے پرستار و علمبردار ایک غلطی کے اثرات سے بچنے کے لئے دس نئی غلطیاں کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ اس کے نتیجہ میں وہ روز بروز تباہی سے زیادہ قریب ہو رہے ہیں، جیسا کہ دلدل میں پھنسے ہوئے آدمی کی ہر ایک جنبش اس

کو اور دھنسا دیتی ہے۔

یورپ کی پے در پے غلطیاں اور گمراہیاں

غور کیجئے یورپ نے خدا اور انصاف کو بالکل فراموش کر کے ظالمانہ سرمایہ پرستی کو رواج دیا۔ اس سے دولت آبادی کے نہایت ہی قلیل حصہ کے قبضے میں چلی گئی اور کثیر حصہ بالکل مفلس اور اقتصادی غلام ہو کر رہ گیا۔ بجائے اس کے کہ کسی صالح و منصفانہ اصول پر دولت تقسیم کی جاتی ایک نہایت غلط قدم اٹھایا گیا۔ مفلسوں کو پرورش اولاد کے بار سے نجات دینے کے لئے ضبط تولید و منع حمل کی تحریک شروع کی گئی۔ اس نے حرامکاری و نفس پرستی کو فروغ دیا "ادب جدید" نے جلتی آگ پر تیل چھڑکا لوگوں کو گھریلو زندگی اور والدین سے نفرت ہو گئی۔ اسکا نتیجہ یہ نکلا ایک طرف بہت سے مغربی ممالک کی آبادی اور شرح پیدائش بہت کم ہو گئی۔ حکومتوں کو فکر پیدا ہوئی انھوں نے شرح پیدائش بڑھانے کی کوشش کی بچے پیدا کرنے جائز ترغیب و تحریص کے علاوہ نامناسب ذرائع بھی استعمال کئے۔ جرمنی اور بعض دیگر ممالک میں بغیر شادی کے اولاد پیدا کرنے کی سرکاری طور پر حوصلہ افزائی کی گئی اور دوسری طرف ان مساعی کے مقابلہ میں آزاد عورتوں نے اسقاط حمل کا اور نفس پرست مردوں نے زنا بالجبر کا حق مانگنا شروع کر دیا۔

انصاف پسندوں کو دعوتِ فکر

ہم ہر ایک انصاف پسند شخص کو یہ سوچنے کی دعوت دیتے ہیں کہ اس اخلاقی پستی، بے راہ روی اور مصیبت کا علاج اسلام کے سوا اور کس کے پاس موجود ہے؟ تجربہ بتا رہا ہے کہ مغربی تہذیب اپنی پیدا کردہ مصیبتوں کا علاج خود کرنے سے قاصر ہے۔ اس کی ہر ایک اصلاحی کوشش اسکو مزید گمراہیوں اور پریشانیوں میں مبتلا کر دیتی ہے۔ یورپ کی ان مصائب و مفاسد کا علاج عیسائیت کے بس کا بھی روگ نہیں کیونکہ ایک لحاظ سے عیسائیت ہی نے اس تہذیب کو جنم دیا ہے اور موجودہ مفاسد کے لیئے الحاد و مادہ پرستی سے بھی زیادہ ذمہ دار ہے۔ یورپ میں بدھ دھرم کی رہبانیت کا اثر اور ردعمل یقیناً عیسائیت کی رہبانیت سے کچھ مختلف نہ ہوگا۔ قدرت کا قانون سب کے لئے ایک ہے جو عیسائی خانقاہوں اور بدھوں کے مٹھوں اور آشرموں پر یکساں حاوی ہے۔ باقی رہا ہندو دھرم سو اس میں ہندوستان کی چار دیواری سے باہر نکلنے کی صلاحیت ہی نہیں۔ ہمارے آریہ سماجی دوست تاویلات کے زور پر خواہ کتنی ہی لفظی بلند پروازیاں کریں۔ وہ خواہ اپنے شاندار ماضی اور پراچین سبھتا کے کتنے ہی مبالغہ آمیز گیت گائیں اور زمانہ قبل از تاریخ کے خلاف عقل افسانوں کو تاریخی حقائق کی حیثیت سے پیش کرنے کی کوشش فرمائیں لیکن اس سے ان کے محدود دھرم کے دائرہ عمل میں وسعت پیدا نہیں ہو سکتی۔ خود ہندوستان کے اندر بھی ہندو ویدک دھرم اصلاح و ازالہ مشکلات میں بالکل ناکام رہا ہے، سودخواری کی لعنت سنگدل ساہوکاروں کا خون آشام طبقہ ذات پات اور چھوت چھات کی مصیبت، بت پرستی کی ظلمت، بیواؤں کی زبوں حالی۔ بیشمار دیوداسیوں [illegible] کا وجود اور اسی قسم کی بیشمار باتیں ہمارے بیان کی تائید کر رہی ہیں۔ ان کے برہم چریہ کا اصول جس حد تک کامیاب اور قابل عمل ثابت ہوا وہ بھی سب کو معلوم ہے۔

اسلام ہی یورپ کی مصائب کا واحد حل ہے

لے دے کے صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب رہ جاتا ہے جو کہ باقی ساری دنیا کی طرح یورپ کی مصائب و مفاسد کا مکمل علاج اور کامیاب حل پیش کرتا ہے۔ یورپ کی اقوام حلقہ بگوش اسلام ہوتیں تو یقیناً ان کی موجودہ مشکلات پیدا ہی نہ ہوتیں، اور اگر اب بھی اسلام قبول کر کے تعلیمات قرآنی پر عمل کریں تو چشم زدن میں ان کی مشکلات و مصائب کا خاتمہ ہو سکتا ہے، تاریخ و تجربات شاہد ہیں کہ اسلام نے گذشتہ چودہ سو سال میں بیشمار قوموں اور ملکوں کی مشکلات کا کامیاب اور قابل عمل حل پیش کر کے انہیں گمراہی سے نکالا اور راہ نجات و کامرانی پر گامزن کر دیا اب بھی اس میں پہلے کی طرح یہ قوت موجود ہے اور تاقیامت رہے گی۔

ہمارا فرض

یورپ اپنے اخلاقی اور روحانی لوگوں سے عاجز آ کر کسی کامیاب علاج کا متلاشی ہے اس کی روح گمراہیوں اور ضلالتوں سے تنگ آ کر کسی پیغام حق کے لیئے گوش برآواز ہے۔ قرآن کریم کے پیش کردہ علاج اور اسلام کے پیغام حق و اصلاح کو اہل یورپ تک پہنچانا ہمارا فرض ہے ــــــ یہ فرض اللہ تعالےٰ کا عائد کردہ ہے۔ ہم نے مجدد زماںؑ کے دامن سے وابستہ ہو کر اس فرض کو خاص طور پر ادا کرنے اور اسے اپنی حیات قومی کا مقصد قرار دینے کا عہد کیا ہے۔

زمانہ بعد جنگ کیلئے تیاری کی ضرورت

موجودہ جنگ سے دراصل یورپ میں اسلام کی مقبولیت کے سامان ہو رہے ہیں اس جنگ کی بدولت سرزمین یورپ کو ایسا کیا دل رہا ہے جس کی وجہ سے حق و صداقت کا تخم زیادہ آسانی اور کامیابی کے ساتھ پھلے پھولے گا انشاء اللہ۔ لہذا ہمیں چاہیئے کہ دوران جنگ میں زمانہ بعد جنگ کے حالات سے فائدہ اٹھانے کی سرگرمی و مستعدی سے تیاری کریں۔

بنگال کی دلخراش داستان کئی ایک لیڈروں کے بیانات

کلکتہ ۱۷ اکتوبر۔ پرسوں ہندوستان کارمنی اور انجمن مفیدالاسلام نے کلکتہ کی ۸۷ لاشوں کو ٹھکانے لگایا۔ یہ وہ لوگ تھے، جو بھوک کی شدت کی وجہ سے جان بحق ہوئے ہیں ان میں سے ۱۹ لاشیں پولیس کی وساطت سے حاصل کی گئی تھیں، اور باقیماندہ ان ہسپتالوں سے لی گئی تھیں، جو بھوکوں کے علاج کے لئے کھولے گئے ہیں۔ موصولہ اطلاعات سے پتہ چلتا ہے، کہ پنجاب سے بہت سی گندم بنگال میں تقسیم ہو رہی ہے۔ اگرچہ کلکتہ (بڑا شہر ہونے کی وجہ سے) حکومت بنگال کی توجہ کا سب سے بڑا مرکز بنا ہوا ہے پھر بھی بنگال کے دوسرے شہروں اور دیہات کی طرف پوری توجہ دی جا رہی ہے، پنجاب اور بعض دوسرے مقامات سے بنگال کے مختلف شہروں کو براہ راست غلہ بھیجا جا رہا ہے، اس کے علاوہ ان شہروں کے کلکتہ سے بھی گیہوں اور چاول ارسال کئے جا رہے ہیں۔ چٹاگانگ ڈویژن ڈھاکہ کیلئے روزانہ ۳۰۱ ٹن چاول کلکتہ سے ارسال کئے جا رہے ہیں، ان کے علاوہ دیناپور سے بھی غلے کی اچھی خاصی مقدار بھیجی جا رہی ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ بڑی ریلوے لائینوں سے چھوٹی ریلوے لائینوں یا ریلوے ٹرینوں سے کشتیوں میں لادنے کے لئے اچھا خاصا وقت لگ جاتا ہے، لیکن حکام پوری کوشش کر رہے ہیں کہ کسی جگہ بے جا طور پر دیر نہ ہونے پائے، کلکتہ سے روزانہ ۳۰۱ ٹن چاول فرید پور گوالنڈو، راجباری، سراج گنج نیلپھامڑی اور دارجیلنگ کو بھیجے جا رہے ہیں، اندازہ یہ ہے کہ اس مقدار کا دو تہائی حصہ پہلے تین شہروں کے لئے بھیجا جاتا تھا۔ اس طرح کلکتہ سے ۲۰۰ ٹن غلہ روزانہ رنگپور کے قرب و جوار کے شہروں اور دیہات کے لئے ارسال کیا جا رہا ہے، ۱۰۰ ٹن روزانہ کے حساب سے کشتیوں کے ذریعہ، ٹیرا وغیرہ کے علاقوں کی طرف بھیجا جا رہا ہے ...

... اب کوشش کی جا رہی ہے کہ مشرقی بنگال کے بعض علاقوں کی طرف ۳۰۰ ٹن روزانہ غلہ بھیجا جائے۔

بالاسور کی خطرناک صورت حالات

کٹک ۱۷ اکتوبر۔ سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ بالاسور میں اردگرد کے علاقوں کے بھوکے اور نادار اشخاص کی بڑی تعداد جمع ہو گئی ہے حال ہی میں ۵ ہزار کے قریب بھوکے نادار وارد شہر ہوئے ہیں۔ اس تعداد کا ۸۰ فی صدی حصہ اس علاقے سے تعلق رکھتا ہے جو مدناپور کے قرب و جوار میں ریاست مایور بھانج میں واقع ہے، اعلان میں کہا گیا ہے کہ ستمبر کے آخری دو ہفتوں میں ان ناداروں کی تعداد بہت بڑھ گئی تھی، یہ لوگ ٹرینوں کے ذریعہ ریلوے سٹیشن بالاسور تک پہنچ جاتے ہیں اور سڑکوں باغوں کی کوچوں اور دوسرے پبلک مقامات میں ڈیرے ڈال دیتے ہیں۔ بھوک کی شدت کو رفع کرنے کی غرض سے ہر قسم کے موسم کی سختیاں جھیلتے ہیں۔ اور وہ بار بار پھر کر اپنا پیٹ پالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ گذشتہ چند دنوں میں شدید بارش ہوتی رہی، جسکی وجہ سے ان لوگوں کو سخت مصیبت کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے لئے کسی پناہ گاہ کا انتظام نہیں ہو سکتا تھا۔ کئی ایک اشخاص موسم کی ستم ظریفی کا شکار ہو گئے۔ چنانچہ بلدیہ بالاسور کے فراہم کردہ اعداد و شمار سے پتہ چلتا ہے کہ بلدیہ کے خاکروبوں نے ۹ ستمبر سے ۳۰ ستمبر تک ۵۸ لاشیں اٹھائیں، اسی طرح اے۔ آر۔ پی والوں نے ۲۹ ایسے کو شفاخانہ تک پہنچایا۔ اے۔ آر۔ پی والوں نے مقامی مخیر سوسائٹیوں کی امداد سے بھوکوں کی امداد کے لیئے بعض مقامات پر لنگر کھول دیئے ہیں ایسی طرح بعض غیر مقامی انجمنوں نے بھی لنگر کھول دیئے ہیں۔

منشی گنج میں بھوک سے اموات

ڈھاکہ ۱۷ اکتوبر۔ مسٹر کے سنتام حال ہی میں منشی گنج کے علاقے کا دورہ کر کے واپس آئے ہیں۔ آپ نے ایک بیان میں اس امر کا اظہار کیا کہ اس علاقے کے قحط کی حالت ناقابل بیان ہے۔ کچھ عرصہ پیشتر سب ڈویژنل آفیسر نے ۵ ہزار ٹن غلہ بھیجا تھا۔ جسے دیہاتی علاقے میں تقسیم کیا گیا تھا۔ لیکن اب وہاں نام کو بھی غلہ نہیں ملتا۔ دیہاتی علاقے میں کئی ایک اشخاص بھوک کی وجہ سے ہلاک ہو رہے ہیں۔ وارداگنج ۱۷ اکتوبر۔ مسٹر بی سی چیٹرجی حال ہی میں بنگال کے کئی ایک علاقوں کا دورہ کرنے کے بعد واپس آئے ہیں۔ آپ نے ایک بیان میں اس امر کا اظہار کیا کہ بنگال میں بہت سے اشخاص بھوک کی شدت کی وجہ سے ہلاک ہو رہے ہیں۔ اس کی وجہ ہے کہ غلے کی تقسیم کا انتظام اچھا نہیں۔ آپ نے بنگال کی دلخراش کہانیاں بیان کیں اور کہا کہ سڑکوں اور بازاروں اور گلیوں میں ہزاروں بے نوا بنگالی در بدر پھرتے نظر آتے ہیں۔ بنگال میں قیامت کی سی کیفیت طاری ہے، بچے ماؤں سے جدا ہو رہے ہیں اور والدین بچوں کو سنبھال نہ سکنے کی وجہ سے انہیں ادھر ادھر پھینک دینے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ آپ نے ہندوستان بھر کے معزز اشخاص سے اپیل کی۔ کہ بنگال کی امداد کے لئے جلد اقدام اٹھائیں ورنہ ہندوستان کی قومی زندگی پر زبردست دھبہ لگے گا۔ آپ نے کہا روپیہ بھیجنے کی جگہ غلہ بھیجنا زیادہ اچھا ہے، کیونکہ بنگال میں غلہ کم قیمت پر خرید انہیں جا سکتا۔ اگر کہیں کسی کے پاس غلہ موجود ہو تو وہ کنٹرول ریٹ کی پروا نہیں کرتا۔ لندن ۱۷ اکتوبر۔ سر ایلفریڈ واٹسن سابق مدیر سٹیٹسمین نے سنڈے ڈسپیچ میں ایک مضمون شائع کرا کر بنگال کی صورت حالات پر افسوس ظاہر کیا ہے اور حکومت پر زور دیا ہے کہ جلد سے جلد اس کی اصلاح کرے اور بنگال کی زراعتی حالت کو درست کرے۔

(رائیٹر)

رجسٹرڈ۔ ایل نمبر ۸۳۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

رجسٹرڈ۔ ایل نمبر ۸۳۸

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود — ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

پیغامِ صلح

ایڈیٹر — ایس محمد آصف۔ بی اے

جائنٹ ایڈیٹر — شیخ محمد انعام الحق۔

جلد ۳۱ | لاہور۔ یوم چہارشنبہ مطبوعہ ۲۶ شوال المکرم ۱۳۶۲ھ۔ مطابق ۲۷ اکتوبر ۱۹۴۳ء | نمبر ۴۲

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آیندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

روسی قوم خدا کے حضور میں

دل پھر طواف کوئے ملامت کو جائے ہے
پندار کا صنمکدہ ویراں کئے ہوئے

انگریزی روزنامہ سٹیٹسمین رقمطراز ہے کہ ۱۱ راکتوبر کو ڈاکٹر گاربٹ ارک بشپ آف یارک نے اپنے سفرِ روس کے متعلق بیان دیتے ہوئے کہا:۔

" کہ اس امر میں مطلق شک نہیں ہے کہ روس میں گرجوں میں عبادت کرنے کی پوری اجازت ہے اور مذہب کے خلاف پروپیگنڈا ختم ہوچکا ہے گو ملحد سوسائٹیاں ابھی تک ملک میں موجود ہیں لیکن روس میں رواداری کی روح دن بدن بڑھ رہی ہے مذہبی پروپیگنڈا کی اجازت نہیں اور حکومت بھی غیر مذہبی ہے، لیکن اس میں مطلق شک نہیں کہ **لاکھوں روسی رہنمائی، مدد اور امن کے لئے خدا کے حضور گر رہے ہیں**"

روس میں اشتراکی انقلاب کے دوران میں مذہب کی مخالفت بڑے زور سے شروع ہوئی کیونکہ عیسائی کلیسا سرمایہ داری کا سرپرست تھا اور خود اس کے اندر بھی ایک قسم کی سرمایہ داری پیدا ہوچکی تھی، یہ سرمایہ داری انقلاب کے راستہ میں زبردست روک تھی، اس کے علاوہ عیسائی کلیسا اپنی اخلاقی اور روحانی قوت بھی کھوچکا تھا جو کسی زمانہ میں اسے حاصل تھی اور اس کے بطن سے راسپوٹین جیسے اوباش لوگ پیدا ہورہے تھے جو مذہبی انحطاط کے وقت عموماً پیدا ہوجایا کرتے ہیں، انقلابیوں نے اس زوال آمادہ کلیسا کو بوسیدہ لباس کی طرح اتار کر پرے پھینکدیا اور اپنے انقلابی جوش میں آگے بڑھتے چلے گئے اور لینن نے کارل مارکس کے اشتراکی نظام میں کچھ ترمیم کرکے روس میں نافذ کردیا اور روسیوں نے سمجھا کہ انھوں نے سب کچھ حاصل کرلیا ہے

اس انقلاب سے روٹی کا مسئلہ تو حل ہوگیا مگر روح کا مسئلہ حل نہ ہوا اور انھوں نے مذہب سے بالکل منہ پھیر کر انسانی زندگی کو بہت پست اور محدود کردیا اور اس اندھا دھند مخالفت سے انھوں نے ان حقائق گرامی کا انکار کردیا جو انسان کی شخصیت اخلاقی ترفع اور روحانی تعزز کے لئے اشد ضروری ہیں کیونکہ یہ امر واقعہ ہے کہ وہ تمام اخلاقی اور روحانی خصوصیات جو انسان کو معزز اور اشرف بناتی ہیں وہ مذہب کی پیدا کردہ ہیں۔ وہ عظیم المرتبت انسان یقیناً سرمایہ دار نہیں تھے جو مذاہب عالم کے بانی ہیں، ان محسنوں نے انسانوں کے اندر ایسی اخلاقی قوت پیدا کی جو انسانوں کی بقا اور عزت کا باعث ہے اور آج تہذیب تمدن اسی اخلاقی قوت پر قائم ہیں اگر اشتراکی مذہب کو مٹائیں گے تو انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ اس انہدام سے وہ اخلاقی بنیادیں بھی گرجائیں گی جس پر انسانی سوسائٹی کی بنیاد ہے، اگر وہ مذہب کو بالکل خیرباد کہنا چاہتے ہیں تو انہیں اس اخلاق کو بھی ترک کرنا پڑے گا جو مذہب نے پیدا کیا ہے اور سب سے بڑھکر اس انقلاب کو بھی چھوڑنا پڑے گا جس کے لئے وہ یہ سب کچھ کر رہے ہیں۔

لیکن معلوم دیتا ہے کہ اس جنگِ عظیم نے روس کو اس ضرورت کی طرف متوجہ کردیا ہے جس کی طرف وہ امن کی حالت میں توجہ نہیں کرسکے۔ آرک بشپ آف یارک کے مذکورہ بالا بیان سے معلوم دیتا ہے کہ روسی رہنمائی، مدد اور امن کے لئے خدا تعالیٰ کے حضور گر رہے ہیں، مذہب کے خلاف پروپیگنڈا روس میں ختم ہوچکا ہے

—— جنگ جو کہ قوموں کے لئے مختلف انقلابات کا پیش خیمہ ہوتی ہے شاید روس کے لئے ایک جدید انقلاب کی پیش رو ہو پہلی جنگ نے اگر روس میں اشتراکی انقلاب پیدا کیا تھا، تو اس جنگ کے بعد روحانی انقلاب پیدا ہوجائے تاکہ روسیوں کی قومی زندگی مکمل ہوجائے اور اس کا ایک بہت بڑا پہلو جو روٹی کی رستخیز میں ان کے سامنے نہیں آیا تھا اب ان کے سامنے آجائے اور وہ اس کے تقاضوں کو پورا کرسکیں اور وہ بجائے عیسائی کلیسا کے اسلام کی طرف رخ کریں کیونکہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو روس کے معاشی مسائل کا بھی حریف ہوسکتا ہے اور انہیں روحانی زندگی بھی دے سکتا ہے۔ صرف اسلام ہی وہ مذہب ہے جو دوسری دنیا سے ہی محبت نہیں سکھاتا بلکہ اس دنیا کی زندگی کو بھی اہمیت دیتا ہے اور انسان کے معاشی اور روحانی تقاضوں میں ایسا توازن پیدا کرتا ہے جس سے انسانی زندگی میں عافیت اور راحت پیدا ہوسکے۔

ہر ایک احمدی شامل ہو۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی تحریک "نیا نظام عالم" کے متعلق متعدد دفعہ لکھا جاچکا ہے اس کے متعلق حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے تازہ خطبہ جمعہ میں ارشاد فرمایا ہے:۔

"یہ تحریک "نیا نظام عالم" جو میں نے کی ہے میں نہیں چاہتا کہ کوئی اس تحریک میں دس بیس روپے ہی دے میں چاہتا ہوں کہ ہر ایک احمدی اس میں شامل ہو روپے سے ہو آنے سے ہو پیسے سے ہو، میں آپ میں سے ہر ایک شخص کو ذمہ دار ٹھہراتا ہوں کہ وہ اپنے کل خاندان کو اس تحریک میں شامل کرے "

امید ہے جماعت احمدیہ کے سب افراد اپنے امیر کی اس آواز پر لبیک کہیں گے اور ثابت کردیں گے کہ زندہ جماعتیں اپنے قائدین کی آواز پر بڑے جوش اور خلوص کے ساتھ لبیک کہتی ہیں اور جماعت احمدیہ چونکہ ایک زندہ جماعت ہے اسلئے اسکا ہر ایک فرد حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر صرف مالی امداد ہی نہیں بلکہ نقد زیست بھی پیش کرنے کو تیار ہے۔ امید ہے جماعت کے دوست اس تحریک کی اہمیت اور افادیت کا اندازہ کرتے ہوئے ضرور اس تحریک میں حصہ لیں گے اور اس ذمہ داری کو پورا کریں گے جو حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے ان پر عائد کی ہے

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ خیریت سے ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

—— ملک محمد مقبول صاحب سرینگر سے اطلاع دیتے ہیں۔ شیخ محمد علی صاحب بی اے کی شادی غلام قادر صاحب کی دختر نیک اختر سے ہوئی ہے، دعا ہے اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو جانبین کے لئے موجب خیروبرکت بنائے۔ آمین۔ اس خوشی میں شیخ صاحب موصوف نے مبلغ گیارہ روپے مسجد فنڈ میں جماعت کو ادا کئے ہیں۔

—— جناب ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب اسسٹنٹ سرجن لیڈی ریڈنگ ہسپتال پشاور حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں تحریر فرماتے ہیں انہیں قریباً آٹھ سال سے پیٹ میں خفیف سی درد کی شکایت رہتی ہے۔ تشخیص متفقہ طور پر اپنڈے سائٹس ہے جس کا علاج اپریشن ہے۔ آج بدھ کے روز ان کا اپریشن ہوگا احباب سلسلہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس اپریشن کو کامیاب کرے اور ڈاکٹر صاحب موصوف کو صحت کامل عطا فرمائے۔ آمین۔

—— چودھری نظیر احمد صاحب [illegible] کی طبیعت علیل ہے احباب سلسلہ انکی صحت کیلئے دعا فرمائیں۔

—— جماعت کے بعض احباب [illegible]

تہذیب اور مسیح

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک ہیبتناک پیشگوئی

(مدیر)

یورپ کی مادی تہذیب

اسلام میں مغربی تہذیب کا فتنہ، فتنۂ دجال یا یاجوج ماجوج کے خروج کے نام سے مشہور ہے۔ احادیث میں اس زمانہ کے متعلق بہت سی پیشگوئیاں مذکور ہیں۔ اور قرآن مجید کی سورہ کہف میں مسیحی اقوام کے عروج و زوال کا ذکر ہے موجودہ تہذیب آگ اور پانی کا کھیل ہے۔ خواہ سمندر کی سطح کو چیرنے والے جنگی جہاز ہوں، یا آسمان کی پہنائیوں میں تیزی سے گذرنے والے طیارے سب آگ اور پانی کی طاقت سے حرکت کرتے ہیں۔ اگر موجودہ تہذیب کی ترقیوں کو نظر غائر سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس کی بنیاد آگ اور پانی پر ہے۔ اخلاق اور روحانیت پر نہیں، بلکہ مادی طاقتوں پر ہے۔ ان قوتوں کے بل بوتے پر یہ قومیں اینٹھتی ہیں، ایک دوسرے سے برسرپیکار ہیں اور ان کی پیکار سے آفاق پر دھواں دھار بادل چھائے ہیں۔ دجال کے متعلق حدیث میں ہے معہ نھران نھر من ماء و نھر من نار۔ یعنی دجال کے ساتھ دو نہریں ہوں گی، ایک پانی کی نہر اور ایک آگ کی نہر۔

پھر دوسری جگہ ہے تطوی لہ الارض منھا لاینا ول السحاب بیمینہ و یسبق الشمس الی مغیبھا یخوض البحر الی الکعبیہ امامہ جبل دخان (ترجمہ) زمین اس کے لئے لپیٹ لی جائے گی۔ وہ بادل کو اپنے ہاتھ سے لے لیگا۔ اور سورج سے پہلے اس کے غایب ہونے کی جگہ پہنچ جائے گا، ٹخنوں تک سمندر میں چلے گا۔ اس کے آگے دھوئیں کا پہاڑ ہوگا۔

مغربی تمدن اور بھڑکتے ہوئے شعلے

یہ علامات مغربی اقوام میں بدرجہ اتم موجود ہیں، ان کی ایجادیں اور کائنات پر ان کا تصرف اور زمان و مکان پر ان کا ضبط ان علامات کی وضاحت کرتا ہے۔ لیکن یہ قومیں جنہوں نے آگ اور پانی کی سائنس میں اس قدر ترقی کی اور خرقیت کو اس قدر فروغ دیا۔ اور اپنے تمام قوے کو صرف اس دنیا کے لئے ہی مخصوص کر دیا۔ ان کی محنت کے مآل کو موجودہ جنگ عظیم میں مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ اس محنت کے ضائع ہونے پر صاحب بصیرت کے لئے مقام عبرت ہے۔ قرآن مجید ان قوموں کی حرکت اور زوال کے متعلق فرماتا ہے:-

الذین ضل سعیھم فی الحیوۃ الدنیا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا۔ جن کی ساری کوشش دنیا کی زندگی کے لئے برباد ہوگئی اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ صنعت کے اچھے کام بنا رہے ہیں۔

آج یہ اقوام اپنے جیش قاہرہ کو لیکر اور آگ کی بھٹیوں کو توپوں کے دہانوں میں بند کئے ہوئے ایک دوسرے کے صنعتی مرکزوں پر، تہذیب و تمدن کے گہواروں پر شعلے برسا رہی ہیں۔ آگ اور خون کے کھولتے ہوئے دریا موجیں مارتے ہوئے مشرق اور مغرب میں ایک دوسرے پر چڑھ رہے ہیں اور جلی حروف میں محاذ جنگ کے چپہ چپہ پر لکھا ہوا ہے، وترکنا بعضھم یومئذ یموج فی بعض۔۔۔۔

بشارت عظمےٰ

اب بھی کوئی شک باقی ہے کہ ان اقوام کی رستخیز کا نقشہ احادیث اور قرآن مجید میں نہیں، کیا ان قوموں کے عروج و زوال کے متعلق آج سے چودہ سو سال پیشتر سے ہی خبر نہیں دیدی گئی؟ جہاں یہ خبر ہے وہاں یہ بشارت بھی موجود ہے کہ اللہ تعالےٰ اس تاریکی کے زمانہ میں ایک عظیم الشان مصلح اور مسیح کو مبعوث فرمائے گا۔ آنحضرت صلعم کی قوت قدسی میں ایک زبردست تموج پیدا ہوگا اور حضور صلعم کا ایک عظیم الشان روحانی جانشین اور خلیفہ بروئے کار آئے گا۔ اور قومیں اس کے انفاس طیبہ سے رستگاری حاصل کریں گی اور دنیا کا نقشہ بدل جائے گا۔ یقیناً وہ عظیم المرتبت نذیر اور مسیح ہندوستان میں ہی پیدا ہوا۔ لیکن دنیا نے اسے قبول نہ کیا اور اور خدا تعالےٰ اس کی سچائی کو بڑے زور آور حملوں سے منوا رہا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ علیہ السلام جو دنیا کی اصلاح اور دجال کے مقابلہ کے لئے تشریف لائے دنیا نے انہیں قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ وہ ان کے خیالی پیکر کے مطابق نہ تھے۔ وہ ایک خونی اور جابر قائد کے خواہاں تھے۔ لیکن یہ انسان تھا مجسم رحمت! اور سراپا رفق و ملائمت! یہ حضرت بانئے سلسلہ تک ہی محدود نہیں۔ جتنے مصلحین عظام دنیا میں گذرے ہیں۔ دنیا نے ان کے ساتھ یہی سلوک کیا ہے۔

مسیح کی بعثت

وہ مصلح جو مسیحی صفات اپنے اندر رکھتا ہو یعنی خالص روحانیت کا پیکر ہو۔ وہ عموماً اپنی قوم کے زوال اور دوسری ...

ہوا کرتا ہے، اس کی ٹکر تہذیب و تمدن کے مادی عناصر اور ملحدانہ رجحانات سے ہوا کرتی ہے، کیونکہ مادی تہذیب و تمدن کے علمبرداروں کے پاس وسیع ذرائع ہوتے ہیں حکومت ہوتی ہے، فوجی انتظامات ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کی مادی شوکت کے مقابلہ میں اس روحانی انسان کی حیثیت سطح بین آنکھوں کو بہت معمولی نظر آتی ہے۔ اسلئے اس کے پیغام کو نظر غائر سے مطالعہ کئے بغیر اس کا انکار کر دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح ناصری کے ساتھ ہوا۔ لیکن تاریخ شاہد ہے۔ اس مصلح کے انکار سے اس کی تحریک رک نہیں جاتی ہے۔ وہ بتدریج کام کرتی ہے اور اندر ہی اندر تہذیب و تمدن کی بنیادوں کو کھوکھلا کر دیتی ہے، اور اس عمارت کے ملبے سے ایک نئی عمارت تعمیر کرتی ہے اور انسانوں میں ایک ایسے وجدان کو نشو و نما دیتی ہے، جو اپنی فطرت میں زمینی نہیں۔ بلکہ آسمانی ہوتا ہے۔ جب وجدان اور نقطہ نگاہ میں اعمال اور قوت فعال میں تغیر پیدا ہو جائے تو یہ تغیر ہی اک آفتاب تازہ ہوتا ہے اک عالم نو ہوتا ہے۔

تہذیب و تمدن کی تباہی

سو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا انکار کوئی مستقل چیز نہیں ، بلکہ جوں جوں مغربی تہذیب کی سطوت اور شوکت خاک میں ملے گی، اس مصلح اعظم کی شخصیت زیادہ نمایاں ہوگی۔ چنانچہ اپنی آمد کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تہذیب حاضرہ کی تباہی کی خبر دی ہے اور بڑے جلال سے مطلع کیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:-

"وہ دن نزدیک ہیں بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ دروازہ پر ہیں کہ دنیا ایک قیامت کا نظارہ دیکھے گی اور نہ صرف زلزلے بلکہ اور بھی ڈرانیوالی آفتیں ظاہر ہونگی کچھ آسمان سے اور کچھ زمین سے اور یہ اس لئے کہ نوع انسانی نے اپنے خدا کی پرستش چھوڑ دی اور تمام دل اور تمام ہمت اور تمام خیالات سے دنیا پر ہی گر گئے۔ اگر میں نہ آیا ہوتا تو ان بلاؤں میں کچھ تاخیر ہو جاتی پر میرے آنے کے ساتھ خدا کے غضب کے وہ مخفی ارادے جو ایک بڑی مدت سے مخفی تھے ظاہر ہو گئے۔ . . . . . . اے یورپ تو بھی امن میں نہیں، اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں اور اے جزائر کے رہنے والو کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں۔ وغیرہ وغیرہ"

یہ تہذیب کی عمارت کے انہدام کی پیشگوئی کس خوبی سے پوری ہو رہی ہے اور دنیا کو للکار رہی ہے کہ دور حاضر کے مسیح کو قبول کرو۔ اسی میں تمہاری عافیت ہے۔ کیوں نہیں اس مسیح کو قبول کیا جاتا جو وقت پر خدا کی طرف سے آیا۔

شبان الاحمدیہ

(۱) جمعیت طلباء احمدیہ ۲۲ر اکتوبر بعد از نماز جمعہ جمعیت طلباء احمدیہ کا ایک اجلاس منعقد ہوا جس میں مختلف کالجوں کے طلباء شریک تھے، شیخ غلام ربانی صاحب سکرٹری کی رپورٹ کے بعد خاکسار نے طلباء کے سامنے ان کی اہم ذمہ داریوں کو رکھا۔ اور جماعتی تنظیم اور جماعتی شعور پر زور دیا۔ یہ امر موجب مسرت ہے کہ تمام طلباء نے جمعیت کے پروگرام کو عملی جامہ پہنانے پر مستعدی کا اظہار کیا۔ جمعیت کا آئندہ اجلاس ۳۱ر اکتوبر بروز اتوار بعد از نماز عصر ۵ بجے منعقد ہوگا تمام طلباء سے شرکت کی درخواست ہے۔

(۲) مجلس اطفال احمدیہ مجلس کی ہفتہ وار میٹنگ ۲۴ر اکتوبر بروز اتوار بعد از نماز عصر منعقد ہوئی بچوں کو احمدیت کے متعلق کئی امور بتائے گئے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے سفر دہلی کو بیان کیا گیا۔ جماعت قادیان اور جماعت لاہور کے بنیادی فرق کو واضح کیا گیا، حیات مسیح اور وفات مسیح کے عقیدہ سے ان کا تعارف کرایا گیا اور جماعت احمدیہ لاہور کے تبلیغی مشاغل پر روشنی ڈالی گئی۔ بچوں کے لیئے تمام پروگرام کو انتہائی دلچسپ طریق سے پیش کیا گیا۔ مجلس کی آئندہ میٹنگ ۲۹ر اکتوبر بعد از نماز جمعہ منعقد ہوگی۔

(۳) پاکستان پر تقریر جناب مرزا یعقوب بیگ صاحب ٹیچر مسلم ہائی سکول نے مندرجہ بالا موضوع پر شبان الاحمدیہ کی ہفت روزہ میٹنگ میں جو ۲۴ر اکتوبر بروز اتوار زیر صدارت جناب مولانا آفتاب الدین احمد صاحب منعقد ہوئی روشنی ڈالی۔

اسلام کی دو کامیابیاں

صرف اسلام ہی دنیا کا آخری مذہب ہے

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ مورخہ ۲۲ اکتوبر ۱۹۴۳ء

والضحیٰ - والیل اذا سجیٰ - ما ودعک ربک وما قلیٰ - وللآخرۃ خیر لک من الاولیٰ .... واما بنعمۃ ربک فحدث - (سورۃ الضحیٰ)

سورۃ الضحیٰ ضحیٰ وہ وقت ہے جب آفتاب کی روشنی تیز ہو جائے - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس چاشت کے وقت کو جب سورج کی روشنی تیز ہو جاتی ہے دیکھو اور والیل اذا سجیٰ - رات جب ساکن ہو جائے جب سخت تاریک ہو جائے اس کو بھی دیکھ لو - ما ودعک ربک وما قلیٰ - تیرے رب نے تجھے چھوڑا نہیں اور نہ وہ ناراض ہوا وللآخرۃ خیر لک من الاولیٰ - اور پچھلی حالت یقیناً تیرے لئے پہلی حالت سے بہتر ہے - ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ اور تیرا رب تجھے جلد دے گا اور اس قدر دیگا کہ تو خوش ہو جائے گا -

سورج کی روشنی اور رات کا ذکر یہ دو چیزیں جو ایک دوسرے کے بعد آتی ہیں پہلے سورج کی روشنی کا ذکر کیا ہے حالانکہ یہ سورۃ اس وقت نازل ہوئی جبکہ مشکلات اور تاریکیوں کا زمانہ تھا - بظاہر اگر اس رات اور تاریکی میں حضرت نبی کریم صلعم کے زمانہ کی طرف اشارہ ہوتا تو اس کا ذکر پہلے چاہیے تھا اور اس کے بعد ذکر ہوتا کہ اس کے بعد روشنی کا زمانہ بھی دیکھو گے -

پہلے مفسرین کا خیال مفسرین جنہوں نے ان آیات پر غور کیا ہے انھوں نے لکھا ہے کہ وللآخرۃ خیر لک من الاولیٰ میں آخرت سے مراد نہایت امر آنحضرت صلعم ہے اور اولیٰ سے مراد ابتدائے امر ہے - پہلے زمانہ کو تعبیر کیا ضحیٰ سے اور اس وقت اس کو نازل فرمایا جب بظاہر ہر طرف تاریکیاں اور مشکلات تھیں یہ اشارہ کیا کہ یہ تاریکیوں کا زمانہ گزر جائے گا اور آفتاب اسلام کی روشنی چمک اٹھے گی اور کمال درجہ کی جدوجہد کیوجہ سے اسلام اور مسلمان نصرت الٰہی سے مالا مال ہونگے -

سکون کا زمانہ اس کے بعد فرمایا کہ ایک زمانہ اس کے بعد سکون کا ہے جب یہ جدوجہد نہ رہے گی اور پھر اسلام پر ایک رات کی کیفیت ہوگی یعنی تاریکیوں اور مشکلات کا زمانہ ہوگا اور بظاہر ایسا معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کی نصرت چھوڑ دی مگر اللہ تعالیٰ محمد رسول اللہ صلعم کو کبھی نہ چھوڑے گا، اس زمانہ کو یہاں لیل کے سکون سے تعبیر کیا ہے مگر اس زمانہ کے متعلق تشفی دی ہے کہ بیشک وہ رات ہے مگر اس میں یہ خیال نہ کرنا کہ تمہارے رب نے تمہیں چھوڑ دیا بلکہ اس کے بعد جو زمانہ آئے گا الآخرۃ وہ پہلی کامیابیوں سے بھی بہتر ہوگا، یہ معنی ہم نہیں کرتے بلکہ پہلے مفسرین نے بھی کئے ہیں، یعنی **رسول کریم صلعم کا آخری زمانہ** پہلے سے بھی بڑھ کر کامیابی کا زمانہ ہوگا، اور **آفتاب رسالت** کی روشنی تمام عالم پر محیط ہو جائے گی، شبا اسلام پر تاریکی کا آنا حقیقت میں اسلام کے دنیا میں پہنچنے اور دنیا کو فتح کرنے کی علامت ہے یہ علم الٰہی میں ایسی بات تھی جن کو ان آیات میں کھول دیا گیا ہے -

قرآن وحدیث میں اسکی وضاحت

اسکو وضاحت کے ساتھ بہت جگہ قرآن مجید میں بھی بیان کیا گیا ہے اور احادیث میں بھی اور احادیث سے ثابت ہے کہ اسلام پر زمانہ نبوی کے بعد ایک زمانہ غربت کا پھر آنے والا ہے جیسا کہ حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا بدء الاسلام غریباً وسیعود کما بدا -

اس سے اگلی سورۃ قرآن مجید میں جگہ جگہ آپ کو ایسی آیات ملیں گی جن سے آپ معلوم کر سکیں گے کہ کس طرح خدا نے اسے کھولا ہے - اس سے اگلی سورۃ کو دیکھئے پھر فرمایا فان مع العسر یسراً - ان مع العسر یسراً - یعنی تنگی کا زمانہ تم پر اس وقت ہے پھر آسانی کا زمانہ آئے گا پھر تنگی کا زمانہ آئے گا پھر آسانی کا زمانہ آئے گا - یہ تنگی کا زمانہ کتنا لمبا ہوگا؟ ان سب چیزوں کو قرآن اور حدیث میں بیان کیا گیا ہے -

حضرت نبی کریم صلعم کا ارشاد

حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا خیر القرون قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم - میری صدی سب سے بہتر ہے اور پھر اس کے بعد دوسری صدی جو اس کے ساتھ ملتی ہوئی آئے پھر اس کے ساتھ تیسری صدی جو اس کے ساتھ ملتی ہوئی آئے - پس وہ تین قرن جنہیں حدیث اسلام کی مضبوطی کا زمانہ قرار دیتی ہے تین سو سال ہیں کیونکہ قرن کی سب سے بڑی میعاد ایک سو سال ہی مانی گئی ہے پھر اس حدیث میں آتا ہے کہ اس کے بعد کذب وغیرہ ظاہر ہو جائے گا - فیج اعوج یعنی مسلمان اس اعلیٰ حالت سے گر جائیں گے اور نتیجہ یہ ہوگا کہ اسلام کی ترقی رک جائے گی -

تنزل کا ایک ہزار سال اس تنزل کے زمانہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرما دیا ہے -

یدبر الامر من السماء الی الارض ثم یعرج الیہ فی یوم کان مقدارہ الف سنۃ مما تعدون

وہ اس امر کی تدبیر آسمان سے زمین کی طرف کرے گا یعنی زمین پر اسے مضبوط کرے گا پھر وہ اس کی طرف چڑھ جائے گا ایک دن میں جس کا اندازہ ایک ہزار سال ہے جو تم گنتے ہو - فی یوم کے لفظ صاف بتاتے ہیں کہ اسلام کی ترقی کی رکاوٹ کا زمانہ صرف ایک ہزار سال ہے پھر اس کے بعد وہی ترقی شروع ہو جائے گی اور پہلی کامیابیوں کے ساتھ نئی کامیابیاں اور نئی فتوحات شامل ہوں گی - قرآن مجید نے اس آیت میں امر اسلام کی روک اور تنزل کے لئے ایک ہزار سال کا زمانہ معین فرمایا ہے حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ تین صدیاں بہترین ہیں پھر قرآن مجید نے فرمایا کہ اسکے بعد ایک ہزار سال کا زمانہ رکاوٹ کا زمانہ ہے اسلام کی ترقی کا زمانہ علمی ترقیوں کا زمانہ بھی ہے ایک پادری نے اسلام کی علمی ترقی کے متعلق لکھا ہے کہ اسلام کی علمی ترقی کا زمانہ پہلی دوسری تیسری صدی تک ہے اور اسکے بعد علمی رنگ میں تنزل شروع ہو جاتا ہے

دو تکذیبیں ان امور پر جس قدر زیادہ غور کیا جائے قرآن مجید میں جگہ جگہ اس کے متعلق اشارات پائے جاتے ہیں اسلام کی ایک تکذیب تو اس وقت رسول کریم صلعم کے زمانہ میں ہوئی جس کو اللہ تعالیٰ نے پاش پاش کر دیا اور ایک تکذیب پھر ایک دفعہ ہوگی - ایک تو وہ ہے جو کفار عرب نے حضور صلعم کی کی اور یہ بھی مقدر تھا کہ پھر ایک دفعہ تکذیب ہو اسلام پر ایک زمانہ آئے اور لوگ اسے جھٹلانے کی کوشش کریں یہ ہے عیسائیت کی تکذیب -

دو طرح کے انذار سورہ الکہف میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے دو طرح کے انذار کا ذکر فرمایا ہے لینذر باساً شدیداً من لدنہ تاکہ اس کی طرف سے سخت عذاب سے ڈرائے یہ عام انذار ہے اور آگے فرمایا وینذر الذین قالوا اتخذ اللہ ولداً - اور انہیں ڈرائے جو کہتے ہیں اللہ نے بیٹا بنا لیا ہے - یہ دوسرا انذار ہے اور یہ خاص ہے یہ مقدر ہے اس وقت کے لئے جبکہ عیسائی قوم آنحضرت صلعم کی تکذیب کریگی

سورہ الرحمٰن کے دو گروہ میرے خیال میں جو سورہ الرحمٰن میں دو گروہوں کا ذکر ہے - فبای الاء ربکما تکذبٰن تو تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے یہ دو گروہ کونسے ہیں؟ ایک تو وہ گروہ ہے جس نے آنحضرت صلعم کے زمانہ میں تکذیب کی اور دوسرا گروہ اسلام کی تکذیب کرنیوالی یہی عیسائی اقوام ہیں جو بعد میں آنے والی تھیں اسلئے فبای الاء ربکما تکذبٰن کو بار بار دھرایا ہے -

دو تکذیبیں اور دو کامیابیاں اس کے علاوہ بھی جگہ جگہ قرآن مجید میں اس کا ذکر موجود ہے مگر یہ ان تفصیلات کا وقت نہیں، درحقیقت یہ بات اپنے دل میں بٹھلا لینے والی ہے کہ اسلام کے لئے یہ دو تکذیبیں مقدر تھیں اور دو کامیابیاں بھی مقدر تھیں اور پہلی کامیابی سے دوسری کامیابی شاندار ہے کیونکہ اس میں اسلام کی نئی فتوحات کا دروازہ کھل جائے گا یہ دوسری کامیابی اولیائے امت یا بعض مجددین یا ان کی جماعت کے ذریعہ ہوگی یہ بھی آنحضرت صلعم کی ہی کامیابی ہے، جیسے کہ پہلے زمانہ کی کامیابیوں میں حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق کے ذریعہ سے جو فتوحات ہوئیں وہ آنحضرت صلعم کی کامیابی ہی تھی - پہلی کامیابی عرب میں ہوئی پھر اسلام مشرق میں پھیلتا چلا گیا اور دوسری تمام دنیا پر محیط ہے جب اسلام دنیا پر غالب آ جائے گا -

مسلمانوں کی غفلت اور حضرت مسیح موعودؑ

یہ اسلام کی مشکلات اور اسلام کا قدم رک جانا اور پھر اس کا ترقی کرنا یہ ایک ایسا امر ہے کہ آج مسلمان اس کی طرف سے غافل ہیں - سب سے پہلے اس کی طرف توجہ اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دلائی - اسلام مذہبی اور سیاسی رنگ میں بالکل مغلوب ہو چکا تھا - اسلام کو دنیا میں پہنچانیوالا اور اس کی تبلیغ کرنیوالا کوئی نہ تھا ملکی رنگ میں اور معاشرت، تمدن اور علم کے لحاظ سے اسلام کی حالت بالکل گر گئی تھی - اس وقت اللہ تعالیٰ نے ایک شخص پر منکشف کیا کہ اسلام کے غلبہ کا وقت قریب ہے اور سب قوموں کی بہتری اور بہبودی اسلام میں ہی ہے -

دنیا کا آخری مذہب واقعات تاریخی بھی صاف بتاتے

ہیں کہ اسلام دنیا کا آخری مذہب ہے اور اس کے بعد کوئی مذہب ایسا نہیں ہوا جو لوگوں کو اپیل کر سکے اور دنیا پر چھا جائے۔ محمد رسول اللہ صلعم پر نبوت ختم ہو گئی اور آج تیرہ سو سال گذر گئے اور کوئی ایسا شخص پیدا نہیں ہوا جو دنیا کی حالت بدل دے اور کایا پلٹ دے۔ کیوں ایسا شخص پیدا نہیں ہوتا؟ اسلئے کہ اسلام دنیا کا آخری اور مکمل ترین مذہب ہے، اور محمد رسول اللہ صلعم کے بعد کسی ایسے شخص کی ضرورت نہیں رہی۔

ہمارا مضبوط ایمان ہم جو لوگ یہاں جمع ہیں اور اس شخص کے جھنڈے کے نیچے جمع ہیں جس کی غرض اسلام کو دنیا پر غالب کرنا ہے خدا کے فضل سے ہمارا اس بات پر مضبوط ایمان ہے کہ اسلام ہی دنیا کا آخری مذہب ہے۔

واقعاتِ عالم کو جھٹلانیوالا شخص خوب یاد رکھو جو شخص یہ کہتا ہے کہ اسلام کے بعد کوئی مذہب ایسا ہے جو مذہبی پیاس کو بجھا سکے وہ صرف قرآن مجید اور محمد رسول اللہ صلعم کو ہی نہیں جھٹلاتا بلکہ واقعات تاریخی کو بھی جھٹلاتا ہے آخر کیا وجہ ہے آنحضرت صلعم کے بعد ویسے لوگ پیدا نہیں ہوتے جو حضور سے پہلے دنیا کی اصلاح کے لئے آتے تھے۔ جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ اسلام کے بعد کوئی مذہب ایسا آسکتا ہے وہ قرآن مجید، اسلام اور واقعاتِ عالم کو جھٹلاتا ہے۔

بہائیت کے متعلق ایک لیکچر مجھے اخبار میں یہ پڑھکر تکلیف ہوئی کہ اسی مسجد میں ایک لیکچر ہوا جس میں بہائیت کے متعلق یہ بیان کیا گیا کہ بہائی شریعت کیا ہے میں جو یہاں کھڑا ہوں تو اسلئے کھڑا ہوں کہ جو مجھے غلطی نظر آئے اسے درست کردوں۔

ایک بات میں ایک بات آپ کے ذہن نشین کرانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلعم کا زمانہ ختم ہو چکا ہے اور آپکی شریعت منسوخ ہے وہ جھوٹا اور کذاب ہے ہمارے دل میں اگر قرآن کی صداقت پر کامل یقین ہے اور اسلام کے لئے غیرت بھی ہے تو ہم کہیں گے کہ وہ جھوٹا ہے ہمیں اس سے واسطہ نہیں کہ باب اور بہاء اللہ کیسے اشخاص تھے۔ ان کے اخلاق اچھے تھے یا نہیں، ان کی تعلیم کیا ہے۔ ہمیں جس بات سے غرض ہے وہ یہ ہے کہ جس بات کے اوپر انھوں نے اپنے مذہب کی بنیاد رکھی ہے وہ کذب ہے اور انھوں نے جھوٹ کہا۔

قادیانیوں کی مخالفت ہم تو قادیانیوں کی بھی مخالفت کرتے ہیں کیونکہ وہ آنحضرت صلعم کی نبوت کے بعد دوسری نبوت کو لاتے ہیں، جو شخص قرآن کی شریعت کاملہ کو جھٹلاتا ہے اور آپ اس کی جگہ لینا چاہتا ہے وہ یقیناً کذاب ہے

خدا تعالےٰ نے حضرت مرزا صاحب اور ان کی جماعت کو اسلئے کھڑا کیا ہے کہ مسلمانوں کے اندر ایمان کو مضبوط کریں اور اسلام کو دنیا میں پہنچائیں۔ سو پہلی بات جو ہمارے منہ سے نکلنی چاہیئے وہ یہ ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ آنحضرت صلعم کی شریعت منسوخ ہے وہ جھوٹا ہے تم اسلام کو پھیلانے کے لئے نکلے ہو تم میں غیرت ہونی چاہیئے۔

مولوی عبد اللہ صاحب کشمیری کا اعتراف میں نے مولوی عبد اللہ صاحب کشمیری سے کہا تھا کہ اگر آپ کو قرآن اور اسلام سے کوئی اچھے اصول مل گئے ہیں تو ہم ان کے قائل ہونے کے لئے تیار ہیں ورنہ یونہی ایچا پیچیوں میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ انھوں نے میرے سامنے اقرار کیا کہ بہاء اللہ کی تعلیم میں قرآن سے بڑھکر کوئی چیز نہیں، سو محمد رسول اللہ اور قرآن مجید سے بڑھکر کوئی رسول اور کتاب نہیں ملے گی۔ اس پر واقعات عالم شاہد ہیں۔

اسلام کا مقابلہ نہیں ہو سکتا اسلام کا مقابلہ کوئی کیا کرے گا، کہاں اسلام کہ ایک مسلمان کھڑا ہو کر مسجد میں، آبادی میں، جنگل میں پانچ وقت اعلان کرتا ہے اور شرمندہ نہیں ہوتا یہ ہے خدا میرا یہ ہے رسول میرا یہ کامیابی کا راستہ ہے، اس سے بڑھکر کوئی چیز نہیں اور کہاں وہ جو اپنے مذہب کو چھپاتا پھرتا ہے اور چھپ کر حق پر حملہ کرنا چاہتا ہے اور اپنے آپ کو مخفی رکھنے کے لئے جھوٹ بھی بولتا ہے۔

۱۹۰۷ء کا ایک واقعہ جب میں نے ۱۹۰۷ء میں حضرت صاحب کی زندگی میں باب اور بہاء اللہ کے متعلق مضامین کا سلسلہ شروع کیا اس وقت ایک اچھا بظاہر معزز آدمی چھ ماہ تک قادیان میں رہا ہمارے ساتھ نمازیں پڑھتا مگر تھا بابی اور مخفی رنگ میں اپنا باطل اثر پھیلانا چاہتا تھا۔

شیطانی وسوسہ اندازی جو شیطان کی طرح چھپ چھپ کر اپنی تبلیغ کرے جس کے اصولوں کا بھی پتہ نہ چلے۔ سکھوں میں جائے تو سکھ ہے۔ عیسائیوں میں جائے تو عیسائی ہے، اور مسلمانوں میں جائے تو مسلمان ہے۔ یہودیوں میں جائے تو یہودی ہے۔ یہ بھی کوئی مذہب ہے۔ یہ کوئی مذہب نہیں۔ یہ محض ایک کھیل ہے اور ایک شرارت ہے۔

ہم ایک جہاد کیلئے اُٹھے ہیں ہمیں اللہ تعالےٰ نے بہت مضبوط کیا ہے اور ہم اس وقت ایک جہاد کے لئے اُٹھے ہیں ہم انشاء اللہ تعالیٰ فتح کرتے چلے جائیں گے۔ یہ وہ واقعات ہیں جنہیں قرآن مجید نے بیان فرمایا آنحضرت صلعم نے بیان فرمایا اور پھر حضرت مسیح موعودؑ نے بیان فرمایا۔ آج یہ واقعات ہماری آنکھوں کے سامنے پورے ہو رہے ہیں۔ یاد رکھو اسلام کا غلبہ یقینی ہے تم اپنے آپ کو اس غلبہ کے لئے تیار کرو۔ تم اپنے آپ کو تیار کرو اللہ تعالےٰ کامیابی اور فتح کے راستے تم پر کھول دے گا۔

نیا نظام عالم کی تحریک روپیہ اور ذرائع تو اللہ تعالیٰ پیدا کر دیتا ہے۔ میں نے دس ہزار روپیہ کا "نیا نظام عالم" کے لئے مطالبہ کیا، چھ ہزار کا اخبار میں اعلان ہو چکا اور اس وقت پندرہ سو روپیہ میری جیب میں موجود ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ یہ سامان کس طرح ہو جاتے ہیں۔

ہر ایک احمدی اس میں شامل ہو یہ تحریک "نیا نظام عالم" جو میں نے کی ہے میں نہیں چاہتا کہ کوئی دس بیس ہی دے میں چاہتا ہوں کہ ہر ایک احمدی اس میں شامل ہو روپے سے ہو یا آنے سے خواہ پیسے سے۔ میں آپ میں سے ہر ایک شخص کو ذمہ وار ٹھہراتا ہوں کہ وہ اپنے کل خاندان کو اس تحریک میں شامل کرے میں نے لکھا تھا کہ جو اشخاص نہیں دے سکتے ان کیلئے انتظام ہو جائیگا۔ میر مدثر شاہ صاحب انھوں نے پشاور میں یہ تحریک کی تو جماعت کے لوگوں نے اس تحریک میں حصہ لیا لیکن دو تین نے کہا کہ ہم نہیں دے سکتے ان کی طرف سے میر صاحب نے کہا کہ میں دونگا ان سے بھی پہلے عبد الحمید نے دو روپے ایسے احباب کی طرف سے پیش کئے یہ ہے ایک تحریک کو کامیاب بنانے کا ذریعہ یہ روح اپنے اندر پیدا کر سب دوست کام کریں اور پھر دیکھیں

جنرل کونسل ۳۱ اکتوبر

از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

میری یہ خواہش ہے کہ اس جنرل کونسل میں زیادہ سے زیادہ ممبران شامل ہوں بہت دُور کے احباب کے لئے تو شاید مشکل ہو، سو ڈیڑھ سو میل کے اندر اندر کے احباب ضرور کوشش کریں، اس کونسل میں اشاعت قرآن ٹرسٹ کو عملی جامہ پہنانے کی تجاویز بھی پیش ہونگی اور بعض اور بھی اہم معاملات ہیں اسلئے اس موقعہ پر زیادہ سے زیادہ احباب کے مشورہ کی ضرورت ہے جو لائنز تجویز ہوں گی ان کے مطابق ٹرسٹ کا مسودہ تیار کرنے میں کچھ وقت لگے گا۔ اس کے بعد اگر خدا نے چاہا تو اس کے لئے چندہ کی عام اپیل کی جائے گی۔ اللہ تعالےٰ جب چاہے اور جس طرح چاہے گا اس کے فضل سے امید ہے کہ وہ ہمارے لئے وہ رستے کھولدے گا جن پر چل کر ہم جلد سے جلد قرآن کریم کے تراجم کو دنیا میں پہنچا سکیں۔ جہانتک میں نے محسوس کیا ہے یہ تڑپ ساری جماعت کے دلوں میں موجود ہے اور اس کے ساتھ ہی یہ ایمان بھی موجود ہے کہ یہ خدا کا کام ہے اور وہ ضرور اس کی طرف قدم اُٹھانے والوں کی نصرت فرمائے گا اگر عبد المطلب یہ کہہ سکتے تھے کہ کعبہ کا رب اپنے گھر کی فکر خود کرے گا تو ہم خدا کے وعدوں پر ایمان لاتے ہوئے یہ کہہ سکتے ہیں کہ قرآن کو نازل فرمانیوالا اور اس کے ذریعہ سے اپنی مخلوق کی ربوبیت فرمانیوالا اسکی اشاعت کے سامان خود ہی کر دے گا۔ اور جس سے وہ چاہے یہ کام لے لیگا۔

محمد علی

"نیا نظام عالم"

رفتارِ وصولی

میزان سابقہ (روپے - آنے - پائی)	آمد ۲۵-۱۰-۴۳ تک (روپے - آنے - پائی)	کل میزان (روپے - آنے - پائی)
۶۰۵۰-۱۰-۰	۱۶۵۱-۴-۶	۷۷۰۱-۱۴-۶

وعدہ کنندگان جلد ادائیگی رقم سے شکر گذار کریں اور داخل حسنات ہوں۔

اسسٹنٹ سیکرٹری تحصیل و تبلیغ

قابلِ توجہ اعلان

انجمن کا مالی سال ۳۱ اکتوبر ۱۹۴۳ء کو ختم ہوتا ہے۔ سال رواں کے جملہ بقایا جات چندہ ماہوار و دیگر تحریکات آخر اکتوبر تک صدر دفتر انجمن میں پہنچ جانے ضروری ہیں تاکہ بجٹ اور آمد کا تناسب قائم رہے اسلئے جملہ احباب جماعت اور سیکرٹری صاحبان جماعتہائے کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ اکتوبر سے قبل تمام رقوم چندہ بالخصوص بقایا چندہ ماہوار ضرور ادا فرما کر عند اللہ ماجور ہوں اور شکر گذاری کا موقعہ دیں۔

اسسٹنٹ سکرٹری تحصیل و تبلیغ۔

حجر اسود

از جناب حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم

سوال:۔ بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ حجر اسود بت پرستی ہے۔

جواب:۔ وہ بیہودہ سرائی کرتے ہیں۔ محمد رسول اللہ صلعم سے بڑھکر بتوں کا دشمن دنیا میں کوئی نہیں گذرا۔ آپ نے تمام کفار کے سامنے بڑے زور سے یہ وحی الٰہی سنائی کہ:۔ قل یایھا الکافرون لا اعبد ما تعبدون ولا انتم عابدون ما اعبد ولا انا عابد ما عبدتم ولا انتم عابدون ما اعبد لکم دینکم ولی دین۔ جس کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ اے کافرو جن کی تم پرستش کرتے ہو ان معبودوں کی پرستش میں نے کبھی کی نہ کرتا ہوں اور نہ کبھی کروں گا۔ پھر اپنا اور میرا دونوں کا انجام دیکھ لینا چنانچہ آپ نے ان تمام معبودان باطل اور ان کے پرستاروں پر فتح پائی۔ اور ایک ایک بت کو خانہ کعبہ سے نکال باہر کیا اور تمام تصویریں مٹادیں پھر نہ صرف کعبہ سے بت نکالے بلکہ عرب سے بت نکال دیئے یہانتک کہ ہر مذہب میں جو جو بت گھسا ہوا تھا ان سب کو توڑ دیا اور اپنے متبعین کے تو قلوب میں سے بھی ہر ایک غیر اللہ کا بت توڑ کر نکال دیا، اور آپ کے متبعین وہ بت شکن قوم ہوئی کہ اس سے بڑھکر ممکن نہیں ایسے شخص کی نسبت یہ کہنا کہ حجر اسود کو بت پرستی کیلئے رہنے دیا میرے خیال میں پرلے درجہ کی شرارت ہے کیونکہ دنیا جانتی ہے کہ حجر اسود کوئی بت نہ تھا وہ ایک ان گھڑا پتھر تھا جو کعبہ کے ایک کونے پر طواف شروع کرنے کے لئے بطور ایک نشان کے لگا ہوا تھا۔ ایام جہالت میں جب بت پرستی کا زور تھا کبھی کسی بت پرست تک نے اسکی پوجا نہ کی تو چہ جائیکہ ایک موحد انسان اس کی پوجا کرے اور پوجا کیوں کرتے کیا قرآن میں کوئی اسکا ذکر ہے یا رسول اللہ صلعم نے اس کے کوئی اوصاف بیان کئے تھے ظاہر ہے کہ مطلق نہیں، ایک مربع گھر کے ایک کونہ پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بطور نشان کے ایک پتھر لگا دیا تھا جہاں وہ طواف کی ابتدا کرتے تھے اور اسی جگہ آکر ختم کرتے تھے۔

کتب تواریخ کی شہادت

یہ میں نہیں کہتا پرانی تاریخیں یہی کہتی ہیں چنانچہ تاریخ مکہ موسوم بہ اعلام باعلام بیت الحرام میں ہے نقال ابراھیم لاسمعیل علیھما الصلوٰۃ والسلام یا اسمعیل آتیلی بحجر اضعہ حتی یکون علما للناس یبتدون منہ الطواف۔ ترجمہ:۔ پھر حضرت ابراہیم نے حضرت اسمعیل سے کہا کہ ایک پتھر لاؤ تاکہ میں ایسی جگہ نصب کردوں جہاں سے لوگ طواف شروع کریں۔

اب فرمایئے کسی بات کے لئے بطور نشان کے کوئی پتھر لگانا بھی بت پرستی ہے؟ کیا گول چکر کی جو دوڑ ہوتی ہے اس میں کسی نشان سے دوڑ شروع کرنا اور وہیں آکر ختم کرنا بت پرستی ہوا کرتی ہے۔ حضرت اسمعیل نے حضرت ابراہیم کے حکم کی تعمیل میں ایک ان گھڑا سیاہ رنگ کا پتھر جسے کعبہ کی تعمیر کے وقت معماروں نے بیکار سمجھ کر پھینک دیا تھا اٹھا لیا اور حضرت ابراہیم نے اسے کعبہ کے ایک کونے پر بطور نشان کے نصب کر دیا تاکہ لوگ یہاں سے طواف کی ابتدا کریں بس ختم شد۔

رد کیا ہوا پتھر

ہاں ان دونوں نبیوں کے اس فعل میں مشیت الٰہی نے ایک زبردست پیشگوئی مضمر کر رکھی تھی، کعبہ دنیا میں سب سے پہلا گھر خدا کی عبادت کے لئے بنا تھا۔ جسے دو نبی حضرت ابراہیم اور حضرت اسمعیل ملکر دوبارہ تعمیر کر رہے ہیں اس کی تعمیر میں جو پتھر ناکارہ سمجھ کر رد کر دیا گیا تھا آخر کار وہی کونے کا سرا بنتا ہے جس سے طواف شروع ہوتا ہے۔ اس میں اشارہ یہ تھا کہ دنیا میں نبی جو بھی مذہب لاتے ہیں، وہ درحقیقت خدا کی عبادت کیلئے ایک عمارت کھڑی کرتے ہیں تمام دنیا کی اقوام میں نبی آئے اور خدا کے گھر کی تعمیر میں سعی اور کوشش کرتے رہے لیکن عرب کے ریگستان میں بنی اسمعیل ایک قوم تھی، جو ناکارہ پتھر کی طرح رد کی ہوئی پڑی تھی یہانتک کہ ان کے اپنے بھائی بنی اسرائیل قوم میں بھی حقارت سے ٹھکرا کر رد کر چکے تھے اور خدا کا عہد جو حضرت ابراہیمؑ سے ان کی اولاد کے بارہ میں تھا اس سے بھی خارج کر چکے تھے وہی رد کی ہوئی قوم خدا کے گھر کے کونہ کا سرا بنتی ہے، کیونکہ وہی قوم اپنے اندر سے اس عظیم الشان انسان محمد رسول اللہ صلعم کو پیدا کرتی ہے جو نبوت کے مکان کی آخری اینٹ ثابت ہوا اور جسے خدا کے گھر میں سب سے بلند مقام ملا۔ ہمیشہ کے لئے یہ تاج اسی کے سر پر رکھا گیا کہ بغیر اس کی اتباع کے خدا کے قرب اور رضا کی راہیں سب مسدود ہیں کیونکہ وہ سب بگڑ چکیں اور یہ راہ محفوظ ہے اب ہمیشہ کے لئے وہی وہ کونے کا سرا ہے جس سے خدا کی عبادتوں کی ساری راہیں شروع ہو کر خدا تک پہنچتی ہیں اور کسی نبی کو یہ شرف حاصل نہیں ہوا۔ مگر اسکے ہوا۔ یہ خدا کی باتیں ہیں جو ہماری نظروں میں عجیب ہیں۔ اسی کو خدا سے وحی پاکر حضرت داؤد نے اس طرح گایا ہے:۔

"وہ پتھر جسے معماروں نے رد کیا ہے کونے کا سرا ہو گیا ہے۔ یہ خداوند سے ہوا جو ہماری نظروں میں عجیب ہے"

(زبور ۱۱۸-۲۲-۲۳)

حضرت مسیح کی پیشگوئی

اس کی طرف حضرت مسیح علیہ السلام نے انگورستان والی مثال میں اشارہ کیا ہے جس میں وہ خدا کی بادشاہت یعنی نبوت کو انگورستان کے ایک باغ سے تشبیہہ دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ مالک نے یہ انگورستان جن باغبانوں کے سپرد کیا تھا انھوں نے اسکی قدر نہ کی اور مالک نے جب بھی کوئی نوکران کی طرف بھیجا اسے قتل کرنے کی کوشش کرتے رہے یہانتک کہ بیٹے کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا یہ بنی اسرائیل قوم کی طرف اشارہ تھا جو نبیوں کو قتل کرتے رہے اس کے بعد فرماتے ہیں کہ مالک اب خود آئیگا وہ اس باغ کو ان سے لیکر دوسرے باغبانوں کو دیگا جو وقت پر اس کا پھل دیں گے اور یہ واضح کرنے کے لئے کہ وہ بنی اسمعیل ہوں گے فرماتے ہیں "تم نے نوشتے میں کبھی نہیں پڑھا کہ جس پتھر کو راجگیروں نے ناپسند کیا وہی کونہ کا سرا ہوا۔ یہ خداوند کی طرف سے ہے اور ہماری نظروں میں عجیب ہے اسلئے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت تم سے لے لی جائے گی اور ایک قوم کو جو اس کے پھل لائے دی جائیگی جو اس پتھر پر گرے کا چور ہو جائیگا پر جس پر وہ گرے گا اسے پیس ڈالیگا" (متی ۲۱-۴۲-۴۴)

یہ پیشگوئی کس شان و شوکت سے پوری ہوئی کہ دنیا حیران ہے کجا وہ رد کی ہوئی قوم بنی اسمعیل عرب کے بیابانوں میں پڑی ہوئی اور کجا ختم نبوت کا عالی مقام جس سے اللہ کے دین کی تکمیل ہوتی ہے اور جس کی پیروی کل بنی نوع انسان کے لئے قیامت تک فرض قرار دی جاتی ہے، خدا کی اس زبردست پیشگوئی کے لئے بطور نشان کے وہ رد کیا ہوا پتھر آج تک خدا کے گھر کے کونے کا سرا بنا ہوا ہے تاکہ آنیوالی تمام نسلیں دیکھیں اور اس عبرت انگیز اور سبق آموز نشان کو دیکھکر اپنا ایمان تازہ کریں اور خدا کی قدرتوں کا اندازہ کریں کہ کس طرح وہ مردوں کو جلاتا ہے اور گرے ہوؤں کو اٹھاتا ہے اگر خدا کی قدرت کے لئے یہ کونے کا پتھر بطور نشان اور سبق کے نہ ہوتا تو کبھی کا اس کو پھینک کر کوئی زیادہ خوبصورت پتھر بلکہ زر و جواہر سے مرصع نشان لگایا جا سکتا تھا۔ جہاں سے طواف شروع ہو سکتا تھا۔ کیونکہ کعبہ کی پتھریلی عمارت کے دوسرے پتھروں کی طرح وہ بھی ایک پتھر ہے اور پتھر بھی نہایت گھٹیا جو اسی لئے رد کیا جا چکا تھا لیکن اس گھٹیا پتھر کا جسے معماروں نے ناقابل سمجھ کر رد کر دیا تھا کونہ کا سرا بننا ایک عبرت خیز نشان ہے جس سے ہر ایک انسان یہ سبق لے سکتا ہے کہ دنیا میں وہ اگرچہ کتنا ہی حقیر مقام پر کیوں نہ ہو مگر خدا کی رضا کو حاصل کر کے وہ بلند سے بلند مقام کو حاصل کر سکتا ہے، اسی لئے اس پتھر کو بطور نشان کے اپنی جگہ پر قائم رہنے دیا۔

بوسہ پرستش کا نشان نہیں

باقی رہا یہ امر کہ اسکو بوسہ کیوں دیا جاتا ہے، سو واضح ہو کہ اول تو بوسہ کوئی پرستش کا نشان نہیں پرستش میں ضروری ہوتا ہے کہ جس کی پرستش کی جائے اس کی عظمت اس قدر دل میں ہو کہ اس سے انسان متاثر ہو کر اس کی طرف توجہ تام کرے، دوسرے اس کی حمد کرے، تیسرے اس سے کچھ دعا کرے دنیا جانتی ہے کہ ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان بھی اسے ایک پتھر سمجھتا ہے جو محض ایک نشان ہے جہاں سے وہ طواف شروع کرتا ہے اور جہاں وہ طواف کو آکر ختم کر دیتا ہے، اگر اسے خدا کے اس عظیم الشان فضل کا نشان سمجھتے ہوئے جو بنی اسمعیل اور بالخصوص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوا، کوئی محبت سے بوسہ دے دے تو اس کے معنے پرستش کرنا پرلے درجے کی حماقت ہے، پھر کیا ایک شوہر اپنی بیوی کی بھی پرستش کرتا ہے یا باپ اپنے بچے کی پرستش کرتا ہے۔ جب اسکو بوسہ دیتا ہے ظاہر ہے کہ جوش محبت کا یہ ایک نشان ہے دراصل ساری عبادت حج کی بطور خود ایک عاشقانہ رنگ رکھتی ہے ایک سچے عاشق کی طرح ایک مسلمان اپنا گھر بار چھوڑ کر اپنے محبوب حقیقی کی تلاش میں نکل پڑتا ہے۔ پھر اپنا تمام زیب و زینت کا لباس اتار پھینک کر کفن کی طرح دو چادریں لپیٹ لیتا ہے نہ حجامت بنواتا ہے نہ کوئی زینت کا سامان اختیار کرتا ہے، ننگے سر دیوانہ وار اپنے محبوب کے گھر کے گرد پروانہ کی طرح گھومتا ہے اور جب ایک دفعہ صدقہ ہو لیتا ہے تو اپنے محبوب کے گھر کے ایک کونہ پر ہی بوسہ دے کر اپنے دل کی بھڑاس نکال لیتا ہے، اگر یہ ممکن ہوتا کہ خدا کو بوسہ دیا جا سکتا، تو یقیناً وہ اپنے محبوب کی دست بوسی کرتا۔ لیکن یہ ناممکن ہونے کی وجہ سے وہ گھر کے ایک کونہ پر ہی آستان بوسی کر لیتا ہے، یہ صرف محبت کا اظہار ہے اس میں حجر اسود کی کوئی خصوصیت نہیں چونکہ طواف کا جو قربان ہونیکا نشان ہے ایک چکر اسی جگہ ختم ہوتا ہے جہاں حجر اسود ہے اسلئے لازمی طور پر وہی نشان جس کا کونہ کا سرا ہونا ایک ادنیٰ سے ادنیٰ بندہ کو بھی اپنے محبوب حقیقی کے حضور میں بلندی اور ترقی حاصل کرنے کیلئے ایک یادگار کا کام دیتا ہے بوسہ گاہ بن گیا۔ ورنہ رسول اللہ صلعم سے کعبہ کے دوسرے کونہ پر بھی بوسہ دینا ثابت ہے جہاں حجر اسود نہیں۔

بوسہ اظہار محبت کا نشان ہے

چنانچہ صحیح مسلم میں یہ حدیث موجود ہے:۔ عن ابن عباسؓ قال لم ار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یستلم من البیت غیر الرکنین الیمانیین۔ یعنی حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلعم کو کعبہ کو بوسہ دیتے نہیں دیکھا سوائے دونوں یمانی رکنوں کے۔

اگر ایک یمانی رکن پر حجر اسود فرض کر لیا جائے تو ظاہر ہے کہ دوسرے رکن پر حجر اسود نہیں ہو سکتا اور حضرت ابن عباسؓ نے دونوں رکنوں پر بوسہ دیتے دیکھا ہے جس سے صاف ثابت ہے کہ بوسہ دینا محض ایک اظہار محبت الٰہی ہے جو ایک عاشق اللہ سے نثار اور صدقہ ہوتے ہوئے اپنے محبوب کے گھر کے کسی کونہ پر ایک دفعہ [illegible] کونہ سے شروع کیا تھا وہیں آکر بطور نشان [illegible]

مکتوب بغداد

نوٹ:۔ اخویم سید تصدق حسین صاحب قادری نے بغداد سے ۱۱ رستمبر ۱۹۴۳ء کو بذریعہ ہوائی ڈاک جو خط بھیجا تھا، ۲۴ رستمبر کو لاہور پہنچنے پر ایک ہزار روپے کی رقم منجانب عبداللطیف اسمٰعیل صاحب داخل خزانہ کر کے حضرت امیر کی خدمت میں اطلاع دی گئی جس کا ذکر آپ نے ۶ راکتوبر کے پیغام صلح میں **پیغام عید** کے ذیل میں کیا ہے اور احباب جماعت سے درخواست ہے کہ عبداللطیف اسماعیل صاحب کے حق میں دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ ان کے اموال میں برکت دے اور ان کے سینے میں اس سے بھی زیادہ وسعت پیدا کرے۔ ذیل میں سید صاحب کا وہ مکتوب احباب جماعت کی اطلاع کے شائع کیا جاتا ہے۔

عزیز بخش جائنٹ سکرٹری

بخدمت شریف جناب قبلہ مولٰنا عزیز بخش صاحب سلمہ الرحمٰن۔

"السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ"

[illegible] سے قبل ایک خط مورخہ ۱۰ رستمبر کے روز ارسال خدمت کیا تھا اور مبلغ پچاس روپیہ کا چیک۔ بھی امید ہے ملا ہوگا۔

کل شام اخویم محترم عبداللطیف اسمٰعیل صاحب (جو ۴ رفروری ۱۹۴۳ء کو لاہور تشریف لائے تھے اور ۵ فروری کے روز نماز جمعہ میں شامل ہوئے تھے۔ آپ نے دعوت طعام اور حضرت قبلہ مولانا صدرالدین صاحب نے دعوت چائے نوشی پر مدعو فرمایا تھا چائے نوشی کے موقعہ پر حضرت سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ سے انہیں شرف ملاقات حاصل ہوا تھا) اخبار پیغام صلح نمبر ۳۲ مرقومہ ۱۸ راگست ۱۹۴۳ء لیئے ہوئے دکان پر تشریف لائے جس میں میرے محبوب امیر کا دلوں کو گرما دینے والا مکتوب تحت عنوان "نیا نظام عالم" درج تھا۔ اس میں امیر محترم نے "نیا انتظام عالم" کے انگریزی ترجمہ کے اخراجات کے سلسلہ میں متمولین و مخیرین اصحاب کو مخاطب کرتے ہوئے دس ہزار روپیہ کا مطالبہ فرمایا ہے۔ زمانہ حاضرہ کے سلطان القلم کے ہاتھ کا لکھا ہوا یہ مکتوب اُن سعید روحوں کے قلوب کو تڑپائے بغیر رہ نہیں سکتا جن کے سینوں میں اسلام کے درد کی آگ بھڑک رہی ہو جن کے دل اس یقین سے لبریز ہوں کہ دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ کا وعدہ ابھی پورا ہو کر رہے گا۔ بھائی عبداللطیف اس مکتوب کو پڑھکر تڑپ گئے اور آج صبح سے حضرت سیدنا امیر کے مطالبہ کا دسواں حصہ یعنی ایک ہزار روپیہ کا ڈرافٹ مجھے دے گئے۔ جزاہ اللہ احسن الجزا۔ برادر موصوف نے پہلے بھی اس مد میں مبلغ ایک صد روپیہ دیا تھا۔

بہ بذل مال [illegible] رہ ہستی کے مفلس نمی گردد
خدا خود [illegible] ناصر اگر ہمت شود پیدا

خداوند کریم برادر عزیز کے کاروبار میں برکت عطا فرمائے اور مزید توفیق دے کہ اللہ تعالےٰ کے دیئے ہوئے مال کو اس راستہ میں خرچ کریں۔ آمین۔ ۴۰

چھٹے پچھلے دنوں میری دختر نورالنسا کے گھر اللہ تعالےٰ نے فرزند نرینہ عطا فرمایا۔ والدین نے نام رکھا ہے دعا کریں خداوند کریم بچہ کی عمر دراز کرے اور خادم دین بنائے اس خوشی میں بچہ کی نانی (میری اہلیہ) نے ایک پونڈ دارالیتمیٰ میں دیا ہے۔ باقی ہر وجہ خیریت، حضرت سیدنا امیر ایدہ اللہ و دیگر بزرگوں اور دوستوں کو ہم سب کیطرف سے سلام علیکم۔

تصدق حسین

افسوسناک وفات

منشی محمد ابراہیم صاحب عرائض نویس بھدرواہ ریاست کشمیر کا لڑکا بعمر تیرہ سال اس دار فانی سے کوچ کر کے اپنے پروردگار سے جا ملا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ والدین کے لئے یہ ایک بہت بڑا صدمہ ہے۔ علاوہ ازیں مخالفین سلسلہ اور دشمنان حق نے جو منشی صاحب موصوف اور دیگر احباب جماعت کا سوشل بائیکاٹ کر رکھا ہے وہ ایسے صدمات کو اور بھی زیادہ تکلیف دہ بنانیوالا ہے۔ ہمیں منشی صاحب موصوف کے ساتھ اس صدمۂ جانکاہ میں کامل اور پوری ہمدردی ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور والدین کو صبر جمیل اور نعم البدل عنایت کرے۔ آمین۔ منشی صاحب جمیع احباب سے درخواست دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں صبر کی توفیق عطا فرمائے اور مخالفین سلسلہ کو سچائی کے راستہ پر چلنے کی طاقت دے آمین۔ احمد یار۔ ایم۔ اے مبلغ اسلام

سپاس تعزیت

میں اپنی جماعت کے احباب کا بہت ممنون احسان ہوں جنہوں نے میرے بیٹے کی وفات کے جانکاہ صدمہ پر نہایت ہمدردی فرما کر میری ہمت بندھائی۔ اللہ انکو جزائے خیر دے۔ چونکہ میں انفرادی طور پر ہر ایک مہربان کے خط کا جواب دینے سے قاصر ہوں اسلیئے بذریعہ اخبار پیغام صلح جملہ احباب کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور جملہ احباب کی تعزیت کا سپاس گذار ہوں۔

کھنڈے خاں۔ سپرنٹنڈنٹ ٹیکنیکل سکول بارہمولہ

آنحضرت صلعم کے شعرائے کرام

آنحضرت صلعم کے شعرائے کرامؓ کو آپ کے دربار مبارک کے شاعر سے ملقب کرنا کچھ موزوں سا نہیں معلوم ہوتا، "درباری شعراء" سے ذہن ایسے شاعروں کی طرف جاتا ہے جو سلاطین کے درباروں میں ان کی جھوٹی سچی مدحوں میں قصیدے پڑھا کرتے تھے اسلئے سیرت نگاروں نے آپ کے شعراء کا تذکرہ ان لفظوں میں کیا ہے:۔

واما شعراؤہ علیہ الصلوٰۃ والسلام الذین یذبون (یدفعون) عن الاسلام ویھجونہ لا الذین مدحوہ بالشعر من رجال الصحابۃ ونساءھم (زرقانی ج ۳ ص ۴۲۶)

اور آپ کے شعراء جو اسلام کی مدافعت کرتے تھے، اور اس کی حمایت کرتے تھے نہ کہ وہ جنھوں نے صحابہ و صحابیات میں سے آپ کی مدح میں اشعار کہے،

جب غزوات کی ابتدا ہوئی، تو عرب شعرائے جاہلی کی تیغ زبان بھی اسلام کے مقابلہ کے لئے بے نیام ہوئی، اس لئے آنحضرت صلعم نے ان صحابہ کو جنھیں فن شاعری میں کمال حاصل تھا، ان جاہلی شعراء کی نظموں کے جوابات دینے پر مامور فرمایا اور مختلف موقعوں پر مختلف شعراء نے اپنی فصاحت کے جوہر آبدار سے اسلام کی مدافعت کی، غزوہ بدر کے موقعہ پر بھی کفار نے قصیدے کہے، اور صحابہ نے ان کے جوابات دیئے، اس سلسلہ میں حضرت حمزہ بن عبدالمطلب، حضرت علی مرتضےٰ، حضرت حسان بن ثابت اور حضرت ضرار بن خطاب رضوان اللہ علیہم کے کلام وسیرۃ کی مختلف کتابوں میں منقول ہیں (عیون الاثر ج ۱ ص ۲۸۸ وغیرہ) کبھی ایسا بھی ہوا کہ بعض عرب قبائل اپنے قبیلہ کے خطیب و شاعر کو لے کر آپؐ کی خدمت میں آئے، اور مبازرت طلبی کی، آپ نے یہ فرمایا کہ میں شعر کے ساتھ مبعوث نہیں ہوا نہیں ہوا ہوں، بایں ہمہ آپؐ نے انکی مبازرت کے جواب میں کسی صحابی شاعر کو جواب دینے کا حکم عطا فرمایا، اور صحابی شاعر کا کلام سن کر حق کی تائید سے غیر مومن قبیلہ کے آنیوالے شاعر نے اپنے عجز کا اعتراف کیا اور قبیلہ کا قبیلہ مسلمان ہوگیا، ایسے ہی شعراء "شعرائے نبی" کے لقب سے ملقب ہیں"

ان مشاہیر شعراء میں حضرت حسانؓ بن ثابت، کعبؓ بن مالک، حضرت عبداللہ بن رواحہ خزرجی اور حضرت عامرؓ بن اکوع وغیرہ کے اسمائے گرامی ہیں، حضرت حسان بن ثابتؓ کے حالات تو آپ ملاحظہ کر چکے ہیں حضرت عبداللہ بن رواحہ [illegible] فضیلت حاصل ہے کہ آیت کریمہ الشعراء یتبعہم الغاوون الم تر انھم فی کل واد یھیمون وانھم یقولون [illegible]

یفعلون کے بعد الا الذین آمنوا وعملوا الصالحات (الآیہ) کے وہ مصداق ہیں۔ نیز انہیں ایک موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سید الشعراء کے لقب سے ملقب بھی فرمایا تھا (شرح زرقانی ج ۳ ص ۴۲۶، ۴۲۷ تاریخ خمیس ج ۲ ص ۱۸۴)

ان کے علاوہ صحابہ کرام میں سے بہت سے ایسے شعراء ہیں، جنھوں نے آنحضرت صلعم کی مدح میں قصائد لکھے ہیں، حضرت کعب بن زہیر رضہ کا اسم گرامی انہی شعراء کے سلسلہ میں آتا ہے [illegible] یعمری نے ان شعراء کے اسماء وکلام کو ایک رسالہ میں جمع کیا ہے، جن کی تعداد تقریباً دو سو ہے، اور جیسا کہ زرقانی کے بیان میں اوپر گذرا، ان میں صحابہ و صحابیات دونوں تھے،

یعمری کے اس رسالہ کا تذکرہ زرقانی نے کیا ہے (ج ۳ ص ۴۲۶) اس کے علاوہ اس رسالہ کے متعلق سردست ہمیں اور کوئی علم حاصل نہیں۔

آپ اس موضوع پر معلومات حاصل کرنے کے لئے طبقات شعرائے عرب پر جو کتابیں ہیں ان میں مختلف شعرائے جاہلی و مخضرمین کے حالات ملاحظہ کریں، ان میں آپ کو ایسے شعراء کے جستہ جستہ حالات وکلام مل جائیں گے، اسی طرح سیرت ابن ہشام میں اور بھی قصائد ملیں گے، جن میں سے بعض مردوں کی طرف اور بعض عورتوں کی طرف منسوب ہیں۔

ہمیں کسی ایسی اردو کتاب کا علم نہیں جو خاص اس موضوع پر لکھی گئی ہو، البتہ سلسلہ سیر الصحابہ میں کہیں کہیں آپ کو ان کے احوال بھی مل جائیں گے، ورنہ اردو میں ان کے حالات کے لئے اور کوئی دوسرا مستند ماخذ ہمارے علم میں موجود نہیں، (معارف)

سانحۂ ارتحال

۱۹ راکتوبر صبح سات بجے جناب سید خیر علی شاہ صاحب فنانشل سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لائلپور پر فالج کا حملہ ہوا اور ۲۰ راکتوبر شام کے سات بجے انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم شاہ صاحب ایک سرگرم مخلص اور غیور احمدی تھے، مسلمانوں کے ہر طبقہ سے ان کے مراسم تھے اور مجلس کی رونق۔ یہی وجہ ہے کہ مرحوم شاہ صاحب کی بے وقت موت کو بہت بری طرح محسوس کیا گیا۔ نماز جنازہ مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع نے پڑھائی اور تمام مسلمانوں نے اقتداء کی۔ لاش بذریعہ لاری سیالکوٹ روانہ ہوئی کہ مرحوم شاہ صاحب کی وصیت یہی تھی کہ انہیں ان کے خاندانی قبرستان میں اہلیہ مرحومہ کے پہلو میں دفن کیا جائے، اللہ کریم مرحوم شاہ صاحب کو جنت الفردوس نصیب کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل۔ بیرونجات کی تمام جماعتوں سے درخواست

سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان کا تازہ کارنامہ

از جناب ڈاکٹر حسن علی صاحب پنشنر گوجرانوالہ

عرصہ تین سال کے قریب گذر چکا ہے کہ گوجرانوالہ شہر سے ایک خط بخدمت جناب خلیفہ صاحب قادیان لکھا گیا تھا۔ کہ اگر ایک ممبر لاہوری جماعت کا اپنی جائیداد کا ۱/۱۰ حصہ بموجب رسالہ الوصیت مصنفہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مقبرہ بہشتی قادیان میں دفن ہونے کے لئے وصیت کرے۔ تو کیا اس کی یہ درخواست قبول ہو سکتی ہے۔ اس پر جناب خلیفہ صاحب نے فرمایا۔

"چونکہ یہ سوال خاص اہمیت رکھتا ہے اس پر بعد غور جواب دیا جاوے گا"

چنانچہ اس بات کے لئے دو سال گذر گئے۔ اتفاقاً قادیان سے خانصاحب فرزند علی صاحب فنانس ممبر گوجرانوالہ تشریف لائے۔ ان کی معرفت ایک رقعہ بخدمت خلیفہ صاحب بطور یاددہانی بھیجا گیا۔ خلیفہ صاحب نے بجائے خود جواب دینے کے میرا اصل خط سکرٹری مقبرہ بہشتی قادیان کے پاس بھیج دیا۔ جنہوں نے جواب دیا۔ کہ وہ اس قسم کی درخواست کو قبول نہیں کر سکتے، اور اس کی وجوہات تحریر نہ کیں۔

اس جواب کے موصول ہونے پر مکرر خلیفہ صاحب کی خدمت میں قرآن مجید حدیث شریف یا اقوال مسیح موعود علیہ السلام سے انکار کے بارے میں وجوہات کے دریافت کے لئے لکھا گیا۔ خلیفہ صاحب نے پھر میرا یہ کارڈ سکرٹری مقبرہ بہشتی قادیان کے پاس بھیجدیا۔ جس کا جواب حسب ذیل موصول ہوا ہے:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم و علیٰ عبدہ المسیح الموعود

چٹھی نمبر ۱۹۰۲ / ۱۳-۱۰-۶۲ از دفتر صیغہ بہشتی مقبرہ صدر انجمن قادیان۔

بخدمت شریف جناب مکرمی ڈاکٹر حسن علی صاحب پنشنر سب اسسٹنٹ سرجن۔ گوجرانوالہ۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

آپ کا خط حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہٖ کی خدمت میں پہنچکر مجھے ملا جس میں آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ دفتر بہشتی مقبرہ نے صرف وصیت قبول کرنے سے انکار کیا ہے۔ لیکن کوئی دلیل نہیں دی۔ آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ:۔

"اگر لاہور کی احمدی جماعت کا کوئی ممبر بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن ہونے کی غرض سے حسب قواعد رسالہ الوصیت مرتبہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی جائیداد کا ۱/۱۰ حصہ وصیت کرے۔ تو کیا آپ اس بات کو منظور کر لیں گے"

اب اس رسالہ الوصیت میں ہم دیکھتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

"خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ تو میری طرف سے نذیر ہے۔ میں نے تجھے بھیجا تا مجرم نیکوکاروں سے الگ کئے جائیں اور فرمایا۔ کہ دنیا میں ایک نذیر آیا۔ پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کرے گا۔ میں تجھے برکت دوں گا۔ کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے" پھر اس کے آگے فرمایا۔ راستباز ہو اور تقوےٰ اختیار کرو تا بچ جاؤ"۔ نذیر کی جگہ دوسری قرأت نبی آئی ہے اور نذیر کے معنے بھی کئے ہیں پس حضور نے اپنے آپ کو اس رسالہ میں نبی اور نذیر پیش فرمایا ہے اور اس نبوت کے پیغامی لوگ منکر ہیں۔ پھر رسالہ الوصیت کے مطابق منکر کا فرکی وصیت کس طرح منظور ہو سکتی ہے ایک نبی اور مومن کیا دونوں ایک ہی نعمت کے پانے کے مستحق ہو سکتے ہیں۔ بلکہ جیسا کہ فرمایا۔ کہ تا مجرم نیکوکاروں سے الگ کئے جائیں۔ یعنی وصیت تو ایک امتحان ہے۔ اس کے ذریعہ سے مجرم اور نیکوکار الگ کر دیئے جائیں گے اور یہ پیغامی لوگ چاہتے ہیں۔ کہ دونوں ایک ہی جگہ جمع ہو جائیں۔ پھر حضور نے فرمایا۔ کہ "راستباز ہو اور تقوےٰ اختیار کرو تا بچ جاؤ"۔ وصیت کی شرطوں میں بھی حضورؑ نے خاص طور پر تقوےٰ کی شرط لگا دی ہے۔ چنانچہ حضورؑ فرماتے ہیں۔ کہ تیسری شرط یہ ہے کہ:۔

"اس قبرستان میں دفن ہونیوالا متقی ہو اور محرمات سے پرہیز کرتا ہو"

تو کیا اب تقوےٰ کی راہ یہ ہے۔ کہ جس نبوت کا حضور نے اس رسالہ میں دعوےٰ کیا ہے۔ اس کا انکار کیا جاوے۔ نعوذ باللہ۔ پھر اللہ تعالےٰ قرآن شریف پارہ ۶ کے شروع میں فرماتا ہے:۔

يقولون نؤمن ببعض ونكفر ببعض ويريدون ان يتخذوا بين ذالك سبيلا اولئك هم الكافرون حقا واعتدنا للكافرين عذابا مهينا۔ پس پیغامی لوگ اللہ تعالےٰ کے نبیوں میں سے ایک نبی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ کی نبوت سے انکار کر کے اس آیت کے مطابق پکے کافر ہیں۔ اس وعید کے مطابق تو اللہ تعالےٰ نے ان کے لئے عذاب مہین تیار فرمایا ہے۔ اور یہ لوگ بہشتی مقبرہ میں دفن ہونا چاہتے ہیں سبحٰنہ هنیا دهو عند الله العظيم

پیغامی لوگ اس امر کو معمولی سمجھتے ہیں۔ حالانکہ خدا کے نزدیک یہ امر بہت بڑا ہے۔ خدا تعالےٰ تو ان کے انکار کے عوض میں ان کے لئے ذلت اور رسوائی اور عذاب مہین تیار کئے ہوئے ہیں۔ لیکن یہ خدا کے نبی کے تیار کردہ مقبرہ جو خدا کی وحی کے مطابق بہشتی مقبرہ ہے میں دفن ہو کر عزت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ کیا واقعہ میں ان کا خیال عجیب نہیں ہے۔ کیا کافر و مومن اکٹھے بہشت میں داخل ہو سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں اور پھر اسی رسالہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے آپ کو عیسیٰ علیہ السلام کا مثیل ٹھیرایا ہے اور نہ صرف اپنے آپ کو نبی ثابت فرمایا۔ بلکہ دیگر انبیاء کی طرح اپنے بعد خلافت کا سلسلہ جاری ہونا بھی ضروری قرار دیا ہے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی مثال دیکر بتلایا کہ اس طرح میرے بعد خلافت کا سلسلہ بھی چلے گا، لیکن پیغامی لوگ آپ کے خلفاء کے بھی منکر ہیں۔ اور اولئک هم الفاسقون کے ماتحت فاسق ہیں۔ پس یہ لوگ فاسق اور جرم ہو کر کیونکر بہشتی مقبرہ میں دفن ہو سکتے ہیں اور کس منہ سے یہ لوگ بہشتی مقبرہ میں دفن ہونیکی خواہش کرتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے آپ کو نبی تحریر فرمایا ہے اور واضح طور پر تحریر فرمایا ہے۔ اس کے معنے پیغامی لوگ کچھ بھی لیں بہرحال آپ کی نبوت کے پیغامی لوگ منکر ہیں۔ پھر منکر اور مومن کیونکر اکٹھے دفن ہو سکتے ہیں، دنیا میں کوئی بھی ایسی مثال نہیں ملتی ہے کہ منکر اور مومن کا ایک درجہ ہو۔ پھر پیغامیوں کے جتنے بڑے لیڈر رہے سب نے اپنی وصیتیں خود منسوخ کرائی ہیں اور کسی نے بھی اپنی وصیت پر عمل نہیں کیا نہ کسی اور نے ان کی وصیت پر عمل کر کے ان کی جائیداد کا حصہ ادا کر کے بہشتی مقبرہ میں ان کے دفنانے یا کتبہ لگوانے کی خواہش کی۔ پھر کوئی ایک مثال آپ پیش نہیں کر سکتے۔ کہ کس موصی پیغامی کی نعش دفنانے کے لئے لائی گئی ہو۔ اور ہم نے روکا ہو۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا ہے حضور فرماتے ہیں کہ:۔ "اے میرے قادر کریم اے خدائے غفور الرحیم تو صرف ان لوگوں کو اس جگہ قبروں کی جگہ دے جو تیرے اس فرستادہ پر سچا ایمان رکھتے ہوں۔ اور کوئی نفاق اور غرض اور بدظنی اپنے اندر نہیں رکھتے اور جیسا کہ حق ایمان اور اطاعت کا ہے۔ بجالاتے ہیں اور تیرے لئے اور تیری راہ میں اپنے دلوں میں جان فدا کر چکے ہوں"

پس اس دعا کے نتیجہ میں خدا نے خود ان سے ہی ان کی وصیتیں منسوخ کروادیں۔ اور بہشتی مقبرہ میں دفن ہونے سے روکدیا۔ پس اس سے حسب ذیل نتائج نکلتے ہیں۔ کہ پیغامی لوگ حضرت مسیح موعود پر سچا ایمان نہیں رکھتے۔ اور ان کے دلوں میں نفاق ہے یعنی منافق ہیں۔ اور دنیاوی اغراض اور بدظنیاں دل میں رکھتے ہیں۔ اور جیسا کہ حق ایمان اور اطاعت کا ہے بجا نہیں لاتے اور خدا کے لئے اور خدا کی راہ میں اپنی جان فدا نہیں کر چکے۔ اللہ اللہ کس قدر عمدہ رنگ میں اپنے نبی کی زبان پر الفاظ جاری فرمائے۔ کہ ان کا ایک ایک حرف پورا ہو گیا اور ہو تا رہا ہے۔ اس سے پیغامی لوگوں کی حقیقت کھل جاتی ہے۔ اللہ تعالےٰ ایسے منافقوں اور کافروں کو بہشتی مقبرہ سے دور ہی رکھے۔ آپ کے لیڈروں نے اس موعود بہشتی مقبرہ کے مقابل پر بہشتی مقبرہ بنانے کے لئے پورا زور لگایا۔ بلکہ اسکے لئے بہشتی مقبرہ کی متصل زمین بھی خریدلی۔ لیکن ان کے دل چونکہ جانتے تھے کہ رسالہ الوصیت کے مطابق یہ بہشتی مقبرہ نہیں بن سکتا اس لئے خود ان لیڈروں نے بھی اس بہشتی مقبرہ کے لئے وصیتیں نہ کیں۔ بلکہ تمسخر اڑایا۔ بلکہ ایک لیڈر نے اسکا نام آلوؤں کا مقبرہ رکھا جب لیڈروں کا یہ حال دیکھا تو عام لوگ کس طرح اس کے لئے وصیت کر سکتے تھے۔ چنانچہ بالآخر وہ زمین خدا نے ہمکو عطا فرمائی۔ اور اس کھیل میں پیغامیوں کو ناکام کیا لیکن ان کے دل جانتے ہیں کہ وصیت بڑی اچھی چیز ہے۔ چنانچہ مولوی محمد علی صاحب حسرت بھی کرتے رہے کہ لوگ وصیتیں کریں اور وصیت کے مطابق ان کو روپیہ دیا جاوے۔ لیکن خدا نے ان کو اس میں ناکام رکھا۔ اور ہمیشہ رکھے گا۔ کیونکہ یہ خدائی سلسلہ کے خلاف ہے اگر ہم پیغامیوں کی وصیتیں منظور کریں تو پھر ہم خود اپنے آپ کو غلطی پر قرار دیں گے کیونکہ ایسے لوگوں کی وصایا منظور کر کے جو نبی کے منکر ہوں اور تقوی اللہ سے دور ہوں۔ ہم تو خود اپنے آپ کو غلطی پر قرار دیں گے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ کی وحی اور منشا کے خلاف ہوگا۔ کہ غیر متقی لوگوں کو اس میں دفن کرنے کی منظوری دی جائے۔

پس آپ جس پیغامی شخص کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔ کہ وہ وصیت کرنا چاہتا ہے، وہ یا تو اس جماعت سے نہیں ہے یا دل سے وہ ان کے ساتھ نہیں ہے، صرف ظاہری طور پر ان کے ساتھ ملا ہوا ہے یا صرف حجت بازی کے لئے ہمیں ایسا لکھا ہے۔ ایسے شخص کی وصیت کیسے قبول ہو سکتی ہے جو اپنے لیڈروں کے رویہ کے خلاف چاہتا ہے وصیت کے لئے متقی ہونا شرط ہے۔

دستخط

سکرٹری بہشتی مقبرہ۔ قادیان۔

۱۰/۱۳ ۱۹۶۲

میر مدثر شاہ صاحب کا خطبۂ عید

از جناب محمود احمد صاحب ملنگ مردان

قرآن شریف کا ایک رکوع پڑھنے کے بعد آپ نے فرمایا کہ حرام اور حلال کا فلسفہ صحیفہ ہائے قدرت کے علاوہ فطرت انسانی کے اندرونی صحیفہ میں بھی موجود ہے۔ حتیٰ کہ حیوان ناطق کے علاوہ حیوان غیر ناطق بھی اپنے بُرے بھلے کی تمیز اپنے روزمرہ کی خوراک میں کر سکتے ہیں۔ لیکن خالق فطرت نے رمضان کے ایک مہینے کے روزے مسلمان پر قائم کر کے اپنی معبودیت اور بندہ کی عبدیت کے عمیق تعلق کے ساتھ ساتھ انسانوں پر یہ بھی واضح کر دیا کہ اگر میں اپنے بندے کو آزمانا چاہوں تو وہ کامیاب ہو کر نکلتا ہے۔ اور وہ یہ کہ حرام تو حرام ہے اگر حکم دوں کہ حلال چیزوں کا استعمال بھی چھوڑ دو۔ تو میرا بندہ بغیر عذر اور بحث کے سر تسلیم خم کر دیتا ہے۔

نیز روزوں کو ایک مسلمان کے لئے ٹریننگ کورس مقرر کر کے گیارہ مہینوں کا روزہ دار بنا دیا۔ کہ جب ایک مسلمان پورا مہینہ حرام اور حلال دونوں سے پرہیز کرنا سیکھ لے۔ تو گیارہ مہینے وہ حرام سے ضرور بچا رہے گا۔

اسی تعلیم کے ساتھ ساتھ قرآن کریم تعلیم دیتا ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کا مال بُرے طریق سے نہ کھاؤ کیونکہ ایسے طریقوں سے ہی مال جمع ہو کر فساد کا باعث بنتا ہے۔

انسانی تنگدلی اور جذبات حرص کا جواب دیتے ہوئے قرآن شریف خبردار کرتا ہے

. . . .

اگر ہم کسی قوم یا ملک میں رزق فراخ اور زیادہ کر دیتے ہیں تو وہاں کے لوگ باغی ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ اسی ذیل میں موجودہ جنگ کو بطور مثال پیش فرماتے ہوئے یورپ کی اقوام اور حکومتوں کی بے پیمانہ کشمکش کو دلکش طریق سے نبھایا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اپنی قوم کے لئے مائدۂ آسمانی کی دعا اور اس کی قبولیت کا واقعہ تفصیل سے پیش فرمایا اور حضرت عیسیٰ کی وہ کشفی کیفیت بیان فرمائی۔ کہ شیطان ایک اونچے پہاڑ پر حضرت عیسیٰ کو کہنے لگا، کہ اگر تم مجھے سجدہ کرو گے تو یہ سب حکومتیں تمہیں مل جائیں گی۔ حضرت عیسیٰ نے تو اس وقت شیطان کو اپنے اور اپنی قوم سے کافی عرصہ کے لئے دور دھکیل دیا اور صرف روحانی بادشاہت کے وارث بن کر اپنے مولا سے جا ملے۔

لیکن چونکہ نبی کی ذات قوم اور امت کی تقدیر کا آئینہ ہوتی ہے۔ اس طرح کشف کا وہ حصہ شیطانی بھی پورا ہو گیا۔ یعنی مسیحی اقوام نے شیطانیت کے سامنے سر جھکا دیا۔ حکومتیں مل گئیں رزق فراخ ہو گیا۔ اور آخر کار شیطان کا یہ حربہ کارگر ہو کر انھوں نے زمین میں بغاوت اور جنگ و جدال کا علم بغاوت بلند کر کے شیطان کو خوش

اور کامیاب کیا۔

سلسلہ کلام جاری فرماتے ہوئے فلسفہ عذاب پر روشنی ڈالی۔ کہ دنیا میں عذابوں کا آنا گناہوں کی وجہ سے ہوتا ہے نہ کہ عقیدوں کے رد و بدل سے۔ جب دنیا فسق و فجور کی آماجگاہ بنتی ہے اور انسانی سوسائٹی کا کثیر حصہ بدکرداریوں، بداعمالیوں کو اپنی زندگی کا نصب العین قرار دیتا ہے۔ تو قلیل طبقہ کی پریشانیوں کو دور کرنے کے لئے قہار خدا اپنے قہاریت اور جبروت میں عذابی شکل کا لباس اوڑھ کر ظاہر ہوتا ہے۔ کیونکہ بغیر اس کے دنیا خدا اور اخلاق فاضلہ کی طرف متوجہ نہیں ہوتی۔ اور جاننا چاہیئے کہ فاسق اور فاجر گروہ ہمیشہ سے اموال کثیر کا مالک ہوا کرتا ہے۔ اُن کے دل گناہوں کی وجہ سے پتھر کے مشابہ ہوتے ہیں، اور ایسے دولتمند مریض سوائے قہری اور عذابی علاج کے صحتیاب نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ اسی ذیل میں میر صاحب نے انجیل کا ایک حوالہ پیش فرمایا کہ اونٹ کا ناکے سے گذر جانا ممکن ہے لیکن دولتمند کا جنت میں داخل ہونا ناممکن ہے

اس پر مختصر تبصرہ فرمانے کے بعد خطبہ کو اسلام کی ترقی اور قرآن کی اشاعت کا احمدیہ جماعت کو سعی جہاد اور اس توفیق کی دعا پر ختم فرمایا تھا خطبہ کے وقت کچھ غیر احمدی حضرات بھی تشریف فرما تھے۔ خطبہ سے وہ بہت متاثر ہوئے۔ کیونکہ اس قسم کا نیا علم الکلام اب اُن کے کانوں نے سُنا ہے۔ اجتماع کا اندازہ اس سے لگائیے۔ کہ جو جگہ نماز کے لئے تجویز کی گئی (یعنی عبدالحمید خاں صاحب کا دولت خانہ) اُس میں بصد مشکل نمازی سما سکے۔ دعا ہے اللہ تعالےٰ ہمیں خدمت قرآن کی توفیق دے۔ اور جناب میر صاحب جیسے بزرگ کو ہمارے درمیان تا دیر سلامت رکھے۔ تاکہ جماعت اُن کے علم سے فیض یاب ہوتی رہے، اور حقیقت بھی یہی ہے کہ آجکل جماعت پشاور میں صرف دو ہی ایسے پرزے ہیں جن سے جماعت کی مشینری چل رہی ہے۔ ایک جناب میر صاحب اور دوسرے بابو دلاور خانصاحب سکرٹری جن کی انتھک ہمت اور شجاعت کی وجہ سے جماعت۔ اپنے مالی جہاد میں اپنے معتبر سکرٹری کی آواز پر لبیک کہتی ہے۔

مکتوب بخدمت حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

انوار القرآن کے متعلق ایک غیر احمدی دوست کی رائے

قبلہ جناب مولانا محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ امیر جماعت احمدیہ لاہور

السلام علیکم۔ عرض یہ ہے۔ کہ قبل ازیں ایک لفافہ میں قبلہ جناب ڈاکٹر بشارت احمد کے نام بھی بھیج چکا تھا۔ مگر افسوس جواب میں مرحوم تحریر کیا ہوا ملا ہے۔ ان کی وفات کا ازحد رنج ہے۔ ایسے قابل اشخاص اور عالم فاضل دنیا میں کم یاب ہیں۔ خیر اس میں کسی کا بس نہیں چلتا۔ جو خدا کو منظور ہوتا ہے وہی ہوتا ہے۔ قبل ازیں میں نے اپنی تحریر دں میں عرض کیا تھا، کہ ملاؤں کے بتائے ہوئے ڈھونگ اور عجوبہ پرستی نے دنیا کو گمراہی میں دھکیل دیا تھا۔ میں بھی ملاؤں کی تحریر کردہ تفاسیر سے ایسا گمراہ ہو گیا تھا کہ اگر مجھے ڈاکٹر بشارت احمد کا لکھا ہوا انوار القرآن کہیں دستیاب نہ ہوتا تو گمراہیوں کی گہری وادیوں میں جا ہی گرا تھا۔ کہ جہاں سے نکلنا ناممکن تھا۔ عین اس موقعہ پر جبکہ میرے پاؤں لڑکھڑا رہے تھے، میں گڑھے میں گرنے ہی کو تھا۔ کہ خداوند تعالےٰ نے میری مدد فرمائی اور مجھے قبلہ جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم کی لکھی ہوئی تفسیر انوار القرآن کے پڑھنے کی ترغیب دی اور مجھے جہنم کی آنچ سے بچا لیا۔ میں جس مجمع میں بیٹھتا ہوں۔ لوگوں کو یہی نصیحت کرتا ہوں۔ کہ دیکھو! ملاؤں کے لکھے ہوئے اور تفسیر کردہ قرآن کی پیروی چھوڑ دو۔ یہ تم کو گمراہی کی گہری وادیوں میں لے جا رہے ہیں۔ اب بھی وقت ہے اس گمراہی سے بچو اور احمدیوں کی لکھی ہوئی تفاسیر پڑھو۔ تم کو صحیح راستہ مل جاوے گا۔ مجھے احمدیوں سے جس قدر محبت ہے میں اسکو زبان سے بیان نہیں کر سکتا جس طرح کہ دل میں چھپی ہوئی ہے۔ میں نے آج یہ سمجھ لیا ہے کہ جس طرح قرآن کو احمدی کھول کر بیان کر سکتے ہیں۔ اس طرح دنیا کا کوئی فرقہ صحیح اور کھول کر بیان نہیں کر سکتا۔ میں نے قبلہ جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم کی تحریر کردہ تفسیر کو تعصب کی پٹی کو آنکھوں سے اتار کر انصاف کو سینہ میں رکھکر اور عقل سے کام لے کر مطالعہ کیا تو مجھے بالکل صاف راستہ نظر آ گیا۔ میں نے ہر ایک شخص کو جس سے بھی تھوڑا بہت کچھ کہنے کا موقعہ ملا ہے، کہا ہے کہ احمدیوں کا ہر فرد بشر اول درجے کا تعلیم یافتہ اور عقل سے کام لینے والا ہے۔ ان میں کوئی بھی ایسا بیوقوف نہیں جو کسی بات کو بھی بغیر سوچے سمجھے تسلیم کر لے۔ اگر آج دنیا میں احمدی فرقہ نہ ہوتا تو یورپ میں اسلام پھیلنا مشکل تھا۔ مگر یہ سہرا احمدیوں کے ہی سر پر ہے۔ کہ جنھوں نے ایک اکھڑ قوم کو راہ راست دکھایا

جو لوگ (Uneducated) اور ([illegible]) ہیں ان کو سمجھانا ذرا دشوار ہے۔ لیکن مجھے احمدی فرقہ سے بہت محبت ہے۔ میں اپنی تعلیم کو برابر جاری رکھکر اپنی ساری کوششیں اس میں صرف کروں گا۔ والسلام

عبدالستار خاں۔ حوالدار کلرک۔ ضلع رہتک۔

فہرست نومبائعین

مندرجہ ذیل حضرات حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے دست مبارک پر بیعت کر کے سلسلہ میں شامل ہوئے ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالےٰ استقامت عطا فرمائے۔ آمین۔

۱۰۶۔ مولوی صادق حسین صاحب ضلع فیروزپور

۱۰۷۔ ماسٹر محمد یعقوب صاحب۔ چنبہ سٹیٹ

۱۰۸۔ پیرزادہ معین الدین حادی نعمانی صاحب احمد پور شرقیہ بہاولپور۔

۱۰۹۔ محمد رمضان بولاکی صاحب۔ سرینگر

۱۱۰۔ غلام احمد میر صاحب " "

۱۱۱۔ شیخ نوح بن شیخ عبداللہ مجاور صاحب۔ گوا

۱۱۲۔ شمس الدین صاحب۔ چنبہ سٹیٹ

۱۱۳۔ کرم الٰہی صاحب۔ اچھرہ۔ لاہور

۱۱۴۔ سید بیگم صاحبہ۔ ضلع گجرات

۱۱۵۔ ایس ابراہیم محمد صاحب۔ مارگوا

[illegible] صاحب۔ ضلع بارہمولا۔

بعدالت جناب خان محمد سرفراز خانصاحب

ایم ایس سی ایل ایل بی سب جج ضلع بادر کوئٹہ

اطلاعنامہ بابت تاریخ مقررہ برائے تصفیہ اشتہار نیلام

آرڈر ۲۱۔ قاعدہ ۶۶ مجموعہ ضابطہ دیوانی۔

مقدمہ ۶ بابت ۱۹۴۳ء

مقدمہ متفرق ۷۵ بابت ۱۹۴۳ء

ڈاکٹر۔ ٹی آر کینل سکنہ کوئٹہ مدعی ڈگریدار

بنام:- مساۃ ودیاونتی بیوہ باوارام سنگھ بھوجن ڈھنگانا بالغ پسران باوارام سنگھ سکنہ کوئٹہ اسلام آباد سندرسنگھ لین۔

چونکہ مقدمہ مندرجہ عنوان بالا میں ڈگریدار نے واسطے نیلام مکان ۱۲۳ وارڈ ۱۵ واقعہ سندرسنگھ لین کوئٹہ کے درخواست گذارنی ہے لہذا تم کو بذریعہ تحریر ہذا کے اطلاع دیجاتی ہے کہ مورخہ ۸ ماہ نومبر ۱۹۴۳ء واسطے طے کرنے شرائط نیلام کے مقرر ہوئی ہے۔

آج بتاریخ ۲۰ ماہ اکتوبر ۱۹۴۳ء بہ ثبت میرے دستخط و مہر عدالت جاری کیا گیا۔

مہر عدالت — دستخط حاکم

اپنے آپ کو مسلمان کہنا کیسے سزاوار ہے

تبلیغ اسلام کے تین ذرائع

خلیفہ قادیان کے بیان پر سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان نے جماعت احمدیہ لاہور کو کافر قرار دے دیا۔

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ مورخہ ۲۹ اکتوبر سنہ ۱۹۴۳ء

ومن احسن قولاً ممن دعا الی اللہ وعمل صالحاً وقال اننی من المسلمین (حم السجدۃ)

حقیقی مسلمان کون ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس شخص سے بہتر بات کون کہتا ہے جو لوگوں کو اللہ کی طرف بلائے اور اچھے عمل کرے اور کہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں ــــ بظاہر یہاں ایک دقت معلوم ہوتی ہے شروع یوں کیا تھا ومن احسن قولاً اس سے بہتر بات کون کہتا ہے۔ لیکن اس کے آگے جو ذکر کیا وہ کہنے کا نہیں بلکہ کچھ کرنے کا ذکر ہے۔ کس سے اچھی بات کوئی نہیں کہتا؟ من دعا الی اللہ اس شخص سے جو اللہ کی طرف بلائے یہ ایک عمل ہے۔ پھر کہا وعمل صالحاً یہ بھی ایک عمل ہے اور تیسری بات کہی قال اننی من المسلمین اور کہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں یہ قول ہے تو دو باتیں جو اس قول سے پہلے بیان کیں وہ درحقیقت یہ بتانے کے لئے ہے کہ جس چیز کی طرف اشارہ ہے وہ صرف اتنا کہنا نہیں کہ میں مسلم ہوں یا مسلموں میں سے ایک ہوں، بلکہ وہ شخص ایسا کہہ سکتا ہے جو دو کام پہلے کرتا ہے ایک دعوت الی اللہ اور دوسرے عمل صالح تب اسکا اننی من المسلمین کہنا بھی موزوں ہے

اپنے آپکو مسلمان کہنا کیسے سزاوار ہے غرض یہ قول کہ میں مسلمان ہوں، مسلمانوں میں سے ہوں فی الحقیقت اس شخص کو سزاوار ہے جو لوگوں کو اللہ کی طرف بھی بلائے اور اچھے عمل بھی کرے۔ یہ تو ہم عام طور پر کہدیتے ہیں کہ اپنے آپ کو مسلمان کہنا اس کو سجتا ہے جو پہلے مسلمان بنے لیکن یہاں ایک مرتبہ اور آگے بڑھایا فرماتا ہے اس شخص کا مسلم بننا سزاوار ہے جو صرف عمل صالح ہی نہیں کرتا خود مسلمان ہی نہیں بنتا بلکہ دعوت الی الاسلام کا کام بھی کرتا ہے یعنی لوگوں کو مسلمان بناتا بھی ہے۔ یعنی دوسروں کو مسلمان بناؤ اور خود اپنے عمل سے آپ مسلمان ہونا ثابت کرو اور پھر کہو اننی من المسلمین میں مسلمانوں میں سے ہوں۔

مسلمان کیلئے کیا ضروری ہے؟ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلم کے لئے یہی ضروری نہیں کہ وہ اچھا مسلمان بنے بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اور لوگوں کو بھی مسلمان بنائے، یعنی لوگوں کو اسلام کی طرف بلائے آگے اس پر اجر کا مترتب کرنا خدا تعالےٰ کے اختیار میں ہے۔ لیکن ایک مسلم کے دل میں یہ خواہش اور تڑپ ہونی چاہیئے کہ وہ لوگوں کو مسلمان بنائے، صحابہ رضی اللہ عنہم کی تاریخ کو غور سے پڑھیں تو معلوم ہوگا کہ یہ تڑپ ان لوگوں کے دل میں کس قدر زبردست تھی جن کو آنحضرت صلعم نے مسلمان بنایا، وہ صرف خود ہی مسلمان نہ بنتے تھے بلکہ دوسروں کو بھی مسلمان بناتے تھے۔ مغرب کے جن لوگوں نے اسلام کی تاریخ کا مطالعہ کیا ہے، وہ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ ایک مسلمان پیدائشی مبلغ اسلام ہوتا ہے جس دن وہ مسلمان بنتا ہے اسی دن سے وہ اسلام کا ایک داعی بھی ہوتا ہے۔ جتنا جذبہ اس کے دل میں مسلم بننے کا ہوتا ہے اتنا ہی مسلمان بنانے کا بھی ہوتا ہے

روحانی رنگ میں مسلمان کی فطری خواہش

جس طرح جسمانی رنگ میں ہر انسان کی یہ خواہش فطری ہے کہ اس کے ذریعہ اور انسان بھی پیدا ہوں اسی طرح روحانی رنگ میں ہر مسلمان کی یہ فطری خواہش ہے کہ اس کے ذریعہ سے اور مسلمان بنیں، اسلام ایک فطرت کا مذہب ہے جیسا کہ فرمایا فطرت اللہ التی فطر الناس علیھا اللہ تعالےٰ کی بنائی ہوئی فطرت پر قائم رہو جس پر اس نے لوگوں کو اصل حالت میں پیدا کیا ہے اس لئے مذہب فطرت نے اس تڑپ کو ہر مسلم کی فطری تڑپ قرار دیا ہے کہ جس طرح جسمانی رنگ میں وہ نسل انسانی کی افزائش کا موجب ہے روحانی رنگ میں وہ مسلمانوں کی افزائش کا موجب ہو،

مذہب پھیلانے کا ایک ذریعہ مذہب پھیلانے کا ایک ذریعہ یہ ہے کہ کچھ لوگ اس کے پھیلانے میں لگ جائیں اور عام طور پر مذاہب میں یہی طریق مذہب کی ترقی کا پایا جاتا ہے۔ لیکن اسلام نے پہلی بات جس کا تقاضا کیا ہے وہ یہ ہے کہ ہر ایک مسلمان کے اندر یہ تڑپ پیدا ہو جائے کہ وہ دوسروں کو مسلمان بنائے۔

دوسرا ذریعہ وہ چیز جس کو دوسرے مذاہب نے اختیار کیا ہے وہ بھی اسلام میں موجود ہے۔ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر۔ اور چاہیئے کہ تم میں سے ایک گروہ ہو جو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور برے کاموں سے روکیں ــــ جس چیز کو دوسرے مذاہب نے اختیار کیا وہ بھی قرآن میں موجود ہے مگر یہاں اس سے بڑھکر یہ بھی موجود ہے کہ ہر ایک مسلمان کے دل میں یہ تڑپ ہو کہ وہ مسلمان بنائے۔

اسلام کامل مذہب ہے یہ آپ سب جانتے ہیں کہ اسلام ایک کامل دین ہے۔ فرمایا الیوم اکملت لکم دینکم۔ نہ اسلام سے پہلے کسی مذہب نے کامل ہونے کا دعوےٰ کیا اور نہ اسلام کے بعد کوئی کامل مذہب آیا، قرآن مجید پہلی اور آخری کتاب ہے جس نے دعوےٰ کیا الیوم اکملت لکم دینکم آنحضرت صلعم سے پہلے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں وہ فرماتے ہیں۔ "میں نے یہ باتیں تمہارے ساتھ رہ کے تمہیں کہیں لیکن فارقلیط جو پاک روح ہے جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا وہی تمہیں سب باتیں سکھائیگا،،

(یوحنا باب ۱۴)

آنحضرت صلعم سے پہلے حضرت عیسیٰ ہیں وہ یہ کہہ جاتے ہیں کہ میرا مذہب کامل نہیں ہے وہ کامل مذہب دینے والا بعد میں آئیگا۔ لیکن اسلام صرف کامل مذہب ہی نہیں خود کامل ہونے کا دعوےٰ ہی نہیں کرتا بلکہ اس کی تبلیغ کے کامل ذرائع بھی اس کے اندر موجود ہیں جن سے یہ کامل طور پر دنیا میں پھیل سکتا ہے

اسلام کو پھیلانیکے تین ذرائع پہلا ذریعہ ہے کہ ہر ایک مسلمان کے لئے ضروری ٹھہرایا کہ وہ اننی من المسلمین اس وقت کہے جب دعوت الی اللہ بھی کرے اور دوسری چیز اسلام کی تبلیغ کے ذرائع میں سے یہ ہے ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر مسلمانوں کے اندر ایک گروہ ایسا ہے جو اسلام کو پھیلاتا رہے اور تیسرے یہ کہ اس امت کے اندر وہ لوگ آتے رہیں گے جو وقتی ضروریات کے مطابق اسلام کا احیاء اور اس کی تجدید کرتے رہیں گے آنحضرت صلعم نے فرمایا ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ

تعلیمی پرنٹنگ پریس لاہور میں باہتمام شیر محمد اختر پرنٹر و پبلشر ... احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔

علیٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا (الحدیث) اس

امت میں ہر صدی کے سر پر ایسا شخص مبعوث ہوتا رہے گا جو دین کی تجدید کرتا رہے گا۔

بعثت مجددین — اس تیسرے ذریعہ کے ماتحت مجددین آتے رہے اور اسلام کو پھیلاتے رہے وہ اسلام کو دنیا میں پھیلانے والے کس طرح تھے

مجدد کا کام — مجدد کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ انسانوں کے ایک گروہ کا تعلق اللہ تعالےٰ سے پیدا کر دیتا ہے اور ان کے قلوب میں زندہ ایمان پیدا کر دیتا ہے یہ کام عام انسان سے نہیں ہو سکتا۔ علماء اچھے دلائل دے سکتے ہیں مگر یہ کام نہیں کر سکتے۔ قرآن مجید کو دنیا میں پھیلانے کے لئے ضروری ہے کہ کچھ لوگوں کا اللہ تعالےٰ سے زندہ تعلق ہو اس لئے اللہ تعالےٰ نے یہ صورت رکھی کہ وقتاً فوقتاً ان میں وہ لوگ پیدا ہوتے رہیں جو اسلام کو پھیلانے کا ذریعہ بنیں۔

حضرت مسیح موعود کا سلسلہ — اسی ذیل میں یہ سلسلہ بھی آتا ہے جو چودھویں صدی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قائم کیا آپ کی بعثت بھی اسی غرض کے لئے ہوئی کہ انسانوں کے دلوں میں خدا تعالےٰ پر پختہ ایمان پیدا کر کے انہیں تبلیغ اسلام پر لگایا جائے۔ ہم جو کبھی آپ کو "مجدد اعظم" اور "مجدد کامل" کہتے ہیں وہ بھی اسی لئے ہے کہ آپ کی جماعت اسی منہاج پہ دنیا میں اسلام پھیلانے کے لئے اٹھی ہے جس طرح صحابہ کرام تبلیغ اسلام کرتے تھے۔ ہر ایک شخص جو اس جماعت میں داخل ہوتا ہے اس سے یہ عہد لیا جاتا ہے کہ وہ دین کو دنیا پر مقدم کرے یعنی دین کی طرف لوگوں کو بلانے والا ہو۔ حضرت مرزا صاحب بھی فرماتے ہیں کہ میں اسلئے آیا ہوں کہ اسلام کو دنیا میں پھیلاؤں اور ان ممالک میں اس کی تبلیغ کروں جو اب تک اس نور سے محروم ہیں۔

اسلام میں نئی ضروریات کا علاج — اسلام چونکہ کامل مذہب ہے اس لئے اس کی تبلیغ کے ذرائع بھی مکمل ہونے چاہئیں تھے، وہ اللہ تعالےٰ نے .... عطا فرما دیئے جن کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے تبلیغ بڑا مشکل کام ہے اور بڑا آسان کام بھی مشکل اس لئے کہ اس کے لئے اللہ تعالےٰ کی ہستی پر اور اسلام کی صداقت پر زبردست ایمان بکار ہے آسان اس لئے کہ اسلام کے اندر وہ تمام ضروریات موجود ہیں جو وقتاً فوقتاً لوگوں کو پیش آتی ہیں گویا لوگوں کی پیاس کو بجھانے کا سامان یہاں موجود ہے۔ آپ کو معلوم ہے، کہ عیسائیت کیوں ناکام ہوئی اسلئے کہ وہ مادی ترقی کے مقابل پر اللہ تعالےٰ کی ہستی پر زندہ ایمان قائم رکھ سکی یورپ اور امریکہ میں خدا پر ایمان منہ پر ہے دلوں میں نہیں اسلام میں خدا پر زندہ ایمان پیدا کرنے کے ذرائع موجود ہیں اور نئی ضروریات کا علاج بھی اس میں ہے، عیسائیت میں نئی ضروریات کا علاج نہیں ——— تو اسلام دنیا میں اس لئے پھیلے گا کہ اس میں نئی ضروریات کا علاج موجود ہے۔ اس حقیقت کو اس زمانہ کے مجدد نے ہمارے قلوب میں میخ کی طرح گاڑ دیا ہے کہ اسلام دنیا کا آخری مذہب ہے اور وہ **دنیا پر غالب آئے گا** ———

قرآن اور حدیث کی طرف توجہ کی ضرورت — جس شخص کو ضرورت ہے کہ آج کسی ضرورت کا علاج مذہبی رنگ میں دنیا کے سامنے پیش کرے وہ قرآن مجید کی طرف اور آنحضرت صلعم کی حدیث کی طرف توجہ کرے اس میں سب کچھ موجود ہے۔

ٹریکٹ "نیا نظام عالم" — میری ساری زندگی اس شغل میں گذری ہے۔ اس وقت اس کا نچوڑ خلاصہ کے طور پر میں نے ٹریکٹ "نیا نظام عالم" میں جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ میری اس کوشش کے نتیجہ میں کچھ ہوا بھی ہے یہ خدا تعالےٰ بہتر جانتا ہے، لیکن اس ٹریکٹ کو لکھتے ہوئے اور بھی میرے دل میں یہ یقین پیدا ہوا ہے کہ اسلام کے سوا کوئی مذہب کامیاب نہیں ہو سکتا اور اسلام یقیناً کامیاب ہوگا اور ان مذاہب پر بھی غالب آئے گا جو اس مادی تہذیب کے مقابل ناکام ہو چکے ہیں۔

لوگ ٹھوکر کھا جاتے ہیں — میں نے گزشتہ جمعہ کے خطبہ میں کہا تھا کہ لوگ بعض دفعہ ٹھوکر کھا جاتے ہیں۔ لوگوں کی یہ ذہنیت ہوتی ہے کہ یا تو اس انتہا پر ہوتے ہیں کہ مغضوب علیہم کی حد تک پہنچ جاتے ہیں اور دنیا میں ایک مامور آتا ہے اس کو تسلیم نہیں کرتے اور یا ایسے گرتے ہیں کہ اگر ایک گھوڑے کے ماتھے پر بھی یہ بورڈ لگا دیا جائے کہ میں مامور ہوں تو اس کے ماننے کے لئے تیار ہو جائیں گے۔

اسلام سے بڑھ کر تعلیم کہیں نہیں — خوب یاد رکھو اسلام سے بڑھ کر اعلےٰ اور مکمل تعلیم آپ کسی مذہب میں نہیں پائیں گے۔ میں اس بات کو آپ کے ہاتھ میں بطور دلیل کے دیتا ہوں کہ جو شخص کسی نئی نبوت یا نئے دین کی طرف بلاتا ہے اس سے ایک ہی مطالبہ کافی ہے کہ قرآن سے بڑھ کر وہ کیا چیز دیتا ہے۔

ایسے شخص سے تمہارا پہلا سوال — اگر تمہیں کوئی کہے کہ یہ کپڑے جو تم نے پہنے ہوئے ہیں اب پھینکنے کے قابل ہو گئے ہیں، تو تمہارا پہلا سوال یہ ہوگا کہ ان کی جگہ وہ کونسے کپڑے تمہیں دیتا ہے۔ مذہب کی تبدیلی کی طرف جو بلاتا ہے اور کہتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلعم کی شریعت منسوخ ہو گئی ہے قرآن منسوخ ہو گیا تو سیدھی بات ہے کہ ہم اس سے پوچھیں کہ قرآن کریم کی جگہ تم ہمیں کیا دیتے ہو؟ کوئی شخص کچھ نہیں دے سکتا، پس جو شخص یہ کہے کہ میں قرآن کے بعد کوئی کتاب لایا ہوں وہ جھوٹا ہے۔

جسکو وسوسہ ہے اسکا ایمان کمزور ہے — جس شخص کو ایسے شخص کو مفتری کہنے میں کسی قسم کا وسوسہ پڑا ہوا ہے اسکا آنحضرت پر ایمان نہیں، یہ شخص مجنون تو ہے نہیں جو ایک شریعت اپنے پاس سے بنا لیتا ہے پس اس کے اس فعل کو سوائے افترا کے اور اسے سوائے مفتری کے اور کیا کہا جائے۔ جسے ایسے شخص کے مفتری ہونے میں شبہ ہے، اس کا قرآن مجید اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کوئی شئے نہیں۔ ہم حضرت مسیح موعود کی پیروی کرتے ہوئے مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں تو ایسے مدعی کو مفتری کیوں نہ کہیں

قادیانی جماعت پر تعجب! — مجھے تو قادیانی جماعت کی چشم بندی پر تعجب آتا ہے کہ جس شخص نے یہ لفظ اپنے قلم سے لکھے ہیں کہ ہم مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں، اس کی طرف دعوئے نبوت منسوب کرتے ہیں اور پھر یہاں تک اس میں غلو ہے کہ ساری اسلامی دنیا کو کافر قرار دیتے ہیں یہاں تک کہ حضرت صاحب کو مجدد حکم وعدل مسیح اور مہدی ماننے والوں کو بھی پکے کافر قرار دیتے ہیں۔

سکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان کا خط — میں نے کل اخبار پیغام صلح دیکھا جس میں سکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان کا ایک خط جو انھوں نے ڈاکٹر حسن علی صاحب کے ایک خط کے جواب میں لکھا ہے شائع ہوا ہے۔ اس خط میں انھوں نے کہا ہے کہ "پیغامی" اولئک ھم الکافرون حقاً کے مصداق ہیں، اور پکے کافر ہیں کیونکہ یہ خدا کے ایک نبی کو نہیں مانتے۔ خیر ہمیں اس سے کوئی رنج نہیں جہاں ساٹھ کروڑ مسلمان کافر ہو گئے وہیں ہم بھی سہی۔

میاں صاحب کو اس خط کا علم ہے — یہ خط میاں صاحب کے علم کے بغیر نہیں لکھا گیا کیونکہ اصل خط و کتابت ان سے ہی ہو رہی تھی اور انھوں نے ڈاکٹر حسن علی صاحب کے خط کے جواب کے لئے اپنے بہشتی مقبرہ والوں کو جواب کا حکم دیا۔ اس لئے ان کے ایماء پر ہی یہ جواب دیا گیا۔

جماعت احمدیہ لاہور کا بلند مقام — خوب یاد رکھو کہ خدا نے تمہیں اس بلند مقام پر پہنچایا ہے کہ تم واحد جماعت ہو کہ جسے اللہ تعالےٰ نے اس وقت اسلام کے پھیلانے کے لئے کھڑا کیا ہے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم اس بلند مقام کو نہ چھوڑیں جس پر اللہ تعالےٰ نے ہم کو کھڑا کیا ہے۔ چند آدمی تھے جو قادیان سے علیحدہ ہوئے ان سے کچھ نہ بنتا مگر اللہ تعالےٰ نے تمہارے کام میں بڑی برکت دی اور ہر قدم پر تمہاری نصرت کی، اب اس بلند مقام میں اور ترقی کرو اور تمہارا قدم اس مقام سے نیچے نہ آئے بلکہ اور اوپر اٹھے، اللہ تعالےٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی اس کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

رپورٹ دورہ

ماہ اکتوبر ۱۹۶۱ء میں مقامات بدوملہی شیخوپورہ۔ جہلم۔ کھاریاں۔ جیود کجل (ضلع گجرات) کا دورہ کیا گیا۔ اس ماہ کی مجموعی آمد -/۳/۱ سے تبلیغ بذریعہ ٹریکٹ اور زبانی حسب موقع کی گئی، غیر احمدی اصحاب اور قادیانی اصحاب میں اور جماعت میں رشتوں کے متعلق بھی ضروری تجاویز کی گئیں بعض احباب نے شرکت جلسہ سالانہ کا اور بعض نے بیعت کا وعدہ کیا۔ مفصل حالات قلمبند کر کے دفتر میں دے دیئے گئے۔

ماہ نومبر میں انشاء اللہ، جموں، سیالکوٹ اور ضلع گوجرانوالہ کا دورہ کیا جاوے گا والسلام

مستجاب اخان

ضروری تصحیح — "پیغام صلح" مورخہ ۲۵ اگست ۱۹۶۱ء میں ایک فہرست مطلبیان تحریک صدقہ قرضہ شائع ہوئی تھی جس میں ہمارے مکرم دوست خانصاحب عبدالعزیز خان ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس بمبئی کے نام کے آگے وصول شدہ رقم -/50 درج تھی حالانکہ خانصاحب موصوف نے -/25 اس مد میں ادا فرمائے تھے بقیہ رقم -/75 روپے غلطی سے دوسری مد میں جمع ہو گئی تھی جس کی اب تصحیح کر لی گئی ہے۔ (۲) قاضی فضل قادر صاحب لائلپوری کی مرسلہ رقم پچاس روپیہ چندہ ماہوار کی مد میں جمع ہو گئی تھی حالانکہ وہ بھی مد صدقہ قرضہ کی رقم تھی انتقال رقم سے اس کی بھی درستی کر لی گئی ہے دفتر اس غلطی پر ہر دو اصحاب سے معذرت خواہ ہے

۔ اسسٹنٹ سکرٹری تحصیل و تبلیغ

پیغام صلح

جلد ۳۱ | یوم چہار شنبہ ۴ ذیقعد ۱۳۶۲ھ | نمبر ۴۳

تحریک احمدیت کے دو پہلو

تحریک نیا نظام عالم احمدیت کے تعمیری اور تخلیقی پہلو کو نمایاں کرتی ہے

دو رخ دنیا میں آج تک جتنی بھی روحانی تحریکات معرض وجود میں آئی ہیں ان کے ہمیشہ دو پہلو یا دو رخ ہوتے ہیں۔ ایک پہلو مدافعت یا کشمکش کا ہوا کرتا ہے یعنی وہ اسباب اور وجوہ جو ان کے آڑے آتے ہیں وہ ان کا مقابلہ کرتی ہیں۔ ایسی تحریکات کو اپنی بقا اور اپنے قیام کے لئے ایسے وجوہ اور اسباب سے برسر پیکار ہونا پڑتا ہے۔ اور ان کی قوت کا کافی حصہ اس کشمکش میں صرف ہو جاتا ہے۔ دوسرا پہلو ہر روحانی تحریک کا تعمیری یا تبلیغی ہوتا ہے۔ یعنی وہ تحریک اپنے ماحول کے لئے یا اپنے حلقۂ اثر کے لئے خواہ وہ حلقہ آفاق گیر ہی کیوں نہ ہو ایک عظیم الشان روحانی پیغام کی حامل ہوتی ہے۔ اک جہان تازہ کی تخلیق کرتی ہے۔ دنیائے قدیم کے کھنڈرات پر ایک رفیع الشان عمارت تعمیر کرتی ہے۔ نظریۂ حیات بدل دیتی ہے۔ معیار اشیاء میں تغیر عظیم پیدا کر دیتی ہے انسان کے جذبۂ تعبد میں ایسی جولانیاں پیدا کر دیتی ہے کہ زمین کے بسنے والے آسمان سے ہمکنار ہوتے ہیں اور ان کا وجدان کائنات پر محیط ہو جاتا ہے حیات کے اسرار ان پر عیاں کر دیئے جاتے ہیں۔ حقائق اشیاء منکشف ہو جاتے ہیں اور وہ تحریک زمان و مکان پر ایسا نقش ثبت کرتی ہے جو دائمی ہوتا ہے عمیق ہوتا ہے اور انسانی نسلوں کے تحت الشعور تک اتر جاتا ہے۔

یہی دو نمایاں پہلو ہیں ہر تاریخی اور روحانی تحریک کے۔ تفصیلات خواہ کتنی وسیع اور الجھی ہوئی ہوں لیکن ان کا ملخص یہی دو رخ ہوں گے

تحریک احمدیت کے دو پہلو تحریک احمدیت ایک زبردست روحانی اور احیائی تحریک ہے۔ اس کے بھی دو پہلو ہیں۔ ایک مدافعانہ اور دوسرا تعمیری۔ یہ تحریک ہر اس تحریک سے نبرد آزما ہے، جو زمینی ہے۔ مادی ہے۔ دجالی ہے۔ کہا نہیں جا سکتا کہ کب تک اس تحریک پر مدافعانہ دور رہے گا اور کب اس تحریک کا تعمیری دور شروع ہو گا اور وہ جہان تازہ کب معرض وجود میں آئیگا جس کی نوید امام عصر حاضر نے دنیا کو دی ہے اس کے متعلق قطعی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا کیونکہ عالم الغیب صرف خدا کی ذات ہے اور اس کی مشیت مستقبل کے ہر انقلاب پر حاوی ہے۔ اس تحریک کا مدافعانہ دور بیرونی مخالفت اور اندرونی اختلافات کی وجہ سے بہت طویل ہو گیا ہے اور اس طوالت کی وجہ ایک ایسا الجھاؤ ہے جسے اس مختصر سے مقالہ میں بیان نہیں کیا جا سکتا زوال کی رجعت پسندانہ قوتیں ابھی تک اس تحریک کا دامن تھامے ہوئے ہیں اور اسکی ترقی میں روک بنی ہوئی ہیں اور اس تحریک کی اصلی احیائی فطرت کو بے نقاب نہیں ہونے دیتیں اور دنیا کے سامنے اس مثبت اور افادی پیغام کو نہیں آنے دیتیں جو اس تحریک کا اصلی پیغام ہے۔ ہم لوگ جنہوں نے اس عظیم المرتبت امام کو تسلیم کیا ہے اور اس تحریک کی روح رواں ہیں ہم اس تحریک کے تخلیقی اور تعمیری پہلو کو نمایاں کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، اور اک جہان نو کی تلاش میں ہیں۔ اس کے لئے تگ و دو کر رہے ہیں اور نسلاً بعد نسلاً اس جد و جہد کو جاری رکھیں گے اور دنیا کبھی ہمارے چہرہ اور تیور پر شکن کے آثار نہیں دیکھے گی۔ ہم اور ہماری نسلوں کا مقصد حیات صرف ایک ہے اور وہ ہے غلبۂ اسلام۔ اور ساری کشمکش کا خلاصہ ہے اعلائے کلمۃ الحق۔

احمدیت کوئی جدید مذہب نہیں

احمدیت کوئی جدید مذہب نہیں۔ صرف اسلام کا ایک احیائی دور ہے۔ اسلام کی بیشمار شانوں میں سے ایک شان ہے۔ دین کامل ہو چکا اور اسلام کے بعد کوئی دین نہیں۔ نبوت ختم ہو چکی اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں۔ اسلام کا سورج کبھی غروب نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ ایک دور میں غروب ہو کر دوسرے دور میں طلوع ہوتا ہے اور ابدالآباد تک اس کی ضو فشانیاں مختلف ادوار کو منور کرتی رہیں گی۔ اور یہ آفتاب عالم زمان و مکان کی پہنائیوں میں یونہی روشن رہے گا۔ کفر و الحاد کے تاریک بادل اٹھیں گے اور آسمان پر چھا کر اس سورج کے چہرہ کو چھپانے کی کوشش کریں گے۔ لیکن یہ کیفیت عارضی ہو گی بادل چھٹ جائیں گے اور اسلام کا آفتاب ان بادلوں کی بے ثباتیوں پر خندہ زن رہے گا۔

احمدیت ایک شاندار دور ہے

احمدیت اسلام کے شاندار ادوار میں سے ایک دور ہے! احمدیت اسلام کا جمال ہے۔ کوئی معمولی تحریک نہیں۔ لیکن یہ تحریک اعلائے کلمۃ الحق کے لئے عسکری تشدد کی حامی نہیں۔ بلکہ اخلاق اور روحانی نفوذ کی قائل ہے۔ اس کے علاوہ اسکا مقابلہ جن تحریکات سے ہے وہ مادی ہیں اور دنیوی ساز و سامان کے لحاظ سے مضبوط اور قہرمانی ہیں۔ انکی وجاہت اور شوکت کسی تشریح کی منت کش نہیں۔ دجال جو غیر الٰہی افکار اور اعمال کا مرقع ہے جس کے اندر اسفل جذبات نکالمد جنرا تم موجود ہیں۔ اس کا مقابلہ اعلےٰ درجہ کی اخلاقی قوت اور روحانی شوکت سے ہی کرنا چاہیئے کیونکہ اسلام کے پیغام کو دنیا کی دور افتادہ اقوام تک پہنچانا ہمارے سپرد ہے۔ اور یہ اللہ تعالےٰ کی مشیت ہے کہ وہ مسیح محمدی اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ذریعہ اسلام کا غلبہ دنیا میں ظاہر کرے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ارشاد ہے:۔

حضرت مسیح موعود کا ارشاد

"خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں۔ کیا یورپ اور کیا ایشیا۔ ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالےٰ کا مقصد ہے جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا۔ سو تم اس مقصد کی پیروی کرو، اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دیتے رہو"

تمام احمدی دوستوں پر یہ امر روشن ہونا چاہیئے کہ انہوں نے امام عصر حاضر کو قبول کر کے زبردست ذمہ داریوں کا بوجھ اپنے کندھوں پر لیا ہے اور ایک عظیم الشان مجاہدہ کے لئے اپنی نقد زیست پیش کی ہے اور صمیم قلب سے عہد کیا ہے کہ وہ دین کو دنیا پر مقدم کریں گے۔ یہی وقت ہے میدان عمل میں نکلنے کا کیونکہ حالات سازگار ہیں۔

تحریک نیا نظام عالم

"نیا نظام عالم" جسے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ جماعت احمدیہ کی طرف سے دنیا کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں وہ ہمارے تعمیری اور تخلیقی پروگرام کا حصہ ہے اسلئے اسکو کامیاب بنانے کی اشد ضرورت ہے تاکہ تحریک احمدیت کی حقیقی شکل دنیا کے سامنے آ سکے اور دنیا کو معلوم ہو سکے کہ یہ تحریک دراصل کیا ہے اور اس نازک دور میں دنیا کو اس تحریک کی کتنی ضرورت ہے اور یہی وہ تحریک ہے جو موجودہ بدلے ہوئے حالات میں اسلام کو کامیابی کے ساتھ پیش کر سکتی ہے اور اسلام کو ایک زندہ، فعال اور حرکت پذیر مذہب ثابت کر سکتی ہے، دنیا ایک دور ختم کر کے دوسرے دور کی چوکھٹ پر کھڑی ہے اور ایک نئے نظام اور جہان تازہ کی منتظر ہے اقوام عالم ایک دوسرے سے برسر پیکار ہو کر دور قدیم کو، روایات کہنہ کو ختم کر رہی ہیں۔

اس نفسیاتی موقعہ پر ہمیں بھی اسلام کے سرمدی اور جاودانی پیغام کو ایک جوش اور خروش کے ساتھ اقوام عالم تک پہنچانا چاہیئے۔ اسلام کے جمال کو، اخلاقی محاسن کو، بلند پایہ خصوصیات کو واشگاف کرنا چاہیئے۔ اور یہ کام اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ جماعت احمدیہ کا بچہ بچہ ایک مجاہد اور سرفروش سپاہی نہ بن جائے ہمیں کامل توقع ہے کہ مامور من اللہ کی صالح اور بلند بخت جماعت اپنے فرائض کا جائزہ لے گی۔ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اپنے جوہر قابل کو دنیا کے سنگ امتحان پر پرکھے گی۔ اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے اس پہلو کو جو تخلیقی اور تعمیری ہے، نمایاں کرے گی۔ اور ایک ایسا کردار اور نظریۂ حیات دنیا کے سامنے پیش کرے گی جس کی دنیا کو ضرورت ہے۔

اے خدا تو نے اپنی عظیم الشان مشیت کے ماتحت اس سلسلہ کو قائم کیا ہے، تو ہی اس سلسلہ کی سازگاری فرما اور اس کے ہر فرد کو وہ ذوق یقین عطا کر جس سے تیرے مامور کا سینہ منور تھا اور ایسی وسعت نظر دے جس میں آفاق گم ہو جائیں۔ اے خدا تو ہر چیز پر قادر ہے۔ ایسا ہی کر۔

آمین ثم آمین

سانحہ ارتحال

قاضی بشارت علی صاحب احمدی پسروری گزشتہ بدھ کو لاہور چھاؤنی میں وفات پا گئے انا للہ و انا الیہ راجعون مرحوم پرانے اور مخلص احمدی تھے۔ دعا ہے اللہ تعالےٰ قاضی صاحب مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل دے۔ آپ نے وفات سے پیشتر مبلغ پچاس روپے انجمن کو اور پچاس روپے یتامےٰ کو دیئے ہیں۔

احباب سلسلہ کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ مرحوم کا جنازہ غائبانہ پڑھیں۔

متفرق خیالات

تحریک "نیا نظام عالم"

ٹریکٹ "نیا نظام عالم" کی اہمیت کے متعلق

ہم پہلے بھی احباب سلسلہ کو متعدد دفعہ توجہ دلا چکے ہیں، موجودہ شیوع کے مقالہ افتتاحیہ میں بھی اس شاندار ٹریکٹ کی ضرورت پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے۔ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ ۹ ار اکتوبر ۱۹۴۳ء میں فرمایا ہے کہ اس ٹریکٹ میں حضرت ممدوح نے قرآن اور حدیث کے ساری عمر کے مطالعہ کا خلاصہ درج کر دیا ہے حضرت کے اس ارشاد سے اس ٹریکٹ کی شان کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ جیب احمدی دوستوں کو چاہیئے کہ وہ اس رسالہ کی جامعیت اور موجودہ زمانہ کی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے اس طرف توجہ کریں اور اپنی ذمہ داریوں کا اندازہ کرتے ہوئے اس تحریک میں حصہ لیں۔ سکرٹری صاحب تحصیل و تبلیغ اپنے تازہ اعلان میں تحریک "نیا نظام عالم" کے متعلق فرماتے ہیں 6 |۱۴| 8650 روپے اس مد میں جمع ہو چکے ہیں۔ دس ہزار روپیہ پورا ہونے میں اب تھوڑی کسر باقی ہے، وعدہ کنندگان توجہ فرمائیں۔ امید ہے اس کسر کو پورا کرنے کے لئے وہ دوست جنہوں نے وعدہ کیا ہے اور رقم ابھی تک ادا نہیں کی ان رقوم کو جلد ادا فرمائیں گے اور جن دوستوں نے ابھی تک اس تحریک میں حصہ نہیں لیا وہ فوراً اس تحریک میں حصہ لیکر اس کمی کو پورا کر دیں گے تاکہ یہ کام جلد مکمل ہو جائے۔ اور ان دور افتادہ اقوام تک اسلام کا پیغام پہنچے جنہیں اس وقت اس پیغام کی سخت ضرورت ہے، اور دنیا میں وہ اسلامی نظام قائم ہو جس کے قیام میں ہی دنیا کی مشکلات کا علاج اور حل ہے، اللہ تعالیٰ اس کار خیر میں سب دوستوں کو حصہ لینے کی توفیق عطا فرمائے آمین

مضمون نگار حضرات توجہ فرمائیں

پہلے بھی پیغام صلح میں مضمون نگار حضرات کی خدمت میں تحریک کی جا چکی ہے کہ وہ پیغام صلح کے لئے اپنے بلند پایہ مضامین ارسال فرمائیں، اب پھر گذارش کی جاتی ہے کہ مضمون نگار حضرات اسطرف توجہ فرمائیں، مضامین ایسے ہونے چاہئیں جن میں قرآن و حدیث اور حضرت امام عصر حاضر کی تحریرات کی روشنی میں موجودہ مشکلات کا حل پیش کیا گیا ہو یا یورپ کی مادی، معاشی اور سیاسی تحریکات کے مقابلہ میں اسلام کے روحانی معاشی اور سیاسی تصور کی برتری کو مدلل طور پر واضح کیا گیا ہو یا اسلامی دنیا کی تحریکات میں تحریک احمدیت کے مقام پر روشنی ڈالی گئی ہو، اور اس تحریک کی احیائی قوت کو نمایاں کیا گیا ہو۔ ان مضامین کے علاوہ ایسے مضامین بھی بھیجے جا سکتے ہیں جو جماعت کی توسیع اور تنظیم سے متعلق ہوں یہ مضامین اگر پیغام صلح کے معیار اور پالیسی کے مطابق ہوں گے تو انہیں نہایت شکریہ کے ساتھ اخبار میں درج کیا جائے گا، امید ہے مضمون نگار حضرات اس طرف توجہ فرما کر ہمیں شکریہ کا موقعہ دیں گے۔

کچھ اخبار کی توسیع کے متعلق

یہ خوشی کی بات ہے کہ اخبار پیغام صلح کی اشاعت بتدریج بڑھ رہی ہے لیکن ابھی اس طرف احباب سلسلہ کی توجہ کی بہت ضرورت ہے۔ اخبار پیغام صلح جماعت احمدیہ لاہور کے مسلک کا ترجمان ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کو حقیقی رنگ میں پیش کرتا ہے۔ اشاعت قرآن اور تبلیغ اسلام کی ضرورت اور اہمیت کی طرف توجہ دلاتا ہے اور ان تحریکات کو جماعت کے سامنے بار بار پیش کرتا ہے جو مرکز سے جاری کی جاتی ہیں نیز حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کا خطبہ جمعہ باقاعدہ شائع ہوتا ہے اور ہر ہفتہ یہ اخبار حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے پیغام کو جماعت تک پہنچاتا ہے ایسے اخبار کی جو افادی حیثیت ہو سکتی ہے اس پر ہمیں روشنی ڈالنے کی چنداں ضرورت نہیں وہ احباب سلسلہ پر ظاہر و باہر ہے اور اس اشاعت میں محترم جناب سید تصدق حسین صاحب قادری بغداد نے بھی اپنے ایک مکتوب میں اس امر پر روشنی ڈالی ہے۔۔۔

اور جو خدمات یہ اخبار سلسلہ کی بجا لا رہا ہے ان کا ذکر اپنے تجربہ کی بنا پر کیا ہے۔ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بھی پیغام صلح کی توسیع اشاعت کے متعلق بارہا جماعت کو توجہ دلا چکے ہیں۔ امید ہے جماعت کے دوست جو اس اخبار کی اہمیت کو محسوس کرتے ہیں جن کے قلوب میں اشاعت اسلام اور تنظیم جماعت اور توسیع جماعت کے ولولے ہیں وہ پیغام صلح کی توسیع کے لئے کوشش کریں گے۔

مولوی اللہ دتہ صاحب محتاط رہیں

جناب خلیفہ صاحب قادیان اپنے خطبہ جمعہ مورخہ یکم اکتوبر میں فرماتے ہیں:-

"یاد رکھو تبلیغ وہی ہے، جو حقیقی معنوں میں تبلیغ ہو۔ بحث مباحثہ کا نام تبلیغ نہیں۔ میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں۔ کہ جس طرح تم اس سانپ کے مارنے کی فکر میں لگ جاتے ہو جو تمہارے گھر میں نکلے۔ اسی طرح اگر تمہارے دلوں میں نور ایمان پایا جاتا ہے تو تم بحث مباحثہ کو اسی طرح کچل دو جس طرح سانپ کا سر کچلا جاتا ہے۔ جب تک تم میں بحث و مباحثہ رہے گا، اس وقت تک تمہاری تبلیغ بالکل محدود رہے گی، اور تمہارا مشن ناکام رہے گا اگر تم اپنی تبلیغ کو وسیع کرنا چاہتے ہو۔ اگر تم اپنے مشن میں کامیاب ہونا چاہتے ہو۔ تو تم بحث مباحثہ کو ترک کر دو۔ جس دن تم تبلیغ کے لئے صحیح معنوں میں نکلو گے اور اپنے دلوں میں لوگوں کے لئے درد اور سوز لیکر ان تک پہنچو گے۔ وہی دن تمہاری کامیابی کا دن ہوگا"

جناب میاں صاحب کے اس ارشاد کے پیش نظر ہم مولوی اللہ دتہ صاحب جالندھری کو توجہ دلاتے ہیں کہ وہ جناب میاں صاحب کے اس ارشاد کو غور سے پڑھیں اور محتاط رہیں۔

غیر احمدی اور تبلیغ اسلام

جناب میاں محمود احمد صاحب الفضل مورخہ ۱۴ار اکتوبر میں فرماتے ہیں:-

"ہر احمدی کا فرض ہے۔ کہ وہ تبلیغ میں لگ جائے۔ اور غیر احمدیوں کو بھی تلقین کرے۔ کہ وہ دوسرے مذاہب والوں کو تبلیغ کیا کریں کیونکہ گو احمدیت اور عام مسلمانوں کے عقائد میں بہت بڑا فرق ہے مگر پھر بھی بہت سے مشترکہ مسائل ایسے ہیں۔ جن میں ہمارا اور ان کا یکساں عقیدہ ہے۔ پس اگر غیر احمدی بھی تبلیغ کرنے لگ جائیں، اور وہ غیر مذاہب والوں کو داخل اسلام کریں۔ تو گو وہ حقیقی اسلام سے پھر بھی دور ہوں گے، ہمارے نقطۂ نگاہ سے وہ پہلے کی نسبت اسلام سے بہت زیادہ قریب ہو جائیں گے"

کیا ہم میاں صاحب سے پوچھ سکتے ہیں کہ غیر احمدی تو ایک نبی کا انکار کر کے پکے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں تو وہ پھر غیر مذاہب والوں کو داخل اسلام کیسے کریں گے؟

آخر میاں صاحب کے یہ تضاد اور مغالطے کبھی ختم بھی ہوں گے!

اغیار تیز گام

مسیحی رسالہ المائدہ لاہور ماہ اکتوبر ۱۹۴۳ء کی اشاعت میں رقمطراز ہے:-

"۱۹۴۲ء میں لندن مشنری سوسائٹی کو ۶۴۰۰۰ پونڈ زیادہ آمدنی ہوئی میتھوڈسٹ مشن کو ۱۵۹۰۰ پونڈ اور اس مشن کی زنانہ شاخ کو ایک لاکھ پونڈ کی زیادہ آمدنی ہوئی بیپٹسٹ مشن نے گذشتہ برس سے دس ہزار پونڈ زیادہ جمع کیا۔ بائبل سوسائٹی نے ۹ ہزار پونڈ اور چرچ مشن نے ۳۳۰۰ پونڈ۔"

یہ ان مغربی ممالک کے عیسائی مشنوں کی کارگذاری ہے جن کے متعلق ہمارا خیال ہے کہ وہ مادہ پرست ہیں اور انہیں مذہب سے کوئی سروکار نہیں لیکن ان کے بالمقابل ان اسلامی جماعتوں کا کیا حال ہے جو اسلام کی حمایت اور ترجمانی میں بڑے بلند بانگ دعاوی کرتی ہیں اور ان کے عمل کے خانہ میں صفر ہے۔ اغیار کی اس تیزگامی میں ان کے لئے کافی سامان بصیرت موجود ہے۔ اگر یہ جماعتیں خود کچھ نہیں کر سکتیں تو انہیں چاہیئے کہ اخلاقی جرأت سے کام لیتے ہوئے جماعت احمدیہ لاہور کا ہی ساتھ دیں جو اشاعت اسلام کے نصب العین کو نہایت خلوص اور قربانی کے ساتھ بروئے کار لا رہی ہے اور خدا کے فضل سے آج غیروں کی اس ترقی کے سامنے وہ سرنگوں نہیں۔

"آزاد نوجوان" کا سلطان القلم نمبر

ہماری جماعت کے ایک پرجوش دوست جناب محمد کریم اللہ صاحب نے ایک اخبار "آزاد نوجوان" مدراس سے جاری کر رکھا ہے۔ جس کا وہ جلسہ سالانہ سے قبل ایک "سلطان القلم نمبر" شائع کرنا چاہتے ہیں، جنوبی ہندوستان میں اس نمبر کی اشاعت یقیناً تبلیغ احمدیت کا ایک بہت موثر ذریعہ ثابت ہوگی۔ بعض بزرگوں اور دوستوں کی خدمت میں وہ درخواست کرتے ہیں کہ احمدیت اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق مضامین بھیجیں اور اگر ہو سکے تو فوٹو بلاک بھی بھجوائیں وہ بزرگ اور دوست جن کی خدمت میں یہ درخواست کی گئی ہے ان کے نام مندرجہ ذیل ہیں:-

حضرت مولٰنا صدر الدین صاحب جناب مولٰنا عبدالحق صاحب ودیارتھی جناب مولوی مصطفےٰ خانصاحب جناب اختر حسین صاحب گیلانی جناب مولٰنا مرتضیٰ خانصاحب جناب مولوی عمر الدین صاحب شملوی جناب مولوی یعقوب خانصاحب جناب شیخ عبدالرحمن صاحب مصری جناب مجتبیٰ ذکی الدین احمد صاحب جناب ڈاکٹر الٰہ بخش صاحب جناب ناظم شیخ محمد عبداللہ صاحب حافظ محمد حسن صاحب گجراتی

جناب تصدق حسین صاحب قادری بغداد … مضامین ارسال فرمائیں

منیجر: محمد کریم اللہ صاحب ایڈیٹر اخبار آزاد نوجوان۔ مدراس

مکتوبات بغداد

تحریک "نیا نظام عالم" کیلئے چندہ اور اخبار پیغام صلح کے متعلق رائے

نوٹ بغداد کے مکتوبات جو جماعت بغداد کے ایثار، خلوص اور قربانی کے آئینہ دار ہیں اسلئے اخبار میں درج کئے جاتے ہیں تاکہ جماعت کے مختلف حلقے جو پہلے بھی کافی سرگرم ہیں ان میں اور جوش پیدا ہو اور انہیں معلوم ہو کہ ہاری ایک دور افتادہ جماعت کیا کر رہی اور ہمیں کیا کرنا چاہیئے (مدیر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

بخدمت شریف قبلہ مولینا عزیز بخش صاحب سلمہ الرحمٰن۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اس سے قبل ایک خط معہ ایک ہزار روپیہ کے ڈرافٹ کے ۱۱ر ستمبر کے روز بذریعہ رجسٹری ارسال کیا گیا تھا امید ہے ملا ہوگا اس خط کے ہمراہ بھی مبلغ ایک سو روپیہ کا چک بھیج رہا ہوں یہ رقم اخویم ابراہیم آدم صاحب سچوانی نے اخبار پیغام صلح نمبر ۳۰ میں شائع شدہ مکتوب حضرت سیدنا امیر ایدہ اللہ تعالےٰ سے متاثر ہو کر "نیا نظام عالم" کے انگریزی ترجمہ میں مزید دی ہے۔ برادر موصوف اس سے پہلے بھی ایک سو روپیہ اس سلسلہ میں دے چکے ہیں جزاہم اللہ۔ اور رقم بھی اس مد میں وصول ہوئی ہے، جو انشاء اللہ اس ماہ کے اخیر تک دیگر چندوں کے ساتھ بھجواؤں گا۔ اللہ تعالیٰ سے قوی امید ہے کہ حضرت سیدنا امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کا مطالبہ ان اللہ اشتریٰ من المؤمنین انفسھم واموالھم کے مصداق احباب نے اب تک پورا کر دیا ہوگا۔

کراچی سے اخویم فیض محمد صاحب نے جو ۱۸ اگست میں بذریعہ ہوائی جہاز چند روز کے لئے کراچی تشریف لے گئے ہیں مجھے اطلاع دی ہے کہ اخویم عبدالحمید صاحب ڈڈ فنشین کا مورخہ ۱۴ر اگست کے روز مسافر خانہ میں اچانک انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم بغداد آنے کے لئے جہاز کا انتظار کر رہے تھے۔ دو معزز بچے بھی ان کے ہمراہ تھے نہ معلوم ان بچوں کا کیا حشر ہوا۔ مرحوم نے لاہور میں مرکز سے سفر خرچ کے لئے مبلغ دو سو پینتیس روپے 235 Rs قرض لیا ہوا ہے جو وہ بغداد آ کر ادا کرنے والے تھے۔ لیکن قضا نے مہلت نہ دی۔ پچھلے جمعہ یہ مسئلہ احباب کے سامنے پیش کیا جس پر متفقہ فیصلہ ہوا کہ مرحوم کے اس قرضہ کی رقم کو احباب جماعت بغداد ادا کریں گے چندوں کے ذریعہ پوری کی جا رہی ہے۔ انشاء اللہ پوری رقم جمع ہو جانے پر مرکز کو بھجوا دی جاوے گی۔ بغداد میں عیدالفطر ۳۰ ستمبر کو نہایت سادگی سے منائی گئی۔ عید کی نماز احباب جماعت نے ڈاکٹر کے گھر پر پڑی۔ خطبہ کے بعد احباب جماعت خواتین اور بچوں نے عید و مسجد فنڈ اور فطرانہ وصول کیا اخویم عبدالصمد صاحب برق عرصہ سے بیکار ہیں۔ بزرگان سلسلہ سے عموماً اور سیدنا امیر قوم سے خصوصاً دعا کے لئے درخواست ہے۔

دفتر پیغام صلح سے کل ایک کارڈ مرقومہ ۲۳ر اگست ملا جس میں انھوں نے سید قاسم علی محمد علی بھاؤنگر گجرات کاٹھیاواڑ کے اخبار کے چندہ کے بارہ میں تحریر فرمایا ہے۔ انشاء اللہ یہ رقم دوسرے چندوں کے ہمراہ یہاں سے بھیجدی جاوے گی۔ اخبار جاری رکھیں۔ نیز مندرجہ ذیل پتہ پر اخبار پیغام صلح ایک سال کے لئے جاری فرماویں ــــ

. . . .

. . . .

محترمی مولٰنا اخبار پیغام صلح تبلیغ سلسلہ کے لئے ایک مبلغ کا کام دیتا ہے میرا تجربہ ہے کہ اس کے ذریعہ اکثر سعید روحیں کھنچ آتی ہیں۔ انجمن کی اکثر تحریکات کا علم اسی کے ذریعہ لوگوں تک پہنچا اور مالی فائدہ بھی ہوا۔ اس لئے میں اخبار کے چندہ کا چنداں خیال نہیں کرتا۔ مجھے علم ہے کہ عراق میں کئی ایک دوستوں کے نام اخبار آ رہا ہے جن سے چندہ نہیں ملتا لیکن ساتھ ہی یہ بھی اس سے فائدہ ہوا جو لیا ہی جس کا اظہار میں اوپر کر چکا ہوں۔ مثال کے طور پر اخویم عبداللطیف اسماعیل صاحب کا تازہ واقعہ موجود ہے جنہوں نے پیغام صلح کے تحت کو پڑھ کر ترجمہ "نیا نظام عالم" میں مبلغ یک ہزار روپیہ دیا۔ دفتر اخبار لائٹ کو مطلع فرماویں کہ لغمہ آفندی بصرہ سے مبلغ ایک پونڈ پانچ شلنگ لائٹ کے چندہ میں وصول ہوا ہے۔ اخبار جاری رکھیں۔ ازراہ کرم انگریزی، اردو، مرہٹی اور گجراتی زبانوں میں لٹریچر ارسال فرماویں۔ باقی ہر طرح خیریت ہے۔ جملہ اخوان سلسلہ کی جانب سے حضرت سیدنا امیر ایدہ اللہ تعالےٰ اور دیگر دوستوں کو اسلام علیکم۔

دستخط خاکسار سید تصدق حسین

۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علےٰ رسولہ الکریم

بخدمت شریف جناب قبلہ مولانا عزیز بخش صاحب سلمہ الرحمٰن

اسلام وعلیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اس سے قبل آپ کی خدمت میں ۳ر ستمبر ۱۹۴۳ء کو ایک خط معہ پچاس روپیہ چیک اور دوسرا مورخہ ۱۱ر ستمبر معہ ڈرافٹ مبلغ ایک ہزار روپیہ اور تیسرا خط مورخہ ۱۴ر اکتوبر مبلغ یکصد روپیہ چیک ارسال کیا تھا۔ امید ہے یہ ہر سہ خطوط وصول پا لئے ہونگے آج اس خط کے ہمراہ مبلغ آٹھ سو تہتر 873 روپے کا ڈرافٹ ارسال ہے وصولی سے اطلاع بخشیں۔

آپ یہ سن کر خوش ہوں گے کہ اخویم سید عابد علی صاحب کا لڑکا سید زاہد علی اس سال طبیہ کالج میں داخل ہوا اس خوشی میں اس کی طرف سے اخویم سید عابد علی صاحب نے ترجمہ "نیا نظام عالم" میں مبلغ ۶۶/۱۱/۔ ھدیہ دیا جزاہم اللہ خیرا۔ نیز ان کے دوسرے لڑکے سید محمد علی کی طرف سے ماہانہ ۵/۔ تین روپے پانچ آنے تعلیمی وظائف میں دینا مقرر کئے۔ اللہ تعالےٰ برادر موصوف کی آمدنی میں مزید برکت عطا فرمائے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق دے۔ اخبار پیغام صلح کے حساب میں فرزند سید قاسم علی محمد علی بھاؤنگر خریدار نمبر ۱۶۵ کی جانب سے مبلغ چوبیس روپے ارسال ہیں۔ ڈرافٹ کی دوسری رقم کی تفصیل بھی منسلک ہے۔ امید ہے "نیا نظام عالم" کا ترجمہ میرے محبوب امیر کر چکے ہوں گے اور دوستوں نے اب تک حضور کا مطالبہ دربارہ اخراجات پورا کر دیا ہوگا۔ یہاں سے بھی آج کے ارسال کردہ ڈرافٹ میں مبلغ ۵۰۶/۔ روپے ارسال ہیں۔ بغداد سے اس سلسلہ میں اب تک مبلغ دو ہزار تین سو تینتیس روپے گیارہ آنے پہنچ چکے ہیں۔ اب ایک دوست ایم۔ آر مرزا صاحب پر صرف ۲۶/۱۱/۔ روپے باقی ہیں جو ملنے پر انشاء اللہ ارسال کر دیئے جاویں گے۔

ازراہ کرم برائے مفت تقسیم اردو انگلش، مرہٹی لٹریچر ارسال فرماویں۔ چند ضخیم کتابیں بھی بھجوائیں، امید ہے میرے پیارے آقا محبوب امیر بخیریت تمام ہونگے ہم تمام وابستگان سلسلہ کی جانب سے حضرت امیر کی خدمت میں سلام علیکم اور درخواست دعا۔ جملہ بزرگوں اور دوستوں کی خدمت میں سلام علیکم۔

دستخط۔ تصدق حسین

تبلیغی دورے

انجمن کے چند مقتدر مبلغین صوبجات متحدہ اور صوبجات متوسط و بنگال و بہار کا دورہ کریں گے۔ دو مختلف وفود نومبر کے پہلے ہفتہ میں لاہور سے روانہ ہوں گے اور ایک ماہ مسلسل دورہ کریں گے۔ جن جن مقامات پر یہ احباب پہنچیں وہاں کے احباب جماعت اور معاونین حضرات سے التماس ہے کہ اس دورہ کو اپنے لئے اور انجمن کے لئے بہترین نتائج پیدا کرنے کا ذریعہ بنائیں

پہلا وفد مشتمل بر حضرت مولینا صدرالدین صاحب و ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب مندرجہ ذیل مقامات کا دورہ کرے گا:۔

لدھیانہ۔ انبالہ۔ سہارنپور۔ میرٹھ دہلی، غازی آباد، علیگڑھ۔ کانپور۔ الٰہ آباد۔ رامپور۔ لکھنو، بنارس۔ پٹنہ۔ کلکتہ۔

دوسرا وفد مشتمل بر جناب مولینا عبدالحق صاحب و سید اختر حسین شاہ صاحب مندرجہ ذیل مقامات کا دورہ کرے گا:۔

متھرا، آگرہ۔ گوالیار۔ بھوپال سنماد۔ احمد آباد۔ کاٹھیاواڑ۔ جبلی دھارواڑ۔ ناگپور۔ جبلپور۔ اوجین ساگر، صوبہ برار۔ (سیکرٹری تبلیغ)

تحریک "نیا نظام عالم" رفتار وصولی

	میزان سابقہ	آمد ۲۳/۱۰ - ۴۳ تک	کل میزان
روپے	۷۷۰۱	۹۴۹	۸۶۵۰
آنے	۱۴	۱۵	۱۴
پائی	۹	۹	۶

دس ہزار روپیہ پیدا ہو سکتے تھے اب تھوڑی سی کسر باقی ہے وعدہ کنندگان توجہ فرما دیں۔

اسسٹنٹ سیکرٹری تحصیل و تبلیغ

احمدی جماعت کی خصوصیت

چند غلط فہمیوں کا ازالہ

از جناب مولانا مصطفیٰ خان صاحب

نام

ہمارے بعض احباب جو اپنی جماعت میں شامل نہیں۔ مگر ہم سے حسن ظن رکھتے ہیں، بعض وقت ہماری باتوں کے جواب میں کھسیانے ہو کر یہ کہنے لگتے ہیں کہ اور تو سب درست ... مگر حضرت مرزا صاحب نے یہ بڑی غلطی کی کہ جماعت کا نام علیحدہ رکھدیا، یہ تفریق بین المسلمین ہے، ایسے حضرات سوچ بچار سے کام نہیں لیتے، جب چند لوگ چند خصوصیات کیساتھ خیالات یا اعمال میں مشترک ہو جاتے ہیں تو ان کے لئے تمیز کے واسطے علیحدہ نام ضروری ہو جاتا ہے، اگر وہ خود اپنا کوئی نام تجویز نہیں کرتے تو دوسرے بڑے بڑے نام رکھدیتے ہیں۔ سرسید نے اپنے ہمخیالوں کا کیوں نام نہ رکھا، ان کی تحریرات میں قوانین قدرت یا نیچر پر بڑا زور تھا۔ لوگوں نے اسی مناسبت سے ان کا اور ان کی ہاں میں ہاں ملانے والوں کا نام نیچری رکھدیا، اس ایک لفظ میں سید کے خیالات و اعتقادات کا خاکہ کھنچ جاتا ہے، یہی دوسرے ناموں کی کیفیت ہے حنفی، حنبلی، شافعی، مالکی، جو نام مشہور ہیں وہ سب اسی حقیقت کو آشکارا کرتے ہیں کہ چند خیالات خصوصی کے اظہار کے لئے ایک نام تجویز کر دیا جاتا ہے۔ اس میں اختصار بھی ہوتا ہے اور ان مقاصد یا خیالات کی نشر و اشاعت کا بھی ایک ذریعہ بن جاتا ہے، یہ نہ تو بدعت ہے نہ تفریق بین المسلمین، آخر مہاجرین اور انصار کے نام خود قرآن مجید اور حدیث میں موجود ہیں، اور تمیز کے لئے نام تجویز کرنا خود قرآن مجید کی نص صریح سے ثابت ہے جعلناکم شعوباً وقبائل لتعارفوا۔ نام سے یہ فائدہ بھی ہوتا ہے کہ نہ صرف دوسروں میں ان مقاصد و خیالات کی اشاعت ہوتی ہے بلکہ خود اپنوں میں بھی ان مقاصد کے لئے ہمت و استقلال پیدا ہوتا ہے اور ہر وقت ایک لائحہ عمل سامنے رہتا ہے،

بائیکاٹ

نام کی گتھی جب سلجھتی ہے تو دوسرا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ جماعت احمدیہ نے مسلمانوں کا بائیکاٹ کر رکھا ہے ... ... یہ بات بھی قلت تدبر سے پیدا ہوئی ہے اور بائیکاٹ کا لفظ تو سخت خلاف واقعہ ہے، حضرت اقدس یا آپ کی جماعت نے کبھی مسلمانوں سے "بائیکاٹ" نہیں کیا ہاں یہ درست ہے کہ دوسرے مسلمانوں نے حضرت اور آپ کی جماعت سے پورا مقاطعہ کیا اور اب تک بھی ایسے مقدمات ہوتے رہتے ہیں جن میں احمدی کو اپنے قبرستان میں دفن نہیں ہونے دیتے، مساجد میں نماز پڑھنے کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ مگر احمدی جماعت نے ہمیشہ مسلمانوں سے اشتراک عمل کیا۔ حضرت مولوی نور الدین صاحب کے زمانہ میں مسلم یونیورسٹی کی تحریک اٹھی تو جماعت نے ایک ہزار روپیہ اس فنڈ میں دیا۔ ابھی تھوڑا عرصہ گذرا ہے کہ جماعت لاہور نے مسٹر جناح کی تحریک پر پانچسو روپیہ لیگ کے لئے قائد اعظم کی خدمت میں بھیجا ہے۔ مگر ان مسلمانوں کو یہ توفیق کبھی نہیں ملی کہ وہ جماعت احمدیہ کے متعلق کلمہ حق کہیں اور ان پر کفر کے فتووں کے خلاف صدائے احتجاج بلند کریں، بلکہ افسوس یہ ہے کہ چند سال کا عرصہ ہوا کہ علیگڈھ یونیورسٹی میں احمدیوں کے خلاف بڑا جوش تھا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دور کیوں جائیں اس لاہور میں ہماری آنکھوں کے سامنے ایک نہایت دلخراش واقعہ ہوا جس پر صرف اسلام کو نہیں بلکہ انسانیت کو آنسو بہانے چاہئیں، حضرت ڈاکٹر میرزا یعقوب بیگ صاحب نہایت ہی ہر دلعزیز اور مرنجاں مرنج بزرگ تھے، ان کا سلوک مسلمانوں سے کیا غیر اقوام سے بھی برادرانہ ہوا کرتا تھا۔ وہ ساری عمر انجمن حمایت اسلام کی خدمت کرتے رہے، اسلامیہ کالج کے ہوسٹل کے سپرنٹنڈنٹ بھی رہے، لیکن ان سے جو سلوک انجمن حمایت اسلام نے کیا وہ عبرت آموز ہے، اسلئے ذرا تفصیل سے لکھتا ہوں۔

ڈاکٹر سر محمد اقبال جب انجمن کے صدر ہوئے، تو خدا جانے ان کے دل میں کیا سمائی کہ وہ احمدیت کے سخت مخالف ہو گئے۔ حالانکہ تمام عمر سلسلہ کے مداح رہے ممکن ہے آخر عمر میں دائم المرض ہونے کی وجہ سے یا پرائیویٹ تلخ کامیوں کے باعث ان کا مزاج برہم ہو گیا ہو، مگر خیر، آخر انجمن کے دوسرے ممبر تو معاملہ فہم اور صاحب ہوش و خرد تھے۔ مگر ان حضرات نے اپنی سمجھ کو تو بالائے طاق رکھا اور ڈاکٹر صاحب کے ایک دھکے ہی سے رقص میں آ گئے، اور احمدیوں کے خلاف فتویٰ کفر لگا دیا گیا اور ان کے ساتھ بائیکاٹ کی یہ صورت پیش کی گئی، کہ احمدی انجمن کے ملازم نہ ہو سکیں نہ وظائف حاصل کر سکیں، وغیرہ وغیرہ۔ میرزا صاحب موصوف انجمن کے جنرل کونسل کے ممبر تھے وہ اس ریزولیوشن کے خلاف تقریر کرنے کے لئے مجلس میں پہنچے اور راقعوں نے بتایا کہ انجمن کو کفر بازی سے بالاتر ہونا چاہئے۔ اس پر ایک ممبر صاحب جو بہت سی ڈگریوں کے مالک اور عمر میں شاید حضرت میرزا صاحب سے بہت چھوٹے تھے سخت برہم ہو کر گستاخانہ لہجے میں تکفیر احمدیت پر اصرار کرنے لگے۔ حضرت میرزا صاحب کو اس سے اس قدر صدمہ ہوا کہ آپ کا رنگ سرخ ہو گیا۔ وہاں سے اٹھے اور گھر پہنچے، سیڑھیاں چڑھ رہے تھے کہ اس صدمہ سے فالج کا حملہ ہوا اور دس بارہ روز بیمار رہ کر جان بحق تسلیم ہو گئے۔ گویا انجمن حمایت اسلام نے اپنے ایک رفیق اور معزز کارکن کی خدمات کا یہ صلہ دیا کہ اس کی جان ہی لے لیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کی وفات پر آپ کے ہند و احباب نے علیحدہ جلسہ تعزیت کیا، اور زبان حال سے انجمن حمایت اسلام کو یہ شعر سنایا۔

> اگر اسلام ہمیں است کہ واعظ دارد
> کاش در پس امروز بود فردائے

لیکن باوجود اس کے نماز علیحدہ کرنے کا الزام احمدیوں پر لگایا جاتا ہے۔ خود حضرت اقدس کے زمانہ میں بہت سے فساد دوسرے لوگ مسجدوں میں کرتے رہے۔ اور اسی لئے حضرت اقدس نے خدا کے حکم کے ماتحت علیحدگی نماز کا حکم دیا۔

عظیم الشان سبق

مگر غور سے دیکھا جائے تو اس میں اسلام اور مسلمانوں کے لئے ایک عظیم الشان سبق ہے۔ ہمارے مسلمان بھائی تو علمائے کرام کا تختہ مشق بنے ہوئے ہیں۔ اور علمائے کرام تکفیر بین المسلمین میں بڑے مشاق ہیں ہماری جماعت کا اصول یہ ہے کہ تمام کلمہ گو دائرہ اسلام میں داخل ہیں، تو اس اصول کی ظاہری علامت ہم نے یہ اختیار کی ہے کہ ہم بطور براءت یا احتجاج مکفرین اہل اسلام کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے، اور یہ قرآن و حدیث کے عین مطابق ہے۔ قرآن مجید میں حکم ہے کہ دو مسلمان فریقوں میں جنگ ہو تو صلح کرا دو اگر نہ مانیں تو اہل حق سے مل کر دوسرے سے جنگ کرو، اس زمانہ میں ہم یہی کر سکتے ہیں مکفرین اہل اسلام کے پیچھے نماز ترک کر کے ان کے اس قبیح فعل سے بیزاری کا اظہار کریں، یہ گویا تکفیر بین المسلمین کی مرض کا علاج ہے، نہ کہ تفریق بین المسلمین ــــ میں سمجھتا ہوں، کہ ہماری جماعت کا یہ امتیاز خصوصی گویا اخوت اسلامی کے لئے عملی اعلان ہے اور مکفرین کے خلاف احتجاج۔ اگر ہم اس خصوصیت کو چھوڑ دیں تو گویا ہم ان مقاصد میں سے ایک مقصد کو چھوڑتے ہیں جن کے لئے جماعت کا وجود عمل میں آیا، اس کے علاوہ جو عملی مشکلات ہیں وہ بھی ظاہر ہیں۔ گذشتہ پچاس سال تجربہ کو نظر انداز کرنا تو سخت غلطی ہوگی۔ ایسے حضرات جو علیحدگی نماز پر اعتراض کرتے ہیں، سب سے پہلے مسلمانوں کو تکفیر المسلمین کے گھنونے عمل سے باز رہنے کے لئے تلقین کریں اور اس پر خوب زور دیں، اگر لوگوں میں اب اہلیت پیدا ہو گئی ہے تو مسلمان ان کا ضرور ساتھ دیں گے اور اس خلاف شریعت فعل سے باز آ جائیں گے۔ جب یہ ہو گیا تو نماز کا مسئلہ خود بخود ہی طے ہو جائے گا۔ مگر مجھے ڈر ہے کہ علمائے کرام کا حلوا مانڈہ اس میں حائل ہوگا، جیسا کہ ہمیشہ حائل ہوتا رہا ہے اچھے بھولے بھالے مسلمان اصل مرض کو تو دیکھتے ہی نہیں، محض ہم پر الزام لگائے جاتے ہیں۔

ایک بچے کا ایثار

کھاریاں میں ہمارے ایک صغیر السن بچہ عزیز خلیل احمد حال ہی میں قادیانیت سے الگ ہو کر حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے دست مبارک پر بیعت ہوئے ہیں ابھی بیعت میں داخل ہوئے ایک دو دن ہی ہوئے تھے کہ "نظام عالم" کے چندہ کیلئے تحریک کی گئی اس سعید بچے نے مبلغ ... روپیہ حاضر کر دیا اور کہا کہ میرے بھی والد چوہدری فضل الٰہی صاحب سپرنٹنڈنٹ چونگی کھاریاں ... جو مجھے کبھی کبھی کچھ پیسے میرے خرچ کرنے کیلئے دیتے رہے ان میں سے میں نے یہ رقم جمع کی ہوئی تھی اب میں یہ خدا کے رستہ میں دیتا ہوں۔ عزیز موصوف مجھ سے ملنے بھی آتے چہرہ پر سعادت کے آثار نمایاں ہیں۔ خدا عمر دراز عطا فرمائے اور خدمت دین ...

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے نام کیمبرج میں متمکن جناب امجد خان صاحب کا مکتوب

قرآن مجید کے انگریزی ترجمہ اور دیگر لٹریچر کے ذریعہ سے مغرب میں تبلیغ اسلام

قبلہ حضرت امیر مدظلکم۔
السلام علیکم

۸ ستمبر کے اخبار پیغام صلح میں اس جنگ کے بعد تبلیغ اسلام کے کام کو وسیع پیمانہ پر شروع کرنے کے لئے غیر ممالک میں جو مزید مشن کھولنے کی تحریک نے میری اس یاد کو تازہ کر دیا جو دوران ٹریننگ انگلینڈ میں تبلیغ اسلام کے بارے میں مجھے ذاتی تجربہ ہوا تھا۔ میں نے غالباً انگلینڈ سے واپس آ کر بھی آپ سے عرض کیا تھا کہ قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ جو آپ نے کیا ہے ایک بے نظیر چیز ہے اور خصوصیت سے وہ معصوم انگریز عورتیں یا مرد جو اسلام کی تعلیم سے بالکل بے خبر ہیں یا مخالفین کے غلط پراپیگنڈہ کی وجہ سے غلط فہمیوں میں مبتلا ہیں جب قرآن مجید کے اس ترجمہ کو ایک دفعہ پڑھتے ہیں ان کا ضمیر تو ضرور اسلام کی صداقت پر گواہی دینے لگ جاتا ہے۔

میں نے بعض جن لوگوں کو تحفہ دیئے جیسا کہ قرآن مجید کی کاپیاں ودیگر لٹریچر سے اس کے مطالعہ میں وہ گہری دلچسپی لی کہ شاید کسی کھوئی ہوئی نعمت کو انہوں نے پا لیا۔ میں نے قرآن مجید کی کاپی اور دیگر کتب یعنی The Religion of Islam وغیرہ اس قصبے کی لائبریری میں رکھ دی اور وہاں کے لوکل اخبارات میں اشتہار دے کر ایک نیا تجربہ حاصل کیا تھا کہ جن لوگوں کو اسلام کے متعلق صحیح حالات معلوم کرنے ہوں وہ لائبریری سے فلاں فلاں کتاب کا مطالعہ کریں۔ اس کا نتیجہ میرے انگریز دوستوں نے وہاں پر مشاہدہ کیا تھا کہ لائبریرین کو بیشمار لوگوں کے لئے آرڈر بک کرنے پڑے۔

میں جس مالکہ مکان کے پاس رہتا تھا اس نے تلاوت قرآن میں بے حد دلچسپی لی۔ میرا خیال تھا کہ اسی کے ذریعہ مزید لٹریچر ارسال کر کے پھر سلسلہ تبلیغ شروع کیا جائے۔ مگر میرے یہاں پہنچنے پر لڑائی شروع ہو گئی وہ بے چاری ۔ ۔ ۔ ۔ ملازم ہو گئی، اس کے بعد مجھے کوئی خط بھی اس کا نہیں ملا۔

آپ کی اس تحریک کے بارے میں کہ کچھ لوگ تجارت کی غرض سے غیر ممالک کو نکلیں تو تھوڑے سے خرچ پر ان اصحاب کے ذریعہ سے مشن کھولے جا سکتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ تاجر لوگوں کو عموماً غیر ممالک میں جا کر دنیاوی دھندے اس قدر گھیر لیتے ہیں کہ اکثر اصحاب کو تبلیغ اسلام کے لئے کم وقت ملتا ہے۔ لہذا ہماری جماعت کے جو لوگ بھی کسی غیر ملک کو جائیں تو اپنے دوسرے کاموں کے ساتھ اگر وہ صرف مرکز سے ضروری لٹریچر اور قرآن مجید کی کاپیاں منگوا کر ہی مختلف لائبریریوں میں رکھ دیں اور گاہے گاہے کسی نہ کسی رنگ میں وہاں کے لوگوں کو بذریعہ اشتہار یہ اطلاع دیتے رہیں کہ اسلام کی صحیح تصویر فلاں کتب کے ذریعہ فلاں لائبریری سے دیکھی جا سکتی ہے تو انشاء اللہ کئی سعید روحیں جو حق کی تلاش میں ہیں صحیح راستہ اسلام پر آ جائیں گی۔ اور اس طرح پر صرف چند ہی نہیں بلکہ کئی مشن خود بخود انشاء اللہ قائم ہو جائیں گے۔

جو لوگ ملک سے باہر جانے کی توفیق نہیں رکھتے وہ مرکز میں اس غرض سے ایک فنڈ کھول کر اس میں حسب توفیق رقوم جمع کر سکتے ہیں تا کہ ضرورت کے وقت مختلف ممالک میں قرآن مجید اور دیگر اسلامی لٹریچر پہنچایا جا سکے۔

رمضان المبارک قرآن مجید کی سالگرہ کا مہینہ ہے۔ لوگ سالگرہ کے موقعہ پر ہر قسم کی خوشیاں مناتے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید کی سالگرہ کے لئے بہترین خوشی اسی طرح منائی جا سکتی ہے کہ اس کی اشاعت اور تبلیغ کے لئے غیر مسلموں تک پہنچانے کے لئے کسی نہ کسی رنگ میں کوشش کی جائے۔

گیارہ مہینہ ہر مسلمان کو اسی کوشش میں لگا رہنا چاہیئے اور بارھواں مہینہ رمضان المبارک صرف ان کمزوریوں کو دور کرنے آتا ہے جو بعض احباب کی غفلت کے سبب پیدا ہو جاتی ہیں۔ میرے خیال میں اگر آپ نوجوانوں اور عام تاجروں کو جو جماعت میں ہیں توجہ دلائیں تو انشاء اللہ بہت ہی مفید نتائج پیدا ہو سکتے ہیں۔ خاکسار نے ماہ رمضان المبارک میں اشاعت قرآن کے لئے مبلغ یکصد روپیہ (۱۰۰/-/-) علیحدہ نکال کر رکھا ہے جو Reserve پڑا ہے۔ میں نے مرزا مسعود بیگ صاحب کو لکھا تھا کہ اگلے ہفتہ دو چار روز کے لئے میں نے ۔ ۔ ۔ اپنے وطن جانا ہے وہاں سے واپسی پر قرآن ۔ ۔ ۔ کے دفتر جمع کر کے لئے دیدونگا ۔ ۔ بذریعہ ڈاک ارسال کر دوں گا۔ میری خواہش ہے کہ قرآن مجید کی کاپیاں صرف ترجمہ انگریزی (بلا متن) انگلینڈ کی مختلف لائبریریوں میں رکھ دی جائیں اور خصوصاً ایسی لائبریریوں میں رکھی جاویں جو بڑے بڑے شہروں سے دور قصبوں میں ہیں۔ انجمن کے پاس سستے ہوں گے ورنہ میں اسبارے میں کچھ مدد بھی دے سکتا ہوں۔ قرآن مجید کو دوسرے غیر مسلموں تک پہنچانا ہمارا ایک اہم کام ہے اور میرا صرف یقین نہیں بلکہ ایمان ہے کہ یہ اکمل اور بے نظیر کتاب خود ہی دلوں کو فتح کر لیتی ہے۔

والسلام
خاکسار۔ امجد خاں ۔ کراچی

لائل پور میں مبارک تقریبات

تحریک "نیا نظام عالم" کیلئے چندہ

لائلپور ۲۷ر رمضان المبارک جامع احمدیہ میں حسب دستور ختم قرآن کریم کی مبارک تقریب تھی۔ امسال بھی حضرت الحاج شیخ میاں محمدؐ صاحب مالک پریمیر فلور ملز کی طرف سے تراویح میں قرآن پاک سنانے کے لئے ایک حافظ صاحب کی خدمات حاصل کی گئی تھیں ستائیسویں کو قرآن کریم ختم ہوا۔ نعت خوانی ہوئی۔ اور پھر مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع مسلم مشنری تقریر کے لئے کھڑے ہوئے مرزا صاحب نے توریت۔ زبور۔ انجیل وید اور گرنتھ کے مقابلہ میں قرآن کریم کے ناقابل تردید کمالات ایسے دلچسپ طریق پر بیان کئے کہ حاضرین و حاضرات کو ایک خاص خوشی ہوئی۔ ازاں بعد حضرت الحاج شیخ میاں محمدؐ صاحب کی طرف سے شیرینی تقسیم کی گئی اور دعا کے خیر پر یہ مبارک تقریب ختم ہوئی۔

۹ر اکتوبر صبح دس بجے نماز عید الفطر ادا کی گئی۔ نماز کے بعد مرزا صاحب نے "فلسفہ عید الفطر" پر ایک فاضلانہ خطبہ پڑھا حاضرین جلسہ اس خطبہ سے بہت متاثر ہوئے

۱۰ر اکتوبر ۴ بجے بعد نماز عصر پریمیر فلور ملز میں تقسیم انعامات کی مبارک رسم تھی۔ کارکنان نے ایک مسقف پنڈال بنایا میزوں، کرسیوں کا انتظام وسیع پیمانہ پر کیا۔ مالکان اور مرزا مظفر بیگ صاحب جب پنڈال میں داخل ہوئے تو کارکنان کی طرف سے پھولوں کے ہار پہنائے گئے۔ الحاج شیخ میاں محمدؐ۔ ان کے صاحبزادگان اور مرزا مظفر بیگ زندہ باد کے پیہم نعرے لگائے گئے۔ تمام مہمانوں کی تواضع جن میں ادنےٰ سے ادنےٰ مزدور سے لیکر اعلیٰ سے اعلیٰ عہدیدار شریک تھے، لیمونیڈ مٹھائی اور پھلوں سے کی گئی۔ مزدور اور سرمایہ دار ایک ساتھ میز کرسیوں پر بیٹھے اسلامی مساوات کا اعلیٰ نمونہ پیش کر رہے تھے جلسہ کی کاروائی شروع ہونے سے پہلے کرسی صدارت جناب شیخ میاں اللہ بخش صاحب فرزند اکبر حضرت الحاج شیخ میاں محمد صاحب کو پیش کی گئی تلاوت قرآن کریم ہوئی نعت خوانی کی گئی۔ چودھری نیاز محمد صاحب مینجر دفتر نے کارکنان مل کی طرف سے مالکان کی خدمت میں ایک عقیدت بھرا ایڈریس پیش کیا جس میں نیک دل مالکان کے حسن سلوک۔ مروت اور اخلاق کو سراہا گیا تھا ۔ ۔ ۔ بابو محمد حسین صاحب نے خدا کے حضور جناب صدر کو اولاد نرینہ عطا ہونے کی دعا کی اور تمام حاضرین نے آمین کہی۔ خواجہ سیٹھی صاحب نے اپنے مالکان کی تعریف میں ایک پُرجوش تقریر کی۔ ازاں بعد مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع سٹیج پر آئے۔ معاشیات اور سرمایہ داری کے جن اہم مسائل کو موجودہ زمانہ کی ترقی یافتہ تحریکات بالشوزم اور سوشلزم بھی پورے طریق پر حل نہ کر سکیں انہیں اسلام اور بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے چودہ سو سال پہلے کس خوبصورتی سے حل کر دیا مرزا صاحب نے کچھ ایسے دلنشیں طریق پر بیان کیا کہ دل جھوم جھوم گئے۔ ایک غیر مسلم ڈاکٹر صاحب نے بھی مالکان مل سے مرزا صاحب کی تقریر کی بیحد تعریف کی۔ مرزا صاحب کی تقریر کے بعد صاحب صدر نے اپنا خطبہ صدارت پڑھا جو بلند اخلاق پر مشتمل تھا اور پھر انعامات کا اعلان فرمایا۔ جناب شیخ میاں فضل احمد صاحب بی اے نے انعام یافتگان سے کتاب "نیا نظام عالم" کے لئے اپیل کی ۱۶۱/۵/- روپے کی رقم جمع ہو گئی۔ اس کتاب کیلئے حضرت الحاج شیخ میاں محمد صاحب کی طرف سے پانچسو روپیہ کا وعدہ ہے یکصد روپیہ صاحب صدر نے ۔ ۔ ۔ فرمایا اور پچاس روپے جناب شیخ میاں محمد انور صاحب بی۔ اے نے مرحمت فرمائے جزاہم اللہ احسن الجزاء۔ دعا پر یہ مبارک تقریب ختم ہوئی۔ ۱۴ر اکتوبر حضرت الحاج شیخ میاں محمد اسمٰعیل صاحب کی صاحبزادی اختر النساء بیگم صاحبہ کی شادی جناب شیخ میاں مولا بخش صاحب آف غلہ منڈی کے صاحبزادے میاں محمد انور صاحب سے قرار پائی اس کار خیر میں شرکت کے لئے حضرت امیر ایدہ اللہ اور حضرت مولانا صدر الدین صاحب لاہور سے تشریف لائے۔ ۱۴ر اکتوبر بعد نماز عصر جناب شیخ میاں مولا بخش صاحب کی کوٹھی کے احاطہ میں ایک شاندار پنڈال میں ایک مجلس قائم کی گئی جس میں تمام مہمان شریک ہوئے۔ مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع نے قرآن کریم کی تلاوت سے اس مجلس کا افتتاح کیا۔ پھر نعت خوانی ہوئی۔ مقامی شعراء نے اس تقریب پر اپنا رنگین کلام سنایا۔ ازاں بعد مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع نے اعلان کیا کہ اس خوشی کے موقعہ پر دولہا کے والد بزرگوار جناب شیخ میاں مولا بخش صاحب نے انجمن اسلامیہ چنیوٹ کو پچاس روپیہ اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کو ۔ ۔ ۔

www.aaiil.org

نفخ صور اور ملائکہ

از جناب حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم

سوال:۔ "صور کیا ہے"؟ ابو داؤد اور ترمذی میں لکھا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صور ایک بگل ہے جو پھونکا جائے گا۔ اور پھر اس بگل کے بجنے کے جو نتائج ہونگے وہ لغویات کی حد تک پہنچتے ہیں یا خدا ہی جانتا ہے کہ حضرت اسرافیل اس پرانی دنیا کے شمال یا جنوب، مشرق یا مغرب میں کھڑے ہوں گے یا نئی دنیا کے۔ میرا تو یہ خیال ہے کہ "صور" محض ایک استعارہ ہے "پہلا صور" سلسلہ زندگی کے شروع ہونے کا نشان ہوگا آپ کا کیا خیال ہے اور ان روایات کو آپ کیسا سمجھتے ہیں؟

جواب:۔ میں آپ کے خیال سے متفق ہوں۔ بگل کا پھونکا جانا حالت انقلاب کا نشان ہوتا ہے ہمارے موجودہ زمانہ میں کسی لشکرگاہ میں جب بگل بجتا ہے تو اس کا مطلب فوج کی حالت موجودہ کو کسی نئی حالت میں بدلنے کا ہوتا ہے۔ جس کے نیچے میں سپہ سالار کی طرف سے فوج کو کسی خاص حالت کو اختیار کرنے کا حکم ہوتا ہے جو پہلے سے مختلف ہوتی ہے چند بگل بجتے ہی نقشہ بدل جاتا ہے۔ اسی طرح موجودہ عالم کا نقشہ بدل کر کسی دوسرے عالم کو شروع کرنے کے لئے جو احکام الٰہی جاری ہونگے انہیں استعارہ اور مجاز کے طور پر بگل کے پھونکے جانے سے تعبیر کیا گیا۔ تاکہ انسان کما حقہ سمجھ سکے، کیونکہ عالم باطن کے رموز کو وہ اس وقت تک نہیں سمجھ سکتا۔ جب تک انکو بالمقابل عالم ظاہر میں سے اس قسم کی چیزوں کو بطور استعارہ استعمال کر کے نہ سمجھایا جائے۔

ملائکہ اسباب باطنی ہیں

اصل میں سب سے بڑی غلطی یہ ہے کہ ملائکہ اور ان کے افعال کے متعلق جب ہم کوئی تحریر پڑھتے ہیں تو اس وقت بھول جاتے ہیں کہ ان کا تعلق عالم باطن سے ہے، عالم ظاہر سے نہیں۔ ملائکہ اسباب ظاہری اور مسبب الاسباب حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ کے درمیان اسباب باطنی ہیں اللہ تعالیٰ کی ذات چونکہ وراء الوراء اور تمام علائق مادی سے منزہ اور مقدس ہے اسلئے عالم اسباب مادی اور خود جناب باری کے درمیان ضرور تھا۔ کہ افعال الٰہیہ کے ظہور کے لئے کچھ اسباب باطنی بھی ہوتے۔ پس جناب باری نے عالم مادی میں اپنے افعال کو معرض ظہور میں لانے کے لئے جو باطنی اسباب و ذرائع خلق کر رکھے ہیں۔ ان کا نام ملائکہ ہے۔ مثلاً ایک شخص جب لکھتا ہے تو وہ اس مطلب کے لئے کہ اس کا ہاتھ سیاہی سے آلودہ نہ ہو۔ ایک قلم ہاتھ میں لے لیتا ہے۔ اسی طرح جب اللہ تعالیٰ کی مقدس و منزہ ذات عالم اسباب مادی کو خلق کرتی اور اس میں تصرفات کرتی ہے تو اپنے تقدس و تنزہ کی وجہ سے وہ ہر مادی سلسلہ اسباب کے شروع کرنے میں ایک سبب باطنی ضرور رکھتی ہے جسے ملک یا فرشتہ کہتے ہیں۔ مگر وہ اسی طرح جناب الٰہی کے ید قدرت میں ہوتا ہے جیسے لکھنے والے کے ہاتھ میں قلم ہوتا ہے، جس طرح قلم کا منشاء یہ ہے کہ انگلی سیاہی سے آلودہ نہ ہو، اسی طرح ملک کے وجود کا منشاء یہ ہوتا ہے کہ مادی دنیا اور اس کے سلسلہ اسباب سے جناب الٰہی کی ذات بابرکات منزہ اور پاک رہے۔ ذات باری کا مسبب الاسباب ہونا اس بات کا متقاضی تھا کہ مادی دنیا بلکہ تمام کائنات کا سلسلہ اسباب تو اسی جناب تک منتہی ہو اور مادہ کا تعلق براہ راست جناب الٰہی سے ہو نہیں سکتا اسلئے ضرور تھا کہ مادی سلسلہ اسباب کی آخری کڑی روحانی یا باطنی ہوتی جو جناب باری سے تعلق رکھتی۔ یہی روحانی کڑی ملائکہ کے نام سے موسوم ہے وہ اللہ تعالیٰ کی مختلف قوتوں اور صفات کا مظہر ہوتے ہیں جن کا عالم مادی سے براہ راست تعلق ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے نیچے اسی طرح بلا چون و چرا کام کرتے ہیں جس طرح قلم لکھنے والے کے ہاتھ میں کام کرتا ہے وہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کر سکتے۔ مگر وہی جو مشیت الٰہی ہوتی ہے وہ اسباب ظاہری کے ہر سلسلہ کے ابتدا میں سبب باطنی ہوتے ہیں، جن کا تعلق ایک طرف تو خدا سے ہوتا ہے اور دوسری طرف عالم ظاہر سے سبب باطنی ہونے کی وجہ سے۔ ان کا ہر ایک فعل باطنی رنگ رکھتا ہے اور باطن ہی سے تعلق رکھتا ہے۔ البتہ ان کے اور ان کے افعال کے متعلق محاورات اور اصطلاحات وہی استعمال ہوتے ہیں جو ہم عالم ظاہر کی چیزوں کے متعلق برتتے ہیں۔ کیونکہ بغیر اس کے دماغ انسانی سمجھ نہیں سکتا۔ اسی لئے جب یہ محاورات اور اصطلاحات کتب الٰہیہ میں یا زبان نبوی پہ استعمال ہوتے ہیں تو اس سے مراد ہمیشہ ان کا باطنی پہلو ہوتا ہے نہ کہ ظاہری اور مادی۔ اسی بات کے نہ سمجھنے سے غلطی لگا کرتی ہے۔

ملائکہ کی منادی

ایک دفعہ میں نے سر سید مرحوم کی لائف حیات جاوید مرتبہ مولانا حالی مرحوم میں پڑھا کہ کسی عیدگاہ میں مولوی صاحب عید کے دن خطبہ میں فرما رہے تھے کہ بھائیو مسلمانو! عید کے دن صبح کو ملائکہ منادی کرتے پھرتے ہیں کہ مسلمانو! "عید کی نماز پڑھنے چلو"۔ اس پر کالج کے طلباء نے مذاق اڑایا کہ یہ خوب منادی ہے کہ منادی کرنیوالے کی آواز کسی کو نہیں آتی۔ مجھے یہ واقعہ پڑھکر بہت صدمہ ہوا۔ اتفاق سے جس کالج کے طلباء نے مذاق اڑایا تھا۔ اسی کالج کے ایک پروفیسر مجھے مل گئے۔ میں نے اس واقعہ کا ذکر کے پروفیسر صاحب سے کہا کہ غلطی یہی ہے کہ ملائکہ کی منادی کو ایک چوہڑے کی منادی پر قیاس کر لیا گیا جو ہاتھ میں ڈنڈی لئے چلاتا پھرتا ہے۔ خلق خدا کا۔ ملک بادشاہ کا۔ حکم مجسٹریٹ صاحب بہادر کا۔ فلاں جگہ درخت نیلام ہوگا۔ حالانکہ یہی بات غلط ہے۔ ملائکہ کا تعلق نفس انسانی سے صرف بذریعہ قلب ہوتا ہے جو انسان کا باطنی حصہ ہے۔ یعنی کسی ہدایت کے لئے وہ انسان کے نفس پر جو بھی اثر ڈالتے ہیں اور جو تحریک پیدا کرتے ہیں وہ اس کے قلب پر کرتے ہیں۔ پس ان کی منادی کی چوٹ قلب پر پڑتی ہے، نہ کہ ہمارے ظاہری کانوں پر۔ کیا یہ سچ نہیں کہ عید کی صبح کو ہر مسلمان کے قلب میں نماز عید پڑھنے کے لئے زبردست تحریک ہوتی ہے کہ نیک ہو یا بد نمازی ہو یا بے نمازی۔ سب کے سب اسی ایک تحریک کے ماتحت بندھے ہوئے نظر آتے ہیں۔ کہ ہم نے آج سب سے پہلے عید کی نماز پڑھنی ہے اور یہ تحریک اس زور کی ہوتی ہے کہ بدمعاش سے بدمعاش جس نے کبھی خدا کے سامنے سر نہ جھکایا ہو۔ وہ بھی اس دن خدا کے سامنے سربسجود ہونے کے لئے تیار نظر آتا ہے۔ بڑے بڑے افسران سرکاری اور اسلئے عہدیدار اور نئی روشنی کے جنٹلمین جنہیں باوجود مسلمان کہلانے کے خدا کے آگے سر جھکانے کی ضرورت تمام سال محسوس نہیں ہوتی وہ بھی عید کی صبح کو نماز کے لئے عیدگاہ یا مسجد میں نظر آجاتے ہیں۔ بظاہر سمجھ میں نہیں آتا کہ کیوں ایسا ہوتا ہے۔ عید کی نماز فرض نہیں صرف سنت ہے۔ فرض نمازوں کو ترک کرنے والے کیوں محض ایک سنت کو ادا کرنے اس اہتمام سے آتے ہیں۔ لیکن کیا اس سے صاف نظر نہیں آتا۔ کہ عید کی صبح کو ملائکہ کی تحریک نماز کی کس قدر زبردست ہوتی ہے۔ یہ کیسی زور کی منادی ہوتی ہے جس پر چھوٹا بڑا، نیک و بد سبھی لبیک کہہ اٹھتے ہیں۔

اسرافیل اور صور

اسی طرح اسرافیل اور صور کا معاملہ ہے موجودہ عالم کے سلسلہ کو ختم کرنے اور دوسرے عالم کے سلسلہ کو شروع کرنے کے لئے فرشتہ کے ذریعہ جو حکم الٰہی صادر ہوگا۔ اور اس کا وقوع ظاہر میں ہوگا۔ اس کی عظمت و ہیبت اور جبروت کا بہترین تصور اور نقشہ سوائے اس کے انسانی ذہن میں نہیں آسکتا کہ اسے اس انقلاب کی شکل میں پیش کیا جائے جو بگل بجنے پر ظہور میں آتا ہے۔ جیسے اسرافیل فرشتہ انقلاب عالم کے لئے ایک ذریعہ باطنی ہے اسی طرح ظاہر ہے کہ اس کا صور بھی احکام الٰہیہ کو معرض ظہور میں لانے کے لئے ایک ذریعہ باطنی ہوگا۔ وہ ایک الٰہی حکم کا اعلان ہوگا۔ جو اچانک تمام کائنات عالم کے اسباب باطنی یعنی ملائکہ کے لئے اس انقلاب کے شروع کرنے کا نشان ہوگا۔ جس کے ساتھ ہی اس پرانی دنیا کا نقشہ بدل کر ایک نیا عالم معرض ظہور میں آجائے گا۔ وہ ایک ایسا باطنی بگل ہوگا جسے اس کائنات کا ہر ذرہ سنے گا اور اس پر عمل کرے گا۔ اس کے سننے کے کان باطنی ہوں گے نہ کہ ظاہری۔ وہ بگل پیتل یا تانبے کا مادی نہیں، جس کی آواز کچھ دور جاکر رہ جاتی ہے۔ بلکہ وہ ایسا باطنی بگل ہے کہ اس کی آواز ہر مخلوق تک پہنچے گی۔ پس جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ کوئی فرشتہ پیتل یا تانبے کا مادی بگل لئے کھڑا ہے۔ وہ جاہل ہے وہ ملائکہ کی حقیقت سے ناواقف محض ہے۔

آفتاب اسلام کی ضیا باریاں

مسمی اور اس کی بیوی مسماۃ جیواں سکنہ میاں چنوں ضلع ملتان نے جو اس سے قبل عیسائی مذہب رکھتے تھے برضا و رغبت مولانا احمد یار صاحب ایم۔ اے کے دست حق پرست پر مسجد احمدیہ بلڈنگس میں اسلام قبول کیا۔ ان کے اسلامی نام بشیر احمد اور نذیر بیگم رکھے گئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ انہیں دین اسلام پر استقامت اور صالح اعمال کی توفیق مزید عطا فرمائے آمین۔ یہ میاں عطاء اللہ صاحب سائیکل والے اور میاں چنوں کی تبلیغی مساعی کا نتیجہ ہے اللہ تعالیٰ میاں صاحب موصوف کو بیش از بیش خدمت اسلام کی استطاعت عطا فرمائے۔ آمین۔ شیخ بشیر احمد صاحب موصوف نے مبلغ ۶؍ روپے برائے اشاعت اسلام انجمن کو عنایت فرمائے۔ جزاہ اللہ احسن الجزا

بقیہ از صفحہ ۹

چند روپیہ کا عطیہ پیش فرمایا۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔

۲۴؍ اکتوبر۔ رات ۸ بجے برات حضرت الحاج شیخ محمد اسمٰعیل صاحب کی کوٹھی پر پہنچی۔ دور دور سے معزز مہمان تشریف لائے ہوئے تھے اور بہت پُر رونق مجلس تھی جملہ انتظامات بہت وسیع اور عالیشان تھے۔ ساڑھے آٹھ بجے حضرت مولانا صدر الدین صاحب خطبہ نکاح کے لئے کھڑے ہوئے اسلام اور دیگر مذاہب کے فلسفہ نکاح پر ایک واضلانہ خطبہ پڑھا۔ اس پُر رونق مجلس میں اعلیٰ تعلیم یافتہ حضرات کی کثرت تھی خطبہ کو بہت پسند کیا گیا۔ پھر کھانا شروع ہوا میزبانوں کی طرف سے مہمانوں کی خاطر تواضع میں کوئی کسر اٹھا رکھی گئی۔ اس مبارک تقریب کی دیگر خصوصیات کے علاوہ ایک بڑی بھاری خصوصیت یہ تھی کہ فریقین بڑے طبقہ کے متمول ہونے کے باوجود ناچ رنگ ہر قسم کی لغویات اور غیر اسلامی رسوم سے بالکل پاک تھی۔ دعا ہے کہ

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ۔ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

پیغام صلح

ایڈیٹر: ایس محمد آصف ۔ بی ۔ اے

جائنٹ ایڈیٹر: شیخ محمد انعام الحق

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں نیا نہ پرانا۔

۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔

۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آیندہ ہوگی۔

۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔

۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

جلد ۳۱ | لاہور ۔ یوم چہارشنبہ مطبوعہ ۱۱ ذیقعد ۱۳۶۲ھ مطابق ۱۰ نومبر ۱۹۴۳ء | نمبر ۴۴

ایک اخبار کا مضمون

قرآن مجید ایسا درخت ہے جو ہمیشہ پھل دیتا ہے!

خداتعالیٰ کی ہستی پر ایمان اور وحدت نسل انسانی

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ مورخہ ۵ نومبر ۱۹۴۳ء

الم تر کیف ضرب اللہ مثلاً کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ اصلہا ثابت وفرعہا فی السماء۔ توتی اکلہا کل حین باذن ربہا ویضرب اللہ الامثال للناس لعلہم یتذکرون۔ (سورۃ ابراہیم)

ایک اخبار کا مضمون ایک دو دن کا ذکر ہے کہ میں نے ایک اخبار میں ایک مضمون دیکھا جس کا ماحصل یہ تھا کہ جس طرح پر فصلوں کے بونے کا ایک وقت ہوتا ہے کہ اسی موسم میں بوئی ہوئی فصل پھل لاتی ہے اور اگر اس موسم میں فصل نہ بوئی جائے اور دوسرے موسم میں بوئی جائے تو وہ کوئی پھل نہیں دیتی۔

اس قانون کو قرآن پر چسپاں کیا گیا یہ تو خیر ظاہر قانون ہے اس سے آگے پھر اسی قانون کو ہر ایک اس تحریک پر چسپاں کیا ہے جو اللہ تعالیٰ اصلاح عالم کے لئے اٹھاتا ہے اور بالخصوص مجھے تعجب ہوا کہ قرآن مجید پر بھی اسکو چسپاں کیا گیا ہے اور صاف الفاظ میں یہ لکھا گیا ہے کہ قرآن کریم کی اشاعت کا بھی ایک موسم تھا جب وہ موسم گذر گیا تو اس کے بعد قرآن کریم کے بونے سے لوگوں کو کچھ حاصل نہ ہوتا تھا بلکہ یہ بھی کہا ہے کہ اپنے موسم میں قرآن مجید بیشک پھل لایا لیکن جب اس کو دوبارہ بونے کی کوشش کی گئی تو اس کو اندر اور باہر سے دھکے لگے اور وہ کوئی نتیجہ پیدا نہ کر سکا۔

اقتباسات لکھا ہے:۔ (۱) "لیکن جب قرآن کریم کے پھیلنے کا وقت گذر گیا اور اسلام کی ترقی کا وقت ختم ہوا تو لوگ قرآن کریم کو پڑھتے تھے مگر وہ دلوں میں نہیں اترتا تھا" ص ۱۴۵ (۲)

(۳) "ایسا کیوں ہوا۔ اسی لئے کہ یہ ایک بے موسم کی چیز ہو گیا اس کی اشاعت کا موسم گذر گیا"۔

(۴) "اسی طرح الٰہی تحریکات کے پھیلنے کا موسم جب گذر جاتا ہے تو جد وجہد جو اس کی اشاعت میں کی جاتی ہے۔ وہ فضول ضائع جاتی ہے"۔

(۵) "اسی طرح قرآن کریم نے اپنے موسم میں خوب پھل دیا لیکن موسم گذر جانے کے بعد یہی بیج جب دوبارہ لوگوں کے دلوں میں بویا گیا تو اس نے کوئی پھل نہ دیا اور اندر باہر سے اسے دھکے ملے اور وہ کوئی نتیجہ خیز تبدیلی پیدا نہ کر سکا۔

(۶) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے پھر اسی بیج کے بونے کے موسم کو پیدا کر دیا ہمیں خوشی ہے کہ پھر موسم آ گیا لیکن اس بات کی ہمیں خبر نہیں دی گئی کہ یہ موسم کب تک رہے گا"۔

(۷) "اور شاید کل کو ہماری کاشت گیارہویں بارھویں صدی کی طرح بے ثمر رہے گی"۔
(الفضل ۲ نومبر ۱۹۴۳ء)

بے ادبی کے الفاظ شاید کہنے والے کی نیت اچھی ہو لیکن ظاہر ہے کہ یہ الفاظ نہ صرف بے ادبی کے الفاظ ہیں بلکہ خلاف واقعہ بھی ہیں کسی فصل کا ہونا اس کا موسم یا بے موسم ہونا یہ ایک خدا تعالیٰ کی قدرت کا قانون ہے لیکن اللہ تعالیٰ جو ہدایت اپنی مخلوق کے لئے نازل فرماتا ہے اسکا پھل دینا کسی زمانہ پر محدود نہیں ہوتا بالخصوص قرآن کریم جو آخر تک قیامت تک دنیا کے لئے ہدایت کا موجب رہے گا۔ وہ ایسی چیز نہیں کہ کبھی اس کی اشاعت کے لئے جد وجہد کی جائے اور اللہ تعالیٰ اسے ضائع کر دے۔

اللہ تعالیٰ کا قانون اللہ تعالیٰ نے اس بارہ میں اپنا عام قانون قرآن مجید میں بیان فرمایا ہے۔ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا۔ جو لوگ ہمارے لئے جہاد کرتے ہیں ہم یقیناً انہیں اپنے رستوں پر چلائیں گے یعنی وہ لوگ جو ہمارے پیغام کو دنیا میں پہنچانے کے لئے کوشش کرتے ہیں ہم یقیناً یقیناً انکو کامیابی کی منزل مقصود تک پہنچائیں گے وہ یقیناً کامیاب ہوں گے اور یہ کبھی نہیں ہوگا کہ خدا تعالیٰ ان کی کوشش کو ضائع کرے اور یہ کہے کہ یہ موسم فصل کو بونے کا نہیں تھا۔

قرآن کریم پر غور نہیں کیا گیا اگر قرآن مجید پر غور کر لیا جاتا تو اس گمراہی سے یہ کہنے والا بچ سکتا تھا کہ قرآن کریم کی اشاعت کا بھی ایک وقت تھا جب وہ وقت گذر گیا تو اس کے بعد قرآن کریم کے بونے سے لوگوں کو کچھ حاصل نہیں ہوتا تھا۔

دو آیات میں یہی مضمون یہ ابھی جو دو آیات میں نے پڑھی ہیں ان میں بھی اسی مضمون کو بیان فرمایا ہے الم تر کیف ضرب اللہ مثلاً کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ غور نہیں کرتے اللہ تعالیٰ نے کیسی مثال بیان کی ہے کلمہ طیبہ ایک نہایت اعلیٰ درجہ کے درخت کی طرح ہے اصلھا ثابت وفرعھا فی السماء جس کی جڑ بڑی مضبوط زمین کے اندر گڑی ہوئی ہے اور جس کی شاخیں آسمان کے اندر پھیلی ہوئی ہیں توتی اکلھا کل حین وہ اپنا پھل ہر وقت دیتا رہتا ہے جس وقت انسان کوشش کرے اس وقت اسکو پھل لگتا ہے، خداتعالیٰ اس کوشش کو ضائع نہیں کرتا۔

کلمہ طیبہ سے مراد کلمہ طیبہ سے مراد کیا ہے؟ تین طرح پر اس کی توضیح لوگوں نے کی ہے کلمہ طیبہ سے کسی نے لا الٰہ الا اللہ کسی نے قرآن مجید اور کسی نے دعوت الی الاسلام مراد لی ہے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو تینوں کا ماحصل ایک ہی ہے۔ لا الٰہ الا اللہ اور قرآن مجید بھی دعوت الی الاسلام ہے جس کی مثال اللہ تعالیٰ نے اس درخت سے دی ہے جس کے اوپر کبھی زوال نہیں آتا جس کی جڑ زمین میں لگی ہوئی ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں پھیلی ہوئی ہیں یعنی بلند ہیں اور ویسے بھی دور دور تک پھیلی ہوئی ہیں۔

اصل کے معنی اصل جڑ کو کہتے ہیں ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس پر دوسری چیز کھڑی ہو۔ عمارت کی بنیاد کو بھی جڑ کہتے ہیں فرماتا ہے اس کی بنیاد بھی مضبوط ہے اور اس کے اوپر جو عمارت ہے وہ بھی آسمان کی بلندی پر پہنچی ہوئی ہے یہی درحقیقت قرآن مجید کی مثال ہے کبھی ایسا زمانہ نہیں آتا کہ اللہ تعالیٰ اس کے متعلق کوشش کو ضائع کر دے۔

دل سخت ہو جاتے ہیں بیشک ایسے زمانے بھی آتے ہیں فطال علیھم الامد فقست قلوبھم جب ایک لمبا زمانہ گذر جاتا ہے تو لوگوں کے دل سخت ہو جاتے ہیں وکثیر منھم فاسقون اور بہت سے لوگ نافرمان ہو جاتے ہیں اور وہ خدا تعالیٰ کے راستہ میں جہاد نہیں کرتے لیکن یہ کبھی نہیں ہوتا کہ جہاد کرنے والے ہوتے ہیں اور ان کا جہاد رائیگاں جاتا ہے بلکہ ہوتا یہ ہے کہ دل سخت ہو جاتے ہیں خدا کے عہد کو لوگ بھول جاتے ہیں۔ ایسا زمانہ بلاشبہ اسلام

تعلیمی پرنٹنگ پریس لاہور میں باہتمام شیر محمد خاں پرنٹر پبلشر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا

پڑ آیا لیکن اس زمانہ میں بھی آپ دیکھیں گے کہ جن لوگوں نے دعوت الی الاسلام کا کام کیا یہ نہیں ہوا کہ خدا تعالیٰ نے ان کی کوشش کو ضائع کر دیا ہو۔

قرآن مجید و تاریخ اسلام سے ناواقفیت

جس شخص نے یہ کہا ہے وہ صرف یہی نہیں کہ قرآن مجید سے ناواقف ہے بلکہ وہ تاریخ اسلام سے بھی ناواقف ہے کیونکہ دعوت الی الاسلام کا کام جس نے بھی کیا جس ملک میں بھی کیا جس زمانہ میں بھی کیا اور جس کا قدم صحیح راستہ پر تھا خدا تعالیٰ نے اسے کامیاب کیا صحیح راستہ پر میں اسلئے کہتا ہوں کہ بعض لوگ دنیوی منفعت کے لئے بھی اس کام کو کرتے ہیں بعض اس ذریعہ سے اپنا اثر لوگوں پر ڈالتے ہیں۔

ایک لیڈر کا ذکر

آپ کو یاد ہوگا کہ مولوی آفتاب الدین احمد صاحب نے ایک بڑے لیڈر کا ذکر کیا تھا کہ اس نے کہا کہ اشاعت اسلام کے کام کے متعلق ہم جانتے ہیں کہ کہاں تک اس میں کامیابی کی توقع ہے لیکن لوگوں کو اس طرف لانے کے لئے اسکو آگے رکھنا پڑتا ہے۔ سوائے اس کے کہ دنیا کو سامنے رکھکر اس کام کو شروع کرے یہ کام ایسا نہیں کہ کوئی انسان اس میں ناکام ہو جو کوشش کرے گا یقیناً اسکو کامیابی ہوگی۔ اصلھا ثابت و فرعھا فی السماء اسلام وہ درخت ہے جس کی جڑ نہایت مضبوط اور اس کی شاخیں چاروں طرف پھیلی ہوئی ہیں اور بلندی پر پہنچی ہوئی ہیں۔

اصول اور فروع

اصول اور فروع دونوں کے متعلق فیصلہ کر دیا اگر آپ کبھی اسلام پر غور کریں تو آپ کو اس کی حقیقت معلوم ہو جائے گی کہ اسلام کی بنیادیں کس قدر مضبوط ہیں اور اس کی شاخیں کس طرح ہر قسم کی ضروریات پر حاوی ہیں۔

کتاب نیا نظام عالم کا ملخص

مجھے جو اس وقت اس کتاب کے دیکھنے کا موقعہ ملا تو میں نے فی الحقیقت دو ہی باتیں اس کتاب "نیا نظام عالم" میں لکھی ہیں۔ اول یہ کہ کسی نظام کی بنیاد جو دنیا میں امن قائم رکھ سکتی ہو کیا ہونی چاہیئے اور اس کی فروع کیا ہونے چاہئیں اور آیا وہ بنیاد اور وہ فروع سوائے اسلام کے کسی اور جگہ مل سکتے ہیں؟

ایمان باللہ بطور بنیاد

بنیاد کسی نظام کی ایمان باللہ پر ہونی چاہیئے۔ اس بات کو خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ کوئی نظام دنیا میں قائم نہیں رہ سکتا جس کی بنیاد خدا تعالیٰ کے اوپر ایمان نہ ہو۔ ایک خدا تعالیٰ کی ہستی اور ایک وحدت نسل انسانی انہیں دو کو ایسے نظام کی بنیاد قرار دیا جا سکتا ہے۔

ہر زندہ نظام کی بنیاد

ہر وہ نظام جو دنیا میں زندہ رہ سکتا ہے اور دنیا کو زندہ رکھ سکتا ہے اس کی بنیاد انہی دو باتوں پر ہوگی۔ باقی سب معاملات فروع کے اندر آ جاتے ہیں۔ معاشرت، تمدن اور نظام ملکی یہ سب معاملات فروع میں داخل ہیں اور بنیاد کیا ہے ایک خدا تعالیٰ کی ہستی اور ایک نسل انسانی کی وحدت اور وحدت نسل انسانی بھی خدا تعالیٰ کی ہستی پر مبنی ہے۔

موجودہ نظام کی ناکامی

کیوں دنیا کا موجودہ نظام ناکام ہوا۔ اگر یہ کہا جائے کہ عیسائیت بھی ایک مذہب ہے اور عیسائیت میں بھی خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایمان پیدا کیا جاتا ہے تو پھر باوجود اس کے **عیسائیت کیوں ناکام** ہوئی ہے میں کہتا ہوں کہ عیسائی ممالک میں خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایمان قائم نہیں رہا۔

اسلام کا کمال

اسلام کا یہ کمال ہے کہ اس نے خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایمان کو بہت محکم کیا ہے اگر آج دنیا کی تمام قوموں کو سامنے رکھ لیں دنیا میں مسلمان قوم بھی ہے، ہندو قوم بھی ہے، عیسائی قوم بھی ہے، یہودی قوم بھی ہے اور قومیں بھی ہیں اور مقابلہ کر کے دیکھیں کہ ان قوموں میں سے خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایمان کس قوم کا نظر آتا ہے۔ مقابلہ کر کے جب آپ دیکھیں گے تو جو ایمان خدا تعالیٰ کی ہستی پر مسلمان قوم کا ہے وہ کسی اور قوم کا نظر نہیں آتا اور وحدت نسل انسانی کا جو تصور مسلمانوں میں ہے وہ آپ کہیں نہیں پائیں گے باوجود مسلمانوں کی گری ہوئی حالت کے دوسری قوموں کے بالمقابل اس قوم میں یہ باتیں آپ پائیں گے اس قوم کی بنیاد انہی اصولوں پر قائم ہے۔

نماز کا اعجاز

پانچ وقت کی نماز نے مسلمانوں کا ایمان خدا تعالیٰ کی ہستی پر قائم رکھا ہے یاد رکھئے اس نماز نے یہ بڑا کام کیا ہے کہ خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایمان کو زندہ رکھا ہے۔

خدا کی ہستی کا احساس

خدا تعالیٰ کی ہستی کا احساس فطرتی طور پر ہر شخص کے اندر ہوتا ہے۔ فرمایا الست بربکم قالوا بلیٰ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں انہوں نے کہا ہاں یعنی فطرت انسانی میں ایک احساس رکھا گیا ہے جو اسے حق کی طرف ہدایت کرتا ہے یہ احساس خدا تعالیٰ کی ہستی کے متعلق انسان کے دل میں ہوتا ہے لیکن جب وہ دنیا کے اندر پڑتا ہے یہ ایمان کمزور پڑتا چلا جاتا ہے۔

نماز نے اس احساس کو زندہ رکھا

اسلام نے نماز کے ذریعہ سے مسلمانوں کے دل میں اس احساس کو زندہ رکھا ہے۔ پانچ وقت اپنی مصروفیات سے نکل کر مسلمان ایسا سمجھتا ہے کہ میں خدا تعالیٰ کے دربار میں آگیا ہوں گو کسی مسلمان کو نماز کے معنے نہ آتے ہوں لیکن باوجود اس کے بھی کم از کم ایک چیز کا احساس اسے ضرور ہو جاتا ہے کہ میں اپنی مصروفیات کو چھوڑ کر خدا تعالیٰ کے حضور کھڑا ہوتا ہوں اس نماز کی وجہ سے مسلمانوں کا احساس خدا تعالیٰ کے متعلق زندہ رہتا ہے اور دوسری قوموں میں یہ احساس مرتا چلا گیا ہے۔ ان قوموں نے ہفتہ میں ایک دن معبد جانے کا رکھ لیا جس سے یہ احساس مر گیا۔

وحدت نسل انسانی

دوسری چیز وحدت نسل انسانی جس کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے یہ بھی آپ صرف اسلام میں ہی پائیں گے سب انسان برابر ہیں ان کی نسل، رنگ، قوم کے فرق خدا تعالیٰ کی نظر میں کوئی قیمت نہیں رکھتے اس چیز کو آپ دیکھئے کہ کس طرح قومیں اسکو پیدا کرنے میں ناکام ہوئی ہیں ایک نسل کے لوگ دوسری نسل کے لوگوں کے دشمن نظر آتے ہیں حتیٰ کہ ایک ملک کے لوگ دوسرے ملک کے دشمن بن جاتے ہیں لیکن یہ کمال اسلام کو حاصل ہے کہ اس نے ان تمام اختلافات کو مٹا کر وحدت نسل انسانی پیدا کر دی ہے۔

اعتراف

اسکا اعتراف ان سب لوگوں کو ہے جو اسلام کی تاریخ کا دوسری قوموں کی تاریخ سے مقابلہ کرتے ہیں اور آج بھی یورپ میں اعلانیہ یہ کہا جا رہا ہے کہ نسل انسانی کو واحد کرنا صرف اسلام اور مسلمانوں کا کام ہے۔

پاکیزہ الفاظ

اصلھا ثابت کیسے پاکیزہ الفاظ ہیں یہ چیز کتنی مضبوط ہے کہ وہ چیز جس سے وحدت نسل انسانی قائم ہو سکتی ہے وہ کسی اور قوم میں نہیں پائی جاتی۔ یہ تین لفظ ہیں کس قدر صداقت در حقیقت ان کے اندر ہے کہ آج کوئی قوم اصلھا ثابت کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

اسلام کیوں غالب آئیگا؟

اسلام آخر کیوں کامیاب ہوگا اور غالب آئے گا۔ اسلئے کہ دنیا اسے اختیار کرنے کے لئے مجبور ہوگی یہ دونوں چیزیں یعنی خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایمان اور وحدت نسل انسانی جس کی انسانوں کو ضرورت ہے وہ صرف اسلام میں ہی ملیں گی۔

بعثت مجددین

اس چیز کو صرف خدا تعالیٰ نے نماز کے ذریعہ ہی زندہ نہیں رکھا بلکہ وعدہ فرمایا ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا اللہ تعالیٰ اس امت میں ہر صدی کے سر پر ایسا شخص مبعوث کرتا رہے گا جو دین کی تجدید کرتا رہے گا۔ ایک صدی کے بعد مجدد آتا ہے اور خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایمان پیدا کر کے چلا جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایمان زندہ رکھنے کے لئے یہ سلسلہ مجددین کا امت محمدیہ میں جاری کیا جہاں کچھ مرور زمانہ سے دلوں میں سختی آئی ایک آدمی پیدا ہو جاتا ہے جو ایمان کو تازہ کر دیتا ہے۔

لوگوں کا اعتراض

لوگ کہتے ہیں کہ مجدد کا ماننا کیوں ضروری ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ پہلے مجددین کو کیوں مانتے ہو اور آج اسکا انکار کیوں کرتے ہو صرف اسلئے کہ مرزا غلام احمد نے دعویٰ کر دیا آج تک مانتے چلے آئے لیکن آج صرف اس وجہ سے انکار کرتے ہیں یاد رکھو مذہب کی بنیادوں کی مضبوطی کے لئے جس طرح نماز ضروری ہے اسی طرح مجددین کا آنا بھی ضروری ہے اس سے خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایمان زندہ ہوتا رہتا ہے اگر اسلام قیامت تک رہے گا تو یہ سلسلہ مجددین کا بھی جاری رہے گا۔

تعجب کی بات

لیکن مجھے تعجب اس بات پر ہوا کہ وہ جو اس بات کے قائل ہیں کہ اب قرآن کے بونے کا وقت آگیا افسوس کہ وہی وہ قوم ہے جس نے بجائے قرآن کی اشاعت کے اپنی قوم کو غافل کر دیا اشاعت اسلام کے کام کو پیچھے کر دیا اور اور کاموں کو آگے کر دیا کیا یہی وہ موسم ہے کہ آج پچاس سال سے اوپر حضرت مسیح موعود کو اپنا کام شروع کئے ہو گئے اور وہ قوم جو کہتی ہے کہ ہم ان کے جانشین ہیں وہ قرآن کو ایک ملک میں بھی نہ پہنچا سکی حالانکہ حضرت مسیح موعود کی تڑپ یہی تھی کہ قرآن کریم کا ترجمہ کر کے دوسرے ملکوں میں پہنچایا جائے۔

یہ قوم اصل چیز سے محروم ہی

اصل چیز جو تھی یہ قوم اس سے محروم ہو گئی ہے مگر ہم کو دوسروں سے واسطہ نہیں میں آپ لوگوں کو کہتا ہوں کہ اسکو اپنے دلوں کے اندر ایک میخ کی طرح مضبوط گاڑ لو کہ قرآن مجید کو دنیا میں پہنچانا تمہارا اصل کام ہے اس وقت قرآن مجید کی قبولیت کے دروازے کھل گئے ہیں جو تھوڑی بہت طاقت تمہارے اندر ہے وہ اس کام پر لگا دو اللہ تعالیٰ اس کام کے اندر برکت ڈالے گا اور وہ تمہارے لئے بھی برکت کا موجب ہوگا۔

اعلان نکاح

۵ نومبر ۱۹۴۳ء جامعہ احمدیہ لائلپور میں بعد نماز جمعہ مرزا مظفر بیگ ساطع صاحب مسلم مشنری کی ہمشیرہ حنیفہ سلطانہ بیگم بنت جناب مرزا منور بیگ صاحب مرحوم کا نکاح جناب چوہدری یوسف علی صاحب بی اے۔ بی۔ ٹی ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول بھکر سے بعوض مبلغ پانچہزار روپیہ حق مہر ہوا۔ خطبہ نکاح جناب مولانا احمد یار صاحب ایم۔ اے نے پڑھا۔ مولانا موصوف نے نکاح اور عورت مرد کے حقوق پر اسلامی نقطہ نگاہ سے سیر کن بحث فرمائی جسے مجلس نے بڑی دلچسپی سے سنا۔ اس خوشی میں جناب چوہدری یوسف علی صاحب نے دس روپیہ بطور عطیہ انجمن کو پیش فرمائے ہیں۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ یہ رشتہ فریقین کے لئے باعث خیر و برکت کرے آمین۔

خط و کتابت کرتے وقت

چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

روزنامہ "انقلاب" کا ایک مراسلہ

ہندوستان کی مختلف قوموں کو اتحاد اور اتفاق کا درس

انقلاب مؤرخہ ۵ نومبر میں ایک مراسلہ شائع ہوا ہے جس کا ملخص یہ ہے کہ یکم نومبر کی شام کو سید مصطفٰے شاہ صاحب گیلانی کی دعوت پر "لورینگ" میں چند مسلمان معززین جمع ہوئے اس پارٹی کا مقصد یہ تھا کہ راولپنڈی کے مشہور صلح کل رئیس سردار آتما سنگھ صاحب نام دھاری سے ملاقات کی جائے سردار آتما سنگھ صاحب نے ایک تقریر میں بیان فرمایا کہ میرے نزدیک روح کو پاک اور بلند کرنے والی چیز صرف عبادت الٰہی ہے۔ اگر ہندو، سکھ، مسلمان، عیسائی عبادت الٰہی کا صحیح ذوق پیدا کر لیں تو ان میں اتنی روحانی صلاحیت پیدا ہو جائے گی کہ وہ اپنے سیاسی اختلافات وغیرہ آسانی سے رفع کر سکیں گے وغیرہ وغیرہ۔

اس کے علاوہ اس مراسلہ میں لکھا ہے کہ سردار صاحب مذکور اپنی والدہ متوفیہ کی یادگار میں بمقام راولپنڈی ایک مرکز مذاہب قائم کرنا چاہتے ہیں۔ دو ایکڑ زمین کے چاروں کونوں پر مسجد، گرجا، مندر، گوردوارہ تعمیر کئے جائیں گے۔ بیچ میں ایک بہت بڑا باغ ہوگا جس کے مرکز میں ایک ہال ہوگا جس میں سب قوموں کے افراد مل کر اتحاد و محبت کے جلسے کیا کریں گے۔ سردار آتما سنگھ صاحب نے اپنی تقریر میں جن خیالات کا اظہار کیا وہ بہت مبارک خیالات ہیں جب تک ہندوستان کی مختلف قوموں میں اس قسم کے خیالات پیدا نہیں ہوں گے اس وقت تک اس بدبخت ملک میں وہ اتحاد نہیں پیدا ہو سکتا جس سے ہندوستان اخلاقی، روحانی، سیاسی اور معاشی لحاظ سے ترقی کر سکے۔ سردار صاحب نے یہ جو فرمایا کہ اگر ہندو، مسلمان، سکھ، عیسائی عبادت الٰہی کا صحیح ذوق پیدا کر لیں تو ان میں اختلافات کو مٹانے کی صلاحیت پیدا ہو جائے گی بالکل درست ہے کیونکہ ایک ہی خدا کی عبادت کرنے والے یقیناً اتحاد کی طرف آئیں گے

اسلام نے بھی سب مذاہب کو اتحاد کی دعوت دی ہے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے تعالوا الی کلمة سواء بیننا وبینکم۔ یہ اس لئے ہے کہ جب اس کائنات کا پیدا کرنیوالا ایک ہے تو پھر اس کی مخلوق اور مخلوق میں سے اشرف المخلوقات کیوں نہ وحدت کے قریب ہوں اگر سب باتوں پر متحد نہیں ہو سکتے تو کم از کم اس بات پر ہی متحد ہو جائیں جو ان سب میں مشترک ہے۔

اتحاد پیدا کرنے کے لئے جو انہوں نے ایک ہال کی تجویز پیش کی ہے یہ بھی یقیناً بہت مبارک ہے۔ بغیر ایک مرکز کے اس قسم کے خیالات نہیں پھیل سکتے۔ حضرت بانئے سلسلہ عالیہ احمدیہ کی بھی زبردست خواہش تھی کہ ایک ہال بنوایا جائے جس میں سب مذاہب والے اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کریں گو حضرت ممدوح کی یہ خواہش بعض ناگزیر اور نامساعد حالات کی وجہ سے بروئے کار نہ آسکی لیکن حضرت صاحب کی یہ زبردست خواہش تھی کہ اس ملک کے بسنے والے آپس میں محبت سے رہیں اور بلند اخلاقی معیار پر زندگی بسر کریں چنانچہ حضور نے وفات سے پہلے آخری کتاب پیغام صلح لکھی جس میں حضور نے اپنے اہل وطن کو صلح، آشتی اور محبت کا پیغام دیا ہے۔ حضور کو اس امر کا سخت قلق تھا کہ اس ملک میں مذہب و ملت کے نام پر ایک دوسرے کی پگڑی اچھال دی جاتی ہے اور بزرگان دین کی توہین کی جاتی ہے جہاں یہ ضروری ہے کہ سب مذاہب والے اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کریں وہاں یہ بھی اشد ضروری ہے کہ سب مذاہب والے ایک دوسرے کے بزرگان دین کی عزت کریں حضرت بانئے سلسلہ عالیہ احمدیہ نے آج سے بہت عرصہ پہلے ہندوستانیوں کے اس روگ کو محسوس کر لیا تھا اور انہیں معلوم ہو چکا تھا کہ بزرگان دین کی توہین ہی وہ عارضہ ہے جو اس ملک کی ترقی میں سد راہ ہے اور آئے روز کے فسادات کا موجب ہے چنانچہ آپ نہایت درد آمیز اسلوب میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

"اے عزیزو! قدیم تجربہ اور بار بار کی آزمائش نے اس امر کو ثابت کر دیا ہے کہ مختلف قوموں کے نبیوں اور رسولوں کو توہین سے یاد کرنا اور ان کو گالیاں دینا ایک ایسی زہر ہے جو نہ صرف انجام کار جسم کو ہلاک کر دیتی ہے بلکہ روح کو بھی ہلاک کر کے دین اور دنیا دونوں کو تباہ کر دیتی ہے۔ وہ ملک آرام سے زندگی بسر نہیں کر سکتا جس کے باشندے ایک دوسرے کے رہبران دین کی عیب شماری اور ازالہ حیثیت عرفی میں مشغول ہیں اور ان قوموں میں ہرگز سچا اتفاق نہیں ہو سکتا جن میں سے ایک قوم یا دونوں ایک دوسرے کے نبی یا رشی اور اوتار

[illegible] سردار آتما سنگھ صاحب کی یہ تجویز نہایت مبارک ہے۔ خدا انہیں ان کے عزم میں کامیاب کرے اور ہندوستان کی سب قوموں کو یہ توفیق دے کہ وہ یہ سمجھ سکیں کہ جب ہم نے اس ملک میں پڑوسیوں کی طرح رہنا ہے تو کیوں نہ مہذب طریقہ سے رہا جائے۔ ایک دوسرے کی روایات کی عزت کی جائے۔ ایک دوسرے کے بزرگان دین کی عظمت کو قائم کیا جائے آخر دنیا کا کونسا انسانی ضابطہ ہے جو یہ سکھاتا ہے کہ واجب تعظیم بزرگوں کی توہین کی جائے بلکہ حقیقی مذہب کی یہی تعلیم ہوتی ہے کہ ایک دوسرے کے بزرگان دین کی عزت کرنا سکھلائے اور اپنے مذہب کی خوبیوں کو بیان کرنے کی تلقین کرے اللہ تعالےٰ سب ہندوستانیوں کو وہ بصیرت دے جس سے وہ اس معیار پر زندگی بسر کر سکیں ❊

تبلیغی دورے

گذشتہ اشاعت میں "تبلیغی دورے" کے عنوان سے ایک نوٹ سیکرٹری صاحب تبلیغ کی طرف سے اخبار پیغام صلح میں شائع ہو چکا ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ انجمن کے چند مقتدر مبلغین صوبجات متحدہ اور صوبجات متوسط و بنگال و بہار کا دورہ کریں گے۔ چنانچہ پہلا وفد جو حضرت مولینا صدرالدین صاحب اور جناب ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب پر مشتمل ہے مرکز سے روانہ ہو چکا ہے اور دوسرا وفد جو جناب مولینا عبدالحق صاحب اور جناب سید اختر حسین صاحب پر مشتمل ہے جلد روانہ ہو جائے گا . . . . . . مقامات کی تفصیل مذکورہ نوٹ میں دی جا چکی ہے۔ جن مقامات کا یہ وفود دورہ کریں وہاں کے احباب کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ اس تبلیغی دورہ کو ہر ممکن طریقہ سے کامیاب اور مفید بنانے کی کوشش کریں اور ان مذکورہ حضرات کے لئے وہ سب مواقع پیدا کریں جن سے احمدیت کی تبلیغ وسیع پیمانہ پر ہو سکے اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے متعلق پھیلی ہوئی غلط فہمیاں دور ہوں۔ اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے مقاصد لوگوں پر واضح ہو سکیں اور انہیں معلوم ہو کہ دنیا میں صرف ایک ہی جماعت ہے جو صحیح معنوں میں اعلائے کلمۃ الحق کر رہی ہے۔ اور اس میں شامل ہو کر اس کے ساتھ تعاون کرنا کس قدر ضروری ہے۔ امید ہے دوست ان وفود کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے انہیں شاندار نتائج پیدا کرنے کا ذریعہ بنائیں گے۔

سالانہ نمائش دستکاری

کیلئے تیاری کی ضرورت

ہماری جماعت کی بلند ہمت اور اشاعت اسلام کے لئے اعلیٰ جذبات رکھنے والی خواتین جلسہ سالانہ کے موقعہ پر اپنے خرچ سے استعمالی اور آرائش کی چیزیں تیار کر کے بھیجتی ہیں جنہیں جلسہ سالانہ کے موقعہ پر بذریعہ نمائش دستکاری فروخت کیا جاتا ہے۔ ان مذکورہ اشیاء کی فروخت سے ہر سال قریباً ایک ہزار روپیہ کی رقم جمع ہو جاتی ہے جس سے اشاعت اسلام کے مقصد کو تقویت ملتی ہے اور خواتین سلسلہ کو اعلائے کلمۃ الحق کے جہاد میں شریک ہونے کا ایک شاندار موقعہ مل جاتا ہے۔ اگر اس تحریک کو باقاعدہ اور منظم طور پر فروغ دیا جائے تو ایک مشن کے اخراجات کی یہ تحریک متحمل ہو سکتی ہے۔ ہم خواتین سلسلہ کی خدمت میں گذارش کرتے ہیں کہ وہ ابھی سے ایک اہتمام کے ساتھ ان اشیاء کو تیار کرنا شروع کر دیں اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ہر ایک خاتون اس تحریک کو کامیاب کرنے کی کوشش کرے اور ان معزز خواتین کی خدمت میں بھی گذارش کریں گے جو اس تحریک کی روح رواں ہیں کہ ابھی سے اس طرف توجہ مبذول فرمائیں۔

جلسہ سالانہ کو کامیاب بنانے

کیلئے جدوجہد

جلسہ سالانہ ہماری جماعت کی زندگی اور قوت کا آئینہ دار ہے گذشتہ سال اللہ تعالیٰ نے جلسہ سالانہ کو بہت کامیاب فرمایا تھا۔ کافی دوست جلسہ میں شریک ہوئے۔ کامیاب تقاریر ہوئیں اٹھارہ ہزار روپیہ چندہ جمع ہوا اور جماعت میں پانچ مساجد کا اضافہ ہوا تھا۔ متعدد لوگوں نے اس موقعہ پر بیعت بھی کی تھی اور تین چار نہایت لائق آدمیوں کا جماعت میں اضافہ ہوا تھا۔ اس دفعہ بھی جلسہ سالانہ کو کامیاب بنانے کی ہر احمدی دوست کو کوشش کرنی چاہیئے اور اپنے غیر احمدی احباب کو اس جلسہ میں شریک کرنے کے لئے ابھی سے تیاری کرنا چاہیئے وقت کافی ہے اور اس ضمن میں جدوجہد کے لئے خوب موقعہ مل سکتا ہے۔ امید ہے بیرونی جماعتوں کے صدر صاحبان اور سیکرٹری صاحبان ابھی سے احمدی دوستوں کو اس کام کے لئے آمادہ کریں گے اگر ہر ایک احمدی کم از کم ایک غیر احمدی دوست کو ساتھ لائے تو اس سے شاندار تبلیغی نتائج مرتب ہو سکتے ہیں، امید ہے ہر ذمہ دار بزرگ اس طرف ضرور توجہ مبذول فرمائیں گے اور جلسہ سالانہ کو کامیاب بنانے کے لئے نومبر سے ہی جدوجہد شروع کر دیں گے ❊

متفرق خیالات

مغرب اور عورت

برنارڈ شا انگلستان کا مشہور طنزیہ نگار اور مفکر ہے اس کی ایک مشہور تمثیل "بشر اور فوق البشر" نظر سے گذری اس تمثیل کے دوسرے منظر میں ایک کردار اپنے ساتھیوں کے سامنے یوں اظہار خیال کرتا ہے:۔

" ہمیں رود بار انگلستان کو فوراً عبور کر کے مارسیلز، جبل الطارق، اور جنیوا تیزی کے ساتھ پہنچنا چاہیئے۔ کسی بندرگاہ تک پہنچنا چاہیئے جہاں سے ہم کسی اسلامی ملک میں پہنچ جائیں جہاں مرد عورتوں سے محفوظ ہیں،،

ان فقرات سے مصنف کی مراد یہ ہے کہ یورپ میں عورت کی حد سے بڑھی ہوئی آزادی نے مغربی معاشرت میں ایسی الجھنیں پیدا کر دی ہیں کہ مرد کے لئے اس معاشرت میں امن نہیں رہا۔ اسلئے ایک کردار ان الجھنوں اور بدمزگیوں سے گریز کرتے ہوئے اسلامی ممالک میں پناہ لیتا ہے، اپنی مشکلات کا حل اسے اسلامی معاشرت اور قانون میں نظر آتا ہے۔ مغرب میں عیسائیت اور موجودہ تحریکات اور نظامات، معاشرتی پیچیدگیوں کا علاج نہیں کر سکے۔ ان کا علاج صرف اس پیغام اور قانون میں ہے جسے تیرہ سو سال پہلے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے سامنے پیش کیا آج یورپ میں معاشرتی اور معاشی توازن صرف اسلام پیدا کر سکتا اور عورت اور مرد کے مسائل کو بھی صرف قرآن مجید ہی حل کر سکتا ہے جس نے یہ تعلیم دی ہے الرجال قوامون علی النساء یعنی مرد ہی عورتوں ... کے متکفل ہیں۔ ان کے محافظ اور حاکم ہیں۔ اسلام نے عورت کے معاملہ میں جہاں مرد کو ذمہ دار قرار دیا ہے تو ساتھ ہی یہ بھی تعلیم دی ہے۔ وعاشروھن بالمعروف۔ ان کے ساتھ پسندیدہ طور سے میل جول رکھو۔ ان کی تنہائی حسن اخلاق سے پیش آؤ جو صنف لطیف کے شایان شان ہے۔ یہ توازن اور درمیانی راہ اسلام میں ہے، اسلئے ان تمام مغربی نظامات کا علاج جو انتہا کی طرف نمو پذیر ہو گئے ہیں صرف اسلام میں ہے۔

مشترکہ کانفرنس

اسی مراسلہ میں جس کا ذکر ہم نے مقالہ افتتاحیہ میں کیا ہے سردار تارا سنگھ صاحب نام دھاری کا یہ ارشاد موجود ہے :۔

"فوری عزم یہ ہے کہ آخر نومبر میں لاہور منٹو پارک میں دو دن تو ہر مذہب کے افراد اپنی کتب دینی کی تلاوت کریں اور تیسرے دن ایک بہت بڑی مشترکہ کانفرنس کی جائے جس کا مقصد صرف یہ ہوگا کہ مختلف قوموں کے درمیان محبت مودت پیدا کی جائے ،،

یہ مشترکہ کانفرنس کا خیال بہت اچھا ہے اتحاد و اتفاق کے مقاصد کو تقویت دینے کیلئے ایسی کانفرنسوں کا انعقاد اشد ضروری ہے۔ ہندوستان کے طول و عرض میں ایسی کانفرنسیں منعقد ہونی چاہئیں اور اس تحریک اتحاد کو اس قدر پھیلانا چاہئے کہ یہ سارے ملک پر محیط ہو جائے۔ اس وسیع صورت میں یہ نتیجہ خیز ثابت ہو سکتی ہیں اور ہندوستان کے مستقبل پر خوشگوار اثر ڈال سکتی ہیں

تبلیغ کی انتہائی ضرورت

اس عنوان سے روزنامہ احسان مورخہ ۱۸ دسمبر کی اشاعت میں رقمطراز ہے

" قارئین غالباً یہ سمجھ رہے ہونگے کہ احسان نے مرکزی ادارہ تبلیغ کے متعلق جو تحریک شروع کی تھی وہ اپنی موت آپ مر چکی ہے۔ لیکن یہ غلط ہے ہم اس ادارہ کے قیام کیلئے ہر وقت کوشاں ہیں، مختلف علمائے کرام سے خط و کتابت ہو رہی ہے۔ اور اکثر علماء نے خود ہماری تحریک کی انتہائی حمایت کی ہے اور کوشش کی جا رہی ہے کہ اس قسم کے حالات پیدا ہو جائیں جن کے ماتحت یہ ادارہ جلد سے جلد قائم ہو جائے۔ سب سے پہلے تو یہ ضروری ہے کہ تمام علماء ایک ہی مرکز خیال پر جمع ہو جائیں۔ اور یہ فی الحال سب سے بڑا مرحلہ ہے۔ وہ علمائے عظام تو ایک مدت سے ایک دوسرے سے بچھڑے ہوئے اور اپنے اپنے خیال کے مطابق ایک دوسرے کو کافر کہنے سے بھی نہیں چوکتے، دلوں میں نفرت کینہ، بغض موجود ہے اور یہ سلسلہ صرف ان تک ہی نہیں بلکہ ان کے آباؤ اجداد سے اب تک چلا آ رہا ہے۔ اسلئے اس بے پایاں اور دوامی نفرت کو جڑ سے کاٹنے کے لئے کسی اخبار کے مقالات ہی کافی نہیں ہوتے بلکہ اس امر کی ضرورت ہے کہ مسلمان عوام ان علماء کو مجبور کریں کہ وہ بنیادی اختلافات کو ختم کر کے رکھ دیں۔ اور ایسے اصول ہمارے سامنے پیش نہ کریں جن کی بنا پر ہم مسلمان بھائیوں سے الگ الگ نظر آئیں وغیرہ وغیرہ ،،

وہ علمائے کرام جو تکفیر بازی کے پیکر اور نفرت کینہ، بغض کے آئینہ دار ہیں اور جن کی اصلاح کے لئے عوام کو کوئی اصلاحی قدم اٹھانے کی ضرورت ہے کیا ان سے توقع کی جا سکتی ہے کہ متحد ہو کر کوئی تعمیری کام کریں گے؟ ایں خیال است و محال است و جنوں

مسٹر جناح پر قاتلانہ حملہ کرنیوالے کو سزا

بمبئی۔ مسٹر جناح مسلم لیگ کے قائد اعظم پر قاتلانہ حملہ کرنیوالے کامریڈ رفیق صابر مزنگوی کو جیوری نے اتفاق رائے سے مجرم قرار دیا ملزم نے جو عدالت میں بیان دیا تھا اسے بالکل غلط قرار دیا گیا جسٹس گلیڈن نے ملزم کو پانچ سال قید سخت کی سزا دی ہے

کوئی قوم انارکی اور دہشت پھیلانے سے دنیا میں ترقی نہیں کر سکتی اور اختلاف رائے کی وجہ سے قائدین پر قاتلانہ حملے کرنے کی وجہ سے تو دنیا کا امن خطرے میں پڑ جاتا ہے مسٹر جناح پر قاتلانہ حملہ کرنے والے کو قرار واقعی سزا دے کر جسٹس گلیڈن نے اس قسم کے خطرناک اقدامات کو روکا ہے جو ہندوستان کے لئے بہت مضر ہیں۔

کچھ رشتوں کے متعلق

جماعت کے اندر رشتے کرنے کی اہمیت کے متعلق احباب سلسلہ کو کئی دفعہ توجہ دلائی جا چکی ہے۔ جماعت کی تقویت کے لئے جہاں اور عناصر ضروری ہیں وہاں اس امر کی بھی اشد ضرورت ہے کہ رشتوں کے تعلقات سے جماعت کو مضبوط کیا جائے یہ امر اتنا واضح اور اتنا ضروری ہے کہ اس کی اہمیت پر روشنی ڈالنے کی بھی چنداں ضرورت نہیں سب احباب سلسلہ اس کی ضرورت کو بخوبی سمجھتے ہیں ان رشتوں کے ضمن میں ایک مشکل یہ ہوتی ہے کہ مرکز کے ذمہ وار احباب کو رشتوں کے متعلق علم نہیں ہوتا اس کے لئے ضروری ہے کہ ایسے رشتوں کے متعلق حضرت مولینا عزیز بخش صاحب جائنٹ سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کو اطلاع دی جائے امید ہے بیرونی جماعتوں کے احباب فوراً اس طرف توجہ مبذول فرمائیں گے تاکہ آپس میں رشتے کرنے کی تحریک کو تقویت مل سکے۔

جنرل کونسل کا اجلاس

مورخہ ۳۱ اکتوبر کو احمدیہ بلڈنگس لاہور میں جنرل کونسل کا ایک نہایت اہم اجلاس منعقد ہوا جس میں بیرونی جماعتوں کے نمایندوں نے شمولیت فرمائی اس اجلاس میں بنگال اور احاطہ مدراس میں نئے مشن کھولنے کا فیصلہ ہوا اور قرآن ٹرسٹ کا معاملہ بھی زیر غور ہے یہ معاملہ آیندہ جنرل کونسل میں پھر پیش ہوگا۔

ایک اور احمدی بچے کا ایثار

جناب محمد سعید صاحب احمدی مینجر کارخانہ شیخ محمد اسمٰعیل حاجی مولا بخش صاحب شجاع آباد، جنرل سیکرٹری صاحب کی خدمت میں تحریر فرماتے ہیں:۔

" تحریک "نیا نظام عالم" اخبار پیغام صلح میں میرے لڑکے عزیز نثار احمد جو اس وقت تیرہ سال کا ہے اور نویں جماعت میں تعلیم حاصل کر رہا ہے۔ پڑھی۔ اسی وقت اس نے کارخانہ کے تمام سناروں سے اور اپنی جیب خرچ سے چندہ اکٹھا کیا۔ جو مبلغ -/50 ہے اور ارسال خدمت ہے۔

اس احمدی بچہ کا ایثار اور جذبہ دوسرے احمدی بچوں کے لئے قابل تقلید ہے۔ دعا کریں اللہ تعالیٰ اس بچہ کو نیک اور صالح بنائے اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی توفیق دے آمین

درخواست دعا

جناب حافظ محمد حسن صاحب وکیل گجرات کے صاحبزادہ ضیاالحسن صاحب ولایت سے ہندوستان روانہ ہو چکے ہیں۔ سب احباب سلسلہ کی خدمت میں درخواست ہے کہ انہیں دعائے نیم شبی میں خاص طور پر یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں خیریت سے وطن پہنچائے۔

سانحہ ارتحال

جماعت کے تمام حلقوں میں یہ خبر انتہائی ملال کے ساتھ سنی جائے گی کہ جناب سید تاج حسین صاحب بخاری۔ بی۔ اے۔ بی۔ ٹی ہیڈ ماسٹر ضلع لائلپور کا بیٹا سید تلمید حسین مورخہ ۵ دسمبر کو ہمیشہ کے لئے داغ مفارقت دیکر اپنے مالک حقیقی سے جا ملا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور والدین کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔ سب احباب سلسلہ جنازہ غائبانہ پڑھیں

آہ! مشتاق احمد

ویروالہ ضلع سیالکوٹ سے یہ نہایت افسوسناک خبر موصول ہوئی ہے کہ ہمارے محترم دوست چوہدری تاجدین صاحب سفید پوش کا اکلوتا بیٹا مشتاق احمد جو حقیقی طور پر احمدیت کا مشتاق تھا چھ ماہ بیمار رہ کر ۱۳ نومبر ۱۹۴۳ء کو ۲۸ سال کی عمر میں رہگرائے عالم جاودانی ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس صدمہ جانکاہ میں ہمیں چوہدری صاحب سے دلی ہمدردی ہے، انہیں ابتدائے احمدیت سے بہت سے ابتلاؤں میں سے گذرنا پڑا اور خدا کا شکر ہے کہ وہ ہمیشہ راضی برضائے الٰہی ثابت ہوئے اب بھی اس اکلوتے فرزند کی موت پر انہوں نے کس حوصلہ کیساتھ یہ لکھا ہے کہ مشتاق ہم سے ناخوش نہیں گیا اور نہ ہم ناخوش ہیں مصری صاحب نے ہمیں سبق سکھا دیا تھا۔

مرحوم کا ایک چھوٹا سا ۴ سالہ بچہ نصیر احمد اور نوجوان بیوی ان کے پیچھے رہ گئی ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ سب کو صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کو جنت نصیب کرے احباب کرام مرحوم کا جنازہ غائب پڑھ کر اس کی روح کو ثواب پہنچائیں۔

ضروری تصحیح

پیغام صلح مورخہ ۱۰ اکتوبر ۱۹۴۳ء میں محترم جناب شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری کے مضمون "حکیم نضل الدین صاحب بھیروی کا مذہب" کے صفحہ ۵ کالم ۲ میں آخری سطور میں "جو کافی غور کرنے والے کو شبہ پڑ سکتا ہے" کی بجائے "جن سے کافی غور نہ کرنے والے کو شبہ پڑ سکتا ہے،، درست ہے۔

(ب) صفحہ ۶ کالم ۲ سطر ۲ میں "اگر ہم نبی نہیں بن سکتے ہیں" کی بجائے "اگر ہم نبی بن سکتے ہیں،، درست ہے۔

جماعت احمدیہ اور تربیت اولاد
احمدی والدین کی خدمت میں گذارش!

مدیر

زندہ قوم اور تربیت

دنیا میں زندہ اقوام اپنے بچوں اور نوجوانوں کی تربیت پر جتنی توجہ صرف کرتی ہیں وہ ہر شخص جو تاریخ امم سے واقف ہے بخوبی جانتا ہے جس قوم میں بچوں کی تعلیم و تربیت کا فقدان ہے اور نوجوانوں کی صحیح رہنمائی نہیں کی جاتی وہ قوم دنیا میں کارہائے نمایاں نہیں کر سکتی اور نہ اپنے نقوش پیچھے چھوڑتی ہے اور نہ جریدہ عالم پر اپنا دوام ثبت کرتی ہے۔

منتخب شدہ جماعت کے فرائض

جماعت احمدیہ خداوند تعالیٰ کی منتخب شدہ جماعت ہے۔ یہ وہ جماعت ہے جس کی تاریخ سے دنیا کی ایک قوم کی رستگاری وابستہ نہیں بلکہ اقوام عالم کی رستگاری وابستہ ہے۔ ایسی جماعت کو اپنے بچوں اور نوجوانوں کی تربیت کی طرف جتنی توجہ مبذول کرنی چاہیئے اس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ اگر آج تک اس طرف کسی خاص اہتمام سے توجہ نہیں ہوئی تو ہمارے اس تساہل اور تغافل کو آنیوالی نسلیں کبھی فراموش نہیں کر سکتیں اگر ہم باہر اپنی انفرادی اور اجتماعی تبلیغ سے پھیلنا چاہتے ہیں، تو ہمیں اپنے سواد اور حلقہ کے اندر آیندہ نسل کو مضبوط کرنا چاہیئے۔ وہ قوم جو باہر سے بڑھتی ہے اور اندر سے گھٹتی ہے اسے کسی شاندار مستقبل کی توقع نہیں رکھنی چاہیئے۔

ہمارے بزرگ

لیکن خداوند تعالےٰ کے فضل و کرم سے ہماری جماعت میں کثرت سے ایسے بزرگ موجود ہیں جن کی نظروں سے یہ فریضہ اوجھل نہیں جو اعلیٰ معیار پر بچوں کی تربیت کرتے ہیں اور ان کے دلوں میں اعلےٰ جذبات پیدا کرتے ہیں جس قوم کے افراد میں اپنی اولاد کے تحفظ اور تربیت کے متعلق یہ رجحانات اور قلوب میں یہ کیفیات ہوں۔ وہ قوم اپنی ہستی سے شش جہات میں ایک زلزلہ ڈال سکتی ہے، اور دنیا میں ایک تغیر عظیم پیدا کر سکتی ہے۔

جماعت احمدیہ کے اخلاقی محاسن کی بقا

جماعت احمدیہ چند ایک زندہ خصوصیات اور اخلاقی محاسن کی حامل ہے اور اس جماعت نے حضرت امام عصر حاضر کی تربیت سے ایک ایسا کردار پیدا کیا ہے جو اپنی سرشت میں خالص اسلامی ہے۔ لیکن ان خصوصیات اور اخلاقی محاسن کی بقا کے لئے آیندہ نسل کی تربیت اشد ضروری ہے اور ان اغراض و مقاصد کا قیام جو سلسلہ عالیہ احمدیہ کا منتہا مقصود ہے مقتضی ہے کہ تربیت اولاد کو شعور اور اہتمام سے بروئے کار لایا جائے

بچوں کی نفسیات کا مطالعہ

وہ اساتذہ جنہوں نے بچوں کی نفسیات کا بنظر غائر سے مطالعہ کیا ہے، وہ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ بچے ماحول اور تعلیم و تربیت سے نہایت شدت کے ساتھ اثر قبول کرتے ہیں بچوں کی مثال پگھلے ہوئے لوہے کی سی ہوتی ہے انہیں جس سانچے میں چاہیں ڈھال سکتے ہیں۔ خورد سالی میں وہ جتنی باتوں کو سنتے ہیں دیکھتے ہیں، پڑھتے ہیں، ان کے نقوش تا دم مرگ ان کے قلب و دماغ پر نقش رہتے ہیں۔ دنیا بدل سکتی ہے لیکن وہ نقوش نہ بدل سکتے ہیں اور نہ مٹ سکتے ہیں۔ ہمارے دوست اور بزرگ، اگر بچپن سے ہی اپنے بچوں کو اس امر کا شعور دلائیں کہ وہ احمدی ہیں اور انہوں نے دنیا کے کونہ کونہ میں اپنی مساعی جمیلہ سے اسلام کا پیغام پہنچانا ہے۔ تو اس سے بچوں کے اندر اوائل سے ہی ایک احساس برتری پیدا ہو جائے گا۔ اور رفتہ رفتہ یہی احساس برتری ایک زبردست قوت ارادی اور شعوری ذمہ داری میں بدل جائے گا۔

دو اہم چیزیں

اس احساس کے علاوہ دو چیزیں اور ہیں جن سے بچے اثر پذیر ہوتے ہیں۔ **ایک** تو والدین کے ذاتی نمونہ اور **دوسرے** تعلیم۔ جو بچے والدین کو صوم و صلوٰۃ کے پابند راستگو اور دیانتدار پاتے ہیں ان کے ننھے قلوب میں بھی انہی خصوصیات کو پیدا کرنے کے جذبات پیدا ہو جاتے ہیں، دوسرے بچوں کو دینیات کی تعلیم دینی چاہیئے نہایت اہتمام کے ساتھ قرآن مجید کا مطالعہ کروانا چاہیئے۔ اسلامی تاریخ اور کتب سلسلہ سے اچھی طرح واقف کرنا چاہیئے اور ساتھ ساتھ انہیں یہ بھی بتانا چاہیئے کہ ان کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد اشاعت اسلام اور اعلائے کلمۃ الحق ہے اور وہ اس سلسلہ کے افراد ہیں جس کا اصول **دین کو دنیا پر مقدم کرنا ہے**۔ جب بچوں کی ان اصولوں پر تربیت کی جائے گی۔ تو یہی بچے مستقبل قریب میں اپنی شوکت کردار سے ایک تغیر عظیم پیدا کر دیں گے اور اپنی جدوجہد سے غلبہ اسلام کو قریب تر کر دیں گے اور ایک ایسی اجتماعی قوت کا ظہور ہوگا جس کا مقابلہ دنیا کی کوئی جماعت نہیں کر سکتی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

. . . .

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ نے ایک دفعہ خطبہ جمعہ میں ارشاد فرمایا تھا:-

"میں اپنے نوجوانوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ قرآن کریم کو پڑھیں۔ رسول اللہ صلعم کے حالات کا مطالعہ کریں مسیح موعود کو دیکھیں اور اپنے اندر وہ ایمان پیدا کریں جو ایک احمدی کی زندگی میں نمایاں ہونا چاہیئے۔ آپ نے اور ہم نے دنیا میں ایک انقلاب پیدا کرنا ہے تم نے لوگوں کے اندر خدا کی ہستی پر ایک ایمان پیدا کرنا ہے اس لئے ضرورت ہے کہ پہلے تمہارے اپنے دلوں میں وہ ایمان نمایاں رنگ اختیار کرے۔ اس کے لئے محمد رسول اللہ صلعم کے حالات کو مسیح موعود ع کے حالات کو پڑھو۔ آج تو لوگ پرانے کلچر کو بڑے شوق اور دلچسپی سے پڑھتے ہیں۔ کوئی وقت نکالو کہ تم اپنے بزرگوں کی زندگیوں کا مطالعہ کر سکو۔ کوئی وقت نکالو قرآن کو پڑھنے کے لئے اور پھر دیکھو کہ کس طرح ان چیزوں سے خدا کی ہستی پر ایمان پیدا ہوتا ہے اور ایک نئی قوت اور طاقت تمہارے اندر سرایت کرتی ہے"

احمدی والدین کا فرض

ہم عرض کرتے ہیں کہ جہاں احمدی نوجوانوں کا فرض ہے کہ وہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کے اس ارشاد کو گوش ہوش سے سنیں اور اسے عملی جامہ پہنائیں۔ وہاں احمدی والدین کا بھی فرض ہے کہ وہ اپنے بچوں کا محاسبہ کریں کہ آیا وہ اس ارشاد کو عملی جامہ پہناتے ہیں یا نہیں اگر ان میں تغافل پائیں تو انہیں شفقت سے تلقین فرمائیں اور ذمہ داری کا احساس دلائیں۔ اور اگر اس تربیت کو بہت ابتدا سے ہی شروع کر دیں تو نہایت شاندار نتائج پیدا ہوں گے۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کے سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

جلسہ سالانہ کی تاریخوں کے متعلق احباب جماعت سے مشورہ

جلسہ سالانہ کی تاریخیں بالعموم ۲۵-۲۶-۲۷ دسمبر ہوا کرتی ہیں امسال ۲۴ دسمبر کو جمعہ کا دن ہے اور نماز جمعہ سے جلسہ کی ابتدا کرنا یقیناً بہت سی برکات کا موجب ہوگا اسلئے خیال یہ ہے کہ امسال ۲۴-۲۵-۲۶ کو جلسہ سالانہ منعقد کیا جائے۔ اس صورت میں مرکزی خواتین کا جلسہ اور نمائش دستکاری ۲۳ دسمبر کو منعقد ہوں گے۔

اس تجویز میں دقت یہ ہے کہ ۲۴ دسمبر کو تعطیل نہیں ہے اور بیرونجات کے دوستوں کے لئے وقت پر لاہور پہنچنا شاید مشکل ہوگی ویسے تو آجکل کرسمس کی پوری تعطیلات ہوتی بھی نہیں ہیں صرف ۲۵ دسمبر کی تعطیل ہوتی ہے اور اکثر دوست رخصت حاصل کر کے ہی جلسہ میں شریک ہوتے ہیں۔ اس لئے اگر امسال بھی دوست آسانی سے ۲۳ دسمبر کی شام یا ۲۴ کی صبح تک لاہور پہنچ سکیں تو تاریخہائے جلسہ ۲۴ تا ۲۶ دسمبر مقرر ہوں گی بصورت دیگر ۲۵ تا ۲۷۔

احباب جماعت اور بالخصوص سکرٹری صاحبان جماعتہائے بیرونی سے استدعا ہے کہ وہ اپنی آراء سے بہت جلد مطلع فرما کر شکر گذار کریں تاکہ تاریخہائے جلسہ کی تعیین کی جا سکے۔ والسلام

خاکسار۔ مسعود بیگ۔ سکرٹری

نہایت ضروری اعلان

مجلس معتمدین نے فیصلہ فرمایا ہے کہ بیرونی جماعتوں کا انتخاب سالانہ ہونا چاہیئے چونکہ صدر انجمن کے عہدیداروں کا انتخاب آخر اپریل میں ہو جاتا ہے اور وہ یکم مئی سے کام شروع کرتے ہیں اسلئے بیرونی جماعتیں بھی اپنا سال یکم مئی سے آخر اپریل تک تصور کریں۔ جنرل سکرٹری

تحریک نیا نظام عالم
رفتار وصولی

میزان سابقہ	آمد ۳/۱۱ تک	کل میزان
روپے آنے پائی	روپے آنے پائی	روپے آنے پائی
۸۶۵۰-۱۲-۰	۶۰۲-۴-۰	۹۲۵۳-۲-۶

اسسٹنٹ سیکرٹری تحصیل و تبلیغ

عمرانی زندگی میں مذہب کی حیثیت

(از جناب مولانا آفتاب الدین احمد صاحب)

چند روز ہوئے لاہور کے ایک کالج میں اس موضوع پر مجلس مذاکرہ منعقد ہوئی کہ "صرف مذہب اسلام ہی ہماری موجودہ مشکلات کا صحیح حل پیش کر سکتا ہے"۔

اس مناظرہ کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ اکثر طلباء نے بحث نے بہت سنجیدہ خیالات کا اظہار کیا۔ چند سال پہلے کالج کے طلباء سے اس موضوع پر سنجیدہ خیالات کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی کیونکہ وہ تہذیب مغرب کے طلسم میں گرفتار تھے، اور مغربی طریق تعلیم نے ان کے قلوب میں یہ بات جاگزیں کر دی تھی کہ زندگی کے مسائل میں حکمائے مغرب کے افکار، قول فیصل کا حکم رکھتے ہیں لیکن اب حالات بدل چکے ہیں۔ یورپین ممالک کے حالات، اور جنگ کے خطرات نے جو اب ہندوستان کے دروازہ پر آ پہنچے ہیں ہمارے نوجوانوں کو خواب غفلت سے بیدار کر دیا ہے، تائیدی اور تردیدی دونوں پہلوؤں کے لحاظ سے اب انھوں نے مذہب کے باب میں سنجیدگی کے ساتھ غور کرنا شروع کر دیا ہے، اور اس قسم کے سوالات ان کے دماغ میں پیدا ہو رہے ہیں کیا اب ہم سائنس کی بجائے مذہب کی رہنمائی کو قبول کریں؟ کیا زندگی کے مسائل کا حل سائنس، اقتصادیات اور سیاسیات کی بجائے مذہب میں تلاش کریں؟ کیا مذہب ابھی تک ہماری رہنمائی کرنے کی اہلیت رکھتا ہے؟ یا اب دنیا، مذہب کی رہنمائی اور ضرورت سے بے نیاز ہو چکی ہے؟ اگر مسلمان نوجوان، مذہب سے ویسے ہی متنفر ہوتے، جیسے کہ چند سال پہلے تھے تو اس قسم کے سوالات ان کے دل میں پیدا ہی نہیں ہو سکتے تھے، اور نہ وہ عنوان مذکورہ بالا کو اپنی بحث کا موضوع بنا سکتے تھے یہ موضوع خود اس امر کی ضمانت ہے کہ اب ہمارے نوجوان پھر مذہب کی طرف مائل ہو رہے ہیں جو آج سے چند سال پہلے سحر مغرب سے مسحور ہو کر یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ مذہب کا دور ختم ہو چکا ہے۔ ہم اس اہم تبدیلی پر اظہار مسرت کرتے ہیں، کیونکہ یہ انقلاب اشاعت اسلام کا پیش خیمہ ثابت ہوگا۔ وجہ یہ ہے کہ دنیا میں کوئی مذہب بنی آدم کی عمرانی مشکلات کا حل پیش کر سکتا ہے تو وہ اسلام اور صرف اسلام ہی ہے۔ لیکن مذہب کی رہنمائی قبول کرنے سے پہلے، انسان کو حق حاصل ہے کہ وہ مذہب کی قدر و قیمت کا صحیح طور پر اندازہ کر لے۔۔ اسکو حق ہے کہ وہ سوال کرے کہ کہیں ایسا تو نہ ہوگا کہ جس بیماری کا علاج کرنے کے لئے ہم مذہب کو اختیار کر رہے ہیں؟ اس میں اور بھی اضافہ ہو جائے؟ کیا واقعی مذہب میں ایسی صلاحیت پوشیدہ ہے کہ وہ ہماری مشکلات زندگی کا مداوا کر سکتا ہے؟

اس تحریک کے مخالفین نے اس پہلو پر اچھی طرح روشنی ڈالی ہے اور جس نوجوان کو بہترین مقرر قرار دیا گیا وہ حزب مخالف ہی کا ایک فرد تھا۔ اُس نے کہا کہ مذہب نے ہر زمانہ میں رجعت پسندی اور اغراض ذاتی کا ساتھ دیا ہے۔ توہمات، اور بے عملی کو فروغ دیا ہے۔ فلسفہ اور سائنس کی مخالفت کی ہے، اور امرا اور جہلاء کو اپنی مطلب برآری کے لئے استعمال کیا ہے۔ لیکن مقام مسرت ہے کہ مذہب کے بدترین مخالف کو بھی یہ جرأت نہ ہوئی کہ وہ آنحضرت صلعم اور خلفائے راشدین کے عہد پر نکتہ چینی کر سکے۔ بلکہ اس حقیقت کا اعتراف کرنا پڑا کہ اگر دنیا میں کبھی بہترین حکومت قائم ہوئی تو وہ خلافت راشدہ ہی تھی، ایسی حکومت جس میں مزدور اور غریب کی عزت محفوظ تھی جس میں حکمران اپنے آپ کو جماعت کا ایک فرد تصور کرتا تھا۔ اور مجرم خود اپنا محتسب تھا اور دولت مند اپنے آپ کو دولت کا امین تصور کرتا تھا تاکہ وہ اسے غریبوں کے فائدہ کے لئے استعمال کرے اور جس میں ہر نیکوکار اور دانشمند انسان کو ابھرنے کا موقع حاصل تھا۔ اور اس کی نیکی اور قابلیت کا اعتراف کیا جاتا تھا ——— آنحضرت صلعم اور آپ کے خلفاء نے ایسی ہی حکومت قائم کی تھی۔ لیکن یہ سوال بجا طور پر کیا گیا کہ یہ طرز حکومت اس قدر جلد ختم کیوں ہو گئی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بحیثیت نظام مذہب، ناقص العمل ہے ممکن ہے انسان کی انفرادی زندگی میں مفید ثابت ہو سکے۔ لیکن وہ جماعتی زندگی میں موثر نہیں ہے بہرحال اس قدر تو مان لیا گیا کہ خواہ قلیل عرصہ کے لئے ہی ہوا، لیکن مذہب ایک قابل عمل نظام ضرور پیش کر سکا۔ ایک مقرر نے مذہب کی برائیاں شمار کرنے کے ضمن میں یہ کہا کہ مذہبی تعصب نے یہود کو اس پر مائل کیا کہ ایک بیگناہ انسان (مسیح) کو صلیب پر چڑھا دیں۔ لیکن مخالفین نے اس موقعہ پر ایک حقیقت ثابتہ کو فراموش کر دیا وہ یہ کہ لوگوں نے، صرف مسیح ہی کو تکلیف نہیں پہنچائی بلکہ دنیا کے ہر مصلح اور ہادی مذہب کو تختہ مشق بنایا گیا۔ اگر مخالفین مذہب گلیلیو اور دوسرے حکماء سے ہمدردی کر سکتے ہیں، جن کو مذہبی تعصب کا شکار بننا پڑا، تو پھر ان لوگوں سے بھی ہمدردی کرنی لازمی ہے جنھوں نے مختلف زمانوں میں، دنیا کو نیکی کی طرف بلایا، اور بدی کے خلاف جہاد کیا اور اپنی تعلیم سے افکار انسانی میں انقلاب عظیم پیدا کر دیا۔ یہ امر قابل غور ہے کہ حضرت ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ اور آنحضرت صلعم کو ایذا دینے والے، مذہب کے علمبردار ہی

والے کرے اس مذہب سے متمیز کرنا چاہیئے جس کے علمبرداروں کو ایذا دی گئی۔ کیا ایک صحیح العقل انسان ان دونوں مذاہب کو ایک ہی خانہ میں رکھ سکتا ہے؟ اگر دونوں کا مقصد ایک ہی ہے تو پھر ایک دوسرے کو ایذا کیوں دیتا ہے؟ اگر ان میں سے ایک سچا ہے تو دوسرا ضرور جھوٹا ہے۔ اور دوسرا سچا ہے تو پہلا ضرور جھوٹا۔ اگر ایک اندھی تقلید یا مخالفت کا نام تو دوسرا اسکی ضد ہوگا۔ پس ہم توقع کرتے ہیں کہ موجودہ زمانہ کے متحمین یا رواداری اور عقلیت کے حامیوں اور ان مذہبی رہنماؤں کے درمیان (جن کو ستایا گیا) ضرور کوئی قدر مشترک موجود ہوگی۔ لہذا ان مصلحین یا مذہبی پیشواؤں کو ان مذہبی مجنونوں یا متعصب جاہلوں کی فہرست میں شامل کرنا سراسر خلاف عقل و انصاف ہے، جو ہر زمانہ میں ترقی کی راہ میں حائل رہے ہیں حقیقت یہ ہے کہ تمام مذاہب جب اپنی اصلی حالت میں تھے تو آزادی اور ترقی کے حامی تھے اور مذاہب عالم کے بانی سب کے سب نیکی کے حامل اور امن و ترقی اور راحت کے علمبردار تھے۔ جب تک کسی مذہب میں طاقت باقی رہتی ہے، شریر لوگ اس کی تخریب کرتے رہتے ہیں۔ اور ان دنوں حالات صرف مخلص اور صداقت کے شیدائی ہی اس مذہب کو قبول کرتے رہتے ہیں۔ لیکن رفتہ رفتہ مادی طاقتیں شریک حال ہو جاتی ہیں اور نہ صرف خطرہ نہیں رہتا بلکہ اس مذہب کا قبول کرنا دنیاوی نفع کا موجب ہو جاتا ہے۔ پس اب جو لوگ داخل ہوتے ہیں وہ خلوص میں بہت کم مرتبہ رکھتے ہیں بلکہ تاریخ شاہد ہے کہ جو لوگ ابتداء میں اس مذہب کے زبردست مخالف تھے اس کی استقامت کے بعد، وہی اس کے پرجوش حامی بن جاتے ہیں کیونکہ اب اس کے قبول کرنے میں کسی دنیاوی نقصان کا اندیشہ نہیں ہے نا اور اس ضمن میں یہ لوگ اس بات کی بھی کوشش کرتے ہیں کہ اس مذہب کا اخلاقی معیار کافی حد تک پست ہو جائے تاکہ انہیں کوئی دشواری پیش نہ آئے۔ اسی لئے قرآن نے ان لوگوں کو، جو فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے ان لوگوں پر مقدم کیا ہے جو اس کے بعد دائرہ اسلام میں داخل ہوئے . . . . . . اور یہ اصول تمام مذاہب پر منطبق ہو سکتا ہے نیا مذہب جس قدر زیادہ مقبول ہو جاتا ہے اس کا اخلاقی معیار بھی پست ہو جاتا ہے۔ اور اخلاقی معیار جس قدر پست ہو جاتا ہے وہ مذہب زیادہ مقبول ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ ایک زمانہ ایسا آ جاتا ہے، جب چالاک لوگ، اس مذہب کے پیشوا بن جاتے ہیں اور وہ دنیاوی زندگی کے کسی شعبہ پر حاوی ہو جاتے ہیں، نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ پرانا نظام کسی نئے نام سے دنیا میں قائم ہو جاتا ہے۔ اور بدی اور رجعت پسندی کی طاقتیں اس نئے نام کے پردہ میں پناہ لیتی ہیں، تاریخ عالم میں اس کی مثالیں برابر مل سکتی ہیں۔ اسی نکتہ چینوں

عدم وجود سے دنیا میں کوئی فرق نہیں پیدا ہوتا۔ بالفاظ دیگر خواہ مذہب کی بنیاد خلوص پر ہی کیوں نہ ہو، عملی زندگی میں وہ بیکار ہے۔ لیکن یہ طریق استدلال غلط ہے۔ ہمیں یہ سوچنا چاہیئے کہ مذہب کی اس مسلسل کشمکش کے نقدان سے دنیا میں کیا تبدیلی رونما ہوگی؟ بلکہ ہمیں یہ محسوس کرنا چاہیئے کہ مذہب کے سرد پڑ جانے کا احساس ہی خود مذہب کی پیداوار ہے۔ وہ نصب العین جو ہمیں مروجہ صورت حال سے غیر مطمئن کرنے کا سبب ہوتا ہے، بذات خود مذہب کا عطیہ ہے جو فکر انسانی کو حاصل ہوتا ہے۔ ہم جس بات پر بجا طور پر گلہ کر سکتے ہیں زیادہ یہ ہے کہ منظم مذہب کیساتھ وابستہ ہی اور جس ادارہ سے بھی دنیاوی مفاد وابستہ ہو جائے تو یقیناً مذہبی زاویہ نگاہ سے غیر پسندیدہ لوگ اس میں داخل ہونے لگیں گے اور یہی لوگ آگے چل کر مذہب کے مقصد کو فنا کر دیتے ہیں۔ لیکن اس وجہ سے نفس مذہب کو مورد اعتراض نہیں بنایا جا سکتا۔ جو ہر اس شئے کو منور کر دیتا ہے جو اسکے دائرہ اثر میں داخل ہو جائے۔ وہ انسانی ضمیر کو منور کرتا ہے اور یہ کام نہ کوئی فلسفی کر سکتا ہے نہ حکیم نہ شاعر۔ اس بات سے کہ بدقسمتی سے مذہب کی پیشوائی جھوٹے رہنماؤں کے ہاتھ میں ہے۔ اس حقیقت پر پردہ نہیں پڑ سکتا کہ سچے رہنما بھی موجود ہیں۔ خواہ ان کی تعداد کتنی ہی کم کیوں نہ ہو۔ جب ایک دفعہ کسی سچے رہنما کا سکہ جم جاتا ہے تو مذہبی زندگی اور مذہبی امور کی قدر اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ جھوٹے لوگ بھی رہنمائی کے مدعی بن بیٹھتے ہیں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ اگر آپ کسی زمین کو پھلوں کی کاشت کے لئے تیار کریں تو لامحالہ پھولوں اور پھلوں کے ساتھ گھاس پھونس بھی اُگ آتا ہے۔ یہ تو ایک مسلمہ امر ہے کہ جھوٹ کا وجود سچائی کے وجود پر دلالت کرتا ہے۔ اور جو شئے جتنی زیادہ قیمتی ہوتی ہے اس کی نقالی کے امکانات بھی اسی قدر زیادہ ہو جاتے ہیں، آپ کو زندگی کے ہر شعبہ ——— ادبیات، فنون لطیفہ، تجارت اور سکہ رائج الوقت ——— میں اس کی مثالیں مل سکتی ہیں۔ وینس کے مجسمہ کی لوگوں نے کتنی نقلیں کی ہیں! اسی طرح جھوٹے لوگ مذہبی رہنمائی کا دعوے کر دیتے ہیں کیونکہ وہ دیکھتے ہیں کہ سچوں کی کس قدر عزت کی جاتی ہے۔ اگر انسانی ذہن مذہب کی عزت کرنے پر فطری طور سے مائل ہو، تو سب سے زیادہ عزت ان بانیان مذاہب کی، کی جائیگی جو مذہب اور پاکیزگی کا سب سے بڑا سرچشمہ ہوتے ہیں۔ لیکن تاریخ کا فتوے کچھ اور ہی ہے۔ دنیا انہی لوگوں کو سب سے زیادہ ستاتی ہے اور انہی کی سب سے زیادہ بے عزتی کی ہے۔ پس عزت حاصل کرنے کے بجائے یہ بانیان مذاہب اپنے خون جگر سے اس پودے کی آبیاری کرتے ہیں، جس کا ثمر ہوتا ہے اور وہ عزت، و احترام جو مذہب

وابستہ ہے اور جس کے لئے مذہبی طور سے نالائق لیڈر اور عوام اس فرد کو شاں ہوتے ہیں، ایسی کامیابی ہے جو دوسری کامیابیوں کی طرح، قربانی، صبر اور تحمل سے حاصل ہوتی ہے بلکہ اس معاملہ میں کامیابی حاصل کرنے کیلئے دوسرے شعبہ ہائے زندگی کے مقابلہ میں انسان کو بہت زیادہ قربانی دینی پڑتی ہے۔ بنی آدم کی عمرانی زندگی میں مذہب کی حیثیت سمجھنے سے پہلے، اس نکتہ کو بخوبی سمجھ لینا چاہیئے، یہ ان عظیم الشان لوگوں کے ساتھ سراسر ناانصافی ہوگی اگر ہم یہ کہیں کہ وہ لوگ عوام کی سادہ لوحی سے ناجائز فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ عزت حاصل کرنی کجا، وہ تو اپنی قربانی سے مذہب کا وقار قائم کرتے ہیں بلکہ اس کی تقدیس کا احساس دلوں میں پیدا کرتے ہیں۔ اور واضح ہو کہ جب کبھی نالائق رہنماؤں کی دست اندازی کی وجہ سے یہ احساس مردہ ہو جاتا ہے تو اس احساس کو دوبارہ زندہ کرنے کے لئے، خدا کا کوئی نیک بندہ کھڑا ہو جاتا ہے۔ تاکہ وہ ان نالائقوں کی حماقت کا کفارہ ادا کرے اور دنیا کو از سر نو سچائی کی دعوت دے۔ پس ناکامی دراصل مذہب سے وابستہ نہیں، بلکہ ان لوگوں کے ساتھ وابستہ ہے جو مذہب کی روح سے بیوفائی کرتے ہیں اور صراط مستقیم پر قائم نہیں رہتے۔ مذہب انسانوں کے دلوں میں اخلاقی حس پیدا کرنے سے کبھی عاری نہیں ہوتا۔ اگر آپ مذہب کو انسانی زندگی سے خارج کر دیں گے تو پھر نیکی کے لئے کوئی محرک آپ کے پاس باقی نہیں رہے گی۔ مادری بریں اخلاق دراصل ایک زبردست ذہنی مغالطہ میں مبتلا ہیں۔ وہ اگرچہ مذہبی زاویہ نگاہ سے غور و فکر کرتے ہیں، لیکن عملاً مذہب کا انکار کرتے ہیں۔ اگر کائنات سے متعلق ہمارا زاویۂ نگاہ خالص دنیاوی ہو تو پھر گناہ، جرم اور بد اخلاقی کو مذموم قرار دینے کے لئے ہمارے پاس کوئی وجہ نہیں ہے بلکہ پھر ہم منطقی طور پر کسی خیال، قول اور فعل کو اچھا یا برا کہہ ہی نہیں سکتے۔ مادی منطق کسی نیکی مثلاً محبت، رحمدلی، قربانی وغیرہ کی ضرورت ثابت نہیں کر سکتی۔ اس حقیقت کو پورے طور پر ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ انسان کے اندر اخلاقی حاسہ صرف مذہبی معلمین کا پیدا کردہ ہوتا ہے۔ وہ اپنے ماحول کو ارفع اور پاکیزہ بنا کر اپنے طرز عمل سے ناپاکی اور بدی کے ماحول کی خرابیوں کو ثابت کرتے ہیں اور مذہب اور ثقافت میں یہ سب سے بڑی منطقی دلیل ہے۔ یہ بات بآسانی سمجھ میں آسکتی ہے کہ تہذیبی ثقافتی اور مجلسی شائستگی، صرف اونچے حلقوں سے رابطہ پیدا کرنے کی بدولت ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ یہ چیزیں اچھی صحبت ہی سے نصیب ہوتی ہیں۔ ایک منکر خدا، ماہر اخلاقیات خوبیوں کو غیر شعوری طور پر اپنے والدین یا سوسائٹی سے سیکھتا ہے اور اس حقیقت کا انکار نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ ایک امر بدیہی ہے بغرض مذہب کی بنیاد بہت نازک ہوتی ہے، بہت سے لوگ جو مذہبی کہلاتے ہیں، دراصل بالکل لامذہب ہوتے ہیں، اور بہت سے لوگ جو اپنی لامذہبیت پر فخر کرتے ہیں۔ دراصل اپنے احساسات اور طریق عمل کے اعتبار سے مذہبی ہوتے ہیں۔ دوسرے معاملات کی طرح اس معاملہ میں بھی مادی دنیا کی تقسیم روحانی معیار کی تقسیمات سے مختلف ہوتی ہے یہ وہ ذہن جو مذہب کے لایعنی رسوم اور جھوٹے مذہبی آدمیوں کی ریاکاری کے خلاف بغاوت کر دیتا ہے۔ دراصل سچے مذہب کے زیر اثر ہوتا ہے، اور یہ بات ان لوگوں میں پائی جاتی ہے جن کی ذاتی اغراض مذہب سے وابستہ نہیں ہوتیں۔ فی الحقیقت مذہب کوئی ایسی مادی چیز تو نہیں ہے جسے کوئی شخص پیٹنٹ کرا کر اس کی خرید و فروخت اپنے لئے مخصوص کر سکے، وہ تو شعلۂ حیات ہے اور اکثر ان حلقوں میں پایا جاتا ہے جو تنظیم اور اقتدار کی انسانی ترکیبوں سے غیر متعلق ہوتے ہیں سطحی نظر کے لوگ اس حقیقت سے غافل ہو کر حقیقی مذہب کو محض ادعائے مذہب سے مخلوط کر دیتے ہیں اور اس طرح شریروں کی کارستانیوں کو بیچارے مذہب کے سر تھوپ دیتے ہیں، اور اگر خدا کے نیک بندے گاہے گاہے ان شریروں کا بھانڈا نہ پھوڑ دیا کرتے تو انسانی فطرت کی یہ کمزوری رفتہ رفتہ اس قدر نشو و نما پا جاتی کہ پھر انسان جھوٹے مذہب سے نفرت نہ کرتا۔ اخلاقی پستی کی لہریں، مہذب اور شائستہ جماعتوں تک بھی، بارہا ظاہر ہو چکی ہیں، جن کی بنا پر اس امکان سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان کا فتوائے کفر

جناب میاں صاحب فتویٰ کو واپس لیں

(از جناب ڈاکٹر حسن علی صاحب گوجرانوالہ)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مرزا غلام احمد قادیانی جو سلسلہ احمدیہ کے بانی تھے حضور نے اپنی وفات سے چند سال پہلے ایک رسالہ الوصیت نامی مرتب کیا۔ جس میں آپ نے بذریعہ الہام اپنی وفات کے زمانہ کے قریب ہونے کے ساتھ ہی بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن ہونے کے لئے ہر ایک حقیقی احمدی کے متعلق شرائط کو بوضاحت لکھا نیز صدر انجمن احمدیہ قادیان کو اپنا جانشین قرار دیا۔ اس سنت اللہ کے مطابق کل نفس ذائقة الموت حضرت مرزا صاحب نے احمدیہ بلڈنگس لاہور میں بروز منگل ۲۶ر مئی ۱۹۰۸ء، ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب اسسٹنٹ سرجن مرحوم کے مکان پر وفات پائی۔ آپ کی میت کو قادیان لے گئے ۔ ۔ ۔ ۔ اور دوسرے روز حضرت مولوی نور الدین صاحب علیہ الرحمۃ نے خلیفۃ المسیح مقرر ہونے کے بعد حضرت صاحب کا جنازہ پڑھایا اور شام کے قریب آپ کی میت کو بہشتی مقبرہ قادیان میں سپرد خاک کیا گیا۔ اللہ تعالےٰ کی بے حد برکات و انوار حضور کی روح پرنور پر ہوں۔ آمین۔ حضرت نور الدین علیہ الرحمت نے مارچ ۱۹۱۴ء میں وفات پائی۔ آپ کی وفات سے چند سال پہلے ایک جماعت قادیان میں انصار اللہ کے نام سے بنائی گئی تھی جس کی ان تھک کوششوں سے موجودہ خلافت قادیان میں قائم کی گئی اور جماعت احمدیہ دو حصوں میں منقسم ہوگئی۔ ایک کثیر حصے کے خلیفہ جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد بنے دوسرا چھوٹا گروہ لاہور آ گیا اور اس نے اپنی مذہبی سرگرمیوں کو حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب کی قیادت میں شروع کیا۔ مسائل کفر و اسلام۔ نبوت حضرت مسیح موعود۔ خلافت احمدیہ کے متعلق کئی مباحثات اس طویل عرصے میں ہوتے رہے ہیں۔ جن کے لئے سلسلہ کے اخبارات کے فائل گواہ ہیں۔ ان مسائل کے علاوہ قادیانی جماعت کے لوگوں نے حضرت مسیح موعود کی اولاد کی محبت میں بہت غلو کیا۔ ساتھ ہی مقبرہ بہشتی قادیان پر اپنے قبضہ کو اپنے سچا ہونے کا ثبوت سمجھتے رہے ہیں۔ ہر ایک متقی انسان کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنے پیر و مرشد کے مرقد کے قریب ہی دفن ہونے کے لئے انتظام کرے۔ گو خدا کا بہشت اتنا چھوٹا نہیں ہے کہ وہ چند گماؤں کی زمین پر واقع ہو۔ اور یہی قرآن شریف احادیث شریف۔ اقوال حضرت مسیح موعود سے ثابت ہے۔ نیز جملہ اہل اسلام کا ایمان ہے کہ درحقیقت ہر مومن یا مومنہ کا بہشت ان کے اعمال صالحہ سے ہی بنتا ہے۔ گو ظاہر حضرت مسیح موعود کی میت کو بمقام قادیان بہشتی مقبرہ میں دفن کیا گیا تھا۔ مگر درحقیقت ان کا روحانی طور پر دفن ہونا حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صلعم خاتم النبیین کی پاک قبر میں لکھا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں۔ کہ مسیح موعود مقام قرب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر ہوگا کہ موت کے بعد اس رتبہ کو پائیگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب کا رتبہ اس کو ملے گا۔ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی۔

پس ہر متقی انسان اپنی جنت کو خود ہی اس دنیا میں خریدتا ہے اور حاصل کرتا ہے جس کے حصول کے لئے اعمال صالحہ کی اُسکو ضرورت ہوتی ہے۔ مگر سب سے بڑھکر اس جنت میں داخل ہونے کے لئے ضروری ہے، جیسا کہ فرمایا۔

من اتبع الذکر وخشی الرحمٰن بالغیب فبشرہ بمغفرۃ واجر کریم۔ انی امنت بربکم فاسمعون قیل ادخل الجنۃ۔ قال یلیت قومی یعلمون۔ بما غفرلی ربی و جعلنی من المکرمین۔

خود ہماری سرکار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری قرب میں سیدنا حضرت ابوبکر صدیق و سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہم دفن ہیں۔ باقی آپ کے اہل بیت، صحابہ کرام اجمعین دوسرے مختلف مقامات پر بحق واصل ہو کر شہید ہوئے یا دفن ہوئے تھے۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے کشتی نوح میں لکھا۔ ظاہری بیعت کچھ چیز نہیں ہے اگر تم خدا کے بن کر نہیں رہو گے۔ تو وہ تمہیں ہلاک کرکے خوش ہوگا۔ چونکہ جماعت قادیاں مقبرہ بہشتی میں دفن ہونے کو بہت عظمت دیتی ہے لہذا باقاعدہ نہایت ادب کے ساتھ خلیفہ صاحب قادیان کی خدمت میں لکھا گیا۔ اگر کوئی لاہور کی احمدی جماعت کا ممبر بھی اپنی جائیداد کا ۱/۱۰ حصہ بموجب رسالہ الوصیت ادا کرے۔ تو کیا وہ بھی بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن ہو سکتا ہے؟ جناب خلیفہ صاحب نے غور کرنے کے لئے وقت چاہا۔ بعد مدت یاد دہانی پر انہوں نے میرے معاملہ کو صیغہ دفتر مقبرہ بہشتی قادیان میں بھجوایا۔ جہاں سے مجھے بذریعہ خط ۴۳ ۔ ۱۵ جواب دیا گیا کہ کوئی غیر مبایع بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن نہیں ہو سکتا۔ جب ان کی وجوہات کی دریافت کے لئے لکھا گیا۔ تو میرے کارڈ کو جناب خلیفہ صاحب نے دوبارہ سکرٹری مقبرہ بہشتی قادیان کے پاس روانہ کیا۔ جنہوں نے اپنے مفصل خط ۱۹۰۲ مورخہ ۳/۱۲ میں بار بار لاہور کی احمدی جماعت و ممبران کو پیغامی لکھا ہے۔ چونکہ قادیانی لوگ حضرت مرزا صاحب کو انبیاء کے گروہ میں شامل کرتے ہیں۔ اس بات کے قبول نہ کرنے سے لاہور کے احمدی احباب کو پکا کافر۔ منکر۔ مجرم۔ منافق۔ فاسق۔ غیر متقی قرار دیا ہے۔ اس کی نقل پیغام صلح میں چھپ چکی ہے۔ خاکسار نے خلیفہ صاحب کو سکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان کے فتوے کفر سے مطلع کیا ہے۔ بہتر ہوگا کہ وہ اس فتوے کفر کو واپس لے لیں۔ اور اپنی جماعت کو اس کی خطرناک غلطی اور کفر سے بچائیں۔ تاکہ جگ ہنسائی نہ ہو۔ آگے تو غیر احمدیوں کو حضرت مرزا صاحب کے نہ ماننے کی وجہ سے کافر بنایا تھا۔ اب حضرت مسیح موعود کے پیروؤں کے ایک گروہ کو بھی کافر بنا دیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تعصب۔ ہٹ دھرمی کی وجہ سے انسان اپنے صحیح مسلک سے بھی دور ہو جاتا ہے اور [illegible]

ریاست چمبہ میں مذہبی کانفرنس

جماعت چمبہ کا سالانہ جلسہ

(از جناب غلام نبی صاحب احمدی چمبہ)

مورخہ ۱۸ اکتوبر ۱۹۴۳ء کو شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی مبلغ اسلام چمبہ پہنچے۔ سلسلہ کی تنظیم و تبلیغ کے علاوہ حسب ذیل ذرائع تبلیغ شیخ صاحب موصوف کو میسر آئے۔

۲۲ اکتوبر کو عیسائیوں کی طرف سے ایک مذہبی کانفرنس کا انعقاد ہوا جس میں پنڈت دیا ساگر صاحب بی۔ اے ایل ایل بی۔ پنڈت کالیداس صاحب بخشی نند لعل صاحب نمایندگان سناتن دھرم اور منشی غلام نبی صاحب قادیانی بجناب گرنتھی صاحب اور پادری اسلم خاں صاحب نے تقاریر کیں۔ موضوع تھا "میرا مذہب مجھے کیوں پیارا ہے"۔ بفضلہ تعالیٰ ہماری تقریر سب پر غالب رہی۔ گرنتھی صاحب نے اپنی تقریر میں جو دعوے اور دلائل پیش کئے وہ سب قرآن مجید کے حوالجات سے مزین تھے۔ آپ نے اپنی تقریر کو اس آیت مبارکہ سے شروع کیا۔ ومن احسن دینا ممن اسلم وجھہ للہ وھو محسن۔ یعنی اس سے محبوب ترین مذہب کونسا ہو سکتا ہے جو یہ تعلیم دے کہ انسان اپنے تمام وجود کو خدا کے تابع فرمان کر دے، اور جمیع نوع انسانی سے محبت اور احسان کا سلوک کرے۔ پھر اس ذیل میں آپ نے قرآن مجید کی آیات سے یہ ثابت کیا کہ میرا مذہب مجھے اس لئے پیارا ہے کہ اس نے خدا کی ہستی کو منوایا ہے اس کے لئے آپ نے قرآن پاک سے متعدد آیات تلاوت فرمائیں۔ اور بتایا کہ خدا کو مان کر ہی انسان گناہ سے بچکر امن کی زندگی بسر کر سکتا ہے۔ پھر فرمایا کہ خدا کی ہستی کو منوانے کے ساتھ میرے مذہب نے دو تین یا بیشمار خدا نہیں بتلائے۔ بلکہ صرف ایک خدا کو منوایا ہے۔ اس کے لئے چند آیتیں پیش کی گئیں۔ پھر قرآن پاک سے ایک آیت پڑھکر اس دلیل کو بیان کیا گیا کہ نظام عالم میں امن کے لئے ایک ہی خدا ماننا چاہیئے اگر ایک سے زیادہ خدا تسلیم کئے جائیں تو فساد پیدا ہو جائے گا "لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا۔ یہ وہ معرکے کی آیت تھی جو مولانا گرنتھی صاحب نے پیش کی تھی۔

صفات اللہ کی تشریح کے بعد موصوف نے بیان کیا کہ میرا مذہب مجھے اسلئے پیارا ہے کہ وہ تمام انسانوں کو مذہبی آزادی کا حکم دیتا ہے۔ اس کے لئے آپ نے آیت لا اکراہ فی الدین...... افانت تکرہ الناس ...... حتیٰ لا تکون فتنۃ و یکون الدین کلہ للہ۔ پڑھی۔ اور بتایا کہ اسلام کل مذاہب کو مذہبی آزادی کا حکم دیتا ہے۔ بیان کو جاری رکھتے ہوئے آپ نے بتایا کہ میرا مذہب نہ صرف مذہبی آزادی کا حکم دیتا ہے بلکہ وہ کل مذاہب کے مذہبی پیشواؤں کی عزت کرنے کا حکم دیتا ہے۔ چنانچہ اس کے لئے بھی آپ نے قرآن کریم کی متعدد آیات تلاوت فرمائیں۔ پھر آپ نے بتایا کہ نہ صرف مذہبی پیشواؤں کی عزت بلکہ میرا مذہب تمام مذہبی کتابوں کی عزت کرنے کا حکم دیتا ہے بلکہ اس سے بھی بڑھکر تمام مذہبی عبادتگاہوں کی عزت کرنا اور ان کی حفاظت کرنا میرے مذہب کے اہم ترین احکام میں سے ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں صاف لکھا ہے ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع و بیع و صلوت و مساجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا۔ (سورہ الحج) یعنی مسلمان کا فرض ہے کہ وہ صوامع (یہود کے معابد) اور بیع یعنی عیسائیوں کے گرجوں اور صلوٰۃ یعنی ہندوؤں اور ہر مذہب کے مندروں اور سب کے بعد اسلامی مساجد کی حفاظت کرے۔ اور اس مقصد کے لئے اگر مسلمانوں کو جنگ بھی کرنا پڑے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

اس کے بعد مولوی صاحب موصوف نے بتایا کہ میرا مذہب مجھے اسلئے پیارا ہے کہ وہ سوسائٹی کے تمام انسانوں سے مساوات کی تعلیم دیتا ہے اس کے لئے آپ نے قرآن مجید کی چند آیات پڑھیں جن سے یہ ثابت کیا گیا کہ انسانوں کے وطن۔ رنگ اور زبان کے اختلافات انسانی مساوات میں روک نہیں ہونے چاہیئیں یہ قبیلوں اور ذاتوں کی تقسیم محض تعارف کے لئے ہے ورنہ خدا کے نزدیک مکرم وہ ہے جو متقی اور پاکباز ہے۔ اس ضمن میں آپ نے اسلامی نماز کا رنگ دکھایا کہ کس طرح سے امیر اور غریب ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوجاتے ہیں۔ ازاں بعد آپ نے بیان کیا کہ میرا مذہب مجھے اسلئے پیارا ہے کہ اس نے انسانی زندگی کے ہر شعبہ کے لئے ایک مکمل دستور العمل سکھایا ہے مثلاً ازدواجی زندگی میں نکاح۔ مہر۔ طلاق وغیرہ کے پورے قوانین۔ قوانین وراثت۔ بتامیٰ۔ بیواؤں۔ قریبیوں، غلاموں اور مسافروں سے حسن سلوک کے احکام۔ حرام و حلال کی مکمل فہرست۔ قوانین سلطنت۔ اور ایک مکمل تعزیرات وغیرہ وغیرہ۔

آپ نے فرمایا اتنی خوبیوں کے باوجود اگر یہ مذہب محبوب ترین نہ ہو تو پھر کونسا ہو۔ آخر میں آپ نے یہ شعر پڑھ کر اپنی تقریر کو ختم کیا۔

دوستاں منع کنندم کہ چرا دل بتو دادم
باید اول بتو گفتن کہ چنیں خوب چرائی

درتالیوں کی گونج میں آپ اپنی کرسی پر بیٹھ گئے۔ اختتام تقریر تک سامعین ہمہ تن گوش رہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس تقریر کا ساری پبلک پر بہت اچھا اثر ہوا۔

مورخہ ۲۴ اکتوبر کو مقامی جماعت کا سالانہ جلسہ شروع ہوا۔ اور گرنتھی صاحب نے توحید کے مضمون پر ایک سیر کن تقریر فرمائی اور بیان کیا کہ توحید کی تعلیم اللہ تعالےٰ کی طرف سے جملہ مذاہب کو دی گئی تھی۔ مگر انہوں نے اس میں ملاوٹ کرکے مختلف قسم کے شرک رائج کئے۔ اسلام نے آکر اس توحید کو از سر نو قائم کیا اور تمام مذاہب کو دعوت دی کہ تعالوا الیٰ کلمۃ سواء بیننا وبینکم، نیز میر محبوب عالم صاحب زبیر نے ختم نبوت کے موضوع پر ایک مختصر مگر جامع تقریر کی اور حوالجات بھی سنائے

مورخہ ۲۵ اکتوبر کو رسالت کے موضوع پر آپ کی ایک جامع تقریر ہوئی جس میں آپ نے رسالت کی غرض۔ نبوت کے امتیازی نشانات، حضرت کرشن۔ حضرت مسیحؑ اور حضور سرور کائنات صلعم کی تعلیم کے چند ایک اقتباسات پیش کئے اور بتایا کہ تمام مذاہب کا سرچشمہ ایک ہے اور سب کی تعلیم اصولاً ایک ہے۔ چونکہ اقوام عالم نے ان اصولوں کو بھلا دیا ہے اسلئے اسلام نے سب قدیمی رسولوں کو اپنے اندر جمع کرکے اور دنیا کی آیندہ ضروریات کے لئے ایک مکمل قانون وضع کرکے مذہب کو مکمل شکل میں پیش کر دیا۔ لہذا ہم سب کو ان تمام اصولوں میں جو ہم سب میں قدر مشترک ہیں متفق و متحد ہو جانا چاہیئے اللہ تعالےٰ کے فضل سے اس تقریر کا بھی چمبہ کی پبلک پر اچھا اثر پڑا۔

۲۶ اکتوبر کو سب سے پہلے میر محبوب عالم زبیر نے حضرت مسیح موعود کا فارسی کلام ترنم کے ساتھ سنایا اور ترجمہ بھی کیا۔ پھر شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی نے رسالت کا بقایا حصہ پیش کیا جس میں گرنتھی صاحب نے بائبل اور ہندو کتب مقدسہ سے آقائے نامدار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پیشگوئیاں پڑھکر سنائیں۔ اور سکھ بزرگوں کے مقدس اقوال سے یہ ثابت کیا کہ تمام دنیا رسول عربی کی تعریف میں رطب اللسان ہے لہذا اسی رسول کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہو سکتا ہے کہ جس کی سب تعریف کرتے ہیں ضمناً آپ نے اسلامی تصوف پر بھی کچھ روشنی ڈالی۔ اور بتایا کہ بعض ہستیاں خدا کے رنگ میں رنگین ہوکر انبیاء کے طور پر پیش ہوئیں جن سے بعض قوموں نے غلطی سے اپنے پیشواؤں کو خدا سمجھ لیا ہے۔ تقریر کے اختتام پر پادری اسلم خاں صاحب نے فرمایا کہ جو پیشگوئیاں آپ نے بائبل سے پیش کی ہیں ان کے متعلق ہم کسی روز اپنے گرجے میں نتیجہ بیان کریں گے۔ چنانچہ مورخہ ۲۹ اکتوبر کو پادری صاحب نے اپنے گرجے میں ایک تقریر "محمد صاحب (صلعم) اور بائبل" کے موضوع پر کی ہمیں بڑی خوشی ہوئی کہ پادری صاحب باوجود کوشش کے ان پیشگوئیوں کی تردید نہیں کرسکے۔ بعض پیشگوئیوں کو انھوں نے چھوا تک نہیں۔ . . . . .

. . . البتہ پادری صاحب نے چند غیر متعلقہ باتیں چھیڑ دیں۔ جن کا ہماری تقریر سے کوئی تعلق نہ تھا۔ مثلاً یہ کہ یہ نیا فرقہ (یعنی جماعت احمدیہ لاہور) مسلمانوں کو صحیح راستے سے گمراہ کر رہا ہے اور چمبہ کی پبلک کی دو پارٹیوں میں یعنی عیسائیوں اور مسلمانوں میں باہم منافرت پیدا کر رہا ہے۔ اس قسم کی لایعنی باتوں سے پادری صاحب کی غرض خود ایک منافرت پیدا کرنا تھی کیونکہ ہماری تقریروں میں ایک لفظ بھی کسی مذہب کے اعتقادات یا جذبات کے خلاف نہیں کہا گیا کیونکہ ہماری تقریریں نہایت امن کے ساتھ ہوئیں اسلئے انہیں کامیابی نہ ہوئی۔

مورخہ ۲۸ اکتوبر کو ایک شادی کی تقریب تھی۔ جس میں گرنتھی صاحب کو بھی مدعو کیا گیا تھا۔ وہاں آپ نے ازدواجی تعلقات پر ایک پُر معارف تقریر فرمائی جسکو مسلمانوں نے بہت پسند کیا۔

اس طرح سے گرنتھی صاحب کی آمد سے نہ صرف مقامی جماعت کا سالانہ جلسہ انعقاد پذیر ہوا بلکہ جماعت احمدیہ چمبہ کی تنظیم و تربیت کے ساتھ ساتھ عام مسلمانوں میں بالعموم اور نوجوان مسلم طبقہ میں بالخصوص خدمت و حفاظت اسلام کے لئے ایک نئی روح پیدا ہوگئی ہے۔

ان سب باتوں کے علاوہ گرنتھی صاحب نے روزانہ درس قرآن کا سلسلہ شروع کیا ہوا ہے۔ ہر روز صبح کے وقت احباب جماعت اور چند غیر از جماعت دوست بھی مسجد احمدیہ میں تشریف لاتے ہیں اور درس قرآن سے مستفید ہوتے ہیں

درخواست دعا

خداوند کریم کے ساتھ اپنے کسی مدعا کے برآنے کے لئے شرط لگانا کہ میرا فلاں کام ہوگا تو اس قدر دوں گا۔ میرے نزدیک یہ صرف غیر موزوں ہی نہیں بلکہ بارگاہ رب العزت میں سخت گستاخی ہے۔ انسان اپنا کام کرے یعنی خداوند کے احکام میں تقصیر نہ آنے دے اور اپنے تمام معاملات کارساز حقیقی پر چھوڑ دے۔ میں پانچ روپیہ اشاعت اسلام کے لئے پیش کرتا ہوں۔ اور اپنا معاملہ خدا پر چھوڑتا ہوں۔ اور احباب سے دعا کی توقع رکھتا ہوں

فضل الدین احمد (سیال کوٹی) ملتان چھاؤنی

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ٭ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا

ہفتہ وار آرگن

پیغام صلح

ایڈیٹر
ایس۔ محمد آصف۔ بی اے

جائنٹ ایڈیٹر
شیخ محمد انعام الحق۔

جلد ۳۱ | لاہور۔ یوم چہار شنبہ مطبوعہ ۱۸ ذیقعد ۱۳۶۲ھ م - ۱۷ نومبر ۱۹۴۳ء | نمبر ۴۵

حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفٰے مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بر و شد اختتام
آن کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادہ عرفانِ ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آیندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں، سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا

مسلمانوں نے اپنے بلند مقام کو کھو دیا

غلبۂ اسلام کیلئے پوری قوت صرف کرو

ہمارے معتقدات سے جماعت قادیان خائف ہے

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ مؤرخہ ۱۲ نومبر ۱۹۴۳ء

وکذالک جعلنٰکم امۃ وسطا لتکونوا شہداء علی الناس۔

امت وسط سے مراد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے مسلمانوں ہم نے تم کو امت وسط بنایا ہے تاکہ تم دنیا کے دوسرے لوگوں کے پیشرو۔ ہادی اور رہنما بن جاؤ۔ وسط اصل میں بیچ کی چیز کو کہتے ہیں اور یہاں مسلمانوں کو امت وسط اس لحاظ سے کہا ہے کہ وہ درمیانہ رستے پر چلنے والے ہیں اس رستے پر جو افراط اور تفریط سے پاک ہے۔ افراط اور تفریط کے دو رستے ہیں اور مسلمانوں کا رستہ درمیانہ رستہ قرار دیا ہے اس لئے انہیں امت وسط کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے تم کو ایک ایسی تعلیم پر قائم کیا ہے جس میں افراط اور تفریط نہیں اور غرض اس کی یہ ہے کہ تم دوسروں کیلئے رہنما ہو اور ان کو بھی اس صحیح راستے پر چلاؤ۔

اسلام کے عقائد اور اعمال غور کیا جائے تو صاف نظر آتا ہے کہ اسلام کے عقائد اور اعمال فی الحقیقت ایسی میانہ روی کے اوپر ہیں کہ ہر ایک دل کو اپنی طرف کھینچتے ہیں۔ افراط اور تفریط کا رستہ ایک وقت جب انسان اپنی عقل سے پورا کام نہیں لیتا اچھا نظر آتا ہے مگر نتائج سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ وہ غلط رستہ پر پڑا ہوا ہے۔

مسلمانوں کا بلند مقام سورۃ الفاتحہ میں بھی جب اہدنا الصراط المستقیم کی تعلیم دی تو صراط المستقیم کے قرار دیا وہ راستہ جو افراط اور تفریط سے پاک ہے مغضوب علیہم اور ضالین کا راستہ نہیں مگر مسلمانوں نے اپنے اس بلند مقام کو جو انہیں دنیا کے لئے بطور رہنما کے بنایا گیا تھا چھوڑ دیا۔ اور اس وقت مشرق سے لیکر مغرب تک جہاں جہاں مسلمان جماعتیں ہیں مسلمانوں کے خیالات سے یہ بات نکل گئی کہ ان کو دنیا کے لئے رہنما بنا کر کھڑا کیا گیا تھا وہ بجائے دوسروں کے رہنما بننے کے اپنی بہتری اور بھلائی دوسری قوموں کی نقل میں سمجھتے ہیں۔

دورِ حاضر کا امام اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے جس شخص کو اس زمانہ کا امام بنا کر بھیجا اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ پھر مسلمانوں کی اس حیثیت کو قائم کرنا چاہتا ہے کہ وہ دنیا کے رہنما اور پیشرو بنیں اس لئے حضرت امام وقت نے تمام دوسری قوموں کی نقل کو چھوڑ کر ایک ایسے رستہ کی طرف بلایا جو اسلام کا سب سے پہلا رستہ نظر آتا ہے یعنی مسلمانوں کی تمام ترقیات کو وابستہ کیا اس بات کے ساتھ کہ وہ دین کو قرآن مجید کو، دنیا میں پہنچائیں جو مسلمانوں کا اصل کام تھا۔ جب تک مسلمانوں نے اپنے اس مقام اور مرتبہ کو قائم رکھا اس وقت تک ان کی ترقی ہر پہلو میں نظر آتی ہے، جب انھوں نے اسے چھوڑ دیا اس کے بعد تنزل کے آثار انکے اندر پیدا ہو گئے

"فتح اسلام" کی ایک نظم حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک مرتبہ "فتح اسلام" میں اپنے دعوے کی بنیاد کے طور پر لکھا ہے اس میں جہاں اور مسلمانوں کی حالت کی شکایت کی ہے وہاں وہ بنیادی اصول بھی بتا دیا جس سے دوبارہ مسلمان ترقی کر سکتے ہیں فرماتے ہیں ؎

از رہ دیں پروری آمد عروج اندر نخست
باز چوں آید ہمیں باید ہم ازیں راہ بالیقیں

بڑے زور سے کہا ہے کہ پہلے جو مسلمانوں کو ترقی ہوئی وہ صرف دین کے خادم ہونے کی وجہ سے ہوئی پھر اگر وہ ترقی مل سکتی ہے تو یقیناً اس رستہ سے مل سکتی ہے۔

مسلمان اور پاکستان اب دیکھئے مسلمان کس طرح پھر چند ایک باتوں میں دوسری قوموں کی نقل کر کے سمجھتے ہیں کہ ہم بڑھ جائیں گے۔ حکومت کا حاصل ہونا دنیوی ترقی کا منتہا ہے، اب مسلمان بڑی اڑان اڑے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ پھر ہندوستان کے ایک حصہ میں مسلمانوں کی حکومت قائم کر کے پہلا درجہ حاصل کر لیں گے۔ تعلیم اچھی چیز ہے، حکومت بھی اچھی چیز ہے لیکن ان کو حاصل کر کے کیا بن جائے گی۔ فرض کیجئے مسلمانوں کی حکومت ہندوستان کے ایک حصہ میں قائم ہو گئی تو سوائے اس کے کہ وہ دوسروں کی غلامی سے آزاد ہو گئے اس سے زیادہ اور کیا ہوگی۔ اس وقت حاکم مسلمان قومیں ہیں ان کی حالت بھی اسی طرح گری ہوئی ہے جس طرح پر محکوم قوموں کی گری ہوئی ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے گر بتایا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مسلمانوں کو ایسا گر بتایا کہ اگر تم ترقی کرنا چاہتے ہو تو قرآن کے خادم بن جاؤ یہی خدمت تمہیں ترقی کے مقام پر پہنچا دے گی۔ گویا مسلمانوں کو پھر اس مقام پر قائم کرنا چاہا جس سے وہ گرے تھے۔ لوگ کہتے ہیں کہ وہ مجدد کس طرح تھے میں کہتا ہوں کہ یہ ایک بات انکو مجدد ثابت کرنے کیلئے کافی ہے کہ انھوں نے نقطۂ نگاہ بدل دیا، اور مسلمانوں کے سامنے ان کا صحیح مقام پیش کیا۔ دوسری قوموں کی نقل کر کے مسلمانوں نے کیا بنا لیا ہے تعلیم کے لحاظ سے مال کے لحاظ سے مسلمانوں کی حیثیت دوسری قوموں کے مقابل کیا ہے؟ حضرت مسیح موعودؑ نے اصل بیماری کو تشخیص کیا اور بتایا کہ خدمت قرآن اصل چیز ہے جو مسلمانوں کو بلند مقام پر کھڑا کر سکتی ہے۔

ہماری جماعت اور مسلمانوں کی رہنمائی یہ ہماری جماعت اسی اصول پر کھڑی ہوئی ہے کہ خدمت قرآن اور خدمت دین کے ذریعہ سے مسلمانوں کی حالت کو سنوارا جائے مسلمانوں کی رہنمائی اس جماعت کا اصل کام ہے۔ بلا شبہ بڑے فخر کا کام ہے مگر خوب یاد رکھئے کہ بعض وقت بڑے اچھے اور نیک کاموں کے ساتھ کچھ اس قسم کی باتیں بھی آجاتی ہیں جو انسان کو اصل مقام سے ہٹا دیتی ہیں۔ مثلاً ایک شخص بہت نمازیں پڑھتا ہے اگر اس کے دل میں فخر پیدا ہو جائے کہ دوسرے لوگ میرے سامنے کیا ہیں میں بڑی عبادت کرنیوالا ہوں اگر یہ چیز اس کے اندر آگئی تو سمجھ لو کہ اس نے کچھ نہیں پایا، اگر خدا تعالےٰ نے تمہیں بلند مقام پر کھڑا کیا ہے تو یاد رکھو اس مقام پر ٹھوکریں لگ سکتی ہیں۔ جب تمہیں اس مقام پر کھڑا کیا گیا ہے تو تمہارے اندر یہ خیال ہونا چاہیئے کہ ہم اس قوم کے خدمت گذار کے طور پر ہیں، کام بیشک دوسروں کی رہنمائی کا کرو مگر اپنے اندر یہ خیال نہ آنے دو کہ ہم بڑے ہیں۔

ہمارے معتقدات دو چیزیں ہیں ایک معتقدات اور ایک اعمال جن کے لحاظ سے کوئی قوم دعویٰ کر سکتی ہے کہ وہ دنیا کی رہنما ہے۔ جہانتک ہمارے اعتقادات کا سوال ہے خدا تعالےٰ کے فضل سے ہمارے معتقدات ایسے میانہ روی کے ہیں کہ لوگ انہیں کم و بیش قبول کرتے چلے جاتے ہیں۔

احمدیت کے نام سے تعصب لیکن احمدیت کے نام کیساتھ لوگوں کے دلوں میں ایک تعصب پیدا کر دیا گیا ہے اسلئے لوگ احمدیت کے نام سے گریز کرتے ہیں لیکن جہانتک تعلیم کا سوال ہے میں سمجھتا ہوں کہ ہماری سو باتوں میں سے تعلیمیافتہ مسلمان ننانوے مانتے ہیں اور یہ تو ابھی ایسا زمانہ ہے کہ اس میں تعصب کا پردہ بہت پڑا ہوا ہے جوں جوں زمانہ گذرے گا تعصب کا پردہ اٹھتا چلا جائے گا اس وقت معلوم ہوگا کہ کس قدر کام اس جماعت نے کیا ہے۔ ہم اپنے معتقدات کی وجہ سے شرمندہ نہیں ہیں البتہ ہم سے دوسرے لوگوں کو خوف ضرور ہوتا ہے۔

ہمارے معتقدات سے جماعت قادیان خائف ہے جماعت مسیح موعودؑ کی دو جماعتیں ہیں

جماعت قادیان نے بھی اسی امام وقت کو قبول کیا اور آپنے بھی اسی امام وقت کو قبول کیا لیکن ہمارے عقائد ایسے زبردست ہیں کہ قادیان کی جماعت میں بھی ان کی وجہ سے خوف ہے۔ اگر میں کہوں تو شاید کہیں گے کہ بڑائی کے طور پر کہتا ہے۔ لیکن میاں صاحب کا ایک خطبہ الفضل مورخہ ۹ر نومبر میں چھپا ہے جس میں سارا مضمون تبلیغ کا چلتا ہے، سارے مضمون کے عین درمیان میں لکھا ہے کہ "ہماری جماعت کا ایک حصہ ہے جو پیغامی اعتراضات سے ڈر جاتا ہے" یہ ڈرنا کیا ہے یہ باتیں وہ ہیں جو ان کے دلوں کو کھا رہی ہیں۔

سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان کا خط

مثلاً یہی کفر کا مسئلہ خدا جانے کہاں تک اس کا دائرہ پہنچتا ہے۔ ابتدا میں ہماری جماعت کو مستثنیٰ کیا تھا۔ اب آپ نے سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان جن کے ہاتھ میں بہشت کی چابیاں ہیں گویا پطرس کے قائم مقام ہیں ان کا خط پیغام صلح میں پڑھا ہوگا، انھوں نے لاہور کی جماعت کو منافق، فاسق اور کافر قرار دیا ہے اور کہا ہے یہ پکے کافر ہیں تاکہ کسی کو شبہ نہ ہو اولئک ھم الکافرون حقا کی سند بھی سنا دی ہے

مسئلہ کفر اور حضرت مسیح موعودؑ کی عملی شہادت

الغ ایجاد پیچیوں سے کیا فائدہ صاف کہو کہ کلمہ منسوخ ہے یا کہو کہ کلمہ منسوخ نہیں ہے اور اس کے پڑھنے سے کوئی شخص مسلمان ہو سکتا ہے۔ میں نے انہیں کہا تھا کہ اس مسئلہ کو صاف کرنے کے لئے صرف حضرت مسیح موعودؑ کی عملی شہادت لے لی جائے تاکہ بحث لمبی نہ ہو اور اخبار میں بھی یہ بحث کر لی جائے کہ حضرت مسیح موعود کے عمل سے یہ کیا ثابت ہوتا ہے کہ آپ کسی شخص کو مسلمان نہ سمجھتے تھے جب تک کہ وہ آپ پر ایمان نہ لائے

میاں صاحب کو سامنے آنے کی جرأت نہیں پڑتی

صرف اخبار کے دو تین کالم درکار ہیں۔ مگر ان کو سامنے آنے کی جرأت نہیں پڑتی کیوں؟ اسلئے کہ وہ اپنے دلائل کو خود کمزور سمجھتے ہیں اور انہیں ڈر ہے کہ ان کے اپنے مریدان کے خلاف فیصلہ دے دیں گے۔ ہمیں خدا کے فضل سے یہ یقین ہے کہ ہم اپنے دلائل سے ان کے مریدوں کو بھی قائل کر سکتے ہیں اسلئے ہم بار بار اس بات پر زور دیتے ہیں کہ اس بحث کے فیصلہ کیلئے ہم تمہاری جماعت سے چند آدمی لے لیتے ہیں تم اتنے ہی آدمی ہماری جماعت سے چن لو مگر انہیں یہ جرأت نہیں ہوتی۔ میاں صاحب کہتے ہیں کہ ان کی جماعت کا ایک حصہ پیغامی اعتراضات سے ڈرتا ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ خود جماعت کا قائد ان اعتراضات سے ڈرتا ہے اور انہیں مقابل پر آنے کی کبھی جرأت نہیں پڑے گی۔

بلند مقصد کیلئے عمل کی ضرورت

میں نے کہا تھا کہ آپ کو بہت بلند مقام پر کھڑا کیا گیا ہے خدمت قرآن بہت بلند کام ہے۔ اس کے متعلق میں یہ کہنا چاہتا ہوں صرف منہ کے لفظوں سے کام نہیں بنتا اس کے لئے عمل چاہیئے عمل کس طرح پر ہوتا ہے کہ ہماری ساری طاقت اس کام پر صرف ہو یہ بڑا بلند مقصد آپ کے سامنے ہے یہ ہمیشہ آپ کے پیش نظر رہنا چاہیئے خدمت دین وہ کام ہے جس سے مسلمان سر بلند ہوئے اور اب پھر اسی ذریعہ سے وہ ترقی کر سکتے ہیں یہی کام تمہارے پیش نظر رہنا چاہیئے۔

فلسفۂ دُعا

دیکھئے ہر شخص اپنے لئے دعا مانگتا ہے لیکن ہر ایک شخص جانتا ہے کہ خدا تعالےٰ کی مصلحت ہو تو وہ ان دعاؤں کو قبول کرے اور چاہے تو قبول نہ کرے ہم نے رو رو کر دعائیں اپنے بعض بیمار عزیزوں اور دوستوں کے لئے کی ہیں مگر خدا تعالےٰ کے علم میں ان کا وقت مقرر آ چکا تھا اسلئے خدا تعالےٰ نے انہیں اپنی طرف بلا لیا ابھی یہ تازہ واقعہ ہے ہمارے چوہدری تاجدین صاحب سفید پوش کا لڑکا "مشتاق احمد" کچھ ماہ بیمار رہا اس کے لئے دعائیں کی گئیں مگر اللہ تعالےٰ نے اسے اپنی طرف بلا لیا خدا محکوم نہیں ہے وہ سب کچھ اپنی مصلحت سے کرتا ہے کبھی وہ ہماری باتوں کو مان لیتا ہے بعض وقت ہمیں اس کا حکم ماننا پڑتا ہے اس کی قضا و قدر کے سامنے سر جھکانا پڑتا ہے۔ فی الحقیقت یہی بندے اور خدا کا صحیح تعلق ہے۔ اللہ تعالےٰ اس کی مانتا ہے جو وہ بھی اس کی قضا پر راضی ہو۔

غلبۂ اسلام کیلئے دعا کرو

میں نے کہا کہ ہم اپنے لئے دعائیں مانگتے ہیں خدا تعالےٰ چاہے تو دے نہ چاہے تو نہ دے مگر ایک چیز کے متعلق خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ میں ضرور دوں گا اور وہ ہے غلبۂ اسلام اگر اس کے لئے دعا کریں تو یہ دُعا ضرور قبول ہوگی اسکے لئے اپنے اندر ایک تڑپ پیدا کرو کہ جس وقت تم خدا تعالےٰ کے حضور گرو تو اس وقت تمہاری سب سے بڑی دعا یہی ہو کہ اسلام دنیا میں پھیلے۔

ساری طاقت خرچ کرو

اسی طرح پر جتنی طاقت تمہارے اندر ہے اسے قرآن کو دنیا میں پہنچانے پر لگا دو۔ اگر تم پیسوں سے اس کام میں مدد دے سکتے ہو تو دو۔ جو کچھ بچا سکتے ہو اس کام کے لئے بچاؤ اور اگر کوئی اچھی تجویز سوچ سکتے ہو تو سوچو کہ کس طرح پر تم قرآن مجید کو دنیا میں پھیلا سکتے ہو اس کام پر تمہاری پوری توجہ صرف ہونی چاہیئے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کی غرض

یتیم خانے، ہسپتال اور سکول قائم کرنا اچھے کام ہیں مگر اس بات کو نہ بھولئے کہ سب سے بڑی بات جو تمہارے سامنے ہونی چاہیئے وہ ہے قرآن کو دنیا میں پہنچانا۔ اسی غرض کیلئے مسیح موعودؑ کی بعثت ہوئی اگر ہم سکولوں اور کالجوں کو اسلئے قائم کرتے ہیں کہ اس سے ہماری غرض یہ ہو کہ ہم قرآن کو دنیا میں پہنچائیں تو پھر بہت خوب ہے لیکن اگر یہ نہیں تو پھر یاد رکھو کہ یہ کوئی عظیم الشان کام نہیں خدا تعالےٰ کے نزدیک یہی عظیم الشان کام ہے کہ قرآن مجید کو دنیا کے سامنے پیش کیا جائے۔

ہر ایک احمدی کا فرض

میں سمجھتا ہوں کہ حضرت مسیح موعودؑ جن کے ہاتھ پر ہم نے دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا عہد کیا ہے اور ہمیں یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ تم نے سکول اور کالج کتنے بنائے بلکہ یہ پوچھا جائے گا کہ تم نے قرآن کو دنیا میں کہاں تک پہنچایا سکول اور کالج بنانے والے موجود ہیں ہسپتال بنانے والے موجود ہیں، یتیم خانے بنانے والے موجود ہیں، سب ادارے بنانے والے موجود ہیں نہیں تو قرآن کو پہنچانے والے موجود نہیں سچ لو اگر دنیا میں کوئی ایسا جتھا نظر آتا ہے، اگر نظر نہیں آتا تو جس شخص نے بھی حضرت مسیح موعود کے ہاتھ پر بیعت کی ہے اس کا فرض ہے کہ دیکھے کہ اس نے اشاعت قرآن کے لئے کیا کام کیا۔

حضرت مسیح موعودؑ کے شعر کو پیش نظر رکھو

یہی ایک چیز ہے اسے سامنے رکھو اور یہ تمہیں دنیا کی قوموں میں رہنما کی حیثیت دیدے گی۔ خدا تعالےٰ سے بھی دعا مانگو اور اپنی طاقت کو بھی اس پر لگا دو یہی چیز ہمیں مسلمانوں کا ہادی بنا دیگی اور آخرت میں خدا تعالیٰ کے حضور بھی سرخرو کرے گی، باقی سب چیزیں دنیا کیساتھ تعلق رکھتی ہیں حضرت صاحب کے اس شعر کو ہر وقت سامنے رکھو ؎

ازرہ دیں پروری آمد عروج اندر نخست

بازہم چوں آید بیاید ہم ازیں راہ بالیقیں

خوب یاد رکھو صرف قرآن مجید کی خدمت سے ترقی ہوئی پھر اگر ترقی آئے گی صرف اسی رستہ سے آئیگی اسے یقینی بات سمجھ لو۔ اس پر کبھی شک نہ ہو اور اپنی ساری قوت کو دین پر خرچ کرو پھر اللہ تعالیٰ یقیناً تمہیں کامیاب کرے گا۔

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں

اخبارِ احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ خیریت سے ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

مولود مسعود - جناب میر مدثر شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انہیں دوسرا پوتا عطا فرمایا ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ مولود مسعود کو نیک اور صالح بنائے اور لمبی عمر عطا فرمائے آمین۔ اس خوشی میں مولود مسعود کے والد سید عبد الحی شاہ صاحب نے مبلغ پانچ روپے بطور شکریہ انجمن کو عطا فرمائے ہیں۔

شکریہ - جناب ڈاکٹر عبد العزیز صاحب لیڈی ریڈنگ ہسپتال پشاور کے متعلق پیغام صلح مورخہ ۷ر اکتوبر ۱۹۴۳ء میں دعا کی تحریک کی گئی تھی۔ جناب ڈاکٹر صاحب موصوف ان سب احباب کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے ان کیلئے دعا کی اور دریافت صحت کے متعلق خطوط لکھے۔ ان کا اپریشن کسی مصلحت خداوندی کی وجہ سے ملتوی ہوگیا ہے اسے بھی ڈاکٹر صاحب مذکور ان دعاؤں کا نتیجہ تصور کرتے ہیں۔

عطیہ - اہلیہ صاحبہ قاضی غلام مصطفےٰ صاحب چک ورکاں نے آٹھ عدد چوڑیاں نقرئی وزنی چھیالیس تولہ قیمتی تقریباً پچاس روپے انجمن کو مرحمت فرمائی ہیں دعا ہے اللہ تعالیٰ اس نیک بی بی کو جزائے خیر دے آمین

درخواست دعا - (ا) قاضی غلام مصطفےٰ صاحب چک ورکاں کا بارہ سالہ لڑکا منظور احمد بیمار ہے احباب سلسلہ اس بچہ کی صحت کیلئے درد دل سے دعا فرمائیں۔ (ب) چوہدری محمد داد صاحب چک ورکاں مالی مشکلات میں مبتلا ہیں اور مقروض بھی ہیں۔

جلسہ سالانہ کی تاریخوں کے متعلق احباب جماعت سے مشورہ

جلسہ سالانہ کی تاریخیں بالعموم ۲۵، ۲۶، ۲۷، دسمبر ہوا کرتی ہیں۔ امسال ۲۴ر دسمبر کو جمعہ کا دن ہے۔ اور نماز جمعہ سے جلسہ کی ابتدا کرنا یقیناً بہت سی برکات کا موجب ہوگا۔ اس لئے خیال ہے کہ امسال ۲۴ - ۲۵ - ۲۶ رکو جلسہ سالانہ منعقد کیا جائے۔ اس صورت میں مرکزی خواتین کا جلسہ اور نمائش دستکاری ۲۳ر دسمبر کو منعقد ہوں گے۔

اس تجویز میں دقت یہ ہے کہ ۲۴ر دسمبر کو تعطیل نہیں ہے اور بیرونجات کے دوستوں کے لئے وقت پر لاہور پہنچنا شاید مشکل ہوگا ویسے تو آجکل کرسمس کی پوری تعطیلات ہوتی بھی نہیں ہیں۔ صرف ۲۵ دسمبر کی تعطیل ہوتی ہے اور اکثر دوست رخصت حاصل کر کے ہی جلسہ میں شریک ہوتے ہیں۔ اسلئے اگر امسال بھی دوست آسانی سے ۲۳ر دسمبر کی شام یا ۲۴ کی صبح تک لاہور پہنچ سکیں تو تاریخہائے جلسہ ۲۴ تا ۲۶ر دسمبر مقرر ہونگی بصورت دیگر ۲۵ تا ۲۷۔

احباب جماعت اور بالخصوص سیکرٹری صاحبان جماعتہائے بیرونی سے استدعا ہے کہ وہ اپنی آراء سے بہت جلد مطلع فرما کر مشکور کریں تاکہ تاریخہائے جلسہ کی تعیین کی جاسکے۔

خاکسار - مسعود بیگ - سکرٹری

تحریک نیا نظام عالم
دفتر وصولی

میزان سابقہ	آمد ۱۱ تا ۱۳ نومبر	کل میزان
روپے آنے پائی	روپے آنے پائی	روپے آنے پائی
۹۲۵۳-۲-۰	۱۷۱-۵-۹	۹۴۲۴-۸-۰

اسسٹنٹ سکرٹری تحصیل و تبلیغ

پیغامِ صلح

جلد ۳۱ | یوم چہارشنبہ ۱۸ ذیقعد ۱۳۶۲ھ | نمبر ۴۵

مغربی تہذیب اور امامِ عصرِ حاضر

احمدی نوجوانوں کیلئے لمحۂ فکریہ

موجودہ دور تاریخ انسانی میں مادیت کا دور ہے۔ جس میں ہر چیز کو مادی نقطۂ نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ پہلے معیار جن کی بنیاد اخلاق اور روحانیت پر تھی۔ وہ دنیا کی نگاہوں سے اوجھل ہو چکے ہیں اور قریباً پس منظر میں جا چکے ہیں۔ اس روحانی معیار کے رہنما اور علمبردار دنیا میں مسلمان تھے جن کے سینوں کو خداوند تعالیٰ نے آسمانی روشنی اور رشد و ہدایت سے منور کیا تھا اور انہیں ایک ایسا صحیفۂ حکمت عطا ہوا تھا۔ جو دنیا کی سیاسی معاشی اور تمدنی مشکلات میں ان کا خضرِ راہ تھا لیکن مسلمانوں نے اس سرچشمۂ روحانیت سے روگردانی کی اور ایمان کے دشمن طوفان الحاد اور مادیت سے ٹکرانے لگے۔ یہ دور اسلامی دنیا کے لئے ایک نہایت خطرناک دور ہے۔ اسلامی کلچر اور ثقافت کی روح رواں توحید باری تعالےٰ اور ہیئتِ اجتماعیہ انسانیہ تھے لیکن اس زمانہ میں مغربی فلسفہ اور نظریات نے بہت حد تک اس روح کو کچل دیا ہے۔ اب مسلمانوں کے پیشِ نظر توحید باری تعالےٰ اور وحدت نسل انسانی نہیں۔ بلکہ نیچریت، مادیت، اشتراکیت اور قسطائیت کے بت ہیں جن کی پرستش کی جا رہی ہے۔ اور مغربی اثر اس حد تک سرایت کر چکا ہے کہ بجائے وحدت نسل انسانی کے بڑے بڑے جبّہ پوش علماء کے نزدیک قومیت اور رنگ و نسل کے امتیازات زیادہ عزیز اور احسن ہیں۔ اور یہ لوگ بجائے روحانی اور اخلاقی اقتدار کے مادی اور زمینی اقتدار کے خواب دیکھتے ہیں اور بجائے قرآن مجید، خدا اور خدا کے رسول کو رہنما سمجھنے کے مغرب کے نقشِ قدم پر چلنا زیادہ بہتر سمجھتے ہیں۔ چنانچہ گذشتہ ربع صدی میں اسلامی ممالک میں جو معاشی اور سیاسی تغیرات رونما ہوئے ہیں وہ اس ذہنیت اور رجحان کو واضح کرتے ہیں ایسے نازک وقت میں جبکہ اسلام کو ایسے خطرات درپیش تھے اللہ تعالےٰ نے ایک محدث، مجدد اور مامور کو مبعوث فرمایا۔ تاکہ وہ کلام اللہ کو اپنے ہاتھ میں لیکر اس ذہنیت اور رجحانات کے خلاف جہاد کرے۔ جبکہ مسلمان مادیت اور مغربیت سے اس قدر مرعوب ہو چکے ہوں اسلام کو جارحانہ طور پر پیش کرے۔ اور اس کی سچائی کو براہین و دلائل سے ثابت کرے اور اپنے تعلق باللہ اور مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے اس امر کو روشن کرے کہ اسلام کا خدا ایک زندہ خدا ہے اور وہ اصول جو اس نے قرآن مجید کی شکل میں آنحضرت صلعم کے ذریعہ نازل فرمائے ہیں وہ زندہ اصول ہیں۔ اور آج بھی اس مادیت کے دور میں اسی طرح زندہ ہیں۔ جیسا کہ آج سے تیرہ سو برس پہلے زندہ تھے۔ اور آج بھی ان میں اتنی قوت موجود ہے کہ وہ دنیا کو ایک ایسی تہذیب اور کلچر دیں۔ جس کی بنیاد روحانیت اور اخلاق پر ہو۔ کیونکہ بنی نوع انسان کی اسی میں عافیت اور رستگاری ہے ورنہ مغربی تہذیب اور نظریۂ حیات نے جو مہلک نتائج پیدا کئے ہیں وہ آج دنیا کے سامنے ہیں اور دنیا کی سب قومیں ان کی تباہ کاریوں اور ہلاکت آفرینیوں کے تصور سے تھرتھر کانپ رہی ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اشاعت اسلام کے لئے ایک جماعت بنائی۔ جس کا مقصد وحید اعلائے کلمۃ اللہ ہے۔ لیکن اس جماعت کے راستوں میں اندرونی اور بیرونی اختلافات نے بہت سی رکاوٹیں پیدا کر دیں اور اس تحریک کے تعمیری اور تخلیقی پروگرام کو دنیا کے سامنے نہیں آنے دیا۔ بلکہ اس تحریک کے حقیقی نصب العین کو معرض التوا میں ڈال دیا ہے۔ ہمارے جلیل القدر بزرگوں نے رجعت پسندانہ قوتوں کا مقابلہ کرتے ہوئے جس خوبی۔ محنت اور بہادری کے ساتھ اشاعت اسلام کے سلسلے عظیم الشان خدمات سرانجام دی ہیں۔ وہ کسی تشریح کی منت کش نہیں۔ اب وہ کام اس جماعت کے بادلِ مجاہد نوجوانوں کی طرف منتقل ہو رہا ہے۔ احمدی نوجوان اگر صمیم قلب سے چاہتے ہیں کہ وہ اس امانت کے امین ہوں۔ تو انہیں یقیناً ان خصوصیات کو اپنے اندر جذب کرنا ہوگا۔ جو ان کے بزرگوں کے اندر موجود ہیں۔ سب سے پہلی خصوصیت اسلامی معتقدات پر کامل ایمان کا ہونا ہے۔ دوسرے نیکی اور تقویٰ کے اعلےٰ جذبات کو اپنے اندر پیدا کرنا ہے۔ اور تیسرے ایمان و عمل کی قوت سے امام وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بتائے ہوئے طریقہ سے غلبۂ اسلام کے لئے سرتوڑ کوشش کرنا ہے اور سب سے بڑھکر اس سکون کو توڑنا ہے جو دافعانہ کشمکش کے ردِ عمل سے ہمارے اندر پیدا ہو گیا ہے اور تحریک احمدیت کے تعمیری پہلو کو اپنے ماحول میں پیش کرنا ہے جس میں ہم رہتے ہیں ہمیں اپنے ماحول سے ایک زندہ تعلق پیدا کرنا ہے اس تعلق کو قائم کرنے کا احسن طریقہ یہ ہے کہ ہم اپنے ماحول کی ضروریات کو معلوم کریں اور اس ماحول میں بسنے والے لوگوں کی فطرت کو سمجھیں ان کی تحریکات کا مطالعہ کریں ان کی معاشی پیچیدگیوں کا تجزیہ کریں اور پھر موجودہ زمانہ کے اسلوب کے مطابق اسلام اور احمدیت کو ان کے سامنے پیش کریں۔ یہ رفیع اور بلند نصب العین اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا جب تک اجتماعی طور پر اسے بروئے کار لانے کی کوشش نہ کی جائے۔ کیونکہ جو کام جماعت آسانی کے ساتھ جماعت کر سکتی ہے۔ وہ انفرادی کوششوں سے نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالےٰ نے اجتماع اور جماعت میں بڑی برکت رکھی ہے یہی وجہ ہے کہ خدا تعالےٰ کے مامور نے اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے ایک جماعت کے وجود کو ضروری سمجھا۔ سو وہ لوگ جو ایک جماعت کے اندر رہ کر من حیث الجماعت کام کرنا چاہتے ہوں۔ ان میں اجتماعیت بدرجہ اتم موجود ہونی چاہیئے۔ انفرادیت جماعت کے مقاصد کے لئے زہر قاتل ہے۔ جماعت کے ہر فرد کو چاہیئے کہ وہ اپنے ذاتی عزم اور رائے کو جماعت کی مجموعی رائے اور عزم میں جذب کر دے اور اپنی عملی قوتوں کو جماعت کی قوت فعال میں شامل کرے یعنی جماعت کے مقابلہ میں اس کا وجود کالعدم ہونا چاہیئے ورنہ اگر جماعت کا ہر فرد اپنی انفرادیت کو قائم رکھے تو اس سے اجتماعیت اور اجتماعی روح نہیں پیدا ہو سکتی اور جب تک یہ روح پیدا نہ ہو اس وقت تک کوئی عظیم الشان کام نہیں ہو سکتا۔ جماعت لاہور کے نوجوانوں کا نصب العین بڑی اجتماعی قوت اور محنت شاقہ چاہتا ہے مغربی طاقتوں کے مقابلہ میں اسلام کی روحانی اور اخلاقی طاقتوں کو کامیاب کرنا اسلامی اصول حیات کا قلوب پر سکہ جمانا کوئی معمولی کام نہیں۔ اور اس زمانہ میں جبکہ اس نصب العین کے راستہ میں بڑی بڑی کاوٹیں اور غلط فہمیاں پیدا ہو چکی ہوں۔

ان الجھنوں کی وجہ سے اشاعت اسلام اور خدمت قرآن کا راستہ پہلے سے بھی کٹھن ہو چکا ہے۔ سو ہماری جماعت کے نوجوانوں کو اپنی مشکلات اور ذمہ داریوں کا پوری طرح جائزہ لینا چاہیئے۔ اور ان مشکلات کو دور کرنے اور ذمہ داریوں کو بروئے کار لانے کے لئے ایک ایسی متحدہ کوشش کرنا چاہیئے جس سے شش جہات میں ایک تہلکہ پیدا ہو جائے۔ ساری دنیا کے نقطۂ نگاہ اور نظریۂ حیات کو بدل دینا بہت بڑا کام ہے اسکے لئے ہو پانی ایک کرنے کی ضرورت ہے اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے یعنی ہمارا اسی کی راہ میں مرنا۔

امید ہے تمام احمدی نوجوان اللہ تعالیٰ کے پیغام کی روح کو سمجھیں گے اور اپنی مشکلات اور ذمہ داریوں کو محسوس کرتے ہوئے پہلے سے بھی بڑھ چڑھ کر جانی اور مالی قربانیوں کے لئے اپنے آپ کو آمادہ کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے فرائض کو سمجھنے اور غلبۂ اسلام کے شاندار پروگرام کو بروئے کار لانے کی توفیق عنایت فرمائے آمین۔

دماغی توازن کا فقدان

الفضل مورخہ ۱۰ نومبر ۱۹۴۳ء میں قاضی محمد یوسف صاحب پشاوری لکھتے ہیں۔ ”خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو عزت کا خطاب دیا اور نبی اور رسول بنایا اور اس کیساتھ پیر مہر علی شاہ صاحب کے مقابلہ میں سورۃ فاتحہ کی عربی تفسیر اعجاز المسیح کے نام سے ایک عظیم الشان صداقت دیا جس کا جواب اور مثل لکھنے سے عرب و عجم عاجز ہے اگر مولوی محمد علی صاحب یا ان کے رفیق اعجاز المسیح کا جواب انہیں شرائط کے ساتھ ایک سال کے اندر اندر آج کی تاریخ سے لکھدیں تو میں مان لوں گا کہ حضرت مسیح موعود نبی اور رسول نہ تھے وغیرہ وغیرہ“

ایسے شاہ پارے قادیانی علم الکلام میں عام ہیں جن سے ہمارے قادیانی احباب کے دماغی توازن کا فقدان بالکل واضح ہو جاتا ہے۔ انہیں میں سے یہ مذکورہ بالا اقتباس بھی ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک جلیل القدر مرید گو کتنا گران کے مقابل میں ان کی ایک تصنیف کی مثل لکھو دماغی توازن کا فقدان نہیں تو اور کیا ہے اسکے علاوہ حضرت صاحب کے اعجاز المسیح کو اس نبوت کا معیار قرار دیا ہے جسے قادیانی حضرت صاحب کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

ہندو ذہنیت

حال ہی میں شیر پنجاب لاہور کا ایک پورنماشی نمبر شائع ہوا ہے جس میں حضرت بابا نانک رحمۃ اللہ علیہ کی حیات طیبہ کے متعلق مضامین شائع ہوئے ہیں۔ حضرت باباصاحب کی تعلیم توحید باری تعالیٰ اور وحدت نسل انسانی پر مشتمل ہے حضرت ممدوح نے عبادت الٰہی اور سب انسانوں کی محبت پر بہت زور دیا ہے اور ذات پات کے بندھنوں کے خلاف بھی جہاد کیا ہے آپکی تعلیم مذہب کی دائمی صداقتوں سے متعلق ہے لیکن ہندو ذہنیت کو اس سادی تعلیم میں سے جو بات نمایاں نظر آتی ہے وہ اپنا پولیٹکل مفاد ہے اور حضرت بابا نانک صاحب کے یوم پیدائش پر جو پیغامات ہندوؤں کی طرف سے بھیجے گئے ہیں وہ سیاسی گند سے آلودہ ہیں مثلاً

(ا) ”میں ہندو جاتی کے رکھشک شری گورو نانک کے جنم دن پر خالصہ پنتھ کی خدمت میں ہدیہ تہنیت و مبارکباد پیش کرتا ہوں ہندو اور سکھوں کا تعلق ناخن اور گوشت کا ہے سکھ مسلمانوں اور عیسائیوں کی طرح ہندوؤں سے اور ہندوستان سے دور نہیں ہو سکتے ہندوؤں اور سکھوں میں بیگانگی دونوں کیلئے خطرناک ثابت ہوگی وغیرہ وغیرہ۔ (ڈاکٹر گوکل چند نارنگ)

(ج) ہندو اور سکھ کا تعلق گوشت اور پوست کا ہے وہ ماسٹر تارا سنگھ جی کے الفاظ میں جیون مرن کے ساتھی ہیں اور پولٹیکل نقطۂ نگاہ سے بھی بنیادیاں ہونے کے باعث دونوں ایک ہی کشتی میں سوار ہیں ......

اکالی پارٹی نے ہندوؤں سے تعلق توڑکر مسلم لیگ اور یونینسٹوں سے رشتہ جوڑ لیا ہے لیکن یہ غیر قدرتی اتحاد ہے اسکی بیل کبھی منڈھے نہیں چڑھے گی وغیرہ وغیرہ“

(جماعت کرشن۔ بی۔ اے)

ہمارے خیال میں کسی پرچے کے گورو نانک نمبر کو ایسی

شذرات

از محمد انعام الحق

جامعہ نیپلز کی عبرت انگیز تباہی {جامع نیپلز

ایک بلند پایہ علمی و تعلیمی مرکز کی حیثیت سے نہ صرف مغربی ممالک بلکہ ساری دنیا میں شہرت رکھتی ہے یہ قریباً تیرہ سو سال قبل قائم ہوئی تھی۔ اس کا شمار دنیا کی قدیم ترین یونیورسٹیوں میں ہوتا ہے۔ یہ خبر تمام علمی حلقوں کے لئے باعث تاسف ہو گی کہ حال ہی میں یہ جامعہ جرمن فوجوں کے ہاتھوں بالکل تباہ ہو گئی۔ اور اس کے ساتھ ہی جرمنوں نے رائل سوسائٹی نیپلز کا عظیم الشان کتب خانہ جو دو لاکھ جلدوں پر مشتمل تھا جلا کر خاکستر کر دیا۔ اس کتب خانہ کے اکثر تاریخی نوادر و مخطوطات فی الحقیقت بے مثل و بیش بہا تھے۔ اب علمی دنیا ہمیشہ کے لئے ان سے محروم ہو گئی۔ ایک ... نامہ نگار کا بیان ہے کہ:-

"۱۵ ستمبر ۱۹۴۳ء کو یعنی اتحادیوں کے شہر نیپلز پہنچنے سے بارہ دن قبل جرمنوں نے اپنے ایک سپاہی کا انتقام لینے کا مطالبہ کیا۔ جسے کہا جاتا ہے کہ ایک ... نے نواح میں قتل کر دیا تھا۔ جرمنوں نے ... ۱۴ مردوں، عورتوں اور بچوں کو گھیرا اور ان میں سے محض اٹکل سے ایک شخص کا انتخاب کیا اور یونیورسٹی کے روبرو ہلاک کر دیا۔ اس کے بعد انہوں نے یونیورسٹی کی عمارتوں پر پیٹرول چھڑکا اور دستی بم پھینک کر اسے آگ لگا دی"

(روزنامہ ... دکن ۱۳ اکتوبر ۱۹۴۳ء)

یورپ نے عرصہ دراز تک از راہ تعصب مسلمانوں کو جاہل وحشی اور علم و تہذیب کے دشمن کہا اس کے کذب پرست مؤرخوں اور پادریوں نے اپنی اسلام دشمنی کے جوش میں مسلمانوں کے خلاف معبدوں، خانقاہوں کے علاوہ کتب خانوں، علمی مراکز اور تاریخی نوادر کی تباہی کے بہتان تراشے۔ خود ساختہ جھوٹے افسانوں کو تاریخی حقائق کی حیثیت سے پیش کر کے صدیوں تک دنیا کو دھوکا دیا ـــــ لیکن آج امن عالم کے علاوہ یورپ کی متاع علمی خود اس کے گمراہ فرزندوں کے ہاتھوں برباد ہو رہی ہے۔ اسی جنگ میں بیشمار گرجاؤں اور خانقاہوں کے ساتھ لاتعداد درسگاہیں، کتب خانے اور تاریخی عمارتیں بھی توپوں اور بموں کی نذر ہو چکی ہیں۔ اور اس طرح اہل مغرب اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بہتان طرازی کی سزا پا رہے ہیں۔ جن جرائم کو وہ بلا ثبوت مسلمانوں سے منسوب کیا کرتے تھے انہی کا ارتکاب نہایت شدت و کثرت کے ساتھ خود ان کے اپنے ہاتھوں ہو رہا ہے ـــــ مکافات عمل کا خدائی قانون کس قدر اٹل ہے۔

اسکاچستان میں پہلی مسجد کی تعمیر {گذشتہ چند

سال سے عرصہ میں جزائر برطانیہ کے متعدد مقامات پر تعمیر مساجد کی کامیاب و امید افزا کوششیں ہو رہی ہیں۔ ایک تازہ خبر ہے کہ اسکاچستان (اسکاٹ لینڈ) کے مشہور شہر گلاسگو میں بھی ایک مسجد بنانے کی تیاری شروع ہو چکی ہے۔ یہ اس وسیع حصۂ یورپ میں پہلی مسجد ہو گی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ:-

"مسلم ایسوسی ایشن نے جس کا مستقر لندن میں ہے اس مسجد کی تیاری کے لئے نوے ہزار روپیہ دینا منظور کیا ہے۔ شہزادہ مصر محمد علی نے تین ہزار روپیہ کا عطیہ اس کار خیر کے لئے دیا ہے۔ ساکنان گلاسگو کے مسلمانوں نے بھی ایک معقول رقم پیش کی ہے۔ یہ جزائر برطانیہ میں پہلی مسجد ہو گی جس کی تعمیر برطانیہ میں مقیم اراکین مسلم ایسوسی ایشن کے چندے سے کی جائے گی"

ہر شر میں خیر کا بھی کوئی نہ کوئی پہلو ضرور ہوتا ہے۔ موجودہ جنگ کی تباہ کاریوں کی کوئی حد نہیں، لیکن اس جنگ کے خونین مناظر اور ایسے پریشان کن اثرات کی بدولت خدا کو بھولے ہوئے مادہ پرست یورپ کے دل میں خدا پرستی کا رجحان اور قبول خیر کی صلاحیت پیدا ہو رہی ہے اور مغربی ممالک میں تبلیغ اسلام کے سامان غیب سے ہو رہے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض وقتی و ہنگامی ضروریات ہی زیادہ تر ان مساجد کی تعمیر کی سب سے بڑی محرک ہیں اور یہ ضروریات بہت بڑی حد تک موجودہ جنگ کی پیداوار ہیں جو غالباً بعد جنگ تعمیر مساجد کے موجودہ محرکین و معاونین کے نزدیک باقی نہیں رہیں گی لہٰذا فراموش کر دی جائیں گی۔ لیکن بہرحال ان مساجد کے ذریعہ اہل یورپ کو اسلامی تعلیمات کے مطالعے اور اسلامی طریق عبادت کے مشاہدے کے تھوڑے بہت مواقع ضرور ملیں گے۔ اور اس امر کا امکان بھی موجود ہے کہ آئندہ زمانے میں یہ مساجد یورپ میں اشاعت اسلام کا مرکز بن جائیں ـــــ گویا زمین تیار ہو رہی ہے اب فصل کا بونا اور تیار کرنا کسان کی ہمت اور لگن پر منحصر ہے۔

احمدی نوجوانو! کیا تم اسکے لئے تیار ہو؟

تلگو اور مرہٹی زبانوں میں اسلامی لٹریچر

تلگو اور مرہٹی ہندوستان کی دو مشہور خاص ترقی یافتہ اور کم از کم چار پانچ کروڑ باشندوں کی مادری زبانیں ہیں۔ وسطی، مغربی اور جنوبی ہندوستان میں ان کا کافی رواج ہے۔ تلگو تو ہندوستان سے باہر بھی متعدد ایسے مقامات پر بولی اور سمجھی جاتی ہے جہاں کہ دکنی لوگ معقول تعداد میں آباد ہو چکے ہیں، مثلاً برما، سیلون، اور افریقہ کے بعض حصے۔ ان زبانوں میں اسلامی لٹریچر کی شدید ضرورت ہے جس کا اب تک ہمارے ہاں کوئی باقاعدہ انتظام نہ تھا۔ قریباً دو سال سے اس کمی کو پورا کرنے کے لئے خاموشی کے ساتھ کوشش کی جا رہی تھی۔ گذشتہ سال بطور نمونہ تلگو زبان میں ایک ٹریکٹ شائع بھی کیا گیا جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت مفید و موثر ثابت ہوا۔

اب یہ اطلاع احباب سلسلہ کے لئے باعث مسرت ہو گی کہ ان دونوں زبانوں میں اسلامی لٹریچر کی تیاری و اشاعت کا تسلی بخش انتظام کر لیا گیا ہے۔ کارساز حقیقی کی مہربانی سے آغاز کار کے لئے ضروری سامان اور سرمایہ فراہم ہو چکا ہے۔ موانعات بہت بڑی حد تک دور ہو گئے ہیں۔ انشاءاللہ آئندہ چند ماہ کے اندر ہی اندر متعدد اسلامی رسائل طبع ہو جائیں گے۔ غالباً ایک دو رسالے تو جلسہ سالانہ سے قبل ہی پیش کئے جا سکیں گے۔

فی الحال حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ اور جناب مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی کے بعض مختصر رسائل کے تراجم اور اچھوتوں کے متعلق چند ٹریکٹوں کی اشاعت کا اہتمام کیا گیا ہے۔ اس کے بعد بتوفیق ایزدی "سیرت خیر البشر" وغیرہ ضروری کتابیں ان زبانوں میں ترجمہ کر کے چھاپی جائیں گی۔ بزرگان و احباب جماعت دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس کوشش میں برکت و کامیابی عطا فرمائے اور تبلیغی لحاظ سے اسے مفید بنائے۔

خاندان آصفیہ کی رعایا پروری {حیدرآباد کا

بلند اقبال شاہی خاندان دیگر بہت سی صفات حسنہ کے علاوہ رعایا پروری و غربا نوازی میں امتیازی درجہ رکھتا ہے۔ سلاطین آصفیہ نے طبقۂ امرا کے علاوہ اپنی غریب رعایا کو بھی ہمیشہ بلا امتیاز مذہب و ملت بچوں کی طرح عزیز جانا اور مشکلات و مصائب میں ہر طرح ان کی امداد و دستگیری فرمائی۔ موجودہ تاجدار دکن اعلیٰحضرت سلطان العلوم میر عثمان علیخاں خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ اس بارہ میں بھی اپنے عالی مقام اسلاف کے نقش قدم پر ہیں۔ موجودہ قحط و گرانی نے غریب و متوسط طبقہ کے لئے جو مشکلات پیدا کر دی ہیں اعلیٰحضرت کو ان کا پورا پورا احساس ہے۔ چنانچہ حکومت حیدرآباد نے فرمان شاہی کی تعمیل میں سرکاری ملازمین کے علاوہ غریب وظیفہ یابوں، تنخواہ داروں اور بیواؤں وغیرہ کو گرانی الاؤنس دیا ہے۔ غربا کی امداد کیلئے دیگر بہت سی مؤثر تدابیر عمل میں لائی جا رہی ہیں جن میں سے ایک قابل ذکر یہ ہے کہ والاشان شہزادہ ولی عہد کی بیگم، ہز ہائینس شہزادی برار نے ایک فنڈ کھولا ہے جس سے سستے غلہ کی دکانیں قائم کی جا رہی ہیں۔ ان دکانوں سے معقول انتظام کے تحت غربا کو نرخ بازار سے ارزاں غلہ ملتا ہے۔ ہز ہائی نس اس محنت طلب کام کی خود نگرانی فرماتی ہیں۔ دیگر متعدد شہزادیاں بھی اس کار خیر میں ان کے ساتھ شریک ہیں۔ گذشتہ ہفتہ شہزادی برار نے بلدہ حیدرآباد کے مختلف حصوں میں ارزاں غلہ کی متعدد جدید دکانوں کا افتتاح فرمایا اور اپنے ہاتھ سے بیشمار غریب بوڑھی عورتوں اور بیکس بیواؤں کو جوار تقسیم کی۔

اعلیٰحضرت تاجدار دکن و برادر خاندان شاہی کا یہ مبارک طرز عمل دیگر اہل حکومت و ثروت کے لئے باعث تقلید ہے۔ اہل حکومت و امراء کے دلوں میں غربا کی تکالیف کا صحیح و مخلصانہ احساس قوم کے لئے بہت بڑی برکت کا موجب ہوتا ہے اور اس کی بدولت بیشمار تکالیف آسانی و خوش اسلوبی کے ساتھ دور ہو جاتی ہیں۔

ہندوستان گیر قحط {بنگال میں قحط کی تباہ کاریوں سے

اخبار بین طبقہ بخوبی آگاہ ہے۔ کلکتہ جیسے عظیم الشان شہر میں ہر روز بیسیوں نہیں سینکڑوں آدمی گرسنگی کی تاب نہ لا کر دم توڑ دیتے ہیں۔ اضلاع و دیہات میں اس سے بھی بدتر حالت ہے۔ وزیر ہند کا بیان ہے کہ گذشتہ دو ماہ (۱۵ اگست تا ۱۶ اکتوبر) میں صرف شہر کلکتہ کے اندر آٹھ دس ہزار آدمی بھوک اور کمی خوراک کی وجہ سے مر چکے ہیں۔ اس سے سارے بنگال میں اتلاف جان کا اندازہ لگا لیجئے۔ اس قحط میں جو لرزہ خیز واقعات سننے میں آئے ہیں اور ذمہ دار لوگوں نے جو دردناک مناظر اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں ان کی مثالیں کم از کم دور حاضر کی تاریخ میں شاید نہ ملیں۔ بنگال کے علاوہ بہار، آسام کے بعض اضلاع مالابار اور ٹراونکور و کوچین کی ریاستوں میں بھی نہایت ہولناک قحط شروع ہو چکا ہے۔ بعض لحاظ سے ٹراونکور کوچین اور مالابار میں بنگال سے بھی زیادہ شدید خطرات کا اندیشہ ظاہر کیا جا رہا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ حکومت نے حالات کی نزاکت کو بخوبی محسوس کر لیا ہے وہ قحط کے ازالہ اپنی بعض گذشتہ فرو گذاشتوں کی تلافی پر پوری طرح آمادہ معلوم ہوتی ہے۔ نئے وائسرائے بہادر نے ہندوستان تشریف لاتے ہی مسئلہ غذا و قحط پر توجہ فرمائی ہے۔ گذشتہ ہفتہ دہلی کی فوڈ کانفرنس میں راشن بندی (راشنگ) کے علاوہ بعض دیگر اہم تجاویز بھی منظور ہوئی ہیں۔ ذخیرہ کرنے والوں اور منافع بازوں کے خلاف ایک قانون کے نفاذ کا اعلان ہو چکا ہے۔ گو تا حال قحط و گرانی سے پیدا شدہ مصائب میں تو کمی نہیں ہوئی لیکن بعض ذمہ دار حضرات کی طرف سے حالات کے جلد اصلاح پذیر ہونے کی توقعات کا اظہار ضرور ہونے لگا ہے۔ دیکھئے یہ توقعات کس حد تک اور کب تک پوری ہوتی ہیں ـــــ خدا کرے جلد پوری ہوں۔

ایک لمحہ فکریہ {اس قحط کے ذریعہ موجودہ غیر منصفانہ و ناقص اقتصادی

نظام کے انسانیت سوز نقائص اور مغربی و ہندوانہ سرمایہ داری کی تنگدلی دنیا پر ایک مرتبہ اور ظاہر ہو گئی۔ جدید تعلیم و تہذیب سے پیدا شدہ شعور مندی کی حقیقت بھی بخوبی واضح ہو رہی ہے۔ اگر اس وقت ہندوستان میں اسلامی قوانین کا نفاذ ہوتا تو یہ قطعاً غیر ممکن تھا ۔۔۔ ذخیرہ اندوزوں اور منافع باز تاجروں کے گوداموں میں بیشمار غلہ موجود ہونے کے باوجود غربا بھوک کی وجہ سے ان کے شاندار محلات اور عالیشان فلک بوس بلڈنگوں کے نیچے سڑکوں پر دم توڑتے رہیں۔ بدنصیب اولاد آدم! تو کتنی تنگ ہے ...

مادی فلسفۂ حیات اور اسکا ناگزیر مآل

از جناب ڈاکٹر الٰہی بخش صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ نظام عالم میں سلطنت وحکومت اور قانون و دستور مروجہ کو زیادہ تر دخل حاصل ہے لیکن تھوڑا سا تعمق یہ ثابت کرے گا کہ وہ نظریہ جو کسی وقت انسان اپنی زندگی و موت کے متعلق اور دنیا و ما فیہا کی بابت اپنے ذہن میں قائم کرتا ہے اس کے ہر اونٰے و اعلیٰ فعل پر قوی رنگ میں اثر انداز ہوتا ہے حتیٰ کہ خود حکومت اور اس کے قوانین و سوسائٹی اور اس کے مروجہ قواعد اس بنیادی نظریہ کی روشنی میں اسی کے مطابق وضع کئے جاتے ہیں۔ فلسفۂ حیات یا انسان کا اپنی زندگی و موت کے متعلق بنیادی تصور نیز اپنے ماحول سے اپنی ذات کا تعلق ایسے اصل الاصول اور بنیادی سوالات ہیں جو بظاہر نا محسوس ہیں . . . . لیکن انسانی نظام عالم کی ساری تعمیر اس ایک بنیاد پر استوار ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اگر کسی وقت مروجہ نظام عالم کو صحیح معنوں میں تبدیل کرنا مقصود ہو تو لازم ہے کہ اس وقت کے مروجہ فلسفۂ حیات میں تبدیلی پیدا کی جائے۔ انسانی زندگی کے بنیادی تصور و تخیل کو تبدیل کئے بغیر جو کوششیں مروجہ نظام کو بدلنے کے لئے کی جائیں گی وہ پائدار و دائم ثابت نہ ہوں گی بلکہ یا تو ایسی مساعی محض عارضی ہوں گی اور یا وہ ان بنیادی اہم امور میں تبدیلی پیدا کرنے سے قاصر ہیں گی جن پر حیات زندگی کا دار و مدار ہے صحیح معنوں میں انقلاب اور نظام نو کی تعمیر تب ہی متحقق ہو گی جب تبدیلی کی ابتدا اس اساس یعنی فلسفۂ حیات میں تبدیلی پیدا کرنا محض کسی علمی و فلسفیانہ مسئلہ میں تبدیلی پیدا کرنے کے مترادف نہیں بلکہ یہ ایک ایسی ہمہ گیر و جامع تبدیلی کی ابتداء ہے کہ جو ریاست، قانون اور تمدن میں ایک بنیادی انقلاب پر منتہا ہوتی ہے۔ آج بھی دنیا میں ہر طرف سے نظام نو کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں اور مختلف نظریات تجویز ہوئے ہیں مگر اس امر کی طرف التفات نہیں کہ وہ بنیادی تصور و تخیل جو اس وقت حیات انسانی کے متعلق تسلیم کیا جا چکا ہے کہاں تک درست ہے اور کہاں تک اس میں تبدیلی کی ضرورت ہے۔ مادی اشیاء کی قدریں جو موجودہ تہذیب نے مقرر کی ہیں اور جن کے معیار پر ہم اپنی عملی زندگی کا پروگرام مرتب کرتے ہیں کہاں تک ٹھیک ہیں۔ . . . اس بنیادی اصل الاصول سے عدم التفات کا نتیجہ ظاہر ہے۔ موجودہ نظام کی جگہ جو دوسرا نظام تجویز کیا جاتا ہے اس کی ناکامی یقینی ہے کیونکہ جن امراض کا علاج سوچا جاتا ہے وہ ان کا اصل مداوا نہیں۔ یہ تمام مصائب جن میں نسل انسانی مبتلا ہے ایسے درپیش ہیں کہ اس بنیاد کی طرف مطلق توجہ نہیں جس میں ایک انقلابی تغیر انسانی نظام کو صحیح معنوں میں تبدیل کر سکتا ہے۔ بلکہ شاید یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ اس طرف توجہ دلانے کو بھی ایک بے معنی اور بے سود بات خیال کیا جاتا ہے۔

مادی فلسفۂ حیات

اس وقت جس تصور کا دور دورہ ہے اسے مادی تصور کا نام دینا اسلئے صحیح ہے کیونکہ اس کے مطابق انسانی نظام کا محور مادی اشیاء ہیں۔ اس مادی تصور کی وجہ سے نہ صرف انسان کی اعلےٰ استعدادوں سے انکار کیا جا رہا ہے اور نہ صرف اس کے جوہر قابل کو بے حقیقت سمجھا گیا ہے بلکہ انسان و حیوان میں مابہ الامتیاز صرف شعوری اختلاف قرار دیا گیا ہے۔ ورنہ جذبات و خواہشات کا جہاں تک سوال ہے یہ تسلیم کر لیا گیا ہے کہ انسان ان میں حیوان کا برابر کا شریک ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ مادی فلسفۂ حیات کے نزدیک جن اساسی جذبات و محرکات کے ماتحت ایک حیوان حرکت کرتا ہے۔ وہی اور صرف وہی جذبات و خواہشات انسان کی تحریک کا باعث ہوتی ہیں۔ ان سے بڑھ کر و برتر کوئی اعلیٰ جذبہ و خواہش انسانی قلب و روح میں کار فرما نہیں۔ فرق اگر ہے تو یہ ہے کہ ایک حیوان جب کسی جذبہ سے متحرک ہوتا ہے تو بغیر شعور و علم کے وہ نہایت بھونڈے و سادہ طریق سے اپنی خواہشات کی تسکین کرتا ہے مگر برخلاف اس کے جب ایک انسان اسی جذبہ کی پیاس کو بجھانا چاہتا ہے تو وہ اپنے علم و عقل اور شعور و تجربہ کی بناء پر اعلےٰ سے اعلےٰ سامان اور عمدہ سے عمدہ طریقے اس کی تسکین و تسلی کے لئے بہم پہنچاتا ہے۔ پس انسان و حیوان میں اصل فرق صرف شعور کا ہے نہ کہ خواہشات و جذبات کا۔ مثلاً ایک حیوان جب بھوک یا پیاس کے جذبہ کی تسکین چاہتا ہے۔ تو وہ اپنی اس حیاتی ضرورت کو سیدھے سادے طریقے سے جو اسے میسر آئے بجا لاتا ہے مگر ایک انسان اسی ضرورت کی تکمیل کے لئے انواع و اقسام کے اکل و شرب کے لوازم مہیا کرتا اور کھانے پینے کے آداب و قواعد مرتب کرتا ہے جن کے ماتحت وہ اس جذبہ کی تسکین بجا لاتا ہے۔ اس مثال پر دیگر تمام جذبات و خواہشات حیات کو قیاس کیا جا سکتا ہے۔ غرضیکہ مادی فلسفۂ حیات کی رو سے انسان کے اندر وہی اور عین وہی جذبات و محرکات کام کر رہی ہیں جن سے ایک حیوان حرکت پذیر ہے کوئی اعلیٰ اور نئی قوت یا جذبہ اس کے اندر موجود نہیں حیوانیت اور انسانیت میں تمیز صرف ان ذرائع و وسائل سے پیدا ہوتی ہے جن کے وسیلے سے جذبات و خواہشات کی تکمیل کی جاتی ہے۔ مادی فلسفۂ حیات بعد الموت سے بالکل منکر ہے۔ اسی مادی زندگی پر ہی انسانی روح کے عرصۂ حیات کو ختم کر دیتا ہے وقالوا ان ھی الا حیوتنا الدنیا وما نحن بمبعوثین۔ یہ امر صرف اعتقاد پر ہی محدود نہیں رہتا بلکہ انسان کے روز مرہ افعال و کردار کی بنیاد اسی بات پر قائم ہے کہ آیا وہ اسی زندگی کو اصل حیات قرار دیتا ہے یا اس کے یقین میں یہ زندگی کی ابتداء ہے جس کی انتہا و تکمیل کے لئے حیات بعد الموت بھی ایک حقیقت ہے جس میں اس زندگی کے افعال کی جزا و سزا کا مرتب ہونا ایک صداقت ہے اس بحث میں نہ تو اس زندگی کے نتائج کا جو حیات بعد الموت پر مرتب ہوتے ہیں کوئی بیان ہو گا اور نہ ہی حیات بعد الموت کی صداقت کے ثبوت مہیا کئے جائیں گے۔ منکرین آخرت کو مادی فلسفۂ حیات کے مہلک و مضر نتائج جو اسی دنیا میں اجتماعی حیات کے لئے ظاہر ہوتے ہیں دکھانے کی کوشش کی جائے گی من کان یرید الحیوۃ الدنیا وزینتھا نوف الیھم اعمالھم فیھا وھم فیھا لا یبخسون اولئک الذین لیس لھم فی الاخرۃ الا النار وحبط ما صنعوا فیھا وباطل ما کانوا یعملون کا مضمون مغربی دنیا پر آج کیا چسپاں ہو رہا ہے!

جیسا کہ ذکر ہو چکا مادی فلسفہ کے نزدیک طبعی خواہشوں اور فطری جذبات میں انسان اور حیوان کے مابین کوئی فرق نہیں بلکہ تمیز صرف ان شعوری ذرائع سے پیدا ہوتی ہے جن سے ان کی تسکین کی جاتی ہے گویا انسان میں حیوان سے بڑھ کر کوئی اعلےٰ و عمدہ جذبہ نہیں بلکہ سارا انسانی شرف اسی میں مقید ہے کہ حیوانی جذبات کی تسکین کے لئے وہ اپنی عقل و علم کے ماتحت اعلےٰ و عمدہ ذرائع کو استعمال کرے۔ مادی نظریئے کی رو سے انسانی تہذیب و تمدن کا کمال یہ ہے کہ جذبات بہیمیہ کی تسکین کے لئے انواع و اقسام کے طریقے معلوم ہوں۔ اس کے نزدیک ایک متمدن و مہذب انسان وہ ہے جسے اپنے طبعی یا حیوانی جذبات کی تسکین کے لئے اعلےٰ سے اعلےٰ انواع و اقسام کے مادی ذرائع میسر و مہیا ہوں۔ نہ کہ وہ جس نے ان جذبات و خواہشات کو مغلوب کر کے انہیں کسی اور اعلےٰ و برتر فطری جذبہ کے ماتحت کر دیا ہو اور اس نظریہ کے مطابق وہ انسان غیر مہذب و وحشی ہے جو انواع و اقسام کے مادی لوازم زندگی مہیا کرنے سے قاصر ہے خواہ اس نے اپنی مرضی و منشاء سے ان چیزوں کو ادنےٰ سمجھ کر اعلیٰ مقاصد کے لئے . . . . قربان کر دیا ہو۔

انسانی تعزز کا معیار

مادی فلسفہ نہ صرف حیات انسانی کو اسی زندگی تک محدود رکھتا ہے اور نہ صرف حیوان و انسان میں کوئی فرق قائم نہیں کرتا بلکہ اس سے بڑھ کر جو امر باعث فتنہ و فساد بنا ہے وہ یہ ہے کہ اس نظریئے کی رو سے تمام انسانی خوشحالی کا دار و مدار اور اس کے شرف و اعزاز کی کنجی انسان کے مادی تسلط میں ہے۔ ایک عام انسان کے لئے سب سے بڑے محرک دو جذبے ہیں ایک یہ کہ وہ اپنی جد و جہد سے سوسائٹی میں معزز ہو اور دوم یہ کہ وہ خوشحال رہے اب جبکہ مادی فلسفہ کی رو سے ان دونوں جذبات کی تسکین کلیتہً مادی ذرائع ہی سے وابستہ ہے تو ظاہر ہے کہ اس قسم کے فلسفہ سے تربیت یافتہ انسان اپنی زندگی کی اصل غرض و غایت مال و دولت کے حصول کو قرار دے گا اور اسی میں وہ اپنے ہمعصروں سے بازی لے جانے کو اپنا مقصد زندگی یقین کرے گا۔ اس عالم میں ہر امر نسبتی یا اضافی حیثیت رکھتا ہے۔ اسی اصول کے ماتحت انسان کا اپنی زندگی میں جد و جہد کرنا جس کے نتیجہ میں وہ . . . تعوق کا خواہاں ہے نیز خوشحال رہنا چاہتا ہے بھی ایک نسبتی امر ہے غور کرو کہ پچاس برس قبل جن مادی اشیاء کو عیش و عشرت کے سامان سمجھا جاتا تھا آج عین وہی چیزیں کیا ایک عام انسان کے لئے لازم زندگی نہیں بن گئیں ؟ جب اعزاز و شرف کا معیار مادی لوازم کو قرار دیدیا جائے اور انہی میں انسان اپنی خوشحالی کو تصور کرے تو کیا اس قسم کے فلسفہ حیات کا نتیجہ بجز اس کے کچھ اور نکلے گا کہ افراد و اقوام کی ساری جد و جہد کا خلاصہ اس بات میں سمٹ کر رہ جائے کہ ان میں سے کون دولت و ثروت اور مادی ذرائع کے حصول میں فائق و برتر ہے۔

(باقی ہے)

انجمن کی طرف سے
قحط زدگان بنگال کی امداد

احباب جماعت کی اطلاع کیلئے اعلان کیا جاتا ہے کہ ہماری انجمن اسوقت تک سات صد روپیہ بنگال ریلیف فنڈ میں پنجاب پراونشل مسلم لیگ کی معرفت بھیج چکی ہے کچھ رقم انجمن نے اپنے خزانہ سے ادا کی اور باقی احباب جماعت سے فراہم ہوئی۔ اسکے علاوہ تین صد روپیہ مسلم ہائی سکول لاہور کی طرف سے بھیجا گیا ہے گویا ایکہزار روپیہ اس وقت تک بھیجا جا چکا ہے اور ابھی یہ فنڈ جاری ہے۔

ہماری جماعت کے کئی مخیر بزرگ براہ راست بھی امداد بھجوا چکے ہیں اور مسلم لیگ فنڈ کے قیام سے قبل لاہور سنٹرل ریلیف کمیٹی کے ذریعہ بھی ہمارے نوجوان معقول رقم فراہم کر کے بھیج چکے ہیں۔

جو احباب اس کار خیر میں مزید حصہ لینا چاہیں وہ اپنی رقوم صدر انجمن میں بھجوا دیں اور عنداللہ اجر عظیم پاویں۔

خاکسار۔ مسعود بیگ سکرٹری

لدھیانہ میں دو کامیاب جلسے

{از جناب ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب ایم۔ ایس۔ سی پی ایچ ڈی}

بندہ معہ حضرت مولانا صدرالدین صاحب ۴ رنومبر کو لدھیانہ پہنچا سٹیشن پر جناب ملک خدا بخش صاحب مسٹر ظہورالحسن صاحب موجود تھے۔ ہمارا قیام جناب ملک صاحب کے مکان پر ہوا۔ ۵ رنومبر کو بمشورہ دیگر احباب جماعت و معاونین حضرات یہ قرار پایا کہ بروز اتوار بتاریخ ۷ رنومبر ۱۹۴۳ء ٹاؤن ہال میں دس بجے دن جلسہ کا انتظام کیا جائے چنانچہ نماز جمعہ کے بعد (جو ملک صاحب کے مکان پر ہوئی اور خطبہ و نماز حضرت مولانا صدرالدین صاحب کی قیادت میں ادا ہوئے) جلسہ کے انتظامات شروع ہوئے۔ ملک محمد دین صاحب صدر میونسپل کمیٹی و ایگزیکٹو آفیسر سے ملاقات کی گئی اور ٹاؤن ہال میں جلسہ کرنے کی اجازت طلب کی گئی۔ ملک صاحب نے نہ صرف ہال کے استعمال کی ہی اجازت دی بلکہ اشتہار جلسہ پر داعیان میں بھی اپنا نام لکھوایا چنانچہ ہفتہ اور ہفتہ اسکا اعلان ہوتا رہا۔ اور لدھیانہ کے تمام پروفیسروں، وکلاء، افسران، میونسپل کمشنر صاحبان و دیگر عمائدین شہر کو دعوتی رقعے بھیجے گئے۔ جب احراری مولوی اور شہر کے بعض مفسدین کو اسبات کا علم ہوا کہ ٹاؤن ہال میں جلسہ ہوگا تو انہوں نے اس کی مخالفت کا اور جلسہ کے انعقاد کو روکنے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگانا شروع کر دیا۔ اور کہنے لگے یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ لدھیانہ میں احمدیوں کے لیکچر ہوں۔ چنانچہ ہفتہ کے روز شام کے وقت ملک محمد دین صدر میونسپل کمیٹی کے پاس چند آدمیوں کو لیکر پہنچے اور ملک صاحب کو مجبور کر دیا کہ وہ ٹاؤن ہال کے استعمال کی اجازت کو منسوخ کر دیں چنانچہ وہ اپنی کوشش میں کامیاب ہو گئے اور رات کے دس بجے ہمیں منسوخی کا حکم بھیجا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ چونکہ رات کے دس بج چکے تھے لہذا ہمارے لئے ناممکن تھا کہ اب اس وقت یا کل صبح کوئی کسی قسم کی کوشش کر سکیں بادل نخواستہ رات کو سو گئے لیکن اس صدمہ کے بعد نیند کیسے آتی تھی۔ تقریباً سب دوست دعائیں کرتے رہے۔ یا اللہ ہم تو تیرے نام کو بلند کرنے کی خاطر یہ جدوجہد کر رہے ہیں۔ تو ہی اپنے فضل و کرم سے کوئی راستہ کھولدے دنیا تیرے پیارے کلام کو سننے کی پیاسی ہے۔ اور ہم کمزور و ناتواں افراد کلمۂ حق کو ان تک پہنچانے کے لئے حاضر ہیں لیکن اپنوں نے ہی دروازے اور راستے مسدود کر دیئے ہیں۔ تو ہی کوئی صورت پیدا کر دے۔ خیر رات اس طرح گزر گئی۔ صبح ناشتہ سے فارغ ہو کر بیٹھے ہی تھے کہ لوگ جن کو جلسہ کی اطلاع ہو چکی تھی اور جن کو دعوتی رقعے بھیجے گئے تھے جوق در جوق آنے شروع ہوئے۔ ان سے تمام سرگذشت بیان کی گئی اور کہا گیا کہ ہم ان حالات میں کیا کر سکتے ہیں۔ اس پر چند پروفیسر۔ میونسپل کمشنر صاحبان۔ اور وکلاء ملک صاحب کے مکان پر تشریف لائے اور کہنے لگے کہ اگر صدر میونسپل کمیٹی صاحب نے ہال کے استعمال کا امتناعی حکم جاری کر دیا ہے تو کیا پرواہ ہے، اگر آپ یعنی مولانا صدرالدین صاحب میونسپل کمیٹی کے باغ میں لیکچر دینا پسند کریں تو ہم فوراً کرسیوں اور دریوں کا انتظام کر دیتے ہیں۔ چونکہ ان معززین کی دلی خواہش تھی لہذا یہی طے پایا کہ جلسہ بجائے ہال کے باغ میں ہو۔ چنانچہ جلسہ کی کارروائی بجائے دس بجے کے ۱۱ بجے شروع ہوئی۔ شیخ غلام حسین صاحب وکیل صدر تجویز ہوئے۔ جن کے بعد حضرت مولانا صدرالدین صاحب نے کم و بیش ڈیڑھ گھنٹہ نہایت ہی موثر اور مدلل تقریر کی۔ موضوع تھا "نظام عالم"۔ آپ کا طرز بیان کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ تقریر کا یہ اثر ہوا کہ سامعین نے بڑی پرزور خواہش ظاہر کی کہ اسی روز شام کے بعد ایک اور جلسہ ہو چنانچہ صاحب صدر نے اعلان کر دیا کہ شام کا جلسہ ان کے مکان کے وسیع احاطہ میں ہوگا جس میں سینکڑوں آدمی آ سکتے ہیں۔

اس امر کا ذکر بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ جب مخالفین کو اطلاع ملی کہ باوجود ان کی کوششوں کے جلسہ کمیٹی باغ میں ہو رہا ہے تو وہ چند مفسدوں اور شریروں کو ہمراہ لیکر باغ میں آ گئے اور شور ڈالنا شروع کر دیا۔ لیکن اسکا حاضرین پر قطعاً کچھ اثر نہ ہوا اور وہ چند منٹوں کے بعد ہی خائب و خاسر ہو کر اپنا سا منہ لیکر واپس چلے گئے ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

دوسرا جلسہ شام کے آٹھ بجے خواجہ غلام دستگیر صاحب وکیل (جو غیراز جماعت ہیں) کے مکان پر منعقد ہوا۔ اس موقعہ پر بھی حضرت مولانا صدرالدین صاحب کی پُراز معارف تقریر ہوئی۔ حاضرین کے انہماک کا یہ عالم تھا کہ حضرت مولانا نے دو اڑھائی گھنٹہ تقریر کی لیکن ایک فرد بھی اپنی جگہ سے نہ ہلا۔

احرار گڑھ کے اندر دو جلسوں کا ہو جانا اور باوجود شدید مخالفت کے اس قدر کامیابی کے ساتھ سرانجام پا جانا کوئی معمولی بات نہیں ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ اس سلسلہ میں جناب ملک خدا بخش صاحب۔ جناب قبلہ سید اسداللہ شاہ صاحب اور مسٹر ظہورالحسن صاحب کی سعی قابل رشک ہے۔

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

نوٹ:۔ لدھیانہ سے روانہ ہو کر ہم چند گھنٹوں کے لئے راجپورہ ٹھہرے جہاں جماعت کے چند احباب اور بالخصوص جناب غلام حسین صاحب سے ملے۔ اس سلسلہ میں جناب محمد شفیع علوی صاحب خاص شکریہ کے مستحق ہیں۔ جن کی کوشش اور سعی سے یہ مختصر مگر پر لطف مجلس میسر آئی۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔

سفید ڈھیری میں احمدی نوجوانوں کا جلسہ

احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن سفید ڈھیری کا پندرہ روزہ جلسہ آج مورخہ ۵/۱۱/۴۳ بعد نماز جمعہ زیر صدارت جناب ملک کندل خانصاحب رئیس سفید ڈھیری منعقد ہوا۔ ملک محمد زمان خاں صاحب نے تلاوت قرآن کریم سے جلسہ کا افتتاح کیا۔ صاحب موصوف کا قرآن پڑھنا سامعین پر اچھا اثر رکھتا ہے۔ ان کے بعد مسٹر عبدالجلیل خاں نے ایک پشتو نظم پڑھکر سنائی۔ اس بچے کے جذبات کا اس نظم کے پڑھنے سے ہی پتہ چلتا ہے۔ مختصر طور پر یہ ہے کہ کام کرنیوالا میں اور کام کرنیوالے کا دوست ہوں اور مجھے اگر بیکار لوگ روکیں تو میں نہیں رک سکتا وغیرہ۔ غرض پشتو کے اشعار سننے والے اور سمجھنے والے ہی ان اشعار سے سبق حاصل کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد مسٹر سردار علی خانصاحب سٹوڈنٹ جماعت نہم نے ختم نبوت پر مدلل تقریر کی۔ فاضل مقرر نے قرآن کریم کی آیات خاتم النبیین سے استدلال کرتے ہوئے احادیث صحیحہ سے ایک دو حوالے پیش کئے اور ثابت کیا کہ نبوت حضرت احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلعم پر ختم ہو گئی ہے نبوت سا‌ڑھے تیرہ سو سال سے بند ہو چکی ہے۔ مگر افسوس قادیانی حضرات پر کہ انھوں نے سخت ٹھوکر کھائی اور حضرت مسیح موعود کے مشن کو خواہ مخواہ درہم برہم کیا۔ اس غلو کرنیوالے گروہ کو خداوند کریم ہدایت دے کہ انھوں نے اسلام کے شیرازہ کو بکھیرنے کی کوشش کی۔ فاضل مقرر نے کہا کہ یہ گروہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شدید ہتک کرتا ہے۔ مجدد اعظم صاحب تو بار بار انکار کرتے ہیں کہ "میں نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا"، ہم بھی مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں" کئی ایک حوالے حضرت مرزا صاحب کی تصنیفات سے پیش کر کے ثابت کیا کہ آئندہ نہ کسی نبی کی ضرورت ہے اور نہ کسی کتاب کی۔ اور نہ کسی نئی شریعت کی کیونکہ نبوت حضرت آدم سے شروع ہو کر آقائے نامدار محمد مصطفےٰ صلعم پر ختم ہو گئی۔

ان کے بعد مسٹر محمد شوکت صاحب سٹوڈنٹ ہفتم کلاس نے سورۃ البقرہ کے پہلے دو رکوع کا ترجمہ سنایا مسٹر محمد شوکت صاحب نے [illegible] کے بنیادی اصول اور متقیوں کی منزل مقصود کو واضح فرمایا۔ اور منافقین و استہزا کرنے والے گروہ کی علامات بتلا کر حاضرین کو مستفید فرمایا۔ اس کے بعد اس عاجز نے حقوق والدین پر روشنی ڈالی میں نے قرآن کریم کی سورۃ بنی اسرائیل کی آیات ۲۲ تا ۲۵ کی تلاوت کر کے ترجمہ کیا۔ اور مطلب بیان کیا۔ میں نے اپنے پیارے محبوب امیر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے بیان القرآن سے اس مضمون کو تیار کیا تھا۔ اپنے نوجوان بھائیوں سے درخواست کی کہ وہ اسی عمر میں اپنی زندگی کا خیال رکھیں والدین کیساتھ نیک سلوک کریں۔ والدین کی فرمانبرداری کریں اور اپنے لئے نیک مجلس اچھی سوسائٹی پیدا کریں۔ بری مجلسوں سے پرہیز کریں۔

اطلاع نامہ برائے اظہار وجہ اس امر کہ نیلام کیوں نہ منسوخ کیا جاوے۔

آڈر ۲۱ رول ۹۰ و ۹۲ مجموعہ ضابطہ دیوانی

بعدالت جناب خان محمد سرفراز خاں صاحب ایم ایس سی ایل ایل۔ بی سب جج صاحب بہادر کوئٹہ

دیوانی مقدمہ ۱۱۳ ۱۹۳۶ء فیصلہ ۲۶/۲/۴
متفرق ۲۷ ۱۹۳۸ء فیصلہ ۲۰/۶/۴۱

مسماۃ رانی نندہ بیوہ دیوان امرناتھ نند ڈگری دار۔

بنام حکیم نندلال ولد دھنپت رائے سکنہ کوئٹہ۔ مدیون۔

درخواست حکیم نندلال مدیون برائے منسوخی نیلام مکان مدیون

بنام مسماۃ رانی نند بیوہ دیوان امرناتھ نند بنگلہ نمبر گارڈن ٹاؤن نزد ماڈل ٹاؤن لاہور ڈگریدار

بمعاملہ مندرجہ صدر مدیون نے برائے منسوخی نیلام مکان عدالت ہذا میں درخواست گذاری ہے۔ لہذا بذریعہ نوٹس ہذا آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر کوئی وجہ دکھا سکتے ہو کہ درخواست مذکور کیوں منظور نہ کی جاوے تو آپ کو لازم ہے کہ معہ اپنے ثبوت کے اس عدالت میں بتاریخ ۲۷/۱۱/۴۳ بوقت ۱۰½ بجے قبل از دوپہر جب درخواست مذکور کی سماعت ہوگی حاضر ہو ورنہ کاروائی یک طرفہ عمل میں لائی جاوے گی۔

آج بتاریخ ۹ رنومبر ۱۹۴۳ء کو بدستخط میرے اور مہر عدالت کے جاری ہوا۔

مہر عدالت　　　دستخط حاکم

اشاعت اسلام کی مختصر تاریخ

(از مس میں)

اسلام ایسا مذہب نہیں ہے جسے کسی خاص ملک و ملت کی چار دیواری میں مقید کر دیا گیا ہو۔ اسلام ایک تبلیغی مذہب ہے جو اپنی ہیئت ترکیبی میں آفاق گیر اور عالمگیر ہے۔ یہ عربی یا عجمی کا مذہب نہیں نہ صرف نہ سرزمین مشرق سے متعلق ہے اور نہ مغرب کی سفید فام اقوام سے مخصوص ہے

سر عشق از عالم ارحام نیست
روز سالم وعام درروم و شام نیست
کوکب بے شرق و غرب بے غروب
در مدارش نے شمال و نے جنوب

اسلام دین فطرت ہے۔ جس نے رنگ و نسل مرز و بوم اور اشتراک زبان کی مصنوعی قیود کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور انسان کی بلندی اور ترفع کا صرف اخلاقی اور روحانی معیار مقرر کیا جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:۔

لیس لاحد فضل علی احد الا بدین وتقوی الناس کلھم بنو آدم و آدم من تراب۔

پرہیزگاری اور دینداری کے سوا اور کسی چیز کی بنا پر ایک شخص کو دوسرے شخص پر فضیلت نہیں ہے سب لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے بنے تھے۔

اللہ تعالےٰ نے اس دین فطرت کو جو اس کا بنی نوع انسان کی طرف آخری پیغام اور سب سے بڑا انعام ہے اشاعت و استحکام کے لئے ارشاد فرمایا ہے

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون۔ ترجمہ:۔ اے مسلمانو! تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیئے جس کا نصب العین لوگوں کو نیکی کی طرف بلانا، اچھی باتوں کے کرنے کا حکم دینا اور برائیوں سے روکنا ہو۔ یقیناً یہ لوگ فلاح پانے والے ہونگے۔

زمانۂ نبوی میں قرآن مجید کی اس نص صریح پر جس خوبی اور اہتمام کے ساتھ عمل ہوتا تھا اس پر روشنی ڈالنے کی چنداں ضرورت نہیں ہر مسلمان ایک داعی اور مبلغ تھا جس کے قلب میں اسلام کو اقصائے عالم میں پھیلانے کے لئے ایک آگ لگی ہوئی تھی۔ اُٹھتے، بیٹھتے، سوتے جاگتے اگر مسلمان کے سامنے کوئی نصب العین تھا تو وہ صرف اعلائے کلمۃ الحق تھا۔ اور آج یہ انہیں بزرگوں کی کاوش اور محنت کا نتیجہ ہے کہ اسلام ہمیں پہنائے عالم میں پھیلا ہوا نظر آتا ہے اور وہ زمین کا کوئی ایسا خطہ نہیں۔ جہاں خدا اور خدا کے رسول کا نام لیوا نہ ہو۔

ابتدائی صدیوں میں بالعموم اشاعت اسلام مسلمانوں کا شیوہ رہا۔ صوفیائے کرام امراء اور بادشاہ سبھی اس رنگ میں رنگین نظر آتے ہیں چنانچہ بنو امیہ اور بنو عباس کے زمانہ کی تاریخ اس پر شاہد ہے، خلافت راشدہ زمانہ نبوی کے بعد تبلیغی تحریک کا سب سے زیادہ سرگرم اور پُرجوش دور ہے۔ اس زمانہ میں دنیا کے ہر مہذب خطہ میں مسلمان قرآن کو سینہ سے لگائے ہوئے پہنچے۔ اس دور کی تبلیغی سرگرمیوں کا اتنی دفعہ اعادہ ہو چکا ہے اور اسے اس تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ کہ یہ اسلامی تبلیغ کی تیس سالہ شاندار داستان ہر مسلمان کے لوح قلب پر نقش ہو کر رہ گئی ہے۔ یہاں اس کی شرح وبسط میں جانا سورج کو چراغ دکھانا ہے۔

مسلمان سیاسی اور ملکی لحاظ سے کئی دفعہ گرے اور ابھرے لیکن انہوں نے کبھی فریضہ تبلیغ کو فراموش نہیں ہونے دیا۔ وہ تورانی قبائل جو ترکستان سے بیکر چین تک پھیلے ہوئے تھے اور بت پرست تھے انہوں نے خلافت بنو عباس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور مسلمانوں کے خون کو اس قدر ارزاں کیا کہ آج ان حالات اور واقعات کو پڑھکر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور چنگیز خاں نے خوارزم شاہی سلطنت کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے خراسان اور ماوراء النہر میں اپنی طرف سے اسلام کا بالکل گلا گھونٹ ڈالا اور مغلوں کا قہرمانی تسلط دیکھکر یوں نظر آنے لگا کہ یہ گرتے کبھی اس سرزمین میں اسلام کو ابھرنے نہیں دیں گے۔ لیکن دیکھتے ہی دیکھتے ہماری حیرت کی کوئی حد نہیں رہتی کہ صرف دو مسلمان درویش حضرت شیخ جمال الدین اور ان کے بیٹے حضرت شیخ رشید الدین نے اشاعت اسلام اور تبلیغ اسلام کے جذبہ سے سرشار ہو کر خونخوار مغلوں کی فطرت بدل دی وہ قاہر اور جابر مغل جنہوں نے اپنی نوک شمشیر سے مسلمان فرمانرواؤں کو تخت فغفوری اور کلاہ سروری سے محروم کیا۔ خود انھوں نے مسلمان درویشوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔ حضرت شیخ رشید الدین صاحب کی تبلیغ سے تغلق تیمور خاں جو خاقان تھا حلقہ بگوش اسلام ہوا جسے دیکھکر دیگر مغل امراء اور رؤساء بھی حلقۂ اسلام میں داخل ہوگئے۔ اور ایک دفعہ تو یہاں تک نوبت پہنچی کہ صرف ایک دن میں ایک لاکھ ساٹھ ہزار مغلوں نے چوٹیاں کٹوا کر اسلام قبول کیا۔ گو مسلمانوں کی ظاہری شان و شوکت مٹی ہوئی نظر آتی تھی لیکن جذبۂ تبلیغ نے پھر اس وقار کو قائم کر دیا۔ چنانچہ اس جذبۂ تبلیغ کی تاریخ کو ہی مطالعہ کر کے ایک شاعر نے کہا تھا

تو نہ مٹ جائے گا ایران کے مٹ جانے سے
نشۂ مے کو تعلق نہیں پیمانے سے
ہے عیاں یورش تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

سو جب مسلمان کے قلب میں جذبۂ تبلیغ ہو تو وہ صنم خانہ سے بھی اپنے کعبہ کے محافظ پیدا کر لیا کرتا ہے۔

ہندوستان جو کہ دنیا کا بہت کہنہ صنمکدہ ہے اس ملک میں مسلمان قریباً [illegible] ہجری صدی عیسوی میں داخل ہوئے لیکن مسلمان حکمرانوں کی طرف سے خواہ وہ خاندان غلاماں سے تعلق رکھتے ہوں اور خواہ وہ خاندان مغلیہ کے چشم و چراغ ہوں تبلیغ اور اشاعت اسلام کا کوئی اہتمام نہیں ہوا۔ صوفیائے کرام کا گروہ تبلیغ اسلام میں پیش پیش نظر آتا ہے۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ اور حضرت شیخ علی ہجویریؒ جو آج داتا گنج بخش کے نام سے مشہور ہیں۔ ان بزرگوں کے طفیل ہندوستان میں اسلام پھیلا ہے۔ اور پھر ان کے بعد حضرت قطب الدین بختیار کاکی، حضرت فرید الدین گنج شکر، حضرت نظام الدین محبوب الٰہی یہ صوفیا اور بزرگ اسلام کے زبردست داعی تھے۔ اور انہیں کے دم قدم سے اسلام ہندوستان میں دن دونی رات چوگنی ترقی کرتا رہا۔ ان بزرگوں کے پاس کوئی دنیوی وقار نہیں تھا۔ بلکہ صرف ایک جذبۂ تبلیغ ہی تھا جس نے انہیں تبلیغی میدان میں ایسے کارہائے نمایاں کرائے۔ چنانچہ ڈاکٹر ایم ٹی۔ ٹائی ٹیس اپنی کتاب انڈین اسلام کے مشائخ پر ان بزرگوں کے متعلق رقمطراز ہیں:۔

"ان صوفیائے کرام نے اپنے زہد و اتقاء کی وجہ سے لوگوں پر بہت عمدہ اثر ڈالا لیکن انکی کامیابی کا راز اسلامی عقائد کی سادگی اور پاکیزگی میں پوشیدہ ہے اسلام کے مذہبی اور تمدنی احکام اس قدر سادہ اور دلکش ہیں کہ ہنود کے لئے ان کا قبول کرنا سراسر قرین قیاس ہے۔ اسلام توحید باری کا علمبردار ہے بت پرستی اور ہر قسم کے شرک سے بیزار ہے، تمام مسلمانوں کو یکساں درجہ عطا کرتا ہے اور اسلام کی نظر میں بزرگی کا معیار تقویٰ ہے نہ کہ مال و دولت اور خاندانی وجاہت اس میں کوئی شک نہیں کہ صوفیائے کرام نے اپنی پاکیزگی اور پاکیزہ تعلیمات کی بدولت سب کامیابی حاصل کی جو عیسائی پادریوں کو اس قدر دولت اور وقت صرف کرنے کے بعد بھی نصیب نہ ہوئی۔ وغیرہ وغیرہ"

لیکن اٹھارہویں صدی میں مسلمانوں پر زوال اور انحطاط کا دور آ گیا اور باہر سے تبلیغ اسلام کے داعی آنے بند ہوگئے لیکن اس گئے گذرے دور میں بھی ایک مرد کامل پیدا ہوا اور اس نے اپنی بلیغ اور عمیق نگاہ سے پہچان لیا کہ مسلمان کے زوال کا اصل باعث ان کی اصول اسلام اور تعلیم قرآن سے بیخبری ہے وہ مرد کامل شاہ ولی اللہ دہلوی ہیں۔ یہ مجدد وقت تھے اور انھوں نے ایک شاندار تصنیف "حجۃ اللہ البالغۃ" اپنی یادگار چھوڑی ہے۔ انھوں نے قرآن مجید کا فارسی میں ترجمہ کیا اور ہندی مسلمان کو قرآن مجید کے معارف اور اصول حیات سے قریب تر کر دیا۔

انیسویں صدی میں تو مسلمانوں کے اخلاقی اور روحانی، مذہبی اور سیاسی انحطاط کی حد ہوگئی۔ یاجوج اور ماجوج کے لشکر ہر بلندی سے عالم اسلام پر ٹوٹ پڑے۔ عیسائیت نے بڑے انتظام اور اہتمام سے اسلام اور آنحضرت صلعم پر حملے شروع کر دیئے مغربی علوم نے مسلمان نوجوانوں میں الحاد پیدا کیا۔ اسلامی [illegible] نے مغربی کلچر اور تمدن کے سامنے سر تسلیم خم کیا۔ اور جگہ جگہ تحریکات اسلام کے خلاف اُٹھ کھڑی ہوئیں جن میں سے آریہ سماج اور عیسائیت ہندوستان میں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اور ان کے علاوہ مغربی فلسفہ نے ایمان باللہ پر حملہ کر کے اسلام کی ملی طاقت کو کمزور کرنا شروع کیا۔ ایسے نازک وقت میں اسلام کی مدافعت اور تبلیغ کے لئے ایک زبردست محدث اور مجدد کو اللہ تعالےٰ نے مبعوث فرمایا۔ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور تائید حق اور اشاعت اسلام کے لئے جماعت بنائی جس کی بنیاد اس نص قرآنی پر تھی ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر و اولئک ھم المفلحون۔

اس جماعت نے اپنے بانی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مشرق اور مغرب میں اعلائے کلمۃ اللہ اور اشاعت اسلام کیلئے جان۔ مال اور قوت کو بیدریغ خرچ کیا۔ جس کے نتائج اتنے شاندار نکلے کہ جس کے مسلمان عام طور پر معترف ہیں۔ ایک دفعہ ایک مسلمان بزرگ نے لکھا تھا:۔

"اس جماعت (جماعت احمدیہ لاہور) کے کام سے مجھ کو پوری پوری ہمدردی ہے۔ حمایت اور اشاعت اسلام کے واسطے یہ جماعت ہمہ تن وقف ہے۔ خدا کرے مسلمانوں میں ایسی جماعتیں اور بھی بہت سی پیدا ہوں بلکہ بہتر لفظوں میں یہ کہنا چاہیئے کہ خدا کرے تمام مسلمان اسی طرح حمایت و اشاعت اسلام کا کام کیا کریں۔ جس طرح لاہوری احمدی جماعت"

اعلیحضرت ہزہائی نس نواب صاحب مانگرول نے فرمایا تھا:۔

"تبلیغ و اشاعت اسلام کی خدمات کو آپ کی انجمن نہایت تندہی محنت، جانفشانی اور عمدہ طریق پر انجام دے رہی ہے۔ وہ ہر مسلمان کے لئے باعث تشکر و مبارکباد ہے"

مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی نے فرمایا تھا:۔

"عام خدمات اسلامی آپ کی جماعت بہت سرگرمی جوش و انہماک کے ساتھ انجام دے رہی ہے ان کی داد نہ دینا ظلم ہے اور داد کیا معنی مجھے تو بار بار رشک آ چکا ہے"

اس کے علاوہ بھی متعدد بیانات درج کئے جا سکتے ہیں لیکن جگہ کی قلت کی وجہ سے درج نہیں ہو سکے جماعت احمدیہ لاہور نے یورپ کے اندر کفر و الحاد کے مرکزوں میں اسلامی مشن قائم کئے اور اپنی محنت شاقہ سے یورپ کا مطمح نگاہ اسلام کے متعلق بدل دیا۔ یورپ کی مختلف زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم ہزاروں کی تعداد میں شائع کئے۔ باقی رسائل۔ جرائد اور مختلف صحیفوں کا کوئی شمار نہیں۔ ان تبلیغی کوششوں کی شوکت کا اندازہ کچھ مؤرخ ہی بہتر کر سکے گا۔ یہ جماعت صوفیائے کرام اور قرون اولیٰ کے داعیان اسلام کی حقیقی جانشین ہے جس کا مقصد وحید غلبۂ اسلام ہے۔ حاکم اور محکوم دونوں اس کے جذبۂ تبلیغ کی زد میں ہیں اور اس کے دشت جنوں میں موجودہ دور کی دہریت اور مادیت صید زبوں ہیں اس خالص اسلامی تحریک سے آئندہ اسلام کے پاکیزہ اور شاندار دور کا آغاز [illegible]

دو امور کے متعلق میری حلفیہ شہادت

(از جناب مولانا مرتضیٰ خان صاحب)

جہلم میں ایک قادیانی دوست نے نبوۃ حضرت مسیح علیہ السلام موعود کے ثبوت میں اسباب کو پیش کیا کہ حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں آپ کی زوجہ محترمہ کو اخبارات میں ام المومنین لکھا جاتا تھا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں تمام جماعت حضرت صاحب کو نبی مانتی تھی اس کے جواب میں عرض کیا گیا کہ کسی مجدد کی بیوی کو بطور مجاز ام المومنین کہہ دینے سے یہ لازم نہیں آجاتا کہ وہ مجدد حقیقی طور پر نبی ہے - علاوہ ازیں یاد رکھنا چاہیئے - نبوت اصول ایمان میں سے ہے اس پر ایمان کی بنیاد قائم ہوتی ہے اسلئے مدعی نبوت کو خود اپنا دعوےٰ نہایت واضح اور کھلے الفاظ میں کرنا چاہیئے جس سے کسی شک و شبہ کا امکان باقی نہ رہے - اگر ایسا نہیں ہوگا تو وہ مدعی خود مجرم قرار دیا جائے گا - کہ اس نے اپنا دعوےٰ واضح الفاظ میں پیش نہیں کیا - اگر آپ حضرات حضرت مسیح موعودؑ کے دعوےٰ نبوت کو پیش کرتے ہیں تو حضرت کے اپنے واضح الفاظ پیش کریں - دعوےٰ نبوت ایسی چیز نہیں کہ ہاتھ پاؤں مار کر کچھ بات ادھر سے لی اور کچھ ادھر سے اور اس طرح ایک بناوٹ فاسد قائم کرلی - بلکہ خود مدعی کے کھلے کھلے الفاظ پیش ہونے چاہئیں جن میں کسی تاویل کی گنجائش نہ ہے - جہاں تک ام المومنین کے لفظ کے استعمال کا سوال ہے میں عرض کرچکا ہوں کہ جس طرح ایک غیر نبی پر لفظ نبی بطور مجاز بولا جاسکتا ہے اسی طرح ایک ولی اللہ کی بیوی کے لئے بطور مجاز بغرض اظہار ادب ام المومنین کا لفظ استعمال ہوسکتا ہے مگر میں آپ کو ایک واقعہ بھی سنا دیتا ہوں جس سے اس بیان کی تصدیق ہوتی ہے -

حضرت اقدس کی زندگی ہی میں (غالباً ۱۹۰۴ء یا ۱۹۰۵ء میں) ایک بار ماسٹر عبدالعزیز صاحب ایمن آبادی (مدرس ہائی سکول قادیان) نے جبکہ وہ پٹیالہ میں ڈاکٹر عبدالحکیم خاں کے ہاں ملازم تھے اور ابھی ڈاکٹر صاحب سلسلہ سے منحرف نہیں ہوئے تھے مجھ سے فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت کے سامنے ام المومنین کا ذکر آگیا تو حضرت اقدسؑ نے اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمایا کہ "تم لوگ ہی انکو ام المومنین کہتے ہو - خدا نے تو نہیں کہا" یہ الفاظ تھے ماسٹر صاحب موصوف کے اور مجھے اب تک یاد ہیں - اور میں حلفیہ کہتا ہوں کہ بعینہٖ یہی الفاظ تھے - اب ماسٹر صاحب کے اس بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ :-

(۱) حضرت کو کبھی الہام نہیں ہوا کہ ان کی زوجہ محترمہ ام المومنین ہیں -

(۲) خود حضرت صاحب نے کبھی کسی کو نہیں کہا کہ ان کی بیوی کو ام المومنین کہا جائے - بلکہ ذکر آنے پر بتا دیا کہ لوگ از خود ام المومنین کہتے ہیں خدا نے نہیں کہا -

(۳) جماعت میں ایسے لوگ موجود تھے جو باوجود اخبارات میں ام المومنین پڑھنے کے ان الفاظ کو بطور مجاز ہی مانتے تھے -

غرضکہ اخبارات میں اگر ام المومنین کے لفظ کا استعمال ہوتا رہا ہے تو اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ حضرت صاحب کا دعوےٰ نبوت کا تھا اور ہم لوگ ان کو نبی مانتے تھے ایک گمراہ کن پروپیگنڈا ہے -

(۲)

دوسری بات جس کے متعلق میں حلفیہ شہادت پیش کرنا چاہتا ہوں وہ "ایک غلطی کے ازالہ" کے متعلق ہے - کہا جاتا ہے کہ حضرت اقدس نے ۱۹۰۱ء میں اپنا عقیدہ دربارہ نبوت تبدیل کرلیا تھا اور "ایک غلطی کا ازالہ" اس تبدیلیٔ عقیدہ کا اعلان ہے - یہ سراسر غلط اور بے بنیاد بات ہے اور حضرت مسیح موعودؑ پر افترا ہے -

حضرت اقدس کی نبوت کے ثبوت میں رسالہ فرقان میں شہادتیں درج کی جارہی ہیں - جہاں تک میں نے دیکھا ہے ایک بھی شہادت قابل وثوق نہیں کیونکہ جس امر کے متعلق شہادت مطلوب ہے وہ تو یہ ہے کہ آیا فی الحقیقت ہر ایک احمدی نے غلطی کے ازالہ کے شائع ہونے پر یقین کرلیا تھا کہ آج حضرت اقدس نے اپنا عقیدہ دربارہ نبوت تبدیل کرلیا ہے - اور یہ کہ آپ پہلے تو نبوت کے دعوےٰ سے انکار فرماتے رہے ہیں اور مدعی نبوت کو ملعون اور مردار قرار دیتے رہے ہیں اور آج خود نبی ہونے کا اعلان کر رہے ہیں - لیکن اس مطالبہ کا تو جواب نہیں دیا جاتا اور رطب و یابس شہادتیں درج کی جارہی ہیں تاکہ حقیقت حال پر پردہ پڑا رہے، دنیا کی آنکھوں میں خاک جھونکی جائے - استغفراللہ استغفراللہ - یہ فرقان کی شہادتیں اہل عقل کے نزدیک کچھ وقعت نہیں رکھتیں - ہمارا مطالبہ تو جوں کا توں قائم ہے - اور ہم خوب جانتے ہیں کہ کبھی کسی احمدی نے یہ نہیں مانا کہ ۱۹۰۱ء میں حضرت اقدس نے اپنا دعوےٰ دربارہ نبوت بدل لیا تھا اور غلطی کے ازالہ میں آپ نے دعوےٰ نبوت کا اعلان کیا تھا - میں نے اگرچہ حضرت صاحب کی بیعت ۱۹۰۵ء میں کی لیکن مجھے غلطی کے ازالہ کے شائع ہونے اور مسجد احمدیہ پٹیالہ میں پڑھے جانے کا واقعہ اچھی طرح یاد ہے - میں اگرچہ اس وقت بہت چھوٹا تھا مگر بچپن میں میرا حافظہ بہت مضبوط تھا - اور میں خدا کی قسم کرکے کہتا ہوں کہ غلطی کا ازالہ جب شائع ہوکر آیا تو بعد از نماز جمعہ میرے والد بزرگوار مولانا محمد عبداللہ صاحب مرحوم نے اسکو مسجد میں سب کے سامنے پڑھا اس پر بابو کرم الٰہی صاحب سلمہٗ نے جو

پٹیالہ کی قادیانی جماعتوں کے صدر ہیں فرمایا کہ اس میں تو کوئی نئی بات نہیں ہے - اور میرے والد بزرگوار نے بھی فرمایا کہ ہاں اس میں کوئی نئی بات نہیں ہے - اور تمام جماعت نے اپنی خاموشی سے ثابت کیا کہ اس میں کوئی نئی بات نہیں تھی جس کا اعلان حضرت صاحب کر رہے ہوں - ممکن ہے کہ بابو صاحب موصوف آج جناب میاں صاحب مکرم کے مذہب کے مطابق یہی عقیدہ رکھتے ہوں کہ حضرت نے ۱۹۰۱ء میں دعوےٰ تبدیل کرلیا تھا - مگر بابو صاحب مکرم نے اس وقت یہی الفاظ فرمائے تھے کہ اس میں کوئی نئی بات نہیں ہم لوگ احمدیت میں پیدا ہوئے احمدیت میں پرورش پائی احمدیت میں جوان ہوئے اور اب بوڑھے ہونے کو آئے خدا کی قسم ہے کہ کبھی ہم نے نہ سُنا نہ کہیں پڑھا کہ ۱۹۰۱ء میں حضرت صاحب نے اپنا عقیدہ بدل لیا تھا -

ایسی سب باتیں بعد میں پیدا ہونے والی بدعات ہیں اللہ تعالےٰ ان سے محفوظ رکھے - فرقان کی شہادتیں جس رنگ کی ہیں ان کی حقیقت ایک حد تک ہمارے میاں محمد صادق صاحب کافی کھول چکے ہیں - اللہ تعالےٰ ہمارے غلطی خوردہ بھائیوں کی آنکھیں کھولے اور انہیں صحیح عقاید کی طرف رہنمائی فرمائے - آمین

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا احمدی طلبائے خطاب

جمیعت طلباء احمدیہ کا ایک اجتماع مسلم ٹاؤن میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کی قیام گاہ پر منعقد ہوا - طلباء کی ایک مخصوص تعداد ساڑھے دس بجے صبح ۷ نومبر بروز اتوار مسلم ٹاؤن پہنچ گئی حضرت امیر ایدہ اللہ نے مختلف طلباء کا تعارف کرایا گیا -

محمد اعظم صاحب علوی اور غلام جیلانی صاحب نے اپنے کلام سے حاضرین کو محفوظ فرمایا - حضرت امیر نے جہاں ان نوجوانوں کے منظوم خیالات کو سراہا وہاں یہ بھی فرمایا کہ "میں یہ پسند نہیں کرتا کہ یہ بیماری زیادہ بڑھے"

دوران گفتگو میں مولانا آفتاب الدین احمد صاحب نے فرمایا کہ ہر احمدی بچے کو اپنے احمدی ہونے پر فخر ہونا چاہیئے -

حضرت امیر نے اثبات میں سر ملاتے ہوئے فرمایا "**احمدی ہونا فخر کی چیز ہے**" احمدیت نے جو انقلاب دنیا میں پیدا کیا ہے یہ کوئی معمولی بات نہیں - ہم ایک ایسی چیز پر قائم ہیں جس کی بنا پر ہم کسی کے سامنے شرمندہ نہیں"

پھر فرمایا احمدیت نے جو اسلام کی Interpretation کی ہے وہ مسلمانوں میں مقبول ہو رہی ہے - بیشک وہ اس کا اقرار نہ کرتے ہوں"

"ہمارے ہر ایک بچہ کو یہ فخر ہونا چاہیئے کہ وہ احمدی ہے"

خاکسار نے حضرت امیر کی توجہ موجودہ اسلامی تحریکات کی طرف مبذول کرائی جو مسلم طلباء کے ذہنوں میں انتشار پیدا کررہی ہیں - اس سلسلہ میں خصوصیت سے پاکستان کا ذکر کیا -

اس پر حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا "ہمارے سامنے ایک سوال ہے قرآن اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دنیا کو جھکانا - ہم ہر چیز کو تبلیغ اسلام کے نقطہ نگاہ سے دیکھیں گے - ہم اپنی توجہ کو کسی اور طرف نہیں دے سکتے - گو ہم مسلمان قوم کا ایک حصہ ہیں اور مسلمانوں کے ساتھ ہمارے تعلقات ہیں لیکن ہم نے تبلیغ اسلام سے ساری دنیا کو پاکستان بنانا ہے"

اس گفتگو کا سلسلہ کافی طویل ہوگیا جس کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں -

مولانا مصطفےٰ خان صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں درثمین کا درس دیا جسے دیگر دوستوں کے علاوہ حضرت امیر ایدہ اللہ نے بھی پسند فرمایا -

دعوت طعام کے بعد یہ اجتماع برخواست ہوا - جمیعت طلباء احمدیہ کا ایک اجتماع ۳۱ اکتوبر بروز اتوار بعد از نماز عصر بھی منعقد ہوا تھا -

شبان الاحمدیہ کی ایک میٹنگ

اسی دن بعد از نماز مغرب زیر صدارت مولانا مصطفےٰ خاں صاحب ایک میٹنگ منعقد ہوئی - محمد صدیق صاحب (بھدرواہ) نے حضرت مسیح موعود کی ایک نظم سنائی - خاکسار نے اپنی تقریر میں حضرت امیر کے خیالات کو دیگر نوجوان دوستوں کی خدمت میں پیش کیا - بحث جس سوال کے گرد گھومتی رہی وہ یہ تھا، کہ اسلامی نقطۂ نظر سے مسلم لیگ کا نصب العین کہاں تک درست ہے - اور اس کے لئے جو طریق کار اختیار کیا جارہا ہے وہ کہاں تک اسلامی ہے ؟

مجلس اطفال احمدیہ

کے اجتماع ہر جمعہ کو باقاعدہ منعقد ہوتے ہیں -

عطیہ جناب ڈاکٹر الٰہی بخش صاحب نے مجلس کو ۵ روپے عطا فرمائے - جزاہم اللہ احسن الجزاء

خاکسار
شیخ محمد طفیل سکرٹری شبان الاحمدیہ
لاہور

درخواست دعا

چودہری نذیر احمد صاحب نائب تحصیلدار نو نسیو ہسپتال لاہور میں صاحب فراش ہیں احباب ان کی صحت کے لئے دردِ دل سے دعا فرمائیں ۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ۔ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

پیغامِ صلح

ایڈیٹر — ایس۔ محمد آصف۔ بی۔ اے

جائنٹ ایڈیٹر — شیخ محمد انعام الحق

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا

جلد ۳۱ | لاہور۔ یوم۔ چہارشنبہ۔ مؤرخہ ۲۵ ذیقعد ۱۳۶۲ھ م ۲۴ نومبر ۱۹۴۳ء | نمبر ۴۶

عرش اور عرش کے حامل

جماعت احمدیہ مسلمانوں کی رہنما ہے

اپنی بیویوں اور بچوں کو احمدیت کے رنگ میں رنگین کرو

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ مورخہ ۱۹ نومبر ۱۹۴۳ء

الذین یحملون العرش ومن حولہ یسبحون بحمد ربھم ویومنون بہ ویستغفرون للذین امنوا ربنا وسعت کل شیئ رحمۃ وعلما فاغفر للذین تابوا واتبعوا سبیلک وقھم عذاب الجحیم۔ ربنا وادخلھم جنت عدن التی وعدتھم ومن صلح من ابائھم وازواجھم وذریتھم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ھو الفوز العظیم۔

(سورۃ المومن)

عرش سے مراد وہ جو عرش کے حامل ہیں عرش کیا چیز ہے؟ دو لفظ قرآن مجید میں آئے ہیں ایک کرسی اور ایک عرش دونوں کے متعلق بعض لوگوں میں ایک غلط مفہوم پایا جاتا ہے کہ وہ کوئی بیٹھنے کی جگہ ہے۔ کرسی کے معنی بخاری میں علم مروی ہیں اور اگر قرآن مجید پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ عرش سے مراد اللہ تعالےٰ کی قدرت ہے اور یہ دونوں لفظ فی الحقیقت خدا تعالےٰ کے علم اور طاقت کے اظہار کے لئے آئے ہیں اس میں شک نہیں کہ کرسی حکومت کی جگہ ہے اور تخت بھی حکومت کی جگہ ہے۔ سو ایک مجاز کے رنگ میں یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ کرسی اور عرش خدا تعالےٰ کی حکومت کے نفاذ یا اظہار کیلئے دو لفظ ہیں۔

عرش کے حامل الذین یحملون العرش وہ جو عرش کے حامل ہیں اب سوال ہے کہ عرش کے حامل کون ہیں؟ سو عرش جب خدا تعالےٰ کی قدرت کا نام ہے تو اس کے حامل وہی ہوں گے جن کے ذریعہ سے اس کی قدرت کا اظہار ہوتا ہے صفات الٰہی کے ذریعے سے اللہ تعالےٰ کی قدرت کا اظہار ہوتا ہے ملائکہ کے ذریعہ سے اللہ تعالےٰ کی قدرت کا نفاذ ہوتا ہے۔ حامل عرش صفات الٰہی بھی ہیں اور فرشتے بھی ہیں۔

ایک اور گروہ لیکن ایک گروہ دنیا میں اور بھی ہے جو خدا تعالیٰ کی قدرت کو ظاہر کرنے والا ہے یہ مصلحین عالم کا گروہ ہے ان کے ذریعہ سے اللہ تعالےٰ کی اس طاقت کا نفاذ ہوتا ہے جو عام طور پر نہیں ہوتا یعنی خدا تعالےٰ کے ساتھ تعلق سے انسان کے اندر ایک زبردست طاقت پیدا ہوتی ہے۔ محض ایک علمی رنگ میں اللہ تعالےٰ کو مان لینے سے انسان کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا بلکہ فائدہ اس وقت ہوتا ہے جب انسان انبیاء کے راستہ پر چل کر خدا تعالیٰ کی مدد اور نصرت کو اپنے اندر لیتا ہے۔

ان لوگوں کے تین کام سو جو عرش کے حامل ہیں وہ انبیائے کرام ہیں ومن حولہ، جو اس کے ارد گرد ہیں وہ ان انبیاء علیہم السلام کے ساتھی ہیں۔ ان کا کیا کام ہے؟ یسبحون بحمد ربھم ویومنون بہ اپنے رب کی حمد کیساتھ تسبیح کرتے ہیں اور اس پر ایمان لاتے ہیں۔ دو کام تو ان کے یہ ہیں اور تیسرا کام یہ بتایا ویستغفرون للذین امنوا اور ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے وہ خدا کی حفاظت چاہتے ہیں

مصلحین کا سلسلہ اب آگے مصلحین کے سلسلہ پر غور کریں۔ تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ گروہ ایسے نہیں ہوتا کہ وہ کچھ راستہ بتا دے بلکہ راہ کا بتا دینا ایک پہلا قدم ہے اس کے بعد وہ ان لوگوں کے لئے جو ان کے ساتھ چلتے ہیں اللہ تعالےٰ کی حفاظت چاہتے ہیں کس رنگ میں چاہتے ہیں؟ صرف دعا کے ذریعہ سے نہیں بلکہ عملی رنگ میں بھی اس راستہ پر انہیں چلاتے ہیں جس سے انہیں حفاظت الٰہی میسر آئے۔

پچھلا خطبہ جمعہ میں نے پچھلے خطبہ جمعہ میں ایک بات آپ کو بتائی تھی اور وہ یہ تھی کہ اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو بلند مقام پر کھڑا کیا تھا اور دنیا کے دوسرے لوگوں کے لئے ایک رہنما کے طور پر بنایا تھا۔ وکذالک جعلنکم امۃ وسطا لتکونوا شھداء علی الناس۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے مسلمانو ہم نے تم کو امت وسط بنایا ہے تاکہ تم دنیا کے لوگوں کے پیشرو ہادی اور رہنما بن جاؤ۔

امت وسط کی خصوصیت اور میں نے کہا تھا یہ پیشوائی یہ لیڈری اس وقت تک ہی جاتک کہ ان کے اندر امتِ وسط کی خوبی پائی جاتی ہے۔ وہ ایک میانہ روی کی تعلیم پر چلتے ہیں اور اس کی طرف دوسرے لوگوں کو بھی بلاتے ہیں۔

صحابہ کرامؓ کا نمونہ میں نے یہ بھی کہا تھا کہ صحابہ کرامؓ اور تابعین نے اس رہنمائی کو اپنے عمل سے ثابت کر دیا جس پر تاریخ زبردست گواہ ہے اور مخالف بھی اسے دیکھ کر انکار نہیں کر سکتا۔ واقعی انھوں نے ہر لحاظ سے رہنمائی کا کام کیا۔ انھوں نے بتا دیا کہ وہ واقعی دنیا کے رہنما ہیں۔ کیوں؟ اسلئے کہ ایک چیز جو بنیاد کے طور پر ہے وہ ان کے اندر موجود تھی اور وہ یہ خدا تعالےٰ کے نام کو دنیا میں پھیلانا۔ اسلئے وہ ہر رنگ میں دنیا کے رہنما بن گئے۔

مسلمانوں کی حالت گر گئی اور میں نے یہ بھی کہا تھا کہ آج مسلمانوں کی حالت گر گئی کیونکہ وہ بجائے دوسروں کی رہنمائی کے دوسروں کی نقل کرتے ہیں۔ وہ قرآن مجید کی تعلیم پر عمل نہیں کرتے اور انھوں نے اپنا وہ کام یعنی خدا تعالےٰ کے کلام کو دنیا میں پہنچانا اسکو بھی چھوڑ دیا اسلئے وہ گر گئے۔

دنیا کی رہنمائی آپ لوگوں کو اللہ تعالےٰ نے ایک مجدد کے دامن سے وابستہ کر کے پھر اس کام کے لئے کھڑا کیا ہے اور دنیا کی رہنمائی کا کام تمہاری جماعت کے سپرد کیا گیا یہ مت خیال کرو کہ یہ مسلمان جنہیں آپ دیکھتے ہیں یہ ہمیشہ ایسے رہیں گے۔ بیشک آج تبلیغ اسلام کی طرف مسلمانوں کا قدم نہیں اٹھتا اس کام کیلئے ان کے قلوب میں جوش پیدا نہیں ہوتا دنیا کے کاموں کے لئے کچھ جوش پیدا ہو جاتا ہے مگر تم یہ خیال نہ کرو کہ قوم ہمیشہ اسی حالت پر رہے گی۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے دین کو دنیا میں پہنچانا ہے یقیناً ایک دن ان لوگوں کا قدم اس طرف اٹھے گا اس وقت آپ کا کام ہے کہ ان لوگوں کی رہنمائی کریں۔ اور ان کو اس کام کیلئے بیدار کریں۔

روکاوٹیں آپ کے راستہ میں رکاوٹیں ہیں۔ جہالت اور تعصب زبردست روکیں ہیں جو انہیں اس طرف نہیں آنے دیتے۔

ایک مولوی صاحب کا واقعہ میں نے شاید آپ کو ایک بات سنائی ہو۔ ایک مولوی صاحب گوجرخاں کے میرے پاس تشریف لائے ان کے پاس کچھ کتابیں تھیں ان کے پاس کتاب "سیرت خیر البشر" بھی تھی جس کا سرورق نہیں تھا۔ میں نے ان سے پوچھا سرورق کو کیا ہو گیا کہنے لگے کہ اگر سرورق کو ساتھ رکھیں تو اسے کوئی پڑھتا نہیں اسلئے میں نے سرورق کو پھاڑ چھوڑا ہے۔

یہ روک دور ہو گی آپ دیکھیں گے کہ ۹۰ فیصدی باتیں جن کی طرف حضرت مرزا صاحب نے توجہ دلائی ہے مسلمانوں نے اپنا لی ہیں لیکن نام پر آکر رک جاتے ہیں۔ یہ مت خیال کیجئے کہ یہ کٹھن مرحلہ ہے جو کبھی طے نہیں ہو سکتا بلکہ یہ نشان ہے اس بات کا کہ فی الحقیقت آپ دلوں میں جگہ بنا رہے ہیں۔ تعصب ایک زمانہ کے ساتھ ہوتا ہے جب وہ زمانہ گذر جاتا ہے یہ روک خود بخود دور ہو جاتی ہے اور لوگوں پر منکشف ہو جاتا ہے کہ یہ بات درست ہے۔

اخبار احسان کی تبلیغی تحریک آپ دیکھتے ہی ہوں گے

کہ اخبار "احسان" میں بڑی دیر سے یہ سلسلہ شروع ہے کہ مسلمانوں کو تبلیغ اسلام کی طرف توجہ دلائی جائے بہت باتیں ہیں جو مسلمانوں نے ہم سے لیں ہیں یہ درس قرآن کا سلسلہ بھی ہم سے لیا ہے مجھے بڑی خوشی ہوئی اخبار احسان میں یہ فقرات دیکھ کر۔

"آج مسلمانوں کو سب سے پہلے اس امر کی ضرورت ہے کہ وہ ان تمام سوئے ہوئے جذبات کو بیدار کریں جو ان کو ترقی کے راستہ پر گامزن کریں یقیناً مسلمانوں کے سارے رنج و ملال اس وقت دور ہوں گے جبکہ وہ مذہب کیلئے ہی زندہ رہیں گے اور تمام مسلمان بھائیوں کو صرف مسلمان کی نگاہ سے ہی دیکھیں گے۔" (احسان مورخہ ۲۰ نومبر ۱۹۴۳ء)

جماعت احمدیہ کی تقلید

خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ باتیں آپکی جماعت سے لی گئی ہیں اگر آپ یہ باتیں ساری دنیا میں تلاش کریں گے تو آپ سوائے اس جماعت کے اور کہیں نہ پائیں گے۔ دنیا کے لئے صرف اس جماعت نے اپنے آپکو وقف کیا ہے اور مسلمانوں کو مسلمان کہنا بھی صرف اسی جماعت کا ہی خاصہ ہے۔ جو لوگ ہمیں کافر کہتے ہیں ان کو بھی ہم سزا کے طور پر یہ کہدیتے ہیں کہ وہ کفر اُلٹ کر ان پر پڑتا ہے لیکن فی الحقیقت دائرہ اسلام سے خارج وہ بھی نہیں ہوتے۔

قادیانیوں کا فتوے کفر

ابھی قادیانیوں نے ہمارے متعلق فتوے کفر دیا لیکن ہم پھر حضرت نبی کریم صلعم کے اسی ارشاد کا احترام کرتے ہیں من صلی صلوتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذالک المسلم۔ جب تک یہ علامات ان میں پائی جائیں گی ہم ان کو مسلمان ہی کہیں گے اس سے ہم ہٹ نہیں سکتے۔

بنیادی باتیں

فی الحقیقت یہ دو باتیں تبلیغ اسلام اور مسلمانوں کا اتحاد یہ بطور بنیاد کے ہیں آئمہ کبار کا یہی مذہب ہے کہ ایک شخص کے اندر اگر ۹۹ وجوہ کفر کی اور ایک وجہ اسلام کی ہو تو بھی اسے مسلمان ہی کہو بات یہ ہے کہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا جب تک ایک انسان اقرار کرتا ہے تو یہ وجہ کفر کے ننانوے وجوہ پر غالب آجاتی ہے۔ مسلمان کو کافر کہنا بھی کفر کی ایک وجہ ہے مگر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار اس پر بھی غالب ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کاموں سے آپ کی جماعت کو مخصوص کر کے آپکو مسلمانوں کا رہنما بنایا ہے۔

رہنمائی کا مشکل کام

مگر میں آپکو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ رہنمائی کا کام بہت مشکل کام ہے۔ لیڈر کو بڑی بڑی مشکلات اٹھانی پڑتی ہیں دوسرے اسے تکلیف دیں گے مگر اس کے دل میں یہ کبھی نہ آئے گا کہ انہیں تکلیف دے وہ اسے کافر کہیں گے گالیاں دیں گے ایذا دیں گے مگر اسکا عمل اس کے بالمقابل ان آیات پر ہوگا۔

رہنما قوم کی دعائیں

بلکہ رہنمائی کرنیوالے یستغفرون للذین آمنو وہ ان کے لئے جو ایمان لائے استغفار کرتے ہیں خدا تعالیٰ کی حفاظت طلب کرتے ہیں اور کہتے ہیں ربنا وسعت کل شیئ رحمۃ وعلما۔ اے ہمارے رب تیری رحمت تیرے علم کی طرح ہر چیز پر حاوی ہے تو جو صفت رب کی ہے اس کا مربوب بھی اسے اپنے اندر لینے کی کوشش کرے گا اس کی رحمت بھی وسیع ہونی چاہیئے فاغفر للذین تابوا واتبعوا سبیلک وقھم عذاب الجحیم۔ سو انہیں اپنی حفاظت میں لے لے جو توبہ کرتے ہیں اور تیرے رستے کی پیروی کرتے ہیں اور انہیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔ ربنا وادخلھم جنت عدن اور نہ صرف دوزخ سے بچا بلکہ ہمارے رب انہیں ہمیشگی کے باغوں میں داخل کر التی وعدتھم جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے گویا ان کے درجات کی بلندی کے لئے بھی دعا کرتے ہیں ومن صلح من آبائھم وازواجھم وذریتھم صرف ان کے لئے ہی دعا نہیں کرتے بلکہ ان کے باپ دادا انکی بیویوں اور ان کی اولاد ان سب کو اپنی دعا میں شامل کرتے ہیں۔

مسلمانوں کیلئے دعا کرو

سو تم بھی نہ صرف مسلمانوں کی حفاظت کے لئے دعا کرو بلکہ ان کے بلند مقامات تک پہنچنے کے لئے بھی دعا کرو اور نہ صرف ان کے لئے دعا کرو بلکہ ان کے باپ دادوں، بیویوں اور نسل کے لئے بھی دعا کرو یہ رہنما کا کام ہے سو جہاں تم اپنی جماعت کیلئے دعا کرتے ہو تو تمام مسلمانوں کے لئے بھی دعا کرو۔

ہر ایک احمدی کا مقام

آپ میں سے ہر ایک شخص رہنمائی کے مقام پر ہے جو شخص اس جماعت میں داخل ہوتا ہے، وہ فی الحقیقت اس رہنمائی کے مقام پر آتا ہے جب وہ رہنمائی کے مقام پر آئے تو اسے چاہیئے کہ دل سے اسکے جوش اٹھے، دل کے اندر سے اس طرح دعا نکلے جس طرح چشمہ ابل کر نکلتا ہے اور اس کے یہ جذبات ہوں ربنا وادخلھم جنت عدن ومن صلح من آبائھم وازواجھم وذریتھم ـــــ لیکن خوب یاد رکھئے صرف دعا کر لینا کوئی چیز نہیں بلکہ اس سے آگے ہمارے عمل میں بھی وہ بات آنی چاہیئے۔

تربیت اولاد

اس وقت میں اختصار کیساتھ دو ایک باتیں کہنا چاہتا ہوں جب کسی شخص کے دل میں کوئی بات جوش کے ساتھ پیدا ہو تو وہ یقیناً ایک وقت عمل کا رنگ اختیار کر لیتی ہے، میں تمہاری اولاد کی طرف تمہیں توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ انہیں احمدیت کے رنگ میں رنگین کرو

ماں کا اثر اولاد پر

لیکن تمہاری اولاد پر احمدیت کا رنگ اس وقت پیدا ہوگا اگر پہلے تمہاری بیویاں اس رنگ میں رنگین ہوں اگر ماں صالح ہو تو اس کے نیک خیالات بچے کے دل پر اثر پیدا کر دیتے ہیں بعض دفعہ دیر کے بعد بھی اثر پیدا کرتے ہیں وہ نقش جو ان کے قلب و دماغ پر قائم ہوتے ہیں وہ ایک دن اپنا اثر پیدا کر کے رہتے ہیں چاہیئے کہ تمہاری بیویوں کے دلوں میں یہی خیالات ہوں تاکہ وہ اولاد کی اچھی طرح تربیت کر سکیں، جب ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اس جماعت کی مضبوطی کے ساتھ خدا تعالیٰ کے دین کا پھیلنا وابستہ ہے تو پھر جب تک اس جماعت کے سارے گھرانے اور خاندان اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر بک نہ جائیں اس وقت تک یہ کام نہیں ہو سکتا۔

رشتوں کے متعلق ہدایت

دوسری بات یہ ہے کہ کوشش کرو کہ تمہارے رشتے تمہاری جماعت کے اندر ہوں اگر برادریوں میں رشتے چاہتے ہو تو برادریوں میں رشتے کم ملتے ہیں۔ عام خیال یہی ہے کہ شادی کے لئے کفو کی ضرورت ہے

کفو سے مراد

امام بخاری نے ایک عنوان باب سے ہی کفو کے مسئلہ کو حل کر دیا ہے ان کے باب کا عنوان ہے الاکفاء فی الدین جو ایک دین میں داخل ہیں وہ سب ایک دوسرے کے کفو بن جاتے ہیں۔ دین کے کفو ہونے کے لحاظ سے یہ تمہاری جماعت ہے اپنے رشتے جماعت میں تلاش کرو۔ مجھے اسبارے میں بہت خطوط آتے رہتے ہیں کہ جماعت کے اندر رشتوں کا بندوبست کریں ایسا انتظام تو موجود ہے لیکن جب تک جماعت کی اپنی ذہنیت نہ بدل جائے اس وقت تک یہ بندوبست کامیاب نہیں ہو سکتا۔ ایک دوست نے لکھا تھا کہ اس کا علاج یہ ہے کہ آپ حکماً یہ جاری کر دیں کہ کوئی شخص جماعت سے باہر رشتہ نہ کرے جماعت کے اندر رشتہ کرے مگر میں سمجھتا ہوں میرے حکم سے بہتر یہ ہے کہ جماعت کا ہر فرد اپنے آپ کو یہ حکم دے اور پوری کوشش اس بات پر صرف کرے کہ رشتہ جماعت کے اندر ہو۔

بچوں کی تربیت کی اہمیت

دوسرے بچوں کی طرف توجہ کرنے کی خاص ضرورت ہے۔ فطرت انسانی کو بہترین طور پر سمجھنے والا انسان محمد رسول اللہ صلعم سے بڑھ کر کون تھا۔ آپ نے فرمایا کہ سات سال کی عمر سے بچہ کو نماز کی عادت ڈالو۔ سات سال کے بچے کو کیا ہوش ہوتی ہے مگر آپ نے فرمایا کہ سات سال کی عمر سے بچہ کو نماز کی عادت ڈالو کیونکہ آپ جانتے تھے فطرت انسانی کو، کہ بچپن میں جو نقش قائم ہو جائے گا وہ اٹھ نہیں سکتا سو بچوں کے لئے بھی کوئی نظام قائم کرو۔ ہمارے بچے سکولوں اور کالجوں میں تعلیم پاتے ہیں جہاں مادہ پرستی کے سوا کچھ نہیں اسلئے ان کی بھی فکر کرنا چاہیئے ان کی ابتدا سے ہی اس طرز پر تربیت کریں کہ انہیں کچھ کچھ خبر احمدیت کی ہوتی چلی جائے اور مذہب کیساتھ دلچسپی پیدا ہوتی چلی جائے اگر ابتدا سے ہی بچوں کے دل پر یہ نقش قائم ہو جائیگا تو وہ دیر تک رہے گا۔ بچوں کی تربیت کی تحریک دیر سے چل رہی تھی

شیخ محمد طفیل صاحب کا عملی قدم

مگر اب شیخ محمد طفیل نے اس کیلئے بھی عملی قدم اٹھائے ہیں کہ کسی طرح یہ روح بچوں کے اندر پیدا ہوتی جائے میں اپنے دوستوں کو کہوں گا کہ وہ اپنے بچوں کو تلقین کریں کہ وہ اس تحریک میں حصہ لیں۔ اگر آٹھویں دن بچے جمع ہوں تو جمع ہونے کا بھی اثر ہوتا ہے وہ یقیناً اس کا اچھا اثر لیں گے ہم صرف بچوں کیلئے دعا ہی نہ کریں بلکہ عملی طور پر بھی ان کی تربیت میں حصہ لیں یہ سوسائٹیاں بھی عملی طور پر استغفار ہی ہیں

پوری طاقت صرف کریں

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم ان نیکی کے کاموں میں پوری طاقت اور قوت صرف کریں اور ہر پہلو سے اسطرف توجہ کریں ہر ایک شخص کو سوچنا چاہیئے کہ میں کس طرح پر نیک اثر ڈال سکتا ہوں۔

قصوروں سے درگذر کرو

اپنے لئے رہنما کا مقام تجویز کر دلوگوں کے قصوروں سے درگذر کرو۔ اگر کسی میں کوئی کمزوری دیکھو تو اس کمزوری کو محفل کا شغل نہ بناؤ اپنے بھائی کیلئے دعا کرو اپنے اندر عفو کی صفت پیدا کرو درگذر کرو غیروں سے دشمنوں سے اور اپنوں سے بھی دنیا میں وہ نمونہ دکھاؤ جو محمد رسول اللہ نے پیدا کیا صرف ان باتوں کو پڑھ لینے اور بیان کرنے سے فائدہ نہیں

فہرست نومبائعین

مندرجہ ذیل دوست حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے دست حق پرست پر بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے ہیں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

۱۱۷۔ عبدالغنی صاحب۔ ضلع سیالکوٹ
۱۱۸۔ ملک منظور الٰہی صاحب۔ قصور
۱۱۹۔ عبدالعزیز صاحب۔ لاہور
۱۲۰۔ نبی بخش صاحب۔ ضلع مظفر گڑھ۔
۱۲۱۔ عبدالصمد صاحب۔ کلکتہ۔
۱۲۲۔ مولوی دین محمد صاحب ضلع ڈیرہ غازی خان
۱۲۳۔ محمد رمضان صاحب۔ ڈلہوزی۔
۱۲۴۔ غلام حسین صاحب۔ چمبہ
۱۲۵۔ مبارک بیگ صاحب۔ "
۱۲۶۔ پیارا دین صاحب۔ "
۱۲۷۔ فیروزالدین صاحب۔ "
۱۲۸۔ محمود بیگ صاحب۔ "
۱۲۹۔ عبدالقادر صاحب۔ مالا بار
۱۳۰۔ محمد شفیع صاحب۔ چمبہ
۱۳۱۔ فاخ محمد صاحب۔ "

نتیجہ امتحان دینیات ۱۷ اکتوبر ۱۹۴۳ء

نمبر شمار	اسمائے گرامی	مضمون	درجہ	کل نمبر	حاصل کردہ نمبر
۱	جمعدار غلام جیلانی صاحب	کتب سلسلہ احمدیہ	سوم	۱۵۰	۱۰۳
۲	ڈاکٹر شیخ عطاء اللہ صاحب	"	دوم	۱۰۰	۷۱
۳	مولوی محمد حسین صاحب	سیرت و تاریخ	اول	۱۰۰	۶۴
۴	ڈاکٹر شیخ عطاء اللہ صاحب	مسائل دینیات	اول	۱۰۰	۸۲

پیغام صلح

جلد ۳۱ | یوم چہار شنبہ۔ ۲۵ر ذیقعد ۱۳۶۲ھ | نمبر ۴۶

معاصر شیر پنجاب کا ایک مقالہ

سکھوں کے عقیدہ میں بتدریج تنزل

معاصر شیر پنجاب نے ۱۸ر نومبر کا مقالہ افتتاحیہ "سکھ مذہب سے گمراہی" کے عنوان سے لکھا ہے، جس کا ملخص یہ ہے کہ سکھ مذہب کے بنیادی اصول توحید اور مساوات ہیں لیکن یہ ایک افسوسناک حقیقت ہے جہاں تک عقیدہ اور عمل کا تعلق ہے سکھی قریباً ختم ہو چکی ہے سکھ ہزار کہیں اور اعلان کریں کہ ہم ہندو نہیں لیکن وہ ہندو عقائد کو ایک نئی رنگت دے کر قبول کر چکے ہیں اور وہ راہ جس پر جگت کی رہنمائی گورونانک دیو نے کی کم از کم سکھ ترک کر چکے ہیں اور ان میں توحید خالص نام کو بھی نہیں رہی دوسرا نقطہ جو سکھ جنتا کی نظر سے اوجھل ہو چکا ہے اور جسے آجکل کے سکھ بالکل بھلا چکے ہیں مساوات ہے آج سکھ کہلانیوالوں نے اس بنیادی عقیدہ اور اصول کو چھوڑ دیا ہے آج ذات پات کا ہر سکھ قائل ہے ذات پات کی بنا پر ان میں شادیاں کی جاتی ہیں۔ سکھ دہرم کی شان اور سکھ دہرم کی فضیلت ہی توحید و مساوات میں مضمر ہے مگر وہ انہی دو بنیادی اصولوں کو چھوڑ چکے ہیں وغیرہ وغیرہ"

سکھوں کو ہندو قوم سے ممتاز کرنے والے دو اصول ہیں۔ توحید باری تعالےٰ اور مساوات نسل انسانی اپنے ان مذہبی تصورات کی وجہ سے سکھ قوم ہندوؤں سے بالکل مختلف ہے کیونکہ ہندوؤں میں نہ توحید کا تصور ہے اور نہ انسانوں کی مساوات کا بلند نظریہ لیکن معاصر شیر پنجاب کے مقالہ افتتاحیہ سے معلوم دیتا ہے کہ سکھ اپنی ان بنیادی خصوصیات کو ترک کر رہے ہیں اور توحید کی بجائے شرک فی التوحید اور مساوات کی بجائے ذات پات کو اختیار کر رہے ہیں۔ ہمارے نزدیک یہ تغیر ہندو اثر اور کلچر کی فسوں کاری ہے۔ ہندو تہذیب وہ ماں ہے جس کے ہاتھ اپنی صالح اولاد کے خون سے رنگین ہیں۔ متعدد تحریکات ہندو قوم کی بت پرستی کو دور کرنے اور ذات پات کے بندھنوں کو ڈھیلا کرنے کے لئے معرض وجود میں آ چکی ہیں لیکن اس خوفناک تہذیب کی دیوی نے اپنی صنمیات اور روایات میں جذب کر کے ان تحریکات کو ختم کر دیا اور آج یہی ناٹک سکھوں کے ساتھ بھی کھیلا جا رہا ہے اور "سکھ ہندو بھائی" "سکھوں اور ہندوؤں کا چولی دامن کا ساتھ ہے" کے پولیٹکل نعروں میں اس توحید پرست قوم کو ہضم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ امید ہے سکھ مذہب کے قائدین ہندو تہذیب کی اس عمرانی نشتر سے غافل نہ ہونگے انہیں چاہیئے کہ سکھوں کی بلند خصوصیات کو محفوظ کرنے کے لئے کوئی متحد قدم اٹھائیں اور معاصر شیر پنجاب نے سکھوں کے جس مذہبی تنزل کا ذکر کیا ہے اس کا تجزیہ تاریخ کی روشنی میں کریں اور اپنے آپ کو ہندو اثر و نفوذ سے محفوظ کریں۔ اسلام کی بنیاد بھی چونکہ توحید باری تعالیٰ اور وحدت نسل انسانی پر ہے اس لئے ہمارے اور سکھ مذہب کے عقائد میں اشتراک ہے اس اشتراک عقیدہ کی وجہ سے ہمیں سکھوں سے گہری ہمدردی ہے سکھ قوم اگر دنیا میں زندہ رہنا چاہتی ہے تو اسے اپنے عقائد کی حفاظت کیلئے کوئی قدم اٹھانا چاہیئے اور ان اثرات سے اپنے آپ کو محفوظ کرنا چاہیئے جن کے نتیجہ میں یہ تنزل واقعہ ہو رہا ہے۔

معاصر "احسان" کی تبلیغی عرضداشت

معاصر احسان، ۲ر نومبر کی اشاعت میں قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی روحانی طاقت اور اس طاقت سے مسلمانوں کا عروج اور بعد میں روحانی جمود اور اس جمود کی وجہ سے زوال کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہے۔

"مذہب کی اہمیت کو پیدا کرنے کیلئے ہم ایک تجویز مسلمانان ہند کی خدمت میں پیش کر چکے ہیں جب تک تبلیغ کو از سر نو تنظیم نہ دی گئی اس وقت تک مسلمانوں کے مذہبی محسوسات میں تبدیلی نہیں ہو سکتی علمائے کرام بہت جلد بیدار ہوں اور تبلیغ کا ایک مشترکہ پلیٹ فارم بنا کر سارے گم کردہ راہ مسلمانوں کو ایک مرکز پر اکٹھا کرنے کی کوشش کریں"

مسلمانوں کے مذہبی احساسات میں تبدیلی پیدا کرنے کے لئے تبلیغی تنظیم کی ضرورت ہے لیکن تبلیغی تنظیم کے لئے بھی تو ایک زبردست ایمانی احساس کی ضرورت ہے وہ احساس کون پیدا کرے گا۔ جب تک وہ احساس نہ پیدا ہوگا اس وقت تک تبلیغ کی بیل منڈھے نہیں چڑھ سکتی۔

جلسہ فنڈ کے متعلق اپیل

مرکزی دفتر سے بیرونی جماعتوں میں جلسہ فنڈ کے متعلق اپیل بھیجی گئی ہے اور حسب معمول اصحاب سلسلہ کے ذمہ بعض رقوم لگائی گئی ہیں یہ رقوم زیادہ سے زیادہ دسمبر کے پہلے ہفتہ تک مرکز میں پہنچ جانی چاہئیں جن دوستوں کی خدمت میں یہ اپیل پہنچے وہ ازراہ مہربانی جلسہ فنڈ کی ادائیگی کی طرف فوراً توجہ مبذول فرمائیں۔ موجودہ گرانی اشیاء کے سبب مذکورہ رقوم گزشتہ سال سے کچھ بڑھا دی گئی ہیں جو موجودہ حالات کے پیش نظر بالکل واجبی ہیں امید ہے سکرٹری صاحبان جملہ جماعتہا کے احمدیہ ان رقوم کو جلد فراہم کر کے مرکز میں بھجوا دیں گے۔

پیغام صلح کا بشارت احمد نمبر اور بمبئی کرانیکل

بمبئی کرانیکل مشہور انگریزی اخبار اپنے ایک سنڈے ایڈیشن میں اخبار پیغام صلح کے بشارت احمد نمبر پر ریویو کرتے ہوئے رقمطراز ہے:۔

"حال ہی میں اخبار پیغام صلح لاہور نے ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم کی یاد میں ایک نمبر شائع کیا ہے۔ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم جماعت احمدیہ لاہور کے سرگرم اور نہایت فعال ممبر تھے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے بانئ سلسلہ کی ایک نہایت جامع سوانح حیات لکھی ہے جو مستند خیال کی جاتی ہے ....

ڈاکٹر صاحب مرحوم شرافت کے پیکر تھے جس شخص کو بھی ان سے واسطہ پڑا اس پر انھوں نے نہایت گہرا اور خوشگوار اثر چھوڑا اس مذکورہ نمبر کے متعدد مضامین میں ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی قلبی اور دماغی خصوصیات بیان کی گئی ہیں ڈاکٹر صاحب کے حلقۂ احباب کے لئے یہ نمبر نہایت عمدہ اور مطالعہ کے قابل ہے"

یہ محض خدا تعالےٰ کا فضل ہے کہ موجودہ نامساعد حالات میں پیغام صلح کا بشارت احمد نمبر شائع ہوا جو جماعت کے جملہ حلقوں میں بھی مقبول ہوا اور اپنی تدوین اور نگارش کے لحاظ سے جماعت سے باہر بھی علمی حلقوں میں پسند کیا گیا ؎

این سعادت بزور بازو نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

بمبئی پریس اور جناب میاں نصیر احمد صاحب فاروقی

بمبئی کے اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ میاں نصیر احمد صاحب فاروقی آئی سی ایس کلکٹر تھانہ تبدیل ہو کر بمبئی اور نواحی اضلاع کے کلکٹر مقرر ہوئے ہیں۔ ان کے مداحوں اور دوستوں کی طرف سے ایک الوداعی پارٹی دی گئی جس میں ان کی انتظامی قابلیت اور تدبر کی بہت تعریف کی گئی۔ جناب میاں صاحب موصوف نے اس مذکورہ دعوت کے دوران میں مسئلہ خوراک پر روشنی ڈالتے ہوئے خوراک کی تقسیم مناسب استعمال کیلئے لوگوں کو ہدایت کی [illegible] مذکورہ راشننگ سکیم کی پابندی [illegible] حمایت کریں جس کا ضلع میں نفاذ کیا گیا ہے وغیرہ وغیرہ۔

جناب میاں نصیر احمد صاحب فاروقی کو اللہ تعالےٰ نے ایک معزز رتبہ عطا فرمایا ہے۔ جناب میاں صاحب موصوف نے دنیا کے میدان میں خوب ترقی کی ہے اور اللہ تعالےٰ نے انہیں دین کے لئے بھی ایک غیر معمولی ایثار کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ ان کا یہ قابل رشک توازن تمام احمدی نوجوانوں کے لئے ایک نمونہ ہے جو بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہیں یا بڑے عہدوں پر فائز ہونے کی توقع رکھتے ہیں میاں صاحب کا عروج دین کی تقویت کا باعث ہے دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں موجودہ ذمہ داریوں کو نہایت کامیابی کے ساتھ ادا کرنے کی توفیق دے اور پہلے سے بڑھ چڑھ کر دین کی خدمت کرنے کی طاقت عطا فرمائے۔ آمین۔

نیا نظام عالم کے متعلق ضروری اعلان

نیا نظام عالم انگریزی مطبع میں جا چکا ہے ۱۰ر دسمبر ۱۹۴۳ء تک امید ہے اس کی روانگی شروع ہو جائے گی۔ ۱۰ر دسمبر کو اس کے چندہ کی تحریک بند سمجھی جائے۔ محمد علی ۲۲/۱۱/۴۳

پتے درکار ہیں۔ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی یہ بلند پایہ تصنیف عنقریب شائع ہونے والی ہے۔ طباعت کے بعد زیادہ اہم کام یہ رہ جاتا ہے کہ اسے ایسے لوگوں تک پہنچایا جائے جن کو اس کی ضرورت ہے اور جہاں سے یہ نہایت مفید نتائج پیدا کر سکتی ہے۔ امید ہے سب احباب سلسلہ جانشنٹ سکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کو ایسے انگریزی پڑھے لکھے لوگوں کے پتے ارسال فرمائیں گے جن کے ہاتھ میں اس کتاب کا پہنچنا ضروری ہے پتے صرف ان لوگوں کے ارسال کئے جائیں جو اس کتاب سے مستفید ہونے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔

دورہ سے واپسی

حضرت مولانا صدرالدین صاحب اور جناب ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب تبلیغی دورہ کر کے واپس مرکز میں تشریف لے آئے ہیں۔

اعلان نکاح

جناب عبدالعزیز خان صاحب ملتان کی دختر زبیدہ بیگم صاحبہ کا نکاح حکیم بشیر حسین صاحب ولد حکیم الٰہی بخش صاحب اسسٹنٹ سٹیشن ماسٹر ریلوے ملتان ڈویژن سے بعوض مبلغ پندرہ سو روپیہ حق مہر معجل مورخہ ۳۰ر اکتوبر کو ہوا۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو جانبین کے لئے باعث خیر و برکت بنائے۔

اس خوشی میں جناب عبدالعزیز صاحب نے مبلغ پانچ روپیہ تحریک نیا نظام عالم میں دیئے ہیں۔

شذرات

{ از محمد انعام الحق }

سیتلا مندر لاہور کے مقدمہ کا فیصلہ

لاہور کے مشہور سیتلا مندر کے مہنت بلدیو گری کا مقدمہ کافی عرصہ سے پبلک کی غیر معمولی دلچسپی کا مرکز بنا ہوا تھا بالخصوص اصلاح پسند اصحاب بحیثیت ایک آزمائشی مقدمہ (ٹسٹ کیس) کے اس کے نتیجہ کے منتظر تھے۔ آخر ۶ نومبر کو سردار درسنگھ سب جج نے اس کا فیصلہ سنا دیا فاضل جج نے اپنے فیصلہ میں مہنت مذکور کو بدچلن اور شرابی وغیرہ قرار دیتے ہوئے اسے گدی سے اتار دیا ہے۔ ترنجنی اکھاڑے کو حکم دیا ہے کہ وہ جلد دوسرا مہنت مقرر کرے مندر کی جائیداد کی حفاظت کی خاطر چند معزز افراد پر مشتمل ایک مشاورتی کمیٹی مقرر کر دی گئی ہے۔

(انقلاب ۸ نومبر ۱۹۴۳ء)

خاص مہنت بلدیو گری کے متعلق ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ لیکن ہندوستان میں ایسے بیشمار نام نہاد مذہبی پیشوا موجود ہیں جن کی زندگیاں عملی لحاظ سے انتہائی تاریک ہیں۔ وہ اپنے پیروؤں کی جہالت اور اندھی عقیدت سے فائدہ اٹھا کر اوقات کا روپیہ نہایت بیدردی کے ساتھ رنگ رلیوں میں ضائع کر رہے ہیں۔ غیر مسلم مہنتوں اور سادھوؤں کو چھوڑیئے۔ خود ہمارے ہاں ایسے قدیم و جدید پیروں اور گدی نشینوں کی کیا کمی ہے جو خوف خدا اور دنیا کے احتساب سے بالکل بے پروا ہو کر از سرتا پا فسق و فجور میں غرق ہیں اکثر پیر خانوں، خانقاہوں اور خلافت کدوں میں کیا کچھ نہیں ہو رہا ہے؟ بعض جگہ تو سادہ لوح مریدوں کو اُلّو بنانے کی خاطر سیاہ کاریوں پر نمائشی تقدس کا منافقانہ پردہ بھی ڈال لیا جاتا ہے لیکن کہیں تو اس کی ضرورت بھی نہیں سمجھی جاتی۔ کھلے خزانے وہ سب کچھ ہوتا ہے جسکو بیان کرنے سے زبان و قلم یکسر عاجز ہیں۔ یہ تمام اندھی عقیدت اور پیر پرستی کے مفاسد ہیں۔ جہاں پیر پرستی ہوگی وہاں یہ سب کچھ ہوگا۔

ضرورت ہے کہ باہمت لوگ اٹھیں اور اس ننگ انسانیت و غاصب گروہ کی شرمناک زندگیوں اور شیطانی اعمال کو بے نقاب کریں۔ جب ان مغرور منافقوں کی اکڑی ہوئی گردنیں رائے عامہ کے پنجۂ احتساب کی گرفت میں آئیں گی اور ان کے اعمال بد کو اخلاق و قانون کی کسوٹی پر پرکھ کر مردود قرار دیا جائے گا تب خود بخود اصلاح کی مؤثر صورتیں پیدا ہو جائیں گی۔

مکافات عمل

موجودہ جنگ کی وحشیانہ تباہ کاریوں کی ایک معمولی مثال ملاحظہ ہو:۔

"ماسکو ۶ نومبر۔ اسمولنسک کے نواح میں جو کمیشن جرمنوں کے جنگی جرائم کی تحقیقات کر رہا ہے اس نے جرمنوں کے جرائم کے بارے میں ایک مفصل رپورٹ پیش کی ہے۔ شاہدانِ عینی کے بیانات سننے اور قبروں سے نکالی ہوئی نعشوں کا معائنہ کرنے کے بعد کمیشن نے اندازہ لگایا ہے کہ جرمنوں نے ایک لاکھ ۳۵ ہزار سے زائد شہریوں اور اسیران جنگ کو گولی سے یا سخت اذیت پہنچا کر ہلاک کیا۔ ان میں ۶۰ ہزار سے زیادہ مردوں، عورتوں اور بچوں کو جرمن کیمپوں میں قتل کیا گیا۔ رپورٹ میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے کہ جرمنوں نے کس طرح اسمولنسک کے عجائب خانوں گرجاؤں اور دوسری عمارات کو لوٹ لیا"

یہ اس جنگ کا کوئی خاص و نادر واقعہ نہیں بلکہ اس قسم کی وحشیانہ حرکتیں آئے دن مختلف مقامات پر بکثرت سرزد ہوتی رہتی ہیں۔ یورپ نے عرصہ دراز تک مسلمانوں کے دینی پیشواؤں کے خلاف نہ صرف چکانی بہتان طرازی کی، اسلامی غزوات کا مقصد حصول زر و زمین بتایا، مسلمانوں پر بذریعہ تلوار اشاعت دین کا بے بنیاد الزام لگایا۔ تاریخ اسلام کی مقدس اور قابل صد عزت ہستیوں کو ڈاکو، لٹیرے درندہ صفت اور علم و فن کے دشمن قرار دیا ــــ یہ اسی بہتان طراز، یورپ کی ایک قوم کے اعمال سیاہ ہیں جو آج دنیا کو حیرت میں ڈال رہے ہیں۔

یورپ نے دنیا کی دوسری قوموں کیساتھ کیا سلوک کیا؟ اسکو جانے دیجئے، یہ بڑی دردناک داستان ہے، دیکھنے والی بات یہ ہے خود اس کے مہذب فرزند، اپنے ہم رنگ، ہم خون اور ہم نسل بھائیوں کے ساتھ کیا کر رہے ہیں، قرون اولیٰ کی پر رحمت اسلامی جنگوں کو چھوڑیئے کیا غزنوی و تیمور کے حملوں اور یلغاروں کے نتائج بھی یورپ کی جنگوں کی ان جانی و مالی تباہیوں سے کوئی دور کی نسبت رکھتے ہیں؟ ــــ کیا اب بھی مکافات عمل کے اٹل قانون سے کسی کو انکار ہو سکتا ہے؟

اُردو میں طب جدید کی کامیاب تعلیم

جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن نے زبان اُردو کو ذریعۂ تعلیم بنا کر صرف ایک عظیم الشان علمی کارنامہ انجام دیا بلکہ تعلیم کے ایک بنیادی اور اہم ترین مسئلے میں ہندوستان کی دیگر جامعات کی نہایت بروقت و قابل قدر رہنمائی کی ہے۔ ابتداء میں بہت سے لوگ مختلف وجوہ کی بنا پر اُردو کو ذریعۂ تعلیم بنانے کے مخالف تھے بلکہ اس تجویز کے بعض ہمدردوں کو بھی اس کی کامیابی میں شبہ تھا لیکن جامعہ عثمانیہ کے شاندار کارناموں کے سامنے یہ مخالفت خود بخود دب گئی اور تمام شبہے رفتہ رفتہ دور ہو گئے۔ آج سارا ملک اصولی طور پر اس جامعہ کے طرز عمل سے متفق نظر آ رہا ہے۔

جامعہ عثمانیہ کے شاندار کارناموں کا سب سے زیادہ قابل ذکر حیرت انگیز اور قابل فخر پہلو یہ ہے کہ اُس نے ادب و فلسفہ کی حد تک ہی اُردو کو ذریعۂ تعلیم نہیں بنایا بلکہ سائنس کے مختلف شعبوں اور طب جدید کی اردو زبان میں تعلیم نہایت کامیابی و خوش اسلوبی کے ساتھ دی جا رہی ہے۔ حتیٰ کہ جامعہ کے میڈیکل کالج میں بھی جس کا شمار کہ ایشیا کی مشہور طبی درسگاہوں میں ہوتا ہے ذریعۂ تعلیم اُردو ہے۔ یہ واقعی جامعہ کا ایک زبردست شاہکار ہے۔ کالج مذکور کی تازہ رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ:۔

(۱)۔ اس وقت ۱۷۳ لڑکے اور ۱۳ لڑکیاں زیر تعلیم ہیں۔

(۲)۔ امسال ۱۳۳ طلبہ و طالبات نے ایم۔بی۔بی۔ایس کی سند حاصل کی۔

(۳)۔ اس سال کالج کے جو طلبہ اعلیٰ تعلیم کے لئے مغربی ممالک کو گئے وہاں بھی انہوں نے کافی اعزازات و امتیازات حاصل کئے۔

(۴)۔ اب تک طب جدید سے متعلق ۴۲ معیاری کتابوں اور ۲۵ ہزار اصطلاحات کا ترجمہ اُردو زبان میں ہو چکا ہے۔

(۵)۔ کالج کے مصارف قریباً سوا دو لاکھ روپے سالانہ ہیں اور اس کا تعلیمی عملہ ۶۴ افراد پر مشتمل ہے۔

جامعہ عثمانیہ اور اس کے طبی کالج کی یہ روئداد عمل اس امر کا ایک روشن اور ناقابل انکار ثبوت ہے کہ اردو زبان میں ہر قسم کے جدید اور قدیم علوم و فنون کا ذریعۂ تعلیم بننے کی کامل صلاحیت موجود ہے۔ اعلیٰ حضرت سلطان العلوم تاجدار دکن و برار کی علم پروری اور اُردو نوازی کی بدولت یہ صلاحیت اب ساری دنیا کے مشاہدہ میں آ گئی ہے اور ہر ایک امتحان و آزمائش میں پوری اتر چکی ہے۔

چند تلخ حقائق

مسلمانوں کی اقتصادی زبوں حالی اور قومی و دینی بے حسی کے واقعات بکثرت مشاہدہ میں آتے رہتے ہیں۔ بنگال کے خوفناک قحط نے بھی انکو نمایاں کر کے ہماری قوم کے لئے ندامت کا سامان مہیا کیا ہے۔

(۱) جامعہ کلکتہ نے قحط زدگان بنگال کی تحقیقات کے لئے جو کمیٹی مقرر کی تھی اس کی رپورٹ کے مطابق مرنیوالوں کا تناسب حسب ذیل ہے:۔

اچھوت ۱۵ فیصدی۔ مسلمان ۳۰ فیصدی ہندو ۱۵ فی صدی۔ دیسی عیسائی ۱ فیصدی متفرق ۲ فیصدی۔

گویا اس قحط میں اچھوتوں کے سوا مسلمان باقی تمام اقوام کے افراد سے زیادہ مرے۔

(۲) مسلم لیگ کے صدر مسٹر محمد علی جناح کل نصف لاکھ کے قریب روپیہ قحط زدگان کی امداد کے لئے بھجوا سکے ہیں۔ حالانکہ صرف دہلی کے ایک ہندو اخبار کے ریلیف فنڈ میں اس سے چھ سات گنا زیادہ رقم جمع ہو چکی ہے۔

(۳) پنجاب مسلم لیگ نے جو امدادی فنڈ کھولا ہے اس کی میزان لے دے کے قریباً ۴ ہزار روپیہ ہے۔ اس کے مقابل صوبہ کی دیگر اقوام آٹھ دس لاکھ روپیہ بنگال بھجوا چکی ہیں۔

یہ چند نہایت ہی تلخ اور افسوسناک حقائق ہیں جن کی پردہ پوشی کسی عذر و تاویل کے ذریعہ ممکن نہیں اگر بنگال کے مسلمان سب سے زیادہ مصائب و موت کا شکار ہو رہے ہیں تو اس کا اثر یہ ہونا چاہیئے تھا کہ باقی صوبوں کے مسلمان، دیگر اقوام سے بدرجہا زیادہ ان کی امداد کرتے۔ اس میں کوئی شک نہیں مسلمان قوم غریب ہے لیکن مندرجہ بالا اعداد و شمار (جو کہ ہم سب کے لئے سرمایۂ ندامت ہیں) مسلمانوں کی اقتصادی زبوں حالی سے زیادہ ان کی قومی بے حسی کا نتیجہ ہیں ــــ یہ بے حسی ایک زندہ قوم کا شعار ہرگز نہیں ہو سکتی۔

سعی و تلاش کی کامرانیاں

جنگ کے باعث بہت سی ضروری اشیاء کمیاب و نایاب ہو چکی ہیں جس کی وجہ سے طرح طرح کی دشواریاں پیش آ رہی ہیں۔ لیکن انہی دشواریوں نے باہمت قوموں کے اولوالعزم افراد کو سعی و تلاش پر پہلے سے زیادہ آمادہ کر دیا ہے۔ جس کے نتیجہ میں نئی نئی ایجادیں عالم وجود میں آ رہی ہیں اور معمولی معمولی چیزوں کے نئے نئے مفید مصرف معلوم کئے جا رہے ہیں۔ اسی سلسلہ میں ایک خبر ملاحظہ ہو:۔

"جنگ کے باعث روس میں زخمیوں اور مریضوں کی تعداد غیر معمولی زیادہ ہو گئی تو پٹی باندھنے کے کپڑے کی قلت محسوس ہونے لگی اور ضرورت ہوئی کہ قوم کی تحقیقی صلاحیتیں اسکا کوئی نعم البدل معلوم کریں۔ ... پروفیسر شکشن ناظم ادارہ نباتات جمہوریہ روس نے پتہ چلایا ہے کہ دلدلی کائی جو بیکار سمجھ کر کوڑے کرکٹ کی طرح پھینک دی جاتی رہی ہے اس مطلب کے لئے بہت مفید ہے۔ ٹھہرے ہوئے پانی پر جمی ہوئی سرسبز کائی ہندوستان میں مچھروں کا مخزن بن کر بیماری پھیلاتی ہے اور روس میں اس سے زخمی صحت پاتے ہیں (روزنامہ رہبر دکن ۳۰ اکتوبر ۱۹۴۳ء)

ملحد و دشمن مذہب روس کی اس مثال میں خدا پرست اور حامیٔ مذہب لوگوں کے لئے بھی سعی و تلاش کا ایک اہم سبق موجود ہے۔ قرآن کریم نے تدبر و تفکر اور سعی و عمل کی بار بار تلقین فرمائی ہے۔ جو کوشش کرتا ہے، پاتا ہے ــــ روسی اور دوسری مغربی قومیں جیسی جدوجہد اپنے جسمانی بیماروں اور زخمیوں کے لئے کر رہی ہیں۔ کاش ہم ایسی جدوجہد دنیا کے روحانی بیماروں اور زخمیوں تک قرآن کریم کا نسخۂ شفا پہنچانے کی کریں ــــ اگر ہم غور و فکر اور سعی و تلاش سے کام لیں تو ہمیں اس کام کو انجام دینے کے لئے بہت سے نئے مفید و موثر ذریعے معلوم ہو سکتے ہیں۔

قادیانی جماعت سے دوسرا مطالبہ

{از جناب شیخ غلام حسین صاحب سیالکوٹی}

ہم نے اخبار پیغام صلح مورخہ ۱۳ر اکتوبر میں جماعت قادیان سے حضرت مسیح موعودؑ کے دعوےٰ نبوت کے متعلق شہادت امر واقعہ کا مطالبہ کیا تھا اسی ضمن میں آج ہم ان حضرات سے ایک دوسرا مطالبہ کرتے ہیں، ان بزرگواروں کو یہ امر مسلم ہے کہ ایک عرصہ تک حضرت مسیح موعودؑ اپنے آپ کو محدث اور مجدد تسلیم کرتے رہے مگر کچھ زمانے کے بعد آپ پر انکشاف ہوگیا کہ آپ کا عہدہ محدث اور مجدد سے بڑھ کر نبوت اور رسالت کا ہے اب یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت مسیح موعود شروع دعوےٰ سے لیکر درمیانی اور اخیر زمانہ تک اپنے آپ کو محدث اور مجدد لکھتے رہے جیسا کہ حوالجات ذیل سے ظاہر ہے۔ براہین احمدیہ "انت محدث اللہ وفیک مادۃ فاروقیۃ" توضیح مرام صفحہ ۹ "یہ عاجز خدا کی طرف سے محدث ہو کر آیا ہے" ازالہ اوہام تقطیع کلاں صفحہ ۱۲۴ "سوال فتح اسلام میں آپ نے نبوت کا دعوےٰ کیا ہے الجواب نبوت کا دعوےٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعوےٰ ہے جو خدا کے حکم سے کیا گیا ہے" آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۴۷ "یا اخوان انی ارسلت محدثا من اللہ الیکم والی کل من فی الارض ...... وارسلنی علیٰ راس ھذہ المائۃ" اور پھر صفحہ ۵۶۷ پر ہے "وجعلنی من المحدثین" کرامات الصادقین صفحہ ۳ "یہ عاجز بھی اس صدی کے سر پر خدا کی طرف سے مجدد کا خطاب پاکر مبعوث ہوا" کتاب البریہ صفحہ ۱۶۸ "پھر جب تیرھویں صدی کا اخیر ہوا اور چودھویں صدی کا ظہور ہونے لگا تو خدا تعالےٰ نے الہام کے ذریعہ سے مجھے خبر دی کہ تو اس صدی کا مجدد ہے" تریاق القلوب صفحہ ۲۰ "وہ مجدد جو اس چودھویں صدی کے سر پر بموجب حدیث نبوی کے آنا چاہیئے تھا وہ یہی راقم ہے" اور ایک تقریر جو الحکم سال ۱۹۰۳ء میں شائع ہوئی تھی۔ اور اب دوبارہ کتابی شکل میں قادیان سے شائع ہوئی ہے اس میں قریباً بیس پچیس مرتبہ اپنے آپ کو بحیثیت مجدد پیش کیا ہے۔ اور لیکچر سیالکوٹ جو سال ۱۹۰۴ء کے اخیر پر ہوا اس میں یہ فرماتے ہیں "یہ امام جو خدا کی طرف سے مسیح موعود کہلاتا ہے وہ مجدد صدی بھی ہے اور مجدد الف آخر بھی۔ حقیقت الوحی صفحہ ۱۹۳ پر ہے "یہ بھی اہل سنت میں متفق علیہ امر ہے کہ آخری مجدد اس امت کا مسیح موعود ہے۔ اسی مقام پر آگے چل کر کہتے ہیں "پس جب تک میرے اس دعوےٰ کے مقابل پر انہیں صفات کیساتھ کوئی دوسرا مدعی پیش نہ کیا جائے تب تک میرا یہ دعوےٰ ثابت ہے کہ وہ مسیح موعود جو آخری زمانہ کا مجدد ہے وہ میں ہی ہوں" براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ $\frac{۴۴}{۱۸۸}$ پر ہے "مسیح موعود مجدد ہے" وہ چودھویں صدی کا مجدد ہوگا" چشمۂ معرفت صفحہ ۳۱۵ "اور چودھویں صدی کا آغاز ہوا تو ضرور تھا کہ خدا تعالےٰ کی قدیم سنت کے مطابق موجودہ مفاسد کی اصلاح اور تجدید کے لئے کوئی پیدا ہوتا" اور اخبار الحکم ۵ر مارچ ۱۹۰۸ء میں ارشاد فرمایا "ہمارا ایمان ہے کہ تشریعی نبوت آنحضرت صلعم پر ختم ہوگئی اب اس کی خدمت بذریعہ مکالمات مخاطبات اور بذریعہ پیشگوئیوں کے کرنیکا ہمارا دعوےٰ ہے مجدد صاحب لکھتے ہیں کہ یہی خوابیں اور الہامات جو گاہ گاہ انسان کو ہوتے ہیں اگر کثرت سے کسی کو ہوں تو وہ محدث کہلاتا ہے"

یہ حوالجات جن میں حضرت مسیح موعود نے اپنے آپ کو مجدد اور محدث کہا ہے مشتے نمونہ از خروارے ہم نے پیش کئے ہیں اگر ان سب کو ایک جگہ جمع کرنا چاہیں تو بہت سا وقت درکار ہوگا۔ ان حوالجات کو جو شروع دعوےٰ سے لیکر اخیر تک پائے جاتے ہیں پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ قادیانی جماعت ان پر غور کرے اور سوچے کہ یہ کیا ماجرا ہے کہ جب حضرت مسیح موعود پر یہ انکشاف ہوگیا تھا کہ آپ محدث اور مجدد سے بڑھکر نبی اور رسول ہیں تو پھر کیا وجہ تھی کہ نبی اور رسول کے ساتھ ساتھ اپنے آپ کو محدث اور مجدد بھی کہے چلے جاتے تھے۔ کیا اس سے اصل دعوےٰ کے اظہار میں التباس واقعہ نہیں ہوتا ایک شخص جو کسی زمانہ میں انسپکٹر پولیس رہ چکا ہو پھر وہ سپرنٹنڈنٹ پولیس کے عہدہ کے ساتھ انسپکٹر پولیس لکھنا بھی ضروری ہے ہم نے تو ایسی مثال نہ دیکھی اور نہ سنی۔ اگر قادیانی اعتقاد کے مطابق کسی زمانہ میں حضرت مسیح موعود کو معلوم ہوگیا تھا کہ ہم حقیقت میں نبی اور رسول ہیں تو پھر اپنے آپ کو محدث اور مجدد لکھنا ترک کر دینا چاہیئے تھا۔ اور صاف صاف فرمانا چاہیئے تھا کہ ہمیں آیندہ محدث اور مجدد نہ کہا جائے اور ان سب حوالجات کی جن میں دعوےٰ محدث اور مجدد کیا گیا ہے منسوخی کا کوئی واضح اعلان کرنا چاہیئے تھا۔ مگر کوئی ایسا اعلان ہمیں نہیں ملتا برعکس اس کے دعوےٰ محدثیت اور مجددیت کے حوالے آپ کے کلام میں اخیر زمانے تک برابر پائے جاتے ہیں، اسلیئے ہم مجبور ہیں کہ آپ کو محدث اور مجدد تسلیم کریں امید ہے کہ ہمارے دوست اس نکتہ پر روشنی ڈال کر شکرگذار فرمائیں گے ٭٭٭

مولود مسعود

جماعت کے تمام حلقوں میں یہ خبر مسرت کے ساتھ سنی جائے گی کہ جمعدار عبد الجلیل صاحب انبالہ چھاؤنی کے ہاں اللہ تعالیٰ نے فرزند عطا فرمایا ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ مولود کو نیک اور صالح بنائے اور لمبی عمر عطا فرمائے۔ اس خوشی میں انہوں نے مبلغ پانچ روپیہ انجمن کو بطور عطیہ دیئے ہیں۔

انبالہ میں کامیاب تقریریں اور احباب سے ملاقات

از جناب ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب پی۔ ایچ۔ ڈی

ناظرین کرام ملاحظہ فرما چکے ہوں گے کہ حضرت مولانا صدر الدین صاحب اور بندہ لدھیانہ سے انبالہ پہنچے، لدھیانہ سٹیشن پر ہی ہمارے ایک پرانے دوست مسٹر محمود علی صوفی آئی۔ سی۔ ایس جو آجکل انبالہ میں سیشن جج لگے ہوئے ہیں مل گئے۔ اگرچہ صاحب موصوف سیکنڈ کلاس میں سفر کر رہے تھے اور ہم انٹر میں لیکن وہ اپنی جگہ چھوڑ کر تمام وقت ہمارے پاس بیٹھے رہے۔ راستہ میں مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی اور جب ہم راجپورہ اترنے لگے تو انھوں نے ہم سے وعدہ لیا کہ انبالہ ان سے ضرور ملیں گے۔

راجپورہ میں صرف چند گھنٹے قیام رہا کیونکہ وہاں چند دوستوں سے ملنا تھا۔ سٹیشن پر محمد حسین صاحب مبلغ علاقہ۔ جناب محمد شفیع علوی صاحب۔ جناب غلام حسین صاحب کے علاوہ چند اور احباب بھی موجود تھے۔ موخر الذکر تھوڑا عرصہ ہوا سلسلہ میں داخل ہوئے ہیں لیکن نیکی اور اخلاص کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے انہیں کے مکان پر کھانا کھایا اور وہاں چند اور احباب سے ملاقات بھی ہوئی اور مختلف مذہبی مسائل پر سلسلۂ کلام جاری رہا۔ اور یہ قلیل عرصہ ان سب حضرات کی صحبت میں بڑا ہی پر لطف رہا۔ بھائی غلام حسین صاحب ایک چکی لگانے کی فکر میں ہیں۔ ریاست سے اجازت نامہ کا انتظار ہے جو امید ہے انشاءاللہ جلدی مل جائے گا۔ احباب کرام ان کی کامیابی کے لئے درد دل سے دعا کریں اللہ تعالیٰ ان کا وجود باعث برکت بنائے آمین۔

راجپورہ سے روانہ ہوکر شام کے قریب بروز پیر بتاریخ ۸ر ماہ حال انبالہ پہنچے۔ دوسرے دن مسٹر صوفی۔ آئی۔ سی۔ ایس۔ سیشن جج صاحب کو ملنے گئے۔ انھوں نے نہ صرف شام کے کھانا کی دعوت دی جس پر چند معززین شہر بھی مدعو کئے بلکہ کمال مہربانی سے انجمن اسلامیہ انبالہ شہر کے ہائی سکول کے وسیع ہال میں ہمارے لیکچروں کا انتظام بھی کر دیا۔ بلکہ کرسی صدارت کو خود مزین کرنا منظور کر لیا۔ یہ جلسہ بروز جمعرات بتاریخ ۱۱ر ماہ حال شام کے نو بجے منعقد ہوا۔ گو شروع میں حاضرین کی تعداد قدرے کم تھی لیکن تھوڑے ہی عرصہ میں ہال پر ہوگیا اور یہ حالت ہوگئی کہ سامعین کو کھڑا رہنا پڑا۔ اور جب جلسہ رات کے ½۱۱ بجے برخواست ہوا تو تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ حاضرین میں علاوہ طلبا اور اساتذہ سکول کے معززین شہر، وکلاء حضرات، ڈاکٹر صاحبان دیگر افسران و اہالیان شہر کثیر تعداد میں موجود تھے۔

حضرت مولانا صدر الدین صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں تقریباً ½۱ گھنٹہ تک حاضرین سے خطاب کیا جس کے بعد بندہ نے تقریباً ۴۵ منٹ ایک مختصر سی تقریر کی۔ صوفی صاحب بوجہ علالت طبع تشریف نہ لا سکے اور آپ کی غیر حاضری میں میر محمد حنیف صاحب نے جو انبالہ کے مشہور وکیل اور انجمن اسلامیہ کے اعلیٰ رکن ہیں صدارت کے فرائض انجام دیئے۔ صاحب صدر نے اپنی اختتامی تقریر میں جہاں ہر دو لیکچروں کی تعریف کی وہاں اس بات کا خصوصیت سے ذکر کیا کہ انبالہ شہر میں اتنا مجمع بہت ہی کم مشاہدہ میں آیا ہے۔

سلسلہ کے عقاید اور جماعت کے تعمیری کاموں کی طرف بھی توجہ دلائی گئی۔ جلسہ بفضلہ بڑا پر رونق اور کامیاب رہا اور سامعین عمائد شہر کا پرزور تقاضا تھا کہ ہم پھر واپسی پر یا کسی اور موقعہ پر دوبارہ آویں۔ وباللہ التوفیق۔

شبان الاحمدیہ لاہور

مجلس اطفال احمدیہ — ۱۹ر نومبر بعد از نماز جمعہ مجلس اطفال احمدیہ کا ایک اجتماع ہوا جس میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ نے بھی شرکت فرمائی محمد صالح جماعت نہم نے تلاوت سے میٹنگ کی ابتدا کی۔ رشید، نسیم، کلیم، اقبال، مبارک اور انعام نے مختلف نظمیں پڑھیں اقبال احمد سیکرٹری مجلس ہذا نے مختصر سی تقریر کی۔ خاکسار نے بچوں سے کچھ سوالات کئے جن کا جواب وہ نہایت اچھے طریق سے دیتے رہے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ نے بچوں کو ایک نقشہ دکھایا۔ نقشہ میں کچھ جگہ سیاہ تھی اور کچھ سفید۔ جہاں اسلام کا پیغام پہنچ چکا تھا وہ ملک سفید تھے۔ جہاں اسلام نہیں پہنچا تھا ان ملکوں کو سیاہ رنگ دکھایا گیا تھا۔ حضرت امیر نے بچوں سے فرمایا جن ملکوں میں اسلام نہیں پہنچا وہاں تمہیں اسلام پہنچانا ہے اور یہی تمہاری زندگی کا مقصد ہے۔

جمعیت طلبائے احمدیہ { جمعیت کی ایک میٹنگ ۱۲ر نومبر کو بعد از نماز عصر زیر صدارت مولوی محمد حسین صاحب منعقد ہوئی محمد صدیق صاحب (بھدرواہ) نے نظم پڑھی عزیز احمد صاحب متعلم بی۔ ایس۔ سی نے حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب سے کچھ حصہ پڑھکر سنایا جس پر بعد میں بحث ہوتی رہی محمد صدیق صاحب نے اس سلسلہ میں ایک مختصر تقریر کی ٭

مادی فلسفۂ حیات اور اسکا ناگزیر مآل

از جناب ڈاکٹر کرنل الٰہی بخش صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

گزشتہ سے پیوستہ

مادی فلسفۂ حیات کے نتیجے میں جو انسانی نظام زندگی مرتب ہوگا اس کا مرکزی نقطہ مادی ذرائع ولوازم یا دولت و ثروت کے حصول کے بجز اور کچھ نہ ہوگا۔ کس قدر تعجب انگیز یہ امر ہے کہ انسانی تفوق و اعزاز کا انحصار انسان کے ذاتی جوہروں پر نہ رکھا جائے بلکہ خارجی اشیاء کی قدر و قیمت سے اسے ماپا جائے لیکن کیا آج یہی امر حقیقت کا جامہ پہن کر ہمارے سامنے موجود نہیں؟ کیا اس میں کچھ شک و شبہ ہے کہ موجودہ مادی تہذیب کے معیار کے مطابق انسان کی قدر و قیمت اس کے ذاتی جوہروں سے نہیں جانچی جاتی بلکہ اس کے ناپنے کا آلہ اس کا مادی تسلط یا دولت و ثروت ہیں؟ کیا یہ صحیح نہیں کہ آج جتنے نظامات حیات رائج کئے گئے ہیں یا جنہیں ترویج دینے کا تہیہ ہے ان سب کا مرکزی و محوری نقطہ مادیت ہے؟ اقتصادیات و معاشی نظام پر سب سے زیادہ زور آج کیوں ہے؟ اور یہ کس قدر حیرت کا مقام ہے کہ جس قدر اہمیت معاشی و اقتصادی نظام کو دی جاتی ہے اسی قدر یہ بات موجب فتنہ و فساد بنتی چلی جا رہی ہے۔ مادی مسئلہ پر جس قدر زور آج دیا گیا ہے اتنا کبھی پہلے نہیں دیا گیا لیکن یہی سوال آج جتنا پیچیدہ معلوم دیتا ہے ایسی پیچیدگیاں پہلے کبھی پیدا نہیں ہوئیں۔ اس کا باعث کیا ہے؟ اس کا سمجھنا کچھ دشوار نہیں کہ جب انسان اس بنیاد پر کھڑا ہو کر زندگی کی کشمکش میں پڑے گا کہ دوسرے حیوانات پر اس کا امتیاز اور اپنے ہمعصروں سے اس کی برتری و تفوق نیز اس کی خوشحالی کا دارومدار مادی ذرائع ولوازم کی ملکیت و قبضہ پر منحصر ہے تو اس کی ساری جدوجہد کا خلاصہ و نچوڑ یہی ہوگا کہ وہ بڑھ چڑھ کر مادی ذرائع کا مالک بن جائے اور اس دوڑ میں وہ سب سے آگے نکل جائے و منھم من یقول ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وما لہ فی الاٰخرۃ من خلاق۔ پھر جب انسانی جدوجہد کے سامنے مادیت میں سابقت کی بازی رکھدی گئی تو کیا اس کا نتیجہ بجز اس کے کچھ اور نکل سکتا ہے کہ ہر انسان اور ہر قوم اس کے حصول میں اپنی جان تک لڑا دے مگر اس چیز کو سب سے بڑھکر حاصل کرلے؟ اور جب ہر فرد یا قوم مادیت کے حصول میں سرتوڑ جدوجہد میں مبتلا ہوگی تو کیا انجام کار بجز فساد و فتنہ کے کچھ اور نتیجہ رونما ہوگا؟ کیسی عجیب بات ہے کہ آج یہ مادی تہذیب انسان کے سامنے یہ تعلیم پیش کرتی ہے کہ تمہارا انسانی امتیاز، آپس میں ترفع و عزت نیز تمہاری خوشحالی تمام تر اسی امر پر منحصر ہے کہ تم بڑھ چڑھ کر مادی ذرائع کے مالک بن جاؤ پھر جب اس فلسفۂ زندگی کو عمل میں لا کر ہر فرد دوسرے فرد اور ہر قوم دوسری اقوام سے بازی لیجانے کی کوشش کرتی ہے تو پھر یہی تہذیب و نظام اس بات کا رونا رونے لگ جاتے ہیں کہ کیوں دولت و ثروت سمٹ کر چند ہاتھوں میں آگئی اور کیوں نسل انسانی کا بیشتر حصہ اس سے محروم ہوگیا اور اس فتنہ و فساد کا حل کیونکر ہوسکتا ہے۔ حالانکہ بات صاف ہے جس چیز کا بیج بویا جائے گا لازماً اسی شے کا درخت اُگے گا۔ مادی فلسفۂ حیات کا نتیجہ بجز اس کے اور کچھ نکل نہیں سکتا کہ انسانی جدوجہد کا خلاصہ مادیت میں محدود ہوکر رہ جائے اور مادی عالم میں انسانی جدوجہد کو مقید کر دینا سوائے اس کے اور کوئی نتیجہ پیدا نہیں کرسکتا کہ افراد اور اقوام باہم مادی تسلط کے لئے دست و گریباں رہیں۔ جب بنیادی تعلیم ہی یہ ہو کہ مادیت میں بڑھ جاؤ تو پھر نتیجہ بجز اس کے اور کیا برآمد ہوگا کہ اس راہ میں ایسے زبردست افراد اور اقوام پیدا ہو جائیں جو اس تسلط کو اپنے آپ سے مختص کرکے باقیوں کو محروم کرنے میں ہی اپنی خوشی و خوشحالی اور اعزاز کو محسوس کریں۔ جب خوشی و خوشحالی اور ترفع و شرف کو مادیت سے وابستہ کر دیا جائے تو پھر لازماً اس تعلیم و فلسفہ کا نتیجہ اگر یہ نہ نکلے کہ اس میں سابقت کرنے والے پیدا ہو جائیں جو دوسروں کو محروم کرنے میں اپنی سعادت یقین کرتے ہوں تو اور کیا نتیجہ برآمد ہوگا؟

انسانی جہد للبقاء میں قوی کا مقام

ایک اور عنصر جس نے مادی تہذیب کو موجب فتنہ و فساد بنا دیا ہے یہ ہے کہ یہ خیال کر لیا گیا ہے کہ انسانوں میں نیچرل قانون قدرت جہد للبقاء کے ماتحت اصلح انسان وہ ہے جو جسمانی طاقت اور عسکری قوت میں بڑھ چڑھ کر ہو اور اسلئے ایسے فرد یا قوم کا بروئے قانون قدرت یہ استحقاق ہے کہ وہ دوسروں کو جو کمزور و ناتواں ہوں قابو میں لے آئے۔ جس طرح مادی تہذیب نے انسان کے قلب و روح میں حیوانی جذبات سے بڑھکر کسی اور اعلیٰ جذبہ کے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے بعینہ اسی طرح اس تہذیب کا یہی پختہ اعتقاد ہے کہ طاقتور کو کمزور کے کچل دینے کا حق قدرت نے عطا کیا ہے۔ کیا ہم نہیں دیکھتے کہ زبردست قوی جانور کمزور و ضعیف کو دبا لیتا اور اسے نگل جاتا ہے۔ پس انسانوں کے مابین بھی یہی نیچرل قانون رائج ہونا صحیح ہے کہ زبردست قوی کمزور کو دبا لینے اور اسے فنا کر دینے میں حق بجانب قرار دیا جائے۔ کمزور و ضعیف انسان کو حق نہیں کہ وہ اس دنیا میں رہنا یا اپنا کوئی استحقاق پیدا کرے۔ ایک طرف انسان کو محض بہیمی خواہشات کا پُتلا قرار دے کر اور دوسری طرف انسانوں میں ضعیف و ناتواں کو نہ صرف امداد و معاونت کا حقدار قرار نہ دیکر بلکہ اسے قوی و زبردست کا شکار بنا کر مادی تہذیب نے انسان کو بالکل درندے کے پہلو بہ پہلو لا کھڑا کیا ہے کہ جہاں نہ صرف جذبات ہی بہیمانہ ہیں بلکہ قانون عدالت بھی جنگل کا ہی رائج و نافذ ہے۔ لھم قلوب لا یفقھون بھا ولھم اعین لا یبصرون بھا ولھم اٰذان لا یسمعون بھا اولٰئک کالانعام بل ھم اضل یہ وہ تہذیب ہے جس پر اس قدر فخر کیا جاتا ہے اور اتنی مدت جس کے رعب میں دنیا مسحور رہی ہے یہ وہ تمدن کا کمال ہے جسے علم و عقل نے ہمارے سامنے رکھا ہے۔ مادی تہذیب نے نہ صرف مادیت کو انسانی نظام کا محور و مرکز گردانا بلکہ قوی و توانا کو ضعیف و ناتواں کے کچل دینے کا بھی حق عطا کر دیا۔ اس تہذیب کا عروج انسان کو اگر کسی مقام پر پہنچا سکتا تھا تو وہ یہی ہے کہ قوی انسان و اقوام مادی سامانوں پر قبضہ و ملکیت جمانے میں پیش پیش نظر آئیں۔ انسانی زندگی کا اعلیٰ سے اعلیٰ نصب العین یہی ہوکر رہ جائے کہ وہ اپنی جسمانی طاقت یا عسکری قوت کے بل بوتے پر کل عالم کے جملہ مادی ذرائع کو اپنے قبضہ میں لا کر کمزوروں اور ناتوانوں کو موت کے گھاٹ اتار دے اور یہی کچھ ہمیں واقعات کی صورت میں دکھلائی دے رہا ہے۔

مغربی تحریکوں کی ناکامی کے وجوہ

جس قدر مغربی تحریکیں ہیں وہ خواہ پرانی وضع کی ہوں جنہیں شہنشاہیت یا سرمایہ داری کے ناموں سے یاد کیا جاتا ہے یا وہ اپنی نئی شکل میں جلوہ گر ہوئی ہوں اور جنہیں اشتراکیت سے موسوم کیا جاتا ہے یہ سب کی سب تحریکیں اور نظام زندگی مادیت کی بنیادوں پر استوار ہیں۔ ان سب کا نظریہ انسانی زندگی کی نسبت ایک ہی ہے۔ ان تمام کے نزدیک انسانی اعزاز و شرف اور خوشی و خوشحالی کا مرکز و محور مادیت کے سامان و ذرائع ہیں۔ ان سب نے انسانی روح کی اعلیٰ طاقتوں اور ملکوتی صفات سے انکار کیا ہے پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جبکہ بنیادی نقطۂ نظر ان سب تحریکات کا مشترک و واحد ہو تو ان میں سے کوئی تحریک کسی دوسری کا صحیح معنوں میں علاج و تدارک کرسکے؟ عقلاً یہ محال و ناممکن ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اشتراکیت یا سوشلزم سرمایہ داری کی امراض کا صحیح و اصلی علاج ہیں لیکن قبل اس کے کہ کوئی فیصلہ دیا جائے کہ سرمایہ داری کے مقابل کونسا نیا نقطۂ نگاہ مادیت کے متعلق انسان کے سامنے رکھا ہے؟ کس حد تک انہوں نے انسانی ترفع کو قلب انسانی کی اعلیٰ طاقتوں کے نشوونما سے وابستہ کیا ہے؟ انسانی خوشی و خوشحالی کو جذبات بہیمیہ سے علاوہ کن اعلیٰ صفات ملکوتی کے نشوونما پر منحصر قرار دیا ہے؟ مادی اشیاء کی قدر و قیمت کے متعلق اشتراکیت نے کونسا نیا معیار رکھا ہے؟ اگر حقیقت یہ ہے کہ ان سب تحریکوں کا اساسی نظریہ دنیا و مافیہا کے متعلق انسانی جدوجہد کے بارہ میں ایک ہی ہے تو یہ محض خود فریبی ہوگی اگر ہم یہ تسلیم کرلیں کہ ان میں سے کوئی تحریک کسی دوسری کی سچے معنوں میں حقیقی علاج ہے۔ جس تہذیب و تمدن کی بناء مادی نظریہ یا فلسفۂ حیات پر استوار و قائم ہو اس تہذیب سے پیدا شدہ عوارض کا علاج صرف اسی تحریک سے ممکن ہے جو انسان کے سامنے کوئی اور بنیادی نظریہ پیش کرتی ہو جس کے نزدیک مادی اشیاء کی قدر و قیمت وہ نہ ہو جو موجودہ تہذیب نے مقرر کر رکھی ہے۔ وہی تہذیب مادی تمدن کی امراض کی اصلی معالج بن سکتی ہے جو انسانی جدوجہد و کشمکش کی اصلی غرض و غایت مادی سامانوں کے سوا کسی اور شئے کو قرار دیتی ہو جو انسانی عزت و شرف کو کسی فرد یا قوم کے ذاتی جوہروں سے مختص کرتی اور خارجی اشیاء سے بالا تر سمجھتی ہو جس کے نزدیک انسان کی سچی خوشی و خوشحالی مادیت کے ذرائع پر بڑھ چڑھ کر مالک و قابض ہونے تک محدود نہ ہو۔ انسانی قیاس و علم کا تقاضا یہی ہے۔ اگلی قسط میں قارئین کرام پر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جائے گی کہ واقعات حقہ و تجربہ صحیحہ نے بھی یہ بات ظاہر کر دی ہے کہ اشتراکیت یا سوشلزم کی تحریکیں حقیقی علاج شہنشاہیت یا سرمایہ داری کا نہیں ہیں اور اگر یہ تحریکیں بعض عوارض کو کسی حد تک دور کرتے میں کامیاب بھی ہوئی ہیں تو بعض دیگر امراض خبیثہ کو ترقی دینے کا موجب بن گئی ہیں جو شاید اپنی نوعیت و فساد میں پہلی امراض سے بھی بڑھکر ہیں اور اس ناکامی کی سب سے بڑی وجہ جیسے کہ شروع میں ذکر ہوچکا ہے کہ انسان جس اساسی زاویۂ نگاہ کو لے کر دنیا میں جدوجہد کی دوڑ شروع کرتا ہے وہ فلسفۂ حیات ان سب تحریکوں کے نزدیک ایک ہی ہے اس میں تبدیلی پیدا نہیں کی گئی اور اس لئے بنیادی تعلیم کے غیر مبدل رہنے کے باعث مختلف نظاموں کے اختیار کر لینے سے بھی انسانی مصائب کا حل ممکن نہیں خواہ انکے نظام قوانین و قواعد کیسے ہی مختلف و متضاد کیوں نہ ہوں اور خواہ انہوں نے معاشی و اقتصادی نظام میں کیسا عظیم انقلاب ہی کیوں برپا نہ کر دیا ہو لیکن جب تک اساسی نظریہ انسان کا وہی قائم ہے جو مادیت کے متعلق اس کا پہلے تھا تب تک کم و بیش وہی نتائج برآمد ہوں گے۔ اصل انقلاب کی ابتداء تب پڑے گی جب بنیادی فلسفۂ حیات میں تبدیلی واقع ہوگی۔

درخواست دُعا

چوہدری غفور احمد صاحب کا بھتیجا سلیم احمد خلف الرشید چوہدری نذیر احمد صاحب آف کراچی جنہیں بائیس دن سے میعادی بخار میں مبتلا ہے سب احباب اس بچے کی صحت کے لئے حضور قلب سے دعا فرمائیں۔ اللہ تعالےٰ اسے صحت عطا فرمائے۔ آمین۔

مسلمان حکمران اور فرقہ وارانہ سوال

(از م۔ س۔ دین)

چودھویں صدی عیسوی سے لیکر بیسویں صدی تک ہندوستان میں فرقہ وارانہ سوال بالکل مفقود تھا۔ اس طویل عرصہ میں ہندوستان پر مسلمان حکمران رہے اور انھوں نے اپنی فیاضی میں کبھی فرقہ وارانہ سوال کو پیدا نہیں ہونے دیا۔ فرقہ وارانہ قضیئے صرف بیسویں صدی کی پیداوار ہیں جن کے پس پشت ہمیں بعض سیاسی حکمتیں کارفرما نظر آتی ہیں۔ ورنہ اس سے پہلے ہندو رعایا اور مسلمان راعی اس نوعیت کے جھگڑوں سے واقف نہ تھے۔ چنانچہ ذیل میں ہم چند اقتباسات الفنسٹن صاحب Elphinstone کی تاریخ ہندوستان سے جسے کول صاحب Cowell نے ۱۸۸۹ء میں مرتب کیا۔ پیش کرتے ہیں۔ صاحب موصوف رقمطراز ہیں:۔

"ہندوؤں کو کسی حد تک حقارت سے تو دیکھا جاتا تھا لیکن ان کے خلاف مسلمانوں کے قلوب میں کسی قسم کا بغض اور عناد نہ تھا۔ ان پر جزیہ لگا ہوا تھا اور بعض ناگوار امتیازات بھی موجود تھے لیکن وہ مذہبی لحاظ سے بالکل آزاد تھے وہ بڑے بڑے ہندو جو بلند مرتبت عسکری سردار گذرے ہیں۔ شاید بڑے بڑے زمیندار ہوں جنھوں نے اپنی فوجی امداد کے بل بوتے پر یہ فوجی تفوق حاصل کیا ہو لیکن اس میں ہرگز شک نہیں ہے کہ ہندوؤں کو بڑے عہدوں پر سرفراز کیا گیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

مبارک خلجی کے عہد حکومت میں تو انتظام اور دربار کی ساری زبان ہندوانہ تھی"

"شیر شاہ سوری کے عہد میں ہندوؤں کو بعض فوجی عہدے حاصل کرنے کی اجازت تھی۔ شیر شاہ نے اپنے عہد حکومت کے ابتدا سے ہی اس پالیسی پر عمل شروع کر دیا تھا۔ شیر شاہ نہایت ممتاز سرداروں میں سے ایک "برہم جیت غور" تھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سے ہی ہمایوں کے تعاقب میں بھیجا گیا تھا۔ ہم جانتے ہیں کہ قریباً محمود غزنوی کے وقت سے ہی ہندوؤں کو اسلامی فوج کے عہدے حاصل کرنے کی اجازت تھی"

"شیر شاہ سوری وہ سب سے پہلا حکمران ہے جس نے خالص ہندوستانی حکومت کے تخیل کو بروئے کار لانا چاہا جس کا انحصار رائے عامہ پر ہو"

"شیر عادل شاہ نے ۱۵۵۲ء میں سارا نظام حکومت ایک ہندو "ہیمو" نامی کے سپرد کیا۔ جو بھی نہایت غیر معروف انسان تھا جس کی شکل و شباہت اس کے حسب نسب سے بھی زیادہ نفرت انگیز تھی"

ان مندرجہ بالا اقتباسات سے خوب روشن ہوگیا ہوگا کہ مسلمان حکمرانوں کو ہندوؤں پر بہت اعتماد تھا اور ان کے دماغ کے کسی گوشہ میں بھی فرقہ وارانہ خیالات نہیں پیدا ہوئے تھے ورنہ جہاں اس قسم کے خیالات پیدا ہوتے ہیں وہاں اعتماد بالکل مفقود ہوتا ہے۔ خصوصاً حکومت کے معاملہ میں تو اعتبار بالکل اٹھ جاتا ہے۔ جس زمانہ میں مسلمانوں نے ہندوستان پر حکومت کی ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جبکہ تمام دنیا میں مذہبی تعصب کا دور دورہ تھا۔ دنیا کی تمام حکومتیں غیر مذاہب میں دخل دینا اپنا فرض منصبی خیال کرتی تھیں۔ یورپ میں گو ایک ہی مذہب عیسوی رائج تھا۔ لیکن اس مذہب میں بھی متعدد فرقوں میں جو خون آشامیاں ہوئی ہیں اسے ضبط تحریر میں نہیں لایا جاسکتا۔ اس دور میں ہمیں سارے کا سارا یورپ خاک و خون میں لتھڑا ہوا نظر آتا ہے۔ لیکن ہندوستان جہاں حکمرانوں اور محکوموں کے مذاہب میں بعد المشرقین تھا ہم مذہبی رواداری کی گنگا بہتی ہوئی دیکھتے ہیں۔ ایک دوسرے کے مذہبی اعتقادات کا اتنا احترام ہے کہ جسے دیکھکر حیرت ہوتی ہے شہنشاہ اورنگ زیب کو ہندو مؤرخین مذہبی لحاظ سے بہت متعصب خیال کرتے ہیں۔ لیکن اس صالح مسلمان شہنشاہ کا دور حکومت بھی جو ۱۶۵۹ء سے ۱۷۰۷ء تک ہے ہندوؤں کے لئے سیاسی حقوق کے لحاظ سے ایک نعمت غیر مترقبہ تھا۔ بنگال میں تو ہندوؤں کو بہت فوقیت حاصل تھی۔ سول محکمہ کے ممتاز عہدوں پر سب ہندو کھڑے ہوئے تھے فوج میں بھی انہیں بڑے بڑے مرتبے حاصل تھے۔ اگر اس مغل شہنشاہ کے دل میں ہندوؤں کے خلاف طبعی حقارت ہوتی تو ہندوؤں کو یوں اس زمانہ میں امتیاز اور تفوق حاصل نہ ہوتا۔ جبر اس بنگال کے ذکر کو تو چھوڑیئے۔ خود دہلی میں سلطنت مغلیہ کا پایہ تخت تھا محکمہ مال کا افسر اعلیٰ ایک ہندو تھا۔ چنانچہ جے۔ این سرکار ہندو مؤرخ ایک جگہ لکھتا ہے۔

"اسی طرح جب جعفر خاں کو وزیر اعظم بنایا گیا اور شاہجہان کے بیٹوں کی خانہ جنگی کے دوران میں بھی وہی وزیر اعظم تھا۔ محکمہ مال کا انتظام دیوان رگوناتھ کھتری کے ہاتھ میں تھا جو کہ ایک معمر اور تجربہ کار انسان تھا۔ اورنگ زیب نے حکومت حاصل کرنے کے بعد محکمہ دیوانی کے اس عارضی انتظام کو جاری رکھا اور دیوان رگوناتھ کو راجہ کا خطاب دیکر اس کے اعزاز کو بڑھا دیا"

شہنشاہ اورنگ زیب کے متعلق تعصب کے افسانے بعد میں تراشے گئے ہیں۔ ورنہ ان میں تعصب کا عشر عشیر بھی نہ تھا۔ جیسا کہ الفنسٹن صاحب ایک جگہ تاریخ ہندوستان میں لکھتے ہیں:۔

"یہ ہرگز ظاہر نہیں ہوتا کہ ایک ہندو کو بھی سزائے موت، سزائے قید یا اور کسی قسم کی زحمت صرف مذہب کی وجہ سے اٹھانی پڑتی ہو یا ایک فرد واحد کو بھی علانیہ وظائف مذہبی ادا کرنے سے روکا گیا ہو"

اورنگ زیب عالمگیر نے سیاسی اور ملکی معاملات میں کبھی مذہبی تعصب کو قریب تک نہیں پھٹکنے دیا راجپوتوں اور ان کے سرداروں کی خدمات کی بہت قدر ہوا کرتی تھی۔ چنانچہ جسونت راؤ اور جے سنگھ کی مثالیں اس ضمن میں پیش کی جاسکتی ہیں۔ ان راجپوت جرنیلوں کو بہت اہم مہموں پر روانہ کیا گیا۔

بنگال میں تو عرصہ دراز تک فرقہ وارانہ سوالات کا فقدان رہا ہے ہندو اور مسلمان باہم اس طرح گھل مل کر رہے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے۔ اس سنہری دور کا مقابلہ موجودہ اوقات اور حالات سے کیا جائے تو دل میں اس تغیر عظیم کو دیکھ کر ایک پھانس سی چبھ جاتی ہے۔ بنگال کے پٹھان حکمران مذہبی لحاظ سے غایت درجہ کے روادار تھے۔ ودیاپتی نے اپنی زندہ جاوید نظموں میں ان کی تعریف کے گیت گائے ہیں۔ بنگال کے زمیندار یورپ کے اقطاعی سرداروں ( ) کی طرح ہوا کرتے تھے۔ مسلمان بادشاہ ہندو زمینداروں . . . . . . کے اندرونی معاملات میں ہرگز دخل انداز نہیں ہوا کرتے تھے۔

تاریخ شاہد ہے کہ تیرھویں صدی سے لیکر پلاسی کی لڑائی تک بنگال کے ہندوؤں نے یہ کبھی محسوس نہیں کیا کہ وہ کسی غیر ملکی حکومت کے زیر نگیں ہیں۔

وہ شخص جو نہایت سطحی نگاہ سے تاریخ ہندوستان کا مطالعہ کرتا ہے۔ صرف وہ اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ اکبر اعظم نے ہی مذہبی رواداری کی پالیسی اختیار کی۔ ورنہ تاریخ کے طالب علموں کی نگاہوں سے یہ حقیقت اوجھل نہیں کہ مسلمان حکمران بحیثیت مجموعی رواداری تھے۔ اور فرقہ وارانہ خیالات سے بالا تھے۔ اس قسم کی اسلامی عصبیت کا وجود جو ہندوؤں کے لئے مذہبی اور معاشرتی لحاظ سے ضرر رساں ہو مسلم حکمرانوں کے عہد حکومت میں نہیں ملتا۔ ایسی مثالیں عام ہیں جن میں مسلمان فرمانروا جارحانہ اور دفاعی طور پر ہندوؤں سے متحد ہوئے اور یہ اتحاد اور اشتراک مسلمانوں کے خلاف ہوا کرتا تھا اور ایسا ہی ہندو دوسرے مسلمانوں کے ساتھ ایسے میثاق میں شامل ہوتے۔ اگر ہندوؤں کے اندر فرقہ وارانہ روح موجود ہوتی تو یہ نظیریں ہرگز نہ ملتیں۔ یہ فرقہ وارانہ سپرٹ جس سے بھارت ماتا کا دامن خون آلودہ ہے۔ اسلامی عہد ۔۔۔ سے بہت بعد کی چیز ہے جسے دور حاضر کی سیاسی اور معاشرتی پیچیدگیوں اور مغربی تاثرات نے پیدا کیا ہے۔ ورنہ پہلے ہندوستان میں گائے اور باجہ کے قضیئے موجود نہ تھے۔ بلکہ ۔۔۔ مسلمان ایک دوسرے کے مذہبی اعتقادات کا بیت احترام کیا کرتے تھے۔

اگر بنیادی لحاظ سے دیکھا جائے، تو ہندوؤں اور مسلمانوں میں ایک تمدنی تفریق پائی جاتی ہے۔ ان دونوں کے اصول کچھ اس قدر ایک دوسرے سے علیحدہ واقع ہوئے ہیں کہ ان میں ایسے مشترکہ عناصر نہیں پائے جاتے جن سے تصادم واقع ہو سکے۔ اگر سیاسی تدبر کا یہ تقاضا ہو کہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں ایک وسیع خلیج پیدا کر دی جائے تو ایسے امکانات بہت کم ہیں جن سے ان دو ہمسایہ قوموں کے درمیان فتنہ و فساد اور فرقہ وارانہ خیالات کے پنپنے کا اندیشہ ہو۔ کسی قوم کے زمانہ حال پیاس کا زمانہ ماضی ایک بہترین شہادت ہوا کرتا ہے بیسویں صدی سے قبل ہندو اور مسلمان نہایت صلح اور آشتی سے رہا کرتے تھے، ان کے قلوب اتنے تنگ نہ تھے کہ وہ محض گائے اور باجہ کے سوال پر بھڑک اٹھیں اگر اب بھی ان دونوں قوموں کے رؤسا اور افراد چاہیں تو اپنی قدیم روایات کو برقرار رکھ سکتے ہیں۔ اور یہ اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ ایک دوسرے کے مذہبی اعتقادات اور مذہبی رجال عظیم کا احترام کیا جائے۔ جب تک ان دو قوموں کے دل میں ایک دوسرے کے مذہب کے لئے رفق و ملائمت کے جذبات پیدا نہ ہوں اس وقت تک ہندوستان کے اچھے دن لوٹ نہیں سکتے۔ سوراج اور خود اختیاری حکومت کے دعوے محض ریگ رواں ہو کر رہ جائیں گے اور ابد الآباد تک وہ نصب العین حاصل نہ ہو سکے گا جس کے حصول کیلئے آج ہندی لیڈر کوشاں ہیں۔ ہندو مسلمانوں کی باہمی خلفشار اور سر پھٹول ہی ہندوستان کی محکومی کا باعث ہے اور غیروں کو اس پر فوقیت حاصل ہے۔

ابر بن کر برستی ہیں خبر تھی جسے ۔۔۔
گلشن اعدا پہ تیری باہمی خونریزیاں
حیف اے ہندوستاں، صد حیف اے ہندوستان

"مجھے خدا پیارا ہے"

یہ وہ الفاظ ہیں جو ایک خورد سال بچے کی زبان سے نکلے۔ اس بچے کا نام منظور احمد ہے۔ جب ان کے والد قاضی غلام مصطفےٰ صاحب چک ورکاں نے اسے بلاکر کہا "بتاؤ تمہیں خدا پیارا ہے یا پیسے" اس نے برجستہ جواب دیا کہ "مجھے خدا پیارا ہے"۔ باپ نے کہا کہ اگر ایسا ہی ہے تو اپنے پیسوں میں سے ایک روپیہ انجمن کے لئے دو۔ سعید بچے نے فوراً تعمیل کی۔

یہ بچہ چھٹی ساتویں جماعت میں پڑھتا تھا۔ مگر آجکل بیمار ہے ان کی والدہ درخواست کرتی ہیں کہ جماعت کے بزرگ بچے کی صحت کے لئے دعا فرمائیں۔

مرتب اخبار

خواتین سلسلہ کے نام مکتوب

تحریک دستکاری کو کامیاب کرنیکی اشد ضرورت

از محترمہ محمودہ عبد اللہ صاحبہ سکریٹری ینگ وومن ایسوسی ایشن لاہور

میری معزز و محترم بہنوں۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔

میں یہ چند سطور آپ کی خدمت میں تحریک دستکاری کی اہمیت کو واضح کرنے کے لئے لکھ رہی ہوں۔ محترم بہنوں غیر مسلم عورتیں اور خصوصاً یورپ کی عورتیں اس وقت اپنی قوم اور ملک کے لئے ہر طرح کی قربانی کے لئے کمربستہ ہیں۔ جہاں وہ مردوں کے دوش بدوش ہر اس کام کے لئے مستعد نظر آتی ہیں جس کی قوم کو ضرورت ہے وہاں وہ گھر بیٹھے اپنے قیدیوں کے لئے ہر قسم کی دستکاری بناتی رہتی ہیں۔ عورتوں کی یہ بیداری اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ قومیں زندہ ہیں۔ ہم تاریخی طور پر اس حقیقت کو بھی فراموش نہیں کر سکتے کہ جس قوم کی عورتیں اپنے مردوں کی ممد و معاون ہو کر اپنے قومی کاموں میں دلچسپی لیتی ہیں وہ قوم بہت جلد ترقی کرتی ہے۔ ہمارے نبی کریم صلعم کے زمانہ کی عورتوں کے حالات کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ انھوں نے اپنے دین کی خاطر بڑے بڑے کام سرانجام دیئے اور ہمیشہ اپنے مردوں کی ممد و معاون رہیں یہی وجہ ہے کہ قرون اولے کے مسلمانوں نے بہت سرعت کے ساتھ ترقی کی اور تھوڑے ہی عرصہ میں نہ صرف ملک عرب کے سب قبائل مسلمان ہو گئے بلکہ ہندوستان چین جاپان اور یورپ تک مسلمان پھیل گئے اور جس جگہ مسلمان گئے انھوں نے دین کی تبلیغ کی اور اس طرح بہت سے لوگ دین اسلام میں داخل ہوتے چلے گئے ہمارے نبی کریم صلعم کے زمانہ کی عورتوں کی تربیت نے ایسے ایسے جوان مرد پیدا کئے جنھوں نے خدا کی راہ میں اپنا تن من دھن قربان کرنے سے ذرا بھی دریغ نہ کیا۔ ہماری جماعت نے مجدد اعظم کے ہاتھ پر دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کیا ہوا ہے، اسلئے اس جماعت کی خواتین کا یہ فرض ہونا چاہیئے کہ وہ بھی اپنے مردوں کی ممد و معاون رہیں اپنے بچوں کو دینی رنگ میں رنگین کریں اور اپنے قومی کاموں میں کما حقہ دلچسپی لیں۔ ہمارا سالانہ جلسہ قریب آ رہا ہے اور ہمیں یہ فکر ہونی چاہیئے کہ ہم اپنی دستکاری کی نمائش کو کامیاب بنائیں۔ ہر بہن اور بچی کو بغیر کسی عذر کے ضرور کچھ نہ کچھ بنا کر دینا چاہیئے۔

وہ خدا جس نے ہمیں آنکھ، کان، ناک، ہاتھ، پاؤں اور دل و دماغ جیسی بیش بہا نعمتیں عطا کی ہیں کہ اگر ان میں سے کوئی ایک بھی چھن جائے تو لاکھوں روپیہ خرچ کر کے ہم اسے حاصل نہیں کر سکتے۔ اس کی راہ میں کام کرنے سے گریز نہ ہونا چاہیئے۔ انسان تو بڑا ہی کوتاہ اندیش ہے کہ دن رات وہ دنیا کے کاموں میں مشغول ہے اور اپنے بچوں اور عزیز و اقارب کی خاطر کام کرتا ہے لیکن اگر خدا کی راہ میں کام کرنے کو کہا جائے تو کئی قسم کی معذوریوں کو پیش کرتا ہے۔ بیشک یہ دنیا کے فرائض بھی خدا تعالےٰ نے ہمارے ذمے ڈالے ہیں اور ان کا نبھانا بھی ہمارا فرض ہے لیکن دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا یہی مطلب ہے کہ اگر دین و دنیا ہر دو کے کام ہمارے پیش نظر ہوں تو پہلے دین کا کام کریں اور پھر دنیا کا یہ نہ ہو کہ دنیا کے لئے دن رات لگے رہیں اور دین کے لئے کوئی وقت نہ نکالیں جو دین کو دنیا پر مقدم کرتا ہے خدا تعالےٰ کی بیشمار رحمتیں اس پر نازل ہوتی ہیں اور اس کے دین و دنیا دونوں سنور جاتے ہیں۔ محترم بہنوں یہ دستکاری کی تحریک معمولی سا کام ہے اور ہم میں سے ہر ایک بہن کچھ نہ کچھ بنا کر دے سکتی ہے اور اگر ہم بدل و جان اس میں حصہ لیں تو قطرہ قطرہ ہم شود دریا کا سا معاملہ ہو کر اس میں خدا تعالےٰ کی مدد سے بہت کامیابی ہو سکتی ہے۔ یہ دستکاری کی تحریک اسلئے بھی بڑی اچھی ہے کہ اس طرح ہم نہ صرف مردوں کی کمائی سے ہی خرچ کرتی ہیں بلکہ اپنے دست بازو سے بھی کچھ محنت کر کے خدا کی راہ میں دیتی ہیں۔ نیز یہ جذبہ کہ ہم محض خدا کی رضا کے لئے کام کرتی ہیں یہ خود ہمارے اور ہمارے بچوں کے لئے بڑا اچھا ہوگا، اور خدا کی خوشنودی کا جاذب ہوگا اس سال ہم نے محترمہ شہزادہ بیگم صاحبہ دختر حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم کی تحریک پر بھی دستکاری بنائی ہے جو احمدیہ ینگ وومن ایسوسی ایشن کے فنڈ میں سے ساٹھ ستر روپے صرف کر کے بنائی گئی ہے اور یہ ہر جمعہ نماز کے بعد ایک گھنٹہ بیٹھ کر بنائی جاتی ہے۔ اور اب یہ قریب الاختتام ہے۔ ہم سب کی فرداً فرداً دستکاری اس کے علاوہ ہوگی۔ امید ہے کہ باہر کی بہنیں مرکز کی عورتوں کا نمونہ لیکر پہلے سے بھی زیادہ دستکاری بنا کر بھیجیں گی اور اس کام کو اپنی پہلی فرصت میں مکمل کر کے جلد از جلد بھجوانے کی کوشش کریں گی یہ دستکاری ۱۵ دسمبر تک ضرور مرکز میں پہنچ جانی چاہیئے۔ والسلام۔

آپ کی ناچیز بہن

محمودہ عبد اللہ

خط و کتابت کرتے وقت

چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں

رپورٹ جلسہ خواتین

احمدیہ ینگ وومن ایسوسی ایشن کا جلسہ ۱۲ نومبر ۱۹۴۳ء بروز جمعہ بعد از نماز جمعہ منعقد ہوا۔ اہلیہ صاحبہ چوہدری فضل حق صاحب نے نہایت خوش الحانی سے تلاوت قرآن مجید کی۔ پھر زکیہ بنت مولوی دوست محمد صاحب نے حقیقت الوحی سے حضرت مرزا صاحب کی تحریرات سے کچھ پڑھکر سنایا۔ ازاں بعد بیگم صاحبہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ نے تربیت اولاد کے متعلق اپنے قیمتی خیالات کا اظہار فرمایا۔ محترمہ نے سب سے پہلے اپنی ہم عمر عورتوں کو خطاب کیا اور فرمایا کہ جہاں ہماری جماعت کو دین کی خدمت کرنے اور خدا کی راہ میں خرچ کرنے میں ایک امتیاز حاصل ہے وہاں ہمیں اپنے بچوں کو کما حقہ دینی تعلیم سے بہرہ ور کرنے کے لئے بھی ہر لحہ کوشاں رہنا چاہیئے اور ان کے سامنے ہمیشہ اعلےٰ نمونہ پیش کرنا چاہیئے۔ انھوں نے فرمایا کہ بچے اپنے ماحول سے بہت متاثر ہوتے ہیں اور مختصراً بتایا کہ کس طرح ان کے والد صاحب مرحوم اور ان کی والدہ صاحبہ مرحومہ جہاں ان کی جسمانی پرورش کا خیال رکھتے تھے وہاں انکی روحانی تربیت کے لئے بھی کوشاں رہتے تھے۔ محترمہ بیگم صاحبہ نے فرمایا کہ نیک اولاد جہاں والدین کی زندگی میں ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہوتی ہے تو مرنے کے بعد وہ ان کے لئے صدقہ جاریہ کا موجب ہوتی ہے۔ نیز بتایا کہ جس طرح ہم اپنی جائداد اپنی اولاد کے لئے ورثہ میں چھوڑتے ہیں اسی طرح دین کے وارث بھی انہیں بنانا چاہیئے پھر بیگم صاحبہ حضرت امیر نے نوجوان لڑکیوں سے خطاب کر کے فرمایا کہ دیکھو تمہیں اپنے آپ کو احمدی کہنے سے شرمانا نہیں ہے بلکہ یہ فخر کا مقام ہے کہ تمہاری جماعت مسلمانوں میں سب سے زیادہ وسیع القلب خدمت کرنے والی اور روشن خیال جماعت ہے۔ سب سے آخر پر بیگم صاحبہ نے اپیل کی کہ سب دستکاری نمائش کے لئے ضرور کچھ نہ کچھ بنا کر دیں اور کوشش کریں کہ دسمبر کے شروع ہی میں دستکاری مکمل ہو جائے۔ نیز دستکاری میں کڑھے ہوئے دوپٹے ٹیبل کلاتھ اور اس قسم کی کارآمد چیزیں بنائی جائیں۔

گورنمنٹ انجنیئرنگ سکول رسول میں جھٹکا گھر

گورنمنٹ انجنیئرنگ سکول رسول میں پرنسپل صاحب نے ہندو اور سکھ نواز پالیسی سے نہ صرف جھٹکا کی اجازت دیدی ہے بلکہ گوردوارہ کے ساتھ جھٹکا کرنے کے لئے سرکاری خرچ سے ایک جھٹکا گھر بھی تعمیر کرا دیا ہے۔ مسلمان طلباء نے جب اس کے ایک طرفہ ناجائز اور عاقبت نااندیشانہ فعل کے خلاف پروٹسٹ کیا تو ہندو اور سکھ سٹاف کے اکسانے پر پرنسپل نے مسلمان طلباء کو اسکول سے نکال دینے کی دھمکی دے کر انکو جبراً خاموش کر دیا۔ اور مسلمانوں کو اُن کے ایک جائز مطالبہ اور مذہبی حق سے محروم کر دیا۔ دو سال ہوئے سکول میں ایک مسلمان اورسیر چوہدری سلطان علی نے عید کے موقعہ پر ایک بکرا قربانی کے لئے ذبح کیا اتفاق سے وہاں پیپل کا کوئی درخت قریب تھا۔ ہندو اور سکھ طلباء نے سٹرائیک کرنے کا خوف دلا کر پرنسپل کو مرعوب کر لیا۔ چوہدری سلطان علی نے پرنسپل اور ہندو اور سکھ طلباء سے معافی مانگی پرنسپل نے بھی کہا کہ اس کا کچھ قصور نہیں اسے معاف کر دینا چاہیئے۔ مگر ہندو اور سکھ اپنی ضد پر اڑے رہے۔ اور آخر ناکردہ گناہ سلطان علی جبراً سکول سے نکال دیا گیا۔ اور اس کی زندگی برباد ہو گئی۔ لیکن اس کے مقابل ایک سکھ طالب علم امر سنگھ اگست ۱۹۴۲ء میں علانیہ مرغی کا جھٹکا کرتا ہے مسلمانوں کے روکنے پر کہتا ہے کہ سکندر بلدیو معاہدہ کی رُو سے یہ جائز ہے۔ لیکن اسکو صرف اس قدر سزا ملتی ہے کہ سکول سے گھر بھیجدیا جاتا ہے اور اسکو سالانہ امتحان میں بیٹھنے اور سرکاری ملازمت میں لینے کی بھی اجازت دی جاتی ہے

ببین تفاوت راہ از کجاست تا بکجا

ہم وزیر اعظم پنجاب اور میجر سردار شوکت حیات خاں صاحب سے جن کے متعلق رسول انجنیئرنگ سکول کا نظم و نسق ہے فوری مداخلت کی التجا کرتے ہیں اور ساتھ ہی گذارش کرتے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہیں کہ جھٹکا گھر کو مسمار کیا جاوے اور پرنسپل کو جو اس جلیل عہدہ کے قابل ثابت نہیں ہوا کسی دوسری جگہ بھیجدیا جاوے ورنہ یہ معمولی سا زخم بہت بڑا ناسور بنکر سکول کے احاطہ سے باہر بھی اپنی زہر کو پھیلا دے گا اور اسکا علاج ناممکن ہو جائیگا۔ اگر پرنسپل اپنی ہٹ اور طاقت اور ضد پر قائم رہے اور جھٹکا گھر مسمار نہ ہوا تو مسلمانوں کو بھی گائے کا گوشت کرنے کے لئے ایک مکان بنا دیا جاوے اور جھٹکا کی طرح گائے کا گوشت استعمال کرنے کی کھلی اجازت سکول میں دیدی جاوے۔

(نامہ نگار)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ۔ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

پیغامِ صلح

ایڈیٹر
ایس ۔ محمد آصف ۔ بی اے

جائنٹ ایڈیٹر
شیخ محمد انعام الحق

حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب ہوگا

جلد ۳۱ | لاہور ۔ یوم ۔ چہارشنبہ ۔ مورخہ ۲ ذی الحجہ ۱۳۶۲ھ ۔ م یکم دسمبر ۱۹۴۳ء | نمبر ۴۷

حضرت موسےٰؑ اور حضرت نوحؑ کی دعائیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعا

احمدی نوجوان حضرت صاحب کی کتب کا مطالعہ کریں

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ مورخہ ۲۶ نومبر ۱۹۴۳ء

وقال موسےٰ ربنا انک اٰتیت فرعون وملاہ زینۃ واموالاً فی الحیوۃ الدنیا ربنا لیضلوا عن سبیلک ج ربنا اطمس علیٰ اموالھم واشدد علیٰ قلوبھم فلا یؤمنوا حتی یروا العذاب الالیم۔ (سورۃ یونس)

حضرت موسےٰؑ کی دعا فرعون کی زیادتیوں اس کے اثر اس کے مال و دولت جاہ و حشم اس کے صداقت کے قبول کرنے سے انکار پر اصرار ان چیزوں کو دیکھ کر حضرت موسےٰ بارگاہ الٰہی میں دعا کرتے ہیں۔ اے ہمارے رب تونے فرعون اور اس کے سرداروں کو بڑے آرائش کے سامان عطا کئے بڑا مال دیا مگر اسکا نتیجہ کیا ہوا لیضلوا عن سبیلک۔ انھوں نے دوسروں کو بھی تیرے راستہ سے گمراہ کرنا چاہا، پھر دعا کرتے ہیں ربنا اطمس علےٰ اموالھم واشدد علیٰ قلوبھم۔ اسے خدا ان کے مالوں کو برباد کردے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے۔ اور وہ ایمان نہ لائیں ———

انسان کا مال جب ضائع ہو جائے تو اس کا دل کچھ گداز ہو جاتا ہے اور وہ خدا کی طرف جھکتا ہے لیکن حضرت موسےٰؑ دعا کرتے ہیں کہ ان کے مالوں کو برباد کر مگر وہ بربادی ایسی ہو کہ ان کے دل سخت ہو جائیں اور وہ ایمان نہ لائیں یہانتک کہ وہ عذاب الیم کو دیکھیں۔

الوالعزم نبی اور بد دعا بظاہر یہ ایک سخت بد دعا ہے، تباہی، ہلاکت اور انتہا درجے کی بربادی کے آنے کی دعا ہے۔ ایک الوالعزم نبی خدا تعالےٰ کی رحمت کا مظہر وہ رحمان اور رحیم خدا جس کی رحمت کہتے ہیں کہ سو حصوں میں سے صرف ایک حصہ دنیا میں نظر آتی ہے۔ اتنا بڑا رحمت والا خدا ۔ اتنا بڑا اس کی رحمت کا مظہر اور وہ لوگوں کی بربادی کیلئے دعا کرے۔

حضرت نوحؑ کی بد دعا اس قسم کی ایک اور دعا بھی قرآن کریم میں آتی ہے وہ حضرت نوح کی دعا ہے۔ وقال نوح رب لا تذر علی الارض من الکفرین دیاراً۔ انک ان تذرھم یضلوا عبادک ولا یلدوا الا فاجراً کفاراً۔ بڑی مدت تک حضرت نوح علیہ السلام لوگوں کو خدا تعالیٰ کی طرف بلاتے رہے لیکن لوگوں نے ان کی پکار نہ سنی بالآخر دعا کرتے ہیں۔ اے خدا ان کافروں میں سے ایک گھر بھی اس زمین پر نہ چھوڑیو۔ یہ اس حد تک پہنچ گئے ہیں کہ وہ تیرے بندوں کو بھی اب گمراہ کر رہے ہیں اور اگر یہ باقی رہے تو باقی سب کو بھی گمراہی کی طرف ہی لے جائیں گے اور ان کی اولاد بھی بدکار اور ناشکری ہی ہوگی۔

یہ تنگ دلی نہیں یہ دونوں دعائیں بڑی سخت نظر آتی ہیں۔ کیا فی الواقعہ ان کے اندر کوئی تنگدلی ہے بات یہ ہے کہ جب ایک قوم دنیوی رنگ میں ترقی کرتی کرتی انتہا کو پہنچ جاتی ہے تو دنیا کی کشش کی وجہ سے ان کی آنکھیں بند ہو جاتی ہیں اور انہیں نظر نہیں آتا کہ اس انتہا اور بلندی کے پیچھے ایک گڑھا ہے۔ دنیا کی تاریخ کو دیکھ لو۔ دنیا کی قومیں بڑی بڑی ترقی کو پہنچیں اور پھر ایسی برباد ہوئیں کہ ان کا نام بھی باقی نہ رہا تو وہ ہلاکت جس کے لئے دعا کی جاتی ہے وہ تو ایک واقعہ کے طور پر سامنے موجود ہوتی ہے۔ انبیاء اس کو دیکھتے اور حق کی طرف بلاتے ہیں مگر وہ دنیا کے نشہ میں مست ہوتے ہیں پروا نہیں کرتے۔

انبیاء کے دل سے ابل کر دعا نکلتی ہے انبیاء کے پیغام کے سامنے جو کوئی روک ہو خواہ کسی کا جتھا روک ہو یا مال و دولت روک ہو یا حکومت روک ہو وہ حق اور صداقت کے سامنے ہر اس روک کو ہیچ سمجھتے ہیں اور فی الواقع یہ چیزیں ہیچ بھی ہیں۔ وہ خدا مالک الملک جس کا اقتدار اور حکومت کتنی بڑی بڑی زمینوں پر ہے بلکہ کل کائنات پر ہے اس کے سامنے یہ زمین یہ انسان یہ ان کے مال ان کی زینت کی اشیاء کیا حقیقت رکھتی ہیں انبیاء کی نظر اس بات پر ہوتی ہے کہ حق دنیا میں پھیلے۔ صداقت کے راستہ میں جو کوئی بڑی روک ہو تو اس کے لئے ان کے دل سے ابل کر دعا نکلتی ہے کہ اے خدا جو کوئی بھی اس کے راستہ میں روک ہوتا ہے اسے برباد کر دے۔

یہ چیزیں کوئی حقیقت نہیں رکھتیں خدا کی صفات کے مظاہر کے نزدیک یہ چیزیں کوئی حقیقت نہیں رکھتیں۔ حضرت موسےٰ بھی دعا کرتے ہیں ربنا اطمس علیٰ اموالھم واشدد علیٰ قلوبھم فلا یؤمنوا حتی یروا العذاب الالیم۔ اسے خدا ان کے مالوں کو برباد کر دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے اور وہ ایمان نہ لائیں یہاں تک کہ وہ عذاب الیم کو دیکھیں حضرت نوح بھی دعا کرتے ہیں۔ رب لا تذر علی الارض من الکفرین دیاراً اے خدا ان کافروں میں سے ایک کافر کا گھر بھی اس زمین پر نہ چھوڑیو۔

موجودہ فسق و فجور یہ فسق و فجور پہلے بھی دنیا پر ہوتے رہے اور ظاہر طور پر نظر آرہا ہے کہ آج بھی فسق و فجور کا زبردست مظاہرہ دنیا میں ہو رہا ہے اور وہ اس قسم کا مظاہرہ ہے کہ اچھے لوگوں کو بھی لپیٹ میں لئے جاتا ہے حدیث میں سود کے متعلق آتا ہے کہ ایک زمانہ آئے گا کہ جو شخص سود نہیں لیتا اس کو بھی اس کا غبار ضرور پہنچ جائے گا۔ آج یہ حالت ہے کہ دنیا کی کشش اس قدر غالب ہوگئی ہے کہ وہ لوگ جو صلحا ہیں ان پر بھی اس کا اثر ہوتا چلا جاتا ہے۔ مکر و فریب اور دجالیت سب لوگوں پر اثر کرتے چلے جاتے ہیں۔

آج بھی ایک شخص کے دل میں درد اٹھا۔

اس فسق و فجور کے مظاہرے کو دیکھ کر آج بھی ایک شخص کے دل میں درد اٹھا اور اسی طرح پر اٹھا جس طرح انبیاء کے دلوں میں درد اٹھا کرتا تھا۔ ہماری جماعت میں بھی بہت سے لوگ ہوں گے کہ جن کے مطالعہ میں حضرت مسیح موعودؑ کی کتابیں نہیں بالخصوص نوجوانوں کو حضرت صاحب کی کتابوں کے مطالعہ کا موقعہ کم ملتا ہے۔

نوجوان حضرت صاحب کی کتابیں پڑھیں

جماعت کا ایک حصہ ان لوگوں پر مشتمل ہے جو حضرت مسیح موعودؑ کی صحبت میں بیٹھے وہ تو حضرت صاحب کی تڑپ اور درد سے واقف ہیں لیکن وہ نوجوان جو احمدیوں کی اولاد ہیں یا باہر سے جماعت میں داخل ہوئے ہیں ان کو میں بالخصوص کہوں گا کہ انھوں نے دیکھنا ہو کہ آپ کے دل میں کیا درد تھا تو آپ کی ابتدائی تصانیف کو پڑھیں۔

عیسائیوں کے دلآزار طریقے ابتدا میں ہی جبکہ جوانی کے دن تھے ابھی کسی مقام پر آپ کو کھڑا نہ کیا گیا تھا اس وقت بھی عیسائیت کے خلاف ان دلآزار طریقوں کے خلاف جو عیسائی لوگ اسلام کے خلاف استعمال کرتے تھے آپ کے دل میں ایک جوش تھا یہاں تک کہ بٹالہ میں جہاں عیسائیوں کا ایک بھاری مشن تھا وہاں کے مسلمانوں کو جب عیسائیوں سے تکلیف پہنچی تو وہ قادیان میں حضرت مرزا صاحب کی طرف

رجوع کرتے مگر آپ کو صرف ان کے غلط عقائد کی وجہ سے ہی تکلیف نہ پہنچتی تھی بلکہ اس سے بھی آپ کو بڑا دکھ پہنچتا تھا کہ عیسائیت کی وجہ سے کس قدر فسق و فجور دنیا میں پھیل رہا ہے۔

کتاب نور الحق کے اشعار

ایک کتاب نور الحق حصہ اول آپ کی تصنیف ہے۔ اس کے اندر کچھ اشعار بھی ہیں مولوی مصطفٰے خانصاحب نے ایک سلسلہ شروع کیا تھا نوجوانوں کے سامنے حضرت صاحب کے اشعار پڑھکر ان پر روشنی ڈالتے تھے میں ان سے سفارش کروں گا کہ کتاب نور الحق کے اشعار کو بھی ضرور نوجوانوں کے سامنے لائیں۔

حضرت صاحب کے دل سے پھوٹ کر دعا نکلی۔

ان اشعار کو پڑھکر معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو عیسائیت کی مخالفت حق۔ عیسائیت کے فسق و فجور اور عیسائیوں کے سب و شتم کی وجہ سے کس قدر دکھ پہنچتا تھا۔ اسی درد دل کی وجہ سے آپ کے دل سے بھی اسی طرح پھوٹ کر دعائیں نکلیں جس طرح حضرت موسٰی اور حضرت نوح کے دل سے دعا نکلی آپ کو جو دکھ پہنچا اور آپ کے دل سے جو دعا نکلی اس کا کچھ اندازہ اس کتاب کے پڑھنے سے ہو سکتا ہے۔

عیسائیوں کی حالت

اس کتاب میں کئی ایک اشعار ہیں ایک حصہ ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے۔

انظر الی المتنصرین وذانهم
انظر الی ما بدء من ادرانهم

فرماتے ہیں غور کرو عیسائیوں کی حالت پر اور اُن کے عیوب پر جو ان کے اندر ہیں اور ان کی ان گندگیوں کو بھی دیکھ لو جو ظاہر ہو گئی ہیں یعنی دو قسم کی ناپاکی ان میں ہے ایک جو ان کے اندر ہے اور ایک جو کھل کر دنیا میں پھیل گئی ہے۔

من کل حدب ینسلون تشذرا
و یخبثون الارض من اوثانهم

وہ حملہ کرتے ہوئے ہر ایک بلندی سے پھوٹ نکلے اور انھوں نے زمین کو اپنے بتوں سے ناپاک کر دیا۔

عیسائیت کے ساتھ تین قسم کی ناپاکیاں آئیں

آپ ایک عجیب بات دیکھیں گے مذہب تو جہاں جاتا ہے کچھ نیکی کو ساتھ لیکر جاتا ہے خواہ اس نیکی کا اثر دوسرے قبول کریں یا نہ کریں لیکن تاریخ بتاتی ہے کہ جہاں جہاں عیسائی مشنری گئے وہاں ان کے ساتھ تین قسم کی ناپاکیاں گئی ہیں کہ آج دنیا کا کوئی حصہ ان سے خالی نہیں رہ گیا۔ زناکاری شراب خوری۔ جوئے بازی جہاں بھی عیسائیت گئی ہے یہ تین چیزیں اس کے ساتھ گئیں۔ یہی چیز ہے جس کا دکھ حضرت صاحب کے دل میں نظر آتا ہے۔

ایک اور بات کا دکھ

ہاں ایک اور بات بھی ہے جس کا دکھ آپ کے قلب میں تھا ہے

سبونبیک بالعناد وکذبوا
خیر الوریٰ فانظر الی عدوانهم

تیرے نبی کو انھوں نے عناد سے گالیاں دیں اور جھٹلایا محض دشمنی کی وجہ سے اس خیر الوریٰ کو مفتری کہا ان کی زیادتی اور ظلم کو دیکھ یہ کس قدر ظلم ہے جو انسان سب سے بڑھ کر خدا سے تعلق رکھنے والا ہے اسے خدا جانے کیا کیا کہا ہے۔

حضرت نبی کریم کو گالیاں

یہ بات بھی عیسائیت کی تاریخ سے خاص ہے کہ ہمارے نبی کریم صلعم اور آپ کے صحابہ کرام کو جو ایک راستباز وں کا گروہ تھا اس قدر گالیاں دیں ہیں اور ان کے حق میں اس قدر فحش کلامی کی ہے کہ اس کی نظیر دوسری جگہ نہیں ملتی تو ان مقدسین کو سب و شتم کرنے پر آپ کا دل درد سے اور آنکھیں آنسوؤں سے بھر جاتی تھیں۔

ایک پادری کی کتاب

بالکل صحیح ہے جو حضرت صاحب نے اسی کتاب میں دوسری جگہ فرمایا ہے ؎

فکنت اطالع کتاب سابٍ
وتمطر مقلتی مثل الرشان

میں نے ایک شخص کی پادریوں میں سے کتاب دیکھی جس نے گالیاں دی ہیں سو میں اس کتاب کو دیکھتا تھا اور میری آنکھوں سے مینہ کی طرح آنسو جاری تھے۔

حضرت صاحب کو بڑا دکھ پہنچا

اور ایک ہے کہ وہ دکھ جو مجھ کو ان چیزوں کو پڑھکر ہوتا ہے اسکا اندازہ نہیں ہو سکتا ؎

فعل وجدت ثکالی مثل وجدی
اذ ام هل لها شان کشانی

پس کیا وہ عورتیں جو کے بچے مر جائیں ایسا غم کرتی ہیں جو میں کرتا ہوں کیا دکھ کے وقت ان کا ایسا حال ہوتا ہے جو میرا حال ہے۔

حضرت صاحب کی بد دعا

بڑا دکھ پہنچا آپ کو عیسائیوں کے ان حملوں سے آپ نے بارگاہ الٰہی میں ہاتھ اُٹھایا اور دعا کی ؎

یا رب خذهم مثل اخذک مفسد
تن افسد الافاق طول زمانهم

اے میرے رب تو ان کو پکڑ جس طرح تو مفسدوں کو پکڑتا ہے ان کو جو لمبی مہلت دی گئی ہے تو اس نے دنیا کو بگاڑ دیا ہے تیری سنت ہے کہ جب انسان حد سے بڑھ جاتا ہے تو پھر تیری گرفت بھی اس پر آتی ہے۔ پھر فرماتے ہیں ؎

یا رب احمد یا اله محمد
اعصم عبادک من سموم دخانهم

اے احمد کے رب اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ اپنے بندوں کو ان کے دھوئیں کے زہروں سے بچا لے۔

یا عوننا انصر من سواک ملاذنا
ضاقت علینا الارض من اعوانهم

اے ہمارے مددگار تیرے سوا ہمارا کون جائے پناہ ہے ہم پر ان لوگوں کے مددگاروں سے .... زمین تنگ ہو گئی۔

یا رب سحقهم کسحقک طاغیا
وانزل بساحتهم بهدم مکانهم

اے رب تو ان کو ایسا پیس ڈال کہ جیسا تو طاغیوں کو پیسا کرتا ہے تو خود ان کے صحن خانہ میں اتر آ ان کے گھروں کو برباد کرنے کے لئے۔

یا رب مزقهم وفرق شملهم
یا رب قودهم الی ذوبانهم

اے میرے رب ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے اور ان کی جمعیت کو پاش پاش کر دے اے میرے رب ان کو کھینچ کر لے جا جہاں پہنچکر یہ پگھل جائیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ دجال پگھل جائے گا جس طرح نمک پانی میں گل جاتا ہے وہ جو ان کے پگھل جانے کی حالت ہے اسی کی طرف اس دعا میں اشارہ ہے۔

یا رب ارنی یوم کسر صلیبهم
یا رب سلطنی علی جدرانهم

اے میرے رب کسر صلیب کا دن مجھے دکھا دے اے رب ان کی دیواروں پر مجھے مسلط کر دے یعنی صلیب ٹوٹ جائے اور اسلام ان کے در و دیوار پر مسلط ہو جائے

دنیا کی محبت کا بھوت

دوسری جگہ بھی فرمایا ہے ؎

بجمعة الدنیا قد حل غول
فنخرجه بآیات المثانی

ان دشمنوں کی کھوپڑی میں ایک بھوت داخل ہو گیا ہے (یہ دنیا کی محبت کا بھوت ہے) سو اس کو ہم سورۃ فاتحہ سے نکالیں گے۔ یعنی ان کی دنیا کی محبت کم نہیں ہو سکتی جب تک کہ یہ خدا کے آگے سر نہ جھکائیں اور مسلمان ہو کر سورۃ فاتحہ کو اپنا ورد نہ بنائیں۔ یہی دنیا کا بھوت ہے جس کا نتیجہ یہ موجودہ فساد ہے یہ نہیں نکل سکتا جب تک سورۃ فاتحہ کا ورد نہیں نہ کرایا جائے۔

حضرت صاحب کا محکم ایمان

اس بات پر کہ یہ سب طرف سے مار کھا کر اسلام کے آگے سر جھکائیں گے آپ کا ایمان محکم تھا فرماتے ہیں

ما قلت بل قال المهیمن هکذا
ما جئتهم بل جاء وقت هوانهم

یہ میں نے نہیں کہا۔ بلکہ خدا تعالےٰ نے اسی طرح کہا میں ان کے پاس نہیں آیا بلکہ ان کی ذلت کا وقت آ گیا ہے۔

للّٰه سهم لا یطیش اذا رمیٰ
للحق سلطان علی سلطانهم

اللہ کا تیر ایسا ہے کہ جب وہ چلاتا ہے تو کبھی خطا نہیں جاتا بیشک ان کا دنیا میں بڑا غلبہ اور تسلط ہے مگر حق کا غلبہ ان کے غلبہ پر غالب آنے والا ہے۔

آپکو کوئی ایسا شخص نظر نہیں آئیگا

بڑا یقین آپ کو اس بات پر تھا کہ یہ کام ہو کر رہے گا یہ عیسائیت کا غلبہ ٹوٹ جائے گا بڑا محکم ایمان ہے آپ اس بات پر غور کر کے دیکھ لیجئے کہ ایک شخص نہیں جس کی روح عیسائیت کے خلاف اس قوت کے ساتھ اٹھی ہو گذشتہ سو سال کی تاریخ کو اٹھا کر دیکھ لیں آپ کو کوئی ایسا شخص نظر نہیں آئے گا جس کے اندر یہ جوش اور یہ قوت ہو یہی جوش تھا جو آپ کے پاس بیٹھنے والوں کے دلوں میں بھی سرایت کر گیا۔ اور آپ اس دنیا سے رخصت نہیں ہوئے جب تک وہ جماعت قائم نہیں کر لی جن کے سینوں میں یہی جوش اسلام کو ان گمراہ قوموں تک پہنچانے کا ہو۔

نوجوان ضرور ان کتب کا مطالعہ کریں

جیسا کہ میں نے کہا کہ ذرا حضرت صاحب کی ابتدائی زمانہ کی کتابیں پڑھ کر دیکھئے تو آپ کو معلوم ہو گا کہ یہ شخص دنیا میں کس روح کو لیکر آیا تھا۔ ہمارے بچے سکولوں اور کالجوں میں تعلیم پاتے ہیں ان کے لئے کوئی وقت نہیں بچتا کہ وہ ان چیزوں کو بھی دیکھیں جو ہماری زندگی کا اصل مقصد ہیں اسلئے ہمارے بچے ان باتوں سے غافل رہتے ہیں مگر میں اپنی جماعت کے نوجوانوں سے کہوں گا کہ وہ حضرت صاحب کی کتابوں کو ضرور مطالعہ کریں اور اس روح اور تڑپ کو اپنے اندر پیدا کریں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قلب میں تھی تاکہ ان کے دلوں سے بھی اسی طرح دنیا کی ہدایت کے لئے دعائیں پھوٹ پھوٹ کر نکلیں جس طرح حضرت مرزا صاحب کے دل سے نکلیں۔

ارشاد امیر

(۱) بچوں کو سات سال کی عمر سے نماز کی عادت ڈالو۔

(۲) بچوں کو سات سال کی عمر سے تبلیغ اسلام کے لئے خرچ کرنے کی عادت ڈالو۔

پیغام صلح
جلد ۳۱ | یوم چہارشنبہ ۲ ذی الحجہ ۱۹۴۳ء | نمبر ۴۷

تاریخ اور نوجوان

احمدی نوجوانوں کی خدمت میں درخواست

نوجوان تاریخ انسانی میں ایک زبردست قوت ہے نوجوان جب تسخیر کا عزم کرتا ہے تو کائنات کی کوئی قوت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی نوجوان تو پیدا ہی اسلئے کیا گیا ہے کہ وہ پہاڑوں کو کاٹے۔ دریاؤں کو چیرے عناصر سے کھیلے اور ہمیشہ ایک نئی دنیا آباد کرنے کے لئے بے تاب اور بے چین رہے۔

تاریخ کے اوراق پر نوجوانوں کے نام جلی حروف سے لکھے ہوئے ہیں یونان قدیم میں جب سقراط نے دیوتاؤں اور روایات کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تو وہ جوان ہی تھے جنہوں نے اس کی آواز پر لبیک کہا اور اس فلسفی پیغمبر کی رہنمائی میں علم کی دیوانہ وار جستجو کرنے لگے بعض توان میں سے ایسے بلند ہمت نکلے کہ وہ دنیا کے علوم پر چھائے ہوئے ہیں اور ان کی علمی جستجو پر آج بھی دنیا محو حیرت ہے۔

جب برہمن کے استبداد نے انسانی افعال کے نتائج کو ایسے رنگ میں پیش کیا کہ مخلوق خدا کا مستقبل مایوسیوں سے بھر گیا کروڑوں انسان ذات پات کی بھیب چکی میں پسنے لگے اور منو کی قانونی زنجیریں ان کے گلوں میں طوق غلامی کی طرح لٹکنے لگیں تو ایسی خطرناک مایوسیوں میں رحمت اور امید کا لانے والا ایک نوجوان شہزادہ تھا۔ دنیا آج اس نوجوان کو گوتم بدھ کے نام سے یاد کرتی ہے۔

گوتم بدھ کے صدیوں بعد روما میں بھی بہت مختلف اسباب سے یہی حالت پیدا ہوئی انسان آقاؤں اور غلاموں میں بٹ گئے انسانوں کے دل پتھر ہو گئے انسانیت ترقی کی راہ پر چلتے چلتے حیوانیت اور بربریت کے گڑھے میں گر گئی اس گڑھے سے انسانیت کو نکالنے والا اور رومی اور مغربی اقوام کو اپنے خون سے سینچ کر تاریخ انسانی میں ایک شاندار دور کا اضافہ کرنے والا نوجوان مسیح ناصری تھا دنیا باوجود انتہائی مادہ پرستی کے بھی اسے فراموش نہیں کر سکی۔

سکندر۔ طارق۔ محمد بن قاسم بھی نوجوان ہی تھے ان نوجوانوں نے مختصر سی عمر میں ممالک کو فتح کیا آنحضرت صلعم کے زمانہ میں اسلام کے سب سے بڑے دشمن ابوجہل کو قتل کرنے والے بھی دو نوجوان ہی تھے۔ آج جبکہ دنیا کی تاریخ میں مادیت، وطنیت اور قومیت کا دور ہے اور قوموں کے ساتھ صرف دنیوی کا نصب العین ہے گو انسان کے لئے اشرف المخلوقات اور خدا کے خلیفہ ہونے کی وجہ سے یہ کوئی اعلےٰ درجہ کا نصب العین نہیں تاہم اس ربع صدی میں جتنے مادی انقلاب آئے ہیں ان میں نمایاں حصہ نوجوانوں کا ہے ہر جگہ نوجوانوں کی قوتیں مصروف عمل نظر آتی ہیں۔

نوجوان قوموں کی زندگی اور روح رواں ہوتے ہیں ہمیشہ سے نوجوانوں کا خون اور گوشت قوموں کی تعمیر میں اینٹ اور گارے کی جگہ استعمال ہوتا رہا ہے جن قوموں کے نوجوان بلند ہمت ہوتے ہیں انہیں قدرت اعلیٰ کاموں کے سرانجام دینے کے لئے انتخاب کر لیتی ہے اور وہ قومیں دنیا میں بڑے بڑے تمدنوں کی بنیادیں رکھتی ہیں۔

ان مذکورہ بالا تاریخی حقائق کی روشنی میں جماعت احمدیہ کے مرکزی اور بیرونی نوجوانوں کو غور کرنا چاہیئے کہ وہ کس منزل پر ہیں خوشی کی بات ہے کہ مرکزی اور بیرونی جماعتوں کے احمدی نوجوانوں میں عرصہ کے سکون کے بعد ایک حرکت پیدا ہو گئی ہے اور مرکزی نوجوانوں میں ایسی علامات نظر آ رہی ہیں کہ اگر وہ انہیں محبت اخوت اور غیر معمولی اتحاد کے ساتھ نشو و نما دیں تو وہ بہت بڑا کام کر سکتے ہیں۔ اگر ہمارے نوجوان دوست واقعی دنیا میں کچھ کام کرنا چاہتے ہیں تو انہیں انہی عالمگیر اصولوں پر کاربند ہونا پڑے گا جن پر کاربند ہو کر نوجوان دنیا میں ترقی کرتے رہے ہیں ترقی کرنے والے نوجوانوں کے عزائم بلند تھے نصب العین بلند تھے اور ان کے عزائم کی نسبت سے ان کے دل وسیع اور قوی تھے اور ان میں غیر معمولی قوت عمل تھی ان کی نظر اپنے سارے ماحول پر پھیلی ہوئی تھی اور انہیں اپنے ماحول سے ایک زندہ تعلق تھا اسی لئے وہ اپنے ماحول کی روح رواں بن کر دنیا پر چھا گئے۔

ہمارا نصب العین وہی ہے جس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا ہے یعنی موجودہ مادی دنیا میں ایک روحانی انقلاب اور ایک جدید اسلامی دور کا آغاز! بہت بڑا نصب العین ہے اس نصب العین کو بروئے کار لانے کے لئے ہمارے بزرگوں نے زندگیاں وقف کیں اور قلیل عرصہ میں جو شاندار کام انھوں نے کر کے دکھایا وہ میری تشریح کا محتاج نہیں لیکن ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے اور اسے نوجوان پایۂ تکمیل تک پہنچا سکتے ہیں لیکن اس کے لئے ضرورت ہے کہ نوجوان اس نصب العین کی روح کو اچھی طرح سمجھیں اسے اپنائیں اور جزو طبیعت بنائیں اور اپنے گرد و پیش کی تحریکات کا مطالعہ کریں اور زمانہ کی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ اس پیغام کو پیش کریں اور اپنے خیالات اور عقائد سے دنیا کو متاثر کرنے کے لئے اجتماعی قوت پیدا کریں اور ایسے اخلاص ایثار، محبت، اخوت اور اتحاد کا ثبوت دیں جو احمدی نوجوانوں کے شایانِ شان ہے اور اپنے اندر ہرگز ہرگز ایسے اختلافات پیدا نہ ہونے دیں جن سے جمعیت اور نصب العین کو نقصان پہنچے نصب العین ہر اختلاف پر مقدم ہے۔ اسلئے نصب العین کے لئے اختلافات کو بالکل چھوڑ دینا چاہیئے۔

ہم سب احمدی نوجوانوں کی خدمت میں درخواست کرتے ہیں کہ آؤ دوستو ہم سب مل کر قلب و دماغ کے مکمل اتحاد کے ساتھ احمدیت کے شاندار پروگرام کو پورا کرنے کا عہد کریں خدا تعالیٰ یقیناً ہمارا حامی و ناصر ہوگا جیسا کہ وہ پہلے نیک کام کرنیوالوں کی مدد کرتا رہا ہے دنیا میں خلوص اور اتحاد کیسا تھ لوگوں نے بڑے بڑے کام کئے ہیں آؤ ہم بھی محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے بڑے بڑے کام کریں اور چھوٹی چھوٹی باتوں کو خیر باد کہیں۔

بدھ کے بھکشوؤں نے کاسۂ گدائی لیکر تمام مشرقی دنیا کو متزلزل کر دیا تھا مسیح ناصری کے حواریوں نے صرف اپنی مظلومیت اور رفق و ملائمت کی تعلیم سے مغرب کو زیر و زبر کر ڈالا تھا آنحضرت صلعم کے فاقہ مست صحابہؓ نے قیصر و کسریٰ کی حکومتوں کے تختے الٹ دیئے تھے ہم بھی پیغمبر عربی صلعم کے صاحب جبروت جرنیل کی فوج ہیں آؤ ہم بھی خدا تعالیٰ کی بادشاہت کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے بڑی بڑی فتوحات کریں لیکن یہ ہو نہیں سکتا جبتک ہم چھوٹی چھوٹی چیزوں کو نظر انداز نہ کریں خدا تعالےٰ ہم سب کو اپنی ذمہ داریوں کے سمجھنے اور انہیں بروئے کار لانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

جھنگ میں مسجد کی تعمیر

یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں انتہائی مسرت کے ساتھ سنی جائے گی کہ جناب خان بہادر میاں غلام رسول صاحب اس انتہائی گرانی کے زمانہ میں جھنگ میں ایک مسجد بنوا رہے ہیں۔ سب احباب سلسلہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ اسے تکمیل تک پہنچائے اور برکت کا موجب بھی بنائے اور خانبہادر میاں غلام رسول صاحب کو جزائے خیر دے۔ آمین

رضاکار درکار ہیں

سالانہ جلسہ کے موقعہ پر انتظامی امور کے لئے رضاکاروں کی ضرورت پڑتی ہے۔ بیرونی جماعتوں کے جو اصحاب بطور رضاکار جلسہ سالانہ کے موقعہ پر کام کرنا چاہیں وہ اپنے نام جناب جنرل سکرٹری صاحب انجمن کو بھجوا دیں اس سلسلہ میں بیرونی جماعتوں کو دفتر کی طرف سے لکھا گیا ہے اور اخبار میں بھی اعلان کیا جاتا ہے کہ جو اصحاب اس کار خیر میں شامل ہونا چاہیں وہ اپنے نام بھجوا دیں۔

پتے چاہئیں

گذشتہ اشاعت میں بھی لکھا گیا تھا اور اب پھر بیرونی جماعتوں کے دوستوں کو توجہ دلانے کے لئے اخبار میں لکھا جاتا ہے کہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کی بلند پایہ تصنیف "نیا نظام عالم" عنقریب شائع ہونیوالی ہے اشاعت کے بعد زیادہ اہم کام اس کی تقسیم کا ہے کہ یہ کتاب ایسے حلقوں میں پہنچ جائے جہاں یہ مفید نتائج پیدا کر سکے امید ہے سب احباب سلسلہ جائنٹ سکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کو ایسے انگریزی پڑھے لکھے لوگوں کے پتے ارسال فرمائیں گے جن کے ہاتھوں میں اس کتاب کا پہنچنا ضروری ہے پتے صرف ان لوگوں کے ارسال کئے جائیں جو اس کتاب سے مستفید ہونے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔

سانحۂ ارتحال

یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت افسوس سے سنی جائیگی کہ ہمارے ایک محترم دوست چوہدری نذیر احمد صاحب نائب تحصیلدار ڈیرہ غازی خاں دو تین ماہ کی علالت کے بعد ۲۶ نومبر کو بروز جمعہ لاہور میں فوت ہو گئے انا للہ و انا الیہ راجعون چوہدری صاحب دہلی کے قریب ایک گاؤں کالی صوبہ والی کے رہنے والے تھے اور ہماری جماعت کے ان مخلص اور پاکباز اصحاب میں سے تھے جن کے دل میں دین کی سچی محبت اور سلسلہ احمدیہ اور حضرت مسیح موعود کی دلی الفت تھی جماعت کی ہر تحریک میں وہ عملی حصہ لیتے تھے اور دین کے ہر کام میں شوق سے قدم بڑھاتے تھے دولت ملازمت میں دیانتداری کو آپ نے کسی طرح اور کسی حال میں ہاتھ سے نہیں دیا باوجودیکہ آپکی ملازمت بہت بڑی کمائی کا ذریعہ تھی یہی وجہ ہو کہ پٹواری کے عہدہ سے شروع کر کے آپ نائب تحصیلدار کے منصب پر جا پہنچے اور اگر عمر وفا کرتی تو معلوم کہاں تک ترقی کرتے۔ ان کی وفات نہ صرف ان کے عزیزوں اور رشتہ داروں ہی کے لئے باعث صدمہ ہے بلکہ یہ ایک قومی نقصان ہے اور تمام جماعت اس صدمہ میں برابر کی شریک ہے ہمیں انکے والد چوہدری عشرت علی صاحب اور دیگر لواحقین سے اس صدمہ میں گہری ہمدردی ہے ان کے پسماندگان میں انکی اہلیہ اور چار پانچ بچے بھی ہیں اللہ تعالیٰ ان سب کو صبر جمیل عطا فرمائے اور چوہدری صاحب مرحوم کو جنت نصیب کرے لاہور میں ان کا جنازہ گذشتہ جمعہ کو دو دفعہ پڑھا گیا، جنازہ اٹھاتے وقت بھی اور بعد از جمعہ بھی تمام احباب نے مل کر غائبانہ پڑھا بیرونجات کے احباب بھی جنازہ غائبانہ پڑھکر مرحوم کی روح کو ثواب پہنچائیں۔

شذرات

{ از محمد انعام الحق }

سلطان ابن سعود کا صحیح مسلک

اخبار "المسلم پبلک (یو۔ پی) کے فاضل مدیر الحاج مولانا عبدالعزیز جو متعدد مرتبہ حجاز مقدس کا سفر کر چکے ہیں اپنے ذاتی مشاہدات و معلومات کی بناء پر لکھتے ہیں کہ سلطان ابن سعود تکفیر المسلمین کو سخت ناپسند کرتے ہیں اور کسی کلمہ گو کو کافر نہیں کہتے۔ سلطان ممدوح کے بعض اعمال و عقائد سے کسی کو خواہ کس قدر ہی اختلاف کیوں نہ ہو لیکن ان کا یہ مسلک نہایت صحیح اور قابل تعریف ہے۔ کلمہ گوؤں کی تکفیر نہ صرف قرآن وحدیث کی رو سے سخت ناجائز اور قابل مذمت فعل ہے بلکہ مسلمانوں کی قومی و سیاسی ضروریات کے لئے بھی بعید مضر ہے یہی وجہ ہے کہ ہمیشہ قرآن و حدیث سے ناواقف افراد یا خود غرض، نفاق پسند اور تخریب کے شائق مولوی ہی جرم تکفیر کے مرتکب ہوتے ہیں تعلیمات اسلامی و ضروریات قومی سے واقف حضرات اور تعمیر و اتحاد پسند علماء و اکابر کا دامن ہمیشہ اس سے پاک رہا ہے۔ تکفیر المسلمین ایک نہایت مکروہ اور غیر ذمہ دارانہ فعل ہے جس کا ارتکاب کوئی معقول و ذمہ دار مسلمان نہیں کر سکتا ہے۔

کیا کم از کم ہندوستان کے فرقہ اہلحدیث کے مکفر مولوی اپنے اس قائد کے مسلک سے کوئی سبق لیں گے؟

چند سبق آموز خبریں

چند قابل غور اور سبق آموز خبریں ملاحظہ فرمائیے:۔

"لندن ۵ر نومبر۔ دارالعوام نے ایک ارب ۲۵ کروڑ پونڈ کا قرضہ منظور کیا ہے اس سے حکومت قریباً وسط فروری تک کام جاری رکھ سکے گی"

(رہبر دکن ۷ر نومبر ۱۹۴۳ء)

"لندن ۲۱ر نومبر۔ برطانوی جنگی بچت فنڈ کی مہم کو شروع ہوئے آج چار سال ہوئے ہیں اس مہم کے ذریعہ اب تک ۶ ارب ۵۰ کروڑ پونڈ فاضل رقوم جمع ہوئیں۔ اس میں ایک تہائی سے زیادہ حصہ چھوٹی بچتوں کا ہے"

(رہبر دکن ۲۲ر نومبر ۱۹۴۳ء)

"برلن ۱۹ر نومبر جرمن سمندر پار ریڈیو نے کہا کہ وزیر مال نے اعلان کیا ہے کہ جنگ کے پہلے چار سالوں میں جرمنی کے جملہ مصارف ۲۴۷ ارب مارک ہوئے"

(ایضاً)

موجودہ جنگ کے وزبردست فریق حصول مقصد کے لئے جو عظیم الشان قربانیاں کر رہے ہیں ان کا ایک سرسری اندازہ مندرجہ بالا خبروں سے با آسانی ہو سکتا ہے۔ ہم احمدی بھی ایک زبردست عالمگیر روحانی جنگ میں مصروف ہیں، ہمارے حریف مادہ پرست، عیسائی پادری آریہ سماجی وغیرہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جو عزائم رکھتے ہیں اور انہیں پورا کرنے کیلئے کروڑوں روپیہ سالانہ کے مصارف سے جو وسیع مسلسل کوششیں کر رہے ہیں ان کا بھی ہم کو بخوبی علم ہے ــــــ دیکھنے اور سوچنے والی بات یہ ہے کہ ان حریفوں کے مقابلے کے لئے ہم کیا کچھ کر رہے ہیں اور جو کچھ کر رہے ہیں کیا وہ ہمارے پیش نظر مقصد کے لیئے کافی ہے؟

ہندوستان میں غذا کی قلت

یہ انکشاف موجب حیرت ہے کہ ہندوستان جو کہ دنیا بھر میں ایک عظیم الشان زرعی ملک مشہور ہے اپنی آبادی کی ضروریات کے مطابق غلہ پیدا نہیں کر رہا ہے۔ بنگال، مالابار، تراونکور اور کوچین میں موجودہ قحط کا ایک بہت بڑا سبب برما وغیرہ سے چاول کی درآمد رک جانا بھی قرار دیا گیا ہے۔ چند سال قبل ماہرین نے اعداد و شمار کی بناء پر جو اندازہ لگایا تھا وہ یہ ہے کہ برطانوی ہندوستان کی آبادی کے لئے ساڑھے آٹھ کروڑ اور نو کروڑ ٹن سالانہ کے درمیان غلے کی ضرورت ہے اور جو غلہ ملک میں کھانے کے لئے میسر آتا ہے اس کی مقدار بمشکل پانچ کروڑ ٹن ہے۔ ڈاکٹر ڈبلیو آر ایکرائڈ نے جو امریکہ کی بین الاقوامی خوراک کانفرنس میں ہندوستان کے نمایندے کی حیثیت سے شریک ہوئے تھے اپنے ایک مضمون میں لکھا ہے کہ:۔

"موجودہ جنگ سے پیشتر بھی ہندوستانیوں کی خوراک مہذب ممالک کے لوگوں کی خوراک کے سامنے ناقص تھی ایسے حالات اگر ایک ملک کو قحط سے بچانا مقصود ہے تو درآمد سے قطع نظر ہندوستانی غلے کی پیداوار میں ۲۰ فیصدی دالوں میں ۱۰۰ فیصدی دودھ اور اس کے مرکبات میں ۳۰۰ فیصدی، اور ساگ پات کی قسم کی سبزیوں میں کم از کم ۱۰۰ فیصدی اضافہ غایت درجہ ضروری ہے۔ انگلستان میں اشیاء کی قیمتوں میں محض ۲۵ فیصدی اضافہ ہوا ہے۔ اس کے مقابلہ میں ہندوستان میں آٹھ سو فیصدی اضافہ تک نوبت جا پہنچی ہے"

(ماہنامہ "ہمایوں" اکتوبر ۱۹۴۳ء)

مندرجہ بالا اعداد و شمار، حکومت اور عوام، دونوں کے لئے قابل غور اور موجب عبرت ہیں*

مصیبت کا اصل علاج

غلہ کی پیداوار ضرور بڑھانی چاہیئے۔ ہندوستان ایک زرعی ملک ہے جس کے مختلف حصوں میں لاکھوں ایکڑ ایسی اراضی افتادہ پڑی ہوئی ہے جسے آج آسانی کے ساتھ قابل کاشت بنایا جا سکتا ہے زراعت کے ترقی یافتہ طریقوں سے بھی غلہ کی پیداوار میں معقول اضافہ ہو سکتا ہے "غلہ زیادہ اگاؤ" کی موجودہ ہنگامی مہم سے قبل (جو کہ یقیناً جنگ کے اثرات کا نتیجہ ہے) اس بارہ میں کوئی موثر اجتماعی کوشش نہیں کی گئی۔ اس فرو گذاشت کے لئے حکومت اور غالباً کسی حد تک ملک کی با اثر سیاسی جماعتیں بھی ذمہ دار ہیں۔

لیکن ہمارے خیال میں صرف پیداوار میں اضافہ سے بھوک اور قحط کا تسلی بخش علاج ناممکن ہے۔ کیونکہ موجودہ غیر منصفانہ معاشی نظام اور قوانین میں ایسی بنیادی خامیاں موجود ہیں جن کو دور کئے بغیر مصیبت کا خاتمہ نہیں ہو سکتا ہے کیا ہم نہیں دیکھ رہے ہیں کہ دولت کی کثرت سے عوام کی مفلسی دور نہیں ہوئی بلکہ سنگدل سرمایہ داروں اور بیرحم سود خواروں کا طبقہ پیدا ہو گیا جنہیں قانون و رواج کی حمایت حاصل ہے۔ اسی طرح صرف غلہ کی کثرت سے غربا کی بھوک دور نہیں ہو سکتی تاوقتیکہ اس کی منصفانہ تقسیم کا بھی اہتمام نہ کیا جائے اور یہ صرف اسلامی احکام و قوانین کے ذریعہ ہی ممکن ہے تجربہ اور حالات شاہد ہیں کہ موجودہ سرمایہ داری اور اشتراکیت دونوں ناکام ہو چکی ہیں۔ ایک افراط ہے تو دوسری تفریط۔ ان دونوں کے درمیان اعتدال کی راہ اسلام پیش کرتا ہے اگر آج سود خوری اور ناجائز منافع بازی و ذخیرہ داری کو بالکل ختم کر دیا جائے۔ کاشتکار کو اس کی محنت کا پورا صلہ ملے۔ زکوٰۃ و صدقات کی وصولی اور اوقاف کی نگرانی کا باقاعدہ انتظام ہو جائے۔ معذوروں، یتیموں اور بیواؤں کی پرورش کا ذمہ حکومت لے لے تو قحط اور بھوک کا انسداد با آسانی ہو سکتا ہے*

صدر اعظم دولت آصفیہ کا ارشاد گرامی

چند ہفتے ہوئے ہز ایکسیلنسی نواب سر احمد سعید خاں چھتاری صدر اعظم دولت آصفیہ نے ایوان تجارت حیدر آباد کے سالانہ عشائیہ (ڈنر) میں سلطنت کی غذائی صورت حال پر ایک امید افزا تقریر کے دوران میں فرمایا کہ:۔

"جو کچھ میں نے کہا وہ کسی بے جا خود اعتمادی یا غرور کے باعث نہیں بلکہ خدا کا شکر ہے کہ ہم اس قابل ہیں۔ جہاں تک حیدر آباد کا تعلق ہے ہماری غذائی صورت حال برطانوی ہند کے دوسرے صوبجات اور ریاستوں سے نسبتاً بہتر ہے۔ جس کے لئے ہم کو خداوند ذوالجلال کا شکر ادا کرنا چاہیئے کیونکہ میں نے اپنی ساری زندگی میں جو کچھ سیکھا ہے وہ یہی ہے کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے، یقیناً کچھ نہیں کر سکتے جب تک خدا کی اعانت و امداد ہمارے شامل حال نہ ہو۔ اسلئے میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہی ہماری مدد کرے"

سلطنت حیدر آباد کی امید افزا غذائی صورت حال بے شک باعث مسرت ہے مگر اس سے زیادہ خوشی ہمیں ہز ایکسیلنسی ممدوح کے مندرجہ بالا ارشادات کے آخری حصے سے ہوئی۔ فی الحقیقت انسان بہت کمزور ہے اور وہ قادر مطلق کی مہربانی و امداد کے بغیر کچھ بھی نہیں کر سکتا خدا کے سامنے عاجزی اور اس کی امداد پر بھروسہ فرزندان توحید کی امتیازی صفت رہی ہے۔ جس سے آج کل کے مسلمان بہت بڑی حد تک محروم ہو چکے ہیں اور یہی ان کے زوال و ادبار کی وجہ ہے۔ الحمدللہ اس گئے گذرے دور میں بھی ہم صدر اعظم دولت آصفیہ کی زبان سے وہ الفاظ سن رہے ہیں جو کہ وزرا و امرا تو رہے ایک طرف علماء و اکابر قوم کی زبان سے بھی بالعموم سننے میں نہیں آتے ــــ ہز ایکسیلنسی ممدوح نے اپنی زندگی سے جو سبق سیکھا ہے کاش اسے ہر مسلمان سیکھ لے اور اس سبق کو اپنی زندگی کا محور اور اعمال و افعال کا مرکز بنائے۔

مذاکرۂ علمیہ!

اسلام میں جمہوریت ہے یا ملوکیت؟

از جناب حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم مغفور

اسلام ہی ایک مذہب ہے جس نے حریت و مساواتِ نسل انسانی کا سبق دنیا کو پڑھایا۔ حد ہے کہ وہ انسان جو تمام کمالات انسانی کا جامع اور خلافتِ الٰہی کا بہترین وارث دنیا میں آیا یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بھی تو بشر مثلکم فرما دیا۔ اب اس سے بڑھکر کیا مساوات انسانی کا سبق دنیا پڑھنا چاہتی ہے؟ - اسلام ہی ہے جس نے قانون کی حکومت دنیا میں قائم کی۔ اس نے اپنا نام اسلام رکھا یعنی قانون کی فرمانبرداری کا اس نے دعویٰ کیا کہ میں مذہب فطرت ہوں اور فطرت میں قانون کی فرمانبرداری کا جوا بادشاہ سے لیکر گدا تک سب پر یکساں ہے اسی طرح وہ قوانین جو اسلام لایا جو انسانی معاشرت، تمدن اور سیاست . . . کے . . . بطور اصول تھے ان کا جوا بھی بادشاہ سے لیکر گدا تک سب پر رکھا۔ اسلام ہی ہے جس نے بتایا کہ جو شخص جتنی حکومت میں زیادہ دسترس رکھتا ہے اتنا ہی وہ زیادہ ذمہ داریوں کے نیچے ہے۔ یہاں تک کہ سید القوم خادمھم فرما کر بتلا دیا کہ قوم کی سرداری کا مطلب تو محض پبلک کی خدمت ہے۔ ان کے روپیہ سے عیش اڑانا مقصد نہیں۔ مسلمانوں کو جب اللہ تعالےٰ نے حکومت عطا فرمائی تو ساتھ ہی اس حکومت کے اصول بھی تعلیم فرمائے جن پر حکومت کی بناء قائم کرنی تھی۔ قرآن کریم میں فرمایا یاایھا الذین اٰمنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الاخر ذالک خیر و احسن تاویلا (النساء) اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کی اطاعت کرو پھر اگر تم کسی بات میں آپس میں جھگڑ پڑو تو بات کو اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو . . . . . اگر تم اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ بہتر اور انجام کے لحاظ سے نہایت اچھی بات ہے۔

کیا خوب بات فرمائی کہ اللہ کی اطاعت کرو یعنی قرآن کی اطاعت اور رسول کی اطاعت کرو یعنی جس طرح آنحضرت صلعم نے قرآن پر عمل کر کے دکھایا۔ یا خود زبان مبارک سے تشریح فرما دی۔ دوسرے لفظوں میں سنت اور احادیث صحیحہ کی اطاعت کرو۔ یہ تو ہو چکی شریعت یا وہ قانون فطرت جو اللہ تعالےٰ نے بذریعہ وحی رسول کریم صلعم کے ذریعہ دنیا کی ہدایت کے لئے بھیجا۔ اب اس قانون پر عمل کی نگہداشت کرنے والے اور اس قانون کی خلاف ورزی پر سزا دینے والے چاہئیں اس کے لئے فرمایا تم میں سے جو اولی الامر ہو اس کی اطاعت کرو یعنی تم میں سے جو شخص صاحب امر ہو۔ یعنی جسے قانون کی نگہداشت اور اس پر عمل کرانے کی ذمہ داری پر کھڑا کیا جائے۔ اس کی فرمانبرداری بھی ضروری ہے ورنہ قانون پر عمل نہیں ہو سکتا۔ مگر اس کے اختیارات کو بھی قانون کی فرمانبرداری میں جکڑ دیا۔ اس کے لئے فرمایا فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الاخر۔ پھر اگر تم کسی معاملہ میں آپس میں جھگڑ پڑو یعنی خواہ پبلک کا جھگڑا آپس میں ہو یا پبلک اور صاحب امر یعنی حاکم کا جھگڑا ہو تو معاملہ کو اللہ اور رسول یعنی قرآن اور سنت اور دوسرے لفظوں میں قانون کی طرف پھیر دو اور اس پر یہاں تک تشدد کیا کہ فرمایا۔ اگر تم اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہو۔ یعنی اگر مسلمان ہو تو سوائے اس کے چارہ نہیں کہ معاملہ کو قانون کی طرف پھیرا جائے۔ گویا اسلام اور شخصیت کو ایک دوسرے کے نقیض قرار دیا پھر ذالک خیر و احسن تاویلا فرما کر بتا دیا کہ یہ تشدد بے جا نہیں بلکہ بجا ہے کیونکہ نہ صرف یہ طرز حکومت بہتر ہے بلکہ انجام کے لحاظ سے بھی یہی عمدہ ہے۔ جس حکومت کی بنیاد قانون پر نہیں بلکہ شخصیت پر ہے اس کی عمر کم اور اس کی بقا چند روزہ ہے۔

مذکورہ بالا ارشاد قرآنی سے مندرجہ ذیل نتائج نکلتے ہیں:-

(۱) اسلام میں حکومت صرف قرآن سنت یعنی قانون کی ہے۔

(۲) کچھ لوگ صاحب امر ہونے چاہئیں جو قانون پر عمل کی نگہداشت کے لئے مقرر ہوں۔ انہی کو دوسرے لفظوں میں حکام کہتے ہیں۔

(۳) ایسے لوگ مسلمان پبلک میں سے منتخب ہوں جیسا کہ اولی الامر منکم سے ظاہر ہے۔ یہاں مسلمان پبلک کو خطاب کر کے کہا کہ صاحب امر لوگ "منکم" یعنی تم میں سے ہونے چاہئیں۔ کسی خاندان کا حصہ نہیں کہ نسلاً بعد نسل اس میں سے ہوتے جائیں۔ بلکہ پبلک میں سے ہونے چاہئیں۔

(۴) انتخاب کا طریق اسی آیت سے پہلے فرما دیا ان تؤدوا الامانات الی اھلھا کہ حکومت امانت ہے جو ایسے لوگوں کے سپرد کرنی چاہیئے جو اس کے اہل ہوں یعنی اس کے لئے قابلیت رکھتے ہوں، فلاں ابن فلاں کوئی چیز نہیں یا دھڑے بازی کے ووٹ نہ دیئے جائیں۔ بلکہ حکومت کو ایک امانت سمجھکر اس کے اہل کے سپرد کرنا چاہیئے۔ ورنہ خدا کے سامنے ہر ایک مسلمان امانت میں خیانت کرنے کا جوابدہ ہے۔

(۵) حکومت کو امانت فرما کر ان صاحب امر لوگوں کو جن کے ذمہ حکومت کی امانت سپرد کی جائے یہ بتلا دیا کہ انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ قوم نے ہمارے ذمہ امانت سپرد کی ہے۔ اس امانت کو یعنی پبلک کے حقوق کو ادا کرنا چاہیئے۔

(۶) ان صاحب امر لوگوں یعنی حکام کی حکومت کو دو چیزوں سے جکڑ دیا یعنی ایک تو فرمایا کہ امرھم شوریٰ بینھم ان کی حکومت شوریٰ سے ہو۔ یعنی شخصی رائے کوئی چیز نہیں ہے اہل الرائے لوگوں کے مشورہ سے حکومت کی کل چلائی جائے۔ یہ جمہوریت کی تعلیم ہے دوسرے فرمایا فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول جب کسی معاملہ میں جھگڑا ہو تو حکام اور پبلک دونوں قانون کی طرف رجوع کریں گے۔ یعنی حاکم کا حکم ناطق نہیں انتظام کرنا اس کا کام ہے مگر پبلک سے اس کا اگر اختلاف رائے ہو جائے یا پبلک کو اس سے کچھ شکایت ہو تو وہ قانون کے سامنے اسی طرح جوابدہ ہے جس طرح کہ پبلک کا ایک ادنےٰ سے ادنےٰ آدمی۔ یہ قانون کی حکومت ہے

(۷) ایگزکٹو یعنی انتظامی حکومت کو جوڈیشنل محکمہ یعنی قانون کی عدالت سے الگ کر دیا۔ جب فرمایا کہ فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول یعنی پبلک کو اپنے جھگڑوں میں قانون کی طرف رجوع کرنا ہے حکام صرف پبلک کے انتظام کے لئے ہیں۔ انتظامی امور میں ضروری ہے کہ حکام کی اطاعت کی جائے لیکن جھگڑوں کا فیصلہ قانون کرے گا جہاں حاکم اور پبلک یکساں ہیں۔ حاکم کی حکومت قانون اور عدالت پر نہیں بلکہ پبلک کے انتظامی امور میں ہے قانون کے سامنے سب کو گردن جھکانی پڑے گی۔

(۸) ایسے لوگ جو عدالت کی کرسی پر بٹھائے جائیں ان کا انتخاب بھی پبلک کے ہاتھ میں دیا۔ جب فرمایا ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اھلھا واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل کہ بیشک اللہ حکم کرتا ہے تم کو کہ امانتیں ان کے اہل کے سپرد کی جائیں۔ اور جب لوگوں میں فیصلہ کیا جائے تو عدل کے ساتھ کیا جائے یعنی پبلک کو خدا کا یہ حکم ہے کہ وہ اس اہم منصب کو جس میں پبلک کے حقوق کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور جو ایک پبلک کی امانت ہے۔ ان لوگوں کو دیں جو اس کے اہل یعنی قابل ہوں۔ اور ان لوگوں کو جنہیں یہ امانت سپرد ہوئی ہے فرمایا کہ جب تمہیں اس ذمہ داری کے مقام پر کھڑا کیا جائے تو تم لوگوں میں خواہ وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم (الناس) انصاف اور عدل کے ساتھ فیصلہ کرو۔ اتنے صاف صاف احکام قرآنی کے بعد کسی مزید تشریح کی ضرورت نہیں رہتی۔ میں نے ان قرآنی آیات کا ترجمہ کر دیا ہے اپنی طرف سے کچھ نہیں کہا۔ صاف صاف قرآن فرما رہا ہے کہ حکومت قانون کی ہے۔ قانون کی عدالت کے لئے جج مقرر کرنے قانون کے پبلک میں رائج کرنے اور اس پر عملدرآمد کی نگہداشت کے لئے حکام سب پبلک کے ہاتھ میں ہیں۔ پبلک کا فرض ہے کہ وہ اپنی ان امانتوں کو اپنے میں سے ایسے لوگوں کے سپرد کر دے جو اس کے اہل اور اسکو سنبھالنے کے قابل ہوں۔ ان کی تعیناتی اور معزولی سب پبلک کے ہاتھ میں ہے۔

جن کے ذمہ یہ حکومت سپرد ہوتی ہے وہ اپنے کاموں میں شوریٰ کے پابند ہیں اپنے طرز عمل کے قانون کے سامنے جوابدہ ہیں۔ ایگزکٹو یعنی انتظامی محکمہ جوڈیشنل یعنی عدالتی محکمہ سے الگ ہے۔ انتظام کی غلطی کا فیصلہ عدالت یعنی قانون کرے گا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ جمہوری حکومت اور کسے کہتے ہیں۔ دنیا میں اس سے بڑھکر جمہوریت ممکن نہیں۔ اسلام میں ملوکیت یا دوسرے لفظوں میں شخصی حکومت کی کوئی ہستی نہیں کیا بانی اسلام اور آپ کے خلفائے راشدین کا طرز عمل اسی کے مطابق نہ تھا؟

(۱) خود رسول کریم صلعم نے جو قانون الٰہی کے بہترین مفسر تھے۔ قانون کے سامنے گردن جھکانے کا ایسا عجیب نمونہ دکھایا کہ دنیا کی تاریخ اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے۔ آپ شاہنشاہ ظاہری و باطنی دونوں تھے۔ آپؐ کے الفاظ آپؐ کی امت کے لئے قانون کا حکم رکھتے تھے۔ مگر آپؐ وفات سے پہلے اعلان فرماتے ہیں کہ اگر مجھے کسی کا کچھ دینا ہو یا کسی کو میرے ہاتھ سے کچھ تکلیف پہنچی ہو۔ تو وہ آج مجھ سے معاوضہ لے لے۔ ایک شخص کو غلطی سے بلا ارادہ ایک کوڑا لگ گیا تھا۔ وہ اس کے معاوضہ کے لئے آیا۔ آپؐ نے بلا تامل پیٹھ برہنہ کر دی کہ کوڑے کی ضرب لگائے۔ یہ دردناک منظر کیوں دکھایا گیا صرف اس واسطے کہ قانون کی اطاعت کے لئے خدا کا سب سے عظیم الشان نبی اور شہنشاہ ظاہر و باطن بھی بستر مرگ پر کوڑا کھانے کے لئے تیار ہے۔ اس کے بعد اور کسی مثال کی ضرورت نہیں رہتی۔

(۲) شوریٰ کی عزت اس قدر مسلمانوں کے ذہن نشین کرائی گئی کہ اس سے بڑھکر

شری گرنتھ صاحب اور حضرت فرید رحمۃ اللہ علیہ

از محترم جناب شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر اخبار "نور" قادیان

گرنتھ صاحب کی ترتیب شری گورو ارجن دیو صاحب کے عہد میں ہوئی ہے۔ گویا پانچویں گورو جی اس کے مرتب کرنے والے ہیں۔ اور وہی اس کے جامع بھی ہیں۔ ہم اس وقت یہ ذکر نہیں کریں گے۔ کہ کیونکر اور کن ضوابط کے ماتحت گرنتھ صاحب جمع ہوتا رہا۔ اور تنقید کے واسطے کیا کچھ اصول اور قواعد موضوع تھے۔ ہم اس جگہ صرف یہ جتانا اور بتانا چاہتے ہیں کہ منجملہ اس کلام کے جو شری گرنتھ صاحب میں اصل کلام گرنتھ جی مانا گیا ہے۔ حضرت فرید علیہ الرحمۃ کا کلام اور شبد بھی ہیں۔

یہ فرید بابا فرید شکر گنج علیہ الرحمۃ نہیں ہیں کیونکہ وہ تو بابا نانک جی علیہ الرحمۃ سے بہت پہلے گذر چکے ہیں۔ یہ کوئی اور حضرت فرید ہیں جو عہد بابا صاحب میں موجود تھے۔ اور سکھوں کی مذہبی تاریخ اور کتابوں سے پایا جاتا ہے کہ بابا صاحب کے ساتھ یہ حضرت فرید دوستانہ یا مخلصانہ راہ و رسم رکھتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ یہ ہم سفر بھی رہے تھے۔ جس سفر میں دونوں کے دودھ پینے کا واقعہ جنم ساکھی کلاں میں بیان کیا جاتا ہے اس سے ان کی رفاقت پر مزید روشنی پڑتی ہے۔

شری گرنتھ صاحب میں ایک نہیں چند ایک اقوال درج ہیں اور یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ جس جس بزرگ کے اقوال اور شبد گرنتھ صاحب میں درج ہیں۔ وہ گرنتھ صاحب کے مسلمہ اقوال میں شمار ہوتے ہیں۔ اس اصول پر یہ کہنا ہی نہیں بلکہ مان لینا چاہیئے کہ جو اقوال حضرت فرید کے نام سے شری گرنتھ صاحب میں لکھے جا چکے ہیں وہ عین گرنتھ صاحب کے اقوال ہیں۔ اور حضرت باباجی علیہ الرحمۃ کی ان پر مہر تصدیق اور قبولیت ثبت ہو چکی ہے اور بایں وجہ وہ گویا خود حضرت باباجی کے ہی شبد و اقوال ہیں۔

ہم چند اقوال ذیل میں درج کر کے ناظرین اور خصوصاً منصف مزاج اور محقق سکھ صاحبان کو توجہ دلاتے ہیں۔ کہ وہ ان اقوال پر غور کریں اور پرکھیں کہ گرنتھ صاحب میں ان کا اندراج کیا کچھ مطلب رکھ سکتا ہے۔ اور اس وقت ہمیں ان الفاظ کے مفہوم کی وسعت کی بابت تنقیدی پہلو سے کیا کچھ فیصلہ کرنا اور قرار دینا چاہیئے جن پر سکھ صاحبان کو نظر تدبر ڈالنی چاہیئے۔ وہ یہ ہیں:۔

تین شلوک

فریدا بے نماز اکتیا ایہہ نہ بھلی ریت
کبہی چل نہ آیوں سنجے وقت مسیت
اٹھ فریدا وضو ساجہ صبح نماز گذار
جو سر سائیں ناں نویں سو سر کپ اتار
جو سر سائیں ناں نویں سو سر کیجے کائیں
کنی ہیٹھ جلائیے بالن سندی تھائیں

اے بے نماز فریدا یہ عادت اچھی نہیں۔ تم کبھی بھی پانچ وقت کی نمازیں مسجد میں نہیں آئے۔ اے فرید۔ اٹھ اور وضو کر کے صبح کی نماز پڑھ۔ کیونکہ جو سر خدا کے حضور میں نہ جھکے وہ کاٹ دینا چاہیئے۔ جو سر خدا کے سامنے سجدے میں نہ گرے۔ وہ کس قابل ہو سکتا ہے اسے تو ایندھن کی جگہ ہنڈیا کے نیچے جلا دینا چاہیئے۔

اس شبد کے پہلے فقرہ میں حضرت فرید علیہ الرحمۃ نے خود کو جو لفظ سگ سے مخاطب کیا ہے۔ یہ ان کی فروتنی اور انکسار عابدانہ پر دال ہے۔ ان ہر سہ شبدوں کا مطلب واضح تر ہے۔ یہ ارشاد ہوتا ہے۔ کہ:۔

نماز پنجوقتہ ایک ضروری عمل اور فرض ہے اگر کوئی یہ ادا نہ کرے تو اس کی ہستی اور اس کا سر اس قابل نہیں کہ اسے کوئی عظمت دی جائے ہر انسان کو چاہیئے کہ پانچ وقت نماز گذارے اور وہ بھی مسجد میں جا کر یعنی باجماعت گذارے جو شخص ایسا نہیں کرتا وہ ناقابل خطاب ہے اس کی زندگی ابتر اور اس کی روش مخدوش ہے۔

چونکہ ان اقوال کا سکھ مذہب میں انکار نہیں کیا جاتا۔ اس واسطے یہ بات مان لینی چاہیئے کہ یہ اقوال گرنتھ صاحب کے یا عین گرنتھ ہیں اور ان پر حضرت باباجی علیہ الرحمۃ کی مہر تصدیق لگ چکی ہے۔ گویا دوسرے الفاظ میں یہ کہنا بھی مبالغہ نہ ہوگا۔ کہ خود حضرت باباجی بھی فرماتے ہیں کہ پانچ وقت کی نماز ضروری اور لازمی ہے اور جو لوگ اس کے عامل نہیں ہیں ان کا ایمان ضعیف اور ان کا عمل مخدوش ہے۔

اب تنقیح طلب امر یہ ہے کہ (۱) یا تو حضرت فرید علیہ الرحمۃ نے ان شبدوں میں خود کو ہی مخاطب کیا ہے اور خود کو ہی تنبیہہ کی ہے جیسے کہ بعض اوقات لوگ اپنے اپنے حالات کے مطابق خود کو یوں مخاطب کیا کرتے ہیں۔ جسے ایک صوفیانہ رنگ کہا جائے گا۔

(۲) یا مسلمانوں کو مخاطب کیا ہے۔ کہ افسوس تم مسلمان ہو کر بھی نماز گذار نہیں ہو، حالانکہ نماز ایک فریضہ ہے۔

(۳) یا وہ خود ایک عام اعلان کے لیئے یہ شبد کہہ گئے ہیں۔ کہ جو دین اسلام میں طریقہ عبادت اور نماز فرض کی گئی ہے۔ وہ ایک ضروری مرحلہ ہے۔ اور یہی طریقہ ایک واجب طریقہ ہے۔

ان تینوں صورتوں کے علاوہ اور کوئی صورت معلوم نہیں ہو سکتی۔ اگر پہلی خود مخاطبانہ صورت ہے تو اس صورت میں بھی یہ استدلال لازمی ہوگا کہ حضرت فرید رحمۃ اللہ علیہ باباجی کی صحبت میں رہ کر بھی پکے مسلمان اور نماز گذار تھے۔ اور ان کے دل میں نماز اور عبادت اسلام کی یہاں تک پابندی تھی کہ بحالت عدم ادائیگی اس کے خود کو ایک جانور کے نام سے مخاطب کرتے ہیں۔

اگر دوسری صورت ہے تو کہا جائیگا کہ حضرت فرید علیہ الرحمۃ کے ان اقوال کو ضرورتاً گرنتھ صاحب میں لیا گیا ہے تاکہ مسلمانوں کو تحریک اور تنبیہہ ہو۔

تیسری صورت بھی دوسری صورت کے قریب قریب سی ہے۔ ان تینوں میں سے کوئی سی صورت ہو یہ کہنا ہی پڑے گا۔ کہ حضرت باباجی کی رفاقت میں فرید علیہ الرحمۃ اسلامی علامات سے غافل نہ تھے اور حضرت باباجی کے دربار میں اس بات کی اجازت تھی جس سے یہ استدلال ثانی بھی کچھ بے جا نہ ہوگا۔ کہ حضرت باباجی کو خوبیٔ اسلام کا اعتراف تھا۔

اور اگر ہم خود حضرت باباجی علیہ الرحمۃ کے اپنے اقوال سے ان اقوال زیر بحث کی نسبت دیکھ غور کریں۔ تو پھر معاملہ اور بھی صاف ہو جاتا ہے۔ اور کہنا ہی پڑتا ہے۔ کہ حضرت باباجی کو بھی دل سے اسلامی اصول اور اسلامی عبادات پر یقین تھا اور وہ فرید جی سے بدل متفق تھے۔ اور اسلامی نور ان کے دل و دماغ میں منور اور روشن تھا۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۲۰۰ پر فرماتے ہیں:۔

لام۔ لعنت بر سر تنہاں جو ترک نماز کرین
تھوڑا بہتا کھٹیا منتھو ہتھ گوین

پھر تاریخ گورو خالصہ مصنفہ بھائی گیان سنگھ جی گیانی کے صفحہ ۵۵ پر حضرت بابا صاحب فرماتے ہیں:۔

جیم۔ جمع کرنا مدی پنج نماز گذار
باہجوں نام خدا ئیدے ہوسیں بہت خوار

ان ہر دو شبدوں یا ہر دو اقوال سے تو صاف ثابت ہے کہ حضرت باباجی کے نزدیک عبادت اسلامی یعنی نماز کی خصوصیت سے قدر تھی۔ اور وہ اسے ہر بشر کے واسطے ضروری خیال کرتے ہیں۔ جب وہ دوسروں کو یہ تبلیغ کرتے ہیں۔ تو کیوں وہ خود اس کے عامل نہ ہوں گے؟ جب وہ بے نماز پر علانیہ ملامت کرتے ہیں۔ اور اسے نافرمان احکام خدائی قرار دیتے ہیں۔ تو خود کیوں اس کے عملی رنگ میں معترف نہ ہونگے۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ حضرت باباجی کے ان شبدوں میں نماز سے محض عبادت خدائے قدیر مراد ہے۔ اور تشبیہاً مراد ہے۔ نہ کہ مسلمانوں کی مخصوص نماز؟ تو میں کہوں گا کہ پہلے شبد میں جو لفظ اور ہندسہ پانچ کا لایا گیا ہے وہ خصوصیت سے اسلامی نماز کا اعلان کر رہا ہے۔ اور کہہ رہا ہے۔ جو لوگ تارک الصلوٰۃ خمسہ ہیں وہ اپنی ہستی کو خطرہ میں ڈال رہے ہیں۔ جب دوسروں کے واسطے حضرت باباجی علیہ الرحمۃ ایسی سخت وعید بیان کرتے ہیں۔ تو کیا یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ خود بھی اس وعید سے خوف کھا کر نماز گذار نہ ہوں گے۔ یہ کہنا کہ حضرت باباجی کے یہ اقوال محض مسلمانوں کے خوش کرنے کے واسطے تھے۔ یا صرف انہی کی ترغیب متصور تھی۔ ان کے اپنے دل میں اس کی کوئی قدر اور حمیت تھی تو یہ بابا صاحب ایسی واجب التعظیم ہستی پر ایک شرمناک بہتان ہے۔ لوگوں کو تو وہ کہتے ہیں کہ جو نماز نہیں پڑھتا۔ وہ ایسا اور ویسا ہے اور اس کی زندگی ایک خطرہ میں جا رہی ہے۔ اور خود دل میں اس سے متنفر ہوں۔ اور اس کی کوئی قیمت نہ ڈالتے ہوں ھذا بہتان عظیم۔

حضرت باباجی کو بھلا ایسی ضرورت کیا تھی کہ خواہ مخواہ نماز گزاری پر زور دیتے اور ان لوگوں کو ملامت کرتے جو نماز گزار نہ تھے اور ایسے لوگوں کو سخت سے سخت وعیدات کے مستوجب بناتے۔ ہم تو ان کی ذات کی نسبت ایسا وہم و گمان بھی نہیں کر سکتے۔ بجائے اس کے کہ ہم اقوال فرید اور باباجی کی نسبت اس قسم کی کمزور تعبیرات کریں یہ کہنا زیادہ تر مناسب ہوگی کہ یہ اقوال گرنتھ صاحب میں جعلی ہیں۔ اور ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ نہ باباجی نے یہ شبد کہے ہیں۔ اور نہ ان کا ایسا عقیدہ تھا۔ اور نہ انہیں ان سے کوئی نسبت ہے کیونکہ وہ ہندو مذہب رکھتے تھے۔ اور ہندو عقیدت کی حالت میں ان سے ایسے منافی اقوال کا سرزد ہونا ان کے ہندو عقیدہ کو مخدوش بنانا اور سکھ مت پر ایک بہتان ہے۔

ہم چاہتے ہیں کہ ناظرین اور قائم سکھ مت ان دونوں قسم کے شبدوں اور اقوال گرنتھ صاحب پر ناقدانہ غور کریں اور سوچیں کہ آخر ان کا اصلی مفہوم کیا ہے۔ اور کہاں تک ان الفاظ کو معانی سے وابستگی ہے۔ اور حضرت فرید اور باباجی کا ان کے اطلاق سے اصل مدعا کیا تھا۔ آیا انکی کوئی حقیقت بھی ہے یا محض شاعرانہ رنگ ہی رکھتے ہیں۔ اگر ان کی کوئی حقیقت ہے تو وہی ہوگی جو ان الفاظ کے معنی لیئے ہوئے ہیں۔ اور اگر ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے تو سوائے اس کے کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ یا تو یہ شبد اور یہ الفاظ کوئی اصلیت نہیں رکھتے اور یا ان کے معانی کی تنقید نہیں ہو سکتی۔

اگر یہ الفاظ شرمندۂ معنی ہیں تو اس کی حقیقت وہی ہو سکتی ہے جو ان الفاظ میں ملفوف ہے۔ الفاظ اور الفاظ کے معانی میں کوئی ابہام نہیں ہے۔ صاف طور پر دعوت دے رہے ہیں۔ ہاں اگر یہ کہا جائے کہ جو کچھ حضرت فرید نے کہا ہے وہ محض شاعرانہ رنگ ہے اور اس کے مقابلہ میں جو کچھ حضرت باباجی کی زبان سے نکلا ہے وہ بھی ایک عام رنگ رکھتا ہے تو ہم کسی بحث یا کسی مزید تنقید کی ضرورت نہ ہوگی۔

اگر ہم فرید علیہ الرحمۃ کے اقوال کو محض شاعرانہ رنگ دیں گے اور حضرت باباجی کے محولہ شبدوں کی حقیقت محض ایک افسانہ مانیں تو گرنتھ صاحب کی حقیقت کی نسبت ہمیں بہت کچھ مشکلات کا سامنا ہوگا اور اس اصول سے روگرداں ہونا پڑے گا۔ جو سکھ مت ان کی صحت کے واسطے مدتوں سے تسلیم کر چکا ہے۔

ہماری رائے میں حضرت باباجی کو اس صورت میں کہ جب ان کے دل و دماغ میں اسلام اور اسلام کی طرز عبادت نماز کی کوئی قدر و منزلت نہ تھی۔ کیونکہ لازم تھا کہ وہ خواہ مخواہ ان لوگوں کو اور ان افراد پر لعنت کریں کہ جو نماز گزار نہیں ہیں۔ یا نہیں تھے۔ ان کا سکھ یا ہندو ہو کر کیا حق تھا کہ وہ مسلمان بے نمازوں پر خواہ مخواہ ایک ذمہ داری اپنے اوپر لیں اور انہیں کیا ضرورت تھی کہ وہ بے نماز کے سوائے انسان کی زندگی کو لعنتی زندگی

سیاست اور احمدیت

از مدیر

ہر ملک اور زمانہ میں کوئی نہ کوئی ایسی مقامی تحریک ضرور ہوتی ہے جس میں لوگ غیر معمولی طور پر دلچسپی لیتے ہیں اور ایسے بعض دفعہ اپنے روحانی اور اخلاقی مقاصد پر بھی مقدم کر دیتے ہیں اور عموماً اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ لوگوں کے دنیوی مفاد اور مقاصد کسی نہ کسی رنگ میں اس تحریک سے وابستہ ہوتے ہیں اور وہ تحریکات جو اپنے اندر اخلاقی اور روحانی پہلو رکھتی ہیں۔ اور ان کے نتائج عظیم الشان مگر کچھ تعویق سے پیدا ہونیوالے ہوں۔ ان کی طرف عموماً کم توجہ کی جاتی ہے، مثلاً آج کل ہی ہندوستان کے اندر ہی دیکھ لیجئے لوگ بجائے مذہبی اور روحانی تحریکات کے سیاسی تحریکات مثلاً کانگرس اور مسلم لیگ میں غیر معمولی حصہ لیتے ہیں اور مذہب و اخلاق کو بالکل فضول سمجھتے ہیں لیکن ان کے ایسا سمجھنے سے خداوند تعالیٰ کی مشیت کارفرمائی سے رک نہیں سکتی۔ انسانی کوششیں اور تدابیر دھری کی دھری رہ جاتی ہیں اور حقیقت کبریٰ کا وقت آپہنچتا ہے جس کا بروئے کار آنا ناگزیر ہوتا ہے۔

تحریک احمدیت کو اللہ تعالیٰ نے ایک عظیم الشان روحانی انقلاب کے لئے قائم کیا ہے اور اس کے بانی کی شخصیت بحیثیت آنحضرت صلعم کے خلیفہ ہونے کے تاریخ انسانی میں بہت بلند ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فتح اسلام میں فرماتے ہیں:۔

"میں اسکو بار بار بیان کروں گا اور اس کے اظہار سے میں رک نہیں سکتا کہ میں وہی ہوں جو وقت پر اصلاح خلق کیلئے بھیجا گیا ہوں۔ تا دین کو تازہ طور پر دلوں میں قائم کر دیا جائے میں اس طرح بھیجا گیا ہوں جس طرح سے وہ شخص بعد کلیم اللہ مرد خدا کے بھیجا گیا تھا جس کی روح ہیرو ڈیس کے عہد حکومت میں بہت تکلیفوں کے بعد آسمان کی طرف اٹھائی گئی۔

"یہ زمانہ جس میں ہم ہیں۔ یہ ایک زمانہ ایسا ہے کہ ظاہر پرستی اور روح اور حقیقت سے دوری اور دیانت اور امانت سے محرومی اور سچائی اور اخلاقی پاکیزگی سے مہجوری اور لالچ اور بخل اور حب دنیا سے معموری اس زمانہ میں عام طور پر ایسی ہی پھیل گئی ہے جیسے کہ حضرت مسیح ابن مریم کے ظہور کے وقت یہودیوں میں پھیلی ہوئی تھی پس جیسے یہودی لوگ اس زمانہ میں بکلی حقیقی نیکی سے بیخبر ہوگئے تھے صرف رسوم اور عادات کو نیکی سمجھتے تھے اور علاوہ اس کے دیانت اور امانت اور اندرونی صفائی اور عدالت ان میں سے بالکل اٹھ گئی تھی سچی ہمدردی اور سچے رحم کا نام و نشان نہیں رہا تھا اور انواع و اقسام کی مخلوق پرستی نے معبود حقیقی کی جگہ لے لی تھی ایسا ہی اس زمانہ میں یہ تمام بلائیں ظہور میں آگئی ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (مجھے) حضرت مسیح کی فطرت سے ایک خاص مشابہت ہے اور اس فطرتی مشابہت کی وجہ سے مسیح کے نام پر عاجز بھیجا گیا۔ تا صلیبی اعتقاد کو پاش پاش کر دیا جائے۔ سو میں صلیب کو توڑنے اور خنزیروں کے قتل کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ میں آسمان سے اترا ہوں ان پاک فرشتوں کے ساتھ جو میرے دائیں بائیں تھے جن کو میرا خدا جو میرے ساتھ ہے میرے کام کو پورا کرنے کے لئے ہر ایک مستعد دل میں داخل کرے گا۔ بلکہ کر رہا ہے اور اگر میں چپ بھی ہوں اور میری قلم لکھنے سے رکی بھی رہے۔ تب بھی وہ فرشتے جو میرے ساتھ اترے ہیں اپنا کام بند نہیں کر سکتے اور ان کے ہاتھ میں بڑی بڑی گرزیں ہیں جو صلیب توڑنے اور مخلوق پرستی کی ہیکل کچلنے کے لئے دی گئی ہیں"۔

اس مندرجہ بالا اقتباس سے خوب وضاحت ہو جاتی ہے کہ احمدیت دنیا میں نیکی تقوےٰ اور توحید اور اسلام کے قیام کے لئے ہے اور اس کے پیش نظر صرف ایسے مقاصد ہیں جن کا تعلق انسانی روح اور قلب سے ہے اور اس کا تعلق کسی ایسی تحریک سے نہیں ہے جو کسی خاص ملک اور قوم کی سیاسی اور مادی اغراض سے تعلق رکھتی ہوں۔ اگر یہ تحریک بھی ان مادی اور سیاسی تحریکات سے الجھ کر رہ جائے تو اس کا اصل مقصد جو اپنی نوعیت میں نہایت بلند ہے بالکل فوت ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس تحریک کے حلقہ بگوشوں نے شروع سے سیاسی اور مادی تحریکات سے بالکل علیحدہ رہے ہیں۔ جناب میاں صاحب خلیفہ قادیان نے یقیناً سیاسیات میں حصہ لینے کی کوشش کی ہے۔ لیکن یہ جناب میاں صاحب کے اپنے ذاتی رجحانات کی وجہ سے ہے۔ ورنہ حضرت بانی سلسلہ اور تحریک احمدیت کے حقیقی اغراض و مقاصد کو سیاسیات سے دور کا بھی واسطہ نہیں میاں صاحب نے گو سیاسیات میں حصہ لیا ہے تو اس کے نتائج چنداں خوشگوار بھی نہیں نکلے، اور تحریک کو ان کے ان اقدامات سے غیر معمولی نقصان بھی پہنچا ہے، اور جماعت قادیان سے اعلائے کلمۃ الحق کی وہ توفیق چھین لی گئی ہے جو کہ جماعت احمدیہ کے لئے مایۂ ناز تھی۔

خدا تعالیٰ کا فضل ہے جماعت احمدیہ لاہور تحریک احمدیت کے حقیقی اغراض و مقاصد پر نہایت شدت سے کاربند ہے اور بڑی محنت سے انہیں بروئے کار لا رہی ہے مغربی دنیا میں جہاں بھی مادی اور سیاسی تحریکات کے مراکز ہیں وہاں اسلام کا اخلاقی اور روحانی پیغام پہنچایا ہے اس کے [illegible] داعی آفاق عالم میں قرآن کو سینوں سے لگائے ہوئے پہنچے ہیں اور خدا اور اس کے رسول کا نام بلند ہوا ہے۔

ہماری زندگیاں رہنمائی کے لئے کارل مارکس لطشہ، گاندھی اور جناح کی محتاج نہیں، بلکہ ہمارے رہنما خدا اور اس کا رسول ہیں اور ہمیں انہیں کا نام دنیا میں پہنچانا ہے۔

اگر جماعت احمدیہ بھی انہی مقامی تحریکات میں الجھ کر رہ جائے۔ جن میں ہمارے بھائی الجھے ہوئے ہیں تو پھر احیائے اسلام کا وہ عظیم الشان کام جس کے لئے خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا پس منظر میں چلا جاتا ہے اور نیکی اور تقوےٰ کی تحریکات جنہیں پیدا کرنے کے لئے یہ تحریک معرض وجود میں آئی پیدا نہیں ہو سکتیں سیاسی اور مادی مقاصد بالکل ادنےٰ ہیں۔ انہیں بالکل نظر انداز کر دینا چاہیئے۔ انہی سیاسی اور مادی تحریکات نے ہی دنیا کو جہنم کدہ بنا رکھا ہے اور دنیا میں جو تباہی اس وقت آ رہی ہے وہ انہی زمینی مشاغل کا نتیجہ ہے۔ روحانیت اور اخلاق کے فقدان سے ہی انسان ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو رہے ہیں اگر ان کی نگاہیں بجائے زمین کے آسمان کی طرف اٹھتیں تو آج مہذب قومیں ایک دوسرے کے خون کو یوں ارزاں نہ کرتیں۔ ہم بحیثیت مسلمان کے بعض ایسی تحریکات کے موئید ضرور ہیں جن سے مسلمان کے مفاد وابستہ ہیں۔ لیکن ہم سیاست کو اپنا مقصد نہیں سمجھتے بلکہ ہمارا مقصد اس سے بہت بلند ہے۔ اور ہمارے پیش نظر اسلام روحانیت، نیکی، اور تقوےٰ ہے۔ جن میں موجودہ دور کے زہروں کا تریاق پوشیدہ ہے اور خود ان سیاسی تحریکات کی مشکلات کا حل احمدیت یا حقیقی اسلام میں ہے۔ کیونکہ یہی وہ اسلام ہے۔ جسے ہمارے آقا و مولا حضرت رسول عربی صلعم دنیا میں لائے۔ دنیا کی عافیت اسی اسلام کو قبول کرنے میں ہی ہے اسلام کے علاوہ اقوام عالم کو کسی سیاسی مادی اور معاشی تحریک میں عافیت نہیں۔ اور حقیقی اسلام کو پیش کرنیوالی صرف جماعت احمدیہ لاہوری ہے۔ اس لحاظ سے ہمارے مقاصد وطن پرستی اور قومیت سے بہت بلند ہیں ہمیں ہمیشہ صرف انہی مقاصد کو پیش نظر رکھنا چاہیئے اور ایک آنیوالے روحانی انقلاب کے لئے میدان تیار کرنا چاہیئے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کے وعدے ہیں کہ وہ ظہور پذیر ہوگا اور اسلام کا غلبہ ہو کر رہیگا۔

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ خیریت سے ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

— قاضی فضل قادر صاحب زراعتی کالج لائل پور کے صاحبزادہ قاضی عبدالرحمٰن صاحب نے بی ایس سی ایگریکلچر کا امتحان دیا ہے سیکنڈ ڈویژن میں کامیاب ہوئے ہیں۔ اس خوشی میں قاضی صاحب نے دس روپے نیا نظام عالم کے لئے پیش فرمائے ہیں۔ اللہ کریم جزائے خیر دے۔

— محمد فضل الرحمٰن صاحب احمدی بنارس سے تحریر فرماتے ہیں کہ میری اہلیہ صاحبہ مرض بخار میں مبتلا ہیں اور بچے بیمار ہیں ان کی صحت خراب ہے۔ تمام احباب سلسلہ اور حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں التماس ہے کہ دعا فرماویں کہ بیمار رو بصحت ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ پریشانیوں کو دور کر دے۔ آمین۔

شبان الاحمدیہ

شبان الاحمدیہ کی ایک میٹنگ زیر صدارت ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب ۸ نومبر بروز اتوار احمدیہ مسجد لاہور میں منعقد ہوئی غلام مرتضےٰ صاحب اور محمد صدیق صاحب (بھدروا) نے صداقت مسیح موعود پر تقریریں کیں۔ دونوں تقریریں کامیاب رہیں۔

مجلس اطفال احمدیہ

عطیہ جات۔ ڈاکٹر الٰہی بخش صاحب نے مزید پانچ روپے عنایت فرمائے ہیں۔ ذکاء اللہ صاحب نے اسی سلسلہ میں ایک روپیہ دیا ہے۔ افتخار حسین شاہ صاحب جماعت نہم صدر مجلس ہذا آیندہ جمعہ تمام بچوں کو جلسے کی دعوت پر بلا رہے ہیں۔ جزاکم اللہ

محمد فضل سیکرٹری

ضرورت ہے

تین چھوٹے بچوں کو پرائمری تک تعلیم دینے کے لئے ایک استاد کی ضرورت ہے جو دینیات بھی پڑھا سکتا ہو۔ درخواستیں بمعہ نقول اسناد جن میں تنخواہ کم از کم کا بھی ذکر ہو مندرجہ ذیل پتہ پر آنی چاہئیں۔ احمدی دوست کو ترجیح دی جاوے گی۔

پتہ

حاجی مولا بخش ملز اونر مالک پنجاب نیشنل شوگر ملز لائل پور

چمبہ میں گورونانک جنم دن کی تقریب

جناب محمد یعقوب صاحب سیکرٹری جماعت چمبہ

جماعت احمدیہ چونکہ اسلامی معتقدات کی رُو سے تمام مذہبی بزرگوں کو عزت کی نگاہ سے دیکھتی ہے اس لئے وہ مذہبی پیشواؤں کی یادگار بھی شوق سے مناتی ہے۔ چنانچہ گذشتہ ماہ اگست میں جب محترم و دیارتھی صاحب چمبہ میں تشریف لائے تھے۔ تو مقامی جماعت نے کرشن جنم دن بڑی دھوم دھام سے منایا تھا۔ اب گذشتہ ہفتہ جبکہ گورونانک جنم دن تھا۔ تو حسن اتفاق سے اس تقریب کے موقعہ پر حال مقرر مبلغ اسلام جناب شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی مرکز کی طرف سے تشریف لائے ہوئے تھے۔ چنانچہ ۱۱ر نومبر ۱۹۴۳ء کو گورونانک جنم دن تقریب منائی گئی۔ اور شب کو ایک جلسہ مقامی انجمن کی طرف سے کیا گیا۔ جس میں چمبہ کی تمام ہندو مسلم پبلک نے شمولیت کی۔ گرنتھی صاحب نے باوا صاحب کی لائف اور آپ کی تعلیم کے چند مفید نمونے پیش کئے۔ دعوت تو جملہ مقامی انجمنوں کو دی گئی تھی۔ کہ ان کے نمائندے اس موقعہ پر کوئی مضمون بیان کریں لیکن تقریر صرف گرنتھی صاحب کی ہی ہوئی اور کوئی صاحب تقریر کرنے کے لئے نہیں آئے۔ البتہ سامعین میں شامل ہونے کے لئے تمام پبلک آئی تھی۔ باوا صاحب کی تعلیم کے متعلق بہت سی باتیں گرنتھ صاحب سے ایسی پڑھکر سنائی گئیں جن کا خود سکھوں کو بھی بہت کم علم ہوگا۔ بحمد اللہ کہ یہ جلسہ بہت کامیاب رہا۔

انہی دنوں میں یہاں سناتن دھرم سبھا کا سالانہ جلسہ تھا۔ جس کے لئے پنجاب سے بڑے بڑے فاضل پنڈت بلوائے گئے تھے۔ سناتن سبھا کا جلسہ نو روز متواتر رہا۔ جلسہ میں مقرر حضرات نے ہندو سنگھٹن۔ ہندی پرچار۔ اور ہندی تعلیم کے رواج پر بہت زور دیا۔ اور ضمناً عیسائی مذہب اور اسلام کے متعلق بھی کچھ بیان کیا۔ اس جلسہ سے قبل ہمارا جلسہ ہوا تھا۔ جس میں ایک دن بائبل۔ گرنتھ اور ہندو کتب مقدسہ سے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف اور پیشگوئیاں بیان کی گئی تھیں۔ ان پیشگوئیوں کے جواب میں عیسائیوں کی طرف سے پادری اسلم خان نے جو جوابی تقریر اپنے گرجا میں کی تھی۔ اس کے متعلق گذشتہ مضمون میں لکھدیا گیا تھا۔ سناتن دھرمی پنڈتوں نے آٹھ دن تک جلسہ کیا مگر پیشگوئیوں کے مضمون کے متعلق انھوں نے کچھ بیان نہ فرمایا۔ آٹھویں دن شب کو ان کا جلسہ ختم ہو جانا تھا۔ لیکن بعض لوگوں نے کہہ سن کر پنڈتوں کو پیشگوئیوں کے مضمون کے بیان کرنے کے لئے مجبور کیا۔ چنانچہ نویں دن جو جلسہ کے پروگرام میں نہ تھا۔ پنڈت صاحبان کو ٹھہرایا گیا۔ اور انھوں نے بھوشیہ پران سے پیش کردہ عبارات کے متعلق کچھ بیان کیا۔ مگر وہ اتنا ہی کہہ سکے کہ یہ پیشگوئی ٹھیک لکھی ہے اور اس میں حضرت محمد صاحب (صلعم) کا ذکر بھی ہے لیکن فرمایا کہ اس ذکر سے حضرت محمد صاحب کی تعریف نہیں نکلتی۔ بلکہ یہ ثابت ہے۔ کہ انھوں نے شولنگ کی پوجا کی اور مکہ میں اب تک شولنگ موجود ہے۔ جس کو حجر اسود کہتے ہیں۔ اور مکہ میں مہادیو کا ایک مندر بھی ہے۔ اور عربی سنسکرت سے نکلی ہے اور لفظ اللہ سنسکرت لفظ ہے جس کے معنی بڑی ماں کے ہیں۔ اور مولوی صاحب نے بھوشیہ پران خود نہیں دیکھی بلکہ کوئی ٹریکٹ میں سے دیکھا ہوگا۔ اسلئے انھوں نے جو ترجمہ کیا ہے وہ صحیح نہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

۹ر نومبر کو سناتن دھرم کا جلسہ ختم ہوگیا تھا۔ گیارہ نومبر کو ہم نے گورونانک جنم دن منایا تھا۔ چونکہ اس روز اس جلسہ میں پبلک کمانی آئی تھی۔ اور مضمون بھی بہت دلچسپ تھا اسلئے پبلک نے بھی خواہش کی کہ ایک تقریر اور کی جاوے۔ اور ہماری بھی خواہش تھی کہ کچھ سناتن دھرمی پنڈت صاحب کے بیان پر روشنی ڈالی جاوے۔ چنانچہ اختتام جلسہ پر دوسرے دن کی تقریر کا اعلان کر دیا گیا۔ اور ۱۲ر نومبر کی شب کو سناتن دھرم لائبریری سے بھوشیہ پران منگوایا گیا۔ اور اس کی عبارت پڑھ کر اور اس کا ترجمہ کرکے سنایا گیا۔ اور ودیارتھی صاحب کی تصنیف "میثاق النبیین" کو دکھا کر یہ مطالبہ کیا گیا۔ کہ اس کتاب کی عبارت کا بھوشیہ پران کی عبارت سے مقابلہ کر لیں۔ اگر کہیں فرق ہو۔ تو ہمیں بتائیں۔ چنانچہ اس اعلان پر یہاں کے مشہور سناتنی پنڈت کالیداس صاحب شاستری نے کتاب میثاق النبیین مانگی۔ اسی وقت کتاب ان کو دیدی گئی۔ گرنتھی صاحب بھوشیہ پران سے پڑھتے گئے۔ اور پنڈت صاحب میثاق النبیین سے مقابلہ کرتے گئے۔ یہ تو انھوں نے تسلیم کر لیا کہ نقل مطابق اصل ہے۔ لیکن ترجمہ کے متعلق فرمایا کہ اس میں کچھ فرق ہے۔ گرنتھی صاحب نے جواباً فرمایا۔ کہ اول تو سنسکرت اسوقت کہیں بولی نہیں جاتی۔ اسلئے ہم ترجمہ کی صحت کا کوئی معیار قائم نہیں کر سکتے۔ دوسرے یہ کہ آج تک کسی کی طرف سے میثاق النبیین کا کوئی جواب شائع نہیں ہوا۔ کہ جس میں ترجمہ کو غلط ثابت کیا گیا ہو۔ اسلئے اس ترجمہ کو صحیح ہی ماننا پڑے گا۔ ورنہ اس کے مقابل کوئی صحیح ترجمہ پیش کریں۔

اس کے بعد گرنتھی صاحب نے بھوشیہ پران کی ساری عبارت جب آخر تک پڑھی جس میں صاف لکھا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے حکم سے ایک مذہب جاری کریں گے۔ اس

کے پیرو ختنہ شدہ (۲۰۰۰....) بغیر چوٹی ڈاڑھی مونچھ والے۔ اونچی اذان دینے والے بغیر سؤر کے دوسرے چارپایوں کو حلال سمجھنے والے ہوں گے اور ان کا نام مسلمان ہوگا۔ وغیرہ وغیرہ۔ تو اس کا پبلک پر بہت اثر ہوا۔

گذشتہ جمعہ مسلمانان جولا بکڑی کی دعوت پر وہاں جاکر پڑھایا۔ اس سے پیشتر نماز مغرب کے بعد درس قرآن بھی وہاں ہوتا رہا۔ اور جمعہ کے روز ساری جماعت جولا بکڑی میں گئی تھی۔ غرضیکہ ان متواتر تقاریر اور انفرادی تقاریر کا یہ اثر ہوا ہے۔ کہ اب مسلمان احمدیت کا کچھ مطالعہ کرنے لگے ہیں۔ شہر میں ٹریکٹ بھی کافی تقسیم کئے گئے ہیں۔ اور سات احباب نئے داخل سلسلہ ہوئے ہیں۔ اور عنقریب اور دوست بھی اگر خدا توفیق دے تو اس سلسلہ میں شامل ہو جائیں گے۔ بحمد اللہ کہ چمبہ میں اب احمدیت کا گھر گھر چرچا ہے۔ جملہ بزرگان جماعت اور بالخصوص حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ اپنی دعاؤں میں اس افتادہ جماعت کو ضرور یاد رکھا کریں۔ جو ایک طرف بلند پہاڑوں میں محصور ہے تو دوسری طرف ... لوگوں کی مخالفتوں میں گھری ہوئی ہے ÷

---

۴۵ بڑے مہر باندھا کرو اور اس کی ایک حد مقرر کی تو ایک بڑھیا نے اُٹھ کر کہا کہ اے خطاب کے بیٹے خدا ہمیں دیتا ہے اور تو ہم سے روکتا ہے اور ساتھ ہی یہ آیت پڑھی وان ... احداھن قنطارا فلا تاخذوا منہ شیئا۔ اگر تم نے عورتوں میں سے کسی کو سونے کا ڈھیر بھی دے دیا ہو تو اس سے واپس مت لو۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کو سونے کا ڈھیر بھی مہر میں دینا جائز ہے۔ اللہ اللہ ایک مجمع کثیر میں پبلک میں سے ایک بڑھیا اٹھ کر بادشاہ وقت کو للکار کر اس کے احکام کی غلطی بتاتی ہے۔ اور وہ حاکم وقت و شہنشاہ عرب و عجم، شام و روم و مصر جب قانون الٰہی کو اس بڑھیا کے حق میں دیکھتا ہے تو فوراً سر تسلیم خم کر دیتا ہے۔

جلسہ فنڈ کی طرف توجہ کی ضرورت

جیسا کہ گذشتہ اشاعت میں اعلان کیا گیا تھا کہ احباب سلسلہ کی خدمت میں جلسہ فنڈ کے متعلق اپیل روانہ کی گئی ہے احباب سلسلہ جلسہ فنڈ کی ادائیگی کی طرف جلد توجہ مبذول فرمائیں موجودہ گرانی اشیاء کی وجہ سے رقم جلد فراہم ہو جانے کی جس قدر ضرورت ہے وہ کسی تشریح کی محتاج نہیں امید ہے دوست کاربرداران جلسہ کی مشکلات کا اندازہ کرتے ہوئے جلد یہ مذکورہ رقوم مرکز میں بھجوا دیں گے۔

ممکن نہیں خود رسول کریم صلعم جو وحی الٰہی کے حکم کے نیچے کام کرتے تھے حکومت کا کوئی امر بغیر شوریٰ کے سرانجام نہ دیتے تھے۔ چنانچہ جنگ احد کے موقعہ پر جو آپ نے شوریٰ کی۔ اس وقت آپ کی مرضی مدینہ کے اندر رہ کر مقابلہ کرنے کی تھی مگر چونکہ صحابہ کی کثرت رائے اس طرف تھی کہ مدینہ سے باہر نکل کر مقابلہ کیا جائے۔ آپ نے کثرت رائے کی عزت کی اور اپنی رائے کو چھوڑ دیا۔ حالانکہ آپ کو رؤیا میں بعض تکالیف کے پیش آنے کا اشارہ بھی مل چکا تھا۔ آپ باہر نکل کر لڑتے ہیں فتح ہو جاتی ہے مگر پہاڑ کی پشت پر جو دستہ حفاظت کے لئے تھا اس میں سے بعض لوگوں کی غلطی سے دشمن کو پشت پر سے آپڑنے کا موقع مل جاتا ہے اور اس اچانک حملہ سے فوج کا ایک حصہ جھٹ الگ ہو جاتا ہے اور وہ مدینہ کی طرف بھاگ جاتا ہے مگر خود رسول کریم صلعم اور آپ کے صحابہ کبار میدان میں جمع رہتے ہیں اس گھمسان کے رن میں حضور علیہ السلام کو بھی زخم آئے۔ صحابہؓ شہید بھی ہوتے ہیں زخمی بھی ہوتے ہیں۔ کفار حملے پر حملے کرتے ہیں۔ مگر آخرکار ناکام و مایوس ہو کر میدان چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔ اس قدر تکلیف اُٹھانے کے بعد جب خدا کی وحی نازل ہوتی ہے تو ان لوگوں کو جو میدان سے بھاگ گئے تھے نہ صرف معافی ملتی ہے بلکہ رسول کریم صلعم کو حکم ہوتا ہے فاعف عنھم و استغفر لھم وشاورھم فی الامر۔ انہیں معاف کردو۔ ان کے لئے مغفرت طلب کرو۔ اور حکومت کے کاموں میں ان سے مشورہ لو۔ غور کرو جن سے مشورہ لیا تھا۔ ان میں سے بہت سے میدان سے بھاگ آئے اور جو کام ان کے مشورہ سے ہوا تھا اس میں سخت چشم زخم پہنچا مگر باایں ہمہ شوریٰ کو نہیں چھوڑا۔ کیونکہ اصول یہی صحیح ہے۔ ممکن ہے ایک وقت مشورہ سے ایک امر طے ہو اور اس میں حسب منشاء کامیابی نہ ہو مگر اس سے اصول غلط نہیں ہو سکتا۔

(۳) خلفائے راشدین کے زمانہ میں تمام امور حکومت شوریٰ سے طے ہوتے تھے۔ بلکہ خلیفہ کے لئے جو صدر کی حیثیت رکھتا تھا صرف ایک ووٹ یعنی رائے تھی۔ حالانکہ صدر کو آجکل دو ووٹ کا حق دیا جاتا ہے۔ شوریٰ کے علاوہ خلیفہ کے احکام پر پبلک کا ایک ایک فرد اعتراض کرنے کا حق رکھتا تھا اور بعض اوقات خلیفہ کو اپنا حکم واپس لینا پڑتا چنانچہ جب حضرت عمرؓ نے صحابہ کرامؓ اور دوسرے مسلمانوں کے ایک کثیر مجمع میں یہ حکم دیا کہ مہر

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ۔ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

پیغامِ صلح

ایڈیٹر
ایس۔ محمد آصف۔ بی اے

جائنٹ ایڈیٹر
شیخ محمد انعام الحق

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آیندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

جلد ۳۱ | لاہور۔ یوم چہارشنبہ۔ مؤرخہ ۹ ر ذی الحجہ ۱۳۶۲ھ۔ م ۸ ر دسمبر ۱۹۴۳ء | نمبر ۴۸

ذوالقرنین کون تھا؟

مثالی رنگ میں حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق پیشگوئی

مغرب میں تبلیغ اسلام مسیح موعودؑ کی بعثت کی اصل غرض ہے

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ مؤرخہ ۳ ر دسمبر ۱۹۴۳ء

ویسئلونک عن ذی القرنین قل ساتلوا علیکم منہ ذکرا۔ انا مکنا لہ فی الارض واتینٰہ من کل شیء سببا۔ فاتبع سببا حتیٰ اذا بلغ مغرب الشمس وجدھا تغرب فی عین حمئۃ ووجد عندھا قوما قلنا یٰذا القرنین اما ان تعذب واما ان تتخذ فیھم حسنا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ من امرنا یسرا۔
(سورۃ الکھف)

ذوالقرنین } ذوالقرنین کون تھا؟ اس مسئلہ کو بھی یاجوج اور ماجوج کے مسئلہ کی طرح احمدیت نے ہی حل کیا ہے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اس کے متعلق جب میں نے حضرت مولٰینا نورالدین صاحب مرحوم کو نوٹ سنائے تو آپ بہت خوش ہوئے۔ اس بارہ میں جو کچھ ہمارے تراجم قرآن میں اس کی تفسیر کی گئی ہے وہی تفسیر قریبًا قریبًا مولٰینا ابوالکلام آزاد نے اپنی ترجمان القرآن میں کی ہے۔

مسیح موعود کے متعلق پیشگوئی } یہ تو ایک تاریخی واقعہ کے رنگ میں اس کی تفسیر کی گئی ہے لیکن حضرت مسیح موعود کی نظر ان آیات کے بڑے گہرے مفہوم ان کے باطن کی طرف گئی۔ آپ نے اپنی کتاب براہین احمدیہ حصہ پنجم میں ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ واقعہ جو قرآن کریم میں مذکور ہے وہ ایک صحیح تاریخی واقعہ ہے لیکن فرماتے ہیں کہ اس بیان کے اندر ایک پیشگوئی بھی ہے اور وہ پیشگوئی مثالی رنگ میں مسیح موعود کے متعلق ہے۔

مسیح موعود کے سامان } ذوالقرنین کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتا ہے انا مکنا لہ فی الارض واتینٰہ من کل شیء سببا۔ اس کی حکومت اور بادشاہت کے لئے موزوں سامان جو تھے اس کی حدود کو مضبوط کرنے کے لئے جو سامان تھے اللہ تعالیٰ نے اسکو وہ سامان دیئے حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ مسیح موعود کو اللہ تعالےٰ نے جو سامان اور سہولتیں عطا فرمائی ہیں وہ بھی اٰتینٰہ من کل شیء سببا کی مصداق ہیں یعنی وہ تمام سامان میسر کر دیئے جو تبلیغ اور اشاعت حق کے لئے ضروری تھے۔

سامانوں سے خوب فائدہ اُٹھایا } فاتبع سببا سامان تو بہت لوگوں کو مل جاتے ہیں مگر بہت لوگ ہیں کہ سامان ہوتے ہوئے ان سے فائدہ نہیں اٹھاتے لیکن جو سامان اسکو ملے ان کے پیچھے وہ لگ گیا خوب ان سے فائدہ اٹھایا۔ تبلیغ اور اشاعت کے سامان اور مسلمانوں کے لئے بھی موجود تھے مگر ان سامانوں کے باوجود ان میں کوئی حرکت پیدا نہ ہوئی مگر مسیح موعود نے ان سامانوں سے فائدہ اٹھایا اور تبلیغ کی ایسی بنیاد رکھی کہ پیغام اسلام کو اکناف عالم میں پہنچا دیا۔

سیاہ کیچڑ کا چشمہ } حتیٰ اذا بلغ الشمس وجدھا تغرب فی عین حمئۃ ووجد عندھا قوما یہاں تک کہ جب وہ ادھر پہنچا جدھر سورج ڈوبتا تھا اسے ایک سیاہ کیچڑ والے پانی میں ڈوبتے ہوئے پایا اور اس کے پاس ایک قوم کو پایا ۔۔۔ تاریخی رنگ میں تو آپ نے دیکھا ہوگا تفسیر میں ہم نے یہی دکھایا ہے کہ بحرہ اسود وہ سیاہ کیچڑ کا چشمہ ہے وہ تاریخی ذوالقرنین اپنے ملک کی مغربی حد تک پہنچا گویا اس کی مغربی حد کا ذکر کیا ہے کہ اس کی مغربی حد ایک سیاہ پانی کا چشمہ تھا خواہ وہ فارس کے بادشاہوں میں سے دارائے اول ہو یا سائرس ہو یہ دونوں بڑے عظیم الشان بادشاہ گذرے ہیں یہ ایران کے ایک بادشاہ کا ذکر ہے اس کی مغربی سرحد کا ذکر کیا جہاں سیاہ پانی کا چشمہ تھا۔

مسیح موعود اور مغربی قومیں } حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ پیشگوئی کا ذوالقرنین یا مسیح موعود بھی جب مغرب کا رخ کرے گا تو وجدھا تغرب فی عین حمئۃ ووجد عندھا قوما وہ بھی دیکھے گا کہ آفتاب صداقت ایک کیچڑ کے چشمہ میں غروب ہو گیا اور اس غلیظ چشمہ اور تاریکی کے پاس ایک قوم کو پائے گا جو مغربی قوم کہلائے گی یعنی مغربی ممالک میں عیسائیوں کو نہایت تاریکی میں مشاہدہ کرے گا نہ ان کے مقابل پر آفتاب ہوگا جس سے وہ روشنی پا سکیں اور نہ ان کے پاس صاف پانی ہوگا کہ وہ پی سکیں یعنی وہ روحانی روشنی اور روحانی پانی سے بے نصیب ہونگے اور پیشگوئی کے رنگ میں فرمایا واتینٰہ من کل شیء سببا۔ فاتبع سببا۔ مسیح موعود کو ہر طرح کے سامان دیئے جائیں گے اور وہ ان سامانوں کے پیچھے لگے گا یعنی وہ مغربی ممالک کی اصلاح کے لئے کمر باندھے گا گویا یہ کام مسیح موعود کے لئے مقدر تھا۔

گذشتہ خطبہ جمعہ } میں نے پچھلے خطبہ جمعہ میں ذکر کیا تھا کہ حضرت صاحب کی توجہ کس طرح پر ان مغربی ممالک کی طرف تھی۔ عیسائیت نے جو فسق و فجور دنیا میں پھیلایا اس کا ذکر میں نے سنایا تھا حضرت مسیح موعود نے اپنی ابتدائی کتابوں میں سے نورالحق کتاب میں بیان فرمایا ہے کہ کیا کیا دکھ آپ کو عیسائیت کے غلبہ کو دیکھ کر پہنچتا تھا کیونکہ عیسائیت کے غلبہ کی وجہ سے فسق و فجور دنیا میں پھیل گئے عقاید باطلہ پھیل گئے صداقت کو پاؤں تلے روندا گیا۔

براہین احمدیہ حصہ پنجم } اب یہ کتاب براہین احمدیہ حصہ پنجم وہ کتاب ہے جو حضرت صاحب کی آخری کتابوں میں سے ہے بلکہ اس کی اشاعت آپ کی وفات کے بعد ہوئی ہے اس میں تحریر فرماتے ہیں کہ اس آیت میں یہ پیشگوئی ہے کہ مسیح موعود مغربی ممالک کی اصلاح کے لئے کمر باندھے گا یا اس کی تمام توجہ مغربی ممالک کی اصلاح کی طرف ہوگی اور یہ جو الفاظ آتے ہیں ووجد عندھا قوما یہ قوم یہی مغربی اقوام ہیں، یوں بھی یہ مقامات اکثر بحیرہ اسود کے مغرب کی طرف ہی ہیں ان تک پہنچکر اسلام کا سورج غروب ہو جاتا ہے اور یہ سفید لوگ کالے کیچڑ پر گذارہ کر رہے ہیں اور انہیں خالص پانی روحانی زندگی کی نشوونما کے لئے نہیں ملتا۔

عذاب نازل ہونے کیلئے بد دعا } پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے کہا یٰذا القرنین اما ان تعذب واما ان تتخذ فیھم حسنا۔ اے ذوالقرنین چاہو تو انہیں عذاب دو اور چاہو تو ان سے بھلائی کا معاملہ کرو۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ خدا تعالےٰ ذوالقرنین یعنی مسیح موعود سے کہے گا کہ تیرے اختیار میں ہے چاہے تو ان کو عذاب دے یعنی عذاب نازل ہونے کے لیئے بددعا کرے (احادیث صحیحہ میں مروی ہے کہ مسیح موعود ان کے لئے بددعا کریگا یہ وہی بددعا ہے جس کا ذکر میں نے پچھلے خطبہ جمعہ میں کیا تھا) یا ان کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کرے تو ذوالقرنین کہتے ہیں اما من ظلم فسوف نعذبہ جن لوگوں کا ظلم انتہا کو پہنچ گیا ہے وہ سوائے عذاب کے اب درست نہیں ہو سکتے اسلئے ان کے لئے عذاب کی دعا ہے اصلاح کرنے والے نکے

تعلیمی پرنٹنگ پریس لاہور میں باہتمام ... پرنٹر پبلشر چھپکر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا

دل سے نکلتی ہے۔

بددعا کے الفاظ } بددعا کے بڑے زبردست الفاظ ہیں فرماتے ہیں ؎

یارب مزقھم وفرق شملھم
یارب فودھم الیٰ ذوبانھم

اے میرے رب ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے اور ان کی جمعیت کو پاش پاش کر دے اے میرے رب ان کو کھینچکر لے جا جہاں پہنچکر یہ پگھل جائیں حدیث میں آتا ہے دجال پگھل جائے گا جس طرح نمک پانی میں گل جاتا ہے۔

پیشگوئی کا ایک حصہ } فرماتے ہیں کہ یہ بھی ایک حصہ پیشگوئی کا تھا کہ اس قدر دنیا میں گمراہی پھیل جائے گی کہ اس کا علاج کوئی نہیں ہوگا، سوائے اس کے کہ ایک عذاب کے ذریعہ سے ان کی توجہ کو حق کی طرف پھیرا جائے جب لوگ توجہ نہیں کرتے تو ان پر عذاب بھیجا جاتا ہے کہ وہ اس طرف توجہ کریں۔

بعثت مسیح موعود کی اصل غرض } اس بات کو خوب یاد رکھو کہ حضرت صاحب کے آنے کی اصل غرض مغربی ممالک کی اصلاح ہے جب مسیح موعود کا آنا یاجوج اور ماجوج کے مقابلے کے لئے ہے تو پھر وہ ان قوموں کی اصلاح کیوں نہ کرے گا یہ لازمی ہے کہ اس کی توجہ مغرب کی طرف ہو چنانچہ اگر آپ غور کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ پہلے دن سے جب حضرت صاحب نے مسیح موعود ہونے کا دعوےٰ کیا ہے آپ نے مغربی ممالک میں تبلیغ اسلام کی بنیاد بھی رکھی ہے۔

کشف } اسی ازالہ اوہام میں جس میں آپ کا دعوےٰ مسیح موعود ہونے کا ہے اسی میں آپ کا یہ کشف درج ہے:۔

"میں نے دیکھا کہ میں شہر لندن میں ایک منبر پر کھڑا ہوں اور انگریزی زبان میں ایک نہایت مدلل بیان سے اسلام کی صداقت ظاہر کر رہا ہوں بعد اس کے میں نے بہت سے پرندے پکڑے جو چھوٹے چھوٹے درختوں پر بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے رنگ سفید تھے ..... سو میں نے اس کی تعبیر یہ کی کہ اگرچہ میں نہیں مگر میری تحریریں ان لوگوں میں پھیلیں گی اور بہت سے راستباز انگریز صداقت کا شکار ہو جائیں گے"

(ازالہ اوہام صفحہ ۵۱۵)

میں یہ باتیں اسلئے اپنے دوستوں کو سناتا ہوں کہ مغرب میں تبلیغ اسلام کی اہمیت کو پورے طور پر ابھی تک ہم نے بھی نہیں سمجھا۔

موجودہ عالمگیر جنگ } اس وقت ہمارے سامنے ایک ہولناک عالمگیر جنگ ہو رہی ہے جس کی وجہ سے بے حساب تباہی ہو رہی ہے، انسانوں کی، انسانوں کے مکانوں کی، انسانوں کی زمینوں کی۔ فی الحقیقت مسیح موعود بھی ایک جنگ کے لئے تشریف لائے تھے، مگر آپ کی جنگ دنیا میں تباہی پھیلانے کے لئے نہیں بلکہ اس تباہی کو دور کرنے کے لئے ہے۔

شیطان کی آخری جنگ } حضرت صاحب نے اس جنگ کا ذکر بہت جگہ کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ شیطان کی گویا آخری جنگ ہے۔ یعنی اس جنگ میں شیطان اپنی پوری قوت صرف کرے گا شیطان سے یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ اس سے مراد وہی غیر مرئی ہستی ہے جو وسوسہ اندازی کرتی ہے بلکہ اس سے مراد شیطان کے مظاہر ہوتے ہیں جو ظاہری رنگ میں بھی نظر آتے ہیں یہ دجالیت کے مظاہر بھی شیطان ہیں۔

حضرت مسیح موعود کا فہم قرآن } اس جماعت میں جسکو مجدد وقت نے قائم کیا اور دوسرے علماء میں کیا فرق ہے؟ یہ علماء بھی قرآن کو پڑھتے ہیں اور حضرت مسیح موعود بھی قرآن مجید کو پڑھتے تھے میں کہتا ہوں وہ شخص آپ کا پیرو کہلانے کا مستحق نہیں جو اسی دیوانگی کے ساتھ قرآن مجید کو نہ پڑھے جس دیوانگی کے ساتھ حضرت صاحب نے قرآن مجید کو پڑھا، مگر ان کے پڑھنے میں ایک فرق ہے خدا تعالےٰ انہیں وہ آنکھیں دے دیتا ہے کہ جن سے قرآن کریم کا مفہوم انہیں واقعات عالم میں نظر آ جاتا ہے۔ قرآن مجید کے پڑھنے سے یاجوج ماجوج اور دجال آپ کو واقعات عالم کی صورت میں نظر آ گئے اس شیطان سے مراد یہ موجودہ دجالیت ہے۔

براہین احمدیہ حصہ پنجم کے اشعار } اسی کتاب براہین احمدیہ حصہ پنجم میں فرماتے ہیں:۔ ؎

جنگ روحانی ہے اب اس خادم و شیطان کا
دل گھٹا جاتا ہے یارب سخت ہے یہ کارزار

لوگوں کو تو وہ جنگیں سخت نظر آتی ہیں جو توپ اور تلوار سے ہو رہی ہوں مگر آپ فرماتے ہیں ؎

جنگ یہ بڑھکر ہے جنگ روس اور جاپان سے
میں غریب اور ہے مقابل پر حریف نامدار

ایک بے کس انسان ایک گوشہ میں بیٹھا ہوا جس کے پاس کوئی سامان نہیں یہی مسلمان ہی اس کے ممد و معاون بن سکتے تھے لیکن یہ بھی اس کے سب سے بڑے دشمن بن گئے اور دوسری طرف مقابل میں وہ حریف نامدار وہ دجال جس کا ذکر ابتدا سے ہی انبیا کرتے آئے تھے کہ آخری زمانہ میں حق کے ساتھ اس کی ایک سخت جنگ ہوگی کیوں نہ ایسے دشمن کو دیکھ کر دل گھٹے اور دوسری طرف مسلمان بھی مخالف ہیں ؎

مددگار ہوتا وہ نہیں مخالفت پر تلے ہوئے ہیں
کیوں کریں گے وہ مددگار مدد سے کیا غرض
ہم تو ہیں فرمودہ ان کی نظر میں بار بار

اپنی قوم پر تعجب } اس کے بعد درد دل کے الفاظ ہیں جو اپنی قوم کو مخاطب کر کے کہے ہیں ؎

پر مجھے رونا ہے آتا ہے تعجب قوم پر
کیوں نہیں وہ دیکھتے جو ہو رہا ہے آشکار

مسلمان تو سنتے نہیں اپنی قوم کو مخاطب کرتے ہیں کہ اس کو کیا ہو گیا یہ بھی متوجہ نہیں ہوتی یہ درد دل کی آواز ہے میں سمجھتا ہوں کہ آج یہ اس سے زیادہ درد کے ساتھ دہرائے جانے کے قابل ہے۔

حضرت مسیح موعود کی صداقت کے نشان

ہم نے حضرت صاحب کی صداقت کے بڑے بڑے نشان دیکھے کس طرح زلزلوں کی پیشگوئی پوری ہوئی اور کس طرح یورپ، ایشیا اور امریکہ کے رہنے والوں کو آپ نے ایک خوفناک عذاب سے ڈرایا جسے ہم اپنی آنکھوں سے پورا ہوتا ہوا دیکھ رہے ہیں۔ اس قدر نشانوں کو دیکھ کر کیا اب بھی مسیح موعود کے اس کام کے لئے قوم کے دلوں میں درد پیدا نہیں ہوتا۔

زلزلوں کی پیشگوئی کس طرح پوری ہوئی

دیوانگی درکار ہے } آپ فرماتے ہیں کہ یہ باتیں ہو کر رہنے والی ہیں اور یقیناً ہو کر رہیں گی ؎

آ رہی ہے اب تو خوشبو میرے یوسف کی مجھے
گو کہو دیوانہ میں کرتا ہوں اس کا انتظار

تم تو مجھے دیوانہ کہو گے کہ یہ دیوانہ ہو گیا ہے یورپ کو مسلمان کرنا چاہتا ہے مگر میں تو اس کا انتظار کرتا ہوں۔ یہ دیوانگی درکار ہے اگر تم یورپ کی اصلاح کرنے کے لئے اٹھے ہو تو تمہارے دل میں اس کام کے لئے ایک دیوانگی ہونی چاہیئے کہ کس طرح پر اسلام کا پیغام دنیا میں پہنچے اور عیسائیت اور دجالیت کا فتنہ مٹے۔

قادیانیوں پر تعجب } مجھے تو اس قوم پر بھی تعجب آتا ہے اتنی بڑی قوم ہے بڑے بڑے اعلان نکلتے ہیں کہ آج "تحریک جدید" کا دسواں سال شروع ہو گیا پانچ ہزار آدمی اس تحریک جدید میں شامل ہیں جو ہر سال ایک مہینہ کی آمد دیتے ہیں اگر ایک آدمی کی ماہوار آمدنی بحساب اوسط چالیس پچاس روپے ماہوار بھی فرض کر لی جائے تو ایک سال میں دو ڈھائی لاکھ روپیہ اس کا آنا چاہیئے جو ماہوار چندہ کے علاوہ ہے اور نو سال میں بیس بائیس لاکھ روپیہ جمع ہو جانا چاہیئے مگر وہ بیس بائیس لاکھ روپیہ کہاں گیا؟ مجھے تو اگر دو لاکھ روپیہ بھی مل جائے تو میں تمام دنیا پر قرآن مجید کے تراجم پھیلا دوں مگر ہم اسی کے رنگ میں رنگین ہیں جسنے کہا تھا "میں غریب" اور مقابل پہ حریف نامدار۔

"بے مثل تحریک" } اس تحریک جدید کو قادیان والے لوگ بے مثل کہتے ہیں اور یہ "بے مثل" بھی ہے یہ ۲۲ لاکھ روپیہ کہاں گیا؟ شاید لوگوں کا خیال ہو کہ جماعت بن گئی بڑا انتظام ہے لیکن میں نہیں جانتا کہ جماعت بن گئی یا نہیں البتہ خلیفہ ضرور بن گیا جماعت بنی ہے یا نہیں ریاست بن گئی مجھے ان لوگوں پر بھی تعجب آتا ہے مگر اپنی جماعت پر بھی تعجب آتا ہے کہ کیوں اس کام کی طرف پوری قوت سے متوجہ نہیں ہوتے کہ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اصل کام ہے اس کام کیلئے ایک دیوانگی کو اپنے اندر پیدا کرو۔

یورپ کے مردوں کو زندہ کرو } حضرت صاحب فرماتے ہیں ؎

آ رہا ہے اسطرف احرار یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مردوں کی ناگہ زندہ وار

اس وقت ان کا مزاج اس طرف آتا کسے نظر آتا تھا مگر آج کھلا کھلا نظر آتا ہے کہ ضرور ان کا مزاج اس طرف آ رہا ہے وہ جو روحانی لحاظ سے مر چکے تھے وہ کالے چشمہ کا پانی پینے والے ان مردوں کی نبض پھر زندہ وار چلنے لگی ہے، اٹھو اور ان مردوں کو زندہ کرو مگر جلتے ہو انہیں زندگی کس طرح دے سکتے ہو۔ قرآن کریم کو ان تک پہنچا کر۔ قرآن کریم کو پہنچانے کے لئے تمہارے اندر دیوانگی کا رنگ پیدا ہونا چاہیئے۔ جس طرح حضرت مسیح موعود کو لوگ دیوانہ کہتے تھے، تمہیں بھی دیوانہ کہیں۔ تمہیں سوائے قرآن کریم کو دنیا میں پہنچانے کے اور کسی چیز کی ہوش نہ رہے۔ اگر تمہارے کالج نہیں بنتے تو نہ بنیں کالج بنا کر چند لوگوں کی روٹی کا سامان ہی کرو گے اس کے کرنے والے اور بہت ہیں۔ اگر تمہارے ہسپتال نہیں بنتے تو نہ بنیں یہی ہے نہ کہ چند بیمار نہ بچیں گے اس کے کرنیوالے بھی بہت ہیں، تمہیں تو صرف ایک جنون ہونا چاہیئے کہ قرآن کریم کس طرح دنیا میں پہنچے اپنی قوم کی رہنمائی کرو مگر صرف اس ایک کام کے لئے کہ دنیا میں قرآن کریم کس طرح پہنچے تا کہ مردہ دنیا زندہ ہو جائے تمہیں بشارت بھی دی گئی ہے کہ یورپ اسلام قبول کرے گا اپنی ساری قوت اس ایک کام پر صرف کر دو یہاں تک کہ اس کام کے لئے دیوانہ ہو جاؤ، اس کام کو کرنے والا تمہارے سوا اور کوئی نہیں۔

نوجوان دنیا کی زبانیں سیکھیں } میں نے حضرت صاحب کی آواز تمہارے سامنے پیش کر دی ہے اس درد کو اپنے اندر پیدا کرو مغربی دنیا میں اسلام کا پہنچانا قرآن کریم کا پہنچانا تمہارا کام ہے۔ بار ہا میں کہتا ہوں کہ میری آواز کا یہ حصہ جو ابھی پورا موثر ثابت نہیں ہوا میں نے بارہا نوجوانوں کو کہا کہ دنیا کی ایک ایک زبان سیکھ لو۔ میں نے یورپ کے ایسے سیاح دیکھے ہیں جو مجھے ملنے آئے ہیں جو دنیا کی دس دس بارہ بارہ زبانیں جانتے ہیں ہمارے نوجوانوں کی ہمتیں کیوں پست ہو گئیں سب باتوں کو چھوڑ دو اسلام کا دنیا میں پہنچانا سب باتوں پر مقدم ہے مسیح موعود کے پیرو ہو تو اس کام کے لئے کمر باندھ لو۔

دنیا قائل ہو گئی } آج دنیا اس بات کی قائل ہو گئی ہے کہ تمہاری جماعت زیادہ کام کرنیوالی ہے ایک یوروپین جس نے مسیح موعود کی دونوں جماعتوں کا مطالعہ کیا ہے لکھتا ہے کہ لاہور کی چھوٹی جماعت جو زیادہ فعال جماعت ہے اس نے اپنا رخ اس طرف پھیرا کہ مغرب میں اسلام کا پیغام پہنچایا جائے وہی شخص لکھتا ہے کہ وہ کامیاب ہو گئے یہ نہ سمجھو کہ ان کی کامیابی معمولی ہے۔

جہلم کا ایک واقعہ } لیکن مسلمان اس کام کو معمولی ہی سمجھتے ہیں میں جہلم میں ایک مجلس میں تھا کہ ایک شخص نے مجھے کہا کہ وہ لوگ جنہیں آپ یورپ میں مسلمان کرتے ہیں کیا وہ پتلون اتار کر تہبند باندھ لیتے ہیں میں نے جواب دیا کہ ہم تو صرف کلمہ طیبہ پڑھاتے ہیں، آخر آپ کے لئے

(باقی برصفحہ ۵)

پیغام صلح

جلد ۳۱ | یوم چہارشنبہ ۹ ذی الحجہ ۱۳۶۲ھ | نمبر ۴۸

جلسہ سالانہ کے اغراض و مقاصد

سب احمدی شریک ہونے کی کوشش کریں

وہ لوگ جنہوں نے مذہبی تاریخ کا مطالعہ کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ ابتداء سے ہی ہر مذہبی تحریک کو کامیاب کرنے کے لئے اجتماع ایک زبردست قوت رہی ہے۔ حضرت عیسٰیؑ، حضرت موسٰیؑ اور مہاتما بدھ، اور حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اجتماع کو ہی خطاب کیا ہے اور اجتماع کی ہی اصلاح کی ہے اور اجتماعی قوت سے تاریخ انسانی کا رُخ بربریت سے انسانیت کی طرف بدلا ہے۔

موجودہ دور کی سب سے بڑی روحانی شخصیت حضرت مسیح موعود علیہ السلام جو آنحضرت صلعم کے عظیم المرتبت خلیفہ ہیں انہوں نے بھی اجتماعی قوت کی اہمیت کو محسوس کرکے اعلائے کلمۃ الحق کے لئے ایک جماعت تیار کی اور سال میں تین دن ایسے مقرر فرمائے جن میں یہ جماعت ایک جگہ جمع ہو۔ جیسا کہ حضرت ارشاد فرماتے ہیں:۔

"چونکہ ہر ایک کے لئے بباعث ضعف فطرت یا کمی مقدرت یا بعد مسافت یہ میسر نہیں آ سکتا کہ وہ صحبت میں آ کر رہے یا چند دفعہ سال میں تکلیف اٹھا کر ملاقات کے لئے آوے لہذا قرین مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ سال میں تین روز ایسے اجتماع کے لئے مقرر کئے جاویں جن میں تمام مخلصین اگر خدا تعالیٰ چاہے بشرط صحت و فرصت و عدم موانع تاریخ مقررہ پر حاضر ہو سکیں..... اور اس جلسہ میں ایسے حقائق اور معارف سنانے کا شغل رہے گا جو ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی دینے کے لئے ضروری ہیں اور نیز ان دوستوں کے لئے خاص دعائیں اور خاص توجہ ہوگی اور حتی الوسع بدرگاہ ارحم الراحمین کوشش کی جائے گی کہ خدا تعالیٰ اپنی طرف ان کو کھینچے اور اپنے لئے قبول کرے اور پاک تبدیلی ان میں بخشے اور ایک عارضی فائدہ ان جلسوں میں یہ بھی ہوگا کہ ہر ایک نئے سال میں جس قدر نئے بھائی اس جماعت میں داخل ہوں وہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو کر اپنے پہلے بھائیوں کے منہ دیکھ لیں گے، اور روشناس ہو کر آپس میں رشتہ تودد و تعارف ترقی پذیر ہوتا رہے گا۔ اور جو بھائی اس عرصہ میں اس سرائے فانی سے انتقال کر جائے گا اس جلسہ میں اس کے لئے دعائے مغفرت کی جائے گی اور تمام بھائیوں کو روحانی طور پر ایک کرنے کے لئے اور ان کی خشکی اور اجنبیت اور نفاق کو درمیان سے اٹھا دینے کے لئے بدرگاہ حضرت عزت جلشانہٗ کوشش کی جائے گی اور اس روحانی جلسہ میں اور بھی کئی روحانی فوائد اور منافع ہوں گے، جو انشاء اللہ العزیز وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے رہیں گے اور کم مقدرت احباب کے لئے مناسب ہوگا کہ پہلے ہی سے اس جلسہ میں حاضر ہونے کا فکر رکھیں۔ اور اگر تدبیر اور کفایت شعاری سے کچھ تھوڑا تھوڑا سرمایہ سفر خرچ کے لئے ہر روز یا ماہ بماہ جمع کرتے جائیں اور الگ رکھتے جائیں تو بلا دقت سرمایہ سفر میسر آ جائے گا۔ اور یہ سفر مفت میسر ہو جائے گا۔"

اس ارشاد میں تین باتیں قابل غور ہیں۔ پہلے حقائق و معارف سنانے کا شغل جو ایمان اور یقین کو ترقی دینے کے لئے ضروری ہے دوسرے دعائیں اور توجہ جس سے روحانی ترفع پیدا ہو تاکہ خدا تعالیٰ کی کشش اس اجتماع کے قلوب میں پیدا ہو۔ تیسرے جماعت میں نئے شامل ہونے والے احباب ایک دوسرے کو دیکھ لیں اور رشتۂ اخوت مضبوط ہو۔ یعنی خلاصہ یہ ہوا علم لدنی و جاذبیت اور اخوت، یہی تین چیزیں اس سلسلہ حقہ کی خصوصیات ہیں اور انہی کی قوت سے یہ سلسلہ دنیا میں غلبۂ اسلام پیدا کرنا چاہتا ہے اور اسلام کے لئے ایک نیا دور اور ایک نئی کشور تسخیر کرنا چاہتا ہے۔

وہ دوست جو اس سلسلہ کے افراد ہیں اور صدقِ دل اور خلوص نیت سے اس میں شامل ہوئے ہیں ان کا فرض ہے کہ ان خصوصیات کو روشن کریں اور دورِ حاضر کی تاریک مادہ پرستیوں میں عرفان اور معرفت کا نور پیدا کریں تاکہ وہ اقوام جو دنیا کی طرف زیادہ راغب ہونے کی وجہ سے جادۂ اعتدال سے بھٹک چکی ہیں اور ان کی وجہ سے تمام دنیا کا دماغی روحانی اور معاشی توازن بگڑ چکا ہے۔ راہ راست پر آ جائیں اور خالق کائنات کے آستانہ پر جھک جائیں اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی قیادت کو تسلیم کرکے موجودہ آشوب اور دکھ سے رستگاری حاصل کریں یہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس اجتماعی ادارہ کو مضبوط نہ کیا جائے جو جماعت کے اندر علم معرفت اور اخوت پیدا کرنے کے لئے قائم کیا گیا ہے۔

اس اجتماع میں بہت تھوڑا وقت باقی ہے احباب سلسلہ کو اس جلسہ میں شمولیت کا اہتمام کرنا چاہیئے، نوجوانوں، بوڑھوں اور عورتوں، سب کو اس میں شمولیت کرنا چاہیئے اور اپنے اس اجتماع کو بارونق بنانا چاہیئے، یہ حضرت امام وقت کا ارشاد ہے کہ احباب اس جلسہ میں شامل ہو کر اس کے فوائد سے مستفید ہوں۔ سو احباب سلسلہ کو چاہیئے کہ اپنے امام کے حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کریں اور اس موقعہ پر سب کے سب آنے کی کوشش کریں۔ اس اجتماع نے ہمارے کام اور ہمارے مقصد کو ایک بہت بڑی تقویت پہنچتی ہے۔ اس لئے نہایت ضروری ہے کہ ہر احمدی اس جلسہ میں شریک ہو اور نہ صرف خود شریک ہو بلکہ اپنے دوستوں رشتہ داروں کو بھی لانے کی کوشش کرے اور اس کو کامیاب بنانے کے لئے ابھی سے جماعت کے تمام حلقوں میں ایک تحریک پیدا ہو جانا چاہیئے اور ہماری جماعت کے ہر بچے سے لیکر بوڑھے تک کو شامل ہونے کی کوشش کرنا چاہیئے تاکہ دنیا میں ہماری جماعت زندہ رہے اور وہ بلند مقاصد زندہ رہیں جو اس جماعت سے وابستہ ہیں ابھی وقت ہے اگر ہم سب مل کر کوشش کریں تو اس اجتماع کو نہایت اعلٰے پیمانے پر کامیاب بنایا جا سکتا ہے اور اس کے لئے کوئی بڑی جدوجہد کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ ہم سب کو اپنے فرائض کے سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور حضرت امام عصرِ حاضر کے ارشادات کو سمجھنے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی سعادت بخشے۔ آمین ؛

رسالہ فرقان کی شہادت کی حقیقت

فرقان اکتوبر ۴۳ء نے الحکم ۱۰ر جنوری ۱۹۰۲ء کے حوالہ سے ایک شخص قاضی نظیر حسن صاحب کا ایک رویاء درج کیا ہے کہ "رویاء میں حضرت اقدس مسیح موعود کی زیارت کا شرف حاصل ہوا اور دیکھا حضور کمیت گھوڑے پر سوار جا رہے ہیں معاً اسی وقت القاء ہوا کہ یہ خدا کا رسول خدا کا مرسل اور خدا کا نبی جاتا ہے"

جناب ڈاکٹر حسن علی صاحب گوجرانوالہ اپنے ایک تازہ خط میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"کہ میں ان قاضی نظیر حسن صاحب کو جانتا ہوں میرے ہموطن ہیں وہ حضرت صاحب کی زندگی میں ہی احمدیت کو ترک کر چکے تھے آجکل وہ کھلے کھلے غیر احمدی علماء کے ساتھ ملتے ہیں احمدیت سے انکا کوئی تعلق نہیں رہا"

اللہ تعالیٰ اس جھوٹے کشف کی حقیقت کو واضح کرنے کیلئے جو سراسر حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیم اور عقاید کے خلاف ہی تھی اس شخص کی اصلی حالت کو نمایاں کر دیا ایسے شخص کے رویاء کو بطور حقیقت اور دلیل شائع کرنا خود کارپردازانِ فرقان کے غیر متوازن ہونے کی دلیل ہے یہ رسالہ فرقان نہیں بلکہ "یرقان" ہے جس کی بیمار اور زرد آنکھوں کو نہایت کمزور اور فضول بات بھی اپنے غلو کی صداقت کی ایک دلیل نظر آتی ہے اللہ تعالیٰ ہمارے ان دوستوں پر رحم کرے۔ آمین۔

کتاب "نیا نظام عالم" کی تقسیم

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی انگریزی تصنیف "نیا نظام عالم" New World Order عنقریب چھپنے والی ہے۔ اس کی تقسیم کیلئے احباب سلسلہ نہایت سنجیدہ، حق کے متلاشی اور غور و فکر کرنیوالے انگریزی خواں لوگوں کے پتے جائنٹ سیکرٹری صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور کے نام بھجوائیں تاکہ ان کے نام یہ کتاب بھیجی جا سکے۔

تحریک دستکاری

تحریک دستکاری کی طرف ہم پہلے توجہ دلا چکے ہیں اور جناب سیکرٹری صاحبہ لجنہ ویمن ایسوسی ایشن احمدیہ بلڈنگس لاہور بھی اس طرف خواتین سلسلہ کو ایک مکتوب کے ذریعہ متوجہ کر چکی ہیں ہم پھر خواتین سلسلہ کی خدمت میں گذارش کرتے ہیں کہ وہ اس تحریک کو کامیاب بنانے کی کوشش کریں یہ تحریک احمدی خواتین کی شاندار روایات میں سے ہے اور اشاعت اسلام کے بلند مقصد کے لئے تقویت کا باعث ہے امید ہے سب خواتین اس تحریک میں حصہ لیں گی۔

افسوسناک خبریں

(۱) جناب خواجہ محمد عبد اللہ صاحب ہیڈ ماسٹر اسلامیہ ہائی سکول راولپنڈی کا اکلوتا شیرخوار بچہ ایک مختصر سی علالت کے بعد ۲۰ر نومبر کو اپنے والدین کو داغ مفارقت دے گیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ والدین کو صبر جمیل دے اور جلد نعم البدل عطا فرمائے آمین

(۲) جناب صوفی شمس الدین صاحب تھملوی کی اہلیہ محترمہ بی بی مریم ۲۰ر نومبر ۴۳ء کو رحلت فرما گئیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ حضرت مسیح موعود کی صحابیہ تھیں اور زہد و اتقا میں اس پاک نمونہ کی یادگار تھیں۔ ان کے درس میں محلہ کے بیسیوں بچے شریک ہوتے تھے۔ مرحومہ خود بھی صوم و صلوٰۃ کی پابند تھیں اور اپنے بچوں کو بھی بڑی سختی سے احکام شریعت کی پابند کراتی تھیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحومہ کو غریق رحمت کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔ تمام دوست جنازہ غائبانہ پڑھیں۔

(۳) چوہدری فضل الرحمٰن صاحب قمر سامانہ پٹیالہ کی بچی یکم دسمبر ۱۹۴۳ء کو فوت ہو گئی انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ والدین کو صبر جمیل دے اور نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین ؛

شذرات

{ از محمد انعام الحق }

الحادکدہ روس میں خدا کا نام

موجودہ جنگ کی ہولناکیوں اور تباہیوں کا ایک اثر یہ بھی ہے کہ بہت سے منکران خدا اور نیم دہریوں کی زبانوں پر خدا کا نام بار بار آنے لگا ہے۔ مذہب دشمنی کے مجنونانہ دجالی طوفان کی شدت کم ہو رہی ہے مذہب کا شدید ترین دشمن اور خدا کا سب سے بڑا منکر روس تھا۔ وہاں بھی ایک زبردست ذہنی اور روحانی انقلاب عمل میں آ رہا ہے۔ جسکا کسی قدر اندازہ ڈاکٹر گاربٹ آرک بشپ آف یارک کے اس بیان سے ہوسکتا ہے جس کا ذکر "پیغام صلح" ۲۰ر اکتوبر میں ہوا ہے۔ اسی سلسلہ میں مشہور خبر رساں ایجنسی رائیٹر کی دو اطلاعیں اور ملاحظہ فرمائیں۔

"ماسکو ۱۹ر اکتوبر۔ ماسکو ریڈیو اطلاع دیتا ہے کہ ازبک، تاجک، ترکمان، کرغیز اور قازق سوویٹ جمہوریتوں کے مسلم مذہبی پیشواؤں کی کانفرنس ۱۵ر اکتوبر سے ۱۹ر اکتوبر تک تاشقند میں منعقد ہوئی۔ کانفرنس نے وسطی ایشیا اور قازقستان کے لئے مذہبی ارکان نظم ونسق کو منتخب کیا اور ان کا مرکز تاشقند کا شہر ہوگا۔ ۸۲ سالہ بوڑھے اسحان بابا خان عبد و مذاذ نہتا نو جو بہت مذہبی ہیں باتفاق دینی نظم ونسق کا صدر مفتی منتخب کیا گیا" (رہبر دکن۔ ۳۰ر اکتوبر)

"ماسکو ۱۹ر نومبر۔ مارشل اسٹالن کو سوویٹ یونین کے مسلمانوں کے مفتی کا پیغام وصول ہوا ہے کہ میں اللہ سے دعا کرتے ہوئے دشمن کی نہایت ہی جلد شکست اور سارے انسانوں کی آزادی کی تمنا رکھتا ہوں"

(رہبر دکن ۱۰ر نومبر ۱۹۴۳ء)

کیا کوئی چند سال قبل روس میں ایسے واقعات کی توقع کرسکتا تھا؟ اس قسم کی خبروں سے جواب متواتر آنے لگی ہیں ہوا کا رخ صاف معلوم ہو رہا ہے ایمان باللہ اور مذہب۔ کے ... کو مٹا دینے کا عزم رکھنے والوں کی کوششوں کا انجام ہر ایک کو واضح طور پر دکھائی دینے لگا ہے۔ کیا وہ مسلمان جو روس اور یورپ کے دیگر ممالک میں طوفان الحاد ولا مذہبی پر تشویش کا اظہار کیا کرتے تھے اس تبدیلی سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں گے؟

مذہب انسان کی کشتی کا لنگر ہے

چند روز ہوئے ہز ایکسیلنسی نواب صاحب چھتاری صدر اعظم دولت آصفیہ نے وسلی منقوڈسٹ چرچ حیدرآباد دکن کی ایک استقبالی تقریب میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ:-

"مذہب انسان کی کشتی کا لنگر ہے۔ مذہبی عقاید کا قائل اپنی زندگی کے آخری لمحات ایک آیندہ زندگی کی امید میں پرسکون گزارتا ہے۔ لیکن لا مذہب کیلئے موت ایک تاریکی کا غار ہے"

نواب صاحب ممدوح کا مندرجہ بالا ارشاد بالکل صحیح ہے۔ روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ لا مذہب انسانوں کے آخری ایام و لمحات بعید کرب و اضطراب اور رنج و یاس سے گذرتے ہیں اور موت سچ مچ ان کے لئے تاریکی کا غار ہوتی ہے۔ اس کے بالمقابل صحیح معنوں میں پابند مذہب لوگوں کا آخری وقت بہت ہی پرسکون اور پرامید ہوتا ہے — لیکن مذہب کا صرف اتنا ہی فائدہ نہیں ہے بلکہ سچا اور مکمل مذہب زندگی کے آخری لمحات اور موت کو آسان بنانے کے علاوہ، انسان کی زندگی کو بھی کامیاب، پرمسرت پاکیزہ اور نفع رساں بناتا ہے — اگر غور سے دیکھا جائے تو کئی لحاظ سے زندگی موت سے زیادہ مشکل ہے۔ اسلام دنیا میں انسان کی صحیح رہنمائی کر کے اسکو آخرت کے انعامات کا حقدار بناتا ہے اور دینی و دنیوی دونوں لحاظ سے اولاد آدم کی زندگیوں کو سنوارتا ہے۔

مملکت حیدرآباد میں منقوڈسٹ چرچ کے وابستگان کی تعداد بہت ہی قلیل ہے لیکن اس کے باوجود صدر اعظم نے چرچ کی خواہش پر اس تقریب میں شرکت فرما کر حاضرین کو مخاطب فرمایا۔ ایسے مواقع حیدرآباد میں اکثر پیش آتے رہتے ہیں۔ ممدوح کا یہ طرز عمل دولت آصفیہ کی مذہبی رواداری کی شاندار روایات کے عین مطابق ہے۔ شاہان آصفیہ اور ان کے وزرا عظام ہمیشہ سے رعایا کے تمام طبقات کو بلا امتیاز مذہب و ملت ایک ہی نظر سے دیکھتے آئے ہیں اور ان کا سلوک سب سے یکساں رہا ہے — اس کے باوجود جو لوگ از راہ شرارت مملکت حیدرآباد پر تعصب مذہبی جانبداری کا الزام لگاتے ہیں وہ صریح طور پر غلط بیانی و بہتان طرازی کا ارتکاب کرتے ہیں۔

آریہ سماجیوں کی امن سوز چیلنج بازی

ستیارتھ پرکاش کے متعلق مسلمان، سکھ، عیسائی اور سناتنی وغیرہ اقوام کے متفقہ مطالبہ سے متاثر ہو کر آریہ سماجیوں نے وہی غیر معقول و افسوسناک طرز عمل اختیار کیا ہے جس کی کہ ان لوگوں سے توقع تھی اور جو کہ اس اتحاد دشمن اور معقولیت نا آشنا فرقہ کی روایات کے عین مطابق ہے۔ یعنی آج کل آریہ سماجی اخبارات و اکابر مجنونانہ چیلنج بازی میں مصروف ہیں۔ امرتسر کے رائے صاحب گنگارام جی نے آرین کانفرنس کے آیندہ اجلاس میں ایک قرارداد پیش کرنے کا نوٹس دیا ہے جس میں بقول روزنامہ پرتاپ

"حکومت ہند کو آگاہ کیا گیا ہے کہ اگر اس پوتر کتاب کے خلاف ایک انگلی بھی اٹھائی گئی تو آریہ سماج وہی حالت پیدا کرنے پر مجبور ہو جائے گا جو ہندوستان میں پہلے کبھی نہ ہوئی ہو۔ "ستیارتھ پرکاش" کے کسی حصے یا باب یا پیرے یا فقرے یا کسی لفظ کی ضبطی کو بھی آریہ دھرم کی توہین کے مترادف سمجھا جائے گا"

اس قسم کی اشتعال انگیز اور شرارت آمیز حرکات کا ارتکاب آریہ سماجیوں کا شیوۂ قدیم ہے۔ ان کی طرف سے ایسی ویسی حالت پیدا کرنے کی دھمکی بھی نئی نہیں ہے۔ آریہ سماج روز اول ہی سے اپنے ناروا افعال کے ذریعے سے ایسی ناخوشگوار حالتیں پیدا کرتا رہا ہے جو اس کے عالم وجود میں آنے سے پہلے کبھی بھی اس ملک میں نہیں دیکھی گئی تھیں۔ اگر آیندہ بھی وہ یہی کچھ کرے تو یہ اس کے مقتضائے فطرت کے مطابق ہوگا — لیکن سوال یہ ہے کہ کیا حکومت اور ملک کے ذمہ دار اکابر اسکو ایک مرتبہ پھر اپنی بدزبانیوں کے ذریعہ فتنہ و فساد کی آگ بھڑکانے کا موقعہ دینے کے لئے تیار ہیں؟ — اگر نہیں تو پھر فی الفور اس قرارداد کے خلاف شدت کیساتھ اظہار ملامت ضروری ہے اور رائے صاحب گنگارام جی، آرین لیگ کے کرتا دھرتا صاحبوں اور اس قرارداد کے مؤید آریہ سماجی اخبارات کیساتھ فوراً منشائے قانون کے مطابق سلوک ہونا چاہیئے۔

ستیارتھ پرکاش کے متعلق متفقہ مطالبہ

ستیارتھ پرکاش کے متعلق اقوام کا متفقہ مطالبہ صرف اس قدر ہی کہ اس کتاب سے وہ حصے نکال دیئے جائیں جو دوسرے مذاہب کے خلاف غلط، ناپاک اور دل آزار اعتراضات پر مشتمل ہیں کسی نے حکومت سے ستیارتھ پرکاش کی ضبطی کی خواہش ظاہر نہیں کی۔ آریہ سماجی خواہ مخواہ اس معقول متفقہ مطالبہ کو "ستیارتھ پرکاش" کی ضبطی کی خواہش قرار دے کر ہنگامہ آرائی اور چیلنج بازی میں مصروف ہوگئے ہیں۔ اسلام، عیسائیت اور سکھ مذہب کے متعلق تو یقینی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ پنڈت دیانند جی نے کبھی بھی ان مذاہب کا مطالعہ تحقیقی نظر سے نہیں کیا، بلکہ محض سنی سنائی باتوں کو انتہائی دل آزار اور نامناسب انداز و الفاظ میں ستیارتھ پرکاش کے اندر لکھ دیا گیا ہے۔ اسلام اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جو باتیں درج ہیں مسلمان ان کو غلط ثابت کرنیکے لیئے بالکل آمادہ ہیں۔ عیسائیوں اور سکھوں نے بھی بارہا اسی قسم کی آمادگی ظاہر کی ہے۔ آریہ سماجی شوق سے آئیں اور اپنی تسلی کریں لیکن وہ اس معقول شریفانہ طریق پر آمادہ نہیں ہوتے اور خواہ مخواہ بے معنی غوغا آرائی میں مصروف ہیں — وہ لاکھ بار ستیارتھ پرکاش کو اپنی پوتر کتاب کہیں لیکن کسی کتاب کی پوترتا کا یہ معیار ہرگز نہیں ہوتا کہ اس میں دوسرے مذاہب اور انکے مقدس بانیوں کے خلاف سراسر غلط، جاہلانہ اور دل آزار بیانات ضرور موجود ہوں — اگر آریہ سماجی ستیارتھ پرکاش کو سچ مچ پوتر بنانا چاہتے ہیں تو انہیں دوسرے مذاہب کے خلاف محولہ بالا اعتراضات کو اپنی اس کتاب مقدس سے بلا تامل خارج کر دینا چاہیئے۔

احمدی نوجوان توجہ کریں

نارتھ ویسٹرن ریلوے کو ٹرین کلرکوں اور الکٹرک جرنی مینوں کی ضرورت ہے۔ ٹرین کلرکوں کی اسامی کیلئے ایسے نوجوان مطلوب ہیں جو میٹرک یا جونیئر کیمبرج پاس ہوں اور جن کی عمر ۱۸ اور ۲۵ سال کے درمیان ہو۔ درخواستیں "چیرمین این۔ ڈبلیو۔ آر سب آرڈینیٹ سروس کمیشن لاہور" کے پتے پر ۱۴ر دسمبر ۱۹۴۳ء سے قبل بذریعہ رجسٹری پہنچ جانی چاہئیں۔ جو امیدوار منتخب ہو جائیں گے ان کو والٹن ٹریننگ اسکول لاہور چھاؤنی میں ٹرین کلرک کا کام سکھایا جائیگا اور اس دوران میں ۸۰ روپے ماہانہ تنخواہ قحط الاونس وغیرہ کے ساتھ دی جائے گی۔ الکٹرک جرنی مینوں کو ۶۵ روپے تنخواہ ملے گی۔ قحط الاونس اور دوسرے الاؤنس بھی دیئے جائیں گے۔ امیدوار کسی مسلمہ ادارہ کا ایسا مستند آدمی ہونا چاہیئے جو کسی کارخانے میں تین چار سال کام بھی کر چکا ہو، عمر ۲۱ سے ۲۸ سال تک ہو۔ جو لوگ پہلے سے ملازمت کر رہے ہوں ان کے لیئے ۳۵ سال کی عمر تک بھی درخواست دینے کی اجازت ہے۔ درخواستیں مندرجہ بالا پتہ پر ہی بھیجی جائیں۔ مزید تفصیلات کے لیئے اخبار انقلاب ۸ر نومبر (صفحہ ۲ کالم اول) مطالعہ کریں، بیروزگار تعلیمیافتہ احمدی نوجوانوں کو اس موقع سے ضرور فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ قارئین "پیغام صلح"

اخبارِ احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ خیریت سے ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

تبلیغی دورہ جناب مولینا عبدالحق صاحب ودیارتھی اور جناب سید اختر حسین صاحب گیلانی گوالیار، بھوپال، سی۔پی اور برار کے دورہ سے واپس اپنے اپنے مقامات پر پہنچ چکے ہیں۔ اس کامیاب دورہ کی روداد آیندہ کسی اشاعت میں شائع کی جائے گی۔

عید کی نماز تمام مرکزی احباب سلسلہ کی اطلاع کے لئے لکھا جاتا ہے کہ عید کی نماز کا وقت حضرت ایدہ اللہ تعالیٰ نے مورخہ ۹ر دسمبر ۴۳ء ۱۱ بجے صبح مقرر فرمایا ہے سب احباب ½ ۱۰ بجے تک مرکزی مسجد احمدیہ بلڈنگس لاہور میں پہنچ جائیں نماز ٹھیک ۱۱ بجے کھڑی ہو جائے گی **عید فنڈ** اور **مساجد فنڈ** کی ادائیگی کی طرف خاص طور پر توجہ مبذول فرمائیں جہاں اس خوشی کے موقعہ پر دوست غیر معمولی طور پر خرچ کرتے ہیں ان مذکورہ بالا قومی فنڈ کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے

درخواستہائے دعا ہماری جماعت کے مخلص بزرگ چوہدری سلطان علی صاحب بڑولی کراچی میں بیمار ہیں احباب سلسلہ ان کے لئے خاص طور پر دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں صحت کامل عطا فرمائے آمین۔

— ماسٹر محمد شفیع صاحب علوی سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام سامانہ پٹیالہ چند ماہ سے مختلف قسم کی مصائب و مشکلات میں مبتلا ہیں دوست دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی مشکلات اور مصائب کو دور فرمائے۔ آمین ؂

جلسہ سالانہ کی تاریخیں

انجمن نے جلسہ سالانہ کی تاریخیں

۲۴-۲۵-۲۶ر دسمبر ۴۳ء

مقرر کی ہیں سب احباب سلسلہ مطلع رہیں۔

(بقیہ خطبہ ص۲)

بھی کچھ کام چاہیئے یہ کام آپ کریں۔

مغربی نقطۂ نگاہ بدل گیا میں پھر کہتا ہوں کہ حضرت صاحب کے یہ لفظ "آرہا ہے اس طرف احرار یورپ کا مزاج"۔ آج ان کی صداقت اور بھی کھلی نظر آتی ہے۔ اس بیس سال کے اندر جو گذشتہ جنگ اور موجودہ جنگ کے درمیان کا وقفہ ہے اسلام کے متعلق مغربی نقطۂ نگاہ بہت بدل گیا ہے انہی بیس سالوں میں مشہور مصنف برنارڈ شا نے یہ الفاظ لکھے کہ ایک سو سال کے عرصہ میں یورپ کا غالب مذہب اسلام ہوگا اور انہی ایام میں ایک اور کتاب "بدر اسلام" شائع ہوئی جس کے خاتمہ پر اس کا مصنف لکھتا ہے :-

"مغرب کے اس توازن کو جو اس کی یکطرفہ یعنی صرف مادی ترقی کی وجہ سے جاتا رہا ہے بحال کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم اسلامی سوسائٹی کے سامنے ہاتھ پھیلائیں" سو بہت کچھ ہو گیا ہے اسلئے اس ہمت کو اپنے اندر پیدا کرو جو حضرت مسیح موعود

شبان الاحمدیہ

مجلس اطفال احمدیہ ۳ر دسمبر بروز جمعہ مجلس اطفال احمدیہ کی ایک میٹنگ دفتر شبان الاحمدیہ میں خاکسار کی زیر صدارت منعقد ہوئی تلاوت قرآن عزیزی سعید احمد نے کی اس کے بعد جناب مرزا یعقوب بیگ صاحب نے بچوں کو بتایا کہ حضرت مسیح موعودؑ دنیا میں کس لئے تشریف لائے اور تم بچوں نے بڑے ہو کر کیا کرنا ہے۔ صدر مجلس ہذا نے چائے کی دعوت دی اور دعا پر میٹنگ ختم ہوئی۔

جمعیتہ طلبائے احمدیہ ۵ر دسمبر بروز اتوار جمعیتہ کی ایک میٹنگ زیر صدارت جناب چوہدری محمد سعید صاحب بمقام شبان الاحمدیہ آفس میں منعقد ہوئی جناب سیکرٹری صاحب نے طلباء کے فرائض پر بسیط تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ خدا نے دنیا کے دماغوں کو غیر شعوری طور پر احمدیت کا پیغام سننے کے قابل بنا دیا ہے آپ نے مختلف تحریکات کے نصب العین بتائے اقبال کے فلسفہ خودی پر بحث کی اور نوجوانوں سے کہا کہ وہ اس وقت احمدیت کا پیغام لوگوں کے کانوں تک پہنچانے کے لئے تیار ہو جائیں۔ آیندہ شبان الاحمدیہ کا جلسہ ۱۲ر تاریخ بعد از نماز مغرب ہوگا تمام ممبران و اراکین سے درخواست ہے کہ وہ جلسہ

مَلفُوظاتِ حضرت مسیحِ موعود علیہ السّلام

جلسہ سالانہ کے اغراض و مقاصد

اس جلسہ کے اغراض میں سب سے بڑی غرض تو یہ ہے کہ تا ہر ایک مخلص کو بالمواجہ دینی فائدہ اُٹھانیکا موقع ملے اور انکے معلومات وسیع ہوں اور خدا تعالیٰ کے فضل و توفیق سے انکی معرفت ترقی پذیر ہو پھر اس کے ضمن میں یہ بھی فوائد ہیں کہ اس ملاقات سے تمام بھائیوں کا تعارف بڑھے گا۔ اور اس جماعت کے تعلقاتِ اخوت استحکام پذیر ہونگے۔ ماسوا اس کے کہ اس جلسہ میں یہ بھی ضروریات میں سے ہے کہ یورپ و امریکہ کی دینی ہمدردی کیلئے تدابیر حسنہ پیش کی جائیں۔ کیونکہ اب یہ بات ثابت شدہ امر ہے کہ یورپ اور امریکہ کے سعید لوگ اسلام قبول کرنے کے لئے تیار ہو رہے ہیں.... سو بھائیو، یقیناً سمجھو کہ یہ ہمارے لئے ہی جماعت تیار ہونیوالی ہے۔ خدا تعالیٰ کسی صادق کو بے جماعت نہیں چھوڑتا۔ انشاء اللہ القدیر سچائی کی برکت ان سب کو اس طرف کھینچ لائے گی۔ خدا تعالیٰ نے آسمان پر یہی چاہا ہے۔ اور کوئی نہیں کہ اس کو بدل سکے، سو لازم ہے کہ اس جلسہ پر جو کئی بابرکت مصالح پر مشتمل ہے ہر ایک ایسے صاحب تشریف لاویں جو زاد راہ کی استطاعت رکھتے ہوں اور اپنا سرمائی بستر لحاف وغیرہ بھی بقدر ضرورت لاویں اور اللہ اور اسکے رسول کی راہ میں ادنیٰ ادنیٰ ہرجوں کی پروا نہ کریں۔ خدا تعالیٰ مخلصوں کو ہر ایک قدم پر ثواب دیتا ہے۔ اور اس کی راہ میں کوئی محنت اور صعوبت ضائع نہیں ہوتی۔

اور مکرر لکھا جاتا ہے کہ اس جلسہ کو معمولی انسانی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں۔ یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائید حق اور اعلاء کلمہ اسلام پر بنیاد ہے۔ اس سلسلہ کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور اسکے لئے قومیں تیار کی ہیں۔ جو عنقریب اسمیں آملیں گی کیونکہ یہ اس قادر کا فعل ہے جسکے آگے کوئی بات انہونی نہیں عنقریب وہ وقت آتا ہے بلکہ نزدیک ہے کہ اس مذہب میں نہ نیچریت کا نشان رہے گا نہ نیچر کی افراط تفریط پسند اور اوہام پرست مخالفوں کا نہ خوارق کے انکار کرنیوالے باقی رہیں گے۔ اور نہ ان میں بیہودہ اور بے اصل اور مخالف قرآن روایتوں کو ملانے والے۔ اور خدا تعالیٰ اس امت وسط کے لئے بین بین کی راہ زمین پر قائم کر دے گا۔ وہی راہ جس کو قرآن لایا تھا۔ وہی راہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو سکھلائی تھی۔ وہی ہدایت جو ابتداء سے صدیق، شہید اور صلحا پاتے رہے۔ یہی ہوگا، اور ضرور یہی ہوگا۔ جس کے کان سننے کے ہوں سُنے۔ مبارک وہ لوگ ہیں جن پر سیدھی راہ کھولی جائے۔

بالآخر میں دُعا پر ختم کرتا ہوں کہ ہر ایک صاحب جو اس للّٰہی جلسے کے لئے سفر اختیار کریں خدا تعالیٰ ان کے ساتھ ہو اور ان کو اجر عظیم بخشے اور ان پر رحم کرے اور ان کی مشکلات اور اضطراب کے حالات اُن پر آسان کر دیوے اور اُن کے ہم و غم دور فرماوے اور ان کو ہر ایک تکلیف سے مخلصی عنایت کرے اور ان کی ہر ایک مرادات کی راہیں ان پر کھول دیوے اور روز آخرت میں اپنے ان بندوں کے ساتھ ان کو اٹھاوے جن پر اسکا فضل و رحم ہے۔ اور تا اختتام سفر ان کے بعد ان کا خلیفہ ہو۔ اے خدا اے ذوالمجد والعطا اور رحیم اور مشکلکشا یہ تمام دعائیں قبول کر۔ اور ہمیں ہمارے مخالفوں پر روشن نشانوں کے ساتھ غلبہ عطا فرما کہ ہر ایک قوت اور طاقت تجھ ہی کو ہے آمین ثم آمین

(اشتہار ۷ر دسمبر ۱۸۹۲ء)

مسیح اور بنی اسرائیل

مسیح کی آمد کی پیشگوئی بنی اسرائیل کے زوال سے متعلق تھی

(از مدیر)

علماء اور لفظ مسیح

وہ علماء جنہوں نے الفاظ کی ساخت اور معنوں پر بحث کی ہے ان کے نزدیک مسیح یونانی کے لفظ (Messiah) کے مترادف ہے جو ارامی زبان میں مشیحا اور عبرانی میں مشیح ہے جس کے معنی ہیں مسح کیا گیا۔ یہودیوں کی تاریخی اور مذہبی کتاب میں جو ممسوح کی اصطلاح استعمال ہوئی ہے دراصل یہ عام خطاب تھا جو کاہن اعظم یا بادشاہ کو دیا جاتا تھا۔ چنانچہ یہ خطاب ساؤل حضرت داؤد اور سائرس کے لئے استعمال ہوا ہے جیسا کہ سائیکلوپیڈیا ببلیکا میں لکھا ہے:۔

یہودی اور مسیح

"اسرائیلیوں میں بھی بادشاہ عام آدمیوں کی نسبت ایک بلند حیثیت پر سمجھا جاتا تھا۔ اور اسے خداوند یہودہ کا بیٹا پکارا جاتا تھا۔ اس کی اس حیثیت کا اظہار کیا جاتا تھا کہ اس کا مسح کیا جاتا تھا۔ فی الحقیقت اس کے سر پر تیل ڈالنا قربانی کا قائم مقام تھا جو اصل عبارت تھی بادشاہ کیلئے (Yahweh's anointed) یعنی خدا کا مسیح جیسے الفاظ استعمال ہوتے تھے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کرتا تھا کہ اسے تمام شاہی اختیارات بحقوق ظل آلہی کے، حاصل ہیں۔ بنی اسرائیل میں جو نبوت اور ملوکیت کا سلسلہ جاری تھا۔ وہ خداوند تعالیٰ کی ایک خاص نعمت تھی چنانچہ بادشاہت اور ارض مقدس کی سلطنت کے متعلق عہدنامہ عتیق میں لکھا ہے۔

حضرت یعقوب کی پیشگوئیاں

"سو یعقوب بئر سبع سے نکل کر حاران کی طرف گیا اور ایک جگہ میں اتر پڑا اور رات بھر وہاں رہا۔ کیونکہ سورج غروب ہو گیا تھا اور اس نے اسجگہ پتھروں کو اٹھا کر انہیں اپنا تکیہ کیا اور وہیں لیٹ کر سو گیا اور اس نے خواب دیکھا اور کیا دیکھتا ہے کہ ایک سیڑھی زمین پہ دھری ہے اور اس کا سر آسمان تک پہنچا ہے۔ اور دیکھو خدا کے فرشتے اس پر چڑھتے اترتے ہیں اور دیکھو خداوند اس کے اوپر کھڑا ہے اور اس نے کہا کہ میں خداوند تیرے باپ ابراہام کا خدا اضحٰک کا خدا ہوں یہ زمین جس پر تو لیٹا ہے تجھے اور تیری نسل کو دوں گا۔"

(پیدائش ۲۸: ۱۰—۱۳)

اس کے علاوہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے وفات سے پہلے اپنے بیٹوں کو بلایا اور اس ضمن میں یہودا کے حق میں یہ پیشگوئی کی:۔

"اے یہودا تیرے بھائی تیری مدح کریں گے، تیرا ہاتھ تیرے بیریوں کی گردن پر ہوگا تیرے باپ کی اولاد تیرے حضور جھکے گی یہودا شیر ببر کا بچہ ہے اے میرے بیٹے تو شکار پر سے اٹھ چلا ہے وہ شیر ببر بلکہ ہیرا نے شیر ببر کی طرح جھکتا ہے اور بیٹھتا ہے۔ کون اس کو چھیڑے گا۔ یہودا سے ریاست کا عصا جدا نہ ہوگا اور نہ حاکم اس کے پاؤں کے درمیان سے جاتا رہے گا جب تک کہ سیلاہ آوے اور قومیں اس کے پاس اکٹھی ہوں گی۔"

(پیدائش۔ باب ۴۹)

قرآن مجید کی تائید

سو اس بشارت کے ماتحت بنی اسرائیل میں بادشاہ ہوتے رہے ہیں اور بعض دفعہ بادشاہت اور نبوت کو ایک ہی شخص میں بھی اکٹھا کیا گیا مثلاً حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں اور خداوند تعالیٰ کی انہیں نعمتوں کا ذکر بنی اسرائیل کے بارے میں قرآن مجید نے بھی بار بار کیا ہے اور بنی اسرائیل کو ان نعمتوں کی یاد دلائی گئی ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے یٰبنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم وانی فضلتکم علی العلمین۔ اے بنی اسرائیل میری نعمت کو یاد کرو جو میں نے تمہیں عطا کی اور یہ کہ میں نے تمہیں قوموں پر فضیلت دی۔

اور جیسا کہ سورۃ المائدہ میں ہے و اذ قال موسیٰ لقومہ یقوم اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ جعل فیکم انبیاء وجعلکم ملوکا واتٰکم ما لم یؤت احدا من العلمین۔ اور جب موسے نے کہا میری قوم اللہ کی نعمت جو تم پر ہوئی یاد کرو جب اس نے تم میں نبی بنائے اور تم کو بادشاہ بنایا اور تم کو وہ کچھ دیا جو قوموں سے کسی کو نہیں دیا یقوم ادخلوا الارض المقدسۃ التی کتب اللہ لکم ولا ترتدوا علیٰ ادبارکم فتنقلبوا خٰسرین۔ اے میری قوم ارض مقدس میں داخل ہو جاؤ جسے اللہ نے تمہارے لئے لکھ رکھا ہے۔ اور پیٹھ پھیرتے ہوئے واپس نہ ہونا ورنہ تم نقصان اٹھانے والے ہو جاؤ گے۔

بنی اسرائیل اور زوال

قرآن مجید کا ارشاد اور عہدنامہ عتیق کی پیشگوئیاں بنی اسرائیل کی دنیاوی اور روحانی سطوت کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ جب تک بنی اسرائیل نے اس عہد کو ملحوظ رکھا جو ان کے ساتھ باندھا گیا تھا نیکی اور تقوے کی بلندی پر قائم رہے اس وقت تک اللہ تعالےٰ کے انعامات کی بارشیں ان پر ہوتی رہیں اور ان میں بادشاہ اور خدا کے مسیح پیدا ہوتے رہے۔ جنہیں اللہ تعالیٰ خود اپنے ہاتھ سے مسح کرتا تھا اور بنی اسرائیل کی ہدایت کے لیے مامور کرتا تھا۔ لیکن بنی اسرائیل زیادہ دیر تک تہذیب و تمدن اور اخلاق و روحانیت کے اس بلند معیار پر قائم نہ رہ سکے اور ان کے اندر ایسی اخلاقی بیماریاں اور تمدنی عوارض پیدا ہو گئے کہ ان کی ملی زندگی پر ایک یاس و قنوط چھا گئی۔ غیر قومیں ان پر مسلط ہو گئیں اور انہیں ذلیل و خوار کر دیا گیا۔ تو پھر انھوں نے گذشتہ انبیاء کی ان پیشگوئیوں کی طرف رخ کیا جو ایک نجات دہندہ کی آمد کی خوشخبری دیتی تھیں لیکن ان کا خیال تھا کہ ان پیشگوئیوں کا مصداق ایک زبردست زمینی بادشاہ ہے جو کہ اپنے اقتدار اور شوکت سے بنی اسرائیل کو ان مصائب اور مشکلات سے نجات دلائے گا۔ جن میں کہ وہ گرفتار تھے اسلئے وہ آنیوالے مسیح اور بادشاہ کو ایک زمینی بادشاہ ہی تصور کرتے تھے۔ اس کے علاوہ دوسرا تصور ان کے ذہن میں موجود ہی نہ تھا۔ یہ صرف بنی اسرائیل پر ہی موقوف نہیں بلکہ ہر قوم کا یہی دستور ہے کہ جب وہ زوال پذیر ہوتی ہے تو ظاہری اور دنیوی زوال کو ہی اپنی ذلت اور نکبت کا حقیقی سبب سمجھ لیتی ہے۔

بنی اسرائیل کا انتظار

اس زمانہ میں جبکہ بنی اسرائیل غیر قوموں کے تسلط کے نیچے دبے ہوئے تھے یہ خیال عام پھیلا ہوا تھا کہ بنی اسرائیل کی نجات کا زمانہ بالکل قریب ہے۔ اور وہ عظیم الشان مسیح اور بادشاہ پیدا ہونیوالا ہے جو یہودہ کی بادشاہت کو از سر نو قائم کرے گا۔ بنی اسرائیل سے ہر قسم کی برائیاں دور ہو جائیں گی اور وہ دوبارہ خداوند یہودہ سے اس تعلق کو قائم کر لیں گے جسے مدت ہوئی وہ کھو چکے ہیں چنانچہ مسیح کی سوانح حیات کے مشہور مصنف سیڈرک ڈبلیو فرار۔ ڈی۔ ڈی۔ ایف۔ آر۔ ایس رقمطراز ہیں:۔

"ہیروڈ نے یہودیوں کے بڑے بڑے پادریوں اور ماہران الہٰیات کو اپنے محل میں طلب کیا اور ان سے دریافت کیا کہ وہ آنے والا مسیح کہاں پیدا ہوگا؟ اسے برجستہ جواب ملا کہ وہ بیت الحم میں پیدا ہوگا کیونکہ پیشگوئیوں سے یہی مترشح ہوتا ہے۔"

ان کے علاوہ شاون سنڈمیک [illegible] ایم جو کہ امریکہ کی تاریخی اور جغرافیائی سوسائٹی کے معروف ممبر رہے ہیں اپنی کتاب "ارض مقدس جغرافیہ اور تاریخ میں" کے اندر رقمطراز ہیں اور انھوں نے Geneva کا حوالہ پیش کیا ہے۔ "کیا اس زمانہ میں مسیح کا انتظار کیا جا رہا تھا؟ مسیح کی بعثت کا یہودی لوگ نہایت بے تابی سے انتظار کر رہے تھے۔ اور ان کا خیال تھا کہ مسیح کی بعثت بہت قریب ہے" انتظار تو ایک مسیح کا یقیناً موجود تھا لیکن وہ اس مسیح سے بالکل مختلف تھا جیسا کہ بعد میں ظہور پذیر ہوا یہودی ایک ایسے مسیح کی انتظار میں تھے جو کہ ان کی گردن کے جوئے کو توڑ ڈالے گا۔ ان کے نزدیک یہ ایک مسلمہ امر تھا کہ آنے والا مسیح ایک زبردست بادشاہ ہوگا دنیوی شان و شوکت جس کا امتیازی نشان ہوگا اور وہ فوجی تسلط اور فتح و انتقام سے اپنی صداقت کو دنیا سے منوائے گا کیونکہ بنی اسرائیل کی روایات میں ابتداء سے کچھ ایسی ملونی اور آمیزش ہو چکی تھی کہ وہ عصائے حکومت کو مسیح کے تخیل سے علیحدہ نہیں کر سکتے تھے ..... گذشتہ انبیاء کی پیشگوئیوں کو کچھ ایسا رنگ دے دیا گیا تھا اور ان پیشگوئیوں کے ساتھ ایسی روایات وابستہ ہو چکی تھیں کہ خداوند یہودہ کی آنے والی بادشاہت اور اس کے عظیم الشان روحانی مامور کے متعلق غلط فہمیوں کا پیدا ہونا ایک یقینی امر تھا۔ ہم آیندہ قسط میں نہایت وضاحت کے ساتھ اس امر کو بیان کریں گے کہ وہ غلط فہمیاں کیوں پیدا ہوئیں اور اس امر کی تحلیل کریں گے کہ وہ حکومت الہٰی اور خداوند یہودہ سے آخری صلح جس کا بنی اسرائیل کے مقدس صحیفوں میں ذکر تھا وہ ایک خاص روحانی اور اخلاقی نظام تھا جس کا دنیا کی حکومتوں سے کوئی واسطہ نہیں تھا۔ (باقی آیندہ)

قادیانیت سے توبہ

بخدمت شریف حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز احمدیہ جماعت لاہور۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

چونکہ راقم جماعت قادیان سے تعلق رکھتا تھا۔ جناب مولوی احمد یار صاحب ایم۔ اے کھدرواہ تشریف لائے تو انھوں نے نبوت کے بارہ میں سمجھایا تب سے راقم غور و فکر میں تھا۔ دس پندرہ یوم گذر چکے ہیں کہ راقم خواجہ عبد الکبیر صاحب احمدی کے ساتھ تبادلۂ خیالات کرتا رہا ہے آخر راقم نے سمجھ لیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہرگز نبوت کا دعوےٰ نہیں کیا ہے۔ جو قادیانی ان کو نبی سمجھتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔ اسلئے میں تائب ہو کر حضور کی بیعت میں شامل ہوتا ہوں۔ بیعت قبول فرماویں اور دعا فرماویں کہ اللہ تعالےٰ استقامت بخشے اور تمام مشکلات سے نجات دے۔

خاکسار

جمال الدین۔ میر۔ کھدرواہ

مسیح ناصری اور مسیح موعود کے حلیئے

(از مولوی محمد حسین صاحب مولوی فاضل)

نزول مسیح ایسا واضح مسئلہ ہے جس سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا صحیحین میں ثقہ راویوں سے ایسی حدیثیں کثرت سے پائی جاتی ہیں جن میں نزول مسیح کو واضح طور پر بیان کیا گیا اور حق بات یہ ہے کہ مسلمانوں میں حیات مسیح کے عقیدہ کو رواج دینے کے وہی سبب تھے ایک عیسائی پروپاگنڈا۔ دوسرا نزول مسیح کی احادیث۔ لوگوں نے جب دیکھا کہ احادیث میں نزول مسیح بڑے احسن طریق پر بیان کیا گیا ہے تو انھوں نے اس کی تصدیق کے لئے عیسائی تبلیغ کے زیر اثر حیات مسیح کا عقیدہ گھڑ لیا لیکن صرف نزول مسیح کے ہم قائل بلکہ مسیح وقت پر ایمان و ثیوا ہے ہیں جو لوگ نزول مسیح سے مراد نزول مسیح ناصری لیتے ہیں ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ روایت کے ساتھ درایت سے کام لیں تو یہ مسئلہ ان پر واضح ہو جائے گا۔ دیکھیں کہ کیا جو صفات مسیح کے نزول ثانی کے وقت کے بیان کردہ ہیں وہ وہی اوصاف ہیں جو مسیح ناصری کے لئے بیان کئے گئے ہیں۔ مسیح ناصری اور مسیح موعود کے تو رسول کریم نے حلیئے بھی بیان کر دیئے جن کو سامنے رکھتے ہوئے کوئی غلطی نہیں کھا سکتا۔

بخاری شریف میں اسراء کی احادیث کو بیان کرتے ہوئے امام اسمٰعیل بخاری رح نے دو حدیثیں ایک ابی ہریرۃ سے اور ایک ابن عمر رض سے بیان کی ہیں جن میں مسیح ناصری علیہ السلام کا حلیہ بیان کیا گیا ہے:-

(۱) عن ابی ھریرۃ۔ قال رسول اللّٰہ صلعم لقیت عیسیٰ ...... فقال ربعۃ احمر۔ رسول خدا نے فرمایا کہ میں عیسیٰ کو ملا وہ میانہ قد گورے رنگ والے تھے۔

(۲) عن ابن عمر قال النبی صلعم رایت عیسیٰ وموسیٰ وابراھیم اما عیسیٰ احمر جعد عریض الصدر۔ ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ میں نے عیسیٰ موسے اور ابراہیم کو دیکھا عیسیٰ سرخ رنگ گھنگھریالے بالوں والے (میانہ قد) چوڑے سینے والے تھے۔ ان دو حدیثوں میں رسول کریم نے مسیح ناصری علیہ السلام کا حلیہ جیسا بیان کرنے کا حق تھا کر دیا کہ وہ گورے رنگ والے میانہ قد گھنگریالے بالوں والے چوڑے سینہ والے ہیں اس سے واضح حلیہ اور کیا ہو سکتا ہے لیکن اسی کے مابعد امام بخاری دو اور حدیثیں لکھتے ہیں جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کا حلیہ بیان کیا ہے پہلی حدیث کے راوی ابن نافع اور دوسری کے راوی سالم ہیں۔

عن ابن رافع ....

ارانی اللیلۃ عند الکعبۃ فی المنام فاذا رجل آدم کاحسن ما یری من ادم الرجال تضرب لمتہ بین منکبیہ رجل الشعر فقالوا ھذا المسیح ابن مریم۔

میں نے آج رات کو خواب میں کعبہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک گندم گوں انسان ہے جو گندمی رنگ والوں میں سے نہایت ہی خوبصورت ہے جس کے بال کاندھوں تک لٹک رہے تھے۔ اور سیدھے کنگھی کئے ہوئے بال تھے واضح ہو کہ یہ حدیث مسیح ناصری کے متعلق نہیں بلکہ دجال کا ذکر کرتے ہوئے اس مسیح کا حلیہ بیان فرمایا ہے جو دجال کے خروج و عروج کے وقت نزول فرمائے گا۔

(۲) عن سالم .... قال بینما انا قائم اطوف بالکعبۃ فاذا رجل آدم سبط الشعر فقلت من ھذا قالوا ابن مریم۔

فرمایا رسول اللہ صلعم نے جب میں سو رہا تھا تو خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ میں کعبہ کا طواف کر رہا ہوں سو میں نے ایک گندم گوں آدمی کو دیکھا جس کے بال سیدھے اور لمبے تھے میں نے پوچھا یہ کون ہے تو انھوں نے کہا کہ یہ ابن مریم ہے۔ ان دو حدیثوں میں رسول کریم نے مسیح موعود کا حلیہ بیان فرمایا اور ایسا تام حلیہ جس پر معمولی تامل سے بھی کوئی غلطی نہیں کھا سکتا مسیح ناصری کا حلیہ پہلی دو حدیثوں میں گورے رنگ والا گھنگریالے سیاہ بالوں والا میانہ قد چوڑے سینہ والا بیان کیا گیا ہے اور یہ حلیہ آپ نے معراج والی علامات جو فلک ثانی پر ہوئی اور وہاں جس مسیح کو دیکھا اس کا بیان کیا ہے۔ لیکن دجال والے مسیح کا حلیہ اس سے بالکل مختلف ہے۔ مثلاً جعد (گھنگریالے بال) کے مقابل پر سبط سیدھے اور لمبے بالوں والا بیان کیا اور احمر (سرخ رنگ) کے مقابل پر مسیح موعود کیلئے آدم (گندم گوں) کا لفظ فرمایا۔

عام مسلمانوں میں حیات مسیح کا غلط عقیدہ اتنا سرایت کر چکا تھا کہ ان حدیثوں کی تاویل کرنے لگے جو مسیح کے حلیہ کے بارے میں تھا۔ فضل الباری میں ان دونوں حلیوں میں تطبیق دیتے ہوئے شارح لکھتا ہے کہ "ان دونوں حلیوں کا ایک ہونا ممکن ہے کیونکہ سفر کی تکلیف سے بوجہ تھکاوٹ انسان کا رنگ ذرا سرخ سپید سا ہو جاتا ہے"

کتنی رکیک تاویل کی ہے معلوم ہوتا ہے کہ وہ یہ خیال کرتے تھے کہ مسیح یا تو پیدل چل کر آئیں گے (آسمان سے چل کر)

لیکن جب ان شبہات اور تاویلات سے بھی کچھ نہ بنا تو بعض حضرات لفظی تاویل کرنے لگے۔ مثلاً کہنے لگے کہ جعد الشعر اور رجل الشعر (بخاری) یا جعد الشعر اور سبط الشعر (مسلم شریف) ایک چیز ہے۔ میں حیران ہوں یہ مؤول حضرات یہ معنی کونسی لغت میں دیکھ لیتے ہیں اب میں ان دونوں لفظوں کے معنے لغت کے رو سے لکھے دیتا ہوں اور کوشش یہی کی ہے کہ جہاں جہاں یہ دونوں الفاظ استعمال ہوتے ہیں وہ سب مواقع پیش کروں ہاں بعض ایسے جملوں کو میں نے نہیں لیا جو انہی معنوں میں لفظ جعد یا سبط کو لئے ہوتے ہیں جو میں نے یہاں بیان کئے۔

جعد کے لغوی معنے گھنگریالے اور چھوٹے بال ہیں یہ مختلف مواقع پر مستعمل ہوتا ہے لیکن ہر جگہ یہی معنے ملحوظ رکھے جاتے ہیں

(۱) شعر جعد گھنگریالے اور چھوٹے بال۔

(۲) رجل جعد گھنے اور چھوٹے بالوں والا پست قد آدمی۔

(۳) جعد الیدین چھوٹے ہاتھوں والا (بخیل)

(۴) جعد الانامل چھوٹی انگلیوں والا

(۵) تراب جعد وہ نمناک مٹی جس پر چلنے سے قدم کے نشان پڑ جائیں یہ بھی جعد کہلاتی ہے۔

(۶) جعد الشعر جعودۃ وجعادۃ مشین سے بالوں کو چھوٹے اور گھنگریالے کرنا۔ جعد الشعر تجعیداً اور تجعد الشعر بھی یہی معنے رکھتے ہیں۔ اب اس کے بالمقابل مسیح موعود کے لئے جو لفظ فرمایا ہے وہ رجل (بخاری) یا سبط (مسلم) ہے۔ رجل تو کنگھی کرنے کو کہتے ہیں ترجیل الشعر ارسالہ بمشطہ (مختار الصحاح) اور سبط مختلف معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے لیکن سب جگہ وہ لغوی معنی ملحوظ ہیں۔ سبط بمعنی موئے تن وھشتہ ضد جعد (منتہی الارب)

غرضیکہ مسیح موعود اور مسیح ناصری کے حلیئے میں بالکل تباین ہے اگر مسیح ناصری ہی مسیح موعود ہے تو یہ تباین دو حلیوں میں کیا معنی رکھتا ہے اور اگر ایک نہیں بلکہ جیسا کہ محمد رسول اللہ صلعم (فداہ ابی وامی) نے فرمایا دو الگ شخصیتیں ہیں تو آئیے رسول کریم صلعم کے قول کی تعظیم کرنی چاہیئے اور مسیح موعود کی بیعت میں شامل ہو کر اسلام میں پہلی شوکت پیدا کریں۔

مسائل عید اضحیٰ

۱۔ خدا کی راہ میں جو قربانی ہو وہ جس قدر اعلیٰ درجہ کی ہو اتنی ہی افضل ہے نکمی یا ناقص قربانی قابل قدر نہیں ہوا کرتی۔ اسلئے بکرا یا بھیڑ یا دنبہ عمدہ اور تندرست ہونا چاہیئے۔ کوئی عیب نہ ہو۔ لولا لنگڑا، کانا، یا سینگ جڑ سے کٹا ہوا نہ ہوا۔ خصی ہونے کا کوئی حرج نہیں۔ گائے میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں۔

بکرے کی عمر ایک سال کی ہونی چاہیئے اس سے زیادہ دو دندا جس کے دو دانت سامنے کے بڑے ہوتے ہیں موزوں ہوا کرتا ہے۔ بھیڑ یا دنبہ چھ ماہ کا بھی فقہاء کے نزدیک جائز ہے۔

۲۔ قربانی کا وقت دس ذی الحجہ یعنی عید کے دن نماز عید و خطبہ کے بعد سے لیکر ۱۲ ذی الحجہ عصر تک ہے ایک کنبہ کی طرف سے ایک بھیڑ یا بکرا کافی ہے۔

۳۔ قربانی کرتے وقت خدا کا نام لینا اور تکبیر کہنا چاہیئے۔ بعض قصاب پیر کا نام لیا کرتے ہیں جن سے بچنے کا اہتمام پہلے سے کر لینا چاہیئے۔

۴۔ قربانی کا گوشت اور خون خدا کو نہیں پہنچتا بلکہ دلوں کا تقوےٰ خدا تک پہنچتا ہے، پس قربانی کرتے وقت اس بات کو یاد رکھنا چاہیئے کہ در اصل وہ خدا کے حکم کے آگے اپنی حیوانیت کو ذبح کر رہا ہے۔ یعنی اپنے تمام جذبات حیوانی کو خدا کی رضا کے آگے وہ قربان کرنے کا اقرار کر رہا ہے۔ جب تک یہ تقویٰ مدنظر نہ ہو قربانی کے مقبول ہونے کی صورت نظر نہیں آتی۔

۵۔ قربانی کے گوشت کو تین حصوں میں تقسیم کرنا مسنون ہے، ایک حصہ خود کھائے اور اس کے اہل و عیال کھائیں، دوسرا حصہ دوستوں، اور رشتہ داروں میں تقسیم کرے، تیسرا حصہ مساکین اور یتامےٰ کو دے۔

۶۔ عید کے دن باہم ملنا جلنا کھانا، پینا، خوشی کرنا منشائے اسلام ہے نماز پڑھ کر گھروں میں گھس رہنا یا سو کر دن کاٹ لینا اس گوشہ نشینی کا نام دینداری رکھنا غلط ہے۔

۷۔ ۹ تاریخ ذی الحجہ کی فجر کی نماز سے شروع کر کے ۱۳ ذی الحجہ کی عصر کی نماز تک ہر فرض نماز کے بعد بلند آواز سے تکبیر کہنے کا حکم ہے اور وہ یہ ہے:- اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر لا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر وللّٰہ الحمد۔ ان کلمات کو تین مرتبہ کہنے کا حکم ہے۔

۸۔ عید کی خوشی کے موقعہ پر بہت سے لوگ کپڑوں، کھانوں، اور بچوں پر خرچ کرتے ہیں ایسے موقعہ پر اشاعت اسلام کیلئے بھی کچھ خرچ کرنا چاہیئے آج وقت کا تقاضا ہے۔ پس ایک روپیہ فی کس عید فنڈ میں دینا اسلام کی محبت پر دلالت کرتا ہے۔ علاوہ ازیں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے مساجد فنڈ کیلئے جو اپیل کی ہوئی ہے وہ بھی ہر ایک دوست کے مدنظر رہنی چاہیئے جہاں جہاں ہماری جماعتیں ہیں وہاں مساجد کی تعمیر سلسلہ کے استحکام و ترقی کے لئے بیحد ضروری ہے۔

۹۔ قربانی کی کھال خدا کی راہ میں دینی چاہیئے اشاعت اسلام اس کام کا بہترین مصرف ہے [illegible] دینا چاہیئے [illegible]

ایڈیٹر صاحب فرقان کی خوش فہمی

از جناب فضل الٰہی صاحب سپرنٹنڈنٹ چونگی کھاریاں

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دین
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
دل سے ہیں خدام ختم المرسلین
جان بھی اسلام پر قربان ہے
(المسیح الموعود)

مجھے رسالہ فرقان کے چند نمبروں کے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اور میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جناب ایڈیٹر صاحب فرقان کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نبی بنانے کا بہت ہی شوق ہے۔ حالانکہ ایسا شوق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک ناپسندیدہ ہے۔ حضور تو اپنی کتابوں میں قسمیں کھا کر دعوے نبوت سے انکار کرتے ہیں لیکن ایڈیٹر صاحب فرقان زبردستی سے حضور علیہ السلام کی طرف دعوے نبوت منسوب کر رہے ہیں۔ میں ان کی خدمت میں حضور کی چند تحریرات پیش کرتا ہوا درخواست کرتا ہوں کہ وہ ان ارشادات پر غور کریں۔ اور ناحق جاہل لوگوں کو بھڑکانے کا موجب نہ بنیں اور ایسے لوگوں سے حضور کی توہین نہ کرائیں۔ حضور تو ببانگ بلند اہل دنیا کو یہ مژدہ سناتے ہیں ؎

رسید مژدہ زغیبم کہ من ہماں مردم
کہ او مجدد ایں دین و رہنما باشد

اس غیبی آواز کو اکناف عالم کے لوگوں نے سنا۔ تو وہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں ... ہا حاضر ہوئے۔ اگر اس وقت لوگ "او نبی ایں دین" کی آواز کو سنتے تو غالباً کوئی بھی نہ جاتا۔ ہمارے اس علاقہ کھاریاں کے ایک جید عالم باعمل صوفی مزاج ملائک صفت حضرت مولوی فضل الدین صاحب مرحوم و مغفور سے ایک دن میں نے حضرت کے مندرجہ بالا شعر کے معنے دریافت کئے تو مولوی صاحب نے ترجمہ کرنے کے بعد فرمایا کہ جس نظم میں حضرت نے یہ شعر فرمایا ہے۔ اس نظم کے پڑھنے سے رقت طاری ہو جاتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

(۱) بالآخر میں پھر عامۃ الناس پر ظاہر کرتا ہوں کہ مجھے اللہ جلشانہ کی قسم ہے۔ کہ میں کافر نہیں ہوں۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ میرا عقیدہ ہے اور لکن رسول اللہ وخاتم النبیین پر آنحضرت صلعم کی نسبت میرا ایمان ہے۔ میں اپنے اس بیان کی صحت پر اس قدر قسمیں کھاتا ہوں جس قدر خدا تعالےٰ کے پاک نام ہیں اور جس قدر قرآن کریم کے حروف ہیں ...... کوئی عقیدہ میرا اللہ اور رسول کے فرمودہ کے برخلاف نہیں ہے۔ اور جو کوئی ایسا خیال کرتا ہے خود اس کی غلط فہمی ہے۔"

(کرامات الصادقین صفحہ ۲۵)

ایڈیٹر صاحب فرقان کو اس غلط فہمی سے بچنا چاہیئے!

حضور فرماتے ہیں:-

(۲) اللہ تعالےٰ نے عین ضلالت اور فتنہ کے وقت اس عاجز کو چودھویں صدی کے سر پر اصلاح خلق اللہ کے لئے مجدد کر کے بھیجا۔ اور چونکہ اس صدی کا بھاری فتنہ جس نے اسلام کو نقصان پہنچایا تھا۔ عیسائی پادریوں کا فتنہ تھا اس لیئے خدا تعالےٰ نے اسی عاجز کا نام مسیح موعود رکھا۔ اور یہ نام وہی نام ہے جس کی ہمارے نبی کریم صلعم کو خبر دی گئی تھی۔ اور خدا تعالےٰ سے وعدہ مقرر ہو چکا تھا۔ کہ تثلیث کے غلبہ کے زمانہ میں اس نام پر ایک مجدد آئے گا جس کے ہاتھ پر کسر صلیب مقدر ہے۔ اس لیے صحیح بخاری میں اس مجدد کی یہی تعریف لکھی ہے کہ وہ امت محمدیہ میں سے ان کا ایک امام ہوگا۔ (ملاحظہ ہو اشتہار ۵ رجون ۱۸۹۷ء)

ان ہر دو ارشادات سے واضح ہوتا ہے کہ حضور کے سپرد اللہ تعالےٰ نے دو خدمتیں کیں۔ ایک کسر صلیب۔ دوسرے مسلمانوں میں حقیقی تقوےٰ کا قائم کرنا۔ اور یہی آپ کی علت غائی تھی۔ اور مزید حضور حضرت نبی کریم صلعم کی ہی نبوت کو منوانے کے واسطے بھیجے گئے تھے۔

(۳) اگر حضور کا دعوے نبوت کا ہوتا۔ تو حضور "چودھویں صدی والے بزرگ" کی توبہ میں حسب ذیل الفاظ کی تردید فرماتے۔

"رسالت کے دعوے کے بارہ میں مجھ کو ازالہ اوہام کے دیکھنے سے تسلی ہوگئی۔ جو محض افتراء بہتان ذات والا پر کسی نے باندھا ہے۔"

(۴) جناب میر ناصر نواب صاحب مرحوم اپنی نظم آئینہ حق میں حضرت کی پوزیشن اس طرح واضح کرتے ہیں:-

رسالت ہو چکی ہے ختم بالکل
چراغ عقل کو کرتے ہو کیوں گل
احادیث نبی ہیں اس پہ شاہد
مسلمانوں تم اپنی چھوڑو و ضد
اندھیرے میں کہاں جاتے ہو بھائی
کسی کے دم میں کیوں آتے ہو بھائی
نہ آئے گا یہاں کوئی نبی اب
یہی قرآن کا ہے صاف مطلب ص ۴۵
خطاکاری سے باز آؤ محبو
خدا کے واسطے تم دل میں سوچو

ایڈیٹر صاحب فرقان کو چاہیئے کہ وہ جناب میر ناصر نواب صاحب مرحوم کے مندرجہ بالا اشعار کو غور سے پڑھیں اور ناحق حضور کی طرف نبوت کی دعوی منسوب نہ کریں اور لاہور کے پاک ممبران کی ہتک نہ کیا کریں۔ جن کو الہام میں خدا تعالیٰ نے پاک قرار دیا ہے۔

گر در خانہ کس است حرف بس است

مکتوبات

مکتوب بغداد

بخدمت شریف جناب قبلہ مولینا عزیز بخش صاحب سلمہ الرحمٰن۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اس خط سے قبل ۴ر اکتوبر اور ۱۳ر اکتوبر کو مکاتیب معہ چیک مبلغ یکصد روپیہ اور آٹھ سو تیرہ روپے بھجوایا تھا۔ امید ہے ملے ہوں گے۔ آپ کا مرسلہ عنایت نامہ مرقومہ ۱۲ اکتوبر مجھے ۲۴ر اکتوبر کو ملا۔ حالات مندرجہ سے کماحقہ آگاہی ہوئی۔ اخویم عزیز محمد شیر گل صاحب بھی بذریعہ ہوائی جہاز بغداد پہنچ گئے۔ ان کی زبانی دیار محبوب اور محبوب امیر کے حالات سن کر قلب کو ایک عجیب سرور اور لذت حاصل ہوئی۔ ایمان میں مزید تازگی پیدا ہوئی۔ اشاعت قرآن ٹرسٹ اور اس میں ایک دوست نے دس ہزار روپیہ چندہ دیا معلوم ہوا۔ تحریک کے بغداد پہنچنے کا انتظار ہے۔ امید ہے احباب جماعت بغداد اس کار ثواب میں حصہ لیں گے۔ قبلہ ام اخبار پیغام صلح عرصہ ڈیڑھ ماہ سے نہیں مل رہا۔ مجھے اور دیگر دوستوں کو اس کا بارش کی طرح انتظار رہے۔ آخری پرچہ نمبر ۴۳ مجریہ ۱۳ر اگست ملا تھا جس کے بعد کوئی پرچہ نہیں ملا۔ ازراہ کرم دفتر پیغام صلح میں دریافت فرماویں۔ اور جملہ احباب کے نام ۱۳ر اگست کے بعد کے پرچے ارسال فرمادیں۔

مرحوم عبد الحمید صاحب ڈرافٹمین کے قرضہ کی رقم قریباً جمع ہوگئی ہے۔ دیگر چندوں کے ساتھ لاہور بھجوائی جائے گی۔ بصرہ سے ایک دوست قطب الدین صاحب ہندوستان تشریف لے گئے ہیں۔ ممکن ہے وہ لاہور آویں عربی اور انگریزی خوب جانتے ہیں، ان کا ارادہ ہے کہ "نیا نظام عالم" کا عربی ترجمہ کریں اس بارہ میں وہ حضرت امیر سیدنا سے مشورہ کریں گے۔

اللہ تعالےٰ سے قوی امید ہے کہ حضرت سیدنا امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے "نیا نظام عالم" کا انگریزی ترجمہ مکمل کر لیا ہوگا۔ اور اب اس کی چھپائی کا انتظام ہو رہا ہوگا۔

باقی ہر طرح خیریت ہے، جملہ اخوان سلسلہ کی طرف سے حضرت سیدنا امیر ایدہ اللہ تعالےٰ اور دیگر دوستوں اور بزرگوں کو سلام علیکم۔

خاکسار:- تصدق حسین قادری۔ بغداد

مکتوب بیعت

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بندہ عرصہ دراز سے احمدیت کے لٹریچر بالخصوص قادیانی جماعت کے مطبوعہ کتب کا مطالعہ کرتا رہا ہے۔ مگر میرا بغض احمدیت کی نسبت بری طرح بڑھتا گیا۔ میرا ماحول قادیانی جماعت میں ابتدا سے رہا ہے۔ چنانچہ میرا برادر خورد مولوی فاضل اور قادیانی احمدی ہے۔ میرے دو ہم نشین پکے قادیانی اور کھاتے پیتے زمیندار ہیں۔ مگر ان کی طرز زندگی اور معاشرت نے مجھے ہمیشہ احمدیت سے برگشتہ رکھا۔ مئی سال حال میں میرے عزیز دوست چوہدری تاج الدین سفید پوش ویروالا ضلع سیالکوٹ کے اکلوتے فرزند عزیز مشتاق احمد بیمار ہوگئے۔ کچھ عرصہ مجھے بھی ان کی خدمات تفویض کی گئیں۔ گاہے گاہے میں ان کی عیادت کے لیئے حاضر ہوتا رہا۔ چوہدری صاحب موصوف اور عزیز مشتاق احمد مرحوم سے میرے دیرینہ تعلقات تھے۔ میں ہر دو بزرگوں کے مذہب سے والہانہ رغبت مذہبی عشق اور ان کا صبر و تحمل دیکھتا رہا۔ احمدیت کے متعلق میرے غلط خیالات محو ہوتے گئے۔ آخر مجھے فیصلہ کرنا پڑا ہے کہ حقیقی آرام احمدیت میں ہے۔ مگر صحیح احمدیت کی تصویر لاہور کی جماعت ہی پیش کر رہی ہے۔ لہذا میں حضرت امیر جماعت احمدیہ اشاعت اسلام لاہور کے دست مبارک پر حضرت مسیح موعود کے نام پر بیعت کر کے حضرت مسیح موعودؑ کے جملہ شرائط کو تسلیم کرتا ہوں جو بوقت بیعت، بیعت کنندہ سے لی جاتی ہیں۔

فقط۔ حکیم سید شہباز علی زنجانی۔ حاذق الاطباء۔ ضلع سیالکوٹ۔

ارشادِ امیر

(۱) بچوں کو سات سال کی عمر سے نماز کی عادت ڈالو۔

(۲) بچوں کو سات سال کی عمر سے تبلیغ اسلام کے لئے کچھ خرچ کرنے کی عادت ڈالو۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

المصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

پیغام صلح

ایڈیٹر: ایس محمد آصف۔ بی۔ اے۔
جائنٹ ایڈیٹر: شیخ محمد انعام الحق

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آن کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ و آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

جلد ۳۱ | لاہور۔ یوم۔ چہارشنبہ۔ مؤرخہ ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۶۲ھ م۔ ۱۵ دسمبر ۱۹۴۳ء | نمبر ۴۹

حضرت نبی کریم صلعم کی شکایت بارگاہِ الٰہی میں

نظامِ سلسلہ کے متعلق ایک دوست کا وسوسہ

جناب میاں صاحب کے منہ سے حق بات نکل گئی

حضرت صاحب کے کشف کی مصداق صرف جماعت احمدیہ لاہور ہی

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ مورخہ ۱۰ دسمبر ۱۹۴۳ء

وقال الرسول یٰرب ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجوراً۔ (الفرقان ۳۰)

حضرت نبی کریمؐ کی شکایت اس آیت میں حضرت نبی کریم صلعم کی ایک شکایت کا ذکر ہے جو آپ بارگاہ الٰہی میں کر رہے ہیں۔ اے میرے رب میری قوم نے اس قرآن کو مہجور قرار دیا ہے۔ ہم مسلمانوں کے حالات پر غور کرتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت خود مسلمانوں کے حق میں نازل ہوئی ہے اور خود مسلمانوں کی شکایت ہے جو آنحضرت صلعم نے بارگاہ الٰہی میں کی ہے میری قوم نے اس قرآن کو کوئی وقعت اور اہمیت نہیں دی۔

قرآن مجید پر عمل نہیں ہوتا عمل کا ایک پہلو تو ہے اس کے لحاظ سے بھی ہم دیکھتے ہیں کہ باوجودیکہ قرآن مجید کی رسمی طور پر انتہائی درجہ عزت کی جاتی ہے لیکن قرآن مجید پر عمل بالکل یا بہت حد تک متروک ہو رہا ہے جس قدر عمل ہو بھی رہا ہے وہ فی الحقیقت ایک عادت اور رسم و رواج کے ماتحت ہو رہا ہے، اور مسلمان اپنے عمل کو قرآن مجید کے مطابق لانا نہیں چاہتے۔

قرآن مجید ابتدائی زمانہ میں ابتدائی زمانہ میں جب تمام دنیا اپنے رسم و رواج میں جکڑی ہوئی تھی قرآن مجید نے بڑی اصلاحات کی ہیں اس وقت یہ حالت تھی جو لوگ قرآن مجید پر ایمان لانے کا دعویٰ کرتے تھے کوئی آیت نازل نہ ہوتی تھی جس پر فوراً عمل شروع ہو جاتا تھا۔ صدیوں کے رسم و رواج ایک آیت کے نزول سے مٹتے جاتے تھے۔ ہمارے زمانہ میں لوگوں نے کوشش کی کہ لڑکیوں کو وراثت کا حصہ دیں مگر دیکھئے جہاں رواج اس کے خلاف پڑا ہوا ہے وہاں قرآن مجید کی کوئی پروا نہیں۔

قرآن مجید کے مطابق عمل کرو اس جماعت کے لئے جو دنیا میں قرآن کریم کے پھیلانے کے لئے اٹھی ہے سب سے بڑھکر ضروری ہے کہ اپنے عمل کو قرآن کے مطابق کرے۔ ہر ایک شخص کو قرآن پڑھنا چاہیئے اور اس بات کو مدنظر رکھکر پڑھنا چاہیئے کہ کونسی بات قرآن مجید کی ایسی ہے جس کے خلاف ہمارا عمل ہے اور کس طرح ہم اس کی اصلاح کر سکتے ہیں۔

مسلمان قرآن مجید سے فائدہ نہیں اٹھاتے

مسلمان آج قرآن مجید سے کوئی فائدہ نہیں اٹھاتے اور اپنے عمل کو اس کے مطابق نہیں کرتے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض فما جزاء من یفعل ذالک منکم الا خزی فی الحیوۃ الدنیا۔ تو کیا تم کتاب کے ایک حصہ کو مانتے ہو اور ایک حصہ کا انکار کرتے ہو پس جو شخص تم میں سے ایسا کرتا ہے اس کی سزا سوائے اس کے کیا ہے کہ دنیا کی زندگی میں ذلت ہو مسلمان ذلیل ہوئے اور اس لئے ذلیل ہوئے کہ اپنے عمل کو درست کرنا نہیں چاہتے۔ ہماری جماعت کو چاہیئے کہ قرآن کو پڑھیں اور اس نیت سے پڑھیں کہ انکی کونسی بات اس کے مطابق نہیں تاکہ اس بات کی اصلاح کی جائے اگر کوئی شخص اس نیت سے نہیں پڑھتا تو اس پڑھنے کا کوئی فائدہ نہیں۔

حضرت نبی کریمؐ کا ارشاد حدیث میں آتا ہے لا یبقیٰ من القرآن الا رسمہ حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ ایک زمانہ ایسا آئیگا کہ قرآن مجید کی تحریر اور الفاظ ہی رہ جائیں گے اور روح یعنی عمل اٹھ جائے گا۔ سو آج قرآن مجید سے عمل اٹھا ہوا ہے اور مسلمان قوم نے قرآن مجید کو مہجور قرار دیا ہے اور قرآن مجید کو وہ دنیا کے لئے ہدایت کا ذریعہ نہیں سمجھتے اگر فی الواقعہ سمجھیں تو کوئی وجہ نہیں اسے دنیا میں پیش نہ کریں۔

بائیبل کے تراجم بائیبل تورات انجیل جو انکے ماننے والوں کے نزدیک محرف و مبدّل بھی ہے۔ اس کے اندر تاریخی طور پر غلط باتیں ہیں جس کا اقرار اس کے ماننے والوں کو ہے۔ اس کے اندر علم کے خلاف باتیں ہیں جس کا اقرار اس کے ماننے والوں کو ہے۔ اس کے اندر فحش باتیں ہیں جس کا اقرار اس کے ماننے والوں کو ہے۔ ذرا غور کیجئے باوجود اتنے نقائص کے اس قوم نے اس کتاب کو کتنا پھیلایا۔ خدا جانے ہندوستان کی کتنی زبانوں میں بائیبل کا ترجمہ ہو چکا ہے۔

مسلمانوں نے قرآن مجید کی طرف توجہ نہیں کی

اس کے مقابل پر قرآن مجید جس کے دشمن اور اچھے پایہ کے نقاد بھی اقرار کرتے ہیں کہ یہ وہی قرآن ہے جو محمد رسول اللہ صلعم پر نازل ہوا۔ دشمن بھی مانتے ہیں کہ اس کے اندر حکمت ہے کچھ سائنس اور تاریخ کے خلاف بھی اس کے اندر کوئی بات نہیں اعلیٰ درجہ کی پاکیزگی اس کے اندر ہے۔ لیکن اسکو پھیلانے کا جہاں تک تعلق ہے مسلمان اس آیت کے مصداق ہیں وقال الرسول یٰرب ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجوراً۔

ہماری پوری قوت صرف نہیں ہو رہی

ہم لوگوں کے سامنے یہ کام کم و بیش رہتا ہے کم و بیش اسلئے کہ ہماری بھی پوری قوت اس پر صرف نہیں ہو رہی ہم میں سے کچھ لوگ اس سلسلہ میں سست بھی ہیں ہم ان کو اپنی جماعت کے افراد ہی سمجھتے ہیں میں سمجھتا ہوں جماعتوں میں سست افراد بھی ہوتے ہیں میں نے دیکھا ہے کہ بعض وقت ایک شخص کے سالہا سال سستی میں گذر گئے یک مرتبہ اس کی طبیعت میں ایسا انقلاب آتا ہے کہ اس کی زندگی پلٹ جاتی ہے۔ جس جماعت کے ہاتھ میں یہ کام ہے اور یہ کام اس کے ذریعہ سے ہوتا ہوا نظر بھی آتا ہے۔ جس قدر اس جماعت نے قرآن کو دنیا میں پہنچانے کی کوشش کی ہے وہ آپ کو کہیں اور نظر نہیں آئے گی میں یہ نہیں کہتا کہ ہماری جماعت کے اندر کمزوریاں نہیں۔

بعض لوگوں کا وسوسہ لیکن جس طرح آئمہ نے لکھا ہے کہ ایک شخص میں ۹۹ وجوہ کفر کی ہوں اور ایک وجہ اسلام کی ہو یعنی کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار تو بھی وہ مسلمان ہے اسی طرح میں سمجھتا ہوں کہ اگر ایک جماعت میں ۹۹ کمزوریاں ہوں اور ایک خوبی قرآن مجید کو دنیا میں پہنچانے کی ہو تو یہ خوبی غالب آجائے گی۔ بعض لوگوں کو ایک وسوسہ پڑا ہوا ہے کہ ہمارا نظام کچھ نہیں میں سمجھتا ہوں کہ نظام کی زیادہ پرستش نہیں کرنی چاہیئے لیکن میں پوچھتا ہوں کہ اگر نظام نہیں تو اتنا بڑا کام کس طرح ہو گیا اور چل رہا ہے یہ کہہ سکتے ہو کہ نظام کے اندر کمزوریاں ہیں لیکن نظام خدا کے فضل سے اچھا ہے۔

تعلیم پرنٹنگ پریس ... [illegible]

ایک اصولی بات میں ایک اصولی بات کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ کہ جو جماعت اتنا کام کر رہی ہے اس کے متعلق یہ کہا جائے کہ اس کا نظام اچھا نہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ وہ جماعت جو دن رات نظام نظام پکارتی رہتی ہے اور اس کو اپنے نظام پر فخر ہے اس کے ساتھ اس جماعت کے کام کا مقابلہ کر لو۔ قریب سے نقص زیادہ نظر آتے اور دور سے اگر ڈھول بھی بج رہا ہو تو وہ اچھا معلوم دیتا ہے۔ تو بات یہ ہے کہ اس امر کو دیکھو کہ آیا قرآن مجید ہمارے ہاتھ میں ہے اور یہ جماعت قرآن کو آگے پہنچا رہی ہے تو مطمئن ہو کر اس کام میں لگے چلو۔

قادیانی تحریک جدید ایک دوست نے کہا کہ حضرت صاحب کا وہ پانچ ہزار والا رویا قادیان کی جماعت کہتی ہے کہ وہ ان کی تحریک جدید کے متعلق ہے کیونکہ تحریک جدید والوں کی تعداد پانچ ہزار کے ارد گرد گھومتی رہتی ہے یعنی وعدہ کرنے وقت ساڑھے پانچ ہزار ہوتے ہیں اور ایفائے وعدہ کے وقت ساڑھے چار ہزار مگر صرف کہہ دینے سے کچھ نہیں بنتا۔

حضرت صاحب کا کشف حضرت صاحب فرماتے ہیں:۔ "کشفی حالت میں اس عاجز نے دیکھا کہ انسان کی صورت پر دو شخص ایک مکان میں بیٹھے ہیں ایک زمین پر اور ایک چھت کے قریب بیٹھا ہے جب میں نے اس شخص کو جو زمین پر تھا مخاطب کر کے کہا کہ مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے مگر وہ چپ رہا اور اس نے کچھ بھی جواب نہ دیا تب میں نے اس دوسرے کی طرف رخ کیا جو چھت کے قریب اور آسمان کی طرف تھا اور اسے میں نے مخاطب کر کے کہا کہ مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے وہ میری اس بات کو سن کر بولا ایک لاکھ نہیں ملے گی مگر پانچ ہزار سپاہی دیا جائے گا تب میں نے اپنے دل میں کہا اگرچہ پانچ ہزار تھوڑے سے آدمی ہیں پر اگر خدا تعالےٰ چاہے تو تھوڑے بہتوں پر فتح پا سکتے ہیں اور اس وقت میں نے یہ آیت پڑھی کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۹۷-۹۸ حاشیہ)

قادیانی تحریک جدید کا روپیہ ...... جب سے ہم نے اس رویاء کو شائع کیا قادیانی جماعت کو یہ فکر تھی کہ اسے کسی طرح اپنے اوپر لگائے اس کے لئے تحریک جدید کی پناہ ملی لیکن اگر اس پانچ ہزار سے مراد قادیان کی تحریک جدید ہے تو وہ روپیہ جو اس تحریک کے ذریعہ جمع ہو رہا ہے کیا وہ اس کام پر خرچ ہو رہا ہے جس کی تڑپ حضرت مسیح موعود کے دل میں تھی۔ کیا قرآن مجید کو دنیا میں پھیلانے کے لئے اور اس کی اشاعت پر خرچ ہو رہا ہے؟ اگر ہو رہا ہے تو چشم ما روشن دل ما شاد لیکن اگر ایسا نہیں ہو رہا ہے تو لفظی دعوے سے کچھ نہیں بنتا۔ منہ کے دعوے کرنا بڑی آسان بات ہے۔

یہ بات سمجھ نہیں آتی اول تو مجھے یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ ایک جماعت اپنی تعداد دس لاکھ بتاتی ہے اور پھر اس بات پر فخر کرتی ہے کہ دس لاکھ میں سے خدا کی راہ میں کام کرنے والے سپاہی صرف پانچ ہزار ہیں تو باقی نو لاکھ پچانوے ہزار کیا ہیں؟ جس جماعت کی ابتداء میں یہ حالت ہو کہ دس لاکھ میں سے صرف پانچ ہزار سپاہی ہیں اس کا انجام کیا ہوگا اور پھر عجیب بات یہ ہے کہ ایک طرف تو اپنی کثرت کو اپنی صداقت کی دلیل ٹھہراتے ہیں دوسری طرف قلیل بننے کی خواہش بھی ہے۔

حق بات منہ سے نکل جاتی ہے لیکن نہیں حق بات اللہ تعالیٰ لے منہ سے نکلوا دیتا ہے۔ غالباً ۱۹۳۵ء کا واقعہ ہے کہ جناب میاں صاحب کی کسی انگریز یا امریکن سے گفتگو ہوئی۔ اس نے سوال کیا کہ یورپ میں تو لوگ لاہور کی جماعت کا زیادہ ذکر کرتے ہیں تو میاں صاحب نے جواب میں کہا کہ یہ لوگ یعنی جماعت لاہور کے افراد بانی سلسلہ کو صرف مجدد مانتے ہیں نبی نہیں مانتے اور ان کی تعداد پانچ ہزار کے قریب ہے ان کی یہ گفتگو رسالہ ریویو آف ریلیجنز ۱۹۳۵ء میں چھپی ہوئی موجود ہے۔ یہ حق بر زبان جاری ہونے والا معاملہ ہے۔

جماعت قادیان کی فکر جب ہم نے اس کشف کو شائع کیا اور لکھا کہ حضرت صاحب کے اس کشف سے مراد جماعت لاہور ہے کیونکہ اس کشف میں پانچ ہزار کا ذکر ہے تب سے جماعت قادیان کو فکر ہو رہا تھا آخر تحریک جدید میں اس کا ایک حل مل گیا یعنی جماعت قادیان کے دس لاکھ آدمیوں میں سے پانچ ہزار سپاہی نکل آئے تو کیا جماعت قادیان کا باقی ۹ لاکھ پچانوے ہزار آدمی بالکل نکما ہے؟ جس جماعت کا یہ حال ہے کہ دو سو میں سے ایک آدمی اپنے قائد کی آواز پر لبیک کہتا ہے وہ ساری جماعت نکمی ہے۔

حضرت صاحب کو دو آدمی دکھائے گئے

میں نے اس دوست کو کہا کہ اس کشف میں حضرت صاحب کو دو آدمی دکھائے گئے ہیں ایک زمین پر ہے اور دوسرا چھت کے قریب پہلا کثیر تعداد کا مالک ہے لیکن اس کے باوجود حضرت صاحب کے مطالبہ پر بالکل خاموش رہتا ہے اور دوسرا ایک قلیل گروہ کا نمائندہ ہے وہ حضرت صاحب کے ارشاد پر عرض کرتا ہے میں پانچ ہزار سپاہی پیش کر سکتا ہوں بات بالکل صاف ہے اور اس کے ساتھ ہی حضرت صاحب یہ آیت پڑھتے ہیں۔ کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله یعنی کشف میں دو گروہوں کے نمائندے دکھائے گئے ہیں ایک فئة قليلة ہے اور ایک فئة كثيرة ہے حضرت صاحب دو گروہوں کا ذکر کرتے ہیں جو بالکل علیحدہ علیحدہ ہیں ایک کثیر گروہ ایک قلیل گروہ ان دونوں کے دو الگ الگ لیڈر ہیں۔ جماعت قادیان پر اسے لاکھ چسپاں کرنے کی کوشش کرو یہ اس جماعت پر لگ نہیں سکتا۔

خدا تعالیٰ نے ایک فرقان قائم کر دیا اگر ان لوگوں کی حضرت صاحب کے اصل کام کی طرف توجہ ہو جاتی تو پھر میں کہتا ہوں کہ اس بات کی ضرورت بھی نہ تھی کہ ہم فلاں پیشگوئی کے مصداق ہیں آج دنیا خود گواہی دے رہی ہے کہ قرآن کو دنیا میں پہنچانے والی کونسی جماعت ہے۔ قادیان کی اتنی بڑی جماعت کے لئے مشکل نہ تھا کہ وہ دو چار زبانوں میں ہی قرآن مجید کا ترجمہ کر دیتی۔ لیکن دیکھ لیجئے خدا خدا تعالےٰ نے ایک فرقان قائم کر دیا کہ ایک چھوٹی جماعت جسے پانچ ہزار کہتے ہیں کس طرح یہ قرآن مجید کو آگے لئے چلتی ہے بڑی جماعت کو قرآن مجید کے پھیلانے کی توفیق نہیں ملتی اس سے یہ توفیق بالکل چھن گئی ہے۔

اگر وہ کام کریں تو ہمیں خوشی ہے

یہ لوگ بڑے بڑے دعوے کرتے ہیں کہ آج یہ کریں گے اور کل یہ کریں گے ہمیں خوشی ہوگی وہ تو حضرت مسیح موعود کی جماعت کا ایک حصہ ہیں لیکن اگر دوسرے مسلمان بھی قرآن کو دنیا میں پہنچانے کے لئے کوششیں کریں تو ہمیں خوشی ہوگی۔ پہنچانے والوں کی طرف مت دیکھو بلکہ اس چیز کو دیکھو جو پہنچائی جاتی ہے یہ توفیق ہے جسے مل جائے۔

قادیانیوں کی روش بات یہ ہے کہ قادیانیوں کی روش عام مسلمانوں کی روش سے ملتی جا رہی ہے جس طرح وہ غافل ہیں اسی طرح یہ بھی اصل کام سے غافل ہوتے جا رہے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ قادیانی افراد کی یہ حالت ہے لیکن اس نظام کی یہ حالت ضرور ہے اصل کام کی طرف اس نظام کا قدم نہیں اٹھتا۔

ہمیں اپنی فکر کرنی چاہیئے لیکن ہمیں تو اپنی حالت کی فکر کرنا چاہیئے اگر ہمارا قدم صحیح راستہ پر ہے تو کوئی شخص ہمیں نقصان نہیں پہنچا سکتا ہمارا قدم اس راستہ پر مضبوطی کے ساتھ اٹھنا چاہیئے تاکہ ایسا نہ ہو کہ ہم آنحضرت صلعم کی اس شکایت کا مورد بن جائیں وقال الرسول يارب ان قومي اتخذوا هذا القرآن مهجورا۔

قرآن مجید میں بڑی تاثیر ہے جہاں تک ہو سکے قرآن مجید کو دنیا میں پھیلانے کی کوشش کرو یہ بڑی بات ہے۔ قرآن مجید میں بڑی تاثیر ہے۔ انسان کیا قرآن مجید تو پتھر دل پر بھی نازل ہو کر انہیں ریزہ ریزہ کر سکتا ہے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے لو انزلنا هذا القرآن على جبل لرايته خاشعا متصدعا من خشية الله اگر ہم اس قرآن کو پہاڑ پر اتارتے تو تو اسے اللہ کے خوف سے گرا ہوا پھٹا ہوا دیکھتا۔ لیکن انسانوں کے دل جب ان پر یہ قرآن مجید نازل ہوگا تو ان پر یہ ضرور اثر کرے گا اس لئے قرآن کو پیش کرو دنیا کو فتح کرنا اس کا کام ہے یہ خدا تعالےٰ کا کلام ہے اس کے اندر بڑی قوت اور شوکت موجود ہے اس کو اگر آگے لئے چلو تو میں سمجھتا ہوں تم نے اتنا بڑا کام کر دیا کہ خدا تعالےٰ اس کام کو کبھی ضائع نہیں کرے گا اللہ تعالےٰ ہم سب کو اس کام کے کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

الہامات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

(الف) خدا تعالےٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا۔ اور میرے سلسلہ کو تمام زمین میں پھیلائے گا اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ وہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کی رو سے سب کا منہ بند کر دیں گے اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھیگا اور پھولیگا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جائے گا۔ بہت سی روکیں پیدا ہوں گی اور ابتلا آئیں گے مگر خدا سب کو درمیان سے اٹھا دے گا اور اپنے وعدہ کو پورا کرے گا۔ اور خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تجھے برکت دوں گا۔ یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے"۔ (تجلیات الٰہیہ صفحہ ۲)

(ب) (۱) انی معك یا ابن رسول الله (۲) سب مسلمانوں کو جو روئے زمین پر ہیں جمع کرو علیٰ دین واحد۔ (بدر جلد ۷، ۱ صفحہ ۲)

(ج) "تو مغلوب ہو کر یعنی بظاہر مغلوبوں کی طرح حقیر ہو کر پھر غالب ہو جائے گا اور انجام تیرے لئے ہوگا۔ خدا تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ تیری توحید تیری عظمت۔ تیری کمالیت پھیلائے۔ خدا تعالیٰ تیرے چہرہ کو ظاہر کرے گا اور تیرے سایہ کو بھی لمبا کر دے گا"۔

میں تجھے زمین کے کناروں تک شہرت دوں گا۔ اور تیرا ذکر بلند کروں گا۔ (ازالہ اوہام)

(د) خدا تعالیٰ نے مجھے بھی بشارت دی کہ:۔ "موت کے بعد میں پھر تجھے حیات بخشوں گا"۔ (فتح اسلام)

پیغامِ صلح

جلد ۳۱ ﴿ یوم چہارشنبہ ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۶۲ھ ﴿ نمبر ۴۹

توسیعِ جماعت اور تحریکِ اشاعتِ اسلام

احبابِ سلسلہ غیر از جماعت اصحاب کو جلسہ سالانہ میں شامل کرنے کی کوشش کریں

ہماری جماعت کے سب دوستوں کو اس بات پر محکم یقین ہے کہ دنیا میں اس وقت اشاعتِ قرآن اور تبلیغِ اسلام کرنے والی صرف ایک ہی جماعت ہے اور وہ جماعت احمدیہ لاہور ہے جتنی یہ جماعت مضبوط ہوگی اسی نسبت سے تحریک اشاعت اسلام کو تقویت ملے گی اور یہ تحریک وسیع پیمانہ پر بروئے کار آسکے گی سو ہمارے تمام دوستوں پر یہ امر خوب روشن ہو جانا چاہیئے کہ تحریک اشاعت اسلام کو زیادہ مضبوط بنانے کے لئے زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اس جماعت حقہ میں شامل کرنے کی ضرورت ہے۔

مسلمان اشاعت اسلام کے بلند مقاصد سے بالکل غافل ہیں اور عملی طور پر اپنے دماغ اور وجدان کو اسلامی تعلیمات سے منقطع کر چکے ہیں اور رہنمائی کے لئے بجائے قرآن مجید کے مغرب کی طرف دیکھتے ہیں اور مغربی تحریکات اور مغربی تصورات سے ہی متاثر ہوتے ہیں تمام اسلامی ریاستیں اس ردمیں بہ چکی ہیں اور دوسری طرف مغرب اپنے مادی اور ذہنی ہنگاموں کی وجہ سے ایک میدان رستخیز بنا ہوا ہے تہذیب و تمدن کے مراکز تباہ و برباد ہو چکے ہیں اور ہو رہے ہیں اور یاجوج و ماجوج کے لشکر اپنی بلندیوں سے لپک کر ایک دوسرے کو صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور ادھر مشرق میں صرف تقلید اور جمود ہے۔ مشرق کی نظریں مغرب کی طرف اٹھی ہوئی ہیں صرف یہی نہیں بلکہ مشرق اپنے مغربی آقا سے غلامانہ طور پر متاثر ہو کر اس کے پیچھے پیچھے چلا جا رہا ہے اور کہاں جا رہا ہے؟ جہاں خون اور گندھک کی بھٹیاں کھول رہی ہیں۔ ایسے نازک وقت میں مغرب اور مشرق کی اصلاح کرنا معمولی بات نہیں اور نہ وسیع پیمانہ پر اشاعت اسلام کرنا معمولی کام ہے اس کام کے لئے ایک فعال اور مجاہد جماعت چاہیئے اور ظاہر ہے کہ وہ جماعت صرف امام عصر حاضر کی جماعت ہے جس کے پیش نظر غلبۂ اسلام کے بلند مقاصد ہیں۔ غلبۂ اسلام کے متعلق اللہ تعالےٰ کا وعدہ ہے کہ یہ ہو کر رہے گا اور مغرب جو تاریکیوں کی دنیا ہے وہاں سے طلوع اسلام ہوگا اور یہ بھی اللہ تعالےٰ کی مشیت ہے کہ یہ کام ایک خاص جماعت کے ذریعہ ہونے والا ہے سو ایسی جماعت کو وسیع اور مضبوط بنانے کی کوشش کرنا دین کی بہت بڑی خدمت ہے —— اس جماعت کو مضبوط اور وسیع کرنے کے انفرادی ذرائع بھی ہیں لیکن اجتماعی ذرائع زیادہ مفید ہیں اور زیادہ نتیجہ خیز ثابت ہوتے ہیں ان سے جماعت کے اندر بھی ایک قوت اور خود اعتمادی پیدا ہوتی ہے اور وہ دوسروں پر بھی اجتماعی طور پر اثر انداز ہوتی ہے۔ ہماری بیرونی جماعتوں کے سالانہ جلسے اجتماعی تبلیغ کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہیں لیکن جماعت کا مرکزی جلسہ سالانہ ان سب ذرائع سے بڑھ کر مفید ہے اس جلسہ کی تبلیغی افادیت اور اہمیت کو بیان کیا ہی نہیں جا سکتا اس شاندار قومی اجتماع سے جماعت کے تمام دوستوں کو فائدہ اٹھانا چاہیئے اور جہاں وہ خود اس جلسہ میں شریک ہوتے ہیں انہیں غیر احمدی دوستوں اور غیر مسلم اصحاب کو بھی اس جلسہ میں شریک کرنا چاہیئے اگر ہر ایک احمدی دوست اپنے ہمراہ ایک صاحب کو بھی لائیں تو جلسہ کی رونق بڑھے گی اور تبلیغ کا ایک نہایت اچھا موقع بھی پیدا ہو جائے گا اور لوگ اس جماعت کے کام قربانی اور ایثار کو دیکھ کر یقیناً سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل ہونگے اور ان کی شمولیت سے سلسلہ کو تقویت ملے گی اور اس تقویت سے تحریک اشاعت اسلام مضبوط ہوگی امید ہے تمام دوست اس جلسہ سالانہ کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس طرف خاص توجہ مبذول فرمائیں گے اور دوسرے لوگوں کو اس جلسہ میں شامل کرنے کی پوری کوشش کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے فرائض بجا لانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

کتاب نیا نظامِ عالم کے متعلق اعلان

جناب جنرل سیکرٹری صاحب انجمن فرماتے ہیں :-

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کا۔

نیا انگریزی ٹریکٹ "نیو ورلڈ آرڈر" جلسہ سالانہ تک طبع ہو کر تیار ہو جائے گا جن احباب نے اس تحریک میں کچھ بھی حصہ لیا ہے وہ جلسہ سالانہ پر ایک کاپی اس ٹریکٹ کی لے سکتے ہیں جن احباب نے پانچ روپیہ یا اس سے زیادہ چندہ دیا ہے وہ صدر دفتر میں اطلاع دیں کہ ایک کاپی کے علاوہ اگر وہ کوئی اور کاپی مفت تقسیم کرنا چاہیں تو انہیں بھیجدی جائے۔

لاہور میں برقی قوت کی کمی
اور پیغام صلح کی اشاعت میں تاخیر

۸ دسمبر کے پیغام صلح کے پروف دیکھے جا چکے تھے اور پرچہ چھپ رہا تھا کہ لاہور میں برقی قوت کی کمی کی وجہ سے اچانک سارے کارخانے اور پریس بند کر دیئے گئے صرف روزناموں کو چھپنے کی اجازت تھی اس برقی کنٹرول کی لپیٹ میں پیغام صلح یک دم آگیا اور پرچہ وقت پر شائع ہو کر خریداران پیغام صلح تک نہ پہنچ سکا۔ ۱۴ دسمبر کو پریسوں کو مشروط طور پر طباعت کی اجازت ملی۔ اسلئے آٹھ اور پندرہ دسمبر کے پرچے اکٹھے شائع ہو کر خریداران کی خدمت میں بھیجے جا رہے ہیں —— خدا تعالےٰ کے فضل سے پیغام صلح اپنی معین تاریخ پر باقاعدہ شائع ہوتا ہے اور بعض ناگزیر حالات کی وجہ سے جو تاخیر ہوگئی ہے اس کا کارپردازان پیغام صلح کو اتنا ہی افسوس ہے جتنا کہ خریداران پیغام صلح کو تکلیف سب احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ آیندہ کے لئے پیغام صلح کو ایسی مشکلات سے بچائے آمین

پیغام صلح کی مقبولیت

جناب شیخ عظمت اللہ صاحب سیالکوٹ سے جنرل سکرٹری صاحب کی خدمت میں تحریر فرماتے ہیں :-

"جب تک میں اخبار پیغام صلح کو نہ پڑھ لوں تسکین نہیں حاصل ہوتی۔ یقین جانئے جمعرات یا جمعہ کو اخبار ملتا ہے اسی وقت لے کر بیٹھ جاتا ہوں اور ختم کر کے چھوڑتا ہوں اور پھر جمعرات کا انتظار شروع کر دیتا ہوں اور اگر وقت پر پرچہ نہ ملے تو طبیعت پر ایک اداسی چھا جاتی ہے"۔

اس مندرجہ بالا اقتباس سے پیغام صلح کی مقبولیت کا کوئی اندازہ ہو سکتا ہے پچھلے دنوں سلسلہ کے ایک نہایت جید بزرگ نے بھی پیغام صلح کے معیار صحافت کی بہت تعریف فرمائی تھی یہ محض خدا تعالےٰ کا فضل ہے کہ اخبار اس قدر مقبولیت حاصل کر رہا ہے۔ یہ اقتباسات صرف اس لئے شائع کئے جاتے ہیں کہ دوستوں پر اس پرچہ کی افادیت اور اہمیت واضح ہو اور وہ اس قومی آرگن کو تقویت پہنچانے کی کوشش کریں اور اس کی اشاعت کو بڑھائیں امید ہے احباب سلسلہ پیغام صلح کی توسیع اشاعت کی طرف خاص توجہ فرمائیں گے۔

احمدیہ کانفرنس کے متعلق
ضروری اعلان

تمام احباب سلسلہ کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ جو احباب جلسہ سالانہ کے موقعہ پر احمدیہ کانفرنس میں کوئی تجویز پیش کرنا چاہیں وہ ۲۰ دسمبر تک جناب جنرل سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کو وہ تجویز بھجوا دیں ورنہ اجازت کے بغیر کوئی معاملہ زیرِ غور نہ آسکے گا۔

اخبارِ احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بخیریت ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں

مرکز ﴿ مرکز میں سب کارکنان انجمن جلسہ سالانہ کی تیاریوں میں منہمک ہیں اور مہمانوں کے آرام اور آسائش کے لئے موجودہ حالات کے پیش نظر ممکن کوشش کی جا رہی ہے۔

مولود مسعود ﴿ ملک محمد مقبول صاحب پریزیڈنٹ ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن سرینگر کی ہمشیرہ کے ہاں اللہ تعالےٰ نے فرزند عطا فرمایا ہے، احباب سلسلہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ مولود مسعود کو نیک اور صالح بنائے اور لمبی عمر عطا فرمائے۔ آمین۔ اس خوشی میں مذکورہ خاتون نے ایک روپیہ "نیا نظام عالم" فنڈ میں عطا فرمایا ہے۔

درخواست دعا ﴿ (۱) ماسٹر محمود احمد صاحب ملنگ پشاور نہایت پرجوش نوجوان ہیں احباب سلسلہ ان کے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ ان کی مشکلات دور کرے اور ان کا حامی و ناصر ہو۔

(۲) افسوس ہے کہ ہماری جماعت کے مخلص اور سرگرم کارکن جناب قاسم خان صاحب اب چمبہ چھوڑنے والے ہیں کیونکہ ان کو حکومت کی طرف سے نوٹس مل گیا ہے کہ آیندہ سال ڈاکٹری ان کو نہیں ملیگا اس سے چمبہ کی جماعت کو بہت دھکا لگا ہے سبب ابھی تک معلوم نہیں ہوا کیونکہ ان کے کام میں آج تک کوئی نقص نہیں ہوا۔ اس سے جہاں ایک طرف جماعت چمبہ کو صدمہ ہوا ہے وہاں دوسری طرف قاسم خان صاحب کو بھی تکلیف ہے ان کیلئے درد دل سے دعا کی جائے۔

سانحۂ ارتحال ﴿ یہ خبر جماعت میں ملال کے ساتھ سنی جائے گی کہ اکبر الدین صاحب چک ۲/۴ ایل اوکاڑہ کی جوان سال صاحبزادی بتقضائے الٰہی ۱۳ دسمبر ۱۹۴۳ء کو وفات پا گئی انا للہ وانا الیہ راجعون دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین

مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی اور سید اختر حسین صاحب گیلانی کا

دورۂ بھوپال، سی پی، و برار وغیرہ

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا دوسرا تبلیغی وفد، مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی اور سید اختر حسین صاحب گیلانی بی اے مولوی فاضل پر مشتمل تھا، جن علاقوں میں اس وفد نے دورہ کرنا تھا، ان کی خصوصیت یہ تھی کہ وہاں براہ راست جماعت سے تعلق رکھنے والے دوست موجود نہ تھے، اگرچہ یہ سچ ہے کہ دنیا کا کوئی حصہ نہیں، جہاں لوگ کلیتہً اس تحریک سے بے خبر ہوں، لیکن یہ سچ ہے کہ اکثر مقامات بیرون ہند بلکہ ہندوستان میں ایسے ہیں جہاں تاحال جماعتہائے احمدیہ کا قیام عمل میں نہیں آیا۔ چونکہ ان علاقوں میں جہاں انجمن کے دوسرے وفد نے دورہ کرنا تھا، کوئی جماعتیں موجود نہ تھیں لہذا اس دورہ کی کامیابی کا تمام تر انحصار ارکان وفد کی ذاتی جدوجہد پر تھا، اور اللہ تعالےٰ کا فضل و احسان ہے کہ یہ دورہ کامیابی سے انجام پذیر ہوا، اور اب ان علاقوں میں کچھ ایسے روابط قائم ہو گئے ہیں کہ جن کے باعث آئندہ ان علاقوں کو انجمن کبھی نظر انداز نہیں کر سکتی، بلکہ ضرورت ہو گی کہ ہمیشہ ان اطراف میں تبلیغی وفود بھیجے جایا کریں۔

متھرا اس وفد کے ارکان دہلی سے ۱۱ر نومبر کو متھرا پہنچے، سید اختر حسین صاحب گیلانی، ایم-ای-ایس کے دفتر میں ملک غلام سرور صاحب گریزن انجنیئر کی تلاش میں پہنچے، وہاں معلوم ہوا کہ ملک صاحب کا لاہور تبادلہ ہو گیا ہے اور وہ لاہور پہنچ چکے ہیں، سید صاحب مایوس ہو کر لوٹنے والے تھے کہ معلوم ہوا کہ اسی دفتر میں کچھ اور مسلمان ایس ڈی او اور کلرک وغیرہ ہیں، آپ نے ان سے ملاقات کی کوشش کی، اور آپ کی مسرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب آپ نے دیکھا کہ سید مشتاق علی صاحب، مسٹر عبدالرشید صاحب اور دیگر اصحاب نے نہایت دلچسپی سے آپ سے گفتگو کی، اور بعثت مجددین، نزول مسیح، یاجوج ماجوج، جماعت قادیان اور جماعت لاہور وغیرہ امور پر نہایت عقیدتمندی سے آپ سے استفسارات کئے، اور آپ کی گفتگو کو سنا اور بہت اچھا اثر لیا یہ سلسلہ گفتگو دیر تک جاری رہا، اور اب سید صاحب سٹیشن کی طرف لوٹے کہ مولانا عبدالحق صاحب سے آئندہ پروگرام کے متعلق فیصلہ کریں کہ اتفاق سے مولانا موصوف کو اسٹیشن سے باہر خواجہ ذکا حیدر صاحب انڈین آفیسر بن خواجہ غلام نبی صاحب مہجور مل گئے، خواجہ ذکا حیدر نے اس محبت اور اخلاص سے مولانا عبدالحق صاحب اور سید اختر حسین صاحب گیلانی کو اپنے ہاں قیام کرنے پر مجبور کیا کہ وہ انکار نہ کر سکے اور ان کے مکان پر پہنچے، وہاں خواجہ غلام نبی صاحب مہجور اور مولوی عبدالواحد خانصاحب انڈین آفیسر سے ملاقات ہوئی، مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی اور سید اختر حسین صاحب گیلانی کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ اصحاب متھرا میں ہیں، ایک عرصہ بعد اس ملاقات سے فریقین کو جو خوشی ہوئی وہ بیان سے باہر ہے، رات بہت دیر تک سلسلہ گفتگو جاری رہا جس سے غیر از جماعت اصحاب بھی لطف اندوز ہوئے، اللہ تعالےٰ کا شکر ہے کہ ہمارے یہ دوست اپنی اپنی جگہ پر سلسلہ کی خدمت بجا لا رہے ہیں۔

مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی اور جناب سید اختر حسین صاحب گیلانی متھرا کے ان دوستوں کے اخلاص و محبت کے لئے بہت شکر گذار ہیں اور اپنے نوجوان دوست خواجہ ذکا حیدر صاحب اور خواجہ غلام نبی صاحب مہجور کی مہمان نوازی کے لئے تہ دل سے ممنون ہیں۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء

گوالیار متھرا سے ہمارا وفد گوالیار پہنچا، یہاں بھی متھرا کی طرح مطلقاً ناواقفیت تھی، لیکن بایں ہمہ ارکان وفد نے واقفیت پیدا کرنے کی کوشش جاری رکھی سوء اتفاق سے یہاں سید اختر حسین صاحب گیلانی بعارضہ بخار علیل ہو گئے، اور اس طرح کچھ رکاوٹ پیدا ہو گئی لیکن جس قدر بھی تعارف حاصل ہو سکا وہ انشاء اللہ ہماری آئندہ تبلیغی کوششوں کے لئے بہت مفید ثابت ہو گا۔

بھوپال ۱۵ر نومبر کی شب کو ہمارا وفد بھوپال پہنچا، اور باوجود ناواقفیت کے مختلف طبقہ کے لوگوں سے ملاقات کی کوشش کی گئی ۱۷ر نومبر کی شب کو مولوی محمد اصغر صاحب انصاری رجسٹرار کواپریٹو سوسائٹیز کے مکان پر ایک پُرلطف مجلس منعقد ہوئی جس میں مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی اور سید اختر حسین گیلانی نے اسلام کے مختلف پہلوؤں پر حاضرین سے گفتگو کی اور جماعت احمدیہ کے عقاید اور اغراض و مقاصد سے آگاہ کیا، اس مجلس کے حاضرین میں سے جناب ڈاکٹر تیموری صاحب، ڈائرکٹر محکمہ آثار قدیمہ، اور جناب عبدالغفور صاحب سکرٹری خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

بھوپال میں بکثرت معززین سے فرداً فرداً ملاقاتیں ہوئیں، جن میں سر لیاقت علی صاحب ممبر کیبنٹ، عبدالرحمان خاں صاحب پوشاسٹر، حاجی بقاء اللہ صاحب، سید محمود صاحب، عبدالمجید خاں صاحب، ملک عبدالغنی صاحب خصوصیت سے قابل ذکر ہیں، ان سب احباب سے ملاقاتیں اور تبادلہ خیالات آئندہ کے لئے بھوپال میں ہمارے تعلقات مضبوط کرنے کا موجب ہو گیا۔

جبل پور بھوپال سے مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی جبل پور روانہ ہوئے اور سید اختر حسین صاحب گیلانی ناگپور روانہ ہوئے۔ جبل پور میں مولانا عبدالحق صاحب نے متعدد اصحاب سے ملاقاتیں کیں اور آپ کے ذریعہ دو اصحاب نے اخبار لائٹ کو خریدنا پسند کیا۔

ناگپور ناگپور میں سید اختر حسین صاحب گیلانی نے مسٹر انعام الرحیم ای-سی-ایس کمشنر سے ملاقات کی جو نہایت اخلاق و مروت سے پیش آئے ان سے مفصل گفتگو ہوئی اور انھوں نے انجمن کی ہر ممکن امداد کا وعدہ کیا۔ اسی طرح مرزا کریم بیگ صاحب، ڈاکٹر عبدالغفار صاحب، سید عمر رضوی صاحب، مولوی مبارک علی صاحب اور کثیر التعداد اصحاب سے ملاقاتیں ہوئیں اپنی جماعت کے ایک دوست جناب محمد اقبال صاحب اورسیر ریلوے ورکشاپ بھی ملاقی ہوئے اللہ تعالیٰ ان سب احباب کی امداد اور ہمت افزائی کے لئے انہیں جزائے خیر دے۔

امراؤتی ناگپور سے مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی، اور سید اختر حسین صاحب گیلانی اکٹھے امراؤتی (علاقہ برار) کو روانہ ہوئے ۲۳ر کو سید اختر حسین صاحب گیلانی امراؤتی سے ناندگاؤں پیٹھ کو بذریعہ لاری روانہ ہوئے، جہاں مولوی نظام الدین صاحب خطیب اور مولوی امام الدین صاحب خطیب سے ملاقات کی اور نہایت موثر انداز میں انہیں جماعت کے کارناموں سے روشناس کیا مولوی امام الدین صاحب سید صاحب کے ساتھ امراؤتی تک واپس آئے جہاں مولانا عبدالحق صاحب اقامت پذیر تھے، اور ان کے ذریعہ امراؤتی میں مولوی عبدالرحیم خانصاحب سے ملاقات ہوئی۔ ۲۴ر کو جناب مرزا غلام مرتضیٰ بیگ صاحب بی اے جاگیردار دریاپور مولانا صاحب اور سید صاحب کی ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ آپ ایک نہایت مخلص اور دیندار مسلمان نوجوان ہیں۔ اور محترم جناب قاضی منہاج الدین صاحب کے فیض صحبت کے باعث جماعت احمدیہ سے دلچسپی رکھتے ہیں، آپ نے امراؤتی پہنچتے ہی شہر کے مختلف طبقوں کو ہمارے وفد کی آمد سے مطلع کیا، اور مختلف اصحاب مولانا صاحب اور سید صاحب کی ملاقات کے لئے ان کی قیام گاہ پر پہنچتے رہے اور ان کی عالمانہ گفتگو سے مستفید ہوتے رہے۔

۲۵ر دسمبر کو جناب مرزا غلام مرتضےٰ صاحب نے صبح اور شام دو مقامات پر تقاریر کا انتظام کرایا۔ صبح اردو نارمل اسکول امراؤتی کے وسیع ہال میں جلسہ ہوا جس میں اردو نارمل اسکول کے اساتذہ اور متعلمین کے علاوہ شہر کے معززین، اور مختلف اصحاب ذوق موجود تھے، جناب بسم اللہ خاں صاحب سپرنٹنڈنٹ نارمل سکول نے مولانا صاحب اور سید صاحب کا تعارف کراتے ہوئے جلسہ کی غرض و غایت بیان کی جس کے بعد مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی کی پراز حقائق و معارف تقریر ہوئی، آپ نے اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل و کمال کو اس خوبصورت پیرایہ میں بیان کیا کہ حاضرین مجلس کی ایمانی تروتازگی کا موجب ہوا اور پہلی مرتبہ امراؤتی کے اہل علم طبقہ کو یہ موقعہ ملا کہ وہ اندازہ کر سکیں کہ خادمین اسلام کا یہ گروہ جو جماعت احمدیہ کے نام سے دنیا میں ایک روحانی انقلاب پیدا کر رہا ہے، اپنی علمی، عملی، اور روحانی حالت میں عام سطح سے کس قدر ارفع و اعلےٰ واقعہ ہوا ہے۔ مولانا صاحب کی تقریر کے بعد سید صاحب ایک ولولہ خیز اور تلاطم انگیز خطاب کیا آپ کے حسن خطاب نے حاضرین پر جادو کا سا اثر کیا، اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ سید صاحب اس عظیم الشان مجمع کو اپنے رنگ میں بہاتے چلے جا رہے ہیں۔ آپ نے بتایا کہ کس طرح اسلام کا پیغام جو اس جماعت کے ذریعہ دنیا میں پیش ہو رہا ہے دنیا کے لئے کشش کا موجب ہو رہا ہے۔ آپ نے بتایا کہ غلبۂ اسلام ایک زندہ حقیقت ہے اور اسی مقصد کی خاطر ساری جدوجہد وقف ہونی چاہیئے، اس تقریر کے اختتام پر جناب بسم اللہ خاں صاحب اور جناب مرزا غلام مرتضےٰ بیگ صاحب جاگیردار نے معززین کا شکریہ ادا کیا کہ اس شہر کی خوش قسمتی ہے کہ ایسے فدایان اسلام کے ایمان افروز خطبات سے ہم محظوظ ہوتے ہیں۔

شام کو اردو ہائی سکول میں تقاریر کا انتظام تھا۔ سید صاحب نے اپنی تقریر میں بتایا کہ صرف اسلام ہی دنیا کی مشکلات کا حل کر سکتا ہے اور مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل و کمال کا ذکر کرتے ہوئے ان پیشگوئیوں کا ذکر کیا جو مختلف مذاہب کی کتب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پائی جاتی ہیں۔ حاضرین کے اشتیاق کا یہ عالم تھا کہ وہ اس طرح کی بہت سی تقاریر سننے کے لئے مصر تھے۔ لیکن چونکہ ان تقاریر کے انتظام میں کچھ وقت لگتا تھا اور ہمارے وفد کو عید الضحیٰ اور پھر جلسہ سالانہ کے سلسلہ میں جو دینی مصروفیات تھیں ان کے باعث نومبر کے اختتام تک واپس ہونا ضروری تھا اسلئے مشکل تھی۔ لیکن امراؤتی کے اصحاب نے اصرار کیا کہ مولانا صاحب اور سید صاحب آئندہ سال آکر کچھ عرصہ یہاں قیام کریں تاکہ ہفتہ وار شہر میں ان کی مسلسل تقاریر ہو سکیں اور برار کے علاقہ میں مسلمانوں کی خوابیدہ دینی قوتوں کو بیدار کیا جا سکے۔ اور یہ کام سوائے احمدی علماء کے اور کوئی نہیں کر سکتا یہی پیغام ہے جو مسلمانوں کو غلبۂ اسلام کا یقین دلاتا ہے ورنہ جب بھی کوئی مولوی وعظ کے لئے کھڑا ہوتا ہے وہ اسلام اور مسلمانوں کی حالت پر نوحہ کرنے سے کچھ زیادہ نہیں کرتا۔ امراؤتی میں پروفیسر غلام مصطفےٰ صاحب، سیٹھ حاجی عبداللہ صاحب، مولوی محمد رشید صاحب، اساتذہ و طلبہ اردو نارمل سکول، اساتذہ اردو ہائی سکول وغیرہ سے ملاقاتیں ہوئیں، اور اس طرح سفر کی مشکلات اور ناواقفیت کی مشکلات کے باوصف بزرگان ملت کی دعاؤں سے یہ دورہ اختتام پذیر ہوا۔ مولانا صاحب اور سید صاحب نے ایک طویل فہرست ان اصحاب کی دی ہے جو اس سفر کے دوران میں ان سے متعارف ہوئے اور جنہیں مرکز سے وقتاً فوقتاً سلسلہ احمدیہ کے

جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ کی خصوصیات کا آئینہ دار ہے

بدلتے ہوئے حالات میں تبلیغ اسلام کیلئے مشورہ کی ضرورت

از مسل میر

جماعت احمدیہ لاہور کے سالانہ اجتماع کے متعلق کچھ لکھتے ہوئے جذبات، احساسات اور خیالات قریباً نصف صدی پر پھیل جاتے ہیں اور ایک عظیم الشان تحریک اور اس کی کارفرمائیوں اور کارگزاریوں کا نقشہ آنکھوں کے سامنے کھنچ جاتا ہے۔ آج سے پچاس سال پہلے کی اسلامی اور غیر اسلامی دنیا آج سے بہت مختلف تھی۔ حالات اور کوائف کی نوعیت کچھ اور تھی، زمانہ اور انسان کی ساخت اور افتاد ہی کچھ ایسی ہے کہ اسے ایک حالت پر قرار نہیں ؏

سکوں محال ہے قدرت کے کارخانے میں
ثبات اک تغیر کو ہے زمانے میں

آج سے پچاس سال پہلے مسلمان بہت درماندہ تھے ان کی مذہبی اور ملی حیثیت میں انحطاط اور زوال کے آثار بہت قوی تھے۔ حکومتیں یکے بعد دیگرے مٹ رہی تھیں، اور مذہب پر عیسائیت، مغربیت، دہریت اور آریہ سماج حملہ آور تھے اور یوں معلوم دے رہا تھا کہ اسلامی اقتدار اور سطوت کی ہمیشہ کے لئے صف لپیٹ دی جائے گی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ اسلام کو صفحۂ ہستی سے ناپید کردیا جائے اس لئے اس نے عین ضرورت کے وقت ایک زبردست امام، مجدد اور محدث کو مبعوث فرمایا کیونکہ دور خسروی کو از سر نو قائم کرنے کے لئے مسلمان کو دوبارہ مسلمان کرنے کی ضرورت تھی جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ؏

چو دورِ خسروی آغاز کردند
مسلماں را مسلماں باز کردند

تحریک احمدیت جو عالم اسلام میں ایک زبردست احیائی قوت ہے۔ جو شخص بھی اس کی تاریخ اور مسلسل واقعات کو قلمبند کرے گا وہ اس تحریک اور جماعت کے سالانہ اجتماع کو کبھی نظر انداز نہیں کرسکتا۔ ورنہ ہر لحاظ سے یہ تاریخ اور واقعات نگاری بالکل تشنہ اور نامکمل رہے گی۔ کیونکہ اس اجتماع کی کیفیت اور حقیقت سے ہی اس سلسلہ کی فطرت واضح ہوتی ہے اور اسی سلسلہ پر کیا موقوف ہے جس قوم اور جماعت کے عناصر ترکیبی اور علت غائی کو معلوم کرنا ہو، اس کے لئے نہایت ضروری ہوا کرتا ہے کہ ایک محقق اس جماعت اور قوم کے اجتماعی اداروں کو نظر غائر سے مطالعہ کرے۔ کرسمس کے تہوار سے عیسائی قوم کی جبلت اور خصوصیات پر بہت روشنی پڑتی ہے۔ دیوالی اور دسہرہ سے ہندو قوم کی فطرت کو مطالعہ کیا جاسکتا ہے اور عیدین سے مسلمانوں کی نفسیات کی وضاحت ہوتی ہے اور اگر عالم اسلام میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کو مطالعہ کرنا ہو تو اس خالص اسلامی سلسلہ کے سالانہ اجتماع کو ضرور مطالعہ کرنا چاہیئے۔ اور شروع سے لیکر آج تک اس جلسہ کی تاریخ کو نظر غائر سے دیکھنا چاہیئے تو پھر یقیناً ایک تحقیق کرنے والے کو کسی نتیجہ پر پہنچنے کے لئے بہت مدد ملے گی کہ درحقیقت یہ جماعت اور سلسلہ کن خصوصیات کا حامل ہے اور کس شان اور قوت کا مظہر ہے۔

ہمیں بھی اس سلسلہ اور اجتماع کی اصل حقیقت کو معلوم کرنے کے لئے آج سے نصف صدی پیچھے چلنا چاہیئے اور ہمارے تصور کو اس صبح و شام میں حرکت کرنا چاہیئے جس میں اس سلسلہ کے بانی علیہ السلام حرکت کیا کرتے تھے۔

دوڑ پیچھے کی طرف اے گردش ایام تو
ہاں دکھادے اے تصور پھر وہ صبح و شام تو

آج سے قریباً نصف صدی پیشتر جماعت احمدیہ کا سب سے پہلا سالانہ اجتماع قادیان میں منعقد ہوا۔ اور اس کے انعقاد کی کیا وجوہات تھیں؟ اس کے متعلق حضرت بانی سلسلہ آئینہ کمالات اسلام میں قیامت کی نشانی کے عنوان کے نیچے تحریر فرماتے ہیں :-

"چونکہ سال گذشتہ بمشورہ اکثر احباب یہ بات قرار پائی تھی کہ ہماری جماعت کے لوگ کم سے کم ایک مرتبہ سال میں بہ نیت استفادہ ضروریات دین و مشورہ اعلائے کلمہ اسلام و شرع متین اس عاجز سے ملاقات کریں اور اس مشورہ کے وقت یہ بھی قرین مصلحت سمجھ کر مقرر کیا گیا تھا کہ ۲۷ دسمبر کو اس غرض سے قادیان میں آنا انسب اور اولیٰ ہے کیونکہ یہ تعطیل کے دن ہیں اور ملازمت پیشہ لوگ ان دنوں میں فرصت اور فراغت رکھتے ہیں اور بباعث ایام سرما، یہ دن سفر کے مناسب حال بھی ہیں، چنانچہ احباب اور مخلصین نے اس مشورہ پر اتفاق کرکے خوشی ظاہر کی تھی اور کہا تھا کہ یہ بہتر ہے۔ اب ۷ دسمبر ۱۸۹۲ء کو اس بناء پر اس عاجز نے ایک خط بطور اشتہار کے مخلصوں کی خدمت میں بھیجا تھا جو ریاض ہند پریس قادیان میں چھپا تھا جس کے مضمون کا خلاصہ یہ تھا کہ اس جلسہ کے اغراض میں سے سب سے بڑی غرض یہ بھی ہے کہ تا ہر ایک شخص کو بالمواجہ دینی فائدہ اٹھانے کا موقع ملے اور ان کے معلومات دینی وسیع ہوں اور معرفت ترقی پذیر ہو"

اس مندرجہ بالا اقتباس سے جہاں ہمیں اور تاریخی اہمیت کی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ مثلاً اس سالانہ اجتماع کی ابتدا کب ہوئی؟ اور دسمبر کی آخری تاریخیں اس جلسہ کے قیام کے لئے کیوں مقرر ہوئیں؟

ان کے ساتھ ہی جو عظیم الشان حقیقت ہم پر منکشف ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ آخر اس سالانہ اجتماع کے قیام کی اغراض کیا ہیں۔ کیونکہ ان اغراض سے اس سلسلہ حقہ کی اغراض و مقاصد پر بہت روشنی پڑتی ہے۔ ہم اس مضمون کے شروع میں اس حقیقت کو واضح کر آئے ہیں کہ ہر قوم کے تہوار اور اجتماع اس قوم کی فطرت اور خصوصیت کے آئینہ دار ہوتے ہیں اور اگر سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خصوصیات اور عناصر ترکیبی کو معلوم کرنا ہو تو اس سلسلہ کے اجتماع کو بہت غور سے دیکھنا چاہیئے۔ چنانچہ اس غور اور فکر کے لئے مندرجہ بالا اقتباس ہماری خوب مدد کرتا ہے اور حضرت بانی سلسلہ کے ارشاد سے ہمیں علم ہوجاتا ہے کہ اس سالانہ اجتماع کے قیام کی کیا وجہ ہے۔ حضور فرماتے ہیں :-

(الف) "ہماری جماعت کے لوگ کم سے کم ایک مرتبہ سال میں بہ نیت استفادہ ضروریات دین و مشورہ اعلائے کلمہ اسلام و شرع متین اس عاجز یعنی (حضرت مسیح موعود علیہ السلام) سے ملاقات کریں"

(ب) "اس جلسہ کے اغراض میں سب سے بڑی غرض یہ بھی ہے کہ ہر ایک شخص کو بالمواجہ دینی فائدہ اٹھانے کا موقع ملے اور ان کے معلومات دینی وسیع ہوں اور معرفت ترقی پذیر ہو"

یعنی اس جلسہ کے قیام کے بڑے بڑے مقاصد دو ہیں۔ ایک تو اعلائے کلمۂ اسلام و شرع متین کرنا اور دوسرے خود دینی فائدہ اٹھانا معلومات دینی وسیع کرنا اور معرفت کو ترقی دینا اور اگر غور سے دیکھا جائے تو دوسرا جزو پہلے جزو کے ہی تابع ہے۔ کیونکہ دینی مفاد اور دینی معلومات کی وسعت اور معرفت کی ترقی بھی تو اسی لئے ہے تاکہ یہ مجاہد جماعت زیادہ مضبوطی استحکام اور وسعت نظر سے اعلائے کلمۂ اسلام کرسکے یعنی اصل اور حقیقی مقصد اعلائے کلمۃ الحق ہے۔ یہ اس سالانہ اجتماع کی علت غائی ہے تاکہ یہ جماعت اپنے مرکز میں جمع ہوکر اشاعت اسلام کے لئے مشورہ کرے۔ خیالات میں وسعت اور قلوب میں استحکام پیدا کرے کیونکہ بغیر اس کے اشاعت اسلام اور اعلائے کلمۂ اسلام کا سلسلہ جاری ہی نہیں رہ سکتا۔

زمانہ کے حالات ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں۔ واقعات ہمیشہ تغیر پذیر ہیں ان حالات اور واقعات کے مطابق اپنے آئندہ پروگرام کو موزوں کرنا پڑتا ہے اور اس میں تغیر و تبدل کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ اگر زمانہ کے ساتھ ساتھ پروگرام میں تبدیلی نہ کی جائے ...... تو نمایاں کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔ زمانہ کی نبض پر ہاتھ رکھ کر اس کی کلبی حرکات کے زیر و بم کو معلوم کرلینا کامیابی کی دلیل ہے اور ہمیشہ زندہ اور فعال اقوام ہی زمانہ کا صحیح طور پر جائزہ لیا کرتی ہیں۔ اور یہ جائزہ اور محاسبہ ہی ان کی کامیابی کا پیش خیمہ ہوا کرتا ہے۔ ورنہ کامیابی آسمان سے نہیں ٹپکتی بلکہ آسمان سے شعور تدبر اور عقل نازل ہوتے ہیں اور یہی اقوام کو کامیاب اور کامران کردیتے ہیں۔ اس لئے حالات کے مطابق تدبر اور مشورہ ایک نعمت ہے اور زندہ اور بیدار قوم کی علامت ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسی موضوع کے ضمن میں جس کا اوپر ذکر ہوچکا ہے فرماتے ہیں :-

"یہ نادان بھی نہیں جانتے کہ تدابیر اور انتظام کو بدعات کی مد میں داخل نہیں کرسکتے۔ ہر ایک وقت اور زمانہ انتظام جدیدہ کو چاہتا ہے۔ اگر مشکلات کی جدید صورتیں پیش آویں تو بجز جدید طور کی تدبیروں کے اور ہم کیا کرسکتے ہیں۔ پس کیا یہ تدبیریں بدعات میں داخل ہوجائیں گی ...... کوئی ایسا نیا کام تو اس عاجز نے نہیں کیا۔ صرف طلب علم اور مشورہ امداد اسلام اور ملاقات اخوان کے لئے یہ جلسہ تجویز کیا"

یہ وہ زمانہ تھا جبکہ عام مولوی بد فطرت اور بد نصیب مولوی! اسلام کی ترقی احیا اور اعلا کے لئے مشورہ اور تدبر کو بدعت سمجھتے تھے۔ لیکن حضرت بانی سلسلہ کو عالم اسلام میں سب سے پہلے اس امر کا شعور ہوا کہ حالات بالکل بدل چکے ہیں اسلئے ان کے مطابق ہی ہمیں دین اسلام کی ترقی اور نصرت کے لئے کوشش کرنا چاہیئے۔ اس تدبر اور مشورہ کو مولویوں نے بدعت خیال کیا لیکن سب سے پہلے سلسلہ عالیہ احمدیہ نے ہی اس سکوت اور جمود کو جو کہ موت اور انحطاط کی علامت ہے توڑا۔ اور اسلام کے تبلیغی نظام میں حرکت پیدا کی اور اس حرکت کا ہمارا سالانہ اجتماع سب سے بڑا آئینہ دار ہے جیسا کہ آج سے نصف صدی قبل حالات کے بدل جانے سے ایک انتظام جدیدہ کی ضرورت پیش آئی۔ اسی طرح ہمیشہ حالات اور ضروریات کے مطابق اس انتظام جدیدہ میں تغیر و تبدل کیا جاسکتا ہے اور یہ تدبر اور مشورہ اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک کہ ایک عظیم الشان اجتماع کا قیام نہ ہو۔ یہ سالانہ جلسہ اور اشاعت اسلام آپس میں لازم ملزوم ہیں۔ اور ایک ہی کل کے دو متحرک پرزے ہیں جن میں زندگی ہے اور زندگی میں بے پناہ قوت ہے۔

جماعت احمدیہ کا سب سے پہلا باقاعدہ اجتماع جو ۱۸۹۲ء میں منعقد ہوا اس کی کیفیت "آئینہ کمالات اسلام" میں درج ہے۔ اس میں لکھا ہے :-

"پھر اس کے بعد ۲۸ دسمبر ...

کو یورپ اور امریکہ کی دینی ہمدردی کے لئے معزز حاضرین نے اپنی اپنی رائے پیش کی اور یہ قرار پایا کہ ایک رسالہ جو اہم ضروریات اسلام کا جامع اور عقاید اسلام کا خوبصورت چہرہ معقولی طور پر دکھاتا ہو تالیف ہو کر اور پھر چھاپ کر یورپ اور امریکہ میں بہت سی کاپیاں اس کی بھیجدی جائیں وغیرہ وغیرہ،،

پھر اسی کیفیت میں لکھا ہے:۔

"آیندہ بھی ہمیشہ اس سالانہ جلسہ کے یہی مقاصد رہیں گے کہ اشاعت اسلام اور ہمدردی نومسلمین امریکہ اور یورپ کے لئے احسن تجاویز سوچی جائیں اور دنیا میں نیک چلنی اور نیک نیتی اور تقوے طہارت اور اخلاقی حالات کے ترقی دینے اور اخلاق اور عادات رذیلہ اور رسوم قبیحہ کو قوم میں سے دور کرنے اور اس گورنمنٹ برطانیہ کا سچا شکر گذار اور قدردان بننے کی کوششیں اور تدبیریں کی جائیں"۔

جماعت احمدیہ کا صحیح اور حقیقی اجتماع وہی ہے جس میں ان مندرجہ بالا مقاصد کو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ ہمارے قادیانی دوست کہا کرتے ہیں کہ حقیقی اجتماع وہ ہے جو کہ آجکل قادیان میں منعقد ہوتا ہے۔ لیکن وہ اس اجتماع کی حقیقی روح اور نصب العین کو بالکل فراموش کر دیتے ہیں۔ اگر قادیان میں واقعی اس روح اور نصب العین کو برقرار رکھا گیا ہے تو پھر یقیناً قادیانی اجتماع ہی حقیقی اجتماع ہے لیکن وہ اجتماع تو اب غلو اور پیر پرستی کا مظاہرہ ہو کر رہ گیا ہے جس سے جماعت قادیان کے موجودہ رجحانات اور خصوصیات عیاں ہوتی ہیں۔ اس سالانہ اجتماع کے اب یہ مقاصد کہاں ہیں۔

"کہ اشاعت اسلام اور ہمدردی نومسلمین امریکہ اور یورپ کے لئے احسن تجاویز سوچی جائیں،،

جماعت قادیان کی اشاعت اسلام کے لئے تڑپ اور قوت فعال تو اسی سے ظاہر ہے آج تک ان سے قرآن مجید کی ایک انگریزی تفسیر بھی نہیں ہو سکی۔ اشاعت اسلام کے ضمن میں جہاں تک مغربی ممالک کا تعلق ہے اس تفسیر کو مرتب کرنا حضرت بانی سلسلہ کی ایک زبردست خواہش تھی۔ لیکن اس پر تیس ۳۰ سال گذر چکے ہنوز یہ کام تشنۂ تکمیل ہے۔

اس عظیم الشان کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حقیقی جماعت ہی کو ملی ہے جو کہ ان مقاصد کی حامل ہے اور صبح شام اشاعت اسلام کے کام میں منہمک ہے اور ہمیشہ سے اس جماعت کے پیش نظر وہی مقاصد رہے ہیں جو کہ حضرت بانی تحریک احمدیہ کے مقاصد تھے اور آج اس جماعت کا سالانہ اجتماع بھی اسی روح اور تڑپ کے ساتھ منعقد ہوتا ہے جو آج سے نصف صدی قبل اس جماعت کا مطمح نگاہ اور نصب العین تھا۔ یعنی آیندہ بھی ہمیشہ اس سالانہ جلسہ کے یہی مقاصد رہیں کہ اشاعت اسلام اور ہمدردی نومسلمین امریکہ اور یورپ کے لئے احسن تجاویز سوچی جائیں، اور دنیا میں نیک چلنی، تقوے، طہارت اور اخلاقی حالات کو ترقی دینے اور اخلاق اور عادات رذیلہ اور رسوم قبیحہ کو قوم میں سے دور کرنے کی کوششیں اور تدبیریں کی جائیں وغیرہ وغیرہ۔ کونسی جماعت ہے جو ان مقاصد کو پیش نظر رکھے ہوئے ہے؟ کونسا اجتماع ہے جو ان اصولوں پر منعقد ہوتا ہے۔ وہ جماعت یقیناً جماعت احمدیہ لاہور ہے۔ اور وہ اجتماع اسی جماعت کا اجتماع ہے۔

اصول عقیدہ اور مقاصد مکان میں مقید نہیں ہیں وہ مکان سے بے نیاز ہیں۔ جہاں اصول اور عقائد نشوونما حاصل کریں گے، اور انہیں پنپنے کا موقع ملے گا وہی ان کا مرکز ہوگا۔ اور ویسے بھی احمدیہ بلڈنگس مدینۃ المسیح ہے۔ خود الہام الٰہی نے اس مقدس جگہ کو مدینہ کا مبارک نام دیا ہے۔ اور دنیا جانتی ہے کہ عالم اسلام میں تو مدینہ ہی وہ مقام ہے جہاں سے اشاعت اسلام اور دینی نشر و اشاعت کا کام ہوا۔ اور وہ مہاجرین اور انصار کا مرکز قرار پایا۔ اور خود حالات اور واقعات نے واضح کر دیا کہ مدینۃ المسیح سے جتنا خداوند تعالےٰ نے دین کی خدمت اور اشاعت اسلام کا کام لیا۔ وہ تاریخ احمدیت میں بےنظیر ہے اور خود اپنی صداقت پر شاہد ہے اور اگر ہمارے قادیانی دوست اور بزرگ قادیان میں ان مقاصد کو زندہ کریں، اور اشاعت اسلام کے عظیم الشان مقصد کو گرمجوشی سے سرانجام دیں تو چشم ما روشن دل ما شاد بیشک وہ خدا کے مسیح کا زمینی وطن ہے خدا اسے برکت دے لیکن مسیح کا روحانی وطن وہی ہے جو اس کی روحانی تعلیم اور مقدس مشن کا مرکز ہے اور جس کی شہادت خود خداوند تعالیٰ نے دی ہے۔

اے جماعت کے دوستو! اور نوجوانو! تمہاری روایات نہایت شاندار ہیں تمہاری خدمات اسلامی بیشک بےنظیر ہیں لیکن اشاعت اسلام کا وہ دریا جس کے تم شناور ہو اس کا کوئی کنارہ نہیں تبلیغ اور اعلائے کلمۃ الحق کی دنیا جس کے تم مجاہد ہو اس کی وسعتوں کی کوئی حد نہیں۔ سورج نکلے گا اور غروب ہوگا، دنوں کے بعد مہینے اور مہینوں کے بعد سال آئیں گے اور زمانہ کی پہنائیوں میں یہ روز و شب یونہی متحرک رہیں گے۔ لیکن تمہارا کام ختم نہ ہوگا۔ تم نے پہلے جو کچھ کیا وہ اسلئے نہیں کیا کہ دنیا اس کا اعتراف کرے بلکہ اسلئے کیا کہ یہ خدا تعالیٰ کا ارشاد تھا۔ اس فرض کو سرانجام دیتے چلے جاؤ۔ حتیٰ کہ اسلام کے دور خسروی کا آغاز ہو اور دنیا کی ہر ایک قوم خدا اور خدا کے رسول کو تسلیم کرے۔ تمہارا سورج اسی وقت طلوع ہوگا جبکہ اسلام کی روشنی دنیا کے تاریک خطوں کو روشن کر دے اور اس زمین کا چپہ چپہ قرآنی نور سے دمکنے لگے۔

انہی پاک مقاصد کو لیکر اپنے روحانی اور اشاعت اسلام کے مرکز میں جمع ہو۔ اس کی رونق...

جلسہ سالانہ کے متعلق ایک ضروری اعلان

(۱) ہمارا سالانہ اجتماع خدا کے فضل سے قریب آ رہا ہے۔ فالحمد للہ۔ گذشتہ سالہا سال سے مرکز کی طرف سے یہ تحریک ہوتی رہی ہے کہ اس اجتماع میں شمولیت کے لئے جماعت کے احباب کے علاوہ خواتین اور بچے بھی تشریف لایا کریں تاکہ انہیں مواعظ حسنہ سننے کا موقع مل سکے اور وہ بھی سلسلہ کے لئے ہر قسم کی قربانی کی روح اپنے اندر پیدا کر سکیں۔

اس مرتبہ لاہور میں مکانات کی دستیابی مشکل ہے عام حالات میں ہر سال جلسہ کے موقعہ پر قرب و جوار میں چند مکانات یا خالی کمرے حاصل کر لیئے جاتے تھے اور احباب کرام اپنے اہل و عیال سمیت الگ الگ مکانوں میں ٹھہر سکتے تھے۔ لیکن امسال ایسی صورت ممکن نہیں۔ الگ الگ کوارٹروں کا انتظام نہیں ہو سکے گا اسلیئے انجمن کی خواہش ہے کہ امسال بیرونی احباب اپنی خواتین اور بچوں کو ہمراہ نہ لائیں۔ آج کل سفر میں بھی حد درجہ مشکلات ہیں اور اس تکلیف دہ سفر کے بعد مرکز بھی اپنے معزز مہمانوں کو دلخواہ آرام نہیں پہنچا سکتا۔ درحقیقت یہ بڑا معیوب امر ہے کہ ہم خود اپنے دوستوں سے یہ کہیں کہ وہ خواتین کو جلسہ پر نہ لائیں۔ لیکن مجبوراً ایسا کرنا پڑا۔ غیر معمولی حالات کا ایسا ہی تقاضا ہے اللہ تعالےٰ ان مشکلات کو دور فرمائے آمین

جو خواتین یکجا اپنی سب بہنوں کے ہمراہ رہنا پسند کریں گی۔ ان کے لئے ان کی اطلاع آنے پر یکجا انتظام کر دیا جائے گا۔ لیکن بصورت دیگر امسال الگ الگ مکانات کی فرمائش پوری نہ ہو سکے گی۔ والسلام۔ خاکسار اسسٹنٹ سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

۲۔ جلسہ سالانہ میں شمولیت فرمانے والے اصحاب کیخدمت میں ایک ضروری گذارش

جلسہ میں شمولیت کرنے والے اصحاب کی سہولت کو مدنظر رکھتے ہوئے اعلان کیا جاتا ہے کہ جلسہ کے مختلف شعبوں کے انچارج مقرر کر دیئے گئے ہیں۔ ان کے اسماء درج ذیل ہیں جس دوست کو.... مکان و رہائش، کھانے وغیرہ کے متعلق کوئی ضرورت درپیش ہو یا کوئی امر قابل دریافت ہو ان سے مل کر دریافت کریں۔

انچارج مکانات و رہائش . . . . . مولانا آفتاب الدین احمد صاحب

" خورد و نوش . . . . . مرزا عقیل الرحمان صاحب

" نشر و اشاعت . . . . . مرزا مسعود بیگ صاحب

عبداللہ۔ مہتمم جلسہ سالانہ

جلسہ فنڈ

گذشتہ اشاعتوں میں بھی احباب سلسلہ کو اس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ جلسہ فنڈ کی ادائیگی کی طرف جلد توجہ مبذول فرمائیں اب پھر گذارش ہے کہ جن دوستوں کی خدمت میں دفتر کی طرف سے اس مذکورہ فنڈ کے متعلق اپیل بھیجی گئی تھی وہ ازراہ مہربانی جلد اس فنڈ کو ادا کر دیں تاکہ کارپردازان جلسہ سالانہ کو اشیاء کی خرید و فروخت میں آسانی رہے اور موجودہ مشکلات کے علاوہ انہیں فنڈ کی کمی کی وجہ سے فکرمند نہ ہونا پڑے امید ہے احباب سلسلہ اس طرف جلد توجہ فرمائیں گے۔

بقایاجات

بیرونی جماعتوں کے جن دوستوں کے ذمہ اس سال کے چندوں کے بقایاجات چلے آتے ہیں وہ ان بقایاجات کو جلسہ سالانہ کے موقعہ پر ضرور صاف کر دیں۔

ایک خاتون کا مکتوب

ہماری ایک معزز بہن ایبٹ آباد سے تحریر فرماتی ہیں سننے میں آیا ہے کہ اس دفعہ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر مستورات کے ٹھہرنے کا خاطرخواہ علیحدہ علیحدہ انتظام نہیں ہو سکتا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مستورات کو اہمیت نہیں دی گئی۔ خواتین سلسلہ کو چاہیئے کہ اس موقعہ پر ایک جگہ قیام کریں اس سے جماعت میں روحانیت اور یگانگت کی روح پیدا ہو جائے گی وغیرہ وغیرہ

ہماری معزز بہن کو غلط فہمی ہوئی ہے کہ مستورات کو اہمیت نہیں دی گئی۔ آج کل لاہور میں مکانات کی سخت قلت ہے علیحدہ علیحدہ انتظام ہونا بہت مشکل ہے لیکن جو مستورات اکٹھی ٹھہرنا چاہیں ان کے لئے خاطرخواہ انتظام ہے جیسا کہ جناب اسسٹنٹ سکرٹری صاحب کے اعلان سے واضح ہے آجکل کی مشکلات صرف جماعت احمدیہ لاہور سے ہی مخصوص نہیں بلکہ عالمگیر ہیں اور یہ ایک عارضی ابتلا ہے

جماعت قادیان سے تیسرا مطالبہ

(از جناب شیخ غلام حسین صاحب سیالکوٹی)

حضرت مسیح موعودؑ کی طرف دعوے نبوت منسوب ہونے کا واقعہ نہایت عجیب و غریب ہے۔ اس واقعہ کی شان نزول پر اگر غور کیا جائے تو انسان حیرت زدہ ہو جاتا ہے کیونکہ دعوے نبوت سب سے پہلے مدعی اور آپ کی جماعت کی سمجھ میں نہیں آیا بلکہ مخالفین نے تاڑ لیا کہ دراصل محدثیت اور مجددیت کے علاوہ آپ مدعی نبوت ہیں اس کے بالمقابل آپ کی اور آپ کی تمام جماعت کی طرف سے متفقہ طور پر کوششیں ہوتی رہیں کہ کسی طرح آپ سے اس الزام کو دور کیا جائے کہ آپ نے دعوے نبوت اور رسالت نہیں کیا بلکہ نبی اور رسول کے الفاظ آپ نے اپنے متعلق محض استعارہ اور مجاز کے طور پر استعمال فرمائے ہیں۔ مگر مخالفین نے ایک نہ سنی اور اپنی آراء پر پختہ ہو گئے تاآنکہ سال ۱۹۱۴ء میں جماعت کے ایک کثیر حصے نے مخالفوں کا ہمنوا بن کر نہایت شدومد کے ساتھ اس مہم کا آغاز کیا کہ فی الواقعہ حضرت ممدوح مدعی نبوت اور رسالت تھے۔ اس میں شک نہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے متعلق الفاظ نبی اور رسول کے استعمال کئے ہیں اور یہی الفاظ ہیں جن کو دوست اور دشمن بطور حجت ہاتھ میں پکڑ کر اپنے خیالات پر پختہ ہو گئے ہیں مگر اس راستہ میں ایک مشکل یہ پیش آئی کہ آپ کی تصنیفات سے اپنے دعوے کی تائید میں لفظ نبی اور رسول تو ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکالیں گے مگر آپ کی تشریحات اور توجیہات کو جو آپ نے ان الفاظ کی تفسیر اور تشریح کرتے ہوئے فرمائی تھیں جن سے آپ کی کتابیں بھری پڑی ہیں ان کو نظر انداز کر دیا گیا یا یہ کہدیا گیا کہ وہ منسوخ ہیں۔ اگر نبی اور رسول کے ساتھ ان تشریحات کو ملا کر پڑھا جاتا تو اصل دعوے کے سمجھنے میں غلطی واقع نہ ہوتی۔ چونکہ یہ بہت بڑا ذخیرہ ہے اور ہم نے مشتے نمونہ از خروارے ان میں سے کچھ حوالہ جات اخذ کئے ہیں جن کو ہم چند اقساط میں پیش کریں گے تاکہ یہ امر آسانی کے ساتھ واضح ہو جائے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی طرف دعوے نبوت پیش کرنا ایک ادھوری کوشش اور صریح مغالطہ ہے۔ اخباری ضروریات کا تقاضا ہے کہ ہم کسی طویل مضمون سے اجتناب کریں اسلئے ہم نے اس مضمون کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ ہر ایک قسط مکمل ہوگی مگر طویل نہیں ہوگی اسلئے ایڈیٹر صاحب کو تنگدامانی کا عذر نہیں ہوگا۔ امید ہے کہ سوائے قادیانی مبلغوں اور بعض اشخاص کے طالبان حق ہمارے ان مضامین سے انشاء اللہ مستفیض ہوں گے یہ مضمون حضرت مسیح موعودؑ کی طرف دعوے نبوت منسوب کرنے کی تردید میں ہوگا۔ جو باقساط درج اخبار ہوگا۔ ہر ایک قسط مضمون کے لحاظ سے مکمل ہوگی اور ہر ایک قسط میں قادیانی جماعت اور ان لوگوں پر ایک مطالبہ ہوتا رہے گا جو حضرت مسیح موعودؑ کی طرف دعوے نبوت منسوب کرتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

اب ہم اصل موضوع پر کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں ہمارے موضوع کا عنوان ہے "حضرت مسیح موعودؑ نے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وحی نبوت کو ختم مسدود اور منقطع تسلیم کیا اس پر حوالجات قابل ملاحظہ ہیں:۔

(۱) اگر خدا تعالیٰ صادق الوعد ہے اور جو آیت خاتم النبیین میں وعدہ دیا گیا ہے اور جو حدیثوں میں یہ تصریح بیان کیا گیا ہے کہ اب جبرئیل بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کے لئے وحی نبوت لانے سے منع کیا گیا ہے۔ یہ تمام باتیں سچ اور صحیح ہیں تو پھر کوئی شخص بحیثیت رسالت ہمارے نبی صلعم کے بعد ہرگز نہیں آسکتا۔ (ازالہ اوہام حصہ دوم صفحہ ۲۸۹)

(۲) یہ بات مستلزم محال ہے۔ کہ خاتم النبیین کے بعد پھر جبرئیل علیہ السلام کی وحی رسالت کے ساتھ زمین پر آمدورفت شروع ہو جائے (ازالہ اوہام صفحہ ۲۹۱)

(۳) کیونکر ممکن تھا کہ خاتم النبیین کے بعد کوئی اور نبی اسی مفہوم تام اور کامل کے ساتھ جو نبوت کی شرائط میں سے ہے آسکتا۔ کیا یہ ضروری نہیں کہ ایسے نبی کی نبوت تامہ کے لوازم جو وحی اور نزول جبرئیل ہے اس کے وجود کے ساتھ لازم ہونے چاہئیں کیونکہ حسب تصریح قرآن کریم رسول اسی کو کہتے ہیں جس نے احکام اور عقاید دین جبرئیل کے ذریعہ سے حاصل کئے ہوں لیکن وحی نبوت پر تو تیرہ سو برس سے مہر لگ گئی ہے کیا یہ مہر اس وقت ٹوٹ جائے گی۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۵۷۷)

(۴) قرآن کریم کے بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا خواہ وہ نیا رسول ہو یا پرانا ہو کیونکہ رسول کو علم دین بتوسط جبرئیل ملتا ہے اور باب نزول جبرئیل بہ پیرایہ وحی رسالت مسدود ہے اور یہ بات خود ممتنع ہے کہ دنیا میں رسول تو آوے مگر سلسلہ وحی رسالت نہ ہو (ازالہ اوہام صفحہ ۷۶۱)

(۵) رسول کی حقیقت اور ماہیت میں یہ امر داخل ہے کہ دینی علوم کو بذریعہ جبرئیل حاصل کرے اور ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ اب وحی رسالت تابقیامت منقطع ہے۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۶۱۴)

(۶) اور یہ بات ہم کئی دفعہ لکھ چکے ہیں کہ خاتم النبیین کے بعد مسیح ابن مریم رسول کا آنا فساد عظیم کا موجب ہے اس سے یا تو یہ ماننا پڑے گا کہ وحی نبوت کا سلسلہ پھر جاری ہو جائیگا اور یا یہ قبول کرنا پڑے گا کہ خدا تعالیٰ مسیح ابن مریم کو لوازم نبوت سے الگ کر کے اور محض ایک امتی بنا کر بھیجے گا اور یہ دونوں صورتیں ممتنع ہیں (ازالہ اوہام صفحہ ۵۸۳)

(۷) اگر سچ مچ مسیح زمین پر اتریں گے اور جبرئیل پینتالیس برس تک وحی نبوت لیکر ان پر نازل ہوتا رہے گا تو کیا ایسے عقیدہ سے دین اسلام باقی رہ جائے گا اور آنحضرت کی ختم نبوت اور قرآن کی ختم وحی پر کوئی داغ نہیں لگے گا (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۵۲)

(۸) اگر ہم اپنے نبی صلعم کے بعد کسی نبی کے آنے کا جواز قبول کریں تو گویا ہم نے وحی نبوت کا دروازہ کھول دیا حالانکہ وہ بند ہو چکا ہے اور یہ امر خلاف ہے جیسا کہ مسلمانوں سے مخفی نہیں اور ہمارے رسول کے بعد کس طرح کوئی نبی آسکتا ہے جبکہ ان کی وفات کے بعد وحی منقطع ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر نبیوں کا خاتمہ کر دیا۔ (حمامۃ البشریٰ صفحہ ۲۰)

(۹) تعجب کہ یہ علماء ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مسیح پر چالیس سال تک وحی کریگا حالانکہ پیشتر ازیں ان کا اعتقاد تھا کہ وحی نبوت منقطع ہو چکی ہے۔ (حاشیہ حمامۃ البشریٰ صفحہ ۴۳)

(۱۰) پس یہ کس قدر جرأت اور دلیری اور گستاخی ہے کہ خیالات رکیکہ کی پیروی کر کے نصوص صریحہ قرآن کریم کو عمداً چھوڑ دیا جائے اور خاتم النبیین کے بعد ایک نبی کا آنا مان لیا جائے اور بعد اس کے کہ وحی نبوت منقطع ہو چکی تھی پھر وحی نبوت کو جاری کر دیا جائے کیونکہ جس میں شان نبوت باقی ہے اس کی وحی بلاشبہ نبوت کی وحی ہوگی (ایام الصلح صفحہ ۱۴۶)

(۱۱) اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو ہمارے رسول کے ساتھ ختم کر دیا اور وحی نبوت منقطع ہوگی (تحفہ بغداد صفحہ ۶)

(۱۲) پس جب قرآن کریم کے بعد بھی ایک حقیقی نبی آگیا اور وحی نبوت کا سلسلہ شروع ہو گیا تو کہو کہ ختم نبوت کیونکر ہوا اور کیا نبی کی وحی وحی نبوت کہلانے گی یا کچھ اور۔ (سراج منیر صفحہ ۳)

غور فرمائیں ان حقائق میں کس قدر صراحت اور وضاحت کیساتھ اس امر کو واضح کیا گیا ہے کہ وحی نبوت اور نزول جبرئیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک بند ہے۔ اب اگر آپ سال ۱۹۰۰ء یا ۱۹۰۱ء سے جیساکہ بیان کیا گیا ہے نبی تھے تو پھر باوجود دعوے نبوت کے ان لوازم نبوت کا اپنی مختلف تصنیفات میں جو مختلف زبانوں میں تالیف ہوئیں انکار کیوں کیا گیا۔ شاید یہ کہا جائے کہ یہ اجتہاد ابتدائی زمانہ کے تھے جو بعد میں منسوخ ہو گئے۔ مگر یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ یہاں تبدیلی عقیدہ یا منسوخی کا سوال پیش ہی نہیں ہو سکتا یہ تو حقیقت امر واقعہ کا اظہار ہے جو کہ آپ نے دعوے نبوت کے بعد مختلف اوقات میں فرمایا کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک جبرئیل بہ پیرایہ وحی نبوت و رسالت نہیں آسکتا۔ اس میں آپ علاوہ عقیدہ کے صاحب تجربہ بھی تھے کیونکہ آپ نبی تھے اور نبی پر وحی نبوت اور نزول جبرئیل ضروری اور لازمی ہے۔ اگر پیغام الہامی نہیں تو نبی اور اس کی نبوت بے معنی ہوگی۔ اس صورت میں ایک عرصہ تک یہ عقیدہ رکھنا کہ نزول جبرئیل بہ پیرایہ وحی رسالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک منقطع ہے اور پھر کسی آخری زمانہ میں اس عقیدہ کو منسوخ کہنا یہ تبدیلی عقیدہ نہیں بلکہ نعوذ باللہ یہ تو دروغگوئی اور افترا ہے جو حضرت مسیح موعود کی طرف منسوب نہیں ہو سکتا۔ ہم ان دوستوں کی خدمت میں جو دعوے نبوت آپ کی طرف منسوب کرتے ہیں نہایت ادب کے ساتھ گذارش کرتے ہیں کہ وہ اس بات پر غور کریں کہ ان حوالجات میں جو مختلف کتابوں سے ہم نے نقل کئے ہیں ان میں آپ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک نزول جبرئیل بہ پیرایہ وحی رسالت منقطع ہے۔ اس تعریف کی موجودگی میں آپ دعوے نبوت نہیں کر سکتے تھے۔ دوم جس حالت میں آپ نبی تھے اور نبی پر نزول جبرئیل بہ پیرایہ وحی نبوت ضروری ہے تو آپ نے یہ تعریفات کیوں وضع فرمائیں۔ پھر جیساکہ حوالہ مندرجہ سے کہ جس میں شان نبوت باقی ہے اس کی وحی بلاشبہ نبوت کی وحی ہوگی۔ آخر یہ کیا معاملہ ہے کہ وحی نبوت بھی اتر رہی ہے اور نزول جبرئیل بھی ہو رہا ہے مگر آپ ان ہردو امور کا انکار بھی کرتے چلے جا رہے ہیں۔ پھر انہی حوالجات میں جو پیش کئے گئے ہیں رسول کی یہ تعریف فرمائی ہے کہ جس نے احکام اور عقائد دین جبرئیل کے ذریعہ سے حاصل کئے ہوں مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ آپ نے جبرئیل سے نہیں بلکہ اکتسابی طور پر اپنے استادوں کے ذریعہ سے یہ چیزیں حاصل کی تھیں۔ چنانچہ اپنی خود نوشت سوانح عمری میں اس حقیقت کا اعتراف حاشیہ کتاب البریہ صفحہ ۱۴۹ / ۱۵۰ پر فرمایا ہے جہاں اپنے استادوں کے نام فضل الٰہی، فضل احمد اور گل علی شاہ تحریر فرماتے ہیں۔ یہ تعریف بھی اس امر کے مخالف ہے کہ آپ کی طرف دعوے نبوت منسوب کیا جائے۔ غرض یہ امر محکمات میں سے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک جبرئیل کا وحی نبوت اور رسالت کا لانا بند ہے۔ اسلئے نبوت ہی بند ہے۔ ہاں استعارہ اور کے طور پر لغوی رنگ میں اگر کسی کو نبی کہدیا جائے جس کا اثر محدثیت اور مجددیت تک محدود ہو تو یہ امر دیگر ہے۔ جیساکہ حضرت مسیح موعود نے فرمایا ورنہ اصلی نبی تسلیم کرنے سے آپ اپنی تشریحات اور تعریفات کی زد میں آجائیں گے اور ہم نہیں سمجھ سکتے کہ ایسا کیوں کیا جائے۔

پروگرام جلسہ سالانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

جو

۲۴-۲۵-۲۶- دسمبر ۱۹۴۳ء کو

احمدیہ بلڈنگس برانڈرتھ روڈ لاہور میں منعقد ہوگا

خواتین کا عظیم الشان جلسہ اور دستکاری کی مشہور نمائش } احمدیہ انجمن خواتین اسلام کا اٹھارواں سالانہ جلسہ مؤرخہ ۲۴ دسمبر ۱۹۴۳ء بروز جمعہ گیارہ بجے صبح مسلم ہائی سکول احمدیہ بلڈنگس برانڈرتھ روڈ لاہور میں منعقد ہوگا جس میں متعدد لائق و قابل خواتین تقریریں فرمائیں گی۔ اس کے علاوہ حسب سابق گھریلو دستکاری کی ایک عمدہ نمائش ہوگی جس میں ہر قسم کی دستکاری بغرض فروخت رکھی جائے گی۔ کڑھے ہوئے خوبصورت دوپٹے، لیڈیز رومال، بچوں کے اونی گرم سوٹ و سویٹر، فراک، موزے، نفیس نیل کلاتھ، قمیص، کشن، ٹی کوزیاں، قلعے اور گڑیاں وغیرہ واجبی قیمت پر مل سکیں گی۔ تمام خواہران اسلام سے درخواست ہے کہ وہ تشریف لاکر اس اسلامی اجتماع کو کامیاب بنائیں اور ثواب حاصل کریں۔

نوٹ: چونکہ جمعہ کا دن ہوگا اسلئے جلسہ ٹھیک وقت پر شروع کر کے دو بجے نماز جمعہ کے لئے ختم کر دیا جائے گا۔ اس لئے سب بہنیں وقت کی پابندی کا خاص خیال رکھیں اور مہربانی سے ناسمجھ بچوں کو ہمراہ نہ لائیں۔

---

۲۴ دسمبر ۱۹۴۳ء بروز جمعۃ المبارک

۲ بجے سے ½۳ بجے تک - خطبہ جمعہ و نماز جمعہ و عصر حضرت مولینا محمد علی صاحب ایدہ اللہ امیر جماعت احمدیہ لاہور پڑھائیں گے

(بعد از نماز جمعہ ½۳ بجے سے ۶ بجے تک)

اجلاس زیر صدارت خانبہادر میاں غلام رسول صاحب تمیم ریٹائرڈ ڈی۔ ایس۔ پی۔ جھنگ

½۳ بجے سے ۳ بجکر ۴۰ منٹ تک - مولوی امیر علی صاحب بنگالی - تلاوت قرآن کریم

محمد اقبال احمد و نسیم - نعت

۳ بجکر ۴۰ منٹ سے ۴ بجکر ۴۰ منٹ تک - مولانا احمد یار صاحب ایم اے مولوی فاضل } خدا و رسول پر زندہ ایمان کیونکر پیدا ہوسکتا ہے"

۴ بجکر ۴۰ منٹ سے ۵ بجے تک - جناب شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری (آخری اور زندہ نبی)

۵ بجے سے ½۵ بجے تک - حافظ عبدالرشید صاحب فاضل دیوبند } (امن کی تلاش)

½۵ سے ۶ بجے تک - جناب آغا میر مدثر شاہ صاحب - } کیا حضرت صاحب نے بزمانہ ماموریت تعریف نبوت کو کبھی تبدیل کیا؟

احمدیہ کانفرنس ۹ بجے شب

۲۵ دسمبر ۱۹۴۳ء بروز ہفتہ

زیر صدارت الحاج شیخ میاں محمد صاحب لائلپوری

½۱۰ بجے سے ۱۰ بجکر ۴۵ منٹ تک - حافظ قاری محمد بوستان صاحب - تلاوت قرآن کریم

" " " " - نعت

۱۰ بجکر ۴۵ منٹ سے ۱۱ بجکر ۱۵ منٹ تک جناب مولوی عمرالدین صاحب شملوی - } مسیح موعود کا مقام۔

۱۱ ۱۵ " ۱۲ " ۱۵ " - حضرت مولینا صدرالدین صاحب مبلغ انگلستان و جرمنی } قدرت الٰہیہ کے کرشمے

۱۲ ۱۵ " ۱ " ۴۵ " - جناب شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی - سکھ ازم اور اسلام۔

۱ ۴۵ " ۲ " ۳۰ " - جناب سید اختر حسین صاحب گیلانی بی۔ اے۔ مولوی فاضل } بہائیت ایک باطل تحریک ہے۔

۲ ۳۰ " ۳ " ۱۵ " - جناب مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع مبلغ اسلام } قرآن کریم اور وید

۳ بجکر ۱۵ منٹ سے ½۳ بجے تک - سکرٹری صاحب - سالانہ رپورٹ

½۳ سے ۴ بجے تک - ڈاکٹر اللہ بخش صاحب اسسٹنٹ کیمیکل ایگزامینر (جنگ کے بعد مغربی قومیت کا زوال اور امت مسلمہ کا احیاء)

۴ سے ½۴ " " - خانصاحب ڈاکٹر سعید احمد صاحب میڈیکل آفیسر انچارج ڈاڈر (داعی الی الخیر جماعت کا پہلا فرض کیا ہے؟)

(جنرل کونسل ۷ بجے شام)

شبان الاحمدیہ کانفرنس و اجتماع اطفال الاحمدیہ ½۷ سے ۹ بجے تک۔

۲۶ دسمبر ۱۹۴۳ء بروز اتوار ½۱۰ بجے تا ½۴ بجے

زیر صدارت

جناب شیخ نیاز احمد صاحب رئیس اعظم وزیر آباد۔

½۱۰ بجے سے ¾۱۰ بجے تک - حکیم محمد صدیق صاحب - } - تلاوت قرآن کریم

قاری حافظ محمد بوستان صاحب - نعت

¾۱۰ سے ¼۱۲ بجے تک - غلام ربانی صاحب - (احمدیت اور بیسویں صدی کی اصلاحی اور مذہبی تحریکات)

¼۱۲ سے ۲ " " - حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ - تقریر

۲ سے ½۲ " " - شیخ محمد طفیل صاحب ایم اے۔ ایڈووکیٹ - (احمدیت ایک انقلابی تحریک ہے)

½۲ سے ¼۳ " " - جناب مولانا مصطفیٰ خانصاحب ایڈیٹر اسلامک ورلڈ } مغرب میں تبلیغ اسلام

¼۳ سے ¾۳ " " - جناب مولانا یعقوب خاں صاحب ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول۔ لاہور } تقریر

¾۳ سے ½۴ " " - جناب مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی - (مغرب سے طلوع آفتاب)

نوٹ - نماز فجر ½۷ بجے ہوگی۔ (۱) نماز ظہر و عصر ½۴ بجے اور نماز مغرب و عشاء ½۶ بجے جمع ہوگی۔ (۲) ہر روز بعد از نماز فجر حضرت مولانا صدرالدین صاحب درس قرآن کریم دیا کریں گے (۳) کھانے کے اوقات صبح ۹ بجے تا ۱۱ بجے اور شام ۷ بجے تا ۹ بجے۔ چائے درس قرآن کریم کے بعد مسجد میں دی جایا کرے گی۔ (۴) ۲۴ دسمبر کو رات کے ٹھیک ۹ بجے احمدیہ کانفرنس کا اجلاس ہوگا۔ (۵) ۲۵ دسمبر کو ۷ بجے جنرل کونسل کا اجلاس ہوگا اور ½۷ بجے سے ۹ بجے تک شبان الاحمدیہ کانفرنس اور اجتماع اطفال احمدیہ ہوگا۔ (۶) حضرت امیر ایدہ اللہ سے جماعتوں کی ملاقات حسب ذیل اوقات میں ہوگی:-

بروز ہفتہ - ۹ بجے سے ۱۱ بجے تک صبح ÷ بروز اتوار ۹ بجے سے ۱۱ بجے تک صبح۔

المعلن ڈاکٹر محمد عبداللہ مہتمم جلسہ سالانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

لوائے ما پنہہ ہر سعید خواہد بود ۔ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

پیغامِ صلح

ایڈیٹر ایس محمد آصف بی اے ۔ جائنٹ ایڈیٹر شیخ محمد انعام الحق ۔

حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہؓ اور آئمہؒ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب ہوگا۔

جلد ۳۱ | لاہور ۔ یوم سہ شنبہ مورخہ ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۶۲ ھ ۔ ۲۱ دسمبر ۱۹۴۳ء | نمبر ۵۰

شکرِ نعمت اور خدائی قانون

نعمت کی قدر کرنیوالوں کو خدا زیادہ دیتا ہے

قادیانیوں سے قرآن مجید کی اشاعت کی نعمت چھن گئی

جماعت لاہور جلسہ سالانہ کے لئے تین دن وقف کرے

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ مورخہ ۱۷ دسمبر سنہ ۴۳ء

واذ تاذن ربکم لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید (سورہ ابراہیم)

خدا تعالےٰ کا ارشاد

تمہارے رب نے تمہارے پالنے والے نے اعلان کر دیا عام اعلان کر دیا کہ اگر تم شکر کرو تو میں تم کو زیادہ دوں گا اور اگر تم ناشکری کرو تو میرا عذاب بڑا سخت ہے۔

شکر کی غلط تعریف

بہت سے لوگ یوں منہ سے بات نکالتے وقت سوچتے نہیں اللہ تعالےٰ کا شکر کرنے والوں کے متعلق یہ ارشاد ہو اور یہ کہا جائے کہ شکر کرنیوالے عموماً بھوکے ہی مرتے ہیں۔ عام طور پر لوگ ایسا کہدیتے ہیں ان کے نزدیک مسلمان قوم بڑا خدا کا شکر کرنیوالی ہے۔ الحمدللہ کہنے والی ہے۔ ذرا ذرا بات پر ان کے منہ سے یہ کلمہ نکل جاتا ہے "اے خدا یا تیرا شکر ہے" لوگ کہتے ہیں یہ شکر ہے بڑی سخت جو غلطی لگتی ہے وہ یہ ہے کہ لوگ منہ کے لفظوں کو اصل کیفیت سمجھ لیتے ہیں

توکل کے متعلق غلط فہمی

اسی طرح بہت الفاظ ہیں جن کے متعلق دلوں میں غلط فہمی موجود ہے۔ کہتے ہیں فلاں بڑا متوکل ہے کیوں کوئی کام کاج نہیں کرتا مانگ کر روٹی کھاتا ہے۔ حدیث میں ہے کچھ لوگ جتنے حج کو چل پڑے تھے اور کہا کرتے تھے نحن المتوکلون ہم توکل کرنیوالے ہیں لیکن جب مکہ پہنچتے تو بھیک مانگتے یہ توکل نہیں ہے۔

توکل کسے کہتے ہیں؟

توکل کے معنی ہیں ایک کام کرکے اس کا نتیجہ خدا پر چھوڑ دینا۔ متوکل اس کو نہیں کہتے تھے کہ کوئی شخص کام نہ کرے بلکہ توکل اس کا نام تھا کہ انسان جد وجہد کرے اگر اس کا نتیجہ اس کو حسب منشاء نہ ملے تو جد وجہد میں کمی نہ کرے بلکہ اس کام میں لگا رہے۔

شکر کے معنی

شکر نام ہے کسی نعمت کی قدر کرنے کا لیکن محض منہ سے کہنے سے کچھ نہیں بنتا اور ناشکری جس کے لئے کفر کا لفظ بھی آجاتا ہے قرآن مجید میں بار بار آیا ہے وہ نعمت کی قدر نہ کرنا ہے۔

دولت سے بڑھکر نعمت

مثلاً کسی انسان کی جیب میں نوٹ پڑے ہوئے ہوں ان کو نکال کر پھینک دے ناشکری ہوگی، لوگ اس چیز کو تو سمجھتے ہیں کہ مال کا یوں پھینک دینا بڑی ناشکری ہے لیکن یہ غور نہیں کرتے کہ مال سے بڑھکر اللہ تعالیٰ نے انسان کو اور چیزیں بھی دی ہیں وہ انسانی استعدادیں ہیں لوگ ان کو کام میں نہیں لاتے، انہیں یونہی پھینک دیتے ہیں۔

مسلمانوں کی ناشکری

اگر آپ مسلمانوں کی حالت پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ مسلمان قوم سے بڑھکر کوئی ناشکری قوم نہیں ان کو پروا نہیں کہ خدا تعالےٰ نے ان کے اندر کیا طاقتیں رکھی ہیں انہیں اس کا احساس بھی نہیں تو اس قوم کو شکر گذار کس طرح کہا جائے۔

خدا کا قانون

خدا کا قانون بالکل صحیح ہے کہ خدا تعالیٰ کی نعمت کی قدر کرو خدا بڑھا بڑھکر دیتا ہے اپنی طاقت کو صرف کرو خدا اس جد وجہد کا انعام دے گا اور اس کی قدردانی یہ ہے کہ پہلے سے بھی زیادہ کوشش کرو یہی صحیح قدردانی ہے کہ تم اس قوت کو اور زیادہ استعمال کرو ایک شخص ایک گھنٹہ محنت کرتا ہے وہ اس محنت کا پھل پاتا ہے جو اس سے بڑھکر محنت کرے گا وہ اس سے بڑھکر پھل پائے گا۔ یہ ایسا قانون ہے جو انسان کے ماتھے پر لکھا ہوا موجود ہے اگر خدا تعالےٰ کی نعمت کی قدر کرو وہ اور زیادہ دیتا جائے گا اس کے خزانے محدود نہیں بلکہ وسیع ہیں جتنا بھی انسان اپنی جد وجہد سے لینا چاہے دیتا جاتا ہے ایک جگہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے واٰتٰکم من کل ما سالتموہ ۔ وان تعدوا نعمت اللہ لا تحصوھا ۔ ان الانسان لظلوم کفار ۔ اور جو کچھ تم مانگو اس میں سے تمہیں دیتا ہے اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو انہیں گن نہ سکو گے یقیناً انسان بڑا ہی ظالم اور ناشکر گذار ہے ـــــ تو انسان جس قدر کوشش کرتا ہے جس قدر مانگتا ہے اسی قدر اسکو ملتا ہے یہ خدا کا ایک قانون ہے اور جو شخص ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ رہے گا اسکا نتیجہ ہمیشہ دکھ اور تکلیف ہوگی۔

تکلیف بلندی مراتب کیلئے آتی ہے

بات یہ ہے کہ دنیا میں ذرا تکلیف پہنچی ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ خدا نے ہم پر یہ تکلیف کیوں بھیجی ہم تو نماز پڑھا کرتے تھے، ہم قرآن پڑھا کرتے تھے گویا انسان بعض اچھے عمل کرے تو خدا پر واجب ہو جاتا ہے کہ اب اسے کوئی تکلیف نہ دے بعض چیزیں ایسی ہیں جو خدا کے علم میں انسان کے لئے مقدر ہیں دکھ اور تکلیفیں انسان پر آتی ہیں نیکوں اور بدوں دونوں پر آتی ہیں نیکوں کے مراتب کو بڑھانے کے لئے آتی ہیں اور بدوں کی بدی کے اثر کو دور کرنے کے لئے آتی ہیں گویا دونوں کے مراتب کو بڑھانے کے لئے آتی ہیں۔

تکلیف کے وقت نعمت کی قدر

جب دکھ اور تکلیف پہنچتی ہے تو اس وقت انسان کو اللہ تعالےٰ کی نعمتوں کا پتہ چلتا ہے جب نعمت چھنتی ہے تو انسان چلا اٹھتا ہے انسان کی ایک ایک چیز میں خدا تعالےٰ کی نعمت موجود ہے پتہ اس وقت لگتا ہے جب وہ چیز چھنتی ہے ایک انگلی میں تکلیف ہو جائے تو انسان بے چین ہو جاتا ہے۔ فی الواقعہ یہ صحیح اصول ہے انسان اس بات کو اچھی طرح سمجھ لے کہ اس کے چاروں طرف خدا کی نعمتیں ہی نعمتیں ہیں۔

ایک اور عظیم الشان نعمت

یہ تو خیر میں ان چیزوں کا ذکر کرتا ہوں جو انسان کے جسم سے تعلق رکھتی ہیں لیکن اللہ تعالےٰ نے جو اپنا قانون بتایا لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید اس کا تعلق ایک اور بڑی عظیم الشان نعمت سے بھی ہے۔ سب سے بڑی نعمت ہے جو خدا تعالےٰ انبیاء اور ان کے نائبوں اور مجددین کے ذریعہ بھیجتا ہے۔

اس نعمت کا اجر

یہ نعمت بھی جب انسان قبول کرتا ہے تو

تعلیمی پرنٹنگ پریس لاہور میں باہتمام شیر محمد اختر پرنٹر پبلشر چھپکر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔

خدا اس کا اجر دیتا ہے اس دنیا میں بھی دیتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یرسل السماء علیکم مدرارا۔ ویمددکم باموال وبنین ویجعل لکم جنت ویجعل لکم انھرا۔ وہ تم پر زور کا مینہ برساتا ہوا بادل بھیجے گا اور تمہیں مال اور بیٹوں سے مدد دے گا اور تمہارے لئے باغ بنائے گا اور تمہارے لئے نہریں بہائے گا۔

نعمت کے انکار پر نزول عذاب

یہ تو اس زندگی کا سامان ہے اس زندگی سے بلند بھی ایک زندگی ہے جو اس نعمت کی شکر گذاری سے ملتی ہے، انسانوں کا ایک حصہ تو اس نعمت کا انکار کر دیتا ہے اس انکار کو ہم کفر کے نام سے موسوم کر دیتے ہیں۔ آنحضرت صلعم جیسی نعمت کو دنیا میں لائے انسانوں نے اس نعمت کا کفران کیا یہ کفر بھی جب انتہا کو پہنچتا ہے تو خدا تعالیٰ اس کو مٹانا چاہتا ہے تو خدا کا عذاب اس دنیا میں بھی نازل ہوتا ہے چنانچہ خدا تعالیٰ کی اس نعمت کی ناشکری کا نتیجہ آج دنیا میں ظاہر ہو رہا ہے۔ ان لوگوں نے خدا تعالیٰ کی اس نعمت کو رد کیا اس کو نابود کرنے کی کوشش کی خدا نے ان کو مہلت دی خدا کے ہاں بڑے لمبے دن ہوتے ہیں خدا تعالیٰ کے حساب میں اور ہمارے حساب میں فرق ہے اس کے ہاں موازنہ ہوتا رہتا ہے یہانتک کہ وقت آجاتا ہے اور اس کا آخری فیصلہ صادر ہو جاتا ہے اور لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید کا نظارہ ہم دنیا میں دیکھتے ہیں۔

مسلمان اور نعمت کا انکار

ایک اور بھی نعمت کا انکار کرنے والے ہیں وہ منہ سے کہنے والے منہ سے ایک چیز کو مانتے ہیں لیکن در اصل اس نعمت کی ناشکری کرتے ہیں اس کی قدر نہیں کرتے مسلمانوں نے جب تک اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر کیا تو خدا تعالیٰ ان پر اپنی نعمتوں کو بڑھاتا چلا گیا انہوں نے منہ کے لفظوں سے نہیں بلکہ عمل سے خدا تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کیا لیکن آج منہ سے شکر کرنے والے بہت ہیں مگر وقلیل من عبادی الشکور خدا تعالیٰ کا یہ ارشاد بالکل صحیح ہے۔

قرآن کی صحیح قدر

خدا کی ہر نعمت کی قدر یہ ہے کہ آپ اسکو کام میں لائیں اسی طرح قرآن مجید کی شکر گذاری یہی تھی کہ اسے مخلوق خدا تک پہنچایا جاتا لیکن آج مسلمانوں کے اندر قرآن مجید کو دنیا میں پہنچانے کا جذبہ مفقود ہے۔ مجھے تو بعض وقت افسوس آتا ہے ان لوگوں پر بھی جو یہاں اس کام کے لئے کھڑے ہوئے مگر دور ہو گئے اور اس کام کی وقعت بھی ان کی آنکھوں سے گر گئی۔

قادیانی اخبار کا ایک مضمون

قادیان کے ایک اخبار میں کبھی یہ مضمون نکلا تھا کہ قرآن مجید کا ترجمہ کر دیا اس سے کیا بن گیا کیا سیل نے ترجمہ نہیں کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ تڑپ ہو کہ قرآن مجید کے تراجم ان ممالک میں بھیجے جائیں اور قادیان کے اخبار میں یہ شائع کیا جائے کہ ترجمہ سے کیا بن گیا۔

حقائق سے بند آنکھیں

اسی طرح اور بعض لوگ بھی کہہ دیتے ہیں قرآن شریف بہتیرے دنیا میں چھپ رہے ہیں یوں کہنا حقائق کی طرف سے اپنی آنکھوں کو بند کر دینا ہے۔ سیل اور راڈول نے قرآن مجید کا ترجمہ کس غرض کو سامنے رکھ کر کیا۔ تاکہ اسلام دنیا سے مٹے۔ قرآن کو ایسے رنگ میں پیش کیا جائے کہ دنیا اس کی طرف سے متنفر ہو، لیکن جب ایک خادم اسلام قرآن مجید کا ترجمہ کرے گا تو دنیا کو اس طرف بلائے گا ایک دور کرتا ہے اور ایک بلاتا ہے ان دونوں کو ایک قرار دینا آنکھیں بند کر لینا ہے۔

یہ بات راسخ ہو جائے

قرآن بڑی نعمت ہے دنیا کی ساری دولت جمع کر لو ان سب سے بڑھکر قرآن کی نعمت ہے اس کی قدر دانی صرف یہ ہے کہ اسے اپنے اندر لو تاکہ جماعت میں یہ خوب راسخ ہو جائے

ہم بھی مخاطب ہیں

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد یایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک۔ اس میں اگر رسول مخاطب ہے تو کیا ہم اس میں مخاطب نہیں؟ جو محمد رسول اللہ کا پیرو ہے اس کا یہ فرض ہے کہ قرآن مجید کو دنیا میں پہنچائے ورنہ وہ اس نعمت کی ناقدری کرنے والا ہے۔

مسلمان اس طرف آئیں گے

یہ ایک ایسی چیز ہے کہ بالآخر مسلمان دنیا کی توجہ کو اپنی طرف کھینچے گی زمانہ آئے گا کہ مسلمان سمجھیں گے کہ یہ ہمارا اصل کام ہے

مسلمانوں کی راہنما جماعت

اس وقت جو جماعت اس کام میں اپنی طاقت صرف کرتی ہے وہ دنیا کی ہادی اور راہنما ہے اسلئے کہ یہ قرآن مسلمانوں کی متفقہ چیز ہے کسی فرقہ کے مسلمان ہوں قرآن سب کے پاس ایک ہی ہے قرآن کا دوسرا نسخہ کہیں نہ ملے گا خواہ شیعہ کے گھر میں چلے جاؤ خواہ قادیانی کے گھر میں چلے جاؤ قرآن ایک ہی ہے کس قدر بڑی نعمت ہے اور پھر تمام مسلمان قوم کا اس پر اتفاق ہے۔ اس کام پر اپنی طاقت صرف کرو دنیا اس طرف توجہ کرے گی اور اس میں دنیا کی نجات ہے غیر احمدی بھی اس طرف آئیں گے اور قادیانی بھی آئیں گے۔

قادیانیوں سے یہ توفیق چھن گئی

ہمیں قادیانیوں سے کوئی بغض نہیں اگر وہ اس کام کو کریں تو ہمیں یقیناً خوشی ہوگی لیکن ان سے یہ توفیق چھن گئی ہے۔ اوائل کی بات ہے کہ قرآن مجید کے مسودہ کے متعلق قادیان میں لکھا گیا کہ وہ تیار ہے لیکن وہاں منہ سے یہ کلمہ نکلا کہ "یہ جلانے کے قابل اوراق ہیں" خدا کی طرف سے اس کی سزا کیا ملی یہ نعمت ان سے چھین گئی۔

انہیں توفیق نہیں ملتی

جس کام کے لئے انھوں نے اتنا تہیہ کیا تھا کہ ہم ماہوار ایک پارہ قرآن مجید کا چھاپ کر دکھائیں گے لیکن انہیں یہ توفیق نہ ملی بار بار یہ اعلان ہوئے مگر تیس سال گذر گئے یہ کام نہ ہو سکا۔ کہتے ہیں مسودہ بھی تیار ہے اور روپیہ بھی بے شمار ہے لیکن اس کے لئے توفیق نہیں ملتی۔

ہمیں اس نعمت کی قدر کرنی چاہیئے

میں سمجھتا ہوں ہمیں خدا تعالیٰ کی نعمت کی قدر کرنی چاہیئے کہ ہمیں توفیق مل گئی خدا تعالیٰ کے فضل سے ہمیں چار ترجموں کے کرنے کی توفیق مل گئی یہ کام ختم نہیں ہو گیا ابھی سینکڑوں زبانوں میں تراجم ہوں گے خدا تعالیٰ نے بڑی نعمت دی اتنی چھوٹی جماعت سے اتنا بڑا کام کرا دیا اس نعمت کی قدر کرو غیر احمدی بھی اس کام کی طرف آئیں گے اور قادیانی بھی آئیں گے۔

روڑا اٹکانے والا احمدی نہیں

اگر وہ یہ کام کریں تو ہمیں اس کام کی خوشی ہے چشم ما روشن دل ماشاد کوئی بھی اشاعت اسلام کا کام کرے کوئی شخص اگر اس کے کام میں روڑا اٹکائے تو وہ احمدی نہیں اگر غیر احمدی اس کام کو کریں تو ہمیں خوشی ہوگی اگر قادیانی کریں تو ہمیں خوشی ہوگی۔

ایک دوست کی نصیحت

ہمارے ایک دوست نے نصیحت کی ہے کہ ایک ہو جاؤ اگر ایک نہیں ہو سکتے تو ایک دوسرے کے کام میں روڑا نہ اٹکاؤ میں اپنی جماعت کے ایک بھی ایسے شخص کو نہیں جانتا کہ اس کے دل میں یہ خیال ہو کہ قادیانی اگر اس کام کو کریں تو ہم ان کے راستہ میں روڑا اٹکائیں بلکہ ہم تو قادیانیوں کو اس کام کے لئے اکساتے ہیں اگر قادیانی اچھا کام کریں تو ہم خوش ہیں جس دن وہ یہ کام کریں گے ہم یہ سمجھیں گے کہ ہم جیت گئے لیکن یہ تو خدا کے ہاتھ میں بات ہے جسے وہ توفیق دے۔

یہ کام ختم نہیں ہو گیا

لیکن میں آپ کو کہوں گا خدا نے تمہیں بڑی نعمت دی خدا نے تمہارے ہاتھ سے عظیم الشان کام لیا کہ دنیا میں اس کی نظیر نہیں مگر یہ کام ختم نہیں ہو گیا ابھی اور اس نعمت کی شکر گذاری کی ضرورت ہے۔ اپنی طاقت کو لگا دو اس کام میں خدا تعالیٰ اس نعمت کو کئی گنا بڑھا دے گا۔

جلسہ سالانہ کی طرف توجہ

اسی ضمن میں میں آپ کو جلسہ سالانہ کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ جلسہ سالانہ کیا ہے حضرت صاحب کی ابتدائی تحریروں کو دیکھو جب یہ جلسہ شروع ہوا فرماتے ہیں

"آیندہ بھی ہمیشہ اس جلسہ سالانہ کے یہی مقاصد رہیں گے کہ اشاعت اسلام اور ہمدردی نومسلمین امریکہ اور یورپ کیلئے احسن تجاویز سوچی جائیں وغیرہ وغیرہ"

وہ سالانہ جلسہ جس کی بنیاد آپنے ان الفاظ میں رکھی اس کی یادگار ہم مناتے ہیں۔

لاہور کے دوست توجہ کریں

میں لاہور کے لوگوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ بیرونی جماعتوں کی نسبت سست ہیں دوسرے لوگ آجکل کی مشکلات میں باہر سے آتے ہیں خرچ کر کے آتے ہیں یہاں آکر انہیں مسافرت کی تکالیف برداشت کرنا پڑتی ہیں لیکن ہمارے لاہور کی جماعت انہیں یہ مشکلات نہیں مگر اس شوق کے ساتھ لاہور کی جماعت نہیں آتی میرا یہ مطلب نہیں کہ ساری لاہور کی جماعت نہیں آتی بلکہ بعض لوگ نہیں آتے ایک حصہ لاہور کی جماعت کا ایسا ہے جو اس بارے میں کمزوری دکھاتا ہے انہیں میں کہتا ہوں کہ یہ اڑھائی تین دن خدا کے لئے وقف کر دیں ان دنوں میں باقی کاموں کو چھوڑ دیں بعض دفعہ انسان مجبور بھی ہو جاتا ہے اور کام نہیں کر سکتا۔ اس جلسہ میں صرف تقریریں نہیں ہوتیں بلکہ خدا کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے خوب یاد رکھو کہ جہاں لوگ صرف خدا کے لئے جمع ہوں اور وہاں خدا کا ذکر کیا جائے وہاں ملائکہ کا نزول ہوتا ہے رحمت الٰہی نازل ہوتی ہے۔

اس جلسہ سے مستفید ہو

تمہیں مفت میں یہ چیز ملتی ہے اس سے ضرور مستفید ہو بلکہ اپنے بچوں اور مستورات کو بھی لائیے تمہارے بچے ان کو جیتے گذر جاتے ہیں کہ ان کے کان میں خدا اور رسول کا نام نہیں پڑتا وہ اپنی تعلیم میں لگے ہوئے ہیں مصروف ہیں اپنے بچوں اور مستورات کو لائیے اور ہر ایک شخص عزم کرے کہ اپنے بچوں کو لائے گا۔ بڑے بچوں کو بھی لائیے اور چھوٹوں کو بھی اور اپنے دوسرے دوستوں کو بھی لائیے تھوڑی سی کوشش کر کے لائیے تاکہ وہ دیکھیں کیا کام ہو رہا ہے اور ان کے دل میں جذبہ پیدا ہو کہ ہم بھی اس کام کو کریں اور اسی جماعت میں شامل ہوں۔

پیغام صلح

جلد ۳۱ | لاہور یوم چہارشنبہ | ۱۳۶۲ھ | نمبر ۵۰

ہمارا نظام اور ہمارا کام

ہمارا نظام مامور من اللہ کے ارشادات پر مبنی ہے

دنیا میں کوئی قوم بغیر ایک اعلیٰ درجہ کے نظام کے اپنے مقاصد میں کامیاب نہیں ہوسکتی۔ بلند پایہ نظام کی اطاعت میں ہی کامیابی کا راز مضمر ہے۔ ہماری قوم کے سامنے ایک مقصد ہے ایک شاندار مقصد ہے اور اس مقصد میں جو کامیابی ہمیں نصیب ہوئی ہے وہ ایک نظام کی برکت سے ہوئی ہے۔ بغیر اس نظام کے ہم اس کامیابی کا عشر عشیر بھی حاصل نہیں کرسکتے تھے۔ ہمارے اس نظام کی بنیاد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی الوصیت اور اس چارٹر پر ہے جس میں آپ ارشاد فرماتے ہیں:۔

"میری رائے تو یہی ہے کہ جس امر پر انجمن کا فیصلہ ہوجائے اور کثرت رائے اس میں ہوجائے تو وہی امر صحیح سمجھنا چاہیئے۔ اور وہی قطعی سمجھنا چاہیئے۔ لیکن میں اس قدر زیادہ لکھنا پسند کرتا ہوں۔ کہ بعض دینی امور میں جو ہماری خاص اغراض سے تعلق رکھتے ہیں۔ مجھ کو محض اطلاع دی جائے اور میں یقین رکھتا ہوں۔ کہ یہ انجمن خلاف منشاء میرے ہرگز نہ کرے گی لیکن صرف احتیاطاً لکھا جاتا ہے کہ شاید وہ ایسا امر ہو کہ خدا تعالیٰ کا اس میں کوئی خاص ارادہ ہو۔ اور یہ صورت صرف میری زندگی تک ہے اور بعد میں ہر ایک امر میں صرف اس انجمن کا اجتہاد کافی ہوگا۔ والسلام۔"

(مرزا غلام احمد ۲۷ر اکتوبر ۱۹۰۷ء)

اس مذکورہ بالا چارٹر کے بموجب انجمن جو کہ خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے حقیقی اور مستقل اختیارات صرف اس انجمن کو حاصل ہیں۔ انجمن اگر چاہے تو عارضی طور پر یہ اختیارات کسی امیر کی طرف منتقل کرسکتی ہے۔ جیسا کہ فقرہ "ہر ایک امر میں صرف اس انجمن کا اجتہاد کافی ہوگا" سے ظاہر ہے۔

ہماری جماعت نے آج تک جو کام کیا ہے وہ انجمن اور حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی بدولت ہی کیا ہے۔ نظام میں بہت برکت ہے۔ اور پھر ہمارا نظام تو ایک عظیم الرتبت مامور من اللہ کے ارشادات پر مبنی ہے۔ اس لئے اس میں بہت برکت ہو۔

اور ہماری جماعت کا قائد وہ انسان ہے جس سے بڑھکر مجاہد انسان تمام اسلامی دنیا میں نظیر مل سکتا جس کا قلم گذشتہ ربع صدی سے اسلام کے محاسن کو اجاگر کر رہا ہے۔ اور دنیا کے دور افتادہ مقامات کو نور قرآن سے منور کر رہا ہے۔ ایک بزرگ نے آپ کی شان میں کہا تھا ؎

بر درو بامت بہ بینم نور حق تابد ہمے
زانکہ تاباں عالمے از نور قرآں کردہ
رشح کلک تو بہ بخشد چشمۂ آب حیات
فیض را تا زم کہ ارزاں آب حیواں کردہ

یہ امر واقع ہے کہ اس میں کسی قسم کا ایشیائی مبالغہ نہیں ہے آپ کا ایثار اور مساعی جمیلہ کسی تعارف اور تشریح کی منت کش نہیں۔ وہ روز روشن کی طرح واضح ہے سو جس جماعت کا کام اتنا شاندار ہو نظام اتنا اعلیٰ ہو، اور امیر اتنا بلند پایہ انسان ہو وہ جتنا بھی فخر کرے کم ہے۔

قادیانی پریس دن رات جماعت احمدیہ لاہور کے خلاف پروپیگنڈا کرنے میں مصروف ہے۔ اس پروپیگنڈا سے متاثر ہوکر بعض لوگوں کو وسوسہ پیدا ہوتا ہے کہ ہمارا نظام کچھ نہیں ہے .... یہ نہایت ہی غیر معقول اور ادنیٰ اعتراضات ہیں ہمارے نظام کی کارکردگی اتنے شاندار کاموں پر مشتمل ہے کہ انہیں دیکھ کر کسی شخص کو اعتراض کرنے کی جرأت نہیں ہوسکتی

اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہماری انجمن کا کام اتنا عظیم الشان ہے کہ اسلامی تاریخ اسے ہمیشہ محفوظ رکھے گی۔ انجمن نے پچیس سال کے عرصہ میں جو کام کیا ہے دنیا کی کوئی اسلامی انجمن نہیں جو اتنے عرصہ میں اپنی قوت عمل میں ایسا شاندار کام دکھلا سکے۔ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہماری انجمن نے تین یوروپین زبانوں میں قرآن کریم کا ترجمہ کرکے اس کی تقریباً پچاس ہزار کاپی دنیا میں شائع کی۔ انگریزی ترجمہ کی تقریباً دس ہزار کاپی مفت تقسیم کی اسے دنیا کی بہت سی لائبریریوں میں پہنچا کر لاکھوں انسانوں تک دین اسلام کا پیغام پہنچایا۔ سیرت نبوی جس میں یورپ کے تمام اعتراضات کو صاف کیا ہے۔ سترہ مختلف زبانوں میں ترجمہ ہوچکی ہے۔ جن میں چھ یورپ کی زبانیں ہیں۔ قریباً پندرہ ہزار کاپی اب تک مفت شائع ہوکر دنیا کی لائبریریوں میں پہنچائی گئی

اسلامی تعلیم پر کتابیں اور رسالے قریباً تیس زبانوں میں ترجمہ ہوچکے ہیں اور مختلف زبانوں میں پچاس ہزار سے زیادہ مقدار میں مفت تقسیم کئے گئے ہیں دو مشن یورپ میں کھولے گئے۔ ایک مشن دارالخلافہ جرمنی میں۔ اور دوسرا ہالینڈ میں۔ اس کے علاوہ آسٹریا ٹرینیڈاڈ فجی اور امریکہ میں بھی تھوڑے تھوڑے عرصہ کیلئے انجمن کے مشن کام کرتے رہے ہیں سپانیہ میں ایک مشن کھولنے کا فیصلہ ہوچکا ہے۔ جس میں صرف اس جنگ کی وجہ سے تعویق ہوئی ہے برلن میں ایک عظیم الشان مسجد بنوائی گئی ہندوستان کے مختلف مقامات پر اسلامی مشن قائم کئے گئے۔ جن کے ذریعہ چار پانچ ہزار کے درمیان غیر مسلم داخل اسلام ہوچکے ہیں اس کے علاوہ بعض عظیم الشان کام انجمن کے پیش نظر ہیں۔ جب وہ پایۂ تکمیل کو پہنچیں گے۔ تو انجمن کی روداد عمل میں ایک عظیم الشان کاموں کا اضافہ ہوگا۔ ان تبلیغی کاموں کے علاوہ انجمن نے دو ہائی سکول قائم کئے ہیں جن کے ساتھ بورڈنگ ہاؤس بھی ہیں۔ ان شاندار کاموں کو دیکھتے ہوئے بعض لوگ کہتے ہیں کہ کیا کام کیا ہے۔ اور انجمن کیا کر رہی ہے۔ انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ ان بلند پایہ خدمات کے ہوتے ہوئے یہ اعتراضات کئے جاتے ہیں اور ان لوگوں کے پراپیگنڈا سے متاثر ہو کر کئے جاتے ہیں۔ جو اس جماعت حقہ کے سخت دشمن ہیں اور ان کی آنکھوں میں یہ جماعت خار کی کھٹک ہے۔

ہم فخر کے طور پر نہیں بلکہ تحدیث بالنعمۃ کے طور پر عرض کرتے ہیں۔ کہ جلیئے اسلامی دنیا کا کونہ کونہ چھان مارئیے۔ اور کوئی ایسی اسلامی انجمن اور تبلیغی ادارہ تلاش کیجئے جس نے اس مختصر عرصہ میں اتنا بڑا کام کیا ہو۔ یا جو انجمنیں تبلیغ اسلام کا کام کر رہی ہیں ان کا مقابلہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے کاموں سے کیجئے تو پھر یہ معلوم ہوجائے گا کہ یہ انجمن جو خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے کیا کام کر رہی ہے۔ گذشتہ سال عثمان و چینی مسلمانوں کے مشہور لیڈر یہاں تشریف لائے اور انھوں نے صاف الفاظ میں اعتراف فرمایا کہ جس قدر تڑپ اور ولولہ مذہب اسلام کا انھوں نے یہاں دیکھا کسی اور جگہ .... نہیں دیکھا۔

سو جس قوم کا کام ایسا ہو کہ اس کا اعتراف اپنے ہی نہیں بلکہ غیروں نے بھی کیا ہو اور اس کی کوششوں میں اللہ تعالیٰ نے برکت بھی دی ہو اس کے نظام پر اعتراض کرنا کتنی ادنیٰ اور ذلیل بات ہے۔ خدا ہم سب کو توفیق دے کہ ہم اس مجاہد جماعت کے مفید اور فعال ارکان بنیں۔

آئندہ پرچہ کا ناغہ

پیغام صلح کا یہ پرچہ اس سال کا آخری پرچہ ہے۔ حسب دستور ۲۹ دسمبر ۱۹۴۳ء کے پرچہ کا جلسہ سالانہ کی وجہ سے ناغہ کیا جائے گا آئندہ پرچہ ۵ر جنوری ۱۹۴۴ء کو شائع ہوگا۔ خریداران پیغام صلح مطلع رہیں۔

شبان الاحمدیہ کانفرنس

جیسا کہ ہمارے نوجوان دوستوں نے جلسہ سالانہ کے پروگرام میں ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر مرکز میں احمدی نوجوانوں کی ایک کانفرنس شبان الاحمدیہ کانفرنس کے نام سے منعقد ہو رہی ہے جو احمدی نوجوان باہر سے تشریف لائیں انہیں چاہیئے کہ اس کانفرنس میں شریک ہوں اور اگر وہ کوئی تجویز پیش کرنا چاہیں تو انہیں چاہیئے مرکزی دفتر شبان الاحمدیہ کو ایک دن پیشتر مطلع کریں اس کانفرنس کا مقصد وحید یہ ہے کہ احمدی نوجوانوں کی بہتری اور بہبودی کے لئے تدابیر سوچی جائیں سو تجاویز اس مقصد کو پیش نظر رکھکر پیش کرنی چاہئیں۔

ایک ضروری اعلان

جلسہ سالانہ کے موقعہ پر جو دوست باہر سے تشریف لائیں ان کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ موسم سرما کا بستر اپنے ہمراہ لائیں کیونکہ کارپردازان جلسہ کے لئے بستر مہیا کرنا بہت مشکل ہے امید ہے اس مشکل کو پیش نظر رکھتے ہوئے سب دوست اپنے بستر ہمراہ لائیں گے۔

انگلستان سے واپسی

یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں خوشی اور مسرت سے سنی جائے گی کہ جناب حافظ محمد حسن صاحب وکیل گجرات کے فرزند رشید چوہدری ضیاء الحسن صاحب مورخہ ۹ر دسمبر کو اپنی تعلیم سے فارغ ہوکر ولایت سے واپس تشریف لے آئے ہیں۔ لاہور سٹیشن پر آپ کے استقبال کے لئے مرکزی جماعت کے کافی اصحاب جمع تھے اس موقع پر حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی موجودگی سے .... ان کو سرفراز کیا۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ چوہدری ضیاء الحسن صاحب کو دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی توفیق دے اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کا ایک مفید رکن بننے کی سعادت عطا فرمائے۔ آمین

ارشادِ امیر

(۱) بچوں کو سات سال کی عمر سے نماز کی عادت ڈالو۔

(۲) بچوں کو سات سال کی عمر سے تبلیغ اسلام کے لئے کچھ خرچ کرنے کی عادت ڈالو۔

مبلغ اسلام میں صفات ضروریہ از روئے قرآن کریم

{از قلم حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم مغفور}

تبلیغ دین رسولوں کا کام ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے انا الیکم لمرسلون وما علینا الا البلاغ المبین (یٰس) اور بیشک ہم تمہاری طرف رسول ہیں۔ یعنی بھیجے گئے ہیں۔ اور ہم پر فرض نہیں ہے۔ مگر کھلا کھلا پہنچا دینا یعنی تبلیغ دین پس رسولوں کے متبعین میں سے جو شخص بھی مبلغ ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ ان تمام صفات کو اپنے اندر جمع کرے جو رسولوں میں اس مقصد کے حصول کے لئے پائی جاتی ہیں۔ اور جن کا ذکر قرآن کریم میں یکجائی طور پر سورہ المدثر اور سورۃ المزمل میں پاتے ہیں۔

ہمارے نبی کریم صلعم کو جب تبلیغ دین کے لئے کھڑا کیا گیا تو پہلی وحی کے بعد دوسری وحی میں ہی حکم ہوا کہ یا یھا المدثر قم فانذر و ربک فکبر و ثیابک فطھر و الرجز فاھجر و لا تمنن تستکثر و لربک فاصبر ٥ (المدثر) اے نبوت اور اس کی ذمہ داریوں کے لباس کو اوڑھنے والے اٹھ اور ڈرا۔ اور اپنے رب کی بڑائی کر اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھ اور ناپاکی سے دور رہ۔ اور اس لئے احسان نہ کر کہ زیادہ ملے اور اپنے رب کے لئے صبر کر۔ اس میں ایک مبلغ کو تبلیغ کی شرائط کی تعلیم دی ہے۔

۱۔ سب سے پہلے یہ کہ جب تبلیغ کے لئے اٹھے تو مردانہ وار کھڑا ہو جائے یعنی پوری مستعدی اور استقامت کے ساتھ کھڑا ہو جائے۔

۲۔ اور تبلیغ کے وقت فقط اپنے رب کی بڑائی مدنظر ہو۔ دل کے کسی کونے میں اپنی بڑائی اور شہرت کی ہوس مخفی نہ ہو۔ کہ لوگ ہمیں بڑا لیکچرار سمجھیں اور بڑا عالم و فاضل خیال کریں۔ بڑا معقول انسان سمجھ کر ہماری بڑائی کے قائل ہو جائیں۔ ہمیں اپنا لیڈر بنالیں ہمارا جلوس نکالیں وغیرہ وغیرہ۔ بلکہ فقط اپنے رب کی بڑائی مقصود خاطر رہے اور "اپنا رب" کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اس کے دل میں اپنے رب کی بڑائی سنانے کا خیال پوری محبت اور اخلاص کے ساتھ ہو جو ایک بندہ کو اپنے رب اور محسن حقیقی سے ہونی چاہیئے۔

۳۔ مبلغ کے لئے ضروری ہے کہ وہ گندگی سے پرہیز کرنے والا ہو۔ خواہ وہ گندگی ظاہری ہو یا باطنی۔ ضروری نہیں کہ کپڑے بہت بیش قیمت ہوں۔ لیکن صاف اور پاکیزہ ہوں۔ اور دل میں کسی قسم کے ناپاک جذبات اور گندے خیالات نہ ہوں۔ اور وہ تقویٰ و طہارت، پاکیزگی اور پاکدامنی کا ایک نمونہ ہو تاکہ اس کے زیر تبلیغ لوگوں میں اس کے پاکیزہ نمونہ کا نیک اثر پڑے۔ جو خود گندگی میں پڑا ہو۔ اس نے لوگوں کو گندگی سے کیا نکالنا ہے۔

۴۔ پھر اپنی تبلیغ پر فخر اور ناز نہ ہو کہ وہ خدا پر احسان رکھتا پھرے اور اس سے بڑے بڑے اجر کا طالب ہو۔ اور اگر اس کے رستہ میں تکلیف آئے تو اس سے خفا ہو جائے۔ بلکہ وہ اپنے رب کے لئے ہر ایک دکھ اور مصیبت کو خوشی سے سہنے کے لئے تیار ہو۔ کیونکہ اس کی تبلیغ محض محبت الٰہی اور محبت دین کی وجہ سے ہوتی ہے۔ وہ نہ کسی اجر کا طالب ہوتا ہے نہ اپنے لئے کسی عزت کا خواہاں ہوتا ہے۔ اسی کو حضرت مسیح موعود اس طرح فرماتے ہیں۔

نے باید مرا یک ذرہ عز تہائے ایں دنیا
منہ از بہر ما کرسی کہ ماموریم خدمت را

اور اس کا کامل نمونہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تبلیغی کارناموں میں ہمیں نظر آتا ہے کہ سالہا سال تک خدا کی بڑائی کا وعظ کرتے ہیں اور جواب میں دکھ اٹھاتے اور مار کھاتے ہیں اور پھر ڈرتے ہیں کہ یہ دکھ کہیں خدا کی ناراضگی کی وجہ سے نہ ہو۔ جیسا کہ طائف سے واپسی پر جب لوگ آپ کو بارہ کوس تک پتھر مارتے اور پیچھا کرتے آئے تھے۔ آپ زخموں سے لہولہان جناب الٰہی کے حضور میں یوں گویا ہوئے۔ کہ اے میرے رب اگر یہ تمام تکلیفیں تیری مرضی سے ہیں تو میں ان سے راضی ہوں مجھے یہی فکر ہے کہ تو کہیں ناراض نہ ہو۔ اسی صفت کو حضرت مسیح موعود کس خوبصورتی سے چند شعروں میں فرماتے ہیں:-

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار
اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب
اسے دے چکے مال و جاں بار بار
ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار

۵۔ ایک سچا مبلغ تبلیغ کر کے مخلوق سے نہ اجر چاہتا ہے نہ ان پر احسان رکھتا ہے بلکہ وہ محض اپنی ڈیوٹی ادا کرتا ہے۔ اگر کوئی اس کی تبلیغ سے فائدہ اٹھاتا ہے تو وہ اس پر احسان نہیں رکھتا۔ نہ بدلہ میں کوئی عوض مانگتا ہے نہ اس تبلیغ سے اپنا پیٹ بھرنا یا اپنی دکان کا فروغ چاہتا ہے۔ اگر لوگ اس کی مخالفت کرتے ہیں تو وہ ان سے خفا نہیں ہوتا۔ وہ اپنی تبلیغ کے عوض میں اس کی قیمت میں اضافہ اور لوگوں کی تحسین و آفرین اور قدرشناسی کا خواہاں نہیں ہوتا۔ اس کی تبلیغ ان سب امور سے بالاتر ہوتی ہے۔

۶۔ مبلغ کی استقامت میں فرق نہ آنا چاہیئے لوگوں کی مخالفت سے ڈر کر حق کی تبلیغ کو چھوڑ نہیں دینا چاہیئے۔ بلکہ ہر ایک قسم کے دکھ اور ہر رنگ کی مخالفت کو برداشت کرتے ہوئے اپنے فرض کو ادا کرتا چلا جائے۔

ان آیات کے علاوہ سورۃ المزمل میں مبلغ کو کچھ اور ضروری ہدایات عطا فرمائیں۔ فرماتے ہیں:-

یا یھا المزمل قم اللیل الا قلیلا نصفہ او انقص منہ قلیلا او زد علیہ و رتل القرآن ترتیلا ٥ انا سنلقی علیک قولا ثقیلا۔ ان ناشئۃ اللیل ھی اشد وطأ و اقوم قیلا۔ ان لک فی النھار سبحا طویلا ٥ واذکر اسم ربک و تبتل الیہ تبتیلا ٥ رب المشرق والمغرب لا الٰہ الا ھو فاتخذہ وکیلا ٥ واصبر علیٰ ما یقولون واھجرھم ھجرا جمیلا ٥

اے خدا کی محبت اور یاد کے لباس میں ملبوس رات کو قیام کر۔ سوائے تھوڑے حصے کے یعنی اس کا آدھا یا اس سے کچھ کم کرے یا اس پر بڑھا لے۔ اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھ ہم تجھ پر ایک عظیم الشان بات کا بوجھ ڈالیں گے۔ بیشک رات کا اٹھنا نفس کو خوب زیر کرتا ہے اور دعا کو پر اثر بنا دیتا ہے۔ دن کو تیرے لئے لمبا شغل ہے اور اپنے رب کے نام کی بڑائی کر اور سب سے الگ ہو کر اس کی طرف متوجہ ہو جا مشرق اور مغرب کا رب ہے اس کے سوائے کوئی معبود نہیں سو اسے کارساز بنا اور اس پر صبر کر جو یہ کہتے ہیں اور خوبی سے کنارہ کشی کرتے ہوئے انہیں چھوڑ دے۔

مطلب یہ ہے کہ:-

(۱) مبلغ کے لئے ضروری ہے کہ رات کو قیام کرے یعنی تہجد کی نماز پڑھے اور اس میں بہت دعائیں کرے۔ اس سے نفس کی خواہشات پر غلبہ حاصل ہوتا ہے اور دعاؤں کو پر اثر بنا دیتا ہے۔ نیز تبلیغ میں اثر خدا کے فضل سے پیدا ہوتا ہے محض زبان کی طاقت اور فلسفہ کا زور کچھ چیز نہیں۔ اثر جناب الٰہی کی طرف سے آتا ہے۔ پس اس کے لئے نیم شبی دعاؤں کی بڑی ضرورت ہے۔

(۲)۔ مبلغ کے لئے ضروری ہے کہ وہ قرآن کریم کو ٹھہر ٹھہر کر اور سمجھ سمجھ کر پڑھے اور اس کے مطالب پر غور کرے تاکہ فہم قرآن سے اسے حصہ ملے اور تہجد میں پڑھنے سے چونکہ وہ روحانیت کے انتشار کا وقت ہوتا ہے اس کتاب الٰہی کے مطالب اور معانی کا انکشاف اس کے قلب پر بیش از بیش ہونے کا احتمال ہے اسلئے قرآن اس وقت نماز میں یا نماز سے باہر پڑھنا ازدیاد علم قرآن کا موجب ہوتا ہے۔

(۳)۔ مبلغ کا فرض ہے کہ وہ اپنے رب کے نام کا ذکر کرتا رہے تبلیغ و وعظ، مباحثہ و مجادلہ کے وقت خدا اسے نہ بھولے اس وقت بھی بہت دعائیں کرے اور اسے حاضر و ناظر جان کر نہایت دیانتداری اور ایمانداری سے حق کو لوگوں تک پہنچا دے، اور تبلیغ میں کسی کی رو رعایت نہ کرے صرف رضا الٰہی کو پیش نظر رکھے اور اپنے معاملہ کو خدا کے سپرد کرے اور نتائج حسنہ کو اس کے فضل پر منحصر رکھے۔ اگر شریر لوگوں اور دشمنوں سے واسطہ پڑے، تو صبر اور استقامت سے کام لے اور نہایت خوبصورتی سے ان سے پرہیز کرے اور ان کے معاملہ کو خدا کے سپرد کرے کہ وہ جس طرح چاہے ان سے معاملہ کرے مبلغ کا کام حق کا پہنچا دینا ہے۔ مخالف کو سزا دینا نہیں۔

قرآن کریم میں مبلغ کے لئے ایک اور ہدایت بھی موجود ہے۔

(۱) سورۃ عبس میں ایک اندھے کی طرف تبلیغ میں جو ذرا بے توجہی ہوئی۔ تو جناب الٰہی کی طرف سے تنبیہہ ہوئی کہ تبلیغ کے وقت بڑے چھوٹے کا لحاظ نہ کیا کرو اندھے یا کسی غریب آدمی کو حقیر نہ سمجھو۔ اگر وہ اخلاص سے دین سیکھنے آتا ہے تو اس کی طرف پوری توجہ دو۔ امیر یا بڑے لوگوں کی طرف توجہ کرنا اور غریبوں اور چھوٹے لوگوں کو نظر انداز کر دینا سخت غلطی ہے انسان کو کچھ پتہ نہیں کہ کون ہدایت سے فائدہ اٹھائے گا اور کون نہیں اور خدا کے نزدیک کون بڑا ہے اور کون چھوٹا۔ پس جو اخلاص سے آتا ہے اس کی طرف زیادہ توجہ کرنی چاہیئے۔

قرآن کریم پر غور و فکر کرنے سے ایک مبلغ کو بہت سی ہدایات مل سکتی ہیں۔ مگر اس وقت یہ دس ہدایات قرآنی کافی ہیں۔ تلک عشرۃ کاملۃ انہی پر اگر عمل ہو جائے انشاءاللہ تعالےٰ تبلیغ اپنا اثر ضرور دکھائے گی۔ وباللہ التوفیق

روحانیت، اشاعت اسلام اور ہمارا قومی اجتماع

از جناب ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب فتح اسلام میں تحریر فرمایا ہے:۔

"اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے، وہ کیا ہے؟ ہمارا اس راہ میں مرنا۔ یہی موت ہے جس پر اسلام کی زندگی مسلمانوں کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلّی موقوف ہے اور یہی وہ چیز ہے جس کا دوسرے لفظوں میں اسلام نام ہے۔ اس اسلام کا زندہ کرنا خدا تعالیٰ چاہتا ہے اور ضرور تھا کہ وہ اس مہم عظیم کے روبراہ کرنے کے لئے ایک عظیم الشان کارخانہ جو ہر پہلو سے مؤثر ہو اپنی طرف سے قائم کرتا۔ سو اس حکیم و قدیر نے اس عاجز کو اصلاح خلائق کے لئے بھیجکر ایسا ہی کیا اور دنیا کو حق اور راستی کی طرف کھینچنے کے لئے کئی شاخوں پر امر تائید حق اور اشاعت اسلام کو منقسم کر دیا"

اس کے بعد حضرت صاحب نے ان پانچ شاخوں کا ذکر فرمایا ہے جن کا قیام اصلاح خلائق کے لئے ضروری ہے اور وہ حسب ذیل ہیں:۔

(۱) شاخ تصنیف و تالیف کا سلسلہ۔
(۲) شاخ اشتہارات۔
(۳) شاخ مہمان خانہ۔
(۴) شاخ مکتوبات۔
(۵) شاخ بیعت۔

بالفاظ دیگر حضرت صاحب نے اشاعت اسلام کا عملی پہلو ان پانچ شاخوں میں بیان فرمایا ہے۔ اگر ترتیب بیان کے لحاظ سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ سب سے اہم اور ضروری شاخ تالیف و تصنیف کی ہے۔ لیکن جس شاخ کے متعلق حضرت صاحب نے بڑی شرح و بسط کے ساتھ تحریر فرمایا ہے وہ تیسری شاخ ہے یعنی مہمان خانہ کا سلسلہ اور اصل بات بھی یہی ہے کہ تبلیغ و اشاعت میں مہمانداری کا سلسلہ جس قدر اہم اور ضروری ہے اور جس قدر فوائد اور کامیاب نتائج اس سلسلہ کے ذریعہ پیدا ہو سکتے ہیں وہ کسی ذریعہ سے حاصل نہیں ہو سکتے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت صاحب نے میل ملاقات اور تقاریر کے سلسلہ پر بڑا زور دیا ہے۔ چنانچہ مندرجہ بالا تیسری شاخ کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

"تیسری شاخ اس کارخانہ کے واردین اور صادرین اور حق کی تلاش کے لئے سفر کرنے والے اور دیگر اغراض متفرقہ سے آنے والے ہیں جو اس آسمانی کارخانہ کی خبر پا کر اپنی نیتوں کی تحریک سے ملاقات کے لئے آتے ہیں۔ یہ شاخ بھی بارونق و نمایاں ہے۔ چنانچہ ان سات برسوں میں ساٹھ ہزار سے کچھ زیادہ مہمان آئے ہوں گے اور جس قدر ان میں سے مستعد لوگوں کو تقریری ذریعوں سے روحانی فائدہ پہنچایا گیا اور ان کی مشکلات حل کر دی گئیں اور ان کی کمزوری کو دور کر دیا گیا اس کا علم خدا تعالیٰ کو ہے۔ مگر اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ زبانی تقریریں جو سائلین کے سوالات کے جواب میں کی گئیں یا کی جاتی ہیں یا اپنی طرف سے محل اور موقع کے مناسب کچھ بیان کیا جاتا ہے۔ یہ طریق بعض صورتوں میں تالیفات کی نسبت نہایت مفید اور مؤثر اور جلدتر دلوں میں بیٹھنے والا ہے"

ان الفاظ میں حضرت بانیٔ سلسلہ نے سلسلہ تقاریر کی اہمیت اور اس کے مؤثر اور مفید ہونے کو کیسی وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور دراصل بات بھی یہی درست ہے کہ مقرر کے الفاظ کے ساتھ اس کی روحانیت کا اثر بھی سامعین پر پڑتا ہے اور یہ چیز تحریر میں کم مؤثر ہوتی ہے۔

پھر مقررین حضرات کو موقع اور محل شناسی سے تقریریں کرنے کی طرف کیا خوبصورت پیرایہ میں توجہ دلائی ہے، ارشاد ہوتا ہے کہ:۔

"تمام قاعدہ نبیوں کا یہی تھا کہ ایک محل شناس لیکچرار کی طرح ضرورتوں کے وقتوں میں مختلف مجالس اور محافل میں ان کے حال کے مطابق روح سے قوت پا کر تقریریں کرتے تھے۔ مگر نہ اس زمانہ کے متکلموں کی طرح کہ جن کو اپنی تقریر سے فقط اپنا علمی سرمایہ دکھانا منظور ہوتا ہے یا یہ غرض ہوتی ہے کہ اپنی جھوٹی منطق اور سوفسطائی ضحبتوں سے کسی سادہ لوح کو اپنے پیچ میں لاویں اور پھر اپنے سے زیادہ جہنم کے لائق کریں۔ بلکہ انبیاء نہایت سادگی سے کلام کرتے اور جو اپنے دل سے اُبلتا تھا وہ دوسروں کے دلوں میں ڈالتے تھے، ان کے کلمات قدسیہ عین محل اور حاجت کے وقت پر ہوتے تھے اور مخاطبین کو شغل یا افسانہ کی طرح کچھ نہیں سناتے تھے بلکہ ان کو بیمار دیکھ کر اور طرح طرح کے آفات روحانی میں مبتلا پا کر علاج کے طور پر ان کو نصیحتیں کرتے تھے۔ یا حجج قاطعہ سے ان کے اوہام کو رفع فرماتے تھے اور ان کی گفتگو میں الفاظ تھوڑے اور معانی بہت ہوتے تھے۔ سو یہی قاعدہ یہ عاجز ملحوظ رکھتا ہے"۔

ہمارا قومی اجتماع ان تمام امور کو جن کا ذکر حضرت اقدس نے مندرجہ بالا عبارت میں فرمایا ہے کو پورا کرتا ہے اور حضرت صاحب نے ان سالانہ جلسوں کی غرض و غایت بھی بیان فرمائی ہے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:۔

"چونکہ ہر ایک کے لئے بباعث ضعف فطرت یا کمی مقدرت یا بعد مسافت یہ میسّر نہیں آ سکتا کہ وہ صحبت میں آ کر رہے یا چند دفعہ سال میں تکلیف اٹھا کر ملاقات کے لئے آوے لہذا قرین مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ سال میں تین روز ایسے جلسے کے لئے مقرر کئے جائیں۔ جس میں تمام مخلصین اگر خدا تعالیٰ چاہے بشرط صحت و فرصت و عدم موانع تاریخ مقررہ پر حاضر ہو سکیں۔۔۔۔ اور اس جلسہ میں ایسے حقائق اور معارف سنانے کا شغل رہے گا۔ جو ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی دینے کے لئے ضروری ہیں اور نیز ان دوستوں کے لئے خاص دعائیں اور خاص توجہ ہو گی۔ اور حتی الوسع بدرگاہ ارحم الراحمین کوشش کی جائے گی کہ خدا تعالیٰ اپنی طرف ان کو کھینچے اور اپنے لئے قبول کرے اور پاک تبدیلی ان میں بخشے اور ایک عارضی فائدہ ان جلسوں میں یہ بھی ہو گا کہ ہر ایک نئے سال میں جس قدر نئے بھائی اس جماعت میں داخل ہوں گے وہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو کر اپنے پہلے بھائیوں کے منہ دیکھ لیں گے اور روشناس ہو کر آپس میں رشتہ تودد و تعارف ترقی پذیر ہوتا رہے گا اور جو بھائی اس عرصہ میں اس سرائے فانی سے انتقال کر جائے گا اس جلسہ میں اس کے لئے دعائے مغفرت کی جائے گی اور تمام بھائیوں کو روحانی طور پر ایک کرنے کے لئے اور ان کی خشکی اور اجنبیت اور نفاق کو درمیان سے اُٹھا دینے کے لئے، بدرگاہ حضرت عزت جلشانہٗ کوشش کی جائے گی اور اس روحانی جلسہ میں اور بھی کئی روحانی فوائد اور منافع ہوں گے۔۔۔۔ جو انشاء اللہ القدیر وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے رہیں گے اور کم مقدرت احباب کے لئے مناسب ہو گا کہ پہلے ہی سے اس جلسہ میں حاضر ہونے کا فکر رکھیں اور اگر تدبیر اور کفایت شعاری سے کچھ تھوڑا تھوڑا سرمایہ سفر خرچ کے لئے ہر روز یا ماہ بماہ جمع کرتے جائیں اور الگ رکھتے جائیں تو بلا دقت سرمایہ سفر میسّر آ جائے گا اور یہ سفر مفت میسّر آ جائے گا"

مندرجہ بالا اقتباسات سے ظاہر ہے کہ ہمارے قومی اجتماع صرف دو اغراض کو اپنے اندر رکھتے ہیں۔ اوّلاً اپنے اندر روحانیت کو پیدا کرنا جو تمام نیکیوں کی جڑ ہے اور دوسرے اشاعت اسلام کے کام کو تقویت دینے کے گزشتہ کاموں کا جائزہ لینا اور اگر ان کے اندر کوئی نقائص ہوں تو ان کو دور کر کے آئندہ کے لئے نئی تجاویز سوچنا۔

ایک نہایت ضروری اعلان

لاہور میں برقی قوت کی کمی کے باعث پریس وغیرہ بند ہو گئے تھے جس کی وجہ سے "مجدد اعظم حصہ سوم" اور "نیا نظام عالم" جو آج کل زیر طبع ہیں کی طباعت رُک گئی۔ اب اگرچہ پریسوں کو مشروط طور پر اجازت مل گئی ہے لیکن تاحال برقی قوت کی کمی کی وجہ سے طباعت کا کام اس سرعت سے جاری نہیں ہوا جس طرح پہلے تھا۔ ان ناگزیر حالات کے ماتحت ہمیں افسوس کیساتھ اعلان کرنا پڑتا ہے کہ ہر دو کتب جلسہ تک تیار نہ ہو سکیں گی احباب نوٹ فرما لیں ہمیں اس تعویق کا بیحد افسوس ہے۔

(عبداللہ۔ جنرل سیکرٹری)

مرہٹی زبان میں اسلامی لٹریچر

رسالہ "اسلام دی ریلیجن آف ہیومینٹی" کا مرہٹی ترجمہ مکمل ہو گیا

کسی گذشتہ اشاعت میں رسالہ "اسلام اور آریہ سماج کی پچاس سالہ آویزش کا نتیجہ" کے مرہٹی ترجمہ کی اشاعت کی اطلاع درج ہو چکی ہے۔ اب یہ خبر احباب جماعت اور معاونین سلسلہ کے لئے مزید مسرت کا باعث ہو گی کہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے مشہور رسالہ

"اسلام دی ریلیجن آف ہیومینٹی"

"Islam The Religion of Humanity"

کا مرہٹی ترجمہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے مکمل ہو چکا ہے۔ مسودہ پر نظر ثانی کی جا رہی ہے۔ انشاء اللہ عنقریب پریس میں چلا جائے گا۔ احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ دیگر زبانوں میں اسلامی لٹریچر کے کام کو زیادہ سے زیادہ بابرکت، مفید اور نتیجہ خیز بنائے آمین ثم آمین:

خاکسار:۔ محمد انعام الحق۔ از حیدرآباد دکن۔

تنظیم و توسیع جماعت

(از جناب مولوی دوست محمد صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور)

جماعت احمدیہ کی تنظیم و توسیع کیونکر ہو؟ اور اس کے لئے کیا ذرائع اختیار کئے جائیں۔ یہ ایک سوال ہے جو اس وقت عموماً پیش کیا جاتا ہے اور بزرگان ملت نے اس پر غور و فکر کرنے میں بھی کبھی کوتاہی نہیں کی لیکن ایک بات ایسی ہے جس کی طرف میرا خیال ہے کہ اب تک توجہ نہیں کی گئی یا اس پر پورے طور پر زور نہیں دیا گیا۔ وہ یہ ہے کہ تنظیم و توسیع جماعت کے مسئلہ پر غور کرتے ہوئے ہمیں حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ کی طرف لوٹنا چاہیئے؟ آپ کے وقت میں جماعت کی تنظیم کا کیا حال تھا۔ توسیع جماعت کے کیا ذرائع اختیار کئے گئے تھے؟ اگر غور کر کے دیکھا جائے تو اس وقت تنظیم و توسیع کا کوئی خیال بھی کبھی کسی کے دل میں پیدا نہیں ہوا اور باایں اس جماعت کے اندر خود کود ایسی شاندار تنظیم موجود تھی جس کی مثال ملنی مشکل ہے جماعت کا ہر فرد بچہ ہو یا بوڑھا، نوجوان ہو یا ادھیڑ، مرد ہو یا عورت ایک آٹومیٹک مشین کے پرزوں کی طرح کام کرتے تھے تمام جماعت ایک دوسرے کی خبرگیری اور ہمدردی خدا کے مامور کی آواز پر سب کا دوسرے تمام مشاغل کو چھوڑ چھاڑ کر اس کے پیچھے لگ جانا اور اس وقت تک دم نہ لینا جب تک اس آواز کی پورے طور پر تعمیل نہ ہو جائے۔ یہ اور اسی قسم کی کئی ایک باتیں جماعت کے خصائص میں داخل ہو چکی تھیں اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے سب کو ایک ہی قسم کی چابی لگا دی گئی ہو۔ یا تمام ایک ہی نشہ میں سرشار ہوں۔ لوگ اس جماعت کو دیکھتے تھے اور باوجود اس شور و شر اور مخالفت کے جو مولویوں اور عوام کی طرف سے برپا تھی اس کی تنظیم، اس کے جوش عمل، باہمی محبت و مودت، نماز باجماعت کی پابندی اور نمازوں میں خشوع و خضوع، قیام لیل اور دعاؤں پر زور قرآن سے عشق اور اس کا درس و تدریس ایک دوسرے کے دکھ درد میں شرکت، اور ایک دوسرے کی کمزوریوں کی پردہ پوشی اور اصلاح کی کوشش معاملات میں راستبازی اور صدق و دیانت حق گوئی اور اعلائے کلمۃ اللہ میں بے خوفی کو دیکھ دیکھ کر رشک کرتے تھے۔ یہی وہ چیزیں تھیں جو اکثر افراد جماعت کو اس جماعت سے منسلک کرنے کا موجب ہوئیں۔ کوئی باقاعدہ تنخواہ دار مبلغ اس وقت نہ تھے۔ بلکہ جماعت کا ایک ایک فرد پڑھا ہوا ہو یا ان پڑھ بطور خود مبلغ کا کام دیتا تھا۔ اور ہر چھوٹے بڑے کو اس بات کا شوق تھا کہ کسی نہ کسی طرح مسیح موعود کا پیغام جو درحقیقت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام ہے دوسروں تک پہنچا دیں۔ اس کام میں نہ کسی کی وجاہت ان پر رعب ڈال سکتی تھی، نہ کسی کا مولوی اور پیر ہونا ان کے دل کو ہراساں کرتا تھا۔ بے خوف ہو کر جاتے اور ان پڑھ یا کم علم ہونے کے باوجود ایسے ایسے دندان شکن اور مسکت جواب دیتے تھے کہ بڑے بڑے علماء حیران رہ جاتے تھے۔ اس سلسلہ میں انہیں اکثر اوقات دوسروں سے گالیاں بھی سننی پڑتیں بلکہ بعض اوقات ماریں بھی کھانی پڑتیں لیکن یہ چیزیں ان کے جوش عمل کو سرد کرنے کے بجائے اور زیادہ تیز کر دیتیں اور خدا کے مامور کا پیغام وہ زیادہ مستعدی سے پھیلانے کی کوشش کرتے۔

ان باتوں کے ثبوت میں میرے پاس ٹھوس واقعات موجود ہیں۔

جماعت کی تنظیم و توسیع آج بھی اگر ہو سکتی ہے تو انہی باتوں پر عمل کرنے سے لیکن افسوس ہے کہ آج ہمارے اکثر احباب ان تمام باتوں کو فراموش کر چکے ہیں اور تنظیم و توسیع کے اس رستہ کو چھوڑ کر جس پر مامور الٰہی نے ہمیں چلایا تھا، اور اور باتوں میں لگ گئے ہیں۔ ایک دفعہ ایک دوست سے جو لاہور سے باہر رہتے ہیں توسیع جماعت کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی ان کو شکایت تھی اور یہی شکایت اکثر احباب کو ہوتی ہے کہ انجمن کے مبلغین ان کے علاقہ میں نہیں پہنچتے یا کوئی ایسا مستقل آدمی انجمن انہیں نہیں دیتی جو تبلیغ کا کام کرے۔ میں نے ان سے عرض کیا کہ آپ خدا کے فضل سے اب پنشن یاب ہیں اور دنیوی مشاغل سے بہت حد تک آزاد، کیوں آپ خود اس کام کو نہیں کرتے اپنے علاقہ میں جو واقفیت آپ کی دوسروں کے ساتھ ہے وہ کسی بیرونی مبلغ کو حاصل نہیں ہو سکتی جس توجہ سے لوگ آپ کی باتوں کو سن سکتے ہیں ایک اجنبی آدمی کی طرف اتنی توجہ نہیں ہو سکتی فرمانے لگے میں اتنا علم نہیں رکھتا۔ میں نے عرض کیا کہ جب آپ اس کام کو شروع کریں گے تو علم بھی آپ کو حاصل ہوتا جائے گا۔ یہ علم نہ ہونا اسی وجہ سے ہے کہ آپ اپنے فرض کو مبلغین کے کندھوں پر ڈالنا چاہتے ہیں۔ انھوں نے پوچھا کیسے کام شروع کیا جائے۔ میں نے عرض کیا کہ اپنے مکان کی مردانہ جگہ میں سلسلہ کے اخبار و رسائل اور حضرت مسیح موعودؑ کی کچھ کتابیں رکھ دیں اور ایک ریڈنگ روم کی طرح وہاں صبح و شام لوگوں کو پڑھنے کی دعوت دیں خود بھی جو وقت ملے مطالعہ کرتے رہیں۔ اسی طرح سے ان سے گفتگو کا بھی موقعہ مل جائے گا۔ اور آپ کا علم بھی بڑھتا جائے گا۔

اس تجویز کو انھوں نے پسند کیا لیکن کہا کہ ایسے واقعات ہو چکے ہیں کہ لوگوں نے ایسی باتیں کرنے پر دنگہ فساد تک نوبت پہنچا دی ہے اور میں ڈرتا ہوں کہ میرے ساتھ بھی فساد نہ ہو اس بات کو سن کر دل کو سخت دکھ ہوا اور میں نے عرض کیا کہ کیا حضرت مسیح موعودؑ کو امرتسر میں اینٹیں نہیں پڑی تھیں۔ کیا اور کئی مواقع پر آپ کو اور آپ کی جماعت کو ایذائیں نہیں پہنچیں پھر کیا انھوں نے تبلیغ حق کو ترک کر دیا؟

اگر ہمارے دوست تبلیغ حق کا کام اپنا فرض سمجھیں اور ان خواص کو اپنے اندر پیدا کریں جو مسیح موعودؑ کے زمانہ میں جماعت میں پائے جاتے تھے۔ اور آپ کی کتابوں کا باقاعدہ مطالعہ کر کے اور ہر قسم کے خوف کو دل سے نکال کر آپ کا پیغام لوگوں کو پہنچائیں تو نہ صرف جماعت کی تنظیم و توسیع کا یہ ایک بہترین ذریعہ ہوگا بلکہ ان کے ازدیاد علم اور تقوےٰ و طہارت میں بلندی کا بھی موجب ہوگا۔

اوپر یہ عرض کیا جا چکا ہے کہ ہماری جماعت کی تنظیم اور توسیع ان حالات کو اپنے اندر پیدا کرنے سے ہو سکتی ہے جو حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں پائے جاتے تھے، وہ جوش و ولولہ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ہر فرد جماعت کے دل میں پایا جاتا تھا۔ آج بہت حد تک مفقود نظر آتا ہے اور بہت کم ایسے دوست ہیں جو جماعت کی ترقی و بہبودی کے لئے اسی طرح مضطرب و کوشاں رہتے ہوں اور مرکز سے پیدا ہونے والی آواز کی متابعت ویسے ہی دلی شوق سے کرتے ہوں جیسے حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں کرتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ اس کی وجہ امتداد زمانہ یا مجدد وقت کے عہد سے دوری ہے۔ یہ ایک حد تک صحیح ہے فی الحقیقت مامور الٰہی کی زندگی میں انوار روحانیہ کی جو بارش نازل ہوئی اور آپ نے ایستگان کے دلوں کو گرمانے کا موجب تھی، اس کا بند ہو جانا اور مجدد وقت کے فیض روحانی سے اب براہ راست مستفیض نہ ہو سکنا دلی جوش کو بہت حد تک سرد کرنے کا موجب ہے لیکن اگر غور کر کے دیکھا جائے تو اس وقت بھی آپ کے فیض سے مستفیض ہونے کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہمارے پاس موجود ہے اور وہ حضرت مسیح موعود کی کتابوں اور کلمات طیبات کی صورت میں ہے۔ خدا تعالےٰ کا یہ بہت بڑا فضل اور احسان ہے کہ اس نے اس زمانہ میں طبع و اشاعت کے سامان پیدا کر کے حضرت مسیح موعودؑ کو اس قابل بنا دیا کہ آپ اپنی پاک تحریرات کو طبع کرا کر علوم روحانی کے وہ خزائن جو ہر ناخواندہ اور عالم کے لئے مراد کو گوہر علم حقانی سے بھرنے کا موجب ہیں ہمارے ہاتھوں میں دے دیئے ورنہ پہلے مجددین و مامورین میں سے کتنے ہیں جن کی تحریرات و ارشادات پورے طور پر محفوظ ہیں۔ ایسی حالت میں اگر ہم چاہیں تو اب بھی مجدد وقت کے فیوض روحانی سے بہرہ یاب ہو سکتے ہیں۔ اب بھی آپ کی تحریرات سے وہ علم وہ جوش دینی، وہ روحانی جذب و کشش اور تقوےٰ اللہ کی وہ شان اپنے اندر پیدا کر سکتے ہیں جو اپنوں کو باہم ملاتے اور دوسروں کو اپنی طرف کھینچنے کا موجب ہو سکتی ہے لیکن کتنے ہمارے دوست ہیں جو حضرت مسیح موعود کی کتابوں کو دلی شوق سے پڑھتے اور وہ علم اور نور ان سے حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جو ان کے اندر بھرا ہوا ہے۔ وہ لوگ جو اپنی علمی فرومائیگی کی وجہ سے توسیع جماعت کے کام میں حصہ لیتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ اگر اور نہیں تو آپ کی کتابوں کا باقاعدہ مطالعہ کر لیں اور بار بار انہیں پڑھتے رہیں تو ان کا علمی پایہ اس قدر بلند ہو سکتا ہے کہ وہ مسائل سلسلہ کو آسانی کے ساتھ لوگوں کے سامنے پیش کر سکتے ہیں اور پیش آمدہ اعتراضات کے جواب نہایت عمدگی سے دے سکتے ہیں۔ نہ صرف یہی بلکہ اس سے ایک نور و طاقت ان کے دلوں میں پیدا ہو جائے گا۔ جو خدا تعالےٰ کے ساتھ ان کے تعلقات اور لگاؤ کو زیادہ استوار کرنے اور دوسروں کے جذب و کشش کا باعث ہوگا۔ قرآن کریم کے ساتھ عشق اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شدید ترین محبت ان کتابوں کے پڑھنے سے حاصل ہو سکتی ہے اور یہی وہ چیزیں ہیں جن سے ہم نہ صرف اپنے باہمی تعلقات کو بہترین بنا سکتے ہیں۔ بلکہ دوسروں کو بھی اپنی طرف کھینچ سکتے ہیں۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ قرآن کریم اور حدیث شریف کی طرف توجہ نہ ہو، مسیح موعود علیہ السلام کی کتابیں پڑھنی ضروری ہیں، معاذ اللہ قرآن کریم اور حدیث شریف پر تو ہمارے دین کی بنیاد ہے جو نور اور روحانیت ان کے اندر بھرا ہوا ہے وہ کسی اور جگہ نہیں مل سکتا۔ ان کو چھوڑ کر تو کوئی خیر و برکت ہم نہیں پا سکتے اس لئے ان کا مطالعہ، روزانہ تلاوت اور درس و تدریس سب سے زیادہ ضروری اور سب سے زیادہ اہم ہے۔ لیکن جیسا کہ میں اوپر بتا چکا ہوں حضرت مسیح موعود کی کتابوں میں بھی قرآن کریم کے ساتھ عشق اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شدید ترین محبت پائی جاتی ہے اور ان کو پڑھنے سے علوم قرآنی اور ارشادات نبوی کے حقائق و معارف ہم پر کھلتے ہیں، مگر افسوس ہے کہ آج ہمارے دوستوں نے ان علمی خزانوں کو جو ان کے اندر بھرے پڑے ہیں بہت حد تک والہ طاقِ نسیاں کر دکھا ہے اور

مسیح اور بنی اسرائیل

مسیح کی آمد کی پیشگوئی بنی اسرائیل کے زوال سے متعلق تھی

(از مسل مسیحی)

قسط نمبر ۲

بنی اسرائیل سے عہد

خدا تعالےٰ نے بنی اسرائیل سے ایک عہد لیا تھا اور عہد کیا تھا جس کا ذکر کتاب استثناء ۲۶: ۱۷ و ۱۸ و ۱۹ میں ہے۔ "تو نے آج کے دن اقرار کیا ہے کہ خداوند میرا ہے اور میں اس کی راہوں پر چلوں گا اور اس کی شرعوں اور حقوق اور اس کے حکموں کی محافظت کروں گا اور اس کی آواز کا شنوا رہوں گا اور خداوند نے بھی آج کے دن تجھ سے وعدہ کیا تھا کہ تو اس کی خاص گروہ ہووے۔ اور تو اس کے سب احکام کی محافظت کرے اور سب تجھے سارے گروہوں سے جنہیں اس نے پیدا کیا صفت اور عزت اور نام میں بالا کرے"

یہی عہد ہے جس کی تائید قرآن مجید کی سورۃ البقرہ میں کی گئی ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے یٰبنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم واوفوا بعھدی اوف بعھدکم وایای فارھبون اے بنی اسرائیل میری نعمت کو یاد کرو جو میں نے تمہیں عطا کیں اور میرے عہد کو پورا کرو۔ میں تمہارے عہد کو پورا کروں گا۔ اور مجھ ہی سے ڈر۔

عہد سے مراد

اس عہد میں ایک پیشگوئی کا بھی ذکر ہے جس کا تعلق نبی آخر الزمان کو قبول کرنے سے ہے۔ لیکن ساتھ ہی ایک اعلیٰ درجہ کی پاکیزہ اور روحانی زندگی کا بھی ذکر ہے اور یہی روحانی زندگی ایمان اور قرب الٰہی دراصل بنی اسرائیل کے لئے وجہ فضیلت تھی اور اس روحانی زندگی کی وجہ سے بنی اسرائیل کو وہ تمام نعمتیں دی گئیں جنہوں نے بنی اسرائیل کو دنیا کے تمام قبائل اور اقوام سے ممتاز کر دیا انہیں نبوت عطا ہوئی اور انہیں ارضی بادشاہت دی گئی لیکن یہ نعمتیں انہیں ان کی پاکیزہ زندگی کی برکت سے ملیں۔ لیکن مقام عبرت ہے کہ بنی اسرائیل ان نعمتوں کے حریف نہ ہو سکے اور بعد میں ذلیل و خوار ہوئے اور وہ قوم جو دنیا کی ممتاز ترین قوم تھی جس پر دن رات خدا تعالےٰ کے فضلوں کی بارشیں ہوتی تھیں، زوال پذیر ہوئی۔

اسباب زوال

قرآن مجید بنی اسرائیل کی ذلت اور مسکنت کے متعلق فرماتا ہے۔ وضربت علیھم الذلۃ والمسکنۃ وباؤ بغضب من اللہ ذالک بانھم کانوا یکفرون بایٰت اللہ ویقتلون النبیین بغیر الحق ذالک بما عصوا وکانوا یعتدون۔ ان پر ذلت اور مسکنت ڈالی گئی اور وہ اللہ کے غضب کا محل بن گئے یہ اسلئے ہوا کہ وہ اللہ کی باتوں کا انکار کرتے تھے اور نبیوں کو ناحق مارتے تھے یہ اسلئے ہوا کہ انہوں نے نافرمانی کی اور حد سے بڑھ گئے۔

قرآن مجید کی اس آیت میں ایک نہایت عمیق حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ بنی اسرائیل مورد عتاب صرف اس لئے ہوئے کیونکہ وہ اس زبردست روحانی قوت کے مٹانے کے درپے ہوئے جو کہ اللہ تعالےٰ نے صرف ان کی فلاح اور بہبودی کے لئے ان میں قائم کی۔ نبوت اس روحانی قوت کی حامل تھی جس پر بنی اسرائیل کی تمام شوکت کا انحصار تھا روحانیت نیکی اور تقوےٰ کا بلند معیار ان کے اندر قائم تھا۔ لیکن انھوں نے اس سرچشمۂ حیات کو خود بند کر دیا اور اس عہد کو بالکل فراموش کر دیا جو انھوں نے اپنے رب سے باندھا تھا اس کی وجہ سے اور متعدد اسباب ان کے اندر پیدا ہو گئے جنہوں نے اس قوم کو بالکل تباہ و برباد کر دیا لیکن ان اسباب کی حیثیت ثانوی ہے اصل سبب بے یقینی اور ایمان کی کمزوری ہے اور تعلق باللہ کا فقدان ہے۔

جب ایمان اور یقین میں کمزوری واقع ہوئی تو اس کا یہودیوں کی حیات ملی پر گہرا اثر پڑا اور خود ملت میں بہت بڑا نفاق پیدا ہو گیا۔ جیسا کہ مولانا محمد عبد الحلیم شرر اپنی تصنیف "تاریخ یہود" کے صفحہ ۱۹ پر رقمطراز ہیں:-

"خانۂ خدا کے منتظموں اور اسرائیلی مقتداؤں میں خود غرضیاں پیدا ہو گئیں اور باہمی حسد و نفاق نے مقتدایان امت کے دو فریق کر دیئے جو ہمیشہ ایک دوسرے کی سر روساتی کی فکر میں رہنے لگے وغیرہ وغیرہ"۔

ظاہر پرستی تو یہود میں بہت زیادہ تھی لیکن اخلاق ان کی ملی زندگی سے بالکل مفقود ہو چکے تھے۔ حرامکاری، زنا، خون، چوری، حسد، بدمعاشی، دھوکا، غرور اور اسی قسم کے دیگر معائب ان میں کثرت سے پھیل چکے تھے جس نے ان کی قومی زندگی کو بالکل کھوکھلا کر دیا تھا اور یہ سب کچھ محض روحانیت اور دینی روح کے نہ ہونے کی وجہ سے تھا۔ یہاں تک کہ انھوں نے شریعت کو بھی اپنی مرضی کے مطابق بنا لیا تھا۔ تورات تو بالکل فراموش ہو چکی تھی اور فقہ اور دیگر روایات ہر ایک کی نوک زبان پر تھیں اور وہ خود ساختہ فقہ کے شکنجے میں اس قدر جکڑے ہوئے تھے کہ اس سے نجات حاصل کرنے کے لئے ایک عظیم الشان روحانی تحریک کی ضرورت تھی

بادشاہت اور صالح قوم

ایسے اخلاقی اور روحانی زوال کے زمانہ میں یہودی بجائے اس کے کہ ایک روحانی اور اخلاقی مصلح کا انتظار کرتے جو انہیں اللہ تعالےٰ کے قریب کر کے ان کے اندر اعلےٰ درجہ کی اخلاقی صفات پیدا کر دیتا انھوں نے ایک ایسے مسیح کا انتظار شروع کر دیا جو تلوار اور دنیوی سطوت کے ذریعہ ان کے برباد شدہ اقتدار کو از سر نو قائم کر دے یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ایک زوال پذیر قوم اپنی اخلاقی اور روحانی کمزوریوں کو دور کئے بغیر دنیا کے اندر عزت اور شرف حاصل کرنا چاہتی ہے اور یہ چیز بذات خود زوال کی بہت بڑی علامت ہوتی ہے۔ دنیا کی بادشاہی صالح اقوام کی میراث ہے اور جس قوم کو اللہ تعالےٰ اس قابل پاتا ہے اسے یہ نعمت دے دی جاتی ہے نہ کہ اس قوم کو اس نعمت سے سرفراز کر دیا جاتا ہے جو ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظر فردا ہو۔

بنی اسرائیل پر غیر قوموں کا اقتدار

بنی اسرائیل پر بابلیوں۔ یونانیوں اور رومیوں کا یکے بعد دیگرے اقتدار قائم رہا اور اس اقتدار کو توڑنے کے لئے اس ناعاقبت اندیش قوم نے جارحانہ اقدامات کئے اور ان اقدامات کا کیا انجام ہوا؟ اس کو بیان کرتے ہوئے قلم لرزتا ہے۔ ان خونیں اقدامات سے بنی اسرائیل کی تاریخ رنگین ہے اور ان کی حیات ملی سے اب تک خون کی دھار ابہ رہی ہے اس کے متعلق جہاں مولانا شرر مرحوم نے تاریخ یہود میں باب باندھا ہے اس کے نیچے حاشیہ میں لکھتے ہیں:-

کمزور کا غصہ

"ارض مقدس کی تاریخ کے اس حصہ کو اہل ہند عموماً اور مسلمان خصوصاً نہایت غور سے پڑھیں ہم کوئی رائے نہیں دیتے مگر حاکم و محکوم کے تعلقات کا نازک ہو جانا بعض ایسے خوفناک نتائج پیدا کر دیتا ہے کہ وہ اس قابل نہیں ہیں کہ ہمارے وطن کے سیاسی لیڈر اپنی سیاسی پالیسی قرار دیتے وقت ان کا لحاظ نہ کریں یہود کے زوال کی یہ داستان ہے جس سے ہمیں بڑے بڑے سبق مل سکتے ہیں"

مولانا مرحوم کا اس نوٹ سے یہ مطلب ہے کہ جب ایک زوال پذیر قوم پر ایک زبردست قوم حکمران ہو اور محکوم اخلاقی لحاظ سے بھی دیوالیہ ہو اور ایمانی لحاظ سے سخت کمزور ہو اور اس کے پاس ظاہری ساز و سامان بھی بالکل موجود نہ ہوں تو ایسے نازک وقت میں حاکم قوم کے خلاف تلوار اٹھانا اور جہاد بالسیف کرنا حد درجہ کی حماقت اور نادانی ہے۔ جن لوگوں نے اس کی خونیں مثال کو مطالعہ کرنا ہو انہیں چاہیئے کہ تاریخ یہود کے دور زوال کو مطالعہ کریں۔

مختصر یہ کہ بنی اسرائیل کی ملی زندگی میں بڑے بڑے الجھاؤ پیدا ہو چکے تھے، بنی اسرائیل کا روحانی نظام بالکل متزلزل اور فرسودہ ہو چکا تھا۔ انبیا کی نافرمانیوں اور ان پر ستم رانیوں نے ان کے متحدہ ضمیر اور مزاج عقلی میں ناسور پیدا کر دیئے تھے۔ فقہ اور قانون کی ظاہر پابندیوں نے ان کی مجلسی اور سماجی زندگی کو جہنم زار بنا رکھا تھا اخلاقی فرومائیگی نے ان کے اندر فطرت کی بلندی اور عزائم کی رفعت کو بالکل ختم کر دیا تھا۔ اور ان کے علاوہ مسلسل غیر ملکی حکومت نے ان کے کس بل نکال دیئے تھے اور وہ ہر وقت ایک نجات دہندہ کے منتظر تھے اور ساری امیدیں اور آرزوئیں اس کی ذات اور شخصیت سے وابستہ کئے ہوئے تھے لیکن ان کے زعم میں وہ ایسی شخصیت تھی جو کہ صاحب جبروت اور صاحب شوکت تھی جو ان کی سیاسی کشمکشوں کا خاتمہ کرکے اور معاشی مشکلات کو حل کر دے اور غیر ملکی تسلط سے نجات دلائے لیکن ان کے وہم و خیال میں بھی یہ بات نہ تھی کہ آنے والا مسیح اور نجات دہندہ علم باطن اور عرفان کا حامل ہوگا اور وہ بجائے ظاہری شوکت کے قیام کے بنی اسرائیل کو مطالعہ باطن کی طرف توجہ دلائے گا۔ بجائے دنیوی تسلط اور بادشاہت کے آسمانی بادشاہت کی نوید لیکر آئے گا اور بجائے جسمانی زخموں کے انسانی روح کے زخموں کا اندمال کرے گا۔

غلط فہمی کی وجہ

ہم اس امر کو واضح کر آئے ہیں کہ یہودی لوگ ایک ایسے مسیح اور بادشاہ کی انتظار میں تھے جو بجائے روحانیت اور اخلاق کے ایک مادی شوکت اور زمینی اقتدار کا مشیر ہوگا۔ یہ غلط فہمی اسلئے بھی تھی کیونکہ مسیح کا لفظ پہلے بادشاہوں کے نام کے ساتھ استعمال ہو چکا تھا لیکن وہ اس امر کو بالکل فراموش کر چکے تھے کہ انبیاء کو بھی مسیح کہکر پکارا جا چکا ہے اور نبوت تو روحانیت اور مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کی حامل ہے اور بنی اسرائیل تو اسی نعمت کی وجہ سے دنیا میں ممتاز تھے کیونکہ خدا تعالیٰ نے ان کے ہاں نبوت کا سلسلہ جاری کر کے ان پر اپنی نعمتوں کی بارش کی لیکن اب ان کے ذہن میں بھی یہ بات نہ آتی تھی کہ باقی اقوام کے مقابلہ میں وہ کونسی چیز ہے جو ان کے لئے وجہ فضیلت ہے اور ان کے معائب اور امراض کو دور کرنے کے لئے ایک نبی کی ضرورت ہے نہ کہ دنیوی شان و شوکت کی یا کسی زمینی بادشاہ کی۔

بنی اسرائیل کی روحانی فرومائیگی

لیکن یہ بدبخت قوم اپنے زوال کے

ناصری اور بھی اسباب میں الجھی رہی اور اتنا نہ سمجھ سکی کہ حقیقت میں اس کی قومی زندگی کی روحانی اور اخلاقی کھیتیاں بالکل ویران ہو چکی ہیں اور ان کے علماء اور مذہبی رہبروں کے اندر اخلاق حسنہ کی لاشیں سڑ رہی ہیں اور ان کی وجہ سے بنی اسرائیل کی ساری ملی زندگی میں سڑاندھ مچ رہی ہے، جیسا کہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام نے ان کی اخلاقی اور روحانی حالت کے متعلق فرمایا:-

"اے ریاکار فقیہو اور فریسیو تم پر افسوس کہ تم سفیدی پھری ہوئی قبروں کی مانند ہو جو باہر سے بہت اچھی معلوم ہوتی ہیں پر بھیتر مردوں کی ہڈیوں اور ہر طرح کی ناپاکی سے بھری ہیں۔"

اس قسم کے روحانی اور اخلاقی لحاظ سے مردہ لوگ تھے جن کے درمیان وہ خدا کا برگزیدہ ظاہر ہوا ایسے مردوں سے سوائے انکار کے اور کیا توقع ہو سکتی تھی۔ کیونکہ ہمیشہ موت ہی زندگی کا انکار کرتی ہے اور بنجر اور پتھریلی زمین آسمانی بارش کو قبول نہیں کرتی۔

حضرت مسیح اور آسمانی بادشاہت

حضرت مسیح علیہ السلام دنیوی بادشاہت لیکر نہ آئے تھے بلکہ آسمانی بادشاہت کی بشارت اپنی قوم کے لئے لائے تھے لیکن قوم تہذیب اور اخلاق کے معیار سے اتنی گر چکی تھی کہ وہ اس روحانی اسلوب بیان کو بھی نہ سمجھ سکی اور نہایت ناشکری کے ساتھ آسمانی بادشاہت کا انکار کر دیا۔ اس آسمانی بادشاہت کی جو تشریح خود حضرت مسیح علیہ السلام نے کی وہ یوں ہے۔ جب ان سے کھیت اور کڑوے دانوں کی تمثیل کے متعلق دریافت کیا گیا تو انھوں نے فرمایا:- "اچھے دانے کا بونے والا ابن آدم ہے۔ کھیت دنیا ہے۔ اچھے بیج اس بادشاہت کے لڑکے ہیں اور کڑوے دانے شریر کے فرزند۔ وہ دشمن جس نے انہیں بویا شیطان ہے کاٹنے کا وقت اس دنیا کا آخر اور کاٹنے والے فرشتے ہیں۔ پس جیسے کڑوے دانے جمع کئے جاتے ہیں اور آگ میں جلائے جاتے ہیں۔ اس جہان کے آخر میں ایسا ہوگا ابن آدم اپنے فرشتوں کو بھیجےگا، اور وہ سب ٹھوکر کھلانے والی چیزوں اور بدکاروں کو اس کی بادشاہت میں سے چن کر انہیں جلتے تنور میں ڈال دیں گے۔"

انبیاء کا پیغام

اب یہ ظاہر ہے کہ یہ بادشاہت خالص روحانی اور اخلاقی بادشاہت ہے جس کی طرف حضرت مسیح علیہ السلام نے اشارہ کیا اور یہی وہ بادشاہت ہے جس کو قائم کرنے کے لئے اللہ تعالے کے برگزیدہ نبی دنیا میں شریعت لاتے رہے ہیں اور یہی پیغام وہ روح رواں ہے جس سے یہ دنیا زندہ ہے ورنہ اگر روحانیت اور اخلاق کو انسان کے نظام حیات سے خارج کر دیا جائے۔ تو سوائے بہیمیت اور بربریت کے باقی رہ کیا جاتا ہے۔ ظاہر پرستی اور رہبانیت پرستی ترقی نوع انسان کی زندگی میں کوئی انقلاب پیدا نہیں کر سکتیں۔ بلکہ انسان کو حد درجہ کا شقی، متعصب اور معصیت پسند بنا دیتی ہے۔ یہودیوں میں ظاہر پرستی اس قدر پیدا ہو گئی تھی کہ حقیقی اخلاق اور اصل پاکیزگی اور طہارت کے رجحانات بالکل مسخ ہو گئے تھے۔ وہ بغیر ہاتھ دھوئے کھانا کھانے کو گناہ سمجھتے تھے لیکن بڑے بڑے معاصی کھایا کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا:-

ظاہر پرستی کے خلاف جہاد

"سنو اور سمجھو جو چیز منہ میں جاتی ہے آدمی کو ناپاک نہیں کرتی بلکہ جو منہ سے نکلتی ہے وہی آدمی کو ناپاک کرتی ہے۔" تب اس کے شاگردوں نے اس کے پاس آ کر کہا۔ کیا تو جانتا ہے کہ فریسی یہ بات سن کر ناراض ہوئے اس نے ان سے جواب میں کہا۔ "جو پودا جو میرے آسمانی باپ نے نہیں لگایا جڑ سے اکھاڑا جائے گا انہیں جانے دو۔ وہ اندھے اندھوں کو راہ دکھانے والے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جو کچھ منہ میں جاتا پیٹ میں پڑتا ہے اور گڑھے میں پھینکا جاتا۔ وہ باتیں جو منہ سے نکلتی ہیں دل سے آتی ہیں وہ آدمی کو ناپاک کرتی ہیں کیونکہ برے خیال خون، زنا، حرامکاری، چوری جھوٹی گواہی، کفر دل ہی سے نکلتے ہیں یہی باتیں آدمی کو ناپاک کرنے والی ہیں۔ مگر بن دھوئے ہاتھ کھانا آدمی کو ناپاک نہیں کرتا۔"

بنی اسرائیل کی پرانی عادت

جب بنی اسرائیل کے فقیہوں اور فریسیوں نے دیکھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام ان کی فقہ اور روایات اور ظاہر پرستی کے خلاف تعلیم دیتے ہیں تو انھوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کی مخالفت اور ایذا رسانی پر کمر باندھی اور انہیں قتل کر دینے کے منصوبے سوچنے لگا ورنہ یہ سب کچھ خلاف توقع نہیں تھا وہ ہمیشہ اپنے پیغمبروں کے ساتھ یہی کچھ کرتے چلے آئے تھے يكفرون بايت الله ويقتلون النبيين بغير الحق ط ذالك بما عصوا وكانو يعتدون (بنی اسرائیل) اللہ کی باتوں کا انکار کرتے تھے اور نبیوں کو ناحق مارتے تھے۔

ہم پہ لازم ہے شریک جلسہ سالانہ ہوں

(از جناب مولانا مرتضیٰ خان صاحب حسن)

اٹھو کہ پھر اے عاشقانِ ملت بیضا اٹھو دیں کی خدمت کیلئے باندھو کمر مردانہ وار
پھر خدا سے نصرت و تائید کے طالب ہو پھر کرو دل کھول کر دعائیں با دو چشم اشکبار
سر بسجدہ ہوں اگر ہم درگہ باری میں آج ہوں گے ہم فضل خدا سے کامیاب و کامگار
ہم پہ لازم ہے شریک جلسہ سالانہ ہوں رکھ گئے جس کی بنا ہیں مہدئ عالی وقار
ہم مجاہد ہیں خدا کے فضل سے قاعد نہیں گھر میں ہم بیٹھے رہیں کاہل نہیں اپنا شعار
بے زری کا کیا ہے شکوہ ہمت عالی تو ہے عزم مردانہ دکھاؤ مشکلیں گو ہوں ہزار
ہاتھ سے جانے نہ پائے خدمت دیں کا یہ وقت پھر خدا جانے کہ کب آئیں گے یہ لیل و نہار
ہم تو جیتے ہیں خدا کے دیں کی خدمت کیلئے حکم ہم کو دے گئے ہیں یوں مسیح نامدار
"دوستان خود را نثار حضرت جاناں کنید در رہِ آں یار جانی جان و دل قرباں کنید
آں دل خوش باش را کاندر جہاں جوید خوشی از پئے دین محمدؐ کلبۂ احزاں کنید
از تعبش ہا بروں آئید اے مردان حق
خویشتن را از پئے اسلام سرگرداں کنید"